سنہری عبادت

ترجمہ

کیمیائے سعادت

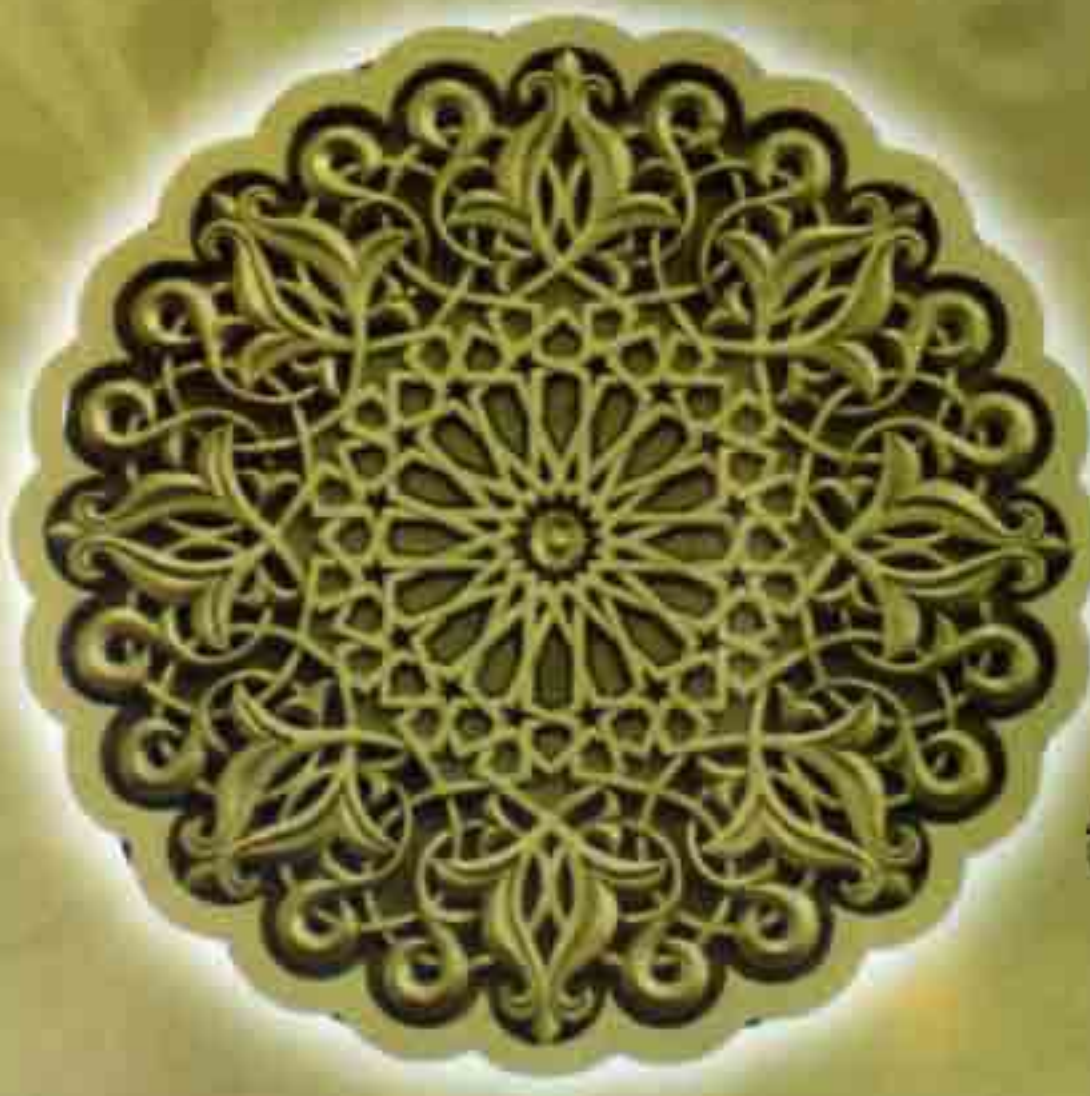

مصنف

حجۃ الاسلام امام ابو حامد

محمد بن محمد الغزالی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا علامہ محمد منشا تابش قصوری حنفی

شبیر برادرز

اردو بازار ○ لاہور

سنہری عبادت

ترجمہ

کیمیای سعادت

مصنف

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ

مترجم

مولانا علامہ محمد منشا تابش قصوری الحنفی

مدرس و صدر شعبۂ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

ناشر

شبیر برادرز

اردو بازار، لاہور، پاکستان۔

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں﴾

نام کتاب	.....	سنہری عبادت ترجمہ کیمیائے سعادت
مصنف	.....	حجۃ الاسلام حضرت امام محمد الغزالی رحمہ اللہ تعالیٰ
مترجم	.....	مولانا محمد منشا تابش قصوری
محرک	.....	مولانا سید ولایت حسین شاہ چشتی کولڑوی (مریدکے)
مؤید	.....	مولانا قاری غلام عباس نقشبندی (نوشہرہ ورکاں)
مصحح	.....	حافظ محمد مسعود اشرف قصوری (جامعہ محمدیہ غوثیہ داتا نگر لاہور)
	.....	حافظ محمد نعیم قادری کشمیری
کمپوزنگ	.....	words maker Lhr.
صفحات	.....	۹۵۲
باراوّل	.....	اگست ۲۰۰۲ء/ جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ
مطبع	.....	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر	.....	ملک شبیر حسین
قیمت	.....	

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز

40 اُردو بازار لاہور فون 7246006

marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست مضامین سنہری عبادت ترجمہ کیمیائے سعادت

عنوان	صفحہ نمبر
نشانِ منزل	
حمد و ثنا	۳۳
سبب تصنیف	۳۵
فصل: عرفان خودی	"
عنوان و ارکان	۳۶
رکن اوّل: مشتمل بردہ اصل	۳۷
رکن دوم: در معاملات مشتمل بردہ اصل	"
رکن سوم: مہلکات صراطِ مستقیم	"
رکن چہارم	۳۸
امورِ نجات دہندہ	۳۹
آغاز کتاب مستطاب سنہری عبادت	"
ترجمہ کیمیائے سعادت	"
حقیقت خود شناسی	۴۰
فصل: عرفان حقیقت خودی	۴۱
فصل: حقیقت دل	"
فصل: قل الروح من امر ربی	"
فصل: مملکت دل	۴۲
فصل: لشکر دل کی تفصیلی معرفت	۴۳
فصل: غصہ اور خواہشات نفسانیہ	۴۴
تخلیق کا راز	"
فصل: لشکر دل کی نشانیاں	۴۵
وضاحت اسبابِ بد و خیر	۴۶

عنوان	صفحہ نمبر
فصل: معرفت اوصاف اخلاق	۴۷
فصل انسان کیسے فرشتوں سے افضل ہے؟	۴۸
فیصلہ شرافت انسانی	۴۹
فصل: عجائب جہانِ دل	۵۰
فصل: بیداریٔ دل اور ماسوا سے بے خبر	۵۱
فصل: مظاہر اوصاف انبیاء کرام علیہم السلام	۵۲
معجزہ اور کرامت	۵۳
باعث شرافت؟	۵۴
فصل: حقیقت نبوت و ولایت	۵۵
فصل: تمثیلات عجیبہ	۵۷
تمثیل کیمیا و سونا	۵۸
مثال انبیاء و اولیاء کرام	"
فصل: دل اور حواسِ خمسہ کی لذتیں	۹۵
حقیقی لذت	۶۰
تمنائے معرفت سے عاری دل	"
عجائب جسم انسانی	۶۱
تخلیق مقاصد اعضاء	"
فصل: دل کی تلاش	۶۴
حکایت: نجاست کیا کہہ رہی ہے؟	۶۵
عنوان دوم	۶۶
معرفت حق تعالیٰ جل و علیٰ	"
صنعت خداوندی کی معرفت	۶۷

marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
اللہ تعالیٰ کی رحمت ماں کی شفقت	۶۸
فصل: تقدیس حق تعالیٰ اور تقدیس نفس خود کی معرفت	"
فصل: دنیا پر اللہ تعالیٰ کی بادشاہی کی معرفت	۷۰
رموزِ مملکت سے آشنائی	۷۲
فصل: تعلق بالنفس اور مشاہدہ جمال الٰہی	"
فصل: نجومی، علم نجوم اور چیونٹی؟	۷۳
فصل: تمثیل ہاتھی اور اندھے؟	۷۵
فصل: سیارے، بروج اور عرشِ اعظم	"
تمثیل	۷۷
دہقان اور سلطان	"
فصل: سبحان اللہ والحمد للہ؟ کی معرفت	۷۸
فصل: سعادت ابدی کی معرفت	"
فصل: اہل اباحت وطغیان کی گمراہی کے سات وجوہ	۸۰
فصل: معرفتِ دنیا	۸۴
فصل: دنیا میں انسانی لوازمات؟	۸۵
فصل: روٹی، کپڑا اور مکان	۸۶
فصل: مثال نمبر۱: مکار کی رفتار	۸۷
مثال نمبر۲: مکار وعیار دوست	۸۸
مثال نمبر۳: قاتل حسینہ	"
مثال نمبر۴: ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے	۸۹
مثال نمبر۵: لذت ختم، ذلت قائم	"
مثال نمبر۶: طالب دنیا یا سمندر کا پیاسا	"
مثال ۷: مہمان میزبان اور مہمان خانہ	۹۰
مثال نمبر۸: سمندر، کشتی سوار اور جزیرہ	۹۲
فصل: کیا دنیا نقص قابل مذمت ہے؟	"
عنوان چہارم: معرفت آخرت	"
حقیقت موت اور روحانی جنت وجہنم	"
فصل: آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں	۹۳
فصل: زندگی ہاتھ پاؤں سے عبارت نہیں	۹۵
فصل: عالم سفلی اور عالم علوی کی حقیقت	۹۶

عنوان	صفحہ نمبر
فصل: جان، ذات اور موت	۹۷
فصل: روح کو موت نہیں	۹۸
فصل: حقیقت عذاب قبر	۱۰۱
فصل: عذاب عذاب میں فرق ہے	"
فصل: قبر میں سانپ اور بچھو	۱۰۴
فصل: کیا عذاب قبر سے کوئی بھی محفوظ نہیں؟	۱۰۵
فصل: ہمیں عذاب قبر سے کیا تعلق	۱۰۶
فصل: روحانی جہنم	۱۰۷
حکایت: مؤذن اور ماہ رمضان میں اذان	۱۱۰
حکایت: شہزادہ اور اس کی عجیب دلہن	"
فصل: آتش روحانی آتش جسمانی سے تیز تر ہے	۱۱۳
بیمار دل اور درد والم کی معرفت	"
فصل: علماء کرام کی تبلیغ، حق ہے	۱۱۴
انسان اور پروانہ	"
رکن اوّل: عبادات	۱۲۰
عقائد اہل سنت	"
حقیقت معرفت	۱۲۱
وضاحت	"
اظہار عقائد	۱۲۲
قدرت قادر کریم	۱۲۳
علم الٰہی	"
ارادہ الٰہی	"
سمیع وبصیر	"
کلام الٰہی	۱۲۴
افعال الٰہی	"
عالم آخرت	۱۲۵
انبیاء ومرسلین علیہم السلام	۱۲۶
حصولِ علم	۱۲۸
احوال واعتقاد دل	"
فصل: دائمی خطرات سے بچاؤ کے اسباب	۱۲۹

marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
علم سے برتر کوئی کام نہیں	۱۳۰
فضول علم	"
پیاسے کے لئے پانی	۱۳۱
شانِ طہارت	"
فلسفہء طہارت	"
پہلی قسم	"
دوسری قسم	۱۳۲
تیسری قسم	"
چوتھی قسم	"
فصل: فضیلت طہارت ظاہرہ	۱۳۳
پہلی شرط	"
دوسری شرط	"
تیسری شرط	۱۳۴
چوتھی شرط	"
پانچویں شرط	۱۳۵
چھٹی شرط	"
فصل: ظاہری طہارت کی تین اور قسمیں	"
قسم اوّل: طہارت از نجاست	۱۳۶
فصل: جگہ کی طہارت	۱۳۷
دوسری قسم: حدث سے طہارت	"
فصل اوّل: آداب قضائے حاجت	"
فصل ۲: آداب و مسائل استنجاء	۱۳۸
بخل و ہلاکت؟	۱۳۹
نکتہء عجیبہ	۱۴۱
فصل نمبر ۳: مکروہات وضو	"
فصل ۴: آداب مسائل غسل	"
فصل ۵: آداب و فضائل تیمّم	۱۴۲
تیسری قسم: طہارت فضلات جسمانی	"
فصل: حمام میں غسل کے آداب	۱۴۳
حکایت: سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حمام	"
شیطان کا ٹھکانہ	۱۴۴
فصل: طہارت فضلات جسمانی نمبر ۲	"
فصل: داڑھی کی مقدار	۱۴۵
فضائل و مسائل نماز	۱۴۷
سید العبادات	"
جنت کی کنجی	"
عمدہ طہارت کا صلہ	۱۴۸
نماز کی ظاہری کیفیت	"
فصل: مکروہات نماز	۱۵۰
حقیقت و روح نماز	۱۵۱
راز طہارت	"
حکمت ستر پوشی	"
حکمت استقبال قبلہ	"
حکمت قیام	۱۵۲
حکمت رکوع و سجود	۱۵۳
حقیقت قرأت اور حکمت اذکار نماز	"
قلب غافل کا علاج	۱۵۴
حکایت: حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کھجوروں کا باغ	۱۵۵
نماز با جماعت کی عظمت	۱۵۶
فضائل نماز جمعۃ المبارک	۱۵۷
شرائط نماز جمعہ	"
وضاحت	۱۵۸
احترام و آدابِ جمعہ	"
حکایت: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور تین آدمی	۱۵۹
آدابِ یوم جمعہ	۱۶۱
مسئلہ: زکوٰۃ کی ادائیگی	۱۶۳
اقسام زکوٰۃ اور شرائط ادائیگی	"
چوپاؤں پر زکوٰۃ	"
غلہ کی زکوٰۃ	۱۶۴
وضاحت	"

marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
سونے چاندی پر زکوٰۃ	۱۶۵
مالِ تجارت پر زکوٰۃ کا حکم	"
صدقہ فطرانہ	۱۶۶
ادائیگی زکوٰۃ کی کیفیت	"
آٹھ طبقات کی صفات	۱۶۷
اسرار زکوٰۃ	۱۶۸
علاماتِ محبت	"
دل کی طہارت	۱۷۰
شکرانہ نعمت	"
دقائق آداب زکوٰۃ اور زندہ عبادت	"
ایک بزرگ کی عجیب سخاوت	۱۷۱
آداب تلاش درویش	۱۷۴
حکایت: تجھ سے شخص کو خسارہ نہیں ہوسکتا	۱۷۵
زکوٰۃ لینے والوں کے آداب	۱۷۶
بادشاہ دنیا	"
فضائل صدقہ	۱۷۸
اصل ششم	۱۷۹
روزے رکھنا	"
فرائض روزہ	۱۸۰
دوسرا فرض نیت	۱۸۱
روزے کی سنتیں	۱۸۲
معمولاتِ مصطفیٰ ﷺ	"
لیلۃ القدر	"
حقیقت و اسرار روزہ	۱۸۳
درجات روزہ	"
خواص کا روزہ	"
آنکھ کا بچانا	۱۸۴
زبان کا بچانا	"
حکایت: دو عورتوں کا روزہ	"
کانوں کا بچانا	"

عنوان	صفحہ نمبر
اعضاء کو ناشائستہ حرکات سے بچانا	۱۸۵
حرام اور مشتبہ سے بچنا	"
قبولیت کی امید رکھے	"
حکایت: بے قدر لوگ	"
لوازمات افطار	۱۸۶
حقیقت قضاء و کفارہ	"
فدیہ و امساک	"
ایام برکات کے روزے	۱۸۷
ایام بیض	۱۸۸
اصل ہفتم	۱۸۹
فضائل و مسائل حج	"
عمر بھر میں صرف ایک فرض	"
حکایت: سبز پوش فرشتے میدان عرفات میں	"
قیامت اور بیت اللہ شریف	۱۹۰
شرائط حج	۱۹۲
ارکان حج	"
حج قران	۱۹۳
حج تمتع	"
ممنوعات حج و عمرہ	"
کیفیات حج و عمرہ	۱۹۴
آداب حج و زادِ راہ	"
دو نفل؟	۱۹۵
آداب احرام اور مکہ مکرمہ میں داخل ہونا	۱۹۶
آدابِ طواف	"
حج کے رموز و اسرار	۱۹۷
حج عبرتوں اور حصولِ اسباق کا سبب	۱۹۹
حکایت: حضرت امام زین العابدین کا احرام	۲۰۰
حکایت: حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور لبیک	"
اصل ہشتم: تلاوت قرآن مجید	۲۰۲
افضل ترین عبادت	"

marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
تلاوت قرآن کریم اور غافلین	۲۰۳
قرآن کریم اور منافقین	"
مکتوباتِ الٰہی	"
تلاوت قرآن کریم کا بنیادی مقصد	"
آداب تلاوت قرآن کریم	۲۰۴
آدابِ ظاہری	"
ہستہ تلاوت قرآن کریم	۲۰۵
قرآن کریم اور آنسو	۲۰۶
حکایت: امام شافعی کی تلاوت اور سجدہ	"
تلاوت قرآن مجید کے باطنی آداب	"
نمبر۱: آدابِ باطنی	۲۰۸
نمبر۲: صاحبِ کلام کی عظمت وشوکت	"
نمبر۳: بوقت تلاوت غفلت کا شکار نہ ہو	۲۰۹
نمبر۴: معانی ومطالب میں غور کرنا	"
حضرت عامر بن عبداللہ اور چھری	۲۱۰
تین قسم کے آدمی	۲۱۱
نمبر۵: قاری قرآن اور اس کا دل	"
حکایت: ایک بزرگ کا اللہ تعالیٰ سے قرآن کریم سننا	۲۱۲
اصل نہم	"
ذکر حق تعالیٰ	۲۱۳
حقیقتِ ذکر	۲۱۶
فضائل تسبیح وتہلیل	"
فضائل وتسبیح وتحمید	"
نماز فجر سے پہلے وظیفہ	۲۱۷
الباقیات الصالحات	"
غرباء کا صدقہ	"
فضائل درود شریف	"
فرشتوں کا وظیفہ	"
فرشتوں کی دعا	۲۱۸
وظیفہ مغفرت	"

عنوان	صفحہ نمبر
نیند کا وظیفہ	"
آداب	۲۱۹
عبادت کا مغز	"
حکایت: چغل خور کی نحوست	۲۲۰
حکایت: حرام مال' قبولیت دعا کے لئے آڑ ہیں	۲۲۱
اوراد و وظائف کی ترتیب	"
برف کی مثال	"
ذکر دوامی	۲۲۲
دن کے وقت اوراد و وظائف	۲۲۳
جامع ذکر و دعا	۲۲۴
میں اور موت	۲۲۵
شکر کیا ہے؟	۲۲۶
دوسرا وظیفہ	"
تیسرا وظیفہ	"
تحصیل علم	۲۲۶
شغل تسبیح وتہلیل وتحمید	۲۲۷
راحت خلق خدا	"
اہل وعیال کی تعلیم وتربیت	"
پانچواں وظیفہ	"
رات کے وظائف واذکار	۲۲۸
سونا بھی وظیفہ ہے	"
نماز تہجد	۲۲۹
رکن دوم: معاملات	۲۳۰
معاملات	۲۳۱
اصل اوّل	"
کھانے پینے کے آداب	"
راہ عبادت	"
آداب قبل از طعام	"
کھانا دسترخوان پر	"
نہایت آداب سے بیٹھنا	۲۳۲

marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
نیت عبادت	"
بھوک کا خوب چمکنا	"
موجود پر قناعت	"
ہاتھوں میں برکت	۲۳۳
کھانا کھاتے وقت آداب	"
پانی پینے کے آداب	۲۳۴
آداب بعد از طعام	"
مل جل کر کھانے کے آداب	۲۳۵
حکایت : زیادہ کھانے پر انعامی اسکیم کا اعلان	۲۳۶
احباب و رفقاء کے ساتھ کھانے میں فضیلت ہے	"
ملاقاتی دوستوں کے ساتھ کھانے کے آداب	۲۳۷
روایات و حکایات	۲۳۸
حکایت : تین ساٹھ دوست	"
حکایت : حضرت زکریا علیہ السلام اور پیکر حسن و جمال عورت	۲۳۹
مہمان میزبان پر حکم نہ چلائے	۲۴۰
حکایت : حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے جو اور نمک	"
حکایت : حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ اور زعفرانی کی کنیز	"
فضائل میزبانی	"
حکایت : رسول کریم ﷺ اور آپ کی زرہ	۲۴۱
حکایت : حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور مہمانوں کی تلاش	"
دعوت اور قبولیت کے آداب	۲۴۲
مسنون طریقہ	"
شرائط آداب قبولیت	"
دعوت اور پیٹ بھرنا	۲۴۴
حاضری کے آداب	"
آداب میزبانی	"
درویش اور آداب دعوت	۲۴۵
ضیافت سے واپسی کے آداب	۲۴۶
حکایت : حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ میزبان	"
کے دروازے پر	"

عنوان	صفحہ نمبر
اصل دوم	۲۴۶
آداب نکاح	"
باب ۱ : نکاح کے فوائد و نقصان	۲۴۷
حکایت : تیرا کوئی بچہ نہیں تجھے پانی کیوں دیں	۲۴۹
حکایت : یہ تو شوم ہے شوم؟	۲۵۱
آفات نکاح	۲۵۲
باب ۲	۲۵۴
کیفیت عقد نکاح	"
آداب نکاح اور منکوحہ کے اوصاف	"
صفات عورت جن کا دیکھنا سنت ہے	۲۵۶
حکایت : پھر اسے طلاق مت دو	"
بیوی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے آداب	۲۵۷
ربیع بنت معوذ کا نکاح	۲۵۸
افضل ترین صدقہ	۲۶۲
ساتواں ادب تعلیم نسواں	"
دو بیویاں	۲۶۳
بیوی سے نرم سلوک کرنا	"
بوقت ولادت	۲۶۵
اذان اور اقامت کا حکم	"
عقیقہ سنت مؤکدہ	"
جہاں تک ممکن ہو طلاق نہ دیں	۲۶۶
حکایت : خاوند کے حقوق	"
اصل نمبر ۳ : آداب کسب و تجارت	۲۶۶
باب نمبر ۱ : فضیلت و ثواب کسب؟	۲۶۸
حکایت : راہ حق کا مسافر	۲۶۹
حکایت : افضل کون عابد یا تاجر	"
حکایت : ایک بزرگ کا طریقہء کار	۲۷۰
حکایت : تیں دوست	۲۷۱
باب نمبر ۲	"
تعلیم کسب و تجارت اور اصول شرعیہ	۲۷۲

marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
...ن نمبر۲: کاروباری مال	۲۷۴
...ن نمبر۳: عقد	۲۷۶
...ن نمبر۳: بیع سلم اور اس کی دس شرطیں	۲۷۹
...ن نمبر۴: اجارہ جس کے دو رکن	۲۸۰
...نمبر۱: اجرت	"
...نمبر۲: منافع	"
...کن نمبر۵: قراض	۲۸۴
جو تین ارکان پر مشتمل ہے	"
سرمایہ' مال سرمایہ پر نفع	"
عمل تجارت	۲۸۵
...کن نمبر۶: شرکت	"
...اب نمبر۳	۲۸۶
معاملات میں عدل وانصاف کی اہمیت	"
حکایت: تو نے ہمارے دین کو دنیا کے بدلے فروخت کر ڈالا	۲۸۷
کھوٹا سونا اور چاندی	۲۸۸
خاص ظلم	۲۸۹
حکایت: حضرت یونس بن عبید اور ریشمی کاروبار	"
حکایت: خشک وتر گندم	۲۹۰
حکایت تاجر اور زخمی اونٹ	"
حکایت: دودھ میں پانی	۲۹۱
نوٹ: لنڈا بازار؟	۲۹۲
حکایت: اس نے تیس ہزار روپے اس کے قدموں میں ڈال دیئے	۲۹۳
باب نمبر۴	۲۹۵
معاملات میں احسان' صواب	"
حکایت: حضرت سری سقطی اور تریسٹھ دینار	"
حکایت: اس کے نام کے وسیلے سے تو بارش ہو سکتی ہے	"
حکایت: ایک ہزار اونٹ	۲۹۶
دو ہزار روپے نافع	"
حکایت: بغیر کسی نیکی کے بخشش	۲۹۷

عنوان	صفحہ نمبر
حکایت: بزرگان سلف کے پاس دو قسم کی یادداشتیں ہوتی تھیں۔	۲۹۸
باب نمبر۵	۲۹۹
معاملات میں دین کو ترجیح دیں	"
حکایت: شیطان کا بیٹا	۳۰۲
حکایت: تو خاک تلاش کر رہا ہے اور خاک تیری تلاش میں ہے	۳۰۳
حکایت: دو دن دکانداری	"
نام نہاد دانشمند اور مفکر	۳۰۴
ساتویں احتیاط	"
تاجر کے کھاتے	"
اصل نمبر۴: حلال وحرام اور مشتبہ	۳۰۵
ثواب وفضائل طلب حلال	"
ہر دعا قبول	۳۰۶
دعا قبول نہیں ہوگی	"
فرشتے کی ندا	"
روایات واقوال اسلاف	۳۰۷
حکایت: چارے کے مشتبہ ہونے پر دودھ نہ پیا	۳۰۸
باب نمبر۴: درجات حلال وحرام	"
اعلیٰ درجات کے متقی	۳۱۰
حکایت: اور پھر خوشبو کو ختم کر دیا	"
مباح جو دنیوی زمرے میں داخل ہو	۳۱۱
حکایت: حضرت سفیان ثوری اور ان کا رفیق دین کی تنگی	۳۱۲
صدیقین کا درجہء ارتقاء	"
حضرت بشر حافی اور شاہی نہر	"
حکایت: حضرت یحییٰ بن معاذ اور چہل قدمی	۳۱۴
باب نمبر۳: حلال الگ' حرام الگ	۳۱۵
پلید یا ناپاک کون؟	"
حکایت: بادشاہوں سے لین دین نہ کرو	۳۱۶
حلال وحرام کے لئے خصوصی قاعدہ	۳۱۷
باب نمبر۴: بادشاہ کو سلام کرنا اور وظیفہ حاصل کرنا	۳۱۸
محصول چونگیوں کا قیام	"

marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
علماء کرام اور عمال (افسران)	۳۱۹
فصل: شدت کی انتہا کیوں	۳۲۰
ظالم حکمران کے لئے دعا مانگنا	۳۲۱
سربراہ یا اربابِ حکومت کا آنا جانا	۳۲۲
حکایت: یہ وہ عالم ہے، جس سے لوگ ڈرتے ہیں	۳۲۳
حکایت: خلیفہ نے کہا آخر کیا بات ہے؟	۳۲۴
ہم موت سے خوفزدہ رہتے ہیں	۳۲۵
علماء کرام کو سربراہ حکومت سے مال لینا جائز نہیں	۳۲۶
حکایت: حضرت وہب بن منبہ اور حضرت طاؤس رضی اللہ عنہما	"
حکایت: مال کی نحوست نے اپنا رنگ دکھا دیا	۳۲۷
حکایت: وہ میرا دشمن ہی رہے گا	"
باب نمبر ۵:	۳۲۷
حقوق العباد کی حفاظت	"
حکایت: حسن و جمال جیسے چودھویں کا چاند	۳۲۸
حکایت: سات عظیم اشخاص	"
حکایت: خدا کا دوست	۳۲۹
مضبوط ترین دستاویز	"
حکایت: جن کا دیدار یادِ الٰہی کا سبب ہو	۳۳۰
حکایت: اکیلے کیوں؟	"
آگ اور برف	"
باب ۱: اللہ تعالیٰ کے لئے دوستی کی حقیقت	۳۳۱
اللہ تعالیٰ کے لئے دشمنی کی حقیقت	۳۳۴
انعام اور سزا	"
نمونہ، شدت روایات کی روشنی میں	"
جسے دیکھو نگاہ محبت سے دیکھو	۳۳۵
فصل: دشمنانِ خدائے تعالیٰ	۳۳۶
باب نمبر ۲: شرائط حقوق مصاحبت	۳۳۷
حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا فرمان	۳۳۸
حقوقِ اخوت و رفاقت	"
حکایت: حضرت ابوالحسن نوری نے کہا: پہلے مجھے قتل کرو	۳۳۹

عنوان	صفحہ نمبر
حکایت: اور اس نے کنیز کو آزاد کر دیا	"
حکایت: تشریف لے جائیے	"
ابھی بھائی چارے کا نام نہ لیں	"
حکایت: بکری کی سری جہاں سے چلی دوبارہ وہیں پہنچ گئی	۳۴۰
حکایت: اور دونوں نے ایک دوسرے کا فرض چکا دیا	"
حکایت: سیدھی اور ٹیڑھی مسواک	"
حکایت: جو آدمی محو خواب ہو اور؟	۳۴۲
دوستی کا طریقہ	
کاش کہ برادران دین بھی ان بیلوں کی طرح ہوتے؟	۳۴۴
حکایت: اپنے پاؤں میرے منہ پر رکھ دو	۳۴۵
فرموداتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین	۳۴۶
حکایت: بلائے عشق سے نجات	۳۴۷
حکایت: اسے تو پھر دوست کی اور زیادہ ضرورت ہے	"
حکایت: مبتلائے شراب عشق و محبت	"
باب نمبر ۳: حقوق العباد	۳۵۰
اہل اسلام اور قرابت کے حق	"
ننھے منے صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں	۳۵۲
معززین کی عزت کرو	۳۵۴
گیارہویں بات	"
حکایت و روایت	"
اللہ تعالیٰ صلح کرائے گا	"
حکایت: حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور ایک شرابی	۳۵۶
حکایت: یہ میری بیوی ہے	"
چودھویں باد	۳۵۷
آدابِ گوشہ نشینی	۳۵۸
بے نیازی، سلامتی اور آزادی وغیرہ	"
حصص حکمت	"
پھر کنارہ کر لیا	"
مقامِ عقیق میں؟	۳۵۹
حاجت اور سنگ	"

marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
فوائد گوشہ نشینی	۳۵۹
فائدہ نمبر۱: محبت باری تعالیٰ عزوجل	"
غلبہء عشق ومحبت	۳۶۰
خدا میرے ساتھ ہے	"
کیا فائدہ؟	۳۶۰
نعمت اور گناہ	"
تاریکی اور خوشی	۳۶۱
اللہ سے گفتگو	"
قول دانا	"
نتیجہء معرفت وفکر	"
فائدہ نمبر۲: تبصرہ بیانِ غرض	۳۶۲
مقصد کی بات	"
صبح وشام	۳۶۳
ہر روز ایک منزل	"
سکون کا راز	"
بادشاہ عدل وانصاف	"
نصف قرض اور نصف اخراجات میں دو باتیں	"
جب لوگوں میں انتشار دیکھو	"
بچنے کی صورت	"
فائدہ نمبر۴: بہتر ساتھی	۳۶۴
پردۂ انسانیت	"
فائدہ نمبر۵	۳۶۵
فائدہ نمبر۶	"
رح کا بخار	"
آفات گوشہ نشینی	۳۶۹
فت نمبر۱	"
درجہ تعلیم دین	"
حقیقت لا الہ الا اللہ	۳۷۰
باعث ہلاکت؟	"
درجہ بدرجہ ثواب	

عنوان	صفحہ نمبر
غلط تاویل	۳۷۰
اوروں کی خاطر	۳۷۱
حدثنا کے الفاظ	"
فرمان حضرت علی رضی اللہ عنہ	۳۷۲
منع وعظ ونصیحت	"
شرط اچھائی	"
آفت نمبر۲	۳۷۳
نفع کی صورت	"
آفت نمبر۳	"
غرض ریاضت	۳۷۴
علماء ومشائخ کے لئے	"
آفت نمبر۴	"
آفت نمبر۵	۳۷۵
آفت نمبر۶	"
حکایت	"
عمل کی خرابی	"
عذر خواہی	۳۷۶
بہت بڑی جہالت	"
دو باتیں	"
اللہ تعالیٰ کی ہمسائیگی	"
آداب گوشہ نشینی	۳۷۷
بیان آداب سفر	۳۷۸
باب نمبر۱:	"
انواع آداب اور نیت سفر	"
فصل نمبر۱: بیان اقسام سفر	"
وجہ نمبر۲: برائے علم سنت	"
وجہ نمبر۳:	"
قسم نمبر۲	۳۷۹
قسم نمبر۳	۳۸۰
فراخ معیشت	"

marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
قسم نمبر ۴	۳۶۱
قسم نمبر ۵	•
آداب طعام ۔	•
پہلی فصل : آداب پینے	۳۶۲
ادب نمبر ۱	۳۶۳
ادب نمبر ۲	•
ادب نمبر ۳	۳۶۴
ادب نمبر ۴	•
ادب نمبر ۵	•
ادب نمبر ۶	۳۶۵
ادب نمبر ۷	•
ادب نمبر ۸	•
دوسری فصل کھانے کے آداب	۳۶۶
ادب نمبر ۱	•
ادب نمبر ۲	۳۶۷
فصل نمبر ۱	•
فصل نمبر ۲	۳۶۸
فصل نمبر ۳	•
فصل نمبر ۴	۳۶۹
فصل نمبر ۵	•
فصل نمبر ۶	•
فصل نمبر ۷	۳۷۰
فصل نمبر ۸ آداب متفرق	•
باب نمبر ۱ سونے وجاگنے کے آداب	۳۷۱
قسم نمبر ۱	۳۷۲
حدیث نمبر ۲	۳۷۳
یہ حدیث صلی اللہ علیہ وسلم اور کھانا ہاتھ	۳۷۴
ادب نمبر ۱	•
قسم نمبر ۲	۳۷۵

عنوان	صفحہ نمبر
قسم نمبر ۳	۳۷۶
آداب سلام	۳۷۷
سلام کیا ہے؟	•
سلام کے احوال و مسائل	•
فصل	۳۷۸
باب نمبر ۱	•
باب نمبر ۲	•
باب نمبر ۳	۳۷۹
باب نمبر ۴	۳۸۰
سلام کرنے کا بیان	•
باب نمبر ۵	۳۸۱
باب نمبر ۶	•
آٹھویں آداب سلام	•
سوال	۳۸۲
جواب	•
رخصت کرنے والے	۳۸۳
آداب سلام	۳۸۴
باب ۱ سلام کرنے کی جن لوگوں	۳۸۵
باب ۲ جن لوگوں کو سلام کرنا	•
دوسرے کے سامنے تذکرہ	۳۸۶
باب ۳ شروع واستیذان	۳۸۷
فصل	•
حالات لڑکیاں	۳۸۸
باقی تفصیل	•
دوسرے سے سوال	۳۸۹
دوسرا استیذان	•
قسم	۳۹۰
پہلی قسم	•

marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
دوسری قسم	۴۱۸
آداب احتساب	۴۱۹
کیفیت احتساب	"
انگشتری کی تحریر	"
بڑی بلا	۴۲۰
آداب محتسب	۴۲۲
ایک محتسب اور قصاب	۴۲۳
تم افضل آدمی	"
تہبند اونچا کرلو	۴۲۴
اللہ عزوجل دیکھ رہا ہے	"
ب ۳: منکرات عامہ	۴۲۵
وہ منکرات جو لوگوں پر عموماً غالب ہیں	"
منکرات مساجد	"
منکرات بازار	۴۲۶
احتساب لازم یا غیر لازم	"
منکراتِ طرق	۴۲۷
حمام کی برائیاں	۴۲۸
مہمانی کی برائیاں	"
چاندی کا سرمے دان	"
حکمرانی اور پاسبانی رعایا	۴۲۹
اصل فرمانبرداری	"
انعام کی بات	۴۳۰
پیامِ اجل	"
کامیاب طریقہ حکومت	۴۳۲
درِ کعبہ	۴۳۳
واقعہ حضرت داؤد علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام	۴۳۵
بزرجمہر کا ایلچی	"
دین اور عالم	۴۳۶
نصائح حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۴۳۷
پند محمد بن کعب قرضی علیہ الرحمہ	"

عنوان	صفحہ نمبر
قاعدہ نمبر ۹	۴۳۷
قاعدہ نمبر ۱۰	۴۴۰
حکایت	"
رکن نمبر ۳، ۴	"
رکن نمبر ۳	۴۴۲
عقابِ دین	"
جنہیں مہلکات کہتے ہیں	"
اصل نمبر ۱: ریاضت نفس اور خوئے بد سے پاکی حاصل کرنا	"
فضیلت و اجر خوئے نیک	۴۴۳
حقیقت نیک خوئی	۴۴۴
حصولِ خلق نیک ممکن ہے	۴۴۷
چہار درجات اخلاق	"
اخلاق کے چار درجات و مراتب ہیں	"
طریقہء علاج	۴۴۸
فصل: اعمال خیر ہی تمام سعادتوں کی اصل ہے	۴۵۰
فصل: تمام اخلاق حسنہ کا طبیعت بننا ضروری ہے تاکہ تکلف قائم نہ رہے	۴۵۱
فصل: عیوب نفس اور مرض دل کی پہچان	۴۵۳
انار کھانے کا شوق	۴۵۴
بزرگانِ دین اور مباحات	۴۵۵
نفس اور مباحات	"
طریقہء ریاضت	"
اللہ عزوجل کی رفاقت	"
علامت خلق نیک	۴۵۶
علامات خیر	۴۵۷
حضرت ابراہیم بن ادہم اور سیاہی	"
یہ تو عادت کتے کی ہے	"
ایک اور واقعہ	۴۵۸
حمامی	"
خیاطی بزرگ	"

marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
قیام کیسے کروں گا؟	۴۵۸
علامات کمال حسن خلق	۴۵۹
بچوں کی تادیب وتربیت	"
بچپن سے جوانی تک	۴۶۱
شرائط ابدائے کار	۴۶۲
برائے مرید اور راہ دین میں ریاضت	"
جالینوس کی دانائی	۴۶۳
پائیدار بیج' ذکر	۴۶۴
مختلف احوال مریدین	"
اصل نمبر۲: شہوات شکم وعلاج فرج اور اُن کی رفع حرص	"
فضیلت کرسنگی (بھوک)	۴۶۶
مومن کا کھانا	"
کھانا نہیں ملا	۴۶۷
فوائد گرسنگی (بھوک) اور مصائب سیری	۴۶۸
وجہ فضیلت اور دس فوائد	۴۶۹
گرسنگی سے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤ	"
ترک مطلب سے ہی حاصل ہوگیا مطلب میرا	۴۷۰
مرید میں آداب کم خوری پیدا کرنا	۴۷۱
احتیاط نمبر۲	"
کھانے کے اوقات میں ریاضت کرسنگی کا راز	۴۷۶
اس باب میں حال پیر ومرید مختلف ہوتا ہے	"
کمال انسانیت	"
آفات از دست برداری خواہشات	۴۷۷
حرص جماع کی آفت	"
ارشاد ایک شیخ کا	۴۷۸
مانع شہوت کا اجر	۴۷۹
نظر حرام اور عورتوں کو دیکھنے کی مصیبت	۴۸۱
پہلی نظر	"
مصاحبت زناں اور نظر بازی	۴۸۲
اصل نمبر۳: علاج حرص گفتگو اور آفات زبان	۴۸۳

عنوان	صفحہ نمبر
ثواب خاموشی	۴۸۴
فضیلت خاموشی	۴۸۵
آفات	"
فصل نمبر۱: دروغ گوئی حرام کیوں	۴۹۷
حقیقت دروغ گوئی	"
دروغ گوئی کے پسندیدہ اور ناموزوں جملے	"
غیبت کیا ہے؟	۵۰۰
فصل نمبر۳: دل سے غیبت زبان کی طرح حرام ہے	۵۰۱
حریص غیبت مریض دل ہے	۵۰۲
وہ عذر جو رخصت کا سبب نہیں	۵۰۴
کفارۂ غیبت	۵۰۵
آفت نمبر۱۳	"
فصل: حقیقت غمازی	۵۰۷
آفت نمبر۱۴	"
مدح وستائش مخلوق	۵۱۰
آفت نمبر۱۵	"
اصل نمبر۴: غصہ' کینہ' حسد اور ان کا علاج	۵۱۲
فصل: غلبۂ توحید غصے کو چھپا لیتا ہے	۵۱۵
علاج غصہ وخشم واجب ہے	۵۱۶
فصل: غصہ پینے والا نیک بخت	۵۲۰
حضور ﷺ کا اپنے کام پر غصہ نہ فرمانا	۵۲۱
خطا بخش کو اجر عظیم	۵۲۲
حسد اور آفات حسد	۵۲۳
حقیقت حسد	۵۲۵
علاج حسد	۵۲۶
تلخ دوا	۵۲۸
اصل نمبر۵: علاج حب دنیا	۵۲۹
حب دنیا تمام گناہ کی جڑ ہے	"
مذمت دنیا میں احادیث مبارکہ	"
عظیم تنبیہ	۵۳۲

marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
اقوالِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۵۳۲
دنیا کی حقیقت مذموم	۵۳۷
درجاتِ دنیا	۵۳۸
حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ	۵۳۹
اصل نمبر ۶ : حب مال اور اس کا علاج	۵۴۱
آفت حرص تحمل اور اوصاف سخاوت	"
احوال تونگری و فقیری	"
کراہت مال	"
رفقائے انسان کی تین اقسام	۵۴۲
پانی پر چلنا	۵۴۳
اقوال بزرگانِ دین	"
فوائد مال و آفات مال	۵۴۶
آفات مال	۵۴۸
مال کی دینی آفات	"
آفت طمع و حرص اور فائدہ قناعت	۵۴۹
ارشادات نبوی علیہ السلام	۵۵۰
اقوال بزرگان	۵۵۰
حکایت	۵۵۱
علاج حرص و طمع	"
سخاوت کی فضیلت اور ثواب	۵۵۳
ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	"
ایک واقعہ	۵۵۴
اقوال اصحاب کرام رضی اللہ عنہ	"
حکایت	۵۵۵
روایت	۵۵۶
مذمت بخل	۵۵۷
ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۵۵۸
روایت	"
واقعہ	"

عنوان	صفحہ نمبر
سخاوت اور ایثار	۵۵۸
مدارجِ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام	۵۶۰
حکایت : کھجوروں کا باغ	"
حکایت	۵۶۱
سخاوت اور بخل	۵۶۲
کون بخیل اور کون سخی ؟	"
طلب ثواب آخرت	۵۶۳
بخل کا علاج اور عملی علاج	"
غسل خانے سے آواز ؟	۵۶۴
عبادت میں ریا کاری حرام ہے	"
بعض مشائخ کا طریقہ علاج	۵۶۶
ایک واقعہ ایک سبق	"
نقل	"
تریاق زہر مال	"
روایت : نقل	۵۶۸
عسرت حضرتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۵۷۰
اصل نمبر ۷ : حب و آفاتِ جاہ و حشم اور علاج	۵۷۱
ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	"
حکایت	۵۷۲
حقیقت جاہ	۵۷۳
معنی تونگری	"
خواہش انسانی	۵۷۴
علاج حب جاہ	۵۷۶
ستائش سے محبت اور شکایت سے ناگواری	۵۷۸
علاج ستائش پسندی	۵۷۹
مذمت سے ناراض نہ ہوں	"
مدح و ذم میں لوگوں کے درجات	۵۸۰
ریا کا علاج	۵۸۳
اصل نمبر ۸ : غم کے گڑھے	۵۸۴

marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
نقل	۵۸۴
سات فرشتے اور سات آسمان	۵۸۵
ریا کے بارے اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۵۸۶
امور ریا کاری	۵۸۷
درجات ریا	۵۹۰
ریا جو چیونٹی کی رفتار سے زیادہ مخفی ہے	۵۹۳
ارشاد حضرت علی رضی اللہ عنہ	۵۹۴
ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	"
ریا جو عمل کو باطل کرے	۵۹۶
علاج قلب	۵۹۷
فصل: اظہار عبادت کے فوائد	۶۰۱
ہر طرف ذکر و اذکار کی آوازیں	۶۰۲
گناہوں کو چھپانا	۶۰۳
خوف ریا سے نیکی کا ترک کب جائز ہے	۶۰۴
تمہارے بھائی نے تو حدیث سنی ہوگی	۶۰۸
حکایت: آپ سے میرے والد کی دوستی تھی؟	"
اصل نمبر ۹: نخوت و تکبر کا علاج	۶۰۹
اور اسے زمین میں دھنسا دیا گیا	"
فصل: عاجزی، تواضع اور انکساری کی فضیلت	۶۱۰
رسول یا بادشاہ	۶۱۱
آثار و اقوال اکابر	"
سبحان اللہ کیا عمدہ بات ہے	۶۱۲
فصل: حقیقت تکبر اور اس کی خرابی	۶۱۳
درجات تکبر	۶۱۴
اسباب تکبر اور ان کا علاج	۶۱۵
ہم چو ما دیگرے نیست	۶۱۷
اسرائیلی عابد اور بدترین فاسق	۶۱۸
نو پیتیں دوزخ میں	"
تکبر کا علاج	۶۱۹

عنوان	صفحہ نمبر
میں وہی عبدالعزیز ہوں	۱۳۱
فصل: آفات عجب	۶۲۲
حقیقت عجب اور فخر و ناز	"
علاج	۶۲۳
غفلت، گمراہی اور غرور سے آگاہی	۶۲۵
فصل: حقیقت ضلالت اور علاج گمراہی	۶۲۹
فصل: اہل پندار اور ان کا علاج	۶۳۳
اہل غرور کے گروہ	
طبقہ وعلماء	
نادان واعظ بیوقوف مبلغ	۶۳۶
دوسرا طبقہ- قرأت قرآن	۶۳۷
تیسرا طبقہ	۶۳۹
چوتھا طبقہ	۶۴۰
حضرت بشر حافی اور دو ہزار دینار	۶۴۱
بیان توبہ	۶۴۴
اصل اوّل	"
فضیلت توبہ وثواب	"
اس کے کرم کی بات نہ پوچھو	۶۴۵
حکایت: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا؟	"
ندامت باعث بخشش	"
باب توبہ؟	"
پیر اور جمعرات کی عظمت	"
حکایت: تو میرا میں تیرا؟	"
توبہ کی حقیقت	۶۴۶
توبہ کرنا ہر ایک پر لازم ہے	"
حکایت: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور پتھر	۶۵۰
نعلین مبارک	"
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دودھ	"
قبولیت توبہ کا رنگ	۶۵۲

marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
محرومیت کا سبب	۶۵۲
حکایت: اور یہ سنتے ہی اس نے جان دے دی	۶۵۳
صغیرہ وکبیرہ گناہوں کی نوعیت	۶۵۴
گناہ صغیرہ، کبیرہ کی صورت کیسے اختیار کرتے ہیں	۶۵۵
حکایت: گنہگار عالم	۶۵۸
صحیح اور سچی توبہ کی شرائط وعلامات	"
گناہ کی حلاوت ولذت	۶۵۹
فصل: دوران توبہ لغزش؟	۶۶۲
چار کا تعلق بدن سے ہے	"
توبہ نہ کرنے کے اسباب	۶۶۳
توبہ کرنے کا علاج	۶۶۴
کل کا انتظار کیوں؟	۶۶۵
مجھے کیا ڈر ہے؟	"
فصل: تھوڑی سی پیتا ہوں	۶۶۶
اصل دوم	۶۶۸
صبر وشکر	"
صبر اور توبہ	۶۶۹
حقیقت صبر	"
صبر نصف ایمان، روزہ نصف صبر؟	۶۷۲
ایمان کی اقسام اور باب الایمان	"
فصل: صبر ہر حالت میں کیوں؟	۶۷۳
اور پھر صبر غالب آیا	۶۷۵
برائی کا برائی سے مقابلہ نہ کرو	۶۷۶
حکایت: اور وہ خوب ہنسنے لگیں	۶۷۷
روزے سے ثواب صبر زائل نہیں ہوتا	"
صبر جمیل کیا ہے؟	۶۷۸
حکایت: حضرت رمیصہ ام سلیم رضی اللہ عنہما	"
حصول صبر کا نسخہ	۶۸۰
فضیلت وحقیقت شکر	۶۸۱
روایت وحکایت	۶۸۲
حقیقت شکر	۶۸۳
تمثیل شگفتہ، وزیر اور قلم برابر	"
قوت، وجہ دینیہ کے دو طریقے	۶۸۴
معنی حال شکر	۶۸۵
کفرانِ نعمت کیا ہے؟	۶۸۷
آنکھیں معرفت کے دو راستے	۶۹۰
ہاتھ عطیہ ربانی	۶۹۱
نعمت کی حقیقت اصلی؟	۶۹۳
فصل: خیر وشر، نیکی اور بدی کا باہمی ارتباط	"
فصل: خیر کیا ہے؟	۶۹۴
بدترین لذت	"
اقسام نعمت ودرجات	۶۹۶
فرزند وزن	۶۹۹
نسبی شرافت	"
ہدایت	۷۰۰
رشد	۷۰۱
تسدید	"
تائید	۷۰۲
انسان کی شکر گزاری میں کوتاہی	۷۰۳
مارنا یا سزا دینا بھی نعمت ہے	"
گویا کہ یہ کوئی نعمت ہی نہیں	۷۰۴
حکایت: پچاس ہزار روپے اور پھر مفلس	
فصل: مصائب وآلام میں بھی شکر کریں	۷۰۵
حکایت: چور گھس آیا	"
راکھ کی ٹوکری	"
ثواب آخرت کا وسیلہ	۷۰۶
حضرت سلیمان علیہ السلام اور دو فرشتے	۷۰۷
خوف اور اُمید	۷۰۹

marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
امید یا رجا کی فضیلت	۷۰۹
حضرت یحییٰ بن اکثم رحمہ اللہ تعالیٰ کی بخشش	۷۱۰
حکایت: ہزار سالہ دوزخی	۷۱۱
حقیقت امید و رجا	"
امید و رجا کے حصول کا طریقہ کار	۷۱۳
احادیث بخشش و مغفرت	۷۱۴
دوزخ میں جانے کی جلدی	۷۱۷
میری رضا اور خوشنودی	۷۱۸
تین دن تک غائب	"
گویا کہ وہ سائباں بن گئی	۷۱۹
رحم و کرم کس کے لئے	"
فضیلت و حقیقت خوف	۷۲۰
جب ان کی یاد آئی تو آتی چلی گئی	۷۲۱
معمولات و اقوال اسلاف	۷۲۲
حقیقتِ خوف	۷۲۳
درجات خوف	۷۲۵
درجات خوف	"
اقسام خوف	۷۲۶
خاتمہ بالخیر	۷۲۸
بادام اور شکر	"
فصل انجام بد کا خوف	۷۲۹
خوف کیسے پیدا ہوا؟	۷۳۰
جتنا عارف اتنا خائف	۷۳۱
واقعات و حکایات انبیاء و ملائکہ	۷۳۳
حضرت جبرائیل اور میکائیل کا رونا اور	"
تمام فرشتے بے حال ہو گئے	"
چالیس روز کا سجدہ	"
حکایات صحابہ کرام، اولیاء عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۷۳۶
اصل نمبر ۴: فقر و زہد	۷۳۹

عنوان	صفحہ نمبر
حقیقت فقر و زہد	۷۳۹
فضیلت درویشی	۷۴۰
فضیلت قناعت	۷۴۴
اشارہ	"
جنت کی کنجی	"
شکستہ ہو تو عزیز تر ہے	"
نگاہِ آئینہ ساز میں	"
حکایت: ساگ اور روٹی	۷۴۵
شکوۂ درویشاں	۷۴۶
دنیا سے دوری	۷۴۷
مجھ سے دور، رہ مجھ سے دور، رہ	"
آہ آرزوئے ناتمام	"
حکایت: دعائے مفلس	"
آدابِ درویشی	"
درویشی سعادت بھی شقاوت بھی	۷۴۸
ایک درہم سے ایک لاکھ درہم	"
آدابِ عطیہ ہدیہ اور نذرانہ	"
مثال	۷۴۹
حکایت: بلا ضرورت، سوال حرام ہے	۷۵۰
گداگری کی ممانعت	۷۵۱
نکتہ	"
فصل: درجاتِ درویشاں	۷۵۲
کس حال میں چھوڑ آئے ہو	"
حکایت: فقیرانہ آئے صدا کر چلے	
حقیقت زہد اور اس کی فضیلت	۷۵۳
علم اور جولاہے کا بیٹا	۷۵۴
اسباب غفلت	۷۵۵
زہد کی فضیلت	"
دنیا پانی پر بلبلا	۷۵۶

marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی آرزو اور	۷۵۶
تاجدارِ حرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ	۷۵۷
زہد کے درجات	۷۵۸
گھر اولیٰ کہ گھر والا	۷۵۹
حضرت یحییٰ علیہ السلام اور ٹاٹ کا لباس	"
زاہدوں کے لئے کن چیزوں پر قناعت ضروری ہے	۷۶۰
جنت کی طلب ہو تو	۷۶۱
لباس	"
پختہ اینٹ کس کی تمنا تھی	۷۶۳
اشیائے صرف' گھریلو ساز و سامان؟	۷۶۴
دنیا قیصر و کسریٰ کے لئے اور عقبیٰ ہمارے لئے	"
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کنگن	۷۶۵
نکاح	"
جاہ و حشمت	۷۶۶
اصل پنجم	۷۶۷
صدق و اخلاص کے بارے میں	۷۶۷
باب اوّل: نیت	"
فضیلت نیت	"
لوگوں کی چار اقسام	۷۶۸
اچھی نیت کا اجر و ثواب	"
حقیقت نیت	۷۶۹
فصل: نفسیانی وسواس و خیالات	۷۷۲
جو معاف ہیں اور جو معاف نہیں	"
بنائے نیت پر بدلنے والے اعمال	۷۷۴
اقسام اعمال	"
جہالت گناہ عظیم	"
خشک صلح	۷۷۷
اختیار نیت	"
مثالیں	۷۷۸

عنوان	صفحہ نمبر
فصل	۷۷۸
باب دوم	۷۸۰
فضیلتِ اخلاق نیت اور مدارجِ حقیقت	"
مدارج کی فضیلت	"
"کرم کریں تے"	"
حکایت: ٹپ کی خریداری	۷۸۱
حکایت: قوتِ اخلاص	"
اخلاص کی حقیقت	۷۸۲
خوش فہمی اور اخلاص	۷۸۴
فصل: درجات	۷۸۵
فصل: باب سوم	"
صدق و اخلاق	۷۸۷
صدق اوّل	۷۸۸
کمال دوم	"
بندۂ درہم و دینار نہ بن	"
صدق نمبر۲ تا ۶	"
اصل ششم	۷۹۰
محاسبہ و مراقبہ	"
مشارطہ	۷۹۱
حکایت: جہاں خدا نہ ہو	۷۹۴
روایت: زلیخا کا خدا؟	"
چرواہا اور خوفِ خدا	"
دیوار یا عورت	۷۹۵
مراقبہ اور بلی	۷۹۶
مقامِ مراقب	"
علمائے سوٗ	۷۹۸
محاسبہ	۸۰۰
حساب عمر	"
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا محاسبۂ نفس	۸۰۱

marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
نسخۂ حسن الطفال	۸۶۵
فصل	"
حکایت: حضرت عمران بن حصین اور داغ لینا	۸۶۶
بعض حالات میں دوا نہ لینا	"
طبیب نے بیمار کر رکھا ہے	"
ذکر حق ہے غذائے دردمنداں	۸۶۷
بیمار کی نماز	"
رحمت	"
یوم عید	۸۶۸
فرعون کبھی بیمار نہ ہوا	"
فرشتہ اجل کی پکار	"
موت کی یاد	"
دیار کی طرف مت جائیں؟	۸۶۹
اصل نہم: محبت، شوق اور رضا	۸۷۰
خدا کی دوستی کی فضیلت	"
توشہ آخرت	۸۷۱
حکایت: خوف و محبت حق اور آرزوئے بہشت	"
دوستی کی حقیقت	۸۷۲
دوستی کے اسباب؟	۸۷۳
حقیقت حسن و جمال	۸۷۵
دوستی کے لائق واحد ذات صرف "اللہ" ہے	۸۷۶
رب کی عبادت	۸۸۰
اصل اول تا چہارم	"
جیسا کہ ارشاد ہے	"
اقوال اور حکایات	۸۸۹
حکایت: مرد حق کا دیدار	۸۹۰
حکایت: تکبر، رکاوٹ اور کشف	"
معرفت الٰہی عام نگاہوں سے پوشیدہ کیوں؟	۸۹۱
اللہ رب العزت سے محبت کیونکر ہو؟	۸۹۲
مومن کا دل اور اساس محبت	۸۹۲
حصول معرفت کے طریقے	"
مومن کا دل اور اساس محبت	۸۹۳
حصول معرفت کے طریقے	"
محبت کی سات علامتیں	۸۹۵
موت سے گریز پا نہ ہو	"
رضائے حق پر نثار ہونا	"
حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دیدار	"
حکایت: عابد اور خوش الحان پرندہ	۸۹۶
شوق حق کی بابت	۸۹۷
جو میرا، میں اس کا	۸۹۹
فضیلت و حقیقت رضا	۹۰۰
اصل صبر، علماء و حکماء	"
حصول رضا کیونکر	"
منشائے خداوندی	۹۰۱
بے مثل قناعت	"
رضا کی حقیقت	۹۰۲
حکایات و روایات	۹۰۳
ثواب کی خوشی	"
محبان حق کی بے نیازی	"
دوزخ، دوست	"
ضرب محبت	"
حکایت: مداخلت نہ کر	"
دیدار یوسف!	۹۰۴
حکایت: اسی میں بھلائی ہے	"
شبلی - دیوانہ	"
اصل دہم: موت کو یاد رکھنا	۹۰۷
موت کو یاد رکھنے کے طریقے	۹۰۸
ذکر مرگ	۹۱۰

marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
فضیلت کوتاہی امل	۹۱۱
بحر آفات' انسان اور امیدیں	"
برکات امید' آرزو بہشت	۹۱۲
طولِ امل (لمبی امید)	۹۱۴
لمبی آرزو کا علاج	"
لمبی امید کے درجات	
موت کا انتظار	۹۱۵
پانچ چیزیں پانچ سے پہلے	۹۱۶
فرشتہ اجل کیا لایا	"
الرحیل الرحیل	"
فصیل شہر پر منتظر لشکر	"
سکرات موت اور شدت جاں کنی	"
اذیت جاں	۹۱۷
حضرت علی اور سکرات موت	"
جان کنی کی ہولناکی	"
منکر اور مومن کا وقتِ آخر	۹۱۸
حکایت: سبحان اللہ لطیف لما یشاء	۹۱۹
حکایت: حضرت اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں	"
قبر کی گفتگو	۹۲۰
منکر نکیر یا خدائی پولیس مین؟	"
حکایت: تو پھر میں ان سے نہیں ڈرتا	۹۲۲
حضرت علی مزار فاروق اعظم پر	۹۲۳
اندھے اور بہرے فرشتے	"
۹۹ ننانوے اندھے سانپ	۹۲۴
آخرت کی پہلی منزل	"
انکشاف احوال مردگان	۹۲۶
حضرت عمر بن عبدالعزیز	"
جنت میرے آگے	۹۲۷
صحیح اور سچی بات کی برکت	۹۲۸

عنوان	صفحہ نمبر
قضا اور رضا پر راضی رہنا	۹۲۸
اقرار خطا' بخشش کا ذریعہ	"
اسے رہنے دو؟	"
دنیا کی بھلائی	"
توبہ واستغفار	۹۲۹
ایک قدم پل صراط پر	"
یہ لاٹھیوں اور ڈنڈوں سے نہیں	۹۳۰
مگر یہ آدمی ہیں کہا	"
فائدہ کم' نقصان زیادہ	"
مایوسی پر کرم	"
یومیہ دوبار' دیدارِ حق	"
دیدارِ خداوندی	۹۳۱
فریب نہ آنے پائیں	"
حکایت: عتبۃ العلام اور جنتی حور	"
رحمت کے خزانے	"
وسیلہ بخشش	۹۳۲
مجھے تخت عطا ہوا	"
دعا کی برکت سے	۹۳۳
تمت بالخیر	"
ہوگا چرچا تاثر یا ایک دن تابش تیرا	۹۳۵
محمد منشا	۹۳۸
صاحب فیضان	۹۴۴
نذرانہ وفا	۹۴۵
ایرانی محقق ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی رہا کا ایک منظوم ومنثور خط	۹۴۸
نمونہ اصل کتاب کیمیائے سعادت فارسی جو بوقت ترجمہ پیش نظر رہی	۹۴۹

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد منشا تابش قصوری

نشانِ منزل

تقدیم

حجۃ الاسلام امام غزالی

رحمہ اللہ تعالیٰ

عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ ○

در مفتاح چنیں آوردہ کہ چوں حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ السلام در شب معراج بحضرت موسیٰ علیہ السلام ملاقی شد موسیٰ علیہ السلام از آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم این سوال نمودند کہ یا رسول اللہ قول شما کہ ''علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل'' چہ معنی دارد؟ کدام عالم از امتانِ تو ہمچوں انبیائے بنی اسرائیل ست۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در جواب گفتند کہ یا موسیٰ علیک السلام آرے حق گفتم از غیر آنکہ فضولے کردہ باشم اگر امتحان کنی روح یکے از امتاں عالم خود را در نزد تو حاضر کنم بیآزمائی۔

موسیٰ علیہ السلام رضا داد و قبول نمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحق سبحانہ وتعالیٰ مناجات کند اللہ تعالیٰ عز شانہ روح پرفتوح حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ را احضار فرمود حضرت امام محمد غزالی اوّل سبقت نمود گفت السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وحیاتہ ومماتہ و نجاتہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جواب سلام دادہ اعراض نمودند کہ چہ حاجت بود طویل کلام حضرت امام محمد غزالی جواب دادند کہ یا موسیٰ شما نیز چرا طویل کلام کردید حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ جل وعلا در کوہ طور سینا با شما گفت کہ وما تلک بیمینک یا موسیٰ. یعنی چیست در دست راست تو اے موسیٰ! شما در جواب فرمودید کہ ھی عصای اتوکؤ علیھا واھش بھا علیٰ غنمی: کافی بود کہ می عصای میگفتید حق سبحانہ وتعالیٰ از شما پرسید کہ در دست چہ داری نہ صفت عصارا شما توصیف عصارا کردید پس کلام طویل شد

حضرت موسیٰ در جواب فرمودند بہ محبوب کلام خوش می آید بواسطہء تسامع۔ حضرت امام محمد غزالی گفتند کہ یا موسیٰ شمارا محبوب میدانم پس کلام طویل مستحسن ست۔ باز حضرت موسیٰ علیہ السلام از امام غزالی مسئلہ حیض را پرسیدند کہ المحیض امام محمد غزالی جواب دادند کہ ھو دم یفضہ رحم بالغۃ سلیمۃ عن داء حضرت امام چوں جواب سوال ادا نمودند حضرت موسیٰ علیہ السلام روئے بجانب سید انام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آوردہ۔ گفتند کہ امتان شما شمہ بے ادبی دارند ھودم جواب کافی بود۔ چندیں تعریف چہ باشد و چہ سود۔

حضرت امام محمد غزالی باز بجواب آمدند کہ یا نبی اللہ در جواب تعریف معلوم از جہت اتباع تو بود کہ در جواب ''المحیض'' اہتمام نمودم۔ حضرت موسیٰ ملزم شدند۔ حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجانب امام محمد غزالی اشارت فرمودند کہ خاموش باش! از

marfat.com

لد خود تجاوز بناید کرد اگر چندی کہ برحقے۔

اما حضرت موسیٰ علیہ السلام در قہر شدہ بجانب امام غزالی نظر بجلالت کردند آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را در پس پشت خود پنہاں کردند زیرا کہ اولیاء از نظر بجلالت انبیاء میسوزندہ۔ (نادر المعراج ص ۱۸۸ از عباد اللہ شیخ العالم اکبر آبادی)

حضرت شیخ العالم مفتاح سے نقل کرتے ہیں کہ شب معراج جب سید الانبیاء والمرسلین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ سے سوال کیا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ فرماتے ہیں کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کرام کی مثل ہیں؟ ان کلمات کا کیا مطلب ہے اور آپ کی اُمت کے علماء کیسے انبیائے بنی اسرائیل کی مثل ہیں؟

نبی کریم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جواباً فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام میں نے جو کچھ فرمایا حق فرمایا' میرا کلام عیب و نقص سے پاک ہے۔ ہاں اگر تم بطور امتحان (نمونہ) دیکھنا چاہتے ہو تو کسی ایک عالم کو قلم سے ملا سکتا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا! میری رضا و خواہش تو یہی ہے۔ چنانچہ مختار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بارگاہِ رب العزت میں مناجات کی اللہ تعالیٰ نے حضرت امام محمد غزالی کو روحانی طور پر ظاہر فرما دیا۔

حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ نے حاضر ہوتے ہی یوں سلام عرض کیا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وحیاتہ ومماتہ ونجاتہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے۔ غزالی اتنے طویل سلام کی کیا حاجت تھی؟ حضرت امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ عرض گزار ہوئے نبی اللہ! آپ نے بھی تو اس وقت کلام کو طول دیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ جل وعلا نے آپ سے فرمایا **وما تلک بیمینک یا موسیٰ** ؟ تو آپ نے جواباً فرمایا: **ھی عصای اتوکؤ علیھا واھش بھا علیٰ غنمی**. یہ عصا ہے۔ میں اس سے اپنی بکریوں کے لئے درختوں سے پتے جھاڑتا ہوں اور اس سے ان کی حفاظت کرتا ہوں! جبکہ جواب میں اتنا ہی کافی تھا **ھی عصای** یہ میرا عصا ہے! حالانکہ عصا کی توصیف سے کلام طویل ہو گیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے! محبوب کا طویل کلام اچھا لگتا ہے۔ حضرت امام غزالی عرض گزار ہوئے یا حضرت! میں آپ کو اپنا محبوب سمجھتا ہوں۔ اسی لئے آپ سے طویل بات کی تا کہ محبوب سے کچھ دیر تو باتیں کرنے کی سعادت حاصل کر سکوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر ایک اور سوال فرمایا

غزالی! بتایئے حیض کیا ہے؟ آپ نے جواباً عرض کیا حیض ایک ایسا خون ہے جو بالغہ عورت کے رحم سے جاری ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ جواب سنتے ہی اپنے چہرے کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف پھیرا اور کہا! اے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے امتی قدرے بے باک سے ہیں۔ ان میں سے بے ادبی کی بو آتی ہے! میرے سوال کے جواب میں تو اتنا ہی کافی تھا۔ یہ **ھو دم**' یہ خون ہے۔ آگے بات بڑھانے کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔ حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ عرض گزار ہوئے! سرکار! اس سلسلہ میں بھی میرا وہی جواب ہے جو عصا کے سوال پر آپ فرما چکے ہیں۔

اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی جلالیت کا مظاہرہ فرمانا چاہا تو جلدی سے نبی کریم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

marfat.com

امام غزالی کو اپنے پیچھے چھپالیا اور فرمایا! خاموش رہو! گو تم نے درست جواب دیئے تاہم انبیاء کرام علیہم السلام کی بارگاہ کا احترام از حد ضروری ہے۔ نیز فرمایا: انبیاء کرام علیہم السلام اس طویل اقتباس سے حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ الوہیت و رسالت میں کیا مقام ہے اس کا اندازہ لگانا ممکن نہیں۔ جن کے علم و فضل پر مہر رسالت ثبت ہو چکی ہو' جو عالم ارواح میں حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی زیارت و ملاقات کا شرف پا چکے ہوں' جنہیں بطور مثال ''معلم کتاب و حکمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' فخریہ پیش کریں۔ اس عظیم شخصیت کے علم و عمل اور قلم سے علوم و فنون کے دریا کیوں نہ بہتے۔

امام غزالی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں:

مذکورہ بالا روح پرور واقعہ سے مستفیض ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اور ایمان افروز سے بھی اپنے دل و دماغ کو معطر فرمایئے جسے امام العاشقین حضرت ملاں عبدالرحمٰن جامی رحمہ اللہ تعالیٰ نفحات الانس میں رقم فرماتے ہیں۔

ایک مقبولِ بارگاہِ! بیت اللہ شریف میں بحالت مراقبہ تشریف فرما تھے آنکھیں بند' دل یادِ محبوب میں محو' کیف و سرور کی دولت سرمدی سے شاد کام ہونے کے بعد جب حالت عرفان سے مستفیض ہو چکے تو آنکھیں کھولیں۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی بغل میں جائے نماز دبائے قریب سے گزرا اور تھوڑی دور جا کر اس نے مصلیٰ بچھایا۔ جیب سے ایک تختی سی نکالی اور اسے سامنے رکھ کر دیر تک نماز ادا کرتا رہا۔ فارغ ہوا۔ تختی ہاتھ میں لی۔ اسے دونوں طرف سے چوما۔ بدن پر ملا' پھر زار و قطار رونے لگا۔ بعدہٗ آسماں کی طرف نگاہ ڈالی' پھر تختی کو چوما اور حسبِ معمول جیب میں ڈال لی!

وہ مقبول بارگاہ! عارف باللہ! اسے بغور دیکھتا رہا۔ اس شخص کی حرکات و سکنات کو دیکھتے ہوئے دل سے ایک آہ نکلی اور یوں گویا ہوا۔ کاش! آج ہم میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوتے تو ایسی بدعات سیئہ سے منع فرما دیتے جو اب ظہور پذیر ہیں۔

وہ خدا رسیدہ شخص اسی سوچ و بچار میں گم تھا کہ اس پر غنودگی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ بیداری و خواب کی حالت میں اس کے مقدر کا ستارہ چمکا۔

اس نے اپنے آپ کو ایک وسیع و عریض میدان میں پایا۔ جہاں کثیر مخلوق خدا کا ہجوم ہے اور تمام میدان پر انوار و تجلیات الٰہیہ کی بارش ہو رہی ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی پرسکون ہوا کے جھونکے آ رہے ہیں۔ سارا میدان خوشبو سے معطر ہے' دماغ بہشت بریں کی خوشبو سے تر و تازہ ہوا جا رہا ہے۔ اس پر نور اجتماع سے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ جہاں بھر کے صاحبانِ علم و فضل یہاں آ چکے ہیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں رومال اور کتابیں ہیں اور قطار اندر قطار کتابیں ہاتھوں میں لئے ایک مخصوص مقام کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

حد نگاہ تک نورانی شامیانے پرشکوہ رفعت و عظمت سے نصب کئے جا چکے ہیں جن میں ایک عظیم الشان' حسن و جمال اور رعنائی کا پیکر خیمہ اپنی منفرد و ممتاز حیثیت سے نمایاں دکھائی دے رہا ہے۔ جس میں مقدس و متبرک شخصیات اور صحابہ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہایت ادب و احترام سے دست بستہ' سروقد کھڑے محوِ انتظار ہیں۔

مذکور الصدر بزرگ خواب یا عالم بیداری میں اسی طرف جاتے ہیں دریافت کرنے پر انہیں بتایا جاتا ہے کہ تخت نبوت پر حضور پرنور

marfat.com

سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ دربار سجا ہوا ہے۔ علماء وائمہ کرام اور مجتہدین کو باری باری باریابی کی نعمت عظمیٰ سے نوازا جا رہا ہے۔ اہل علم وقلم نورانی قبائیں زیب تن کئے۔ سروں پر عمامے سجائے نگاہیں جھکائے نہایت احترام سے کھڑے اپنی باری کے منتظر ہیں۔

خیمہ نبوت کے دربان! نہایت خاموشی سے ایک ایک عالم کو باریابی کے لئے خیمہ میں طلب فرما رہے ہیں جو بھی حاضر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے۔ وہ بآواز بلند عرض گزار ہے "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" پھر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عظیم شخصیت کو حاضری کا بلاوا آیا۔ جب دربان انہیں اپنے ساتھ لئے حاضر ہوئے تو وہ بزرگ ہستی بھی یوں سلام عرض گزار ہے۔ "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" جواباً محسن کائنات رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ وعلیکم السلام یا ابا حنیفہ انت الامام الاعظم۔ اے ابوحنیفہ تم امام اعظم ہو۔

الغرض اس طرح حضرت امام مالک' امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما حاضر خدمت ہوئے سلام عرض کیا۔ جواباً حضور پرنور کے انعامی کلمات سے بہرہ مند ہوئے۔ اسی اثناء میں ایک شخص جس کے ہاتھ میں بکھرے ہوئے کاغذ بصورت کتاب تھے وہ از خود اٹھا اور خیمے کی طرف بڑھا۔ ایک اور شخص نے اسے پکڑ لیا۔ خوب سرزنش کی اور محفل سے نکال باہر کیا۔ یہ سب کچھ اس کے ساتھ اس لئے کیا کہ اس نے محفل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب واحترام کو ملحوظ نہیں رکھا تھا۔

جس شخص نے اس گستاخ رسول کو نکال باہر کیا تھا۔ اسے اس بزرگ شخصیت جسے مشاہدہ سے محظوظ ہوتے۔ بیت اللہ شریف میں دیکھا تھا۔ اس نے کہا اے اللہ کے بندے! یہ اوراق ایسے اعتقادات شنیعہ پر مشتمل تھے جسے اس شخص کے بدبخت رہنما نے مرتب کیا تھا اس کے مقلد کو تم خانہ کعبہ میں دیکھ کر اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا تھا کاش کہ آج رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوتے تو ایسی خرافات سیدہ کو مٹا کر دم لیتے۔

بزرگ نے یہ سنتے ہی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ مجھ غریب پر یہ کتنا کرم اور کتنی مہربانی ہے۔ بہرحال اسے بھی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں باریابی کا شرف نصیب ہوا۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام پیش کیا۔ نیز میرے پاس جو میرے عقائد کی کتاب تھی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔ تو آپ نے فرمایا یہ کونسی کتاب ہے۔ تھوڑی سی پڑھ کر سناؤ۔ توحید خداوندی پر مشتمل چند جملے سنائے پھر چند کلمات طیبات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محامد وفضائل وخصائل و شمائل پر مشتمل پڑھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ میں نے عرض کیا! یہ امام محمد غزالی کی کتاب ہے۔ اس کا نام "قواعد العقائد" ہے۔

فرمایا! غزالی کہاں ہے؟

دربانِ خوش نصیب نے فوراً امام غزالی کو بلایا۔ آتے ہی امام غزالی نے بارگاہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سلام عرض کیا۔ سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہایت شفقت وکرم سے اپنا دست رحمت امام غزالی کی طرف بڑھایا۔ انہوں نے دست مقدس کو فرط عقیدت ومحبت سے چوم لیا۔ آنکھوں پر لگایا اور اپنے چہرے کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے مس کرنا

marfat.com

شروع کر دیا۔

وہ مقبول بارگاہ! کہتے ہیں اس ایمان افروز نظارے کے بعد جب میں بیدار ہوا۔ تو میں آپ کے خصوصی انوار و تجلیات اور رحمت و برکات کو بخوبی محسوس کر رہا تھا جو آپ کی زیارت سے مشاہدہ میں آ چکے تھے۔ نیز پھر تو میں امام غزالی کے مراتب علیا اور منازل جلیلہ کا پہلے سے بھی زیادہ معترف ہو گیا:

خلاصہ سوانح حیات امام غزالی:

نام:- محمد بن محمد! الغزالی رحمہ اللہ تعالیٰ

کنیت :- ابو حامد' لقب' حجۃ الاسلام' زین العابدین

عرف:- غزالی ولادت: ۴۵۰ھ مقام:- طاہران ضلع طوس (خراسان)

سلسلہ بیعت و طریقت:- حضرت شیخ ابو علی فضل بن محمد بن علی زاہد الفارمدی (المتوفی ۴۷۷ھ)

اساتذہ کرام:- حضرت شیخ احمد بن محمد رازکانی' حضرت امام الحرمین ضیاء الدین عبدالملک

حضرت امام ابو نصر اسماعیلی اور دیگر اپنے وقت کے اعاظم و اکابر ائمہ جن سے آپ نے بھرپور علمی استفادہ کیا جن کی علمی شہرت و مقبولیت مسلمہ تھی۔

پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانے سے:

آپ کا زمانہ آج کل کی طرح پریس کا نہیں تھا عموماً قلم و حافظہ سے کام لیا جاتا۔ طریقہ تعلیم و تعلم' درس و تدریس یہ تھا کہ استاذ صاحب مطالب علمیہ پر تقریر کرتے جاتے اور طلباء ضبط تحریر میں لاتے جاتے۔ اس طرح کتاب تیار ہو جاتی جسے ''تعلیقات'' سے موسوم کیا جاتا۔ چنانچہ حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ نے اپنے استاذ حضرت امام ابو نصر اسماعیلی کی خدمت میں رہ کر جو علمی ''تعلیقات'' قلمبند فرمائے تھے۔ انہیں لے کر اپنے وطن واپس تشریف لا رہے تھے کہ راستے میں ڈاکوؤں نے آپ کے قافلے کو گھیر لیا اور تمام سامان لوٹ لیا' اس میں آپ کا وہ علمی خزانہ بھی تھا جسے آپ نے بڑی عرقریزی سے نوٹ کیا تھا۔ چنانچہ آپ کو تعلیقات کھو جانے کا نہایت صدمہ ہوا۔

مگر آپ نے ہمت کر کے ڈاکوؤں کے سردار تک پہنچنے میں رسائی حاصل کر لی اور اسے جا کر فرمایا۔ میں تم لوگوں سے اپنے مال و دولت کی واپسی کا مطالبہ نہیں کرتا۔ البتہ اس میں میرا ایک علمی قلمی مجموعہ ہے۔ براہ کرم مجھے وہ واپس کر دیں۔ کیونکہ میرا تمام تر سفر انہیں کے لکھنے اور سننے سے ہی وابستہ تھا۔ ڈاکو یہ سنتے ہی ہنسا اور بولا ''تم نے پھر خاک علم سیکھا'' تمہاری عجیب حالت ہے۔ جب یہ قلمبند تحریر نہ رہی تو تم کورے کے کورے رہ گئے'' یہ کہتے ہوئے اس نے آپ کی تعلیقات واپس کر دیں۔

عجیب اتفاق ہے کہ حضرت سیدنا محبوب سبحانی شہباز حقانی حضرت شیخ سید عبدالقادر غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تحصیل علم کے لئے بغداد جا رہے تھے تو آپ کے قافلے کو ڈاکوؤں نے گھیر لیا تھا۔ جب ڈاکوؤں نے ہر ایک کا سامان اپنے قبضہ میں

marfat.com

کرلیا تو ایک ڈاکو آپ کے پاس آیا۔ دریافت کیا صاحبزادے! تمہارے پاس بھی کچھ ہے؟ فرمایا: ہاں! چالیس اشرفیاں۔ جب اس نے سکون کے لہجے میں آپ سے چالیس اشرفیوں کا نام سنا تو وہ آپ کو اپنے سردار کے پاس لے گیا۔ وہ بولا: جب اشرفیاں آپ کے پاس محفوظ تھیں تو دریافت کرنے پر بتانے کا سبب کیا ہے؟ حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: والدہ ماجدہ کا حکم تھا سچ بولنا۔ چنانچہ میں نے سچ سچ بتادیا۔ یہ سنتے ہی ڈاکوؤں کے سردار پر ان صداقت بھرے کلمات کا فوری اثر یہ ہوا کہ تمام ڈاکوؤں نے آپ کے دستِ اقدس پر توبہ کرلی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے برائی سے محفوظ ہوگئے۔ گو یہاں ڈاکوؤں کے تائب ہونے کی تو بات نہیں مگر امام غزالی علیہ الرحمۃ نے جو کچھ سیکھا اس کا امتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو آج تک فائدہ پہنچ رہا ہے۔ دل گواہی دیتا ہے وہ لوگ آپ کے کلمات سے متاثر ہوکر یقیناً راہِ راست پر آگئے ہوں گے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ پر اس طعن آمیز باتوں کا مثبت اثر پڑا۔ گویا کہ یہ ہاتف غیبی کی طرف سے تحفیظ علوم وفنون کا بلیغ اشارہ تھا۔ چنانچہ وطن پہنچتے ہی آپ نے تمام قلمی یادداشتیں حفظ کرنا شروع کردیں یہاں تک کہ تین سال کے اندر اندر آپ نے ان تمام مسائل کو یاد کرلیا۔ پھر تو تحصیل علم کے زمانہ میں جو کچھ اساتذہ کرام سے اخذ کرتے حفظ کرتے جاتے یہاں تک کہ آپ اپنے وقت کے ہر فن امام تسلیم کئے گئے۔

آپ نے علمی پیاس بجھانے کے لئے بلادِ اسلامیہ کے تمام مشہور شہروں کا سفر فرمایا۔ خراسان، فارس، عراق، نیشاپور، بغداد، شام، بیت المقدس، حرمین شریفین مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ زادھما اللہ شرفاً وتعظیماً۔

آپ نے امام الحرمین عبدالملک ضیاء الدین رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۴۷۸ھ) سے خوب خوب علمی استفادہ کیا تھا۔ بقول ابن خلکان حضرت امام غزالی نے امام الحرمین کی زندگی ہی میں اتنی شہرت پالی تھی اور صاحبِ تصنیف ہو چکے تھے کہ امام الحرمین آپ پر ناز کیا کرتے تھے۔ جب تک امام الحرمین بقید حیات رہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ ان سے جدا نہ ہوئے۔ جب ان کا انتقال ہوگیا تو نیشاپور سے نکلے اور اس شان سے نکلے کہ تمام ممالک اسلامیہ میں آپ کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ جبکہ اس وقت آپ صرف اٹھائیس سال کے تھے۔ آپ کی تدریسی خدمات پر نیشاپور اور بغداد شریف کے مدارس نظامیہ کو ناز ہے۔ آپ ایک عرصہ تصوف وطریقت کی راہ پر گامزن رہے۔ جس کی تفصیل آپ کی تصنیف منقذ من الضلال میں دیکھی جاسکتی ہے۔ تاہم چند اشارے ملاحظہ فرمائیے۔

ابن خلکان بیان کرتے ہیں کہ امام غزالی علیہ الرحمۃ ذوالقعدہ ۴۸۸ھ میں بغداد شریف سے اس شان کے ساتھ باہر نکلے کہ آپ پر عجیب وارفتگی کا عالم طاری تھا، قیمتی لباس (جو ساری زندگی آپ کا معمول رہا) کی بجائے بدن پر ایک کمبل تھا۔ لذیذ ترین غذاؤں کی جگہ ساگ پات نے لے لی۔ بغداد شریف سے شام کے دارالحکومت دمشق پہنچ کر مجاہدہ وریاضت کی شان بڑھانے لگے۔ آپ کا یومیہ معمول تھا کہ جامع مسجد اموی کے غربی مینار پر چڑھ کر دروازہ بند کرلیتے پھر سارا دن ذکر واذکار اور مراقبہ میں مشغول رہتے۔ تقریباً دو سال تک وہی قیام رہا۔ گو زیادہ تر آپ مجاہدہ ومراقبہ میں رہتے۔ تاہم علمی وتدریسی خدمت سے کنارہ کش نہ ہوئے، جامع اموی کے مغربی زاویے میں درس وتدریس کا وظیفہ جاری رکھا۔

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ گو میں نے تصوف وروحانیت کو کتابوں سے پایا مگر کتابوں سے دل مطمئن نہیں ہوتا

marfat.com

جب تک کسی شیخ کے ہاتھوں میں ہاتھ نہ دیئے جائیں۔ علامہ اقبال مرحوم بھی اپنی سرگزشت بیان کرتے ہوئے ایسے ہی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اعلان کرتے ہیں۔

عقل افروز مرا درس حکیمانِ فرنگ　　سینہ افروخت مرا صحبتِ صاحب نظراں

فرنگی، انگریزی اساتذہ نے میری عقل بڑھادی مگر میرا سینہ اس وقت روشن ہوا جب اولیاء کرام کی صحبت نصیب ہوئی تو ان کی نگاہ فراست سے میرا قلب منور ہوگیا۔ چنانچہ میں نے حضرت شیخ المشائخ ابوعلی افضل بن محمد بن علی فارمدی سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ شیخ موصوف عالی مرتبت تھے، اس وقت وہ اس سلسلہ میں عدیم المثال تھے۔ نظام الملک ان کا اس قدر احترام کرتا کہ جب آپ اس کے دربار میں تشریف لے جاتے تو وقت کا یہ حکمران تعظیماً دست بستہ کھڑا ہو جاتا۔ انہیں اپنی کرسی پر بٹھاتا اور خود آپ کے سامنے مؤدب دوزانو بیٹھ جاتا جبکہ امام الحرمین اور حضرت امام ابوالقاسم قشیری رحمہما اللہ تعالیٰ کے لئے صرف قیام وسلام پر اکتفاء کرتا مگر اپنی مسند سے الگ نہ ہوتا۔ جب لوگ اس کا سبب دریافت کرتے تو نظام الملک کہتا: وہ لوگ میرے پاس آتے ہیں تو میری تعریف کرتے ہیں جب حضرت امام فارمدی تشریف لاتے ہیں تو میرے عیوب سے مطلع فرماتے ہیں۔ ان کا وصال ۴۷۷ھ میں طوس کے مقام پر ہوا۔ جبکہ امام غزالی علیہ الرحمۃ زمانہ تعلیم میں ہی ان سے بیعت ہو چکے تھے اس وقت امام غزالی کی عمر تقریباً ستائیس سال تھی۔

تصانیف مبارکہ

اپنے وقت کے مشہور مؤرخ جناب علامہ شبلی ندوی ''الغزالی'' میں تحریر کرتے ہیں کہ تصانیف کے لحاظ سے امام صاحب کی حالت نہایت حیرت انگیز ہے۔ انہوں نے کل ۵۵، ۵۴ برس عمر پائی۔ تقریباً بیس برس کی عمر سے تصنیف کا مشغلہ شروع کیا۔ گیارہ برس صحرا نوردی اور بادیہ پیمائی میں گزرے، درس وتدریس کا شغل ہمیشہ جاری رہا۔ کبھی کسی زمانے میں ان کے شاگردوں کی تعداد ڈیڑھ سو سے کم نہ رہی۔ فقر وتصوف کے مشغلے جدا، دور دور سے جو فتاویٰ آتے تھے ان کا جواب لکھنا الگ۔ بایں ہمہ سینکڑوں کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں بعض کئی کئی جلدوں میں ہیں اور گوناگوں مضامین پر ہیں۔ ہر تصنیف اپنے باب میں بے نظیر ہے۔ سچ ہے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست

اس مختصر تقدیم میں تصانیف کی فہرست نہیں لکھی جاسکتی۔ جسے مطلوب ہو وہ ''الغزالی'' کا مطالعہ کرے۔ البتہ ''سنہری عبادت ترجمہ کیمیائے سعادت'' پیش کرنے کی سعادت جو راقم السطور کو نصیب ہو رہی ہے اس میں میرا کوئی کمال نہیں، یہ تو محض ان کی روح مبارکہ کا تصرف ہے کہ میری علمی بے بضاعتی کو اپنی روحانیت کے جلو میں لے کر ذرہ نوازی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے کام لے لیا۔ ورنہ میری کیا اوقات اور بساط کہ اس عظیم وقدیم کتاب کو اُردو کا لباس پہناتا۔

مجھے ایک عرصہ تک کیمیائے سعادت کے اصل نسخہ فارسی کی تلاش رہی حسن اتفاق کہ وقت کے مشہور محقق وعالم حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے نہایت عمدہ، خوبصورت کتابت وطباعت سے مزین نسخہ دستیاب ہوا جسے موصوف نے مولانا محمد ابراہیم صاحب نعیمی علیہ الرحمۃ راولاکوٹ آزاد کشمیر سے حاصل کیا تھا۔ راقم السطور ان مشفقین کا اس مہربانی اور

marfat.com

عنایت پر بے حد شکریہ ادا کرتا ہے۔

وصال شریف

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑی شان اور بڑے اعتماد و اطمینان سے ۱۴ جمادی الثانی ۵۰۵ھ میں بمقام طاہران انتقال فرمایا اور وہیں آسودۂ خاک ہیں۔ ابن جوزی آپ کے وصال شریف کا قصہ ان کے بھائی کی زبانی کچھ اس طرح سے بیان فرماتے ہیں۔ وفی کتاب الثبات عند الممات لابن الجوزی :- قال احمد اخو الغزالی. لما کان یوم الاثنین وقت الصبح توضأ اخی وصلی وقال علی بالکفن فاخذہ وقبلہ ووضعہ علی عینیہ وقال سمعاً وطاعۃ للدخول علی الملک ثم مدرجلیہ واستقبل فانتقل الی رضوان اللہ تعالیٰ قبل الاسفار طیب الثناء اعلیٰ منزلۃ من نجم السماء لایکرھہ الا حاسد او زندیق ولا یسومہ الامن کان فی قلبہ ریب او حاد عن سواء الطریق.

(سراج الطالبین علیٰ منہاج العابدین)

پیر کے دن حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ صبح کے وقت بیدار ہوئے وضو کیا' نماز فجر ادا کی پھر کفن منگوایا اور آنکھوں پر لگایا۔ فرمایا: "آقا کا حکم سر آنکھوں پر" یہ کہہ کر پاؤں پھیلا دیئے۔ جب لوگوں نے دیکھا تو وصال فرما چکے تھے۔ آپ کے وصال پر پوری اسلامی دنیا نے نہایت غم اور صدمے کا اظہار کیا۔ بڑے بڑے اکابر نے آپ کے منظوم مناقب لکھے۔ جن کا احاطہ کار دارد' مفکر ملت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ آپ کی تصانیف سے بے حد متاثر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ واعظانِ وقت ، خطیبان عصر اور مقررین زمانہ کی بے اثر فلسفی موشگافیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے پکار اُٹھے۔

رہ گیا فلسفہ تلقین غزالی نہ رہی

دعا ہے اللہ تعالیٰ سنہری عبادت ترجمہ کیمیائے سعادت کو قبولیت کا شرف عطا فرمائے اور محترم جناب ملک شبیر حسین بانی ادارہ شبیر برادرز لاہور کو اشاعتی سرگرمیوں میں بیش از بیش کامیابی و کامرانی سے شاد کام فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم

طالب دعا

محمد منشا تابش قصوری

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

خطیب مرید کے ضلع شیخوپورہ (پاکستان)

پیر ۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ / ۲۵ مارچ ۲۰۰۲ء

marfat.com

سنہری عبادت

ترجمۂ

کیمیای سعادت

marfat.com

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شکر و سپاس فراواں' بعدد ستارۂ آسمان و قطرہ باراں و برگ درختاں و ریگ بیابان و ذرہائے زمین و آسماں مرآں خدائے را کہ یگانگی صفت اوست و جلال و کبریا و عظمت و علا و مجد و بہا خاصیت اوست و از کمال جلال وے ہیچ آفرید آگاہ نیست و جزوے ہیچکس را بحقیقت معرفت وے راہ نیست:۔

حمد و ثناء

اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ کی ذات والا برکات ہی بے حد شکر و سپاس کے لائق ہے۔ (بلکہ اگر یوں کہیں کہ) آسمان کے ستاروں' بارش کے قطروں' درختوں کے پتوں' ریت کے ذروں زمین و آسمان کے مادوں کی ان گنت اور لاتعداد کیفیات کے برابر شکر و سپاس کے لائق وہی ذات اقدس ہے جس کی ہر صفت یگانہ ہے وہ اپنے جلال و کبریائی' عظمت و بڑائی بزرگی اور ہر خوبی میں یکتائی کی خاصیت کا واحد مالک ہے (تو کوئی مضائقہ نہیں) اس کے کمال و جلال پر مخلوق میں سے کوئی بھی آگاہ نہیں' بلکہ حقیقتاً اس کے کمال و جلال کی کسی جزئ کی بھی معرفت نہیں رکھتا ہاں البتہ اعتراف و اقرار عجز ہی صدیقین کی معرفت کا بلند ترین مقام ہے بلکہ انبیاء و مرسلین اور ملائکہ کی معرفت کی انتہا بھی اسی پر ہے کہ وہ برملا اظہار کریں کہ جیسے وہ ذات اقدس حمد و ثناء کے لائق ہے ویسے ہم بیان نہیں کر سکتے' اور عقلمندوں کی منتہائے عقل یہی ہے کہ وہ اس ذات اقدس کے جلال کی معمولی سی تجلی سے محو حیرت ہیں۔

شریعت میں ہے قیل و قال حبیب طریقت میں محو جمال حبیب

سالکان و مریدان راہ سلوک کا مطمع نظر یہی ہونا چاہیے کہ اس کی حضوری کی جستجو میں ہیبت زدہ گم سم ہوں' البتہ اس کی معرفت سے بے بسی و ناامیدی محرومی کا باعث ہے' ہاں اس کی معرفت میں کما حقہ' دعویٰ کمال کا اظہار کرنے والا بھی محض تشبیہ و تمثیل میں مبتلا ہے (ایسا دعویٰ اس کی انتہائی بے بسی اور نابالغی پر دلالت کرتا ہے) اس لئے کہ اس ذات اقدس کے جمال کے مشاہدہ میں ہر آنکھ کا خیرہ ہونا ہی اس کا نصیب ہے۔ نیز ہر قسم کی عقل و دانش کا یہی ثمرہ و نتیجہ ہے کہ اس کی عجیب و غریب رنگا رنگ صنعت و کاری گری کی معرفت کے لئے غور و تفکر اور سوچ و بچار لازمی ہے۔

اس کی عظمت ذات (کی حقیقت و کنہہ) تک پہنچ پایا ہو ایسا کوئی بھی نہیں ہوا کہ اس کی ذات اقدس کیسے تھی اور کیسے ہے؟ تاہم

marfat.com

ایسا بھی کوئی دل نہیں ہونا چاہیے کہ جو لحہ بھر بھی اس کی صنعت عجیبہ سے قعر غفلت میں گر کر یہ بھی نہ سوچے کہ وہ از خود کیا تھا' کیا ہے۔ اور کس ہستی خاص کے باعث اس کا وجود' وجود ہے؟ نیز کیوں اور کیسے؟ تا کہ کم از کم وہ اتنا تو محسوس کر سکے کہ جو کچھ بھی ہے یہ اس کی قدرت کے مظاہر ہیں اور ہر سمت اسی کی عظمت و رفعت کے انوار و تجلیات کا ظہور ہے۔ اور تمام عجائبات بدیعہ اور غرائبات' عجیبہ اسی ذات اقدس کی حکیمانہ تخلیق کا شاہکار ہیں اور ہر ایک چیز میں اسی ہستی اعلیٰ کے جلوے موجود ہیں۔ اسی سے سب کچھ اور اسی کے باعث قائم بلکہ سبھی کچھ وہی' اس ذات اقدس کے بغیر نہ کوئی چیز' نہ ہستی' نہ کسی کی کوئی حقیقت' اور حق بات تو یہی ہے کہ ہر ایک کا وجود اسی ذات اقدس کے انوار و تجلیات کا عکس جمیل ہے۔

ففی کل شی لہ آیۃ تدل علی انہ واحد

صلوٰۃ و سلام علی سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سلموا یا قومی بل صلوا علی صدر الامین

مصطفی ماجاء الا رحمۃ للعالمین

سید عالم نبی مکرم جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی ذات والا برکات پر صلوٰۃ و سلام جو تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے سردار ہیں۔ تمام مومنین کے ہادی و رہنما ہیں امین اسرار ربانی اور ذات الٰہیہ کے منتخب ہیں نیز رفعت و سرفرازی کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ اور پھر آپ کے جملہ اصحاب و اہل بیت (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) پر درود و سلام جن میں سے ہر ایک امت محمدیہ کا مرشد و پیشوا اور شریعت اسلامیہ کی طرف رہبری و رہنمائی فرمانے والا ہے۔

بعد ازیں:- واضح ہو کہ انسان کو کھیل کود اور لغویات کے لئے پیدا نہیں فرمایا گیا بلکہ اس کے امور و معاملات بڑے عظیم اور اس کے فرائض بلند تر ہیں۔ اگرچہ وہ ازلی نہیں البتہ ابدی ہے۔ گو اس کا جسم خاکی و سفلی ہے' تاہم انسان کی روحی حقیقت علوی و ربانی ہے ہاں اس کی سرشت میں حیوانوں' درندوں اور شیاطین کے اوصاف بھی رکھے گئے ہیں لیکن مجاہدہ و ریاضت کے باعث ایسی آلائشوں سے آمیزش سے پاک' بارگاہ ربوبیت میں مقام قرب کے لائق بن جاتا ہے۔ پھر اسفل السافلین کی اتھاہ گہرائیوں سے نکل کر اعلیٰ علیین کے بلند مرتبت مقام تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ اور ہر پستی و بلندی میں تصرف کا اہل ہو جاتا ہے۔ اسفل السافلین یہ ہے کہ انسان جانوروں' درندوں اور شیاطین کی ذلتوں اور پستیوں میں غرق ہو جائے یعنی خواہشات نفسانیہ کا غلام اور غیض و غضب کا شکار ہو جائے۔ اعلیٰ علیین یہ ہے کہ غیض و غضب اور خواہشات نفسانیہ کا تصور تک پیدا نہ ہونے دے بلکہ اوصاف کمالیہ کے باعث فرشتوں کے مراتب کا حامل بن جائے۔

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

نہ صرف یہ بلکہ ہر دو وصف اس کے مطیع فرمان بن جائیں' اور حضرت انسان ان کا بادشاہ!! پھر یہی وہ مقام شاہی ہے جو بارگاہ خداوندی میں حضوری کے لائق بنا دیتا ہے اور یہی وہ اوصاف ملکیہ ہیں جو انسانیت کے درجہ کمال پر دال ہیں۔ اور جب حضرت انسان جمال الٰہی کے انس کی لذت حاصل ہوتی ہے تو پھر اسے دیدار کے بغیر لحہ بھر صبر کرنا دشوار ہوتا ہے اور یہی نظارہ جمال خداوندی اس کے

marfat.com

لئے جنت ہے۔ پھر وہی جنت جو شہوت چشم، خواہش شکم اور طلب فرج پر منحصر ہے بندہ خدا کی نگاہوں میں بے قدر و قیمت ہو جاتی ہے۔

چونکہ آدمی کی سرشت میں ابتداءً ہی ناقص و خسیس گوہر بھی رکھے گئے ہیں اس لئے اسے ان بری وصفوں سے بچا کر درجہ کمال تک مجاہدہ و ریاضت کے علاج کے بغیر پہنچانا ممکن نہیں جس طرح کیمیا کا حصول بے حد مشکل اور دشوار ترین امر ہے، جس سے پیشل، تانبے کو مصفا و مزکی کر کے زر خالص بنا لیتے ہیں لیکن اس کی معرفت و پہچان ہر ایک کے بس کی بات نہیں جس طرح دھاتوں کو سونا بنانے والے کیمیا کی پہچان ہر کسی کے بس کا روگ نہیں اسی طرح ایسے کیمیا کی بھی معرفت و پہچان انتہائی مشکل ہے، جو ہر انسانی کو فطرت بہیمیت و حیوانیت سے پاک وصاف کر کے مراتب ملائکہ تک پہنچائے تا کہ اسے سعادت ابدی نصیب ہو اور ایسے کیمیا کو ہر کوئی نہیں جانتا بناءً علیہ اس کتاب مستطاب کو لکھنے کی طرح ڈالی!!

سببِ تصنیف

یہ کتاب اس لئے تصنیف کی جا رہی ہے کہ اس کیمیا کی تشریح و توضیح کی جائے جو حقیقتاً کیمیائے سعادت ہو جو ابدی و دائمی سعادتوں کو محیط ہو میں نے اسی مقصد وحید کی بنا پر اس کا موزوں ترین نام کیمیائے سعادت رکھا، تانبے اور سونے میں اس کے سوا اور کیا فرق ہے کہ سونے کا رنگ زرد ہے اور بیش قیمت ہوتا ہے مگر اس سے دنیوی نعمتوں کے سوا اور کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا جب دنیا از خود فانی ہے۔ تو پھر اس چند روزہ دنیا کی نعمت کیا حیثیت رکھتی ہے؟ لیکن صفات بہمائیہ اور ملکیہ میں تو بے حد و عد فرق ہے ایسے ہی جیسے تحت الثریٰ اور سدرۃ المنتہیٰ میں ہے۔ اور اس کیمیائے روحانیہ کا یہی ثمرہ ہے کہ یہ انسان کو پستیوں سے نکال کر اعلیٰ ترین بلندیوں کا اہل بنا دیتا ہے اور یہی عمل سعادت ابدی سے عبارت ہے۔ اور اس کی مدت کی بالکل انتہا نہیں نیز اس کیمیا کے انواع و اقسام بھی غیر متناہی ہیں اور پھر ان کی طہارت، پاکیزگی اور صفائی کی ایسی کیفیت ہے کہ کسی بھی قسم کی کدورت، اور گرد و غبار کا تصور تک نہیں، لہٰذا نام کیمیا ہی اس "کیمیائے سعادت" کے لئے موزوں ترین ہے اس کے علاوہ کوئی اور نام موجب ننگ و عار ہے۔

فصل:- عرفانِ خودی؟

واضح ہو کہ کیمیا ایک ایسا نایاب لعل ہے جو کسی غریب بوڑھی عورت کی صندوقچی سے حاصل نہیں کر سکتے بلکہ اسے تو امراء کے خزانوں سے ہی پایا جا سکتا ہے، ایسے ہی کیمیائے سعادت ابدی بھی ہر جگہ دستیاب نہیں بلکہ اسے تو خزانہ ربوبیت سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے اور خزانہ الٰہی آسمانوں میں فرشتوں کے جواہر اور زمین پر انبیاء و مرسلین کے قلوب مبارکہ ہیں لہٰذا جو بھی کوئی شخص خزانہ کیمیا کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقش قدم کو چھوڑ کر تلاش کرنے کی کوشش کرے گا وہ غلط راستے کا راہی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ گمراہی میں بھٹکتا پھرے گا اور ناکامی و محرومی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا نتیجتاً روز قیامت ذلت و رسوائی اس کا مقدر ہے۔

بپندار سعدی کہ راہ خدا ۔۔۔ توں رفت جز بر پئے مصطفیٰ ﷺ

اور اس کے عمل کی خرابی آشکار ہوگی نیز اس کے غرور و تکبر کی ٹوکری پھٹ جائے گی، اور اسے اعلانیہ کہا جائے گا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ" ۝ (پ ۲۶ ق) بے شک تو غفلت میں تھا، تو ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھایا، تو آج تیری نگاہ تیز

marfat.com

ہے (کنز الایمان) اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ کی عظیم ترین رحمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ومرسلین علیہم السلام کو تخلیق فرمایا اور دنیا میں اس لئے مبعوث فرمایا کہ اس نسخہ کیمیا کا مخلوق کو درس دیں' کہ گو ہر دل کو مجاہدہ وریاضت میں ایسے مصروف رکھیں کہ وہ اخلاق ذمیمہ اور خبث باطنہ اور کدورت رذیلہ سے محفوظ رہے۔ نیز اوصاف حمیدہ سے متصف ہو۔

اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ نے جس طرح اپنی بادشاہی اور پاکی کی از خود مدح فرمائی ہے ویسے ہی انبیاء مرسلین علیہم السلام کو بھیجنے کی بھی توصیف کی ہے۔ کہ اس نے انبیاء کرام علیہم السلام کو دنیا میں مبعوث فرما کر احسان عظیم فرمایا ہے۔ یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ (الجمعۃ پ ۱-۲) اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ بادشاہ کمال' پاکی والا' عزت والا' حکمت والا' وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں' اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

یزکیھم :- سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آدمی میں جو اخلاق ناپسندیدہ اور صفات ذمیمہ پائے جاتے ہیں ان سے پاک وصاف کرتے ہیں (حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر خزائن العرفان علی کنز الایمان میں فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں عقائد واخلاق رذیلہ وخبائث جاہلیت وقبائح اعمال سے پاک کرتے ہیں)

وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ سے مراد یہ ہے کہ انسان کو اوصاف ملائکہ کے لباس سے ملبوس کیا جائے اور ملکوتی خلعت سے نوازا جائے اور اس کیمیا کے مقاصد یہی ہیں کہ انسان کو ہر اس فعل سے بچایا جائے جو اس کی شان کے لائق نہیں' اور ہر ایسے امر سے روکا جائے جو نقصان کا باعث ہو یعنی برائی کے لباس کو ترک کر کے اوصاف کمالیہ کے لباس سے اپنے آپ کو آراستہ وپیراستہ کرے۔

اور حقیقت میں اقسام کیمیا میں سب سے بڑی یہی قسم ہے دنیا سے منہ موڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے لو لگائے' چنانچہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آغاز تعلیم میں یہی فرمایا وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا ۝ (المزمل ۲۹) اپنے رب کا نام یاد کرو' اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو (کنز الایمان)

تبتل کا مفہوم یہ ہے کہ انسان تمام دنیوی اشیاء سے اپنا تعلق توڑ کر اپنے رب سے رشتہ عبدیت جوڑ لے کیمیا کا خلاصہ یہی ہے لیکن اس کی تفصیل طویل ترین ہے۔

یہ قصہ مختصر سا ہے مگر تمہید طولانی

عنوان وارکان

کتاب کیمیائے سعادت کے چار عنوان ہیں جن میں چار چیزوں کی معرفت کا بیان ہے نیز اس کے چار رکن ہیں جو چار معاملات پر مشتمل ہے اور ہر رکن میں دس اصل ہیں۔

(۱) حقیقت خود شناسی (۲) معرفت خداوندی

marfat.com

(۳) حقیقت دنیا (۴) حقیقت آخرت

☆ حقیقتاً یہی وہ چار عنوان ہیں جو مسلمانی کی معرفت و پہچان کا سرنامہ ہیں۔ اسی طرح مسلمانی معاملات کے ارکان بھی چار ہیں' دو کا ظاہر تعلق ہے اور دو باطنی معاملات سے وابستہ ہیں اور جو ظاہر سے متعلق ہیں ان میں پہلے رکن سے مراد احکام خداوندی کا بجالانا ہے' جسے عبادات سے عبارت کرتے ہیں' اور دوسرا رکن یہ ہے کہ انسان اپنی جملہ حرکات وسکنات اور معیشت میں ادب واحترام کو ملحوظ خاطر رکھے انہیں اصطلاحاً معاملات سے موسوم کرتے ہیں۔

☆ بہرحال جو دو باطنی رکن ہیں ان میں پہلا رکن یہ ہے کہ انسان اپنے دل کو ناپسندیدہ اخلاق سے پاک' صاف رکھے جیسے' غصہ' کینہ' حسد' بخل' تکبر' خود بینی وخودنمائی وغیرہ یہ تمامتر اعمال ایسے ہیں جو ہلاکت کا پیش خیمہ ثابت ہوتے ہیں اور دین کے راستے میں آڑ بن جاتے ہیں۔

دوسرا رکن یہ ہے کہ انسان پسندیدہ اخلاق کا پیکر ثابت ہو' یعنی صبر' شکر' محبت امید' توکل' وغیرہ ان اوصاف حمیدہ کو نجات دہندہ کا نام دیتے ہیں۔

رکن اول' مشتمل بردہ اصل

(۱) اعتقاد اہل سنت و جماعت (۲) طلب علم
(۳) مسائل وفضائل طہارت (۴) نماز
(۵) زکوٰۃ (۶) روزہ
(۷) حج وزیارت (۸) تلاوت قرآن کریم
(۹) اذکار' دعوات (۱۰) اوراد و وظائف

رکن دوم در معاملات مشتمل بردہ اصل

(۱) آداب طعام (۲) آداب نکاح
(۳) آداب کسب معاش وتجارت (۴) طلب حلال
(۵) آداب مجلس (۶) آداب عزلت (گوشہ نشینی)
(۷) آداب سفر (۸) آداب سماع ووجد
(۹) آداب تبلیغ (امر بالمعروف ونہی عن المنکر) (۱۰) آداب حکمرانی

رکن سوم: مہلکات صراط مستقیم؟ مشتمل بردہ اصل

(۱) ریاضت نفس (۲) علاج شرخن وآفات زبان
(۳) علاج بغض وکینہ وحسد؟ (۴) علاج شہوت شکم وفرج؟

marfat.com

(۵) علاج حب دنیا (۶) علاج حب جاہ و مال
(۷) علاج جاہ و حشمت (۸) علاج منافقت و ریاکاری
(۹) علاج تکبر و عجب و نخوت (۱۰) علاج غرور و غفلت

رکن چہار' امور نجات دہندہ مشتمل بر دہ اصل

(۱) توبہ کرنا اور مظالم سے نجات پانا؟ (۲) صبر و شکر
(۳) خوف و امید (۴) درویشی و زہد و فقر
(۵) نیت' اخلاص' صدق (۶) محاسبہ و مراقبہ
(۷) تفکر (۸) توکل و توحید
(۹) محبت و شوق خدائے تعالیٰ (۱۰) موت و احوال آخرت

یہ ان تمام ارکان و اصول کی جامع فہرست ہے جن پر کتاب کیمیائے سعادت مشتمل ہے۔ ہم اسے انہی چار عنوانوں اور چالیس اصولوں کی تشریح فارسی گو حضرات کی خدمت میں پیش کریں گے' اور قلم کی بڑی خوبی و مضبوطی سے حفاظت کریں گے تا کہ عبارت مشکل اور مغلق نہ ہونے پائے تا کہ خاص و عام کو اس کے مفاہیم و مطالب میں کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے بلکہ اس کے معانی تک ان کے اذہان با آسانی رسائی حاصل کر سکیں' تاہم جو صاحبانِ تحقیق و تدقیق ہیں ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ ہماری عربی تصانیف کی طرف رجوع فرمائیں یعنی کتاب احیاء علوم الدین' جواہر القرآن وغیرہ وہ ایسے ہی موضوعات پر مشتمل عربی میں سپرد قلم کی گئی ہیں۔ اس کتاب کیمیائے سعادت سے مقصود تو انہی معانی و مطلب کا فارسی زبان میں بیان کرنا ہے اس لئے کہ ہمیں خصوصی طور پر اس کے لکھنے کی درخواست کی گئی ہے کیونکہ عام لوگوں کے لئے عربی کا سمجھنا مشکل ہے۔ حالانکہ ان کی اور ہماری یہی خواہش ہے کہ وہ استفادہ کریں اور ہم انہیں فائدہ پہنچا سکیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل و علیٰ ان کے التماس میں اور ہمارے قبول کرنے میں نیت کو ریاکاری' تصنع' بناوٹ اور کدورت سے پاک و صاف رکھے' اور راہ صواب کو ہم پر کشادہ فرمائے نیز آسان تر بنائے' اور ایسی توفیق مرحمت فرمائے کہ ہم جو زبان و قلم سے بیان کریں عملاً اس پر ثابت قدم رہیں کیونکہ گفتار بے کردار فضول ہے' اچھائی کا حکم دینا اور اسے خود اختیار نہ کرنا سبب وبال آخرت ہے (نعوذ باللہ منہا)

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آغاز کتاب مستطاب سنہری عبادت ترجمہ کیمیائے سعادت

حقیقت خودشناسی

واضح ہو کہ کلید معرفت الٰہی یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو پہچانے اسی لئے کہتے ہیں مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا پس اس نے یقیناً اپنے رب کو پہچان لیا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ (حم السجدہ پ ۲۵) ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے (کنز الایمان)

(اے انسان) دنیا بھر کی تمام اشیاء میں ایسی کوئی بھی چیز نہیں جو تیری ذات سے زیادہ تیرے قریب تر ہو پس جب تو از خود ہی اپنے آپ کو نہیں پہچانے گا تو دوسرے کی پہچان کیسے کر سکے گا؟ اور اگر تو کہے کہ میں اپنے آپ کو پہچانتا ہوں تو پھر غلطی میں مبتلا ہے اس لئے کہ ایسی پہچان کو معرفت خداوندی سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا' اور اسے معرفت الٰہی کی کلید نہیں کہہ سکتے' ویسے تو جانور' چارپائے بھی اپنی ایک شناخت اور پہچان رکھتے ہیں۔ اپنے' ہاتھ' پاؤں' سر' گوشت' پوست' ہڈیاں' خون کو پہچاننے کا نام معرفت نہیں نیز باطن کے متعلق یوں کہہ دینا کہ مجھے بھوک' پیاس محسوس ہو رہی ہے لہٰذا کچھ کھانا پینا چاہیے' غیض و غضب کی آمد پر آپے سے باہر ہو جائے اور لڑائی کرنے لگے' خواہش نفسانیہ کے غالب آنے پر نکاح کی رغبت رکھے' محض یہی امور تو معرفت نفس نہیں' یہ جملہ باتیں تو جانوروں میں بھی بدرجہ پائی جاتی ہیں۔

لہٰذا معرفت نفس کوئی اور ہی چیز ہے پس تجھے اپنی حقیقت کا طالب ہونا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ تو خود کیا چیز ہے؟ از کجا آمدہ و بکجا خواہی رفت' تو کہاں سے آیا ہے اور کہاں کا راہی ہے؟ وسعادت تو چیست و در چیست' تیری سعادت کیا اور کس چیز میں ہے؟ و شقاوت تو چیست و در چیست؟ تیری بدبختی کیا اور کس چیز میں ہے؟ اور ایسی صفات جو تیرے باطن میں جمع کی گئی ہیں ان میں بعض حیوانی ہیں' بعض شیطانی و جناتی ہیں' اور بعض صفات فرشتگان ہیں' پس تو ان تمام میں غور و فکر کر کہ تیرے اندر کون کونسی صفتیں پائی جاتی ہیں اور کیوں؟ تا کہ پتہ چل جائے کہ تیری حقیقت کا خمیر ان میں کس کے قریب تر ہے اور وہ کون سے اوصاف ہیں جن کی حیثیت تیرے نزدیک غریب و عارضیت ہے' یعنی محض وقتی و عارضی ہوگی۔

تاہم جب تک تو ان کو حقیقتاً نہیں پہچانے گا سعادت ابدی سے محروم رہے گا اس لئے کہ ان تمام کی غذائیں الگ الگ ہیں اور سعادت تو کچھ اور ہی چیز ہے جانوروں کی غذا' کھانا' پینا' سونا' اور جفتی میں لگے رہنا ہے یہی ان کا نصیبہ ہے اور اگر تو بھی اسی طرح کا

marfat.com

ہے تو تیرا دن رات جانوروں کی طرح سونا' پیٹ بھرنا اور خواہشات نفسانیہ کی تکمیل میں لگے رہنا ہی ہوگا۔

درندوں کا بخت لڑنے' بھڑنے' کھانے' پینے' غیض' وغضب سے عبارت ہے۔ اور شیاطین کی غذا و نصیبہ شور وشر' عیاری و مکاری ہے اگر تو انہیں سے ہے تو تیرے معمولات و مشاغل بھی انہیں جیسے ہوں گے' اور تجھے ایسے ہی امور میں سکون وراحت میسر ہوگی (کیا تو ایسے اعمال سے نیک بختی حاصل کر پائے گا؟)

فرشتوں کی غذا و سعادت یہ ہے کہ وہ مشاہدہ جمال الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں۔ انہیں جانوروں' درندوں' جنوں اور شیطانوں کی عادات وصفات سے کوئی رابطہ و واسطہ نہیں' اے انسان! تو بھی فرشتہ صفت بننے کی کوشش کرتا کہ تو بھی فرشتوں کی طرح مشاہدہ جمال الٰہی کی نعمت سے سرفراز ہو سکے۔ اور اپنے آپ کو خواہشات نفسانیہ اور غیض وغضب کے ہاتھوں سے رہا کرانے کی کوشش کر اور اسی ذات اقدس کی طلب میں مست ہوتا کہ تجھے معلوم ہو سکے کہ تیرے باطن میں حیوانی و بہیمی صفات کی تخلیق کا مالک کون ہے؟ اور یہ حقیقت بھی تجھ پر واضح ہو جائے کہ خالق حقیقی نے جن صفات کو تیرے باطن میں پیدا فرمایا ہے' اس لئے کہ وہ قوتیں تجھے اپنا غلام بنالیں تو مغلوب اور وہ تجھ پر غالب آ جائیں؟

یا اس لئے کہ تو ان تمام صفات کو اپنے قبضہ واختیار میں لے آئے' وہ مغلوب اور تو ان پر غالب ہو جائے؟ اس لئے کہ جو سفر تجھے درپیش ہے' اس کا زادِ راہ بنا سکے۔ یعنی اپنے ان قیدیوں میں سے کسی کو اپنے سفر کی سواری (گھوڑا وغیرہ) بنالے اور کسی کو بطور ہتھیار استعمال میں لائے' بہر حال زندگی کے دن تو اسی منزل جانستان میں بسر کرنے ہیں' لہٰذا انہی غلاموں سے تو کام لے۔ تا کہ سعادت ابدی کا بیج انہی کے تعاون سے حاصل کر سکے۔ اور جب تخم سعادت تیرے ہاتھ لگ جائے تو اسے اپنے پاؤں تلے روند کر اپنی قرارگاہ سعادت میں داخل ہو' یہی وہ قرارگاہ حقیقی ہے جسے خواص نے حضوری حق سے تعبیر فرمایا ہے' عوام اسے جنت سے موسوم کرتے ہیں یہ جملہ امور تیرے جاننے سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے کہ ابھی تک تو تو نے اپنی معرفت کی طرف بہت کم توجہ دی ہے' حالانکہ جس نے ان اشیاء کو نہ پہچانا وہ صراط مستقیم سے بہت دور جا پڑا' اور اس پر دین حق کی حقیقت حجاب میں رہی۔

فصل:- عرفانِ حقیقتِ خودی

(اے انسان) اگر تو چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو پہچان لے تو تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تیری پیدائش دو چیزوں سے عبارت ہے۔ ظاہری جسمانی حلیہ جسے جسم کہتے ہیں۔ اور وہ ظاہری طور پر دیکھا جا سکتا ہے دوسری چیز باطنی ہے جسے نفس سے تعبیر کرتے ہیں نیز اسے دل و جان سے بھی موسوم کیا جاتا ہے جس کی صرف اور صرف بصیرت باطنیہ سے ہی شناخت کی جا سکتی ہے اور ظاہری آنکھ سے اس کا دیکھنا محال ہے۔ وحقیقت تو آن معنی باطنست اور تیری حقیقت اسی معنی باطن سے ہی تعلق رکھتی ہے۔ اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے اسی باطنی کیفیت کے تابع' خادم' معاون اور فوجی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور ہم ان کا نام دل ہی رکھیں گے وچون حدیث دل کنیم اور جب ہم دل کی بات کریں گے تو سمجھ لینا کہ اس سے ہماری مراد حقیقت انسان ہی ہوگی۔ گو اسے نفس اور روح سے بھی موسوم کرتے ہیں اور اس دل سے گوشت کا وہ ٹکڑا نہیں جو سینے میں دائیں جانب رکھا ہوا ہے' اس کی تو کوئی قدر وحیثیت نہیں کیونکہ وہ دل تو چارپائیوں اور مردوں

marfat.com

ہیں بھی موجود ہوتا ہے' اور اسے ظاہری آنکھ سے بھی نہیں دیکھ پاتے' اور جسے ظاہری آنکھ سے دیکھا جا سکے وہ اسی دنیا سے ہی تعلق رکھتی ہے' اسی لئے اسے عالم شہادت کہتے ہیں۔ وحقیقت دل ازیں عالم نیست' اور حقیقت دل اس عالم شہادت سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ وہ تو اس جہاں میں محض ایک مسافر ہی کی حیثیت سے آئی ہے۔

اور دل جو ظاہراً گوشت کا محض ایک ٹکڑا ہے۔ وہ تو ایک گھوڑا یا آلہ ہی ہے۔ اور جسم کے دیگر تمام اعضاء اس کا لشکر ہیں اور وہ ان سب کا بادشاہ ہے معرفت خداوندی اور مشاہدہ جمال تو اس کی مخصوص صفت ہے نیز تکلیف عبادت ہے تو اسی کیلئے خطاب خداوندی ہے تو اسی سے' ثواب و عذاب ہے تو اسی کے لئے' نیز سعادت و شقاوت اسی کا مقدر' اور جسم ان تمام معاملات میں اسی کا تابع' اور دل کی حقیقت معرفت ہی معرفت خداوندی کی کلید ہے۔ کوشش کرنا ہے تو اسی کے لئے کرتا کہ تو پہچان سکے کیونکہ وہ ایک گوہر عزیز ہے۔ جو فرشتوں کے گوہر کا ہم جنس ہے۔ اور اس کا بنیادی معدن (کان) الٰہ العالمین ہے۔ اور یہ گوہر اسی جگہ سے آیا ہے اور پھر اسی کی طرف چلا جائے گا یہاں تو ایک مسافر بن کر تجارت یا کھیتی باڑی کے لئے آیا ہے ہاں یہاں پر تجارت و زراعت سے ہماری کیا مراد ہے؟

عنقریب پہچان لو گے (انشاء اللہ العزیز)

فصل:- حقیقتِ دل؟

واضح ہو کہ معرفت حقیقت دل اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک اس کی ہستی کی پہچان نہیں ہو گی' لہٰذا اس کی حقیقت پہچانئے کہ یہ ہے تو ہے کیا؟ پھر اس کے لاؤ لشکر کی شناخت کر کہ وہ کیا ہیں؟ نیز یہ بھی دیکھو کہ اس لشکر کا دل سے کیا علاقہ و رشتہ ہے؟ پھر اس کی صفت سے آشنا ہو کہ معرفت خداوندی اسے کیسے حاصل ہوتی ہے؟ پھر وہ اس کے توسل سے اپنی سعادت ابدی کے مقام تک کیسے رسائی حاصل کرتا ہے؟ تاہم ان میں سے ہر ایک کے بارے میں اشارے کئے جائیں گے۔

☆ بہر حال ہستی تو اس کی ظاہر ہے۔ اس لئے کہ انسان کو اپنی ہستی میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں لیکن حقیقتاً اس کی ہستی صرف ظاہری جسم ہی مراد نہیں اس لئے کہ جسم تو مردے کا بھی ہے جب کہ اس میں جان نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔

☆ لہٰذا ہم تو اس دل سے حقیقت روح ہی مراد لیں گے کیونکہ اگر روح نہ ہو تو جسم محض مردار ہے اور اگر کوئی شخص اپنی آنکھیں بند کر کے' اپنے جسم و جان کو فراموش کر لے پھر زمین و آسمان اور ہر وہ چیز جو ظاہری آنکھوں سے دیکھی جا سکتی ہے اسے بالکل بھول جائے' تو یقیناً اپنی ہستی کی معرفت سے آگاہ ہو سکتا ہے اگرچہ وہ اپنے جسم' زمین و آسمان اور ان میں موجود اشیاء سے بے خبر ہوتا ہے' تاہم اگر ان اشیاء میں خوب غور و تامل' فکر و تدبر سے کام لے تو کسی حد تک حقیقت آخرت کا شناسا ہو سکتا ہے؟ اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ جب اس کا اپنا بدن چھن جائے گا تو اس کا اپنی جگہ قائم رہنا اور فنا نہ ہونا جائز ہو گا۔

فصل:- قل الروح من امر ربی

بہر حال حقیقت دل اور اس کی خاص صفت کیا ہے؟ شریعت نے اس پر گفتگو کی اجازت نہیں دی' اسی لئے سید عالم نبی مکرم رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تشریح نہیں فرمائی' بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ویسئلونک عن الروح قل الروح من

marfat.com

امر ربی (سورہ بنی اسرائیل ۱۵/۸۵) اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے۔ (کنز الایمان)

گویا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے زیادہ بیان کرنے کی اجازت طلب نہیں کی' کیونکہ روح اللہ تعالیٰ کے خاص معاملات اور عالم امر سے ہے' اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۝ (سورۃ الاعراف ۸/۵۴) اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔ (کنز الایمان)

☆ عالم خلق اور عالم امر دونوں جدا جدا ہیں' جس چیز میں ناپ تول' پیائش طول وعرض' کم وبیش' اندازہ وتخمین وغیرہ کا عمل دخل ہو اسے عالم خلق کہتے ہیں۔ کیونکہ لغت میں خلق کے معنی ''اندازہ کرنا'' کے آئے ہیں' اور انسان کے دل کی تو کوئی مقدار وکمیت ہی نہیں' یہی وجہ ہے کہ دل تقسیم کو قبول نہیں کرتا اور اگر یہ تقسیم کو قبول کرتا تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا کہ دل کے ایک طرف جہالت اور دوسری طرف علمیت کا ڈیرہ ہے' گویا دل بیک وقت عالم وجاہل ہوتا ہے اور یہ محال ہے۔

اور روح باوجود یکہ وہ تقسیم پذیر نہیں نیز مقدار واندازہ کا بھی اس میں کوئی عمل دخل نہیں پھر بھی یہ مخلوق ہے خلق بمعنی تخلیق اور مقدار واندازہ کے بھی ہیں۔ پس ایک معنی میں روح عالم خلق سے ہے۔ اور دوسرے معنی میں روح عالم امر سے ہے عالم خلق سے نہیں۔ لہٰذا جو لوگ گمان کرتے ہیں کہ روح قدیم ہے وہ غلطی پر ہیں اور جن لوگوں نے کہا روح عرض ہے انہوں نے بھی غلط کہا' کیونکہ عرض از خود قائم نہیں' اپنے قیام کے لئے دوسرے کی محتاج ہے۔ اور جان اصل آدمی ہے اور اس کا بدن تابع ہے تو روح عرض کیسے ہو سکتی ہے؟ اور جن لوگوں نے اسے جسم قرار دیا انہوں نے بھی غلطی کی کیونکہ جسم تو تقسیم قبول کرتا ہے اور روح تقسیم پذیر نہیں ہے (یعنی جسم ٹکڑے ہو سکتا ہے برخلاف روح کے وہ ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو سکتی) ہاں البتہ ایک اور چیز کو بھی روح کہتے ہیں وہ تقسیم قبول کر لیتی ہے وہ جانوروں کی روح ہے لیکن وہ روح جسے ہم دل کہتے ہیں۔ معرفت خداوندی کا محل ہے وہ روح حیوانات میں نہیں ہوتی نہ اسے جسم کہا جائے گا اور نہ ہی عرض وہ دل جو معرفت الٰہیہ کا محل ہے وہ تو ایک ایسا گوہر ہے جو فرشتوں کے گوہر کی جنس قرار دیا جا سکتا ہے اور اس کی حقیقت کو پہچاننا مشکل ترین امر ہے۔ جب کہ اس کی تشریح وتوضیح کی اجازت بھی نہیں نیز آغاز میں دین کے راستے پر چلنے کے لئے اس معرفت کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس راہ پر چلنے کے لئے سب سے پہلی شرط مجاہدہ وریاضت ہے اور جب کوئی شخص قواعد وضوابط کے مطابق مجاہدہ وریاضت کو سرانجام دیتا ہے تو یہ معرفت اسے خود بخود حاصل ہو جاتی ہے بغیر کسی کے سنائے' بتائے حقیقتاً معرفت تو عنایات الٰہیہ میں سے ہے جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (سورہ العنکبوت ۲۱/۶۹) اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے (کنز الایمان) اور وہ لوگ جو ابھی مجاہدہ وریاضت کو ہی مکمل نہیں کر پائے ان کے سامنے حقیقت روح کا اظہار جائز نہیں تاہم مجاہدہ وریاضت سے پہلے دل کے لشکر کو جاننا از حد ضروری ہے کیونکہ بلا علم لشکر' جہاد ممکن نہیں ہے (یعنی جسے اپنے لشکر کی خبر نہیں وہ جہاد کیا کرے گا)

فصل:- مملکت دل

واضح ہو کہ جسم' دل کی مملکت ہے' اور اس سلطنت میں دل کے لشکر کے مختلف یونٹ ہیں۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ (سورۃ المدثر ۲۹/۳۱) اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (کنز الایمان)

marfat.com

دل کو تو آخرت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور اس کی ذمہ داری ہے کہ اخروی سعادت کا متلاشی رہے۔ اور اس کی یہی سعادت ہے کہ وہ معرفت الٰہی حاصل کرے اس لئے کہ صانع کی معرفت' مصنوعات سے پائی جاتی ہے اور تمام صفات الٰہیہ عالم حسیات سے وابستہ ہیں اور عجائب عالم کی معرفت حواس سے ہی تعلق رکھتی ہے اور حواس کا قیام جسم کا مرہونِ منت ہے معرفت دل کا شکار اور حواس اس کے لئے بمنزلہ جال ہیں۔ جسم' دل کی سواری ہے جو اس کے ساتھ ساتھ جال کو بھی اٹھائے پھرتی ہے۔ بناءً علیہ دل جسم کا حاجت مند ہے اور جسم پانی' حرارت رطوبت سے مرکب ہے۔ یہی اس کی کمزوری کا سبب ہے۔ باطنی طور پر بھوک اور پیاس اور ظاہری طور پر آگ اور پانی کی کمی بیشی کے باعث اسے ہر وقت اپنی ہلاکت کا خطرہ لاحق رہتا ہے نیز' دشمنوں کا فکر' درندوں اور جنوں سے خطرات اسے ہلاکت سے دوچار رکھتے ہیں اسی لئے اسے کھانے' پینے وغیرہ کی ضرورت پڑی اور اسی وجہ سے اسے دو لشکروں کی محتاجی کا سامنا کرنا پڑا' (۱) ظاہری لشکر جیسے' ہاتھ' پاؤں' دانت' منہ' معدہ وغیرہ۔ (۲) باطنی لشکر یعنی کھانے' پینے کی خواہش وطلب' یوں ہی بیرونی دشمنوں سے دفاع کرنے کے لئے دو مزید لشکر درکار ہیں جن میں ایک ظاہری وہ ہاتھ پاؤں اور اسلحہ وغیرہ ہیں۔ دوسرا باطنی لشکر جسے غیض وغضب اور خواہشات نفسانیہ سے موسوم کرتے ہیں لیکن بلا دیکھے کسی چیز کا طلب کرنا یا دشمن سے بچنا ممکن نہیں' اس لئے فکر وتدبر سوچ وبچار کی حاجت ہے ان میں کچھ ظاہری اور کچھ باطنی ہیں۔ ظاہری تو حواسِ خمسہ یعنی آنکھ' ناک' کان' چھونا' چکھنا ہیں اور حواس باطنی بھی پانچ ہی ہیں یعنی تخیل' تفکر' حفظ و یادداشت' تذکر اور توہم ان تمام کا مرکزی مقام دماغ ہے اور ہر وقت کسی خاص کام سے وابستہ ہے۔ ان میں سے کسی ایک میں کوئی خلل واقع ہو تو انسان کے تمام کاموں میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ دینی و دینوی تمام امور خرابی کی زد میں آ جاتے ہیں ظاہری و باطنی جملہ لشکر دل کے مطیع ہیں' اور دل ان تمام لشکر کا سپہ سالار اور بادشاہ ہے۔

جب زبان کو حکم دیتا ہے گفتگو کرنے لگتی ہے ہاتھ حکم پا کر پکڑنے کی طرف بڑھتا ہے پاؤں چلنے اور آنکھ دیکھنے لگتی ہے۔ قوت فکر دل کے اشارے سے سوچنے لگتی ہے۔ یوں ان تمام قوتوں کو دل کے زیر کنٹرول کر دیا گیا ہے۔ بناءً علیہ اس کی غلامی وخادمیت میں صابر شاکر' شاداں وفرحاں رہتے ہیں' تاکہ دل بخوشی ان کی حفاظت وصیانت کرتا رہے نیز وہ اپنا توشۂ حیات حاصل کرتا رہے' اپنا شکار پکڑے اور اپنی تجارت کو پایہ تکمیل تک پہنچائے اسی طرح اپنی سعادت و نیک بختی کا بیج بوئے' یہ تمام لشکر دل کی اسی طرح اطاعت فرمانبرداری میں لگے رہتے ہیں جیسے ملائکہ اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ کے مطیع فرمان ہیں کبھی خلاف ورزی کا ارتکاب نہیں کرتے بلکہ رضا ورغبت اور بصد ذوق وشوق اس کے حکم کو بجالاتے ہیں۔

فصل:- لشکر دل کی تفصیلی معرفت

لشکر دل کی تفصیلات کا پہچاننا بڑا مشکل کام ہے تاہم تمہاری معلومات کے لئے ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ لہٰذا تم یوں سمجھو کہ تمہارا جسم ایک شہر ہے' اور ہاتھ' پاؤں اور دیگر اعضائے بدن اس شہر کے دوکاندار ہیں اور خواہشات نفسانیہ کی حیثیت ٹیکس وصول کرنے والے افسروں کی سی ہے۔ غیض وغضب اور غصہ تھانیدار ہے۔ اور دل اس شہر کا سربراہ ہے۔ عقل سربراہ کی وزیر ہے۔ اور سربراہ کو ان تمام کی ضرورت ہے تاکہ نظام مملکت درست رہے لیکن خواہش نفس جو ٹیکس وصول کرنے والا افسر ہے وہ فراڈیا' حیلہ گر' عیار اور کذاب بے ہودہ گو اور حریص ہے۔ جو وزیر عقل کے احکام کی خلاف ورزی اس کا معمول ہے اور ہمہ وقت وہ اسی تصور میں مبتلا رہتا ہے کہ مال و

marfat.com

متاع مملکت کو ٹیکس کے بہانے ہضم کر لیا جائے اور غصہ جو تھانیدار ہے وہ شریر' سخت گر اور تیز طراز ہے جو ہر وقت مارنے' کاٹنے کے نشے میں مست رہتا ہے اسی طرح بادشاہ جس کا دارومدار تمام تر وزراء کے مشوروں پر رہتا ہے اور وہ دروغ گو' حریص اور لالچی قسم کے ٹیکس وصول کرنے والے افسروں کی گوشمالی کرتا رہتا ہے۔ وہ وزیر کی غلطی پر شکایت کرنے والوں کی بات تک نہیں سنتا بلکہ تھانیدار کو اس پر مسلط کر دیتا ہے تا کہ وہ بے ہودہ گوئی سے باز رکھے اور خود اسے بھی لعن طعن کرتے رہے رہتے تا کہ وہ بھی اپنی چادر میں رہے اور حد سے نہ گزرنے پائے' اس طرح وہ مملکت کے نظام کو درست رکھتے ہیں۔

یوں ہی بادشاہ (دل) عقل کے وزیر سے مشاورت کرتا ہے غضب و شہوت کو عقل کے تابع فرمان رکھے اور اسے ان پر غالب و مسلط کر دے تو بدن کی بادشاہی کا نظام صحیح و درست رہ سکتا ہے اس طرح راہ سعادت پر چل کر (منزل مقصود) بارگاہ الٰہی میں پہنچنا آسان ہو سکتا ہے اگر عقل کو خواہشات نفسانیہ اور غیض و غضب کا خادم بنا لے تو بدن کی بادشاہی تباہ و برباد ہو جاتی ہے اور پھر وہ بادشاہ بدنصیبی سے ہلاکت کے گھاٹ اتر جاتا ہے۔

فصل:- غصہ اور خواہشات نفسانیہ کی تخلیق کا راز؟

گزشتہ سطور میں جو کچھ بیان کیا گیا اس سے تو نے اتنا تو سمجھ لیا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے شہوت و غصہ و غضب کو کھانے پینے اور جسم کی محافظت کے لئے تخلیق فرمایا ہے! پس یہ ہر دو بدن کے خادم ہیں کھانا' پینا جسم کا چارہ ہے اور جسم کو حواس ظاہری و باطنی کا قلی بنایا اور حواس عقل کی جاسوسی کے لئے پیدا ہوئے' تا کہ اس کی گرفت کے لئے جال ثابت ہوں' اور عجائب صنعتِ خداوندی کو دیکھ سکیں۔ لہٰذا حواس عقل کے خادم و معاون ہیں اور عقل برائے دل' تا کہ اس کے لئے شمع و چراغ بنے رہیں۔ اور اس کے نور سے تجلیات جمال الٰہی کا نظارہ کر سکے یہی نظارہ اس کے لئے بجائے جنت ہے پس عقل دل کی خدمت گار ہے اور دل دیدار جمال خداوندی کے لئے تخلیق ہوا ہے پس جب دل نظارۂ جمال الٰہی میں مست ہوتا ہے تو اسے بارگاہ الٰہی کے بندہ و خادم بننے کا شرف نصیب ہو جاتا ہے جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ (سورۃ الذریت ۵۶/۲۷) اور میں نے جن اور آدمی اپنے ہی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔ (کنز الایمان) تو اس کا یہی مفہوم و مطلب ہے۔ پس دل کو تخلیق فرما اور یہ مملکت و لشکر سبھی اس کے سپرد کر دیئے تن کی اسے سواری مرحمت فرمائی تا کہ عالم خاک سے اعلیٰ علیین کی طرف سفر اختیار کرے

اگر وہ چاہتا ہے کہ اس نعمت کے حقوق اور بندہ ہونے کا حق ادا کرے تو اسے چاہیے کہ بادشاہ کی طرح ایوان سلطنت میں بیٹھے۔ اور بارگاہ الٰہی کی حاضری کو اپنا قبلۂ مقصود بنا لے۔ عالم آخرت کو اپنا وطن اور مسکن قرار دے۔ اور عالم دنیا کو محض وقتی ٹھکانہ' بدن کو سواری' ہاتھ' پاؤں اور دیگر اعضاء خدمتگار' عقل کو وزیر' خواہشات نفسانیہ کو مال و متاع کا پاسبان' غصہ کو تھانیدار' اور حواس ظاہری و باطنی کو جاسوس تصور کرتے ہوئے ہر ایک کو کسی نہ کسی کام میں مصروف رکھے کہ فلاں مقام کی خبریں لاؤ' اور فلاں فلاں کے احوال کا پتہ چلاؤ۔ تا کہ ہر ایک دوسرے کی خبروں سے باخبر رکھے۔ اور قوت فکر جو دماغ کے سامنے کے حصہ میں ہے اسے ان تمام کا افسر بنائے تا کہ تمام جاسوسی ایجنٹ اپنی اپنی معلومات کو یہاں ذخیرہ کریں۔ اور قوت حافظہ جو دماغ ہی میں پچھلی جانب ہوتی ہے۔ خبروں کا محافظ مقرر کرے۔ تا کہ جو جو معلومات اس کو جاسوسی ایجنٹوں نے بہم پہنچائی ہیں۔ انہیں بحفاظت رکھے تا کہ بوقت ضرور انہیں وزیر عقل کی خدمت میں پیش کیا

marfat.com

جا سکے اور وزیر اپنی جمع شدہ تمام خبروں کو مدنظر رکھتے ہوئے امور مملکت کی انجام دہی کے لئے مناسب تدابیر اختیار کرے اور صدر مملکت کے اندرونی و بیرونی دوروں کے لئے عمدہ تدابیر پر عمل پیرا ہو سکے۔

جب اسے لشکر میں کوئی بغاوت کرتا نظر آئے یعنی شہوت وغصہ وغیرہ اور سلطان کی مخالفت و دشمنی پر آمادہ ہو اور اس کی نافرمانی پر مستعد فوری طور پر اسے چاہیے کہ اس کی مناسب تدبیر سے گوشمالی کرے۔ تاکہ باغی اصلاح کی طرف گامزن ہو سکے۔ لیکن اسے بالکل ختم کرنے کا ارادہ نہ کرے۔ کیونکہ ان کارندوں کے بغیر تو کاروبار مملکت کسی طرح درست طریقہ سے چل ہی نہیں سکتا۔ بلکہ وزیر عقل ایسی تدابیر اختیار کرے کہ وہ فرمانبرداری پر آمادہ ہوتا کہ جس سفر پر وہ گامزن ہے اس میں وہ اچھا رفیق سفر ثابت ہو نہ کہ وہ دشمن کا کردار ادا کرنے پر مجبور ہو اگر اس فارمولے پر عمل پیرا ہو گا تو سعادت مندی و فیروز بختی اس کے قدم چومے گی یوں وہ حق نعمت ادا کرنے والا ثابت ہو گا اور پھر وقت آنے پر اسے خدمت کی انجام دہی کے صلہ میں انعام و اکرام سے نوازا جائے گا اگر بالفرض وہ خلاف ورزی کا مرتکب ہو اور وہ مخالفین کی موافقت میں قدم بقدم چلنے لگے تو وہ کفران نعمت کے باعث ناشکرا کہلائے گا پھر بداعمالی کی وجہ سے اسے لازماً سزا ملے گی۔

فصل:- لشکر دل کی نشانیاں

واضح ہو کہ انسان کے باطنی نظام کو مربوط اور درست رکھنے کے لئے ایک لشکر موجود ہے جس کا تعلق دل سے ہے۔ ان میں سے ہر ایک خاص عادت وصفت سے موصوف ہے اور ان میں بعض عمدہ اخلاق اور بعض بری عادتیں ہیں۔ برے اخلاق اس کی تباہی اور اچھے خصائل اس کی سعادت و فیروز بختی کا سبب ہیں ان شمائل و خصائل کی تعداد بہت زیادہ ہے تاہم یہاں چار قسموں کو پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) اخلاق بہائم (حیوانی چوپاؤں کے اوصاف) (۲) اخلاق سباع (درندوں کی عادات)

(۳) اخلاق شیاطین (بدمعاشوں اور ظالموں کے افعال)

(۴) اخلاق ملائکہ (فرشتوں کے اخلاق و اوصاف)

یہ بتمامہ انسان کے اندر پائے جاتے ہیں جب انسان خواہشات نفسانیہ پر عمل پیرا ہوتا ہے تو اس سے چوپاؤں، حیوانات اور جانوروں ایسے اوصاف کا ظہور ہوتا ہے یعنی کھانا، پینا اور مباشرت کی طرف رجوع کرنا وغیرہ اور جب اس کے غیض وغضب کے اظہار ہوتا ہے تو کتے، شیر اور بھیڑیئے جیسی عادات کا مظہر بن جاتا ہے یعنی گالی گلوچ، مار پیٹ، لڑائی، جھگڑا، قتل و غارت گری ڈاکہ، چوری وغیرہ خواہ میں زبان سے ہو یا ہاتھ سے (غلط شہادت اور غلط فیصلے نیز غلیظ قسم کی تحریریں بھی اسی قسم میں شامل ہیں)

چونکہ آدمی میں فراڈ بازی، مکاری وعیاری، فتنہ انگیزی کے جراثیم بھی پائے جاتے ہیں جب ایسے اوصاف کا مظاہرہ کرتا ہے تو اس وقت وہ شیاطین کے زمرہ میں شمار ہوتا ہے۔

یوں ہی اسے عقل سلیم کے جوہر سے بھی مرصع کیا گیا ہے۔ جب عمدہ اور صائب ترین شمائل و خصائل پر کاربند ہوتا ہے تو فرشتوں کا مظہر بن جاتا ہے مثلاً علم سے محبت، اصلاح عوام اور امن وامان سے رغبت، برائی سے نفرت، لوگوں سے الفت، افعال قبیحہ اور اعمال رذیلہ سے اپنے آپ اور دوسروں کو بچانے کی تڑپ، معرفت خداوندی کے حصول کی کاوش، جہالت و بے حیائی سے عیوب سے بچنا، حق گوئی کی

marfat.com

تبلیغ' وغیرہ ایسے اوصاف جمیلہ' خصائل حمیدیہ کے باعث انسان' فرشتہ کہلاتا ہے۔

گویا کہ اس تفصیل سے نتیجہ یہ اخذ ہوا کہ انسانی شرست کا خمیر چار اجزاء سے مرکب ہے یعنی کتے' خنزیر' شیطان اور فرشتہ خصلت سے۔

وضاحت اسباب بد و خیر

کتے کی جب برا اور ناپسند سمجھ کر مذمت کی جاتی ہے تو اس وجہ سے نہیں کہ اس کی صورت ہاتھ' پاؤں یا اس کی کھال وغیرہ بری ہے۔ بلکہ اس کی ان بری حرکات وسکنات کے باعث مذمت کی جاتی ہے جو اس کے اندر موجود ہیں۔ اور کتے کی وہی عادتیں جب آدمی سے ظاہر ہونے لگیں جو آدمی کے اندر پائی جاتی ہیں تو لوگ پکارنے لگتے ہیں یہ کوئی آدمی ہے یہ تو کتا ہے!! (حالانکہ بظاہر اس کی شکل و صورت اور کھال ہاتھ پاؤں وغیرہ میں مشرق ومغرب کا فرق ہے) (تابش قصوری)

☆ اسی طرح خنزیر کو بھی محض شکل وصورت کے باعث مکروہ مذموم نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے غلیظ ونجس' پلید اور بری چیزوں پر حریص پایا جاتا ہے اسی بنا پر وہ ذلیل وخوار اور اسے خبیث کہا گیا ہے۔ بناءعلیہ آدمی سے جب ایسی ہی عادات دیکھنے میں آتی ہیں تو اسے کتا یا خنزیر ایسے القاب سے پکارا جاتا ہے یوں ہی اگر آدمی اچھی عادات کے باعث فرشتہ خصلت اور بری صفتوں کے سبب شیطان صفت مشہور ہو جاتا ہے۔

☆ اس کے برعکس انسان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس نور عقل سے کام لیتے ہوئے فرشتوں کے انوار وآثار سے مدد حاصل کرے شیاطین کی مکاری وعیاری کو سمجھتے ہوئے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ بصورت دیگر وہ شیطان کی طرح راندہ درگاہ ٹھہرائے گا اور اس کا مقدر ذلت وخواری کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

☆ سید عالم نبی مکرم رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہر آدمی کے لئے ایک شیطان ہے اور میں اپنے شیطان پر غالب ہوں! وہ میرے سامنے عاجز ہے مجھے کسی بھی لمحہ شر پر آمادہ نہیں کر سکتا!!

☆ نیز انسان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے خنزیر حرص اور کلب غضب وشہوت کو اپنی عقل وفراست سے مطیع رکھے۔ تاکہ اس کے حکم کے بغیر کوئی حرکت نہ کر سکے ان کا چلنا' پھرنا' اٹھنا' بیٹھنا اس کے زیر فرمان ہو۔ ایسا ہوگا تو ان سے عمدہ اخلاق وعادات اور بہترین اوصاف کا ظہور ہوگا اور پھر انسان کے لئے یہی تخم سعادت ثابت ہوں گے۔ اور اگر ان اوصاف وخصائل کے برعکس عادت کا ظہور ہوگا اور از خود ان کی غلامی کو اپنائے گا تو یہی اس کے لئے تخم شقاوت بن جائیں گے۔

☆ ایسی کیفیت میں اگر وہ اپنے آپ کو خواب یا بیداری میں پائے تو اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کتے' خنزیر یا شیطان کے سامنے غلاموں کی طرح ہاتھ باندھے کھڑا ہو اور یہ بات تو واضح ہے کہ کوئی شخص کسی مسلمان کو کافر کی گرفت میں دے دے تو کافر اس مسلمان کا کیا حال کرے گا قطعاً پوشیدہ نہیں؟ اسی طرح اگر کسی فرشتے کو کافر کے سپرد کر دے تو اس کی کتنی بدتر حالت ہوگی؟

☆ بہت زیادہ لوگ ایسے ہیں اگر وہ عدل وانصاف سے اپنا احتساب کریں تو انہیں اچھی طرح پتہ چل جائے گا کہ وہ تو شب وروز خواہشات نفسانیہ کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ صحیح بات تو یہی ہے کہ وہ بظاہر اس وقت آدمی دکھائی دیتے ہیں لیکن حقیقتاً وہ آدمیت سے کوسوں دور نکل چکے ہوتے ہیں اور وہ وقت دور نہیں کل قیامت کے دن ان پر حقیقت آشکار ہو جائے گی جہاں ظاہراً انہیں

marfat.com

باطنی شکل میں اٹھایا جائے گا۔ یعنی جو دار دنیا میں حرص و آز اور خواہشات نفسانیہ پر کاربند رہا اسے قیامت کے دن اپنی شکل و صورت خنزیری محسوس ہوگی اور وہ شخص جس پر اس کا غیض و غضب اور غصہ غالب رہا وہ بصورت کتا یا بھیڑیا دکھائی دے گا بناءً علیہ کہا گیا ہے جو شخص خواب میں بھیڑیئے کو دیکھتا ہے اس کی تعبیر بیان کرنے والے فرماتے ہیں اس کا سامنا ظالم شخص سے ہوگا یعنی وہ آخر کار از خود اسی مشکل کو محسوس کرتا ہوگا۔ کیونکہ نیند حقیقتاً موت ہی کی تمہید ہے اس لئے کہ خواب کے باعث انسان کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے اور باطنی صورت پر منکشف ہو جاتی ہے گویا کہ ہر خواب دیکھنے والے کو وہاں ایسی ہی صورت دکھائی دیتی جیسی اس کی باطنی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ ایک بہت بڑا راز ہے جس کی تشریح کے لئے اتنی بڑی کتاب بھی ناکافی ہے!

فصل:- معرفت اوصاف اخلاق؟

جب آپ پر واضح ہو گیا کہ باطن میں چار قوتیں کارفرما ہیں' تو پھر تم از خود ہی اندازہ لگاؤ کہ تم کسی قوت کے اطاعت گزار ہو۔ اور پھر اس حقیقت کو خوب پہچان لو' کہ تمہاری ہر حرکت سے جو چیز ظہور پذیر ہوتی ہے اس سے ایک صفت تمہارے دل میں جگہ پکڑتی ہے۔ جو تمہارے دل پر قابض ہو جاتی ہے اور تمہاری معیت میں اس جہاں تک آتی ہے اور ایسے اوصاف کے اجتماع کو اخلاق کہتے ہیں اور باطن کے جملہ اخلاق انہی افسروں کے پیدا کردہ ہیں۔ یعنی خنزیر شہوت کا مطیع ہے تو اے انسان تیرے باطن سے پلیدی' بے حیائی' خوشامد و خودنمائی' کمینگی' دشمنی جیسی بری عادات ظاہر ہوں گی۔

اور اگر تو نے شہوت کو اسیر کر لیا تو قناعت' خوداری' شرم و حیا' غیرت و عزت' زہد و پارسائی' حرص و آز سے بے رغبتی جیسی عمدہ صفات تیرے اندر پیدا ہوں گی' اگر تو غیض و غضب' کے کتے کا فرمانبردار بن گیا تو بیباکی' ناپاکی' تکبر و رعونت' خودستائی' حقارت سے لوگوں کو ذلیل و خوار تصور کرنا۔ لڑائی جھگڑے ایسی قبیح و مذموم عادات نمایاں ہوں گی۔

ہاں اگر تو نے نفس کے اس کتے کو پٹہ ڈال کر قابو کر لیا تو صبر' تحمل' حلم' بردباری' عفو و درگزر' اولعزمی' ثابت قدمی' شجاعت بہادری' جرات و دلیری' شرافت و کرم نوازی ایسے عمدہ خصائل و شمائل پیدا ہوں گے۔

اور اگر تو دل کے شیطان کا مطیع ہے جو اس کتے اور خنزیر کو اپنی سرحد سے پار کرنے جانے کی رغبت دلاتا ہے اور اس بات پر دلیر کرتا ہے اور اس کتے اور خنزیر کی حوصلہ افزائی کرتا ہے' انہیں مکر و فریب کی راہ دکھاتا ہے تو اے انسان پھر تیرے اندر خیانت و بددیانتی' ملمیات سے گریز' خبث باطنی مکاری و حیلہ گری' دھوکہ دہی ایسی بری عادات ظہور پذیر ہوں گی۔

ہاں اگر تو ایسے شیطان کو مغلوب کر لے۔ اس کی مکاری و حیلہ گری کو محبوب نہ سمجھے اور عقل کی فوجوں کو ان پر فتح مند ہونے دو' تو پھر تو عقل و فراست ذہانت و ذکاوت' حقیت و معرفت' علم و حکمت' اصلاح احوال' حسن اخلاق' عظمت و بزرگی اور عمدہ سوچ و بچار جیسی اعلیٰ صفات کا حامل قرار پائے گا اور جب یہ تمام اوصاف حمیدہ یہ اخلاق جمیلہ تیرے ساتھ ساتھ رہیں گے تو ہر قسم کے صالح امور ہی سے تیرا علاقہ رہے گا اور ثمرات سعادت کے دامن مراد کو بھر دیں گے۔

وہ افعال جن سے اخلاق بد ظاہر ہوں انہیں معصیت کہتے ہیں اور جن اعمال و افعال سے اخلاق خیر ظاہر ہوں۔ انہیں اطاعت کہتے ہیں اور آدمی کی حرکات و سکنات ان دو حالتوں (گناہ و ثواب) سے کبھی خالی نہیں رہتیں۔ ان میں سے کسی ایک امر کا ظہور

marfat.com

باقاعدگی سے ہوتا رہتا ہے۔

دل کی مثال تو ایک صاف' شفاف' منور و روشن آئینے کی ہے اور جب کہ برے اخلاق' دھویں' گرد و غبار یا اندھیرے کی مثال رکھتے ہیں جب یہ آئینہ پر پڑتے ہیں تو اپنی طرح اسے بھی تاریک بنا لیتے ہیں۔ تاکہ وہ انوار جمال الٰہی سے مستفیض نہ ہو سکے اور ہمیشہ ہمیشہ پس پردہ رہے۔

پسندیدہ و عمدہ اخلاق نور کی مثال رکھتے ہیں جب آئینہ دل پر ان کا عکس پڑتا ہے تو اسے گناہ و معصیت سے منزہ و پاک کر کے نور علیٰ نور بنا دیتے ہیں چنانچہ سید عالم نور مجسم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اتبع السیئۃ الحسنۃ تمحھا برائی کے بعد فوری طور پر نیکی کرو کیونکہ نیکی برائی کو مٹا دیتی ہے (یعنی اے انسان جب تجھ سے کبھی کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ کرنے میں دیر نہ کر کیونکہ توبہ گناہ کو مٹا دیتی ہے)

صحرائے قیامت میں ہر دل روشن ہوگا یا تاریک اور وہی خوش نصیب مستحق شفاعت ہوگا جس کا دل روشن و منور ہو گیا فلا ینجو الا من اتی اللہ بقلب سلیم کوئی شخص نجات نہیں پائے گا۔ ہاں البتہ وہی مستحق شفاعت ہوگا جس کا دل گناہوں سے محفوظ رہا ہوگا۔

بوقت تخلیق انسان کا دل فولاد کی مثل تھا اور بعدہ اسے آئینہ کی طرح روشن بنا دیا گیا۔ اب انسان کو چاہیے کہ تمام عالم کو دیکھنے کے لئے اسے ہمیشہ ایسے شفاف صاف اور پاکیزہ رکھے کہ اس پر ہرگز ہرگز گرد و غبار اور گناہوں کی خاک نہ پڑنے دے۔ ایسی حفاظت نگہداشت کرے کہ اس پر معصیت کا زنگ تک نہ لگنے پائے ورنہ یہ اتنی تیزی سے زنگ پکڑتا ہے کہ پھر اسے آئینہ نہیں بنا سکتے ارشاد خداوندی ہے۔ کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ مَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ (سورہ المطففین ۱۴/۳۰) کوئی نہیں' بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کمائیوں نے (کنز الایمان) ان معاصی اور گناہوں نے جو وہ کرتے ہیں یعنی اپنے اعمال بد کی شامت سے ان کے دل زنگ خوردہ اور سیاہ ہوئے حدیث شریف میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک نقطہ سیاہ پیدا ہوتا ہے۔ جب اس گناہ سے باز آتا ہے اور توبہ و استغفار کرتا ہے تو دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر پھر گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھتا ہے یہاں تک کہ تمام قلب سیاہ ہو جاتا ہے اور یہی رتن یعنی وہ زنگ ہے جس کا آیت میں ذکر ہوا (ترمذی) خزائن العرفان مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمتہ) (تابش قصوری)

فصل:- انسان کیسے فرشتوں سے افضل ہے؟

جب تم یہ تسلیم کرتے ہو کہ آدمی کے اندر حیوانوں' درندوں' چوپاؤں' شیاطین اور فرشتوں کی عادات و خصائل موجود ہیں تو پھر یہ کیسے پتہ چلایا جا سکتا ہے کہ اس کا گوہر حقیقی ملکوتی ہے؟ اور باقی جملہ اوصاف عارضی و وقتی ہیں۔ نیز پھر یہ کیسے معلوم کر سکتے ہیں کہ حقیقتاً اسے ملکوتی اخلاق کی تکمیل کے لئے پیدا کیا گیا ہے؟ لہٰذا وہ صرف اسی ایک وصف کے حصول کے لئے وقف رہے اور باقی کو پس پشت ڈال دے؟ (سوال معقول ہے) (تاہم اس کا جواب بھی سنئے) کہ انسان کو چار پایوں' درندوں اور شیاطین سے اشرف و اکمل بنایا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو جو کمال مرحمت فرمایا ہے وہ اسی کے کمال کا اعلیٰ درجہ ہے۔ اور اس کی تخلیق محض اس کے لئے ہی ہے۔ مثلاً گھوڑا' گدھے سے زیادہ قابل عزت و شرف ہے۔ اس لئے کہ گدھے کو محض بوجھ اٹھانے کے لئے جب کہ گھوڑے کو جنگ و جہاد اور

marfat.com

تفریح کے لئے پیدا فرمایا گیا ہے تا کہ سوار جیسے چاہے اسے کنٹرول میں رکھے حالانکہ وہ گدھے کی طرف بوجھ اٹھانے کی طاقت بھی رکھتا ہے لیکن اسے گدھے پر شرف وکمال زائد میسر ہے۔ بناءً علیہ اگر وہ اپنے شرف وکمال سے کمتر ہو تو اسے زیر بار لایا جائے گا اور اس کے سپرد گدھے کا ہی کام ہوگا اور ایسی صورت میں اس کی ہلاکت وخرابی کا سامان پیدا ہوگا۔

بعینہٖ اسی طرح بعض خرد ماغ لوگ یہ تصور کرتے ہیں کہ آدمی کو تو محض کھانے پینے' سونے اور مباشرت کے لئے ہی تخلیق کیا گیا ہے لہٰذا اسے یہی امور زندگی بھر سرانجام دینے چاہیے۔ لیکن بعض عرب اور ترک یہ خیال فاسد رکھتے ہیں کہ انسان کو تو صرف جنگ وجدل فاتح وغالب اور دوسروں پر تسلط قائم کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے حالانکہ یہ دونوں انتہائی غلط راہ پر گامزن ہیں۔ اس لئے کہ کھانے اور مباشرت کا تعلق تو صرف خواہش نفسانیہ کی تکمیل کے لئے ہے اور ایسی صفتیں تو بدرجہ اتم جانوروں میں بھی پائی جاتی ہیں بلکہ جہاں تک کھانے پینے کی بات ہے تو آدمی سے زیادہ تو اونٹ وغیرہ کئی چار پائے زیادہ کھاتے پیتے ہیں اور اگر خواہشات نفسانیہ کی بات ہے تو درندوں میں آدمی سے زیادہ اس فعل کی خواہش پائی جاتی ہے پھر ایسے اوصاف کی موجودگی میں انسان کو ان سے برتر اور شریف کیسے گردانا جائے گا؟ اور یہی حال غلبہ' تسلط' جنگ وجدل اور ظلم کا ہے۔ کہ درندوں میں یہ باتیں آدمی سے بھی زیادہ بدرجۂ کمال موجود ہیں۔

وسیلہ' شرافت انسانی؟

(مذکورہ بالا تفصیل امور سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے) کہ انسان کو صاحب عزوشرف کہنے کا سبب یہ ہے کہ اسے ان تمام اقسام تخلیق پر ایک صفت زائد عطا کی گئی ہے جو اس کا بنیادی کمال ہے اور وہ ہے عقل' جس کے وسیلہ سے اسے معرفت الٰہیہ حاصل ہو سکتی ہے خداوند عالم کے تمام صنائع وبدائع کو بخوبی سمجھ سکتا ہے اور اس پر طرہ یہ کہ وہ اسی عقل سلیم کو بروئے عمل لا کر خواہشات نفسانیہ اور قہر غیض وغضب پر غالب آ سکتا ہے اور ایسی ہی صفت سے فرشتے موصوف ہیں۔ اور اسی وصف عقل کے باعث وہ جانوروں' درندوں ہر پر غالب ہو جاتا ہے اور سبھی اس کے سامنے مسخر نظر آتے ہیں۔ پھر روئے زمین کی ہر چیز اس کے زیر فرمان ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ (سورۃ الجاثیہ ۱۳/۲۵) اور تمہارے لئے کام میں لائے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں اپنے حکم سے (کنز الایمان)

پس حقیقت آدمی وہی ہے کہ اپنے شرف وکمال کی حفاظت کرے اور دیگر اوصاف وقتی وعاریتہ ہیں۔ جو انسانی کمال کے لئے ہی تخلیق ہیں۔ اور سبھی اس کی خدمت وپاسبانی وچاکری کے لئے بنائی گئی ہیں۔ یہی سبب ہے کہ جب وہ مرتا ہے تو نہ غصہ باقی رہتا ہے اور نہ خواہشات نفس ہاں البتہ ایک جوہر خاص جو فرشتوں کے اوصاف سے مرصع ومزین اور معرفت الٰہیہ سے آراستہ ہوتا ہے وہی اس کا رفیق راہ رہتا ہے جو اسے اعلیٰ علیین کے مقام تک پہنچاتا ہے۔ پھر اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بارگاہ حق کی حضوری کا شرف نصیب ہو جاتا ہے۔ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ (سورۃ القمر ۵۵/۵۴) سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور۔ (کنز الایمان)

یا پھر انسان تاریکی اور اندھیرے میں پھنسا رہتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ گناہوں کے باعث اس کا دل زنگ آلود ہو چکا ہوتا ہے۔ اور یہی اس کی ذلت وخواری کی وجہ ہے کہ وہ غیض وغضب میں اپنا آرام وسکون محسوس کرتا ہے پھر بھی اس کی خواہشات نفس جتنی بھی ہوتی ہیں وہ اسی دار فانی سے چپک کر رہ جاتی ہیں اور اس کی توجہ عالم برزخ کی طرف ہوتی ہے بناءً علیہ اس کا سر نیچے ہی نہیں ہوا

marfat.com

جاتا ہے وَلَوْ تَرٰی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاکِسُوْا رُؤُسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ (سورہ السجدہ:۱۲) اور کہیں تم دیکھو جب مجرم اپنے رب کے پاس سر نیچے ڈالے ہوں گے (کنز الایمان) اپنے افعال و کردار سے شرمندہ و نادم ہو کر عرض کرتے ہوں گے (خزائن العرفان)

اور جو لوگ ایسے ہوں گے ان کا ٹھکانہ سجین ہے جہاں شیاطین محبوس ہوں گے کلمہ سجین کے معانی پر ہر ایک مطلع نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا اَدْرٰکَ مَا سِجِّیْنٌ" (سورہ المطففین ۸/۳۰) اور تو کیا جانے سجین کیسی ہے (سجین ساتوں زمین کے اسفل میں ایک مقام ہے جو ابلیس اور اس کے لشکروں کا محل ہے (خزائن العرفان)

فصل:- عجائبِ جہانِ دل

☆ عجائب جہان دل کی کوئی انتہا نہیں' اور یہی اس کا شرف ہے کہ کائنات کی ہر چیز سے عجیب تر ہے۔ لیکن زیادہ تر مخلوق اس سے غافل ہے۔ دل کا شرف و مرتبہ دو وجہ سے ہے (۱) از روئے علم (۲) اور از روئے قدرت' بہر حال جو شرف از روئے علم ہے اس کے دو سبب ہیں ایک یہ ہے کہ اسے تمام خلقت معلوم کر سکتی ہے اور دوسرا سبب نہایت پوشیدہ و عمدہ تر ہے نیز اس کا جاننا ہر کسی کے بس کی بات نہیں' اور یہی عزیز ترین ہے۔

☆ بہر حال جو ظاہری علم سے موسوم ہے۔ اس سے جملہ علوم کے حصول اور تمام صنائع و بدائع کی کیفیت کی معرفت حاصل ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ دل کی تمام صنعتوں کو سمجھ لیتا ہے اور جو کتابوں میں مرقوم ہے انہیں پڑھنا اور سمجھنا جانتا ہے۔ جیسے علم ریاضی ہندسہ' طب' نجوم اور علم شرعیہ وغیرہ۔ (اور لطف کی بات یہ ہے کہ) وہ اکیلا ہونے کے باوجود حصے بخرے نہیں ہو سکتا لیکن پھر بھی دل میں سبھی علوم سما جاتے ہیں بلکہ تمام کائنات اس میں ایسی سما چکی ہے کہ لحظہ بھر کے تدبر و تفکر اور تخیل کے باعث وہ بلندیوں کی تمام سرحدوں کو عبور کر لیتا ہے اور مشرق و مغرب کو آن واحد میں طے کر لیتا ہے۔ حالانکہ وہ اسی عالم خاک و باد میں مقیم ہے۔ وہ ملکوت کی سیر و سیاحت کرتا ہے اور ستاروں کی مقدار کو پہچانتا ہے اور جانتا ہے کہ فلاں ستارہ اتنی دوری و مسافت پر ہے۔ بلکہ تمام دنیا اسی لب میں ایسے سمائی ہوئی ہے جیسے قطرہ آب۔ اور یہ ایسے ایسے ڈھنگ' طریقے اور سلیقے کو بروئے کار لاتا ہے کہ مچھلی کو دریا کی گہرائی اور پرندوں کو فضائے بسیط کی بلندیوں سے نیچے لے آتا ہے اور بڑے بڑے جسیم و لحیم جانوروں کو جو طاقت و قوت میں اس سے کئی گنا زائد ہوتے ہیں انہیں اپنا مطیع بنا لیتا ہے مثلاً اونٹ' ہاتھی' گھوڑے وغیرہ اور چار دانگ عالم میں جتنے بھی علوم و فنون ظہور پذیر ہیں سبھی اس کے پیشے ہیں۔ اور وہ جملہ علوم و فنون' حواسِ خمسہ کے باعث حاصل کرتا ہے۔ اور اس میں قطعاً شک نہیں کہ حواسِ خمسہ کا تعلق بھی حقیقتاً دل ہی سے ہے اور یہ بھی عجائب میں سے ہے کہ جیسے دل کے اندر سے عالم محسوسات کے پانچ دروازے کھولے گئے ہیں جسے عرف عام میں عالم مادی یا جسمانی کہتے ہیں اسی طرح عالم آسمانی کی طرف بھی اتنے ہی دروازے کھولے گئے ہیں جسے (اصطلاح طریقت میں) عالم روحانی سے موسوم کرتے ہیں۔

زیادہ تر لوگ عالم جسمانی کو سمجھتے اور جانتے ہیں۔ حالانکہ عالم جسمانی نہایت مختصر سا ہے بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ نیز حصول علم کا سوائے حواسِ خمسہ کے اور کوئی راستہ ہی نہیں۔ جب کہ حواس کا دائرہ کار بھی بہت محدود ہے اور یہی باتیں اس امر کی دلیل ہیں کہ دل کے اندر کوئی راستہ موجود ہے جس کی وجہ سے انسانی علوم و فنون وسیع تر ہو جاتے ہیں۔

marfat.com

لہٰذا اندرونی راستہ سے جو علوم وفنون حاصل ہوتے ہیں ان کا موجب دو چیزیں ہیں۔ ایک خواب جس کی آمد پر حواسِ خمسہ کا
تہ مسدود ہو جاتا ہے اور باطنی راستہ کھل جاتا ہے اور ملاء اعلیٰ نیز لوح محفوظ کی غیبی باتوں کا ظہور شروع ہو جاتا ہے مستقبل میں پیش
نے والے واقعات واحوال کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ یا پھر کم از کم ان کی نوعیت سے آگاہی حاصل کر لیتا ہے۔ بصورت دیگر مثالی طور پر بھی
اشارے پالیتا ہے۔ جس کے لئے پھر تعبیر کی ضرورت پڑتی ہے تاہم اس خواب سے ایک بات خوب ظاہر ہو رہی ہے کہ بیداری
عالم میں معرفت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ عالم بیداری میں غیبی اشیاء کو نہیں دیکھ پاتے' انہیں صرف خواب ہی میں دیکھا جا
ہے (اگر خواب دیکھے تو) اور وہ بھی حواس کے ذریعہ سے نہیں' اور خواب کی حقیقت کو اس کتاب میں تفصیلی طور پر بیان کرنا کارے
تاہم اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ دل کو مثل آئینہ ہے اور لوح محفوظ بھی مثل آئینہ سمجھئے۔ کہ جملہ موجودات کا عکس اس میں موجود ہے جیسے
آئینے کے لئے متعدد آئینے کریں تو اس کا عکس ہر ایک آئینہ میں نمودار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آئینہ دل جتنا صاف ہوگا آئینہ لوح
ظ میں موجود صورتیں اتنی ہی شفاف دکھائی دیں گی اور پھر یہ آئینہ دل' آئینہ لوح محفوظ سے ایک نسبت پیدا کر لیتا ہے تاہم جب تک
سی سے متعلق رہتا ہے اس وقت تک عالم ملکوت کی بہ نسبت حجاب میں پڑا رہتا ہے۔ اس کے برعکس خواب میں حواسِ خمسہ سے بے
ہ ہوتا ہے۔ بناءً علیہ اس کا گوہر ملکوتی جو اس کے باطن میں ہوتا ہے۔ وہ نمودار ہونے لگتا ہے گو حواسِ خمسہ عالم خواب میں الگ
رہتے ہیں۔ مگر خیالات بہر حال اپنی جگہ برابر موجود ہوتے ہیں چنانچہ عالم خواب میں وہ جو کچھ دیکھتا ہے اسے خیالی دنیا سے ہی
قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس لئے وہ اشیاء واقعتہً اس کے سامنے نہیں ہوتیں اس لئے خطاء سے مبرا نہیں کہا جا سکتا البتہ مرنے کے بعد
ب کو بقا اور نہ حواسِ خمسہ کو۔ اس وقت اس کے مشاہدات بے خیال ہوتے ہیں۔ آئینہ دل شفاف ہوتا ہے اس وقت اسے پکارا جاتا
"کَشَفْنَا عَنْکَ غِطَآءَکَ فَبَصَرُکَ الْیَوْمَ حَدِیْد" (سورہ ق ۲۲/۲۶) اور ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھایا' تو آج تیری نگاہ
ہے (کہ تو ان چیزوں کو دیکھ رہا ہے جن کا دنیا میں انکار کرتا تھا) (خزائن العرفان)

جواباً عرض گزار ہوتا ہے رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ (سورہ السجدہ ۱۲/۲۱) اے ہمارے رب
م نے دیکھا اور سنا ہمیں پھر بھیج کہ نیک کام کریں ہم کو یقین آ گیا (اور اب ہم ایمان لے آئے لیکن اس وقت کا ایمان لانا انہیں
ام نہ دے گا) عالم ملکوت کے لئے دروازہ دل کھلنے کی ایک اور دلیل بھی ہے کہ کوئی بھی انسان ایسا نہیں جس کے دل میں فہم و
ت سے مزین عمدہ خیالات الہام کے واسطہ سے پیدا نہ ہوتے ہوں اور وہ حواس کے ذریعہ نہیں بلکہ دل ہی میں جنم لیتے ہیں اور خود
ی کو بھی پتہ نہیں چلتا یہ کہاں سے وارد ہوئے۔ تاہم اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ یہ علوم وفنون محض محسوسات سے تعلق نہیں رکھتے' یہی وجہ
وہ یقین کر سکتا ہے کہ واردات علمیہ عالم محسوسات سے ماوریٰ عالم ملکوت سے تعلق رکھتے ہیں اور حواسِ خمسہ جو عالم دنیا میں اسے
ت کئے گئے ہیں وہ تو محض حجاب ہیں۔ لہٰذا جب تک وہ حجابات عالم سے باہر نہیں نکلے گا عالم ملکوت کی طرف راہ نہیں پا سکے گا!!

ب:- بیداری دل اور ماسوا سے بے خبر

قارئین کرام! یہ تصور بھی نہ کریں کہ دل کے دروازے عالم روحانیت کی طرف سونے یا مرنے کے بغیر کھل ہی نہیں سکے۔ نہیں
یسی کوئی بات نہیں' اگر کوئی خوش نصیب مجاہدہ وریاضت سے کام لے کر خواہشات نفسانیہ اور مخلوق خدا سے دشمنی کرنے اور بری

marfat.com

عادات سے باز آ جائے اور خلوت نشینی اختیار کر کے ذکر خدا میں محو رہے ایسے کہ غیر کی طرف نہ آنکھ اٹھے اور نہ ہی حواسِ خمسہ کو کام میں لائے اور دل کو عالم روحانیت سے ایسے وابستہ کر لے کہ کسی اور کی خبر تک نہ رکھے۔ بس ہر دم اللہ ہی اللہ (اور یقین کرے کہ جو دم غافل سو دم کافر) یہاں تک کہ اسے اپنی بھی خبر نہ رہے۔ عقل و ہوش و خرد بھی سے ہاتھ دھو بیٹھے جب ایسی کیفیت میں مبتلا ہو جائے گا تو عالم بیداری میں بھی اس کے دل کے دروازے کھلے رہیں گے پھر دیگر لوگ جو کچھ خواب میں دیکھتے ہیں یہ حالت بیداری میں دیکھ رہا ہو اور روح ملائکہ عمدہ اور حسین تر صورت میں ظاہر ہوں گی نیز انبیاء کرام کی زیارت سے مستفیض ہوگا اور ان سے خصوصی فائدے اور پائے گا۔ زمین و آسمان کے فرشتے دنیائے جہان کی ہر چیز اس پر ظاہر کر دیتے ہیں۔

جس خوش بخت پر یہ راستہ کھل جائے تو اس سے امور عظیمہ کا ظہور شروع ہو جاتا ہے جن کی تفصیل کا بیان محال ہے جیسے ۔ مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں رویت لی الارض فاریت مشارقها و مغاربها روئے زمین کو میرے سامنے ایسے رکھا گیا کہ میں نے اس کے مشارق و مغارب (کی ہر چیز) کو دیکھ لیا (طبرانی و ترمذی) اور ارشاد خداوندی ہے وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الانعام ۷۵/۷) اور اسی طرح ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو زمین و آسمان کی ہر چیز دکھا دی۔ اسی پر شاہد و عادل ہے۔ بلکہ تمام انبیاء و رسل کے علوم ایسے ہی راستے سے تھے یعنی وہ کسی سے سیکھنے کے محتاج نہیں تھے یہاں تک کہ انہیں حواسِ خمسہ کی محتاجی سے بھی اللہ تعالیٰ نے بے نیاز رکھا۔ البتہ ان کا آغاز مجاہدہ و ریاضت سے تھا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا (سورہ مزمل پ ۲۹ آیت ۸) اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو (کنز الایمان) یعنی ہر دنیوی چیز کو پس پشت ڈال دو اور اپنے آپ کو صرف وحدہ لاشریک کے سپرد کر دو دنیا سے کسی قسم کی رغبت نہ رکھو کیونکہ تمام امور کی انجام دہی ہمارا کام ہے کارساز حقیقی ہی مشرق و مغرب کا مالک ہے۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا (المزمل ۲۹/۹) اسی کے ذکر میں ہمیشہ محو رہو۔ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا (المزمل ۲۹/۱۰) اور (تکلیف دینے والوں کی باتوں پر) صبر کرو اور انہیں بالکل چھوڑ دو۔

یہ سبھی امور مجاہدہ و ریاضت کی تعلیم سے متعلق ہیں تا کہ دل صاف و شفاف ہو ایسے کہ اس میں مخلوق خدا سے عداوت خواہشات نفس اور عالم محسوسات سے کسی بھی چیز کی طلب نہ رہے یہی صراط اولیاء اور جادۂ انبیاء علیہم السلام ہے۔ ہاں اس علم کے حصول کا ذریعہ علماء کرام کے طریقہ تعلیم سے بھی ممکن ہے یہ بھی بہت بڑا درجہ رکھتا ہے اس علم کی نسبت بہت محدود ہے جو انبیاء و اولیاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کیا جاتا ہے۔ تاہم تجربۃً اس راہ کو اختیار کیا جا سکتا ہے کیونکہ بہت سے لوگ اس طریقہ کو اپنا کر کامیاب بھی ہوئے ہیں۔

☆ تنبیہ:- عزیزم! اگر تجھے بیداری دل کی دولت ذوق، تعلیم، اور دلائل عقلیہ سے بھی حاصل نہ ہو سکے تو تیرے لئے یہی بات کافی ہے کہ تو ان تینوں طریقوں کی بجان و دل تصدیق کرتا رہے تا کہ کفر کی بیماری سے محفوظ رہے یہی وہ امور ہیں جو جہان دل کے عجائب سے تعلق رکھتے ہیں اور انہی سے عظمت انسانیت کا پتہ چلتا ہے۔

فصل:- مظاہر اوصاف انبیاء کرام (علیہم السلام)

آپ کو یہ بھی تصور نہیں کرنا چاہیے کہ یہ امور انبیاء و رسل علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہیں۔ نہیں بلکہ معلوم ہونا چاہیے کہ فطرۃً تمام

marfat.com

...انوں کی حقیقت اسی گوہر ملکوتی سے مرصع ہے جیسے کوئی بھی فولاد ایسا نہیں جس کی خلقت میں آئینہ بننے کی صلاحیت نہ رکھی گئی ہو' ...اس آئینہ میں صورتوں کا عکس نمایاں نہ ہو ہاں اگر زنگ آلود ہو تو یہ دوسری بات ہے کیونکہ خرابی تو اسے تباہ کر دیتی ہے ایسے ہی دل کی ...ال ہے اگر دنیوی حرص و آز' طمع اور خواہشات و خطا کاری کے گرد و غبار چھا جائیں اور اس میں گھر کر لیں تو دل کے سیاہ ہونے کے ...ث اس میں مدافعت کی صلاحیت ہی نہیں رہتی اور پھر وہ سیدھے راستے سے بہک جاتا چنانچہ حدیث شریف میں ہے کل مولود ...لد علی الفطرۃ فابوہ یھودانہ و ینصرنہ و یمجسانہ ہر انسان فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے ...دی' عیسائی یا مجوسی (یعنی بدعقیدہ) بنا دیتے ہیں۔

اور جملہ انسانوں کے فطرت (اسلام) پر پیدا ہونے کی خبر خود خالق کائنات نے دی ہے الست بربکم کیا میں تمہارا رب نہیں ...ں۔ جواباً تمام عرض گزار ہوئے قَالُوْا بَلٰی (الاعراف ۸/۱۷۲) الٰہی تو ہی ہمارا رب ہے!

یہ تو ایسے ہی ہے کہ جب کسی صاحب عقل سے دریافت کریں کیا دو ایک سے زیادہ ہیں تو وہ بغیر کسی تردّد کے کہے گا بالکل صحیح ہے ...سے دو زیادہ ہوتے ہیں حالانکہ اس کا کسی سے سنا' اور زبان پر لانا کوئی لازمی نہیں لیکن بوقت سوال یہی جواب ہوگا' بعینہٖ معرفت ...یہ بھی بدیہی چیز ہے جو ہر انسان کی فطرت میں رکھی گئی ہے (یعنی انبیاء علیہم السلام اور ان کے علاوہ دیگر انسانوں میں)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مِنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (الروم ۳۰) نیز فرمایا: فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ...دِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذَالِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (الروم ۳۰/۲۱) اللہ کی ڈالی ہوئی بنا پر لوگوں کو پیدا ...اللہ کی بنائی چیز نہ بدلنا یہی سیدھا دین ہے مگر بہت لوگ نہیں جانتے (کنز الایمان)

برہان عقلی اور تجربہ سے معلوم ہوا کہ یہ بات انبیاء و رسل علیہم السلام کے ساتھ مخصوص نہیں اس لئے کہ وہ خود بھی تو انسان ہوتے ...(بلکہ انسانیت کی جان)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (الکہف: ۱۶/۱۱۰) تم فرماؤ ظاہر ...ت بشری میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے (کنز الایمان)

...زہ اور کرامت

اور جس شخص پر یہ راستہ کھلا ہے اور اسے لوگوں کی تمام صلاحیتوں پر عبور حاصل ہوا۔ پھر اس نے لوگوں کی رہنمائی و رہبری فرمائی ...کا نام شریعت ہوا اور وہی شخصیت نبی و رسول کے نام سے متعارف ہوئی اور اس کی خرق عادات و خصائص و خصائل کو معجزہ کہا ...۔ اور جو ایماندار ایسی باتوں پر مامور نہیں' لیکن اس سے خرق عادت باتوں کا ظہور ہو تو اسے ولی کہتے ہیں اور اس سے ظہور پذیر ...ں کو کرامت' ہاں یہ بھی جائز نہیں کہ جس شخص پر ایسی کیفیت طاری ہو وہ مخلوق خدا کی رہنمائی میں مشغول ہو' کیونکہ دعوت حق کی ...ب مشغول تو وہی ہوگا جسے مختار کل چاہے گا۔ تاہم اولیاء کرام کو از خود اللہ تعالیٰ (انبیاء کرام کی طرح) مامور نہیں فرماتا۔

ہر کام جو جتنی عظمت رکھتا ہے اس کی بجا آوری میں شرائط بھی بہت زیادہ پائی جاتی ہیں اور یہی انسانیت کے شریف ترین درجات ...مقام معرفت اور اس کی طلب سوائے مجاہدہ و ریاضت اور مرشد کامل کے بغیر محال ہے اور اگر یہ دونوں چیزیں حاصل بھی ہوں۔ مگر

marfat.com

توفیق الٰہی معاونت نہ کرے نیز سعادت ازلی سے اسے محروم رکھا گیا ہو تو وہ منزل مراد تک نہیں پہنچ پائے گا' یوں ہی درجہ امامت پر فائز ہونا' خواہ علم ظاہر سے متعلق ہو یا دیگر تمام کاموں سے بھی معاملات اسی ذات والا برکات کے قبضہ اختیار میں ہیں۔

باعث شرافت؟

واضح ہو کہ انسان کا جوہر شرافت دل ہے اب تک تم نے جو کچھ سمجھا وہ راہ معرفت سے پہچانا اب مزید سمجھنا چاہیے کہ انسان کو (اللہ تعالیٰ نے) قادر ہونے کے ناطے سے بھی فضیلت و شرف مرحمت فرمائی ہیں۔ جو ملائکہ کی خصوصیات میں سے ہے۔ مگر وہ شانیں حیوانات میں نہیں پائی جاتیں' اور دل کی حقیقت ایسے ہی ہے کہ جیسے عالم اجسام کو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے زیر تصرف کیا ہے وہ جسے محسوس کرتے ہیں کہ مخلوق کو فلاں فلاں چیز کی حاجت ہے تو مناسب وقت پر باذن الٰہی بارش برساتے ہیں۔ بہار کے موسم میں سوز بخش ہوا چلاتے ہیں۔ رحم مادر اور زمین میں بچوں اور نباتات کی صورتیں بناتے ہیں اور پھر انہیں آراستہ کرتے ہیں اسی طرح عالم دل میں ہر ایک جنس اور کام پر فرشتوں کی ڈیوٹی لگا رکھی ہے۔

یوں ہی آدمی کے دل کی کیفیت ہے اس لئے کہ یہ بھی جوہر ملائکہ کی جنس سے ہے۔ چنانچہ اسے بھی قدرت و اختیار عطا کیا گیا ہے۔ بناءعلیہ بعض اجسام عالم اس دل کے بھی زیر کنٹرول ہیں۔ اور ہر انسان کا جسم ایک خاص عالم ہے اور جسم کو دل نے مسخر کر رکھا ہے اور یہ سبھی جانتے ہیں کہ دل انگلی میں نہیں ہوتا۔ نیز علم اور ارادہ کا مرکز بھی انگلی نہیں۔ البتہ جب دل حکم دیتا ہے انگلی حرکت کرتی ہے اور جب دل میں غصہ کی کیفیت نمودار ہوتی ہے تو تمام جسم عرق آلود ہو جاتا ہے ساتوں اعضاء سے پسینہ بھر آتا ہے بارش کی مثال ہے اور جب شہوت کی صورت دل میں اُبھرتی ہے تو جسم کے اندر ہی اندر ایسی ہوا چلنے لگتی ہے جو شرم گاہ تک پہنچ جاتی ہے۔

اور جب کھانے کا فکر ہوتا ہے تو وہ قوت جو زیر زبان ہوتی ہے جسم کی خدمت کے لئے تیار ہو جاتی ہے لعاب نمودار ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ جو کھانے کو اس انداز میں لیس دار بناتا ہے کہ وہ کھایا جا سکے اور یہ بات قطعاً پوشیدہ نہیں دل کا جسم پر متصرف ہے اور جسم دل کے تابع ہے لیکن یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ بعض دل انتہائی مضبوط اور زیادہ عظمت و شرافت کے حامل ہیں اور وہ وہی ہیں جو جوہر ملائکہ سے قریب تر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان میں اپنے جسم کے علاوہ دیگر اجسام پر بھی تصرف کا اختیار عطا فرمایا ہے۔ مثلاً اگر وہ اپنی ہیبت سے شیر پر نگاہ ڈالیں تو وہ عاجز اور زیر فرمان ہو' اور جب اپنی توجہ سے کسی بیمار پر نظر کریں تو وہ شفا پائے اور اس کے برعکس اگر تندرست پر نگاہ ڈالیں تو وہ بیمار پڑ جائے اور اگر کسی کو اپنے پاس لینا چاہیں تو اس کے دل میں آنے کی کشش پیدا ہو جائے' یہاں تک کہ اگر بارش چاہیں تو وہ برسنے لگے۔ یہ جملہ امور عقلی طور پر ممکن ہیں اور مجرب بھی۔

نیز' نظر کا لگ جانا' جادو کے اثرات کا نمودار ہونا یہ سب باتیں اسی قبیل سے ہی ہیں (بلکہ آج کل جتنی سائنسی ایجادات ہیں ٹیلی فون ٹی وی' فیکس' ڈش انٹینا' انٹرنیٹ' کمپیوٹر' ریموٹ کنٹرول وغیرہ امام غزالی علیہ الرحمۃ کے اسی فلسفہ کی بدیہی مثالیں ہیں۔ (تابش قصوری)

دار دنیا میں انسان کا وجود بڑی تاثیر رکھتا ہے جو دوسرے اجسام کو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتا حاسد ہی کو لیجئے وہ جس شخص سے حسد رکھتا ہو اس کی تندرستی' خوبصورتی یا مال و دولت' یا جانوروں کی طرف ہلاکت و بربادی کے تصور سے دیکھے تو واقعتاً وہ ہلاک اور تباہ ہو جاتے ہیں (یہاں تک کہ نظر بد سے جانور ہلاک ہو گئے)

marfat.com

حدیث شریف میں ہے العین تدخل الرجل الصبر والجمل القدر نظر بد آدمی کو قبر میں اور اونٹ کو دیگ میں ڈال دیتی ہے پس یہ تمام باتیں عجائب قدرت کا مظہر ہیں جن کا تعلق دل سے ہے اور جب ایسی خاصیت کسی انسان میں پیدا ہو جائے تو اگر وہ دعوائے خلق ہے تو معجزہ کہیں گے اور اگر وہ دعوائے نہیں ہے تو کرامت سے تعبیر کرتے ہیں ہاں اگر اس کا ظہور کار خیر کے لئے ہے تو ایسی ہستی کو نبی یا ولی کہا گیا ہے اور اگر فتنہ وفساد اس کا مقصد ہوگا تو اسے ساحر' جادوگر۔

معجزہ' کرامت' اور جادو ان سب کا تعلق دل کی خصوصی قدرت سے وابستہ ہے گو معجزہ' کرامت اور جادو کے مابین بعد سا بعد اور فرق پایا جاتا ہے۔

فصل:- حقیقت نبوت وولایت

واضح ہو کہ جو کچھ اوپر بیان ہوا۔ اگر اسے ہی نہ سمجھ پائے تو حقیقت نبوت سے قطعاً آشنا نہیں ہو سکے گا۔ سوا اس بات کے گویا کہ اس نے محض نبوت وولایت کا نام ہی سن رکھا ہے کہ یہ بھی انسان کی خصوصی فضیلت اور شرف کے درجات میں سے ہیں۔ القصہ جاننا چاہیے کہ نبوت وولایت انسان کے بلند تر درجات میں سے ایک ایسا درجہ ہے جو تین خصوصیات پر مشتمل ہے۔

(۱) پہلی خصوصیت یہ ہے کہ عام لوگ جن اشیاء کو خواب میں دیکھ لیتے ہیں نبی انہیں عالم بیداری میں ہی دیکھ لیتا ہے۔

(۲) دوسری خصوصیت یہ ہے کہ عام لوگوں کے احوال میں تغیر وتبدل کے اثرات انہیں کے اجسام پر نمودار ہوتے ہیں جب کہ انبیاء کرام کے معمولات کا اثر دیگر لوگوں پر بھی پڑا ہے۔ اس انداز میں کہ ان کی اصلاح وفلاح ہو نہ کہ فتنہ وفساد میں مبتلا ہوں۔

(۳) تیسری خصوصیت یہ ہے کہ عوام کو بلا تعلیم کچھ حاصل نہیں ہوتا جب کہ انبیاء کرام علیہم السلام بعطائے الٰہی باطنی وروحانی طور پر سبھی علوم وفنون پر از خود عبور حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا اور ہم نے انہیں اپنی طرف سے علم عطا فرمایا (الکہف ۱۶/۶۵)

☆ اور جسے یہ تینوں خاصیتیں حاصل ہوئیں وہ انبیاء ومرسلین علیہم السلام یا اولیائے کبار میں شمار ہوا۔

ہاں اگر ان تینوں خاصیتوں میں سے کسی میں کوئی ایک بھی پائی گئی تو اسے بھی ایسا ہی درجہ عطا ہوا لیکن درجات میں فرق پایا جاتا ہے کیونکہ انہیں خواص میں کسی کو اعلیٰ اور کسی کو اس سے بھی بالا درجہ کمال نصیب ہوتا ہے اور ہمارے نبی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ بھی کمال ہے کہ آپ ان تینوں خصوصیتوں پر درجہ اتم' کمالات عظمیٰ پر فائز ہیں کیونکہ رضائے الٰہی ہی یہی تھی کہ آپ کو ہر ایک خصوصیت میں درجہ کمال عطا فرما کر تمام مخلوق کو آپ کی نبوت ورسالت کے راستہ کی طرف رہنمائی فرمائے تا کہ انسان آپ کی پیروی کریں اور سعادت دارین سے بہرہ مند ہوں بناءً علیہ تینوں خواص سے آپ کو نوازا گیا۔ (اور آپ ہر نبی ورسول سے مراتب میں آگے بڑھ گئے)

خلق سے اولیاء' اولیاء سے رسل
سارے اونچوں سے اونچا سمجھئے جسے

اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی ﷺ

(اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ)

marfat.com

یہ خاصیتیں بعض بذریعہ خواب، بعض بہ عقل و فراست اور بعض وحی الٰہی سے قلب اطہر پر نمودار ہوئیں اس طرح کلی علوم غیبیہ (ماکان و یکون) آپ پر جلوہ گر ہو گئے۔ جو عام آدمی کے بس کی بات ہی نہیں!! کہ وہ ایسی چیز پر ایمان لائے جو اس کی جنس سے تعلق نہ رکھتی ہو۔ اس لئے کہ جس کی کوئی جنس نہیں ہوگی اس کا تصور ذہن میں کیسے قائم ہو سکے گا اور یہی سبب ہے کہ حقیقت الٰہیہ کا کماحقہ ادراک مخلوقات میں سے کسی کے لئے بھی ممکن نہیں ٹھہرا، خالق اکبر اپنی ذات اقدس کا علم خود ہی رکھتا ہے جس کی تفصیل نہایت طویل ہے تاہم جسے تفصیل مطلوب ہے وہ ہماری کتاب ''معانی اسماء اللہ'' ملاحظہ کر کے جسے دلائل و برہان سے مرصع کیا ہے۔ یہ قصہ مختصر سا ہے مگر تمہید طولانی۔

تنبیہ:- قارئین کرائم! اس بات کو بھی مدنظر رکھئے کہ ہمارا مقصد اس بات سے بھی آگاہ کرنا ہے کہ مذکورہ بالا تین خصوصیات پر منحصر نہیں بلکہ ان کے علاوہ ایسی بہت سے خصوصیات بھی پائی جاتی ہیں جن سے انبیاء و رسل علیہ السلام اور اولیاء کرام بہرہ مند ہوئے مگر ہم ان سے بے خبر ہیں۔ کیونکہ ان کا تو تصور بھی ہمارے حاشیہ خیال میں نہیں آ سکتا جسے ہم کہتے ہیں (بلکہ ہمارا ایمان ہے) کہ حقیقت خداوندی سے سوائے اس کی ذات اقدس کے کوئی آگاہ نہیں اسی طرح یہ کہنا بھی عین حقیقت ہے کہ حقیقت محمدی (علیہ التحیۃ والثناء) سے بھی کوئی شخص کماحقہ آگاہ نہیں۔ کیونکہ آپ کے درجات تمام انسانوں (انبیاء و رسل سے بھی) افضل و اعلیٰ و برتر ہیں۔

لہٰذا اس قاعدہ و کلیہ سے واضح ہوا کہ انبیاء و رسل کے مراتب خود نبی و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں اور اس سے زیادہ ہمیں کچھ علم نہیں جتنا ظاہری طور پر معلوم ہوا (اسی پر ہی ہمارا ایمان و عقیدہ ہے)

ہماری تو حالت یہ ہے کہ ہمیں نیند تک کا بھی علم نہ ہوتا جب تک کوئی عملاً نہ سوتا اور جب وہ سو رہا ہو تو پھر بتایئے کہ جو شخص لٹیا ہوا ہے۔ حرکت نہیں کرتا، دیکھ نہیں سکتا سن نہیں سکتا اور ہماری باتیں سمجھ نہیں سکتا۔ ایسی حالت کو نیند یا خواب کہتے ہیں ورنہ ہم تو نیند کو بھی نہ جان سکتے) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ (یونس ۱۱/۳۹) بلکہ اسے جھٹلایا جس کے علم پر قابو نہ پایا اور ابھی انہوں نے اس کا انجام نہیں دیکھا (کنز الایمان) نیز فرمایا: وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ (الاحقاف ۱۱) اور جب انہیں ہدایت نہ ہوئی تو اب کہیں گے یہ پرانا بہتان ہے (کنز الایمان)

اور اس بات پر تعجب نہ کر انبیاء کرام اور اولیاء عظام میں ایسی صفات بھی ہوتی ہیں جن سے دوسرے لوگ متصف نہیں ہوتے، بلکہ انہیں خبر تک نہیں ہوتی جب کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام ایسی لذتوں اور کیفیتوں سے سرشار ہوتے ہیں جو ان صفات سے بھی اشرف و اکرم ہوتی ہیں۔

اور یہ بھی تو دیکھتا ہے کہ جسے ذوق شعر نہیں وہ سماع کی لذت سے بھی محروم ہوتا ہے اور کوئی چاہے کہ اسے شعر کی حقیقت سے آشنا کرے تو قطعاً نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اسے شعر ہی کی خبر نہیں یونہی نابینے کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ حسن کی کشش اور دیدار کی لطافت کو سمجھ سکے۔

لہٰذا یہ بات ہرگز ہرگز باعث تعجب و حیرت نہیں کہ اللہ تعالیٰ مدارج نبوت سے بھی بڑی چیزوں کا اظہار فرمائے کہ ان کے ظہور سے قبل کسی کو خبر تک بھی نہ ہو (کیونکہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اللہ ہر چیز پر قادر ہے (تابش قصوری)

marfat.com

فصل:- تمثیلات عجیبہ

قارئین کرام! جو تفصیلات قبل ازیں بیان ہوئیں ان سے انسان کے گوہر دل کے بارے میں آپ لوگ خاصی معلومات پا چکے ہوں گے اور اصفیاء کے طریقہ کار سے بھی واقفیت حاصل ہو چکی ہوگی کہ وہ کیا ہے اور اصفیاء کے اس قول کو بھی سن چکے ہوں گے کہ علم بھی اس راہ میں حجاب ہے ممکن تم اس قول سے اتفاق نہ کرو مگر تمہیں انکار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ حقیقت یہی ہے وہ یوں کہ تیرے دل و دماغ پر محسوسات کا قبضہ ہے اور وہ تمام علوم وفنون جو بذریعہ محسوسات حاصل ہوتے ہیں ان کا حصول اس وقت تک ہی ہے جب تک تیرے حواس ان کی طرف متوجہ ہیں مگر یہی محسوسات ظاہریہ تیری نگاہوں کا حجاب بن سکتے ہیں۔

تمثیل دل:- دل حوض کی مانند ہے اور حواسِ خمسہ پانچ نہروں کی مثل' جو حوض (دل) کو پانی سے پر کر رہی ہیں اب اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا حوض (دل) طیب وطاہر پاکیزہ اور صاف پانی سے بھر جائے تو تجھے چاہیے کہ پہلے اس پانی کو نکال دے جو پانچ نہروں سے دل (حوض) میں گرتا رہا ہے کیونکہ اس پانی کے ساتھ آنے والے کیچڑ کی تہہ تمہارے دل (حوض) میں جو جم چکی ہے پہلے اسے باہر پھینک دو اور پھر ان نہروں (حواسِ خمسہ) کے راستے بند کر دو تا کہ مزید پانی اور کیچڑ اندر نہ آنے پائے پھر اسے انتہائی گہرائی تک کھودتے ہوئے لے جاؤ کہ اس کی تہہ سے چشمے پھوٹ پڑیں یہاں تک کہ حوض (دل) کے کناروں سے پانی باہر بہنے لگے جب یہ کیفیت پیدا ہو گی تو بیرونی پانی کا حوض کے اندر جانا ممکن نہیں رہے گا (یعنی پھر دل اس طرح دنیوی کدورتوں' آلائشوں سے صاف وشفاف ہو جائے گا۔)

اس تمثیل سے واضح ہوا کہ وہ علم جو دل کی گہرائی میں محفوظ ہے وہ اس وقت تک اپنے اثرات ظاہر نہیں کرے گا جب تک کسی علم کو دل سے باہر نہیں نکالا جائے گا (یعنی حواسہ خمسہ سے حاصل کردہ علوم کو نظر انداز کئے باطنی وروحانی علوم سے استفادہ ممکن نہیں۔

علماء کرام اگر کسی علوم سے صرف نظر کرتے ہوئے دل کو ان سے صاف کر لیں اور پھر ظاہری علوم کی طرف متوجہ نہ ہوں تو حاصل کردہ علوم ان کی نگاہوں کا حجاب نہیں بنیں گے اور پھر کمزوریاں ان کے دل پر غالب نہیں ہوں گی جیسے جن خیالات وتصورات سے کو ہم اپنے دل ودماغ سے نکال دیتے ہیں پھر وہ خیالات وتصورات دل پر حجاب نہیں بنتے اس لئے کہ حجاب تو وہی تصورات ہی تو تھے جنہیں دل سے باہر نکال پھینکا تھا۔

تمثیل عقیدہ:- مزید سمجھنے کے لئے عقیدہ کی مثال پیش کی جاتی ہے۔ وہ اس طرح کہ کسی شخص نے عقیدہ اہل سنت پر عبور حاصل کر لیا اور بحث، مناظر کے دلائل وبرہان بھی اس کے دل ودماغ میں راسخ ہو گئے اور پھر عملاً ان پر ثابت قدم رہا اور پھر ان کی تبلیغ واشاعت کے لئے اس نے اپنے آپ کو وقف کر لیا اور اتنا پختہ ہوا کہ اب وہ سمجھتا ہے اس کے سوا اور کوئی عقیدہ صحیح ودرست نہیں۔ اب اگر اس کے دل میں اس علم ویقین کے خلاف کوئی بھی بات پیدا ہو گی تو از خود ہی اسے رد کر دے گا اور کہے گا یہ وہ خیال ہی نہیں جو میرے دل ودماغ میں سرایت کر چکا ہے اس طرح ہر بیرونی سطح پر آنے والا خیال اس کے نزدیک باطل قرار پائے گا۔

ایسے انسان کا بھی امور تکوینیہ کی حقیقت سے آگاہ ہونا ممکن نہیں اس لئے کہ جو اعتقاد ونظریات عوام کو سکھائے جاتے ہیں وہ حقیقت کا محض لبادہ ہی ہیں' حقیقت کا عین نہیں بلکہ حقیقت کی مکمل معرفت تو یہ ہے کہ قالب سے حقائق ایسے ممتاز ہوں جیسے مغز از پوست جیسے ہڈی سے گودا۔

marfat.com

انکشاف حقیقت: - یاد رہے کہ وہ شخص جو اپنے نظریات وعقائد کی تائید وتوثیق کے مناظرانہ طور طریقے اپنا لیتا ہے اس پر حقیقت کا انکشاف نہیں ہوسکتا' اس بنا پر کہ جب وہ یہ سمجھ بیٹھتا ہے ''ہم چوں ما دیگرے نیست'' میں ہی سب کچھ ہوں جن علوم پر میری رسائی ہے دوسرا نہیں پہنچ سکتا تو یہی تصورات اس کے لئے حجاب بن جاتے ہیں اور جو ان تصورات کے گورکھ دھندوں سے باہر نکل آتا ہے اس کے لئے اس کے ظاہری علوم حجاب نہیں بنتے اور وہ اس منزل کو پالیتا ہے تو پھر درجہ کمال تک پہنچ جاتا ہے اور اس کا راستہ پرامن اور درست تر ہو جاتا ہے بہ نسبت ایسے آدمی کے جس کا علم ابھی پختہ نہیں ہوا۔ مگر وہ آگے ہی بڑھتا چلا رہا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ اسی دھن میں ایک مدت تک باطل کی راہ پر ہی گامزن رہے۔ اور پھر معمولی سا شک اسے مزید حجاب میں ڈال دے لیکن عالم ایسے شک وشبہات سے مبرا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص جو سچا صوفی ہے کہہ دے کہ علم ایک حجاب ہے تو انکار کی گنجائش نہیں رہے گی بشرطیکہ کہنے والا واقعی صاحب کشف ہو۔

جاہل متصوفین: - معاملہ آج کل کے مجادلہ ومکابرہ کے رسیا حضرات کا تو یہ اس قابل ہیں کہ انہیں قتل کر دیا جائے جو ہر جگہ پائے جاتے ہیں حالانکہ وہ حقیقت کی ابجد سے بھی ناآشنا ہیں ہاں البتہ انہوں نے اصفیاء سے بعض باتیں سن رکھی ہیں' خود دن بھر اپنی ڈیکوریشن میں مست رہتے ہیں مجاہدہ وریاضت اور عبادت کی بجائے محض تسبیح ومصلی اور سجادہ کو اپنی زینت بنائے ہوئے ہیں حالانکہ یہ مخلوق خدا کے لئے بمنزلہ شیاطین ہیں (اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝) (سورہ الناس پ ۳۰ بیت ۵=۶-۵) (تابش قصوری)

علماء کرام کی شان میں بدگوئی اور برائی کرتے رہتے ہیں۔ حقیقتاً (ایسے پیر' صوفی' ملنگ) خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علماء کرام کو کہیں برا نہیں کہا' بلکہ ان کی (قرآن وحدیث) میں تعریف فرمائی اور کائنات کے انسانوں کو ان کے علوم فیوض سے بہرہ مند ہونے کا حکم دیا۔ لیکن نام نہاد جاہل قسم کے (پیر' صوفی' ملنگ) صوفی جن کا روحانیت وطریقت سے کوئی واسطہ نہیں' کشف وتصرف نام جراثیم ان میں پائے ہی نہیں جاتے علم باطن تو درکنار ظاہر علم سے بھی انہیں کبھی سابقہ نہیں پڑا۔ جو ہر علم سے کورے ہیں۔ بے ہودہ گوئی میں منہمک رہتے ہیں انہیں کہاں تک زیب دیتی ہے؟

تمثیل کیمیا اور سونا

ان کی مثال تو ایسے ہی ہے جیسے کسی شخص نے سن رکھا تھا کہ کیمیا سونے سے افضل ہے اس لئے کہ اس سے تو بہت سا سونا بنایا جا سکتا ہے جب سونے کے خزانوں کو اس کے سامنے رکھا جائے تو وہ ہاتھ نہ لگائے۔ بلکہ یہ کہے کہ سونا میرے کس کام کا! اس کیمیا کے سامنے کیا حیثیت ہے۔ مجھے تو صرف کیمیا ہی چاہیے کیونکہ اصل تو وہی چیز ہے کیمیا کی محبت میں سونا لینے سے انکار کر دے۔ لیکن کیمیا بھی ہاتھ نہ لگے بلکہ اسے دیکھا تک نہ ہو تو ظاہر بات ہے وہ بھوکا اور مفلس رہے گا۔ لیکن اس محرومی کے باوجود وہ خودستائی کے بصد خوشی مسرت کہتا رہے گا کیمیا' سونے سے افضل ہے اور یوں ہی ڈینگیں مارتا پھرے گا۔

مثال انبیاء واولیاء کرام

پس انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی مثال تو کیمیا ہے اور علم وعلماء سونے کی مانند ہیں یہ بدیہی امر ہے کہ صاحب کیمیا' صاحب زر

marfat.com

سے افضل ہے اور اسے ہر طرح برتری حاصل ہے۔ لیکن یہاں ایک اور نکتہ لطیف بھی ہے وہ یہ کہ اگر کسی شخص کے پاس کیمیا کی مقدار اتنی سی ہے کہ اس سے صرف سو دینار سے زائد مالیت کا سونا نہ بنایا جا سکے تو اسے اس شخصیت پر فوقیت نہیں دے سکتے جس کے پاس ہزار دینار بلا کیمیا یوں ہی موجود ہوں۔

کیمیا گری پر کتابیں اور باتیں بکثرت سنی جاتی ہیں اور اس کے چاہنے والوں کی تعداد میں بھی کوئی کمی نہیں۔ تاہم کیمیا کی اتنی مقدار میں ہرگز موجود نہیں جتنی اس کی شہرت ہے۔ اس لئے عموماً اس کے چاہنے والے اکثر و بیشتر ناکامی کا ہی منہ دیکھتے ہیں ویسے ہی ان صوفیوں کی کیفیت ہے جو حقیقتاً حقیقت سے محروم ہوتے ہیں اور اگر بالفرض کوئی قدرے اس سے آگاہ بھی ہو تب بھی وہ اتنی مقدار کا حامل نہیں ہوتا کہ وہ درجہ کمال سے بہرہ ور ہو سکے۔

پھر بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اگر کسی شخص کو اصفیاء کے احوال سے کوئی دقیقہ نصیب ہو بھی جائے تب بھی اسے عالم ربانی پر فوقیت و برتری حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ ان لوگوں میں بہت سے ایسے بھی ہیں اگر انہیں معمول سی مقدار ابتداً دستیاب ہو بھی جائے تو پھر بھی ان کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے کیونکہ انہیں سنبھالنے کی توفیق ہی نہیں رہتی اور بعض معرفت سے کچھ بھی نہیں پا سکے مگر اپنے خیال باطل میں پڑ کر یہی تصور کرتے ہیں ہم بہت کچھ حاصل کر چکے ہیں اور اسے ہی حقیقت سے تعبیر کر بیٹھتے ہیں حالانکہ ان کا ایسی حقیقت کو حقیقت سمجھنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی خواب کو حقیقت کا نام دے۔

ہاں البتہ ایسے صوفیاء و کرام کو علماء عظام پر یقیناً فوقیت حاصل ہو گی جن کے احوال باطن میں پایہ تکمیل تک پہنچ چکے ہوں جنہوں نے حصول علوم میں دوسروں سے استمداد نہ کی ہو۔ بلکہ بلا تعلیم و تعلم ان علوم کو حاصل کر لیا ہو اور ایسے امور کا ظہور نوادرات سے ہے لہٰذا تصوف اور صاحبان تصوف پر یقین کامل رکھنا چاہیے کسی مکار اور فریبی کی مکاری و فریب دہی کے باعث ان سے اعتقاد کو ختم نہیں کر دینا چاہیے اور فریب کاروں کے باعث اگر کوئی بدنصیب علماء کرام پر طعنہ زنی کرتا ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ اس کی حماقت و جہالت ہے۔

فصل:- دل اور خواس خمسہ کی لذتیں

قارئین کرام! جو کچھ مذکور ہوا اس سے تمہیں یقیناً محسوس ہو چکا ہو گا کہ انسان کی سعادت کا راز معرفت الٰہیہ میں پوشیدہ ہے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں تیرے لئے یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ ہر شی کی سعادت کا سبب وہی چیز ہوتی ہے جس سے اسے راحت و لذت اور سرور حاصل ہو اور پھر ہر چیز کی لذت و راحت اسی شے میں ہوتی ہے جس کا مطالبہ اس کی طبیعت کرتی ہے اور پھر اس چیز کا طبعی مطالبہ وہی ہوتا ہے جس کے لئے اسے تخلیق فرمایا گیا ہے۔ مثلاً

☆ شہوت کی لذت یہ ہے کہ وہ خواہشات نفسانیہ تک رسائی حاصل کرے۔

☆ غصہ کی لذت یہ ہے کہ وہ اپنے ٹارگٹ سے بدلہ اور انتقام لے۔

☆ آنکھوں کی لذت یہ ہے کہ وہ حسین ترین صورتوں کو دیکھا کریں۔

☆ کانوں کی لذت یہ ہے کہ وہ نہایت دلکش اور دلپذیر میٹھی آوازوں کو سنیں۔

☆ اور پھر ہر دل کی لذت و راحت اسی چیز میں ہے جس کے لئے اسے بنایا گیا ہے۔

marfat.com

اور وہ ہے کونین میں قدرت الٰہیہ کے حقائق کی معرفت کا حصول اور ان کے دل کی اصل اور بنیادی خصوصیت یہی ہے۔

رہا معاملہ شہوت، غیض وغضب اور غصہ نیز حواسِ خمسہ سے بعض اشیاء کا احساس وہ تو جانوروں میں بھی پایا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ انسان ہر اس چیز کو جاننا چاہتا ہے جس کا اسے علم نہ ہو۔ اس لئے کہ اس کی فطرت میں جستجو اور تلاش کا مادہ رکھا گیا ہے تاکہ وہ جو کچھ نہیں جانتا وہ بھی جان لے۔

حقیقی لذت؟

اور پھر انسانی فطرت میں یہ بات بھی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے کہ جس پر اس کو علم ہوتا ہے اس پر اظہار فخر کرتا اور بہت خوش ہوتا ہے اگر وہ معمولی سی چیز ہو۔ جیسے شطرنج وغیرہ اگر اسے کہا جائے اسے سیکھنے سکھانے کی طرف رغبت مت کرو تو وہ بضد ہوتا ہے بلکہ اسے صبر کرنا دشوار ہوتا ہے اور پھر اسے ایک گونہ مسرت ہوتی ہے کہ اس نے بڑا عجیب کھیل سیکھ لیا تب وہ مزید لوگوں کو سکھانے اور فخر کا اظہار کرنے کی طرف مائل ہوگا۔

جب کہ واضح ہو چکا کہ لذت دل، کاموں کی معرفت میں ہے تو یہ بھی پتہ ہونا چاہیے کہ چیز جتنی افضل واعلیٰ اور عظیم تر ہوگی اس کے حصول پر اتنی ہی لذت بھی عظیم تر ہوگی جیسے اگر کوئی شخص وزارت کے اسرار ورموز سے واقف ہونے پر لذت اندوز ہوسکتا ہے تو جب وہ سلطنت کے امور پر آگاہی حاصل کرے گا تو کتنا مسرور ہوگا۔

بعینہٖ جو شخص علوم فلکیات کے باعث آسمانوں کی ہیت وکیفیت سے آشنا ہوتا ہے تو وہ یقیناً اس شخص سے زیادہ خوشی ومسرت پائے گا جو صرف شطرنج تک محدود ہے بلکہ اس میں بھی دو صورتیں ہیں ایک وہ شخص ہے جو مہروں کے رکھنے کی حد تک جانتا ہے اور ایک وہ ہے جو انہیں عمدہ طریقے سے چلانا بھی جانتا ہے ظاہر ہے اسے اول الذکر سے زیادہ لذت اور خوشی حاصل ہوگی۔

لہٰذا معلوم ہونا چاہیے کہ علم جتنا مقدس، پاکیزہ اور شریف ہوگا اتنی ہی اس کی لذت اور قدر زیادہ ہوگی تو یقین کیجئے "اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس واطہر سے زیادہ کوئی بھی صاحب شرافت وفضیلت نہیں اس لئے کہ کائنات کی تمام اشیاء کا وجود تو اسی کا تخلیق شدہ ہے وہی جملہ جہانوں کا حقیقی بادشاہ اور حاکم ہے اور عالم دنیا میں ہر دکھائی دینے والی چیز اس کی بے پایاں قدرت کی شاہکار ہے بس کوئی بھی اور معرفت اس کی معرفت سے بڑھ کر لذت نہیں دے سکتی۔ اور جمال الٰہی کے نظارہ سے بڑھ کر کسی کا بھی نظارہ حسین تر اور خوب نہیں ہو سکتا اور دل کا فطری تقاضا بھی یہی ہے۔ کیونکہ اسے اسی لئے ہی بنایا گیا ہے اس کے برعکس اگر کسی دل میں معرفت الٰہی کا ذوق طلب ہی باقی نہ رہے وہ تو بیمار کی مانند ہے کیونکہ جب جسم بیمار ہو تو کھانے پینے کی طلب نہیں رہتی۔ بلکہ مٹی (یا ردی قسم کی اشیاء) وغیرہ اسے روٹی سے عمدہ محسوس ہونے لگتی ہے۔ پھر علاج سے بھی اس کی غذائی حس بیدار نہ ہو تو وہ غلط شہوات کا شکار رہے گا اس وقت سمجھ لیجئے کہ وہ بڑا بدنصیب ہے اور آخر کار وہ ہلاک ہو جائے گا۔

تمنائے معرفت سے عاری دل

بعینہٖ جس دل میں معرفت الٰہی کی جگہ خواہشات وشہوات نے ڈیرہ ڈال رکھا ہے وہ بھی بیمار ہے اور اگر اس کا اس جہاں میں علاج

marfat.com

نہ کیا جائے تو عالم عقبیٰ میں بدبختی اس کا مقدر ہوگی کیونکہ اس نے یہاں تو ہلاکت کی راہ اپنا رکھی ہے۔

خواہشات وشہوات کا تمام تر تعلق انسان کے جسم سے ہے جب تک انسان زندہ اس کی خواہشات قائم جب مرا تو وہ بھی مٹ گئیں لیکن معرفت کی لذت جس کا تعلق دل سے ہے وہ مرنے سے بڑھ جاتی ہیں اس لئے کہ دل (روح) کو موت نہیں لہٰذا انسان کے مرنے سے روح نہیں مرتی۔ بناءً علیہ اس کی مضبوط ترین معرفت بھی اپنی جگہ زندہ و پائندہ رہتی ہے بلکہ پہلے سے زائد روشن ومنور ہو جاتی ہے اور اس کی لذت اس لئے زیادہ ہو جاتی ہے کہ حیات دینوی میں جو شہوات وخواہشات اس کے راستہ میں رکاوٹ تھیں وہ مٹ چکی ہوتی ہیں' اس کا تفصیلی بیان ''باب محبت'' میں ملاحظہ کیجئے گا جو اسی کتاب کے اختتام پر درج ہوگا۔

عجائب جسم انسانی

یہاں تک گوہر دل کی کیفیات کو بقدر ضرورت بیان کیا گیا ہے تاہم اگر کسی کو اس سلسلہ میں مزید تفصیل وتشریح مطلوب ہو تو وہ ہماری کتاب عجائب القلوب دیکھے گو ان دونوں کتابوں کی تقاریر سے بھی انسان کما حقہ خودشناخی کی منزل تک نہیں پہنچ سکے گا پھر بھی انسان کے ایک رکن کا بیان تو ہوا۔

انسان کا دوسرا اہم رکن' اس کا جسم ہے اور تخلیق جسم بھی بے شمار عجائب کا مرقع ہے' اس کے ہر ایک عضو میں ظاہری و باطنی معانی پنہاں ہیں۔ پھر ہر ایک عجیب وغریب حکمتوں کا مرکز ہے انسانی جسم میں ہزار ہا رگیں پٹھے' اور ہڈیاں ہیں لیکن ان میں ہر ایک کی شکل الگ اور وصف جدا' نیز کام نوعیت اور مقصد جداگانہ' مگر (اے انسان) تو اس عجائبات سے بالکل بے خبر ہے۔ ہاں البتہ تجھے صرف اتنا سا پتہ ہے کہ ہاتھ اشیاء کے پکڑنے اور پاؤں چلنے کے لئے مختص ہیں۔ جب کہ زبان بات چیت کے لئے لیکن اے انسان تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ آنکھوں کو دس مختلف طبقات میں یوں ترتیب دیا گیا ہے کہ اگر ان میں سے ایک بھی کم ہو جائے تو اس کی بینائی میں خلل واقع ہو جاتا ہے اور تجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ ہر طبقہ کس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا اور ان تمام کا دیکھنا اس جسم والے کے لئے کیوں ممکن نہیں (جس کے اندر وہ موجود ہیں) آنکھ کا حجم تو ظاہر ہے کہ کتنی مقدار میں ہے مگر اس مختصر سے ''جرم'' آنکھ کے علم پر ان گنت کتابیں لکھی گئیں جو صرف آنکھ اور اس کے متعلقات کی تشریح وتفصیل پر محیط ہیں پھر بھی اگر تجھے یہاں تک بھی معلومات حاصل نہیں تو کوئی اچنبے کی بات نہیں اس لئے کہ تجھے تو یہ بھی علم نہیں کہ جسم کے اندر دیگر اعضاء جگر' گردہ' پتا' وغیرہ کیا ہیں اور کیوں تخلیق فرمائے ہے۔

تخلیق مقاصد اعضاء؟

جگر تو اس لئے تخلیق فرمایا گیا کہ معدہ کے اندر جو مختلف کھانے پہنچیں وہ ان کو ایک ہی صورت پر لائے یعنی خون بنا دے۔ تاکہ وہ ساتوں اعضاء کی غذا بنے اور جب جگر میں خون انتہائی گاڑھا ہو جاتا ہے اور جو کچھ اس کے نیچے فضول سا خون رہ جاتا ہے وہ سودا کہلاتا ہے اور اسی سے تلی بنتی ہے۔ جو جگر سے خون لے کر اس سودا کو صاف' شفاف بھی کر دیتی ہے اور پھر اس کے اوپر زرد رنگت جھاگ سی ابھرتی ہے اسی کو صفرا بولتے ہیں۔

پتا اس لئے بنایا گیا کہ صفرا کو اس ردّی سودا کو دور رکھے۔ پھر جب خون جگر سے برآمد ہوتا ہے تو گاڑھا نہیں بلکہ بہت پتلا ہوتا ہے

marfat.com

اور ضابطہ کے مطابق اسے چاہیے کہ اس سے پانی نکال لے تا کہ خون میں نہ حدت رہے اور نہ ہی سوادی مادہ تا کہ وہ خون بآسانی رگوں میں جاری رہے۔ اگر پتے میں کسی قسم کا کوئی نقص پیدا ہو جائے تو صفرائی خون باقی رہے گا جس سے یرقان یا کسی اور صفرائی بیماری کے لاحق ہونے کا خدشہ لازمی ہے۔

اسی طرح اگر تلی میں کوئی نقص ظاہر ہو تو فاسد مادہ (سوادی) خون میں مکس ہو جائے گا اور پھر صفرائی وسوادی بیماریوں کے لاحق ہونے کا بہت زیادہ احتمال ہے یوں ہی گردے کا معاملہ ہے وہ یہ کہ اگر گردہ خراب ہو جائے تو پانی خون میں شامل ہو جاتا ہے جس کے باعث مرض استسقاء لاحق ہو سکتی ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ انسان کے تمام چھوٹے بڑے اعضاء ظاہر ہوں یا پوشیدہ یہ کسی نہ کسی کام سے خاصیت رکھتے ہیں کہ جن کا وجود اصلاح بدن کے لئے از حد ضروری ہے ان اعضاء صحت سے ہی جسم کی صحت وابستہ ہے بلکہ صحیح بات تو یہی ہے کہ انسان ظاہری وجود کے اعتبار سے چھوٹا سا ہونے کے باوجود پوری کائنات کا خلاصہ ہے۔ یعنی پوری دنیا میں جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے وہ بتامہ انسان میں پایا جاتا ہے۔ (یعنی کائنات کی ہر ایک چیز کا عکس جسم انسانی میں موجود ہے۔ مثلاً

ہڈیاں' پہاڑوں کی مثال ہیں جب کہ پسینہ بارش کی مانند' بال درختوں کی طرح ہیں تو دماغ کو آسمان سے عبارت کرتے ہیں اور حواس کو ستاروں سے تشبیہ دی گئی ہے لیکن ان کی تفصیل نہایت طویل' اس لئے کہ دنیا کی ہر ایک چیز اور ہر جنس کا' کارخانہ انسان کا جسم ہے یہاں تک کہ اس کارخانہ میں ایسی اشیاء کا وجود بھی موجود ہے (جنہیں حقارت سے دیکھا جاتا ہے) مثلاً خنزیر' کتا' بھیڑیا' چوپایہ شیطان' جن' پری' بلکہ فرشتوں تک مرکز ہے اور یہ تمام دنیا سے ہی متعلق ہیں۔

آیئے اور ان مثالوں پر غور کریں معدے کی قوت کو باورچی سے تعبیر کیا گیا ہے جو کھانے کو پکاتا یعنی ہضم کرتا ہے۔ ساتی وہ قوت جو غذا کو صاف کر کے جگر کے سپرد کرتی ہے اور فضلات کو امعا (اوجھڑی کے اندر) تک پہنچاتی ہے اور وہ قوت جو صاف غذا کو خون بناتی ہے گویا کہ وہ رنگ ساز ہے اور وہ طاقت جو عورت کے سینے میں خون کو دودھ میں تبدیل کرتی ہے یا آدمی کے فوطوں میں مادہ منویہ کی رطوبت کو سفید بنا دیتی ہے اسے دھوبی کہا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں اور وہ قوت جو پیٹ میں غذائی اجزاء کو جگر سے اپنی گرفت میں لے لیتی ہے وہ جاروب کش ہے۔ نیز وہ طاقت جو گردوں سے پانی مثانہ میں لے آتی ہے وہ بہشتی (پانی بلانے والا) کی مثال رکھتی ہے اور جو فضلات کو انسانی جسم سے باہر نکال ڈالتی ہے اسے کناس سے تعبیر کیا گیا ہے پھر وہ طاقت کو اندر ہی اندر جسم کی خرابی و بربادی کا باعث بنتی ہے اس کی مثال عیار فتنہ باز کی ہے۔ نیز وہ طاقت جو صفرائی وسودائی جراثیموں کا دفاع کرتی رہتی ہے اس کی مثال ایک عادل حکمران کی سی ہے۔ البتہ ان تمام کی تفصیل بڑی طوالت کی متقاضی ہے۔ مگر اس مقام پر ہمارا مقصد یہ بتانا ہے کہ اے انسان! کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرے مختصر سے جسم میں کتنی عظیم قوتیں مصروف عمل ہیں اور وہ تیرے ہی کام میں لگی ہوئی ہیں؟ اگر کوئی اپنے غلام کو تیری فرعت کے لئے ایک بار بھیج دے تو تم اس کا ہمیشہ شکر ادا کرتے رہتے ہو مگر افسوس ہے کہ اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ کے شکر کرنے کی طرف تیری توجہ ہی نہیں۔ جس ذات اقدس نے تیرے لئے ہزاروں ہنر مندوں کو تیرے ظاہر و باطن کے بنانے' سنوارنے کے لئے مقرر کر رکھا ہے اور لطف کی بات ہے کہ ان تمام پیشہ ور غلاموں میں کوئی تیری خدمت بجا آوری میں لمحہ بھر کے لئے بھی غافل نہیں پھر کچھ تو بھی سوچ اور

marfat.com

کان دھر کیا آواز آ رہی ہے۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ بندگی تو اگر میرا نہیں بنتا تو نہ بن اپنا تو بن

علم تشریح:- بدن کی ساخت' ترکیب وترتیب اور اعضاء کے فیضان وفوائد کے علم کو علم تشریح کہا جاتا ہے اور یہ عظیم الشان علم ہے لیکن دنیادار غافل ہیں بے خبری کے باعث کوئی اس کے حصول کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا اور اگر اس علم کی طرف مائل ہوتا بھی ہے تو طبیب حاذق بننے کی خاطر' حالانکہ علم طب از خود معمولی سی چیز ہے۔ گو علم تشریح کا بظاہر دین امور ومسائل سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے تاہم اس علم کے حصول کو جاننا از حد ضروری ہے اور پھر کوئی صاحب نظر اس نیت سے اسے حاصل کرنے کی طرف مائل ہوتا ہے کہ خدائی صنعتوں اور عجائب کا نظارہ کرے گا تو اسے صفات الٰہیہ میں سے تین کا علم تو یقیناً ہو سکتا ہے۔

(۱) قالب کی بنیاد رکھنے اور اسے پیدا کرنے والا اتنی عظیم قدرت وقوت کا مالک ہے کہ اس کی تخلیق میں نقص کا شائبہ تک نہیں پایا جا سکتا نیز وہ ہر قسم کی کمزوری وعاجزی سے مبرا ہے اور وہ بذات خود ہر عجیب سے عجیب تر ہے کہ پانی کی بوند سے انسان کو پیدا کرتا ہے۔ پھر مارنے اور اس کے بعد اسے زندہ کرنا بھی اس کے لئے آسان تر ہے۔

(۲) وہ خالق کریم ایسا عالم ہے کہ کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز پر اس کا علم محیط ہے اس لئے کہ عجائبات وصنائع محض حکمت ودانش سے کیسے ظہور پذیر ہو سکتے ہیں جب تک انہیں مرتب ومرکب کرنے والا علوم کے تمام درجات میں کامل نہ ہو۔

(۳) یہ کہ خالق کل کی اپنے بندوں پر الطاف کریمانہ اور عنائیات رحیمانہ کی کوئی انتہا نہیں کہ انسان کو جو کچھ مطلوب ہے اس کی تخلیق میں کسی قسم کی کمی نہیں رکھی۔ بلکہ ضرورت کے پیش نظر حیوانی قواعد تخلیقی کے تحت بعض چیزوں میں سے اسے حصہ عطا فرمایا مثلاً دل ودماغ وغیرہ کے عطا زمانے کے ساتھ ساتھ ان پر انسان کو عظمت وبرتری سے بھی نوازا وہ اشیاء میں تفویض فرمائیں جن کی حاجت تو تھی لیکن کوئی خاص ضرورت نہ تھی جیسے ہاتھ' پاؤں' زبان' آنکھ وغیرہ نیز وہ چیزیں بھی عطا کیں جن کی نہ حاجت نہ ہی ضرورت تھی بلکہ محض زیب وزینت میں اضافہ کا باعث تھیں مثلاً بالوں کی سیاہی' لبوں کی سرخی' بھوؤں کا خمدار ہونا آنکھوں اور پلکوں کی ہمواری بھی مرحمت فرمائی بلاشبہ یہ کرم بالائے کرم ہی تو ہے۔ گو یہ تمام باتیں انسان کا خاصہ نہیں بلکہ دیگر مخلوق میں بھی یہ تمام چیزیں پائی جاتی ہیں یہاں تک کہ مکھی' مچھر زنبور وغیرہ کو بھی ان سے نواز کیونکہ یہ ان کی بھی ضرورت تھی پھر لطف کی بات یہ کہ ہر ایک کی شکل وصورت الگ الگ تخلیق فرمائی اور مختلف رنگوں سے مزین فرمایا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان تمام چیزوں پر انسان کو اگر فضیلت حاصل ہے تو یہی ہے کہ اسے صاحب بصیرت وفراست بنایا۔ جس کے باعث میں اپنی تخلیق کے بارے سوچنے کا شعور رکھتا ہے اور اپنی ہیت وترکیب کو بھی دیکھ سکتا ہے اور یہی وہ مرکزی نقطہ ہے جو معرفت الٰہی کی چابی ہے۔ اسی سبب سے طبیب کا ان کی جملہ کیفیات کو جاننا ضروری نہیں۔

جس طرح شاعر شعر کے جملہ لوازمات فنی اور اس کے عجیب وغریب بدائع صنائع سے واقف ہونے کے باعث دوسروں سے زیادہ اس کی خوبیاں اور اوصاف کو جان سکتا ہے۔

ففی کل شئی لہ آیۃ تدل علی انہ واحد

marfat.com

کہ علم طب معرفت نفس ہی کا ایک راستہ ہے البتہ علم دل کے مقابلے میں بڑا محدود اور بہت ہی چھوٹا ہے اس لئے کہ یہ محض جسم کا علم ہے بدن سواری اور دل سوار کی مثل ہے اور مقصد تخلیق کائنات سوار ہے سواری نہیں۔ اس لئے کہ سواری سوار کے لئے ہے نہ کہ سوار سواری کے لئے۔ تاہم یہ جو کچھ بیان ہوا اس سے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اے انسان تیری ذات سے کوئی بھی چیز تجھ سے قریب تر نہیں پھر بھی تو اسے ویسے نہیں پہچان پاتا جیسے اس کے پہچاننے کا حق ہے اور جسے اپنی ہی پہچان نہیں وہ دوسرے کی معرفت کا کیسے دعویٰ کر سکتا ہے وہ از خود مفلس بے دام ہے اپنے کھانے کو تو اس کے پاس روٹی بھی نہیں مگر دعویٰ کرتا ہے پورے شہر کے غرباء کو کھانا کھلانے کا! لا محالہ اس کا یہ دعویٰ دیوانے کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا؟

فصل:- دل کی تلاش؟

واضح ہو کہ جب تو نے گوہر دل کا شرف، بزرگی اور عزت کو یہاں تک سمجھ لیا ہے تو یہ بھی سمجھ لیجئے کہ اس گوہر عزیز کو جو تجھے عطا ہوا ہے یہ تیرے اندر ہی چھپا دیا گیا ہے۔ اگر تو اسے تلاش نہیں کرے گا تو ضائع کر بیٹھے گا نیز اگر تو اس کی حفاظت وصیانت میں غفلت و سستی کا مظاہرہ کرتا ہے تو تو از خود ہی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔ تجھے تو اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ تیرا دل تیرے ہاتھ لگے اور تو اسے دنیوی کثافتوں سے نکال کر باہر کرے اور اسے اس کا مقام دلائے۔ حالانکہ یہ تیری ہی عزت وعظمت ہے اور جہان عقبیٰ میں یہ تیرے لئے باعث فرحت وانبساط ہے۔

جسے غم وآلام کا کوئی خوف نہ ہو اور اسے ایسی بقا میسر آئے جس میں فنا کا تصور نہ رہے نیز وہ قدرت پائے کہ جہاں عجز وکمزوری عاجزی اور بے بسی کو راہ ہی نہ ملے اور ایسی معرفت نصیب ہو جس میں شک وریب کا گزر تک نہ ہو اور ایسا نظارۂ جمال نصیب ہو کہ جہاں کدورت کا نام تک نہ رہے۔

اس دنیا میں تو شرف و بزرگی یہی ہے کہ انسان میں اتنی استعداد اور قابلیت جگہ پائے کہ حقیقی عز وشرف کو حاصل کرنے کا اہل ثابت ہو۔ ورنہ بشر سے بڑھ کر کوئی بھی دوسری چیز ناقص، بیکار بے بس، مجبور محض کوئی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ تو گرمی، سردی، بھوک، پیاس، بیماری، دکھ، درد غم وآلام میں پھنسا ہوا ہے۔ نیز جن اشیاء میں وہ سراحت ولذت زیادہ پاتا ہے وہی اس کے لئے زیادہ تلخی اور دکھ کا سبب بنتی ہیں۔ تاہم حقیقتاً نفع انہیں اشیاء میں ہے جن سے رنج ومحنت کا زیادہ خطرہ ہے لہٰذا افضل واشرف وہی انسان ہے جو عالم ہے۔ اس لئے کہ شرف انسانیت علم سے ہی وابستہ ہے۔ یا پھر قدرت وقوت، حوصلہ وہمت، عزم بالجزم یا حسن سیرت وجمال صورت سے ورنہ علم انسان کی تو یہی کیفیت ہوگی کہ اس سے بڑھ کر کوئی اور جہالت میں نہیں ہوگا اس لئے کہ بشر دماغ کی تو ایک شریان ٹیڑھی ہو جائے تو وہ ہلاکت ودیوانگی کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ اسے تو یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ اب وہ کیا کرے اور اس کا علاج کہاں ہو بلکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کا علاج اس کے سامنے ہو رہا ہے مگر وہ کچھ بھی سمجھ نہیں پاتا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

بعینہٖ ہی اس کی قدرت وقوت ناکارہ دکھائی دیتی ہے کہ وہ تو ایک مکھی کا دفاع کرنے سے عاجز ہوتا ہے نیز اگر اس پر ایک مچھر کو مسلط کر دیا جائے تو اس کے ہاتھوں ہلاک ہو جائے اسی طرح اگر زنبور (بڑھ) اسے ڈنگے تو یہ اپنے ہوش وحواس کھو دیتا ہے پھر خود اندازہ لگائیے انسان سے بڑھ کر اور کونسی شئی عاجز ہے؟

marfat.com

یوں ہی اس کی ہمت پر نظر ڈالئے کہ جب اس سے چاندی کا ایک سکہ گم ہو جاتا ہے کہ اس کی طبیعت بگڑ جاتی ہے بھوک ہو تو ایک لقمے کی کمی کے باعث پاگل پن کا مظاہرہ کرنے لگتا ہے (تو اندازہ لگایئے) پھر انسان سے بڑھ کر اور کون خسیس (کمینہ) ہوگا اور اگر حسن صورت پر نگاہ ڈالیں تو محض چمڑے کا ایک ڈھانچہ ہی تو ہے۔ جس پر خوبصورت غلاف چڑھا دیا گیا ہے اگر دو دن تک اسے دھوئے اور صاف نہ کرے تو اس کے چہرے پر نحوست کے آثار نمایاں دکھائی دینے لگتے ہیں۔ پھر بدصورتی کے باعث وہ اپنے آپ سے نفرت کرنے لگتا ہے۔

ہاں ہاں اگر اس کے باطن میں پوشیدہ غلاظت ظاہر ہو تو اس سے غلیظ تر اور گندی کوئی بھی چیز نہیں۔ لہٰذا اس کے جمال کی حقیقت یہی ہے کہ وہ اپنے آپ کو طیب و طاہر اور صاف ستھرا رکھے۔ اگر موقعہ میسر ہو تو یومیہ دو بار ضرور غسل کیا کرے تا کہ اسکا ظاہری جمال برقرار رہ سکے اور یہ تمام باتیں علم ہی کی محتاج ہیں ورنہ کیسے پتہ چلے کہ صفائی کیا ہے اور گندگی و غلاظت کسے کہتے ہیں۔

حکایت:- نجاست کیا کہہ رہی ہے؟

ایک دن حضرت شیخ سعید رحمتہ اللہ تعالیٰ صوفیوں کی ایک جماعت کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک ایسے مقام سے گزر ہوا جہاں لوگ غلاظت کے ڈھیر کو اٹھا کر اسے صاف کر رہے تھے اس لئے کہ کسی نے اس غلاظت کو راستہ میں ڈال دیا تھا۔ تمام صوفیوں نے جلدی سے ناک بند کر لئے اور تیزی سے ادھر ادھر چلے گئے۔ مگر حضرت سعید علیہ الرحمتہ اس غلاظت کے ڈھیر کے پاس ہی کھڑے ہو کر صوفیوں کو مخاطب کیا۔

فرمایا! اے صوفیو! توجہ سے سنو! یہ نجاست کیا کہہ رہی ہے۔ وہ بولے بتایئے یہ کیا کہہ رہی ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہہ رہی ہے کل تک میں بازار میں تھی اور یہ سبھی لوگ مجھے بڑی چاہت سے اپنی جیبوں کو کھولے مجھے حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے اور پھر میں ایک ہی رات ان کی صحبت میں رہی تو اس حالت سے دوچار ہو گئی اب یہی لوگ مجھ سے کنارہ نفرت کرتے ہوئے اور بھاگے جا رہے ہیں اب میرے لئے لازمی ہے کہ میں تم لوگوں سے الگ ہو جاؤں کیونکہ تمہارا مجھ سے اس طرح گریز کرنا تعجب انگیز ہے۔ یا تم ہی مجھے چھوڑ دو۔

اور حقیقتاً سچی بات تو یہی کہ حضرت سعید علیہ الرحمتہ نے بیان فرمائی۔ کیونکہ دینوی زندگی میں انسان سے بڑھ کر کوئی ناقص، عاجز اور محتاج نہیں ہے اور کل بازار قیامت میں بھی اسی کو جانا ہوگا۔ وہاں اس کے پاس وہ گوہر دل موجود ہوا جو کیمیائے سعادت سے پاکیزہ و مصفی کر لیا ہوگا تو کامیابی اس کے قدم چومے گی پھر حیوانات کے طبقات سے بڑھ کر فرشتوں کے مدارج تک پہنچ جائے گا مگر جب یہاں ہی دینوی خواہشات و شہوات، حرص و آز اور لالچ میں پھنس گیا تو کل قیامت میں اس کا حال کتے، خنزیر اور دیگر جانوروں سے بھی بدترین ہوگا بلکہ وہ انہیں فضیلت حاصل ہوگی اس بنا پر کہ وہ مر کر ختم ہو جائیں گے اور یوں بازار قیامت کے غم و آلام سے انہیں کوئی واسطہ ہی نہیں ہوگا اور ان کے برعکس یہ بشر مبتلائے عذاب ہوگا۔

لہٰذا انسان کو چاہیے کہ اپنی قدر و منزلت کو پہچاننے کے ساتھ ساتھ اپنی بے کسی و بے بسی اور اپنی کمزوری کو بھی پہچانے کیونکہ معرفت خداوندی کی چابیوں میں سے یہ بھی ایک چابی ہے اور نسانی معرفت کے لئے اتنی سی بات پر ہی اکتفاء کرتا ہوں کیونکہ اس سے

marfat.com

زائد کی اس کتاب میں جگہ نہیں۔

عنوان دوم:- معرفت حق تعالیٰ جل وعلیٰ

واضح ہو کہ گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ انہیں فرمایا گیا اعرف نفسک تعرف ربک اپنی ذات کو پہچانو تا کہ رب تعالیٰ کی معرفت حاصل کر سکو اور آثار واحادیث اور اخبار میں معروف ہے کہ من عرف نفسه فقد عرف ربه جس شخص نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے رب تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لی۔ اور یہ کلمات اس پر دلیل ہیں کہ بذات خود انسان آئینہ کی مثل ہے جو کوئی اس آئینہ میں دیکھے گا وہ حق تعالیٰ کو دیکھ لے گا۔ مگر بہت سے لوگ اپنے آپ میں تو جھانکتے بھی نہیں تو وہ حق تعالیٰ کی معرفت سے کیسے آگاہ ہو سکتے ہیں؟ پس ان کے لئے ضروری ہے کہ جب وہ آئینہ نفس کو دیکھیں تو یوں محسوس کریں کہ حقیقتاً وہی آئینہ معرفت خداوندی ہیں مگر اس کے جاننے کی صرف دو صورتیں ہی ہو سکتی ہیں۔

جن میں ایک تو انتہائی مشکل ہے جس سے بیشتر عوام آگاہ ہی نہیں ہو سکتے اور نہ ہی اسے سمجھ سکتے ہیں لہٰذا جسے عوام الناس سمجھ ہی نہ پائیں اس کا بیان غیر مناسب ہے ہاں ایک دوسری صورت بھی ہے جسے عام وخاص سبھی سمجھ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ انسان اپنے وجود سے وجود حق تعالیٰ کی معرفت حاصل کرے اور اپنی صفات صفاتِ خداوندی کی پہچان کرے اور اپنے وجود کی بادشاہی میں جو اعضاء جوارح پر تصرف کا اختیار رکھتا ہے اسی سے اللہ تعالیٰ کا تصرف واختیار جو تمام عالمین پر رکھتا ہے۔ اسے پہچانے اس کی وضاحت کچھ ایسے کی جاتی ہے کہ جب انسان اپنی ہستی کو پہچانے تو یہ بھی سمجھے کہ چند برس قبل تو اس کا اپنا وجود بھی نہیں تھا۔ حتیٰ کہ نام ونشان کی بھی کوئی خبر نہ تھی جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے هل اتیٰ علی الانسان حین من الدهر لم یکن شیا مذکورا انا الانسان من نطفة امشاج نبتلیه نجعلنه سمیعاً بصیرا (الدھر:۲/۱/۲۹) بیشک آدمی پر ایک وقت گزرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔ بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے کہ اسے جانچیں تو اسے سنتا دیکھتا کر دیا۔ (کنز الایمان)

اور وہ چیز جس کے باعث انسان اپنی تخلیق کی اصلیت تک پہنچ سکتا ہے وہ از خود کیا ہے؟ وہ یہی تو ہے کہ انسان اپنے وجود میں آنے سے قبل ناپاک پانی کا ایک قطرہ ہی تو ہوتا ہے جسے نطفہ کہا گیا ہے جس میں نہ عقل وسمع نہ بصر نہ سر نہ ہاتھ اور پاؤں نہ زبان اور آنکھ نہ رگ وریشہ نہ گوشت پوست بلکہ محض سفیدی پانی کی ایک بوند پس اسی ایک صفت سے ان تمام عجائب کو ظہور پذیر کیا کیا یہ تمام از خود نمودار ہوئے یا انہیں کسی نے تخلیق فرمایا۔ اور پھر انسان کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اب جب وہ درجہ کمال پر فائز ہو چکا ہے پھر بھی اسے اتنی سی قدرت بھی نہیں کہ ایک بال ہی پیدا کر سکے۔ پھر اس وقت جب محض قطرہ تھا اور آج سے بھی زیادہ حقیر وبے تمیز اور عاجز تھا تو از خود کیسے وجود میں آ سکتا تھا۔ لہٰذا انسان کو تو اپنے وجود میں آنے پر ہی غور وفکر کرنے سے اپنے خالق کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے اور جب اپنی ساخت جسمانی کے عجائب وغرائب پر نگاہ کرے اور ظاہری وباطنی اعضاء کو بغور دیکھے تو اپنے خالق کی قدرت اس پر روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی اور وہ یقیناً اعتراف کرنے لگے گا کہ اسی خالق کی قدرت ہی کامل ہے (جیسے کہ پہلے تفصیل گزر چکی ہے) وہ جو چاہے اور جسے چاہے کر سکتا ہے کیونکہ اس سے زیادہ کوئی بھی قوت وقدرت کا مالک نہیں۔ کہ ایک قطرے سے اس نے کیسی کیسی حسین وجمیل صورتیں تخلیق فرمائیں اور عجائب زمانہ میں شمار ہونے والے پری پیکر چہرے پیدا کئے انسان اگر اپنے انہی اعضاء اور اوصاف کے

marfat.com

د پر غور کرے کہ اس نے ہر ایک چیز کو کس انداز اور خوبی سے ترتیب دیا نیز یہ بھی سوچے کہ ہر ایک وصف اور عضو کی پیدائش میں کون حکمت پنہاں ہے؟

مثلاً اپنے ظاہری اعضائے جسمانیہ (ہاتھ' پاؤں' آنکھ' زبان' دانت وغیرہ) اور باطنی اوصاف و اعضاء جیسے جگر' گردہ' پتا' وغیرہ ق کرنے والی ذات کے علم کو پہچانے کہ وہی ذات ہی کامل و اکمل ہے اور ہر چیز پر محیط ہے اور یہ بھی سمجھے کہ اتنے وسیع و عریض جہاں کوئی چیز بھی اس سے غائب نہیں ہو سکتی نیز اگر دنیائے جہاں کے تمام عقلاء' حکما اپنی حکمت و دانش اور عقل و فراست کو بروئے کار لا سی ایک ہی عضو کو کسی دوسری صورت میں بنانا چاہیں تو اگر چہ انہیں طویل عمریں بھی دے دی جائیں تو موجودہ صورت سے بہتر شکل نہیں لا سکتے۔

مثلاً دانت کسی اور طرح بنانا چاہیں تو نہیں بنا پائیں گے کیونکہ دانتوں کو ایسے تخلیق فرمایا گیا ہے کہ سامنے کے دانتوں کے سرے تیز تے ہیں تا کہ کھانے کی اشیاء کو کاٹ سکیں اور دوسرے دانتوں کو موٹا بنایا تا کہ وہ کھانے کو باریک کر سکیں اور درمیان میں زبان ہے جو ں دانے ڈالنے پر مامور ہے۔ نیز اس کے نیچے لعاب پیدا کیا گیا جو چیزوں کو قوام کی صورت دیتا ہے اور بقدر ضرورت اسے تاتر تا ہے جو حلق سے نیچے اترنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ تا کہ وہ چیز حلق میں ہی اٹکی نہ رہے کیا عقلاء حکما مل کر اس کی مثل بنا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

یوں ہی ہاتھ کو لیجئے کہ اس کی پانچ انگلیاں ہیں چار ایک جہت پر جب کہ انگوٹھا قدرے دوری پر اور لمبائی میں ان سے چھوٹا تا کہ م کا معاون ثابت ہو اور اشیاء کے پکڑنے میں ان کی مدد کر سکے۔ پھر ہر ایک انگلی کے تین تین پورے جب کہ انگوٹھے پر دو پورے گئے پھر اگر چاہے تو انہیں مجرفہ یعنی چاہے تو انگلیوں کو آپس میں ملا کر کسی چیز کے اٹھانے یا پکڑنے کے لئے استعمال میں لائے یا یعنی پانی پینے کا پیالہ یا چلو بنائے نیز کسی کو مارنے یا اپنے دفاع کے لئے مکا یا گھونسا بنائے یا مٹھی کھول کر پلیٹ کا سا کام لے۔ ں صرف ہاتھوں اور انگلیوں سے ایسے بہت سے کام لئے جا سکتے ہیں۔

مگر اس کے برعکس تمام جہاں کے عقلاء و حکماء مل کر ان انگلیوں کو کسی اور نئی شکل میں ایسے مرتب کریں کہ تمام برابر برابر۔ ہم ت اور ہم مثل ہو جائیں یا تین ایک طرف دو دوسری جانب یا پانچ کی بجائے چھ بنا ڈالیں یا چار کر دیں یا تین تین پوروں کی بجائے کھیں یا تین سے بڑھا کر چار پورے کر دیئے جائیں الغرض جو کچھ بھی سوچیں اور کریں ہر طرح ناقص ہی شکل و صورت ظہور پذیر ہو کامل وہی رہے گا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے پس نتیجہ یہ نکلا کہ علم الٰہی میں ہر آدمی پر محیط ہے اور وہی ذات واحد و یکتا ہر چیز فع و نقصان پر مطلع ہے نیز انسانی اعضاء کے ہر ایک عضو میں ایسی ایسی حکمتیں اور مصلحتیں ودیعت کی گئی ہیں کہ ان کے متعلق جتنا علم ہوتا جائے گا اتنی ہی زیادہ حیرت ہوتی جائے گی اور انسان اس کے لامحدود علم پر حیرت و تعجب میں ڈوبا رہے گا۔

ات خداوندی کی معرفت

انسان جب اپنی ضروریات و حاجات کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو سب سے پہلے اعضائی ضروریات اس کے پیش نظر ہوتی ہیں مثلاً نا' پینا' لباس اور مکان وغیرہ کے ساتھ ساتھ اسے سردی و گرمی سے بچاؤ کا خیال پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صنعت گری یاد آتی ہے

marfat.com

جس ذات اقدس نے جملہ اشیاء انسان کے لئے ہی تخلیق فرمائی ہیں یعنی لوہا' تانبا' قلعی' سیسہ اور لکڑی وغیرہ جب ان کی تخلیق پر غور کرتا ہے تو ان کے استعمال کی تدابیر اس کے سامنے آتی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی محسوس کرتا ہے کہ ان اشیاء سے جو چیزیں اس نہایت حسین وجمیل اور خوبصورت بنا ڈالی ہیں یہ کیسے ظہور میں آگئیں تو بے اختیار تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یقیناً ان تمام تخلیقات میں خالق حقیقی کی کارگزاری شامل ہے اگر وہ ذات اقدس ان اشیاء کو پیدا نہ کرتی تو کسی بھی انسان کو یہ چیزیں حاصل نہ ہوتیں اور پھر ان دوسری اشیاء کے بنانے کا خیال تک بھی پیدا نہ ہوتا' الغرض خواہی ناخواہی جو کچھ بھی انسانی عقل وشعور سے ظہور پذیر ہوا اس میں اللہ تعالیٰ ہی کا فضل وکرم شامل تھا۔ پس انسان اپنی ہر ایک صنعت وتخلیق میں خالق حقیقی ہی کی صنعت وقدرت کو ظاہر پاتا ہے اور رحمت وکرم نوازی ہر ایک چیز میں نمایاں دکھائی دیتی ہے۔

ففی کل شئی له آیة تدل علی انه واحد

ہر چیز میں اسی کی نشانیاں جلوہ افروز ہیں جو واضح اعلان کر رہی ہیں کہ وہی ذات ہی واحد ویکتا ہے اور انہی سے اس بات کا پتہ چل رہا ہے کہ تمام اولیاء کرام کی زندگی ایسی ہی صفتوں سے مرصع ہے کہ وہ حضرات ہر چیز میں اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت وکرم' لطف عنایت کو ملاحظہ کرتے رہتے ہیں جو بھی اس نے تخلیق فرمائیں حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا سبقت رحمتی علیٰ غضبی

اللہ تعالیٰ کی رحمت' ماں کی شفقت

سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بندوں پر شفقت الٰہی ماں کی مامتا کی شفقت سے بیشتر ہے جو وہ اپنے شیر خوار بیٹے پر کرتی ہے۔ لہٰذا اپنے آپ پر نظر کر لینے سے ہی ذات خداوندی کی معرفت کو پایا جا سکتا ہے۔ نیز اپنے اعضاء وجوارح تفصیلات کا جاننا ہی حقیقتاً کمالات الٰہیہ کی تفصیلات سے آگاہی حاصل کرنا ہے اور اپنے اعضائے جسمانی کے عجائبات وفوائد میں کمالات علوم الٰہیہ کو دیکھ پاتا ہے۔ اور ان تمام اعضائے جسمانی کو مجموعی طور پر دیکھنے سے بھی الطاف وکرامات خداوندی کو دیکھا جا سکتا ہے خواہ وہ ضرورتاً ہوں یا خوبصورتی وزیب وزینت سے متعلق ہوں۔ لہٰذا اسی وجہ سے معرفت نفس' معرفت خداوندی کی چابی اور آئینہ کا مقام رکھتی ہے۔

فصل:- تقدیس حق تعالیٰ اور تقدیس نفس خود کی معرفت

انسان نے جب اپنی صفات سے صفات حق تعالیٰ کو معلوم کر لیا اور اپنی ذات سے اس کی ذات کی معرفت تک رسائی حاصل کر لی تو اسی طرح حق تعالیٰ کی تنزیہ وتقدیس کو بھی اپنی تنزیہ وتقدیس سے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی تنزیہ وتقدیس کا مفہوم ہے کہ وہ (ہر عیب ونقص سے) پاک اور مقدس ہے اور جو جو باتیں ہمارے تصورات اور وہم وگمان میں آسکتی ہیں ان تمام سے اس کی ذات والا برکات پاک اور بلند تر ہے۔ اسے کسی مقام وجگہ سے مخصوص نہیں کر سکتے حالانکہ کوئی بھی مکان اس کے تصرف سے خالی نہیں اور یہی باتیں انسان کو اپنی ذات میں بھی دکھائی دیں گی۔

یعنی انسان کی جان' جسے ہم دل سے تعبیر کرتے ہیں وہ بھی ان تمام وہم وگمان اور تصورات سے پاک ہے۔ جو کہ پہلے وضاحت

marfat.com

ر چکی ہے کہ اس مقدار و کیفیت یا وزن و حجم کا کوئی اندازہ وغیرہ نہیں ہے۔ نہ اسے تقسیم کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کی رنگت بتائی جا
ں ہے۔ تو جس چیز کا رنگ اور مقدار کا ہی پتہ نہ چلے اس کی بھی صورت' تصورات میں نہیں لایا جا سکتا۔ اس لئے کہ خیال میں تو وہی چیز
تی ہے جسے آنکھوں سے دیکھا ہو یا پھر کوئی اس کی ہم جنس یا مثل کو نگاہوں میں لایا ہو۔ نیز رنگوں اور شکلوں کے علاوہ خیالات اور
ہ کی سلطنت میں کسی اور چیز کا گزر ممکن ہی نہیں پھر جو طبع تقاضا کرتی ہے کہ دیکھے فلاں چیز کس طرح کی ہے تو اس کا مفہوم یہی ہوتا
کہ اس کی شکل وصورت کیسی ہے؟ چیز چھوٹی ہے یا بڑی تو جن اشیاء میں یہ صفات سرے سے ہی نہ ہوں اس کے متعلق سوال کرنا محض
ں اور بے ہودہ ہے۔

پھر بھی اگر تیری طبیعت چاہتی ہے کہ وہ کونسی چیز ہے جس کے بارے سوال کیا ہی نہیں جا سکتا کہ وہ کیسی ہے تو اسے باہر تلاش
نے کی ضرورت نہیں اپنی ہی حقیقت جو محل معرفت ہے یہ ہی تقسیم نہیں ہو سکتی کیونکہ نہ اس کی مقدار ہے نہ کمیت و کیفیت' تاہم اگر کوئی
ں کر ہی لے کہ روح کیا ہے؟ اس کا فقط یہی جواب کافی ہے کہ روح کو مقدار کمیت و کیفیت سے کوئی تعلق نہیں (تو اس کے بارے
کیا بتایا جا سکتا ہے) لہٰذا جب اس صفت کو تو نے اپنے اندر دیکھ رہا ہے تو اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ کی صفت تقدیس وتنزیہ کو تو بشرط اولیٰ تسلیم
پڑے گا۔

پھر بھی اگر کوئی اپنی حیرت وحیرانگی کا اظہار کریں کہ وہ بے مثل وتمثیل کیسے موجود ہے تو پتہ چلا ایسے آدمی کو معلوم ہی نہیں کہ وہ خود
یہ صفت (بشکل دل) رکھتا ہے۔ پس واضح ہوا کہ جو اپنی ذات ہی کی معرفت سے عاری ہے وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کیا جانے حالانکہ
ت اپنی جسمانی ساخت میں ہی غور وفکر کرے اسے ہزار ہا چیزیں ایسی نمایاں دکھائی دیں گی کہ جن پر بے مثل و بے مثال کا اطلاق
ت رہے گا۔

مثلاً غصہ' دکھ' درد' عشق' محبت' لطف' مزا' لذت وغیرہ مگر وہ چاہیے کہ ان کی کیفیت' کمیت ولمبائی' چوڑائی' موٹائی شکل وصورت'
ذائقہ وغیرہ معلوم کرے تو ہرگز نہیں کر پائے گا۔

یوں ہی آواز' خوشبو' بھوک وغیرہ کی حقیقت معلوم کرنا چاہیے تو یقیناً عاجز رہے گا سبب اس کا وہی ایک ہی ہے کہ یہ اشیاء بھی بے
و بے مثال ہیں۔ پھر جب خیال تقاضا کرتا ہے کہ جو کچھ حواس باصرہ سے حاصل ہوتا ہے وہ آنکھ کے ہر حصے کا طالب ہوتا ہے اور
نہیں سوچتا کہ آنکھ کی طرح کان بھی تو ہیں ایسے ہی کان بھی ہیں آواز جو کان کا حصہ ہے وہ آنکھ کا حصہ نہیں بن سکتی بعینہٖ دیکھنا آنکھ
فت ہے وہ کان کا حصہ نہیں بن سکتی لہٰذا ایسے کیوں؟ اور کس لئے ہے؟ کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا پس تقدیس اولوہیت کے سلسلہ
کیوں اور کس لئے ہے؟ کے سوال کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا!!

پھر جو چیز بھی دل کے حاسہ سے محسوس کی اور عقل سے سمجھی جائے وہ تمام حواس خمسہ کی سعادت وقسمت سے بلند تر ہے۔ اس لئے
یوں اور کیسے؟ کا تعلق تو صرف محسوسات سے ہے اور اس پر تحقیق وتفکر کی ضرورت ہے جس کی تفصیل کتب معقولات میں ہم پیش کر
ہیں اور زیر نظر تصنیف میں اسی پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے یہاں تو اسی قدر مقصود ہے کہ انسان اپنی ذات کے بارے میں سوچے کہ وہ
یوں اور کس لئے ہے اسی بات کو ہی نہیں سمجھ سکتا ہے تو بعینہٖ اللہ تعالیٰ جل وعلاء کے متعلق بھی ایسے سمجھ لے کہ اس کی ذات والا

marfat.com

برکات کے بارے قطعاً نہیں سمجھ سکتا کہ وہ کیوں اور کس لئے ہے۔

نیز یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ جس طرح جسم میں جان موجود ہے اور وہ جسم پر حاکم ہے اور جسم میں جتنی بھی چیزیں پائی جاتی ہیں وہ سب اسی جان یعنی روح کے زیر کمان ہیں حالانکہ روح خود بھی اسی چونی و چگونگی (کیوں اور کیسے) کے چکر میں ہے بعینہٖ عالم دنیا کے حکمران بادشاہ بھی بے چون بے چگوں کے اوصاف رکھتے ہیں سبھی روح ہی کی بادشاہی میں ہیں۔

دوسری قسم اللہ تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس کی یہ ہے کہ اسے کسی بھی مکان سے نسبت نہیں دے سکتے اور یہی بات خود روح میں بھی پائی جاتی ہے کہ روح کو جسم کے کسی خاص حصے سے نسبت نہیں دی جاسکتی یعنی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جان یعنی روح ہاتھوں میں ہے یا پاؤں سر یا کسی بھی عضو میں ہے؟ بلکہ جملہ اعضائے بدن تقسیم پذیر ہیں یعنی ہر ایک اعضا کو کاٹ کر جسم سے الگ کیا جاسکتا ہے۔ مگر اس برعکس روح کی تقسیم ناممکن ہے لہٰذا تقسیم ہو جانے والے کا غیر منقسم میں ہونا محال ہے۔ اس لئے روح دوسرے اعضاء کی طرح کاٹ کر ٹکڑوں میں تقسیم نہیں کی جاسکتی لہٰذا اسے کسی عضو سے نسبت دی ہی نہیں جاسکتی۔ حالانکہ ہر عضو اس کے قبضہ و تصرف میں ہے۔ من و ن اعضاء پر روح حکمران ہے بعینہٖ ساری دنیا' سلطان دنیا کے قبضہ و تصرف میں ہے لیکن اس کے باوجود بادشاہ کو کسی خاص جگہ سے نسبت نہیں دی جاسکتی کیونکہ وہ ایسی نسبت و اضافت سے بالکل مبرہ و پاک ہے۔ اور اس قسم کی تمام انواع کی تقدیس و تنزیہہ اس وقت اچھی طرح عیاں ہوسکتی ہے جب روح کی خاصیت اور پوشیدہ راز کو واضح طور پر بیان کیا جائے مگر اس کی اجازت کہاں؟ تاہم اس اعلان خداوندی سے کافی حد تک بات صاف ہو جاتی ہے کہ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ بیشک اللہ تعالیٰ آدم (انسان) کو اپنی صورت تخلیق فرمایا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

فصل:- دنیا پر اللہ تعالیٰ کی بادشاہی کی معرفت؟

کہ وہ کیسے ہے؟ قارئین کرام! جب آپ نے ذات خداوندی کے بارے قدرے معرفت حاصل کر لی نیز اس کے اوصاف کیوں اور کیسے ہیں؟ کے متعلق اس کی تقدس و تنزیہہ کو بھی سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ کسی ایک جگہ کے ساتھ خاص ہونے سے بھی پاک ہے۔ بھی معلوم ہوا کہ یقیناً آدمی کا وجود معرفت الٰہیہ کی کلید ہے جیسا کہ بیان ہوا۔

اب معرفت الٰہیہ کے سلسلہ میں ایک یہ بات باقی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مملکت میں کیسے بادشاہی و حکمرانی فرماتا ہے؟ ملائکہ کو حکم دینا اور ان کا بجالانا' ان سے کام کروانا' آسمان سے زمین پر نازل کرنا' آسمانوں اور سیاروں (چاند) سورج اور ستاروں کو چلانا باشندگان ارض کے لئے ان سے کام لینا' آسمان بنانا' کلید رزق آسمان کی تحویل میں دینا' یہ سبھی امور کیسے ہیں۔ معرفت حق تعالیٰ میں یہ عظیم تر باب ہے جس طرح پہلی معرفتوں کو معرفت ذات و صفات سے تعبیر کرتے ہیں اس معرفت کو معرفت افعال سے موسوم کرتے ہیں اس معرفت کی کلید بھی معرفت نفس ہی سے ہے۔ وہ یوں کہ جب تک تو یہ نہیں سمجھے گا کہ خود اپنی مملکت نفس میں تو کس طرح بادشاہی کرتا ہے اس وقت تک قطعاً نہیں سمجھ پائے گا کہ یہ شہنشاہ عالم کیسے بادشاہی کرتا ہے۔ لہٰذا پہلے اپنی پہچان کر اور پھر اپنے ایک ایک فعل کو سمجھو۔

وہ یوں کہ جب تو کاغذ پر "بسم اللہ" تحریر کرنا چاہتا ہے تو پہلے پہل تیرے دل میں رغبت پیدا ہوگی پھر ارادہ پھر حرکت' و جنبش ظہور پذیر ہوگی یہ دل جو محض گوشت ہے اور تیرے سینے میں بائیں جانب سیٹ ہے۔ اس میں از خود حرکت پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ دل میں ایک

marfat.com

لطیف شئی جنبش کر کے دماغ میں پہنچتی ہے' اسی جسم لطیف کو اطباء روح سے موسوم کرتے ہیں جو حواس کی حرکات کی قوتوں کو برداشت کیے ہوئے ہے۔

یوں ہی ایک دوسری روح بھی ہے جو دیگر حیوانات میں بھی پائی جاتی ہیں اس میں موت دخیل ہے۔ لیکن وہ روح اور ہی ہے جسے م دل سے تعبیر کرتے ہیں وہ حیوانات میں نہیں ہوتی وہ روح ہرگز نہیں مرتی۔ اس لئے کہ وہ معرفت الٰہیہ کا مسکن ہے اور یہی روح جنبش کرتی ہوئی دماغ میں پہنچتی ہے تو دماغ کے پہلے خزانہ میں جو قوت خیال کا مقام ہے بسم اللہ کی صورت نمودار ہوتی ہے۔ پھر دماغ ں سے اس کے اثرات اعصاب پر مرتب ہوتے ہیں اس لئے کہ دماغ سے باہر آ کر روح تمام اعضاء کے اکناف واطراف میں پھیل اتی ہے انگلیاں بھی اسی میں شامل ہیں لہٰذا وہ ان تک بھی رسائی پیدا کر لیتی ہے جسے کمزور سے آدمی کی بھی کلائی سے مشاہدہ کیا جا سکتا ہے پھر جب اعضاء متحرک ہوتے ہیں تو وہ انگلیوں کو بھی متحرک کرتے ہیں انگلیاں قلم کو حرکت دیتی ہیں تو صورتِ بسم اللہ جو خزانہ دل ں اولاً موجود تھی وہ کاغذ پر ظہور پذیر ہو جاتی ہے۔ اس میں حواس خمسہ کی معاونت شامل ہوتی ہے خاص کر آنکھ کی کیونکہ اس معاملے ں اس کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔ پس جس طرح یہ کام اولاً رغبت سے تعلق رکھتا ہے جو تمہارے باطن میں پیدا ہوتی ہے بعینہٖ ہی اسی رح تمام امور وافعال کی اوّلین ابتداء اوصاف باری تعالیٰ میں سے کوئی ایک صفت ہی ہوتی ہے جس کے باعث عبادت کا ارادہ پیدا وتا ہے اور جسے ارادے کا اثر سب سے پہلے دل میں پیدا ہوتا ہے پھر اسی کے واسطہ سے دیگر اعضاء تک پہنچتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ے ارادے کا اثر پہلے پہل عرش پر ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اور بعدہ دوسروں تک پہنچتا ہے۔

جیسے جسم لطیف ہوا کی مانند دل کی رگوں کے راستے اس اثر کو دماغ تک پہنچاتا ہے اس جسم لطیف ہی کو روح قرار دیتے ہیں یوں اللہ تعالیٰ کا جوہر لطیف اس اثر کو عرش سے کرسی تک پہنچاتا ہے اسی جوہر کو فرشتہ' روح یا روح القدس کا نام دیتے ہیں۔

جس طرح دل سے اثر دماغ تک پہنچتا ہے اور دماغ اس کے نیچے ہے یوں ہی ولایت میں عرش سے وہ اثر کرسی تک جاتا ہے اور رسی سے نیچے ہے۔ جیسے بسم اللہ کو صورتاً لکھنا تمہاری مراد ہے وہ تمہارا فعل ہی متصور ہوگا۔ دماغ کے خزانہ اول سے وہ صورت ظاہر تی ہے اور بعینہٖ اسی کے مطابق فعل ظہور پذیر ہوگا یوں ہی ہر اس چیز کی صورت جو دنیا میں پیدا ہوگی پہلے پہل اس کا نقش لوح محفوظ پر ترسم ہوگا جس طرح دماغ کی قوت لطیف اعصاب کو متحرک کرتی ہے پھر اعضاء ہاتھوں اور انگلیوں کو متحرک کرتے ہیں اور انگلیاں قلم کو رکت میں لاتی ہیں یوں ہی جواہر لطیف جو عرش وکرسی کے لئے مقرر ہیں آسمانوں اور ستاروں کو متحرک کرتے ہیں اور جس طرح دماغ ں قوت رگوں اور اعضاء کے ربط وتعلق سے انگلیوں کو متحرک کرتی ہے اسی طرح جواہر لطیف جنہیں ملائکہ سے موسوم کیا گیا ہے ستاروں ران کے انوار وتجلیات کے ربط سے عالم سفلی اور اس کے تمام ارکان کو متحرک کرتے ہیں جنہیں عناصر اربعہ کہا جاتا ہے وہ گرمی' سردی' ی اور خشکی ہے جسے قلم سیاہی کو چلاتا ہے۔ اور پھر اسے کاغذ پر پھیلاتا اور جمع کرتا ہے یہاں تک کہ وہ ''بسم اللہ'' کی صورت میں نقش کر تا ہے اسی طرح گرمی' سردی' تری اور خشکی اور ان جملہ عناصر اربعہ کی اصلیت سبھی مل کر مرکبات کو حرکت میں لاتے ہیں' نیز جیسے کاغذ ہی کو جذب کر لیتا ہے۔ پھیلی ہو یا جمع کر دی گئی ہو اسی طرح رطوبت بھی ان مرکبات کو شکل میں متشکل کر دیتی ہے اور پیوستہ ہونے کی وت اس صورت کی محافظ بن جاتی ہے تاکہ وہ شکل یا نقش خراب نہ ہوں۔ اس لئے کہ جب رطوبت نہیں ہوگی کسی بھی صورت نقش نہ

marfat.com

شکل بن نہ پائے گا جیسے قلم اپنی ذمہ داری پوری کر لیتا ہے تو دل کے خزانہ کے مطابق حاسہ چشم کی معاونت سے ''بسم اللہ'' کی صورت کاغذ پر ظہور پذیر ہو جاتی ہے اسی طرح گرمی اور سردی ان مرکبات کے اصل کو متحرک کرتی ہے تو عین اسی صورت کے مطابق جو لوح محفوظ پر قبل ازیں منقش تھی بصورت حیوانات و نباتات وغیرہ عالم دنیا میں وجود کی صورت میں نمودار ہو جاتے ہیں۔

محترم! جیسے تیرے ہر ایک فعل میں سب سے پہلے اثر تیرے دل سے پیدا ہوتا ہے اور پھر جملہ اعضاء میں پھیل جاتا ہے یوں ہی عالم اجساد کا معاملہ ہے کہ تمام امور کا اثر پہلے عرش مجید پر ظاہر ہوتا ہے۔ پھر آگے بڑھتا چلا جاتا ہے جس طرح اس خاصیت کو پہلے دل قبول کرتا ہے اور اعضاء اس کے بعد میں' نیز اور لوگ دل کو تیرے ساتھ نسبت' دیتے اور سمجھتے ہیں کہ تو دل میں رہنے والا ہے یوں ہر جملہ اشیاء پر تصرف عرش مجید ہی کے واسطے سے ہے اور عموماً لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش مکین ہے۔ جیسے تو دل پر غالب ہوا۔ اور دل معاملہ درست ہو گیا تو پھر مملکت کی تدبیر کر سکتا ہے یوں ہی اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ تخلیق عرش سے عرش پر غالب ہوا اور عرش کھڑا کیا۔ پھر عرش کو مغلوب فرما کر مملکت عالم کی جملہ تدابیر کو بروئے عمل لایا گیا جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ثم استوی علی العرش (السجدۃ آیت نمبر ۴) پھر وہ عرش پر اپنی شان کے مطابق جلوہ نما ہوا وہی ہر امر کی تدبیر فرمانے والا ہے یدبر الامر اسی امر کی طرف اشارہ ہے یاد رہے کہ یہ سبھی باتیں حقائق پر مبنی ہیں اور صاحبان بصیرت اسے بذریعہ کشف معلوم کر چکے ہیں اور اس اعلان کی حقیقت و اصلیت سے روشناس ہو چکے ہیں کہ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر تخلیق فرمایا۔

رموز مملکت سے آشنائی؟

عزیز محترم! اس بات کو حق سمجھو کہ بادشاہوں کے سوا رموز مملکت کوئی اور نہیں جانتا اگر تجھے تیری (جسمانی) مملکت پر بادشاہ نہ بنایا ہوتا اور شہنشاہ حقیقی خداوند عالم نے اپنی مملکت سے مختصر سا حصہ تجھے عطا نہ فرمایا ہوتا تو تیرے لئے اللہ تعالیٰ کو پہچاننا ممکن ہی نہ ہوتا۔ لہٰذا شکر ادا کیجئے اس بادشاہی پر جو تجھے تیری تخلیق کے بعد عطا کی گئی ہے اور تجھے وجود کی مملکت سے نوازا گیا اور اس ذات کریم نے اپنی سلطانی کا معمولی سا نقش تیرے دل کے عرش پر قائم فرمایا نیز روح حیوانی جو منبع و مرکز قلب ہے تیرا اسرافیل بنایا۔ تیرے دماغ کو بمنزلہ کرسی' تیرے خیالات کے خزانہ کو تیری لوح محفوظ بنایا۔ آنکھ کان' ہاتھ اور دیگر تمام حواس کو تیرے فرشتے قرار دیا۔ تیرا دماغ منبع اعصاب ہے۔ تیرے لئے آسمان اور ستاروں کی مانند ٹھہرایا۔ انگلیوں کو قلم اور سیاہی کے ذریعے مقاصد طبع کو تیرا مطیع و فرمانبردار بنایا۔ اور تیرے قلب کو بے چون و چگوں تخلیق فرمایا اور سبھی اعضاء پر اسے سلطان مقرر فرمایا اور پھر ارشاد ہوا ہرگز اپنی ذات اور اپنی بادشاہی سے غافل نہ ہونا ورنہ تو اپنے خالق و مالک سے غافل ہو جائے گا۔ ہاں اگر تو اس نکتے کو سمجھنا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر کیسے تخلیق فرمایا؟ تو پھر تو اے انسان اپنے آپ کی معرفت حاصل کر کیونکہ معرفت الٰہیہ اسی طرح سے ہی ممکن ہے؟

فصل:۔ تعلق بالنفس اور مشاہدہ جمال الٰہی!!

جو کچھ مذکور ہوا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی بادشاہی خالق کائنات کی سلطنت کا محض ایک نمونہ ہے اس سے دو عظیم تر علموں کی طرف اشارہ ہو رہا ہے کہ انسان کے نفس کا علم اور قوتوں اور صنعتوں کے ساتھ اس کے اعضاء و اعصاب کا تعلق نیز دل کے ساتھ

marfat.com

اوصاف اور قوتوں کے تعلق کا حال! یہ ایک ایسا طویل ترین علم ہے کہ اس کی مختصر سی کتاب میں تحقیق نہیں ہو سکتی۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو بادشاہ عالم کی بادشاہی اور فرشتوں کے درمیان نیز فرشتوں کا آپس میں ربط و تعلق ہے یہ بھی بہت بڑا علم ہے اور اس اشارے کا یہ بھی مفہوم ہے کہ جو شخص زیرک و ہوشیار ہوگا وہ ان تمام امور پر اعتقاد رکھے گا اور ان تمام افعال سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا قائل ہو جائے گا۔ اور جو جاہل و احمق ہے وہ تو یہ بھی نہیں سمجھ پائے گا کہ وہ خود کیوں بے وقوف، احمق و غافل اور مبتلائے خسران ہوا اور ایسے شہنشاہ حقیقی جو صاحب حسن و جمال ہے اس کے دیدار پر انوار سے کیوں محروم ٹھہرا اور پردہ غفلت میں پڑا نیز مخلوقات کو جمال الٰہیہ سے کیا آگاہی حاصل ہو سکتی ہے ہاں البتہ یہ جو مرقوم ہوا اس سے اتنا تو پتہ چل سکے گا کہ وہ خود کیا ہیں؟

فصل:- نجومی، علم نجوم اور چیونٹی!

جو لوگ طبیعی یا نجومی کہلاتے ہیں وہ بیچارے حقائق تخلیقیہ سے عاجز و محروم ہیں کیونکہ عالم دنیا کے تمام معمولات امور و افعال کو ستاروں اور طبائع کا مرہون منت سمجھتے ہیں۔ حقیقتاً وہ اس حقیر سی چیونٹی کی طرح ہیں جو کاغذ پر دوڑ رہی ہو۔ اور کاغذ پر دیکھے کہ وہ سیاہ ہوتا جا رہا ہے اور اس پر مختلف نقش ابھر رہے ہیں پھر قلم کو نوک کی بغور دیکھے اور خوش ہونے لگے کہ میں نے اس کام کی حقیقت کو پہچان لیا ہے بس اب اس کا کام مکمل ہوا یعنی اسے معلوم ہوا کہ کاغذ پر جو نقش ابھرے ہیں یہ قلم ہی کا سبب ہیں ایسے ہی طبیعی کی کیفیت ہے جو درجہ آخیر کے سوا کسی اور بات کا علم ہی نہیں رکھتا (حالانکہ وہ اس وہم میں مبتلا ہے کہ وہ جملہ محرکات کا از اول تا آخر علم رکھتا ہے۔

تمثیل دگر:- پھر اس کے بعد دوسری چیونٹی جس کی آنکھوں کی وسعت و کشادگی نسبتاً پہلی چیونٹی سے قدرے زیادہ ہے اس کے مشاہدے کا درجہ بھی قدرے زیادہ ہوگا اگر وہ پہلی سے کہنے لگے کہ تو نے دیکھنے میں غلطی کی کہ وہ نقوش قلم کے مرہون منت اور زیر فرمان ہیں کیونکہ اس سے اوپر کچھ اور ہی چیز محسوس ہو رہی ہے جو حقیقتاً وہ نقش بنا رہی ہے پھر وہ دوسری چیونٹی اسی پر خوشی و مسرت کا اظہار کرنے لگتی ہے کہ حقیقت تو یہی ہے جس کا اسے شعور ملا۔ یعنی یہ نقوش تو انگلیوں نے بنائے ہیں نہ کہ قلم نے! قلم تو ان کے تابع ہے۔ یہی نجومی کی مثال ہے کہ عالم طبیعی سے اس کی نگاہ دور تک پہنچی اس کے مشاہدہ کیا کہ طبائع، ستاروں کے مسخر اور مطیع فرمان ہیں۔ مگر یہ نہ سمجھ پایا کہ تارے تو فرشتوں کے ماتحت ہیں اور پھر ان مدارج کو بھی نہیں سمجھ پایا کہ جو اس کے علم سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

جیسے نجومیوں اور طبیعات کے علماء و ماہرین کے درمیان عالم اجسام میں اختلاف ہے۔ ایسے ہی ان علماء میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے جو عالم ارواح کو سمجھنے میں مصروف ہیں اور پھر ان میں اختلاف کی نوعیت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے جب ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو عالم اجسام سے آگے قدم نہ بڑھا سکے۔ وہ پہلے ہی درجہ میں گم رہے اور عالم ارواح کی طرف پرواز نہ کر سکے عالم ارواح جو عالم انوار ہے۔ اس میں تو اور بھی بے شمار کٹھن منزلیں ناقابل بیان رکاوٹیں حائل ہیں جن میں بعض کے درجات ستاروں کی طرح بعض آفتاب و مہتاب کی مثال ہیں اور عظمت و برتری کے یہ مدارج و منازل ان خاص لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ملکوت زمین و آسمان کے مشاہدہ سے شاد کام فرماتا ہے جیسے کہ ارشاد ہوا۔

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی (الانعام ۷۵/۷) پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

marfat.com

حَنِیْفاً وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْن میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان وزمین بنائے ایک اسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں نہیں (الانعام ۷۹/۷) (کنز الایمان)

نیز سید المرسلین خاتم النبین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ سبعین الف حجاباً من نور لو کشفھا لا حسرقت سبحات وجھه کل من ادرک بصره بے شک اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار نوری حجاب بنائے ہیں اور اگر ان پردوں کو اٹھا دیا جائے تو اس کے روئے جمال کی تجلیات ان سب کو خاکستر کر دیں جو بھی کوئی ان کی طرف جھانکے۔

اس کی تفصیل وتشریح ہم اپنی تصنیف مشکوۃ الانوار اور مصباح الاسرار میں رقم کر چکے ہیں جسے چاہت ہو انہیں ملاحظہ کرے۔

میرے عزیز! یہاں تو ہمارا مقصود یہی بتانا ہے کہ تم سمجھ لو کہ بیچارے علم طبیعی کے (کیڑے نے) تو ہر ایک چیز کو گرمی اور سردی سے معلق کر رکھا ہے اور اس کا یوں سمجھنا بھی درست ہی مان لیتے ہیں کیونکہ اگر یہ اشیاء (حرارت و برودت) اسباب خداوندی کے درمیاں نہ ہوتیں تو علم طب محض باطل ٹھہرتا!! لیکن طبیعی نے اس اعتبار سے غلطی کھائی کہ اس کی نگاہ نہایت محدود تھی اس کی مدد نہ کر پائی اور وہ پہلی ہی منزل پر اٹک گیا اور وہ گرمی وسردی کو اصل قرار دے بیٹھا۔ مسخر کی حقیقت اس کی نظروں سے اوجھل رہی اور انہی اشیاء کو آقا سمجھا نوکر نہ جانا۔ حالانکہ گرمی وسردی تو ان بے وقار نوکروں کی مثال ہیں جو جوتیوں میں کھڑے رہتے ہیں۔

نیز نجومی نے ستاروں کو اسباب الٰہی میں داخل کیا۔ تو سچ ہی جانئے کیونکہ اگر یہ گمان نہ کرتا تو دن رات برابر ہوتے آفتاب ایک سیارہ ہے۔ جس سے عالم دنیا کو روشنی اور حرارت حاصل ہوتی ہے اگر یہ نہ ہوتا تو ایک ہی موسم ہوتا (پھر اسے کونسا نام) دیا جاتا کون بتائے بہر حال اسے گرمی اور سردی، بہار اور خزاں وغیرہ سے تو ہرگز موسوم نہ کرتے۔

کیونکہ موسم گرما کی گرمی سورج ہی کے باعث ہوتی ہے گرمیوں میں آفتاب آسمان کے سینٹر سے قریب تر ہوتا ہے اور سردیوں میں خاصی دوری پر، لیکن اللہ تعالیٰ جس نے آفتاب کو نور اور روشنی نیز گرمی سے نوازا ہے کیا عجب ہے کہ اسی ذات اقدس نے زحل کو سرد خشک اور زہرہ کو گرم اور تر تخلیق فرمایا ہو؟ بہر حال نجومی کے اس قول سے کہ (ستارے اسباب الٰہی میں داخل ہیں) اسلام میں کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن نجومی یقیناً اس سلسلہ میں غلطی پر ہے کہ اس نے سیاروں کو سب کچھ تصور کر لیا انہی کو بنیاد ٹھہرایا۔ اور اصل قرار دیا اور ان کی تسخیر ہونے پر اس کی نگاہ نہ پڑی اور یہ نہ دیکھ پایا وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرَاتٌ بِاَمْرِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (النحل ۱۲/۱۴) اور تمہارے لئے مسخر کئے رات اور دن اور سورج اور چاند اور ستارے اس کے حکم کے باندھے ہیں بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کو (کنز الایمان)۔

معلوم ہوا کہ چاند، سورج، ستارے، سیارے حکم الٰہی کے تابع ہیں وہ ان سے کام لے رہا ہے یہ اسی کے زیر فرمان ہیں یہ بھی اس کے نوکر چاکر ہیں اپنی مرضی سے یہ کام نہیں لے سکتے انہیں جس کام پر لگایا جائے گا وہی سرانجام دیں گے اور وہ عاملین کے ماتحت ہیں اور عام فرشتے ہیں جیسے اعضائے انسانی کی حرکت پورے جسم میں ہوتی ہے لیکن ہے وہ دماغ کے ماتحت اسی طرح یہ آفتاب ومہتاب اور سیارے سبھی ایک معمولی سے غلام کی حیثیت سے بڑھ کر نہیں۔ اگرچہ ان کے مراتب ان غلاموں کی طرح ہیں جو جوتیوں میں پڑے حکم کے منتظر رہتے ہیں، البتہ عناصر اربعہ کی طرح بالکل کم تر درجہ کے مسخرات کی مثل بھی نہیں جیسے کاتب کا قلم اس کے تصرف میں ہوتا ہے۔

marfat.com

فصل:- تمثیل: ہاتھی اور اندھے؟

قارئین کرام! لوگوں میں کافی حد تک اختلاف کا باعث اس وجہ سے بھی ہے کہ ہر ایک کی بات میں کسی نہ کسی طرح سچائی کا پہلو مترشح ہوتا ہے۔ وہ اپنے گمان میں صحیح و درست کہتا ہے لیکن وہ اس بات سے نابلد ہوتا ہے کہ اس کی بات میں بعض پہلو سے کافی سقم پایا جاتا ہے مگر وہ بضد ہوتا ہے کہ اسے اس میں پوری پوری آگاہی حاصل ہے ایسے لوگوں کی مثال ان اندھوں کی سی ہے جنہوں نے خبر سن کر شہر میں ایک ہاتھی آیا ہے ان اندھوں کو ہاتھی دیکھنے کا شوق چرایا۔ وہ کشاں کشاں شہر میں آوارہوئے تا کہ ہاتھی کی معرفت حاصل کر پائیں۔ اندھوں نے خیال کیا ہاتھی کی شناخت کے لئے ان کے ہاتھ ہی کافی ہیں۔ چنانچہ وہ ہاتھوں سے ہاتھی کو ٹٹولنے لگے کسی کا ہاتھ کان پر لگا کسی کا پاؤں پر کسی نے دانت ٹٹولے اور پھر اپنے ہم جنس دوسرے اندھوں کے ہاں ان کا جانا ہوا تو وہ ہاتھی کے اوصاف بیان کرنے لگے جس نے جس طرح ٹٹولا تھا اسی کے مطابق ہاتھی کی شکل وصورت کا اظہار کرنا شروع کیا۔ جس نے پاؤں پر ہاتھ رکھے وہ کہتا ہاتھی تو ایک ستون کی مثال تھا جس نے دانت ملاحظہ کئے وہ بولا ہاتھی تو ایک لٹھ کی طرح ہوتا ہے جس نے کان پکڑے اس نے کمبل سے تشبیہ دی ان اندھوں نے اپنی اپنی دانست کے مطابق درست ہی کہا تھا کیونکہ ہر ایک نے ایک ایک بات کہہ ڈالی۔ مگر غلطی یہ ہوئی کہ اندھوں نے جس جس چیز پر ہاتھ رکھا اسے ہی مکمل ہاتھی سمجھ لیا حالانکہ ہرگز ہرگز ایسا نہیں تھا۔

اسی طرح نجومی اور طبیعی کی نظر بھی آقا پر نہیں غلاموں پر گئی اور اسی کے تصرف واختیار پر اتنے حیران وششدر ہوئے کہ اسے ہی حقیقی بادشاہ تسلیم کر بیٹھے۔ حالانکہ وہ سخت مغالطے میں گرے ہوئے ہیں اور جب کبھی کسی کو توفیق الٰہی سے غور وفکر کی نعمت نصیب ہوتی ہے تو ان نقصائص سے آگاہ ہونے کے بعد ان کے آقا کی طرف راہ بصیرت کھل جاتی ہے اور پکار اٹھتا ہے یہ چیز تو کسی اور بلند تر مختار کے زیر حکم ہے جو دوسروں کے زیر فرمان ہو انہیں اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا اور پھر حق تعالیٰ کا پرستار برملا اعلان کرتا ہے لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ○ بیشک میں چھپ جانے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ (الانعام (۷۶/۷)

فصل:- سیارے، بروج اور عرش اعظم!!

سیارے اور ان کے خواص وطبائع، بروج اور آسمان بارہ اقسام پر مشتمل ہیں اور ان سب سے برتر عرش اعظم ہے۔ ان تمام کی مشترکہ مثال ایک ایسے بادشاہ کی سی ہے جس کے لئے ایک ایوان شاہی مختص ہو اور اس کا وزیر اعظم اسی کمرہ میں بیٹھا ہو اور اس ایوان شاہی کے چاروں طرف غلام گردش ہو جس میں آمدورفت کے لئے بارہ دروازے ہوں اور ہر ایک دروازے پر وزیر اعظم کی طرف سے اس کا سیکرٹری بیٹھا ہو اور سات باڈی گارڈز کا حفاظتی دستہ اپنی سواریوں پر ان کے چاروں طرف گشت کر رہا ہو نیز وزیر اعظم کے سیکرٹریوں کے احکام بھی وصول کرنے پر مامور ہوں۔ جو اس کے نائبین کو وقتاً فوقتاً اس کی طرف سے موصول ہوں۔ پھر چار پیادے اس سات محافظین سے قدرے دوری پر کھڑے کئے گئے ہوں اور ان کی نظر ہر لحہ ان محافظوں پر لگی ہوئی ہو اور جو حکم ان کے لئے اندر سے صادر ہو پھر چار پیادوں کے ہاتھوں میں کمندیں دی گئی ہوں تا کہ انہیں مناسب وقت پر جیسے ان کے لئے حکم ہو بروئے عمل لائیں بعض کو بادشاہ کی خدمت میں حاضر اور بعض کو نکال باہر کریں کسی کو خلعت فاخرہ سے نوازیں اور کسی کو عقوبت خانہ میں بند کریں۔

marfat.com

عرش اعظم وہ ایوان خاص ہے جو وزیر اعظم کی نشست گاہ ہے اور وہ انتہائی مقرب فرشتہ ہے اور آسمان کواکب اس کی بارہ دری ہے۔ بارہ برج وہی بارہ دروازے ہیں اور اس وزیر کے نائب' فرشتے ہیں ان فرشتوں کا مرتبہ اس مقرب بارگاہ کے فرشتہ سے کم ہے۔ پھر ان فرشتوں میں ہر ایک کو کسی کام پر لگا رکھا ہے سات ستارے وہ سات سوار ہیں جو محافظین کی طرح دروازوں کے گرد چکر لگا رہے ہیں اور ہر ایک دروازے سے انہیں کوئی نہ کوئی حکم دیا جاتا ہے جنہیں عناصر اربعہ سے موسوم کیا گیا ہے۔ یعنی ہوا' پانی' آگ اور مٹی' چار پیادوں کی مانند ہیں جو اپنی اپنی ذمہ داری سے سرمو ادھر ادھر نہ ہو سکے۔ اور طبائع اربعہ یعنی گرمی' سردی' خشکی اور تری ان کی مثال چار کمندوں کی سی ہے جو ان پیادوں کے ہاتھ میں ہیں۔

مثال کے طور پر اگر کوئی ایسی کیفیت سے دوچار ہو جائے کہ وہ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر آمادہ ہے اور اس پر غم وحزن ہ تسلط ہو چکا ہے دینوی نعمتوں سے اس کی رغبت و دلچسپی نہیں رہی اسے صرف اپنی عافیت کا غم گھیرے ہوئے ہے تو طبیب کہتے ہیں کہ یہ علیل ہے اور اس بیماری کا نام مالیخولیا ہے اور اس کا علاج افتیمون کا جوشاندہ ہے۔

☆ طبیعی کہے گا کہ اس بیماری کا سبب خشکی ہے جو طبیعت میں نمودار ہوئی اور اس کے دماغ پر غالب آ گئی اور خشکی کا باعث موسم سرما کی خشک ترین ہوا ہے پس جب تک باد بہاری نہیں چلے گی ہوا میں نمی پیدا نہیں ہوگی اور یہ بیمار اچھا نہیں ہوگا۔

☆ نجومی کہے گا اسے کچھ بھی نہیں یہ تو محض وہم کا شکار ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس پر عطارد کا اثر نمایاں ہے۔ اور عطارد نے مریخ سے منحوسیت کا اثر قبول کر لیا ہے اس لئے اسے وہم پیدا ہوا ہے اس لئے جب تک عطارد' سعدین کے برجوں یا تثلیث میں داخل نہیں ہوگا اس وقت یہ بیمار اچھا نہیں ہو سکتا کہنے کی حد تک سبھی نے طبیب طبیعی اور نجومی وغیرہ سبھی نے درست کہا۔ کیونکہ ذلک مبلغھم من العلم ان کا مبلغ علم ہی اتنا ہے اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ وَھُوَ اَعْلَمُ مَنِ اھْتَدٰی (النجم ۳۰/۲۷) بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے جس نے راہ پائی۔ (کنز الایمان) لیکن یہ بارگاہ رب العالمین سے اس شخص کی سعادت و نیک بختی کا جو حکم نافذ ہوا وہ کچھ ایسے تھا وہ دو نقیب جو اپنے فن میں سپیشلسٹ ہیں جنہیں عطارد اور مریخ کہا جاتا ہے اس مقصد کے لئے بھیجے گئے تا کہ ایوان شاہی کے پیادوں میں سے ایک کے پاس جائیں جسے ہوا کہتے ہیں تا کہ وہ اپنے فن خشکی کی کمند پھینکے تا کہ اس شخص کے دماغ میں خشکی کو پیوست کرے اور لذات دینوی سے اس کا دل اچاٹ کر دے اور غم وحزن اور خوف کے تازیانوں سے خواہش وطلب کی ڈوری سے باندھ کر حق کی کچہری میں حاضر کرے اور یہ فارمولا نہ علم طب میں نہ طبیعی و نجوم کے ماہرین کے حاشیہ خیال میں ہے بلکہ یہ علوم نبوت و رسالت کے سمندر سے ہویدا ہوتا ہے (یعنی یہ عجیب ترین نکات علوم نبوت کے فیضان سے آراستہ علماء سے ہی معلوم ہوتے ہیں) جو مملکت الٰہیہ کی جملہ اطراف و اکناف میں' تمام عاملین ومحافظین کو محیط ہے۔ جسے ہر ایک کی خوب جان پہچان ہے اور ہر ایک عامل جانتا پہچانتا ہے کہ وہ کس کس کام کے لئے مامور ہے اور کس کے احکام کا محکوم ہے اور کس چیز کی بجا آوری کے لئے محو حرکت ہے اور مخلوق کو کہاں سے لایا جا سکتا ہے اور تبدیل وتغیر کی کہاں کہاں ضرورت ہے۔ لہٰذا جس جس نے جو کچھ بھی کہا درست ہی کہا لیکن شاہی مملکت کے راز پوشیدہ اور اس کے تمام شہسواروں کی کسی کو خبر تک نہیں۔

marfat.com

تمثیل:- دہقان اور سلطان!!

اس مضمون کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک دہقان ایک سلطان کے دربار میں حاضر ہوا۔ اس نے درباری جاہ وحشمت' شان و شوکت' حسن و جمال' آرائش وزیبائش اور سپاہ ولشکر کو دیکھا پھر کسی رزق برق لباس میں ملبوس غلام پر نظر پڑی جو شاہی دربار میں موجود تھا۔ دہقان اسے دیکھتے ہی واپس پلٹا اور پکارنے لگا میں نے بادشاہ کو دیکھا ہے اس کا یہ کہنا غلط نہیں تھا اور اس کے دربار کی شان و شوکت کا اظہار بھی بالکل درست تھا تاہم حقیقت تو اس کے برعکس تھی۔ اس لئے کہ بلاشبہ وہ شاہی دربار ہی تھا لیکن غلام تو بادشاہ نہیں تھا جسے اس نے بادشاہ گمان کرلیا تھا۔

یوں ہی اللہ تعالیٰ مصائب وآلام' ابتلا وآزمائش' خوف وخطر' حزن وملال کے باعث اپنی مخلوق کو اپنے حضور حاضری کی دعوت دیتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے یہ بیماری وغیرہ کچھ بھی نہیں بلکہ یہ تو ہماری بے پایاں عنائیات والطاف کی کمندیں ہیں جس کے ذریعے ہم اپنے پیاروں کو اپنی بارگاہ میں حضوری کا شرف عطا فرماتے ہیں۔ **ان البلاء موکل بالانبیاء ثم الاولیاء ثم الامثل فالامثل** بیشک ابتلا و آزمائش کو انبیاء پر مقرر کیا پھر اولیاء پر پھر ان کے بعد درجہ بدرجہ جو ان کی مثل ہیں یعنی (عابدین وزاہدین) بچشم بیماراں در الیشان منگرید کہ الیشان آن ماند میرے ان خاص اور مقرب بندوں کو بیمار آنکھوں سے مت دیکھو کہ ہمارے ہیں۔ **مرضت فلم تعدنی** میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت تک نہ کی ایسے ہی خواص کے لئے ہے اس کی بارگاہ سے محبوبیت کا یہ سب سے بڑا تمغہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مقربین کو مرحمت فرمایا (سبحان اللہ)

پہلی مثال جس میں بادشاہ کا ذکر ہوا انسان کے اپنے جسم میں ہی پائی جاتی ہے اور جس میں بیماری کا ذکر ہوا۔ یہ بھی انسان کی جسمانی بادشاہی سے تعلق رکھتی ہے لیکن یہ وہ کیا؟ بس یہی کہ معرفت نفس' معرفت ذات کا ذریعہ ہے اسی وجہ سے ہم نے اسے اول عنوان قرار دیا (اور اس پر مناسب حد تک گفتگو کی)

فصل:- سبحان اللہ والحمد للہ ولا الا اللہ واللہ اکبر کی معرفت وشناخت

میرے عزیز! اتنی تفصیلی گفتگو کے بعد اب ہم اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ' واللہ اکبر کے معانی و معارف سے آگاہی حاصل کریں یہ مختصر سے چار کلمے معرفت الٰہیہ پر جامع ہیں جب تو نے اپنی پاکیزگی سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کو پہچان لیا تو یقین کیجئے کہ تو نے سبحان اللہ کے معانی سے روشناس ہو گیا نیز جب تو نے اپنی بادشاہی سے اللہ تعالیٰ کی شہنشاہی کی تفصیل حاصل کرلی کہ جملہ اسباب وعلل اور وسائل اس کے لئے ایسے ہی مسخر ہیں جیسے کاتب کے ہاتھ میں قلم تو گویا تم الحمد للہ کے معانی سے واقف ہو گئے کہ اس ذات وحدہ لاشریک کے سوا کوئی اور منعم حقیقی نہیں' پس وہی لائق حمد وثنا اور قابل شکر ہے اور جب تو نے یہ سمجھ لیا کہ کوئی بھی شخص اس کے سوا اپنی طرف سے کسی بھی قسم کا حکم نافذ نہیں کرسکتا تو گویا کہ تو نے (لا الہ الا اللہ کے معانی سمجھ لئے)

ان تین کلمات کے معانی سے واقفیت کے بعد ہم اس مقام پر پہنچ گئے کہ معلوم کریں "اللہ اکبر" کے کیا معانی ہیں۔ ہاں یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لے کہ اب تک باری تعالیٰ کے متعلق جتنی بھی معلومات حاصل ہوئی ہیں حقیقتاً وہ سبھی لاشئی کی کیفیت سے آگے نہیں

marfat.com

ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو بزرگ و برتر ہے۔ اتنا عظیم کہ جملہ مخلوق کے وہم و گمان اور قیاس میں بھی نہیں سما سکتا۔ نیز بزرگ و برتر کا یہ بھی مفہوم نہیں کہ اسے کسی اور کے مقابلہ میں بزرگ و برتر کہا گیا ہے نہیں نہیں ہرگز نہیں اس عظیم ترین ذات والاصفات کے سامنے کسی بھی دوسری شئی کا وجود تک نہیں جس سے بطور موازنہ اسے بزرگ ترین ٹھہرائیں۔ اس لئے کہ جملہ موجودات تو اسی کے انوار و تجلیات کا ظہور ہیں۔ آفتاب کے نور کو آفتاب سے الگ تو قرار نہیں دیا جا سکتا وہ یوں کہ کوئی دیوانہ کہنے لگے۔ آفتاب اپنے نور سے برتر ہے' اللہ اکبر کے یہی معنی ہیں کہ وہ اتنا عظیم تر ہے کہ انسان کے وہم و گمان اور عقل و قیاس سے مبرا و پاک ہے۔ لہٰذا کوئی اسے پہچانے تو کیسے؟ معاذ اللہ! حق تعالیٰ کی تقدیس و تنزیہ کو کسی انسان کی پاکیزگی سے مثال دیں! اس لئے کہ وہ جملہ مخلوقات و موجودات سے بلند و بالا ہے اور ہر طرح کی مشابہت سے منزہ و مبرا ہے تو (پھر یہ گوشت کا لوتھڑا) انسان کیا حیثیت رکھتا ہے۔

اور اس سے بھی پناہ با خدا کہ انسان کی بادشاہی کی طرح ہی اللہ تعالیٰ کی بادشاہی ہے جو اسے اپنے وجود پر حاصل ہے۔ نیز صفات خداوندی مثلاً علم و قدرت انسان کی صفات سے مشابہت رکھتی ہیں بالکل درست نہیں ہاں البتہ ان مثالوں کو رقم کرنے کا ایک ہی مقصد ہے کہ انسان کی محدود اور حقیر سی قوت عقل کے مطابق جمال خداوندی کے متعلق قدرے کچھ تو معلوم ہو سکے اور اسے یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی لڑکا ہم سے دریافت کرنے لگے کہ حکمرانی و سلطانی کی لذت کیا ہے؟ تو جواباً اسے یوں کہیں گے جیسے گیند' بلا (اور آجکل کی اصطلاح میں ہاکی اور کرکٹ) کھیلنے سے مزہ اٹھایا جاتا ہے اس لئے کہ اس بچے کو تو اس کھیل' کود کی لذت کے علاوہ کسی اور لذت سے آشنائی ہی نہیں اور جو بات اس کے دل و دماغ میں ہے ہی نہیں' اس کے متعلق وہ وہم و گمان یا عقل و قیاس سے کیسے کام لے سکتا ہے۔ وہ تو اسے ہی حرف آخر تصور کرے گا جس سے اس کی آنکھیں لذت آشنا ہو چکی ہیں اور ظاہر ہے کہ سلطنت کی لذت کو ہاکی' کرکٹ کی لذت سے کوئی نسبت ہی نہیں باوجود اس کے لذت کا اطلاق ہر دو پر ہو رہا ہے پس من وجہ نام کی مطابقت ہر دو پر یکساں ہے اور بچے کو سمجھانے کے لئے یہی مثال کافی ہے۔ لہٰذا ابواب مذکورہ میں دی گئی مثالوں کو ایسے ہی سمجھئے۔ پس ذات حق تعالیٰ کو حقیقتاً ذات حق تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں پہچان سکتا۔!!

فصل:- سعادت ابدی کی معرفت؟

تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

معرفت خداوندی کی تفصیل کافی طویل ہے۔ اور اس مختصر سی کتاب میں بتمامہ بیان کرنا کار دارد تاہم جو کچھ مذکور ہوا وہ اس مقصد کے لئے کفایت کرے گا کہ جو کچھ مطلوب ہو وہ اسی تحریر میں تلاش کریں۔ انسان کی سعادت عظمیٰ اسی میں ہے کہ وہ معرفت حق تعالیٰ کے لئے مصروف عبادت رہے۔ اس لئے کہ اس کی فیروز بختی اسی معرفت میں ہی ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

تاہم بندگی اور عبادت بھی ذریعہ سعادت ہے اس کا سبب یہ ہے کہ جب انسان موت کی وادی میں پہنچے گا تو اسے صرف اور صرف حق تعالیٰ ہی سے سروکار ہوگا جیسے۔ کہ ارشاد ہے الیہ المرجع والمصیر جسے کسی ہاں قیام مقصود ہو تو اس کی سعادت و نیک بختی یہی ہے کہ وہ اسے اپنا دوست سمجھے جیسے جیسے دوستی میں بڑھتا چلا جائے گا اتنا ہی اس کا مقرب بنتا جائے گا اور اسی مقدار کے مطابق وہ سعادت سے بہرہ مند ہوگا اس لئے کہ سکون قلب اور راحت جان تو دیدار محبوب ہی سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبت اس وقت تک کسی دل

marfat.com

پر غلبہ نہیں پا سکتی جب تک حق تعالیٰ کی معرفت حاصل نہ ہو۔ اور یہ معرفت اس وقت حاصل نہیں ہو سکتی جب تک اسے کثرت سے یاد نہ کرے اس لئے کہ جب کوئی کسی کو اپنا دوست بنا لیتا ہے تو اس کا ذکر بکثرت کرتا رہتا ہے بعینہٖ جب کوئی اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرتا ہے تو وہ اولیاء اللہ میں داخل ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی اور ارشاد ہوا انا یدک الازم فالزم یدک یعنی میں تمہارا چارہ ساز ہوں تو مجھ سے ہی اپنا کام رکھ۔ لہٰذا تم لحہ بھر کے لئے بھی میرے ذکر سے غافل نہ ہونا اور ذکر کا دل پر اس وقت غلبہ ہوتا ہے جب عبادات میں ہمیشگی ہوتی ہے اور اس سے دم بھر کی بھی فراغت نہ ہو اور عبادت میں سستی و فراغت اسی وقت ہوتی ہے جب خواہشات نفسانیہ غالب آ جاتی ہیں اور پھر عبادت بکثرت اسی وقت ہو گی جب خواہشات نفسانیہ کی آلودگی سے کنارہ کشی ہو گی پھر خواہشات نفسانیہ سے اس وقت جان چھڑائی جا سکتی ہے جب گناہوں سے ہاتھ اٹھایا جائے گا گویا کہ گناہوں سے کنارہ کشی ہی دل کی راحت و فراغت سے عبارت ہے۔ نیز طاعت و عبادت کے بجالانے سے ہی دل پر ذکر کا غلبہ ہو سکتا ہے اور یہی دونوں اسباب محبت اور تخم سعادت ہیں اور عبادت باعث فلاح و نجات ہے کیونکہ پروردگار عالم اور از خود فرماتا ہے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ بیشک وہ ایمان دار کامیاب ہوئے جنہوں نے نہایت عاجزی سے نماز ادا کی۔ (المومنون ۱/۱۸) نیز فرماتا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (الاعلیٰ آیت ۱۴، ۱۵ پ ۳۰) بیشک وہ مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی (کنز الایمان) نیز ہر عمل کو عبادت کا نام نہیں دیا جا سکتا بلکہ اعمال میں سے بعض عبادات میں شامل ہیں اور بعض نہیں پھر جملہ خواہشات کا چھوڑنا بھی ممکن نہیں بلکہ ناجائز ہے۔ اس لئے کہ کھانا' کھانا لازمی ہے اگر اسے چھوڑ دیا جائے تو موت وارد ہو گی اور مباشرت کو ترک کر دیں تو نسل انسانی کی افزائش رک جائے گی (حالانکہ ان دونوں کا تعلق خواہشات ہی سے ہے) لہٰذا ثابت ہوا کہ بعض خواہشات کا ترک کرنا عبادت ہے اور بعض کا بروئے کار لانا عبادت ہے۔ لہٰذا ان کے درمیان حد فصل کا جاننا ضروری ہے جو ان دونوں کے درمیان امتیاز کر سکے اور یہ حد دو کیفیتوں سے خالی نہیں۔ وہ اس طرح کہ یا تو انسان از خود اپنی عقل اور ذاتی اجتہاد کو بروئے کار لاتے ہوئے اس حد کا تعین کرے گا یا کسی صاحب علم سے اس کی حقیقت سے دریافت کرے گا اور بعید از قیاس بلکہ محال ہے کہ اسے شتر بے مہار چھوڑ دیا جائے' اس لئے کہ خواہشات نفسانیہ جو اس پر ہمیشہ مسلط رہتی ہیں اسے صراط مستقیم سے بھٹکا دے گی پھر اسے یہ راہ نظر تک نہیں آئے گی لہٰذا اسے اسی حالت پر نہیں چھوڑا جا سکتا ورنہ اس کے بھٹک جانے کا خدشہ ہے' کیونکہ جسے اس کا نفس صحیح و درست قرار دے گا وہ اسی پر عمل پیرا ہو گا اس لئے ضروری ہے کہ اختیار اس کے سپرد نہ کیا جائے بلکہ کسی اور کے سپرد ہو اور اس سے مراد یہ نہیں کہ ایرا و غیرہ نتھو خیرا ہو بلکہ ایسا شخص ہو جو سب سے زیادہ صاحب بصیرت و فراست' دانشمند' دانا اور امین ہو اور یہ مرتبہ صرف اور صرف انبیاء مرسلین ہی کو حاصل ہے بس ان کی شریعت کی پیروی' ان کے احکام کی بجا آوری اور ان کے ارشادات کی پابندی سے ہی راہ سعادت میسر ہو سکتی ہے۔

نیز عبادت و بندگی کا مفہوم بھی یہی ہے کہ جو بھی کوئی شرعی حدود و قیود کو اپنی مرضی کے تابع بنا لیتا ہے یا ترک کرتا ہے وہ اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دیتا ہے جیسے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ (الطلاق ۱/۲۸) جس شخص نے حدود الٰہی کو توڑا بس ضرور اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔

marfat.com

فصل:- اہل اباحت وطغیان کی گمراہی کے سات وجوہ

ناجائز کو جائز اور غیر مباح کو مباح جاننے والے جنہوں نے احکام الٰہیہ کو پس پشت ڈال دیا ہے ان کی اس غلط روش کے سات اسباب یا وجوہ ہیں۔

(۱) ایک تو ان جہلاء کا ٹولہ ہے جو اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ کی ذات اقدس پر ایمان ہی نہیں رکھتے اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے ہستی باری تعالیٰ کو اپنے تخلیات کے خزائن میں تلاش کرنا چاہا کہ وہ کیوں کر اور کیسے ہے؟ کے فرضی سوالات میں نہ پا سکے تو انکار کر بیٹھے اور اپنے اعمال وافعال کو طبیعات اور ستاروں سے وابستہ کرلیا کہ حقیقی انسانیت سے تو طبیعی ونجومی ہی آراستہ ہیں باقی تو محض حیوان ہیں یہ سمجھ بیٹھے کہ یہ عالم دنیا اپنی ترتیب وحکمت اور کیفیت کے ساتھ از خود وجود میں آیا ہے یا ہمیشہ سے یوں ہی چلا آرہا ہے یا یہ طبیعی مل کا کرشمہ ہے حالانکہ جب وہ از خود اپنے آپ سے نابلد اور بے خبر ہے تو دوسروں کی اسے کیا خبر؟ اس طبیعی کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جو نہایت خوبصورت لکھائی دیکھے اور کہنے لگے اس کا لکھنے والا کوئی نہیں یہ از خود املاء ہوئی ہے۔ پس جو شخص یہاں تک اندھا ہو چکا ہو بدبختی وشقاوت کے گڑھوں سے کبھی باہر نہیں نکل سکتا اس لئے کہ اسے اپنی غلطی کا احساس تک نہیں ہوگا بناءً علیہ وہ طبیعی اور نجومی ہی کو اپنا ملجاء ومادیٰ یقین کرے گا جن کی غلطی کو پہلے اجاگر کیا جا چکا ہے۔

(۲) دوسرا ان جہلاء ٹولہ ہے جو آخرت پر ایمان ہی نہیں رکھتا۔ وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ انسان تو محض نباتات یا دیگر حیوانات کی مثل ہے جب وہ مرجاتے ہیں تو نیست ونابود ہو جاتے ہیں ان کا نہ حساب وکتاب ہے اور نہ ہی ان پر کسی قسم کا عتاب وعذاب! نہ سزا نہ جزا نہ عقوبت نہ ثواب کا تصور۔ اس کا باعث ان کی اپنے آپ سے جہالت وبے خبری ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنی ذات کو محض گائے، گدھے گھاس اور چارے وغیرہ کی طرح خیال کرتا ہے اور اس روح سے نابلد ہے جو حقیقتاً انسان کا جوہر خالص ہے جو ہمیشہ سے ہے جسے کبھی موت نہیں، ہاں اس کا جسم ضرور جدا ہو جاتا ہے اسی کا نام موت حقیقت موت چوتھے عنوان میں بیان کی جارہی ہے۔

(۳) تیسرا گروہ ان جہلاء کا ہے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان تو رکھتے ہیں مگر ان کا ایمان نہایت ضعیف ہوتا ہے وہ شریعت کے معانی کو ہی نہیں جانتے بلکہ الٹا یوں کہتے رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری عبادت کی کیا ضرورت اور ہماری غلط کاری سے اسے کیا تکلیف اور اسے ناراض ہونے کی کیا حاجت وہ شہنشاہ بے نیاز ہے۔ اسے مخلوقات کی عبادت سے کیا واسطہ اس کے ہاں عبادت ومعصیت یکساں ہیں۔ یہ جاہل قرآن کریم کو ہی نہیں دیکھتے جو اعلان فرمارہا ہے وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ (الفاطر آیت ۱۸ پ۲۲) اور جو ستھرا ہوا تو اپنے ہی بھلے کو ستھرا ہوا اور اللہ کی طرف پھرنا ہے (کنز الایمان) نیز فرمایا وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ اور جس نے مجاہدہ کیا اپنی ہی ذات کے لئے کیا اور فرمایا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ (حم السجدہ آیت ۴۶ پ۲۴) جو نیکی کرے وہ اپنے بھلے کو اور جو برائی کرے تو اپنے برے کو اور تمہارا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا (کنز الایمان)

یہ نام نہاد سکالر بالکل جہالت کا پتلا ہے۔ یہ سمجھتے ہوئے بھی کہ شریعت کا مفہوم یہ ہے کہ اعمال کو بروئے کار لایا جائے لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے کرنے کی چنداں ضرورت نہیں یہ تو اس بیمار کی مانند ہے پرہیز اختیار نہ کرے بلکہ الٹا کہنے لگے حکیم کو اس سے کیا واسطہ

marfat.com

میں پرہیز کروں یا نہ اور اس کی ہدایت پر کان دھروں یا نہ' فرض کیا یہ درست کہتا ہے مگر طبیب نے جو پرہیز کی ہدایت کی ہے اس سے حکیم کو کیا فائدہ' نفع تو اس میں از خود بیمار کا ہے اگر وہ پرہیز نہیں کرے گا تو ہلاک ہوگا۔ جیسے جسمانی بیماری دینوی زندگی کے خاتمہ کا سبب ہوتی ہے اسی طرح روحانی بیماری' اخروی زندگی کے لئے بدبختی کا سبب ہے۔ جیسے ادویات اور پرہیز جسمانی تندرستی وصحت وسلامتی پر دال ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت وبندگی اور معرفت نیز گناہوں سے بچنا' قلب وروح کی زندگی کا وسیلہ ہے۔ **ولا ینجوا الا من اتی بقلب سلیم** کوئی بھی شخص نجات حاصل نہیں کر پائے گا مگر وہ (خوش نصیب) جو اللہ تعالیٰ کے حضور (گناہوں سے) پاکیزہ دل لائے گا۔

(۴) چوتھا گروہ ان جہلاء کا ہے جن کی شریعت سے بے خبری و جہالت ایک اور ہی صورت رکھتی ہے ان کا کہنا یہ ہے کہ شرع کا تقاضا ہے دل کو خواہشات' فیض وغضب' غصہ اور ریا سے بالکل مبرا رکھا جائے۔ مگر یہ امر ممکن نہیں اس لئے کہ تخلیق انسانی انہی عناصر سے ظہور پذیر ہے مثال کے طور پر کوئی آدمی سیاہ کو سفید کرنا چاہے اور شب وروز اسی سعی لا حاصل میں مصروف رہے تو وہ نہیں کر سکے گا۔ اس لئے کہ ایسا کرنا محال ہے یہ بے وقوف گروہ اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ شریعت نے تو ایسا حکم دیا ہی نہیں شرع نے تو صرف یہ کہا ہے کہ تم خواہشات نفسانیہ اور غیض وغصہ کو کنٹرول کرو' اسے راہ راست پر لاؤ تا کہ اسے راہ اعتدال دکھاؤ تا کہ وہ عقل وشرع پر غالب نہ ہوں اور آمادہ سرکشی نہ ہوں انسان کو تو شریعت کی محافظت کرنی چاہیے۔ اور منکرات صغیرہ وکبیرہ سے بچنا چاہیے تا کہ معانی کا راستہ کھلا رہے اور یہ بالکل ممکن ہے اور بہت سے نیک بخت اس مقام پر رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

سید عالم نبی مکرم رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی نہیں فرمایا کہ غصہ کسی بھی صورت ہونا ہی نہیں چاہیے یا خواہشات و شہوات کو بالکل فنا کے گھاٹ اتار دینا چاہیے حالانکہ آپ ازواج مطہرات رکھتے تھے نیز کبھی کبھی فرمایا کرتے میں بھی تمہاری طرح بشری اوصاف کا حامل ہوں **اغضب ما یغضب البشر** جیسے آدمی' آدمی پر غصے کا اظہار کر لیتا ہے۔ ایسے میرا بھی حق ہے کہ دوسروں کو تنبیہ کرنے کے لئے اظہار جلال کروں! نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ** (آل عمران ۱۳۴/۴) اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں (کنز الایمان)

(۵) پانچواں گروہ ان لوگوں کا ہے جو صفات الٰہیہ سے نابلد اور ناواقف ہیں اور کہتے ہیں اللہ تعالیٰ تو رحیم وکریم ہے' ہم جو چاہیں کریں وہ صرف رحم وکرم ہی فرمائے گا' اور یہ وہ نہیں سمجھتے جتنا وہ رحیم وکریم ہے۔ اتنا ہی وہ جبار وقہار اور منتقم ہے۔ اس کی گرفت بڑی سخت ہے اور انہیں یہ نظر نہیں آتا کہ اس نے کتنی مخلوق کو بھوک' افلاس' غربت' بیماری میں مبتلا کر رکھا ہے۔ باوجود اس کے پھر بھی وہ رحیم و کریم ہے۔ نیز یہ بھی نہیں سوچتے کہ جب تک وہ زراعت' تجارت' یا کوئی کاروبار نہیں کریں گے مال ودولت ان کے ہاتھ نہیں آئے گا۔ اور جب تک حصول علم کی طرف راغب نہ ہوں جاہل رہیں گے علم ان کے قریب تک نہیں آئے گا باوجود یہ کہ دنیا کی طلب میں مارے مارے پھرتے ہیں اور یوں نہیں کہتے کہ اللہ رحیم وکریم ہے۔ لہٰذا بلا کد وکاوش' بغیر کسی ہاتھ ہلائے ہماری روزی از خود ہمارے پاس چلی آئے حالانکہ روزی عطا کرنے کا وعدہ اس رحیم وکریم نے از خود کر رکھا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے **وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا** (ہود ۱۲/۶) اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔ (کنز الایمان) نیز کار آخرت حوالہ عمل کر

marfat.com

دیتا ہے فرمایا وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی اور یہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی (النجم ۴۰/۲۷) اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی (کنز الایمان) حقیقتاً یہ نام نہاد محقق و سکالرز اس کے الطافات کریمانہ پر ایمان بھی نہیں رکھتے اور طلب رزق و معاش سے ہاتھ بھی نہیں اٹھاتے پھر آخرت کے بارے جو باتیں بنائیں ان کی حیثیت ہی کیا ہے۔ ان کی اس کاروائی کو شیطانی کارسانی سے ہی تعبیر کیا جاسکتا ہے جس کی کوئی بنیاد اور اصلیت ہی نہیں۔

(۶) چھٹا ان گمراہوں کا ٹولہ ہے جو سرکشی وطغیانی کے باعث اتنے متکبر اور مغرور ہو چکے ہیں کہ انہیں ایسا کہنے میں ذرہ برابر بھی شرم وحیا نہیں آتی کہ ہم تو ایسے اعلیٰ مدارج ومراتب پر فائز ہو چکے ہیں کہ ہم جو کچھ بھی کرتے رہیں اور جیسے ہی گناہ وعصیاں میں مبتلا رہیں ہمارا کچھ بھی نہیں بگڑ سکتا یعنی گناہوں اور بداعمالیوں سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ ہم از روئے دین اتنے پاک صاف ہو چکے ہیں کہ منکرات کبیرہ کی نجاست پلید نہیں کر سکتی اور ان بے وقوفوں میں بکثرت اتنے تنگ نظر اور کم ظرف ہوتے ہیں کہ اگر کوئی انسان ان کے مزاج اور شان کے خلاف معمولی سی بات بھی کہہ دے جس سے ان کی مکاری وعیاری پر حرف آتا ہو تو عمر بھر کے لئے یہ دشمن جان بنے رہتے ہیں اور ایک لقمہ جس کے وہ طالب ہوں چھن جائے تو دنیا ان کے لئے تنگ وتاریک ہو جاتی ہے یہ احمق انسانیت اور مردانگی کے ایسے مقام تک بھی نہیں پہنچ پاتے کہ اتنی معمولی سی باتوں کو برداشت کرنے کا ان میں مادہ ہو ایسے لوگ اپنے بے ہودہ دعوے کو کیسے منوا سکتے ہیں؟

نیز اگر بالفرض کوئی یہ کہنے لگا کہ عداوت، بغض، غصہ وغضب، شہوت وخواہش اور ریا کا ان سے ارتکاب محال ہے تو وہ بھی متکبر و مغرور ہے اور اس کا دعویٰ بالکل غلط ہے اس لئے کہ وہ انبیاء کے مراتب سے بلند تر تو نہیں اس لئے کہ ایسا دعویٰ تو انبیاء ومرسلین علیہم السلام نے بھی نہیں کیا بلکہ انبیاء کرام تو اپنی لغزشوں پر روئے اور استغفار کرتا اپنایا صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی یہ حالت ہوئی کہ چھوٹی چھوٹی خطاؤں پر توبہ واستغفار کو حرز جان بناتے بلکہ شک وشبہ کی بنا پر مارے خوف کے مباح سے بھی بچنے کی کوشش کرتے پھر یہ نام نہاد (پیر، صوفی) احمقانہ سوچ میں کیوں مبتلا ہیں جو کہتے رہتے ہیں ہم شیطانی وسواس میں کبھی گرفتار نہیں ہو سکتے کیا وہ مراتب میں انبیاء سے بڑھ چکے ہیں؟ اور اگر کوئی ان جیسا احمق یوں کہنے لگے کہ انبیاء کرام واقعی استغفار وانابت کی طرف مائل رہے مگر یہ محض لوگوں کے لئے درس عبرت کے طور پر تھا۔ مگر کہنے کے بعد یہ احمق خود بھول جاتے ہیں کہ جب انبیاء کرام نے محض دکھاوے کے لئے لوگوں کے سامنے توبہ واستغفار کو اپنایا تو لوگوں کو دکھانے کے لئے ہی سہی خود ایسا کیوں نہیں کرتے، حالانکہ وہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ جو کوئی اگے دیکھے گا تباہ وبرباد ہی ہوگا۔

اس پر وہ احمق یوں کہنے لگے لوگوں کی تباہی وگمراہی سے مجھے کیا نقصان ہوگا۔ تو اس پر یہ کہا جاسکتا ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخر کیا بگڑتا تھا اور لوگوں کو کونسا نقصان پہنچتا تھا۔ پھر آپ نے تقویٰ وپرہیز گاری کی کلفتوں صعوبتوں اور تکالیف کو کیوں برداشت کیا؟ یہاں تک کہ صدقہ کی ایک کھجور کو جو اپنے دہان مبارک میں رکھ چکے تھے نکال باہر کی! اگر آپ کھا لیتے تو آپ کا یا لوگوں کا کیا بگڑ جاتا۔ بلکہ آپ کے عمل شریف سے ایسی کھجوروں کا کھانا ہر ایک کے لئے جواز بن جاتا اگر اس کے کھانے سے آپ کا نقصان تھا تو یہ احمق جو جام پر جام لنڈھاتے رہتے ہیں کیونکہ باعث فرحت وراحت بن جائیں گے؟ کیا یہ شراب کے جام ان کے لئے باعث

marfat.com

نقصان نہیں؟ کیا شراب کے سینکڑے پیالوں سے ایک کھجور کا دانہ ہی باعث زیان تھا؟

گویا کہ یہ بد دماغ اپنے آپ کو دریا کی مانند جانتے ہیں کہ دریا میں شراب کے سینکڑوں پیالے بھی ڈال دیئے جائیں تو اسے پلید نہیں کر سکیں گے اور سید عالم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کو محض ایک چھوٹا سا کوزہ تصور کرتے ہیں کہ کھجور کا ایک دانہ بھی اس میں اپنا اثر پیدا کر دیتا ہے (جس سے آپ کے تقویٰ و پرہیز گاری کا متاثر ہونا لازمی امر تھا)

پس شیاطین عصر اس بے وقوف کی مونچھوں سے کھیلیں اور دنیا بھر کے احمق اس کا مذاق اڑائیں کیونکہ یہ تو محال ہے کہ دانشمند اس کی حکایت کریں اور اس پر ہنسیں۔ اولیاء کرام تو وہی ہیں جو اس حقیقت سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ جو شخص حرص و ہوس کو اسیر اور خواہشات نفسانیہ پر کنٹرول نہیں کر سکتا وہ آدمی کہلانے کا مستحق ہی نہیں كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ وہ جانوروں کی طرح ہے بلکہ ان سے بھی گیا گزرا اولیاء کرام خوب جانتے ہیں کہ نفس انسانی مکار و عیار ہے۔ اس کے تمام دعوے جھوٹے اور فریب پر مبنی ہیں۔ اگر وہ یہ کہے کہ میں تمہارا غلام اور زیر فرمان ہوں تو عملاً اس سے اقراری ڈگری طلب کرنی چاہیے اور اس کا ثبوت بطور دلیل اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے نفس کے حکم کا پابند نہ رہے بلکہ احکام شریعت پر سر تسلیم خم کر دے، پھر اگر وہ حکم شرع پر ہمیشہ عمل پیرا رہے تو سچا ورنہ جھوٹا۔

اگر کچھ عرصہ تک عمل پیرا رہنے کے بعد اپنی پہلی روش کی طرف لوٹتا ہے اور من مانی کرنے لگتا ہے۔ تاویلات میں الجھانے کی سعی لاحاصل شروع کر دیتا ہے تو وہ بندہ شیطان ہے بندہ رحمان نہیں۔ محض تمہاری دوستی کا دعویٰ بہانہ ہے۔ اسے تو چاہیے تھا کہ مرتے دم تک سچائی کا خوگر رہتا۔ مگر وہ مغرور خواہشات نفسانیہ پر فریفتہ ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور اسے پتہ ہی نہیں چلتا حالانکہ اسے تو معلوم ہونا چاہیے تھا کہ خواہشات نفسانیہ کو تابع احکام شریعت کرنا ہی معراج مسلمانی کی پہلی منزل ہے۔

(۷) ساتواں سبب' خواہشات نفسانیہ اور غفلت کا ظہور ہے۔ نہ کہ جہالت کی پیداوار یہ ٹولہ کفار و مشرکین اور زندیقوں' بے دینوں کا ہے۔ جنہوں نے مذکورہ بالا باتوں میں سے کوئی بھی نہیں سنی ہوتی۔ تاہم ان کا ایک ٹولہ ایسا بھی ہے جو کفر و بے دینی اختیار کئے ہوئے ہیں فساد ان کا اوڑھنا بچھونا' باتیں بنانا ان کا پیشہ نیز تصوف و ولائت کے مدعی انہی کا لباس و طریقہ اپناتے ہیں اور ان کا جو ہم نوالہ و ہم پیالہ ہوتا ہے اسے ان کی باتیں بھلی معلوم ہوتی ہیں کیونکہ ان کے وجود میں بھی ذلت و شہوات کا غلبہ ہوتا ہے اور انہیں بھی فسق و فجور پر رضامند کر لیتی ہے اور وہ ان کی باتوں پر راضی ہو جاتا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ اس بنا پر وہ گرفتار عذاب ہو سکتا ہے۔ حالانکہ جب ایسی سوچ اس کے دل میں پیدا ہو گی تو دنگا و فساد اسے ناگوار لگے۔ لیکن وہ ایسا کیسے کہہ سکتا ہے بلکہ اس کے دل میں تو یہ بات راسخ ہو گی کہ اس کے اندر فساد کا تو شائبہ تک نہیں یہ تو محض ایک الزام ہے اور صرف تہمت ہی ہے جس سے وہ بالکل مبرا ہے جب کہ وہ تہمت اور حدیث کے معانی ہی نہیں سمجھتا۔

ہاں وہ تو ایک غافل آدمی اور خواہشات و شہوات کا پتلا ہے جس پر ابلیس پوری طرح مسلط ہے ایسے احمق کو سمجھنا بے فائدہ کیونکہ وہ ناصح کی باتوں کا قطعاً اثر قبول نہیں کرے گا اس لئے کہ اسے اپنے افعال قبیحہ پر قبیح ہونے کا شبہ تک نہیں پڑتا اور اس کی قوم کے افراد اکثر و بیشتر ایسے ہی ہیں جن کے متعلق ارشاد حق تعالیٰ ہے۔ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا (الکہف ۱۵/۵۷) ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کر دیئے کہ قرآن نہ سمجھیں اور ان کے

marfat.com

کانوں میں گرانی' اور اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو جب بھی ہرگز کبھی راہ نہ پائیں گے (کنز الایمان)

پس ایسے زندیقوں کا معاملہ تو تلوار سے ہی پاک کیا جا سکتا ہے نہ کے دلائل و براہین سے اس عنوان کے تحت بے دینوں کی گمراہی اور غلط روش کے متعلق مزید تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں بس اسی پر اکتفا کیا جا سکتا ہے ایسی تمام گمراہیوں کا باعث محض جہالت اور معرفت خداوندی سے نابلد ہونا ہے یا راہ شریعت سے بے خبری نیز جب جہالت طبیعت میں رچ بس چکی ہو تو اس کا زائل کرنا محال ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے بکثرت اعلانیہ طور پر گمراہی وضلالت کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں اور بڑی ڈھٹائی سے کہتے ہیں ہم متحیر ہیں۔ جب دریافت کیا جائے کہ تم کس معاملہ میں متحیر ہو تو ان سے کوئی جواب نہیں بن پاتا' اس لئے کہ انہیں تو تو طلب حق کی توفیق ہوتی ہے اور نہ ہی گمراہ ہونے کا شبہ۔ ان کی مثال تو ایسے شخص کی سی ہے کہ جو شخص کسی طبیب سے کہے میں بیمار ہوں۔ مگر بیماری کی نوعیت نہ بتائے رہ بتایئے اس کا علاج کون کرے گا؟ جب تک اس کی بیماری کا پتہ نہ چلے کہ کیسی ہے۔

لہٰذا ایسے احمقوں کے لئے صرف ایک ہی جواب ہے کہ تم حیرت زدہ ہی رہو مگر اس بات میں تو کوئی شک نہ کرو تمہیں پیدا کیا گیا ہے۔ اور تمہارا خالق ہی قادر مطلق اور عالم کل ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے تاہم دلائل و براہین سے رفتہ رفتہ سمجھانے کی کوشش کی جائے جس پر تفصیلاً مذکور ہوا۔

فصل:۔ معرفت دنیا

واضح ہو کہ دنیا راہ دین کی منازل میں سے ایک منزل ہے' اور بارگاہ ربوبیت کی طرف چلنے والوں کے لئے ایک راستہ ہے اور ایک ایسا بارونق بازار ہے جسے برسر صحرا آراستہ کیا گیا ہے تا کہ روندگان راہ معرفت یہاں سے توشہ سفر حاصل کر سکیں۔

دنیا و عقبیٰ دو حالتوں سے عبارت ہے۔ ایک وہ حالت جو قبل از موت انسان کے قریب ترین ہوتی ہے اسے دنیا کہتے ہیں اور جو بعد از موت ہوگی اسے عقبیٰ کا نام دیا گیا ہے حقیقتاً دنیا ہی توشہ آخرت ہے۔ انسان کو آغاز تخلیق سے ہی ناقص اور سادہ بنایا گیا ہے لیکن اس قابل ہے کہ کمال حاصل کر کے ملائکہ کی صورت کو اپنے دل میں منقش کر کے بارگاہ الٰہیہ میں حضوری کا شرف پا کر جمال خداوندی کے نظاروں سے بہرہ مند ہونے والوں کی صف میں شامل ہو سکتا ہے یہی اس کے لئے سعادت ابدی کی حد اور یہی اس کی جنت ہے۔ اور اس کی تخلیق کا مقصود بھی یہی ہے۔

تاہم اہل نظارہ میں شمولیت اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اس کی آنکھ حقیقی معنوں میں نہیں کھلتی (یعنی اسے بصیرت تامہ میسر نہیں ہو جاتی) اور جمال حقیقی ادراک سے سرفراز نہیں ہو پاتی۔ اور یہ ادراک وشعور فقط معرفت خداوندی سے حاصل ہو سکتا ہے اور کلید جمال الٰہی صرف یہی ہے کہ اس کی صنعت وتخلیق اور عجائبات کو حقیقی معنوں میں سمجھا جائے اور اس کی صنعت وعجائب کی چابی خود انسان کے حواس ہیں اور ان حواس کا وجود آب وخاک میں ودیعت فرما دیا گیا ہے۔ پس اسی لئے انسان کو عالم آب وخاک میں ہی بھیج دیا گیا تا کہ عالم دنیا سے سامان آخرت مہیا کر سکے نیز اپنی آفاق وموجودات کی معرفت سے جن کا ادراک حواس سے ممکن ہے ان کے واسطہ سے معرفت الٰہیہ حاصل کر سکے جب تک یہ حواس انسان کے ساتھی بن کر مخبری کرتے رہتے ہیں کہا جاتا ہے وہ زندہ ہے اور جب اس کے حواس ساکت و جامد ہو جاتے ہیں اور صرف اوصاف باقی ہوتے ہیں تو لوگ کہتے ہیں بیچارے وہ آخرت کو سدھار گیا پس دنیا میں

marfat.com

انسان کی تخلیق کا فقط یہی سبب ہے۔

فصل:- دنیا میں انسانی لوازمات کتنے ہیں؟

واضح ہو کہ انسان کو دنیا میں فقط دو چیزوں کی ضرورت ہے پہلی یہ کہ وہ اپنے دل کو ایسے عوارض سے پاک رکھے جو اس کی ہلاکت کا باعث ہوں۔ مگر دل کی اصل غذا کے حصول میں کمر بستہ رہے۔ دوسری یہ ہے کہ جسم کو مہلکات سے بچائے اور اس کی نشوونما کے لئے غذا حاصل کرے اور غذائے قلب وروح محبت ومعرفت خداوندی ہے۔ کیونکہ ہر چیز کی غذا اس کی طبیعت کے موافق ہوا کرتی ہے۔ جسے اس کی خصوصیت سے تعبیر کرتے ہیں انسان کی خصوصیت کیا ہے۔ اس کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔

انسان کے دل کی ہلاکت کا باعث یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی بجائے غیر سے محبت کا دم بھرنے لگے۔ اور جسم کی حفاظت و صیانت دل کے لئے ہے۔ کیونکہ تن فانی قلب وروح باقی ہے تن' دل کے لئے بمنزلہ اونٹ ہے۔ جیسے سفر حج میں حجاج کرام کو سواری کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ سواری حاجی کے لئے ہے حاجی سواری کے لئے نہیں یہ فطری بات ہے البتہ یہ حاجی کے لئے لازمی ہے کہ وہ اپنی سواری کے لئے چارہ وغیرہ کا انتظام کرے یہاں تک کہ بیت اللہ شریف حاضر ہو پھر بیشک اسے دوسروں کے سپرد کر کے اس کے لوازمات سے فراغت پائے۔ تاہم چارہ وغیرہ ضرورت تک محدود ہونا چاہیے نہ کہ وہ راستہ میں سارا وقت اپنی سواری کے چارہ اور دانہ' پانی کی فراہمی میں صرف کر دے اور اس کے رفقاء اسے راستے میں چھوڑ دیں۔ اور پیچھے پڑا رہے ایسی صورت میں تو اس کی ہلاکت یقینی' بعینہٖ انسان اگر اپنی تمام زندگی تن پروری اور اسے مضبوط بنانے میں لگا رہے تا کہ جسم کو ہلاکت سے محفوظ رکھ سکے تو یقیناً وہ سعادت ابدی سے محروم ہو جائے گا۔

اس دنیا میں جسم کو تین چیزوں سے زائد کچھ مطلوب نہیں' روٹی' کپڑا' اور مکان' کھانے' رہنے اور پہننے کے لئے یہی تین چیزیں ضروری ہیں تا کہ گرمی' سردی اور ہلاکت کے دیگر اسباب سے بچا رہے یہ نہ صرف آدمی کے لئے ضروری ہیں بلکہ دنیا کا دارومدار ان اصول پر ہے۔

دل کی غذا' معرفت حق تعالیٰ ہے اور اس میں جتنا اضافہ ہو اتنا ہی زیادہ مفید حالانکہ جسم کی غذا' روٹی وغیرہ ہے۔ اگر حد سے بڑھ کر کھائیں تو سبب موت بن جائے یہی وجہ ہے کہ انسان پر شہوت کو مسلط کر دیا گیا ہے تا کہ یہ اس کی طبیعت کا لوازمہ بن جائے اور اس تقاضے کو پورا کرنے کے لئے روٹی' کپڑے اور مکان کا انتظام کرے۔ تا کہ اپنے جسم کو بچا سکے جو اس کے لئے سواری کی مانند ہے اور شہوت کی فطرت میں کسی حد کا تعین نہیں۔ اس لئے ہمیشہ زیادتی کا تقاضا کرتی رہتی ہے اسے کنٹرول کرنے کے لئے عقل کو پیدا کیا گیا تا کہ شہوت کو حد میں رکھے اور انبیاء ومرسلین علیہم السلام کو شریعت مرحمت فرما کر بھیجا تا کہ اس کی حدود سے آگاہ کریں۔

ویسے شہوت کو تخلیقات میں اولیت دی یعنی انسان میں سب سے پہلے شہوت کو ٹھہرایا۔ یعنی اسے خواہش' آرزو' تمنا' طلب' ضرورت اور حاجت کی محتاجی ہر وقت رہے گی مثال کے طور پر بچہ پیدا ہوتے ہی حاجت مند بن جاتا ہے اس وقت اس کو دودھ کی شہوت جبلی طلب ہوتی ہے۔ جب ذرا بڑھا ہوا تو کھیل کا خواہشمند ہوا۔

عقل کو شہوت کے بعد تخلیق فرمایا گیا پس شہوت عقل کے ظہور میں آنے سے پہلے اپنا سکہ قائم کر چکی ہوتی ہے اور انسان مغلوب

marfat.com

ہو چکا ہوتا ہے اس لئے شہوت عقل و شرع سے اعراض اور سرکشی پر آمادہ رہتی ہے کیونکہ عقل کو شہوت کے بعد پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے شہوت یعنی خواہشات نفسانیہ کا تقاضا ہوتا ہے کہ آدمی ہمہ وقت کھانے پینے' پہننے' اوڑھنے' بچھونے اور رہنے سہنے میں ہی مصروف رہے اور جو انسان انہی لوازمات میں پڑا رہتا ہے حقیقتاً وہ خود فراموش ہے اور اس کے حاشیہ خیال پر یہ بات آتی ہی نہیں کہ یہ کھانا' پینا' پہننا اور رہنا آخر کیوں ہے؟ اور وہ اس کا دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے (کیا صرف تن پروری ہی کے لئے بھیجا گیا ہے) حالانکہ دل کی پرورش کرنا بھول جاتا ہے جو توشہ آخرت ہے۔

پس ان تمام باتوں سے حقیقت دنیا' آفت دنیا اور مقاصد دنیا سے کسی حد تک تو آگاہی حاصل ہو چکی' اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اے انسان تو دنیا کے دیگر شعبہ جات اور مشاغل کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

فصل:-

اے انسان جب ہم دنیوی تفصیلات پر نگاہ ڈالتے ہیں تو یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ دنیا تین باتوں سے عبارت ہے۔ (۱) ان اشیاء کی انواع و اقسام جنہیں روئے زمین پر پیدا کیا گیا ہے یعنی نباتات' معدنیات اور حیوانات' اس لئے کہ زمین کا وجود سکونت منفعت اور زراعت کے لئے ہے۔

☆ اس میں معدنیات یعنی تانبا' پیتل اور لوہا' اوزار و آلات بنانے کے لئے ہے۔

☆ حیوانات زیب و زینت اور سواری کے لئے نیز ان کے گوشت کو استعمال میں لانے کے لئے۔

پس انسان نے اپنے دل کو ان کی محبت و الفت میں لگا رکھا ہے ہمہ وقت ان کی تلاش و جستجو میں سرگردان رہتا ہے۔ اور اپنے جسم و جان کو انہیں بنانے سنوارنے کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ نیز دل کو ان کی محبت و چاہت میں ایسے مشغول کر چکا ہے کہ اس میں ایسی باتیں پیدا ہو چکی ہیں کہ انجام کار تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں وہ ہلاکت کے درج ذیل اسباب ہیں۔ حرص و آز' لالچ و طمع' بخل و کینہ' حسد اور عداوت پھر جسم کو حب دنیا میں ایسے پھنسا چکا ہے کہ دل بھی غفلت کا شکار ہو چکا ہے جس نے اسے کاروبار دنیوی میں جکڑ دیا ہے۔

روٹی' کپڑا اور مکان

جیسے دنیا میں انسان کے لئے روئی' کپڑا اور مکان بنیادی طور پر تینوں ضروری ہیں اسی طرح صناعی اور کاریگری بھی اس کے لئے لازمی ہے جو تین ہی امور پر مرتب ہے زرگری' آہنگری اور حدادی یعنی بڑھئی کی صنعت۔ لیکن ان میں سے ہر ایک کے کئی کئی شعبہ جات ہیں بعض تو ان کی رپیئرنگ اور رہالنگ کے لئے ہوتے ہیں جیسے حلاج یعنی روئی دھننے والا اور سوت کاتنے والا جو حقیقت میں جولاہے کا معاون ہوتا ہے۔ بعض ان میں سوت کو تکمیل کے مراحل سے گزارنے والے ہوتے ہیں مثلاً درزی جو جولاہے کے کام یعنی کپڑے کو سلائی کے مرحلہ سے گزار کر اس کو انجام کار تک پہنچاتا ہے (اس کا لباس تیار کرنا گویا کہ جولاہے کے کام کی تکمیل کرتا ہے) اور یہ بدیہی امر ہے کہ درزی اور سوت کاتنے والے کو اوزار کی حاجت ہے۔ جو' لکڑی' لوہا اور کھال وغیرہ سے بنائے جاتے ہیں پس لوہار اور کھال تیار کرنے والے پیدا کئے گئے۔ اور یہ سبھی ایک دوسرے کی معاونت کے محتاج ہوتے ہیں کیونکہ ہر ایک یہ سبھی کام سرانجام نہیں دے سکتا۔ سو اسی

marfat.com

حاجی نے سبھی کو اکٹھا ہونے پر مجبور کر دیا تا کہ درزی جولا ہے اور لوہار کے کام آئے اور لوہار ان دونوں کی ضروریات کو پورا کرے گویا اس طرح ہر ایک دوسرے کے کام میں مصروف ہے۔ اسی ضرورت نے انہیں آپس میں معاملات درست رکھنے پر مجبور کیا۔

اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ انہی معاملات و تعلقات کے باعث ان کے درمیان رقابت، حسد اور عداوت کا ظہور ہوا۔ اس لئے کہ اپنے اپنے حقوق پر کوئی بھی مطمئن نہ رہا اور ایک دوسرے کو کمزور کرنے اور نقصان پہنچانے کی طرف مائل ہوئے۔ اس طرح تین اور چیزوں کا وجود قائم ہوا۔ سیاست، عدالت اور فقاہت، تا کہ ان امور کے تحت حکومت و سلطنت کا انتظام و انصرام کیا جا سکے۔ یہ تین چیزیں بھی پیشے ہیں اگر چہ دیگر پیشوں کی طرح ان کا معاملہ ہاتھوں سے وابستہ نہیں ہوتا۔ بناء علیہ ان پیشوں اور مشاغل کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہوتا چلا گیا اور لوگوں میں باہمی ٹکراؤ اور آویزشوں نے جنم لیا۔ یہاں تک لوگ انہیں میں پھنس کر رہ گئے اور انہیں خیال تک نہ رہا کہ ان تمام اشیاء کی نوعیت تین چیزوں سے زائد کچھ نہیں، یعنی روٹی، کپڑا اور مکان دیگر جو کچھ بھی لوازمات ہیں وہ انہیں تینوں کے گرد گھوم رہے ہیں اور ان تینوں کی جسم کو ضرورت ہے اور جسم دل کے لئے تا کہ وہ اس کی سواری بنے اور دل اللہ تعالیٰ کے لئے لہٰذا لوگوں نے خداوند تعالیٰ اور اپنے آپ کو اس حاجی صاحب کی طرح بھلا دیا جس نے بیت اللہ شریف اور سفر کو یاد نہ رکھا اور تمام وقت اپنے اونٹ کی رکھوالی اور دیکھ بھال میں صرف کر دیا پس دنیا اور دنیا کی حقیقت کو یوں ہی سمجھئے جو مذکور ہوئی۔ جو انسان یہاں سے جانے کا تصور نہ کرے، اور اس کی آنکھ آخرت کے لئے نہ کھلے فقط دنیا کے مشاغل میں ضرورت سے بھی زیادہ محو رہے۔ دراصل وہ دنیا اور اس کی حقیقت کو جانتا ہی نہیں اور اس کی اس جہالت اور بے خبری کا سبب وہی ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیان فرما چکے ہیں کہ یہ دنیا تو ہاروت اور ماروت کے جادو سے بھی بڑھ کر جادوگر ہے۔ اس سے بچو! پس جب یہ دنیا ساحرہ اور جادوگرنی ہے تو انسان پر لازم ہے کہ اس کے مکر و فریب کو سمجھے۔ اور مثالوں سے مخلوق خدا کو اس کی فریب کاریوں سے بچنے کی تاکید ہے لہٰذا اسی چیز کے پیش نظر اس وقت میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تمہیں مثالوں سے سمجھایا جائے۔ تو لیجئے چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

مثل:- مثال ۱: مکار کی رفتار؟

یاد رکھئے، دنیا کا پہلا جادو یہ ہے کہ وہ تجھے اپنے آپ کو اس حسین اور خوبصورت انداز میں دکھائی گئی کہ وہ فقط تیری ہے۔ اور تجھے ہی اپنا محبوب رکھتی ہے اور تیری بڑی مونس و ہمدم اور سکون بہم پہنچانے والی ہے۔ لیکن حقیقتاً ایسا ہرگز نہیں کیونکہ وہ تو تجھ سے ہمیشہ دور رہتی ہے البتہ اس کا طریقہ واردات کچھ ایسا عجیب ہے کہ وہ رفتہ رفتہ بتدریج فریب آتی ہے اور اس کی حرکات ایسی نرم رو ہوتی ہیں کہ بظاہر معلوم تک نہیں ہو پاتیں۔ جیسے سایہ کو دیکھنے میں جامد دکھائی دیتا ہے حالانکہ وہ چل رہا ہوتا ہے جیسے تجھے معلوم ہی ہے کہ تمہاری عمر تسلسل سے رواں دواں ہے۔ اور اس کا ایک ایک لمحہ گھٹ رہا ہے ایسے دنیا کی کیفیت ہے کہ یہ بھی آہستہ آہستہ تجھ سے چلی جا رہی ہے اور تو ایسا ہے کہ اس کی حقیقت کو سمجھتا ہی نہیں۔

سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا ظاہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے نیند ہے میٹھی تیری مت ہی نرالی ہے

(اعلیٰ حضرت بریلوی)

marfat.com

مثال۲: مکار وعیار دوست؟

دنیا کا دوسرا جادو یہ ہے کہ وہ تیری دوستی کا دم بھرتی ہے تا کہ تو بھی اس پر شیدا ہو بظاہر ایسی محسوس ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے تیری ہی رہے گی اور کسی دوسرے سے اسے کوئی سروکار نہ ہوگا۔ لیکن عملاً کیا ہوتا کہ دفعتہً تیری دشمن بن جاتی ہے۔ اسے یوں سمجھئے جیسی بدکار عورت جو پہلے آدمیوں کے دل میں جگہ بناتی ہے تا کہ وہ اس کے دامن عشق میں آئیں اور پھر انہیں اپنے گھر بلا کر مار ڈالتی ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نگاہ نبوت سے دنیا کو ایک بڑھیا کی شکل میں متشکل دیکھا اور اس سے دریافت فرمایا آج تک تو کتنے خاوند بنا چکی ہے وہ بولی بے حد وعد لاتعداد آدمیوں سے عقد باندھا ہے آپ نے فرمایا وہ سب کہاں گئے؟ مر چکے ہیں یا انہوں نے تجھے طلاق دے دی ہے؟ وہ کہنے لگی' ایسا نہیں' بلکہ وہ مجھے طلاق کیا دیتے میں نے ہی انہیں ہلاک کر ڈالا ہے۔

آپ نے فرمایا پھر بڑا تعجب ہے ان لوگوں پر جو دیکھ رہے ہیں کہ تو اپنے دوستوں اور محبت کرنے والوں کو ہلاک کر ڈالتی ہے اور پھر بھی وہ تیری طرف دوڑے چلے آتے ہیں اور بجائے عبرت پکڑنے کے ان کی رغبت بڑھتی چلی جاتی ہے۔

دنیا کو تو کیا جانے یہ بس کی گانٹھ ہے حرّافہ — صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے
شہد دکھائے زہر پلائے قاتل ڈائن شوہر کش — کس مردار پہ کیا للچایا دنیا دیکھی بھالی ہے

(اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمتہ)

مثال۳: قاتل حسینہ؟

دنیا کا تیسرا جادو یہ ہے کہ ظاہراً بڑی حسینہ جمیلہ بن جاتی ہے حالانکہ اس کے اسی بناؤ سنگھار میں مصائب وآلام کے پہاڑ پوشیدہ ہیں۔ جب جاہل اور احمق اس ظاہری حسن و جمال اور بناؤ سنگھار کو دیکھتے ہیں تو اس کی زلفوں کے اسیر ہو جاتے ہیں اسے یوں سمجھئے جیسے کوئی بدصورت بڑھیا اپنے چہرے کو چھپا کر نہایت خوبصورت اور دیدہ زیب لباس پہن کر اپنے آپ کو آراستہ پیراستہ کر لے تو دور سے دیکھنے والا اس پر فریفتہ ہو کر فدا ہونے کو تیار ہو جائے لیکن بوقت قربت جب اس کے چہرے سے نقاب اٹھائے تو اس کی بدصورتی کو دیکھتے ہی گھبرائے اور نادم وپشیمان ہونے لگے۔

حدیث شریف میں ہے روز حشر دنیا کو بدصورت بڑھیا کی شکل میں لایا جائے گا اس کی آنکھیں دھنسی ہوئیں اور دانت باہر نکلے ہوں گے اور ایسی خوفناک شکل ہوگی کہ لوگ مارے خوف کے اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کریں گے نیز پوچھیں گے الٰہی! یہ رذیل وبدصورت کون ہے؟ انہیں بتایا جائے گا یہ وہی تمہاری محبوبہ دنیا ہے جس کے لئے تم مرمٹنے پر تیار ہو جایا کرتے تھے اور ہمیشہ اس کی خاطر تم مخاصمت پر آمادہ رہتے یہاں تک کہ تم ایک دوسرے کا خون بہاتے اور رحم کے نام سے تمہارے کان بہرے ہو جاتے تا کہ تم اس کے محب اور عاشق کہلاؤ۔

پھر اس بدصورت دنیا کو جہنم میں لے جانے کا حکم ہوگا۔ پکارے گی! الٰہی وہ میرے محب اور رفقاء میرے ساتھی' ساجن کہاں گئے جو میرا ہمیشہ دم بھرتے رہے حکم ہوگا اس کے دوستوں کو بھی دوزخ میں ڈال دیا جائے۔

marfat.com

مثال ۴: ہزاروں خواہشیں اتنی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے؟

دنیا کے جادو کی چوتھی مثال یوں سمجھئے کہ اگر کوئی عقلمند ازل سے ابد تک کے ماہ و سال کا حساب لگانے لگے کہ کتنا عرصہ وہ وجود میں نہیں آیا' عدم میں رہا اور کتنا وقت ابد تک پہنچنے میں درکار ہے۔ جس کے بعد اس کا وجود نابود ہو جائے گا پھر عدم سے وجود یعنی ازل سے ابد تک کا درمیانی وقت کتنا ہے تو اسے محض چند روز تصور کرلیں۔ پھر سمجھنا چاہیے کہ دنیا کی مثال تو ایک مسافر کے راستے کی سی ہے جس کا آغاز ماں کی گود اور جس کی انتہا زمین کی گور یعنی گہوارہ سے قبر تک اس دنیا کی عمر کی انتہا ہے اور لحد تک پہنچنے کے لئے صرف گنتی کے چند سٹاپ ہیں۔ اور اسے یوں تصور کیجئے کہ ہر سال ایک سٹاپ کی مانند ہے۔ جس میں مسافت کی منازل کے مختلف نام ہیں گویا کہ ہر مہینہ ایک فرسنگ' ہر دن ایک میل' ہر سانس ایک قدم اور وہ ہر لحہ تیزی سے طے کر رہا ہے۔

کسی انسان کی مسافت صرف ایک فرسنگ (تین میل یا پانچ کلومیٹر) کسی کی اس سے کم اور کسی کی اس سے بھی کم مسافت باقی ہے لیکن مسافر دنیا بڑے سکون سے منازل طے کرنے کی بجائے پرسکون بیٹھ رہا ہے جیسے اس نے یہاں سے کبھی جانا ہی نہیں او دنیا میں ہمیشہ رہنے کی تدابیر میں ایسے منہمک ہے کہ کہتا پھرتا ہے اگر میں یہ کام بروئے عمل لاؤں تو دس سال تک مجھے فلاں معاملہ میں محتاجی نہیں رہے گی خواہ دس دن تک تو کجا دس منٹ میں راہی عدم ہو کر خاک میں سما جائے سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں۔

مثال ۵: لذت ختم' ذلت قائم؟

لذات دنیا سے لطف اندوز ہونے اور حشر میں اس کے باعث ذلیل و خوار ہونے پر عاشقان دنیا کی یوں مثال دی جاسکتی ہے کہ جیسے کوئی آدمی نہایت اعلیٰ' عمدہ مرغن' روسٹ شدہ' لذیز ترین' شیریں و چرب کھانے کھائے اور خوب سیر ہو جائے' مگر معدہ میں خرابی کے باعث قے کرنے لگے' پھر معدہ کی خرابی' نفس کی ذلت اور موشن کی رسوائی کی وجہ سے دوستوں کے سامنے شرم ساری اور خفت و ذلت اٹھاتا ہے پچھتاتا ہے کہ لذت گئی ذلت رہی ہائے افسوس!

نیز کھانا جتنا عمدہ ہوتا ہے اس میں ثقالت بھی اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے اور اس میں آلودگی و گندگی بھی زیادہ پیدا ہوتی ہے نتیجتاً اس میں ذلت و رسوائی کا بھی سامنا زیادہ ہی کرنا پڑتا ہے یوں ہی لذت دنیوی زیادہ ہوگی تو ذلت و رسوائی آخرت میں بھی زیادہ اٹھانی پڑے گی پھر بوقت نزع بھی اس کی کیفیت دیکھی جاسکتی ہے۔

جس کے ہاں نعیم دینوی کی فراوانی ہو' باغ اور زراعت بکثرت ہو۔ نوکر چاکر اور خدام کی فوج ظفر موج ہو' سونے' چاندی کے انبار لگے پڑے ہوں نزع کے وقت اسے ان کی فرقت و جدائی کا رنج والم بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ نسبتاً اس غریب کے جو ان تمام نعمتوں سے محروم ہے۔ نیز موت دینوی نعمتوں کی تکالیف کو زائل نہیں کرسکتی۔ بلکہ موت کے آنے پر بھی یہ اشیاء ان کے غم والم میں اضافہ کرتی ہیں کیونکہ ان چیزوں کی محبت ایسے شخص کے دل کی ثانوی وصف بن چکی ہوتی ہے اور دل کو موت نہیں' وہ بدستور قائم و دائم رہتا ہے۔

مثال ۶: طالب دنیا یا سمندر کا پیاسا؟

یاد رکھئے! بظاہر کاروبار حیات معمولی سا محسوس ہوتا ہے اور جب درپیش ہوتا ہے تو لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ یہ طویل نہیں ہوگا بس

marfat.com

ابھی اختتام کو پہنچا! لیکن تجربہ یہ ہے کہ ایک کام سے سینکڑوں ظہور پذیر ہوتے جاتے ہیں اور پوری زندگی ان کی نذر ہو کر رہ جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے دنیا کے طالب کی مثال اس شخص کی سی ہے جو سمندر کے کنارے پڑا پانی پیے جا رہا ہے مگر جیسے جیسے پیتا ہے اس کی پیاس میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے یہاں تک کہ پیاس تو نہیں بجھا پاتا مگر اپنی جان دے بیٹھتا ہے۔ یوں ہی مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہ ممکن نہیں کہ کوئی شخص پانی میں اترے اور پانی اسے تر نہ کرے بلکہ وہ خشک باہر نکلے بعینہٖ اس شخص کا دنیا کی آلودگیوں سے بچ نکلنا ممکن نہیں جو اس کے کاروبار میں ملوث ہو پھر اس کا دامن کثافت دینوی سے پاک رہ سکے۔

مثال ۷: مہمان، میزبان اور مہمان خانہ؟

انسان کی دنیا میں آنے کی مثال اس مہمان کی سی ہے۔ جو کسی میزبان کے ہاں وارد ہوا اور میزبان نے حسب دستور اپنے مہمان خانے کی خوب آرائش وزیبائش کی پھر مہمانوں کی جماعتوں کو یکے بعد دیگرے مدعو کیا ہر مہمان کے سامنے نہایت خوبصورت برتنوں میں عمدہ ڈشیں سجائیں، چاندی کی انگیٹھیوں میں عود و بخور اور اگر بتیاں سلگائیں کمروں میں اعلیٰ قسم کی خوشبوؤں کا سپرے کرایا۔ تاکہ مہمانوں کے دماغ معطر رہیں اور خوب فرحت وسکون پائیں۔

عقل مند مہمان ان جملہ لوازمات سے خوب لطف اندوز ہوتا ہے اور بوقت رخصت اپنے اس اعزاز واکرام کی بناء پر میزبان کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

لیکن بے وقوف مہمان اس بدگمانی کا شکار ہو جاتا ہے کہ میزبان نے یہ جتنا اہتمام وانصرام کیا ہے یہ سبھی اشیاء اسے ہی دینے کے لئے سجائی گئی ہیں تاکہ بوقت رخصت اپنے ساتھ لے جائے گا، وہ اسی میں پڑا ہوتا ہے کہ وداع کے وقت اس کے سامنے سے تمام چیزوں کو اٹھا لیا جاتا ہے۔ جب خالی ہاتھ پلٹتا ہے تو بڑا کبیدہ خاطر، رنجیدہ اور نادم ہوتا ہے بلکہ روتا ہے ہائے میرے ساتھ کیا ہوا!

یوں ہی یہ دنیا مہمان خانہ ہے اس کے سامان آرائش وزیبائش کو دیکھ کر الجھ نہیں جانا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے حرص وآز، طمع اور لالچ میں گرفتار ہو جائیں۔

مثال ۸: سمندر، کشتی، سوار اور جزیرہ؟

دنیا والوں کا کاروبار دینوی میں مستغرق ہو کر آخرت کو بھلا دینے کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی گروہ کشتی میں سوار ہوا اور وہ کشتی کسی جزیرے میں جا رکی، لوگوں نے موقعہ کو غنیمت جانا اور حوائج ضروریہ کے لئے وہاں اتر گئے۔ مگر ملاح نے اعلان فرمایا یہاں زیادہ دیر نہیں رکا جائے گا لہٰذا وقت ضائع کئے بغیر جلدی واپس پلٹیں صرف طہارت وغیرہ کرو اور فوری کشتی میں واپس پہنچو کیونکہ یہاں سے بہت جلد روانگی ہے۔ پھر جزیرے میں ادھر ادھر سیر سپاٹا کرنے والے جزیرے کے عجائبات دیکھنے میں ایسے مست ہوئے کہ کشتی میں واپس آنا یاد نہ رہا۔ مگر جو لوگ عاقل وہوشیار تھے وہ کشتی کو خالی پا کر اپنی من پسند نشستوں پر براجماں ہو گئے مگر وہ احمق جزیرے کے رنگ برنگ پھولوں، خوش گلو پرندوں، انواع واقسام کے خوبصورت پتھروں کو دیکھتے رہ گئے جب خیال آیا تو واپس پلٹے مگر کشتی میں کشادہ جگہوں اور عمدہ سیٹوں سے محروم تنگ وتاریک کونوں کھدروں میں جگہ پائی وہیں بیٹھنے پر مجبور ہوئے اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا مگر ان

marfat.com

میں سے کچھ وہ بھی تھے جنہوں نے جزیرہ کی اشیاء کو صرف دیکھنے پر ہی اکتفانہ کیا بلکہ وہاں سے بہت سی چیزیں' پھول' اور خوبصورت پتھر بھی اپنے ساتھ اٹھالائے۔ اب کشتی میں جگہ مزید تنگ ہوئی تو اپنے ساتھ لانے والی اشیاء کو رکھنے کے لئے کشتی میں جگہ نہ پا سکے تو مجبوراً اپنے سروں پر رکھنا پڑا۔

ابھی دو دن بھی نہیں گزرے تھے کہ ان اشیاء کی رنگت میں تبدیلی شروع ہوگئی اور خوشبو کی بجائے بدبو آنے لگی اب انہیں کہیں پھینکنے کی جگہ بھی نہ تھی نادم و پشیمان اسی طرح اپنے سروں پر اٹھانے پر مجبور رہے۔

اور کچھ ایسے بھی تھے جو جزیرے کی اشیاء میں ایسے محو نظارہ ہوئے کہ دیکھتے ہی رہ گئے اور اسی محویت کے عالم میں کشتی روانہ ہوگئی اور وہ منادی کی ندا کو سن ہی نہ سکے پس اسی جزیرہ میں بھوک سے ہلاک ہو کر درندوں اور پرندوں کی خوراک بن گئے۔

ان میں پہلا گروہ وہ عقلاء کا تھا جسے مومنین سے تعبیر کیا گیا ہے وہ طہارت کرتے ہی کشتی میں سوار ہوئے اور عمدہ سیٹوں کو پالیا (یعنی مستحق جنت ہوئے)

آخری گروہ کی مثال کفار و مشرکین اور بدعقیدہ لوگوں کی ہے جنہوں نے اپنے آپ کو بتمامہ دنیا کے سپرد کر دیا اور اسی کے ہو کے رہ گئے اللہ تعالیٰ اور یوم آخر کو فراموش کر دیا انہوں نے حیات دنیا کو عقبیٰ کے مقابلہ میں محبوب رکھا ذٰلِکَ بِاَنَّھُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَۃِ (النحل ۱۰۷/۱۴)

اور درمیانی گروہ کی مثال خطاء کاروں کی ہے کہ انہوں نے ایمان کو تو محفوظ رکھا مگر دنیا میں ملوث ہونے سے بچ نہ سکے بعضوں نے فقر سے نفع اٹھایا لیکن بعض دینوی نعمتوں سے زیر بار ہوئے۔

اصل:- کیا دنیا محض قابل مذمت ہے؟

عزیزم! یہاں تک جو کچھ مذکور ہوا اور دنیا کی مذمت کی گئی تو اس سے یہ خیال مت کیجئے کہ دنیا اور اس میں جو کچھ ہے وہ قابل مذمت ہے۔ بلکہ دنیا میں ایسی بہت سی اشیاء ہیں جو دنیا میں ہوتے ہوئے بھی اس میں شامل نہیں جیسے علم اور عمل۔ یہ بلاشبہ دنیا میں ہیں لیکن حقیقت میں دینوی نہیں اس لئے کہ یہ آخرت میں بھی انسان کے ساتھ ہوں گے۔ تاہم یہ بات ملحوظ رہے کہ ان دونوں میں بنیادی فرق یہ بھی ہے کہ علم تو ساتھ رہے گا مگر عمل بعینہٖ ساتھ نہیں رہتا بلکہ عمل کے اثرات ساتھ رہتے ہیں۔

پھر عمل کا اثر دو طرح ظہور پذیر ہوتا ہے ایک جوہر دل کی طہارت و پاکیزگی جو ترک معاصی سے حاصل ہوتی ہے دوسرا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے محبت و انس جو عبادت پر ہمیشگی اور مداومت سے حاصل ہوتی ہے اور یہی باقیات صالحات ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَالْبَاقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا ۝ (الکہف ۱۵/۴۶) اور باقی رہنے والی اچھی باتیں' ان کا ثواب تمہارے رب کے یہاں بہتر اور وہ امید میں سب سے بھلی (کنز الایمان)

لذت علم' لذت مناجات و دعا' لذت ذکر اللہ' دنیا جہاں کی تمام لذتوں سے فائق ہے اور یہ سبھی لذات دنیا ہی میں ہیں لیکن دینوی لذات سے انہیں کوئی سروکار نہیں پس ثابت ہوا کہ جملہ لذتیں قابل مذمت اور مذموم نہیں ہیں اور ایسی لذتیں بھی جو حاصل ہوئیں اور ختم ہوگئیں وہ بھی مذمت کے لائق نہیں بلکہ وہ بھی دو قسم پر مشتمل ہیں ایک وہ جو دنیا میں ہیں اور مرنے کے بعد ان کا وجود تک نہیں۔ لیکن

marfat.com

امور اخروی کے لئے معاون و ممدوگار ہیں یعنی جو دینوی نعمتوں کو فقط اسی مقصد کے لئے استعمال میں لائے کہ ان سے دینی امور تقویت پکڑیں گے تو انہیں دنیا سے تعبیر نہیں کیا جائے گا لہٰذا مذموم وہی ہوں گی جن کا تعلق محض کاروبار دنیوی سے ہی ہو۔ دینی مقاصد کے حصول کی خواہش تک نہ ہو بلکہ دین کے لئے باعث غفلت ثابت ہوں اور ان سے محض لہو ولعب ہوا و ہوس کے ذریعے دل جمعی اور دل لگی مقصود ہو اس بنا پر وہ دنیا ہی کو سکون و قرار کا ٹھکانہ محسوس کرنے لگے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ حب دنیا میں مبتلا ہو کر آخرت سے نفرت اختیار کرنے لگے اسی بنا پر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا **الدنیا ملعونہ وملعون مافیھا الا ذکر اللہ وما واہ** یعنی دنیا ملعونہ ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے مگر ذکر خدا اور اس کے لئے جو معاون و مددگار چیزیں ہیں (وہ باعث برکت و بخشش ہیں) دنیا کی حقیقت و مقصود پر جو کچھ تفصیل و تشریح رقم کی گئی اسی پر اکتفا کرتے ہوئے اب آگے بڑھتے ہوئے ارکان معاملات کی تیسری قسم کو سپرد قلم کرتے ہیں جنہیں ہم عقبات راہ دین کہتے ہیں۔

عنوان چہارم: معرفت آخرت!!

واضح ہو کہ کوئی شخص اس وقت تک آخرت کے حقائق سے آگاہی حاصل نہیں کر سکتا جب تک وہ موت کی حقیقت کا شناسا نہیں ہو سکتا اور معرفت حقیقت موت' زندگی کی حقیقت کی پہچان سے وابستہ ہے اور زندگی کی حقیقت' حقیقت روح کی معرفت پر مبنی ہے اور روح کی حقیقت' نفس کی حقیقت کے جاننے کا نام ہے جس کے بعض پہلوؤں کے بارے کسی حد تک قبل ازیں رقم کیا جا چکا ہے۔

آپ کو یہ یاد ہو گا کہ انسان کی ترکیب دو چیزوں سے عبارت ہے یعنی (۱) روح اور (۲) جسم' روح کی حیثیت بمنزلہ سوار اور جسم بطور سواری ہے اور آخرت میں روح جسم کے باعث جنت یا جہنم میں ایک خاص حالت میں ہو گی البتہ از خود بھی ایک حالت میں ہو گی جس میں جسم کا کوئی عمل دخل نہیں ہو گا یعنی روح کی کیفیت بلا شرکت جسم ہو گی اور اس کے سوا بھی جسم کو سعادت و خوش نصیبی یا بدبختی حاصل ہو سکتی ہے۔

دل کو جو نعمتیں اور لذتیں بدن کے بغیر میسر ہوتی ہیں انہیں ہم روحانی جنت سے موسوم کرتے ہیں۔ بعینہٖ جسم کے بغیر جو مصائب و آلام اور شقاوت و بدبختی نصیب ہوتی ہے اسے روحانی جہنم سے موسوم کرتے ہیں۔

ہاں وہ جنت یا جہنم جو جسم سے متعلق ہیں ان کی کیفیت ظاہر ہے۔ کہ وہ باغات' اشجار' انہار' حور و غلمان' خواکہ' اور مشروبات وغیرہ کی صورت میں میسر ہوں گے اور جہنم کی بھی کیفیت ایسے ہی ہے کہ اس میں سانپ' بچھو' تھوہر اور دیگر تکلیف دہ چیزوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ایسی جنت اور ایسے جہنم پر قرآن و سنت ناطق ہیں اور ہر ایک بخوبی سمجھ سکتا ہے جس کی تفصیل ہم اپنی کتاب احیاء العلوم والدین کے باب ذکر موت میں درج کر چکے ہیں او یہاں اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

حقیقت موت اور روحانی جنت و جہنم!

ذیل میں موت کی حقیقت اور روحانی جنت اور جہنم کے مفہوم و مطالب بیان کئے جاتے ہیں کیونکہ ان سے ہر کسی کو واقفیت نہیں ہے اور جو یہ فرمایا گیا ہے **اعدت للعبادی الصالحین مالا حین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر** ہم نے

marfat.com

اپنے صالحین بندوں کے لئے ایسی جنت تیار کی ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ ہی اس کی شان وشوکت کی مکمل صفت کو سنا اور نہ ہی اس کی رفعت وعظمت کا حال قلب بشر پر وارد ہوا۔ تو یہ روایت روحانی جنت ہی کے متعلق ہے ہاں دل میں ایک ایسا روشن دان ہے جو صرف عالم ملکوت کی طرف ہی کھلا رہتا ہے اور اسی سے اس کے مفہوم ومطالب عیاں ہوتے ہیں پھر جس کسی انسان پر یہ راہ واضح ہو جائے اسے اس کی صداقت میں ذرہ برابر شک نہیں رہتا بلکہ اس کا آخرت کی سعادت وشقاوت پر ایمان کامل ہو جاتا ہے کیونکہ صداقت کا چراغ اس کے دل کو منور کر دیتا ہے۔ مگر یہ سعادت نقالی وبہروپیہ پن سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ بصیرت اور فراست قلبی کے مشاہدہ کی مرہون منت ہوتی ہے جیسے کہ دنیوی طبیب جسم کے بارے معلومات رکھتا ہے کہ اس میں سعادت بھی ہے اور شقاوت بھی۔ بالفاظ دیگر جنہیں صحت اور علالت سے موسوم کرتے ہیں نیز ان کے لئے اسباب بھی ہیں یوں ہی مشاہدہ قلب سے معلوم ہو جاتا ہے کہ روح کے لئے سعادت بھی ہے اور شقاوت بھی۔

سعادت کی دوا' عبادت ومعرفت ہے جب کہ معصیت وجہالت اس کے لئے زہر قاتل ہے یہ ایک بیش بہا اور نہایت قیمتی علم ہے مگر علمائے ظاہر اس سے غافل ہیں بلکہ اس کے وجود کا ہی انکار کرتے ہیں ان کے نزدیک بہشت ودوزخ جسمانی ہی ہے اور آخرت کی معرفت پر اعتماد محض شنید پر ہے۔ یا نقل کردہ روایات کے علاوہ کسی اور بات کی خبر تک نہیں الحمدللہ ہم نے ان جملہ امور کی وضاحت اپنی عربی تصانیف میں کر دی ہے اور زیر نظر کتاب کیمیائے سعادت میں ضرورت کی حد تک رقم کر دیا ہے جو طالبین کی ہدایت ورہنمائی کے لئے کافی ہے مگر جو بد باطن تعصب کا شکار ہیں وہ اس سے کچھ بھی نہ حاصل کر پائیں گے ہاں پاکیزہ باطن' صاف دل اور دانشمند اسے اپنے قلبی استحکام کے لئے بے حد مفید پائیں گے گو آخرت کے معاملہ میں لوگوں کا ایمان پلپلا' کمزور اور غیر مستحکم ہوتا ہے۔

اصل:- آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں

عزیزم! اگر تو موت کی حقیقت سے قدرے آگاہی کی تمنا رکھتا ہے تو تجھے پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اس کے معنی کیا ہیں؟ پس سمجھ کہ انسان کی روحیں دو ہیں ایک حیوانی دوسری انسانی' حیوانی روح کا مرکز دل ہے جو ایک گوشت کا ٹکڑا ہے اور سینے کی بائیں جانب ثبت ہے۔

دوسری روح جو جنس ملائکہ سے ہے وہ ایک لطیف سے بخار کی مثل ہے جو حیوان کے باطنی اخلاط سے ہے اور وہ اعتدالی مزاج کی حامل ہے یہ دل سے رگوں کا باعث ضوارب' نبضوں سے گزرتی ہوئی دماغ اور دیگر اعضاء میں سرایت کرتی ہے یہ روح حرکات وحساس قوتوں سے مرصع ہے جب دماغ میں پہنچتی ہے تو اس کی حرارت میں کمی واقع ہو جاتی ہے نیز مزید معتدل بن جاتی ہے اسی سے عین قوت بینائی اور کان قوت شنوائی سے مستفیض ہوتے ہیں دیگر جملہ حواس بھی اسی سے قوت حاصل کرتے ہیں یہ چراغ کی مثل ہے جب اسے مکان میں جلایا جاتا ہے تو گھر کے درودیوار روشن ہو جاتے ہیں پس جیسے چراغ (بلب' ٹیوب' گیس وغیرہ) کی روشنی کناروں پر نمودار ہوتی ہے اسی طرح قدرت خداوندی سے قوت بینائی اور شنوائی نیز دیگر حواس اسی روح کے باعث اعضاء میں نمایاں ہو جاتے ہیں۔

ہاں اگر کبھی رگوں میں کوئی رکاوٹ (سدہ' گانٹھ' گرہ وغیرہ) پیدا ہو جائے تو اس سے آگے والے اعضاء بے حس وحرکت ہو جاتے

marfat.com

ہیں جس کے باعث کہا جاتا ہے کہ فالج ہو گیا پھر طبیب یا ڈاکٹر اس رکاوٹ کو دور کرنے کی کاوش کرتے ہیں۔

نیز اس روح کی مثال چراغ کی آگ سی ہے دل' بتی اور غذا' تیل کے قائم مقام ہے۔ جسے چراغ سے تیل نکالنے پر چراغ بجھ جاتا ہے ایسے ہی غذا بند کر دی جائے تو روح کا معتدل مزاج معطل ہو کے رہ جاتا ہے اور حیوان مر جاتا ہے جیسے چراغ میں تیل تو ہو مگر کم ہو کہ بتی پوری طرح سپلائی نہ کر سکے تو وہ بھی خراب ہو جاتی ہے۔ خشک ہو جانے کے باعث وہ مزید تیل نہیں کھینچ سکتی۔ یوں ہی دل زیادہ وقت گزرنے کے باعث کمزور ہو جاتا ہے اور غذا قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے جیسے چراغ پر کسی چیز کو پھینک دیا جائے تو وہ بجھ جاتا ہے گو اس میں بتی اور تیل موجود ہو ایسے ہی اگر کوئی حیوان شدید ترین زخموں کی تاب نہ لا سکے تو وہ مر جاتا ہے۔

یہ روح اگر معتدل مزاج رہے جیسے رہنے کا حق ہے تو لطیفہ کیفیات قوت' حواس' حرکات کو قبول کر لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ... وضوابط کے مطابق ملائکہ کے انوار و تجلیات سے مستفید و مستفیض ہوتی رہتی ہے لیکن اس کا مزاج بھی غلبہ حرارت و برودت یا کسی اور فطری وجہ سے معطل ہو جاتا ہے تو وہ انوار و تجلیات کے اثرات کو قبول کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ جیسے آئینہ جب تک وہ صاف و شفاف رہے گا صورتوں کے عکس نمایاں رہیں گے۔ مگر جیسے ہی اسے زنگ نے آ لیا۔ اس نے صورتوں کے عکس قبول کرنے سے انکار کر دیا اس کا سبب یہ نہیں کہ آئینہ سے صورتیں کہیں غائب ہو گئی ہیں یا وہ مٹ چکی ہیں بلکہ اصل سبب وہی مذکور ہوا۔ پس جب حیوانی روح میں حواس و حرکات کے قبول کرنے کی صلاحیت سلب ہو گئی تو وہ ملائکہ کے انوار و تجلیات اور دیگر فوائد سے محروم اور بے حس و حرکت پڑی رہتی ہے جسے ہم موت سے تعبیر کرتے ہیں۔

مرگ حیوانی کا یہی مطلب ہے جو آدمی روح حیوانی کا اعتدال دور کرنے کے اسباب جمع کرنے والا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہے جسے ملک الموت کہتے ہیں لوگ صرف اس کے نام سے ہی واقف ہیں اس لئے کہ اس کی حقیقت سے آشنا ہونا محال ہے بہر حال مرگ حیوانی کا یہی مفہوم ہے۔

البتہ مرگ انسانی' دیگر وجوہ پر مشتمل ہے اس لئے کہ جہاں اس میں روح حیوانی پائی جاتی ہے وہاں ایک اور روح کا وجود بھی ہے جسے ہم روح انسانی سے تعبیر کرتے ہیں اسی کا نام دل ہوا۔ جیسا کہ پہلی فصول میں مذکور ہوا۔ روح انسانی روح حیوانی کی جنس سے نہیں ہے جو کہ ایک ہوائے لطیف کی مثل ایک جسم ہے اور تیز بخار کی طرح مصفا' روح انسانی جسم سے پاک ہے۔ اس لئے کہ یہ تقسیم نہیں ہو سکتی معرفت الٰہیہ اسی روح میں ظہور پذیر ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ واحد و یکتا نا قابل تقسیم ہے ویسے ہی اس کا ظہور ایسے ہی جسم میں ہو گا جو تقسیم پذیر نہ ہو بلکہ کسی ایسے ہی جسم میں ظاہر ہوا کرتی ہے جو خود عدیم النظیر اور نا قابل تقسیم ہو۔

مثلاً چراغ ہی کو لیجئے اس میں بتی ہے آگ اور روشنی ہے اس میں بتی جسم کی طرح ہے آگ' روح حیوانی کی مانند اور روشنی یا نور' روح انسانی کی مثال ہے جیسے چراغ کا نور' چراغ سے لطیف تر ہے گو اس کی تشریح نہیں کی جا سکتی مگر از روئے لطافت مثال تو دی جا سکتی ہے ورنہ کسی اور طرح مطلب کا واضح کرنا کار دارد کیونکہ چراغ کا نور' چراغ کے تابع ہے گویا چراغ اصل اور اس کا نور فرع ہے۔ چراغ بجھا تو نور بھی ختم ہوا۔ جب کہ روح حیوانی روح انسانی کی تابع نہیں۔ بلکہ روح انسانی از خود اصل ہے۔ روح حیوانی کے خاتمہ سے روح انسانی کی موت واقع نہیں ہوتی۔ اس سے زیادہ عمدہ اور واضح مثال مطلوب ہو تو یوں سمجھئے کہ نور چراغ سے بذات خود کہیں زیادہ لطیف

marfat.com

ہے اور چراغ کا وجود اسی کا مرہون منت ہے۔ نہ کہ نور کا وجود چراغ سے۔

پھر روح حیوانی جو دراصل روح انسانی کی سواری ہے اور من وجہ اس کا ہتھیار ہے اگر نہ رہے یعنی مر جائے تو روح انسانی پھر بھی اپنے مقام پر برقرار رہتی ہے۔ تاہم اس کا معاملہ پھر ایسے سوار کی طرح ہوتا ہے جس کے پاس نہ سواری ہو نہ ہتھیار۔ تاہم سواری کے مر جانے سے سوار تو نہیں مرتا' صرف اتنا ہی تو ہوتا ہے کہ اب سوار' سواری اور ہتھیار سے محروم ہے۔ تاہم اسے جو ہتھیار دیا گیا تھا اس کی غرض تو صرف یہی تھی کہ وہ اس کے ذریعے محبت و معرفت خداوندی کو شکار کرے پھر اگر اس ہتھیار سے شکار کو اپنے قابو میں لے آئے تو اس کے معدوم ہو جانے کے باوجود اس کے محروی نہیں بلکہ حفاظت و عافیت کا باعث بن گیا اور اس کے بوجھ سے بھی بچ گیا سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں موت تو ایماندار کے لئے تحفہ و ہدیہ ہے۔ اس کا یہی مفہوم ہے کہ شکاری جال کو کندھوں پر اٹھائے پھرتا ہے جب شکار ہاتھ آ جاتا ہے تو جال کو اتار پھینکتا ہے گویا کہ شکار کے ہاتھ آ جانے کی صورت میں جال کے بوجھ کو اتار دینا ہی راحت و سکون کا سبب مناسب ہے خدانخواستہ شکار کے پکڑنے سے قبل ہی یہ ہتھیار ضائع ہو جائے تو شکاری کی پشیمانی اور حسرت و مصیبت کی کوئی حد نہیں ہوگی اور اس حسرت و پشیمانی کا آغاز عذاب قبر سے ہوتا ہے۔

فصل:- زندگی ہاتھ' پاؤں سے عبارت نہیں!!

پس سمجھ لیجئے کہ کسی انسان کے ہاتھ پاؤں مفلوج ہو جائیں تو وہ پھر بھی زندہ رہ سکتا ہے کیونکہ اس کی زندگی نہ ہاتھوں میں ہے اور نہ ہی پاؤں میں۔ بلکہ ہاتھ پاؤں تو محض اوزار ہیں اور انسان انہیں بروئے کار لانے والا ہے اے انسان! جس طرح تیری بنیاد ہاتھ' پاؤں نہیں اسی طرح تیری حقیقت تیری پشت' پیٹ اور سر یا جسم سے وابستہ نہیں بلکہ یہ تو سبھی ردی کا ٹکڑا ثابت ہوں گے اور عین ممکن ہے پھر بھی تو زندہ رہے' موت اس کا نام نہیں کہ تیرا جسم کام کرنا چھوڑ دے یعنی مفلوج ہو۔ حقیقتاً یہاں مفلوج کا مفہوم ہی کچھ اور ہے وہ یہ کہ جسم تیری فرمانبرداری سے دست کش ہو جائے جسم میں تیری اطاعت و فرمانبرداری کی صفت پیدا کی گئی تھی وہ محض ایک صفت تھی جسے ہاتھ کی طاقت یا قوت کہا گیا ہے۔

گویا کہ وہ صفت ایک نور ہے۔ جو روح حیوانی کے چراغ سے ہاتھ تک پہنچا۔ لیکن رگیں جو اس نور کو وہاں تک پہنچاتی ہیں ان میں ہی کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے تو ہاتھ کی قدرت اور طاقت جواب دے دیتی ہے تو وہ فرمانبرداری سے معذور ہو جاتا ہے یوں ہی تیرا تمام وجود جو ہمہ تن گوش تیری اطاعت و فرمانبرداری کے لئے تیار رہتا ہے اس کے اور تیرے درمیان جو ربط و تعلق کا باعث ہے وہ اسی روح حیوانی کا کرشمہ ہے۔ پس جب روح حیوانی کے مزاج اعتدال میں کمی رونما ہوئی تو اس کا مزاج ختم ہو کر رہ جائے گا اور اطاعت سے انکاری ہوگا اسی کا نام موت ہے حالانکہ تو زندہ' مگر تیرا اطاعت گزار اپنی جگہ نہ رہا' پس تیرا جسم تیری حقیقت کیسے ہو سکتا ہے۔

اگر تو معمولی سا بھی غور کرے تو تجھے پتہ چلے گا کہ تیرے موجودہ اعضاء وہ نہیں جو بچپن میں تھے اس لئے کہ وہ تو بتمامہ بخارات کے سبب تحلیل ہو گئے ہیں اور غذا کے سبب ان کا نعم البدل تجھے نصیب ہو گیا لہٰذا تیرا جسم وہ نہیں گو تو خود وہی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ تیری حقیقت کو تیرے جسم سے وابستہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ موت کی وادی میں جاتا ہے تو جانے دو تو تو اے انسان اپنی ذات میں ویسے ہی زندہ ہے۔ اور زندہ رہے گا اگرچہ تیرا جسم تباہ و برباد ہو جائے۔

marfat.com

اے انسان تیرے اوصاف دو قسم کے ہیں ایک جن میں تیرا بدن شریک ہے یعنی بھوک، پیاس اور نیند وغیرہ اور یہ مادہ اور جسم کے بغیر کوئی وجود نہیں رکھتے موت سے ان کا یہی خاتمہ ہوتا ہے۔

لیکن دوسری قسم وہ ہے جن میں جسم شریک نہیں ہوتا جیسے معرفت خداوندی اور نظارہ جمال الٰہی سے حاصل ہونے والی راحت و مسرت اور شادمانی تیری ذات کی یہی صفت ہے جو تیری رفیق ہے انہی کا نام "الباقیات الصالحات" یعنی وہ پاکیزہ اعمال جن کو کبھی فنا نہیں اور اگر معاملہ اس سے مختلف ہے معرفت ذات حق تعالیٰ سے نابلد ہے غفلت و جہالت کا شکار ہے تو یہ بری وصفت بھی تیرے ساتھ رہے گی اور تیری روح اندھے پن پر دلالت کرے گی اور تیری بدبختی وشقاوت پر دال ہوگی جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا اور جو اس زندگی (دنیا) میں اندھا ہو وہ آخرت میں اندھا ہے اور بھی زیادہ (کنز الایمان) (سورۂ بنی اسرائیل ۱۵/۷۲)

اے انسان! جب تک تو ان دونوں روحوں (روح حیوانی وانسانی) کے فرق اور ان کے باہمی تعلق کو نہیں سمجھے گا موت کی حقیقت سے بھی آشنا ہی رہے گا۔

فصل:- عالم سفلی و عالم علوی کی حقیقت

واضح ہونا چاہیے کہ روح حیوانی عالم سفلی سے ہے اور یہ چار چیزوں کا مرکب ہے خون، بلغم، صفرا اور سودا، اور ان چاروں کا اصل پانی ہے۔ آگ، مٹی اور ہوا ہے اور ان کی اختلافی واعتدالی کیفیت کا انحصار، گرمی، خشکی اور تری پر ہے اسی بنا پر فن طب کا مقصود ہی یہ ہے کہ روح کے ان چاروں عناصر پر نظر رکھے تاکہ روح حیوانی اس لائق ہو کہ روح انسانی کے لئے بطور سوار اور ہتھیار کام دے سکے اور روح انسانی عالم سفلی سے نہیں بلکہ عالم علوی اور جوہر ملائکہ سے ہے۔ عالم سفلی میں اس کا وجود فقط ایک غریب الوطن مسافر کی طرح ہے نیز عالم سفلی میں روح انسانی کا آنا اس کی اپنی خواہش کا نتیجہ نہیں بلکہ اسے تو ایک سفیر کی طرح اس مقصد کے لئے بھیجا گیا ہے کہ وہ اپنا سامان سفر حاصل کر سکے ارشاد باری تعالیٰ ہے قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرہ ۱/۳۸) ہم نے فرمایا تم سب جنت سے اتر جاؤ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی اور آیت آئے تو میری ہدایت کا پیرو ہوا سے نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔ (کنز الایمان)

نیز اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے اِنِّيْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝ (سورہ ص ۷۱، ۷۲/۲۳) میں مٹی سے انسان بناؤں گا پھر جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی طرف کی رُوح پھونکوں تو تم اس کے لئے سجدہ میں گرنا (کنز الایمان) ان دونوں آیتوں میں دونوں روحوں کے مختلف ہونے کی طرف لطیف سا اشارہ ہو رہا ہے ایک کی مٹی سے نسبت دی کہ میں انسان کو مٹی سے بنانے والا ہوں پھر بنایا تو فرمایا میں نے اسے مٹی سے بنایا یہی اعتدال کی طرف مشیر ہے۔

پھر فرمایا اس میں اپنی طرف سے روح پھونکوں گا اس ارشاد سے اسے اپنی ذات سے نسبت دی (گویا کہ ایک خاکی نسبت اور ایک روحانی نسبت)

marfat.com

اسے مزید سمجھنے کے لئے اس مثال کو پیش نظر رکھئے کہ کوئی شخص سفید کپڑے کو اس طرح بنائے کہ اسے آگ پکڑے اور پھر آگ کے پاس لے کر جا کر آگ پر پھونک لگائے تا کہ کپڑا آگ کو قبول کر لے کسے حرقہ کرپاس سوختہ کندتا مہیا شور قبول آتش را آنگاہ نزد آتش بردو نفخ کندتا آتش درآن آویزد' جس طرح روح سفلی حیوانی کے لئے ایک حد اعتدال متعین ہے اور طبیب اس تعین اعتدال سے واقف ہے۔ تا کہ بیمار کو بیماری سے بچا سکے تا کہ ہلاکت سے محفوظ رہے اسی طرح علوی روح انسانی کے لئے بھی ایک اعتدالی راہ بناتی ہے جو کہ حقیقت دل سے موسوم ہے۔ جس کی حفاظت وصیانت کے لئے علم اخلاق وریاضت ہے تا کہ روح انسانی کو حد اعتدال پر رکھے اور اس کی صحت وتندرستی کا باعث ہو عنقریب ارکان مسلمانی کے بیان میں اس کی مزید تشریح کی جائے گی پس نتیجہ یہ نکلا کہ جب تک انسان حقیقت روح کی معرفت حاصل نہیں کر سکے گا اس وقت تک اس کا محض اپنی بصیرت سے آخرت کی حقیقت کو پہچاننا ممکن نہیں ہوگا بعینہ جیسے معرفت نفس کے بغیر معرفت حق تعالیٰ ممکن نہیں۔ اپنے آپ کو پہچاننا ہی کلید معرفت ہے اور ارواح کی حقیقت کی پہچان آخرت کو پہچاننے کی چابی ہے اور بنائے دین یہی ہے کہ یوم آخرت پر ایمان رکھا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے ذکر معرفت کو اولیت دی البتہ بعض رازوں میں سے ایک راز سے ہم نے پردہ نہیں اٹھایا حالانکہ وہی اس کی اصل بنیاد ہے لیکن اس راز کو کھولنے کی اجازت نہیں اسی بنا پر خاموشی اختیار کر رکھی ہے اس لئے کہ اسے سمجھنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں حالانکہ معرفت حق تعالیٰ اور معرفت آخرت کو سمجھنا کلی طور پر اسی پر منحصر ہے۔ تاہم تجھے چاہیے کہ مجاہدہ وریاضت سے اس کی طلب وجستجو میں کوشش کرتے رہو تا کہ کسی حد تک تو پہچان ہو سکے اس لئے کہ دوسروں سے سننے کی تجھ میں استطاعت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ بہت سے لوگوں نے عظمت وشان الٰہی کو دوسروں سے سنا مگر تسلیم نہ کر سکے جب ان میں سننے کی تاب ہی نہ رہی تو انکار کرتے ہوئے کہنے لگے یہ ممکن ہی نہیں پھر اس کی تنزیہ کو سننے سے ہی گئے بس اسے تعطل کا نام دیا جائے گا۔ پھر تو انسان کے حق میں اس کے سننے کی طاقت کس سے پائے گا جب از خود اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی صفت کا بیان نہ قرآن میں ہے اور نہ ہی حدیث شریف میں یہی بات لوگوں کے انکار کا باعث ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام فرماتے ہیں کلھم الناس علی قدر عقولھم لوگوں سے ان کی صلاحیت کے مطابق بات کرو جو ان کی عقل سے بالاتر ہو بات نہ کرو۔ بعض انبیاء کرام پر وحی نازل کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہماری صفات کے متعلق لوگوں سے ایسی بات نہ کیجئے جن کا سمجھنا ان کے لئے ممکن نہیں ان سے صرف وہی کلام کرو جو وہ سمجھ سکیں۔ ورنہ نا سمجھنے کے باعث ظاہر ہے وہ منکر ٹھہریں گے اور انکار ان کے لئے موجب خسران ہوگا۔

فصل:- جان' ذات اور موت؟

جو کچھ مذکور ہوا ان تمام تفصیلات سے تجھے پتہ چل گیا کہ انسان کی جان اس کی ذات سے قائم ہے اور وہ جسم کے بغیر بھی بطور ذات ہی ہے یعنی اس ذات کی ترکیب خصوصی صفات' خمیر وقالب کی شکل وصورت سے بے نیاز ہے۔ موت کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ذات نیست ونابود ہو' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس ذات کا تصرف جسم سے علیحدہ ہو جائے یوں ہی حشر ونشر' بعث واعادت کا یہ مفہوم ہے کہ اس کے نیست ونابود ہونے کے بعد اسے نئے سرے وجود میں لایا جائے گا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس ذات کو پھر جسم مہیا ہو گا۔ اور وہ اسے پھر اپنے تصرف میں لائے گی جیسے ابتدا میں تھا اور اس کا ہونا آسان تر بات ہے اس لئے کہ پہلی بار جسم وروح کی تخلیق

marfat.com

عمل میں لانا لازمی تھا اور دوسری بار روح اپنی جگہ قیام پذیر ہوگی بلکہ ارواح انسانی جسم کے اعضا میں موجود ہوں گی اور دوبارہ تخلیق کرنے کی بہ نسبت ان کا باہم جمع کرنا آسان تر ہوگا۔

بیشک یہ توضیح ہماری حد فراست کے مطابق ہے ورنہ جہاں حقیقت ہے وہاں وصف انسانی کو فضل الٰہی سے کیا تعلق ہوسکتا (یعنی فضل خداوندی سہولتوں کا محتاج نہیں) اس لئے کہ جہاں دشواری نہ ہو وہاں آسانی بھی نہیں ہوتی' انسان کے دوبارہ زندہ کرنے کا یہ مفہوم بھی نہیں کہ اسے لازمی طور پر دوبارہ وہی جسم دیا جائے گا جو پہلے اس کے تصرف میں رہا۔ اس لئے کہ بدن کی حیثیت تو سواری کی ہے اگر اسے بدل دیا جائے تو سوار بہر حال وہی ہوگا جو پہلے پہلی سواری پر تھا' اور یہ تو اس کا تجربہ بھی ہے کہ وہ بچپن سے بڑھاپے تک آب و دا۔ تبدیلی اور اختلاف مقدار کے سبب اپنی حالتوں میں تبدیلی پاتا رہا ہے۔ حالانکہ ہوتا تو وہی ہے جو ابتدائے آفرینش میں تھا۔

لہٰذا جن لوگوں نے اسے لازمی قرار دیا وہ طرح طرح کے شکوک و شبہات اور اشکال کا شکار ہو گئے۔ اور ان سے اپنے ہی وارد کئے گئے اعتراضات کے جواب نہ بن پائے اگر کوئی جواب دیا بھی تو غیر معقول حالانکہ وہ ایسے تکلفات سے بے نیاز تھے۔ رہا معاملہ سوالات کرنے والوں کا تو وہ تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو کھا جائے تو ان دونوں کے اجزا مل کر ایک جائیں گے ایسی صورت میں روز حشر دوسری بار وہ اعضاء کسے دیئے جائیں گے۔ یوں ہی اگر کسی کے بدن کا کوئی ٹکڑا کاٹ کر دوسرے شخص سے پیوند کر دیا جائے تو جب وہ شخص عبادت کرے گا تو ایسی صورت میں عبادت کے ثواب کا وہ عضو بھی مستحق ہوگا یا نہیں؟ اور اگر وہ مستحق ثواب نہیں ہوگا تو کیا وہ شخص جنت میں اس عضو کے بغیر ہوگا؟ یعنی اس کے ہاتھ پاؤں یا آنکھ وغیرہ نہیں ہوگی؟ جب کہ وہ عبادت میں شریک ہی نہیں تھا لوگ تو ایسے ہی بے تکے' الٹے سیدھے سوالات کرتے رہتے ہیں اور وہ انہیں نہایت تکلیف اور پریشانی کے عالم میں جواب دیتے ہیں۔ حالانکہ ان احمقوں کے اعتراضات پر کان دھرنے کی چنداں ضرورت نہیں پھر جوابات کی کیا ضرورت ہے۔

اے انسان جب تو نے حیات بعد الممات کی حقیقت کو کسی حد تک جان لیا کہ روح پہلے ہی جسم کی محتاج نہیں ہوگی اور ایسے اشکال لوگوں کے ذہن میں اس لئے ہی پیدا ہوئے کہ تیری ذات اور ہستی کی حقیقت بس تیرے جسم سے ہی وابستہ ہے لہٰذا جب تک یہ جسم اپنی اصلی حالت پر وجود میں نہ آئے گا تو تو بھی ایسے نہیں ہوگا جس حالت میں اب ہے۔ پس یہی احمقانہ پن وجہ اشکال بنا کیونکہ اس بات کی بنیاد ہی خلل اور فساد پر رکھی گئی۔

فصل:- روح کو موت نہیں؟

ان مذکورہ امور کو ملاحظہ کرنے کے بعد بھی کہے کہ فقہا و متکلمین کا مشہور مذہب تو یہ ہے کہ انسانی روح موت کے ساتھ ہی مر جاتی ہے اور پھر اسے دوبارہ وجود میں لایا جائے گا اور جو کچھ بیان ہوں کہ مذکورہ بالا گفتگو کے برعکس ہے ہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ ایسے لوگوں کی باتوں میں آجاتا ہے وہ اندھے پن کا شکار ہو جاتا ہے۔

پھر اگر کوئی یہ کہے کہ اس کا شمار تو مقلدین میں ہوسکتا ہے اور نہ ہی اہل بصیرت میں اس لئے کہ وہ عقلاء میں سے ہے تو صرف اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ موت تو جسم کو ہے حقیقت انسان کو نہیں اگر وہ مقلدین میں سے ہوتا ہے تو قرآن و حدیث کے اس واضح بیان کو تسلیم کر لیتا کہ بعد از موت بھی انسان کی روح بدستور قائم رہتی ہے۔

marfat.com

بعد از موت روحیں دو طرح تقسیم ہو جاتی ہیں ارواح اشقیاء اور ارواح سعداء اور سعید روحوں کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (آل عمران ۱۶۹، ۳/۱۷۰) اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا (کنز الایمان)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان لوگوں کے بارے مت کہو کہ وہ مر گئے جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے بلکہ حقیقتاً وہ زندہ ہیں اور انعامات کے حصول کے باعث وہ نہایت خوشی و مسرت میں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں عطا کئے گئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ ہمیشہ رزق پاتے رہیں گے بلکہ جب مشرکین مکہ غزوہ بدر میں مارے گئے اور انہیں گڑھوں میں ڈال دیا گیا تو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں آواز سے پکارا اور فرمایا اے فلاں بن فلاں، دشمنان توحید و رسالت کو گرفتار عذاب کے متعلق جو کچھ میرے رب نے فرمایا تھا میں نے تو بالکل سچ پایا ہے۔ اب تم بتاؤ کیا تم نے بھی ان وعدوں کو سچا پایا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ تو مر چکے ہیں اب ان سے گفتگو؟ فرمایا اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ لوگ ان باتوں کو آپ لوگوں سے بھی زیادہ سن رہے ہیں۔ لیکن یہ باتوں کے جواب سے قاصر ہیں۔

اگر کوئی آدمی احادیث سے ایسی باتوں کے بارے استفادہ کرنا چاہے جو فوت شدہ لوگوں کے متعلق بیان ہوئیں تو اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ مرنے والوں کا تعلق دنیا والوں سے بدستور قائم رہتا ہے اور وہ خوشی و غمی جو ان کے متعلقین کو دنیا میں حاصل ہوتی ہے اور وہ لوگ جو قبروں پر ان کی زیارت کو آتے جاتے ہیں انہیں اچھی طرح جانتے پہچانتے ہیں۔ تو تلاش و جستجو کرنے والا اچھی طرح جان لے گا کہ ان فنا و بقا کے بارے شریعت نے بڑی اچھی طرح بیان فرما دیا ہے بلکہ جو کچھ مذکور ہوا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ موت سے حالت اور منزل بدلتی ہے لیکن فنا نہیں۔

ہاں قبر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ، لہٰذا اسے مستحق سمجھ لیجئے کہ موت کے بعد تیری ذات و صفات کا کچھ نہیں بگڑتا البتہ حواس و حرکات اور سکنات و تخلیلات وغیرہ کا معاملہ ختم ہوتا ہے جو دماغ اور اعضائے بدن کی وجہ سے پیہم مصروف کار رہتے ہیں۔ نیز یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ یہاں کے جانے کے بعد تو وہاں بالکل اکیلا نہیں ہو گا جیسے یہاں آنے سے پہلے تھا۔

اس بات سے تو اچھی طرح آگاہ ہے کہ جب گھوڑا مر جائے تو اس کا سوار جو جاہل واجڈ ہے وہ عالم و فقیہ نہیں بن جائے گا اور اگر بینا ہے تو بینا نہیں ہو گا وہ تو صرف سواری سے محروم ہونے کے باعث پیادہ ہوا ہے پس یہ جسم تو گھوڑے کی مثال ہے اور تو اس کا سوار ہوش نصیب انسان جو اپنی ذات اپنے محسوسات سے اوجھل ہو جاتے ہیں اور اپنے آپ کو یاد خدا میں محو کر ڈالتے ہیں جیسے کہ راہ سلوک کے آغاز میں ہوتا ہے تو وہ آخرت کے احوال کا مشاہدہ کرنے لگتے ہیں اس لئے کہ ان کی روح حیوانی گو اعتدالی مزاج سے نہیں ہٹی لیکن اتنی عاجز اور بے بس ہو جاتی ہے اور اس میں خشیت الٰہی کا اس قدر اثر پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کی ذات انہیں اپنے آپ کو سنبھال ہی نہیں رکھ پاتی یہاں تک کہ ان کی کیفیت مردوں جیسی ہو جاتی ہے تب وہ حقائق جو دوسروں کو بعد از موت معلوم ہوتے ہیں

marfat.com

ان کو حیات دینوی میں ہی معلوم ہو جاتے ہیں اور جب پھر وہ حالت مستی سے حالت اصلی کی طرف پلٹتے ہیں اور اپنے آپ کو عالم محسوسات میں پاتے ہیں تو بسا اوقات انہیں کچھ یاد ہی نہیں ہوتا مگر اس کا اثر باقی رہتا ہے مثال کے طور پر اگر عالم کشف میں انہیں بہشت کی حقیقت دکھائی گئی ہو تو اس بہشت کی راحت' مسرت و شادمانی' نشاط و سکون محسوس ہوتا رہے گا اسی طرح اگر حقیقت جہنم ان پر ظاہر ہوئی تو' پریشانی' رنج والم کی کیفیت باقی رہے گی پھر اگر انہیں بھی ان کی یاد آئے گی تو ان کا اظہار کریں گے اور جب بھی ان کے حاشیہ خیال میں راحت و رنج کی کیفیت ابھرے گی تو اس کا تذکرہ بھی کیا جائے گا۔

چنانچہ مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حالت نماز میں اپنا دست اقدس آگے بڑھایا اور فرمایا مجھے انگوروں کا خوشہ دکھایا گیا میں نے چاہا اسے عالم دنیا میں لے آؤں۔ عزیزم تو یہ گمان نہ لا کہ خوشہ انگور جس حقیقت کی مثال تھا اسے عالم میں لایا جا سکتا تھا' نہیں یہ ایک امر محال تھا' اگر ممکن ہوتا تو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضرور لاتے (مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عمل مبارک سے واضح فرما دیا) کہ محال کا سمجھنا محال ہے۔ اور ایسے محالات کے سمجھنے کی تمہیں چنداں ضرورت نہیں۔

علماء کرام اسی بات میں اختلاف کر بیٹھے کہ وہ جنت کے انگوروں کا خوشہ کیسا تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا تو دوسروں نے کیوں نہ دیکھا؟ بس کئی اسی بات میں ہی الجھے رہے کہ اس ہاتھ بڑھانے کے فعل سے نماز باطل کیوں نہ ہوئی؟ بعض نے کہا **القلیل لایبطل الصلوٰۃ** معمولی سا فعل نماز کو باطل نہیں کرتا۔ پس اس کی تفصیل میں دور کی کوڑی لانے میں لگے رہے اور انہوں نے سمجھا کہ علم تو بس ظاہری علم ہی ہے اور اسی پر آغاز اور انجام ہے۔

جس نے صرف ظاہری علم پر قناعت کی اور دیگر علوم تصوف و معرفت کی طرف راغب نہ ہوا۔ وہ احمق اور بے عقل علم شریعت کا انکار کرنے والا ہے اس تفصیل کا مقصد یہ بتانا ہے کہ تم یہ نہ سمجھ بیٹھو کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام کے بتائے بغیر کچھ نہیں فرما سکتے تھے وہ تو محض حضرت جبرائیل علیہ السلام کے مقلد تھے۔ اس بات کو اپنے حاشیہ خیال سے نکال دو اور یقین کر لو کہ سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (نماز میں) بہشت کا مشاہدہ فرمایا اور حقیقت جنت کو دیکھا حالانکہ آپ عالم سفلی میں جلوہ افروز تھے جہاں (ہر کوئی) حقیقت میں جنت کو نہیں دیکھ سکتا۔ پس یوں سمجھنا چاہیے کہ آپ نے اس انداز میں حقیقتاً جنت کا مشاہدہ فرمایا' بظاہر آپ (مدینہ طیبہ) جلوہ افروز تھے مگر باطناً آپ عالم جنت میں تشریف فرما ہو گئے جیسے ہم ایک قسم کی معراج سے نسبت دے سکتے ہیں۔

پھر غائب ہونا بھی دو طرح سے ہے۔ ایک روح حیوانی کی موت کا واقع ہونا دوسرا غیر معمولی طاقت سے بہرہ مند ہو جانا ہاں یہ تسلیم کیجئے کہ عالم سفلی میں ہوتے ہوئے بہشت کو نہیں دیکھا جا سکتا جسے پستہ کے وجود میں ساتوں زمینیں اور سات آسمان نہیں سما سکتے یوں ہی بہشت کا ایک ذرہ یہاں نہیں سما سکتا۔ بلکہ یوں کہیے کہ جسے حس سامعہ کے لئے یہ ممکن نہیں کہ زمین و آسمان کی مکمل شکل و صورت اس میں ظہور پذیر ہو جیسے حس باصرہ میں ہوتی ہے بعینہٖ عالم سفلی کے تمام حواس بہشت ذرات کا احاطہ نہیں کر سکتے اور عالم علوی کے حواس تو ہیں ہی کچھ اور (جن کا اس عالم میں سمجھنا ممکن نہیں)

marfat.com

...صل:- حقیقت عذاب قبر

اتنی طویل گفتگو کے بعد اب تجھے عذاب قبر کے مفہوم ومطالب سے آگاہ ہونا چاہیے پس جان لے کہ عذاب قبر دو قسم پر مشتمل ہے (۱) روحانی اور (۲) جسمانی جسمانی کے متعلق تو ہر ایک جانتا ہی ہے لیکن روحانی کی خبر اس نیک بخت کے سوا کسی اور کو نہیں جس نے اپنی ذات کی معرفت اور اپنی روح کی حقیقت سے شناسائی حاصل کر لی۔ وہ اپنی ذات سے قائم ہے اور اپنے جسم سے بے نیاز اس کا یک اپنا الگ ضمیر ہے اور وہ جسم' جسمانی جسم کے مرنے کے بعد بھی باقی رہتا ہے اس لئے کہ موت اسے مار نہیں سکتی البتہ اس کے ہاتھ یا پاؤں کان' آنکھ اور حواس کو چھین لیتی ہے۔

ساتھ ہی ساتھ اس کے اہل وعیال' مال واسباب اور عزیز واقارب الغرض عالم دنیا کی حواس خمسہ سے متعلق ہر چیز حتیٰ کہ زمین و سمان (جو اس کے لئے فرش اور سائبان کی حیثیت رکھتے تھے) سبھی اس لئے لے لئے جاتے ہیں گویا تمام اشیاء اس کی محبوب ترین تھیں اور ان کی محبت میں بنفسہ غرق تھا ان کے چھن جانے کی تکلیف کا صدمہ اسے قبر میں بھی بدستور قائم رہے گا اور اگر حیات دنیا میں ان سے بے نیاز ہو چکا تھا اور ان سے اسے کوئی رغبت نہیں تھے بلکہ موت کا بخوشی منتظر تھا تو قبر میں اسے سکون واطمینان میسر ہوگا اور وہ محبت الٰہی سے بھی سرفراز تھا اور ذکر الٰہی کو محبوب رکھتا تھا اور اپنے آپ کو بتمامہ سپرد خدا کر چکا تھا اور دینوی ذرائع سے اسے نفرت ہو چکی تھی اور سامان دنیا بھاگتا تھا تو یوں سمجھو کہ وہ مرتے ہی اپنے محبوب حقیقی کے وصال سے بہرہ مند ہو گیا اور اس کے راستے کی رکاوٹ یکسر ٹوٹ گئی اور وہ سعادت و نیک بختی سے ہمکنار ہوا۔ اب خود ہی سوچئے کہ جس شخص نے معرفت نفس حاصل کر لی اور اسے علم ہو کہ مرنے کے بعد باقی رہے گا اور جسے یقین کامل ہو کہ مرنے کے ساتھ ہی دینوی مقاصد اور اس کی محبوب ترین اشیاء سبھی دھری کی دھری رہ جائیں گی تو کیسے ممکن ہے کہ ان کی جدائی ہر وہ رنج والم محسوس کرے گا اور جوان امور پر شکوک وشبہات کا اظہار کرے گا تو ان مرغوب' محبوب اشیاء کی جدائی وفرقت میں ہمیشہ ہمیشہ رنج والم میں مبتلا رہے گا جیسے کہ مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک ان چیزوں سے محبت کرتے رہو جو تمہیں محبوب ہیں مگر یاد رکھو ایک دن ان سے جدائی لازمی ہے **احبب ما احببت فانک مفارقه**

وہ خوش نصیب جو اللہ تعالیٰ کی ذات سے محبت کرتا ہے اور دنیا و مافیہا کو دشمن تصور کرتا ہے سوا' اتنی مقدار کے جو توشہ آخرت ثابت ہو تو ایسے انسان کو قطعاً کوئی تردد نہیں کہ جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوگا تو وہ اس کے ہر رنج وغم سے نجات پالے گا اور امن وسکون کا محل ہوگا پس جو ان حقائق سے واقف ہوگا اسے عذاب قبر کے بارے کوئی شک وشبہ نہیں کہ یہ امر یقینی ہے ہاں پرہیزگار اس سے محفوظ رہیں گے یہ تو دنیا داروں اور ان لوگوں کے لئے ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو دنیا کے ہاتھوں محبوب رکھا۔ حدیث شریف اسی مفہوم پر دلالت کرتی ہے **الدنیا سجن المومن وجنة الکافر** دنیا ایماندار کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔

...صل:- عذاب عذاب میں فرق ہے

محترم! جب عذاب قبر کی حقیقت واصلیت سے تو روشناس ہو چکا ہے کہ یہ حب دنیا کے باعث ہوگا تو پھر یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ ...اب' عذاب میں بھی بڑا فرق ہے کسی کو زیادہ کسی کو کم اور یہ خواہشات دینوی کے مطابق ہوتا ہے یعنی کوئی انسان ایسا بھی ہو سکتا ہے جو

marfat.com

دینوی اشیاء میں سے صرف ایک آدھ کا طالب ہو اور کئی وہ ہیں جو دنیا بھر کی جملہ اشیاء مال و دولت (بنک بیلنس) نوکر، چاکر، جاگیریں، زمینیں، کارخانے، کوٹھیں، محلات، عہدے، مناصب و مراتب صدارت و وزارت الغرض دنیا جہاں کی جملہ نعمتوں سے مالا مال ہو اور انہیں پر مرمٹتا ہو۔ ظاہر ہے (ظاہر ہے جب ان کے گوشوارے اتنے بھرپور ہوں گے) تو انہیں گرفت پر عذاب بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ مثلاً۔

اگر کسی کو اطلاع دی جائے کہ تیرا گھوڑا چوری ہو گیا ہے اسے اس شخص کو بہ نسبت کم تکلیف ہوگی جسے یہ خبر دی گئی ہو کہ اس کے در گھوڑے چور لے گئے۔ اسی طرح اس شخص کو ایسے شخص کی بہ نسبت زیادہ رنج ہوگا جسے کہا جائے کہ تیرا تمام مال و اسباب چور لے گئے اور پھر اس شخص کو بہت ہی دکھ اور تکلیف ہوگی جیسے اطلاع دی جائے کہ تیرے تمام مال و متاع کے ساتھ تیرے اہل و عیال کو بھی ڈاکو کر کے لے گئے ہیں پھر وہ شخص جو حکومتی مناصب پر فائز ہو اور اسے اچانک معزول کر کے جملہ مال و دولت اور بیوی و بچوں اور تمام املاک جائیداد کو بحق سرکار ضبط کر لیا جائے اور پھر اسے موت و حیات کی کشمکش میں تن تنہا چھوڑ دیا جائے۔ موت کا یہی مفہوم ہے کہ اسے لوگ اپنے ہاتھوں، اکیلا چھوڑ آتے ہیں اور وہ بے یار و مددگار عالم برزخ کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔

سزا اور عذاب و عقوبت، آرام و راحت، اور جزا کا مرتب ہونا، دنیا سے دل لگانے یا نفرت کرنے پر منحصر ہے اور اس کی مقدار بھی اس سے محبت و وابستگی یا روگردانی کے مطابق ہے اور وہ شخص دینوی مال و اسباب سے محبت و رغبت رکھتا ہے اور اپنے آپ کو بس اسی کے حوالے کر دیتا ہے تو اس پر جو گرفت ہوگی اس کے متعلق اللہ تعالیٰ مطلع فرماتا ہے: ذٰلِکَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ (النحل ۱۰۷/۱۴) یہ اس لئے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی آخرت سے پیاری جانی، اور اس لئے (ایسے) کافروں کو راہ نہیں دیتا۔ (کنز الایمان)

اس پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کیا تمہیں معلوم ہے یہ آیت کس بات کی وضاحت کے لئے نازل ہوئی۔ تو سنئے ارشاد باری تعالیٰ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (طٰہٰ ۱۲۴/۱۶) جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لئے تنگ زندگانی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے (کنز الایمان)

صحابہ کرام عرض گزار ہوئے (اللہ و رسولہ اعلم) فرمایا کافر کا عذاب قبر یہ ہے کہ قبر میں اس پر ننانوے اژدھا اس پر چھوڑ دیئے جائیں گے اور ہر اژدھے کے نو منہ ہوں گے اور وہ ہر ایک منہ سے پھنکارتے ہوئے اسے کاٹتے رہیں گے یہاں تک کہ قیامت برپا ہوگی۔

اہل کشف و فراست نے بچشم خود انہیں دیکھا بھی ہے لیکن اس کے برعکس بے وقوف اور جاہل کہتے رہتے ہیں ہم نے تو بارہا قبروں میں دیکھا ہے مگر کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اگر کچھ ہوتا تو ہم بھی دیکھ پاتے ان احمقوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ اژدھا بظاہر نظر نہیں آسکتے اس لئے کہ وہ تو مردوں کی روحوں میں ہوتے ہیں۔ اس کے ظاہری جسم سے لپٹے نہیں ہوتے کہ ظاہرین انہیں دیکھ سکیں۔

بلکہ یہ اژدھا تو قبل از مرگ بھی انکے جسموں میں چلتے پھرتے رہتے ہیں لیکن غافل انہیں محسوس نہیں کرتا اور یہ اژدھے تو اس کی نفسانی اوصاف کے پیدا کردہ ہیں۔ اور ان کے سروں کی تعداد اسی مقدار کے مطابق ہے جتنی اس کی خبیث و رذیل عادات اور بد اخلاقیاں ہیں اور ان سانپوں کی فطرت و طینت دینوی دوستی سے مرکب ہے اور اخلاق ذمیمہ کی تعداد کے مطابق ان کے سروں کی تعداد

marfat.com

سے مثلاً حسد' کینہ' ریا' غرور' تکبر' مکروفریب' عیاری' دنگا' فساد' عداوت' حب جاہ ومرتب' ہوا وہوس' بخل وغیرہ ان سانپوں کے سروں کی کیفیت' کمی بیشی کو انوار فراست سے پہچانا جا سکتا ہے لیکن حتمی تعداد کو صرف نگاہ نبوت ہی دیکھ سکتی ہے کہ ان کے مذموم اخلاق اور رذیل عادات کتنی مقدار اور گنتی میں ہیں۔ بہر حال ہمیں ان کا کوئی علم نہیں۔

یہ اژدھا کافر کی روح میں پوشیدہ ہوتے ہیں اور باوجود یہ کہ وہ خدا اور رسول کی خبر رکھتے ہیں مگر سراپا دنیا میں ہی مگن ہو چکے ہوتے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ عذاب اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے حیات دنیا کو حیات آخرت پر مقدم رکھا۔ نیز فرمایا اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا تم اپنے حصہ کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے اور برت چکے (کنز الایمان) الاحقاف ۲۰/۲۶)

اگر ایسا ہوتا کہ وہ سانپ ان کے ظاہری جسموں پر چلتے پھرتے جیسے لوگ گمان کرتے ہیں تو یہ سمجھنا آسان ہوتا اور اس طرح تو وہ سانپ کبھی کبھی کاٹتے کاٹتے رک جاتے اور (انہیں چند عالتیں آرام) میسر ہو جاتا مگر وہ سانپ تو ان کی روحوں میں پیوست ہیں اور ان کی تخلیق بھی ان لوگوں کی صفات سے ہی ہے تو پھر وہ ان سے کیسے کنارہ کشی اختیار کر سکتے ہیں۔

جیسے کوئی نوجوان اپنی لونڈی کو فروخت کرنے کے بعد اس پر عاشق ہو جائے (تو بلا وجہ اس نے اپنے آپ کو مبتلائے مصیبت کر لیا) بعینہٖ دینوی محبت میں مبتلا شخص جب مرتا ہے تو اسے جو اژدھا کاٹنے لگتا ہے وہ تو عشق دنیا ہی ہے جو اس کے قلب میں چھپا ہوا تھا اور یہ بدنصیب اس سے غافل و بے خبر تھا۔ یہاں تک کہ اب اس نے ڈسنا شروع کر دیا اگر یہ دینوی عشق میں مبتلا نہ ہوتا تو آج قبر میں جانے کے بعد رنج والم سے دوچار نہ ہوتا دینوی محبت جو عالم دنیا میں باعث راحت وآرام تھی آج وہی قبر میں وبال جان بنی ہوئی ہے دینوی مناصب ومراتب کا عشق اسے سانپوں کی طرح ڈس رہا ہے مال ودولت کی محبت سانپ کی طرح ڈنگ مار رہی ہے اور کوٹھی ومحل کی الفت بچھو کی طرح کاٹ رہی ہے بس یوں سمجھئے کہ نوخیز دوشیزہ کا عاشق فرقت کی حالت میں ڈوب مرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ یا آگ میں پڑنے لگتا ہے یا وہ خیال کرتا ہے مجھے کوئی زہریلی چیز کاٹ کھائے اور میرا کام تمام ہو جائے تا کہ فرقت وجدائی کے عذاب سے نجات پائے۔

یوں ہی عذاب قبر میں مبتلا چاہتا ہے کہ اس کے بدلے تو کوئی سانپ بچھو ہوں جو زخم لگاتے رہیں مگر نظر آئیں' لیکن یہاں تو روح کے اندر کاٹا جا رہا ہے کاٹنے والے اندر ہی اندر اس کا کام تمام کر رہے ہیں انہیں ظاہری آنکھ سے دیکھا ہی نہیں جا سکتا۔

پس واضح ہوا کہ عذاب قبر کے تمام اوزار آدمی اپنے ساتھ اس دنیا سے ہی لے جاتا ہے اور وہ اسی جہاں سے اس کے اندر پائے جاتے ہیں چنانچہ مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما یعنی اعمالکم ترد الیکم یہ عذاب اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ تمہارے اعمال ہی ہیں جو تمہاری طرف لوٹائے جاتے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝ (التکاثر ۵ تا ۷/۱۰۲) پھر ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے ہاں ہاں اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبت نہ بیشک ضرور جہنم دیکھیں گے پھر بے شک ضرور اسے یقینی دیکھنا دیکھو گے (کنز الایمان)

marfat.com

اسی بنا پر فرمایا "وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ" (التوبہ ۹/۴۹) اور بیشک جہنم گھیرے ہوئے ہے (کنز الایمان) یعنی انہیں ہر وقت گھیرے ہوئے ہے یہ نہیں فرمایا کہ کسی وقت گھیر لے گی۔

فصل:- قبر میں سانپ اور بچھو؟

محترم! اگر تم کہو کہ ظاہراً شرعی طور پر یوں محسوس ہوتا ہے کہ قبر میں سانپوں کو ظاہری آنکھوں سے دیکھیں گے مگر جو یہ بتایا جا رہا ہے کہ وہ اژدھے تو روح کے اندر ہوں گے ظاہراً نہیں دیکھا جائے گا تو یہ شبہ بھی دور کر لیں کہ وہ سانپ ظاہراً بھی دیکھے جا سکتے ہیں لیکن ان کا دیکھنا مرنے پر منحصر ہے۔ جو لوگ ابھی عالم دنیا میں ہیں انہیں دیکھنا ممکن نہیں اس لئے کہ جس امر کا تعلق اس عالم سے نہیں اسے یہاں نہیں دیکھا جا سکتا البتہ یہ سانپ مردے کو ویسے ہی نظر آتے ہیں جیسے کہ وہ عالم دنیا میں ہی دیکھ رہا ہے حالانکہ دنیا والے نہیں دیکھ رہے۔

اسے یوں سمجھئے کہ خواب میں بعض سونے والے سانپ وغیرہ ایسے دیکھتے ہیں کہ وہ انہیں ڈس رہا ہے مگر اس کے پاس جاگنے والے کو اس کی اس کیفیت کا کچھ پتہ نہیں چلتا اسے سانپ نظر نہیں آتے حالانکہ سونے والا خواب میں ڈنگ پہ ڈنگ کھا رہا ہوتا ہے جب وہ نیند سے بیدار ہوتا ہے تو نہ سانپ نہ اس کے اثرات ہوتے ہیں۔

اگر خواب میں سانپ نے کسی کو ڈس لیا تو اس کی تعبیر میں کہا جاتا ہے کہ اسے کوئی دشمن نقصان پہنچائے گا اور اس بنا پر روحانی تکلیف محسوس ہوتی ہے نیز دل پر اپنا اثر کرتی ہے۔ اگر تم اسے مزید سمجھنا چاہو تو اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ خواب میں سانپ کے ڈسنے کے بعد واقعی دشمن اسے نقصان پہنچائے تو وہ کہنے لگتا ہے جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا اس کی تعبیر بھی سامنے آ گئی کہ سانپ مجھے ڈس لیتا مگر یہ دشمن مجھ پر غالب نہ آتا کیونکہ دشمن کے غلبہ سے مجھے جو روحانی تکلیف اٹھانا پڑی وہ جسمانی زخموں سے کہیں بڑھ کر ہے۔

اس طرح اگر تیرا خیال ہو کہ یہ سانپ اپنا کوئی وجود نہیں رکھتا اور خواب میں جو دکھائی دیتا ہے یہ محض خواب و خیال ہی ہے تو یہ تمہارا فاحش غلطی ہے کیونکہ وہ سانپ موجود ہے اس لئے کہ جس چیز کا وجود پایا جائے حقیقتاً وہ موجود ہوتی ہے اس لئے کہ عدم کی صورت خواب میں وہ چیز کیسے دیکھی جا سکتی ہے اور جسے تو خواب میں دیکھ سکتا ہے اس کے وجود کو تسلیم کرنا ضروری ہے خواہ کسی دوسرے کو نظر آئے نہ آئے اور اسی طرح جسے تو نہیں پا سکتا اگر باقی سارے لوگ اسے پا لیں تو وہ تیرے لئے نہ ہونے کے برابر ہے۔

پھر عذاب اور عدم عذاب دونوں سے مرنے والے کو دوچار ہونا پڑا ہے اور خواب کی کیفیت میں جاگنے والے کو بھی اچھی طرح ہو چکا ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے اگر دوسروں کو کچھ بھی پتہ نہ چلے ہاں مرنے والے اور سونے والا میں یہ ایک بدیہی فرق ہے کہ سونے والا جلد بیدار ہو کر خواب کے عذاب سے جلد نجات حاصل کر لیتا ہے (جو سانپوں کے ڈسنے کی صورت میں اسے ہو رہا تھا) اس لئے اسے محض خیال اور وہم کا نام دیتا جب کہ مرنے والا مسلسل اسی کیفیت میں پڑا رہتا ہے کیونکہ مرنے کے بعد زندہ ہونے کی کوئی مدت ہی مقرر نہیں اس لئے وہ مستقل طور پر عذاب میں گرفتار رہتا ہے۔ اور یوں ہی محسوس کرتا رہتا ہے جیسے عالم محسوسات کا معاملہ ہے۔

شرع میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ قبروں میں جو عذاب کے لئے اژدھے یا بچھو ہوتے ہیں وہ ایسے ہی ہوں گے جو عالم دنیا سے متعلق ہیں اور انہیں عوام ظاہری آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں تاکہ وہ گواہی دے سکیں البتہ اگر کوئی شخص عالم دنیا میں ہوتے ہوئے بھی اس

marfat.com

میں نہ رہے اور اس پر سونے اور مرنے والوں کے احوال ظاہر ہو جائیں تو وہ ان اژدھوں اور بچھوؤں کو اپنے پاس پائے گا البتہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور اولیائے عظام حالت بیداری میں انہیں دیکھ لیتے ہیں اس لئے کہ عالم دنیا اور عالم برزخ ان کے لئے برابر ہیں۔ اس جہاں کی اشیاء ان کے لئے قطعاً حجاب نہیں بن سکتی۔

اس عنوان کو اس بنا پر طویل کرنا پڑا کہ بعض جہلاء اور بے وقوف اسی بنا پر ہی عذاب قبر کے منکر ہیں بلکہ قبروں میں جا کر جھانکتے تانکتے ہیں جب چشم ظاہر سے کچھ نہیں دیکھ پاتے تو حقیقت سے ہی انکار کر بیٹھتے ہیں یہ صرف اسی لئے انکار کرتے ہیں کہ وہ عالم برزخ کے امور سے آگاہ نہیں۔

فصل:- کیا عذاب قبر سے کوئی بھی محفوظ نہیں؟

محترم! ممکن ہے تیرے دل میں یہ خیال ابھر رہا ہو کہ جب عذاب قبر کا تعلق آدمی کے دل سے ہے کہ وہ جتنا اس سے لگاؤ رکھے گا اسی مقدار کے مطابق اسے عذاب ہوگا پھر تو کوئی بھی انسان عذاب قبر سے نہیں بچ سکتا کیونکہ کون ایسا انسان ہے جو جاہ وحشمت' مال و دولت اہل وعیال کی محبت نہ رکھتا ہو لہٰذا سبھی اس عذاب سے دوچار ہوں گے۔

پس تمہارے اس خطرے کے جواب میں یہی ہے کہ بہت سے لوگ ایسے بھی پائے جاتے ہیں جن کا دل اس دنیا سے اچاٹ ہو چکا ہے انہیں روئے زمین میں کوئی بھی ایسا مقام دکھائی نہیں دیتا جہاں آرام وسکون سے رہ سکیں فقط ان کی آرزو موت ہے مسلمانوں میں ایسے لوگ بکثرت پائے جاتے ہیں جو درویشانہ زندگی گزار رہے ہیں۔

پھر جو لوگ صاحب مال و دولت پائے جاتے ہیں وہ بھی دو قسم پر مشتمل ہیں ایک تو وہ ہیں جن کے پاس مال و دنیا بھی ہے اور حب خداوند تعالیٰ بھی جب ان کی محبت حقیقی اور دائمی ہوگی تو وہ عذاب قبر سے محفوظ رہیں گے ان کی مثال ایسے ہے جیسے کسی شخص کا شہر میں مکان ہو اور پھر اس سے مانوس بھی ہو لیکن وطن' قوم' ملت کو اپنے شہر اور اپنی رہائش گاہ سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہو اور اگر حکومت کی طرف سے اسے ہجرت کا حکم ہو تو اس پر فوری عمل کرتے ہوئے اپنے گھر بار اور مال و دولت کو پرماہ کی بھی حیثیت نہ دے اور وہاں سے چل نکلے اس لئے کہ ان کی محبت اپنی ذاتی اشیاء کی محبت پر غالب ہے اور بعض اوقات تو اپنی رہائش گاہ اور شہر کا تصور تک بھی ختم ہو جاتا ہے اور ان کی فرقت وجدائی کا اثر اس کے دل میں ہرگز ہرگز نہیں رہتا۔

پھر بھی انبیاء واولیاء صالحین مسلمانوں کے دل میں اہل وعیال شہر اور مال کی محبت موجود بھی ہو تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلبہ ہی ان کے قلوب پر طاری رہتا ہے اسی کی لذت اور ذوق سے وہ سرشار رہتے ہیں اور ان اشیاء کو معدوم سمجھتے ہیں اور یہ لذت موت سے ظہور پذیر ہوتی ہے جو انہیں عذاب قبر سے محفوظ رکھتی ہے۔

بس وہ لوگ جو خواہشات دینوی کے خوگر ہوتے ہیں وہ اس عذاب سے کیسے بچیں گے اور زیادہ تر لوگ دینوی محبت میں ہی مبتلا ہوتے ہیں اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا

(مریم ۷۱، ۷۲/۱۶)

یہ لوگ طویل عرصہ مبتلائے عذاب رہیں گے پس جب دنیا سے کوچ کئے انہیں ایک خاصا عرصہ ہو چکا ہوگا اور لذات دینوی

marfat.com

فراموش کر چکے ہوں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی حقیقی الفت جو ان کے دلوں میں چھپی ہوئی تھی از سر نو بیدار ہو گی تو اس کے سبب وہ عذاب سے رہائی پائیں گے۔

اسی بات کو یوں سمجھئے کہ جسے ایک مکان کی بجائے دوسرا مکان اچھا لگتا ہے یا ایک شہر سے دوسرا شہر دل لبھاتا ہے اسی طرح ایک عورت سے دوسری عورت محبوب ہے پھر بھی محبت و الفت ان چیزوں سے بھی ہے ایسے آدمی کو اسکی محبوب ترین اشیاء سے دور کر دیا جائے اور دوسری کے قریب تو بیشک کئی دن ان محبوب ترین اشیاء کی مفارقت پر مبتلائے غم وحزن رہے گا لیکن ایک نہ ایک دن انہیں بھول جائے گا اور دوسری اشیاء کی طرف رغبت اختیار کر لے گا آہستہ آہستہ ان کی بھی محبت جگہ بنا لے گی گو قبل ازیں ان سے اسے اتنی محبت نہیں تھی۔

اور وہ بدنصیب جسے اللہ تعالیٰ کی ذات والا برکات سے بالکل ہی لگاؤ نہیں وہ عذاب قبر میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا کیونکہ اسے تو محض اسباب دنیا سے ہی محبت تھی جو اس سے چھن چکے ہیں تو پھر اس کی آزادی کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو گی اور کفار کا دائمی عذاب میں گرفتار رہنے کا بھی یہی باعث ہے۔

یاد رکھئے اگر ہر کوئی انسان خدائی محبت کا دعویدار ہو کہ دینوی محبت سے خدائی محبت اس کے دل میں زیادہ ہے تو اس کی آزمائش ضروری ہے اس لئے جج منٹ کرنے (پرکھنے) کا آلہ پایا بھی جاتا ہے وہ یہ کہ جس کا نفس اس بات کا متقاضی ہو کہ فلاں چیز اسے میسر ہو مگر حکم الٰہی اس کے برعکس ہے تو ایسی صورت میں دیکھا جائے گا کہ اس کا دل کس طرف راغب ہے اگر وہ حکم الٰہی بجالاتا ہے تو یقیناً وہ ذات خداوندی سے محبت کرتا ہے مثلاً کوئی شخص کسی سے محبت کرتا ہے لیکن دوسرے شخص کے ساتھ اسے اس سے بھی زیادہ محبت ہے تو ایک بدیہی امر ہے کہ اختلاف کی صورت میں وہ اس کی طرف مائل ہو گا جسے وہ محبوب تر سمجھتا ہے اور اگر اس طرح ظاہر نہیں ہو گا تو یہ محض دعویٰ محبت ہے صداقت تام کی اس میں کوئی بات نہیں بناءً علیہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر یقین رکھنے والے ہی عذاب الٰہی سے اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں لیکن کلمہ کا ورد رکھنے کے باوجود دینوی امور کو دینی معاملات پر ترجیح دیتے ہیں تو باری تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے یہ جھوٹے ہیں اس لئے کہ احکام الٰہی کو پس پشت ڈال کر محض زبان سے کلمہ پڑھتے رہنا جھوٹ کے زمرہ میں ہی آئے گا۔

زبان سے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

عزیز محترم! اس تفصیلی گفتگو سے تم اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہوں گے کہ صاحبان فراست اپنے باطنی مشاہدات سے پتہ چلا لیتے ہیں کہ عذاب قبر سے کون بچ سکتا ہے اور انہیں اس کا بھی علم ہے کہ زیادہ تر لوگ عذاب قبر سے بچ نہیں سکتے یہاں تک کہ وہ عذاب کی معینہ مدت کو مکمل نہ کر پائیں ہاں عذاب کی مدت اور ہے اور اس کی شدت اور ہے جیسے دینوی معاملات میں فرق پایا جاتا ہے اسی طرح عذاب قبر میں بھی فرق ہے۔

فصل:- ہمیں عذاب قبر سے کیا تعلق؟

بہت سے بے وقوف اور متکبر ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو اس طرح کہنے میں کوئی شرم نہیں کرتے کہ ہم تو عذاب قبر سے محفوظ ہیں

marfat.com

ہمیں اس سے کیا تعلق' عذاب ہو یا نہ ہو' ہمیں کیا ہے لیکن یہ دعویٰ پاگل کی بڑ سے زیادہ اہمت نہیں رکھتا کیونکہ جب تک تجربہ نہ کرلیا جائے اس وقت تک یہ دعویٰ فضول ہے۔

وہ یوں کہ اگر کوئی شخص کہنے لگے میری جائیداد پر غیر قابض ہو جائیں مال و دولت کو چور اڑا لیں میرے معتقدین کنارہ کشی اختیار کرلیں خواہ کچھ بھی ہو جائے میرے دل پر اثر تک نہیں ہوگا بلکہ وہ خیال کرنے لگے مال کسی اور کا چوری ہوا' اور میری ناموری اور مقبولیت کی بجائے کسی اور کی شہرت کو بٹہ لگا اگر حقیقتاً اس دعویٰ میں سچا ہے تو اسے چاہیے کہ اپنے مال کو الگ تھلگ کردے شہرت و ناموری سے عملاً پرہیز کرے اور اپنے آپ کو ابتلا و آزمائش میں ڈال کر دکھلائے پھر بات بنے اس لئے کہ بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں جو کہتے رہتے ہیں کہ ہمیں عورت اور کنیز سے کوئی رغبت نہیں۔

مگر جب بیوی کو طلاق دے دے یا لونڈی فروخت کردی تو اب اس کی محبت کی آگ جو اس کے دل میں دبی ہوئی تھی بھڑک اٹھی' پھر دیوانہ وار آتش عشق میں جلنے لگا پس جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے اسے چاہیے کہ وہ دنیا کی کسی بھی چیز سے بلا ضرورت رغبت و محبت نہ رکھے اور وہ بھی اس طرح جیسے رفع حاجت کے لئے جنگل میں گیا اور چلا آیا کیونکہ اس جگہ سے اسے کوئی انس تو نہیں ہوتا کہ وہیں بیٹھا رہے بلکہ وہ تو جلد از جلد وہاں سے واپسی کی سوچتا ہے پس معدہ میں کھانا ڈالنے کو بھی اتنی سی اہمیت دی جائے جیسے معدہ سے باہر پھینکنے کو' اس لئے کہ ان دو باتوں کو ضروریات میں شمار کرتے ہیں اور انہی اصولوں کو دینوی امور میں ملحوظ رکھا جائے۔

پس اے انسان! اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا دل دینوی معاملات سے فارغ رہے تو عبادات کو مستقل اپنا وظیفہ حیات بنالے اور خود کو کار خداوندی سے مانوس کرلے یہاں تک کہ ذکر اللہ کا تیرے دل پر غلبہ ہو جائے یوں کہ حب خداوندی' دینوی محبت پر غالب آ جائے گر دل میں اس غلبے کا از خود دلیل ثابت ہو اور شریعت کا ایسے متبع ہو کہ خواہشات نفسانیہ پر احکامات الٰہیہ کی تعمیل مقدم ہو جب نفس غلام ہو جائے گا تو پھر یقین کیجئے کہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا اور اگر ایسی صفات پیدا نہ کرسکے تو پھر جسم کو عذاب قبر کے لئے کھلا چھوڑ دے' ہاں البتہ اللہ تعالیٰ اپنے بے پایاں کرم سے معاف فرمادے تو یہ الگ بات ہے۔

اس کا کرم پھر اس کا کرم ہے اس کے کرم کی بات نہ پوچھو

فصل:- روحانی جہنم؟

عزیز القدر! اب ہم آپ کو روحانی جہنم کے معانی سے آگاہ کرتے ہیں اور روحانی کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آتش جہنم حقیقتاً روح کے لئے ہوگی ہے۔ جسم سے اسے کوئی علاقہ نہیں ہوگا نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ وہ خدائی آگ ہے جو دلوں پر اثر پذیر ہوگی (الھمزۃ ۶'۷)

پس معلوم ہوا کہ وہ ایسی آگ ہوگی جو دلوں پر مسلط کردی جائے گی اور وہ آگ جو بدن جلاتی ہے اسے جسمانی جہنم کہا گیا ہے لہٰذا سمجھنا چاہیے کہ جو آگ روحانی جہنم میں سلگ رہی ہے اس کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) خواہشات دینوی سے فرقت کی آگ

(۲) ذلت' ندامت' رسوائی اور شرمندگی کی آگ

marfat.com

(۳) جمال الٰہی کے دیدار سے محرومی و ناامیدی کی آگ

ان تینوں قسم کی آگ کا تعلق انسان کے دل و جان سے ہے بدن سے نہیں۔ لہٰذا ان کو تفصیل و تشریح سے بیان کرنا از حد ضروری ہے جو حیات دینوی سے برزخی میں اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور اسے ایک دینوی مثال پیش کر کے واضح کیا جاتا ہے تا کہ اچھی طرح سمجھ سکیں۔

پہلی آگ:- یہ آگ خواہشات دینوی سے فرقت کی آگ ہے اور اس کا باعث عذاب قبر کے سلسلہ میں بیان ہو چکا ہے کہ یہ دنیا سے عشق اور خواہشات سے رغبت ہے یعنی آدمی جب تک اسے اپنی محبوبہ سمجھتا ہے تو اسے یہی دنیا جنت محسوس ہوتی ہے اور جب اس سے جدا ہو جائے تو اپنے آپ کو وہ شخص جہنم میں جلتا ہوا محسوس کرتا ہے پس نتیجہ یہ نکلا کہ عاشق دنیا جب اس میں ہوتا ہے تو اسے بہت گمان کرتا ہے الدنیا جنة الکافر دنیا کافر کی جنت ہے لیکن آخرت کافر کے لئے جہنم ہے اس لئے کہ جو اس کی محبوبہ (دنیا) اس کے لئے جنت بھی ہے اور جہنم بھی۔ یعنی یہی دنیا اس کے لئے باعث لذت بھی ہوئی اور ذریعہ رنج و الم بھی' اس کی یہی دو کیفیتیں ہی اس کے دو سبب ہیں۔

مثال:- اسے اس مثال سے مزید سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک ایسا بادشاہ جو روئے زمین کا حکمران ہے اور ہر وقت حسین و جمیل عورتوں کے جھرمٹ میں گرا رہتا ہے اور غلام حلقہ بگوش رہتے ہیں جو بصورت باغوں اور عالی شان محلات میں عیش و عشرت میں محو رہتا پھر اچانک دشمن نے حملہ کر کے گرفتار کر لیا اور اپنا غلام بنا لیا اس سے امیروں' وزیروں اور مشیروں کے سامنے حقارت آمیز طریقہ اپنایا پھر اسے اپنے کتوں کی خدمت پر مقرر کر دیا اور اس کے روبرو اس کی عورتوں کو نہ صرف اپنے تصرف میں لے لیا بلکہ اپنے غلاموں کو بھی ان سے ہر خواہش پوری کرنے کی اجازت دے دی نیز خزائن شاہی کو اس کے دشمنوں میں تقسیم کرا دیا ہو۔

تو سوچئے اس بادشاہ کو کتنا صدمہ پہنچے گا بلاشبہ ایسی حالت میں سلطنت' بیوی' بچے' غلام' کنیزیں' خزائن اور دیگر انواع و اقسام کی نعمتوں سے جدائی کی آگ اسے ایسے جلائے گی کہ وہ پکار اٹھے گا کاش کہ یکبارگی ہلاک کر دیا جاتا یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا کر دیتے جس سے فوری جان نکل جاتی مگر جس مصیبت کی آگ سے دوچار ہوں اسے دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ یہ پہلی آگ کی مثال ہے جیسے مال و دولت قدر و رفعت' شان و شوکت میں وسعت و کشادگی ہو گی اسی قدر ہی یہ خواہشات دینوی کی فرقت کی آگ اسے جلائے گی۔

پس جس کسی کا دل سے عشق دنیا زیادہ ہو گا اس کے جدا ہونے پر اس کی روح میں جدائی کی آگ بھی زیادہ بھڑکے گی اور اس آگ کی مثال دنیا میں دی ہی نہیں جا سکتی اس لئے کہ اس جہاں میں جتنے بھی رنج و الم اور دکھ درد ہوتے ہیں وہ بتمامہ دل و جان میں متمکن نہیں ہوتے اس لئے کہ حواس خمسہ اور مشاغل دنیا' دل کو ادھر ادھر مصروف رکھتے ہیں اور یہ مشاغل ہی حجاب قلب ہیں اس لئے رنج و الم کو اچھی طرح متمکن نہیں ہونے دیتے یہی سبب ہے کہ کوئی پریشان اور غم زدہ جو کچھ آنکھ سے دیکھتا اور کانوں سے سنتا ہے اسی میں محو ہو جاتا ہے تو ایسی حالت میں اسے غم یاد نہیں رہتا مگر جوان مشاغل سے ذرا توجہ ہٹی پھر انہی رنج و الم کا بار سر پر آ پڑتا ہے بلکہ پہلے سے زیادہ تکلیف دہ ثابت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب کوئی مصیبت کا مارا سو جاتا ہے تو بیدار ہونے پر اس کا غم و الم دل پر مزید بوجھ کا سبب بنتا ہے اس لئے کہ ایسی حالت میں اس کی طبع شفاف ہوتی ہے اس لئے یہ نیند سے قبل وہ کسی نہ کسی کام میں مشغول تھا۔ مگر بیداری

marfat.com

کے وقت چونکہ اس کے دل پر کسی شغل کا بار ہی نہیں تھا۔ بلکہ خالی تھا تو اب اس کے دل پر زیادہ بوجھ پڑے گا اور اس کا اثر بھی مزید ہوگا۔

مثلاً جب کوئی شخص خواب سے بیدار ہوتے ہی کوئی اچھی اور دلکش آواز سماعت کرتا ہے تو اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے اس کا بس ایک ہی سبب ہے کہ اس وقت اس کا دل شفاف تھا اور دیگر حسات کا اس پر اثر تک نہ تھا۔ البتہ جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو وہ حواس خمسہ سے بالکل خالی ہوتا ہے بناء علیہ یا تو وہ رنج والم کا مرکز بن جاتا ہے یا پھر خوشی ومسرت کا گہوارہ ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی نہ سمجھئے کہ وہ آگ دنیوی آگ کی مانند ہوگی بلکہ اسے تو ستر پانیوں سے گزار کر اس دنیا میں اتارا گیا ہے۔ مزید سمجھنے کے لئے بجلی کی مثال تمہارے سامنے ہے کہ اسے پانی سے ہی تیار کیا گیا ہے تار سے گزرنے کے باوجود نظر نہیں آتی حالانکہ اس میں آگ یعنی بجلی موجود ہے (تابش قصوری)

دوسری آگ:- ذلت' ندامت' رسوائی اور شرمندگی کی آگ۔

اسے یوں سمجھئے کہ بادشاہ کسی کمینے آدمی کو بلند مرتبہ عطا فرمادے بلکہ اسے نائب مملکت کے عہدے پر فائز کر کے اور اپنے اہل خانہ میں آنے جانے کی کھلی اجازت دے دے یہاں تک کہ جملہ اہل حرم اس کے سامنے بے حجاب آنے جانے لگیں' کسی قسم کا کوئی پردہ نہ رہے۔ نیز بادشاہ اپنے خزانے بھی اس کے سپرد کر دے اور اپنے اندرونی وبیرونی امور میں اس پر کلی اعتماد جما لے۔

مگر اس کے برعکس وہ کمینہ اندرونی طور پر آمادہ بغاوت ہو' سرکشی و بدمعاشی پر کمربستہ ہو کر خزائن شاہی پر تصرف کرنے لگے اور ساتھ ہی ساتھ بظاہر امانت ودیانت کا جھانسہ دیتا رہے مگر ایک دن ایسا بھی آ جائے جب وہ شاہی حرم کے ساتھ اپنی خباثت کا مظاہرہ کر رہا ہو تو اچانک اس کی نگاہ اٹھے اور دیکھے کہ بادشاہ اس کی ان گھٹیا حرکات کو روشن دان سے ملاحظہ کر رہا ہے اور اسے یہ بھی خیال آئے کہ میری ان حرکات کو صرف آج ہی بادشاہ نے نہیں دیکھا بلکہ ہر روز دیکھتا رہا ہے مگر نظر انداز محض اس وجہ سے کر رکھا ہے کہ اس کی خیانت زیادہ سے زیادہ ہو جائے یہاں تک کہ اسے گرفتار عذاب کر کے کیفر کردار تک پہنچایا جا سکے۔

اب سوچئے ایسی ذلت ورسوائی کے وقت اسے شرم وندامت کی کیسی بھیانک اور وحشت ناک آگ کا سامنا کرنا پڑے گا جو اس کے جان ودل میں سلگ رہی ہوگی باوجود جسم کی سلامتی کے اس کا دل یہی چاہے گا کاش کہ زمین میں غرق ہو جائے تا کہ اس بے حیائی اور بے حد شرمندگی سے رہائی نصیب ہو۔

عزیز محترم! پس یاد رکھو اپنی عادات کے مطابق جو جو بھی دنیوی کام کرتا ہے وہ تجھے بھلے محسوس ہوتے ہیں عمدہ دکھائی دیتے ہیں حالانکہ حقیقتاً وہ نہایت قبیح' بدصورت' رسوا کن اور نازیبا ہیں اور جب روز قیامت ان کی حقیقت عیاں ہوگی تو تجھے ذلت ورسوائی اچھی طرح نظر آئے گی تو لازماً تجھے ندامت کی آگ میں جلنا پڑے گا۔

مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ اگر آج تو کسی کی غیبت کرتا ہے تو کل قیامت تو اپنے آپ کو ایسے دیکھے گا جیسے اپنے بھائی کا گوشت کھا رہا ہے اور سمجھتا ہے کہ روسٹ شدہ مرغ کھایا جا رہا ہے اور پھر جب معلوم ہوگا یہ تو مردہ بھائی کا گوشت ہے تو پھر تجھے کتنا برا محسوس ہوگا اور اس کے باعث تیرے دل میں کیسی آگ سلگ رہی ہوگی یہی غیبت کی روح اور حقیقت ہے جو آج تجھ سے پوشیدہ ہے کل قیامت کو ظاہر ہوگی اسی لئے کہا گیا ہے کہ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ مردہ بھائی کا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہی ہے کہ وہ اس کی غیبت میں مبتلا ہے۔

marfat.com

عزیز محترم! اگر تو دیوار پر سے پتھر پھینکنے لگے پھر تجھے کوئی خبر کرے کہ یہ پتھر تو تیرے گھر میں ہی پڑے رہے ہیں اور تیرے بچوں کی آنکھیں پھوڑ رہے ہیں پھر جلدی سے گھر آ کر دیکھے کہ واقعی ان پتھروں سے اس کے بچوں کی آنکھیں اندھی ہو چکی ہیں تو پھر گمان کر تیری حالت کیا ہوگی اور اس عمل کے باعث تیرے اندر کیسی آگ بھڑک رہی ہوگی یہی حسد کی روح اور حقیقت ہے کہ تو مخالف کے نقصان کا طالب رہتا ہے تیری عبادتیں جو تیرے لئے آنکھ کا نور ہوں گی وہ اس کے نامہ اعمال میں منتقل کر دی جائیں گی جس سے تو حسد کرتا ہے اور تو عبادت سے محروم کر دیا جائے گا اور آج بچوں کی آنکھیں جتنا تیرے کام آتی ہیں۔ قیامت میں تیری عبادت ان سے زیادہ کام آئے گی کیونکہ عبادت ہی تیری سعادت کا باعث ہے اہل وعیال ذریعہ سعادت نہیں تو کل روز قیامت صورتیں ارواح حقیقتوں کے تابع ہوں گی انسان جو کچھ بھی دیکھے گا اسے صورتاً ہی دیکھے گا تو ظاہر ہے جب تیرا پول کھلے گا ندامت اور شرمندگی صورتاً آئے گی یہی وجہ ہے کہ خواب اس عالم آخرت سے نزدیک تر ہے اس لئے کہ خواب میں ہر چیز کی صورت معانی کے موافق ہوا کرتی ہے جیسے کہ حکایت بیان کرتے ہیں۔

حکایت:- مؤذن اور ماہ رمضان میں اذان؟

بیان کرتے ہیں کہ ایک بار کوئی شخص حضرت امام محمد ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں ایک انگوٹھی ہے جس سے میں آدمیوں کے منہ اور عورتوں کی شرمگاہوں پر مہر لگا رہا ہوں۔

آپ نے فرمایا تو موذن ہے اور ماہ رمضان میں قبل از وقت صبح کی اذان دیتا ہے وہ بولا بلاشبہ میں ایسے ہی کرتا ہوں اب غور طلب یہ امر ہے کہ عالم خواب میں اس پر اس معاملہ کی حقیقت کیسے آشکار کر دی گئی ماہ رمضان میں اذان دینا ذکر خداوندی کی ایک صورت ہے اور اذان فجر اس کی روح اور حقیقت ہے کہ وہ کھانے پینے اور مباشرت سے رک جانے کا باعث ہے۔ تجھے اس کی نشانیاں اور نمونوں سے آگاہ کیا جاتا ہے باوجود اس کے پھر بھی تجھے کوئی خبر نہیں ہوتی ایسے ہی حدیث شریف میں ہے کہ روز قیامت دنیا کو ایک بوڑھی عورت کی صورت میں دکھایا جائے گا جو نہایت بدشکل اور بھیانک ہوگی جو بھی اسے دیکھے گا تو پکار اٹھے گا اعوذ باللہ منک خدایا اس سے پناہ! تب اس سے پناہ طلب کرنے والوں کو بتایا جائے گا اب کیوں گھبراتے ہو کیوں ڈرتے ہو یہ تو وہی تمہاری محبوب ہے جس کے لئے تم ہلاکتوں میں پڑے رہے۔ تب ایسے شرمسار اور نادم ہوں گے کہ ان کا دل چاہے کہ اس خجالت و شرمندگی سے تو آگ میں جل جانا ہی اچھا ہے۔ تاکہ وہ اس شرم و ندامت کے عذاب سے رہائی پائیں۔ مزید سمجھنے کے لئے اس حکایت کو سامنے رکھیے!!

حکایت:- شہزادہ اور اس کی عجیب دلہن؟

ایک بادشاہ نے اپنے شہزادے کی شادی کی شہزادہ عروسی کی رات خوب شراب پی کر مستی کے عالم میں دلہن کو تلاش کرنے لگا چونکہ اس کے ہوش و حواس اڑ چکے تھے اس لئے راستہ بھول کر گھر سے کہیں دور جا نکلا اور اسے ایک گھر میں چراغ جلتا دکھائی دیا اس نے سمجھا یہی دلہن کا مکان ہے اندر چلا گیا وہ لوگ سوئے دکھائی دیئے انہیں ہر ممکن جگانے کی کوشش کی مگر وہ بیدار نہ ہوئے اس نے گمان کیا گہری نیند میں ہیں انہیں میں ایک کونے میں ایک چادر اوڑھے ہوئے پایا دل نے پکارا یہی تمہاری دلہن ہے پس آگے بڑھا اور اسکی آغوش میں جا

marfat.com

لیٹا ذرا چادر ہٹائی تو خوشبو نے دماغ کو معطر کر دیا اس کو یقین ہوا بس یہی دلہن ہے جس سے خوشبو کی لپٹیں آ رہی ہیں نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ اس سے لپٹ گیا اور مباشرت کرنے لگا اپنی زبان جب اس کے منہ میں ڈالی تو رطوبت نکل کر اس کے منہ میں آ پڑی وہ سمجھا اظہار محبت کر رہی ہے اور گلاب چھڑک رہی ہے۔

جب دن چمکا' ہوش و حواس بحال ہوئے تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ تو گھر کی بجائے آتش پرستوں کا مکان ہے جس میں وہ اپنے مردے ڈال دیا کرتے ہیں اور جنہیں وہ سوئے ہوئے آدمی سمجھ رہا تھا حقیقتاً وہ مردے تھے اور جس کے ساتھ اس نے رات مباشرت میں گزاری وہ ایک بدصورت بوڑھی عورت تھی جو ابھی مری تھی اور جو خوشبو آ رہی تھی وہ کافور کی تھی عطر نہیں تھا۔ جو عموماً لوگ مردوں کو کفن اوڑھتے وقت ملا کرتے ہیں اور جو رطوبت اس کے منہ سے نکلی وہ بھی نجاست و پلیدی تھی۔

اب جب اس نے اپنی حالت دیکھی تو نجاست سے اپنے آپ کو تر پایا تب وہ منہ اور تالو میں نجاست کی تلخی محسوس کرنے لگا جس سے اب اس کا اندر باہر آنے لگا تے پرتے شروع ہوئی اب وہ چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح اس' ذلت' خجالت' ندامت' پلیدی' رسوائی اور شرمندگی سے نجات پانے کے لئے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالے۔ کیونکہ وہ ڈرتا تھا کہ اس کا باپ اور اس کے لشکر و سپاہ اسے ایسی گندی حالت میں دیکھ لیں گے اسی اثناء میں بادشاہ اپنے عظیم الشان لشکر کے ساتھ تلاش کرتا ہوں وہاں پہنچ گیا اور اس کی گندگی کیفیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا شہزادہ کی اس وقت ایک ہی خواہش تھی کاش کہ وہ اسی وقت زمین میں دھنس جائے اور شرمندگی کے عذاب سے نجات پائے۔

بعینہٖ کل حشر میں اہل دنیا' دنیا کی تمام لذات و شہوات کو ایسی ہی صورت میں دیکھیں گے اور مبتلائے خواہشات نفسانیہ کے باعث ان کا جو اثر ان کے دل پر قائم رہا ہوگا وہ ویسے ہی تلخ تر اور بیزار کن پائیں گے جیسے شہزادے نے نجاستوں کے باعث منہ میں محسوس کیا کہ اس سے بھی زیادہ رسوا کن اور ذلیل ترین ہوگا اس لئے کہ وہاں کی سختیوں کی مثال دنیا میں تلاش ہی نہیں کی جا سکتی پھر بھی اس تمثیلی حکایت سے وہاں کی آگ کا ہلکا سا نمونہ سامنے آ جاتا ہے جو روز محشر دل و جان میں سلگ رہی ہوگی حالانکہ اب بھی موجود ہے مگر جسم اس سے فی الحال بے نیاز ہے اسی کو ندامت' رسوائی اور شرمندگی کی آگ سے موسوم کیا گیا ہے۔

تیسری آگ:- مایوسی و محرومی اور حسرت کی آگ!!

جمال الٰہی اور مشاہدہ ربانی سے محرومیت کے باعث حسرت میں جلنے کا نام ہے جب بڑی حسرت سے کہے گا کہ میں اس سعادت عظمیٰ سے محروم نہ ہوتا اور اس محرومی کا باعث وہی اندھا پن اور جہالت ہے جو اس دنیا سے اپنے ساتھ لے جائے گا یعنی جن لوگوں نے معرفت حاصل نہ کی ہوگی اور مجاہدہ و ریاضت اور علم و عمل سے اپنے آئینہ دل کو اجلا نہیں کیا ہوگا۔ مرنے کے بعد وہ انوار و تجلیات الٰہی کے شیشے میں نہیں دیکھ پائیں گے بلکہ خواہشات نفسانیہ اور گناہوں کے باعث آئینہ دل کو زنگ آلود کر چکے ہوں گے تو دل کے آئینے کو جلوہ خداوندی کیسے دکھائی دے گا۔

اگر تم محرومی اور حسرت کی آگ کو مثالی طور پر سمجھنا چاہتے ہو تو فرض کیجئے تم چند لوگوں کے ساتھ اندھیری رات میں ایسے مقام پر پہنچے جہاں چھوٹے چھوٹے پتھر بکھرے پڑے تھے لیکن ان کی رنگت کا پتہ نہیں چل رہا تھا مگر تمہارے ساتھی نے کہا تم ان سنگریزوں میں

marfat.com

جتنے زیادہ اٹھاؤ کے اتنا زیادہ نفع پاؤں گے یہ سنتے ہی ہر ایک نے زیادہ سے زیادہ جمع کر لئے مگر تو کچھ بھی نہ اٹھائے بلکہ ان کے برعکس یہ کہتا رہے یہ تو بڑی بے وقوفی ہے بلاوجہ اتنا زیادہ بوجھ اپنی گردن میں ڈال لوں۔ اور تکلیف سے دوچار ہوں اور پھر جب کہ مجھے یہ بھی پتہ نہیں کہ یہ کل میرے کسی کام بھی آئیں گے یا نہیں؟

مگر تمہارے رفقاء بوجھ اٹھائے وہاں سے چل دیئے اور تو خالی ان کا ہمراہی رہا۔ بلکہ بوجھ کے باعث انہیں استہزاء و مذاق کا نشانہ بناتا رہا۔ محض اس لئے کہ ان احمقوں نے بلاوجہ بوجھ اٹھایا ہے اظہار افسوس بھی کرتا ہوا یوں کہتا جاتا تھا کہ جو میری طرح صاحب عقل و دانش ہوگا وہی میری طرح آرام و سکون سے سفر طے کرے گا اور احمق گدھے کی طرح بوجھ تلے رہے گا وہ بھی محض لالچ میں جس کے فائدے کا علم تک نہیں۔ لیکن جیسے ہی اندھیرے چھٹ گئے اجالا نمودار ہوا روشنی پھیلی اور تیری نظریں ان پر پڑیں اور وہ پتھر کے ٹکڑے نہیں بلکہ وہ تو سبھی ہیرے اور جواہرات تھے ان میں کوئی سرخ یاقوت ہے اور بعض مروارید اور ہر موتی اور ہیرا ایسی آب و تاب اور چمک دمک رکھتا ہے کہ ایک ایک دانہ لاکھ لاکھ دینار کے برابر ہے اب وہی لوگ بصد حسرت کہیں گے کاش کہ کچھ اور اٹھا لیتے مگر تو محرومی کے باعث حسرت سے مر رہا ہوگا پھر حسرت و خواہشات کی آگ تیرے اندر ہمیشہ سلگتی رہے گی اور وہی تیرے رفقاء ان جواہرات کو فروخت کر کے سرداری کی سعادت سے بہرہ مند ہو چکے ہوں گے جیسے چاہیں گے حاصل کردہ دیناروں اور اشرفیوں کو استعمال میں لائیں گے طرح طرح کی نعمتوں سے سمٹیں گے جو چاہیں گے کھائیں گے سیر و تفریح کریں اور تجھے بھوکا ننگا رہنے دیں۔ بلکہ ممکن ہوا تو تجھے زرخرید غلام بنالیں اور اپنا تجھ پر حکم چلائیں اگرچہ تو منت و سماجت سے بار بار کہتا رہے لوگو میں تمہارا ساتھی تھا۔ ان دیناروں سے مجھے بھی حصہ دو لیکن جواباً وہ تجھے ارشاد باری سے خاموش کر دیں گے۔ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِيْنَ ۝ (الاعراف ۸/۵) کہ ہمیں تھوڑا سا پانی دو اس میں سے جو تمہیں اللہ نے عطا فرمایا ہے (تو ایماندار) جواباً کہیں بیشک اللہ نے کافروں پر ان دونوں نعمتوں کو حرام ٹھہرایا ہے۔

نیز وہ کہیں گے اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ (ہود ۱۲/۳۸) ہے کل تم ہم پر تمسخر کرتے تھے اور آج تم پر (اللہ تعالیٰ نے) ہمیں اسی طرح ہنسنے کا موقع دیا پس بہشت کی نعمتوں اور دیدار خداوندی سے محرومی کی حسرت میں یہ مثال نہایت مناسبت رکھتی ہے جب کہ جواہرات کی مثال عبادات اور تاریکی دنیا کی مثل ہے اور جن لوگوں نے جواہرات و عبادت کو محض بوجھ کے بہانے اٹھانے سے انکار کر دیا وہ کل قیامت کے دن چیخ و پکار کریں گے اور جنتیوں کو پکار پکار کر کہیں گے اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ خدارا ہمیں پانی کے چند قطرے عنایت کیجئے اور پھر حسرت کا کیوں نہ اظہار کریں جب کہ اہل معرفت و صاحبان عبادت پر طرح طرح کی نعمتیں، سعادتیں نثار ہو رہی ہوں گی جو دنیا کی تمام نعمتوں سے جنت کی لحہ بھر کی سعادتوں اور عزتوں کے مقابلہ میں کوئی چیز ہی نہیں۔

بلکہ وہ شخص جسے جہنم سے آخر میں رہائی ہوگی اسے اتنی نعمتوں سے نوازا جائے گا کہ تمام دینوی نعمتوں سے دس گنا بڑھ کر ہوں گی اور یہ مماثلت کیلی یا وزنی نہیں بلکہ روحانی نعمت کے اعتبار سے ہوگی اور وہ سکون و اطمینان، راحت و مسرت جو اسے حاصل ہوگی اسے یوں سمجھئے کہ جیسے کہا جاتا ہے یہ گوہر تو دس دینار کے برابر ہے۔ اس سے گوہر کا وزن یا مقدار مراد نہیں لی جاتی بلکہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کی قدر و قیمت اور مالیت دس دینار ہے اور یہی مالیت اس گوہر کی روح ہے نہ کہ اس کی وزنی یا مقداری کیفیت۔

marfat.com

فصل: آتش روحانی آتش جسمانی سے تیز تر ہے؟

عزیزم: جب تجھے تینوں قسم کی آگ سے آگاہی اور شناخت ہو چکی تو اب یہ بھی سمجھ لیں کہ یہ آگ جسمانی اس روحانی آگ سے کہیں تیز تر ہوتی ہے جو جسم پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جسم تو اس وقت تک درد والم کا پتہ نہیں دیتا ہے جب تک اس آگ کا اثر جان و دل تک نہ پہنچے۔ اس لئے کہ جسم کا درد جان تک پہنچ کر ہی بڑھتا ہے۔ پس وہ آگ اور وہ درد جو جان کے اندر سے باہر نکلے لامحالہ وہ عظیم تر ہے اور یہ آگ جو دل و جان کے اندر سے باہر نکلتی ہے۔ یہ بھی باہر سے ہی اندر اثر پذیر ہوتی ہے۔ ہر دکھ درد اور تکلیف کا باعث ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ کسی ایسی چیز کو طبیعت پر مسلط کر دیا جائے جو تقاضائے طبع کے خلاف ہو اور جسمانی مقتضائے طبع یہ ہوتا ہے کہ اس کی ترکیب برقرار رکھی جائے اور اس کے جملہ اعضاء و جوارح اور اجزاء باہم متحد و مجتمع ہوں۔ چنانچہ عمل جراحی کے سبب جب یہ اعضاء کاٹ کر الگ الگ کر دیئے جاتے ہیں تو یہ عمل مقتضائے طبع نہیں ہوتا اسی تضاد کا ظہور دکھ اور تکلیف کا سبب بن جاتا ہے۔ اس لئے کہ اپریشن سے اعضاء ایک دوسرے سے الگ کر دیئے جاتے ہیں اور پھر ہر عضو الگ الگ آگ محسوس کرنے لگتا ہے۔ بناءً علیہ آگ کی جلن اور بھی زیادہ تکلیف اور دشواری کا سبب بن جاتی ہے۔ لہٰذا جو چیز دل کی طبع کے مخالف ہو اگر وہ از خود اس میں جانگزین ہو جائے تو دل کے اندر اس کے باعث ہونے والا درد لازماً زیادہ ہوگا اور دل مقتضائے طبع معرفت الٰہی اور دیدار خداوندی ہے اور اس کی ضد اندھا پن ہے اور یہی اندھا پن ہی دل پر مسلط ہو جائے تو اس میں جو درد والم ظہور پذیر ہوگا اس کی کیفیت تصور سے باہر ہے۔

بیمار دل اور درد والم کی معرفت؟

اگر اس دنیا میں دل بیمار نہ ہوتے تو روحانی اندھے پن کو اسی عالم دنیا میں ہی محسوس کر لیتے پھر اس کے علاج کی تدبیریں بھی کرتے لیکن جیسے ہاتھ، پاؤں سردی کی سختی سے سن ہو جائیں تو آگ پر رکھنے کے باوجود تپش محسوس تک نہیں ہوتی لیکن جیسے ہی نارمل حالت میں آتے ہیں تو آگ کے قریب کرنے سے بھی جلن محسوس ہونے لگتی ہے۔ اس طرح لوگوں کے دل اس دار دنیا میں ایسے سن ہو جاتے ہیں کہ موت کی تلخی کے سوا اسے کوئی گرمی نارمل نہیں کر سکتی ہاں جیسے ہی ان پر موت وارد ہوتی ہے۔ فوراً وہ آگ دل میں سلگنے لگتی ہے حالانکہ باہر یا کسی دوسری جگہ سے تو آگ نہیں آتی۔ اسے لوگ از خود ہی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اس لئے کہ یہ تو پہلے ہی انہوں نے اپنے دلوں میں سلگا رکھی تھی مگر علم الیقین کے نہ ہونے کی وجہ سے محسوس نہیں کر پاتے تھے اب (محشر میں) انہیں علم الیقین حاصل ہوا ہر معاملہ عیاں ہو گیا مگر اب کیا فائدہ۔

وقت پر کافی ہے قطرہ ابر خوش ہنگام کا جل گیا جب کھیت مینہ برسا تو پھر کس کام کا

اگر تم پہلے ہی یقین کر لیتے کہ دوزخ کو دیکھنا پڑے گا، تو کتنا اچھا ہوتا، ارشاد باری تعالیٰ ہے كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ بے شک اگر تم علم الیقین سے جان لیتے تو ضرور دوزخ کو دیکھ لیتے۔ (التکاثر ۵-۳۰۱۶) یہ آیت مذکورہ بالا آگ دل میں لگی ہوگی اس کی موید ہے۔

شریعت محمد یہ علیہ التحیۃ والثناء نے روحانی جنت اور جہنم کی جو تشریح و تصویف اچھی طرح بیان کی ہے تو اسی سے ہی لوگ اچھی طرح

marfat.com

پہچان لیں اور ذہن نشین کرلیں مگر ان کی حالت یہ ہے جس سے بھی ان کی حقیقت بیان کی جائے اسے حقارت کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں اور اس کی مشکلات وعظمت کو خاطر میں ہی نہیں لاتے جیسے کسی بچے سے کہیں' بیٹا پڑھو! اگر علم حاصل نہ کرو گے تو وراثت سے محروم ہو جاؤ گے اور خوش نصیبی تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گی مگر وہ تو اس بات کو سمجھنے سے ہی قاصر ہے۔ اس لئے اس کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا مگر اس کے برعکس اگر سختی سے یوں کہا جائے اگر تم سبق یاد نہیں کرو گے تو استاد تمہیں سزا دے گا۔ تمہاری خوب گوشمالی ہوگی تو وہ فوراً ڈر جائے گا اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ استاذ کو ان باتوں کا اختیار ہے تاہم باپ کی وراثت سے ویسے کسی اور طرح بھی محروم ٹھہر سکتا ہے پس بعینہٖ جسمانی دوزخ حق ہے اور مشاہدہ الٰہی سے محرومیت کی آگ بھی حق ہے جیسے باپ کی ریاست یا وراثت سے محرومی کے میں استاد کی سرزنش کوئی وقعت نہیں رکھتی' اسی طرح روحانی دوزخ کے مقابل جسمانی دوزخ کی بھی خاص حیثیت نہیں بلکہ مقا

نرم اور خفیف سی سزا ہے۔

فصل: علماء کرام کی تبلیغ حق ہے

عزیز القدر۔ اگر تو یہ کہنے لگے کہ علمائے کرام نے جو کہا اور لکھا' تمہاری یہ تمام تر تقریر ان کے برعکس ہے کہ ایسی باتیں تقلید وشنید کے بغیر سمجھ میں آ ہی نہیں سکتیں' عقل وبصیرت کا ان میں کوئی عمل دخل نہیں۔

تو یاد رکھئے' اس قسم کے اعتراضات کا تذکرہ قبل ازیں آ چکا ہے کہ وہ کیا کہتے ہیں نیز ہمارا بیان ان کے نظریہ کے خلاف نہیں۔ البتہ علمائے کرام کو عالم آخرت کی تشریح وتوضیح کرتے ہیں ان کی تحقیق محض محسوسات سے وابستہ ہے۔ اس سے وہ باہر نکل ہی نہیں سکے اور علمائے ظواہر کو روحانیت سے کوئی علاقہ ہی نہیں یا پھر علم کے باوجود اس کی تفصیل میں نہیں جاتے کہ عوام کی سمجھ سے یہ چیزیں بلند تر ہیں۔

اور جسمانی ومادی امور سے متعلق جاننا شرعی تقلید اور شنید کے سوا ممکن ہی نہیں تاہم یہ بھی حقیقت روح کی معرفت کی ایک قسم ہے اس کے سمجھنے کا راستہ بصیرت اور مشاہدۂ باطن ہے اور اس تک وہی خوش نصیب رسائی حاصل کر سکتا ہے جو اپنے وطن جسمانی کو خیرباد کہہ سکے۔ اس لئے وطن روحانی کے مقابلہ میں وطن جسمانی کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ اس لئے کہ روح جو حقیقتاً اصل انسانی ہے۔ وہی اس قیام گاہ ہے اور عالم دنیا میں جو سفر اسے درپیش ہے۔ وہ وطن اصلی تک رسائی کا ذریعہ ہے اور اس راستہ میں اسے بہت سی منازل کو طے کرنا ہے اور ہر ایک منزل کا اپنا ہی جہاں ہے۔

یوں سمجھئے کہ اس کا پہلا وطن عالم محسوسات ہے۔ اس کے بعد عالم تخلیات پھر عالم توہمات اور چوتھا عالم' عالم معقولات۔ اور یہ اس کی وہ منزل ہے جہاں پہنچ کر اپنی حقیقت تک رسائی حاصل ہوتی ہے جس سے قبل ازیں وہ بالکل بے خبر تھا۔ ان چار عالموں کی تفہیم کے لئے یہ مثال نہایت مناسب رہے گی۔

انسان اور پروانہ؟

انسان محسوسات کی کیفیت میں جب ہوتا ہے تو وہ مثل پروانہ ہوتا ہے جو از خود شمع پر گرتا پڑتا ہے کیونکہ اس میں قوت باصرہ موجود ہوتی ہے لیکن اپنی حفاظت کا شعور نہیں رکھتا۔ وہ اندھیرے سے بھاگتا ہے روشندان کا متلاشی رہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ شمع تو یہی روشندان

marfat.com

ہی ہے۔ اس لئے وہ اپنے آپ کو اسی پر دے مارتا ہے نیز آگ سے رنج اٹھاتا ہے حالانکہ تکلیف اسے یاد ہی نہیں رہتی کیونکہ اس کا حافظہ ہی نہیں ہوتا اور نہ ہی تخلیات کی قوت تا کہ اس سے ہی کام لے سکے۔ حقیقتاً وہ اس مقام پر ہی نہیں ہوتا کہ اس کا حافظہ اور تخیل معاونت کر سکے اس لئے وہ بار بار شمع سے ٹکراتا رہتا ہے حتیٰ کہ جان پر کھیل جاتا ہے اگر اس میں یادداشت کی قوت یا تخیل کی طاقت ہوتی تو ایک بار ٹکرانے سے دوبارہ اس کی طرف پرواز نہ کرتا جیسے کہ دوسرے جانوروں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ جب اسے ایک بار لاٹھی سے ماریں تو دوسری بار لاٹھی دیکھتے ہی بھاگنے لگتا ہے کیونکہ پہلی مار کی یاد اس کے ذہن میں محفوظ تھی پس پہلی منزل محسوسات سے موسوم ہے۔

دوسری منزل عالم تخلیات سے عبارت ہے جب انسان اس درجہ میں ہوتا ہے تو انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں ہوتا اس لئے کہ جب تک کسی چیز سے دکھ، درد نہ اٹھائے اس سے بچنے کی تدبیر ہرگز نہیں کرتا۔ البتہ ایک بار تکلیف برداشت کرنے کے بعد دوبارہ اس سے بھاگتا ہے۔

تیسری منزل عالم موہومات سے موسوم ہے جب انسان اس مقام سے فائز ہوتا ہے تو بھیڑ، بکری اور گھوڑے وغیرہ سبھی یکساں ہو جاتے ہیں یعنی وہم و گمان کے باعث ان دیکھے مصائب سے خوفزدہ رہتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ ان سے تکلیف میں مبتلا ہو جائے گا یعنی بھیڑ نے بھیڑیئے اور گھوڑے نے شیر کو کبھی بھی نہ دیکھا ہو پھر بھی دیکھتے ہی بھاگتا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ یہ میرے دشمن ہیں مگر گائے، اونٹ اور ہاتھی ایک دوسرے کو دیکھ کر کبھی نہیں بھاگتے حالانکہ وہ ان سے قد و قامت اور شکل و صورت میں بڑے ہوتے ہیں اور یہ دیکھنے کا شعور ہے جو فطرت نے ان کے باطن میں ودیعت فرمایا ہے جس کے باعث وہ اپنے اپنے دشمن کو پہچان لیتے ہیں لیکن وہ اس شعور اور احساس کے ہوتے ہوئے بھی اسی چیزوں سے اعراض نہیں کر سکتے جو مستقبل میں ان کے سامنے آنے والی ہوں اس لئے یہ مقام چوتھی منزل کا ہے جو عالم معقولات کی منزل کہلاتی ہے جب انسان معقولات کی منزل کو پالیتا ہے تو جملہ حیوانات و بہائم سے بہت آگے بڑھ جاتا ہے اور یہی وہ مقام آتا ہے جسے حقیقتاً عالم انسانیت کی پہلی منزل میں داخل ہونا سمجھتے ہیں یہاں پر انسان کو ایسی ایسی اشیاء دکھائی دیتی ہیں جو محسوسات، تخلیات اور عالم موہومات کی منازل سے بلند تر ہوتی ہیں اور ان تینوں کو عالم معقولات میں گزر تک نہیں ہو سکتا پھر انسان ایسے جملہ امور سے بچنے کی کوشش کرتا ہے جو آئندہ واقع ہونے والے ہوتے ہیں۔

اور ان امور کی حقیقت اور روح کو الگ الگ سمجھنے لگتا ہے۔ اور ہر ایک کی حد اور قیمت اس طرح جان لیتا ہے کہ ان جملہ اشیاء کی حقیقت بھی اس پر کھل جاتی ہے اور جن اشیاء کا مشاہدہ عالم دنیا میں کیا جا سکتا ہے وہ غیر متناہی نہیں، اس لئے کہ عالم محسوسات میں جو کچھ بھی ہے وہ جسم رکھتا ہے اور عالم اجسام بلاشبہ متناہی ہیں پھر عالم محسوسات میں قدم رکھنے کے لئے جو سعی درکار ہے وہ اس سے بڑھ کر ہرگز نہیں جتنی سعی روئے زمین پر چلنے کے لئے درکار ہے اور زمین پر تو بلا تردد ہر ایک چل سکتا ہے۔

لیکن عالم معقولات جو چوتھی منزل ہے اس میں گامزن ہونا تو فقط حقائق کی روح اور امور کی حقیقت کے لئے ہوتا ہے جو پانی کے اوپر چلنے کے مترادف ہے جب عالم موہومات میں اس کا تردد کشتی میں ہونے کی مثل ہے اس لئے کہ اس کا معاملہ مخصوص درجہ تک پانی اور زمین کے مابین ہوتا ہے اور اسی عالم معقولات کے درجہ سے بلند تر وہ مقام ہے جس پر انبیاء و رسل اور اولیاء کرام فائز ہیں اور یہی اہل تصوف کی منزل ہے جو ہوا میں اڑنے کے مترادف ہے۔ چنانچہ سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جب صحابہ کرام رضوان

marfat.com

اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دریافت کیا کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پانی پر چل سکتے تھے تو آپ نے جواباً فرمایا ہاں بالکل چل سکتے تھے۔ ولو ازداد یقیناً لمشی فی الھواء بلکہ وہ تو یقین کامل سے ہوا میں بھی پرواز کر سکتے تھے۔

پس انسان کے سفر کی منزلیں حقیقتاً عالم ادراک میں ہیں وہ چاہے تو فرشتوں کے مراتب کو پالے گویا کہ بہائم کے آخری درجے سے لے کر فرشتوں کے انتہائی آخری درجے تک سبھی یہ تمام منازل انسان کے عروج و بلندی کی منزلیں ہیں پس یہ تو انسان کی مرضی ہے ذلتوں میں گرا رہے یا رفعتوں کو پالے اور پھر جہاں اسے یہ بھی خوف طاری ہے کہ کہیں اسفل السافلین میں ہی شامل نہ کر دیا جائے وہاں یہ بھی احتمال ہے کہ اعلیٰ علیین کے بلند مقام کو بھی پالے اور اسی امید و بیم کی کش مکش کے بارے ارشاد حق تعالیٰ ہے: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَھَا وَاَشْفَقْنَ مِنْھَا وَحَمَلَھَا الْاِنْسَانُ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا ○

(الاحزاب ۷۲/۲۲)

ہاں البتہ جمادات کے درجے میں کوئی تبدیلی نہیں اس لئے کہ وہ بے خبر اور بے خطر ہیں جب کہ فرشتے پہلے کی اعلیٰ علیین کے مراتب پر فائز ہیں اور ان کے مقام و مراتب میں تنزل و زوال کا تصور تک نہیں ہر ایک اپنے اپنے دائرہ کار میں مصروف عمل ہے۔ وہ کہتے وَمَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ۔ (الصّٰفّٰت ۱۶۴/۲۳)

اور بہائم تو اولاً ہی اسفل السافلین میں شمار ہوتے ہیں عروج و ترقی سے انہیں کوئی علاقہ نہیں لہٰذا خطرہ تو صرف انسان کو ہی ہے جو بہائم اور ملائکہ کے درمیان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ترقی کی راہ پر گامزن ہو تو ملائکہ سے بھی آگے بڑھ جائے اور اگر تنزلی و زوال کا شکار ہو تو بہائم کو بھی پیچھے چھوڑ جائے (کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ یہ بہائم کی مثال بلکہ اس سے بھی زیادہ گرا ہوا ہے)

بار امانت کے متحمل ہونے کا یہی مفہوم ہے کہ انسان نے بڑی خطرناک ذمہ داری کو اپنے سر لیا بس ایسی صورت میں امانت کا بوجھ اٹھانے کا حوصلہ کسی اور کو ہو ہی کیسے سکتا ہے؟ اس طویل بحث کا مقصد یہ ہے کہ جو کچھ تو نے کہا اس سے قبل بیشتر لوگوں نے یہ بات اس طرح نہ کہی۔ تاکہ تجھے پتہ چلے کہ ایسے کہنا تو کوئی غیر معمولی اور تعجب خیز بات نہیں کیونکہ مسافر ہمیشہ مقیم کے برعکس ہی ہوتا ہے حالانکہ زیادہ تر لوگ تو مقیم ہوتے ہیں اور مسافر کم اور ان مسافروں میں سے بھی جو محسوسات اور تخلیات کی ابتدائی منزل میں ہی اٹک جائے اور اسے ہی اپنا ٹھکانہ ٹھہرائے اس پر حقیقت کا راز اور روحی امور کبھی منکشف نہیں ہو سکتے اور وہ روحانی بن ہی نہیں سکتا اسے روحی امور اور احکام روحانی کا شعور تک نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ اس کی تفصیل و تشریح کتابوں میں بھی کم ہی پائی گئی ہے۔

پس معرفت آخرت کی اتنی ہی تشریح پر ہی ہم اکتفا کرتے ہیں کیونکہ اس سے زیادہ بیان عوام کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ بلکہ ممکن ہے بہت سے لوگ اس بیان کو سمجھنے سے بھی قاصر ہوں اور حقیقت حال تو اللہ ہی جانتا ہے۔

فصل بے وقوف، بے بصیرت ہیں

بہت سے بے وقوف ایسے پائے جاتے ہیں کہ ان میں بصیرت کے راز و اسرار جاننے اور پہچاننے کی ہمت ہی نہیں ہوتی اور نہ ہی انہیں شریعت سے یہ توفیق ملتی ہے کہ وہ شریعت سے استفادہ کر کے روحانی امور سے آگاہی حاصل کر سکیں اسی بناء پر وہ امور آخرت سے حیرت زدہ رہتے ہیں۔ اور شک و شبہ سے مغلوب ہوتے ہیں پھر اس کا لازماً نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان پر خواہشات نفسانیہ سوار ہو جاتی

marfat.com

ہیں اور پھر ان کی طبیعت کو یہی بات راسخ آتی ہے کہ وہ اسے تسلیم نہ کریں اور پھر حقیقتاً غلبہ شہوت کے سبب آخرت سے منکر ہو جاتے ہیں اور پھر یہی انکار ان کے باطن میں ظاہر ہونے لگتا ہے جب کہ شیطان تو ایسے لوگوں کی گھات میں ہمہ وقت مصروف کار رہتا ہے اسی بناء پر وہ بڑے بے باک ہو جاتے ہیں اور تصور کر لیتے ہیں کہ دوزخ کی جو بھی صفت بیان کی جاتی ہے وہ محض خوف مسلط کرنے کے لئے ہوتی ہے ایسے جو جنت کے اوصاف بیان کئے جاتے ہیں اس کی بھی حیثیت محض عشوہ کی سی ہے (بظاہر کچھ نہیں) پس اسی سبب سے شہوت کے اسیر ہو کر رہ جاتے ہیں اور شریعت کا اختیار کرنے سے رک جاتے ہیں بلکہ عاملان شریعت کو بچشم حقارت وحماقت دیکھتے ہوئے ان سے نفرت کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو محض بوری میں بند ہیں اور دیوانے ہیں پس ایسے احمقوں کو کیسے قوت نصیب ہوگی کہ وہ کوئی بات سمجھ سکیں اور دلائل و براہین سے ان اسرار و رموز کو معلوم کرنے کی طرف راغب ہوں پس ایسے شخص کو گفتگو کی دعوت دی جائے نہ کسی ظاہری بات میں غور و فکر کی ترغیب دے کر اس سے دریافت کریں کہ اگر تیرا غالب گمان یہی ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل علیہم السلام اور تمام علماء حکما اور اولیائے کرام جو کہتے اور کرتے رہے ہیں تمام تر غلط تھا اور وہ محض مغرور تھے۔ مگر باوجود ایسی حماقت اور ایسے غرور کے تو نے انہیں پہچان لیا کہ وہ غلطی پر تھے تو آخر یہ بھی تو ممکن ہے کہ تو از خود غلطی میں مبتلا ہو اور مغرور بھی (اور حقیقتاً تو ہی جھوٹا اور غلطی کا پتلا ہے۔ کیونکہ لاکھوں پاکیزہ انسانوں کو جھوٹا اور احمق قرار دینے والا کبھی راہ راست پر نہیں ہو سکتا) اس لئے کہ آخرت کی حقیقت کو تو سمجھ نہ پایا اور نہ ہی روحانی عذاب کے معانی تیری عقل میں آئے اور نہ ہی عالم محسوسات سے روحانیت کی مثال سمجھ سکا اگر بھی احمق اپنی غلطی تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں البتہ اسی بات پر ضد کرتا ہے کہ میں تو دو کو ایک سے زیادہ قرار دیتا ہوں اور بس یہی درست ہے یعنی اس بات کا قائل ہوں کہ روح کی کوئی حقیقت نہیں جب حقیقت ہی نہیں تو اسے بقا بھی حاصل نہیں لہٰذا جسمانی و روحانی کسی بھی قسم کی راحت و تکلیف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پس سمجھ لیں کہ ایسے شخص کی طبیعت بگڑ چکی ہے اور اس سے کسی اچھائی کی امید رکھنا عبث ہے اس لئے کہ وہ یقیناً اسی گروہ میں شامل ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یوں آگاہ فرمایا ہے **وان تدعھم الی الھدی فلن یھتدوا اذاً ابداً** (الکہف آیت ۵۷) (میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اگر تم ان گمراہوں کو راہ راست کی طرف بلاؤ گے تو بھی یہ راہ راست پر ہرگز ہرگز نہیں آئیں گے۔

بالفرض اگر وہ یوں کہے کہ گو میں نے ان امور کے ناممکن ہونے کی تحقیق نہیں کی اور ہو سکتا ہے کہ یہ ممکن ہو۔ لیکن بعید از امکان بھی تو لازماً ہیں اور جب مجھے ان کی حقیقت کی خبر نہیں۔ اور میرا پختہ عقیدہ بھی نہیں تو یہ تصور میرے دل پر غلبہ نہیں پا سکتا تو محض تصوراتی طور پر میں اپنے آپ کو تاحین حیات زہد و تقویٰ کی حویلی میں کیوں بند رکھوں اور لذات و راحت سے محروم رہوں۔

ایسی صورت میں ہم اس سے کہیں گے کہ جب تو نے اتنا تسلیم کر لیا کہ اس کی امکانی صورت پائی جا سکتی ہے تو از روئے عقل تجھ پر واجب ہے کہ تو شریعت کی راہ پر آئے کیونکہ جب خطرات بھیانک اور بڑے ہوں تو اس کے معمولی سے تصور سے بھی بھاگنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ تو کھانا کھانے لگا ہی تھا کہ کسی نے آ کر صرف اتنا کہہ دیا کہ اس کھانے میں سانپ نے منہ ڈالا ہے تو تم سنتے ہی اس سے ہاتھ اٹھا لو گے (باوجودیکہ تم نے سانپ کو کھانے میں منہ ڈالتے دیکھا نہیں) حالانکہ تمہارا یہ فعل محض گمان پر مبنی تھا حالانکہ گمان تو یہ بھی کیا جا سکتا تھا کہ اس نے جھوٹ بولا ہوگا تاکہ تو کھانا نہ کھائے اور وہ کھانا اس کے ہاتھ لگے لیکن تو نے سچ تو محض اس

marfat.com

لئے مان لیا ہے اس کی بات میں سچائی کا امکان تھا پھر تو اپنے آپ کو کہنے لگا اگر نہ کھاؤں تو بھوک کی تکلیف اٹھانی پڑے گی مگر بھوک کی تکلیف زہریلا کھانا کھانے سے بہتر ہے کیونکہ اگر کھاؤں تو ممکن ہے اس نے سچ کہا ہو اور میں مارا جاؤں۔

بعینہٖ اگر تو بیمار ہے اور تجھے خطرۂ موت ہے۔ کوئی تعویذ لکھنے والا اس وقت تجھے کہے کہ مجھے تم چاندی کا ایک سکہ دے دو میں تجھے ایک تعویذ اور نقش دوں گا کہ تجھے فوراً صحت ہو جائے گر چہ تیرا غالب گمان یہی ہو کہ تعویذ کو صحت سے کیا تعلق، لیکن عملاً تو یہی سمجھے گا کہ ممکن ہے یہ بات درست ہو لہٰذا ایک سکے چاندی کی وقعت ہی کیا ہے (لہٰذا تو تندرستی کے گمان پر ہی اسے سکہ دے کر تعویذ حاصل کرنے پر آمادہ ہو جائے گا)

اسی طرح اگر تجھے کوئی نجومی کہے کہ جب چاند فلاں منزل پر پہنچے گا تو فلاں کڑوی دوائی استعمال کرے گا تو صحت مند ہو جائے گا پس نجومی کے کہنے پر تو کڑوی دوائی کو پینے پر تیار ہو جائے گا اور تیرا یہی گمان ہو گا ممکن ہے یہ صحیح کہہ رہا ہو اور اگر بالفرض جھوٹ ہی کہہ رہا ہے تو پھر بھی اتنی سی دوا کی تکلیف کا برداشت کرنا کونسی سے بڑی بات ہے؟

تو پھر اچھی طرح سمجھ لے کہ کسی صاحب عقل و ہوش کے نزدیک ایک لکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل کی کہی ہوئی باتیں اور ان پھر تمام حکماء علماء کرام اور اولیاء اللہ کا متفق ہونا، تعویذ نویس اور نجومی کے قول سے تو کسی طرح بھی کم تر نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے کہ جب ان لوگوں کی باتیں معمولی سی تکلیف کے بدلے اس لئے برداشت کر لیتا ہے کہ بہت بڑی تکلیف سے نجات مل جائے گی اور یہ معمولی سی تکلیف اور تھوڑا سا مالی نقصان، بڑی تکلیف اور زیادہ نقصان کے مقابلے میں تو کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا۔

بناء علیہ اسی طرح اگر کوئی حساب لگائے کہ حیات دینوی حیات اخروی کے مقابلے میں کیا ہے؟ تو اسے از خود معلوم ہو جائے گا کہ یہاں تھوڑی سی تکلیف کا برداشت کر لینا، اس عذاب عظیم کے مقابلہ میں کہیں اچھا ہے جس کے متعلق کم از کم اتنا تو یقین رکھتا ہے کہ ''ممکن ہے وہی باتیں درست ہوں جو وہ کہتے چلے آئے ہیں اور واقعتہً مجھے ابدی عذاب ہو سکتا ہے بالفرض اگر ایسا ہی ہوا تو پھر میں کیا کر سکوں گا؟ اور چند روزہ دینوی آرام و راحت جو وہاں جانے تک ختم ہو چکا ہو گا مجھے کیا فائدہ پہنچائے گا؟

ابد کے معنی یہ ہیں کہ اگر تمام جہاں کو باحر بے یا کنگنی یا ان سے بھی چھوٹے دانوں سے تمام جہاں کو بھر دیا جائے۔ پھر کسی پرندے کو کہے کہ ہزار ہزار سال بعد ایک ایک دانہ اس ڈھیر سے لے جایا کر اور وہ ایسے ہی کرتا رہے یہاں تک کہ یہ تمام دانے اربوں کھربوں سال بعد ختم کر ڈالے تو بھی ابد میں کوئی کمی واقع نہیں ہو گی۔ پس اتنے لامتناہی عرصے تک مصائب و آلام کے عذاب میں مبتلاء کیسے رہا جا سکتا ہے اگر چہ وہ عذاب روحانی ہو یا جسمانی! لہٰذا دنیا کی عمر آخرت کی عمر کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتی ہے؟

لہٰذا کوئی بھی عقلمند ایسا نہیں ہو سکتا جو اس حقیقت پر غور و فکر کرنے کے باوجود بھی نہ سمجھ پائے کہ احتیاط کا راستہ اختیار کرنا ہی اچھا اور بہتر ہے اور اتنے عظیم خطرات سے بچاؤ کی صورت نکالنا اس پر لازم ہے اگر چہ اسے کتنی ہی تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گو وہ گمان پر ہی مبنی کیوں نہ ہو اس لئے کہ دینوی تاجر بغرض تجارت سمندروں کا سفر کرتے ہوئے دور دراز ممالک اور مقامات کی طرف نکل پڑتے ہیں اور انہیں ایسے سفروں میں بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان کا یہ تمام تر سفر محض گمان کی بناء پر ہوتا ہے اور انہیں قطعاً نہیں ہوتا ہے ہمیں اس تجارت سے نفع ہی حاصل ہو گا مگر انہیں کمزور سا گمان کہاں کہاں لئے پھرتا ہے پس اگر تجھے اپنی ذات سے قدرے محبت اور

marfat.com

ہمدردی ہے۔تو احتمال اور گمان پر ہی راہ شریعت کو اپنا لے۔

چنانچہ ایسی ہی صورت پر ایک دن حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بے دین ملحد سے مناظرہ ہوا تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا ''اگر معاملہ ویسے ہی ہے جیسے تو کہتا ہے تو پھر تم اور ہم بچ جائیں گے اور اگر ویسے ہو جیسے میں کہہ رہا ہوں تو پھر ہم بچ جائیں گے لیکن تو پکڑا جائے گا اور ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہے گا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس انداز میں کلام کرنا اس ملحد کی کج فہمی کی بنا پر تھا اس لئے نہیں تھا کہ آپ کسی شک وشبہ میں پڑے ہوئے تھے وہ جانتے تھے کہ اسے ناسمجھ اور نادان کو راہ راست پر لانے کے لئے طریقہ تفہیم اس کیلئے مفید تر ہے۔

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رکن اوّل

عبادات

جب تو معرفت عنوان مسلمانی سے فارغ ہوا اور تو نے اپنے آپ کو پہچان لیا اور حق تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لی۔ نیز دنیا و آخرت کو بھی سمجھ لیا تو پھر تجھے چاہیے کہ تیری تمام تر توجہ معاملات مسلمانی کی طرف ہو جائے۔

یہ تو تجھے اچھی طرح معلوم ہو چکا ہے کہ آدمی کی سعادت، معرفت حق تعالیٰ اور اس کی عبادت کے مشغول رہنے میں ہے۔ اور اصلی شناخت تو تجھے مذکورہ بالا چار عنوان سے حاصل ہو چکی ہے اور اب عبادت کی حقیقت کی وضاحت چار ارکان سے کی جائے گی۔

۱- یہ کہ تو ظاہری طور پر اپنے آپ کو عبادت سے آراستہ رکھے یہ رکن عبادت ہے۔

۲- یہ کہ تو اپنی زندگی کی ہر حرکت و سکون کو ادب سے آراستہ رکھے اور اپنے آپ کو ہمیشہ با ادب رکھو۔ یہ رکن معاملات ہے۔

۳- یہ کہ تو اپنے دل کو برے اخلاق (ناپسندیدہ عادات) سے پاک رکھے۔ یہ رکن مہلکات ہے۔

۴- یہ کہ تو اپنے دل کو عمدہ و پسندیدہ اخلاق (خصائل و شمائل) سے آراستہ رکھے۔ یہ رکن منجیات ہے۔

رکن اوّل:

عبادات کے متعلق ہے اور اس میں دس اصل پائے جاتے ہیں۔

۱- عقائد اہل سنت کی درستگی۔
۲- تلاش علم۔
۳- طہارت
۴- نماز قائم رکھنا۔
۵- زکوٰۃ کی ادائیگی
۶- روزے رکھنا
۷- حج و زیارت
۸- تلاوت قرآن مجید
۹- ذکر و اذکار
۱۰- ترتیب اوقات اوراد و وظائف

عقائد اہل سنت

جان لیجئے کہ جو بھی کوئی خوش قسمت شخص مسلمان ہوتا ہے اس پر سب سے پہلے کلمہ (طیب) لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا فرض

marfat.com

ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ زبان سے ادا کرے تو اپنے دل میں اس کے معانی کو سمجھنے کی کوشش کرے اور اپنے دل میں شک وشبہ کو داخل ہونے کی راہ نہ دے اور جب اسے یقین کامل ہو جائے گا تو پھر اسے قلبی سکون میسر آئے گا پھر اس کے دل میں شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے گی تو اسے اس کے اسلام کے لئے کافی سمجھا جائے گا۔ نیز اسے دلائل و براہین سے سمجھنا ہر مسلمان کے لئے لازمی نہیں۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل عرب سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ اس سلسلہ میں دلائل تلاش کریں یا علم کلام سے استفادہ کریں یا شکوک وشبہات کو پیدا کرے ان کے جوابات کے لئے مارے مارے پھرتے رہیں۔ بلکہ زبان سے تصدیق اور دل سے تسلیم کر لینا ہی کافی ہے اور عوام مسلمانوں کا اس سے زیادہ درجہ بھی نہیں ہے تاہم ایسے اہل علم حضرات کا موجود ہونا بھی لازمی اور ضروری ہے کہ گفتگو کے آداب سے آگاہ ہوں اور عقائد کو دلائل سے ثابت کرنے کا مرحلہ درپیش ہو تو وہ دلائل و براہین سے عقیدے کو درست ثابت کر سکیں تاکہ کوئی بے دین عام مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے شکوک وشبہات میں نہ ڈال سکے اور یہ صاحبان علم عوام کے ترجمان ثابت ہوں۔ اور مخالفین کا منہ بند کر سکیں اور ایسی اہلیت وقابلیت کی صفت علم کلام سے عبارت ہے اور یہ علم کلام کا حصول فرض کفایہ ہے اس لئے ہر ایک شہر میں ایک دو صحیح العقیدہ علماء کا وجود کافی ہے اور عام مسلمانوں کو محض صحیح العقیدہ ہونا چاہیے (گو اسے اپنے عقیدے کے بارے علمی دلائل کا کچھ بھی پتہ نہ ہو)

حقیقت معرفت

بہر حال حقیقت کا ایک اور ہی راستہ ہے جو ان دونوں مقامات سے آگے ہے اس کی ابتدا مجاہدہ و ریاضت سے ہوتی ہے جب تک مجاہدہ و ریاضت کی تکمیل نہیں ہوتی حقیقت معرفت تک رسائی بھی ممکن نہیں ہوتی اور اس وقت تک مدعی کا دعویٰ کہ اس نے حقیقت معرفت حاصل کر لی ہے قابل قبول نہیں ہوگا کیونکہ محض دعویٰ سے منافع کم اور نقصان زیادہ ہیں اور اس کی مثال ایسے شخص کی سی ہے کہ جس نے پرہیز سے قبل دوا کو استعمال کر لیا پھر اسے جان پر بن آئی اس لئے کہ جیسے کہ دوا معدے میں پہنچی اس نے جاتے ہی ہلچل مچا دی اور اس نے فاسد مادے کی صورت اختیار کر لی جس سے شفا حاصل کرنے کی بجائے مزید تکلیف میں پھنس گیا۔

وضاحت

بعنوان مسلمانی جو کچھ ہم پہلے ذکر کر چلے ہیں وہ تو حقیقتاً حقیقت معرفت کی محض ایک نشانی تھی تاکہ جو شخص اس کی اہلیت رکھتا ہو وہ اس کے حصول میں مشغول ہو سکے مگر کوئی بھی شخص اس وقت تک اس کی تلاش نہیں کر سکتا جب تک سے دنیا اسے کوئی علاقہ نہ ہو جو اسے اپنی طرف کھینچے اور تمام عمر طلب حقیقت معرفت کے علاوہ کسی اور چیز کا متلاشی نہ رہا ہو۔ اور یہ کام دشوار گزار اور طویل ترین ہے۔

پس ہم اسی چیز کی طرف اشارۂ رہنمائی کرتے ہیں جو جملہ مخلوق کی غذا ہے اور وہ ہے عقیدہ اہل سنت و جماعت تاکہ ہر انسان اپنے دل میں اسے راسخ کر لے یہی اعتقاد اس کی سعادت و نیک بختی کی بنیاد ثابت ہوگا اس لئے کہ یہی عقیدہ تخم سعادت ہے۔

اظہارِ عقائد

جان لے کہ تو پیدا ہوا ہے اور تیرا کوئی پیدا کرنے والا بھی ہے اور وہی تمام جہانوں کا اور ان میں جو جو بھی چیزیں پائی جاتی ہیں سبھی

marfat.com

کا وہی پیدا کرنے والا ہے وہ یکتا و یگانہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ بے مثل و بے مثال ہے وہ ایسی ذات ہے کہ اس کی ابتدا نہیں وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ کیونکہ اس ذات ستودہ صفات کی کوئی انتہا نہیں ازل و ابد میں اس کا وجود مسعود واجب ہے۔ اس لئے فناہ عدم کو اس کی طرف کوئی راہ نہیں اس لئے کہ وہ اسباب و ذرائع سے پاک اور بے نیاز ہے اس کی مخلوق میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو اس کی محتاج نہ ہو اس کی تنزیہ اپنی ذات میں نہ جوہر اور نہ عرض ہے اور وہ کسی میں حلول نہیں فرماتا نیز نہ ہی کوئی چیز اس کی مانند ہے اور نہ ہی وہ کسی چیز کی مانند ہے۔

اس کی کوئی صورت نہیں کیوں' کیسے اور کس طرح یا کس قدر کے کلمات اس ذات اقدس کے بارے استعمال کئے ہی نہیں جا سکتے جو کچھ وہم گمان اور تصور و خیال تفکر اور سوچ میں آ سکتا ہے اس کی ذات اس سے بلند تر ہے۔ کیفیت و کمیت یعنی ظن و تخمین اور اندازے کے تصور سے بھی پاک ہے اس لئے کہ وہ تمام اوصاف اس کی مخلوق میں پائے جاتے ہیں جو اسی کی پیدا کردہ ہے۔ جب کہ وہ کسی کا پیدا کردہ نہیں بلکہ وہ تو وہم و گمان' میں آنے والی چیزوں کا وہی خالق ہے عقل' بزرگی یا مقدار ایسے الفاظ کو اس کی طرف منسوب کرنے کی راہ نہیں یہ تمام اشیاء اور اوصاف اجسام عالم سے متعلق ہیں جب کہ اس کا کوئی جسم نہیں اور نہ ہی کسی جسم سے اس کا پیوند ہے۔ وہ کسی مخصوص جگہ اور مقام پر نہیں (حالانکہ وہ ہر ہر مقام اور ہر جگہ موجود ہے جیسے اس کی شان ہے مایلیق بشانہ) اس کی ذات جگہ گھیرے والی نہیں وہ کسی مقام پر ٹھہرا ہوا نہیں اور جو کچھ بھی عالم میں ہے تمام تر عرش کے نیچے ہے اور عرش اس کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہ بالائے عرش ہے یوں نہیں کہ وہ عرش پر مسند نشیں ہے اس لئے کہ وہ جسم سے پاک ہے جب جسم نہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اسے عرش نے اٹھا رکھا ہو یا اپنے اوپر بٹھا لیا ہو۔ بلکہ عرش اور تخت عرش ہر چیز اسی کے لطف و کرم اور قدرت سے قائم ہے اور ایک چیز آج بھی ویسی ہی صفت پر محفوظ ہے جیسی کہ ازل میں تھی بلکہ تخلیق عرش سے بھی پہلے تھی اور ابدالآباد تک ویسے ہی رہے گی کیونکہ تغیر و تبدل یا انقلاب زمانہ سے اسے کوئی واسطہ نہیں اس لئے کہ اگر نقصان دہ انقلاب زمانہ کا اس سے کوئی تعلق ہوتا تو شہنشاہی و خدائی اس کی شان کے لائق نہ ہوتی اور اگر کمال دینے والی کسی تبدیلی کا اس میں گزر ہوتا تو پھر یہ واضح ہوتا کہ پہلے وہ ناقص اور محتاج کمال تھا نیز کسی خالق کا طالب۔

ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ خدائی کے لائق نہ ہوتا' باوجودیکہ وہ مخلوقات کی تمام وصفوں سے منزہ و مبرہ ہے۔ لیکن اس جہان میں سے جانے اور اس جہان میں اس کی بے کیف زیارت کے قائل ہیں جیسے اس جہان میں اسے بے چون و بے چگون مانتے اور سمجھتے ہیں اسی طرح عالم آخرت میں بھی انہیں اوصاف میں دیکھیں گے اس کی زیارت ایسی نہیں ہوگی جیسے کہ ہم جسمانی طور پر ایک دوسرے کو دیکھتے رہتے ہیں (حقیقتاً اس کی زیارت یا دیدار میں ایسے ہی فرق پایا جاتا ہے جیسے خالق اور مخلوق کے مراتب میں ہے)

قدرت قادر کریم

گو اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز کی مانند نہیں لیکن وہ ہر چیز پر قادر ہے اس کی توانائی اس کے کمال پر ہے وہ کسی بھی طرح عاجز' ضعیف' کمزور اور نقصان پذیر نہیں بلکہ اس نے جو چاہا ہوا' اور جو کچھ وہ چاہے گا وہی ہوگا یہ سات زمینیں' سات آسمان' عرش' کرسی اور ہر ایک چیز اسی کے قبضہ اختیار و قدرت میں ہے۔ سبھی اس کے سامنے مجبور و مسخر ہیں اس کی ذات اقدس کے علاوہ کسی کے ہاتھ اور اختیار میں کچھ نہیں نیز مخلوقات کی تخلیق میں اس کا کوئی سہیم و شریک' معاون اور مددگار نہیں۔ (وہ جسے چاہے قدرت اور اختیار عطا فرمائے

marfat.com

اس کے اس اختیار میں کوئی ٹانگ نہیں اڑا سکتا) کئی بدنصیب اس کے مختار اور قادر ہونے کا بایں معنی انکار کرتے ہیں کہ جو کوئی انبیاء رسل' اولیاء اللہ اور اس کے مقبول بندوں کو صاحب اختیار مانے وہ کافر و مشرک اور بدعتی ہے کیا واقعی اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو کچھ کرنے کی طاقت اور اختیار نہیں دے سکتا؟ یقیناً وہ قادر و مختار جسے چاہے اپنے بندوں میں سے منتخب فرما کر انہیں اختیار و قدرت مرحمت فرمائے' جو یہ عقیدہ و نظریہ نہیں رکھتا حقیقتاً وہ قدرت خداوندی کا صریح انکار کر کے اپنا تعلق کفار و مشرکین سے جوڑ لیتا ہے اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (تابش قصوری)

علم الٰہی

اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے ہر اس چیز کا جو جانی جا سکتی ہے اور ہر چیز کا صرف اسے ہی علم ہے اور اس کا علم ہر شے کو محیط ہے عالم بالا سے عالم اسفل تک کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کے علم میں نہ ہو اور نہ ہی کوئی ایسی چیز ہے جو اسکے علم کے بغیر ہی ظہور پذیر ہو چکی ہو یا ہو سکے جو کچھ ہوا یا ہو رہا ہے اسی کے ارادے اور قدرت سے ہوتا ہے صحراؤں اور ریگستانوں کی ریت کے ذرات' درختوں کے پتے' دلوں کے اندیشے' تفکرات و تصورات' ہوا کی لہریں' سبھی اس کے علم میں ایسے ہی عیاں اور واضح ہیں جیسے آسمانوں کی تعداد۔ (کہ وہ سات ہیں)

ارادۂ الٰہی

جو کچھ بھی جہاں بھی پایا جاتا ہے سبھی اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی چاہا اور ہو گیا دنیا کی ہر چھوٹی بڑی چیز' نیکی' بدی' عبادت' گناہ' کفر' ایمان' کثرت' قلت' رنج و حماقت' صحت' بیماری' اس وقت تک ہو ہی نہیں سکتی جب تک اس کی چاہت نہ ہو ہر چیز اس کے حکم اس کی رضا و مرضی سے وجود پذیر ہوتی ہے اگر بالفرض تمام جہاں' جن انسان اور ملائکہ اجتماعی طور پر مل کر ریت کے ایک ذرہ کو ہلانا چاہیں یا ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا چاہیں' یا اس کو چھوٹا یا بڑا کرنا چاہیں تو جب تک اللہ تعالیٰ کی رضا شامل حال نہ ہو گی عاجز رہیں گے اور وہ ہرگز ہرگز اپنے مرضی کے مطابق نہیں کر پائیں گے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کوئی چیز وجود پا ہی نہیں سکتی اور جب وہ ذات اقدس خود چاہتی ہے کہ فلاں چیز عدم سے وجود میں آ جائے تو پھر کوئی اس کے راستے میں حائل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا جو کچھ ہے جو کچھ تھا اور جو بھی ہو گا اسی کی تقدیر اور تدبیر سے متعلق ہے۔

سمیع و بصیر

اللہ تعالیٰ جیسے اپنی شان کے مطابق علیم ہے۔ ایسے ہی وہ ہر چیز کو دیکھنے والا اور ہر ایک کے کلام کو سننے والا ہے۔ وہ ایسا سمیع و بصیر ہے کہ اس کی سمع و بصر دید و شنید میں قرب و بعد' نزدیکی و دوری کا کوئی لحاظ نہیں' اس لئے کہ اس کے نزدیک دور و نزدیک یکساں ہیں اس کی بینائی کے لئے روشنی و تاریکی برابر ہیں۔ وہ تو اندھیری رات میں چلنے والی چھوٹی سی چیونٹی کے پاؤں کی آہٹ تک کو سن لیتا ہے اور زمین کی انتہائی گہرائیوں میں چلنے والے چھوٹے سے چھوٹے جراثیم' کیڑے' مکوڑے' کا رنگ تک اس کی بینائی سے اوجھل نہیں' ہاں اس کا دیکھنا (ہماری طرح) آنکھوں سے نہیں اور اس کا سننا (ہماری طرح) کانوں سے نہیں۔ بلکہ ایسے ہی ہے جیسے اس کا علم تدبیر و تفکر سے پاک ہے اور جس طرح اس کی تخلیق کسی سبب سے نہیں۔ اس لئے کہ وہ کسی بھی معاملہ میں (وسائل و ذرائع) آلات و اوزار کا محتاج

marfat.com

نہیں (بعینہٖ اسی طرح وہ سمیع وبصیر ہے)

کلام الٰہی

اللہ تعالیٰ کا کلام اور فرمان تمام مخلوق پر واجب ہے اور اس کی دی ہوئی ہر خبر سچی ہے اور اس کے تمام وعدے برحق ہیں اور اس کا حکم و فرمان، خبریں اور وعدے، وعیدیں، بتمامہ اس کا کلام ہی تو ہے اور وہ ذات اقدس جیسے زندہ، بینا، دانا، شنوا، توانا ہے ویسے متکلم بھی ہے۔

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے وہ بلا واسطہ ہم کلام ہوا اللہ تعالیٰ کا کلام، تالو، زبان، لب، منہ کا محتاج نہیں جیسے کہ آدمی کے دل میں جو بات ہوتی ہے وہ حروف اور آواز کی محتاج نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ آواز پذیر ہوتی ہے پس اللہ تعالیٰ کا کلام تو آدمی کی اس صفت سے بھی زیادہ منزہ اور پاکیزہ تر ہوتا ہے۔ اور انہی اوصاف سے موصوف قرآن کریم، توریت، زبور، انجیل، اور دیگر صحائف جو انبیاء ورسل پر نازل ہوئے کلام الٰہی ہے۔ ہر کتاب اسی کی اور ہر کلام اسی کا اور اس کی ہر ایک صفت قدیم و ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ قائم رہے گی جیسے اس کی ذات قدیم ہے اور ہم دل سے تسلیم کرتے ہیں اور زبان سے ذکر کرتے ہیں ہمارا علم حادث ہے مگر اس کا معلوم قدیم ہے ہمارا ذکر مخلوق ہے۔ مگر اس کا مذکور قدیم ہے۔ اسی طرح اس کا کلام بھی قدیم ہے۔

ہمارے دل میں جو محفوظ ہے جو دیکھ کر ہم پڑھتے ہیں صحائف میں جو مکتوب ومحفوظ ہے اور ہمارا حافظہ وقرات، ہمارا لکھنا، سبھی مخلوق ہے۔ (لیکن اس کا کلام بلا شک وشبہ اس کی صفتوں کی طرح قدیم ہے)

افعال الٰہی

یہ جہاں اور اس جہاں میں جو کچھ ہے سب اسی کی مخلوق ہے پیدا کردہ ہے اور اس نے جو کچھ پیدا کیا جسے پیدا کیا اس سے بہتر اور عمدہ ہو ہی نہیں سکتا اگر تمام عقلمند اپنی عقلوں کو جمع کر کے بروئے کار لائیں کہ مملکت خداوندی کو اس سے اچھی صورت دی جا سکے یا اس سے بہتر تدبیر کر سکیں، یا کمی وبیشی کی جائے تو ہرگز ہرگز نہیں کر سکیں گے اور ان کی اس سلسلہ میں ہر قسم کی سوچ غلط ہوگی بلکہ ان کے بارے یہی ثابت ہوگا کہ یہ لوگ عقل کے اندھے اور حکمت ومصلحت سے بالکل عاری، غافل، بے خبر (بلکہ بے وقوف ہیں) اور ان کی مثال تو اس اندھے کی سی ہے جو کسی مکان میں داخل ہوا جہاں ہر چیز بڑے سلیقے سے اپنی اپنی جگہ سیٹ ہے مگر وہ اندھا اچانک کسی پر گر پڑے اور انہیں کہنے لگے یہ چیز راستے میں کیوں رکھی؟ حالانکہ وہ صحیح راستے پر نہیں چل رہا تھا اور چلتا بھی کیسے جب کہ اسے راستہ دکھائی ہی نہیں دیتا تھا۔ (بلاوجہ دوسروں پر برسنے لگا)

پس اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تخلیق فرمایا، پیدا کیا، عدل وحکمت سے بنایا اور پیدا فرمایا اور طریق کامل سے بنایا اور ایسے پیدا کیا کہ جیسے کرنا چاہیے تھا اس لئے کہ اگر اس کے پیدا کرنے میں تکمیل کی گنجائش ہوتی اور وہ اسے مزید کمال وخوبی سے پیدا نہ کر سکتا تو گویا یہ اس کے عجز کی دلیل بنتی۔ یا بخل کا اظہار ہوتا اور یہ دونوں صفتیں اس ذات اقدس سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتیں لہٰذا اس نے جو کچھ بھی تخلیق فرمایا خواہ وہ تکلیف، بیماری، غریبی، درویشی، جہالت، عجز ہی کیوں نہ ہو۔ سبھی عدل پر مبنی ہے کیونکہ ظلم کا ظہور اس سے ممکن ہی نہیں اور ظلم تو یہ ہے کہ وہ کسی دوسرے کے ملک میں تصرف کرنے لگتا اور اس کا کسی دوسرے کے ملک میں تصرف کا تصور ہی محال ہے (کیونکہ ہر ملک اسی

marfat.com

کی تخلیق اور اسی کی ملک ہے) اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کا مالک ہونا ممکن ہی نہیں اس لئے کہ جو کچھ ہے تھا اور جو کچھ ہوگا اور ہو سکتا ہے سب اس کی ملک وہ سب کا مالک سبھی اس کے مملوک لہٰذا مالک تو صرف اسی کی ذات اقدس ہے وہی لاشریک اور بے نیاز ہے۔

عالم آخرت

بہر حال اللہ تعالیٰ نے عالم کو جب پیدا فرمایا تو دو قسم پر پیدا کیا۔ عالم اجسام اور عالم ارواح' عالم اجسام تو آدمیوں کی ارواح کا ٹھکانہ ہے تا کہ توشہ آخرت اس عالم سے حاصل کریں اور پھر ہر ایک کے لئے ایک وقت مقرر فرما دیا کہ اتنی مدت تک وہ اس جہان میں قیام پذیر ہوگا اور اس کی مدت کا اختتام موت سے عبارت ہے جس میں کمی بیشی کا کوئی امکان ہی نہیں' اور جب اجل (موت) آتی ہے تو جان کو جسم سے جدا کر دیتی ہے اور قیامت کے دن جو مکافات عمل و حساب کا دن ہے جان کو پھر جسم میں ڈالا جائے گا یوں تمام لوگوں کو اٹھایا جائے گا اور ہر ایک شخص اپنے اپنے اعمال و افعال کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا اور اسے اس کے نامہ اعمال کے ذریعے جو کچھ اس نے کیا ہوگا یاد دلایا جائے گا اور اسے اپنی ہر نیکی' بدی معلوم ہو جائے گی اور یہ تمام تر اسے ایک ترازو کے ذریعے دکھایا جائے گا جو اسی کام کے لئے مناسب ہو گی اور وہ ترازو' دنیوی ترازو جیسی نہیں ہوگی۔ پھر ہر ایک کو پل صراط سے گزرنے کا حکم ہوگا جو بال سے باریک تر اور تلوار سے تیز تر ہوگی جو عالم دنیا میں صراط مستقیم پر قائم رہا ہوگا۔ وہ بآسانی پل صراط سے گزر جائے گا اور جو راہ راست سے بھٹک چکا ہوگا وہ پل صراط پر چل ہی نہیں سکے گا بلکہ دوزخ میں گر پڑے گا اور پل صراط پر کھڑا کر کے ہر ایک سے اس کے اعمال و کردار کے بارے پوچھا جائے گا صادقین سے صدق کے معنی دریافت کئے جائیں گے جب کہ منافقین اور ریاکاروں کو خجل کیا جائے گا اور انہیں عار دلائی جائے گی۔

بعض لوگوں کو بلا حساب و کتاب جنت میں لے جایا جائے گا بعض کا حساب نہایت نرمی اور آسانی سے ہوگا اور بعض کی باز پرس نہایت شدت اور سختی سے ہوگی بالآخر تمام کفار و مشرکین دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے جہاں سے وہ کبھی رہائی نہ پا سکیں گے فرمانبردار مسلمین کو جنت میں لے جایا جائے گا اور عاصی مومن دوزخ میں ڈال دیئے جائیں مگر جن لوگوں کی انبیاء و مرسلین اولیاء و علماء بزرگان دین سفارش و شفاعت کریں گے انہیں ان کی شفاعت کے باعث معاف کر دیا جائے گا' آخر کار سزا یافتہ مومنین اپنی مدت پوری کر کے دوزخ سے رہائی پا کر داخل جنت ہوں گے۔

انبیاء و مرسلین علیہم السلام

جب اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے احوال و اعمال کو مقدر فرمایا اور آدمی کے لئے بعض اعمال اس کی شقاوت کا باعث ٹھہرے اور بعض اس کی سعادت و خوش نصیبی کا سبب ہوئے جب کہ انسان کو از خود تو ان کی جان پہچان ہی نہ تھی کہ کون سا عمل باعث سعادت اور کونسا کا شقاوت کا سبب ٹھہرے گا بناء علیہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انبیاء و مرسلین علیہم السلام کو تخلیق کیا اور دنیا میں مبعوث فرمایا انہیں ارشاد ہوا کہ جن کے لئے ازل میں سعادت ودیعت کی جا چکی ہے انہیں اس راز سے آگاہ کریں اور انہیں فرمایا کہ لوگوں کو سعادت و شقاوت کے راستہ سے آگاہ کریں تا کہ کسی کو خدا پر حجت باقی نہ رہے اور تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے بعد ہمارے آقا و رسول' نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ کی نبوت کو ایسے کمال کے مدارج سے نوازا کہ اس

marfat.com

میں اضافہ ممکن ہی نہیں تھا۔ اسی بناء پر آپ خاتم انبیاء والمرسلین کی شان سے ممتاز ہوئے اور واضح طور پر اعلان فرمایا گیا کہ ان کے بعد کوئی سچا نبی اور رسول نہیں آ سکتا نہ جنوں سے اور نہ ہی انسانوں سے الغرض جملہ مخلوق خداوندی کو ان کی متابعت واطاعت کا حکم دیا گیا اور آپ کو تمام انبیاء ومرسلین کا سردار بنایا اور آپ کے رفقاء اور صحابہ کرام کو دیگر انبیاء ومرسلین کے رفقاء وصحابہ سے افضل واعلیٰ مراتب سے سرفراز فرمایا صلوات اللہ علیہم اجمعین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ان پر ہمیشہ جاری رہیں۔

حصول علم؟

واضح ہو کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا ہے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ" عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے علماء کرام اس سلسلہ میں اختلاف رائے رکھتے ہیں کہ اس علم سے مراد کونسا علم ہے؟ متکلمین کہتے ہیں اس سے علم کلام مراد ہے اس لئے کہ معرفت خداوندی اسی علم سے وابستہ ہے فقہاء کرام فرماتے ہیں یہ علم فقہ ہے اس لئے کہ حلال وحرام کی تمیز اسی سے ممکن ہے محدثین کرام فرماتے ہیں یہ قرآن وسنت کا علم ہے کیونکہ شریعت کی بنیاد انہی پر ہے اور صالحین کا خیال ہے یہ علم احوال دل ہے کیونکہ حق تعالیٰ کے قرب کا راستہ بندے کا دل ہی قرار دیا گیا ہے۔ ان جماعتوں میں سے ہر ایک جماعت اپنے اپنے علم کو ہی قابل تعظیم گردانتی ہے۔

لیکن ہمارے نزدیک حصول علم کا تعلق کسی خاص علم سے نہیں ہے اور یہ بھی نہیں کہ ہر علم کا طلب کرنا ہر ایک شخص پر واجب ہے اسکی تفصیل کچھ ازطرح سے ہوئی ہے کہ جس سے مختلف اشکال پیدا ہو جاتے ہیں لہٰذا یوں سمجھئے کہ کوئی شخص صبح کو مسلمان ہوتا ہے یا کوئی صبح کے وقت بالغ ہو جاتا ہے تو کیا اسی وقت ہی جب وہ مسلمان ہوا یا بچہ بالغ ہوا۔ اس پر ان تمام علوم کا حاصل کرنا فرض ہو جاتا ہے نہیں بلکہ اس وقت تو اس پر صرف جو کچھ فرض ہوتا ہے وہ ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ" رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا پڑھنا اور اس کے معانی ومطالب سمجھنا اور یہ وہی بات ہے جو ہم نے عقائد اہل سنت کی بحث میں پہلے ذکر کر دی ہے پس اس کلمہ کے معانی اسی طرح سمجھے جیسے ذکر کر گئے نہ یہ کہ وہ دلائل وبراہین کے ساتھ معانی جاننے لگے۔ کیونکہ اس وقت وہ اس پر واجب نہیں البتہ واجب ہے تو صرف یہ کہ اعتقاد اسے قبول کرے اور اس پر یقین رکھے اور ان تمام علوم کی تفصیل وتشریح بھی فرض نہیں۔ ہاں تمام صفات خداوندی' صفات نبوی' صفات آخرت بہشت ودوزخ اور حشر ونشر پر کامل یقین رکھے اور جان لے کہ اس کا ایک خدا ہے جو ان صفات کا مالک ہے جس کی طرف اپنے پیغام کے معانی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے بیان ہوئے کہ اگر ان کے فرمانبردار ہوئے تو بعد از موت سعادت نصیب ہوگی اور اگر گناہوں کے مرتکب رہے تو ذلت وخواری اور بدبختی مقدر ہوگی جب تم اس بات کو سمجھ لو گے تو اس کے بعد قسموں کے علم کا حصول اپنے لئے واجب سمجھو ان میں سے ایک کا تعلق دل سے جب کہ دوسرے کا اعمال جوارح سے اور وہ علم جو اعمال جوارح سے تعلق رکھا ہے اس کی بھی دو قسمیں ہیں ایک کردنی اور ایک ناکردنی مثلاً علم کردنی کچھ اس طرح سے ہے کہ اگر کوئی بوقت مسلمان ہو اور نماز ظہر کا وقت آ جائے تو اس پر طہارت سیکھنا اور نماز سیکھ کر ادا کرنا واجب ہے اتنی ہی مقدار میں جتنا کہ (فی الوقت) فرض ہے اور ان دونوں علموں میں جو سنت ہے اس کا علم طلب کرنا بھی سنت ہی ہوگا فرض نہیں۔

مثال کے طور پر اسی طرح نماز مغرب کا وقت آ جاتا ہے تو اسے صرف اتنا ہی سمجھنا واجب ہے کہ نماز مغرب کے فرض تین رکعت

marfat.com

ہیں اس سے مزید کا جاننا اس پر (فرض) نہیں اور ماہ صیام کی آمد پر روزہ اور ماہ رمضان کا علم سیکھنا اس پر واجب ہو جاتا ہے صرف اسی قدر کہ نیت فرض ہے صبح سے غروب آفتاب تک کھانا' پینا اور مباشرت کرنا حرام ہے۔ اسی وقت اگر اس کے پاس سونے کے بیس دینار ہوں تو زکوٰۃ کا علم حاصل کرنا اسی وقت واجب نہیں ہو جاتا بلکہ اس مال پر ایک سال کامل گزرے اور اس وقت بھی صرف اسے جاننا یہی واجب ہوگا کہ اس مال کی زکوٰۃ کتنی ہے؟ اور کسے دیں؟ اور اس کی شرائط کیا ہیں؟

اور علم حج کا طلب کرنا بھی اس وقت تک فرض نہیں جب تک حج نہ کرے یعنی جب حج کرنا ہو تو اس کا علم حاصل کر لینا چاہیے کیونکہ حج کا وقت تو تمام زندگی کیلئے ہے لہٰذا اسی طرح ہر ایک چیز کا علم اسی وقت واجب ہوتا جائے گا جیسے جیسے وہ پیش آتی جائے گی مثلاً نکاح کا وقت آئے تو اس کا علم بھی واجب ہوگا یعنی یہ سمجھے کہ خاوند پر بیوی کے کیا حقوق ہیں' نیز یہ سمجھے کہ حالت حیض میں بیوی سے صحبت کرنا جائز نہیں ہے اور انقطاع حیض پر بھی نہیں جب تک وہ طہارتہ کر لے یوں ہی جو جو باتیں اس سے متعلق ہیں ان کا علم حاصل کرنا اس پر واجب ہے۔

مثلاً اگر وہ کسی پیشے سے تعلق رکھتا ہے تو اس پیشے کا علم حاصل کرنا اس پر واجب ہے اگر سوداگر ہے تو نفع ونقصان کے ساتھ ساتھ سود کے مسائل سے بھی آگاہ ہو بلکہ واجب ہے کہ بیع وشراء کی تمام شرائط کا بھی اسے علم ہوتا کہ بیع باطل سے محفوظ رہے اور یہی سبب تھا کہ سیدنا فاروق اعظم بازار میں جاتے اور تاجروں کو سختی کے ساتھ تجارت کے اسلامی قواعد وضوابط سیکھنے کا حکم فرماتے (اور اسی بناء پر یہ حکم شرع ہے کہ) کوئی بھی تاجر خرید وفروخت کے مسائل سے لاعلم نہ ہو ورنہ وہ سود اور ناجائز منافع کے باعث حرام خوری کا مرتکب ہوتا رہے گا۔ حتیٰ کہ اسے خبر تک نہ ہوگی یوں ہی ہر ایک پیشے کے لئے علم ہے مثلاً جراح کو اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ انسان کے جسم سے کون سی چیز کاٹنے کے قابل ہے کون سے دانت اکھاڑے جا سکتے ہیں اور اپریشن میں کونسی کونسی دوائیں' کتنی مقدار میں دینی مناسب ہیں لہٰذا تمام علوم کا حاصل کرنا ہر ایک مسلمان کے لئے فرض نہیں' یعنی بزاز پر لازم نہیں کہ وہ اپریشن کا طریقہ سیکھے' اور جراح پر واجب نہیں کہ وہ بزازی کا علم طلب کرے' کرنے والے کاموں کے متعلق جو بھی علم ہے اسے علم کردنی کہتے ہیں جیسے چند مثالوں سے مذکور ہوا۔

اور جو کام کرنے کے نہیں ہیں' ان کا علم' جاننا بھی واجب ہے لیکن ہر ایک کے احوال کے مطابق مثلاً اگر کوئی شخص اس کا اہل نہیں کہ وہ عمدہ اعلیٰ لباس زیب تن کرے' یا ایسی جگہ مقیم ہو جہاں شراب پی جاتی ہے۔ یا خنزیر کا گوشت کھایا جاتا ہے یا کسی ایسی جگہ رہتا ہے جہاں عذاب نازل ہوا تھا' یا ناجائز طریقہ سے کمایا ہوا مال اپنے پاس رکھتا ہے تو علماء کرام پر لازم ہو جاتا ہے کہ اسے ان امور سے آگاہ کریں اور علم سکھائیں اور اس پر واضح کریں کہ ان میں کون کون سی چیزیں ناجائز اور حرام ہیں تا کہ وہ ان سے اعتراض کرے اور ان کے استعمال سے بچنے کی کوشش کرے۔

یوں ہی اگر کوئی شخص کسی ایسی جگہ رہتا ہے جہاں عورتوں کا اختلاط اور میل جول ہو تو اس پر فرض ہے وہ محرم وغیر محرم کا فرق معلوم کرے اور علم سیکھے کہ کسے دیکھنا جائز اور ناجائز ہے اور یہ باتیں بھی ہر شخص کی اپنی اپنی کیفیت کے لائق عمل ہوں گے۔ اس لئے کہ جو آدمی ان امور مذکورہ کے علاوہ کسی دوسرے کام سے تعلق رکھتا ہو اس پر ان باتوں کا علم سیکھنا واجب نہیں مثلاً عورتوں پر فرض نہیں کہ وہ حیض کی حالت میں طلاق دینے کے بارے علم حاصل کریں کہ ایسی صورت میں طلاق دینا جائز ہے یا ناجائز بلکہ یہ علم سیکھنا آدمی کا کام

marfat.com

ہے جو طلاق دینے کا اہل ہے۔

احوال واعتقاد دل

وہ باتیں جو دل سے تعلق رکھتی ہیں اس کی دو قسمیں ہیں ایک دل کے احوال سے متعلق ہے اور دوسری اعتقاد سے تعلق رکھتی ہے بہر حال جو دل سے متعلق ہے اس کی یہ مثال ہے کہ انسان کو معلوم ہونا چاہیے کہ حسد، بغض، کینہ اور تکبر اور بدگمانی حرام ہے اور ایسی روحانی بیماریوں سے بچنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور ہر ایک کے لئے لازمی ہے کیونکہ کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہوتا جو ان بیماریوں سے بالکل محفوظ ہو لہٰذا ان چیزوں کا علم اور ان کے علاج کا علم فرض عین ہے اس لئے کہ یہ وباء عام ہے اور بلا علم ان کا علاج ممکن نہیں۔ البتہ مسلم، اجارہ، رہن، وغیرہ کے علم کا تعلق فقہ سے ہے۔ جس کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔

تاہم جو لوگ ایسے کاروبار کرتے ہیں ان کے لئے تجارت وغیرہ کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے۔ حالانکہ بکثرت لوگ اس علم سے محروم ہیں۔

دوسری قسم جو اعتقاد سے تعلق رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کے اعتقاد میں بگاڑ آنے لگے اور شک وشبہ میں مبتلا ہونے لگے تو اس پر لازم ہے کہ اپنے دل کو شک سے پاک کرے خاص طور پر وہ شک وشبہ جو اعتقاد واجبی سے تعلق رکھتا ہو۔ یا وہ چیزیں جن میں شک کرنا جائز ہی نہ ہو پس ان امور مذکور سے معلوم ہوا کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اس لئے کہ ہر مسلمان کسی نہ کسی قسم کے علم کا محتاج ہے۔ اور ہر علم سے بے نیاز نہیں (یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ علم محض ایک ہی قسم پر نہیں ہے اور نہ ہی ہر قسم کا علم ہر ایک کے لئے یکساں مفید ہے۔ بلکہ احوال واوقات کے تغیر وتبدل سے بدلتا رہتا ہے۔

تاہم ہر ایک کو کسی نہ کسی جنس علم کی ضرورت ہے اور اس چیز کا علم لازماً اسے سیکھنا پڑے گا جس سے عملاً اس کی ضروریات وابستہ ہیں اسی بنا پر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بھی ایسا مسلمان نہیں جس پر علم کا طلب کرنا فرض نہ ہو۔

فصل: دائمی خطرات سے بچاؤ کے اسباب

جب یہ واضح ہو چکا ہے ہر انسان کے لئے علم کا حصول اسی حد تک فرض ہے جس سے اسے اپنے متعلقہ معاملات کو خوش اسلوبی سے نبھانے کا طریقہ وسلیقہ آسکے اور اس سے اس کا ذاتی طور پر تعلق ہو پھر بھی اس عام آدمی کو ہمیشہ یہ خطرہ درپیش رہے گا کہ اگر اسے کسی ایسے واقعہ سے واسطہ پڑ جائے اور وہ ناواقفیت کے باوجود اسے کر بیٹھے اور اسے یہ بھی معلوم نہ ہو کہ اس میں کونسا خطرہ ہے تو اگر اس کا یہ فعل خلاف شریعت ہوگا تو اسے قابل معافی اور معذور تصور نہیں کیا جائے گا اگرچہ اسے اس کی غالب ضرورت ہی کیوں نہ ہو اور اگر شاذ ونادر ہے تو اسے معذور سمجھا جائے گا مثلاً اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے حیض میں یا بعد از حیض غسل طہارت سے قبل مباشرت کر لیتا ہے اور اسے اس بات کا علم نہیں تو وہ معذور ہے اسی طرح اگر حائضہ صبح سے پہلے حیض سے پاک ہوئی، پھر وہ عشاء ومغرب کی نماز قضا نہ کرے یعنی ان کی قضائی نہ دے کہ اسے ان کی ادائیگی کا علم ہی نہیں تھا تو اسے معذور نہیں سمجھا جائے گا۔ یا کسی شخص نے بحالت حیض بیوی کو طلاق دے دی کیونکہ اسے معلوم ہی نہیں کہ یہ حرام ہے تو وہ بھی معذور متصور نہیں ہوگا۔ اور اس پر یہ واضح کر دیا جائے کہ تجھے کہا

marfat.com

نہیں گیا تھا کہ علم کا طلب کرنا فرض ہے؟ پھر تو نے اس فرض (حصول علم) میں کوتاہی کو کیوں روا رکھا۔ اگر اس فرض کو ادا کر لیتا تو' تو فعل حرام کا مرتکب نہ ٹھہرتا تاہم اگر واقعہ شاذ و نادر وقوع پذیر ہوا ہے جس کی امید نہ تھی تو اس وقت اسے معذور سمجھیں گے۔

فصل: علم سے برتر کوئی کام نہیں؟

یہاں تک کہ جب معلوم ہو گیا کہ آدمی دائمی خطرات میں گرا ہوا ہے اور کسی بھی وقت وہ خطرے سے دوچار ہو سکتا ہے تو اسی سے ہی معلوم ہو جانا چاہیے کہ کوئی بھی کام جس میں آدمی مشغول رہتا ہو علم کے حصول سے افضل و بزرگ تر نہیں ہے اور انسان جس پیشے سے ہی وابستہ ہو وہ طلب دنیا کے لئے ہی ہوتا ہے۔

اور علم' دنیا کے اکثر و بیشتر پیشوں سے بہتر ہے اس لئے کہ طالب علم چار حالتوں سے خالی نہیں ہوتا یا تو مال وراثت پانے یا کسی اور وجہ سے دینوی مال و دولت سے بے نیاز ہوگا تو بھی علم اس کے مال کا محافظ ثابت ہوگا دنیا و آخرت میں اس کی عزت و سعادت کا ذریعہ بنے گا۔ ایک تو یہ حالت ممکن ہے اور دوسری حالت یہ ہو سکتی ہے کہ کسی شخص کے پاس مال و دولت کا تو ذخیرہ نہیں لیکن اس میں صبر و قناعت کی دولت پائی جاتی ہے۔ یعنی جو کچھ اس کے پاس ہے اسی پر کفایت کرتا ہے اور اپنے اسلام میں فقر و درویشی کی قدر و منزلت پہچانتا ہے اور جانتا ہے کہ مساکین مسلمان' امراء سے پانچ سو سال قبل جنت میں جائیں گے ایسا علم ایسے شخص کے لئے دینوی آسائش و سکون اور اخروی سعادت کا سبب ہوگا۔

تیسرا وہ شخص ہے جو حصول علم میں مصروف ہے اور اس کے طعام و قیام کی صورت بیت المال یا دیگر مسلمانوں کی کفالت سے وابستہ ہے وہ اسی پر کفایت کرتا ہے تو درست ہے اور پھر اسکے لئے زیادہ کی طلب' طلب حرام ٹھہرے گی یا پھر حصول علم کے لئے اسے ظالم بادشاہ سے مالی امداد کی ضرورت پڑ چکی ہو اور اس سے مانگے بغیر کوئی چارہ کار نہیں' تو اسے طلب حرام اور ظالم سے مانگنے کی برائی سے رکاوٹ کا باعث ثابت ہوگا۔ لہٰذا اس قسم کے اشخاص کے لئے علم کا طلب کرنا تمام دینوی امور سے بہتر ہے۔

چوتھا وہ شخص ہے جو خود کفیل نہیں اور طلب علم سے اس کا مقصد محض دنیا جمع کرنا ہے اور حالات ایسے ہوں کہ اسے اپنی ضرورت کے لئے حاکم وقت کے پوری ہوتی نظر نہ آتی ہو۔ کسی اور سے کچھ ملنے کی بالکل توقع ہی نہ ہو جب کہ وقت کا حکمران ظالم و جابر اور حرام خور ہو۔ نیز اچھے لوگوں سے اسے کچھ حاصل ہونے کی بھی امید نہیں تو ہر ایسے شخص کے لئے جو حصول علم کو محض جاہ و مال کا سبب ٹھہراتا ہو اس کے لئے لازم ہے کہ ایسا علم حاصل کرنے کے بعد جو فرض عین ہے کسی اچھے سے کسب کی طرف توجہ مبذول کر لے ورنہ وہ شیطان کا مال انسان ہوگا اور اس کے باعث اکثر لوگ تباہ و برباد ہوں گے کیونکہ جب ایسے عالم کو حرام کاری میں مشغول دیکھیں گے اور حرام مال کے حصول کے لئے ہر طرح مکاری و عیاری' حیلے' بہانے سے کام نکالتا ہے۔ تو عام لوگ بھی طلب دنیا میں اس کی تقلید کریں گے اور یہ بھی امر ہے کہ اسکی وجہ سے مخلوق اصلاح احوال کی بجائے فتنہ و فساد میں مبتلا ہوگی۔ پس ایسے اہل علم و دانش نہ ہی ہوں تو اچھا ہے

بس علم و حکمت بباید گریست

اور ہر انسان کے لئے یہی بہتر ہے کہ دولت دنیا' دینوی کاروباری میں ہی تلاش کرے نہ کہ دین کے پردے میں۔ اگر کوئی کہے کہ علم دینوی کاروبار سے مانع ہے جیسے کہ ایک طائفہ کہتا ہے **تعلمنا العلم لغیر اللہ فابی العلم ان یکون الا اللہ** ہم نے رضائے

marfat.com

خدا کے لئے تو علم حاصل نہیں کیا تھا۔ لیکن علم نے از خود ہی ہمیں راہ خدا دکھا دی اس کا آسان سا یہی جواب ہے۔ وہ علم جس نے راہ خدا کی طرف رہنمائی کی وہ قرآن و سنت راہ آخرت کے اسرار، رموز اور حقائق شریعت کا علم ہے۔ اس صورت میں ان کے باطن کا بغور جائزہ لینا چاہیے کہ کیا وہ ہوا و ہوس، حرص و آز کو برا جانتے ہیں؟

اولیاء کرام کو دیکھئے وہ دنیا سے کیسے دور رہتے ہیں اور ان کی یہی خواہش رہتی کہ صالحین کی پیروی کی جائے گویا کہ اس سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ جب علم ایسا تھا اور زمانہ بھی اچھا تھا تو لوگ اس چیز کے امیدوار ہوا کرتے تھے کہ حصول علم کے بعد وہ خود اس علم کے رنگ میں ایسے رنگے جائیں کہ دینوی امور کا رنگ ان کے علم پر نہ چڑھ سکے (اور ان کی نگاہ میں دنیاوی مال و دولت جاہ و حشمت کی کوئی قدر و قیمت نہ رہے)

فضول علم؟

بہر حال جو اس زمانے میں علم پڑھے اور پڑھائے جا رہے ہیں ذرا ان کی طرف دیکھئے کیا ہیں؟ مذہب کے خلاف باتیں، دین کے منافی تحریریں، اصلاح احوال کے برعکس قصے اور کہانیاں اور ناقابل بیان فضولیات سے بھری ہوئی کتابوں کے انبار وغیرہ اور معلمان وقت جو فی زمانہ پائے جاتے ہیں انہوں نے تمام تر علوم کو صرف اسی لئے حاصل کیا ہے کہ اہل دنیا کو ان علوم کے جالوں میں پھانسا جائے (یہ ریسرچ اسکالر لیکچرار، پروفیسر اور ٹیچر حضرات اس قابل ہی نہیں کہ ان سے میل جول رکھا جائے (الا ماشاء اللہ) ان لوگوں سے علم حاصل کرنا لوگوں کو دینوی لالچ سے کیسے باز رکھ سکتا ہے **لیس الخبر کالمعاینة شنید دید کے قطعاً برابر نہیں۔**

تاہم غور فرمایئے اس معلمین کے گروہ میں سے اکثر و بیشتر علمائے ملت و آخرت بھی ہیں جب لوگ علماء سو کو ایسی حالت میں دیکھیں گے تو کیا وہ فائدہ اٹھائیں گے؟ ہاں اگر کوئی صاحب تقویٰ عالم جو زہد و عبادت کے زیور سے آراستہ و پیراستہ اور علمائے سلف کا نمونہ ہو اور ایسے علوم کے حصول میں مشغول رہے اور تکبر و غرور سے نفرت کرتا ہو اور لوگوں کو ان بری عادتوں سے پرہیز کا درس دیتا ہو ایسے صاحب علم سے پڑھنا تو کیا اس کی زیارت کرنا اس کی خدمت میں بیٹھنا لوگوں کے لئے بلاشبہ سودمند ہے اور جو بھی شخص ایسا علم حاصل کرتا ہے جو نفع بخش ہو تو دنیا کے باقی تمام کاموں سے اچھا یہی ہے کہ ایسے علم کو ضرور حاصل کیا جائے اور نفع بخش وہی علم ہے جو دنیا سے حقارت کا سبق دے اور آخرت کے خطرات سے بچانے کی تدابیر سے آگاہ کرے اور ان لوگوں کی جہالت و حماقت کو اوپن کر دے جو دینوی خواہشات میں ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ آخرت کی خبر تک نہیں۔

اور یہی وہ پاکیزہ علم ہے جو انسان کو تکبر و غرور اور ریاکاری کی آفت حسد و بغض کی مصیبت، حرص و ہوس کی بلاؤں سے خبردار کرتا ہے اور ان کی شناخت کراتے ہوئے ان سے بچاؤ کی صورتوں سے آگاہ کرتا ہے۔

پیاسے کے لئے پانی

یہ علم جس کا اوپر ذکر ہوا اس شخص کے لئے ایسے ہی مفید تر ہے جیسے پیاسے کے لئے پانی یا بیمار کے لئے شفا بخش دوا لیکن ایسا شخص جو حرص و آز کا غلام ہے وہ علم فقہ، کلام اور ادب کے حصول میں مشغول ہو بھی جائے تو اس کی مثال اس بیمار کی سی ہے جو ایسی چیز کھا

marfat.com

...واس کے لئے بیماری میں اضافہ کا باعث ہو اس لئے کہ یہ علوم تو حسد' ریا' فخر و مباہات' رعونت' تکبر' کینہ' مکر و فریب' طمع ہوس جاہ و ...زلت کا بیج دلوں کے اندر بو ڈالتے ہیں جیسے جیسے ان علوم میں ماہر ہوتا جائے گا ویسے ویسے اس کے دل میں یہ عادات قبیحہ جڑیں پکڑتی ...ئیں گی اور پھر اس کا تعلق' میل ملاپ نشست و برخاست' محبت و رفاقت بھی ایسے ہی لوگوں سے ہو جائے جو خود ایسے کردار کے حامل ...ں اور ایسی ہی قبیح خصلتوں اور عادتوں کو اپنا چکے ہیں تو اگر بالفرض کسی وقت انہیں ان رذائل سے توبہ کرنے کی اپیل کی جائے تو یہ سعی ...بے حاصل اور ان کا توبہ کرنا دشوار گزار امر ہوگا۔

شان طہارت

...سفہ طہارت

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ○ (البقرہ آیت ۲/ ۲۲۲)

بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ لوگوں کو محبوب رکھتا ہے اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ ...اَلْاِیْمَانَ' طہارت و پاکیزگی ایمان کی بنیادی شرط ہے نیز آپ فرماتے ہیں بُنِیَ الدِّیْنُ عَلَی النَّظَافَةِ دین کی بنیاد پاکیزگی پر ہے لیکن ...سے یہ نہ گمان کریں کہ یہ تمام فضیلت اور عظمت محض جسم و جامہ پاک' صاف رکھنے پر ہے۔ جو پانی کے استعمال سے حاصل ہوتی ہے ...پاکی چار قسم پر مبنی ہے۔

...ی قسم

اللہ تعالیٰ کی محبت کے سوا دل کی ہر ایک چیز سے پاک رکھنا جیسے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْهُمْ صرف اللہ کہو اور باقی ہر ...و چھوڑ دو (سورہ الانعام آیت ۹۱/۸) اور اس سے مقصود یہ ہے کہ جب تک دل غیر اللہ کی محبت سے خالی نہیں ہوگا' تب تک اس کے ...و فکر میں تو مشغول اور مستغرق نہیں ہو سکے گا اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی یہی حقیقت ہے اور صدیقین کے ایمان کا یہی مقام ...دل کو غیر کی محبت سے پاک رکھنا نصف ایمان ہے اس لئے کہ جب تک دل کو غیر اللہ سے پاک نہ کیا جائے گا اس وقت تک دل' ذکر ...سے آراستہ نہیں ہو سکتا۔

...سری قسم

دل کو ظاہری آلائشوں سے پاک رکھنا۔ یعنی حسد' تکبر' ریا' حرص' کینہ' عداوت' رعونت' وغیرہ اخلاق رذیلہ سے دل کو بچانا اور ان ...ل کی جگہ عمدہ اچھے اور اخلاق حمیدہ کو اختیار کرنا' یعنی' تواضع' صبر' توبہ' خوف و رجا' خشیت الٰہیہ اور محبت کو اپنانا جب دل ان خصائل و ...ل جمیلہ سے آراستہ ہوگا تو یہی وہ مقام ہے جو صالحین و متقین کا ہے پس ثابت ہوا کہ اخلاق مذمومہ سے دل کو پاک' صاف رکھنا ...ف ایمان ہے۔

marfat.com

تیسری قسم

جسم کا ان تمام اعضاء و جوارح کو گناہوں سے پاک صاف رکھنا جو کسی کام میں لائے جا سکتے ہیں یعنی غیبت، شکوہ، شکایت، جھوٹ، حرام کا کھانا پینا، امانت میں خیانت کرنا، اور نامحرم کو دیکھنا وغیرہ ایسی جملہ بری حرکتوں سے بچنا اور اپنے آپ کو احکام خداوندی میں ہر وقت مستعد رکھنا اور یہ پارسا لوگوں کے ایمان کا مقام ہے۔ گویا کہ ظاہر اً بدن کو حرام کاری وغیرہ عادات قبیحہ سے بچانا بھی نصف ایمان ہے۔

چوتھی قسم

جسم و جامہ کو ہر قسم کی پلیدی سے پاک رکھنا تا کہ تمام جسم رکوع و سجود اور ارکان نماز کے لئے آراستہ و پیراستہ رہے اور پاکیزگی مقام عامی مسلمان کا ہے چونکہ نماز عمومی معاملات میں مسلمان اور کافر کے درمیان امتیازی نشان کا درجہ رکھتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایمان سے پہلے کلمہ طہور مذکور ہوا (اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانَ) نیز فرمایا دین کی بنیاد نظافت پر ہے بُنِی الدِّيْنُ عَلَى النَّظَافَةِ پس یہ جامہ کی طہارت و نظافت اور پاکیزگی کا معاملہ کچھ یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ جسے دیکھیں ظاہری طہارت و پاکیزگی کی طرف بہت زیادہ مائل نظر آتا ہے حالانکہ تمام مدارج سے اس کا درجہ کمتر ہے۔ یوں ہر ایک کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے کیونکہ یہ دیگر تمام طہارتوں سے آسان اور آسان تر ہے اور اس میں نفس کا حصہ کچھ زیادہ ہی ہے (یعنی نفس کو ظاہری ڈیکوریشن، بناؤ سنگھار اور خوبصورتی کی طرف زیادہ رغبت رہتی ہے) کیونکہ صفائی ویسے ہی بھلی لگتی ہے اور اس سے نفس کو راحت میسر ہوتی ہے اور پھر یہ ظاہر اً ہر ایک دیکھ رہا ہوتا ہے اور لوگوں محض ظاہری لباس کو دیکھ کر ہی اسے پارسائی کے درجے پر فائز خیال کرتے ہیں یوں یہ پاکیزگی دل کو اور لبھاتی ہے اور آسان محسوس ہونے لگتی ہے مگر دل کی طہارت و نظافت تو حسد، تکبر، ریا اور حب دنیا سے خالی رکھنے سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ جب نفس کو اس طرح کچھ بھی ہاتھ نہیں آتا اور نہ ہی لوگوں کی نظریں اس پر جم سکتی ہیں اور لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بنے بھی کیسے؟ کیونکہ دل نظارہ گاہ حق ہے نہ کہ نظارہ گاہ خلق یہی وجہ ہے کہ ہر ایک اس کی طرف رغبت نہیں کر سکتا۔

فصل

فضیلت طہارت ظاہرہ

طہارت ظاہری اگرچہ فضائل میں کمتر درجہ رکھتی ہے۔ پھر بھی اس کی بڑی شان اور عظمت ہے بشرط کہ اس کے قواعد و ضوابط آداب کو ملحوظ رکھا جائے اور اس میں کسی قسم کے وسواس اور اسراف کا عمل دخل نہ ہو۔ اس لئے کہ جب وسوسہ اور اسراف کی حد تک جاتی ہے تو یہ طہارت مکروہ و ناپسندیدہ بن جاتی ہے اور صاحب طہارت الٹا گنہگار کہلاتا ہے اور یہ تمام تر احتیاط اصفیاء کی عادت میں شامل ہیں۔ مثلاً جرابیں یا موزے پہننے، چادر سر پر ڈالے رکھنا، اور پانی کے پاک ہونے کے لئے بلا وجہ تردد کرنا اور یقینی صورت سامنے لانا، اور اپنے لوٹے کو کسی کا ہاتھ تک نہ لگانے دینا یہ عادات سبھی عمدہ ہیں اس لئے فقہاء کرام جو راہ تصوف سے لگاؤ نہیں رکھتے انہیں اصفیاء کے ایسے اعمال و افعال پر معترض نہیں ہونا چاہیے۔

marfat.com

یوں ہی اصفیاء کو بھی چاہیے کہ ان فقہا پر بھی معترض نہ ہوں جو صوفیوں کی احتیاط کو ملحوظ نہیں رکھتے اس لئے کہ ان کی احتیاطیں اسی وقت عمدہ کہلائیں گی جب وہ ان چھ شرائط پر عمل پیرا ہوں گے۔

شرط اوّل

یہ ہے کہ جسمانی طہارت میں اتنا وقت صرف کرے کہ اس سے افضل ترین کاموں میں اس کا یہ عمل حارج نہ ہو یعنی اگر کسی کو حصول علم کی صلاحیت میسر ہو یا ایسی قوت فکر رکھتا ہو جو حقائق کے کشف میں اضافہ کا سبب بنیں یا کسی ایسے کام میں مشغول ہو جو اس کے اہل وعیال یا اپنی ذاتی ضروریات کی کفالت کا باعث ہیں تا کہ اسے کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنے کی ندامت سے دوچار نہ ہونا پڑے اور دوسروں سے مانگ کر نہ کھانا پڑے جسمانی طہارت میں تصنع و تکلف اور بناوٹ سے کام لینا' مذکورہ بالا ذمہ داریوں سے اعراض کے مترادف ہے۔ اس لئے ایسی احتیاطوں میں مصروف ہونے کی چنداں ضرورت نہیں' کیونکہ یہ سبھی امور و افعال طہارت کی احتیاطی تدابیر سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایسے احتیاطوں میں کبھی مشغول نہ ہوتے بلکہ وہ ننگے پاؤں سفر کر لیتے زمین پر (بغیر کسی جائے نماز یا مصلی بچھائے) نماز ادا فرما لیتے اور زمین پر بیٹھے کھانا کھانے لگتے تھے سے پاؤں کے تلوے صاف کر لیتے جانوروں کے پسینے سے پریشان نہ ہوتے بلکہ وہ ان باتوں سے ماورئ سوچے ہوئے دل کی طہارت و نظامت کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرتے محض جسمانی طہارت میں وقت صرف نہ فرماتے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص ان امور کی انجام دہی میں صوفیوں کی سی احتیاط سے کام نہیں لیتا تو انہیں اس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے اور یوں ہی کوئی غافل غفلت کا شکار ہونے کے باعث ان احتیاطوں کو ملحوظ نہیں رکھتا اسے بھی کوئی حق حاصل نہیں کہ بلا وجہ صوفیوں کو مورد الزام ٹھہرائے اور ان کی احتیاطوں پر اعتراض وارد کرتا پھرے اس لئے کہ نہ کرنے سے احتیاط کرنا ہی بہتر ہے۔

دوسری شرط

طہارت کی دوسری شرط یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو ریا و رعونت سے بچائے کیونکہ جو ایسی احتیاط کرتا ہے وہ تمام تر زبان بن کر منادی کرتا پھرتا ہے کہ میں پارسا ہوں اپنے آپ کو اس قدر پاک رکھتا ہوں اور اسے اس طریقہ سے عزت و شہرت حاصل ہوتی ہے اگر زمین پر پاؤں رکھتا ہے یا کسی کے لوٹے سے طہارت کرنے لگتا ہے تو ڈر جاتا تا کہ لوگوں کی نگاہوں سے گر نہ جائے ایسے پارسا کو چاہیے کہ وہ آزمودہ لوگوں کے سامنے زمین پر بیٹھے اور چیزوں میں احتیاط برتے۔ اپنے باطن میں جھانکے۔

اگر اس کا نفس اس سے اس سلسلہ میں جھگڑا کرے تو جان لے کہ ریاکاری کے جراثیم اس میں داخل ہو چکے اس وقت اس پر لازم ہے کہ ننگے پاؤں سفر کرے زمین پر نماز ادا کرے اور احتیاط کو بروئے کار لائے کیونکہ ریاکاری حرام ہے اور احتیاط سنت لیکن جب وہ ریا سے بلا احتیاط ترک کئے بغیر نجات نہیں پا سکتا تو احتیاط کا ترک کرنا اس پر واجب ہو جاتا ہے۔

تیسری شرط

طہارت کی تیسری شرط یہ ہے کہ احتیاط کو اپنے آپ پر فرض کی طرح مسلط نہ کرے ترک احتیاط میں جو چیز مباح ہے گا ہے بگا ہے

marfat.com

اسے بھی زیر عمل لائے جیسے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مشرک کے برتن سے طہارت فرمائی اور حضرت سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک یہودی خاتون کے مشکے سے وضو کیا اور وہ اکثر و بیشتر زمین پر ہی نماز ادا فرمالیا کرتے تھے اور جو لوگ زمین پر سونے کے وقت بستر تک نہ بچھاتے آپ ان کی بڑی عزت کرتے پس جو بدنصیب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سیرت سے اعراض کرے اور غلط راستے پر چلنا شروع کر دے ایسے کہ اس کا نفس محض اس لئے ان حضرات کی موافقت سے روگردانی کر رہا ہے کہ اس طرح وہ اس احتیاط کے باعث لوگوں کی نگاہوں میں جو مقام رکھتا ہے اس سے جائے گا تو وہ احتیاط کے دامن کو مضبوطی سے تھامے گا حالانکہ ایسی صورت میں تو اسے احتیاط سے دست کش ہو جانا نہایت ضرو

چوتھی شرط

طہارت کی چوتھی شرط یہ ہے کہ ہر ایسی احتیاط جو مسلمانوں کی دلآزاری کا سبب ہو اسے چھوڑ دیا جائے کیونکہ لوگوں کا دل دکھ حرام ہے جب کہ احتیاط کا ترک کرنا حرام نہیں ہے جیسے کہ کوئی شخص پسینے سے شرابور دوسرے شخص کو سلام کہتے ہوئے اس سے مصا کرنے کے بعد معانقہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ دوسرا شخص اس سے نفرتاً اعراض کرنے لگتا ہے تو اس کا یہ کرنا فعل حرام کے زمر میں آئے گا اس لئے کہ مسلمانوں سے خوش خلقی اور محبت سے پیش آنا اور ان کا تقرب حاصل کرنا ہزار ہا احتیاطوں سے زیادہ باع برکت اور افضل ہے۔

اسی طرح اگر کوئی نمازی کسی صوفی کے لوٹے سے طہارت اور اس کے مصلی پر نماز ادا کر لے تو صوفی صاحب کے لئے ہرگز نہیں کہ اسے ٹوکے اور اس سے نفرت کا اظہار کرے کیونکہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آب زمزم طلب فرمایا تو حضر سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس میں تو بہت سے لوگوں نے ہاتھ مارے ہیں آ زمزم میلا ہو چکا ہے لہٰذا میں ڈول لاتا ہوں اور تازہ پانی آپ کے لئے نکال کر پیش کرتا ہوں تھوڑی دیر انتظار فرمایئے گا۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو ایمانداروں کے لئے روف و رحیم ہیں بڑے پیار سے فرمانے لگے نہیں نہیں میرے نہیں احتیاط کی چنداں ضرورت نہیں اس لئے کہ مجھے مسلمانوں کے ہاتھ کی برکت اس احتیاط سے بہت محبوب و عزیز ہے (سبحان سبحان اللہ) اس پر حضرت امام غزالی رحمتہ تعالیٰ علیہ یوں رقمطراز ہیں و بیشترین قاریان جاہل این دقائق نشناسند و خود را بہم گریذ از کنند احتیاط نہ کنند و ابرنجانند و باشد کہ با مادر و پدر و رفیق سخنائے درشت گویند چوں دست بہ آفتابہ و جامہ الیشان دراز کنند و ایں ہمہ حرام اس اور اکثر و بیشتر پڑھے لکھے جاہل ان باریکیوں کو نہیں سمجھ پاتے اور اپنے آپ کو ان لوگوں سے دور رکھتے ہیں جو اہل احتیاط ہوتے اور اس طرح وہ لوگوں کو دکھ پہنچاتے ہیں یہاں تک کہ ان کے والدین اور عزیز و اقارب نیز رفقاء ہی کیوں نہ ہوں ان میں سے کسی کا ان کے لوٹے یا کپڑوں کو ہاتھ لگ جائے تو آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور ترش کلامی پر اتر آتے ہیں اور یہ بھی کچھ حرام ہے۔

پانچویں شرط

طہارت کی پانچویں شرط یہ ہے کہ کھانے پینے اور گفتگو کرنے میں احتیاط کی جائے اور یہ بڑی اہم بات ہے اور اگر کوئی شخص

marfat.com

ضروری احتیاطوں کو ملحوظ نہ رکھے اور معمولی باتوں میں احتیاطوں کو بروئے کار لائے تو اس کا یہ عمل اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ سب احتیاطیں محض ریاکاری' نمود و نمائش اور دکھاوے پر مبنی ہیں یا اس نے عادتاً اپنا رکھی ہیں یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص بھوک کے بغیر کھانا کھالے' مگر نماز کی ادائیگی سے قبل منہ ہاتھ دھونا واجب جانے لیکن وہ اتنا بھی نہیں جانتا ہے نجس چیز کا کھانا حرام ہے تو جب وہ نجس ہونے کے باوجود استعمال کر لیتا ہے تو اس کے بعد نماز کے لئے ہاتھ منہ دھونا کیوں ضروری تصور کرتا ہے؟

جب وہ بناوٹی صوفی عام لوگوں کے دھوئے ہوئے کپڑوں پر نماز ادا کرنا جائز نہیں سمجھتا تو ان عام لوگوں کے گھر کا کھانا کیوں کھا لیتا ہے؟ جب کہ کپڑے کی نظامت سے لقمے کی طہارت و پاکیزگی اور حلت زیادہ ضروری ہے ایسے مکاروں میں زیادہ تر وہی ہوتے ہیں جو بازاری قسم کے لوگوں کے گھروں کا کھانا تو مزے لے لے کر کھاتے ہیں لیکن جب نماز کی ادائیگی کا وقت آئے تو ان کے دھلے ہوئے کپڑوں پر نماز پڑھنے سے گریز کرتے ہیں اور یہ طہارت و نظافت صداقت پر مبنی نہیں۔

چھٹی شرط

طہارت کی چھٹی شرط یہ ہے کہ منکرات و منہیات سے بچا جائے یعنی طہارت کے لئے پانی کا استعمال تین تین بار سے زیادہ نہ ہو کیونکہ چوتھی مرتبہ کا استعمال منع ہے یوں ہی یہ بھی منع ہے کہ کوئی شخص (طہارت خانے یا غسل خانے میں) طہارت میں طوالت اختیار کرے اور دیگر مسلمان باہر نکلنے کے منتظر رہیں کیونکہ یہ بات اچھی معلوم نہیں ہوتی یا بلا وجہ پانی کا ضیاع کرے یعنی وضو یا غسل میں ضرورت سے زیادہ پانی استعمال کرے یا نماز اول وقت میں یا تاخیر سے ادا کرے یا یہ کہ مسجد میں اپنے کے بڑا سا مصلیٰ محض اس لئے بچھائے کہ دوسروں کے کپڑے اس کے لباس کو نہ چھو سکیں۔ یا امام ہے تو بلا وجہ جماعت میں تاخیر کرے یا اپنے مسلمان بھائی سے وعدہ خلافی کرے اور اس کی وعدہ خلافی اس مسلمان کے لئے باعث نقصان ہو۔ اسے اور اس کے اہل و عیال کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔ کیونکہ ایسی حرکات کو جائز سمجھتے ہوئے اس کی احتیاطیں ناجائز کو جائز نہیں بنا سکتیں پھر ایسا کرنے سے وہ تین ممنوع باتوں کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ ایک یہ کہ مسجد کا کچھ حصہ وہ اپنے لئے غصب کر لیتا ہے یعنی دوسرے مسلمانوں سے ہڑپ کر لیتا ہے جب سجدہ کرنے کے لئے اس کا حق دوسروں سے زیادہ نہیں دوسری بات یہ کہ صفیں ایک دوسرے سے متصل نہیں رہ پائیں گی جب کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ ایک دوسرے سے کندھے ملا کر کھڑے ہوں اور صف سے متصل ہو تیسری بات یہ کہ مسلمانوں سے اس رنگ میں پرہیز کرتا تو اس بات پر غماز ہے کہ کتے کی طرح پلید ہیں تو یہ فعل انتہائی غیر مناسب (اور بداخلاقی کا مظہر) ہے۔ اور ایسے ہی یہ پڑھے لکھے جہلا احتیاط کے پردے میں کتنے ہی منکرات کا ارتکاب کرتے ہیں اور انہیں خبر تک نہیں ہوتی گویا کہ (زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ) (النمل ۱۹/۲۴) شیطان ان کے اس برے اعمال کو خوبصورت رنگ میں پیش کرتا ہے جس سے وہ اتراتے رہتے ہیں) (تابش قصوری)

فصل: ظاہری طہارت کی اور تین قسمیں

جب تو نے سمجھ لیا کہ طہارت ظاہری اور باطنی دونوں جدا جدا ہیں تو مزید سمجھ لینا چاہیے کہ طہارت ظاہری اور باطنی کی اور بھی تین تین قسمیں ہیں طہارت باطنی کی تین قسمیں یہ ہیں اعضاء کو گناہوں کی آلودگی سے پاک رکھنا' بڑے اخلاق و عادات سے دل کو بچانا نیز

marfat.com

اللہ کی محبت کے سوا ہر ایک سے دل کو محفوظ رکھنا۔

طہارت ظاہری کی بھی اسی طرح تین قسمیں ہیں۔ اپنے آپ کو نجاست سے دور رکھنا غسل و وضو کے عوامل سے حتی الوسع اپنے آپ کو بچانا اور بدن کو خودرو بوٹیوں سے صاف کرنا یعنی ناخن' کاٹنا' بالوں کو بڑھنے نہ دینا اور میل کچیل سے بدن کو پاک وصاف رکھنا اب ہر ایک کی تفصیل پیش کی جاتی ہے ملاحظہ ہو۔

قسم اول: طہارت از نجاست

تمہیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جمادات جو کچھ تخلیق فرمایا ہے پاک ہے۔ سوائے شراب کے خواہ تھوڑی ہو زیادہ وہ مستی کا سبب بنتی ہے وہ بلاشبہ' نجس' پلید اور ناپاک ہے۔ اور جانوروں میں ہر جانور پاک ہے سوائے کتے اور خنزیر کے اور جو مر جائے وہ بھی ناپاک اور پلید ہے البتہ آدمی مچھلی' مکڑی' اور ہر ایسی چیز میں بہنے والا خون نہ ہو جیسے مکھی' مچھر' بچھو' بھڑ اور وہ جراثیم کیڑے مکوڑے جو اناج میں پیدا ہو جاتے ہیں اور ہر وہ چیز جو جانوروں کے اندر تحلیل ہو کر متغیر ہو جائے وہ پلید ہے اگر متغیر نہ ہو تو پاک ہے۔ جیسے پسینہ اور آنسو اور وہ چیزیں ناپاک اور پلید ہوں گی جو جانوروں کی اصل ہیں یعنی منی پرندوں کے انڈے ریشم کے کیڑے وغیرہ جو چیز پلید ناپاک ہو گی اس کے ساتھ نماز ادا نہیں ہو گی سوا پانچ قسم کی نجاست کے جو دشواری کی وجہ سے معاف ہیں یعنی تین ڈھیلوں کے ساتھ استنجاء کرنے کے بعد بھی قدرے بول و بزار کا نشان رہ جائے بشرطیکہ وہ مقام مخرج سے کے سوا باہر زیادہ نہ پھیلا ہو۔ سڑک کا کیچڑ لگ جانے سے اگر یقیناً معلوم ہو کہ اس میں نجاست ہے لیکن سڑک کے کیچڑ کی نجاست اسی قدر معاف ہے۔ جس سے آدمی بچ نہ سکے لیکن یہ نہیں کہ انسان اس کیچڑ میں گر پڑنے سے آلودہ ہو جائے یا کوئی جانور کیڑوں کو نجاست سے بھر دے تو یہ قابل معافی نہیں ہو گا کیونکہ معاملا شاذ و نادر ہی کیوں نہ وقوع پذیر ہو۔

موزہ پر نجاست لگ جائے تو قابل معافی ہے بشرطیکہ اتنی سی مقدار ہو جس سے بچنا ممکن نہیں چنانچہ موزہ کو زمین پر رگڑ کر پاک کرنے سے وہ پاک ہو جائے گا اور اسے پہنے ہوئے جو نماز ادا کی گئی جائز ہو گی۔

پسوہ (کھٹمل) وغیرہ کا خون کپڑوں پر لگا تھوڑا ہو یا زیادہ وہ معاف ہے اگرچہ اس میں کپڑے آلودہ ہی کیوں نہ ہو جائیں' تیرے اپنے ہوں یا کسی اور آدمی کے۔

بدن پر چھوٹے چھوٹے سرخی مائل دانوں سے نکلنے والا خون معاف ہے اس لئے کہ آدمی کا زیادہ تر بدن اس سے خالی نہیں ہوتا یوں ہی خارش دانوں سے نکلنے والی رطوبت بھی معافی کے حکم میں ہے البتہ اگر کوئی خارش دانہ بڑا ہو تو اسے پھوڑے پھنسی کے حکم میں شامل کیا جائے گا۔ اس سے بہنے والا خون دھونا واجب ہے مگر یہ شاذ و نادر ظہور پذیر ہوتا ہے کو دھونے کے بعد اس کے آثار موجود ہوں پھر بھی امید ہے معاف ہو جائے گا اگر کسی نے فصد کروایا یا مجروح ہوا تو اس سے نکلنے والے خون کو دھونا لازم ہے۔ اور اگر قدرے اس کا اثر نمایاں ہو اور مزید دھونا خطرے سے خالی نہیں تو نماز قضا کریں اور ایسا عذر بہت کم ہی ظاہر ہوتا ہے۔

marfat.com

فصل: جگہ کی طہارت؟

ہر ایسی جگہ جو پلید ہو اس پر ایک بار پانی بہا دیں پاک سمجھی جائے گی لیکن وہ اگر ہی عین نجاست بن چکی ہے تو اس وقت تک اسے دھویا جائے کہ بالکل پاک صاف ہو جائے تاہم اگر خوب مل کر دھونے اور ناخنوں سے کھرچنے کے باوجود بھی اس کے رنگ اور اس کی بو میں کوئی فرق نہیں پڑا تو ایسی صورت میں اسے پاک سمجھا جائے گا اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہر پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا سوا چار قسم کے پانیوں کے۔

ایک وہ پانی جس سے ایک بار وضو کیا ہو وہ از خود پاک تو ہے مگر دوسرے کو پاک نہیں کر سکتا۔ دوسرا وہ پانی جس سے نجاست دور کی گئی ہو وہ ناپاک ہے اور اس سے کوئی چیز پاک نہیں ہو سکتی لیکن نجاست کے باعث اس کے رنگ بو اور مزہ میں کوئی فرق نہیں آیا تو وہ پاک ہے تیسرا وہ پانی جس کا وزن دو سو پچاس (۲۵۰) من سے کم ہو اور اس میں نجاست گر پڑے اگر اس کا رنگ وغیرہ نہ بھی بدلا ہو تو وہ پلید و نجس ہے۔ اگر اڑھائی سو من سے پانی زیادہ ہوگا اور اس میں نجاست گر پڑے جب تک اس کا رنگ تبدیل نہیں ہوگا ناپاک نہیں ہے چوتھا وہ پانی جس کا رنگ بو مزہ ایسی پاک چیز کے پڑے سے بدل جائے جس سے اس پانی کو بچایا جا سکتا تھا۔ جیسے زعفران صابن شان آٹا وغیرہ تو یہ پانی پاک ہے۔ مگر آگے کسی چیز کو پاک کرنے والا نہیں ہے ہاں البتہ اگر معمولی سا تغیر واقع ہوا ہے تو پاک کرنے کے حکم میں شامل ہوگا۔

دوسری قسم: حدث سے طہارت

اس میں پانچ چیزوں کا جاننا واجب ہے' قضائے حاجت کے آداب' استنجاء کرنے کے آداب' وضو کے آداب' غسل کے آداب' تیمم کے آداب'

فصل نمبر ۱: آداب قضائے حاجت؟

اگر صحرا (یا کھلی جگہ) ہے تو آدمی کو چاہیے کہ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہونے کے لئے دور چلا جائے اگر کوئی دیوار یا اوٹ میسر آئے تو اس کے پیچھے بیٹھے اور جہاں تک ممکن ہو اپنے ستر کو بالکل ننگا نہ کرے اپنے منہ اور پشت کو چاند' سورج اور قبلہ کی طرف نہ کرے یہاں تک کہ لیٹرین یا باتھ روم میں بھی احتیاط کرے تاہم کوئی مجبوری درپیش ہو تو جائز ہے ایسی صورت میں بھی بہتر یہی ہے کہ سمت قبلہ شریف اس کے دائیں بائیں رہے اور جہاں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہو یا ان کے بیٹھنے کی جگہ ہو تو وہاں بھی رفع حاجت نہ کرے۔

پانی میں پیشاب نہ کرے اگرچہ چلتا ہی کیوں نہ ہو نیز پھل دار درخت کے نیچے بھی اس کام کے لئے نہ بیٹھے کسی بھی قسم کا سوراخ ہو اس میں بول و براز ہرگز ہرگز نہ کرے پتھریلی اور سخت زمین یا مخالف ہوا میں پیشاب نہ کرے تاکہ پیشاب کی چھینٹیں اس پر نہ پڑیں۔ کھڑے کھڑے پیشاب نہ کرے تاآنکہ عذر کر درپیش ہو غسل اور وضو کے مقام پر پیشاب نہ کرے (مگر آج کل عموماً طہارت خانے اور غسل خانے کو یکساں استعمال کر لیتے ہیں کہ ان کو بنایا ہی ایسے جاتا ہے کہ طہارت و پاکیزگی اور نظافت کا خیال رکھا جاتا ہے وہاں رفع حاجت جائز ہے)

marfat.com

طہارت خانے (لٹیرین) میں جاتے وقت بایاں پاؤں اور باہر نکلتے وقت دایاں پاؤں پہلے رکھیں اور کوئی بھی ایسی چیز جس پر خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام درج ہو اپنے ساتھ نہ لے جائیں ننگے سر رفع حاجت بھی غیر مناسب ہے جب طہارت خانے میں جانے لگیں تو یہ دعا پڑھی جائے **اعوذ باللہ من الرجس النجس الخبیث المخبث الشیطن الرجیم۔**

جب باہر آئیں تو یہ دعا پڑھیں **الحمد للہ الذی اذھب عنی مایوذینی و ابقی فی جسدی ماینفعنی ۔**

فصل ۲: آداب ومسائل استنجا

آدمی کو چاہیے کہ پتھر یا مٹی کے تین ایسے ڈھیلے جو استنجا میں استعمال کے قابل ہو سکتے ہیں پہلے ہی انہیں اپنے پاس رکھے ہاتھ سے استنجا کرے اور ڈھیلوں کو نجاست پر نہ رکھے بلکہ مخرج کے ساتھ صاف جگہ پر رکھ کر صفائی کے لئے پھیرنا شروع کرے کہ نجاست اپنی جگہ سے اتر سکے ایسے کہ غلاظت دائیں بائیں اوپر یا نیچے نہ لگے اسی طرح تینوں ڈھیلے کام میں لائے اور اگر صفائی ان تین ڈھیلوں سے نہ کر پائے تو مزید استعمال کرے البتہ ان کی تعداد طاق ہی رہے تو بہتر ہے (تین، پانچ، سات، نو) آخر میں ایک بڑا ڈھیلا دائیں ہاتھ میں لے اور مقام پلید کو بائیں ہاتھ میں پکڑ کر اس کا سرا اس ڈھیلے پر تین بار پھیر کر خشک کرے یا دیوار (یا نیچے صاف زمین پر) رکھ کر خشک کرے مگر دائیں ہاتھ کو کسی وقت بھی اس کام میں نہ لائے (البتہ کوئی خاص عذر ہو تو درست ہوگا) اور اگر تین ڈھیلوں پر ہی کفایت ہو سکے تو بہتر ہے۔

اس کے بعد پانی استعمال کرنا پڑے تو اس جگہ سے اٹھ کر کسی دوسری جگہ جا بیٹھے تا کہ پانی میں نجاست کی بوشامل نہ ہو سکے پانی استعمال اس طرح کرے دائیں ہاتھ سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے مخرج کو صاف کرے یہاں تک کہ مطمئن ہو جائے کہ اب نجاست کا نشان تک باقی نہیں ہے اور بلا ضرورت پانی ضائع نہ کرے تا کہ پانی کے اندر جانے کا احتمال ختم ہو۔ استنجا کرتے وقت اعضاء کو ڈھیلا چھوڑے اور جس جگہ تک پانی اندر نہیں جا سکتا وہ جسم کا اندرونی حصہ ہے۔ اس پر نجاست کا حکم نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کے متعلق بلاوجہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں بس اپنے دل میں خواہ مخواہ شک نہ لائے تاہم اگر طہارت کے بعد بھی رطوبت کے اثرات ظاہر ہونے لگیں تو اس پر پانی کے چھینٹے مارے اور اس طرح کو پھر پانی ہی محسوس کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی فرمان ہے کہ وسوسہ کو اس طریقے سے ختم کرو۔

الغرض جب استنجا سے فراغت پائیں تو ہاتھ کو دیوار یا زمین پر رگڑ کر اچھی طرح صاف پاک کریں اور دھوئیں (آج کل صابن اور شیمپو سے بھی کام لیا جا سکتا ہے اس سے اچھی طرح طہارت حاصل کی جا سکتی ہے) اور بدبو وغیرہ کا احتمال ختم ہو جاتا ہے۔ بوقت استنجا یہ دعا پڑھیں۔ **اللھم طھر قلبی من النفاق و حصن فرجی من الفواحش**

الٰہی میرا دل نفاق سے اور میری شرمگاہ کو فواحش سے پاک فرما

(فصل نمبر ۳) کیفیت وضو؟

جب استنجا سے فراغت پائیں تو مسواک کریں۔ اور اسے دائیں طرف سے شروع کریں پہلے اوپر اور پھر نیچے کے دانتوں کو

marfat.com

مسواک کریں۔اور یوں ہی اندرونی سطح پر مسواک پھیریں۔پھر زبان اور تالو پر بھی نرمی سے مسواک کریں۔اس کی بڑی شان ہے ۔حدیث شریف میں ہے کہ مسواک کر کے ایک نماز پڑھنا ستر نمازوں سے افضل ہے۔بوقت مسواک یہ نیت ہو کہ میں ذکر الٰہی کے لیے راستہ صاف کرتا ہوں۔اور جب وضو ٹوٹ جائے فوری کریں۔کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ باوضو رہا کرتے تھے۔مسواک ہر وضو کے ساتھ کریں کبھی بھولنے نہ پائے۔اگر مسواک کی ضرورت تو نہیں مگر وہ محسوس کرتا ہے کہ اگر منہ صاف کئے بغیر سو جائے تو اس میں بدبو پیدا ہو جائے گی یا کسی بدبودار چیز کھانے سے اس کے منہ سے بو آئے گی تو اسے مسواک کرنا سنت ہے (ٹوتھ پیسٹ اور منجن یا دیگر ادویات جن سے دانت' منہ صاف کئے جاسکتے ہیں ان کا استعمال کرنا بھی جائز ہے ہاں اگر کسی ٹوتھ پیسٹ وغیرہ میں الکحل وغیرہ کی آمیزش ہو تو اسکا استعمال ممنوع ہے) جب مسواک کر لیں تو اونچی یا مناسب جگہ پر قبلہ رو بیٹھ کر وضو کرنے سے پہلے تین بار یہ دعا پڑھیں۔بسم اللہ الرحمن اعوذ بک من همزات الشیطان واعوذبک رب ان یحضرون اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور الٰہی میں شیطان کے وسواس سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں اور میں پناہ طلب کرتا ہوں تجھ سے کہ وہ میرے قریب بھی نہ آنے پائے۔تین بار ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھیں۔ اللھم انی اسئلک الیمن والبرکة واعوذبک من الثوم والھلکة الٰہی میں تجھ سے امن اور برکت طلب کرتا ہوں اور پناہ مانگتا ہوں۔

بخل و ہلاکت

پھر نماز کے مباح ہونے اور حدث کو دور کرنے کی نیت سے منہ کی طرف مائل ہو۔تین بار منہ میں پانی ڈالے تین بار کلی غرغرہ کے ساتھ کرے بشرطیکہ روزہ نہ ہو۔اور یہ دعا پڑھے اللھم عنی علی ذکرک وشکرک وتلاوة کتابک الٰہی اپنے ذکر' شکر اور تلاوت قرآن کریم کے لئے میں میری مدد فرما۔

اور ناک میں تین بار پانی ڈالتے وقت یہ دعا پڑھے۔اللھم ارحنی رائحة الجنة وانت عنی راض الٰہی مجھ کو جنت کی خوشبو سے بہرہ مند فرما اور مجھ سے راضی رہیو! پھر تین بار منہ دھوئے اور یہ دعا پڑھے اللھم بیض وجھی بنورک یوم تبض وجوہ اولیائک الٰہی میرے چہرے کو اسی طرح منور فرما جیسے تیرے اولیاء کرام کے چہرے منور ہیں۔

چہرے پر اگر بال ہوں تو اُن کی جڑوں تک پانی پہنچائے داڑھی گھنی ہو تو اس پر اچھی طرح پانی بہائے اور انگلیوں سے اس کا خلال کرے اسی کا نام تخلیل لحیہ ہے۔منہ سے لے کر کانوں کے سرے تک اور پیشانی کے بالوں سے لے کر تھوڑی کے نیچے تک کا حصہ چہرہ کہلاتا ہے۔اسے بھی اچھی طرح دھوئے' اور انگلی کو نرمی سے آنکھوں کے گوشے میں پھیرے تا کہ گوشہ چشم کا اندرونی حصہ ہر طرح صاف ہو جائے یہاں تک کہ سرے کی تہہ نہ رہے۔بعدہٗ دائیں ہاتھ کو تین بار بازو کے درمیان کہنی تک دھوئے اور جس قدر ممکن ہو بازوؤں کے قرب تک دھوئے یہی افضل ہے پھر یہ دعا پڑھے۔اللھم اعطنی کتابی بیمینی وحاسبنی حساباً یسیراً الٰہی مجھے میرا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں عطا فرمانا اور میرے حساب کو آسان ترین بنانا۔پھر ایسے ہی بائیں ہاتھ کو دھوئے ہاتھ میں انگوٹھی یا (عورت زیور پہنے ہوئے ہو) گھڑی وغیرہ ہو تو اسے اتاریں یا خوب حرکت دیں تا کہ اس کے نیچے پانی اچھی طرح پہنچ جائے بلکہ آگے بڑھ جائے پھر یہ دعا پڑھیں۔

marfat.com

اللھم اعوذبک ان تعطینی کتابی بشمالی اومن ورآء ظھری الٰہی مجھے نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں عطا نہ فرمانا اور نہ ہی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے۔

پھر دونوں ہتھیلیوں کو تر کر کے انگلیاں ملا کر سر کے سامنی طرف رکھیں اور ہتھیلیوں کو پھیرتے ہوئے گدی تک لے جائیں پھر وہاں سے اسی طرح پھیرتے ہوئے پیشانی تک واپس لائیں۔ تاکہ بالوں کی اطراف بھی اچھی طرح مس ہو جائیں اور یہ ایک بار مسح ہو گیا بہتر ہے کہ ایسے ہی یہ عمل تین بار دہرائے اور ہر بار پورے سر کا مسح کریں (امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض اور یہ ایک بار ہی کافی ہے) اور یہ دعا پڑھیں۔

اللھم غشنی برحمتک وانزل علی من برکاتک واظللنی تحت عرشک یوم لاظل الا ظلک الٰہی مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لے اور مجھے اپنی برکتوں سے بہرہ مند فرما اور مجھے عرش کا سایہ عطا فرما جس دن تیرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

اس کے بعد کانوں کا مسح کرے اور تین بار کانوں کے سوراخ میں انگلی ڈالے اور انگوٹھے کان کی پشت پر پھیرتے ہوئے یہ دعا پڑھی جائے۔

اللھم اجعلنی من الذین یسمعون القول فیتبعون احسنہ الٰہی مجھے ان لوگوں میں بنا لے جو عمدہ کلام سن کر اس پر عمل کرتے ہیں۔

پھر گردن پر مسح کرتے وقت پڑھیں۔

اللھم فک رقبتی من النار واعوذبک من السلاسل والاغلال۔

الٰہی میری گردن کو آگ سے محفوظ رکھ اور میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں زنجیروں اور بیڑیوں سے۔

پھر دایاں پاؤں اپنی پنڈلی تک دھوئیں اور بائیں ہاتھ کی چھنگلیہ (سب سے چھوٹی انگلی) سے پاؤں کی انگلیوں میں تلوں کی طرف سے خلال شروع کریں اور بائیں پاؤں کی چھنگلیہ تک آئیں اور یہ دعا پڑھیں۔

اللھم ثبت قدمی علی الصراط یوم تزل الاقدام الٰہی میرے پل صراط پر قدم مضبوط فرما اس دن جب اور لوگوں کے قدم پھسلیں گے۔

بایاں پاؤں دھوتے ہوئے یوں کہیں اللھم اعوذ بک ان تزل قدمی علی الصراط یو تزل اقدام المنافقین۔ الٰہی میرے قدموں کو پل صراط پر مضبوط فرما جس دن منافقین کے قدم ڈگمگائیں گے۔

وضو سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھی جائے۔

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے عبد خاص اور عظیم رسول ہیں اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المطھرین واجعلنی بن عبادتک الصالحین الٰہی مجھے توبہ کرنے پاک صاف رہنے اور

marfat.com

اپنے صالحین بندوں میں شامل فرمالے جو شخص عربی کلمات نہ پڑھ سکے اسے چاہیے کہ ان دعاؤں کے معانی و مطالب کو اپنے ذہن میں جگہ دے اور یوں تصور کرے کہ میں عربی کلمات ہی کہہ رہا ہوں حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص طہارت کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ذکر خدا میں مصروف رہتا ہے اس کے اعضائے بدن کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں لیکن اگر طہارت کے وقت ذکر خدا نہیں کیا جائے گا تو اس جگہ کے سوا جہاں پانی ڈالا جاتا ہے اور کسی جسم کے حصہ کو حدث سے پاک نہیں سمجھا جائے گا۔

وضو ہونے کے باوجود بہتر یہی ہے کہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کیا جائے اگر چہ اس دوران حدث نہ بھی واقع ہوا ہو۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص تازہ طہارت کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایمان میں تازگی عطا کی جاتی ہے۔

نکتہ عجیبہ

جب طہارت کر لے تو یہ سمجھے کہ میں نے ظاہری اعضاء تو لوگوں کے دیکھنے کے لئے صاف کئے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ کرم کا مرکز تو دل ہے جب تک اسے اخلاق مذمومہ سے پاک نہیں کیا جائے گا ورنہ اس وقت تک ظاہری طہارت کی مثال سے ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص بادشاہ کو اپنے گھر آنے کی دعوت دے، گھر کے دروازے اور بیرونی مقامات کو تو خوب صاف ستھرا کرے مگر جہاں اس بادشاہ کو بٹھانا ہے وہ جگہ خراب اور گندی ہو (کیا اسے کوئی عقل مند قرار دے گا) بعینہٖ ظاہری طہارت تو انسان خوب کرے مگر دل جو جلوہ گاہ شہنشاہ حقیقی ہے اسے خواہشات و شہوات نفسانیہ سے پر رکھے کیا وہ بندۂ خدا کہلانے کا حق دار ہے؟ (تابش قصوری)

فصل نمبر ۳: مکروہات وضو؟

وضو میں یہ چیزیں مکروہ ہیں۔ (۱) باتیں کرنا، (۲) منہ پر سختی سے پانی مارنا، (۳) ہاتھوں کو جھٹکنا، (۴) دھوپ سے گرم پانی کے ساتھ وضو کرنا، (۵) پانی کا زیادہ استعمال کرنا (۶) تین تین بار سے زیادہ دھونا۔

(وضو کے پانی کو اعضاء سے خشک نہیں کرنا چاہیے) البتہ یہ نیت ہو کہ ان پر گرد جم جائے گی یا پانی کا اس لئے صاف نہ کرنا کہ اس عبادت کا اثر دیر تک قائم رہے تو یہ دونوں طرح درست و جائز ہے اور ان دونوں صورتوں میں فضیلت منقول ہے مٹی کے برتن سے وضو کرنا لوہے (یا پلاسٹک) کے لوٹے کی نسبت بہتر ہے۔ اس لئے کہ یہ عمل انکساری و عاجزی پر دلالت کرتا ہے۔

فصل ۴: آداب و مسائل غسل؟

واضح ہو کہ جس شخص نے جماع کیا یا احتلام سے منی خارج ہوئی گو بیداری یا خواب کی حالت ہی کیوں نہ ہو یا بلا جماع انزال ہو گیا تو اس پر غسل کرنا فرض ہے۔ غسل میں فرض یہ ہے کہ تمام بدن کو دھویا جائے اور پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچائے جنابت کے دور کرنے کی نیت ہو۔ غسل کا مسنون طریقہ یہ ہے۔

دل ہی دل میں پہلے بسم اللہ پڑھے۔ تین بار ہاتھ صاف کرے۔ پھر جسم کے ہر اس حصے کو صاف کرے جہاں نجاست لگی ہے۔ جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا اسی سنت طریقہ پر وضو بنائے (پھر سارے بدن پر پانی بہائے) جب غسل سے فراغت پائے تو پاؤں دھونے میں معمولی سی تاخیر کرے اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ تین بار دائیں طرف اور تین بار بائیں طرف پانی بہائے نیز جہاں تک پانی

marfat.com

پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرے تا کہ فرض کی تکمیل ہو سکے ہاں ہاتھوں کو شرمگاہ سے بچائے رکھے۔

فصل ۵: آداب و مسائل تیمم

جو کوئی شخص پانی نہ پائے یا پانی ہے لیکن اتنی مقدار میں ہے کہ اپنے احباء و رفقاء کے ساتھ پینے تک محدود ہے یا پانی ایسے مقام پر ہے کہ وہاں سے لایا نہیں جا سکتا کیونکہ اس راستے میں درندے یا دشمن کا خوف ہے۔ پانی کسی اور کی ملکیت ہے اور وہ زیادہ قیمت لئے بغیر دیتا نہیں یا وہ شخص بیماری اور زخمی ہونے کے باعث پانی استعمال کرے گا تو اس کی بیماری کے بڑھ جانے کا خطرہ ہے پس ایسے شخص کو چاہیے کہ صبر کا دامن ہاتھ میں لے اور جب نماز کا وقت آئے تو پاکیزہ جگہ تلاش کر کے دونوں ہاتھوں کو مٹی پر اس طرح مارے کہ مٹی گرد اڑنے لگے پھر انگلیوں کو آپس میں ملنے نہ دے اور نماز کے مباح ہونے کی نیت کرے پھر تمام چہرے پر دونوں ہاتھوں کو اچھی طرح ملے اور یہ قطعاً نہ سوچے کہ مٹی اس کے بالوں میں پہنچ جائے گی (یا چہرے پر نظر آئے گی اس کی بالکل پرواہ نہ کرے) اگر انگوٹھی (کھڑی یا زیور) وغیرہ پہن رکھی ہے تو اسے اتار دے۔

دوسری بار اسی طرح دونوں ہاتھوں کو پاک مٹی پر مارے اور دائیں ہاتھ کی انگلیوں کی پشت بائیں ہاتھ کے روبرو رکھ کر دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے لے کر کہنیوں تک پھیرے پھر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی دائیں کلائی پر پھیرے پھر بائیں ہاتھ کا انگوٹھا داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کی پشت پر پھیرے اسی طرح دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر پھیرے پھر دونوں ہتھیلیوں کو آپس میں ملائے پھر انگلیاں انگلیوں میں ڈال کر جیسے خلال کیا جاتا ہے اچھی طرح ملے۔ اگر ایسا کیا تو ایک ہی ضرب کافی ہے بالفرض اگر یوں نہ ہو پائے تو اور ضرب مارے ایسے کہ کہنیوں تک تمام ہاتھ کو مٹی لگ جائے اس تیمم سے صرف ایک نماز فرض ادا ہو گی البتہ سنتیں جتنی چاہے پڑھ سکتا ہے لیکن دوسری نماز (یا قضا نماز) کے لئے از سر نو تیمم کرنا لازمی ہے۔

تیسری قسم: طہارت فضلات جسمانی؟

اس کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ سر اور داڑھی کے بالوں کو میل کچیل سے صاف کرنا زور سے کنگھی پانی مٹی (صابن) یا گرم پانی سے دور کیا جا سکتا ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر و حضر میں کنگھی کو کبھی جدا نہ کیا اور انسان کا اپنے آپ کو ہمیشہ میل کچیل سے پاک رکھنا سنت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہے۔

دوسری وہ میل جو آنکھوں کے گوشے میں اکٹھی ہو جاتی ہے اسے وضو کرتے وقت انگلی سے دور کرنا چاہیے اور جو میل کانوں میں جمع ہو جائے اسے (حمام) غسل خانے سے باہر نکل کر صاف کر لینا چاہیے ناک کے اندر اور دانتوں پر جو زردی تہ یا جھلی سی جمع ہو جاتی ہے اسے مسواک (ٹوتھ پیسٹ، منجن وغیرہ) کلی یا غرغرہ سے صاف کیا جانا چاہیے۔

اور وہ میل کچیل جو انگلیوں کے جوڑوں، پاؤں یا ایڑی کی لکیروں اور ناخنوں میں پھنس یا بدن کے ساتھ چپک جاتی ہے ان تمام کو زائل کرنا بھی سنت ہے۔

marfat.com

تنبیہ

واضح ہو کہ بدن میں کہیں میل کچیل ہو اور وہاں تک پانی پہنچنے میں کوئی مانع نہیں ہے تو طہارت باطل نہیں ہو گی۔ البتہ جب ناخنوں میں خلاف معمول بہت سی میل جم جائے تو اسے غسل کرنے سے پہلے نکال لینا چاہیے اس لئے کہ وہ پانی کو جلد تک پہنچے میں مانع ہو گی ایسی میل کو گرم پانی سے (جہاں ممکن ہو) حمام (یا گھر میں) اچھی طرح صاف کرنا سنت ہے۔

فصل: حمام میں غسل کے آداب

واضح ہو کہ جو بھی شخص حمام میں طہارت کے لئے جائے اس پر چار چیزوں کو ملحوظ رکھنا واجب ہے اور اس میں دس سنتیں ہیں۔ واجبات میں تو دو کا تعلق اس کی شرم گاہ سے ہے کہ ناف سے زانو تک لوگوں کی نگاہ سے ستر عورت یعنی شرمگاہ کو محفوظ رکھے اور بدن کو ملتے وقت ہاتھوں کو بھی مس کرنے سے بچانے کی کوشش کرے۔ اس لئے کہ ہاتھوں سے اسے چھ کرنا (چھونا) دیکھنے سے بھی زیادہ برا ہے۔ اسی طرح اپنی آنکھوں کو دوسروں کی شرمگاہ پر نہ پڑنے دے اور اگر کسی کو ننگا دیکھے تو اسے فوراً ڈھانپنے کا حکم دے اور کسی ملامت وغیرہ کا خوف نہ رکھے اس لئے کہ نہ روکنے کی صورت میں ایسے ہی ہے جیسے اس نے خود جرم کا ارتکاب کیا پھر تو وہ حمام سے گناہ لئے ہی باہر آئے گا۔

حکایت: سیدنا فاروق اعظم اور حمام؟

بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سیدنا عمر ابن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حمام میں اپنا منہ دیوار کی طرف کئے آنکھوں پر پٹی باندھے بیٹھے ہوئے تھے سبحان اللہ! کیا احتیاط تھی!! (مگر آج کل تو حمام عورتوں کی ننگی اور گندی تصاویر سے سجے ہوتے ہیں اور بدقماش اور شہوت زدہ جوانوں کی نگاہ ان پر جمی ہوتی ہیں اس کے علاوہ پارک اور کھیل کے میدان، ریس کورس اور شہروں کے درمیان گزرنے والی نہروں اور نہانے کے تالاب، ٹی وی، وی سی آر، ویڈیو اور نہ جانے اور کون کون سے فتنے ابھی ظہور پذیر ہوں گے جہاں ننگے ناچ پتلی کے تماشوں کو مات کر رہے ہیں۔ سبھی ایسی قباحتوں کا مرکز بن چکے ہیں" حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ایسی صاحب بصیرت وفراست شخصیت آج ہوتی تو قوم کی کس رنگ میں رہنمائی فرماتی آج ہم لوگ کیسی کیسی آزمائشوں سے گزر رہے ہیں الامان والحفیظ بس بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں استغاثہ ہی پیش کیا جا سکتا ہے۔

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے — امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
گھیرے ہیں بحر عصیاں میں گرفتار مصائب ہیں — ہمیں اس قید سے للہ چھوڑا دو یا رسول اللہ

(تابش قصوری)

عورتوں پر بھی یوں ہی واجب ہے مگر حمام میں ان کا جانا تو بالکل ممنوع ہے سوائے کسی انتہائی مجبوری کے۔ اگر مرد کو حمام میں جانا پڑے تو وہ جانے سے پہلے اس طرح نیت کرے کہ وہ طہارت جو سنت ہے اس کی بجا آوری کے لئے حمام میں جا رہا ہے۔ تاکہ اپنے آپ کو عبادت کے لئے آراستہ کر سکے محض نمائش مقصود نہ ہو حمام کی اجرت حمام کے مالک کو نہانے سے قبل ادا کرے تاکہ اس کا پانی

marfat.com

استعمال کرتے وقت اسے راحت دل محسوس ہو کہ اسے وقت پر اجرت ہاتھ لگی حمام کے داخلہ کے وقت یہ دعا پڑھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم اعوذ باللہ من الرجس النجس الخبیث المبحث الشیطن الرجیم ۔اللہ کے نام سے شروع جو نہایت رحمٰن ورحیم ہے میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود خبیث واخبث سے جو ناپاکی اور نجس کی طرف لے جاتا ہے۔

شیطان کا ٹھکانہ؟

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ رقم طراز ہیں۔ ''چہ گرمابہ جائے شیطان است بس جہد کند کہ گرمابہ خالی کند یا وقتے برود کہ حالی تر بود' (مذکورہ بالا دعا اس لئے مانگے) کہ حمام شیطان کا ٹھکانہ ہے۔اس لئے وہاں جانا پڑ جائے تو ایسے وقت جائیں کہ وہ خالی ہو۔ انتظار کرلیں کہ خالی ہو جائے حمام کے گرم مقام پر اس وقت تک نہ جائیں جب تک پسینہ خشک نہ ہو جائے۔اور جب نہانے لگے تو دیر نہ لگائے اور نہ ہی ضرورت سے زیادہ پانی استعمال کرے تا کہ صاحب حمام کو گراں نہ گزرے حمام میں داخلہ کے وقت سلام نہ بلائے البتہ اگر کوئی اس کی طرف ہاتھ بڑھائے تو اس سے مصافحہ کرلے۔ بالفرض کوئی سلام بلائے تو خاموش رہے یا یوں جواب دے بلکہ'' عَافَاکَ اللہ' 'اور زیادہ کوئی بات نہ کرے۔اگر قرآن پڑھے تو آہستہ ہاں اگر شیطان سے پناہ مانگے تو بیشک وہ کلمات خوب آواز سے ادا کرے۔

بوقت غروب آفتاب' مغرب اور عشاء کی نمازوں کے دوران حمام میں نہ جائے کیونکہ شیاطین ان اوقات میں زیادہ حملہ آور ہوتے ہیں۔ جب حمام کے گرم خانے میں جائے تو نار جہنم کو یاد کرتے ہوئے پناہ مانگے ضرورت سے زیادہ ایک سیکنڈ بھی نہ بیٹھے اور تصور کرے کہ زندان جہنم میں بیٹھنا کس قدر تکلیف دہ امر ہے۔ بلکہ عقلمند تو وہی شخص ہے کہ ہر چیز کو دیکھتے ہوئے احوال آخرت کو پیش نظر رکھے۔

یعنی اندھیرا چھا جائے تو قبر کی تاریکی کو یاد کرے سانپ دیکھ پائے تو دوزخ کے سانپوں کا خیال لائے۔اگر کوئی بدصورت سامنے آئے تو منکر نکیر اور دوزخ کے فرشتوں کا تصور کرے۔ ہیبت ناک سنائی دے تو صور اسرافیل کی پھونک یاد آئے۔اگر عزت یا ذلت کا سامنا کرنا پڑے تو قیامت کے دن کی عزت وشرمساری کو سامنے رکھے۔

شرعی سنتیں تو یہی ہیں تاہم از روئے طب بھی کہا گیا ہے کہ ہر ماہ ایک مرتبہ چونا استعمال کرنا مفید ہے۔ جب حمام سے باہر آنے لگیں تو پاؤں پر ٹھنڈا پانی ڈالا جائے۔تا کہ بدن پر گرمی سے نکلنے والے دانوں سے بچا جا سکے اور نقرس (دردسر) نہ ہونے پائے سر پر ٹھنڈا پانی نہ ڈالا جائے۔حمام سے گھر آتے ہی گرمی کے موسم میں استراحت کرے کہ یہ نیند اس کے لئے روح پرور شربت کی مانند نفع بخش ہے۔

فصل: (طہارت فضلات جسمانی نمبر۲)

طہارت فضلات جسمانی کی دوسری قسم' سات اقسام پر مشتمل ہے۔

۱- سر کے بالوں کا کٹوانا یا منڈوانا بیان کرتے ہیں کہ سر کے بالوں کا منڈوانا بہت اچھا ہے اور نظامت کے قریب تر ہے۔ہاں اہل

marfat.com

شرف کے لئے منڈوانا ضروری نہیں ہے نیز تھوڑے تھوڑے سے بال (سائیڈوں سے کٹوانا جیسے آج کل انگلش ماڈل صورتیں سامنے آچکی ہیں) کٹوانا یا فوجیوں کی سی کٹنگ کرانا اور بالوں کو پریشان و پراگندہ چھوڑ دینا مکروہ اور ممنوع ہے۔

۲- مونچھیں لبوں کے برابر رکھنا سنت ہے اور بہت زیادہ بڑھانا ممنوع ہیں۔

۳- بغل کے بالوں کا چالیس دن کے اندر اندر صاف کرنا سنت ہے اگر بال اکھیڑنے ہوں تو ابتدا ہی اس عمل کو بروئے کار لانا چاہیے تاکہ عادت بن جائے اور اکھیڑنے میں تکلیف نہ ہو ورنہ منڈوانا ہی اچھا ہے۔

۴- شرمگاہ کے بالوں کا صاف کرنا یا چونا لگا کر اکھیڑنا سنت ہے اور چالیس دن کے اندر اندر مونڈیں کیونکہ تاخیر کرنا سخت ممنوع ہے۔

۵- ناخن کاٹنا تاکہ میل کچیل نہ پھنسے البتہ ناخن کی میل طہارت کو باطل نہیں کرتی۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لوگوں کے ناخنوں میں میل دیکھ کر ناخن کٹانے کا حکم فرماتے۔ لیکن نماز کی قضا کا فرمان نہ ہوتا حدیث شریف میں ہے کہ بڑھے ہوئے ناخن شیطان کی آماجگاہ ہیں جب ناخن کٹوانے لگیں تو مناسب ہے بڑی انگلی سے شروع کریں ہاتھ پاؤں سے افضل ہیں اور دونوں ہاتھوں میں دایاں ہاتھ افضل ہے' اور شہادت کی انگلی دوسری انگلیوں پر فضیلت رکھتی ہے۔ لہٰذا ناخن کاٹتے یا کٹواتے وقت دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے شروع کریں۔ اور پھر اسی طرح بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے ناخن صاف کئے جائیں (اور یہ بھی طریقہ اپنایا جا سکتا ہے) دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا حلقہ سا فرض کیا جائے پھر دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے کاٹنا شروع کریں تا آنکہ چھنگلیہ تک آئیں' پھر بائیں چھنگلیہ سے شروع کریں اور انگوٹھے پر ختم کریں۔

- ناف کا بچے کی ولادت کے وقت کاٹنا۔
- ختنہ کرنا۔

مسئلہ: داڑھی کی مقدار؟

داڑھی لمبی ہونے لگے تو جائز ہے کہ ایک قبضہ (مٹھی بھر) سے زائد کاٹ دیں تاکہ حد سے زیادہ نہ بڑھنے پائے حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تابعین کی ایک جماعت کا یہی معمول تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ داڑھی کو کھلا چھوڑ دینا چاہیے۔ بہر حال داڑھی کے بارے دس باتیں مکروہ ہیں۔

سیاہ خضاب لگانا کر مکروہ ہے۔ کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ خضاب اہل نار اور کفار کا ہے۔ سب سے پہلے اسے فرعون نے استعمال کیا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قرب قیامت ایک ایسی قوم کا ظہور ہوگا جو سیاہ خضاب استعمال کرتی ہوگی اور انہیں بہشت کی خوشبو تک نصیب نہ ہوگی یوں ہی حدیث شریف میں ہے بدترین بوڑھے ہیں جو اپنے آپ کو جوان بنانا چاہتے ہیں اور بہترین وہ نوجوان ہیں جو اپنے آپ کو بوڑھوں کی طرح بناتے ہیں۔ اسی بنا پر سے منع کیا گیا ہے یہ غلط مقصد کے لئے تلبیس ہے۔

ایک قسم سرخ اور زرد خضاب کی ہے اور اسے اگر غازی اس نیت سے لگائیں کہ کفار دیکھ کر مرعوب ہوں اور وہ غازیوں کو کمزور اور

marfat.com

بوڑھا تصور نہ کریں۔ تو یہ سنت ہے اس بنا پر تو علماء کرام نے سیاہ خضاب کو جائز قرار دیا ہے۔ مگر یہ مقصد نہ ہو تو محض فریب ہے تو جائز نہیں ہوگا۔

۳- نیز یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ داڑھی کو گندھک (یا کسی اور دوائی سے) سے جوانی کے عالم میں سفید کیا جائے تا کہ لوگ بزرگ سمجھ کر تعظیم و تکریم کرنے لگیں تو اسے محض بے وقوفی قرار دیا جائے گا۔ اس لئے کہ تعظیم و تکریم اور ادب و احترام تو علم و عقل سے ہوتی ہے۔ نہ کہ بوڑھے پن اور جوانی سے۔

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرمان وصال پہنچا تو اس وقت آپ کے بیس بال بھی سفید نہیں تھے (اس لئے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ڈاڑھی کو مہندی لگانا سنت ہے محض خیال باطل ہے حضرت ر عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کو اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ نے اس لئے سفید ہونے سے محفوظ رکھا تا کہ امہات المومنین ازواج رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) کے حاشیہ خیال میں بھی نہ آئے کہ ہمارے سرتاج ضعیف ہو گئے ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے کسی بھی وصف میں کمزوری کا اظہار کرنا ایمان سے ہاتھ دھونا ہیں لہٰذا امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ایمان کی حفاظت وحیانت کے لئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کو سفیدی سے بچائے رکھا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ کیا شان ہے امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ایمان کی)

(تابش قصوری)

۴- داڑھی سے سفید بالوں کو نوچنا اور بڑھاپے کو باعث عار تصور کرنا محض جہالت ہے۔ یہ تو ایسے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نور کو باعث ننگ سمجھنا۔

۵- خواہشات نفسانیہ کو بروئے کار لاتے ہوئے آغاز سے ہی داڑھی کے بالوں کو اس غرض سے نوچتے رہنا کہ داڑھی محسوس ہی نہ ہو تو یہ بھی جہالت ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے تو یوں بھی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں۔

سبحان من زین الرجال باللحی والنساء بالذوائب پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھی سے اور عورتوں کو زلفوں (گیسوؤں سے) آراستہ فرمایا۔

۶- داڑھی کو یوں جڑوں سے یوں صاف کرتے یا کراتے رہنا کہ ان کا چہرہ کتوبر کی دم کی طرح صاف و شفاف نظر آئے تا کہ دیکھنے میں عورتوں کو خوبصورت معلوم ہو اور وہ ان کی طرف رغبت ظاہر کریں (یہ بھی مکروہ و ممنوع ہے)

۷- سر کے بالوں کو داڑھی سے بھی لمبا کر دیا جائے تا کہ زلفیں کبھی کانوں کے نرمہ تک اور کبھی کانوں سے نیچے تک لہراتی رہیں اور اسے صوفیوں کی عادت قرار دیں۔

۸- داڑھی کی سیاہی و سفیدی کو نگاہ تعجب سے دیکھیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات قطعاً پسند نہیں کہ اپنے آپ کو استعجابی نظروں سے دیکھا جائے۔

۹- داڑھی میں کنگھی سنت کی بجا آوری کی بجائے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے کی جائے۔

marfat.com

۱۰۰- داڑھی کو پراگندہ اور الجھا ہوا چھوڑے رکھنا تا کہ لوگ اسے پہنچا ہوا (مرد خدا) تصور کریں کہ (یہ تو عبادات میں مصروف ہے) کنگھی کرنے کی بھی اسے فرصت نہیں۔ یا اس سے بے ہی بے نیاز؟ الغرض احکام طہارت میں انہی کلمات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

فضائل و مسائل نماز

سید العبادات

واضح ہو کہ نماز دین کا ستون دین اسلام دین کی بنیاد اور تمام عبادتوں کی سردار ہے جو بھی مسلمان نماز پنجگانہ کو جو فرض ہے۔ تمام شرائط کی بجا آوری اور وقت کی پابندی کے ساتھ ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس کے ساتھ وعدہ ہے کہ وہ امن و امان میں رہے گا اور اللہ تعالیٰ کی اسے نصرت تائید حاصل رہے گی اور جب ہر قسم کے کبیرہ گناہوں کے ارتکاب سے کنارہ کشی اختیار کرے گا تو دیگر گناہوں کے لئے یہ پانچوں نمازیں کفارہ بن جائیں گی۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نماز پنجگانہ کی مثال ایک صاف و شفاف نہر کی سی ہے۔ جو کسی کے گھر کے دروازے پر سے گزر رہی ہے اور وہ شخص روزانہ اس نہر سے پانچ مرتبہ نہاتا ہے۔ تو کیا یہ ممکن ہوگا کہ اس پر میل کچیل کا اثر رہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہرگز ہرگز نہیں۔ ارشاد ہوا یوں ہی یہ پانچ نمازیں بھی گناہوں کی میل کچیل کو اسی طرح بہالے جاتی ہیں جیسے پانی۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزید فرمایا نماز دین کا ستون ہے جس نے اس سے ہاتھ کھینچا اس نے اپنے دین کو برباد کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام عبادتوں میں افضل ترین عبادت کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا نمازوں کو وقت پر ادا کرنا۔

جنت کی کنجی

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نماز جنت کی کنجی ہے نیز فرمایا اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک ماننے کے بعد نماز سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب تر نہیں جو اپنے بندوں پر فرض قرار دی ہو۔ کیونکہ اس سے محبوب تر کوئی اور عبادت ہوتی تو فرشتوں کو اسی کا حکم دیتا۔ فرشتے کئی قیام میں کئی رکوع میں کئی سجود میں اور کئی قعود میں مصروف رہتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایک بھی نماز کو قصداً چھوڑا تو کافر ہوا (یعنی اس نے نماز کے فرض ہونے کا انکار کیا) یعنی وہ ایمان کی تباہی بربادی کے قریب پہنچ گیا جیسے لوگوں کا مقولہ ہے جس کا جنگل میں پانی ضائع ہوا وہ ہلاک ہوا۔ یعنی خطرے میں گر گیا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا روز قیامت نمازوں کو ان کی شرائط کے مطابق پرکھا جائے گا۔ اگر قواعد و ضوابط کے مطابق ادا کی ہوئی ہوں گی تو قبولیت پائیں گی اور دوسرے اعمال اس کے تابع ہوں گے اور وہ جیسے بھی ہوئے (بوسیلہ نماز) قبول کئے جائیں

marfat.com

گے لیکن نماز کو ناقص پایا گیا تو دوسرے اعمال اس کے منہ پر مارے جائیں گے۔

عمدہ طہارت کا صلہ

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور وقت پر نماز ادا کرے رکوع و سجود اچھی طرح بجالائے نیز دلی طور پر خضوع و خشوع اور عجز و انکساری کے ساتھ نماز ادا کرے تو اس کی نماز عرش منور تک رسائی حاصل کر لیتی ہے اور پھر از خود اپنے نمازی کے لئے دعا مانگتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنی نگاہ کرم میں رکھے جیسے تو نے میری حفاظت کی۔ اور جو کوئی بے وقت نماز کرتا ہے وضو درست نہیں کرتا رکوع و سجود اور خضوع و خشوع کو کما حقہ بجا نہیں لاتا' اس کی نماز آسمان تک جاتے جاتے سیاہی رنگ بدل جاتی ہے اور پکارتی ہے اللہ تعالیٰ تجھے ایسے ہی نظر رحمت سے محروم رکھے جیسے تو نے میرے ساتھ سلوک کیا اور وہ اسی طرح کراہتی رہتی ہے جب تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ پھر اس نماز کو بوسیدہ اور گندے کپڑوں میں لپیٹ کر اس نمازی کے منہ پر مار دیتے ہیں۔

نماز کی ظاہری کیفیت؟

واضح ہو کہ ظاہری طور پر نماز کی صورت ایک جسم کی مانند ہے اور اس کی حقیقت و اسرار بھی ہیں جو روح نماز ہے یہاں ہم ظاہری نماز کے بارے گفتگو کریں گے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ جب آدمی جسمانی' طہارت اور ستر کو پوشیدہ کرے تو اسے چاہیے کہ پاک جگہ پر قیام کر کے منہ قبلہ شریف کی طرف کرے دونوں پاؤں کے درمیاں چار انگلیوں کی مقدار فاصلہ رکھے اور کمر سیدھی رکھے (بشرطیکہ کوئی عذر لاحق نہ ہو) نگاہیں سجدہ گاہ پر جمائے ادھر ادھر نہ پھیرے۔ جب اچھی طرح کھڑا ہو جائے تو کہے قل اعوذ برب الناس (الخ) تا کہ شیطان کو اپنے قرب سے بھگا سکے۔ اگر وہ گمان کرتا ہے کہ اور نمازی بھی وہاں آ سکتے ہیں تو اذان کہے ورنہ اپنی ذات پر اعتماد کرتے ہوئے قیام پر اکتفا کرے اور دل سے نماز کی نیت کرے (اور زبان پر خاموشی سے) یوں کہے کہ میں فلاں وقت یا ظہر وغیرہ نماز کی نیت کرتا ہوں اور زبان سے کہے ہوئے الفاظ کے معانی جب دل میں راسخ ہو جائیں تو ہاتھ اٹھاتا ہوا کانوں کے برابر لے جائیں اس طرح کہ انگلیوں کے سرکانوں اور انگوٹھے کا سرا کانوں کے نرمہ کے برابر ہو اور ہتھیلیاں کندھوں کے متوازی ہوں جب اس طرح قیام پذیر ہو تو (تکبیر تحریمہ) اللہ اکبر کہے اور دونوں ہاتھوں کو سینے کے نیچے (یعنی ناف پر باندھ لے) دایاں ہاتھ بائیں کے اوپر رکھے اس طرح کہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو بائیں ہاتھوں کی کلائی کی پشت پر رکھے اور باقی انگلیوں سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو حلقہ میں لے نیز ہاتھوں کو نیچے نہ لائے (خیال ہے کہ شوافع کے نزدیک ہاتھوں کا نماز میں سینے پر باندھنا ہے جب کہ احناف کے ہاں ناف یا ناف کے نیچے باندھنا ہیں۔ (تابش قصوری) بلکہ اوپر سے ہی سینے پر باندھ لے کہ اصح یہی ہے اور ایسی صورت میں ہاتھوں کو جھٹکا دے کر سینے پر نہ رکھے اور نہ ہی آگے پیچھے کی طرف لے جائے (جیسے عموماً لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ جب وہ کانوں تک ہاتھ کر نیچے لاتے ہیں تو کھلا چھوڑ دیتے ہیں جیسے پریڈ کی جاتی ہے ایسے ایک دو مرتبہ حرکت دے کر سینے یا ناف پر باندھتے ہیں یہ عادت نامناسب ہے (تابش قصوری)

پھر سکون سے تکبیر تحریمہ کہے مگر مبالغہ نہ کرے یعنی کلمہ اللہ اکبر کہتے ہوئے اتنا لمبا نہ لے جائے کہ اس میں واو کی آواز پیدا ہو یا کلمہ

marfat.com

اکبر کی با کو خوب لمبا کرے کہ کلمہ ب کے ساتھ الف سنائی دے جیسے عام لوگ اللہ اکبار کہہ دیتے ہیں یہ تمام افعال وسوسہ کے شکار اور جہلا سے سرزد ہوتے ہیں بلکہ ان سے ان کا ظہور ہونا بھی چاہیے جس طرح نماز کے علاوہ یہ کلمات عموماً روا جا بلا تکلف بولے جاتے ہیں ویسے ہی نماز میں بھی کہہ دیتے ہیں۔

جب ہاتھ باندھ لئے جائیں تو کہیں اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ۝ پھر اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ کہتے ہوئے یہ ثنا پڑھے۔ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ ۝

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بعدہ سورۂ فاتحہ پڑھیں اور جہاں تشدید ہو اسے پوری خوبصورتی سے پڑھا جائے اور حروف میں مبالغہ بالکل نہ کرے کہ الفاظ بگڑے اور پریشان محسوس ہوں ظ، ض، (ذ، ز) کے درمیان مخرج کا پوری طرح لحاظ رکھے اگر ممکن نہ ہو تو مباح ہے (مگر قصداً مخارج کو ترک کرنے والا قرآن کی تحریف کا مرتکب ہوگا) جب سورۂ فاتحہ مکمل پڑھ چکیں تو امین کہیں مگر باقاعدہ آیات کے تسلسل کے ساتھ نہیں بلکہ معمولی سا توقف کرے پھر آمین کہی جائے بعدہ قرآن پاک کی کوئی سی سورت جہاں تک ممکن ہو پڑھے۔

نماز فجر، مغرب اور عشاء کی پہلی دو دو رکعت میں امام اونچی قرات کرے بشرطیکہ اس کے پیچھے مقتدی ہوں (اگر نمازی اکیلا ہے خواہ امام مسجد ہی کیوں نہ ہو اسے ان نمازوں میں قرات کا اختیار رہے اونچی پڑھے یا آہستہ (کمال تال الحنفیہ)

پھر رکوع کی تکبیر کہے پہلی تکبیر تحریمہ کی طرح کہے مگر اسطرح کے قرات کے آخری کلمات اور تکبیر کے درمیاں تسلسل نہ ہونے پائے پھر رکوع میں جائے اور دونوں ہاتھ کی ہتھیلیوں کو زانو پر رکھے اور انگلیاں قبلہ رخ اور کھلی ہوں زانو کو زانو سے نہ ملائے بلکہ سیدھا رکھے نیز پشت اور سر کو ہموار رکھے کہ لام (ل) کی شکل محسوس ہو دونوں بازو پہلوؤں سے دور رکھے مگر عورت اس کے برعکس اپنے بازو پہلوؤں سے ملائے جب رکوع میں اس طرح صحیح صورت بنالے تو تین بار یہ تسبیح پڑھے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ اگر امام نہیں منفرد ہے تو سات سے دس بار تک کہہ سکتا ہے (امام ہے تو اسے مقتدیوں کی رعایت کرتے ہوئے تین بار سے زائد کہنا مناسب نہیں کہ بوڑھے اور کمزوروں نیز بیماروں اور مسافروں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے) (تابش قصوری) پھر رکوع سے قومہ کی طرف آئے اور سیدھا کھڑا ہو جائے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور قومے میں یہ پڑھے رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مِلَاءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلَاءَ الْاَرْضِ وَمِلَاءَ مَاشِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ نیز فجر کی دوسری رکعت میں بعد از رکوع قومہ میں دعائے قنوت پڑھ کر تکبیر کہتے ہوئے سجدے میں جائے جو عضو زمین سے نزدیک ہے وہ پہلے رکھے یعنی پہلے زانوں پھر ہاتھ نازک پھر ماتھا سجدہ کی جگہ زمین پر رکھے اور دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر انگلیاں کھلی، کلائیاں اور بازو زمین پر پیوستہ نہ کرے پہلو ران اور پیٹ ایک دوسرے سے کشادہ رکھے لیکن عورت تمام اعضا ملا کر رکھے پھر کہے تین بار سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ کہے اکیلے ہو تو زیادہ بار پڑھے پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدے سے اٹھے اور بائیں پاؤں پر بیٹھ جائے دونوں ہاتھ دونوں زانوؤں پر رکھ کر پڑھے رب اغفرلی وارحمنی وارزقنی واھدنی واعف عنی و عافنی

پھر دوسرا سجدہ کر کے معمولی سا بیٹھ کر تکبیر کہتے ہوئے کھڑا ہو کر پہلی رکعت کی طرح دوسری رکعت شروع کرے الحمد شریف سے پہلے تعوذ و تسمیہ پڑھ سکتا ہے۔

marfat.com

جب دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہو تو بائیں پاؤں پر تشہد کے لئے بیٹھ جائے جس طرح جلسہ (یعنی دونوں سجدوں کے درمیان) بیٹھا تھا اسی طرح دونوں ہاتھ زانوؤں پر رکھے لیکن داہنے ہاتھ کی انگلیوں کو بند کر لے اور شہادت کی انگلی کو سیدھی چھوڑے پھر جب کلمہ شہادت پڑھے تو الا اللہ کہتے ہوئے انگلی کا اشارہ کرے لا الٰہ پر اشارہ نہ کرے انگوٹھے بھی اگر چھوڑ دے تو صحیح ہے پہلے تشہد میں اللھم صلی علی محمد وعلیٰ آل محمد کہہ کر اٹھے اور دوسرے تشہد میں درود شریف اور مشہور دعائیں پڑھ کر کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ اور دائیں طرف سلام کے وقت منہ اس طرح پھیرے کہ جو بھی مقتدی اس کے پیچھے دائیں طرف ہو اس کا تقریباً نصف چہرہ نظر آ جائے پھر یوں ہی بائیں جانب سلام پھیرے اور دونوں سلاموں میں نماز سے باہر آنے کی نیت ہو اور یہ بھی نیت میں شامل ہو میں مقتدیوں اور فرشتوں کو سلام کہہ رہا ہوں۔

فصل: مکروہات نماز

درج ذیل کام نماز میں مکروہ ہیں بھوک' پیاس اور غصے کی حالت میں نماز ادا کرنا قضائے حاجت کے باوجود نماز میں مشغول ہونا نیز ہر ایسے شغل کے وقت جو نماز میں خضوع وخشوع سے دور رکھے نماز میں پاؤں کو حرکت دیتے رہنا یا ایک پاؤں کو اٹھا لینا سجدے میں پاؤں کی انگلیوں پر بیٹھنا دونوں چوتڑوں پر بیٹھنا دونوں زانوں سینہ تک لانا' ہاتھوں کو کپڑے کے نیچے اور آستین میں (بلاوجہ) چھپا رکھنا سجدے کے وقت کپڑے کو آگے پیچھے سے سمیٹنا کپڑے کے نیچے سے کمر باندھنا اور ہاتھ چھوڑنا ادھر ادھر جھانکنا' انگلیاں چٹخانا' بدن کھجلانا' جماہی لینا' ڈاڑھی کے بالوں سے کھیلنا' سجدے کے لئے کنکریاں ہٹانا' سجدے کی جگہ پھونکوں سے صاف کرنا' انگلیاں ملا کر رانوں پیٹھ ٹیڑھی کرنا۔

الغرض نماز میں آنکھ' ہاتھ' پاؤں بلکہ سبھی اعضاء ادب سے مشغول نماز ہوں۔ تاکہ نماز احسن طریقہ سے ادا ہو سکے اور زاد آخرت بننے کے لائق ہو ارکان نماز جو بیان ہوئے ان میں چودہ فرض ہیں۔

نیت کرنا' پہلی تکبیر کہنا' قیام' فاتحہ' رکوع اور اس میں تعدیل وسکون قومہ' اور اس میں وقفہ آرام' جلسہ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا' سجدہ اور سجدہ میں سکون آخری تشہد' رسول کریم پر درود شریف پڑھنا اور سلام پھیرنا۔

جب سلام پھیرا اور اتنی باتوں کو ملحوظ رکھا تو نماز صحیح ہو گئی گویا کہ تلوار اس کے ہاتھوں سے نہ چھوٹی تاہم قبولیت خطرے سے پاک نہیں ہے اس کی مثال یوں سمجھئے جیسے کوئی شخص بادشاہ کی خدمت میں ایسی کنیز تحفۃً پیش کرے جس کے ہاتھ' پاؤں' ناک' وغیرہ تو نہ ہوں مگر محض زندہ ہو تو بدیع امر ہے کہ وہ قابل قبول ہرگز نہیں ہو گی۔ (لہٰذا نماز کی ادائیگی میں تعدیل ارکان کا لحاظ بہت ضروری ہے تاکہ شرف قبول سے بہرہ مند ہو۔ (نوٹ) شوافع کا یہی طریقہ نماز ہے جبکہ احناف بعض امور میں ان سے مختلف ہیں چونکہ امام غزالی شافعی ہیں اس لئے انہوں نے وہی طریقہ نماز تحریر فرمایا جب کہ پاک وہند میں حنفیت ہی غالب ہے البتہ تھوڑی سی تعداد غیر مقلدین کی جو عموماً شوافع کے مسائل پر عمل کرتے ہیں مگر پھر بھی غیر مقلد کہلاتے ہیں ان کے لئے بہتر ہے

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا — سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

تابش قصوری

marfat.com

حقیقت وروح نماز

واضح ہو کہ پہلی چیز اذان ہے جو تجھ تک پہنچتی ہے۔ چاہیے کہ جیسے ہی اذان سنائی دے فوری طور پر جان و دل سے اس کی طرف متوجہ ہو اور جس کام میں مشغول ہے اسے ترک کر دے کیونکہ اولیائے سلف کا یہی معمول تھا۔ جیسے ہی اُن کے کانوں میں اذان کی آواز گونجتی اگر لوہار ہوتا تو اوپر اٹھایا ہوا ہتھوڑا اسی طرح واپس رکھ دیتا۔ قطعاً ضرب نہ لگاتا۔ موچی جوتا سیتے رک جاتا' اور بالکل ہاتھوں کو حرکت نہ دیتا وہ اذان کی آواز کو قیامت کی ندا تصور کرتے۔ اور مارے خوف کے نماز کے لئے چل پڑتے اور یہ گمان کرتے کہ جب ہم اس ندا کو بجالائیں گے تو سوائے خوشخبری اور بشارت کے روز محشر اور کوئی ندا نہیں سنیں گے۔

اگر تیرا دل بھی اذان کی آواز سن کر راحت و مسرت محسوس کرتا ہے اور نماز کی طرف راغب ہو جاتا ہے تو سمجھ لیجئے روز قیامت منادی کی ندا کو سن کر تجھے کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوگی بلکہ شاد و خرم ہوگا۔

راز طہارت

طہارت میں جو راز پوشیدہ ہیں وہ یہ ہے کہ تو اچھی طرح سمجھ لے لباس اور بدن کی پاکیزگی حقیقتاً غلاف کی پاکیزگی ہے اور اس طہارت کی روح' دل کی طہارت ہے جس سے توبہ ندامت پشیمانی اور اخلاق مذمومہ سے دل کو بچانا مراد ہے۔ دل ہی تو حق تعالیٰ کی نظرگاہ ہے اور یہی حقیقت نماز کا مقام ہے' جسم تو محض نماز کی صورت ہے۔

حکمت ستر پوشی؟

ستر پوشی یعنی شرم گاہ کا پوشیدہ رکھنا تا کہ تیرے لئے بظاہر جو چیز باعث ننگ و عار اور زشت و نازیبا ہے اسے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھا جائے اور اس کا اصلی راز تو یہ ہے کہ تیرے باطن میں جو بری اور نازیبا باتوں نے ٹھکانہ بنا رکھا ہے اسے نظر حق سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی جائے اور تجھے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے کوئی چیز پوشیدہ کی ہی نہیں جا سکتی۔

لہٰذا اس کا فقط یہی علاج ہے کہ اپنے باطن کو ہر برائی سے بچایا جائے گزشتہ خطاؤں کو پیش نظر رکھ کر ندامت و پشیمانی کا اظہار کیا جائے اور آئندہ کے لئے پختہ ارادہ کریں کہ پھر کبھی برائی کی راہ نہیں پڑے گا۔ اس لئے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسے ہی ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ۔ توبہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ اگر یہ ممکن نہیں تو کم از کم یہ تو کرہی چاہیے کہ ان پر ندامت' خجالت' خوف و عجز' شرم و حیا اور عاجزی و انکساری کے پردے ڈال دے۔ شکستگی' خستگی اور شرمساری کے ساتھ حق تعالیٰ کے حضور ایسے حاضر ہو جایئے جیسے کوئی بھاگا ہوا غلام' گناہ کے ارتکاب کے بعد نہایت نادم و شرمسار اپنے آقا کے پاس واپس آتا ہے اور اپنی جاں سوز خطاؤں کو محسوس کرتے ہوئے سر اٹھانے اور آنکھیں ملانے کی جرات نہیں کرتا۔

حکمت استقبال قبلہ

ظاہری طور پر تو یہی ہے کہ ظاہراً اپنے چہرے کو قبلہ شریف کی طرف پھیریں تا کہ ایک جہت متعین ہو جائے لیکن اس میں جو اسرار

marfat.com

پوشیدہ ہیں وہ کچھ اس طرح سے ہیں دل کے چہرے کو دارین کی نعمتوں سے موڑ کر ذات خداوندی کی طرف مستغرق ہو جایئے تا کہ ظاہر و باطن یکساں ہو جائیں۔ جس طرح ظاہری قبلہ ایک ہے باطنی قبلہ بھی اسی طرح صرف ایک ہی رہے اور وہ فقط ذات باری تعالیٰ ہے۔

نیز دل کو وسواس اور خیالات کی وادیوں میں لئے پھرنا ایسے ہی ہے جیسے نماز میں چہرے کو ادھر ادھر گھماتے رہنا۔ جس طرح نماز میں ادھر ادھر چہرے کو پھرنا آداب نماز کے خلاف ہے وہ نماز نماز ہی نہیں ایسے ہی دل کو خواہشات دینوی کی بھول بھلیوں میں رکھنا روح نماز اور حقیقت کے صلوۃ کے منافی ہے۔

اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز کے لئے کھڑا ہو اور اس کا منہ دل اور خواہش ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو تو جب وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوگا تو گویا وہ ایسے جیسے آج ہی اپنی والدہ کی گود میں آیا یعنی تمام گناہوں سے پاک ہو جا

پھر یقیناً سمجھے کہ جیسے ظاہری قبلہ سے چہرے کو پھیرنا نماز کو باطل کرنا ہے ایسے ہی اپنے دل کے چہرے کو ذات حق تعالیٰ کی جانب سے پھیر لینا اور دینوی امور کی طرف متوجہ ہو جانا نماز کی روح اور حقیقت کو باطل کرنا ہے اس لئے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھنا ہی اولی ہے اس لئے کہ ظاہر تو باطن کا محض غلاف ہے۔ اور مقصود تو وہ چیز ہے جو غلاف کے اندر ہے حالانکہ غلاف کی بنفسہ ہی چنداں ضرورت نہیں۔

حکمت قیام

نماز میں قیام فرض ہے کہ تو ظاہری طور پر اپنے آپ کو غلاموں کی طرح سر جھکائے کھڑا نظر آئے اور باطنی طور پر یہ ہے کہ تیرا دل ہر قسم کی حرکات و خیالات سے رک جائے اور تعظیم و تکریم خداوندی کیلئے پوری عاجزی و انکساری سے بندگی میں قائم رہے۔ پھر قیامت کے دن کا تصور کر کے اپنے اس مقام کو یاد کرے کہ اسے کس طرح اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جائے گا۔ جس وقت اس کی تمام پوشیدہ باتیں ظاہر ہوں گی اور اس کے تمام دفتر کھولے جائیں گے اور یہ بھی سمجھے کہ اس کی کوئی حرکت اور راز اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں اس کے تمام بھید اس وقت بھی اس پر اسی طرح ظاہر و آشکار ہیں جیسے روز قیامت ہوں گے اور جو کچھ بھی اس کے دل میں ہے اور تھا وہ بھی جانتا ہے دیکھتا ہے اور اس کی ہر ظاہری و باطنی کیفیت کا علم رکھتا ہے لیکن تعجب ہے۔ کہ اگر کوئی صالح نمازی کو دیکھتا ہے کہ یہ کیسے نماز ادا کر رہا ہے تو اپنے تمام اعضاء کو مودب بنا لیتا ہے۔ ادھر ادھر نہیں دیکھتا نماز میں جلدی کرنے اور دوسری طرف التفات سے شرم محسوس کرتا ہے اور جب تصور کرتا ہے کہ حق تعالیٰ میری طرف دیکھ رہا ہے تو اس سے اسے شرم تک نہیں آتی اور کوئی خوف طاری نہیں ہوتا اس سے بڑھ کر اور کیا حماقت ہو سکتی ہے کہ بندہ بیچارہ جو قطعاً کوئی اختیار نہیں رکھتا اس سے تو اتنی شرم کرے اس کے دیکھنے سے نماز باادب ادا کرے اور مالک الملوک سے ذرہ برابر نہ ڈرے اس کے دیکھنے کو کچھ بھی نہ سمجھے اسی لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے کیسے شرمانا چاہیے؟ آپ نے فرمایا جیسے صالح اور متقی سے اس کے گھر والے شرم کرتے ہیں یوں ہی اللہ تعالیٰ سے بھی شرم کرو۔ اور اسی تعظیم و تکریم کے پیش نظر اکثر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز میں ایسے پرسکون کھڑے ہوتے تھے کہ پرندے ان پر آ بیٹھے اور سمجھے کہ پتھر ہیں۔

جس کے دل میں عظمت خداوندی نے گھر بنا لیا۔ اسے سمیع و بصیر سمجھا اس شخص کا ہر ہر عضو خاشع و مؤدب ہو جاتا ہے اسی بناء پر

marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس کسی کو نماز میں داڑھی پر ہاتھ پھیرتا دیکھتے تو فرماتے اگر اس کا دل خاشع ہوتا تو اس کا ہاتھ بھی دل کی صفت پر ہوتا یعنی اس کے ہاتھ ہلانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔

حکمت رکوع وسجود

رکوع وسجود کے ظاہری معنی تو یہی ہیں کہ جسمانی طور پر بدن کے ذریعے عاجزی اور تواضع کا اظہار کیا جائے لیکن حقیقتاً عاجزی تو دل سے تواضع کا نام ہے اور جو شخص اس راز کو پالے کہ چہرے کا زمین پر رکھنا جو اعضائے بدن کا سب سے معزز اور اعلیٰ عضو ہے اس کا خاک پر رکھ دینا جس سے زیادہ حقیر و ذلیل اور کوئی چیز نہیں تو یہ حقیقت بھی پھر اس کے سامنے آئینہ ہو جاتی ہے کہ وہ از خود بھی تو خاک ہی کا پتلا ہے اور پھر اسے خاک ہی میں مل جانا ہے۔ لہٰذا یہ اصل (خاک) ایسی نہیں کہ جس پر اترایا جائے تکبر اور ناز کا اظہار کیا جائے بس اسی تصور ہی سے وہ اپنی ناکسی اور بیچارگی کی حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ پس ایسے ہی کام میں ایک بھید چھپا ہوا ہے۔ ایک راز اور ایک حقیقت نہاں ہے۔ جب انسان غفلت کے پردے ڈالے ہوئے نماز ادا کرے گا تو اسے ظاہری صورت کے علاوہ اور کچھ میسر نہیں آئے گا۔

حقیقت قرأت اور حکمت اذکار نماز

واضح ہو کہ ہر وہ کلمہ جو نماز میں پڑھا جاتا ہے وہ کسی نہ کسی حکمت و حقیقت پر مبنی ہے۔ اسے اچھی طرح جاننا چاہیے بلکہ پڑھنے والے کو اسی حقیقت کا اہل بن جانا چاہیے۔ تاکہ صادق کا مصداق ثابت ہو۔ مثلاً اللہ اکبر کے معانی ہیں اللہ تعالیٰ اس قدر بزرگ و برتر اور عظیم ہے کہ اسے عقل و معرفت کی کسوٹی پر نہیں رکھا جا سکتا۔ اگر نمازی ان معنوں کو نہیں سمجھتا تو وہ جاہل ہے اور اگر جانتا ہے تو اس کے دل میں کوئی ایسی چیز پائی جاتی ہے۔ جسے وہ اللہ تعالیٰ سے بھی بزرگ و برتر جانتا ہے۔ لہٰذا وہ صادق نہیں بس پھر یہی کہا جائے گا کہ بات تو اس کی سچی ہے لیکن یہ از خود عملاً سچا نہیں۔ اور جب وہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کسی اور کا طاعت گزار ہو تو وہ "اور" کو اللہ تعالیٰ کی بہ نسبت اسے بزرگ تر مانتا تو ثابت ہوا کہ اس کا معبود تو حقیقتاً وہی "اور" ہے جس کا وہ طاعت گزار بن چکا ہے جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے۔ اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰاهُ۔ (الجاثیہ ۲۳/۲۵ ☆ کیا تو نے اسے دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔

اور جب تو نے کہا "اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ" (الانعام ۸۰/۷) تو اس کا حقیقی مفہوم یہ ہوگا کہ میں نے اپنے دل کے چہرے کو تمام جہاں سے موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف کر لیا ہے۔ اب اس طرح کہنے کے بعد بھی اس کا دل کسی اور طرف لٹکا ہوا ہے تو اس نے جو کچھ زبان سے کہا جھوٹ کہا جب اللہ تعالیٰ کی ثنا و مناجات میں پہلی بات ہی جھوٹ پر مبنی ہوگی تو اس کی قدر و قیمت کا اندازہ لگا لیجئے کہ کیا ہوگی؟

اور جب "حَنِیْفًا مُّسْلِمًا" کہا تو اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے مسلمان وہی ہے اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَیَدِهٖ۔ مسلمان تو وہی شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھوں سے مسلمانوں کو فائدہ ہو۔ پس اسے چاہیے کہ اس صفت پر قائم رہے یا پختہ عزم کر لے کہ وہ ان اوصاف کا حامل مسلمان بن کر رہے گا۔

جب الحمد زبان پر لائے ہے تو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام (روحانی و مادی) نعمتوں کو اپنے دل میں تازہ کرے اور اس کا دل

marfat.com

تمامہ ہی مجسمہ شکر بن جائے پھر شکر تو دل سے ادا کیا جاتا ہے نہ فقط زبان سے؟

''اِیَّاکَ نَعْبُدُ'' پکارتے ہی خلوص کی حقیقت عیاں ہو جاتی ہے اِھْدِنَا کہے تو چاہیے کہ اس کا دل رقت و گریہ طاری کا مرقع بن جائے۔ پس جب یہ کلمات اس کی زبان سے جاری ہوتے ہیں تو اس طرح کہہ کر وہ اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا سوالی بن جاتا ہے۔

الغرض تسبیح و تہلیل اور قرات کا جو بھی کلمہ زبان پر لائے ویسے ہی بنتا چلا جائے جیسے کا اسے سمجھا ہے اور دل کو اس کے مطالب میں ڈھالتا چلا جائے یعنی اسے زیور معانی سجاتا چلا جائے۔

یہ قصہ مختصر سا ہے مگر تمہید طولانی

اگر تم چاہتے ہو کہ حقیقت نماز کا اجر انصیب ہو جائے تو تم ایسے بن جائے ورنہ بے معنی صورت پر قناعت کریں۔

قلب غافل کا علاج

واضح ہو کہ نماز میں دل کی غفلت دو وجہ سے ہوتی ہے۔ ایک ظاہری اور دوسری باطنی ظاہری سبب تو یہ ہے کہ نماز ایسی جگہ ادا کرنے لگیں جہاں اسے کوئی چیز دکھائی یا سنائی دے اور دل کو اسی کی طرف لگا لے۔ کیونکہ دل آنکھ اور کان کا تابع تو ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ کسی خالی مکان میں نماز ادا کی جائے جہاں آواز تک سنائی نہ دے اگر وہ مکان تاریک ہو تو بہت بہتر ہے۔ یا نمازی از خود اپنی آنکھیں بند کر کے نماز پڑھتا رہے چنانچہ اکثر عابدین اپنے لئے چھوٹے اور تاریک سے مکان بنا لیتے ہیں اس لئے کہ کھلی کشادہ اور پر فضا جگہ پر دل بکھر جاتا ہے حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز کی ادائیگی کے وقت قرآن کریم تلوار اور ہر ایک چیز کو آپ کے پاس ہوتی الگ کر دیتے تا کہ دل ان کی طرف متوجہ نہ ہو۔

دوسرا باطنی سبب یہ ہے کہ دل بے ہودہ اور پریشان کن خیالات کے باعث ویسے ہی پراگندہ رہے۔ اس کا علاج نہایت مشکل ترین امر ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک تو جس دینوی کام میں وہ شخص مصروف تھا وہ ابھی پورا نہیں کر پایا تھا کہ نماز کا وقت ہو گیا اب نماز کے لئے آیا تو اس کا دل اسی کام میں لگا رہا۔ اس کا تو علاج یہ ہے کہ پہلے اپنا کام مکمل کرے پھر نماز کی طرف متوجہ ہو اسی بنا پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **اذا حضر العشاء و العشاء فائدوا بالعشاء** جب کھانا اور نماز بیک آئیں تو پہلے کھانا کھاؤ۔

یوں ہی اگر کلام کر رہا ہو تو پہلے بات پوری کر لے پھر نماز ادا کرے دوسری قسم یہ ہے کہ ایسے کاموں کے فکر میں مبتلاء ہو جو جلدی ختم نہ ہو سکتے ہوں یا واہیات اور بے ہودہ قسم کے خیالات نے از خود دل پر ڈیرے ڈال دیئے ہوں ان سے بچاؤ کی صورت یہ ہے کہ قرات قرآن جو نماز کے اندر کر رہا ہے اس کی معانی و مطالب پر غور کرتے ہوئے نماز ادا کرے تا کہ اس فکر میں اسکا دھیان بٹنے نہ پائے مگر یہ اس وقت تک ہی ممکن ہے جب تک خیالات کی شدت اور خواہشات و شہوات کی قوت غالب نہ ہو۔

اگر خواہشات و شہوات کا غلبہ ہے تو اسطرح اپنے خیالات و تصورات کو دور نہیں کر پائے گا پھر تو اسے ''مسہل'' استعمال کرنا چاہیے تا کہ فاسد مواد کو قطع کر دے اور اس مسہل کا یہ نسخہ ہے کہ ان اشیاء کو ترک کر دے جو اندیشوں کو جنم دیتی ہیں تا کہ وہ خیالات اس کا دامن چھوڑ دیں اگر وہ مسہل نہ کھا سکے تو وساوس سے ہرگز نجات نہیں پا سکتا اور اس کی نمازیں ہمیشہ خواہشات نفسانیہ کے تابع رہیں گی۔

اس کی مثال ایسے شخص سے ہے کہ جو کسی درخت کے نیچے بیٹھ رہا ہو اور چاہے کہ چڑیوں کا شور نہ سن سکے اور پھر لکڑی اٹھا کر انہیں

marfat.com

درخت سے اڑا دے۔ مگر وہ دیکھتے ہی دیکھتے درخت پر دوبارہ آ جائیں حالانکہ وہ شخص اگر واقعی رہائی چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ درخت ہی کاٹ ڈالے اس لئے کہ جب تک درخت قائم ہے چڑیوں کا مسکن بنا رہے گا اسی طرح جب کسی کام کی انتہائی خواہش دل پر غالب رہے گی خیالات بکھرے رہیں گے اسے سکون قلبی میسر نہیں ہوگا۔

چنانچہ ایک مرتبہ کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت نفیس کپڑا آپ کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا جس پر نقش و نگار سجے ہوئے تھے۔ نماز میں آپ کی نگاہ اس پر پڑ گئی بس پھر کیا تھا نماز پڑھتے ہی اس کو اتار دیا اور جس نے پیش کیا تھا۔ اسے واپس کر کے اپنا پہلا سادہ سا لباس ہی زیب تن فرما لیا۔

یوں ہی ایک مرتبہ آپ کی نعلین شریف میں نیا تسمہ لگایا گیا اور نماز میں آپکی نظر اس پر جا پڑی۔ آپ کا بھلا معلوم ہوا۔ نماز پڑھتے ہی آپ نے اس تسمے کو نکال باہر کیا۔ اور پرانا ہی پھر سے ڈال لیا۔

ایک بار نئی نعلین شریف بنوائی۔ اور آپ نے انہیں خوب پسند فرمایا پھر فوراً سجدے میں چلے گئے اور کہا میں اللہ تعالیٰ کے حضور اعتراف عجز کرتا ہوں کہ مجھے اس نگاہ محبت کے باعث جو میں نے نعلین شریف کے ملنے پر کی ہے کہیں ناراض نہ ہو جانا!! پھر وہاں سے آپ باہر تشریف لے آئے اور سب سے پہلے جس سوالی پر نظر پڑی وہ نئی نعلین شریف اسے عطا فرما دی۔

حکایت: حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کھجوروں کا باغ

بیان کرتے ہیں کہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے کھجوروں کے باغ میں نماز ادا کر رہے تھے کہ درختوں کے درمیان ایک خوبصورت پرندہ ادھر ادھر اڑتا دکھائی دیا۔ جو باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں پا رہا تھا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل اس طرف متوجہ ہو گیا اور یاد ہی نہ رہا کہ نماز کتنی رکعت ادا کر چکے ہیں پس اسی وقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے دل کی شکایت کی اور پھر بطور کفارہ اس باغ کو صدقہ کر دیا۔ بزرگان سلف سے ایسے بہت واقعات منقول ہیں کہ انہوں نے نماز میں کسی معمولی سے واقعہ پر اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور دل کی حضوری کے لئے مال و دولت کو لٹا دیا۔ کیونکہ ان کے ہاں حضوری قلب کا یہی علاج تھا۔

الغرض جب تک نماز کی ادائیگی سے قبل ذکر خدا کا دل پر غلبہ نہیں ہوگا۔ دل کو حضوری کی لذت نصیب نہیں ہوگی اور جن تصورات کو دل میں جمائے ہوئے نماز میں مشغول ہوگا وہ تو برابر دل کو گھیرے رہیں گے لہٰذا جو بھی کوئی دل کی حضوری کے ساتھ نماز پڑھنے کی تمنا رکھتا ہے اسے چاہیے کہ پہلے دل کا علاج کرے اور وہ یہ ہے کہ ہر قسم کے خدشات سے دل کو بچا لے۔ اور خواہشات سے خالی کرے اور وہ ایسے ہی ممکن ہے کہ مشاغل دینوی کو اپنے آپ سے دور رکھے ہاں بقدر ضرورت دینوی نعمتوں پر قناعت کر لے اور جو کچھ دنیا سے دستیاب ہو اسے بھی فراغت قلب کا سبب سمجھے تا کہ اسکے تفکرات سے بھی محفوظ رہے عبادت میں جب تک یہ کیفیت پیدا نہیں ہوگی دل کی حضوری کا میسر ہونا ممکن نہیں۔ ہاں کبھی کبھی حضوری میں ایسی کیفیت طاری ہو سکتی ہے پس چاہیے کہ نوافل بکثرت ادا کئے جائیں اور اسطرح حضوری دل کی سعی کی جائے یہاں تک کہ چار رکعت کی قدر و منزلت تو دل میں سمانے لگے نوافل میں جبراً پریکٹس (محنت) سے رفتہ رفتہ فرائض میں بھی حاضری کی نعمت حاصل ہونے لگے گی گویا یہ نوافل فرائض کے تحفظ کا سبب بن جائیں گے۔

marfat.com

نماز با جماعت کی عظمت؟

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نماز با جماعت ایسی ستائیس نمازوں سے افضل ہے جو بلا جماعت پڑھی گئیں۔ اور جس نے عشاء کی نماز با جماعت ادا کی گویا کہ نصف تک معروف عبادت رہا اور پھر اگر فجر کی نماز با جماعت ادا کی تو گویا کہ اس نے پوری رات عبادت میں گزارنے کی سعادت پائی۔

نیز فرمایا جس شخص نے چالیس روز تک مسلسل نمازیں با جماعت ادا کیں ایسے کہ اس کی تکبیر اولیٰ کبھی قضا نہ ہوئی ہو تو دو چیزوں سے رہائی حاصل ہو جاتی ہے ایک منافقت اور دوسری دوزخ سے یہی وجہ ہے کہ اسلاف میں جس کسی کی تکبیر اولیٰ فوت ہو جاتی وہ تین دن ایسے گزارتا جیسے اسے تعزیت کا سامنا کرنا پڑا ہو اور اگر جماعت سے محرومی ہوتی تو سات دن تک تعزیت جاری رہتی۔

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں مسلسل بیس سال ہونے کو آئے نماز کی اذان میرے کان میں اس وقت پڑتی ہے جب میں مسجد کے دروازے پر پہنچ چکا ہوتا ہوں۔

بہت سے علماء کرام فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے پاس معقول عذر نہ ہو تو وہ اکیلا نماز ادا کرے تو اس کی یہ نماز درست نہیں ہوگی لہٰذا جماعت کو واجب و لازم جانیے۔ نیز امامت اور اقتداء کے ان آداب کو ملحوظ رکھنا از حد ضروری ہے۔

اول یہ کہ اس وقت تک امامت نہ کرے جب تک لوگ اپنی رضا و خوشی سے اسے قبول نہیں کرتے۔ اگر لوگ اس سے بیزاری کا اظہار کریں تو امامت سے پرہیز کرے اور جب انہیں از خود طلب کریں تو بلا عذر ان کی دعوت کو رد نہ کرے۔ کیونکہ امامت کی بڑی شان ہے اور اذان دینے سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ لازمی ہے کہ کپڑوں کی طہارت و نظامت کا خوب خیال رکھے اور اوقات کا بہت زیادہ اہتمام کرے۔ نماز اول وقت پڑھے پڑھائے (شوافع کے نزدیک یہی حکم ہے جب کہ احناف اس کے برعکس ہیں) جماعت کے معاملہ میں تاخیر نہ ہونے دے۔ کیونکہ اول وقت میں نماز کی ادائیگی کی فضیلت جماعت سے بھی زیادہ ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام کا معمول تھا کہ جب دو صحابی اکٹھے ہو جاتے تو تیسرے کا انتظار نہ کرتے اور نماز جنازہ میں چار حاضر ہو جاتے تو پانچویں کا انتظار نہ کرتے تھے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تھوڑی سی دیر سے تشریف لائے تو اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف امامت کے فرائض سر انجام دے رہے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچے سے قبل ایک رکعت ادا کر چکے تھے۔ نماز مکمل ہوئی تو سبھی صحابی مارے خوف کے سہم گئے (کہ یہ کیا کر بیٹھے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیفیت دیکھ کر فرمانے لگے تم لوگوں نے اچھا کیا ہمیشہ ایسے ہی کر لیا کرو۔

واضح ہو کہ امامت صرف رضائے الٰہی کی خاطر کی جائے اور اخلاص کو بروئے عمل لایا جائے اور اس پر کوئی اجرت نہ لی جائے جب تک صفیں درست نہ ہوں تکبیر نہ کہی جائے اور تکبیریں بآواز بلند کہی جائیں اور امامت کی نیت کرے تاکہ ثواب حاصل ہو۔ اگر امامت کی نیت نہ ہوگی ثواب نہیں ملے گا البتہ جماعت درست قرار پائے گی۔

جہری نمازوں میں (فجر، مغرب، عشاء) بلند آواز سے قرأت کی جائے اور تین سکتوں یعنی وقفوں کا لحاظ رکھا جائے۔ بعد سکتہ سورت بجالائے جب تکبیر کہے اور وجہت وجھی پڑھے۔ مقتدی سورہ فاتحہ میں مشغول ہوں، دوسرے جب فاتحہ پڑھی گئی ہو تو سورت کو فوری طور پر متصل نہ پڑھے بلکہ معمولی سا وقفہ کرے تاکہ مقتدی اگر سورہ فاتحہ نہیں پڑھ سکے تو پڑھ لیں تاکہ سورت کا تکبیر کے ساتھ

marfat.com

...لسل ختم ہو۔ مقتدی فاتحہ کے علاوہ اور کچھ نہ پڑھے سوا اس شخص کے جو امام سے اتنی دور ہے کہ اسے امام کی آواز سنائی نہیں دے رہی ...وع وسجود کو ہلکا رکھے امام تین بار سے زیادہ تسبیح نہ کہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کی امامت ہلکی اور کامل ترین نہ تھی اس ...سبب یہ ہے کہ ممکن ہے جماعت میں کوئی ضعیف یا جلدی کام والا ہو مقتدی پر لازم ہے کہ امام کی ہر ایک رکن میں اقتداء کرے اس ...ے بالکل ساتھ یا پہلے کوئی رکن ادا کرنے کی کوشش نہ کرے۔ جب تک امام کی پیشانی زمین پر نہ لگ جائے مقتدی سجدہ نہ کرے اور ...ب تک امام رکوع کی حد تک نہ پہنچے مقتدی رکوع کا قصد نہ کرے اور اسی کا نام اقتداء ومتابعت ہے اگر مقتدی امام سے پہلے رکوع وسجود ...رے گا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اور جب امام سلام پھیرے تو مقتدی کم از کم اس دعا پڑھنے کی مقدار بیٹھا رہے (بلکہ امام امام ...ے ساتھ دعا مانگے) دعا یہ ہے۔

اللھم انت السلام و منک السلام والیک یرجع السلام فحینا ربنا بالسلام وادخلنا دارالسلام تبارکت ...ربنا وتعالیت یا ذالجلال والاکرام.

امام مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دعا کرے امام کی دعا سے قبل مقتدیوں کا اٹھنا مکروہ ہے۔ یہ تمام تر طریقہ ادائیگی نماز شوافع کا ...ے احناف قدرے اختلاف کرتے ہیں پاک وہند کی اکثریت حنفی ہے اس لئے ان ملکوں میں جو طریقہ رائج ہے وہی سنت ہے (واللہ ...الیٰ وحبیبہ الاعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلم)

...ضائل نماز جمعۃ المبارک

واضح ہو کہ جمعۃ المبارک کا دن بڑا بابرکت اور افضل ہے اس کی بڑی فضیلت ہے یہ مسلمانوں کے لئے عید ہے نبی کریم صلی اللہ ...الیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے تین جمعے چھوڑے اس نے اسلام سے منہ موڑ لیا اس کے دل نے زنگ پکڑ لیا۔

حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ جمعۃ المبارک کے دن دوزخ سے چھ لاکھ گنہگار بندوں کو رہائی عطا فرماتا ہے نیز فرمایا دوزخ کی ...گ دوپہر کے وقت بھڑکائی جاتی ہے اس وقت کوئی نماز ادا نہ کریں مگر جمعہ کے دن نہیں بھڑکائی جاتی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ...نے مزید فرمایا جو ایماندار جمعہ کے دن فوت ہوگا شہید کا ثواب پائے گا اور عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔

...رائط نماز جمعہ

واضح ہو کہ جو شرائط دوسری نمازوں کے لئے ہیں ان کے علاوہ جمعہ کی مزید چھ شرطیں ہیں۔

وقت ظہر اگر بالفرض عصر کا وقت نماز کے سلام پھیرنے تک داخل ہو گیا تو نماز جمعہ فوت ہو گئی۔ پھر ظہر قضا کرنی ہوگی (کیونکہ نماز جمعہ کی قضا نہیں)

شہر یا قصبہ جہاں کم از کم چالیس آدمی آزاد مکلف یعنی عاقل بالغ مقیم مرد حاضر نہ ہوں نماز درست نہیں ہوگی صحرا جنگل اور خیموں ...یں نماز نہیں ہوگی البتہ مسجد شرط نہیں شہر میں کھلے میدان یا پارک وغیرہ میں بھی نماز جمعہ ادا کی جا سکتی ہے۔

marfat.com

☆ جماعت شرط ہے اگر لوگ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھیں گے تو جائز نہیں ہوگی البتہ جو نمازی دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے شامل ہو جائے اس کی نماز ہو جائے گی اور اگر رکوع کے بعد شامل ہوا ہے تو ظہر کی نیت کرے امام کے سلام کے بعد چار رکعت ظہر ادا کرے۔

☆ ان لوگوں پر نماز فرض ہے جو کہیں پہلے نماز جمعہ نہیں پڑھ آئے' یہ اس لئے کہ شہر میں کئی مقام پر جمعہ پڑھا جاتا ہے اگر پہلے کوئی شخص پڑھ چکا ہے تو اس پر نہیں بہتر تو یہی ہے کہ شہر یا قصبہ میں ایک ہی جگہ جمعہ ادا کیا جائے البتہ شہر۔ بہت وسیع و عریض ہو تو کہ ایک مقام پر لوگ نہیں سما سکتے تو زیادہ جگہ پر نماز جمعہ جائز ہے۔

وضاحت

اگر ایک ہی جگہ سما سکتے ہیں مگر جماعت دو جگہ کھڑی ہو گئی تو وہ نماز درست قرار پائیگی جس کی تکبیر تحریمہ پہلے پڑھی گئی۔

☆ جماعت سے قبل دو خطبے جو دونوں واجب ہیں اور دونوں خطبوں کے درمیان مقتدی یوں کا بیٹھنا فرض ہے اور امام کو کھڑا ہو کر خطبہ دینا فرض ہے۔

☆ پہلے خطبہ میں چار چیزیں فرض ہیں۔ حمد الٰہی بجالانا اس میں صرف اتنا کہا الحمدللہ تو کافی ہے قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھنا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں درود شریف کا نذرانہ پیش کرنا۔ تقویٰ کی وصیت کرنا' اوصیکم بتقوی اللہ ہی کہہ دیں تو کافی ہے۔

☆ دوسرے خطبہ میں بھی چار چیزیں فرض ہیں بجائے آیت کے دعا مانگنا'

☆ عورتوں' غلاموں بچوں اور مسافروں (قیدیوں) پر جمعہ کی نماز فرض نہیں یوں ہی کوئی عذر لاحق ہو جائے تو ترک جمعہ درست ہے۔ جیسے کیچڑ' بیماری' سیلاب' تیمارداری کے باعث بیمار کے علاج معالجہ اور اس کی خدمت کے باعث وقت پر نماز جمعہ کے لئے نہ جا سکے۔ تاہم معذورین کے لئے یہی بہتر ہے کہ نماز ظہر قبل از ادائیگی نماز جمعہ نہ پڑھے۔ جب عام لوگ جمعہ ادا کر لیں تو پھر اپنی نماز پڑھیں۔

احترام و آداب جمعہ

جمعۃ المبارک کا احترام بجالانا اور اس کے آداب کو ملحوظ رکھنا از بس ضروری ہے جمعہ کے دن یہ دس سنتیں اور آداب نہ بھولنے پائیں۔ جمعرات سے ہی بجان و دل جمعہ کی تیاری شروع کر دے سفید لباس کو تیار رکھے پہلے اپنے ضروری کام مکمل کرے۔ نماز فجر سے ہی جمعہ کے مقام پر پہنچنے کی کوشش کرے جمعرات کے دن نماز عصر سے اوراد و وظائف تسبیحات اور استغفار میں مشغول ہو جائے اس لئے کہ یہ عمل بڑی فضیلت رکھتا ہے اور اس بہترین ساعت کے مترادف ہے جو دوسرے روز جمعہ کو میسر ہوتی ہے۔

علماء کرام فرماتے ہیں جمعہ کی شب اپنی بیوی سے قربت سنت ہے تاکہ یہ عمل جمعۃ المبارک میں دونوں کے غسل کا سبب ہو' نیز اگر مسجد میں جلد جانے کا ارادہ ہو تو صبح غسل جمعہ جلدی کر لے تاہم تاخیر بہتر ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غسل جمعہ کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے بلکہ تاکید کی ہے یہاں تک کہ بعض علماء کرام تو اسے فرض قرار دیتے ہیں۔

marfat.com

مدینہ منورہ کے باشندے اگر کسی کی سخت کلامی کا جواب دیتے تو یوں کہتے تو اس شخص سے بدتر ہے جو غسل جمعہ نہ کرے اگر جمعہ کے دن کوئی شخص غسل جنابت کرتا ہے تو اسی کے ساتھ ہی غسل جمعہ کی نیت سے بھی پانی بہالے تو اسے غسل جمعہ کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے گی۔

جمعہ کے لئے عمدہ لباس سے آراستہ اور صحیح نیت کے ساتھ جمعہ کے لئے آئے۔ آراستہ پیراستہ ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ بال اور ناخن وغیرہ کٹوانے یا صاف کرنے ہوں تو ان سے فارغ ہو کر آئے اگر حمام میں جا کر پہلے ہی یہ تمام کام کر چکا ہے تو کافی ہے نیز آراستہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ سفید لباس لینا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تمام لباسوں میں سفید محبوب ہے تعظیم وعظمت نماز کی نیت سے خوشبو لگائے تا کہ بدن یا کپڑوں سے بدبو وغیرہ نہ آئے۔ تا کہ کسی کو اس سے تکلیف نہ ہو اور نہ ہی وہ غیبت کریں کہ دیکھئے فلاں شخص کس قدر چست ہے نیز سویرے سویرے جامع مسجد میں جانا بہتر ہے اس میں بڑی فضیلت ہے پہلے زمانے میں لوگ رات ہی کو ہاتھوں میں چراغ لئے جمعۃ المبارک کے لئے نکل پڑتے اور راستہ میں ہجوم کا یہ عالم ہوتا کہ چلنا مشکل ہو جاتا۔

حکایت: حضرت ابن مسعود اور تین آدمی؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن منہ اندھیرے ہی جمعہ کے لئے مسجد میں پہنچ گئے دیکھا کہ تین آدمی پہلے ہی وہاں موجود ہیں آپ اپنے آپ پر افسوس کا اظہار کرنے لگے کہ اے ابن مسعود اگر تو چوتھے نمبر پر رہا تو تیرا کیا حال ہوگا۔ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلی بدعت یہی ہے جو اسلام میں ظہور پذیر ہوئی کہ مسلمانوں نے نماز جمعہ کے لئے جلدی مسجد میں آنا ترک کر دیا۔ جبکہ یہودی اور عیسائی اپنے کنشت اور کلیسا میں ہفتہ وار حسب معمول وقت پر جاتے ہیں جبکہ مسلمانوں نے اپنے اس مخصوص جمعۃ المبارک کو مسجد میں صبح صبح آنا ترک کر دیا ہے۔ سوچئے پھر کیا حشر ہوگا؟

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص جمعہ کے دن پہلی ساعت میں جامع مسجد چلا جاتا ہے گویا کہ اس نے اونٹ کی قربانی دی جو دوسری ساعت میں جاتا ہے اسے گائے کی قربانی کا ثواب ملتا ہے۔ جو تیسری ساعت میں جاتا ہے اسے بکری کی قربانی کا ثواب ملتا ہے چوتھی گھڑی میں آنے والا مرغی کے صدقہ جب کہ پانچویں گھڑی میں آنے والا انڈے کے صدقے کا ثواب پاتا ہے۔

جب خطیب اپنے گھر سے خطبہ جمعہ اور نماز کے لئے باہر قدم رکھتا ہے تو فرشتے دفاتر لپیٹ لیتے ہیں اور وہ بھی خطبہ جمعہ کی ساعت شروع کر دیتے ہیں پھر جو بھی کوئی آتا ہے وہ صرف نماز کا ثواب ہی پاتا ہے۔

اگر کوئی نمازی دیر سے مسجد میں آئے تو لوگوں کی گردنوں کو پھلانگ کر آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرے حدیث شریف میں ہے جو کوئی ایسے کرتا ہے اسے قیامت کے دن پل کی طرح بنا دیا جائے گا تا کہ لوگ اس کے اوپر سے گزریں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی شخص کو ایک بار ایسے کرتے پایا تو آپ نے اس سے دریافت فرمایا تو نے نماز جمعہ کیوں ادا نہیں کی۔ وہ عرض گزار ہوا حضور! میں تو آپ کے پاس پہلی صف میں تھا فرمایا میں نے تو یہی دیکھا کہ تو لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے بڑھ رہا ہے۔ گویا جو اس طرح کرتا ہے اس کی نماز ہی نہیں ہاں اگر پہلی صف خالی ہے تو یہی بہتر ہے کہ وہ آگے بڑھے اور پہلی صف میں کھڑا ہو اس لئے یہ تو ان لوگوں کی کوتاہی ہے جو آگے نہیں بڑھے اور جگہ خالی پڑی ہے۔

marfat.com

☆ نیز کوئی شخص نمازی کے آگے سے نہ گزرے اور جب بیٹھے تو مناسب ہے کسی دیوار یا ستون کے پاس ایسے بیٹھے کہ اس کے آگے سے کوئی نہ گزر سکے۔ اس لئے کہ نمازی جب نماز میں مشغول ہے تو اس کے آگے سے گزرنا منع ہے۔ حدیث شریف میں اس طرح بھی تنبیہ کی گئی ہے کہ کسی کے مصلی سے آگے گزرے سے بہتر ہے کہ جل مرے اور اس کی راکھ ہوا میں ادھر ادھر بکھر جائے۔

☆ ہر نمازی کو صف اول میں کھڑے ہونے کی طلب ہونی چاہیے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو جہاں تک ہو سکے امام کا قرب تلاش کرے کیونکہ یہ افضل ہے۔

☆ بہتر یہ ہے کہ پہلی صف میں اگر فوجی یا وہ لوگ ہوں جو دیبا و حریر کا لباس پہنے ہوئے ہوں۔ یا خود نے خطیب سیاہ ریشمی لباس رکھا ہو یا اس کی تلوار سونے کی ہو یا ان لوگوں کے پاس کوئی چیز ہو جو منکرات کے دائرے میں آتی ہو تو ان سے دور رہنا ہے۔ اس لئے کہ جو منکرات کے مرتکب ہوں ان کے قریب بیٹھنا مناسب نہیں۔

☆ جب خطیب خطبہ کے لئے آ جائے تو لوگوں کو آپس میں بات نہیں کرنی چاہیے اذان کے بعد خطبہ سننے میں محو ہو جائے اگر کوئی بات چیت کر رہے ہوں تو انہیں اشارہ سے بھی خاموش مت کرائیں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دوران خطبہ کسی کو کہنا خاموش رہو یا خطبہ سنو تو اس طرح چپ کرانا بے ہودگی ہے اور جو کوئی اس کا مرتکب ہوگا اس کی نماز جمعہ میں خرابی پیدا ہوگی۔

☆ خطبہ کے وقت خاموشی اس قدر ضروری ہے کہ جو لوگ دور بیٹھے امام کی آواز کو سن بھی نہ رہے ہوں وہ بھی خاموش رہیں اور جہاں آدمی باتیں کر رہے ہوں ہرگز نہ بیٹھے البتہ وقت ہو تو سوائے تحیۃ المسجد کے کوئی نماز ادا نہ کرے۔

☆ جب نماز جمعہ سے فارغ ہو جائیں تو سات بار الحمد للہ سات بار قل ھو اللہ سات مرتبہ سورۃ الفلق والناس پڑھیں۔ حدث شریف میں ہے یہ ایک ایسا تعویذ ہے جو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک شیطان سے محفوظ رکھتا ہے نیز یہ دعا پڑھی جائے۔ اللھم یا غنی

یا حمید یا مبدی یا رحیم یا ودود اکفنی بحلالک عن حرامک واغنی بفضلک عمن سواک

بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اس دعا کو یومیہ وظیفہ بنالے گا وہ ایسے مقام کو پالے گا جس کی اسے خبر تک نہیں اور وہ لوگوں کا محتاج نہیں رہے گا پھر نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد چھ رکعات سنتیں ادا کریں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہی منقول ہے (کہ آپ نے فرمایا بعد نماز جمعہ چار رکعت اور دو رکعت ادا کیا کریں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی معمول تھا نیز آپ نے فرمایا چھ کی ادائیگی میں چار اور دو رکعت والی حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے جو دو رکعت یا چار رکعت پڑھ کر چلے جاتے ہیں انہیں حضور کے اس ارشاد پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ (تابش قصوری)

☆ نماز جمعہ کے بعد فوری طور پر مسجد سے نہ نکلے بلکہ اتنی دیر ضرور بیٹھے جتنی دیر میں نماز ظہر ادا کی جاتی ہے اگر شام تک وہیں مصروف عبادت رہے تو اس کی بڑی فضیلت ہے بیان کرتے ہیں اس سے ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے اگر گھر جانا چاہے تو قطعاً پابندی نہیں۔ بخوشی جائے مگر ذکر الٰہی سے غافل نہ رہے تاکہ جمعۃ المبارک کی بابرکت ساعتیں کسی غفلت کے باعث نکل نہ جائیں اور ان کی فضیلت سے محروم نہ ہونا پڑے۔

marfat.com

آداب یوم جمعہ

جمعۃ المبارک کے آداب میں یہ ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ اس دن سات فضائل کو حاصل کر لے۔

☆ صبح سویرے کسی علمی محفل میں حاضر ہو بے ہودہ قصے کہانیاں سنانے والوں سے دور رہے۔ اور ایسے انسان کی صحبت تلاش کرے جس کی سیرت و کردار سے دنیا کی رغبت کم ہو اور آخرت کی طرف طبعی میلان بڑھے جسکی باتوں میں ایسی تاثیر نہ ہو اسے علمی مجلس نہیں کہا جائے گا حدیث شریف میں ہے علمی مجالس میں حاضر ہونا ایک ہزار رکعت نوافل پڑھنے سے زیادہ افضل ہے۔

☆ خیال رہے کہ جمعۃ المبارک میں ایک ایسی گھڑی بھی آتی ہے جو انتہائی عزیز، بزرگ اور شریف تر ہے ایسی ساعت میں جو بھی حاجت طلب کریں پوری ہوگی اور جو دعا مانگیں قبول ہوگی۔ البتہ اس میں اہل بصیرت کا اختلاف ہے کہ وہ کونسی ساعت سعید ہے۔ کیا وہ طلوع آفتاب کے یا زوال کے وقت غروب آفتاب کا وقت ہے یا اذان جمعہ۔ خطیب کے منبر پر آنے کا وقت ہے یا نماز کی ادائیگی کا وقت یا جس وقت پر ظہر ادا کی جاتی ہے صحیح یہی ہے کہ اس ساعت قبول کا کوئی خاص وقت متعین نہیں۔ شب قدر کی طرح اس میں بھی ابہام پایا جاتا ہے۔ پس چاہیے کہ سارا دن اس ساعت عزیز کے حصول میں صرف ہو وہ یوں کہ کوئی بھی لمحہ ذکر و اذکار دعا و عبادت سے خالی نہ چھوڑے۔

☆ یہ کہ اس دن سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف بکثرت پڑھے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کوئی جمعۃ المبارک کے دن اسی مرتبہ مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے اس کے اسی سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں جب عرض کیا گیا حضور آپ پر درود شریف کس طرح پڑھیں تو فرمایا یہ پڑھ لیا کرو۔

اللھم صلی علی محمد وعلیٰ آل محمد صلوٰۃ تکون لک رضا ولحقہ اداء واعط والفضیلۃ والمقام والمحمود الذی وعدتہ واجزہ عناما ھوا ھلہ واجزہ افضل ماجزیت نبیناً عن امتہ وصلی علی جمیع اخوانہ من النبین والصالحین یاارحم الراحمینo

بیان کرتے ہیں جو بھی کوئی ایماندار جمعہ کے دن اس درود شریف کو سات بار پڑھ لیا کرے گا اسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یقیناً شفاعت نصیب ہوگی اور اگر اللھم صلی علیٰ محمد وعلی آل محمد پر ہی اکتفا کرے تب بھی جائز ہے۔

☆ یہ بھی ہے کہ اس دن قرآن پاک کی تلاوت زیادہ کرے خصوصاً سورہ الکہف پڑھے اس کی حدیث شریف میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ اسلاف اور صالحین کا تو ہمیشہ معمول رہا ہے بزرگان دین فرماتے ہیں جمعہ کے دن سورۂ اخلاص کوئی سا درود شریف استغفار، سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر، ان تمام کلموں کو ایک ایک ہزار مرتبہ پڑھنا چاہیے۔

☆ یہ بھی کہ اس دن نوافل بکثرت ادا کریں حدیث شریف میں ہے جو شخص مسجد میں جاتے ہی چار رکعت اس طرح ادا کرے کہ بعد از فاتحہ پچاس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھتا رہے وہ اس وقت تک فوت نہیں ہوگا۔ جب تک وہ دنیا میں رہتے ہوئے بہشت میں اپنا محل نہ دیکھ لے یا کم از کم اس کو اس کی بشارت نہ سنائی جائے۔ بہتر یہ ہے کہ وہ چار رکعات میں یہ سورتیں علی الترتیب پڑھے سورۂ انعام سورۂ الکہف طٰہٰ اور سورۂ یٰسین اور اگر یہ نہ پڑھ سکے تو سورۃ السجدہ، لقمان، الدخان اور الملک کی تلاوت کرے۔

marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعہ کے دن صلوٰۃ التسبیح باقاعدگی سے پڑھا کرتے۔ جو ایک مشہور و معروف نماز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ زوال سے قبل ہی ایسی نمازیں ادا کی جائیں پھر ظہر تک علمی محفل کا انعقاد ہو اور نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد غروب آفتاب تک تسبیح و استغفار میں مصروف رہے ہاں جب نماز عصر کا وقت ہو تو اسے ادا کرنے کے بعد پھر اسی وظیفہ میں محو ہو جائے۔

☆ جمعہ کے دن صدقہ و خیرات کا بھی اہتمام کرے اسے قطعاً نہ بھولنے پائے خواہ روٹی کا ایک لقمہ ہی کیوں نہ ہو۔ اس دن صدقہ دینا بہت افضل ہے البتہ اگر کوئی سوالی مسجد میں دوران خطبہ سوال کرے تو اسے ڈانٹ دیا جائے اس لئے یہ ایسے وقت میں دینا مکروہ ہے۔

☆ جمعۃ المبارک کو ہفتہ بھر میں آخرت کی یاد کے لئے وقف رکھے اور باقی دنوں میں امور دینوی سرانجام دے ارشاد باری تعالیٰ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ۔ (الجمعۃ ۱۰/۴۸) حضرت سیدنا انس رضی عنہ فرماتے ہیں خرید و فروخت اور کسب دنیا اس آیت کے معنی نہیں بلکہ علم کا طلب کرنا مسلمان بھائیوں کی زیارت و ملاقات بیماروں کی عیادت، جنازہ میں شمولیت اور جو ایسے رفاہ عامہ کے کام ہوں وہ مراد ہیں۔

مسئلہ:

واضح ہو کہ نماز کی بابت جو باتیں ضروری تھیں بیان کی گئیں اگر مزید مسائل کی حاجت درپیش ہو تو علماء کرام کی طرف رجوع کریں کیونکہ اس میں جملہ مسائل کی تفصیل نہیں آ سکتی۔

بہر حال نیت نماز میں اگر شک و شبہ واضح ہو تو اس کے تین سبب ہیں جس کی عقل میں خلل واقع ہوا سے شک پڑتا ہے یا جو وہم کا شکار ہو یا احکام شریعت اور نیت کے معنی نہ جانتا ہو۔

نیت اس رغبت کا نام ہے جو آدمی کو اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانے پر آمادہ کرتی ہے جیسے کوئی آدمی تجھے کہے کہ فلاں عالم آ رہا ہے اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جایئے۔ تو تیرے دل میں یہی بات آئے گی کہ فلاں شخص نے اس عالم کے علم کی وجہ سے مجھے تعظیم کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ اسی بنا پر میں کھڑا ہوتا ہوں اور پھر تو فوراً تعظیماً کھڑا ہو جائے گا۔ اگر تو زبان پر کھڑے ہونے کی نیت کے الفاظ نہ بھی لائے تو یہ عمل تیرے دل کی نیت پر از خود دلالت کرے گا اور جو کچھ تو نے دل میں سوچا وہ حدیث نفس ہے نیت نہیں، نیت تو وہ رغبت ہے جس نے تجھے کھڑا ہونے پر ابھارا لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ نیت کے متعلق حکم کیا ہے؟ نیز تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ جو نماز ادا کر رہا ہے وہ ظہر کی ہے یا عصر کی؟ جب دل غافل نہیں ہوگا تب تو اللہ اکبر کہے گا اور اگر غافل ہے تو غفلت دور کرنے کی کوشش کر اور یہ نہ سوچ کہ نماز کی ادائیگی، فرض، نماز، ظہر وغیرہ سبھی کے معانی ایک ہی لمحے میں دل پر نقش ہو جائیں۔ بہر حال جو وقت قریب ہے اس کی نیت کرے اسی قدر کافی ہے۔ اس لئے کہ اگر کوئی تجھ سے پوچھے کیا تو نے نماز عصر پڑھ لی تو جواباً یہی کہنا ہوگا ہاں پڑھ لی ہے۔ جب تیرے منہ سے ہاں کے کلمے نکلے تو یہ تمام معانی تیرے دل سے پائے گئے گو تفصیلاً نہیں لہٰذا اپنے آپ کو یاد دلانے کے لئے تیرا اپنے آپ سے سوال ہونا چاہیے جیسے کسی اور شخص کا تجھ سے سوال ہو سکتا ہے کہ کیا تو نے نماز ادا کر لی؟ اور جو کوئی اس سے زیادہ پوچھ گچھ میں پڑے تو اسکا دل اور نماز پراگندہ ہو کر رہے گا۔ لہٰذا چاہیے کہ آسانی کو اختیار کیا جائے جب یوں کرو گے تو پھر جس صفت پر بھی ہو جاؤ گے نماز درست ہوگی کیونکہ نیت بھی دیگر کاموں کی طرح ایک کام ہے اور یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مقدس زمانے میں کسی بھی شخص کو نیت کے بارے کبھی کوئی شک و شبہ اور وسوسہ نہ ہوا۔ کیونکہ وہ اس امر سے خوب آگاہ تھے

marfat.com

کہ یہ کام تو آسان سا ہے اور جو اسے بھی نہ جانتا ہو اس کی جہالت میں کوئی شک نہیں۔

زکوٰۃ کی ادائیگی؟

واضح ہو کہ زکوٰۃ ارکان اسلام میں سے (ایک اہم رکن) ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بنائے اسلام پانچ ہیں کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ نماز' زکوٰۃ' روزے' حج'

حدیث شریف میں ہے۔ جو لوگ (نصاب کے برابر) سونا چاندی رکھتے ہیں اور ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ان کے سینے میں نیزہ کاری زخم لگایا جائے گا کہ پشت سے پار اتر جائے گا۔ پھر ویسے ہی پشت پر لگائیں کہ وہ سینے سے پار ہو جائے گا اور جو چار پائے (گائے' بھینس' اونٹ' گھوڑے' گدھے' بھیڑ' بکریاں وغیرہ) رکھتے ہیں اگر ان جانوروں سے زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے تو روز قیامت اُنہی پر وہی چار پائے مسلط کر دیئے جائیں گے اور جو انہیں اپنے سینگوں یا پاؤں سے روندیں گے اور جب ہر جانور انہیں روند چکا ہو گا پھر نئے سرے سے اسی طرح روزانہ شروع کر دیں گے اور یہ سلسلہ (جاری رہے گا) یہاں تک کہ تمام مخلوقات کا حساب مکمل ہو اور یہ صحاح کی حدیث شریف ہے۔ لہٰذا ہر صاحب نصاب مالدار کے لئے ضروری ہے کہ وہ زکوٰۃ کے مسائل کو معلوم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے۔

اقسام زکوٰۃ اور شرائط ادائیگی؟

زکوٰۃ کی چھ قسمیں ہیں۔

۱- چوپاؤں پر زکوٰۃ:

جس میں اونٹ' گائے اور بکریاں شامل ہیں لیکن گھوڑے گدھے اور دیگر حیوانات اس سے مستثنیٰ ہیں۔

نیز مویشیوں کی چار شرطیں ہیں۔

۱- جانور گھریلو چارے سے نہ پالے گئے ہوں بلکہ چراگاہوں سے پلتے ہیں اس لئے کہ اگر گھریلو چارہ وغیرہ سے انہیں پالا پوسا جائے اور گھر کے اخراجات کا تخمینہ زکوٰۃ سے بھی بڑھ جائے تو ایسے جانوروں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

۲- یہ کہ جانور لگاتار ایک سال تک مالک کی ملکیت میں رہیں۔ اس لئے کہ اگر دوران سال ان کی ملکیت میں نہ رہے ہوں بلکہ باہر ہو جائیں تو ایسی صورت میں ان پر زکوٰۃ نہیں ہوتی۔

۳- یہ ان جانوروں کے سبب مالدار بن جائے اور وہ مال و دولت اس کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ مگر سال کے دوران اس کے جانور گم ہو جائیں یا ڈاکو' چور' یا ظالم چھین لیں تو پھر بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ ہاں اگر بعد میں وقتی فائدہ اٹھا کر جانور واپس کر دیئے تو ان پر گزشتہ اور موجودہ وقت کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا۔ اور اگر مقروض اور اس کا وہ مال قرض کے برابر ہو تو اصح یہی ہے کہ اس صورت میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی' بلکہ وہ غریب اور محتاج ہی متصور ہوگا۔

marfat.com

۴- بالفرض مال نصاب کے برابر ہے۔ اور اسی مال کی زکوٰۃ سے امیر کہنا ہے مگر معمولی مال سے تو امیری حاصل نہیں ہوتی اس لئے کم از کم پانچ اونٹوں کا ہونا تو اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہوگی بصورت دیگر نہیں۔ اگر اونٹ پانچ ہوں تو ایک بکری یا بھیڑ زکوٰۃ میں دینا ہوگی' بکری ایک سال سے کم نہ ہو۔ اگر بکرا ہو تو دو سال کا ہونا ضروری ہے۔ پچیس اونٹوں پر ایک سال کی اونٹنی زکوٰۃ میں دی جائے۔ اونٹ دو سال کا ہونا چاہیے جب تک چھتیس اونٹ نہ ہو جائیں (اس ایک اونٹنی یا دو سالہ اونٹ سے زائد کچھ نہیں دینا پڑے گا) چھتیس عدد پر دو سالہ دو اونٹنیاں چھیالیس پر تین سالہ ایک اونٹنی' اکسٹھ ہوں تو چار سالہ اونٹنی چھہتر ہوں تو دو دو سال کی دو اونٹنیاں' اکانوے ہوں تو تین تین سال کی دو اونٹنیاں ایک سو اکیس ہو جائیں تین تین سالہ دو اونٹنیاں زکوٰۃ دینا واجب ہے اس کے بعد اس طرح حساب لگائیں ہر پچاس اونٹوں پر ایک اونٹنی تین سالہ اور ہر چالیس پر ایک اونٹنی تین سالہ اور ہر چالیس پر ایک اونٹنی دو سالہ بطور زکوٰۃ دینا لازم ہے۔

گائیں جب تک تیس نہ ہوں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی تیس ہو جائیں تو ایک سالہ گائے زکوٰۃ میں دینا واجب ہے چالیس گائیوں پر دو سالہ ایک گائے۔ ساٹھ پر ایک ایک سال کی دو گائیں اور پھر آگے اس طرح حساب لگائیں ہر چالیس گائیوں پر دو سالہ اور ہر تیس پر ایک سالہ بچھڑا دینا واجب ہے۔

بکریوں کی صورت کچھ اس طرح سے ہے چالیس بکریوں پر ایک بکری زکوٰۃ واجب ہے اور بعدہ یہ حساب چلائیں ہر سو پر ایک بکری زکوٰۃ ادا کی جائے ایک سو اکیس پر اور دو سو ایک پر تین اور چار سو پر چار بکریاں زکوٰۃ دینا واجب ہے۔ بعدہ ہر ایک سینکڑے پر ایک بکری جو سال سے کم نہ ہو اگر بکرا ہو تو دو سالہ سے کم کا نہ ہو۔ اگر دو آدمی اپنی بکریاں اکٹھی رکھتے ہوں تو دونوں پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اگر ان میں ایک کافر یا مکاتب (غلام) نہیں ہیں تو دونوں صاحب نصاب متصور ہوں گے۔ اگرچہ دونوں کی بکریاں مشترکہ طور پر بھی چالیس نہ ہوں تو بھی ان دونوں پر نصف نصف بکری بطور زکوٰۃ دینا واجب ہے۔ اگر ایک سو بیس بکریاں ہیں تو مشترکہ طور پر ایک بکری زکوٰۃ ان دونوں پر واجب ہے۔

غلہ کی زکوٰۃ؟

زکوٰۃ کی دوسری قسم غلہ سے تعلق رکھتی ہے۔ جس آدمی کے پاس آٹھ سو من گندم' جو' کھجور' منقیٰ یا کوئی بھی ایسی چیز جو لوگوں کی غذا بن سکے اور اس پر کفایت کریں مثلاً مونگ پھلی' چنے' مکئی' جوار باجرہ' وغیرہ تو ان سے دسواں حصہ (جسے عشر کہتے ہیں) واجب ہے اور جو غلہ غذا کا کام نہ دے روئی' سوت' کتان' پھل (فروٹ) پر کوئی عشر نہیں ہاں اگر چار سو من کندم اور چار سو من جو ہوں تو تب بھی عشر واجب نہیں (یہ شوافع کے مسائل ہیں احناف اس سلسلہ میں مختلف ہیں) اس لئے کہ نصاب کا بیک جنس ہونا ضروری ہے (اور غلہ میں نصاب کی حد آٹھ سو من ہے)

وضاحت

اگر پانی' بارش یا نہر سے نہیں بلکہ کنویں یا ٹیوب ویل یا بجلی کی موٹروں سے نکالتے ہیں تو ایسی صورت میں بھی عشر واجب نہیں تازہ

marfat.com

...نگور اور کھجور پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔ جب منقیٰ اور کھجوریں خشک حد نصاب تک پہنچ جائیں گی تو ان پر زکوٰۃ کا حکم لاگو ہوگا۔ البتہ منقیٰ کی جگہ زکوٰۃ میں انگور دیئے جاسکتے ہیں۔

تنبیہ

جو انگور یا گندم اور جو پکنے کے قریب ہو اور ان کے دانے سخت ہو رہے ہیں تو انہیں اپنے تصرف میں بالکل نہیں لانا چاہیے یہاں تک کہ اندازاً ان کا حساب لگایا جائے تاکہ محتاجوں کا جو صلہ بنتا ہے۔ اس کا صحیح اندازا ہو سکے تب اپنے تصرف میں لانا جائز ہوگا۔

سونے' چاندی کی زکوٰۃ

زکوٰۃ کی تیسری قسم سونے اور چاندی کی زکوٰۃ پر مشتمل ہے۔ دو سو درہم چاندی پر سال کے پورے ہونے پر زکوٰۃ نکالنا واجب ہے۔ اسی طرح خالص سونے کے بیس دینار ہوں تو سال کے آخر میں آدھا دینار ان سے زکوٰۃ دینا واجب ہے۔ اور اس کے بعد ہر دس دینار پر چوتھائی دینا واجب ہے۔

بعینہٖ جیسے جیسے سونے کی مقدار بڑھتی چلی جائے گی اسی مقدار کے مطابق زکوٰۃ کی ادائیگی میں بھی اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

سونے' چاندی کے برتنوں' زرہ' ساز و سامان اسلحہ' تلوار وغیرہ پر لگے ہوئے سونے' چاندی پر اور سونے چاندی کی جائز اور ناجائز تمام اشیاء پر زکوٰۃ واجب ہوگی (یعنی ناجائز اشیاء' جانوروں کے ماڈل' ڈیکوریشن کی غلط تصاویر) اس لئے کہ یہ سبھی سونا چاندی ہے جب یہ چیزیں انہیں توڑ پھوڑ کر ضائع کر دیں مگر سونے کی قدر و قیمت اور مالیت میں تو کوئی فرق نہیں آئے گا لہٰذا ان چیزوں کی تصاویر بنا کر زکوٰۃ دینے سے بچا نہیں جائے گا۔ (تابش قصوری) ہاں آرائشگی و پیرائشگی کا وہ سامان جو مرد و زن کے زیر استعمال ہے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی' ہاں سونے چاندی کی ایسی اشیاء جنہیں بوقت ضرورت اتارا جاسکتا ہے ان پر زکوٰۃ دینا واجب ہوگا (زیورات' انگوٹھی' چھلے' گھڑی کا چین وغیرہ) زیر استعمال بھی ہوں تو نصاب کی حد پوری ہونے پر ان کی زکوٰۃ دینا واجب ہوگی۔

مال تجارت پر زکوٰۃ کا حکم؟

زکوٰۃ کی چوتھی مال تجارت ہے۔ تجارت کی نیت سے بیس دینار کا مال خریدیں تو اس پر زکوٰۃ کا حکم نافذ ہوگا جب اس پر ایک سال کی مدت پوری ہوگئی۔ اور جو منافع کمایا جائے اس کا شمار بھی کرنا ہوگا۔ لہٰذا چاہیے کہ جب مال پر سال پورا ہو تو تمام مال و اسباب کا حساب لگائیں اگر مال سونے چاندی کی مقدار کے برابر ہے تو رائج الوقت کرنسی (سکہ) کے مطابق زکوٰۃ ادا کریں۔

اگر کسی کے پاس مال و دولت ہے اور اس کی نیت سے تجارت کا مال خرید لیا تو پہلے سال محض نیت کے باعث مال پر زکوٰۃ کے لاگو ہونے کا حکم نہیں ہوگا مگر وہ نقدی ہو اور نصاب کے برابر ہو تو وہ حساب نصاب ہی شمار ہوگا اگر اس نے دوران سال تجارت کا ارادہ ترک کر دیا تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں (واللہ تعالیٰ وحبیبہ الاعلیٰ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

marfat.com

صدقہ فطرانہ

زکوٰۃ کی پانچویں قسم' صدقہ فطرانہ سے معروف ہے ہر وہ مسلمان جو عید الفطر کی شب تک اپنے اہل وعیال کی غذا سے جو وہ عید کے دن استعمال کریں گے اس سے زیادہ مال و دولت اس کے پاس ہے سوا گھر کا ساز و سامان (زیر استعمال) لباس' اور دیگر ضروریات کی اشیاء موجود ہیں تو اس پر بقدر یک (ساڑھے چار سیر جو اور سوا دو سیر گندم) غلہ بطور صدقہ فطرانہ دینا واجب ہے۔ اسی جنس سے جواز خود کھاتا ہے یعنی اگر گندم کھاتا ہے تو گندم دے اور اگر جو وغیرہ دیگر اشیاء کا استعمال کرتا ہے تو فطرانہ بھی ویسی چیزوں سے ادا کرے۔ ہر قسم کے غلے استعمال کرتا ہے تو جو سب سے عمدہ چیز ہو اس سے فطرانہ ادا کرے۔

اگر جو کھاتا ہے تو گندم دینا مناسب نہیں امام شافعی علیہ الرحمتہ کے نزدیک تو گندم کے بالے آٹا بھی مناسب نہیں۔ اور جس جس کا نان ونفقہ اس کے ذمے ہے فطرانہ ادا کرنا بھی اس کی ذمہ داری ہے۔ جیسے والدین' بیوی' بچے' غلام اور نوکر چاکر جن کی کفایت انہیں کے ذمہ ہے مشترک ہوں تو دونوں پر اس کا صدقہ واجب ہے کافر غلام کی زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے اجازت لے لے تو احسن ہے تاہم زکوٰۃ کے مزید مسائل کی ضرورت پر علماء کرام کی طرف رجوع کریں یہاں اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے جو بیان ہوا۔

ادائیگی زکوٰۃ کی کیفیت؟

صاحب نصاب کو زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت پانچوں امور کا لحاظ رکھنا بے حد ضروری ہے۔

☆ زکوٰۃ ادا کرنے کی نیت کرے تو اسے فرض سمجھے اور اگر کوئی وکیل ہو تو اسے اپنی طرف سے وکالت کی اجازت دے کہ وہ جب میری طرف سے زکوٰۃ ادا کرے اور جب وہ زکوٰۃ ادا کریں تو ادائیگی کی نیت کریں یونہی اگر ولی چھوٹے بچے کے مال سے زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو ادائیگی کے وقت اس بچے کی نیت بھی کرے۔

☆ مال پر جب سال پورا ہو تو زکوٰۃ کی ادائیگی میں عید الفطر کے دن سے زیادہ تاخیر نہ کرے کیونکہ بلا عذر تاخیر سے ادا کرنا غیر مناسب ہے ماہ رمضان میں جب چاہے فطرانہ ادا کر سکتا ہے اور فطرانہ رمضان کی تشریف آوری سے پہلے دینا جائز نہیں یوں ہی ہر قسم کے مال کی زکوٰۃ سے سال بھر میں جلدی سے کام لینا جائز ہے۔ بشرطیکہ کہ جیسے قبل از وقت زکوٰۃ دی وہ دور نشین آخر وقت تک یعنی سال کے پورا ہونے تک زندہ رہے اس لئے کہ اگر وہ سال کے اختتام سے قبل مر گیا یا امیر ہوا یا خدانخواستہ مرتد ہو گیا تو زکوٰۃ از سر نو دوبارہ دینا پڑے گی۔

☆ ہر جنس کی زکوٰۃ اسی سے ہی دینا چاہیے' اس لئے کہ شوافع کے نزدیک سونے کے بدلے چاندی' گندم کے بدلے جو یا اس کی قیمت کے برابر یا کوئی اور جنس مال سے زکوٰۃ دی جائے تو یہ درست نہیں ہے۔ (تنبیہ) احناف کے نزدیک جنس کی زکوٰۃ اسی جنس سے بھی دی جا سکتی ہے اور اس کے برابر قیمت یا کوئی دوسری جنس سے بھی زکوٰۃ دیں تو ادا ہو جائے گی (مثلاً صاحب نصاب اپنے ہر قسم کے مال کا حساب لگا کر جتنی زکوٰۃ کی رقم بنتی ہو اس سے مستحقین کو ان کی ضرورت کے اشیاء دے دے تب بھی جائز ہے۔ طلباء کو کتابیں یا لباس وغیرہ زکوٰۃ کی مد سے دیں تو درست ہے۔ (تابش قصوری)

marfat.com

☆ صدقہ اسی جگہ پر دیا جائے جہاں صاحب ثروت رہتا ہے اس لئے کہ فقراء کی امید بھری نگاہیں اس کے مال پر جمی رہتی ہیں گو دوسری جگہ دیا جائے تب بھی درست ہے مگر اس پر زکوٰۃ کا اطلاق نہیں ہوگا۔

☆ زکوٰۃ آٹھ طبقوں میں تقسیم کی جانے چاہیے نیز اس تعداد کے مطابق تقسیم ہو جتنی ضروری ہے تاہم ہر طبقہ میں کم از کم تین آدمی ہوں۔ اس طرح ان کی تعداد چوبیس تک ہوگی شوافع کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک درہم زکوٰۃ بنتی ہو تب بھی اسے سبھی طبقوں پر تقسیم کرنا چاہیے صاحب نصاب کے پاس جتنا مال زکوٰۃ ہو اس کے کل آٹھ حصے بنائیے اور پھر اسے اپنی مرضی کے مطابق تین تین یا زیادہ آدمیوں میں تقسیم کرے خواہ برابر برابر دے یا کسی کو کم کسی کو زیادہ مگر فی زمانہ ایسے طبقے ناپید ہیں یعنی غازی، مولفۃ القلوب اور عامل البتہ فقیر، مساکین، مقروض موجود ہیں (مکاتب کا وجود بھی ختم ہے) (تابش قصوری) شوافع کے نزدیک یہ بات مسلمہ ہے کہ پندرہ آدمیوں سے کم پر زکوٰۃ تقسیم نہ کی جائے اور مذہب شافعیہ ان دو امور میں دشوار گزار ہے اس لئے کہ ایک تو کسی جنسی کے بدلے اور جنس میں زکوٰۃ ادا نہیں کر سکتے اور دوسری بات یہ کہ زکوٰۃ سبھی کو دی جائے یہی وجہ ہے کہ ان مسائل میں مسلمانوں کی اکثریت حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر ہے اور ہم پر امید ہیں ان مسئلوں کے باعث ان کا مواخذہ نہیں ہوگا۔

طبقات کی صفات

) پہلا طبقہ فقراء کا ہے اور فقیر اسے کہتے ہیں جس کے پاس کوئی چیز موجود نہ ہو اور نہ ہی وہ کسی قسم کے کسب کرنے کا متحمل ہو اگر کسی شخص کے پاس ایک دن کی خوراک ہے جسم کے کپڑے ہیں تو وہ فقیر نہیں البتہ نصف دن کا کھانا ہے زیادہ نہیں اور لباس بھی پورا نہیں یعنی کرتہ ہے دستار نہیں دستار ہے قمیص نہیں تو اسے درویش کہا جائے گا اگر کسی قسم کا کسب تو کر سکتا ہے مگر اس کام کے مطابق ہتھیار نہیں تب بھی اسے درویش ہی کہا جائے گا۔ ایسا طالب علم جو کوئی کام کرے گا تو اس کے طلب علم میں وہ کام رکاوٹ بن سکتا ہے تو اسے بھی درویش کہتے ہیں اور ایسے درویش بہت کم ہیں۔ البتہ لڑکے وغیرہ بہت ہیں۔ پس مناسب یہی ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے درویش کو تلاش کیا جائے۔ جو عیالدار ہو اور اس کے بچوں کو فقیر تصور کر کے اسے ان کا حصہ دیا جائے۔

) دوسرا طبقہ مساکین کا ہے، اور مسکین وہ ہے جس کی آمدن، خرچ سے کم ہو اگرچہ مکان اور لباس اس کے پاس موجود ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ ایک سال کے اخراجات اس کے پاس نہ ہو۔ نیز وہ جو کسب کرتا ہے وہ اخراجات سے وفا نہیں کرتا تو اسے اتنی مقدار میں زکوٰۃ دی جائے جو سال بھر کی کفالت کے لئے لازمی ہو اگر اس کے پاس مکان برتن، کتابیں موجود ہوں مگر ان اشیاء کے باوجود حاجت مند ہو تو اسے مسکین ہی کہا جائے گا ہاں ضروریات سے زائد اشیاء اس کے ہاں موجود ہوں تو وہ مسکین نہیں ہے۔

) تیسرا طبقہ ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جو زکوٰۃ اکٹھی کرتے ہیں اور مستحقین تک پہنچاتے ہیں ان کا وظیفہ اسی مال زکوٰۃ سے ادا کر دینا چاہیے۔

) چوتھا طبقہ مولفۃ القلوب کا ہے اور وہ ایسے اچھے لوگ ہوتے ہیں کہ اگر انہیں مال (زکوٰۃ وصدقہ وغیرہ) دیا جائے تو وہ ایسے پکے مسلمان بن جاتے ہیں کہ ان کی دین پر پختگی دیکھ کر اور لوگ بھی اسلام کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔

) پانچواں طبقہ مکاتب کا ہے اور یہ ایسے غلام اور کنیزوں کا گروہ ہے جو اپنے آپ کو مالک سے خرید لیتے ہیں اور معاہدہ کے مطابق

marfat.com

تسلیم شدہ قیمت یا مال قسطوں میں ادا کر کے اپنے آپ کو مالک سے آزاد کرا لیتے ہیں (گویا کہ ان کی آزادی میں مال زکوٰۃ سے معاونت کی جاسکتی ہے)

(۶) چھٹا طبقہ مقروض حضرات پر مشتمل ہے یعنی جو شخص مقروض ہو لیکن وہ قرض کسی چیز کے بدلے نہ لیا ہو بلکہ نیک کام یا اصلاحی و رفاہی مقاصد کے لئے خرچ کرتے کرتے مقروض ہوا ہو تو پھر اگرچہ امیر ہی کیوں نہ ہو اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے اس لئے کہ اس نے قرض کسی فتنہ کے سدباب کے لئے لیا تھا۔

(۷) ساتواں طبقہ ان مجاہدین اور غازیوں کا ہے جنہیں بیت المال سے کوئی رقم نہ ملتی ہو۔ خواہ وہ امیر ہوں یا درویش وہ اس چیز کے حقدار ہیں کہ زادِ سفر میں انہیں مال زکوٰۃ سے دیا جائے۔

(۸) آٹھواں طبقہ ایسے مسافروں کا ہے جن کے پاس زادِ سفر نہیں خواہ وہ سفر میں ہوں یا اپنے شہر میں تو ایسے لوگوں کو مال زکوٰۃ میں سے کرایہ وغیرہ دیا جاسکتا ہے۔

اگر کوئی شخص از خود اپنے آپ کو درویش یا مسکین بناتا ہے تو اس کی بات کو تسلیم کر لیا جائے اگر واضح طور پر معلوم ہو جائے کہ جھوٹ بول رہا ہے تو وہ زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہوگا۔ نیز مسافر جسے سفر کے لئے مال زکوٰۃ دیا تھا وہ سفر پر نہ جائے اور اسی طرح مجاہد یا غازی سفر جہاد پر روانہ نہ ہو تو ان سے مال زکوٰۃ واپس لے لینا چاہیے اسی طرح باقی تمام طبقوں کے بارے بھی اچھی طرح معلوم کر لینا چاہیے اگر مستحق پائیں تو انہیں زکوٰۃ دیں بصورت دیگر انہیں زکوٰۃ نہ دی جائے۔

اسرارِ زکوٰۃ؟

علامات محبت؟

واضح ہو کہ جیسے نماز کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت اور وہ حقیقت صورت کی روح کہلاتی ہے بعینہ زکوٰۃ کی بھی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت (روح) اور جو شخص زکوٰۃ کے بنیادی راز اور حقیقت سے آگاہ نہیں ہے اس کی زکوٰۃ بھی ایک بے روح جسم ہے۔

زکوٰۃ کے اسرار تین ہیں (۱) یہ کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی محبت پر مامور فرمایا گیا ہے اور کوئی مسلمان نہیں جو اس بات کا مدعی نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے مگر زکوٰۃ کے حکم کا اصل مقصد یہ ہے کہ ایماندار کو اللہ تعالیٰ کی ذات والا برکات سے بڑھ کوئی بھی چیز محبوب نہیں جیسے قرآن پاک میں ہے قل ان کان اباء کم وابناء کم (الایۃ) میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ تمہارے باپ، تمہارے بیٹے تمہارے بھائی، تمہارا کنبہ، تمہاری بیویاں، تمہارا وہ مال جو تم نے کمایا اور وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں ہر وقت ڈر لگا رہتا ہے اور وہ کوٹھیاں اور مکان جو تمہیں نہایت پسند ہیں اگر تمہیں یہ سبھی چیزیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور راہ خدا میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب اور پیاری ہیں تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تم پر نازل ہو اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو پسند نہیں کرتا۔ (سورۃ التوبہ ۲۴-۱۰)

marfat.com

ایسا کوئی بھی ایماندار نہیں جس کا یہ دعویٰ نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کو وہ ہر ایک چیز سے زیادہ محبوب رکھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ واقعی اس بات میں عمل کرتا ہے۔ پس اس دعویٰ کی دلیل کی ضرورت لاحق ہوئی کہ دیکھا جائے کیا وہ اپنے دعویٰ میں صادق بھی ہے یا نہیں تا کہ وہ اپنے محض دعوے پر ہی مغرور نہ ہو جائے پھر مال و دولت آدمی کی محبوب ترین چیزوں میں سے نہایت محبوب ہے لہٰذا اس کے ذریعے آزمائش کی گئی اور حکم فرما دیا گیا اے انسان اگر تو اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو آ اور اس دوستی کے راستے میں ایک محبوب ہی کو قربان کر کے دکھا دے تا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ہر ایک کو پتہ چل سکے کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔

پھر وہ خوش نصیب حضرات جنہیں اس راز کی خبر ہو گئی ان کے تین طبقے ہیں پہلا صدیقین کا طبقہ' ان کے پاس جو کچھ بھی تھا سبھی رضائے مولیٰ پر نثار کر دیا اور کہنے لگے دو صد روپے سے پانچ روپے زکوٰۃ دینا تو بخیل کا کام ہے ہم پر تو یہی فرض ہے کہ حق دوستی میں سبھی کچھ قربان کر دیا جائے جو ہم رکھتے ہیں مثلاً حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عملاً سارا مال بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دیا تھا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا اپنے اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑا؟ تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پکار اٹھے اللہ اور اس کا رسول ہے ۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس صدیق کے لئے ہے خدا اور رسول بس

دوسرا طبقہ وہ ہے جو آدھا مال خداوند تعالیٰ کے لئے اور آدھا اپنے بچوں کے لئے چھوڑے اس کی مثال حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل شریف ہے کہ وہ نصف مال بارگاہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں لائے اور آدھا بچوں کے لئے گھر پر چھوڑ آئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دریافت فرمایا۔ بیوی' بچوں کے لئے بھی کچھ چھوڑا عرض کیا جتنا مال لایا ہوں اتنا ہی ان کے لئے گھر چھوڑا ہے اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں میں وہی فرق ہے جتنا تمہارے کلمات میں ہے بینکما ما بین کلمتکما اس طبقے میں وہ لوگ شامل ہیں جو بیک وقت سارا مال خرچ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور نہ ہی بہتامہ خرچ کرنے کی وہ طاقت رکھتے ہیں تاہم وہ ہمیشہ مستحقین کا خیال رکھتے ہیں' فقراء اور محتاجوں کی حاجت روائی میں لگے رہتے ہیں اور کسی نہ کسی طریقہ سے زکوٰۃ صدقات تقسیم کرتے رہتے ہیں اور پھر اپنی ذات کو درویشوں میں ہی شمار کرتے ہیں اور صرف زکوٰۃ پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ جو بھی کوئی حاجت مند ان کی خدمت میں پہنچے اسے اپنے اہل وعیال کی طرح سمجھتے ہوئے خیرات وغیرہ سے حاجت براری کرتے رہتے ہیں۔

تیسرا طبقہ ایسے لوگوں پر مشتمل ہے کہ وہ زیادہ مال و دولت تو خرچ کرنے کی طاقت نہیں کرتے مگر شرعاً جتنی زکوٰۃ فرض ہے یعنی دو صد روپوں میں سے پانچ روپے ادا کرتے ہیں فرض سے سبکدوش ہو جانے پر اکتفاء کرتے ہیں اور اس حکم کو برضا و رغبت نہایت خوشی و مسرت کے بجالاتے ہیں اور غرباء مساکین' درویشوں پر کسی قسم کا احسان نہیں رکھتے گو زکوٰۃ کی ادائیگی کرنے والا یہ کم درجے کا طبقہ ہے۔

اور پھر ایسا شخص جسے اللہ تعالیٰ نے دو صد روپے عطا فرمائے ہوں اور پھر بھی ان میں سے پانچ روپے دینے کی طرف اس کا دل مائل نہیں تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ نے دوستی اور محبت کیسے نصیب ہو گی اور جو شخص پانچ روپے ہی دے اور زیادہ نہ دے تو محبت میں وہ کامل نہیں بلکہ دیگر جملہ محبین کے مقابلہ میں وہ بخیل ہے۔

marfat.com

دل کی طہارت

زکوٰۃ کی ادائیگی میں دوسرا راز یہ ہے کہ دل کو بخل کی پلیدی سے پاک کرنا دل میں بخل کا پایا جانا نجاست کی طرح ہے جو اسے اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ کی قربت کا اہل نہیں بننے دیتی جیسے ظاہر نجاست کے باعث نمازی کا جسم نماز کی ادائیگی کے لائق نہیں رہتا۔

اس وقت تک دل بخل کی نجاست سے پاک نہیں ہوگا جب تک مال خرچ نہ کیا جائے گا زکوٰۃ بخل کی پلیدی کو ایسے ختم کر دیتی ہے جیسے ظاہری پانی ظاہری نجاست کو صاف کر دیتا ہے یہی سبب ہے کہ زکوٰۃ اور صدقہ فطر انہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت پر حرام ٹھہرایا گیا اور ان کے مدارج ومراتب کو لوگوں کے مال کی میل کچیل سے بچانا لازمی ہے۔

شکرانہ نعمت

زکوٰۃ کی ادائیگی کا تیسرا راز یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بجالانا سیکھے پھر مال بھی نعمت ہے اور مسلمان کے حق میں دنیا وآخرت میں راحت وآرام کا باعث ہے لہٰذا جیسے نماز، روزہ، حج جسم کی نعمت کے شکر بجالانے کے مترادف ہے اسی طرح زکوٰۃ ایسا شکر ہے کو نعمت مال کے حصول پر ادا کیا جاتا ہے تاکہ جب کوئی شخص اس نعمت کے باعث اپنے آپ کو آزاد تصور کرے اور اپنے جیسے کسی ایماندار کو دیکھے جو بے چارہ غریب اور پریشان حال ہے تو اسے چاہیے کہ وہ صاحب مال اپنے آپ سے مخاطب ہو کہ ''وہ شخص بھی میری ہی طرح اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے مگر محتاجی کے باعث پریشان ہے اور میں مال کے سبب سے بے نیاز ہوں جب کہ وہ میرا محتاج ہے تو کیوں نہ میں اس سے عمدہ سلوک کروں ممکن ہے مال دے کر اللہ تعالیٰ مجھے آزمارہا ہو اگر میں اسے اپنے مال سے کچھ نہ دوں تو ہوسکتا وہ مجھے اسی طرح محتاج بنادے اور اسے میری طرح صاحب مال پس ہر ایک مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ان اسرار کو جانے پہچانے تاکہ اس کی یہ عبادت بے معنی صورت بن کر نہ رہ جائے۔

دقائق آدابِ زکوٰۃ اور زندہ عبادت؟

اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ اس کی عبادت زندہ ہو، بے روح نہ ہو اور اسے اس عبادت کا ثواب ڈبل عطا ہو تو اسے لازمی ہے کہ وہ ان سات وظائف واداب کا لحاظ رکھے۔

وظیفہ اول: پہلا ادب یا وظیفہ یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کرنے میں جلدی کرے اس سے پہلے کہ اس پر فرض ہو قبل از وقت از خود ہی فرض سمجھتے ہوئے ادا کر دیا کرے تاکہ دوران سال ہی ادائیگی ہو جایا کرے اس طرح اسے تین فائدے حاصل ہوں گے۔

(۱) عبادت سے رغبت کا اثر اس پر واضح ہوگا اس لئے کہ جب ادائیگی کا وقت آیا یعنی واجب ہونے بعد دنیا تو ضرورت کے تحت ہے کیونکہ اگر اب نہ دے گا تو مستوجب سزا وعتاب ہوگا لہٰذا ایسے وقت میں دنیا تو خوف کی بنا پر ہے نہ کہ از راہ محبت ودوستی؟ اور وہ بندہ تو بڑا کمینہ ہے جو عمل کرتا ہے تو ڈر اور خوف کے مارے کرتا ہے محبت ودوستی کی بنا پر نہیں کرتا (یعنی وہ جو کچھ کرتا ہے دوستی ومحبت کا اس میں کوئی دخل نہیں محض خوف دامن گیر ہوا زکوٰۃ ادا کر دی)

marfat.com

(۲) دوسرا فائدہ یہ حاصل ہوگا کہ وہ محتاجوں اور درویشوں کے دل کو خوش کرنے میں جلدی سے کام لیتا ہے اور وہ قبل از وقت مال کر اچانک خوش ہوں گے تو وہ زیادہ خلوص سے اس کے لئے دعائیں کریں گے اور کون نہیں جانتا درویشوں کی دعائیں تمام مصائب و آلام مشکلات و آفات سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک قلعہ کا کام سرانجام دیتی ہیں۔

(۳) تیسرا فائدہ یہ ہے کہ حادثات و بلیات زمانہ سے محفوظ رہے گا اس لئے کہ زمانے میں مصائب و آلام آفات و خرابات کے سوا ہے ہی کیا ہے؟ ہوسکتا ہے کہ اچانک صاحب مال پر کوئی مصیبت آ پڑے اور وہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے فرض سے محروم رہ جائے پس جب دل میں نیکی کی رغبت ظہور پذیر ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت سمجھتے ہوئے جلدی کر لے تا کہ شیطان کے وار سے بچ سکے جو اس موقعہ کی تاک میں رہتا ہے فان قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمن بیشک ایمان دار کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے اور جیسے ہی وہاں سے باہر آئے گا شیطان حملہ آور ہوگا۔

حکایت:- ایک بزرگ کی عجیب سخاوت؟

بیان کرتے ہیں کہ ایک بزرگ طہارت خانے میں گیا اور اس کے دل میں خیال آیا کیوں نہ میں اپنا کرتہ کسی درویش کو دے دوں؟ یہ خیال آتے ہی وہی سے اپنے ایک مرید کو آواز دی اور کرتہ اتار کر اسے دے دیا اس نے عرض کیا حضرت! باہر آ کر دے دیتے تو کیا حرج تھا؟ بزرگ نے فرمایا اس خوف کے باعث مبادا کہ میرے دل میں کوئی اور خیال آ جائے میں اس نیک کام سے محروم نہ ہو جاؤں!

لطیفہ دوم: اگر زکوٰۃ دینے کا خیال ہو کہ ایک ہی وقت میں ادا کر دی جائے تو ماہ محرم الحرام میں دیں کیونکہ یہ حرمت و عزت والا مہینہ ہے اسلامی سال کا آغاز بھی اسی ماہ سے ہوتا ہے یا پھر ماہ رمضان میں دیں اس لئے کی وقت جتنا فضیلت و شرف رکھتا ہوگا اسی قدر ثواب میں اضافہ ہوگا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں سے زیادہ سخی ہیں کیونکہ آپ کے پاس جو کچھ ہوتا دے دیتے ماہ رمضان شریف میں تو کوئی بھی چیز اپنے پاس نہ رکھتے۔ بتمامہ راہ اللہ عطا فرما دیتے۔

لطیفہ سوئم:- یہ کہ زکوٰۃ پوشیدہ دے اعلانیہ نہ دے تا کہ ریا سے محفوظ رہے اور اخلاص سے قریب تر حدیث شریف میں ہے پوشیدہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور یہ بھی ہے کہ حشر کے دن سایہ عرش کے نیچے سات گروہ ہوں گے (۱) عادل حکمران (۲) پوشیدہ صدقہ دینے والا یوں کہ دائیں سے دیا تو بائیں ہاتھ کو خبر تک نہ ہوئی خود خیال کریں کہ اس آدمی کا کتنا بلند درجہ ہے کہ اسے عادل حکمران کے برابر کا مقام دیا گیا ہے حدیث شریف میں ہے کہ پوشیدہ صدقہ دینے والے کو اعمال باطنی میں شامل کیا جاتا ہے اور ظاہراً دینے پر اعمال ظاہری میں لکھا جاتا ہے اگر بالفرض صدقہ دینے والا زبان سے یوں کہہ دے کہ میں نے فلاں چیز صدقہ و خیرات میں دی تو اس کے باطنی و ظاہری دونوں اعمال مٹا کر اسے ریاکاروں کے دفتر میں لکھ دیا جاتا ہے۔

نکتہ خاص: اسی چیز کے پیش نظر صالحین سلف صدقہ کو پوشیدہ رکھنے کے لئے اتنا مبالغہ کرتے کہ کسی نابینے مستحق کو تلاش کرتے اور مال صدقہ اس کے ہاتھ پر رکھتے اور خاموشی سے واپس آ جاتے' بات تک کرنے کے روادار نہ ہوتے تا کہ جسے صدقہ دیا ہے اسے بھی خبر تک نہ ہو کہ کون دے گیا اور بعض بزرگ کو کسی ایسے مستحق درویش کے پلے باندھ آتے جب وہ سو رہا ہوتا اور آواز تک نہ نکالتے تا کہ وہ بیدار نہ ہو جائے یعنی اسے محسوس تک نہ ہو کہ یہ مال کون دے گیا۔

marfat.com

اور بعض صالحین مستحقین کے راستے پر ڈال دیتے اور بعض نیک لوگ ایسے بھی ہوئے کہ کسی دوسرے شخص کے ہاتھوں مستحقین تک پہنچا دیتے اور یہ بھی اس لئے کرتے کہ حقدار کو معلوم تک نہ ہو کہ کون دے رہا ہے اور یہ اسی بناء پر اہم تصور کیا جاتا تھا کہ ریا کا جذبہ دل میں جگہ نہ پکڑنے پائے کیونکہ اگر ریا کاری کا ظہور ہونے لگے تو بخل نہ بھی کرے تب بھی ریا کاری پرورش پانے لگتی ہے جو آخر کار ہلاکت و بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔

☆ بچھو اور سانپ: (حضرت امام غزالی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں) بخیلی اگر بچھو ہے تو ریا کاری سانپ کی طرح ہے۔ جو بچھو سے زیادہ طاقت ور ہے اور اگر بچھو کو مار کر سانپ کو کھلا دیا جائے تو سانپ اور زیادہ زہریلا اور خطرناک صورت اختیار کر لے گا اس طرح ایک ہلاک کرنے والے سے نجات پا کر دوسری اس سے بھی زیادہ ہلاک کن چیز کے پنجوں میں ڈالنا ہے اور ایسی وصفوں کے زخم کھاتے جب قبر میں جائے گا تو گویا بچھو اور سانپ کا زخم خوردہ ہوگا اس تفصیلاً عنوان مسلمان میں ہم بیان کر چکے ہیں پس اعلانیہ اور ظاہراً صدقہ وخیرات دینے میں اس کی منفعت سے زیادہ نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا۔

چوتھا فائدہ: اگر کوئی شخص ریا کاری سے صاف صاف بچنا اور اس کو اپنے دل سے نکالنا چاہتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس کے ظاہری طور پر صدقہ دینے سے دوسرے لگوں کو بھی رغبت ملے گی تو ایسے نیک آدمی کے لئے ضروری ہے کہ وہ برملا ظاہراً صدقہ وزکوٰۃ دے اور اسے اس طرح دنیا بہت افضل ہے اس لئے کہ یہ شخص تو ان لوگوں میں سے ہے جن کے نزدیک مدح وذم برابر ہیں (یعنی کوئی تعریف کرے نہ کرے اس کے صحت پر کچھ اثر نہیں پڑتا) اور اسے تو ہر عمل میں اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سمجھتا ہے میرے ہر کام اور عمل کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔

پانچواں فائدہ: یہ ہے کہ صدقہ وخیرات لوگوں کو سنا کر نہ دے تا کہ احسان سے وہ اس کا ثواب ضائع نہ ہو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی اے ایماندار احسان اور تکلیف پہنچا کر اپنے صدقات وخیرات کو باطل نہ کرو۔ (البقرۃ ۲۶۴-۳) اذیٰ سے مراد مستحق کا دل دکھانا ہے ایسے کہ ترش روئی یا ماتھے پر بل ڈال کر پیش آنا یا بہت درشتی سے بات کرنا اور اسے غریب یا سائل ہونے کی حیثیت سے حقیر سمجھنا اور یہ دو طرح سے حماقت اور جہالت کا اظہار ہے ایک یہ کہ اس مال کو اسے اپنے ہاتھ سے نکالنا دشوار گزار سمجھنا یوں بخلی اور تنگی دل کا مظاہرہ کرنا ہے اور یہ غلط سلط باتیں کرنا اس لئے کہ جو شخص ایک درہم کے بدلے ہزار دینار لینے پر تیار نہیں اس سے بڑا جاہل اور بے وقوف کون ہے؟ اس لئے کہ معمولی سی زکوٰۃ دینے سے جنت میں اسے اعلیٰ مقام اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو سکتی نیز جہنم سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کا وسیلہ بنا سکتا ہے اگر وہ ان امور پر ایمان رکھتا ہے تو اسے صدقات وخیرات گراں کیوں گزرتی ہیں۔

دوسری حماقت و جہالت اس طرح ہے کہ وہ صاحب نصاب یہ سمجھتا ہے کہ اسے مستحق پر فضیلت حاصل ہے اس لئے کہ وہ صاحب مال ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ جو شخص مستحق ہے وہ صاحب مال سے پانچ سو سال پہلے داخل جنت ہوگا پس خود ہی خیال کیجئے افضل وہ ہے یا مالدار؟ بل شبہ درجہ تو غریب مستحق کا بلند ہوا نہ کہ صاحب مال کا؟ اللہ تعالیٰ کے ہاں بزرگی وشرف درویشی کو حاصل ہے نہ کہ تونگری کو غریب کے شرف وفضیلت کا نشان اور دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امیر کو دینوی مال و دولت سمیٹنے کی خاطر محنت ومشقت میں مشغول کر دیا حالانکہ سرداری کے لئے اسے اتنا ہی ملتا ہے جتنا مقدر کر دیا گیا تا کہ اس کے حوائج دینوی پورے ہوتے رہیں اور ساتھ ہی ساتھ

marfat.com

یہ بھی اس پر لازم ٹھہرا دیا کہ وہ غرباء کو ان کی ضروریات کے مطابق مہیا کرتا رہے پس اگر اس پر غور کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ امیر کو تو دار دنیا میں غریب کے لئے ایک مزدور مقرر کر دیا گیا اور دوسرے جہاں میں مسکین وغریب اور درویش کی فضیلت کا ظہور کر دے گا اور وہ تو ہر یہی امر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درویش کا امیر سے پانچ صد سال قبل جنت میں جانا مخصوص ہے۔

چھٹا فائدہ : یہ ہے کہ غریب پر صدقہ وخیرات کا قطعاً احسان نہ ڈالے اس لئے کہ احسان کی بنیاد جہالت ہے اور احسان جتانا دل کی ایسی صفت ہے جس کے باعث احسان جتانے والا یہ تصور کرنے لگتا ہے کہ میں نے غریب کے ساتھ بہت بڑی نیکی کی ہے چنانچہ وہ صدقہ وخیرات دیتا ہی اسی تصور کے پیش نظر تا کہ غریب اس کا ممنون احسان رہے اور اس کا یہ گمان اس بات کی علامت ہے کہ وہ غریب سے خدمت کی امید رکھتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ غریب اس کے حکم کا پابند رہے اور ہمیشہ سلام واحترام کرتا رہے چنانچہ اگر بالفرض اس کی توقع کے مطابق وہ کام سرانجام نہیں دیتا تو یوں احسان دھرنے لگتا ہے لوگو! دیکھو تو سہی میں نے اس کے ساتھ کتنی نیکیاں کیں اور اس کا بدلہ یہ کیسا ہے؟ حالانکہ یہ سبھی خیالات جہالت پر مبنی ہیں۔

حالانکہ حقیقتاً سوچا جائے تو نیکی اس غریب نے اس کے ساتھ کی ہے کہ اس کا صدقہ وخیرات قبول کر کے نار جہنم سے بچالیا نیز اس کے دل کو بخل کی پلیدی سے پاک کر دیا اگر کوئی جراح کسی شخص کا اپریشن کرتا ہے تو اپریشن کروانے والے کا جراح پر کوئی احسان نہیں۔ کہ احسان تو جراح کا ہے جس نے اپریشن کے ذریعہ اس کے جسم سے خراب وزہریلا خون نکال دیا جو اس کی موت کا باعث بن سکتا تھا۔ بنہ اسی طرح احسان تو اس غریب کا ہے جس نے امیر سے زکوٰۃ وصدقات قبول کر کے اس کے بخل کو جو اس کے باطن میں تھا اور زکوٰۃ کا مال جو اس کے ہاتھوں میں تھا دونوں امیر کی ہلاکت اور پلیدی کا موجب تھے غریب نے پکڑ کر امیر کو دونوں خرابیوں سے بچالیا پھر احسان کس کا؟ تو ماننا پڑے گا یقیناً احسان تو غریب کا ہے جس نے امیر کو دو ہلاکتوں سے رہائی دلائی۔ اس بناء پر تو امیر کو غریب کا شکر ادا کرنا چاہیے نہ کہ الٹا اس پر احسان دھرے۔

نیز سید عالم مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں صدقہ پہلے تو اللہ تعالیٰ کے دست اقدس میں جاتا ہے پھر غریب کے ہاتھ پہنچتا ہے لہٰذا جب دینے والا اللہ تعالیٰ ہی کو دیتا ہے اور غریب کی حیثیت محض نائب کی سی ہوتی ہے پھر وہ تو دستِ حق سے لیتا ہے تو ظاہر ہے کہ احسان درویش کا ہے نہ کہ امیر کا اور پھر الٹا وہ احسان بھی جتوانے لگے پس جب زکوٰۃ کے ان تین رازوں کو سمجھ لیا جائے تو حقیقت خود بے نقاب ہو جاتی ہے کہ امیر کا غریب پر احسان جتانا سراسر جہالت وحماقت ہے اور احسان مندی سے بچنا اشد ضروری ہے اسی لئے اسلاف صالحین اجتناب کرنے میں بھی بے حد مبالغہ سے کام لیتے تھے یہاں تک کہ غریب کے سامنے بڑے احترام سے دست بستہ کھڑے ہو کر مال صدقہ وزکوٰۃ پیش کرتے اور سائلیں کی طرح منت وسماجت سے گزارت کرتے براہِ کرام ہماری طرف سے یہ مال قبول فرمایئے۔

نیز بعض اولیاء کرام کا تو دینے کا انداز ہی یہ رہا کہ غریب کو مال پیش کرتے وقت اپنے ہاتھ نیچے رکھتے تا کہ مستحق وہ رقم وغیرہ اوپر سے اٹھائے تا کہ اس کا ہاتھ اوپر ہی رہے کیونکہ فرمان ہے الہ العلیاء خیر من الید السفلیٰ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے افضل ہے کے زیب دیتا ہے کہ وہ غریب پر احسان دھرے۔

marfat.com

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب کسی مستحق صحابی کے پاس کوئی چیز بھیجا کرتیں تو جس کے ہاتھوں وہ چیز جاتی اسے تاکید فرمایا کرتیں اچھی طرح یاد رکھنا چیز لیتے وقت غریب نے کون سی دعا دی ہے تاکہ اس کے دعاؤں کے بدلے ہم بھی اس کے حق میں دعا کریں تاکہ صدقہ وغیرہ بالکل صاف وشفاف ہو جائے آپ کا یہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صدقہ کے بدلے دعا کی بھی خواہش نہیں رکھتیں تھیں کیونکہ ان کے نزدیک طمع رکھنا جائز نہیں کیونکہ دعا پر یہی بات ذہن میں اترتی ہے کہ دینے والے نے اس پر احسان کیا ہے جس کے بدلے میں دعا دی جارہی ہے حالانکہ احسان تو غریب کا ہے جس نے وہ صدقہ قبول کیا یہ زکوٰۃ وصول پائی۔

ساتواں فائدہ: زکوٰۃ دیتے وقت سب سے عمدہ مال دے اور دیگر تمام اشیاء میں سے جو سب سے زیادہ حلال وطیب ہو اس جس مال میں ذرہ سا بھی شک وشبہ ہوگا وہ قرب حق کے لائق نہیں اس لئے کہ ذات الٰہیہ طیب وطاہر اور پاک ہے اور پاکیزہ اشیاء کو قبول فرماتا ہے چنانچہ ارشاد ہوا **ولا یتمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باخذہ الا ان تغمضوا فیہ** (سورۃ البقرۃ ۲۶۷-۳) خراب اشیاء میں سے خرچ کرنے کی نیت مت کیا کرو حالانکہ وہی چیزیں تمہیں دی جائیں تو تم نہیں پکڑو گے ہاں چشم پوشی سے کام لو تو یہ اور بات ہے۔

یعنی ایسی اشیاء جب تمہیں دی جائیں تو تم لینے سے اعراض کرو گے پھر وہ راہ خدا میں کیوں خرچ کرتے ہو اگر گھر کی خراب چیزوں کو مہمان کے سامنے رکھیں گے تو گویا کہ مہمان کی توہین وبے عزتی ہوگی پھر تم ایسی چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے لئے کیوں دیتے ہو تو ایسے ہوا بدتر چیز خدا کے لئے اور بہترین چیزیں اس کے بندوں کے لئے مختص کریں گے اور بری چیز کا دینا اس امر کی دلیل ہے دینے والے کو خود غیر مناسب لگتی ہے پھر بھی دی تو گویا کہ جو کچھ دیا تنگ دلی سے دیا دل کی خوشی سے نہ دیا۔

اور صدقہ وخیرات دیتے وقت دل کی خوشی شامل نہ ہوگی تو اس کے عدم قبول کا خدشہ ہے اور سید عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ایک درہم خوش دلی سے صدقہ دینا ہزار درہموں سے افضل واعلیٰ ہے لہٰذا یہ واجب ہے کہ صدقہ وخیرات میں نہایت عمدہ اشیاء خوشی ومسرت کے ساتھ دی جائیں۔

☆ آداب تلاش درویش

واضح ہو کہ جس صاحب مال نے کسی بھی درویش کو زکوٰۃ دی اس نے اپنا فرض پورا کیا ہاں جو کوئی آخرت کا تاجر ہے اس پر لازم ہے کہ خوب محنت ومشقت سے کام لے یعنی زکوٰۃ وصدقہ جس قدر مناسب اور بروقت ہوگا دینے والے کو اتنا ہی زیادہ ثواب عطا ہوگا یعنی دینے والا یہ خیال رکھے کہ جسے یہ مال ودولت دیا جائے گا وہ اسے نشے والی اشیاء پر صرف نہیں کرے گا یعنی بھنگ چرس (ہیروئن) وغیرہ (قبیح کاموں پر خرچ نہیں کرے گا جسے دیا جائے وہ احکام خداوندی کا پاس اور لحاظ رکھتا ہو فرائض کی ادائیگی پر کمربستہ ہو اور زکوٰۃ کا مصرف بھی جانتا ہو) پس اسے چاہیے کہ درویشوں کی ان پانچ قسموں میں سے کسی ایک قسم کو تلاش کرے اور پھر وہ مال زکوٰۃ کے سپرد کردے۔

(۱) یہ کہ وہ درویش نیک اور پارسا ہو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **اطعموا اطعامکم الاتقیاء** تم کھانا متقین کو دیا کرو

marfat.com

کا سبب یہ ہے کہ متقی جو کچھ لیتے ہیں اسے عبادت و ریاضت خداوندی میں اپنا معاون و مددگار جانتے ہیں لہٰذا ان کی عبادت میں مال زکوٰۃ وصدقہ دینے والا گویا کہ شریک ہو جاتا ہے اور ثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے اس لئے کہ اس کا تعاون عبادت میں شامل ہے۔

حکایت:- تجھ سے شخص کو خسارہ نہیں ہو سکتا:

بیان کرتے ہیں کہ ایک دولت مند نے یہ دستور بنا رکھا تھا کہ وہ اصفیاء کے علاوہ کسی اور کو صدقہ وزکوٰۃ نہیں دیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ جنہیں ذات خداوندی کے علاوہ کسی اور کا خیال نہیں ہوتا اگر بالفرض ان پر ایسا وقت آ جائے اور کسی چیز کی ضرورت درپیش ہو تو ان کا خیال پراگندہ ہو گا وہ پریشانی کے عالم میں کسی اور کی طرف دھیان نہ کر بیٹھیں۔

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ بات سنی تو فرمایا وہ اولیاء اللہ میں سے ولی ہے مگر اللہ شان ہوا یہ کہ وہ شخص پیشہ کے لحاظ سے بقال تھا رفتہ رفتہ اس کے حالات دگرگون ہونے شروع ہوئے وہ کنگال ہو گیا کیونکہ اس دولت مند سے جو بھی کوئی درویش خرید تا وہ اس سے قیمت نہیں لیتا تھا حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی نازک حالت کا علم ہوا تو آپ نے اسے بہت سا مال دیا تا کہ وہ تجارت جاری رکھ سکے نیز ساتھ ہی فرمایا تیرے جیسے شخص کو تجارت میں خسارہ ہو ہی نہیں سکتا (یعنی بظاہر دینوی تجارت میں امتحان کا سامنا ہے تو فکر نہ کرو اخروی تجارت تمہارے لئے منافع بخش ثابت ہو گی) (تابش قصوری)

۲) یہ کہ اپنا مال جب دیں تو طالب علم کو دیں اس لئے کہ صدقہ وزکوٰۃ جب کسی طالب علم کو دیں گے تو وہ فراغت سے حصول علم میں کمربستہ رہے گا اور صدقہ وزکوٰۃ دینے والا علم کے ثواب کا بھی مستحق ٹھہرے گا۔

۳) سفید پوشوں کو دیں اس لئے کہ وہ مستحق ہونے کے باوجود اپنی ضروریات کا کسی کو علم نہیں ہونے دیتے بلکہ اپنی کیفیت کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔ اور اپنی درویشی کو ظاہر نہیں ہونے دیتے بلکہ ظاہراً بہت عمدہ پوری شان وشوکت سے زندگی گزارنے کی کوشش کرتے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف** (البقرہ ۲۷۳-۳)

۴) یہ کہ صاحب مال ایسے لوگوں کو تلاش کرے جو عیالدار یا بیمار ہوں۔ اس لئے کہ لینے والا جتنا زیادہ محتاج اور پریشان حال ہو گا اس کو دینے میں صاحب مال کو زیادہ ثواب عنایت ہو گا۔

۵) یہ کہ صاحب مال کو ایسی ان تمام صفات یا بعض کا حامل شخص مل جاتا ہے تو اسے دنیا سب سے افضل واعلیٰ اور برتر ہے اگر ایسے اشخاص کو دیا جائے تو ان لوگوں کے نیک کلمات اور دعوات صاحب مال کے لئے حصار کا کام دیں گی اور یہ فائدہ اس فائدے سے بڑھ کر ہے کہ بخل کی نجاست اس سے دور ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر کسی حد تک صحیح معنوں میں ادا ہو گا اور چاہیے کہ زکوٰۃ علویوں اور کافروں کو نہ دی جائے کیونکہ زکوٰۃ کی روحانی حیثیت وحقیقت مال کے میل کی ہے اور علوی کو اس سے دور رہنا لازم ہے اور کافر کو مال دینے سے ویسے ہی بچنا چاہیے یعنی کافر تو اس بات کے بھی لائق نہیں کہ اسے ایماندار مال کے میل سے نوازا جائے۔

marfat.com

زکوٰۃ لینے والوں کے آداب؟

جو زکوٰۃ لینے کے مستحق ہیں ان کو درج ذیل پانچ آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱) اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت بعض لوگوں کو مال و دولت کا محتاج بنایا اور بعض کو بکثرت مال سے نوازا البتہ محتاج انہی کو بنایا جن پر اپنے الطاف و اکرام کو زیادہ کرنا مقصود تھا تا کہ دینوی جھمیلوں اور مخمصوں سے فراغت میں رہیں اور دینوی امور کا تمام تر بوجھ محنت و مشقت اور مال و دولت کی حفاظت کی جملہ ذمہ داریوں کو امراء پر ڈال دیا اور ساتھ انہیں حکم فرمایا کہ وہ میرے عزیز بندوں کی کفالت کرتے ہوئے ان کی ضروریات کے لئے مال و اسباب مہیا کر میرے بندے دینوی بوجھ سے بے نیاز ہو کر مکمل یکسوئی سے ذکر و اذکار میں مشغول رہیں اور اگر انہیں کبھی مالی پریشانیوں باعث ان کے اوقات میں پراگندی ظاہر ہونے لگے تو اغنیا ان کی حاجت برآری کریں تا کہ ان کی دعائیں اور مبارک سانس مال و دولت کے دینے والوں کے لئے کفارہ (عیوب) بن جائیں پس درویش کے لئے لازمی ہے کہ جو کچھ لے اسے اپنی کفالت پر خرچ کر ڈالے تا کہ بفراغت عبادت کا موقع پائے اور اس نعمت کی قدر پہچانے کہ امیروں کو اس کا ورکر بنا دیا ہے تا کہ وہ مصروف عبادت رہے۔

☆ بادشاہِ دنیا

اور جس طرح دینوی بادشاہ اپنے مخصوص غلاموں کو جنہیں وہ اپنی خدمت میں ہر وقت دیکھنا پسند کرتے ہیں انہیں کسب دنیا سے بے نیاز کر دیا کرتے ہیں کاشتکار یا اہل بازار جو ان کی خدمت کے لائق نہیں ہوتے ان خواص کا خدمتگار بنا دیتے ہیں اور ان سے جزیہ خراج ٹیکس وصول کر کے اپنے خاص ملازمین کو وظیفے دیتے ہیں پس جیسے دینوی بادشاہوں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اپنے خاصوں کے عوام کو خادم بنا دیا جائے یوں ہی اللہ تعالیٰ کا ارادہ اپنی مخلوقات میں سے یہی ہوتا ہے کہ وہ اس کے حضور مصروف ذکر و اذکار اور طاعت عبادت میں رہیں چنانچہ فرمایا گیا۔ وما خلقت الجن الانس الالیعبدون (الذریت ۵۶-۳۰)

میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے اس لئے درویش کو چاہیے کہ جو کچھ لے اسی نیت سے لے ایسا ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے مال صدقہ دینے والے کو لینے والے پر کوئی برتری نہیں ہے بشرطیکہ لینے والا حقیقتاً کسی ضرورت کے تحت لے رہا ہو اور ایسا تو وہی شخص ہوتا ہے جو دین کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے۔

(۲) پھر یہ سمجھے کہ جو کچھ وہ لے رہا ہے حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ سے لے رہا ہے اور اسی نظریہ سے دیکھتا ہے امراء اور اغنیاء کو محض اپنا مطیع سمجھے ایسے کہ ان پر ایک موکل مقرر ہے جو انہیں مسخر کر کے صدقہ و خیرات ان درویشوں کی خدمت میں پہنچا رہا ہے اور یہ موکل ان کا وہ ایمان ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے مرحمت فرمایا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس کی نجات کا دارومدار اور سعادت و فیروز بختی صدقہ سے وابستہ ہے پھر یہ کہ موکل مقرر نہ ہوتا تو کسی طرف سے ایک پیسہ بھی اس کے پاس نہ پہنچتا پس احسان ہے اسی ذات والا برکات کا جس نے اس کیلئے موکل مقرر فرمایا۔

marfat.com

اور جو درویش یہ سمجھ لے کہ امیر کا ہاتھ تو محض ایک واسطہ یا ذریعہ ہے بلکہ اسے تو مسخر کر دیا ہے تو وہ درویش واسطہ و وسیلہ کے پیدا کرنے والے کو ہی دیکھے گا اور اس بنا پر اس کا بھی شکر بجالائے گا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **فان من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ** پس بیشک جس شخص نے لوگوں کا شکر ادا نہ کیا اس نے اللہ کا شکر بھی نہیں کیا اس لئے کہ ایسے بندوں کی تعریف تو از خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب کہ ان کے اعمال کا خالق بھی وہی ہے (بلکہ اپنی شان کریمی کے انتہائی اظہار کے ساتھ) ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ **نعم العبد انه اواب** (ص ۳۰) کتنے اچھے بندے ہیں جو بہت زیادہ اس کی طرف رجوع کرتے ہیں نیز ارشاد ہوا **انه کان صدیقاً نبیاً** (مریم ۴۱-۱۶) بیشک وہ صدیق نبی تھے (وہ نبی صداقت کے پیکر تھے) اور یہ مثالیں اس لئے دی گئی ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسے خیر و برکت کا وسیلہ و واسطہ بناتا ہے اسے بھی معزز و محترم بنا دیتا ہے جیسے ارشاد ہوا **طوبی لمن خلقته للخیر و سرت الخیر علی یدیه** بشارت ہے اس شخص کے لئے جسے ہم نے نیکی کے لئے پیدا فرمایا اور اس کے ہاتھوں پر ہم نے نیکی کو آسان تر کر دیا۔

پس اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی قدر و منزلت پہچاننی چاہیے یہی شکر کا مفہوم ہے اور لینے والے کو دینے والے کے لئے یوں دعا کرنی چاہیے **طهر الله قلبک فی قلوب الابرار وزکی عملک فی عمل الاخیار وصلی علی روحک فی ارواح الشهداء** اللہ تعالیٰ تیرے دل کو پاک کرے نیکوں کے دل کی طرح اور تیرے عمل کو نیکوں اعمال کی مانند طیب فرمائے۔

اور تیری روح کو شہداء کی ارواح کی طرح رحمت و کرم سے نوازے حدیث شریف میں ہے جو تمہارے ساتھ نیکی سے پیش آئے تم بھی جواباً اس کے ساتھ نیکی اختیار کرو اور اگر تم اس کے ساتھ ویسے سلوک نہ کر سکو تو اس کے حق میں اتنے مبالغہ کے ساتھ دعا کرو کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ میں اس کا بدلہ ادا کر چکا ہوں نیز سب سے بڑی نیکی یہی ہے کہ اگر صدقہ میں کوئی عیب یا نقص دیکھیں تو اسے پوشیدہ رکھیں وہ یوں کہ اگر کم ہے تو اسے کم نہ سمجھیں اور حقیر نہ جانیں اور دینے والے کو چاہیے کہ جب وہ صدقہ دے تو اسے معمولی سمجھے زیادہ نہ خیال کرے خواہ وہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو اور اس پر احترام کی نظر رکھے۔

۳) اگر صدقہ حلال و طیب نہ ہو تو قبول نہ کیا جائے اور دینے والا سودی رقم یا ظلم کا مال کسی کو نہ دے۔

۴) صدقہ و زکوٰۃ لینے والا اتنا لے جتنی اس کی ضرورت ہے۔ یعنی اگر سفر کے لئے لیتا ہے تو زاد سفر سے زیادہ نہ لے مقروض ہے تو قرض کی رقم سے زائد کا طالب نہ ہو اور اگر اہل و عیال کی کفالت کے لئے لیتا ہے تو ضرورت سے زائد ایک روپیہ تک نہ لے مثلاً دس روپے کی ضرورت ہے تو گیارہ نہ لے اس لئے کہ زائد از ضرورت لینا حرام ہے نیز گھر میں ضرورت سے زائد اشیاء موجود ہوں تب بھی زکوٰۃ لینا درست نہیں۔

۵) زکوٰۃ دینے والا اگر صاحب علم نہیں تو لینے والا اس سے دریافت کر لے کہ جو رقم تم میرے سپرد کر رہے ہو اس میں مساکین کا حصہ کتنا ہے اور مقروض کا کتنا ہے اور اگر اس میں وہی صفت پائی جائے کہ زکوٰۃ کا آٹھواں حصہ اسی ایک درویش کو دے رہا ہو تو درویش کو قبول نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں یہ جائز نہیں کہ تمام حصہ ایک مستحق کو بھی دیا جائے۔

marfat.com

☆ فضائل صدقہ

رحمت عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لوگو! صدقہ ضرور دیا کرو اگرچہ ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ یہ غریب کو زندہ رکھتا ہے اور گناہوں کو ایسے مٹا دیتا ہے جیسے آگ کو پانی بجھا دیتا ہے۔ مزید فرمایا لوگو! دوزخ کی آگ سے بچو اگرچہ آدھی کھجور ہی کیوں نہ ہو اور اگر کوئی چیز دینے کے لئے نہ ہو تو خوش کلامی و خوش اخلاقی سے پیش آؤ۔ نیز فرمایا کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اپنے حلال مال سے صدقہ دے اور اللہ تعالیٰ اس کی پرورش اپنے ذمہ کرم سے ایسے نہ کرے جیسے تم اپنے چار پاؤں جانوروں کی کرتے ہو اور اس کا مالک اس درجہ پر ہے کہ چند کھجوریں احد پہاڑ کی صورت اختیار کر لیں گی یعنی صدقہ میں دی گئیں چند کھجوریں ثواب میں احد پہاڑ سے مطابقت رکھتی ہیں نیز فرمایا حشر میں ہر ایک اپنے اپنے صدقے کے سائے میں ہوگا۔ تاکہ لوگوں کے بارے احکام نافذ کئے جائیں نیز فرمایا صدقہ شر اور فتنہ کے ستر دروازوں کو بند کر دیتا ہے' لوگوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا صدقہ زیادہ افضل ہے؟ فرمایا جو صحت و تندرستی کے عالم میں دیا جائے جب انسان زندگی سے پر امید ہوتا ہے اور اسے مفلسی کا کوئی خدشہ نہیں ہوتا اور اس انتظار میں نہ رہے کہ جب جان لب پر ہوگی پھر دیکھا جائے گا اور پھر ایسے نازک وقت میں پکارنے لگے فلاں کو دو' فلاں کو دو' وقت فلاں فلاں کی آوازیں کس کام' اب تو بعد از موت خود ہی ورثاء میں تقسیم ہو جائے گا۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں جس کسی نے ایک بار اپنے دروازے سے سائل کو خالی لوٹایا رحمت کے فرشتے سات دن تک اس کے گھر کے قریب نہیں آتے محسن اعظم رحمت عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو کام کسی اور پر نہ چھوڑے ہمیشہ از خود سرانجام دیتے ایک یہ کہ فقراء کو صدقہ اپنے دست اقدس سے عطا فرماتے اور رات کو (تہجد) کے لئے پانی کا اہتمام اپنے ہاتھ مبارک سے کرتے اور پانی کے برتن کا منہ خود ڈھانپتے۔

نیز فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان کو پہننے کے لئے کپڑا دیا وہ کپڑا دینے والا اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی محافظت میں رہتا ہے جب تک وہ کپڑا اس مسلمان کے استعمال میں رہتا ہے حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پچاس ہزار درہم آئے جو آپ نے فوری طور پر صدقہ کر دیئے جب کہ آپ نے اپنے لباس پیوند شدہ لباس کو اسی طرح رہنے دیا حالانکہ آپ با آسانی نیا لباس لے سکتی تھیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص ستر سال تک عبادت کرتا رہا مگر اچانک ایک عظیم گناہ کا ارتکاب کر بیٹھا اس کی تمام عبادت اکارت گئی مگر ایک دن اس کے پاس ایک درویش آیا اور اسے ایک ٹکڑا روٹی کا دیا' اللہ تعالیٰ نے اس صدقے کے بدلے اس کا گناہ معاف فرما دیا اور اس کی ستر سالہ عبادت کو بھی اپنی بارگاہ میں قبول فرما لیا۔

حضرت لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنے بیٹے کو نصیحت ہی یہی تھی کہ اے میرے بیٹے "جب کبھی تجھ سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو صدقہ کر اور حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بوقت صدقہ اللہ تعالیٰ کی خوب حمد اور شکر ادا کرتے رہتے اور کہتے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **لن تنالوا البر حتّٰی تنفقوا مما تحبون** تم ہرگز نیکی حاصل نہیں کر پاؤ گے جب تک اپنی محبوب ترین چیزوں کو (پ ۴ آل عمران ۹۲) خرچ نہ کرو گے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ عبداللہ ابن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اللہ تعالیٰ کے شکر کرنے کو بہت پسند کرتا ہے۔

امام شعبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جو شخص اپنے صدقے کے ثواب کا اس محتاج سے بڑھ کر محتاج نہیں جس نے اس سے صدقہ وصول

marfat.com

پایا وہ صدقہ قابل قبول نہیں ہوگا حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بردہ فروش کو دیکھا جو نہایت خوبصورت کنیز بیچ رہا تھا پوچھا گیا' کیا تم دو درہموں میں اسے فروخت کر دو گے؟ بردہ فروش نے کہا نہیں تو اسے کہا تم جاؤ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو دو خبثہ کے بدلے حورعین عطا فرما دیتا ہے جو اس (دینوی عورت) سے کہیں زیادہ خوبصورت ہے۔

اصل ششم

روزے رکھنا

واضح ہو کہ ارکان مسلمانی میں ایک رکن روزہ بھی ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے' میں ایک نیکی کے بدلے دس نیکیوں سے لے کر سات سو نیکیوں تک دیتا ہوں۔ لیکن روزہ خاص کر میرے ہی لئے ہوتا ہے لہٰذا اس کی جزا میں خود بن جاتا ہوں! الصوم لی و انا اجزی بہ' نیز ارشاد خداوندی ہے انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب (سورۃ الزمر آیت ۱۰) بیشک میں صابرین کو بے حساب اجر عطا فرماتا ہوں! یعنی ان لوگوں کے لئے اجر وثواب کا کوئی حساب وشمار ہی نہیں جو خواہشات نفسانیہ کو کنٹرول کرنے کے لئے صبر اختیار کرتے ہیں نیز فرمایا صبر نصف ایمان ہے اور روزہ نصف صبر' نیز ارشاد ہوتا ہے روزے دار کے منہ سے جو بو برآمد ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خوشبو سے زیادہ خوشتر ہے اور فرمایا جا رہا ہے میرے بندے نے خواہشات نفسانیہ (کھانے پینے اور جماع وغیرہ) کو میری رضا وخوشنودی کے لئے ترک کیا ہے لہٰذا اس کا اجر وثواب میں ہی عطا کروں گا' نیز ارشاد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہے۔

روزے دار کا سونا بھی عبادت ہے۔ اس کا روزے کی حالت میں نکلنے والا ہر سانس نیکی ہے اور اس کی دعا قابل قبول ہے اور فرمایا جب ماہ رمضان آتا ہے تو تمام شیاطین بند کر دیئے جاتے ہیں اور منادی ندا کرتا ہے "اے خیر وبرکات کے طلب کرنے والو! آؤ! یہ وقت تمہارا ہے! اے شر کے متلاشی رک جا کیونکہ تیرے لئے کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔

روزے کی عظیم ترین فضیلت تو یہی ہے کہ الصوم لی و انا اجزی بہ روزہ میرے لئے اور اس کی جزا میں خود دوں گا یا از خود میں ہی اس کی جزا بن جاؤں گا ما یلیق بشانہ

گو ہر عبادت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے لیکن روزہ کی تخصیص ایسے ہی ہے جیسے بیت اللہ شریف کو اللہ تعالیٰ نے اپنا گھر ٹھہرایا حالانکہ تمام جہاں اور روئے زمین اسی کی ہے۔

روزہ دار کی دو خصوصیات ایسی تھیں جو اسے اس عظیم نسبت کا مستحق قرار دیتی تھیں ایک یہ کہ حقیقتاً شہواتِ نفس کو ختم کر دینا اور یہ غنی وصف ہے۔ جو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل رہتا ہے اس میں کسی قسم کی ریاکاری کو عمل دخل نہیں' دوسری خاصیت یہ ہے کہ ابلیس' اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اور خواہشات وشہوات نفس اس کا لشکر ہے اور اس لشکر کو تباہ و برباد کرنے کے لئے اس کے مدمقابل روزہ ہے جو لشکر شہوات کو شکست سے دوچار کر دیتا ہے نیز نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "شیطان' انسان کے اندر خون کی مانند جاری و ساری رہتا ہے پس انسان کو چاہیے کہ بھوک اور پیاس کے وسیلے سے اس کا راستہ بند کر دے اور ارشاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے

marfat.com

الصوم جنة روزہ ڈھال ہے جو گناہوں کے وار سے محفوظ رکھتی ہے۔

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جنت کا دروازہ کھٹکھٹانے میں کوئی تامل نہ کریں لوگوں نے دریافت کیا جنت کا دروازہ کیسے اور کس چیز سے کھٹکھٹایا جائے! فرمایا ''بھوک'' سے یعنی روزہ رکھ کر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے عبادت کا دروازہ تو ''روزہ'' ہے یہ اس لئے کہ عبادات میں رکاوٹ بننے والی بنیادی چیزیں خواہشات وشہوات نفسانیہ ہی تھیں بھرا ہوا پیٹ شہوات کا معاون ومدد ہے' جب کہ بھوک شہوات کا جنازہ نکال دیتی ہے۔

فرائض روزہ

واضح ہو کہ روزے میں چھ فرض ہیں۔

پہلا فرض چاند دیکھنا انتیس اور تیس شعبان المعظم کو چاند دیکھنا اور اس سلسلہ میں جائز ہے کہ ایک ہی شاہد گواہ کے قول پر اعتماد کر جائے ہاں عید الفطر کے لئے چاند کے طلوع میں کم از کم دو گواہ ضروری ہیں (اس کا سبب یہ ہے کہ جب ایک عادل شاہد ہوگا تو وہ فرض عبادت میں داخل ہونے کا سبب ہے جب کہ ماہ صیام کے آخر میں فرض عبادت سے نکلنا ہوتا ہے اس لئے کم از کم دو گواہ لازمی ہیں)

جب کوئی شخص ماہ رمضان کے چاند کے سلسلہ میں ایسے شخص سے سنتا ہے جو اس کے نزدیک سچا ہے تو اس پر روزہ رکھنا واجب ہو جاتا ہے اگر چہ قاضی کا حکم اس کے برعکس ہی کیوں نہ ہو!

اگر کسی ایسے شہر' قصبہ یا بستی میں چاند دیکھا گیا جو سولہ میل کی مسافت پر واقع ہو مگر خود اس بستی میں کسی شخص نے بھی چاند نہ دیکھا تو ایسی صورت میں ان لوگوں پر روزہ رکھنا فرض نہیں البتہ سولہ میل کی کم دوری ہے تو ان پر بھی روزہ رکھنا واجب ہو جاتا ہے۔

''وضاحت'' یہ شوافع کا فتویٰ ہے کیونکہ امام غزالی علیہ الرحمتہ خود شافعی مسلک کے ہیں حنفیہ کے نزدیک اکناف واطراف چاند دیکھنے کی صحیح اور سچی شہادت وصول ہو جائے تو ان لوگوں پر روزہ رکھنا فرض ہو جائے گا! آج کل سائنسی ایجادات نے شہروں کو ایک دوسرے کے ایسے قریب کر دیا ہے جیسے ہمسائے اور لوگوں نے ریڈیو' ٹی وی اور فون کو اپنا طاء و ماوٰی بنا رکھے ہیں گورنمنٹ نے بھی عوام الناس کو سہولتیں بہم پہنچانے کے لئے ہر صوبے اور وفاق میں رویت ہلال کمیٹیاں تشکیل دے رکھی ہیں جو پورے ملک میں چاند ہونے نہ ہونے کے اعلان کا اختیار رکھی ہیں اور بناء علیہ لوگوں نے اس بنا پر چاند دیکھنے کی زحمت سے چھٹکارا حاصل کر لیا ہے اور حکومتی اعلان پر انحصار کے منتظر رہتے ہیں کب چاند دکھائی دینے یا نہ دینے کا اعلان سنیں چنانچہ بعض اوقات تو لوگ اعلان کے انتظار میں سو جاتے ہیں جب سحری یا صبح نمودار ہوتی ہے پتہ چلتا ہے چاند نکل آیا بہر حال ان سہولیات کے باوجود بھی مسلمانوں کو چاند دیکھنا چاہیے کیونکہ یہ فرض کفایہ ہے کوئی کھیل تماشہ نہیں' فرائض کی ادائیگی کا معاملہ ہے لہٰذا جب لوگ از خود چاند دیکھتے ہی نہیں تو حکومتی اعلان پر عمل پیرا ہونے میں پھر کوئی مضائقہ نہیں اور پاکستانی لوگوں کی اکثریت اسی پر عمل پیرا ہے البتہ صوبہ سرحد میں اس ترقی یافتہ دور میں بھی دو دو بعض عید منانے کی رسم پائی جاتی ہے مولیٰ تعالیٰ کرم فرمائے آمین۔ (تابش قصوری)

marfat.com

☆ دوسرا فرض: نیت

روزہ رکھنے میں دوسرا فرض یہ ہے کہ ہر رات ہر روزے کی نیت کرے اور یقین رکھے یہ کہ ماہ رمضان کا روزہ ہے جو اس پر فرض ہے اور جسے یہ یقین نصیب ہوگا اس کا دل نیت سے قطعاً خالی نہیں ہوگا اور شک کی بنا پر رات کو روزہ کی نیت کرے کہ وہ کل کا روزہ رکھے گا بشرطیکہ ماہ رمضان کا روزہ ہوا' تو اس کی نیت صحیح و درست نہیں گو شک کی بنا پر ہی کی گئی ہو خواہ واقعتہً اگلے دن ماہ رمضان شریف کا آغاز ہو جائے تاہم کسی با اعتماد شخص کے کہنے پر کہ آج روزہ ہے اس کا شک یقین میں بدل جائے گا ہاں رات کے آخری حصہ میں بھی نیت درست ہے گو وہ شک کی بنا پر ہی کیوں نہ کی گئی ہے (امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک زوال سے قبل تک نیت کرنا صحیح و درست ہے)

اگر انتیس کا روزہ ہے اور رات چاند کی اطلاع نہیں ہوئی مگر اس نے شک کے ساتھ نیت کی کہ اگر روزہ ہوگا تو رکھ لوں گا بصورت دیگر نہیں' اس طرح بھی اس کی نیت درست تسلیم کی جائے گی کیونکہ اس کی بنا موجود ہے یعنی ابھی ماہ رمضان گزرا تو نہیں! اسی طرح اگر کوئی شخص ایسے مقام پر رہتا ہے جہاں روشنی تک نہیں اور وہ اپنے اجتہاد اور اعتماد پر روزہ کی نیت کر لیتا ہے تو یہ نیت بھی درست قرار پائے گی۔

ہاں اگر اس نے رات کو روزہ رکھنے کی نیت کے بعد کوئی چیز کھا پی لی تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ رات کے کسی بھی حصہ میں کھانے پینے سے دوسرے دن کے روزہ رکھنے کی نیت میں کوئی فرق نہیں آئے گا یوں ہی حائضہ کو اعتماد ہے کہ رات کے کسی بھی حصہ میں اس کا خون بند ہو سکتا ہے اس نے حیض کی بندش سے قبل روزہ رکھنے کی نیت کر لی تو درست ہے!

تیسرا فرض: یہ ہے کہ انسان (مرد ہو یا عورت) اس کے پیٹ میں باہر سے کوئی چیز اندر نہ جانے پائے البتہ' فصد کھلوانا' حجامت بنانا' سرمہ لگانا' کان یا سوراخ خاص میں سلائی یا روئی رکھنا روزے کو نقصان نہیں پہنچانا۔ ہاں اندر سے مراد وہ جگہ ہے جو کسی چیز قرار گاہ مثلاً' دماغ' پیٹ' معدہ' مثانہ وغیرہ اور اگر بغیر کسی قصد و ارادہ کے کوئی چیز اڑتی ہوئی پہنچ جائے تو کوئی ہرج نہیں! مثلاً مکھی' مچھر گرد و غبار دھواں یا کلی کرتے وقت پانی کا تالو کے آخر تک پہنچ جانا وغیرہ۔

البتہ کلی میں اتنا مبالغہ مت کرے کہ پانی حلق سے نیچے تک اترنے لگے بھول کر کوئی چیز کھا پی لے تو کوئی بات نہیں اور اگر اس نے یا شام کو شک کی بنا پر کچھ کھا پی لیا اور بعد میں معلوم ہوا کہ سحری یا افطاری کا وقت نہیں تھا تو اس روزے کی قضا لازم آئے گی۔

چوتھا فرض: یہ ہے کہ بحالت روزہ بیوی سے صحبت نہ کرے اور اگر مباشرت کے اس درجہ تک پہنچ جائے جس سے غسل فرض ہو جاتا ہے تو روزہ باطل ہوگا ہاں اگر روزہ کو بھول ہی چکا تھا تو باطل نہیں ہوگا' رات کو مباشرت کی بعدہ اس نے غسل کو صبح تک موخر کر دیا جائز ہے (مگر بہتر یہی ہے کہ غسل جلدی کرے)

(تنبیہ) مباشرت میاں بیوی کا معاملہ ہے "فریقین" میں اگر ایک کو یاد نہیں تو دوسرے کو یاد دلا دینا چاہیے۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے کہ دونوں کو روزہ یاد ہی نہ رہے مرد کو یاد نہیں تو بیوی یاد دلائے اور اگر بیوی بھول چکی ہو تو مرد کو یاد دلانا چاہیے دونوں طرف خاموشی سے خواہش کی تکمیل کے لئے ہوگی تو دونوں پر کفارہ دینا لازم آئے گا۔ (واللہ تعالیٰ وحبیبہ الاعلیٰ اعلم تابش قصوری)

marfat.com

پانچواں فرض: یہ ہے کہ کسی بھی طرح قصداً مادہ منویہ کو خارج نہ کرے یہاں تک کہ بیوی سے پیار کرتے ہوئے اگر وہ صحبت کا ارادہ نہ بھی کرے مگر اسے خطرہ ہے کہ انزال ہو جائے گا اور پھر پیار کرتے کرتے نوبت انزال تک جا پہنچی اور انزال بھی ہو گیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

چھٹا فرض: قصداً قے نہ کرے اگر بلا اختیار قے آ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اسی طرح زکام' کھانسی سے کھنکار لے حلق میں تھوک جمع ہو جائے تو اسے باہر تھوک دے تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اس سے بچنا دشوار گزار امر ہے۔ البتہ تھوک وغیرہ کو ہونٹوں تک لا کر پھر نگل جانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

روزے کی سنتیں

روزے کی سنتیں بھی چھ ہیں۔ (۱) دیر سے سحری کھانا' (۲) جلدی افطار کرنا بہتر ہے کھجور ہو یا پانی' (۳) بعد از زوال مسواک کرنے میں احتیاط کرنا' (۴) سخاوت کرنا' خیرات دینا' کھانا وغیرہ تقسیم کرنا' (۵) قرآن کریم کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کرنا' (۶) مردوں کا مسجد میں اعتکاف کرنا خاص کر آخری عشرہ میں لیلۃ القدر بھی انہیں دس راتوں ہی میں سے ہے۔

☆ معمولاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ ان دس راتوں میں نیند ترک کر دیتے اور عبادت کے لئے کمر بستہ رہتے' آپ کے افراد خانہ ان راتوں میں خوب عبادت میں مصروف رہتے' لحہ بھر بھی آرام نہ کرتے۔

☆ لیلۃ القدر

شب قدر یا لیلۃ القدر ماہ رمضان کی ان طاق راتوں میں سے کوئی رات ہوتی ہے یعنی ۲۱' ۲۳' ۲۵' ۲۷' ۲۹ کی راتوں میں سے یقینی کوئی نہ کوئی رات وہ بھی ہوتی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں لیلۃ القدر کے نام سے متعارف کرایا ہے۔ البتہ زیادہ تر یہی گمان ہے کہ وہ ستائیسویں ماہ رمضان کی رات ہے۔ پھر بھی بہتر یہی بات ہے کہ ان دس راتوں کا اعتکاف کیا جائے۔ اگر نیت کر لی کہ مسلسل دس راتوں کا کرے گا تو اس پر فرض ہے کہ سوائے قضائے حاجت کے مسجد سے قطعاً باہر نہ نکلے' وضو کرنے میں بھی دیر نہ کرے خصوصاً جب کسی مجبوری کے تحت اسے گھر جا کر وضو کرنا پڑے تو وضو کرتے ہی فوراً مسجد میں چلا آئے۔ ورنہ اعتکاف ٹوٹ جائے گا یوں ہی اگر کسی بیمار کی عیادت کے لئے مسجد سے باہر نکلے گا تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا بہ نیت اعتکاف جب مسجد میں کھائے' پیئے اور سوئے گا تو یہ تمام امر اس کے لئے جائز ہوں گے ہاں قضائے حاجت سے جب بھی واپس پلٹے نیت کی تجدید کر لیا کرے گو ابتدائی نیت ہی اسے لئے کافی ہے تاہم تجدید نیت صواب سے خالی نہیں۔

marfat.com

حقیقت واسرارِ روزہ

درجات روزہ

واضح ہو کہ روزہ تین درجات پر مشتمل ہے (۱) عوام کا روزہ (۲) خواص کا روزہ (۳) اخص الخواص کا روزہ:

عوام کے روزے کا ذکر ہو چکا اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ کھانے' پینے اور جماع سے بچے اور یہ تمام درجات میں سے ادنیٰ درجہ ہے اور اس کے برعکس اخص الخواص کا روزہ انتہائی بلند درجے کا حامل ہے۔ وہ یوں کہ روزے دار اپنے دل کو ہر قسم کے باطل خیالات سے رضائے خدا کے لئے پاک وصاف کرے اور اپنے آپ کو بتمامہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور اس کے لئے ظاہر و باطنی عوارض سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے روزہ رکھے اور اپنی زبان پر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا کوئی اور بات نہ آنے دے اور اگر وہ اپنے ظاہر و باطن میں غیر کا ذکر لائے گا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ بیشک دینوی امور میں غور وفکر مباح ہے مگر اخص الخواص کے لئے مباح کا غور بھی روزے کو باطل کر دیتا ہے۔ ہاں اگر اس کے دینوی تفکرات اس جہت سے ہوں کہ وہ دینی امور میں معاون و مددگار ثابت ہو رہے ہیں تو ایسی صورت میں کوئی مضائقہ نہیں یعنی پھر اس کا روزہ برقرار رہے گا' اور صحیح بات تو یہ ہے کہ پھر ایسے تفکرات کو دینوی کہا ہی نہیں جائے گا۔

ہاں اگر وہ اخص الخواص روزہ رکھنے والا دن کے وقت یہ سوچنے لگے کہ روزہ کس چیز سے افطار کرے گا تو اس کی ایسی سوچ بھی غیبت میں شمار ہوگی کیونکہ یہ سوچ اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ جس اللہ تعالیٰ نے اسے رزق پہنچانے کا وعدہ کر رکھا ہے اسے اس ذات کریمہ پر پورا پورا اعتماد نہیں۔

اخص الخواص تو حقیقتاً انبیاء و مرسلین اور صدیقین ہیں اور اس درجے کو ہر کوئی حاصل کر سکتا ہی نہیں اس لئے کہ نبوت و رسالت کا سلسلہ تو ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے ساتھ ہی ختم ہو گیا اب قیامت تک کوئی نیا نبی آ سکتا ہی نہیں جو دعوے کرے گا وہ مرتد اور کافر ہوگا اور جن جن بدقماس' بدطینت' بے حیا لوگوں نے نبوت کا ڈھونگ رچایا مسلمانانِ عالم کی نگاہ میں ذلیل وخوار ٹھہرا جیسے قادیانی کذاب وغیرہ۔ (تابش قصوری)

البتہ صدیقین کے مدارج تک کوئی نہ کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام پہنچ سکتا ہے نبوت و رسالت کی طرح صداقت کا دروازہ بند نہیں ہاں کوئی صدیق اکبر نہیں ہو سکتا۔ (تابش قصوری)

خواص کا روزہ

خواص کا روزہ یہ ہے کہ وہ نہ صرف اپنے آپ کو کھانے' پینے اور جماع سے روکے رکھے بلکہ ان کے علاوہ ہر قسم کی نازیبا حرکات و لغویات سے بھی بچائے اور ایسے روزے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں یہ چھ شرائط پائی جاتی ہیں۔

marfat.com

☆ آنکھ کا بچانا

پہلی شرط تو یہ ہے کہ روزے دار اپنی آنکھ کو ہر اس چیز سے محفوظ رکھے جو غیر کی رغبت دلانے والی ہو خاص کر جس سے شہوت برانگیختہ ہو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے آنکھ شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے اور جو کوئی بہ سبب خوف خداوندی سے اس سے بچتا ہے اس خلعت ایمانی سے سرفراز کیا جاتا ہے جس کی حلاوت و شیرینی اس کا دل سے محسوس کر سکتا ہے حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں روزہ باطل کر دیتی ہیں (۱) جھوٹ (۲) چغلی غیبت (۳) نکتہ چینی (۴) جھوٹی قسم اور (۵) شہوتی آنکھ۔

☆ زبان کا بچانا

دوسری شرط یہ ہے کہ روزے دار اپنی زبان کو بے ہودہ گوئی اور فواحش سے بچائے اور اسے ایسے باتوں میں مشغول رکھے جو اسے بے ہودہ پن سے نجات دلائے اور اس کا آسان سا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو ذکر خداوندی میں مصروف رکھے تلاوت قرآن کریم (اوراد و وظائف اور صلوٰۃ وسلام میں اسے مشغول کر دے) یا پھر خاموشی کو اپنا وظیفہ بنا لے (یعنی شرعی روزے کے ساتھ ساتھ چپ کا روزہ بھی رکھے) بلاوجہ لوگوں کے ساتھ بحث و تمحیث جنگ و جدل، گالی گلوچ، جھگڑا و تکرار، توں توں اور میں میں کا طریقہ نہ بنا لے کیونکہ یہ سب باتیں از حد نقصان دہ تھیں اور بے ہودہ گوئی میں شامل تھیں یوں ہی غیبت اور جھوٹ ایسی قبیح حرکات تھیں کہ ان سے روزے دار کا بچنا از حد ضروری ہے بعض علماء کرام کے نزدیک تو ایسی باتوں سے خواص تو کجا عوام کا روزہ بھی باطل ہو جاتا ہے۔ (ونعوذ باللہ من ذلک)

حکایت: دو عورتوں کا روزہ:

حدیث شریف میں ہے کہ دو عورتوں نے روزہ رکھا اور انہیں اس قدر پیاس لاحق ہوئی کہ ان کی جان پر بن آئی تو انہوں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور روزہ توڑنے کی گزارش کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ ان کے پاس بھیجا اور فرمایا اس میں تم قے کرو۔

چنانچہ ان دونوں نے قے کر دی تو کیا دیکھتے ہیں ان کے حلق سے جمے ہوئے خون کے لوتھڑے نکلے دیکھنے والوں کا بڑا تعجب ہوا تو آپ نے فرمایا ان دونوں عورتوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء سے روزہ تو رکھا تھا مگر حرام کردہ چیزوں سے توڑ ڈالا! یعنی غیبت اور چغلی میں مشغول ہونے کے باعث ان کا ضائع باطل ہو گیا اور جو کچھ ان کے حلق سے برآمد ہوا وہ حقیقتاً ان لوگوں کا گوشت ہے جسے ان عورتوں نے کھایا یعنی ان کی غیبت کی:

☆ کانوں کو بچانا

تیسری شرط یہ ہے کہ روزے دار کو چاہیے کہ وہ اپنے کانوں کو ایسی باتوں سے بچائے جن کا سننا جائز نہیں اس لئے کہ جن باتوں کا کہنا جائز نہیں ان کا سننا بھی روا نہیں سننے والا کہنے والے کی باتوں میں یکساں شریک ہے گلہ، چغلی، غلط بیانی اور جھوٹ وغیرہ گناہ میں

marfat.com

برابر کا حصے دار ہے یعنی جتنا گناہ کہنے والے کو ہے اتنا ہی سننے والے کو ہے۔ (آج کل قوم ویڈیو' آڈیو کیسٹوں' وی سی آر' ٹی وی' ڈش انٹینا ایسی نہایت ہی قبیح اشیاء کے عذاب میں مبتلا ہو چکی ہے نہ صرف روزے کی حالت میں ان کا دیکھنا گناہ ہے بلکہ نہ بھی روزہ ہو نارمل حالت میں بھی ان کا دیکھنا سننا کبائر میں شامل ہے اللہ تعالیٰ اس روحانی عذاب سے مسلمانوں کو بچنے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین۔ (تابش قصوری)

☆ اعضاء کو ناشائستہ حرکات سے بچانا

چوتھی شرط یہ ہے کہ انسان خصوصاً روزے دار بری اور بے ہودہ حرکات سے اپنے آپ کو روکے جو کوئی روزہ کی حالت میں بھی قبیح حرکات ارتکاب کرتا رہتا ہے اس کی مثال تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی پھل فروٹ سے تو پرہیز کرے اور زہر پھانک لے اس لئے کہ روحانی اور پر گناہ زہر سے بھی زہریلے ہیں' جب کہ طعام محض غذا ہے جس کا زیادہ کھانا اگرچہ نقصان دہ ہے تاہم اپنی اصلیت میں وہ زہر ہرگز نہیں۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت سے روزے دار ایسے بھی ہیں جنہیں بھوک پیاس کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا یعنی اس شخص کا روزہ نہیں!!

☆ حرام و مشتبہ سے بچنا

پانچویں شرط یہ ہے کہ روزے دار سحری و افطاری کے وقت حرام اور مشتبہ اشیاء سے بچے' نیز حلال چیزوں کے کھانے میں بھی احتیاط برتے اور رات ہی کو اس فکر میں نہ پڑا رہے کہ دن کے وقت جب کچھ بھی کھانا پینا نہیں تو سحری کے وقت منہ تک اپنے پیٹ کو بھرنے میں نہ لگا رہے کیونکہ اس طرح روزہ رکھنے کا مقصد پورا نہیں ہوگا اس لئے کہ روزے کا حقیقی مقصد تو شہوات نفسانیہ کو کنٹرول کرنا ہے جب کہ دو وقتوں کا بیک کھانا کھا لینے سے تو نفس اور بھی بڑھے گا خصوصاً ایسے میں جب اس کے سامنے نوع بہ نوع' مختلف اقسام کی غذائیں اور دوسری اشیاء چنی گئی ہوں گی تو اشتہا بڑھے گی تو ایسے جب معدہ خالی نہیں ہوگا تو دل کیسے صاف شفاف بنایا جائے گا۔

سنت تو یہ ہے کہ روزے دار دن کے وقت نہ سوئے تاکہ ضعف اور بھوک از خود محسوس کرنے لگے اور رات کو بھی تھوڑا سا کھا کر زیادہ نہ سوئے تاکہ نماز عشاء و تراویح بہ سکون ادا کر سکے! یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے دار کا بھرا ہوا پیٹ شیطان کا سب سے بڑا دشمن ہے۔

☆ قبولیت کی امید رکھے

چھٹی شرط یہ ہے کہ روزے کی قبولیت کی اللہ تعالیٰ پر امید رکھے اور یہ نہ سوچتا رہے کہ میرا روزہ قبول بھی ہوا ہے یا نہیں۔

حکایت: بے خبر لوگ؟

حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا عید کے دن ایسے لوگوں کے پاس گزر ہوا جو خوب ہنس رہے تھے اور کھیل کود میں لگے ہوئے تھے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ماہ رمضان کو ایک وسیع و کشادہ میدان کی مثل بنایا ہے تاکہ اس کے بندے اس میں ایک دوسرے

marfat.com

سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں اور اس عبادت و ریاضت کی کوشش پھر کوئی آگے بڑھ جاتا ہے' کوئی پیچھے رہ جاتا ہے لیکن ان لوگوں پر تعجب ہے کہ یہ بلاوجہ یوں ہی ہنسی کھیل میں مبتلا ہیں جب کہ انہیں اپنی حقیقی کیفیت کا علم تک ہی نہیں یہ کتنے بے خبر ہیں۔

قسم بخدا! اگر ان کی نگاہوں کے سامنے سے پردہ اٹھ جائے تو انہیں اچھی طرح پتہ چل جائے گا کہ مقبولان بارگاہ خوشی و مسرت میں ہیں اور مردود رنج و الم میں غرق! پھر تو ان میں کوئی بھی ہنسی قہقہہ بازی اور کھیل کود میں مصروف رہ کر وقت برباد نہیں کرے گا۔

قارئین کرام! ان تمام باتوں کے باعث تجھے اچھی طرح معلوم ہو چکا ہوگا کہ جو شخص روزہ رکھنے سے فقط یہی مراد لیتا ہے کہ بس کھانا پینا اور جماع کا ترک کر دینا ہی کافی ہے تو ایسے شخص کا روزہ محض بے جان ہوگا جب کہ حقیقت روزہ یہ ہے کہ اپنے آپ کا فرشتہ بنانے کی کوشش کرے کیونکہ ان میں شہوت قطعاً نہیں ہوتی۔ جب کہ بہائم (جانوروں) میں شہوت کا غلبہ ہوتا ہے یہی سبب ہے کہ اس مقام اعلیٰ سے بہت دور ہیں۔ ایسے ہی جس انسان پر شہوت غالب ہوگی وہ چار پایوں میں شمار ہوگا (کالانعام بل ھم اضل) اور اگر وہی انسان شہوت پر غالب آ جائے تو اس کا فرشتوں میں شمار ہوگا۔ یہی وجہ کہ انسان ان کے قریب تر ہے۔ لیکن اس کے برعکس وہ آدمی پھر قرب الٰہی کی دولت سے شاد کام نہیں ہو سکتا جو نماز مغرب کے بعد ہی کھانے پینے کی تدبیر کرنے لگے اور خواہشات نفسانیہ کی تکمیل کرنے لگے جس کا وہ تقاضا کرتی ہیں۔ پس ایسے شخص کی شہوت تو اور مستحکم ہوگی نہ کہ کمزور! پھر اس شہوتی کو روزے کی روح اور حقیقت کیسے نصیب ہوگی؟

لوازماتِ افطار

☆ حقیقت قضا' کفارہ' فدیہ اور امساک

واضح ہو کہ ماہ رمضان کا روزہ چھوڑنے سے قضا' کفارہ یا فدیہ دینا واجب ہے! لیکن ہر ایک کی ادائیگی کا اپنا اپنا مقام اور محل ہے لہٰذا جو عاقل' بالغ مسلمان کسی عذر یا بلا عذر کے روزہ نہیں رکھتا اس پر اس روزے کی قضا فرض ہے! حائضہ عورت' مسافر یا بیمار' عورت ہو یا مرد' ہر ایک پر قضا فرض ہے یوں ہی مرتد پر (یعنی پہلے مسلمان تھا پھر اسلام کو اس نے چھوڑ دیا بعدہ پھر اسلام قبول کرتا ہے تو اس پر بھی اس ماہ رمضان کی قضا واجب ہے جس میں وہ مرتد ہوا تھا) (تابش قصوری)

البتہ' مجنوں' پاگل' دیوانے اور نابالغ پر روزے کی قضا لازم نہیں۔ کفارہ قصداً روزہ توڑنے' مباشرت یا مادہ منویہ نکالنے سے ادا کرنا پڑتا ہے اس کی صورت یوں ہو ہے کہ وہ ہر ایک روزہ توڑنے کے بدلے ایک غلام آزاد کرے یا مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے اور اگر یہ نہیں کر سکتا تو ساٹھ مساکین کو کھانا دے' جتنا وہ فطرانہ ادا کرتا ہے یعنی سوا دو سیر گندم کے حساب سے فی مسکین کفارہ ادا کرے جو فقہائے حنفیہ کے نزدیک کل تین من پندرہ سیر بنتا ہے۔ (تابش قصوری)

اور امساک ایسے شخص پر واجب ہے جس نے بلا عذر سرے سے روزہ نہیں رکھا۔ بقول فقہائے شافعیہ اس پر قضا کے ساتھ ساتھ اس روزہ کا بقدر فطرانہ فدیہ دینا واجب ہوگا۔ البتہ حائضہ پر واجب نہیں اگرچہ وہ دن کے کسی بھی حصہ میں پاک ہو یوں ہی مسافر پر واجب نہیں گو وہ دن کے وقت مقیم ہو جائے' نہ ہی بیمار پر' خواہ وہ دن کے کسی بھی حصہ میں صحت پائے یوم شک میں اگر کسی ایک شخص نے

marfat.com

بھی شہادت دی کہ میں نے چاند دیکھ لیا تھا تو جس جس نے بھی کھانا کھایا ہو ان لوگوں پر اب واجب ہے کہ وہ باقی دن کچھ نہ کھائیں۔ البتہ بطور امساک فدیہ ادا کریں۔

اگر کسی روزے دار نے روزہ رکھ کر دن کے وقت سفر شروع کیا تو اسے جائز نہیں کہ وہ روزہ کھول دے یوں ہی مسافر کے لئے روزہ رکھنا ہی بہتر ہے۔ البتہ سفر میں اگر اسے برداشت کی قوت نہیں تو کوئی مضائقہ نہیں ایسی حالت میں مسافر روزہ نہ رکھے ہاں بعد میں قضا لازمی ہے۔

فدیہ سے مراد ایک ہر دن کے بدلے مذکورہ وزن کے مطابق مساکین کو کھانا دینا ہے جو عموماً حاملہ اور یا دودھ پلانے والی خواتین کی جانب سے مساکین کو دیا جاتا ہے پھر بھی قضا بہر صورت لازم ہے۔ البتہ بچہ جس پر روزہ فرض نہیں تھا اسے جب ہلاکت یا بیماری کا خطرہ لاحق ہو وہ روزہ کھول دے تو اس پر قضا لازم نہیں! اور شیخ فانی یعنی وہ ضعیف العمر کمزور ترین بوڑھا جسے روزہ نبھانے کی طاقت ہی نہیں رہی اس پر واجب ہے کہ اپنے روزوں کے قضا کے بدلے ہر دن کا مثل صدقہ فطرانہ فدیہ ادا کرے اور جو کوئی قضائے رمضان کی ادائیگی میں اتنی تاخیر کر دیتا ہے کہ دوسرا ماہ رمضان آ جاتا ہے تو اس پر ہر روزہ کے بدلے قضا واجب ہوگی (یہ نہیں ہوگا کہ اب نئے روزوں کے آنے سے گزشتہ روزوں کی قضا معاف ہوگئی)

☆ ایام برکات کے روزے

سال بھر میں جتنے بھی اہم تاریخی اہمیت کے افضل و اشرف دن آتے ہیں ان میں روزہ رکھنا سنت ہے۔ مثلاً عرفہ (نوین ذوالحجہ مبارکہ) یوم عاشورہ (دس محرم الحرام) ذوالحجہ المبارکہ کے پہلے نو دن، محرم، رجب اور شعبان کے پہلے دس دس دنوں کے روزے رکھنے سنت ہے۔

حدیث شریف میں ہے ماہ رمضان شریف کے بعد افضل ترین روزہ ماہ محرم الحرام کا ہے۔ نیز ماہ محرم الحرام کے پورے روزے رکھنا بھی سنت ہے اور پہلے دس دنوں کی تو خاصی تاکید ہے حدیث شریف میں ہے ماہ رمضان شریف کا ایک روزہ محرم شریف کے تیس روزوں سے افضل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے حرمت والے مہینوں کے دوران ہر جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کے دن روزہ رکھنے والے کے نامہ اعمال میں سات سو سال کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

حرمت والے چار مہینے ہیں محرم الحرام، رجب المرجب، ذوالقعدہ اور ذوالحج، اور ان میں سب سے افضل ذوالحج کا مہینہ ہے کہ حج اس میں ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نفلی عبادت کا کوئی وقت ذوالحجہ المبارکہ کے پہلے دس دنوں سے زیادہ افضل نہیں ہے اس کے ایک ایک دن کا روزہ ایک ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور ایک رات کی عبادت، شب قدر کی عبادت کی مانند ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جہاد کا بھی اتنا درجہ نہیں؟ فرمایا ہاں! جہاد کا بھی نہیں البتہ سوائے اس مجاہد کے جس کا گھوڑا مارا گیا ہو اور وہ بھی شہید ہو چکا ہو!

marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک جماعت رجب شریف کے پورے مہینے کے روزوں کی مکروہ تصور کرتی تھی تا کہ وہ ماہ رمضان کی مانند نہ سمجھا جائے یہی وجہ ہے کہ وہ اس میں ایک دن کا روزہ چھوڑ دیتے تھے حدیث شریف میں ہے جب ماہ شعبان نصف گزر جائے تو اس میں ماہ رمضان شریف کے آنے تک کوئی روزہ نہ رکھا جائے۔

حدیث شریف میں ہے جب نصف شعبان گزر جائے تو پھر ماہ رمضان کے آغاز تک روزہ نہ رکھا جائے نیز استقبال رمضان شریف کے پیش نظر بھی ماہ شعبان المعظم کے آخری دنوں میں روزہ نہ رکھا جائے کیونکہ یہ امر مکروہ ہے البتہ محض استقبال رمضان نہ ہو اور صورت سامنے آئے تو روزہ رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (نذر یا قضا و کفارہ وغیرہ کے روزے رکھنے میں کوئی حرج نہیں) (تابش قصوری)

ایام بیض کے روزے؟

ہر ماہ کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں راتوں تواریخ کو روزے رکھنا افضل و اشرف ہے ان راتوں میں تقریباً چاند مکمل رہتا ہے بناء علیہ ان تاریخوں کو ایام بیض سے موسوم کیا گیا ہے۔

اسی طرح ہفتہ بھر کے دنوں میں پیر، جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھنا افضل ہے نیز ان دنوں کے روزے رکھنے میں بڑی فضیلت ہے اور مسلسل رات بھر روزوں میں یہ بھی شامل ہیں تاہم پانچ دنوں میں لازم ہے یہ قطعاً روزہ نہ رکھا جائے دو روز عیدین اور تین دن تشریق کے ہیں جو عید الاضحیٰ کے بعد گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ المبارکہ کے دن ہیں۔

نیز افطار کو اپنے ذات سے دور نہ رکھنا چاہیے کیونکہ یہ مکروہات میں سے ہے اور جو شخص سال بھر کے روزوں کی طاقت نہیں رکھتا اسے صوم داؤدی کو اپنا لینا چاہیے یعنی ایک دن روزہ دوسرے دن ناغہ کیونکہ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کا یہی معمول رہا اور اس طریقہ پر روزے رکھنے میں بھی بڑی فضیلت ہے حدیث شریف میں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھنے میں افضل ترین طریقہ کار کیا ہے؟ میں ایسے روزہ رکھنے کی خواہش رکھتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صوم داوی سے اپنی تمنا پوری کر سکتے ہو اور اس سے بہترین طریقہ اور کوئی نہیں البتہ اس سے کم درجہ یہ ہے کہ جمعرات اور پیر کا ہمیشہ روزہ رکھیں تا کہ سالانہ ایک تہائی حصہ روزوں میں گزرے اور ماہ رمضان شریف کے روزے ان کے علاوہ ہوں۔

جب کوئی شخص روزے کی حقیقت کو پہچان چکا ہوگا تو سمجھ لے گا کہ روزے کا اصل مقصد کو شہوات کو دفع کرنا اور قلب کی صفائی ہے تو اسے چاہیے اپنے قلب کی طرف دھیان کرے اور جب ایسا کرے گا اسے کبھی روزہ رکھنا بہتر محسوس ہوگا اور کبھی نہ رکھنا اچھا رہے گا۔

اور یہی سبب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی یوں روزے رکھتے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ گمان کرتے اب آپ تو روزہ افطار ہی نہیں کریں گے اور جب چھوڑتے تو ایسے محسوس ہوتا اب تو شاید کبھی نفلی روزہ نہیں رکھیں گے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر نفلی عبادت امت کے لئے سنت ہے) (تابش قصوری)

علماء کرام چار روز سے زیادہ دیر افطار کو مکروہ جانتے ہیں اور یہ عمل عید الاضحیٰ اور ایام تشریق سے مستفاد ہے کہ مسلسل روزہ نہ رکھے میں چار دن خاص ہیں۔ لہٰذا دائمی روزہ نہ رکھے سے اس بات کا خدشہ رہتا ہے مبادا کہ دل سخت یا سیاہ نہ ہو جائے اور قلب کی یہ سیاہی

marfat.com

کہیں ڈگری تک نہ پہنچ جائے کہ اچھائی سے آگاہی کی قوت ماند پڑ جائے۔

فصل ہفتم

فضائل ومسائل حج

عمر بھر میں صرف ایک فرض

واضح ہو کہ حج ارکانِ اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے پوری عمر میں فقط ایک مرتبہ اس کی ادائیگی کا حکم ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (جس پر حج فرض ہوا) مگر وہ بغیر حج کئے مر گیا تو اسے کہہ دو کہ یہودی مرا یا نصرانی! (یہ کلمات تنبیہ ہیں اس مسلمان کے لئے جس پر حج فرض ہوا مگر وہ قصداً حج کو موخر کرتا رہا حتیٰ کہ مر گیا وہ یوں سمجھو کہ یہودی مرا یا عیسائی مگر ان مسلمانوں کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے جن پر حج فرض ہے اور اس کی ادائیگی میں دیر کر رہے ہیں) (تابش قصوری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس شخص نے حج کیا اور پھر فسق و فجور سے بچتا رہا اور اپنی زبان کو بے ہودہ گوئی سے بچایا اور اپنے آپ کو غلط افعال و اعمال سے دور رکھا تو وہ ایسے ہو گیا جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں اس کے تمام گناہ معاف ہو گئے اور یوں ہوا کہ آج ہی پیدا ہوا ہے!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے بہت سے ایسے بھی گناہ تھیں جن کی تلافی سوائے میدان عرفات کے قیام کے اور کہیں نہیں ہو سکتی۔ نیز فرمایا شیطان کو تم اس سے زیادہ کبھی ذلیل و خوار ہوتا نہ پاؤ گے جتنا عرفہ میں ذلیل و خوار ہوتا ہے جب کہ اس کے مقابل اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے اور نہایت کبیرہ قسم کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو بھی کوئی شخص قصداً حج کے لئے اپنے گھر سے چلتا ہے اور راستہ میں ہی اسے اجل پکڑ لیتی ہے تو اس کے نامہ اعمال میں سالانہ قیامت تک ایک حج اور ایک ہی عمرہ کا ثواب درج ہوتا رہتا ہے۔ اگر کوئی خوش بخت مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں موت کی سعادت حاصل کر لیتا ہے اسے روز قیامت بغیر کسی پرسش اور حساب و کتاب کے داخل جنت ہو گا۔

نیز فرمایا کہ ایک حج مبرور دنیا اور اس کی تمام دولت اور جو کچھ بھی اس میں ہے افضل و اعلیٰ ہے اور جنت کے علاوہ اس کی اور کوئی جزا نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا اس سے بڑا اور کوئی گناہ نہیں کہ کوئی شخص عرفات میں قیام حج کرے اور پھر یہ گمان کرے کہ اس کی بخشش نہیں ہوئی ہو گی!!

حکایت:- سبز پوش فرشتے میدان عرفات میں؟

حضرت علی بن الموفق جو اولیائے کرام میں شمار ہوتے ہیں انہوں نے فرمایا میں نے ایک سال حج کیا عرفہ کی شب خواب میں دو سبز لباس میں ملبوس دو فرشتوں کو آسمان سے اترتے دیکھا' ایک نے دوسرے کہا کیا تم جانتے ہو اس سال کتنے حاجیوں نے حج کا فرض

marfat.com

ادا کیا؟ دوسرے نے کہا نہیں۔ پہلا پھر بولا! امسال چھ لاکھ حجاج کرام نے حج کی سعادت حاصل کی ہے مگر کیا تم جانتے ہو ان میں سے کتنے حاجیوں کا حج قبول ہوا۔ دوسرے نے پھر کہا مجھے تو علم نہیں پہلے فرشتے نے بتایا ان میں سے صرف چھ شخصوں کا حج قبول ہوا ہے۔

حضرت امام علی بن موفق رحمتہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں ان کی اس گفتگو کو سنتے ہی خوف کے مارے چونک پڑا اور دہشت کے باعث میرا برا حال تھا پریشانی کے عالم میں میرے دل میں اسی بات نے جگہ پکڑ لی کہ ''میں تو کسی بھی صورت ان چھ خوش نصیبوں سے نہیں ہو سکتا۔ اسی شش و پنج اور غم و الم میں شعر الحرام پہنچا مجھے پھر نیند نے آ لیا اور وہی سو گیا کیا دیکھتا ہوں خواب میں پھر وہی دونوں فرشتے گفتگو کرتے سنائی دیئے اور اسی طرح ایک دوسرے سے سوال و جواب کرتے نظر آئے ایک نے کہا آج رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا حکم ہوا ہے؟ دوسرا بولا مجھے کوئی پتہ نہیں! تو پہلے کہنے لگا ان چھ خوش نصیب حاجیوں کے توسل سے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے بدلے ایک ایک لاکھ حاجیوں کے حج کو قبولیت کا شرف عطا فرما کر انہیں مغفرت و بخشش سے نواز دیا ہے یہ سنتے ہی خوشی و مسرت کے عالم میں بیدار ہوا اور اللہ تعالیٰ کی حمد بجالایا اور شکر ادا کیا۔

رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے ہر سال چھ لاکھ حجاج کرام حج و زیارت کے لئے مکہ مکرمہ آتے رہیں گے اور اگر کسی سال تعداد بظاہر کم ہوئی تو اتنے فرشتے بھیج دیئے جایا کریں گے تا کہ تعداد مکمل ہو۔

☆ قیامت اور بیت اللہ شریف؟

قیامت کے دن بیت اللہ شریف کو دلہن کی طرح آراستہ پیراستہ کر کے میدان حشر میں جلوہ گری کے لئے لایا جائے گا اور جس نے حج اور اس کے طواف کی سعادت حاصل کی ہو گی اور اس کے غلاف شریف کو ہاتھ لگایا ہو گا۔ یہاں ان تمام حجاج کرام کو زائرین خوش انجام کو حکم ہو گا آج یہاں پر اس کا اسی طرح طواف کرو اور اس کے غلاف مقدس کو مس کرنے کی نعمت عظمیٰ کو حاصل کرو یہاں تک کہ سبھی حجاج کرام اس سعادت سے بہرہ مند ہوں گے اور پھر بیت اللہ شریف کو ان حجاج کرام کے ساتھ جلوس کی صورت جنت میں لے جایا جائے گا۔ (سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم)

شرائط حج

صحت حج:

واضح ہو کہ جو مسلمان صحیح وقت پر حج کرے گا اسی کا حج قابل قبول ہو گا حج کے مہینے تو شوال، ذی القعدہ و ذی الحجہ ہیں مگر خصوصیت کے ساتھ حج کے دن صرف پانچ ہیں (آٹھ ذوالحجہ کی صبح سے لے کر ۱۲ ذوالحجہ کی شام تک) اور ان دنوں میں احرام حج باندھنا صحیح درست ہے اور اگر ان دنوں کے علاوہ احرام باندھے گا تو وہ عمرہ شریف کے لئے ہو گا۔

اگر بچہ سن شعور و تمیز کی منزل تک پہنچ چکا ہے تو اس کا حج صحیح و سالم ہو گا اور اگر شیر خوار ہو تو ولی کو چاہیے اس کی طرف سے احرام باندھ کر طواف اور سعی، عرفات پہنچے نیز دیگر شرائط پوری کرے تا کہ اس کا حج بھی درست ہو وقت کی پابندی حج میں بنیادی شرط ہے لیکن

marfat.com

فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے ان پانچ شرائط کا پورا کرنا از حد ضروری ہے۔

(۱) مسلمان ہو (۲) آزاد ہو (۳) بالغ ہو (۴) عاقل ہو (۵) اور وقت پر احرام باندھے ہو۔

اگر نابالغ نے احرام باندھا اور قیام عرفات سے قبل بالغ ہو گیا غلام تھا اس سے قبل آزاد ہوا تو اسے حج بجالانا کفایت کرے گا اور یہی شرطیں ان ایام کے علاوہ سال بھر کے دوسرے دنوں میں بجالائے تو یہ عمرہ کی ادائیگی ہو گی۔

لیکن کسی دوسرے کی طرف سے حج بدل ادا کرنے میں یہ شرط ہے کہ وہ پہلے حج کر چکا ہو بصورت دیگر یہی نیت دوسرے کی بجائے اس کی اپنی طرف سے ہو گی اور یہ حج بدل نہیں ہو گا حج نہایت نیابت کے لئے ترتیب اسی طرح سے ہے۔ پہلے اپنا فرض حج ادا کرنا، حج قضا ہو چکا ہو تو پہلے اس کی ادائیگی، اگر حج کی نذر مانی ہو تو وہ نذر پوری کرے پھر اس کے بعد نیابت قابل قبول ہو گی!

نیز حج کے واجب ہونے کی یہ شرائط ہیں۔

(۱) مسلمان، (۲) بالغ، (۳) عاقل، (۴) آزاد، (۵) صاحب استطاعت

استطاعت میں دو اور قسمیں بھی پائی جاتی ہیں (۱) جسمانی طور پر مضبوط اور توانا ہو تا کہ ارکان حج بآسانی ادا کر سکے اس کے لئے کچھ چیزوں کا ہونا ضروری ہے صحت و تندرستی، راستہ پر امن ہو جس میں دشمنوں سے جان و مال کے ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہو نیز اپنے لئے زاد راہ اس مقدار میں ہو کہ آنے جانے میں پریشانی لاحق نہ ہو سکے اور واپسی تک اہل و عیال کے اخراجات مہیا ہوں مقروض نہ ہو! یہ بھی ہے کہ سواری وغیرہ کے لئے اپنے پاس کرایہ ہو۔ پیدل حج کرنا کوئی شرط نہیں (آج کل بے شمار ذرائع آمد و رفت پیدا ہو چکے ہیں زمانہ قدیم کی سواریوں کا تصور تک نہیں رہا، بحری، بری، فضائی ہر راستہ اپنے وسائل کے اعتبار سے مثالی ہے۔ حجاز مقدس یعنی عرب شریف میں لاریاں، گاڑیاں، کاریں، حتیٰ کے ہوائی جہاز، بیرونی ممالک سے بڑے بڑے جدید ترین طیارے حجاج کرام کو عرب شریف لاتے ہیں ایک عجیب سماں اور روح پرور نظارہ دیکھنے میں آتا ہے دنیا میں سب سے بڑا ایئر پورٹ جدہ شریف کا ہے جہاں حج کے سیزن میں دنیا بھر سے آنے والے حجاج کرام کے طیارے ہر ایک منٹ پر اترتے دکھائی دیتے ہیں اب قدیم زمانے کی طرح حجاج کرام عرب شریف میں آزادی سے داخل نہیں ہو سکتے، پاسپورٹ شناختی کارڈ اور دیگر لوازمات کا ہونا از حد ضروری ہے ایئر پورٹ پر اترنے سے پہلے کی ہر ایک حاجی کے کوائف انتظامیہ کے پاس پہنچ چکے ہوتے ہیں گویا کہ طیارے سے باہر آتے ہی حجاج کرام حکومت وقت کی حراست میں آ جاتے ہیں پھر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں آنے جانے کے تمام تر معاملات معلمین اور حکومت کے نائبین کے سپرد ہوتے ہیں۔ بلا پاسپورٹ عرب سے نکلنا جرم ہے بلکہ کوئی نکل سکتا ہی نہیں البتہ حکومت جسے چاہے جواز اً یا بلا جواز حج کرنے سے قبل بھی نکال دیتی ہے اس لئے حجاج کرام کو تمام بین الاقوامی قواعد و ضوابط اور جملہ قوانین پر عمل کرنا بے حد ضروری ہے اور اسی میں ہی فائدہ ہے)

(تابش قصوری)

دوسری قسم یہ ہے کہ اگر کمزور ہو، ضعیف یا مفلوج ہو نیز کسی اور سبب سے حج ادا نہ کر سکتا ہو، یا اتنا کمزور ہو چکا ہو کہ اسے اپنی طاقت بحالی کی امید ہی نہ رہی ہو، تو ایسے شخص کی استطاعت یہ ہے کہ اپنی جگہ کسی اور کو حج پر تمام تر اخراجات دے کر بھیج دے اور اگر اس کا اپنے باپ کی طرف سے حج کرنے پر رضامندی کا اظہار بلا کسی اجرت وغیرہ کے کرے تو اسے اجازت دی جائے اس لئے کہ باپ

marfat.com

کی خدمت اولاد کے لئے باعث عزت اور قابل صد افتخار ہے۔

اور اگر بیٹا کہے کہ میں اپنے باپ کی طرف سے کسی اور کو تمام اخراجات دیتا ہوں باپ اسے بھیج دے اس پیشکش کو قبول نہ کیا جائے کیونکہ اس طرح باپ بیٹے کا ممنون احسان ہوگا یوں ہی اگر کوئی شخص کسی کو فری حج کی پیشکش کرے تو اس کا ممنون احسان ہونا بھی لازمی نہیں۔

بہر حال جب استطاعت کی جملہ شرائط پوری ہوں تب حج کے لئے فوری تیاری کرنی چاہیے تاہم تاخیر بھی جائز ہے کہ امسال نہیں آئندہ سال ہی حج کرلوں گا مگر آئندہ حج کے دن آنے سے قبل فوت ہو جائے تو گنہگار ہوگا۔ ایسی صورت میں مناسب ہے کہ اس کے ترکہ سے اس کی طرف سے حج کرایا جائے اگر چہ اس نے وصیت بھی نہ کی ہو۔ کیونکہ یہ تو اس پر قرض ہو چکا تھا۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میرا تو ارادہ تھا کہ میں پوری مملکت کے تمام شہروں کو حکم نافذ کر دوں گا کہ جتنے استطاعت رکھتے ہیں اگر وہ حج نہیں کریں گے تو ان سے جزیہ وصول کیا جایا کرے گا۔

ارکان حج

واضح ہو کہ ارکان حج پانچ ہیں جن کے ادا کئے بغیر حج ہوتا ہی نہیں۔

(۱) احرام (۲) طواف (۳) سعی (۴) قیام عرفات (۵) بال کٹوانا یا منڈوانا واجبات حج کے رہ جانے یا باطل ہو جانے سے حج فاسد نہیں ہوتا تاہم ایک بکرا ذبح کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ وہ چھ واجب ہیں۔

(۱) میقات یا میقات سے گزرتے وقت احرام باندھے ہونا بلا احرام باندھے وہاں سے گزر جائے گا تو ایک دم واجب ہو جائے گا (یعنی بکرا ذبح کرنا)

(۲) جمرات پر کنکریاں مارنا۔

(۳) میدان عرفات میں سورج کے غروب ہونے تک قیام کرنا۔

(۴) مزدلفہ شریف میں رات بھر قیام کرنا۔

(۵) منیٰ شریف میں قیام

(۶) طواف ودع کرنا۔

(نوٹ) ان چھ شرائط میں آخری چار کے لئے بقول واحد رہ جانے سے دم دینا واجب نہیں سنت موکدہ ہے۔

حج کی ادائیگی میں تین صورتیں ہیں۔

حج افراد، حج قران، حج تمتع

☆ بلحاظ درجہ حج افراد افضل ہے، وہ اس طرح ہے کہ پہلے صرف اکیلا حج ہی رہے جب حج کرے تو پھر حرم شریف سے باہر میقات (جعرانہ یا تنعیم) پر جا کر احرام باندھے اور عمرہ کی ادائیگی کی نیت کرے جعرانہ میں تنعیم سے احرام باندھنا افضل ہے اور تنعیم سے احرام باندھنا مقام حدیبیہ سے افضل ہے بہر حال ان تینوں جگہ سے ہی احرام باندھنا سنت ہے۔

marfat.com

۳ حج قران

حج قرآن یہ ہے کہ نیت کرتے وقت یوں کہے **اللھم بحجۃ وعمرۃ** الٰہی میں حج وعمرہ کی ادائیگی کی نیت کرتا ہوں پھر احرام ...ھے اور حج کرے ساتھ ساتھ عمرہ از خود ادا ہو جائے گا جیسے غسل کریں تو وضو از خود ہو جاتا ہے اور جو حج قران کرے اس پر ایک بکرا ...ح کرنا واجب ہے سوا اس حاجی کے جو مکہ مکرمہ کا رہنے والا ہو اس لئے کہ اس کا میقات مکہ مکرمہ ہی ہے۔

حج قران ادا کرنے والا اگر وقوف عرفات سے قبل طواف اور سعی کرے تو اس کی سعی حج وعمرہ کے لئے ہی شمار ہو گی لیکن اسے ...بارہ طواف کرنا ہو گا کیونکہ حج قران میں شرط یہ ہے کہ اس کا طواف وسعی وقوف عرفات کے بعد ہو۔

۴ حج تمتع

حج تمتع یہ ہے کہ میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھے اور مکہ مکرمہ حاضر ہو کر طواف وسعی کے بعد بال منڈوائے یا کٹوائے اور ...ل ہو جائے۔ یعنی اس کے بعد احرام اتارے بعدہ جب حج کے دن آئیں تو مکہ مکرمہ میں جہاں ٹھہرا ہے وہی سے حج کا احرام باندھ ...اسے بھی بکرا دینا لازم ہے اگر اسے شکرانے میں بکرا دینا یعنی قربانی کرنے کی گنجائش نہیں ہے تو عید الاضحیٰ سے تین روزے رکھے۔ ...سل ہوں یا الگ الگ پھر جب گھر آئے تو سات روزے رکھے حج قران میں بھی یہی صورت ہے کہ قربانی نہ دے سکنے کی صورت ...س روزے رکھے تین مکہ مکرمہ میں اور سات گھر پہنچ کر۔

حج تمتع سے سرفراز ہونے والے پر یہ بھی لازم ہے جب وہ عمرہ کا احرام شوال ذی القعدہ یا عشرۂ ذی الحجہ میں باندھے تو اس پر حج ...لازم ہے اور اگر حج کا احرام اپنے میقات پر نہ باندھے تو دو صورتیں سامنے آئیں گی ایک تو یہ کہ وہ مکہ مکرمہ کا رہنے والا ہے یا وہ ...تھا حج کے دنوں میں میقات یا اس کے محاذات میں آ گیا اور اس نے محض حج کا ہی احرام باندھا تو اس پر شکرانہ میں بکرا ذبح کرنا ...قربانی دینا لازم نہیں ہے اور نہ ہی حج افراد والے پر روزے رکھنے ضروری ہوں گے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

ممنوعات حج وعمرہ

وہ امور جن کا حج وعمرہ کے اوقات میں سرانجام دینا منع ہے وہ چھ چیزیں تھیں۔

سلا ہوا لباس پہننا جائز نہیں یعنی حج وعمرہ کے احرام میں کرتہ، قمیص، شلوار پاجامہ دستار ٹوپی رومال وغیرہ جوتا، موزہ یا جرابیں پہننا جائز نہیں ہیں صرف دو چادریں اور ایسی چپل جس کے پہننے سے پاؤں اوپر سے بالکل ننگے رہیں اگر چپل وغیرہ دستیاب نہ ہو تو اس قسم کا جوتا پہن سکتا ہے اسی طرح چادر نہ ملنے کی صورت میں شلوار یا پاجامہ پہن سکتا ہے۔ (یہ شوافع کے ہاں اجازت ہے)

چادروں سے سات اعضاء کا ڈھانپنا جائز ہے جب کہ سر کو ننگا رکھنا لازمی ہے عورت حسب معمول اپنے کپڑوں کو زیب تن کئے ...البتہ منہ کو نہ چھپائے ہاں اگر محمل یا سائبان کے اندر ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

احرام باندھنے کے وقت سے لے کر حلال ہونے یعنی احرام اتارنے تک خوشبو کا استعمال نہ کرے۔ اگر دوران احرام محرم خوشبو لگائے گا تو اسے دم دینا پڑے گا یعنی اسے ایک بکرا ذبح کرنا ہو گا!

marfat.com

(۳) حالت احرام میں محرم نہ بال کٹوائے اور نہ ہی ناخن اور اگر ایسا کرے گا تو اس پر دم واجب ہوگا یعنی تکبیر اذبح کرنا لازم ہوگا حمام میں جانا' فصد کھلوانا' بالوں کو احتیاط سے کھولنا کہ اکھڑیں نہ' تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۴) حالت احرام جماع نہ کرے اگر ایسا کرے گا تو اسے ایک اونٹ یا ایک گائے یا سات بکرے ذبح کرنے لازم ہوں گے نیز حج فاسد ہو جائے گا اور اس کی قضا واجب ہوگی اور اگر پہلے حلال ہونے بعد جماع کرے گا تو اسے اونٹ دینا واجب ہوگا مگر حج نہیں ہوگا۔

(۵) مبادیات مباشرت (احرام کی حالت میں ایسی باتیں کرنا جن سے جماع کی خواہش ٹپکے) مثلاً مس کرنا یا بوس و کنار القصہ ہر ایسی حرکت جس سے طہارت ختم ہونے کا خطرہ ہو منع ہے۔ بصورت دیگر ایک بکرا دینا واجب ہوگا نیز احرام نکاح کرنا بھی مناسب نہیں اور اگر کیا جائے گا تو وہ درست نہیں ہوگا۔ بناء علیہ کسی قسم کا جانور ذبح کرنا بھی نہیں پڑے گا۔

(۶) احرام کی حالت میں محرم کو شکار کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے سوا آبی جانوروں کے (مرغابی یا مچھلی) اور اگر شکار کیا جائے اونٹ گائے یا بکرا جس سے وہ شکار حجم میں مشابہت رکھتا ہوگا ان جانوروں میں سے کوئی ایک ذبح کرنا لازم ہوگا اور یہ مشابہت زیادہ سے زیادہ ہو۔

کیفیات حج وعمرہ

واضح ہو کہ اعمال حج کی تمام کیفیات کو اول و آخر تک ترتیب وار جاننا نہایت ضروری ہے یعنی فرائض حج' سنن حج اور مستحبات سبھی کا اچھی طرح یاد ہونا چاہیے جیسے کہ طریقہ مسنونہ ہے جو آدمی عبادت کو عادت کے طور پر نہیں عبادت (تیمارداری) کے طور پر ہے اس کے نزدیک سنن' مستحاب اور فرائض وغیرہ کی کوئی خاص اہمیت نہیں وہ سبھی کو یکساں تصور کرتا ہے مگر یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ مقام محبوبیت تو سنن و آداب (مستحاب) کی ادائیگی سے ہی حاصل ہوگا جیسے کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد ہے۔

میرے بندے میرے مقرب بننے کے لئے میرے فرائض کی بے شک پابندی کریں مگر میرے قرب کی دولت سے تبھی سرفراز ہوں گے جب فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ سنن و نوافل کا اہتمام کریں گے اور سنن و نوافل کی ادائیگی کے باعث انہیں میرا قرب ایسے نصیب ہو جاتا ہے کہ میں ان کی آنکھ ناک' کان' ہاتھ بن جاتا ہوں یعنی وہ مجھی سے دیکھتے' سنتے' لیتے اور کہتے ہیں لہٰذا عبادات مستحبات و سنن کا بجالانا نہایت اہم ہے نیز ہر عبادت کے مقام و محل کے آداب کو ملحوظ رکھنا از حد ضروری ہے۔

آداب حج وزادِ راہ

واضح ہو کہ جب بھی کو خوش بخت انسان حج کا ارادہ کرے پہلے اپنے تمام صغیرہ کبیرہ دانستہ و نادانستہ' خطاء و سہواً بھول کر یا قصداً بھی گناہ کئے ہوں ان سے توبہ کرے اور آئندہ کے لئے نیت کرے کہ وہ ہر کسی ظلم و جفا سے بچے گا! اگر مقروض ہو تو تمام قرض ادا کر

marfat.com

اپنے اہل وعیال اور جس جس کا نان ونفقہ اس کے ذمہ ہے ان تمام کے لئے نان ونفقہ کا انتظام کرے۔ نیز وصیت نامہ تیار کرے زادراہ حلال کی کمائی سے ہو شک وشبہ کے مال سے پرہیز کرے۔ اس لئے کہ مشکوک مال ودولت سے حج قابل قبول نہیں اور اپنے ساتھ زاد راہ وافر مقدار میں لے کر چلے تاکہ اگر کسی درویش یا حاجت مند کو دینا پڑے تو ضرور اپنے مال سے ان کی حوصلہ افزائی کر سکے۔

گھر سے روانگی کے وقت کچھ صدقہ وخیرات کر کے نکلے۔ تاکہ سفر بخیر وعافیت طے ہو سواری کے لئے جو جانور لے وہ طاقتور مضبوط اور توانا ہو (آج کل یہ مسئلہ از خود حل ہو چکا ہے جیسے قبل ازیں تحریر ہوا تاہم اگر مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ سے پرائیویٹ کار وغیرہ کرایہ پر لینی پڑے تو بہت اچھی سی حاصل کرے کیونکہ راستے میں پرائیویٹ گاڑی کا ملنا مشکل ترین امر ہے) (تابش قصوری)

اور جو اشیاء اپنے ساتھ سفر میں لے جانا چاہتا ہے وہ کرایہ پر لی گئی گاڑی کے مالک (ڈرائیور) کو دکھادے تاکہ بعد میں پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

سفر حج میں اپنا کوئی نیک رفیق سفر میں بنالے جسے سفر کا تجربہ ہو مسائل شریعت اور دیگر مصالح کو اچھی طرح جانتا ہو۔ پھر اپنے اقرباء اور متعلقین سے دعاؤں کے ساتھ اجازت لے کر روانہ ہو اور الوداع کہتے ہوئے ہر ایک سے یہ کلمات کہے۔ استودع اللہ دینک وامانتک وخواتم عملک نیز وہ یہ ہیں فی حفظ اللہ وکنفہ رودک اللہ التقویٰ وجنبک الردی وغفر اللہ ذنبک ووجھک للخیر اینما لوجھت ٥

☆ دو نفل

اور جب گھر سے باہر نکلنے لگے دو رکعت نفل اس طریقہ سے ادا کرے پہلی رکعت میں بعد از فاتحہ سورۂ اخلاص یا سورۂ قل یا ایھا الکفارون پڑھے اور دوسری رکعت میں بعد از فاتحہ سورۂ اخلاص کے ساتھ یہ دعا پڑھے اللھم انت الصاحب فی السفر وانت الخلیفۃ فی الاھل واللد والمال حفظنا واباھم من کل افۃ اللھم انانسئلک فی مسیرنا ھذا البر واتقوی ومن العمل ما ترضی۔

اور جب گھر سے باہر آئے تو یہ کلمات پڑھے بسم اللہ توکلت علی اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ اللھم بک انتشرت وعلیک توکلت وبک اعتصمت والیک توجھت اللھم زودنی التقوی واغفرلی ذنبی ووجھنی للخیر اینما توجھت اور جب سوار ہو تو یوں کہیے۔

بسم اللہ وباللہ اللہ اکبر سبحان الذی سخرلنا ھذا وما کنالہ مقرنین وانا الی ربنا منقلبون٥

اور راستے میں ذکر واذکار صلوٰۃ وسلام اور قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف رہے اور جب کسی اونچی جگہ سے گزر ہو تو یہ پڑھے۔

اللھم لک الشرف علی کل شرف ولک والحمد علی کل حال ٥

جب راستہ میں کسی مشکل یا پریشانی کا خطرہ ہو تو آیۃ الکرسی کا ورد کرے سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۃ الناس کا وظیفہ کرے۔

marfat.com

آداب احرام اور مکہ مکرمہ میں داخل ہونا

جب میقات یا اس کے محاذات سے گزر ہونے لگے تو وہاں قافلے کے ساتھ رُکے اور غسل کرے بال اور ناخن کٹوائے' جیسے جمعۃ المبارک کے روز کٹوائے جاتے ہیں سلے ہوئے کپڑے اتار کر ان کی جگہ سفید چادر اوڑھنے اور تہبند باندھے' احرام سے قبل خوشبو استعمال کر سکتا ہے (مگر احرام کی حالت میں خوشبو کا استعمال ممنوع ہے) روانگی کے وقت اونٹ کی مہار پکڑے اور اس کا منہ راستے کی طرف کرتے ہوئے دل و جان سے نیت کے ساتھ ہی آواز بلند پڑھے۔ **لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک۔**

جب بلندی یا پستی کی جگہوں سے گزر ہو تو یہی کلمات آواز بند کہتا جائے جب کوئی قافلہ سامنے آئے تب بھی تلبیہ کہا جائے اور جب مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو غسل کرے حج کے دوران غسل نو اسباب سے کیا جا سکتا ہے جو مسنون ہے۔

احرام باندھنے کے وقت' جب مکہ مکرمہ میں داخل ہونا ہو' طواف زیارت کے لئے قیام عرفات و مزدلفہ اور منیٰ میں تین دن حراستہ کو کنکریاں مارنے سے قبل' نیز طواف ودع کے وقت' البتہ جمرۃ العقبہ کے لئے غسل مسنون نہیں' جب غسل کر کے مکہ مکرمہ میں داخل ہوں اور نگاہ بیت اللہ شریف پڑتے ہی ان کلمات کو پڑھیں گو شہر کے درمیان میں ہی کیوں نہ ہو (مگر اب شہر کی کسی بھی طرف سے بیت اللہ شریف کی زیارت ممکن نہیں جب تک مسجد حرام سے پوری طرح نہیں گزریں گے بیت اللہ شریف نظر نہیں آئے گا) (تابش قصوری)

لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللھم انت السلام ومنک السلام وادارک السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام اللھم ھذا بیتک عظمتہ وشرفتہ وکرمتہ اللھم فزدہ تعظیماً وزرہ تشریفاً وتکریماً وزدہ مھابۃ وزدمن حجۃ برا وکرامۃ اللھم افتح لی ابواب رحمتک وادخلنی جنتک واعذنی من الشیطن الرجیم۰

بیت اللہ شریف میں داخلہ باب بنی شیبہ سے ہو حجر اسود کی طرف آئے اور اسے بوسہ دے اگر ہجوم کے باعث وہاں تک پہنچنا دشوار ہو تو اپنے ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کرے ہاتھوں کو چوم لے اور یہ پڑھنا شروع کر دے۔

اللھم امانتی ادیتھا ومیثاقی وتعاھدتہ اشھدلی بالموافات پھر بیت اللہ شریف کا طواف کرنے لگے۔

آداب طواف؟

واضح ہو کہ طواف کعبہ نماز کی مثل ہے۔ اس میں ضروری ہے کہ جسم اور لباس پاک ہو شرم گاہ کا ستر محفوظ ہو۔ البتہ اتنا سا فرق ہے کہ طواف میں بوقت ضرورت بات کر سکتا ہے (جب کہ نماز میں بات چیت نماز کو باطل کر دیتی ہے بہتر یہی ہے کہ اضطباع سنت ادا ہو وہ اس طرح کہ اوپر کی چادر کو اس طرح اوڑھے کہ بائیں کندھے پر چادر ڈالے اور بائیں بغل کے نیچے سے نکال کر اور دوسرا کنارا بھی بائیں کندھے پر ڈال دیں اور بیت اللہ شریف کے پاس آ کر حجر اسود سے نیت کر کے طواف شروع کر دے' اور یہ احتیاط ملحوظ رہے کہ بیت اللہ شریف اور اس کے درمیان فاصلہ تین قدم سے زیادہ نہ ہونے پائے۔ تاکہ پاؤں غلاف کعبہ اور اس کے ساتھ ساتھ دیوار کے ساتھ نہ لگنے پائیں۔ اس لئے کہ یہ حصہ بیت اللہ شریف کی حدود میں سے ہے۔ جب طواف شروع کریں تو یہ دعا پڑھی جائے۔

marfat.com

اللھم ایماناً بک وتصدیقاً بکتابک ووفاءً بعھدک واتباعاً لسنة نبیک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

اور جب بیت اللہ شریف کے دروازہ پر آئے تو یہ پڑھے۔

اللھم اجعلہ حجاً مبروراً وسعیاً مشکوراً وذنبامغفوراً وتجارة لن تبوراً یا عزیز' یا عفور' اغفروارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرام۔

اور جب رکن یمانی پر آئے تو یہ پڑھے۔

اللھم انی اعوذبک من الکفرواعوذبک من الفقر ومن عذاب القبر ومن فتنة المحیاد والممات واعوذبک من الخزی فی الدنیا والاخرہ

حج کے رموز واسرار

واضح ہو کہ مندرجہ بالا تفصیل وتشریح جو تحریر ہوئی اس کی حیثیت تو صورتاً اعمال کی تھی لیکن ان اعمال میں سے ہر ایک عمل کے ساتھ کوئی نہ کوئی بھید اور راز پایا جاتا ہے جس سے عبرت اور سبق حاصل کرنا مقصود ہے ذکر واذکار کے ساتھ ساتھ امور آخرت کی یاد دھانی بھی ہے اور حقیقت اصلیہ یہ ہے کہ انسان کو اس طرح تخلیق فرمایا گیا ہے کہ یہ از خود اپنی سعادت وفیروز بختی کو کما حقہ حاصل نہیں کر سکتا جب تک اپنے اختیارات کو اس ذات اقدس واعلیٰ کے حضور پیش نہیں کرتا۔ جو ازل سے ابد تک قائم ودائم ہے جو جس متعلق گزشتہ اوراق عنوانِ مسلمانی کے ضمن میں تحریر کر چکے ہیں اور انسان کو اپنے نفس کی خواہشات کو پورا کرنا اس کی تباہی وبربادی کا باعث ہے جب انسان اپنی مرضی پر ہی مصر رہے گا تو اس کا کوئی عمل شریعت کے مطابق نہیں ہوگا بلکہ وہ تو نفس کی موافقت ومطابقت میں ہی ہوگا نیز اس کا کوئی فعل بندہ کی حیثیت سے قطعاً نہیں ہوگا کیونکہ بندے کی سعادت ونیک بختی تو اللہ تعالیٰ کی طاعت وبندگی میں ہی ہے ۔

بندہ آمد از برائے بندگی زندگی بے بندگی شرمندگی

پہلی امتوں کو ریاضت ومجاہدہ اور رہبانیت کا حکم دیا گیا تو ان انبیاء کرام علیہم السلام کے امتیوں نے کوہ ودشت' صحراؤں' دریاؤں پہاڑوں میں لوگوں سے دور نکل کر ریاضت ومجاہدہ کو اپنایا اس کے برعکس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دریافت کیا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے دین میں سیاحت رہبانیت کیوں نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اس کے بدلے جہاد اور حج کا ارشاد ہے۔ لہٰذا رب تعالیٰ نے اپنے کرم سے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج کا جو حکم دیا ہے تو اسی کہ اس سے بھی مقصود مجاہدہ وریاضت ہی تو ہے بلکہ عبرتیں اور اسباق کا حج میں اضافہ ہی ہے۔

نیز یہ بات جو اظہر من الشمس ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ شریف کو شرف عظیم مرحمت فرمایا اور اپنے نام سے منسوب فرمایا' دنیوی بادشاہوں کے ایوانوں کی مثال بنایا ہے اور اس کے اکناف واطراف کو بھی قابل تعظیم وتحریم قرار دیا ہے وہاں شکار کرنے اور درخت کاٹنے بھی منع فرما دیئے اور اس کی مزید عزت وحرمت اور شان وشوکت کا اظہار فرمانے کے لئے شاہی درگاہوں کے میدانوں کی

marfat.com

طرح میدان عرفات کو مختص فرمایا تا کہ چہار اطراف سے لوگ جوق در جوق بیت اللہ شریف کی زیارت کو آتے رہیں حالانکہ ان لوگوں کو اچھی طرح علم ہے کہ اس کی ذات اقدس واطہر بیت اللہ شریف میں رہنے سے منزہ ومبرہ ہے لیکن جب انسان میں عشق ومحبت کا غلبہ ہوتا ہے تو ہر اس چیز سے محبت وانسیت روا رکھتا ہے جس کو دوست سے نسبت ہو اس نسبت کے باعث وہ چیز پیاری لگتی ہے اور پھر وہی چیز اس کا مقصود ومطلوب حیات بن جاتی ہے۔

پس مسلمانان عالم اسی ذوق وشوق تمنا وآرزو کے باعث اپنے اہل عیال وطن اور مال کو پس پشت ڈالتے ہوئے مشکل ترین' دور دراز کے علاقوں سے صحراؤں اور خلاؤں' سمندروں اور دریاؤں کے خطرات کو برداشت کرتے ہوئے خندہ پیشانی سے نہایت عا... نیاز مندانہ اس کے حضور کھچے چلے آتے ہیں تا کہ اس کی بارگاہ میں باریابی کا شرف پاسکیں اور اس عبادت (حج) میں ایسے افعال لو بجا لانے کا حکم دیا گیا ہے کہ وہاں تک عقل کی رسائی ممکن نہیں مثلاً جمرات پر پتھر مارنا صفا ومروہ میں یوں ہی ڈورے پھرنا۔

(ان امور میں عقل کا کیا کام) اور یہ امور اس لئے ہیں کہ جو بات عقل میں آسکتی ہے اس میں نفس یکساں شریک ہے کیونکہ اسے معلوم ہے کہ عقل کیا کر رہی ہے اور کیوں؟ اس کی غرض وغایت کیا ہے؟ مثلاً! انسان کو معلوم ہے کہ زکوٰۃ کیوں دی جارہی ہے بس اسی لئے کہ فقراء وغرباء اور درویشوں کی حوصلہ افزائی کی جاسکے یوں ہی نماز اس لئے ادا کی جارہی ہے کہ مالک حقیقی کے حضور عجز وانکساری کا اظہار مقصود ہے روزہ اس لئے رکھا جاتا ہے کہ شیطانی لشکر کو شکست سے دوچار کرنا اور اسے ذلت کا مزہ چکھانا ہے اور ہونا بھی یہی چاہیے تا کہ اس کی طبیعت عقل کی موافقت ومطابق میں متحرک ہو۔

لیکن کمال بندگی یہ ہے کہ بندہ فقط مالک کے حکم کو بعینہ بجالائے اور اس میں اس کے باطنی خواہشات کا کوئی عمل دخل نہ ہو چنانچہ کنکریاں مارنا' صفا ومروہ پر دوڑ لگانا اعتراف بندگی نہیں تو اور کیا ہے؟ لہٰذا ان احکام کا بجالانا فقط بندہ ہونے کی بناء پر ہی تو ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج کے بارے خصوصیت سے یوں فرمایا "لبیک بحجة حقاً تعبداً ورقاً" میں تو حق تعالیٰ کے حقوق بندگی کی ادائیگی کے لئے ہی حج کے لئے حاضر ہوا ہوں اور اسی عمل کو عبدیت ومحبوبیت کے کلمات سے یاد فرمایا گیا ہے۔

اور وہ لوگ جو اس پر محض اظہار تعجب کرتے ہیں کہ اعمال حج کے بجالانے میں آخر کیا مقصود ہے؟ اور اس سے آخر کیا مراد لیا جا سکتا ہے؟ پس ان کا حیران وششدر رہنا ان کی غفلت ونادانی پر دال ہے یعنی وہ اس حقیقت کو جانتے ہی نہیں کہ بے مقصودی ہی اس کا مقصود اور بے غرضی ہی اس کی اصل غرض وغایت ہے تا کہ بندہ کی طرف سے اس کی بندگی ہی ظاہر ہو اور اس کا سر تسلیم کرنا محض حکم حاکم ومالک پر ہی ہے اس کے علاوہ اس کی نگاہ کسی اور طرف نہ جائے عقل اور مزاج کی طبعی کو اس میں بال برابر بھی عمل دخل نہ ہو تا کہ وہ پوری طرح اپنے آپ کو خالق ومالک مطلق میں محو کر ڈالے جسے ہمیشہ ہمیشہ بقا حاصل ہے اس کی سعادت تو عیسی اور فنائیت میں ہی پوشیدہ ہے۔ تا کہ اس کے سامنے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے ارشادات کے علاوہ کسی چیز کا نام ونشان تک باقی نہ رہے۔

بیاں میں نکتہ توحید آ تو سکتا ہے تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے ؟

marfat.com

حج، عبرتوں اور حصول اسباق کا سبب

حج شریف میں اس قسم کی عبرتیں حاصل ہوتی ہیں۔

سفر حج کو سفرِ آخرت کی مانند بنایا ہے اس سفر سے تو مقصود بیت اللہ شریف کی حاضری ہے اور سفر آخرت سے مقصود خود صاحب یت یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے لہٰذا اس سفر کے احوال و مقدمات کو سامنے رکھ کر سفر آخرت کے احوال و آثار کو پیش نظر کھنا چاہیے وہ اس طرح کہ جب سفر حج کے وقت اپنے احباء و رفقاء، عزیز و اقارب کو الوداع کہنے لگے تو یوں محسوس کرے کہ گویا میں کراتِ موت کے وقت انہیں الوداع کہہ رہا ہوں جن کا ایک نہ ایک دن ظہور ہو کر رہے گا۔

نیز جس طرح یہ لازم ہے کہ سفر حج کے وقت اپنے تمام دینوی علائق اور معاملات سے فراغت حاصل کر کے گھر سے قدم باہر کھے بعینہ اسے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ آخر عمر میں سفر آخرت کے لئے اپنے دل سے دنیا کی ہر چیز اور ہر خواہش کی چاہت و محبت کو کال باہر کرے ورنہ اس کا سفر آخرت اچھا نہیں ہوگا۔ جیسے سفر حج میں ہر طرح کا زادراہ ساتھ رکھنے کے لئے تیاری کی جاتی ہے اور قدم دم پھونک پھونک کر رکھا جاتا ہے کہ کہیں جنگل، بیاباں، وصحرا میں بے سروسامانی کا شکار نہ بن جائے۔ (اب یہ صورت نہیں رہی مگر ز دھام کا یہ عالم ہوتا ہے کہ بعض اوقات باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے علیحدہ ہو جاتا ہے میاں، بیوی بچھڑ جاتے ہیں محرم تک کی گم رگی وقوع پذیر ہوتی ہے اس وقت حاجی یا حاجن باوجود مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ یا جدہ شریف ہزاروں لاکھوں حاجیوں، انسانوں کے ہوتے ئے بھی اپنے آپ کو بے یارومددگار پاتا ہے ایسے نازک ترین لمحات میں سوا پاسپورٹ، شناختی کارڈ اور وہ مطبوعہ بیج اور کارڈ کام آتے جو مکہ مکرمہ میں اپنے اپنے معلم سے حاصل ہوتے ہیں میرے تجربہ میں کئی ایک واقعات پیش آئے اگر بطور حکایات، اسباق درج ے جائیں تو ایک اور کتاب تیار ہو جائے تاہم اشارے کر دیئے ہیں تاکہ حجاج کرام ان اشارات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے اپنے ہمسفر ے الگ تھلگ ہونے سے احتیاط کریں) (تابش قصوری) یوں ہی سمجھنا چاہیے کہ بیابانِ قیامت تو اور بھی بے حد وسیع و عریض ہوگا ایت ہولناکی کا منظر ہوگا نفسانفسی کی پکار ہوگی کوئی اپنا اپنا نہیں بنے گا تو ایسے میں توشہ آخرت کی دینوی زادراہ سے زیادہ احتجاج اور رورت ہوگی۔

اس طرح سفر حج میں جن چیزوں کو ساتھ لے جانے میں احتیاط کی جاتی ہے کہ یہ جلد خراب ہو سکتی ہیں اور وہ بوقت ضرورت کام ہیں دیں گی، لہٰذا یہ اس لائق نہیں کہ انہیں ساتھ لے جایا جائے اسی طرح یہ بھی جاننا چاہیے کہ ہر وہ طاعت و عبادت جس میں ودونمائش اور ریاکاری و کوتاہی کی آمیزش ہوگی وہ توشہ آخرت کے لئے مناسب نہیں ہے۔

ایسے ہی جب سواری پر سوار ہو یوں محسوس کرے میرا جنازہ اٹھایا جا رہا ہے اور وہ پورے وثوق سے یہ سمجھتا ہے کہ سفر آخرت میں بھی میری سواری (جنازے کی چارپائی) ہوگی اور یہ بھی ممکن ہے یہ حج کی سواری سے اترنے سے قبل ہی تیرے جنازے کی تیاری ہو ی ہو یعنی سفر حج میں ہی موت آ جائے بہرحال چاہیے کہ یہ سفر اس سفر کے لئے بھی عمدہ زادراہ بننے کے قابل ہو۔

اور جب حج کے احرام کو میقات پر پہنچ کر باندھنے لگے جو دو سفید چادریں ہیں اور معمول کا لباس اتار رہا ہو تو وہ یوں محسوس کرے

marfat.com

کہ میرے کپڑے اتار کر مجھے کفن پہنایا جا رہا ہے اسی لئے جیسے حج کا لباس عام دینوی لباس سے مختلف ہے اسی طرح سفر آخرت کا لباس بھی عام دنیاوی لباس سے الگ تھلگ دو تین چادریں ہی تو ہیں اور جب جنگل و بیابان کی تکالیف وخطرات کا سامنا ہو تو اسے منکر نکیر قبور کی زندگی اور اس کے عذاب کو یاد کرے (منیٰ' عرفات اور مزدلفہ میں بیابان اور جنگل ہی کی صورت کا ظہور ہوتا ہے حالانکہ وہاں لاکھوں حجاج کرام موجود ہوتے ہیں مگر نفسی نفسی کا منظر ہوتا ہے) کہ لحد سے حشر تک ایک ایک مقام پر نہایت مہیب وعظیم جنگلات کو طے کرنا پڑے گا۔ جس میں آفات وبلیات اور خطرات کا شمار تک نہیں!! اور جب طرح محافظ اور رہنما کے بغیر بیابان سے بسلامت گزرنا محال ہے اسی طرح قبر کی وحشتناکی سے بھی رہنما کے بغیر سلامتی سے گزرنا ممکن نہیں اور وہ محافظ تو طاعت وعبادت الٰہیہ ہیں جنگل سے اہل وعیال اور احباء ورفقاء کے بغیر تنہا گزرنا پڑے گا ایسے ہی قبر میں تنہا واکیلا بسیرا کرنا ہوگا۔

حاجی جب اللھم لبیک کا آغاز کرے تو یوں سمجھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ندا پر لبیک کہہ رہا ہے (یا اللہ میں حاضر میں حاضر) اس سے کہ میدان حشر میں ایسی ہی ندا آئے گی جس کے جواب میں لبیک کہنا ہوگا پس انہی احوال کو اپنے اوپر طاری کرے پکارے **لبیک اللھم لبیک** یا اللہ میں حاضر یا اللہ میں حاضر اور اس حاضری کو حقیقی حاضری تصور کرتے ہوئے اس کی حیثیت میں غرق ہو کر رہ جائے۔

حکایت:- حضرت امام زین العابدین کا احرام؟

بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدین جن کا نام نامی علی ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب انہوں نے حج کا احرام باندھا تو ان کے چہرے کی رنگت زردی میں بدل گئی جسم پر کپکپی طاری ہوگئی یہاں تک کہ منہ سے لبیک کا کلمہ بھی نہ نکلتا تھا لوگوں نے دریافت کیا آپ لبیک کیوں نہیں کہہ رہے؟

فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ میرے لبیک کہنے کے جواب میں اگر مجھے **لا لبیک ولا سعدیک** سننا پڑے تو کیا کروں گا اور ان الفاظ کے نکلتے ہی آپ اونٹ سے نیچے گرے اور بے ہوش ہوگئے۔

☆ حکایت:- حضرت ابوسلیمان دارانی اور لبیک؟

احمد بنی ابوحوار جو حضرت ابوسلیمان دارانی کے مرید بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسلمان دارانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے "بوقت احرام" لبیک نہ کہا' اور اسی طرح ایک میل کی مسافت طے کر لی کہ اچانک بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی آئی کہ "میرے کلیم" اپنی امت کے ظالموں کو حکم دو مجھے یاد نہ کیا کرو حتیٰ کہ اپنی زبانوں پر میرا نام تک نہ لائیں اس لئے کہ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اسے یاد کرتا ہوں گو ظالم ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن جب ظالم یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے یاد کرتا ہوں مگر لعنت بھیج کر۔

موصوف بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا ہے مشتبہ مال کو اخراجات حج میں لائے اور پھر کہے لبیک اللھم لبیک تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لا لبیک ولا سعدیک حتیٰ تردما فی یدک** ہمیں تیری حاضری اور نیکی اس وقت تک پسند نہیں جب تک تو اپنے ہاتھ سے اس مشکوک ومشتبہ مال کو نہیں چھوڑے گا۔

marfat.com

طواف وسعی کی مثال تو ناداروں' اور بیماروں کی سی ہے جو بادشاہوں اور امراء کے درباروں کے گرداگرد چکر لگاتے رہتے ہیں تا کہ مناسب سا موقعہ ملے اور اپنی مصروفیات ان کے سامنے رکھیں' اس لئے کبھی جلوت خانے میں آتے ہیں کبھی جاتے ہیں اور کسی ایسے آدمی کی تلاش میں رہتے ہیں جو ان کی سفارش کر سکے نیز اس بات کی بھی امید رکھتے ہیں ممکن ہے اتفاقاً بادشاہ از خود ہی دیکھ لے اور ان پر مہربان ہو جائے ۔

اس کا کرم پر اس کا کرم ہے اس کے کرم کی بات نہ پوچھو

☆ میدان عرفات میں حجاج کرام کا قیام' تمام مالک اور اکناف واطراف عالم طرح طرح کے لوگوں کے اجتماع اور پھر ہر ایک کا دعاؤں اور التجاؤں میں مصروف ہونا الگ الگ زبانوں اور طرح طرح کی بولیوں سے اپنی گزارشات کو اپنے رب کے حضور پیش کرنا۔ میدان قیامت کی مثال ہے جہاں تمام مخلوق جمع ہوگی اور ہر ایک نفسی نفسی کے عالم میں ہوگا اور ان پر ردوقبول کا خوف مسلط ہوگا۔

☆ جمرات پر کنکریاں مارنا! اس نیت سے ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی عبدیت کا اس رنگ سے بھی اظہار کرے دوسرے یہ کہ اس عمل کا تعلق حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے عمل مبارک سے مشابہت رکھتا ہے تا کہ یہ سنت پوری ہو کیونکہ انہوں نے اسی مقام ابلیس کو اپنی طرف آتے دیکھا تا کہ آپ کی لغزش میں ڈال سکے تو جواباً حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شیطان نے پتھر کھائے تھے۔

پس اگر تیرے دل میں یہ وہم پیدا ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے تو شیطان تھا لہٰذا ان کا اسے پتھر مارنا تو صحیح تھا میرے سامنے تو شیطانی نہیں میں کیوں پتھر ماروں تو پھر تم اچھی طرح سمجھ لو یہ شبہ بھی شیطان کا پیدا کردہ ہے لہٰذا اس پر خوب پتھر برساتا کہ اس کی کمر ٹوٹ جائے اور اس کی کمر تو اسی طرح توڑ جا سکتی ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ بن جائے اور وہی امر بجالائے جس کا اسے حکم ہے اور اپنے اختیارات وتصرفات کو کلی طور پر اس ذات بقا کے حضور پیش کر دے اور یقیناً محسوس کرے کہ میں نے جمرات پر کنکریاں مار کر شیطان پر غلبہ حاصل کر لیا ہے۔

پس ہم نے حج کی عبرتوں کے یہ چند اشارے کر دیئے ہیں جو شخص اس راستے کی معرفت پالے گا وہ غلبہ عشق ومحبت اور وفور سے شوق سے قلب وذہن کی صفائی کی بدولت تمام اسرار ورموز سے واقفیت حاصل کر لے گا اور پھر ارکان حج کی ادائیگی سے ہر چیز اسے مل سکے گی جس اس کی روحانیت اسی عبادت سے وابستہ تھی اور اس ظاہری صورت سے باطنی ترقی کی سعادت سے بہرہ مندی آسان تر ہو جائے گی۔

marfat.com

اصل ہشتم

تلاوت قرآن مجید؟

☆ افضل ترین عبادت

واضح ہو کہ جملہ عبادات میں تلاوت قرآن کریم افضل ترین عبادت ہے خصوصاً نماز میں اس کی قرات و تلاوت جو بوقت قیا
پڑھنا نصیب ہوتی ہے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''میری امت کی سب سے افضل عبادت قرآن کریم پڑھنا ہے'' نیز فرمایا ''جسے قرآن کریم ایسی نعمت میسر ہوئی اور پھر بھی وہ یہ تصور کرے کہ فلان کو تو اس سے اعلیٰ چیز عنایت کی گئی ہے تو وہ قرآن کریم کی تحقیر و بے ادبی کا مرتکب ہوگا کیونکہ اس نے اسے کم سمجھا جسے اللہ تعالیٰ نے بزرگ تر بنایا ہے۔

☆ مزید فرمایا: اگر قرآن کریم کو چمڑے کے غلاف میں رکھیں تو اسے آگ نہیں جلا سکے گی!

☆ اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں روز قیامت انبیاء و ملائکہ اور دیگر چیزوں (اولیاء کرام) میں سے کوئی بھی قرآن کریم سے بڑھ کر شفیع نہیں ہوگا!

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دعا کی بجائے تلاوت قرآن کریم میں مشغول رہے اور اللہ تعالیٰ اسے شاکرین جتنا ثواب عطا فرماتا ہے۔

☆ ارشاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے لوہے کے مثل دل کو بھی زنگ پکڑ لیتا ہے یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر دل کے زنگ کو دور کیسے کیا جائے؟ ارشاد فرمایا قرآن کریم کی تلاوت اور موت کی یاد (دلوں کے زنگ کو مٹا دیتی ہے)

☆ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا مگر تمہیں دو مبلغ دے رہا ہوں جو ہمیشہ تمہاری ہدایت و رہنمائی کرتے رہیں گے۔ ان میں ایک وعظ کلام کرنے والا ہے اور ایک خاموش! کلام کرنے والا واعظ تو قرآن مجید ہے اور خاموش مبلغ موت:

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد ہے۔
قرآن کریم پڑھا کریں کیونکہ اس کے ہر حرف کے بدلے دس دس نیکیاں ہیں اور میں یہ نہیں کہتا کہ ''الم'' صرف ایک حرف ہے بلکہ الف بھی حرف ہے ل اور م بھی ایک ایک الگ حرف ہے۔

☆ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''میں خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت سے بہرہ مند ہوا تو عرض کیا! یا اللہ! تیری قربت کے حاصل کرنے کا سب سے افضل اور آسان تر وسیلہ کون ہے؟

marfat.com

ارشاد ہوا میرے کلام کی تلاوت یعنی قرآن مجید پڑھنا میں پھر عرض گزار ہوا گو اس کے معانی و مطالب سمجھ آئیں یا نہ آئیں! فرمایا! ہاں اگرچہ تلاوت کرنے والے کو اس سے معنی سمجھ آئیں یا نہ آئیں (آخر کلام تو میرا ہے)

تلاوت قرآن کریم اور غافلین

واضح ہو کہ جس نے قرآن کریم پڑھا اس کے درجات بلند ہوئے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ قرآن کریم کے آداب اور اس کی عزت و حرمت کو بجالائے اور اپنے آپ کو افعال بد سے بچائے اور اپنے افعال و کردار اور جملہ اعمال و معاملات میں ادب و احترام کو ملحوظ رکھے ورنہ خطرہ ہے کہ قرآن کریم ہی اس سے دشمنی اختیار نہ کر لے۔

قرآن کریم اور منافق:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں بیشتر منافق قرآن کے قاری ہوں گے (آج کل کے قراء حضرات کو اس ارشاد کے پیش نظر اپنا محاسبہ کرنا چاہیے)

☆ حضرت سلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دوزخ کے فرشتے مفسدین قرآن کو بت پرستوں کی بہ نسبت جلد گرفتار کریں گے۔

☆ توریت شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندے تجھے شرم تو نہیں آتی اگر تیرے بھائی کا تجھے خط موصول ہو تو اسے راہ چلتے ہوئے ایک طرف ہو کر فوراً اس کا ایک ایک حرف پڑھنے لگتا ہے اور بغور دیکھتا ہے لیکن میری کتاب جو حقیقتاً میری طرف سے تیرے نام خط کی مانند ہے کہ اسے تو محبت سے پڑھے اور غور کر کے عمل پیرا ہو مگر تو پڑھنے کی بجائے اس سے دور دور رہنے کی کوشش کرتا ہے اور اس مکتوب گرامی کے مندرجات پر عمل کرنے سے بھاگتا ہے اور کبھی پڑھنے کی نوبت آ بھی جائے تو اس پر غور و خوض نہیں کرتا کہ آخر اس مکتوب الٰہی میں کیا لکھا ہوا ہے؟

☆ مکتوب الٰہی

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تمہارے اسلاف تو قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکتوب گرامی تصور کرتے تھے پر راتوں کی تنہائیوں میں اسے خوف غور و فکر سے پڑھتے رہتے (والذین یبیتون لربھم سجداً وقیاماً) اور دن کو اس کے احکام پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

اور تم ایسے ہو کہ اس کی تعلیم و تدریس کو ذریعہ معاش بنائے بیٹھے ہو نیز اس کے حروف و اعراب کو تو بنانے' سجانے اور سنوارنے میں بڑی مستعدی اور محنت و مشقت برداشت کرتے ہو لیکن اس کے احکام پر عمل نہیں کرتے' تساہل و تجاہل سے کام لیتے ہو۔

☆ تلاوت قرآن کریم کا بنیادی مقصد

الغرض قرآن کریم کا محض تلاوت کر لینا ہی اصلی مقصد نہیں بلکہ اس کے احکام پر عمل کرنا مقصود ہے اس لئے کہ پڑھنا تو یاد رکھنے کے لئے ہے اور یاد رکھنا عمل کرنے کے لئے اور جو شخص صرف پڑھنے پر اکتفاء کرتا ہے عمل نہیں کرتا اس کی مثال تو ایسے غلام کی ہے جس کو

marfat.com

اس کے مالک کا ہدایت نامہ (خط) موصول ہوا جس میں کام کاج کرنے کی تاکید کی گئی تھی اور وہ غلام صرف اسی بات پر خوش وخرم ہے کہ اس کے مالک نے اپنے مکتوب گرامی سے نوازا ہے پھر وہ بڑی خوش الحانی سے اسے پڑھتا رہے اور اس کے حروف کے بناؤ سنگار میں الجھا رہے لیکن اس کے مندرجات میں سے کسی پر بھی عمل نہ کرے تو ظاہر ہے وہ غلام سزا کا مستحق اور عقوبت کے ہی لائق ہے۔

آدابِ تلاوت قرآن کریم

☆ آدابِ ظاہری

تلاوت قرآن کریم کے ظاہر اچھے آداب ہیں جسے بوقت تلاوت ملحوظ رکھنا بے حد ضروری ہے۔

(۱) نہایت احترام وتعظیم سے اس کی تلاوت کرے قبل از تلاوت طہارت ضروری ہے پھر نہایت عاجزی وانکساری سے روبقبلہ بیٹھے جیسے نماز میں بیٹھا جاتا ہے۔

☆ حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص نماز میں کھڑے ہو کر قرآن کریم پڑھتا ہے اسے ہر حرف پر سو نیکیاں ملتی ہیں اور اگر بیٹھ کر تلاوت کرتا ہے تو پچاس پچاس نیکیاں ہر ایک حرف پر لکھی جاتی ہیں اگر بعد از نماز تلاوت کرتا ہے تو پچیس پچیس نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں درج کی جاتی ہیں اور اگر بلا وضو قرآن کریم کو ہاتھ لگائے بغیر زبانی تلاوت کرتا ہے تو اس کے لئے ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں اسی طرح رات کو نوافل میں قرآن کریم کی تلاوت کرنے میں بہت فضیلت ہے اس لئے کہ اس وقت دل دینوی علاقوں سے بہ نسبت دن کے زیادہ فارغ ہوتا ہے۔

(۲) آہستہ تلاوت قرآن کریم

آداب ظاہری میں یہ بات بھی ہے کہ قرآن کریم کو آہستہ آہستہ بآرام پڑھے اور اس کے مطالب ومعانی پر غور کرے اور اس بات کا دل میں ہرگز خیال نہ لائے کہ قرآن کریم جلد از جلد ختم کرے بعض آدمی اتنی جلدی اس لئے کرتے ہیں کہ یومیہ ختم قرآن کا ثواب حاصل کریں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص قرآن کریم تین دن میں ختم کر لیتا ہے وہ قرآنی تفقہ سے مستفیض نہیں ہو سکتا۔

☆ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مجھے قرآن کریم آہستہ آہستہ بآرام پڑھنا بے حد محبوب ہے اگرچہ صرف سورۃ اذازلزلت الارض یا سورۃ القارعۃ ہی دن بھر میں کیوں نہ پڑھوں! بہ نسبت جلدی میں سورۃ البقرہ اور آل عمران ختم کرنے سے۔

☆ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اگر کسی کو تیزی سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے سنتیں تو فرماتیں گو یہ شخص خاموش نہیں مگر تلاوت بھی نہیں کر رہا۔

اگر کوئی شخص عجمی ہو اور قرآن کریم کے معانی نہیں جانتا تو اس کے لئے آہستہ پڑھنا بہت ہی اچھا ہے کہ کم از کم قرآن کریم کے آداب کو تو ملحوظ رکھتا ہے۔

marfat.com

☆ قرآن کریم اور آنسو!!

(۳) رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم فرماتے ہیں جب قرآن کریم پڑھیں تو اتنا روئیں یہاں تک کہ آنسو جاری ہو جائیں تکلفاً آنسو بہانا بھی اچھا ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب تلاوت کرتے کرتے سجدہ ''سبحان الذی'' تک پہنچیں تو آنسو بہائیں اگرچہ تکلفاً ہی کیوں نہ ہوں اور جب تک آنسو نہ نکلیں سجدہ کرنے میں جلدی نہ کرو اگر تکلف سے آنکھیں نم نہ بھی ہوئیں تو دل یقیناً روئے گا۔

☆ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے قرآن کریم غم کے لئے نازل ہوا جب اسے پڑھو تو غم کو دل میں جگہ دو۔

جو کوئی تلاوت کے وقت آیات وعدہ ووعید احکام پر غور کرتا ہے پھر اپنی عاجزی' بے چارگی اور کمزوری کی طرف نگاہ ڈالتا ہے تو لازماً اسے غمگین ہونا پڑتا ہے۔ اگر غفلت نے اسے کلیتہً مغلوب نہ کر رکھا ہو۔

(۴) یہ بھی آداب ظاہری میں سے ہے کہ ایک ایک آیت مبارکہ کا حق ادا کرنے کی کوشش کرے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب عذاب والی آیت پر پہنچتے تو استغفار کرتے اور جب آیہ رحمت کی تلاوت فرماتے تو اللہ تعالیٰ سے رحمت کے طالب ہوتے اسی طرح جب آیت تنزیہ پر پہنچتے تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتمہید بجالاتے تلاوت کا آغاز ہمیشہ ''اعوذ باللہ'' سے کرتے اور آخر میں یہ دعا مانگتے۔

اللھم ارحمنی بالقرآن واجعلہ لی اماماً ونوراً وھدیً ورحمۃ اللھم ذکرنی منہ مانسیت وعلمنی منہ ما جھلت وارزقنی تلاوتہ انا الیل واطراف النھار واجعلہ حجۃ لی یا رب العالمین○

الٰہی: قرآن کریم کے وسیلہ سے مجھ پر رحم فرما میرے لئے اسے رہنما' نور' ہدایت اور رحمت بنا الٰہی! جو کچھ اس کی تلاوت میں بھول گیا ہوا سے یاد دلا دے اور مجھے اس کے علم سے مزید عنایت فرما اور مجھے اس کی تلاوت کی شب وروز سعادت سے بہرہ مند فرما: الٰہی! اسے میرے لئے برہان دائمی بنا دے:

☆ جب سجدہ کی آیت پر پہنچے تو پہلے تکبیر کہے پھر سجدہ کرے اور سجدہ کرتے وقت شرائط نماز کو ملحوظ رکھے جیسے طہارت وستر ڈھانپنے کے متعلق کی جاتی ہیں اور سجدہ تلاوت کرنے کے بعد نہ تشہد ہے اور ہی سلام۔ صرف تکبیر کے بعد سجدہ ہی کافی ہے۔ (جب سجدہ سے سر اٹھایا گویا کہ سجدہ مکمل ہو گیا)

(۵) اگر بلند آواز سے تلاوت قرآن کریم میں ریاکاری کا عمل دخل ہو یا نمازی کی توجہ بٹ جانے کا احتمال ہو تو اسے آہستہ پڑھا جائے کیونکہ حدیث شریف میں آہستہ تلاوت کرنے میں زیادہ فضیلت آئی ہے جیسے علانیہ صدقہ وخیرات سے پوشیدہ طور پر صدقہ دینے میں فضیلت ہے ہاں اگر ان امور کا کوئی خدشہ وغیرہ نہیں تو آواز بلند پڑھنے کی اجازت ہے اور نیت یہ ہو کہ آواز بلند پڑھنے سے جو قریب سو رہے ہیں بیدار ہو جائیں گے نیز جو بیدار ہیں انہیں قرآن کریم سننے کا ثواب ہو گا۔ نیز وہ از خود بھی زیادہ آگاہی حاصل کرے گا اس کی ہمت بڑھے گی۔ فرحت وانبساط اور خوشی نصیب ہو گی اطمینان وسکون پائے گا اگر اس قسم کی نیتیں ہوں تو ہر ایک نیت پر اسے ثواب ملے گا۔ قرآن کریم دیکھ کر پڑھنے میں زیادہ فضیلت ہے اس لئے کہ اس کی آنکھ بھی مصروف تلاوت و زیارت ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ قرآن کریم دیکھ کر پڑھنا زبانی سات بار پڑھنے کے برابر ہے۔

irfanfat.com

☆ حکایت:- امام شافعی کی تلاوت اور سجدہ!!

فقہائے مصر میں سے ایک فقیہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہوئے کیا دیکھتے ہیں کہ وہ سجدے میں پڑے ہوئے ہیں اور قرآن کریم ان کے پاس رکھا ہوا ہے وہ عالم بولے فقہ نے تمہیں قرآن پاک سے دور رکھا ہے جب کہ میں بعد نماز عشاء صبح تک قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول رہتا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک مرتبہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزر ہوا آپ نے دیکھا وہ نماز تہجد میں مصروف ہیں اور قرآن کریم نہایت آہستگی سے تلاوت فرما رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! صدیق! قرآن کریم آہستہ کیوں پڑھ رہے ہو؟ عرض کیا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کو سنانا چاہتا ہوں وہ سن رہا ہے۔ بعدہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا۔ وہ بلند آواز سے تلاوت قرآن کریم میں مشغول ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بلند آواز سے قرآن کریم کیوں پڑھ رہے ہو۔ عرض کیا! سونے والوں کو جگانے اور شیطان کو بھگانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں نے ہی بہت اچھا کیا اس لئے کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے **انما الاعمال بالنیات** تم دونوں کی نیت درست تھی اس لئے ہر دو کو ثواب ملے گا۔

(۶) ظاہری آداب تلاوت میں یہ بات بھی ہے کہ قرآن کریم نہایت عمدہ آواز اور انداز میں پڑھا جائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ قرآن مجید کو خوش الحانی سے آراستہ کرو!

نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خوش الحانی سے قرآن کریم پڑھتے دیکھا تو فرمایا "الحمد للہ" تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے میری امت میں ایسے انسان تخلیق فرماتے اور اس کا تحسین کا سبب یہ بھی ہے کہ جتنی عمدہ آواز اور قرات سے قرآن مجید پڑھا جاتا ہے اسی قدر دل پر اثر ہوتا ہے اور یہ سنت بھی ہے کہ نہایت اچھی آواز میں قرآن کریم پڑھا جائے البتہ کلمات حروف کو محض مقابلۃً ایسا کرنا مکروہ ہے جیسے قوال عادتہً گلہ بازی کرتے ہیں۔

تلاوت قرآن مجید کے باطنی آداب

نمبر ا- آداب باطنی

قرآن کریم کی تلاوت کے باطنی آداب بھی چھ ہیں۔

(ا) اس کلام کی عظمت کی معرفت حاصل کرے اور سمجھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے قدیم ہونا اس کی صفت ہے۔ جو اسی ذات اقدس قائم ہے اور جو کچھ اس کی تلاوت کے وقت زبان سے برآمد ہو رہا ہے وہ ہے تو حروف کا مجموعہ مگر اس میں اثرات و ثمرات ذات حق سے ہویدا ہیں جیسے "لفظ" آگ ہے اس لفظ کا کہنا تو آسان ہے اور ہر ایک کہنے کی طاقت بھی رکھتا ہے مگر آگ وجود "نفس آتش" کی طاقت کسی میں بھی نہیں پائی جاتی یعنی از خود آگ بن جانا یا آگ میں کودنا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں۔

marfat.com

یہی حقیقت قرآنی الفاظ وکلمات کے معانی میں مضمر ہے۔ اگر اس حقیقت کو آشکار کر دیا جائے تو ساتوں زمینیں اور ساتوں آسمان ان کی تجلی کی تاب نہ لاسکیں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **لو انزلنا هذا القرآن على جبل لرايته خاشعا متصدعاً من خشية الله** اگر قرآن کو ہم کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو میرے محبوب آپ دیکھتے وہ پہاڑ خشیت الٰہیہ سے پاش پاش ہو جاتا۔ (سورہ الحشر آیت ۲۱-۲۸) لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے قرآن مجید کی عظمت وجلال کو حروف وکلمات کے لباس میں پوشیدہ فرما دیا۔ کہ دلوں اور زبانوں میں برداشت کی طاقت کہاں تھی لہٰذا لباس حروف کے بغیر قرآن کریم کو انسانوں تک پہنچانے کی اور کوئی صورت ہی نہ تھی۔ لیکن خیال رہے کہ یہ اس بات کی قطعاً دلیل نہیں کہ حروف کے علاوہ قرآن کریم کی مزید کوئی عظیم چیز اس میں پائی ہی نہیں جاتی۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جب ہم جانوروں کو کوئی کرتب یا آداب سکھانا چاہتے ہیں تو انہیں انسانی بولی میں حکم نہیں دیتے کیونکہ ان میں یہ طاقت ہی نہیں کہ وہ ان کی بولی سمجھ سکیں تو ناچار ہم انہیں کی آوازوں سے ملتی جلتی چند آوازیں سیٹ کر لیتے ہیں تا کہ انہیں مطلوبہ کاموں کے لئے تیار کر سکیں یا انہیں آداب سکھا سکیں۔

پھر وہ چار پائے یا جانور ہماری آوازوں کو مسلسل سننے کے باعث ہماری خواہش کے مطابق وہی کام کرنا شروع کر دیتے ہیں جو ہمارے مقصود ومطلوب ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ ان امور کی حکمت سے نابلد ہوتے ہیں مثلاً بیل کو لیجئے کہ جب ہم ہل چلاتے ہیں تو مختلف قسم کی آوازوں سے اسے چلاتے ہیں اور وہ ہل کھینچ کر زمین کو نرم بناتا ہے مگر اسے یہ معلوم نہیں کہ زمین کو نرم کرنے میں کونسی حکمت ہے۔

حالانکہ ہل چلانے کی حکمت سے تو انسان ہی واقف ہے کہ جب وہ ہل چلائے گا تو بیرونی ہوا خاک میں شامل ہو جائے گی اور پھر ان ہر دو میں مل جائے گا پھر ہوا، پانی اور مٹی تینوں چیزیں مل کر بیج کی غذا بن جائیں گی پھر اس بیج کی نشوونما میں مشغول ہوں گی۔

اسی طرح قرآن مجید سے بھی لوگ آواز اور ظاہری الفاظ کے سطحی سے معانی کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں کر پاتے اسی لئے ان کے نزدیک قرآن کریم محض حرف وصوت سے عبارت ہے۔ کیونکہ وہ قرآنی روح کو سمجھتے ہی نہیں پھر وہ حکمت وحقیقت کو کیا جانیں۔ حالانکہ یہی انتہائی درجے کی حماقت ہے اس کی مثال یوں سمجھی جاسکتی ہے کہ کوئی شخص یہ سمجھے کہ ''آتش'' تو صرف تین حروف آ' ت' ش پر مشتمل ہے۔ اور یہ نہ سمجھے کہ آتش میں اگر کاغذ کو ڈالیں گے تو وہ اسے جلا کر راکھ کر دے گی اور کاغذ یہ کی تپش کو برداشت ہی نہیں کر سکے گا لیکن یہ حروف آتش عموماً کاغذ پر ہی لکھے جاتے ہیں اور آگ کے حروف کاغذ پر ذرا برابر بھی اثر پذیر نہیں ہوتے کیونکہ یہ حروف تو ظاہری لباس ہیں جب کہ ان کی حقیقت کچھ اور ہے۔

پس جس طرح ہر ایک جسم کے لئے روح ہوتی ہے جس کی بدولت وہ جسم قائم رہتا ہے اسی طرح حروف کی روح اور معانی ہیں جب کہ خود حروف کی حیثیت جسم کی سی ہے اور وہ ظاہر ہے کہ جسم کو تمام تر شرف روح کے باعث حاصل ہے لہٰذا ان حروف کی تمام عظمت وشرافت ان کے معانی کی مرہون منت ہے جب کہ حقیقت کی تمام تر حقیقت کا بیان اس قسم کی کتاب میں ممکن نہیں!!

marfat.com

(۲) صاحب کلام کی عظمت وشوکت!!

اللہ تبارک وتعالیٰ جل وعلیٰ کی عظمت وکبریائی اور جلالیت شان کو اپنے دل میں بٹھائے اور پھر یہ یقین کرے کہ یہ اللہ کا کلام ہے جس کی تلاوت کا مجھے شرف نصیب ہو رہا ہے اور یہ بات بھی اپنے ذہن نشین کرے کہ جس کلام کو وہ پڑھنے لگا ہے یہ کس قدر عظیم وقدیم اور اہم ہے۔ جس کے متعلق خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لا یمسہ الا المطھرون (الواقعہ آیت ۷۹ پ ۲۶) اس کو کوئی نہ چھوئے مگر پاک وطاہر ہو کر۔

جسے قرآن کریم کے ظاہر کو پاک وطیب ہاتھوں کے بغیر چھو بھی نہیں سکتے اسی طرح اس کے معانی ومفاہیم کی حقیقت کو اس در کے علاوہ کوئی نہیں سمجھ سکتا جو اخلاق بد کی نجاست سے پاک اور نور عظیم کی تجلیات سے آراستہ وپیراستہ نہ ہو! اور اس کی عزت وتوقیر کما حقہ بجا نہیں لاتا۔ بس یہی وجہ تھی کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب قرآن کریم کو پڑھنے کے لئے کھولتے تو ان پر غشی کی حالت طاری ہو جاتی اور ایسی حالت میں ان کے منہ سے یہی کلمات سنائی دیتے "ھذا کلام ربی' ھذا کلام ربی" یہ میرے رب کا کلام ہے' یہ میرے رب کا کلام ہے۔

کوئی بھی شخص اس وقت تک عظمت قرآن مجید سے آگاہی حاصل نہیں کر سکتا جب تک وہ عظمت خداوندی سے روشناس نہیں ہوتا اور عظمت خداوندی سے آشنائی اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک وہ صفات وافعال الٰہیہ میں غور وتدبر نہیں کرے گا مثلاً عرش کرسی' سات آسمان' سات زمینیں اور جو کچھ بھی اس کائنات میں ہے۔ یعنی فرشتے' جن' انسان' حیوان' چرند' پرند' حشرات الارض جمادات ونباتات الغرض جملہ مخلوقات میں غور وفکر کے لئے اپنے دل کو حاضر نہیں کرے گا۔ لہٰذا ان تمام کے لئے دل کی حاضری ضروری ہے اور یہی یقین کرے کہ اس رب عظیم کا کلام ہے جس کے قبضہ قدرت میں ہر ایک شے ہے وہ قادر ہے قدرت اس کی اپنی ہے اگر وہ چاہے تو سبھی کو آناً فاناً نیست ونابود کر سکتا ہے اسے اس معاملے میں کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں باوجودیکہ اس کے کمالات میں کوئی نقص پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ ان تمام ایجادات واشیاء اور مخلوقات کا وہی خالق ومالک ہے وہ جسے چاہے رکھے چاہے نہ رکھے وہی جاندار کا روزی رساں ہے ان تمام باتوں کو اچھی طرح دل ودماغ میں راسخ کرے گا تب کہیں جا کر ذرہ برابر آگاہی کا اثر اس کے دل پر نمودار ہونے کی امید ہے۔

(۳) بوقت تلاوت غفلت کا شکار نہ ہو

قرآن کریم کی تلاوت کے وقت دل کو ایسے حاضر رکھے کہ لمحہ بھر کے لئے بھی غفلت کا گزر نہ ہونے پائے اور نفس کی گرفت میں کر اپنے مجتمع خیالات وپراگندہ نہ ہونے دے کیونکہ غفلت میں پڑھنا نہ پڑھنا یکساں ہے۔ لہٰذا جتنا قرآن کریم غفلت کی صورت میں پڑھا ہے اسے بحضور قلب دوبارہ پڑھے۔ کیونکہ غافل قاری تو اس شخص کی مانند ہے جو باغ کی سیر کے لئے گیا مگر وہاں پہنچ کر ایسے غفلت کا شکار ہوا کہ عجائب چمن کا نظارہ کئے بغیر ہی چلا آیا۔

پس کہ قرآن کریم بھی مومنین کے لئے تماشا گاہ گلشن حقیقت ہے جو عجائب وحکم سے ایسے بھرپور ہے کہ اگر کوئی ان پر غور کرے

marfat.com

پھر کسی اور کی طرف دھیان کا تصور بھی باقی نہ رہے۔

پس جو شخص قرآن کریم کے معانی و مطالب باطنی سے بے خبر ہے۔ اس کے کم بخت اور بدنصیب ہونے میں قطعاً شبہ نہیں ہوسکتا۔ تاہم اتنا تو پھر بھی ہونا چاہیے کہ قرآن کریم کی عظمت و جلالت کو اپنے قلب میں جگہ دے تاکہ بوقت تلاوت اس کے خیالات پراگندہ اور بکھرے نہ پائیں۔

(۴) معانی و مطالب میں غور کرنا

بوقت تلاوت قرآن کریم کے ہر کلمہ کے معانی میں غور کرے اور اسے سمجھنے کی کوشش کرے اگر ایک مرتبہ نہ سمجھ سکے تو دوبارہ تدبر کرے جب غور کرنے سے اسے لذت محسوس ہونے لگے تو بار بار تلاوت کرے کیونکہ زیادہ آیات پڑھنے سے یہ کہیں بہتر ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار رات بھر نماز میں اس ایک ہی آیہ کریمہ کو بار بار تلاوت فرماتے رہے۔ **ان تعذبھم فانھم عبادک و ان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم بسم اللہ الرحمن الرحیم** (سورۃ الانعام آیت ۱۱۸ پ ۷) اگر تو ان پر عذاب نازل کرے تو بے شک یہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو ان کی مغفرت فرمادے تو بیشک تو غالب و حکمت والا ہے۔

اسی طرح حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ساری رات اس آیت کو دہراتے رہے **و امتازوا الیوم ایھا المجرمون** (سورہ یس آیت ۵۹ پ ۲۳)

مجرمو! آج تم ایمانداروں سے الگ ہو جاؤ۔

اسی طرح تلاوت کرنے والا آیت کوئی پڑھتا ہے اور معانی کسی دوسری آیت کے کرنے لگتا ہے تو وہ ایسے ہی جیسے اس نے وہ آیت پڑھی ہی نہیں۔

☆ حضرت عامر بن عبداللہ اور چھری!!

حضرت عامر بن عبداللہ ایک بار وسواس کے بارے شکوہ کر رہے تھے کہ مجھے نماز میں یکسوئی میسر نہیں آتی لوگوں نے کہا پھر تو دنیوی خیالات آتے ہوں گے! عامر بولے! اگر میرے سینے میں چھری گھونپ دیں تو یہ آسان ترین امر ہے لیکن یہ قطعاً ممکن نہیں کہ نماز میں دنیوی امور کا میرے دل و دماغ میں عمل دخل ہو۔

میرے دل میں ایسے وقت میں جو بات دامن گیر ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ قیامت کے دن میں اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ کے حضور کیسے کھڑا ہوسکوں گا؟ اور پھر واپسی کیسے ہوگی؟ پس وہ تو اسی تصور کو وسوسہ خیال کرتے تھے۔ لیکن حقیقتاً وہ درست کہتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک شے کی بنا اس امر پر تھی کہ جو کلمات نماز میں پڑھے جاتے ہیں غور و فکر تو انہیں میں ہی کرنا چاہیے تاکہ اس کے علاوہ کوئی خیال دل میں نہ لانا چاہیے گو وہ دینی امور سے متعلق ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ اس کا تصور بہر حال وسوسہ میں بھی شمار ہوگا۔ بلکہ ہونا بھی چاہیے کہ جو آیت پڑھی جائے بس اسی کے مضمون پر ہی غور کرنا چاہیے۔

marfat.com

مثال کے طور پر اگر ان آیات میں سے کوئی آیت پڑھی جائے جن میں صفات خداوندی کا ذکر ہے تو چاہیے کہ صفات حق کے اسرار و رموز میں ہی غور و فکر کریں کہ قدوس کے کیا معنی ہیں عزیز کا کیا مفہوم ہے۔ حکیم سے کیا مراد ہے اور جبار کی کیا تفسیر ہے اور ان کی تشریح و توضیح کے لئے کون کونسی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

اسی طرح جب افعال رب العالمینؑ سے متعلق آیات کی تلاوت کریں تو اس کی تخلیقات میں غور و فکر کریں مثلاً ارشاد ہے ''خلق السموات والارض وہ وہی ذات اقدس ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق فرمایا (سورۃ السجدہ آیت ۴) تو مخلوقات کے عجائب و غرائب سے عظمت خالق کو سمجھنے کی کوشش ہو نیز اس کے کمال علم و قدرت کو سمجھنے کی طرف دھیان ہو تا کہ وہ ایسے مقام تک رسائی حاصل کرے کہ جو کچھ دیکھے اور جدھر دیکھے ذات الٰہی کی ہی جلوہ گری ہو۔

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

ایسا دیکھنا پھر اسی کے ساتھ اسی کی طرف سے ہوگا!

یوں ہی، جب یہ آیت تلاوت کرے انا خلقنا الانسان من نطفة ہم نے انسانوں کو نطفہ سے تخلیق فرمایا۔ (سورۃ الدہر آیت ۲)

اس میں لفظ نطفہ پر غور و فکر کرے کہ یہ ایک قسم کا پانی کا قطرہ ہی تو ہے؟ جس سے کیسی کیسی شکلیں، صورتیں جلوہ گر ہوتی ہیں پہلے صرف گوشت کا لوتھڑا سا بنتا ہے پھر ہڈیاں، کھال، رگیں، اور پھر مختلف اعضاء و جوارح، مثلاً سر، ہاتھ، پاؤں منہ، آنکھ، زبان وغیرہ وغیرہ! نطفہ اب کیا کچھ بن گیا آخر یہ سبھی چیزیں کس طرح بن جاتی ہیں۔ پھر مزید گہرائی و گیرائی میں جاتے ہوئے اس جواہر کی حقیقت پر غور کرے کہ کیسے کیسے عجائب سامنے آئیں گے سمع، بصر، حیات ان اعضاء میں کیسے سرایت کر گئی؟ یہاں پر مکمل قرآن کریم کی تفسیر و تشریح سے تو ہم رہے مگر ان مثالوں کے پیش کرنے کا مقصد صرف یہی تھا کہ ذرا تم متنبہ ہو جائیں کہ قاری قرآن کے لئے یہ امر کس قدر اہم اور ضروری ہے تا کہ آیات کے باطنی معانی و مفاہیم تک رسائی حاصل کرنے کے لئے فکر و تدبر اور غور کو لازماً سامنے رکھا جائے۔

☆ تین قسم کے آدمی!!

تین قسم کے ایسے آدمی بھی ہیں جن پر قرآن کریم کے معانی ظاہر ہو ہی نہیں سکتے۔ یعنی وہ قرآنی اسرار و رموز سے آگاہ ہونے کے قابل ہی نہیں۔

(۱) ایک وہ لوگ ہیں جنہوں نے ظاہراً قرآن کریم کی تفسیر کو پڑھا ہی نہیں اور عربی زبان کو سمجھتے ہی نہ ہوں۔

(۲) دوسرے یہ کہ جو کبیرہ گناہوں میں سے کسی سخت ترین گناہ کے ارتکاب پر اصرار کرنے والے ہوں یا غلط عقائد پر ڈٹے ہوئے ہوں اس لئے کہ ایسے لوگوں کے دل گناہوں کی ظلمت اور غلط عقائد و نظریات کی سیاہی سے تاریک ہو چکے ہوتے ہیں۔

(۳) تیسرے وہ لوگ جو علم کلام پر اعتقاد رکھنے کے باعث صرف اس کے ظاہری معنوں پر ہی اڑے ہوئے ہیں اور جب ان کے بیان کردہ مفہوم و معانی کے برعکس بات کی جائے تو برا محسوس کریں، صحیح و درست بتانے والوں سے نفرت کا اظہار کرنے لگتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ اپنے گرد بچھائے گئے جال سے باہر نکل سکیں۔

marfat.com

(۵) قاری قرآن اور اس کا دل؟

پانچویں چیز یہ ہے کہ قاری قرآن کا دل مختلف آیات کی تلاوت کرتے کرتے صفات الٰہیہ کا جہاں جہاں ذکر آئے اس کی کیفیات کو اپنے دل کی طرف مبذول کرتا چلا جائے جیسا کہ آیات کے معانی مختلف صورتیں اختیار کرتے چلے جاتے ہیں یعنی جب خوف کی آیت پر پہنچے تو دل گرفت کے خوف سے رونے لگے اور جب آیہ رحمت کی تلاوت کر رہا ہو تو اس کا دل فرحت وانبساط اور خوشی ومسرت سے جھوم اٹھے۔

جب صفات خداوندی کی سماعت کا شرف نصیب ہو تو ہمہ تن عاجزی وانکساری کا پیکر بن جائے اور جب کفار ومشرکین کی انتہائی قسم کی ناممکن اور ناقابل یقین حرافات سننا پڑیں کہ کیسی کیسی مکروہ باتیں اللہ جل شانہ کی ذات اقدس واطہر کی شان میں کہتے رہے ہیں مثلاً کبھی وہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں اور کہیں کسی کو اس کا بیٹا بتاتے پھرتے ہیں تو ایسی آیات کی تلاوت کے وقت اپنی آواز کو پست کر دے اور نہایت شرم وخجالت کی کیفیت میں پڑھے یوں ہی ہر آیت کے معنی ہیں اور وہ معانی اس امر کے متقاضی ہیں کہ قاری اسی صفت کے مطابق ہوتا چلا جائے تاکہ آیات بینات کا قدرے حق ادا ہو سکے۔

(۶) آداب باطنی میں چھٹا ادب یہ ہے کہ قرآن کریم کو اس طرح سنے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے سننے کا شرف حاصل کر رہا ہے اور فرض کرے کہ واقعتہً اسی سے سن رہا ہے۔

☆ حکایت:- ایک بزرگ کا اللہ تعالیٰ سے قرآن کریم سننا

ایک بزرگ کی حکایت کرتے ہیں کہ وہ کہہ رہا تھا جب میں قرآن کریم کی تلاوت کرتا تو مجھے کبھی لذت حاصل نہ ہوتی یہاں تک کہ میں نے فرض کر لیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید سننے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں اس تصور سے ہی مجھے تلاوت میں لذت محسوس ہونے لگی پھر میں نے فرض کیا کہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام سے قرآن پاک سن رہا ہوں تو اس طرح لذت و حلاوت میں اضافہ ہونے لگا۔ بعدہ میں اس سے مزید آگے بڑھا اور فرض کر لیا کہ میں اس مقام عظیم تک پہنچ چکا ہوں جہاں سے میں براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہی اس کا کلام سن رہا ہوں اس تصور سے اب تلاوت قرآن کریم کے وقت مجھے وہ لذت وحلاوت نصیب ہوتی ہے جو اس سے قبل نصیب میں نہیں تھی۔

اب تو ضرورت ہی نہیں طور پہ جائیں ہم کلیم
کرتے ہیں روز گفتگو یار سے ہم نماز میں

marfat.com

اصل نہم

ذکر حق تعالیٰ

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ جملہ عبادتوں کا مغز اور اصل مقصد اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد ہے نماز جو بنائے اسلام اور مسلمانی کا ستون ہے اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہمیشہ جاری وساری رہے چنانچہ رب العالمین کا ارشاد ہے ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر بیشک نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر تو سب سے بڑھ کر ہے۔ (سورۂ العنکبوت آیت ۴۵)

قرآن کریم کی تلاوت افضل ترین عبادات سے ہے کیونکہ یہ رب العالمین کا کلام ہے اور اسی ذات اقدس کے ذکر سے معمور ہے اور جو کچھ بھی اس میں مذکور ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو تازہ رکھنے کا بہترین باعث ہے۔

روزے کا مقصد خواہشات وشہوات کو ترک کرنا ہے تاکہ دل خواہشات وشہوات کی گرفت سے نجات حاصل کر کے صاف شفاف ہوتا کہ ذکر خداوندی کے ٹھہرنے کا مرکز بن جائے کیونکہ جب دل شہوات سے معمور ہوگا تو ذکر الٰہی کا مخزن کیسے بنے گا اور پھر دل پر ذکر الٰہی کا اثر پذیر ہونا بھی ممکن نہیں ہوگا۔

حج جو بیت اللہ شریف کی زیارت سے عبارت ہے۔ اس کا مقصد بھی صاحب خانہ یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے تاکہ ملاقات کا شوق مزید بڑھے پس ثابت ہوا کہ جملہ عبادات کا خلاصہ حقیقتاً ذکر خداوندی ہے اور ان تمام میں یہی راز پنہاں ہے۔

بلکہ اصلِ مسلمانی کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اور یہ عین ذکر ہے اس کے علاوہ تمام تر عبادات تو اسی کو موکد کرنے کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا تجھے یاد کرنا بھی تو اسی کے ذکر کا ثمرہ ونتیجہ ہے اور اس سے بڑھ کر اور کوئی انعام ہی نہیں یہی وجہ ہے کہ اس نے خود فرمایا ''فاذکرونی اذکرکم'' پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ (سورۂ آل عمران آیت ۱۹۱)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ یاد کرنا دائمی واستمراری ہے یعنی وہ تجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یاد رکھے گا لہٰذا اس میں اشارۃً فرمایا جارہا ہے اگر تم مجھے ہمیشہ ہمیشہ بکثرت یاد کر سکتے ہو تو ضرور یاد کرو کیونکہ اسی سے نجات وفلاح وابستہ ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ''واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون'' اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم فلاح پاسکو (سورۂ الجمعہ آیت ۱۰)

یعنی اگر تمہیں فلاح کی امید ہے تو اس کی چابی کو ذکر الٰہی میں کثرت ہے۔ (یعنی فلاح کی چابی کا نام کثرت ذکر الٰہی ہے) ہاں ہاں کثرت سے ذکر کرو تھوڑا سا نہیں بسا اوقات ذکر میں محو رہو کبھی کبھار نہیں اسی لئے تو فرمایا گیا ہے الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلیٰ جنوبھم (سورۂ الانفال آیت ۲۰۵) جو لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے ہیں کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے اور پھر اس ذات اقدس نے از خود ان لوگوں کی تعریف فرمائی جو کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہوتے بلکہ ہر حالت میں اس کا ذکر کرتے ہیں اس کی یاد کو تازہ رکھتے ہیں پھر حکم ہوتا ہے واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفۃ ودون الجھر من القول بالغدو والاصال ولا تکن من الغافلین (سورۂ الانفال آیت ۲۰۵)

marfat.com

اور تو اسے اپنے دل میں یاد کر نہایت عاجزی اور خاموشی کے ساتھ صبح و شام اور جو اس کی یاد سے غافل ہیں ان میں نہ ہو جانا!!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا تمام کاموں میں افضل ترین کونسا کام ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرتے وقت تیری زبان کا ذکر الٰہی سے تر ہونا۔

نبی کریم رسول رؤف و رحیم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں جو محبوب ترین اعمال و افعال ہیں اور تمہارے لئے بہت ہی درجات و مراتب والے ہیں نیز جو سونے اور چاندی کے صدقہ دینے سے بھی زیادہ بہتر ہیں بلکہ دشمنانِ اسلام کے ساتھ جہاد کرنے سے بھی بلند تر ہیں کہ تم انہیں میدان جنگ میں تباہ و برباد کر کے رکھ دو تو میں اس کام سے تمہیں آگاہ نہ کر دوں؟

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بڑی رغبت و محبت سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ضرور آگاہ فرمایئے۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ہے اللہ تعالیٰ کا ہر طرح سے ذکر کرنا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جسے میرا ذکر دعا مانگنے سے باز رکھے میرا انعام اور میری عطا اس کے لئے مانگنے والوں سے بھی بڑھ کر ہے۔

نیز فرمایا ذاکر غافلین میں ایسے ہے جیسے زندہ مردوں میں اور خشک گھاس میں سرسبز و شاداب درخت اور جہاد سے بھاگ کر آنے والے کے مقابلہ میں ثابت قدم غازی حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے جنتیوں کو کسی اور بات پر حسرت و ندامت نہیں ہوگی سوا دنیا کی اس ساعت کے جو غفلت میں گزاری تھی۔

حقیقت ذکر

واضح ہو کہ ذکر کے چار درجے ہیں۔

(۱) یہ کہ محض زبان پر ذکر ہو اور دل غافل!

اس ذکر کا معمولی سا اثر ہوتا ہے اس لئے کہ کوئی ذکر اثر سے خالی نہیں! اس لئے کہ جو زبان ذکر میں مشغول ہے وہ افضل تر ہے اس زبان سے جو بے ہودہ باتوں میں مشغول ہے یا ذکر سے بالکل معطل ہے۔

(۲) یہ کہ دل میں ذکر تو ہو مگر غیر مستحکم صورت میں یعنی ابھی تک دل اس کی قرارگاہ نہیں بن سکا اور اس کی موجودگی اس امر پر موقوف ہے کہ تکلف اور سعی و کوشش سے اسے دل میں رکھا جائے اور اگر ذرا سی بھی کاہلی و سستی کا عمل دخل شروع ہو جائے تو یہ اپنی طبعی حالت کی طرف پلٹ جاتا ہے پھر نفس کی گرفت میں آ کر غفلت کا شکار ہو جاتا۔

(۳) یہ کہ ذکر الٰہی سے دل خوب محظور ہو اور اس میں اچھی طرح جامد مسلط ہو چکا ہو یہاں تک کہ اگر کسی دوسرے امر کی طرف متوجہ کرنا پڑے تو اچھی خاصی محنت و کاوش درکار ہوگی اور یہ سب سے عظیم ترین درجہ ہے۔

(۴) یہ کہ نہ صرف ذکر الٰہی سے دل مغلوب ہو بلکہ ذات حق کا اس پر غلبہ ہو اس شخص کے دل میں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھتا ہے (بڑا فرق ہے جو محض زبان پر اس کا ذکر لاتا ہے)

بلکہ یہ بھی ممکن ہے ذکر اور ذکر سے آگاہی کا تصور ہی نہ رہے اور صرف مذکور (یعنی اللہ ہی اللہ) دل میں گھر کر لے ذکر خواہ عربی

marfat.com

میں ہو یا فارسی (یا کسی بھی زبان) میں ہو حدیث نفس سے خالی نہیں ہو سکتا بلکہ عین سخن ہی کہلائے گا جب کہ بنیادی حقیقت تو یہ ہے کہ دل ہر بات سے خالی ہو چاہے عربی ہو یا فارسی (یا کسی اور زبان) میں ہو چاہے کہ کامل طور پر اسی کا ہو جائے بلکہ اسی سا بن جائے اور کسی دوسری چیز کے در آنے ہی گنجائش کی نہ رہے اور یہ نہایت انتہائی محبت کا ثمرہ ہوتا ہے جسے ''عشق'' سے تعبیر کرتے ہیں پھر عاشق کی تو تمام تر سرگرمیاں معشوق ہی کے لئے وقف ہوتی ہیں کبھی کبھی تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ عاشق کا دل تصور معشوق میں اس طرح مستغرق ہے کہ خود معشوق کا نام بھی یاد نہیں رہتا۔

جب عاشق عشق کی اس منزل تک پہنچ جاتا ہے کہ اپنی ذات اور کائنات کی ہر ایک چیز کو اس ذات حق تعالیٰ کے لئے فراموش دیتا ہے تو وہ تصوف کی پہلی سیڑھی کو پالیتا ہے کیونکہ یہی وہ کیفیت ہے جیسے اصفیاء نے فنا و نیستی سے موسوم کیا ہے یعنی جو کچھ ہے ''وہی'' ہے اس کے ذکر سے نہیں ہے میں بدل کر رہ جاتا ہے اور جو بھی نیستی کے اس مقام کو پالیتا ہے پھر وہ ہر ایک چیز سے بے خبر ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اپنے آپ کی بھی خبر نہیں رکھتا۔

جیسے خالق کائنات کے اور بھی بہت سے جہاں ہیں جن کی ہمیں قطعاً علم و خبر نہیں۔ گویا کہ ہمارے لئے ان کا وجود تک ہی نہیں اس لئے کہ ہم تو اسی کا وجود تسلیم کریں جس کی ہمیں کوئی خبر ہو یوں ہی یہ جہاں جس کی ہمیں خبر ہے جس کو ہم ''ہست'' یعنی ''ہے'' کہتے ہیں جب کسی کو فراموش ہوں تو اس کے لئے ''نیست'' یعنی ''نہیں'' ہے۔

جب ذات حق تعالیٰ کے سوا اس کے ساتھ کوئی اور چیز ہی نہ رہی ''یہاں تک کہ خود فراموشی کی منزل میں مستغرق ہو تو ''ہست'' یعنی ''ہے'' تو پھر ذات حق تعالیٰ کے سوا اور کیا چیز رہ جائے گی یوں ہی جب تم زمین و آسمان پر نگاہ ڈالتے ہو تو جو کچھ تمہیں اس میں نظر آتا ہے تو تم سمجھتے کچھ نظر آ رہا ہے ہو اس سے زائد یا اس کے سوا تو کچھ اور ہے ہی نہیں پس وہی کچھ ہے جسے آنکھیں دیکھ رہی تھیں یوں ذات حق میں غرق ہونے والا اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس و اطہر کے علاوہ کسی اور کو دیکھتا ہی نہیں اور پھر کہتا ہے جو کچھ ہے بس وہی ''اللہ'' ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں یہاں تک کہ وہ اپنا جسم بھی موجود نہیں پاتا پس اس مقام پر پہنچ کر اس عاشق صادق اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جدائی ختم ہو کر رہ جاتی ہے اور قربت و یگانگت سے بہرہ مند ہو جاتا ہے اور یہ توحید و واحدانیت کا پہلا مرحلہ ہوتا ہے کہ جدائی کی خبر تک کا وجود نہیں رہتا۔

اس لئے کہ پھر اسے فرقت و جدائی کا احساس تک نہیں ہوتا اس لئے کہ جدائی کا احساس تو اُسے ہو جو دو چیزوں کو الگ الگ سمجھے یعنی اپنی ہستی اور ذات حق تعالیٰ کو!! جس شخصیت کا ذکر ہم کرتے ہیں وہ تو اپنے حال میں اپنی ذات سے بھی بے خبر ہے۔ سوائے اس ذات حقیقی کے اور کچھ تو جانتا ہی نہیں پھر اسے کیا معلوم کہ جدائی کس کا نام ہے' پھر جب وہ اس درجہ تک رسائی پالیتا ہے تو فرشتوں کی صورتیں اس کے سامنے نمایاں ہونا شروع ہو جاتی ہیں' ارواح' ملائکہ' انبیاء و رسل کی مقدس و متبرک صورتیں بلا حجاب اس کے پیش نظر ہوتی ہیں اور وہ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے اس پر اس کا ظہور ہونا شروع ہو جاتا ہے پھر تو اس پر ایسے ایسے عظیم الشان احوال و کیفیات کا ورود ہونے لگتا ہے جن الفاظ و کلمات سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

پھر جب وہ اس خاص حالت سے واپس پلٹتا ہے گو وہ دیگر معمولات سے آگاہ ہوتا ہے لیکن اس میں بے خودی کی کیفیت کے

marfat.com

اثرات بدستور موجود رہتے ہیں اس لئے وہ اس پر اس شوق و ذوق کا غلبہ مسلط رہتا ہے تب دنیا اور دینوی اشیاء اور دنیاداروں کی مشغولیت وانہماک سے قطعاً پسند نہیں آتا۔

چنانچہ بظاہر اس کا جسم اہل دنیا کے درمیان پایا جاتا ہے مگر روحانی طور پر وہ ان سے غائب رہتا ہے اور دنیاداروں کو تعجب و حیرانی سے دیکھتا ہے کہ یہ لوگ کیوں دنیا میں اتنے پھنسے ہوئے ہیں؟ یہاں تک کہ وہ ان کی اس بے بسی پر ترس کھاتا ہے اور انہیں رحم کی نظروں سے دیکھنا شروع کر دیتا ہے اس لئے کہ اسے یہی پتہ چلتا ہے کہ یہ بے چارے کتنی عظیم دولت سے محروم ہیں۔

اور اس کے برعکس دنیادار اس پر ہنستے ہیں' آوازیں کستے ہیں کہ وہ کیوں کوئی کاروبار نہیں کرتا؟ اور وہ یہ گمان کرنے لگتے ہیں یہ تو دیوانہ یا پاگل ہے اسے تو دنیا کی خبر تک نہیں خیر! اگر کوئی شخص فنا و نیستی کے مقام تک نہ بھی پہنچ پائے اور یہ احوال و کیفیات اور مکاشفات کا اس پر ظہور نہ بھی ہوتا ہم ذکر حق اس پر غالب آجائے تو یہی ''کیمیائے سعادت'' سعادتوں کے خزائن سے کم نہیں اس لئے کہ جب اس پر ذکر حق کا غلبہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ سے عشق و محبت بھی از خود اس پر غالب ہو کر رہے گی اور اسی کا نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ وہ دنیا کی عزیز ترین چیزوں کو پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں دیتا پھر ہر چیز سے اسے ہی عزیز تر رکھتا ہے اور یہی سعادت کی اصل و بنیاد ہے کہ اس کا رجوع اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کی طرف ہی رہے گا اور اسی کی صورت ہر وقت اس کے سامنے رہے گی۔

لہٰذا بوقت موت جب وہ مشاہدہ جمال ذات سے بہرہ مند ہوگا تو اسے موت کی تلخی کی بجائے انتہائی کمال کی لذت و راحت نصیب ہوگی بلکہ اسی قدر لذت و راحت فرحت و سرور زیادہ میسر ہوگا جس قدر اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہوگی اور وہ شخص جس نے دنیا ہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہوگا۔ اسی کی محبت میں مبتلاء ہوگا اسے ایسے وقت دنیا کی جدائی و فرقت کا غم' دکھ' درد' سخت ترین عذاب کی طرح محسوس ہوگا پھر جس طرح دینوی محبت ہوگی اسی قدر اس سے جدائی کا دکھ اور رنج زیادہ ہوگا جیسا عنوان مسلمانی میں ہم بیان کر چکے ہیں۔

پس جو شخص اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرنے کے باوجود احوال مکاشفات سے محروم ہے جو اصفیاء کو نصیب ہوتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ذکر الٰہی سے منہ موڑ لے اس لئے کہ سعادت فقط احوال و مکاشفات کے ظہور پر ہی منحصر نہیں ہے اس لئے کہ اگر دل انوار ذکر سے منور ہو جائے تو اسے ہی کمال سعادت سے تعبیر کر لو! اور جو کچھ اس دنیا میں دیکھنا چاہتا تھا یہاں نہیں دیکھ پایا تو موت کے بعد دیکھ لے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ حضور قلب سے مراقبہ کا التزام کیا جائے تا کہ دل کا تعلق اللہ تعالیٰ سے مستحکم ہو اور کبھی غفلت کا شکار ہونے نہ پائے کہ دائمی ذکر ہی ایک ایسی چابی ہے جو عجائب ملکوتیہ اور ابواب قرب خداوندی کو کھول دیتی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ''جو شخص ریاض جنت یعنی بہشتی باغوں کی سیر کا خواہشمند اسے چاہیے کہ کثرت سے ذکر الٰہی کرتا رہے۔

اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد الٰہی اشارات و مفہومات کی طرف مشیر ہے جو مذکور ہوئے اور ان کو پیش کرنے کا مقصد وحید بھی یہی ہے کہ تمام عبادات کا مغز اور نچوڑ حقیقتاً ذکر حق تعالیٰ ہی ہے اور حقیقی ذکر تو یہی ہے کہ جملہ احکام خداوندی یعنی امر و نہی میں اسی ذات حق تعالیٰ کو یاد رکھیں تا کہ گناہوں کے ارتکاب سے بچ سکیں اور اس کے ارشادات کو بجان و دل بجالائیں اور اگر کسی کا ذکر ان امور سے خالی ہوگا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دراصل اس نے ذکر کیا ہی نہیں بلکہ حدیث نفس میں مبتلا رہا ہے جنہیں حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ (واللہ اعلم بحقیقتہ)

marfat.com

فضائل تسبیح وتہلیل

سید عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد انسان جو بھی نیک عمل کرتا ہے قیامت کے دن اسے میزان میں تولا جائے گا لیکن کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو میزان میں نہیں رکھا جائے گا اس لئے کہ اگر اسے وزن کرنے کے لئے ترازو میں رکھا جائے تو سات زمینوں اور ساتوں آسمانوں اور جو کچھ ان میں تخلیق کیا گیا ہے سب کے مجموعی وزن کے مقابلہ میں بھی کلمہ شریف بھاری رہے گا۔

نیز ارشاد ہے جو بھی کوئی ایماندار اس کلمہ طیبہ کو صدق دل سے کہے گا تو زندگی بھر کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اگر زمین پر موجود تمام ذرات سے بھی زیادہ کیوں نہ ہو نیز فرمایا جس نے خلوص سے پڑھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ وہ جنت میں اخل

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کوئی دن میں ایک سو بار اس کلمہ **لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ' لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر** کا ورد کرے گا اسے دس غلام آزاد کرنے کے ثواب پانے کے ساتھ ساتھ سو نیکیاں ملتی ہیں اور سو گناہ اس کی کتاب عمل سے محو کر دیئے جاتے ہیں۔

نیز صحیح حدیث میں ہے جو کوئی ایماندار اس کلمہ کا ورد کرتا رہتا ہے اسے ایسے کثیر ثواب ملتا ہے گویا کہ اس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلاموں کو آزاد کیا۔

☆ فضائل تسبیح وتحمید

رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا ارشاد ہے جو شخص یومیہ سبحان اللہ وبحمدہ کا ورد کرتا ہے اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اگر چہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

یوں ہی مزید فرمایا! جو شخص نماز کی ادائیگی کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ' ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار اللہ اکبر کہنے کے بعد سو کو ان کلمات سے مکمل کرے ''**لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ' لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر** ٥ تو اس شخص کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں چاہے ان کی تعداد سمندر کی جھاگ سے زائد ہی کیوں نہ ہو۔

☆ نماز فجر سے پہلے وظیفہ

بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تم کہاں پھر رہے ہو وہ عرض گزار ہوا مجھے دنیا نے چھوڑ دیا ہے اور میں قلاش ہو چکا ہوں مفلس بن گیا ہوں نہایت محتاجی کے عالم میں ہوں آپ میری اس غربت ومحتاجی کا علاج فرمایئے آپ نے فرمایا! اے فلاں! کیا کہا؟ آخر تیری وہ نماز' صلوٰۃ' ملائکہ اور تسبیح کہاں گئی جس سے تم روزی حاصل کیا کرتے ہو؟ وہ عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا چیز؟ فرمایا! قبل از نماز فجر ''**سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ استغفر اللہ** ایک سو بار پڑھ لیا کر دنیا تیری خادم بن جائے گی اور مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر کلمہ سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو قیامت تک اسی آدمی کی طرف سے تسبیح پڑھتا رہتا ہے اور اس کا ثواب اس شخص کے نامہ اعمال میں درج ہوتا رہتا ہے۔

marfat.com

☆ الباقیات الصالحات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ یہ وہ کلمات ہیں جو باقیات الصاحات کا نام رکھتے ہیں میں ان کا از خود وظیفہ کرتا رہتا ہوں اور یہ کلمات مجھے کائنات کی ہر ایک چیز سے زیادہ محبوب تھیں نیز ارشاد ہوا دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر آسانی سے جاری ہو جاتے ہیں لیکن میزان قیامت بڑی وزنی ہوں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کو نہایت ہی پیارے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱ – سبحان اللہ وبحمدہ ○ ۲ – سبحان اللہ العظیم ○

☆ غرباء کا صدقہ

مدینہ منورہ کے غرباء نے ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بحسرت کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخرت کا تمام ثواب تو امراء سمیٹ لیں گے اس لئے کہ جو عبادت ہم کرتے ہیں وہ بھی وہی کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ صدقہ وخیرات اس کے علاوہ کرتے رہتے ہیں جس کی ہمیں طاقت نہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ محتاجی کے باوجود تسبیح وتہلیل اور ذکر وتحمید میں مصروف رہتے ہو یہی تمہاری طرف سے صدقہ ہے اور احکام شرعیہ پر بابندی سے عمل پیرا رہنا بھی تمہاری طرف سے صدقہ وخیرات میں شمار ہوگا اور ہر وہ لقمہ جو تم محنت مشقت سے حاصل کر کے اپنے بچوں کے منہ میں ڈالتے ہو وہ بھی تمہارا صدقہ ہے۔

تنبیہ: واضح ہو کہ محتاجی کے عالم میں تسبیح وتحمید کی فضیلت اس لئے بھی زائد ہے کہ محتاج کا دل دنیوی تاریکیوں سے سیاہ نہیں ہوتا۔ اس کا زبان سے نکلا ہوا ایک کلمہ اس بیج کی مانند ہے جو عمدہ زمین میں ڈالا جائے اور موثر ترین ہونے کے باعث زیادہ پھل دار ہو۔

جب کہ خواہشات نفسانیہ کی آلودگی میں پڑا ہوا دل ایسے بیج کی طرح ہے جو بنجر زمین میں ڈالا جائے اور کم اثر پذیری کے باعث پھل سے خالی رہے!!

فضائل درود شریف

☆ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن کاشانہ نبوت سے ایسے باہر تشریف لائے کہ خوشی ومسرت کے آثار آپ کے چہرۂ اقدس پر نمایاں تھے اور آتے سے فرمایا! حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے تھے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام پہنچا کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ اس بات کو پسند نہیں کریں گے؟ کہ تمہاری امت میں سے جو بھی کوئی امتی آپ پر ایک بار درود شریف پڑھے گا میں اس پر دس بار درود بھیجوں گا اور وہ ایک مرتبہ آپ پر سلام پڑھے گا میں دس بار اس پر سلام کہوں گا!!

☆ فرشتوں کا وظیفہ

رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم فرماتے ہیں جو کوئی ایماندار مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے اس پر تمام فرشتے درود بھیجتے ہیں گو وہ زیادہ

marfat.com

پڑھے یا کم اور اسی شخص کو میرا قرب نصیب ہوگا جو مجھ پر زیادہ سے زیادہ صلوٰۃ وسلام پڑھے گا اس لئے کہ جو بھی میرا امتی مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کے نامہ اعمال میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس گناہ اس کے نامہ اعمال سے صاف کر دیئے جاتے ہیں۔

☆ فرشتوں کی دعا

سید عالم نبی کریم رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص بوقت تحریر میرے لئے درود شریف لکھ دیتا ہے فرشتے اس کی مغفرت کے لئے اس وقت تک دعا کرتے رہتے ہیں جب میرا نام نامی اسم گرامی دیکھتے رہتے ہیں۔

☆ وظیفہ مغفرت

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ قرآن کریم میں دو ایسی آیتیں ہیں اگر کوئی کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو ان کی تلاوت کے بعد اگر وہ استغفار کرے گا تو اس کا کوئی گناہ ایسا نہیں ہوگا جو بخشا نہ جائے۔ وہ دونوں آیتیں یہ ہیں۔

(۱) والذین اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبهم○ (سورہ آل عمران آیت ۱۳۵)

وہ لوگ جو غلط کام کر بیٹھیں یا اپنے آپ پر ظلم! پھر وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں۔

(۲) ومن یعمل سوء او یظلم نفسه ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفوراً رحیماً (سورۃ النساء آیت ۱۱۰)

جو شخص برا عمل کرے یا اپنی ذات پر ظلم کر بیٹھے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کو نہایت بخشنے والا بہت رحمت فرمانے والا پائے گا۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فسبح بحمد ربک فاستغفره (سورہ النصر آیت ۳)

پس اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہو اور امت کے لئے استغفار یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ کثرت سے تسبیح وتحمید میں مصروف رہے اور امت کی مغفرت طلب فرمایا کرتے تھے عموماً زیادہ تر آپ یہ پڑھا کرتے۔

سبحانک اللهم بحمدک اللهم اغفرلی انک انت التواب الرحیم○

☆ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مزید فرماتے ہیں جو شخص بکثرت استغفار کرتا رہتا ہے اسے غموں سے نجات مل جاتی ہے اور اسے خوشی مسرت سے نواز دیا جاتا ہے نیز اسے تنگی وعسرت سے خلاصی حاصل ہوتی ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا کیا جاتا ہے جہاں اس کا گمان تک نہیں ہوتا۔

☆ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم امتیوں کو رغبت دلانے کے لئے مزید فرماتے ہیں میں یومیہ تمہارے لئے ستر ستر بار استغفار کرتا ہوں۔

☆ قارئین کرام!! اب تم خود سوچو! جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر واستغفار میں یہ عالم ہے تو پھر تمہیں تو کسی بھی لمحہ توبہ انابت اور ذکر واستغفار سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔

☆ نیند کا وظیفہ

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص سوتے وقت یہ وظیفہ تین بار پڑھ کر سوئے گا اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں۔

marfat.com

اگر چہ وہ سمندر کی جھاگ؟

استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم○

صحراء کے درختوں' روئے زمین کے درختوں کے پتوں اور جہاں بھر کے تمام دنوں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کوئی بھی ایماندار ایسا نہیں جو نہایت عمدہ طریقہ سے طہارت کر کے دو رکعت نماز نفل ادا کرے پھر استغفار پڑھے تو اس کے گناہ بخش نہ دیئے جائیں۔

آداب

☆ عبادت کا مغز

واضح ہو کہ نہایت عاجزی' انکساری اور زار و قطار رو رو کر دعا مانگنا قرب خداوندی کا ذریعہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا کو عبادت کا مغز قرار دیا گیا ہے اس لئے کہ عبادت سے مقصود اپنی عبدیت کا اظہار ہے اور عبدیت سے مراد اپنی انتہائی عاجزی' انکساری اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا اعتراف ہے۔

دعا میں یہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں لہٰذا اس میں جتنا عاجزی و انکساری کا اظہار کیا جائے کم ہے دعا میں ان آٹھ آداب کا ملحوظ رکھنا بے حد ضروری ہے۔

۱) یہی کوشش ہو کہ دعا نہایت افضل و اشرف اوقات میں مانگی جائے' مثلاً یوم عرفہ (حج کے دن) ماہ رمضان' یوم جمعہ' سحری کے وقت' شب برات و شب قدر (یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) (تابش قصوری)

۲) نہایت اعلیٰ احوال میں مثلاً نمازیوں کی صف بندی کے وقت' بارش ہو رہی ہو' نماز فرض کی ادائیگی پر کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ان تمام اوقات میں دعا قبول ہوتی ہے ان اوقات میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں یوں ہی بوقت اذان' بوقت قیام' بوقت افطار روزہ بلکہ روزے کی حالت میں اور جب قلب میں رقت کا غلبہ ہو۔ اس لئے کہ رقت قلب کے وقت رحمت الٰہیہ کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

۳) بوقت دعا دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور بعد از دعا اپنے ہاتھوں کو چہرے پر پھیر لیں حدیث شریف میں جب ہاتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کے لئے اٹھائے جاتے ہیں تو وہ خالی نہیں لوٹتا کیونکہ رب تعالیٰ بڑا کریم ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بندہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے تو اسے تین چیزوں میں سے ایک ضرور حاصل ہو ہے اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں دوسری اس کچھ نہ کچھ مل جاتا ہے تیسرے یہ کہ اسے یقیناً کچھ عطا کر دیا جائے گا۔

۴) دعا نا امیدی کے عالم میں نہ کرے یعنی یہ تصور بھی دل میں نہ لائے کہ دعا قبول ہو گی یا نہیں! بلکہ بڑے وثوق سے امید رکھے کہ میری دعا ضرور قبولیت پائے گی اس لئے سید عالم مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا ایسے وقت کرو جب تمہیں اس کی قبولیت کا پختہ یقین ہو۔

marfat.com

(۵) دعا میں خشوع وخضوع اور گریہ زاری کو سامنے رکھے۔ حضور قلب سے دعا ہو نیز جو چیز طلب کر رہا ہے اس کا بار بار اعادہ کرے حدیث شریف میں ہے کہ غافلین کی دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔

(۶) دعا میں خوب روئے بار بار عرض کرے اور یہ بھول کر بھی دل میں نہ لائے کہ بہت دعائیں کرلیں کوئی قبول ہوتی ہی نہیں اس لئے کہ قبولیت کا وقت اور مصلحت کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے نیز جب دعا قبول ہو تو سنت یہ ہے کہ ان کلمات کو پڑھا جائے **الحمد اللہ الذی بنعمہ تتم الصالحات** اس ذات خداوندی کا شکر جس کے ہاتھ تمام تر نعمتوں کی تکمیل ہے۔

اور اگر دعا کی قبولیت میں دیر محسوس ہو تو یہ پڑھے۔

الحمد للہ علی کل حال

(۷) قبل از دعا تسبیح وتحمید کے ساتھ ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل از دعا یہ کلمات پڑھا کرتے تھے **سبحان ربی العلی الاعلیٰ الوھاب** پاک ہے میرا رب بڑی شان اور عطا والا۔

سید عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب بھی کوئی مومن دعا مانگنے لگے تو پہلے مجھ پر درود وسلام پیش کرے پھر دعا مانگے یقیناً اس کی دعا قبولیت کا شرف پائے گی۔

اللہ تعالیٰ کی شان کریمی سے یہ قطعاً بعید نہیں کہ وہ دو دعاؤں میں سے کسی کو قبول نہ کرے (جب درود شریف پڑھے گا تو یہ بھی ایک دعا لہٰذا اس کے بعد اس کی جو طلب ہوگی اس کی قبولیت کے ساتھ ساتھ وہ بھی باریابی کا شرف پالے گی اس لئے کہ درود شریف تو قبول ہی قبول ہے۔ (تابش قصوری)

(۸) یہ کہ دعا مانگنے سے پہلے اپنے برے افعال واعمال سے تائب ہو اور ظلم وجور کے تصورات سے باہر نکل آئے پھر اپنے دل کو پوری طرح اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے کیونکہ بیش تر دعائیں اسی لئے قبولیت کے شرف سے محروم رہتی ہیں پھر محض دل کی غفلت اور گناہوں کی تاریکی عدم قبولیت کا سبب بن جاتی ہے۔

حکایت:- چغل خور کی نحوست!!

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں ایک بار بنی اسرائیل قحط سے دوچار ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے امتیوں کو اپنے ساتھ لیا اور پہاڑ پر چلے آئے تاکہ اللہ تعالیٰ کے حضور بارش کی دعا کریں۔ چنانچہ آپ نے یکے بعد دیگرے تین دعا مانگی لیکن بارش نہ آئی۔

آخر کار حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ تمہارے درمیاں ایک چغل خور ہے جب تک وہ تمہارے درمیاں رہے گا اس وقت تک بارش نہیں آئے گی آپ نے عرض کیا الٰہی! وہ کون ہے؟ تاکہ میں اسے باہر نکال دوں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اتنے لوگوں میں جب وہ باہر نکالا جائے گا تو وہ شرمسار ہوگا اور میں ستار لہٰذا ایسے کرنا میری شان سے بعید ہے۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعلان فرمایا سبھی لوگ اپنے اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات سے بھی توبہ کرو کہ کبھی کسی کی چغلی نہیں کھاؤ گے سبھی نے توبہ کی جیسے ابھی یہ کام ان لوگوں نے کیا فوراً اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور بارش

marfat.com

برسنے لگی۔

حکایت: حرام مال! قبولیت دعا کے لئے آڑ!!

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں بنی اسرائیل ایک مرتبہ سخت ترین قحط سے دوچار ہوئے کئی بار بارش کی دعائیں کی گئیں لیکن قبول نہ ہوئیں آخر اس وقت جو نبی علیہ السلام موجود تھے ان پر وحی نازل ہوئی کہ ان لوگوں کو کہو! دعا کے لئے تو تم باہر نکل کر میرے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہو جب کہ تمہارے دل پلید اور پیٹ مال حرام سے پر کئے ہوئے ہو نیز تمہارے ہاتھ مظلوموں کے خون سے رنگے ہیں تمہارا ایسی حالت میں باہر نکلنا میرے قہر وغضب میں مزید اضافہ کا باعث ہے۔ جاؤ مجھ سے دور ہو جاؤ!

میری رات کی دعائیں نہیں جو قبول ہوتیں میں سمجھ چکا یقیناً ابھی مجھ میں کچھ کمی ہے

اوراد و وظائف کی ترتیب

مسلمانی عنوان کے تحت جو کچھ ہم تحریر کر چکے ہیں اس سے یہ بالکل واضح ہو چکا ہے کہ انسان کو اس عالم دنیا میں جو آب و خاک سے عبارت ہے ایک قسم کی تجارت کے لئے بھیجا گیا ہے جب کہ اس کی روح تو حقیقت میں عالم علوی سے متعلق ہے۔

انسان کی عمر اس کا سرمایہ ہے اور یہ سرمایہ ہمیشہ خسارے کی زد میں ہے اگر انسان اس کے ہر ایک سانس سے نفع حاصل نہیں کر پائے تو یہ سارے کا سارا سرمایہ نقصان کی نذر ہو کر تباہی و بربادی کا سبب ہوگا۔ چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔ **والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملو الصالحات** (الایۃ) سورۃ العصر آیت ۲-۳) قسم ہے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تیرے زمانے کی! بیشک انسان تو سراسر خسارے میں ہے مگر وہ انسان نہیں جو ایمان لائے اور صالح اعمال بجالائے.....

☆ برف کی مثال

مثال کے طور پر اس کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ کسی آدمی کے پاس برف برائے فروخت ہے شدت کی گرمی پڑ رہی ہے اور وہ آواز پر آواز صدا پر صدا دے رہا ہے کہ لوگو! براہ کرم مجھ سے برف خرید لو ورنہ یہ گرمی کے باعث تمام پگھل جائے گی اور مجھے نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا۔

پس یہی کیفیت ہماری عمر کی ہے کہ لگاتار کم سے کم تر ہوئی جا رہی ہے اس لئے یہ تو محدود سانس ہی تو ہیں اور ان کا علم بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے لہٰذا جن حضرات نے ان سانسوں کی قدر و منزلت کو پہچان لیا تو انہوں نے اپنے ایک ایک سانس کی حفاظت کو لازمی ٹھہرایا۔ اس لئے کہ انہیں اچھی طرح معلوم ہو چکا تھا کہ ان کا ہر ایک سانس انمول موتی ہے جس سے سعادت ابدی کو حاصل کیا جا سکتا ہے اور انہوں نے زر و جواہرات' سونا اور چاندی سے بھی اپنے سانسوں کو بیش قیمت تصور کیا اور انہیں انتہائی شفقت کی نظر سے نوازا اور اس شفقت کو عملاً اس طرح مظاہرہ کیا کہ شب و روز کے تمام اوقات کو امور خیر سرانجام دینے کے لئے تقسیم کر لیا۔

اور ہر امر کے لئے اپنے اوقات کو مخصوص کر لیا جن میں مختلف اوراد و وظائف کو پڑھنا معمول بنایا اور اوراد و وظائف کو ان اوقات

marfat.com

میں خاص کرنے کی یہی وجہ تھی کہ عمر (زندگی) کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہونے پائے کیونکہ وہ حقیقی رموز سے آگاہ ہو چکے تھے کہ سعادت اخروی اسی کو ہی حاصل ہو سکے گی وہ دنیا سے جب رخصت ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی قربت و محبت غالب ہو اور یہ سعادت و محبت' ذکر دائمی کے بغیر عطا نہیں ہو سکتی اور محبت بلا معرفت ممکن نہیں اور معرفت کا حاصل ہونا بلا غور و فکر نہیں پس ذکر و فکر کی ہمیشگی ہی سعادت کا بیج ہے اس لئے ترک دنیا' ذکر شہوات اور ترک گناہ' اس لئے لازمی ہے تا کہ ان مصائب سے نجات پا کر ذکر و فکر میں مست رہنا نصیب ہو۔

☆ ذکر دوامی

ذکر دائمی دو طرح کا ہے یہ کہ زبان سے نہیں بلکہ دل سے ہمیشہ اللہ اللہ کا وظیفہ جاری رکھنے بلکہ یہ تصور کرے کہ دل سے بھی اللہ کہتے رہنا حدیث نفس میں الجھنے کے مترادف ہے پس ہونا یہ چاہیے کہ ہمیشہ ہمیشہ اس کے مشاہدے میں مستغرق رہے اور لمحہ بھر کے لئے غافل نہ ہونے پائے لیکن یہ انتہائی مشکل اور دشوار تر امر ہے اس لئے کہ یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں کہ اپنے دل کو ایک صفت اور ایک کیفیت پر قائم رکھ سکے۔ کیونکہ اکثر لوگوں کو اس سے بے حد دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے پس اس مشکل کو قدرے آسان کرنے کے لئے مختلف اوراد و وظائف مقرر کر لئے جائیں جس میں بعض تو جسمانی طور پر ادا کرنے ہوتے ہیں مثلاً نماز' اور بعض کی ادائیگی کا تعلق صرف زبان سے ہے۔ مثلاً تلاوت قرآن مجید اور تسبیح و تحمید!! بعض تو دل سے متعلق ہیں جیسے تفکر' تا کہ ملال کا خدشہ نہ ہو۔ اس لئے کہ بیک وقت ایک ہی شغل ممکن ہے پھر ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونا فرحت و انبساط کا باعث ہے اور پھر دوسرے اوقات کا فرق بھی اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے جن کو دینوی امور میں استعمال کرنا ناگزیر ہوتا ہے پھر یہ بھی حقیقت پیش نظر رہے کہ اگر تمام اوقات امور اخروی میں نہ بھی صرف ہوں پائیں پھر بھی کم از کم اتنا تو ہونا ہی چاہیے کہ بیشتر اوقات امور کے لئے صرف کئے جائیں تا کہ نیکیوں کا پلڑا بھاری اترے کیونکہ اگر نصف وقت امور دینوی میں صرف کریں تو ممکن ہے دوسرا پلڑا بھاری نکلے اس لئے کہ انسانی فطرت کا تقاضا ہی یہی ہے کہ وہ اسی طرح رخ کر لیتی ہے جس طرف اس کی طبیعت رغبت کرتی ہے کیونکہ دل کو دین کے کاموں کی طرف لگانا انسانی طبائع کے برعکس ہے اور پھر ان میں اخلاص کا پیدا کرنا اور دشوار گزار ہوتا ہے اس لئے کہ عمل خلوص سے خالی ہو گا اس کے بجالانے میں قطعاً کوئی فائدہ نہیں لہٰذا اعمال صالحہ کو کثرت و بہتات سے بجالانا لازمی ہے تا کہ ان میں کوئی تو خالص نکل آئے اس لئے یہ لازمی ہے کہ زیادہ تر اوقات دینی کاموں میں صرف کئے جائیں اور دینوی امور کو ان کے تابع کر جائے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **ومن انای الیل فسبح واطراف النهار لعلک ترضی** (سورۂ طٰہٰ آیت ۱۳)

رات کے اوقات میں بھی عبادت کرو اور دن کے اول و آخر میں بھی تا کہ (آپ کو رضائے رب میسر آئے) اور تم خوش ہو جاؤ۔

نیز فرمایا **واذکر اسم ربک بکرة واصیلاً ومن الیل فاسجد له وسبحه لیلاً طویلاً** (سورہ الدہر آیت ۲۵-۲۶) اور

اپنے پروردگار کو صبح و شام یاد کریں اور رات کو بھی اسے سجدہ کریں اور رات کو زیادہ تر اس کی تسبیح و تحمید کرتے رہیں۔

مزید فرمایا **کانوا قلیلاً من الیل ما یهجعون** ○ اور وہ رات کو بہت کم ہوتے تھے (سورہ الذریات آیت ۱۷)

ان تمام آیات سے یہی مستفاد ہے کہ زیادہ تر اپنے اوقات کو ذکر و اذکار میں ہی گزارنا چاہیے پس ان اوقات کو روز و شب کے مختلف حصوں میں تقسیم کرنا ضروری ہے تا کہ عملی جامعہ پہنانے میں کوئی دقت محسوس نہ ہو لہٰذا ان اوقات کو درج ذیل حصوں میں منقسم کر

marfat.com

جاسکتا ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

دن کے وقت اوراد و وظائف

واضح ہو کہ دن کے وقت کو ان پانچ اوراد پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) پہلا وظیفہ صبح سے سورج کے طلوع ہونے تک اس لئے کہ یہ نہایت اشرف و افضل وقت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے از خود اس کو قسم سے یاد فرمایا ہے۔

والصبح اذا تنفس اور قسم ہے صبح کی جب وہ نمودار ہو (سورۃ التکویر آیت ۱۸) اور فرمایا **قل اعوذ برب الفلق** میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تم کہو میں صبح کے طلوع کرنے والے رب سے حفاظت طلب کرتا ہوں۔ (سورہ الفلق آیت ۱) نیز فرمایا **فالق الاصباح** صبح کو نمودار کرنے والا (سورہ الانعام آیت ۹۷)

ان آیات میں صبح کے اس وقت کی فضیلت بیان کی گئی ہے پس ضروری ہے کہ اس نہایت بابرکت وقت میں ایک ایک سانس کی حفاظت کی جائے لہٰذا جیسے ہی نیند سے بیدار ہو یہ پڑھے **الحمد للہ الذی احسانا بعد ما اماتنا والیہ النشور** ○ تمام حمد و ثنا اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے لئے جس نے ہمیں نیند کے بعد پھر بیدار فرمایا (گویا کہ بعد از موت پھر زندگی عطا فرمائی) اور حقیقتاً اسی کی بارگاہ میں ہی جانا ہے۔

اس دعا کے اختتام پر کپڑے پہنے اور ذکر و اذکار اوراد و وظائف میں مشغول ہو جائے ہاں اگر اس نے سوتے وقت لباس تبدیل کیا ہے تو صبح بیدار ہوتے ہی معمول کا لباس پہنے ستر کو چھپائے اور دوسرے احکام پر عمل پیرا ہو یعنی طہارت وغیرہ کرے ریاکاری اور تکبر و رعونت سے اعراض کرے طہارت خانہ میں داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں پہلے رکھے (نکلتے وقت دایاں پاؤں پہلے نکالے) پھر مسواک کر کے وضو کرے جیسے بیان ہوا پھر تمام دعاؤں اور اذکار کو پڑھے بہتر ہے کہ نماز فجر کی سنتوں کو گھر پر ادا کر کے مسجد میں آئے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول رہا ہے نماز سنت کی ادائیگی کے بعد وہ دعا پڑھی جائے جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے جسے ہم نے اپنی کتاب "بدایۃ الھدایہ" میں نقل کر دیا ہے۔

جب مسجد میں داخل ہو تو نہایت آرام و سکون سے آہستہ آہستہ چلے پہلے دایاں پاؤں اندر رکھے اور مسجد میں داخل ہوتے وقت جو دعا پڑھی جاتی ہے اسے پڑھے پہلی صف میں شامل ہونے کی کوشش کرے اگر گھر پر سنتیں ادا نہیں کیں تو فجر کی سنتوں کو ادا کرے اگر گھر پر ادا کر چکا ہے تو اب تحیۃ المسجد دو نفل ادا کر کے جماعت کا انتظار کرے (تنبیہ) حنفیہ کے نزدیک طلوع فجر کے بعد صرف چار رکعت نماز سنت دو فرض ان کے علاوہ طلوع آفتاب تک کوئی نفلی نماز اور سجدہ کرنا جائز نہیں۔ (تابش قصوری)

جب نماز فجر پڑھی جائے تو مسجد ہی میں بیٹھا رہے حتیٰ کہ سورج نکل آئے سید عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے نزدیک طلوع آفتاب تک مسجد میں بیٹھنا چار غلاموں کے آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے جب تک سورج طلوع نہ ہو ان چار چیزوں میں غور و فکر کرے دعا تسبیح تحمید اور تلاوت قرآن کریم۔

marfat.com

جیسے ہی نماز کا سلام پھیرے یوں دعا مانگے۔

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وسلم اللھم انت السلام ومنک السلام والیک یرجع السلام حینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام تبارکت یا ذوالجلال والاکرام

پھر جو بھی دعائیں یاد ہوں پڑھی جائیں جب دعا سے فارغ ہوں تو تسبیح وتہلیل' ذکر واذکار میں مشغول ہوں ہر ایک کلمہ کا ذکر سو بار' ستر مرتبہ یا کم از کم دس بار تو ضرور کریں جب دس قسم کے ذکر کو دس بار پڑھ لیں گے تو مجموعی طور پر وہ ایک سو بار ہو جائیں گے لہٰذا یہ طریقہ اپنائیں اور اس سے کم تعداد میں مناسب نہیں جن دس اذکار کی فضیلت احادیث مقدسہ میں آئی ہے انہیں پڑھا جائے ہم یہاں تمام تر تو طوالت کے پیش نظر درج کرنے سے قاصر ہیں البتہ ان میں سے ایک ذکر ملاحظہ فرمایئے جو دس شقوں پر مشتمل ہے۔

پہلی شق: **لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ 'لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علی کل شئی قدیر**

دوسری: **لا الہ الا اللہ الملک الحق المبینo**

تیسری: **سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**

چوتھی: **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ**

پانچویں: **سبوح قدوس ربنا و رب الملائکۃ والروح**

چھٹی: **استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم وساله التوبه**

ساتویں: **یا حی یا قیوم برحمتک استغیث لا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین واصلح لی شانی کله**

آٹھویں: **اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذالجد (منک الجد)**

نویں: **اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد**

دسویں: **بسم اللہ الذی لایضر مع اسمہ شئی فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم**

ان دس شقوں کو دس بار پڑھنے سے ایک سو بار کا وظیفہ ہو جائے گا جس قدر ممکن ہو پڑھا جائے ان میں ہر ایک کی فضیلت اپنی اپنی جگہ مسلمہ ہے اور ہر ایک ذکر کی لذت ولطافت اور سرور اور الفت ومحبت بھی الگ الگ ہے۔

☆ جامع ذکر ودعا

پھر قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف ہو جائے اگر قرآن کریم نہ پڑھ سکے تو ''قوارع قرآن'' تو یاد کریں اور انہیں پڑھتے رہیں اور وہ یہ آیات ہیں آیۃ الکرسی آمن الرسول' شھد اللہ' قل اللھم مالک الملک' سورہ الحدید کا پہلا حصہ سورہ الحشر کا آخری رکوع۔

اور اگر قرآن کریم' دعا اور ذکر سبھی کو جامع ہو تو وہ چیزیں پڑھے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام نے حالت کشفی میں بتائیں تھیں اس لئے کہ ان کے بڑے فضائل ہیں اور وہ سبعات عشر کے نام سے موسوم ہیں یعنی وہ دس باتیں جن میں سے ہر ایک کو سات سات بار پڑھنا چاہیے۔

marfat.com

(۱)الحمد للہ (۲)قل اعوذ برب الفلق (۳)قل اعوذ برب الناس (۴)قل ھو اللہ احد (۵)قل یا ایھا الکفرون (۶)آیۃ الکرسی یہ چھ تو قرآن کریم سے ہیں اور باقی چار ذکر یہ ہیں۔(۷)سبحان اللہ ولحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر (۸)اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد (۹) اللھم اغفر للمومنین والمومنات

(۱۰)اللھم اغفرلی ولوالدی وافعل بی ذبھم عاجلا واجلافی الدنیا والاخرہ مانت لہ اھل ولا تفعل بنا یا مولانا ما نحن لہ اھل انک غفور رحیمo

اور اس وظیفہ کی فضیلت میں ایک نہایت طویل حکایت بھی پائی جاتی ہے جسے ہم نے اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں درج کر دیا ہے ں جب یہ وظیفہ پڑھ کر فارغ ہو تو (مراقبہ) تفکر میں مشغول ہو تفکر (یا مراقبہ) متعدد قسمیں ہیں جو اس کتاب کے آخر میں شامل کر دی ئیں گی۔

☆ میں اور موت

غور و فکر کا روزمرہ عمل سے تعلق ہے جو بے حد اہمیت کا حامل ہے وہ یہ کہ موت اور موت کے قریب ترین ہونے کے بارے فکر کرنا اپنے آپ سے مخاطب ہو کر یوں کہے کہ ''میرے اور موت'' کے مابین بس ایک دن سے زیادہ کا قطعاً وقفہ نہیں اور یہ فکر سے بے حد ندہ ہے اس لئے کہ دنیا والوں کو دینوی امور میں بہت زیادہ میلان اور دھیان رہتا ہے اور ان کی رغبت اس امید پر ہوتی ہے کہ ہم نے ں طویل عرصہ تک رہنا ہے اگر انہیں اس بات کا یقین ہو کہ مرنے میں تو صرف ایک ماہ یا ایک سال رہ گیا ہے تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ امور سے جان چھڑانے کی کوشش نہ کریں جن میں سراسر منہمک رہا کرتے ہیں حالانکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس غور و فکر کے دوران ہی ر موت وارد ہوئے لیکن وہ تو یہاں ایسے کاموں کی تیاریوں میں مست ہے جو دس سال تک بھی پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکیں چنانچہ ایسی رت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی فرمایا گیا ہے اولم ینظرو فی ملکوت السموات والارض وما خلق اللہ من سی وان عسٰی ان یکون قداقترب اجلھم کیا وہ نہیں دیکھ رہے زمین و آسمانوں کی سلطنتیں اور دوسری چیزیں جنہیں اللہ نے ق فرمایا اور اس امر سے (بے نیاز ہیں) ممکن ہے کہ ان کی موت قریب آ لگی ہو۔(سورہ الاعراف آیت ۱۸۶)

جب دل صاف و شفاف ہو اور یہ بات دل میں اتر جائے کہ موت تو سر پر آ پہنچی تو پھر آخرت کے توشہ کی فکر از خود پیدا ہونے لگتی ۔ چاہیے کہ تفکر میں یہ تصور قائم رکھے کہ موجودہ چند دنوں کے درمیاں وہ کتنی نیکیاں حاصل کر سکتا ہے یہ تمام امور غور و فکر اور تدبر سے ق ہیں پس اگر کسی خوش بخت پر کشف کی راہ کھل چکی ہو تو اسے چاہیے کہ زمین و آسمان کے عجائب میں غور و فکر کرے اور اس ذات س کے صنائع کو بہ نظر غور دیکھے بلکہ ان میں جلال و جمال خداوندی کے مشاہدہ سے مستفید ہو اور یہ طریقہ تفکر جملہ عبادات اور ہر قسم کی ج و بچار سے افضل ہے۔

کیونکہ یہ تفکر عظمت ربانی کے نقوش دل کی گہرائیوں میں ثبت کر دیتا ہے اور پھر اسی کی تعظیم و تکریم دل میں راسخ ہو جاتی ہے اور ۔ تک اس کی تعظیم کا دل پر غلبہ نہ ہو اس وقت تک محبت الٰہیہ بھی قلب میں جگہ نہیں پکڑتی۔ جب کہ کمال محبت ہی کمال سعادت کا وسیلہ ۔ لیکن یہ نعمت ہر ایرے غیرے کی نصیب میں کہاں؟ تاہم یہ تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ نعمتوں پر بھی غور کرے اور ان

marfat.com

لوگوں کی تکالیف اور رنج ومحنت پر بھی فکر کرے جو اہل عالم کو برداشت کرنے پر مجبور ہیں۔ مثلاً بیماری، غربت، ظاہری و باطنی پریشانیاں اور طرح طرح کی دوسری ایذائیں اور تکالیف، ظلم و جور وغیرہ برداشت کرنے پڑتے ہیں جب کہ اسے اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا ہوا ہے کہ اسے احساس ہو کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا کس قدر ضروری ہے۔

☆ شکر کیا ہے؟

شکر یہ ہے کہ احکام خداوندی پر پوری طرح عمل کیا جائے صرف زبان سے یہ کہہ دینا (یا اللہ تیرا شکر ہے شکر کے مفہوم و مطالب پورا نہیں اترتا) (تابش قصوری)

الغرض! چند لمحات غور و فکر (مراقبہ) میں ضرور مشغول رہے کیونکہ طلوع صبح کے بعد سوائے نماز فجر (سنت و فرض) سورج کے بلند ہونے تک کوئی اور نماز تو ہے نہیں تو اس کا بدل سوائے ذکر و اذکار اوراد و وظائف اور اس کی ذات والا برکات میں غور و فکر کے اور ہو کیا سکتا ہے (گویا کہ یہ فارغ وقت دیا ہی اسی لئے گیا ہے کہ اس میں تدبر و تفکر سے اس ذات خداوندی کو یاد کیا جائے)

دوسرا وظیفہ

دوسرا وظیفہ سورج کے طلوع سے لے کر چاشت تک ہے اس سلسلہ میں اگر ممکن ہو تو صبر سے کام لیتے ہوئے مسجد میں ہی یہاں تک کہ نیزہ بھر سورج بلند ہو اور اس دوران تسبیح و تحمید، حمد و ثنا میں مشغول رہے حتیٰ کہ کراہیت نماز کا وقت گزر جائے پھر دو نماز (اشراق) ادا کرے جب چاشت کا وقت اچھی طرح واضح ہو جائے جو دن کا چوتھائی ۱/۴ حصہ بنتا ہے تو نماز چاشت ادا کرے کیونکہ اس کے لئے یہی وقت موزوں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ چار رکعت ضرور پڑھے۔ البتہ ۶ یا آٹھ رکعتیں بھی پڑھی جا سکتی ہیں اس کی کہ ایسی بھی روایت ملتی ہے۔

اور اس طرح بھی کر سکتا ہے کہ جب سورج طلوع ہو کر بلند ہونا شروع ہو جائے دو رکعت (اشراق) ادا کرے ایسے با کاموں میں مشغول عبادت ہو جائے جن کا تعلق مخلوق خدا سے ہے۔ مثلاً بیمار کی عیادت، جنازہ میں شرکت، حاجتمندوں کی حاجت اور علماء کرام کی مجالس میں شامل ہو جائے (پھر وقت ہو تو نماز چاشت پڑھ لیا کرے)

☆ تیسرا وظیفہ

تیسرے وظیفہ کا تعلق چاشت سے نماز ظہر تک ہے اور یہ وظیفہ مختلف لوگوں کے لئے مختلف نوعیت رکھتا ہے۔ لیکن چار حالتوں سے کسی ایک حالت سے ضرور تعلق رکھتا ہے۔

☆ تحصیل علم

پہلی حالت یہ ہے کہ حصول علم کی قدرت رکھتا ہو اور تحصیل علم سے بڑھ کر اور کوئی افضل عبادت نہیں ہے بلکہ جسے اس امر توفیق حاصل ہو اسے چاہیے کہ نماز فجر کی ادائیگی کے فوراً بعد علم میں مشغول ہو جائے تاہم علم وہی حاصل کرنا چاہیے جس سے آخرت کی

marfat.com

وبھلائی زیادہ ہو اور عملی کمزوریوں کے نقائص وعیوب کو اچھی طرح پہچان کر ان سے بچنے کی کوشش کی جائے تا کہ آخرت کے لئے اعمال صالحہ مفید ثابت ہوں اور ایسا علم تو وہی ہو سکتا ہے جو دینوی خواہشات کو مٹانے میں معاون ثابت ہو اور اخلاص اور خلوص کی طرف بلانے والا ہو۔ لیکن علم مناظرہ ومجادلہ ومکابرہ' حکایات وچیستان اور قصے کہانیوں پر مبنی علم نیز فصاحت وبلاغت سے مرصع' سجع کا اہتمام بھی مفید نہیں اس لئے کہ یہ تمام باتیں دینوی حرص کو بڑھاتی ہیں دل میں حسد وبغض اور تکبر ونخوت کے بیج بوتی ہیں اور ایسا علم جسے ہم مفید پاتے ہیں اسے ہم نے اپنی تصانیف ''احیاء العلوم' جواہر القرآن اور پیش نظر کتاب کیمیائے سعادت میں جمع کر دیا ہے دوسرے علوم کے حصول سے پہلے ان کتب کا مطالعہ ضرور کریں۔

☆ شغل تسبیح وتحمید

دوسری حالت یہ ہے کہ وہ ایسا علم حاصل تو نہیں کر سکتا مگر عبادت وریاضت تسبیح وتحمید میں مصروف رہ سکتا ہے اور یہ عابدوں کا درجہ ہے اس کا بھی ایک مقام ہے خاص طور پر ایسے ذکر میں مشغول ہونا بے حد فضیلت کا حامل ہے جو دل پر غالب اور راسخ ہو بلکہ خود ذکر اور دل آپس میں لازم وملزوم ہو جائیں۔

☆ راحتِ خلق خدا

تیسری حالت یہ ہے کہ کوئی ایسا کام اختیار کرے جس میں مخلوقات خدا کی راحت کا سامان پیدا ہو سکے علماء کرام ومشائخ عظام کی خدمت کرنا! نفلی عبادت سے فضیلت میں بڑھ کر ہے کیونکہ یہ خدمت کی خدمت اور عبادت کی عبادت ہے۔ پھر ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کی راحت سبب بھی ہے اور معاونت کا باعث اور اس کی عبادت میں بزرگوں کی دعائیں جب شامل ہوتی ہیں تو اس میں عظیم تر اثر ظہور پذیر ہوتا ہے۔

☆ اہل وعیال کی تعلیم وتربیت

چوتھی حالت یہ ہے کہ اگر علماء کرام اور درویشوں کی خدمت کرنے سے بھی قاصر ہے تو ایسے کسب میں مشغول ہو جو اسے اور اس کے اہل وعیال کی پرورش کا باعث ہو اگر وہ اس عمل میں امانت ودیانت کو پیش نظر رکھے اور لوگ اس کی زبان اور اس کے ہاتھوں سے تکلیف نہ پائیں (یعنی گالی گلوچ وغیرہ)

دینوی حرص اسے حل من مزید کا خوگر نہ بنا دے۔ بلکہ معمول کے مطابق اپنے رزق کا متلاشی رہے تو وہ بھی عابدین میں شمار ہوگا اور اصحاب یمین کا درجہ پائے گا گو سابقین یا مقربین کا مقام نہیں ہوگا اور یہ بھی صحیح ہے کہ محض سلامتی کے مرتبہ کا طالب ہونا معمولی درجے کی بات ہے تاہم یہ انعام بھی کم نہیں آخر کوئی تو درجہ میسر آئے۔

اور وہ انسان جو ان چار حالتوں سے ہی خالی رہا وہ یقیناً ہلاکت زدہ لوگوں میں شامل ہے جو شیطان کے مطیع ومافرمانبردار ہیں۔

(۴) چوتھا وظیفہ زوال سے لے کر نماز عصر تک کا ہے اس لئے اسے چاہیے کہ زوال سے پہلے قدرے قیلولہ کرے اس لئے کہ نماز تہجد یا شب کے لئے قیلولہ کی وہی حیثیت ہے جو روزہ رکھنے کے لئے سحری کا مقام ہے اور اگر رات کو عبادت نہیں کرتا تو اسے قیلولہ کرنا

marfat.com

جائز نہیں کیونکہ زیادہ سونے کو مکروہ گردانا گیا ہے جب قیلولہ سے بیدار ہو تو چاہیے کہ وقت سے قبل طہارت کرے اور یہ کوشش ہو کہ نماز ظہر کی اذان مسجد میں سنے گا نماز تحیۃ المسجد باقاعدگی سے ادا کرتے رہنا چاہیے موذن جب اذان دے رہا ہو تو مسنون طریقہ کے مطابق ہو کلمہ پر جواب دیتا رہے۔

نماز فرض کی ادائیگی سے قبل چار رکعت نماز طوالت کے ساتھ ادا کرے کیونکہ نبی کریم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ چار رکعت طوالت کے ساتھ ادا فرماتے رہے ہیں اور آپ کا ارشاد ہے اس وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں نیز حدیث پاک میں ہے کہ جو شخص یہ چار رکعت (سنت قبل از فرض ظہر) ادا کرتا ہے اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے بھی یہ نماز ادا کرتے ہیں اور رات تک اس کے لئے مغفرت و بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

بعدہ امام کے ساتھ چار فرض ظہر با جماعت ادا کرے پھر دو رکعت سنت پڑھے نماز عصر تک سوا تعلیم و تعلم یا مسلمانوں کی امداد و معاونت' اور ذکر و اذکار تسبیح و تحمید یا قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول رہے ہاں بقدر ضرورت رزق حلال حاصل کرنے کے علاوہ دیگر کسی بھی دینوی گفتگو میں مصروف نہ ہو۔

☆ پانچواں وظیفہ

نماز عصر سے مغرب تک کا ورد ہے۔ وہ یوں کہ نماز عصر سے قبل ہی مسجد میں حاضر ہو اور چار رکعت ادا کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے جو فرض عصر سے قبل چار رکعت (سنت غیر موکدہ) ادا کرتا ہے۔

جب نماز عصر سے فارغ ہو تو دینوی باتوں کی طرف دھیان نہ دے جب شام ہو تو مسجد میں حاضر ہو کر تسبیح و تحمید اور استغفار میں مصروف ہو جائے کیونکہ اس وقت کی فضیلت صبح کے وقت کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبها (سورۃ طٰہٰ ۱۳۰)

اور اپنے رب کی اس حمد کے ساتھ سورج کے طلوع و غروب کے قبل تسبیح کرو۔

اور اس وقت مناسب ہے سورۂ والشمس سورۂ واللیل سورۂ اخلاص' الفلق اور سورۂ الناس کی تلاوت میں مصروف ہو (یا ان نمازوں میں ان سورتوں کی تلاوت کی جائے) جب سورج غروب ہو رہا ہو تو استغفار میں مشغول ہو جائے الغرض تمام اوقات کو ایک طریقے تقسیم کر رکھیں اور ہر ایک وقت پر وہی کام کریں جو اس وقت کا مقتضی ہے اس طرح ظاہری حیاتی برکات سے معمور ہوتی ہے اور جس شخص کے اوقات میں کوئی نظم و ضبط نہ ہوگا جب چاہا کوئی نیکی کا کام کر لیا تو گویا کہ اس نے اپنی عمر برباد کر لی۔

رات کے وظائف و اذکار

(۱) رات میں پہلا وظیفہ تو مغرب سے عشاء تک کا ہے ان دونوں نمازوں کے دوران جاگنے میں بڑی فضیلت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ یہ آیت تتجافی جنوبهم عن مضاجع وہ اپنے آپ کو بستروں سے دور رکھتے ہیں انہیں عبادت گزار بندوں کے حق میں نازل ہوئی جو رات کو اپنی خواب گاہ کے پاس نہیں آتے۔

marfat.com

اس لئے چاہیے کہ مغرب کے بعد نماز عشاء کی ادائیگی تک نوافل میں مشغول رہا جائے بزرگان دین تو نفلی روزے سے زیادہ افضل اس نفلی عبادت کو قرار دیا ہے اس لئے وہ تو اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے جب تک عشاء کے وتر تک ادا نہ کر لیتے اور تاکید کرتے کہ نماز وتر کی ادائیگی کے بعد لہو ولعب اور کہانیوں میں مصروف نہیں ہونا چاہیے کیونکہ پورے دن کے اعمال واشغال کا اختتام اسی وقت پر ہوتا ہے لہٰذا دن بھر کئے گئے امور کا انجام بخیر ہونا چاہیے۔

(۲) سونا بھی وظیفہ ہے

رات کو دوسرا وظیفہ سونا (نیند حاصل کرنا) گو نیند عبادت نہیں ہے لیکن اگر آداب وسنن کے ماتحت ہو تو نیند بھی عبادت ہو گی اس لئے نیند کا سنت طریقہ یہ ہے کہ انسان قبلہ رو سوئے جیسے مردے کو قبر میں دائیں کروٹ لٹاتے ہیں نیند کو موت کا بھائی (یا بہن) تصور کرے اور بیداری کو حشر قرار دے یہ بھی ممکن ہے نیند میں ہی روح پرواز نہ کر جائے اس لئے تمام امور آخرت کو ہر وقت درست رکھنے کی کوشش کرے تکلف سے نہ سوئے نرم ونازک بستر سے پرہیز کرے تاکہ نیند غالب نہ آئے اس لئے کہ زیادہ سونا عمر کی بربادی کا سبب ہے وصیت نامہ لکھ کر تکیہ کے نیچے رکھے باوضو سوئے کیونکہ چوبیس گھنٹوں میں یہ نیند کا واقعہ 1/3 حصہ یعنی آٹھ گھنٹے بنتے ہیں اس لئے جب اس طرح کرے گا تو بالفرض اس کی عمر ساٹھ سال ہو گی تو اس میں تیسرا حصہ یعنی بیس سال تو نیند کی نذر کر دیئے اسی پر ہی اکتفا کرے اس سے زیادہ وقت تو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

نیند سے قبل پانی اور مسواک (برش) از خود اپنے پاس رکھ لے تاکہ رات کو یا صبح جب نماز کے لئے اٹھے تو وضو کرنے میں کوئی دقت نہ ہو۔ سونے سے قبل رات کے قیام اور صبح جلدی بیدار ہونے کی نیت کرے۔ جب اس طرح پختہ ارادہ کر کے سوئے گا تو نیند کے بعد یا زیادہ سونے میں بھی ثواب پائے گا کیونکہ (انما الاعمال بالنیات)

جب بستر پر پہلو لگائے تو یہ دعا پڑھے باسمک ربی وضعت جنبی وباسمک ارفعہ الٰہی میں نے تیرے نام سے پہلو بستر پر لگایا اور تیرے نام سے اٹھاؤں گا۔

جس طرح عموماً دعاؤں میں پڑھا جاتا ہے نیند سے قبل آیۃ الکرسی، امن الرسول، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس نیز سورۃ الملک کی تلاوت کرتے کرتے سوئے۔ ایسا سونا ذکر واذکار اور باطہارت ہو گا جو شخص اس انداز میں محو خواب ہوتا ہے اس کی روح کو فرشتے عرش کی سیر کراتے ہیں اور جب تک بیدار نہیں ہو جاتا اس کا شمار نمازیوں میں ہوتا ہے۔

(۳) نماز تہجد

رات کا تیسرا وظیفہ نماز تہجد ہے۔ یہ نماز نصف شب کے بعد جو رات کو نیند کے بعد بیدار ہو کر ادا کی جاتی ہے اور نصف شب میں دو رکعت نماز تہجد کی ادائیگی دیگر بہت سے نفلی نمازوں سے افضل تر ہے اس لئے کہ اس وقت دل صاف ہوتا ہے۔ نیز دنیا کی حرص اور فکر سے خالی ہوتا ہے۔ آسمان پر رحمت کے دروازے کھلے ہوتے ہیں قیام شب کی بکثرت احادیث میں فضیلت وارد ہے جنہیں تفصیلاً ہم اپنی کتاب احیاء العلوم میں بیان کر چکے ہیں الغرض دن رات کے تمام اوقات میں کوئی نہ کوئی نیک کام ضرور کرنا چاہیے اور ہر ایک کام

marfat.com

کے لئے پہلے سے وقت مقرر کر لینا صائب ہے اور پھر اس مقررہ وقت پر کاربند رہنا از حد ضروری ہے یہاں تک کہ اگر چہ ایک رات ہی کیوں نہ کیا ہو اب تمام عمر اس اچھے کام پر استقامت اختیار کرے۔ گو یہ مشکل ہی کیوں نہ ہو مگر اپنی لمبی زندگی کے بھروسے پر نیک کام کو موخر نہ کرتا رہے بلکہ اپنے دل و دماغ میں اس بات کو راسخ کر لے کہ یہ نیک کام جو دن کے وقت کر رہا ہوں اس لئے کر رہا ہوں ممکن ہے رات کو موت آ جائے اور جب رات سر پر آئے تو یوں کہے یہ جو نیکی رات کو کر رہا ہوں اس لئے ہے کہ ممکن ہے دن ہوتے ہی مر جاؤں! اور یومیہ میں وظیفہ پر عمل پیرا رہے۔

اگر بالفرض اس عمل کے تواتر یا تسلسل سے رنج محسوس کرنے لگے تو یہ تصور کر لے کہ میں مسافر ہوں یہاں عالم دنیا میں حالت سفر میں ہوں اور میرا اصلی وطن کو آخرت ہے سفر میں تکالیف کا سامنا تو آخر کرنا ہی پڑتا ہے۔ اگر راستہ جلد طے ہو جائے تو بالآخر وطن پہنچ کر سکون تو میسر آ ہی جائے گا؟

پھر یہ بھی تو سوچئے "حیات دینوی کی مقدار ہی کتنی ہے خاص طور پر اس دائمی زندگی کے مقابلہ میں جو آخرت کو حاصل ہو گی اگر کوئی شخص دس سال آرام و سکون حاصل کرنے کے لئے ایک سال کے تکالیف کو برداشت کر لے تو یہ سودا مہنگا تو نہیں اسی طرح اگر کوئی شخص سو سال کی تکالیف کو اس امید پر برداشت کرتا رہے کہ ہزار سال کی راحت میسر آئے تو اس میں تعجب کیوں؟

کیمیائے سعادت کا رکن عبادت تمام ہوا اس کے بعد معاملات کے رکن سے کیا جائے گا۔ **انشاء اللہ العزیز اطمیدہ**

رکن دوم

معاملات

یہ رکن بھی دس اصل پر مشتمل ہے جو حسب ذیل ہیں۔

- ☆ اصل اول: کھانے پینے کے آداب
- ☆ اصل دوم: آداب نکاح
- ☆ اصل سوم: آداب کسب و تجارت
- ☆ اصل چہارم: طلب حلال
- ☆ اصل پنجم: آداب مجلس با خلق
- ☆ اصل ششم: آداب عزلت (گوشہ نشینی)
- ☆ اصل ہفتم: آداب سفر
- ☆ اصل ہشتم: آداب سماع
- ☆ اصل نہم: آداب تبلیغ (امر بالمعروف و نہی عن المنکر)
- ☆ اصل دہم: آداب حکمرانی

marfat.com

...صل اول

کھانے' پینے کے آداب

☆ راہِ عبادت

واضح ہو کہ راہِ عبادت بھی عبادت ہی کا ایک حصہ ہے جیسے سامان سفر بھی دراصل سفر ہی کہلاتا ہے لہٰذا ہر وہ چیز جس کا تعلق راہِ دین سے ہو۔ یعنی دین کے لئے جن لوازمات کی ضرورت ہو وہ از خود دین ہی کا ایک حصہ ہے اور یہ بدیہی امر ہے کہ دین کھانے پینے کی حاجت سے بے نیاز نہیں۔ کیونکہ دین پر چلنے والوں کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ کی زیارت کا حصول ہے اور اس کا بیج علم وعمل ہے اور علم وعمل کی ہمیشگی جسم کی سلامتی سے وابستہ ہے اور جسم کی سلامتی کھانے پینے کے بغیر ممکن ہی نہیں لہٰذا کھانا پینا راہِ دین پر چلنے کی ضروریات میں شامل ہے۔ پس معلوم ہوا کھانا پینا ان تمام اشیاء کو محیط ہے جو راہ دین کے لئے معاون ومد ہیں۔ اسی لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً نہایت پاکیزہ اور عمدہ چیزیں کھاؤ اور صالح اعمال بجالاؤ (سورۃ المومنون آیت ۵۱)

غور فرمایئے! عمل صالح اور پاکیزہ کھانے پینے کا ذکر بیک وقت اکٹھا کر دیا۔ پس جو آدمی کھانا کھانے کے وقت یہ نیت کرے گا کہ اسے اس سے علم وعمل کی قوت اور راہِ آخرت پر چلنے کے لئے طاقت میسر آئے گی اس کا کھانا بھی عبادت بن جائے گا۔ چنانچہ خبر صادق نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان دار کو ہر ایک چیز پر ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا از خود کھانا اپنے اہل و عیال کو رزقِ حلال کے لقمے دینا کار ثواب ہے اس فرمان والا شان کا مقصد یہی ہے کہ ایماندار کا مقصد ہر ایک چیز میں آخرت کی راہ اختیار کرنا ہے۔

راہِ دین پر قدم بڑھانے کی خاطر کھانے پینے کی ایک یہ علامت بھی ہے کہ اس نیت سے کھانے والا' حرص وآز سے نہیں کھاتا۔ حلال اور بقدر ضرورت ہی کھاتا ہے اور کھانے پینے کے آداب کو ملحوظ رکھتا ہے لہٰذا اس سلسلہ میں جاننا چاہیے کہ کھانے پینے کی کئی سنتیں ہیں جن میں بعض قبل از طعام اور بعض بعد از طعام ہیں جن کا بجالانا ضروری ہے۔

☆ آداب قبل از طعام

(۱) پہلے ہاتھ اور منہ دھونا' اس لئے کہ کھانا توشہ آخرت کی نیت سے کھانا عبادت ہے لہٰذا اس سے ثواب ملے گا جسے نماز کی ادائیگی سے قبل وضو کیا جاتا ہے اور اس طرح ہاتھ اور منہ سے آلودگی دور ہو کر صاف ہو جائیں گی حدیث شریف میں ہے جو بھی کوئی کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھو لیتا ہے وہ غربت' مفلسی اور فاقہ کشی سے بچا رہے گا۔

(۲) کھانا دسترخوان پر؟

کھانا دسترخوان پر رکھا جائے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے ہی معمول رہا۔ یوں بھی "سفر" کی یاد دلاتا ہے اور دینوی سفر' سفر

marfat.com

آخرت کا مشیر ہے نیز تواضع کے قریب تر ہے اگر دستر خوان موجود نہ ہو تو صرف خوان (طشت وغیرہ) بھی رکھا جا سکتا ہے اس لئے کہ شرعاً ممانعت نہیں آئی ہاں اسلاف کی عادت یہی ہے کہ کھانا دستر خوان پر چنا جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی دستر خوان پر ہی تناول فرمایا کرتے۔ (جیسے مذکور ہوا)

(۳) نہایت آداب سے بیٹھنا؟

کھانا کھانے وقت بڑے عمدہ طریقہ سے بیٹھے اور وہ بیٹھنا کچھ اس طرح سے ہے کہ دائیں زانو کو کھڑا رکھے اور بائیں پنڈلی نشست کرے ٹیک لگا کر نہ بیٹھے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے۔ میں عبد ہوا اور عبد کی طرح بیٹھتا اور اسی کی طرح کھاتا۔

(۴) نیت عبادت

عبادت کی نیت سے کھائے نہ کہ خواہشات نفسانیہ کی تسکین کے لئے حضرت ابراہیم شیبان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان ہے مجھے اسی (۸۰) برس ہونے کو آئے ہیں مگر میں کوئی چیز اپنی خواہش کے لئے نہیں کھائی پھر نیت کے درست ہونے کی دلیل یہ ہے کہ تھوڑا سا کھانا کھانے کا ارادہ ہو اس لئے کہ زیادہ کھانا عبادت خداوندی میں رکاوٹ کا باعث بنتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اچھی بات تو یہی ہے کہ انسان کمر سیدھی رکھنے کی خاطر کھانا محض چند لقمے ہی کھائے اور اگر اس پر قناعت نہیں کر سکتا ایک تہائی حصہ کھانے سے پیٹ کا پر کرے ایک حصہ پانی کے لئے اور ایک حصہ سانس لینے کے لئے خالی رہنے دے۔

(۵) بھوک کا خوب چمکنا؟

جب تک اچھی طرح بھوک محسوس نہ ہو کھانے کے قریب نہ جائے کھانا کھانے سے پہلے جن سنتوں کا اتباع سب سے زیادہ عمدہ ہے ان میں بھوک کا ظاہر ہونا افضل تر ہے۔ اس لئے کہ بھوک سے پہلے کھانا محض پیٹ میں ٹھونسنا ہوگا۔ یہ سخت مذمت کے قابل ہے جو شخص بحالت اشتہاء کھانا شروع کرتا ہے اور پھر تھوڑی سی بھوک ہونے پر ہی کھانے سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے۔ وہ طبیب کا محتاج نہیں ہوگا!

(۶) موجود پر قناعت؟

کھانے کے لئے جو کچھ بآسانی میسر ہو اسی پر قناعت اختیار کرنی چاہیے مرغن اور لذیذ کھانوں کے تکلف میں نہیں پڑنا چاہیے اس لئے کہ ایماندار کا مقصد تو عبادت کے لئے طاقت کا حصول ہے نہ کہ قسما قسم کے کھانے کی طلب!

کھانے کا احترام بھی سنت ہے کیونکہ آدمی کا خمیر اسی سے ہے کھانے کا بے حد احترام یہ ہے کہ روٹی کو سالن کے انتظار میں نہ رکھیں بلکہ اسے تو نماز کے انتظار میں بھی نہیں رکھنا چاہیے بلکہ جیسے ہی روٹی سامنے آئے اسے کھایئے اور پھر نماز کی ادائیگی کے لئے جایئے۔ (مگر میرے ہاں پاک و ہند میں سالن کو روٹی کے لوازمات میں شمار کرتے ہیں اس لئے کہ اگر روٹی آتے ہی اسے کھانا شروع کر دیں تو میزبان یا دیگر کھانے میں شامل افراد اسے جلد باز ہونے سے متہم کرتے ہیں لہٰذا برصغیر پاک و ہند کے رسم و رواج کو ملحوظ رکھنے میں کوئی ہرج نہیں) (تابش قصوری)

marfat.com

(۷) ہاتھوں میں برکت؟

کھانے کے لئے اس وقت تک ہاتھ نہ بڑھائیں جب تک کوئی ساتھی شامل نہ ہو اکیلے کھانا مناسب نہیں اس لئے کہ جتنے زیادہ ہاتھ کھانے میں پڑیں گے اتنی ہی برکت بڑھے گی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تنہا کھانا تناول نہیں فرمایا۔

کھانا کھاتے وقت آداب؟

(۱) جب کھانا شروع کریں تو پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھیں اور آخر میں الحمد للہ!!

(۲) عمدہ طریقہ یہ ہے کہ پہلا لقمہ اٹھاتے ہی بسم اللہ اور دوسرے لقمہ پر بسم اللہ الرحمٰن اور تیسرے لقمہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آواز بلند پڑھیں تا کہ دوسرے بھی سن کر پڑھ لیں۔

(۳) نمکین چیز سے شروع کرے اور آخر میں پھر نمک والی چیز ہی کھائے تا کہ حرص کو ابتداً ہی ختم کر دیا جائے (حدیث شریف)

(۴) جب طلب ہو پھر لقمہ اٹھایئے بلا طلب نہ کھایئے۔

(۵) لقمہ چھوٹا ہو اور خوب چبا کر حلق سے معدہ میں اتاریں۔ جب تک پہلا لقمہ کھا نہ لیا جائے دوسرا منہ میں نہ ڈالا جائے۔

(۶) کھانے میں عیب نہ نکالیں نبی کریم ﷺ نے کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔ دل چاہتا تو تناول فرما لیتے ورنہ ہاتھ نہ بڑھاتے۔

(۷) اپنے سامنے سے کھایئے البتہ پھل فروٹ جو طشت میں ادھر ادھر پڑے ہوتے ہیں وہ جہاں سے چاہیں اٹھالیں۔

(۸) شوربے کو درمیان میں استعمال نہ کریں بلکہ برتن کے کنارے پر اپنے سامنے سے کھائیں۔

(۹) روٹی کو درمیان سے نہ توڑیں بلکہ ایک طرف سے شروع کریں۔

(۱۰) روٹی کو چاقو یا چھری سے نہ کاٹیں یوں ہی گوشت کی بوٹیاں بھی نہ کاٹیں (اور اگر چیزیں ہی ایسی ہوں کو کاٹ کر ہی کھائی جا سکتی ہیں تو ان کے کاٹنے میں کوئی مضائقہ نہیں) (تابش قصوری)

(۱۱) روٹی کے اوپر برتن یا کوئی اور چیز بالکل نہ رکھی جائے۔

(۱۲) روٹی کے ساتھ ہاتھ صاف نہ کرے۔

(۱۳) روٹی کا ٹکڑا یا لقمہ یا کھانے کی کوئی بھی چیز (چاول پھل فروٹ) ہاتھ سے گر پڑے تو اسے صاف کر کے کھا لینا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے اگر گرئی ہوئی چیز کو نہ اٹھائیں گے تو گویا کہ اسے شیطان کے لئے چھوڑ دیا گیا سمجھا جائے گا کھانا اگر انگلیوں سے چپک گیا ہے تو اسے منہ سے چاٹ لیں بعدہ کپڑے سے ہاتھ اور انگلیوں کو صاف کر لیں۔

(۱۴) کھانا گرم ہو تو پھونک پھونک نہ کھائیں بلکہ از خود مناسب حد تک کھانے کے لائق ہو تو استعمال میں لائیں۔ ہاں لقمہ دیکھ کر کھائیں۔

(۱۵) کھجور، کیلا، سنگترہ وغیرہ جو چیزیں گنی جا سکتی ہیں تو ان میں طاق تعداد عمدہ رہے گی یعنی سات، ۹، ۱۱ اکیس وغیرہ اس لئے کہ ہر تعداد کو باری تعالیٰ سے نسبت کا شرف نصیب ہو۔ (ان اللہ وتر ویحب اللہ وترا) کہ بے شک اللہ یکتا ہے اور یکتائی کو پسند کرتا ہے اور

marfat.com

اس کا کوئی جوڑا نہیں ہے۔ جس کام میں ذکر خدا شامل نہ ہو وہ فضول اور باطل ہے۔ لہٰذا طاق کو جفت پر اس لئے فضیلت حاصل ہے کہ اسے وحدت کی نسبت وحدہ لاشریک سے حاصل ہے کھجور کی گٹھلیاں اسی پلیٹ میں نہ رکھیں جس میں کھجوریں موجود ہیں اور نہ ہی ہاتھ میں جمع کرتے جائیں (یوں ہی دیگر پھل فروٹ کے چھلکوں کا حکم سمجھیں مثلاً میٹھا' مالٹا' کیلا' خربوزہ' تربوز وغیرہ)
(تابش قصوری)

(۱۶) کھانے میں پانی کا زیادہ استعمال نہ کریں (ہاں حسب ضرورت پینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے)

☆ پانی پینے کے آداب

(۱) پانی کا برتن (پیالہ' گلاس) دائیں ہاتھ میں لیں۔
(۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر پئیں۔
(۳) آرام وسکون سے آہستہ آہستہ پئیں۔
(۴) پانی پینے سے پہلے برتن گلاس یا پیالے کو اچھی طرح دیکھ لیں تاکہ
(۵) وہ گرد وغبار یا کیڑے وغیرہ سے پاک وصاف ہو۔
(۶) پانی پیتے وقت ڈکار آنے لگے تو منہ برتن سے ہٹالیں۔
(۷) ایک مرتبہ سے زائد پینے کی ضرورت ہو تو تین بار پئیں۔ ہر بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ورد کریں اور بعد میں الحمد للہ کہیں۔
(۸) ہاں برتن سے پانی بہہ نہ رہا ہو یہ بھی دیکھ لینا چاہیے۔
(۹) آخر میں یہ دعا پڑھیں۔

الحمد للہ الذی جعلہ عذباً فراتاً برحمتہ ولم یجعلہ ملحاً اجاجاً بذنوبناo

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے اسے میٹھا اور عمدہ بنایا اپنی رحمت سے اور ہماری (غلطیوں کے باعث) اسے کڑوا اور کھاری نہ کیا۔

☆ آداب بعد از طعام

(۱) پیٹ بھرنے سے قبل کھانے سے ہاتھ اٹھالینا چاہیے اور انگلیوں کو منہ سے چاٹ کر صاف کریں پھر رومال' تولئے یا ٹشو پیپر سے صاف کریں۔
(۲) روٹی' چاول وغیرہ کے ٹکڑوں کو ریزوں کو چن لینا چاہیے کیونکہ حدیث شریف میں ہے اس کے رزق میں برکت ہوگی' اولاد بے عیب اور وہ ذرات حوروں کا مہر ثابت ہوں گے۔
(۳) کھانے کے بعد خلال کیا جائے اور جو کچھ دانتوں سے زبان پر آئے اسے نگل لیا جائے اور جو خلال سے باہر نکلے اسے پھینک دیں۔
(۴) کھانے کا برتن' انگلی سے صاف کریں حدیث شریف میں ہے جو شخص برتن کو انگلیوں سے چاٹتا ہے اس کے لئے برتن بھی دعا کرتا

marfat.com

ہے الٰہی! اس شخص کو دوزخ سے محفوظ رکھنا! جیسے اس نے مجھے شیطان سے محفوظ کیا اور اگر برتن کو دھو کر اس کا پانی پی لیں تو اس پینے والے کو اتنا ثواب عطا کیا جاتا ہے جیسے اس نے غلام آزاد کر دیا ہو کھانے بعد یہ دعا پڑھے۔

الحمد لله الذی اطعمنا وسقانا و کفانا و اوانا

وھو سیدنا و مولانا پھر سورۂ اخلاص اور سورۃ القریش پڑھی جائے۔ تمام تعریفیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے جس نے ہمیں کھلایا' پلایا ہمیں کافی ہے اور اپنی ذات نے ہمیں حقیقی پناہ دی!

حلال کھانے پر شکر ادا کیا جائے اور شبہ کا کھانا ہو تو روئے اور غم کرے کو جو شخص کھاتا اور روتا ہے اس کے برابر وہ شخص نہیں جو کھاتا ہے اور غفلت سے سنتا بھی ہے۔

۵) جب ہاتھ دھونے لگیں تو (صابن وغیرہ) بائیں ہاتھ میں پھر دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے سروں کو تر کر کے دھوئیں تب صابن وغیرہ لگا کر انہیں صاف کرے پھر دانت' تالو' زبان اور ہونٹ اچھی طرح صاف کریں نیز انگلیوں کو عمدہ طریقہ سے مل کر دھوئیں بعدہ صابن سے منہ کو صاف کریں۔

۷) مل جل کر کھانے کے آداب

یہاں تک جو بیان ہوا وہ تنہا کھانے یا کسی کے ساتھ مل کر کھاتے وقت کے آداب کو ملحوظ رکھنے کے بارے تھا۔ لیکن اب کسی سرے کے ساتھ کھانا کھانے کے لئے علیحدہ کوئی خاص آداب تو نہیں تاہم ان آداب پر ان سات شقوں کا اضافہ کرنا بہتر ہے۔

۱) کھانے میں آداب محفل ہو ملحوظ رکھا جائے اس وقت از خود کھانا شروع نہ کریں جب تک کوئی بزرگ شخصیت' عمر' علم' عمل میں جو فضیلت رکھتی ہے وہ شروع نہ کرے اور اگر از خود دوسروں سے ان اوصاف میں بڑھ کر ہے تو اسے جلد شروع کر دینا چاہیے تاکہ دوسروں کو انتظار میں نہ رکھا جائے۔

۲) کھانا کھاتے وقت بالکل خاموش نہ رہے کہ یہ عجمیوں کی عادت ہے' ہاں اس کا یہ معنی بھی نہ لیا جائے کہ ہر قسم کی باتیں جائز ہوں گی فضولیات سے پرہیز بہتر ہے عمدہ' اور اعلیٰ' پاکیزہ سبق آموز باتوں میں کوئی مضائقہ نہیں جیسے نیک بندوں کی حکایات یا حکمت و دانائی کی باتیں!!

۳) اپنے ساتھی کا خیال رکھے یعنی اس سے زیادہ کھانے کی کوشش نہ کرے جب دونوں کا کھانا اکٹھا ہے تو دوسرے کا حصہ اپنے آپ پر حرام ہے اس لئے چاہیے کہ ایثار سے کام لیا جائے اور جو چیزیں کھانے میں عمدہ ہوں انہیں از خود اس کے آگے رکھے اگر وہ آہستہ آہستہ کھا رہا ہو تو اسے کہہ دیا جائے کہ بھئی! تکلف کو چھوڑیئے اور اچھی طرح کھایئے ہاں تین بار سے زیادہ نہ کہا جائے اس لئے کہ زیادہ کہنا بھی تکلف میں شمار ہوگا قسم دے کر نہ کھلائے اس لئے کہ قسم' کھانے پینے سے بلند تر ہے۔

۴) ہاں اسی طرح از خود بھی تکلف کو اختیار نہ کرے کہ اس کا ساتھی یہ کہنے پر مجبور ہو کہ "بھائی کھایئے بھی! کھاتے کیوں نہیں! بلکہ اس کے ساتھ پوری موافقت کی جائے جو جو وہ کھائے اس کے ساتھ ساتھ وہی کھایا جائے اور اپنی عادت سے کم بھی نہ کھائے کہ یہ بھی ریا میں شامل ہے ہاں جب اکیلے بھی کھائے تو تمام آداب کو ملحوظ رکھے جیسے لوگوں کے ساتھ رکھتا ہے تاکہ جب کبھی لوگوں کے

marfat.com

ساتھ مل کر کھانے کی نوبت آئے تو باادب کھایا جا سکے اگر ایثار کی نیت سے کم کھائے تو بہت ہی اچھی بات ہے ہاں اگر زیادہ کھانے سے میزبان کو راحت و مسرت حاصل ہو تو ان کی خواہش کو ملحوظ رکھنا بہت اچھا ہے۔

حکایت: زیادہ کھانے پر انعامی اسکیم کا اعلان

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ درویشوں کی دعوت کی اور ان کے سامنے کھجوریں رکھیں اور ساتھ ہی اعلان فرمایا "ہر اس شخص کو ایک ایک دانے کے بدلے ایک ایک دینار انعام دیا جائے گا جو زیادہ کھجوریں کھائے گا چنانچہ انہوں نے حسب اعلان ہر ایک کی گٹھلیاں شمار کیں اور جس کی سب سے زیادہ گٹھلیاں نکلیں اسے ہر زائد گٹھلی کے بدلے ایک ایک دینار انعام دیا گیا۔ (سبحان اللہ درویشوں کو زیادہ کھلانے کا کتنا عمدہ طریقہ سوچا)

(۵) نگاہ کھانے پر رکھے اور دوسروں کے لقموں کی طرف قطعاً نہ دیکھے اگر اسے لوگ احترام و اکرام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو چاہیے کہ دوسروں سے پہلے کھانے سے ہاتھ اٹھالے اور اگر طبعاً کم کھاتا ہے تو اسے چاہیے کہ آغاز سے ہی آہستہ آہستہ کھائے تاکہ آخر میں جتنی ضرورت ہے بخوشی کھا سکے اگر ایسا ممکن نہ ہو تو معذرت کر دے تاکہ دوسروں کو شرمساری سے بچایا جا سکے۔

(۶) ایسی کوئی حرکت نہ کرے کہ جس سے دوسرے نفرت و کراہت محسوس کریں یعنی برتن وغیرہ کو نہ جھٹکے اور اپنے منہ کو برتن کے اوپر اتنا نہ جھکائے کہ جو کھا رہا ہے وہ برتن میں گرتا رہے اگر بالفرض کوئی چیز منہ سے گرنے لگے تو منہ پھیر لے تاکہ دوسروں کو کراہت محسوس نہ ہو مرغن لقمے سرکہ میں نہ ڈالے نیز دانتوں سے کاٹے ہوئے لقمے کو برتن میں نہ رکھے۔ تاکہ لوگوں کو نفرت کا سامنا نہ کرنا پڑے اور نہ ہی ایسی چیزوں کے نام لے جو مکروہ اور بیزار کن ہوں۔

(۷) جب کسی طشت میں ہاتھ منہ دھوئے تو لوگوں کے سامنے ہی اس میں پانی نہ ڈالے اور ہاتھ منہ دھونے میں بھی صاحب شان و شوکت اور بزرگوں کو ترجیح دے یعنی پہلے انہیں ہاتھ صاف کرنے دیں ہاں اگر کوئی دوسرا شخص احتراماً اسے پہلے کہتا ہے تو اس کی بات کو قبول کر لیا جائے طشت کو دائیں طرف سے لائے اور تمام کا دھونی ایک ہی جگہ پڑنے دیں۔ بار بار پانی انڈیلنے کی ضرورت نہیں جیسے عجمیوں کی عادت ہے بہتر یہی ہے کہ بیک وقت ایک ہی جگہ پر ہاتھ دھولیا کریں (یعنی بین وغیرہ میں) کیونکہ یہ انکساری و تواضع کے قریب تر ہے اگر کلی کرنا مقصود ہو تو آہستگی سے پانی طشت میں ڈالے تاکہ اس کے چھینٹے کسی اور پر نہ گریں نہ ہی فرش خراب ہونے دیں ہاتھ دھلانے والے کے لئے کھڑا ہونا اچھا ہے کہ بیٹھ کر ہاتھ دھلانے میں قدرے مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔

احباب و رفقاء کے ساتھ کھانے میں فضیلت ہے!!

واضح ہو کہ دوست کو کھانے کی دعوت دینا صدقہ و خیرات سے بھی زیادہ فضیلت رکھتی ہے حدیث شریف میں ہے کہ تین چیزوں کا بندے سے حساب نہیں لیا جائے گا!

سحری، افطاری، اور دوستوں کو کھلائے گئے کھانے کا۔

☆ حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب اپنے احباب اور رفقاء کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھو تو جلدی نہ کرو

marfat.com

بلکہ زیادہ وقت دو کیونکہ اس وقت کی مقدار کو حساب عمر میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

☆ حضرت سیدنا امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ انسان جو از خود کھاتا اور اپنے والدین کو کھلاتا ہے اس کا حساب ہوگا لیکن جو کھانا اپنے رفقاء کی خدمت میں پیش کرتا ہے وہ حساب سے مستثنیٰ ہوگا۔

☆ بیان کرتے ہیں کہ کسی بزرگ کی عادت تھی جب وہ اپنے احباء و رفقاء کے لئے دسترخوان بچھاتے تو اسے طرح طرح کے کھانوں اور پھلوں سے بھر دیتے اور فرماتے حدیث شریف میں آیا ہے جو کھانا دوستوں کو کھلایا جائے اور اس سے پھر جتنا بچ رہے اس کا حساب نہیں ہوگا اور میں چاہتا ہوں وہی کھایا کروں جو دوستوں کے کھانے سے بچ رہے۔

☆ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک صاع یعنی ساڑھے چار کلو کھانا دستوں کے سامنے رکھنا میرے نزدیک ایک غلام کے آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

☆ حدیث شریف میں ہے روز قیامت اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا!

اے فرزند آدم (علیہ السلام) میں بھوکا تھا! تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا! اگر تو مجھے کھانا نہ کھلاتا؟ آدمی کہے گا! الٰہی! یہ کیسے تھا؟ تو تو ے جہاں کا پروردگار ہے اور کھانے پینے سے تیری ذات بے نیاز ہے؟

اللہ تعالیٰ فرمائے گا! تیرا فلاں بھائی تیرے دروازے پر آیا اور اس نے بھوک کی وجہ سے کھانا طلب کیا تو نے انکار کیا! اگر تو اسے ا دیتا تو وہ ایسے ہی تھا کہ تو نے مجھے کھانا دیا!

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کھلائے یا پلائے یا اسے کچھ دے جس سے وہ سیر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے آتش دوزخ سے سات خندقوں کی مقدار کے برابر دور رکھتا ہے جب کہ ہر ایک خندق کا درمیانی فاصلہ پانچ صد سال کی مسافت ہوگا نیز فرمایا خیر کم من اطعمه الطعام' تم میں وہ شخص بہترین ہے جو لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے۔

تی دوستوں کے ساتھ کھانے کے آداب؟

واضح ہو کہ اس سلسلے میں چار آداب مرقوم ہیں۔

پلا ادب تو یہی ہے کہ قصداً کھانا کھانے کے لئے کسی دوست کے پاس نہ جائے حدیث شریف میں جو شخص بن بلائے کسی کے اں کھانے کی نیت سے جائے تو اس کی نیت خراب ہے اور اس کا کھانا حرام خوری کے زمرہ میں آئے گا ہاں اگر بلا قصد کسی کے س جانا ہو جائے تو بھی بلا اجازت دسترخوان پر نہ بیٹھے بلکہ میزبان کہے بھی تو بہتر ہے نہ کھائیں لیکن نہایت سلیقے سے معذرت رتے ہوئے کھانے سے انکار کریں۔

البتہ کسی ایسے دوست کے ہاں جانا ہو جس پر مکمل بھروسہ ہے اور اسکے دل کی کیفیت تک کو وہ سمجھتا ہے (کہ مجھے کھانے میں شامل خوش ہوگا) تو اسے ایسے دوستوں کے ہاں بلا تکلف کھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ یہ سنت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم' سیدنا ابوبکر صدیق' حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھوک کے عالم میں حضرت ابو ایوب انصاری اور ابو الہیثم بن ضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاں پہنچے اور ان سے کھانا طلب فرمایا انہوں نے بخوشی پیش کیا اور آپ نے تناول فرمایا اس طرح میزبان

marfat.com

کے لئے خیر و برکت میں اعانت ہے۔ جب معلوم ہوا کہ وہ از خود اس بات کی رغبت رکھنے والا ہے۔ (یعنی اسے کریم صفت مہمانوں کی آمد پر خوش ہوتا ہے)

روایات و حکایات

حکایت: تین سو ساٹھ دوست؟

بیان کرتے ہیں کہ ایک بزرگ کے تین سو ساٹھ دوست تھے ہر شب وہ کسی نہ کسی کے ہاں چلے جایا کرتے تھے۔ اسی رسالہ اور بزرگ کی بات ہے کہ اس کے تیس دوست تھے۔ جب کہ ایک اور بزرگ کے ساتھ دوست تھے اور یہ بھی یوں کہ کسی نہ کسی دوست ہاں مہمان ہوتے اس طرح وہ اپنے دوستوں کے لئے کسب و فراغت عبادت کا سبب بن جایا کرتے یعنی وہ مہمان کی خاطر و تواضع مصروف ہونے کا باعث شب و روز کی مسلسل عبادت سے قدرے آرام حاصل کر لیتے اس طرح ان کا وقت بھی ضائع نہ ہوتا اس مقدار وقت کا تو حساب ہی نہیں ہے۔ جو دوستوں کی خدمت میں گزرے اور پھر دینی رفاقت میں تو یہاں تک جائز ہے کہ عدم موجودگی میں بھی اس کے ہاں جا سکتا ہے اور اس کے گھر سے کھانا کھائے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدم موجودگی میں ان کے گھر تشریف لے گئے اور وہی پر کھانا فرمایا اس لئے کہ آپ جانتے تھے کہ میرے اس عمل مبارک سے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے حد خوشی ہوگی۔

☆ حضرت محمد بن واسع جو بلند مرتبت متقین میں سے شمار ہوتے ہیں وہ ایک مرتبہ اپنے رفقاء کے ساتھ حضرت امام حسن بصری اللہ تعالیٰ عنہ کے دولت خانہ پر تشریف لے گئے (ان کے گھر والوں سے) جو کھانا میسر آیا کھایا اور چلے آئے جب حضرت بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی آمد کا پتہ چلا تو خوشی و مسرت سے کھل اٹھے۔

☆ اسی طرح حضرت امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رفقاء ان کی عدم موجودگی ان کے گھر تشریف لے گئے (ان کے نے) مہمانوں کو کھانا پیش کیا اور وہ کھانا کھا ہی رہے تھے حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر تشریف لے آئے اور د کہنے لگے میں تمہارا کن الفاظ میں شکریہ ادا کروں کہ تم لوگوں نے تو اسلاف کی یاد تازہ کر دی کہ وہ ایسا مبارک عمل کیا کرتے

☆ جب کوئی ملاقاتی دوست آئے تو اس کے سامنے وہی کچھ لے آئیں جو گھر میں موجود ہو پر تکلف کھانے کی چنداں ضرورت اور ادھار قطعاً نہ لے اگر چہ کوئی چیز بھی گھر پر نہ پائے اگر بالفرض موجود ہو اور وہ صرف بچوں کی ہی ضرورت کو پوری کرتا بچوں کے لئے رہنے دیں۔ (دوست سے مناسب الفاظ میں معذرت کر لی جائے) (تابش قصوری)

☆ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی نے دعوت پر بلایا آپ نے فرمایا میں تین شرائط پر تمہاری دعوت قبول کر سکتا (۱) یہ کہ تم بازار۔ کوئی چیز نہیں لاؤ گے۔ (۲) جو کچھ گھر میں ہو اسے واپس نہیں لے جاؤ گے۔ (۳) تیسری شرط یہ کہ اہل و عیال کا حق محفوظ رکھو گے۔

☆ حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ ایک دوسرے سے دور دور رہنے لگے ہیں اس کا باعث تکلف

marfat.com

اگر یہ تکلف ان کے درمیان سے اٹھ جاتے تو پھر بلا تکلف حسب سابق میل جول شروع کر دیں گے جو محبت کی بنیاد ہے۔

☆ ایک بزرگ کا اپنے دوست کا ہاں جانا ہوا۔ اس نے بڑے تکلف سے کام لیا مہمان بزرگ نے کہا جب تم اکیلے ہوتے ہو تب تو اتنے نہیں اٹھاتے اور جب میں اکیلا ہوتا ہو تو کبھی تکلف سے کام نہیں لیتا۔ پھر جب باہم مل بیٹھے ہیں تو کیا تکلف فرض تھا؟ لہٰذا میری بات مانو اور تکلف کو ترک کر دو ورنہ میں تمہارے پاس آنا ترک کر دوں گا۔

☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا ''تکلف مت کرنا'' اور جو کچھ موجود ہو اس سے گریزاں نہ ہونا''

حضرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا معمول رہا ہے کہ روٹی کے ٹکڑے اور خشک کھجوریں ایک دوسرے کی خدمت میں پیش کر دیا کرتے اور فرمایا کرتے ''اس شخص سے بڑھ کر گناہ کا مرتکب کون ہوگا جو کھانے پینے کی اشیاء کو حقیر سمجھتا ہے جو وقت پر موجود ہوں اور مہمانوں کے سامنے نہیں لاتا' نیز وہ شخص جو دوسروں کے حاضر طعام کو حقیر تصور کرتا ہے حالانکہ حضرت یونس علیہ السلام کے لنگر میں روٹی کے ٹکڑے ساگ ہوتا اسی سے لوگوں کی ضیافت فرمایا کرتے تھے اور ارشاد فرماتے ''اگر اللہ تعالیٰ نے تکلف کرنے والوں پر لعنت نہ بھیجی ہوتی تو میں بھی ضرور تکلف سے کام لیتا۔

حکایت: حضرت زکریا علیہ السلام اور پیکر حسن و جمال عورت؟

بیان کرتے ہیں کہ ایک بار چند لوگ آپس میں جھگڑ پڑے اور فیصلہ کے لئے حضرت زکریا علیہ السلام کی تلاش میں نکلے جب وہ لوگ آپکے گھر پہنچے تو ان کی نظر ایک حسینہ جمیلہ خاتون پر پڑ گئی۔ وہ حیران ہوئے کہ نبی کے گھر میں پیکر حسن و جمال عورت؟ آخر وہ تلاش کرتے کرتے آپ کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا آپ مزدوری کر رہے ہیں جب یہ لوگ آپ کے پاس پہنچے اس وقت آپ کھانا تناول فرما رہے تھے' لوگوں نے اپنا معاملہ پیش کیا۔ آپ ان کی باتیں سنتے جا رہے تھے اور ساتھ ساتھ کھانا بھی کھاتے رہے مگر انہیں رسماً بھی کھانے کی دعوت نہ دی۔

جب وہاں سے اٹھے تو ننگے پاؤں ہی تشریف لے آئے وہ لوگ آپ کی ان تینوں باتوں پر تعجب کرنے لگے ان سے نہ رہا گیا اور دریافت کرنے لگے آپ نے فرمایا۔

''لوگو! وہ حسین و جمیل خاتون میری زوجہ ہے جو میرے دین کی محافظ ہے یعنی میری آنکھ کسی اور پر نہ پڑے اور دل کسی اور خاتون کی طرف مائل نہ ہو اور کھانے کے لئے رسماً بھی میں نے تجھے نہیں کہا کہ وہ کھانا مزدوری کی اجرت میں ملا تھا اور مجھے اس لئے دیا گیا تھا کہ میں اسے کھا کر طاقت پکڑوں اور کام اچھی طرح سرانجام دے سکوں اگر میں کھانا کم کھاتا تو ان کے کام میں کسر واقع ہونے کا خدشہ تھا۔ (اس بنا پر تمہیں دعوت نہ دی) رہا معاملہ ننگے پاؤں وہاں سے باہر نکلنے کا تو اس کا سبب یہ ہے کہ اس زمین کے مالکان کا آپس میں نزاع ہے اور میں نہیں چاہتا کہ اس زمین کی مٹی میرے جوڑے کے ساتھ لگ کر کسی دوسرے کی زمین میں جا پڑے پس ان باتوں سے یہ نتیجہ نکلا کہ تمام امور و معاملات میں سچائی اور راستی کو تکلف پر برتری حاصل ہے۔

marfat.com

(۳) میزبان پر حکم نہ چلائے

تیسری شرط یہ ہے کہ میزبان پر مہمان بلاوجہ حکم نہ چلانے لگے کہ فلاں فلاں چیزیں مہیا کریں عین ممکن ہے کہ میزبان کے لئے ان اشیاء کا مہیا کرنا دشوار ہے۔ ہاں میزبان اگر مہمان کو از خود دو چیزوں میں سے ایک کو پسند کرنے کا اختیار دے تو مہمان کو چاہیے کہ میزبان کے لئے آسان تر چیز کو اختیار کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ کار رہا۔

حکایت: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جو اور نمک

بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں مہمان ہوا آپ نے اس کے سامنے جو کی روٹی اور نمک رکھا۔ وہ آدمی کہتا کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس کے ساتھ سعتر (خاص قسم کی پتی) ہوتی تو نمک سے عمدہ تھی۔

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کوئی چیز نہ تھی کہ اسے خرید سکے چنانچہ اس کی دلدہی کے لئے آفتابہ (لوٹا) گروی رکھا اور اس کی خواہش کی تکمیل فرمادی کھانا کھانے کے بعد اس شخص نے یوں دعا مانگی الحمد للہ الذی قنعنا بحار زقنا حمد ہے اس ذات اقدس کی جس نے اپنے رزق میں قناعت سے نوازا حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر تو قناعت گزار ہوتا تو مجھے آفتابہ گروی رکھنے کی ضرورت پیش نہ آتی! ہاں! اگر یہ سمجھے کہ میری فرمائش میزبان کے لئے دشواری کی بجائے شادمانی کا سبب ہوگی تو اپنی من پسند چیز طلب کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

حکایت: حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زعفرانی کی کنیز؟

بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار بغداد شریف میں زعفرانی کے ہاں مہمان ہوئے زعفرانی یومیہ کھانوں کی فہرست بنا کر باورچی کے سپرد کر دیتا ایک دن حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فہرست کو دیکھا تو اس میں اپنے من پسند کھانے کا اضافہ کر دیا زعفرانی نے جب وہ تحریر اپنی کنیز کے ہاتھ ملاحظہ کی تو وہ اس قدر خوش ہوا کہ بطور شکرانے اس نے کنیز کو آزاد کر دیا۔

(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ میزبان از خود مہمانوں سے دریافت کرے کہ آپ لوگ کیا کچھ کھانا پسند کریں گے؟ اور کونسی چیز مرغوب ہے! بشرطیکہ اس کا دریافت کرنا خلوص پر مبنی ہو۔ اس لئے کہ مہمانوں سے دریافت کرنے میں میزبان کو بے حد ثواب ملتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو میزبان اپنے مسلمان بھائی مہمان کی فرمائش پوری کرتا ہے۔ اسے ایک ہزار نیکیاں عطا کی جاتی ہیں اور اس کے نامہ اعمال سے ایک ہزار گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اس کے مدارج و مراتب میں ہزاروں گنا اضافہ کر دیا جاتا ہے اور ہر سہ جنتوں، فردوس، عدن اور خلد میں سے اسے حصہ دیا جائے گا لیکن میزبان کے دریافت کرنے کا انداز یہ نہ ہو فلاں چیز لاؤں کہ نہ؟ کیونکہ یہ مکروہ اور قابل مذمت ہے اور اس سے بہتر یہی ہے کہ جو ما حضر بلا تکلف ہو لائے آگے مہمان کی مرضی کھائے یا نہ کھائے!!

فضائل میزبانی

واضح ہو کہ جو مذکور ہوا وہ بن بلائے مہمانوں کے متعلق تھا ورنہ دعوت کے احکام اس سے مختلف ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب کوئی

marfat.com

...ن بلائے مہمان بن جائے اس کے لئے کسی قسم کا تکلف نہ کیا جائے اور اگر کسی کی دعوت کی جائے تو پھر اس کی ''حیثیت کے پیش نظر'' ...لفات سے گریز نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ خصوصی ضیافت کی بہت فضیلت ہے۔

عربوں کا تو عموماً یہ طریقہ ہے کہ اثنائے سفر وہ بلا تکلف ایک دوسرے کے ہاں چلے جایا کرتے ہیں اس کے لئے ان کے نزدیک ...مہمان کا حق ادا کرنا بے حد شان رکھتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو آدمی مہمان نواز نہیں گویا کہ اس میں نیکی کا مادہ ہی ...ہیں۔ نیز فرمایا مہمان کے لئے تکلف' بے تکلف کرو کیونکہ ایسا نہ کرنا اس کے ساتھ دشمنی کے مترادف ہے۔ جو مہمان کا دشمن' وہ رحمان کا ...من ہے اگر مہمان غریب ہے تو اس کے لئے تو قرض لے کر تکلف کرنا بھی درست ہے۔ البتہ یومیہ آنے والے احباء و رفقاء کے لئے ...لفات کی چنداں ضرورت نہیں اس لئے کہ اس میں تعلقات کے منقطع ہونے کا خدشہ ہے۔

...کایت: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی زرہ؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ آپ نے مجھے ایک یہودی کے ہاں آٹا بطور ادھار لانے ...حکم فرمایا کہ اسے کہیں میرے ہاں مہمان آئے ہیں تم آٹا دے دو۔ ماہ رجب میں واپس کر دوں گا۔

یہودی بولا کوئی چیز گروی رکھ دو' آٹا لے لو! میں واپس آیا اور سارا ماجرا کہہ سنایا آپ نے یہ سنتے ہی فرمایا ''واللہ! میں تو زمین و ...سمان میں ''امین'' ہوں! کیا ہی اچھا ہوتا وہ یونہی دے دیتا تاہم تم میری زرہ لے جاؤ اور اس کے ہاں گروی رکھ کر آٹا لے آؤ۔!!

فائدہ: معلوم ہوا کھانے پینے کی اشیاء بوقت ضرورت غیر مسلم سے بھی لی جا سکتی ہیں اور ان کا استعمال جائز ہے۔ (تابش قصوری)

...یت: حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور مہمانوں کی تلاش؟

بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا معمول تھا کہ وہ مہمانوں کی تلاش میں دو' دو میل باہر نکل جایا کرتے اور جب ...ئی مہمان مسافر نہ ملتا تو آپ اس دن کھانا نہیں کھاتے تھے ان کے اس بابرکت معمول کا صدقہ آج تک ان کے مزار شریف ''الخلیل ...طین'' میں یہ رسم ضیافت (لنگر) جاری و ساری ہے اور کوئی رات ایسی نہیں آئی جس رات آپ کے مشہد شریف (مزار مبارک) مہمانوں سے خالی رہا ہو۔ بعض اوقات تو مہمانوں کی تعداد دو دو سو سے بھی بڑھ جاتی ہے اسی بناء پر کئی لوگوں نے آپ کے لنگر ...لے لئے گاؤں وقف کر رکھے ہیں۔

...ائدہ) حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے وقت کی بات کر رہے ہیں جس سے پتہ چل رہا ہے کہ عقیدت مندوں کا صاحب ...ر کی خدمت میں حاضر ہونے والوں نے لنگر خانے جاری کر رکھے تھے سو ہمارے ہاں بھی مزارات اولیاء پر لنگر اور تبرک کا سلسلہ ...ری ہے خصوصاً حضرت شیخ المشائخ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مزار اقدس پر یومیہ سینکڑوں دیگیں زائرین پر تقسیم ہو جاتی ہے بلکہ ...اں تک کہ یہاں سے تو ارباب حل وعقد کے گھروں میں بھی یہی سے لنگر جاتا رہتا ہے اور آپ کے فیوض و برکات کا مظاہر ہر خاص و ...یوں کرتے رہتے ہیں۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

marfat.com

دعوت اور قبولیت کے آداب؟

☆ مسنون طریقہ

دعوت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ نیک اور پرہیزگاروں کو دعوت دی جائے اور بروں سے پرہیز کی جائے۔ اس لئے کہ کھانا کھلانا گویا کہ مہمانوں کو قوت مہیا کرنے کے مترادف ہے اور فاسق کو قوت دینا ایسا ہی ہے جیسے فسق و فجور اور برائی کو قوت دی۔

نیز دعوت میں مساکین کو ترجیح دیں' دولت مندوں سے اعراض کریں اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد۔ دعوت وہ دعوت ولیمہ ہے جس میں امراء کو تو بلایا جائے اور غرباء و مساکین سے اعراض کیا جائے۔

مزید فرمایا! تم لوگ تو دعوت دینے میں بھی خطا کے مرتکب ہوتے ہو کیونکہ ایسے لوگوں کو بلاتے ہو جو آتے نہیں اور جو آ سکتے انہیں تم بلاتے نہیں؟

ضیافت و دعوت میں مناسب ہے کہ اپنے عزیز و اقارب اور احباب و رفقاء کو نہ بھولیں انہیں ضرور بلائیں کیونکہ ان کو نہ وحشت کا باعث ہے ہاں دعوت کا مقصد تفاخر اور اپنی بڑائی اظہار نہیں ہونا چاہیے بلکہ نیت یہ ہونی چاہیے کہ میں سنت مصطفیٰ علیہ الثناء ادا کر رہا ہوں وہ یوں کہ غرباء و مساکین کو کھانا کھلا کر خوش کر رہا ہوں۔

جس آدمی کے بارے معلوم ہوا کہ وہ نہیں آئے گا اسے دعوت ہی نہ دی جائے کہ اس سے بلانے والے کو نہ آنے پر بلاوجہ رنج ہوگا اور جو آدمی برضا و رغبت خوشی و مسرت سے دعوت قبول نہ کرے اسے بھی نہ بلایئے اس لئے کہ اگر وہ دعوت قبول بھی کرے بخوشی کھانا وغیرہ تناول نہیں کرے گا اور اس کا یہ فعل دوسروں کی اذیت و کراہت کا سبب ہوگا!

☆ شرائط آدابِ قبولیت!

(۱) دعوت کی قبولیت کے سلسلہ میں یہ بات بہت ضروری ہے کہ امیر و غریب کے درمیان فرق ملحوظ نہ رکھے اور محتاج کو دعوت کے موقع میں حقارت سے نہ دیکھے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مساکین کی دعوت بخوشی قبول فرمالیا کرتے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بار مساکین کی جماعت کے پاس سے گزر ہوا' کیا دیکھتے ہیں کہ انہوں نے روٹی کے ٹکڑے اپنے سامنے رکھے ہوئے ہیں اور بڑے ذوق سے کھا رہے ہیں اور عرض کرنے لگے! اے فرزند رسول ما! ہمارے ساتھ موافقت فرمایئے آپ فوراً سواری سے نیچے آئے اور ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ متکبرین کو پسند نہیں فرماتا۔ کھانے سے فارغ ہوئے تو فرمایا اب تم کل میری دعوت کو قبول کریں انہوں نے بخوشی قبول کیا اور ان کی ضیافت کے لئے انواع اقسام کے کھانے تیار کرائے اور انہیں اپنے ساتھ بٹھا کر خوب کھلایا!!

(۲) دعوت کی قبولیت کے سلسلہ میں دوسری بات یہ ہے کہ اگر مہمان یہ سمجھے کہ یہ میری دعوت کر کے مجھے احسان مند کرنا چاہتا ہے اور دعوت محض دکھاوا ہے۔ تو معذرت کرتے ہوئے ایسی دعوت کو قبول نہ کرے اس لئے کہ صحیح اور اصلی دعوت تو وہی ہوتی ہے

marfat.com

میزبان مہمان کا شکر گزار ہو کہ اس نے میری دعوت قبول کر لے مجھے اپنا ممنون احسان بنا دیا ہے۔

(۳) یوں ہی اگر وہ یہ سمجھے کہ ضیافت میں مشکوک شے پائی گئی ہے یا ممنوعات و نواہی اشیاء اس کے ہاں موجود ہیں یہ کہ اس کے گھر ریشم و مخمل کے فرش ہیں یا سونے چاندی کے برتن استعمال ہوتے ہیں یا در و دیوار کو جاندار تصاویر سے آراستہ کیا گیا ہے یا چھتوں پر نقش کندہ ہیں اور سازوں کے ساتھ گانے بجانے کی عادت ہے۔ یا وہاں کسی مسخرے کو لغویات میں لگا رکھا ہے نیز فواحش پر وہاں کی پابندی نہیں یا جوان عورتیں آزادانہ مردوں کے ساتھ اختلاط میں مصروف ہیں شرم و حیا کو طاق نسیان میں رکھے ہوئے فری گفتگو میں محو ہیں چونکہ یہ سبھی باتیں بری اور مزمت کے لائق ہیں اس لئے ایسی جگہ پر جانا غیر مناسب ہے لہٰذا ایسے میزبان کی دعوت کو نہایت حقارت سے ٹھکرا دینا ضروری ہے۔

(تنبیہ) یہ تو حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے زمانے کی کیفیات کو دیکھتے ہوئے رقم فرمایا ہے مگر آج جدید ترین تہذیب و ثقافت میں جہاں شرم و حیا کا جنازہ نکل چکا ہے نوجوان' لڑکے لڑکیاں برہنہ ناچ ناچنے میں فخر محسوس کرتی ہیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ یہ حیا سوز حرکات کر کے کس ثقافت کو پروان چڑھا رہی ہیں اگر آپ اس مادر' پدر آزادی کو دیکھتے تو بقول علامہ اقبال مرحوم پکار اٹھتے

یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں ہنود

یوں ہی جب معلوم ہو کہ میزبان بدعتی ہے (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام' اہل بیت عظام' اولیائے عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بے ادب اور گستاخ ہے) فاسق و فاجر اور ظالم ہے تو اس کی دعوت قطعاً قبول نہ کریں کیونکہ اس کا مقصد لاف زنی کی تسکین کے سوا کچھ اور نہیں ہے اگر بالفرض دعوت قبول کر چکے ہوں اور بعد میں پتہ چلے تب بھی ٹھکرا دیں یا پھر اسے مقبوحات سے دیکھیں اگر بضد ہو تو وہاں سے نکل آئیں۔

ہاں دعوت کو اس بنا پر نہ ٹھکرائے کہ میزبان کا گھر دور ہے بلکہ جہاں تک ممکن ہو عادتاً برداشت کرے۔

توریت شریف میں تھا کہ بیمار کی عیادت کے لئے ایک میل جنازہ کی شرکت کے لئے دو میل اور مہمانی کے لئے تین میل تک بھی جانا پڑے تو ضرور جایئے۔ برادر دینی و اسلامی کے لئے تو چار میل کی مسافت طے کرنی پڑے تب بھی جانا چاہیے۔

(۴) محض روزے کے باعث کسی کی دعوت کو رد نہیں کرنا چاہیے۔ اگر میزبان کی خوشی ہو کہ بے شک میرے ہاں ضیافت سے کچھ کھائے یا نہ کھائے مگر کم از کم عمدہ عمدہ کھانوں کی خوشبو اور سبق آموز باتوں سے میرے دل کا بہلائے گا تو روزہ دار کی خوشی اور حوصلہ افزائی کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے ہاں اگر میزبان کی ناراضگی کا خدشہ ہو تو نفلی روزہ اس کی دلداری کے لئے افطار کرے (پھر بعدہ میں اس کی قضا کرے کیونکہ کوئی بھی نفلی عبادت شروع کرنے کے بعد اس کی ادائیگی فرض ہو جاتی ہے لہٰذا محض نفل سمجھ کر اسے ہلکا نہ جانے) (تابش قصوری) اس لئے کہ ایک مسلمان کے دل کو خوش کرنا نفلی روزے سے افضل تر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو مورد اعتراض قرار دیا ہے اپنے دوست کی دعوت کو رد کرتا ہے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تیرا بھائی تو تیرے لئے یہ اہتمام کرے اور تو محض یہ کہ اس کا دل توڑے کہ میں روزے سے ہوں!

marfat.com

(۵) دعوت اور پیٹ بھرنا

دعوت کو محض اس لئے قبول کرنا کہ سیر ہو کر کھایا جائے گا خوب پیٹ بھرے گا یہ بات عظمت انسانیت کے سراسر خلاف ہے کیونکہ یہ تو حیوانات کا فعل ہے بلکہ دعوت قبول کرتے وقت فقط نیت سنت رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے ادائیگی ہو اور شکم پری کے بڑے اور قبیح ارادے سے باز رہنا چاہیے ہاں انکار نہیں کرنا چاہیے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جو دعوت قبول نہیں کرتا وہ خدا و رسول کے ہاں خطاوار ہے۔ اسی بناء پر بعض اسلاف کا کہنا ہے کہ دعوت کا قبول کرنا واجب ہے لیکن اپنے مسلمان بھائی کی عزت افزائی کے لئے قبولیت ہونی چاہیے۔

حدیث شریف میں ہے جس نے کسی ایماندار کو خوش کیا گویا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا اور جس نے ایمانداری کی عزت افزائی کی گویا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی عزت کو ملحوظ رکھا۔

قبولیت دعوت میں میزبان سے ملاقات کی نیت بھی کر لے کیونکہ احباء و رفقاء کی زیارت و ملاقات بڑی عظمت رکھتی ہے اور غیر حاضری سے بچاؤ کا قصد ہو کیونکہ ہوسکتا ہے لوگ بدمزاج اور متکبر ہونے کا طعنہ دیں کہ وہ تو اپنی بڑائی کی خاطر نہیں آیا۔ یہ تمام نیات دعوت میں حاضر ہونے کی ہیں اور ہر ایک نیت پر ثواب ملتا ہے اور ایسی ہی نیات کے وسیلہ سے مقرب بارگاہ بن جاتا ہے۔ اولیاء کرام اور اسلاف عظام کی ہمیشہ یہی عادت رہی ہے کہ ان کی ایک ایک حرکت اور ایک ایک سانس کے ساتھ نیت وابستہ ہو جو امور دینیہ کسی بھی طرح کی نسبت رکھتا ہو۔

حاضری کے آداب

☆ مہمان کو میزبان کے ہاں وقت پر پہنچ جانا چاہیے تاکہ میزبان اور دیگر متعلقین و حاضرین کو انتظار کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔

☆ عمدہ جگہ بیٹھے یا جہاں میزبان بٹھائے اگر دیگر مہمان اسے صدر محفل منتخب کریں تو نہایت تواضع اور انکساری کا مظاہرہ کرے۔

☆ جہاں خواتین کی نشست ہو اس طرح ہرگز نہ بیٹھے۔

☆ جب کھانا وغیرہ لایا جا رہا ہو تو ادھر زیادہ توجہ نہ کرے۔

☆ خلاف شرعیہ کوئی چیز پائے تو اس سے انکار کرے بلکہ منع کرے اگر منع کرنے پر بھی میزبان باز نہ آئے تو محفل کو چھوڑ کر باہر آ جائے۔

حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہیں اگر میزبان کے ہاں چاندی کی سرمے دانی دیکھ پائے تب بھی اس محفل سے نکل آئے۔

آداب میزبانی

☆ اگر مہمان، میزبان کے ہاں رات گزارنا چاہتا ہے تو میزبان کے لئے ضروری ہے کہ وہ مہمان کو سمت کعبہ کے ساتھ ساتھ باتھ روم (طہارت خانہ) بھی دکھائے۔

☆ کھانا جلدی لگانا چاہیے کیونکہ یہ امر مہمانوں کی از خود عزت افزائی کے زمرہ میں آتا ہے، تاکہ انہیں انتظار میں نہ رہنے دیا جائے۔

marfat.com

☆ ایک کے علاوہ جب سبھی مہمان آ چکے ہوں تو حاضرین کا حق فائق ہے۔ ہاں اگر کوئی بزرگ ہو اور اس کے دل شکستہ ہونے کا اندیشہ ہو تو اس سبب سے قدرے دیر کرنا مناسب ہے تاہم عموماً جلدی مہمانوں کو فارغ کرنا بہت اچھا ہے۔

☆ حضرت حاتم اصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ جلد بازی شیطان کا کام ہے مگر پانچ امور میں ایسی کوئی بات نہیں۔

(۱) مہمان کو کھانا کھلانا۔

(۲) فوت شدہ مسلمان کی تجہیز و تکفین کرنا۔

(۳) اپنی دختر کا نکاح کرنا۔

(۴) قرض ادا کرنا۔

(۵) گناہوں سے تائب ہونا۔

ہاں دعوت ولیمہ میں بھی جلدی کرنا بہتر ہے۔

☆ پھل، فروٹ (چاٹ وغیرہ) کو ہر قسم کے کھانے سے پہلے پیش کیا جائے دسترخوان کو سبزیوں کے سالن سے خالی نہ رکھیں کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔ جب تک دسترخوان پر سبزی موجود رہے گی وہاں پر فرشتے موجود رہیں گے۔

نہایت عمدہ قسم کے کھانے پہلے رکھیں تاکہ مہمان سیر ہو کر کھائیں بعض بسیار خود میزبان ثقیل تر اشیاء پہلے دسترخوان پر سجاتے ہیں تاکہ مہمان زیادہ کھائیں اور یہ مکروہ ہے۔

بعض میزبان بیک وقت ہر قسم کے کھانے دسترخوان پر چن دیتے ہیں تاکہ ہر ایک من پسند کھائے۔

طرح طرح کے کھانے دسترخوان پر موجود ہوں تو اسے جلدی لپیٹنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے ممکن ہے کسی کی اشتہاء باقی ہو۔

دسترخوان پر کھانا مختصر سا نہ رکھیں۔ کیونکہ یہ بے مروتی کی دلیل ہے۔ مگر خواہ مخواہ بہت زیادہ بھی نہ رکھا جائے کہ اس میں تکبر کا مظاہرہ ہے۔ ہاں اگر یہ نیت کر لی ہو کہ جو بچے گا اس کا حساب، کتاب نہیں ہوگا تو زیادہ رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ایت: حضرت ابراہیم ادھم اور کھانے کی کثرت؟

بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم ادھم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنے مہمانوں کے سامنے بہت زیادہ کھانے رکھ دیئے۔ حضرت یان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے۔ خدا سے ڈرو! یہ تو کلی طور پر اسراف (فضول خرچی) ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ کھانے میں اسراف نہیں ہے کیونکہ مہمانوں سے جو کھانا بچ رہے گا اس حساب نہیں ہوگا!!

مناسب ہے کہ اہل و عیال کا حصہ پہلے سے علیحدہ کر لیا جائے۔ تاکہ ان کی نگاہیں دسترخوان پر نہ لگی رہیں عین ممکن ہے جب مہمان دسترخوان سے تمام ترچیزیں کھالیں تو وہ مہمان کے بارے غلط سلط باتیں کرنے لگیں اور یہ ان کے ساتھ خیانت ہوگی۔

دیش اور آدابِ دعوت

یہ قطعاً جائز نہیں کہ مہمان دسترخوان سے کھانا پلے باندھ لیں۔ جیسا کہ بعض صوفیوں کی عادت ہے ہاں میزبان از خود کہے یا دے

marfat.com

کہ اپنے ساتھ لے جاؤ تو جائز ہے! مگر یہ بھی تب ہی لینا جائز ہوگا جب وہ دلی طور پر کہہ رہا ہو نہ کہ بطور شرم و مروت!

یعنی مہمان کو یقین کامل ہو کہ میزبان کی یہ پیشکش خلوص نیت سے ہے تاہم ایسی صورت میں بھی یہ امر انتہائی ضروری ہے کہ مہمان اپنے ہم نوالہ ہم پیالہ کے ساتھ زیادتی کا مرتکب نہ ہو۔ یعنی اتنا زیادہ کھانا نہ اٹھائے کہ اپنے ساتھی کی حق تلفی ہو۔ اس لئے کہ ایسا کرنا حرام ہے یوں ہی میزبان کو بھی اتنا زیادہ لے جانا ناگوار گزرے تب بھی حرام کے زمرہ میں آئے گا۔ بلکہ ایسی صورت میں تو اسے کھانے اور چوری کے کھانے میں فرق نہیں رہے گا اور اگر میزبان محض شرم کے مارے نہ اٹھائے تو ایسے کھانے کا لے جانا بھی حرام ہے!

ضیافت سے واپسی کے آداب

☆ مہمان بعد از فراغت میزبان سے اجازت لے کر باہر آئے۔

☆ میزبان کو چاہیے کہ مہمانوں کو گھر کے دروازے تک الوداع کہے۔

☆ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ مہمانوں سے عمدہ اور خوش اسلوبی سے بات چیت کی جائے فراخدلی اور کشادہ روئی سے خیر مقدم کرے۔

☆ مہمان کو چاہیے میزبان کوتاہی و تقصیر سے درگزر کرے بلکہ خندہ پیشانی سے پردہ ڈالے۔ یعنی میزبان کی کسی خامی و کمزوری کو مت اچھالے۔ پردہ پوشی اور حسن اخلاق کو بہت سی تقریبات پر زیادہ فضیلت ہے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں یہ حکایت بیان کرتے ہیں۔

حکایت: حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میزبان کے دروازے پر

بیان کرتے ہیں کہ ایک نوجوان نے حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت کی۔ جس کا اہتمام اس نوجوان کے والد نے کیا تھا۔ مگر باپ کو بیٹے نے خبر نہ کی کہ میں نے حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی مدعو کیا ہے۔

چنانچہ جب حضرت میزبان کے دروازے پر پہنچے تو اس نوجوان کے باپ نے آپ کو دروازے پر روکا! اندر نہ جانے دیا۔ آپ واپس چلے آئے لڑکے نے دوبارہ طلب کیا تو آپ پھر تشریف لے آئے مگر دروازے پر پھر روکے گئے آپ پھر واپس ہوئے اسی طرح چار مرتبہ آنا ہوا تاکہ اس نوجوان کا دل خوش ہو واپس جاتے رہے تاکہ اس کا باپ خوش ہو جائے اور ان اوقات میں آپ فارغ تھے اس لئے آنے جانے میں کوئی نقصان بھی واقعہ نہ ہوا۔ لیکن ہر رد اور قبول میں عبرت پنہاں تھی اور وہ جاتے تھے کہ یہ سبھی کچھ کسی اور ہی کی طرف سے ظہور پذیر ہے۔ (جس ذات اقدس کا ارشاد ہے فعال لما یرید) (تابش قصوری)

اصل دوم

آداب نکاح

واضح ہو کہ نکاح کرنا بھی امور دینیہ میں سے ایک اہم امر ہے۔ جیسے کھانا' کھانا بھی صراط دین میں ہے اس لئے کہ دینی امور کو سرانجام دینے کے لئے انسان کو زندگی کی ضرورت ہے اور زندہ رہنے کے لئے کھانا پینا لازمی امر ہے۔ تاکہ شخصیت کی بقا قائم رہے اسی

marfat.com

رح اسی طریق سے جنس انسان اور نسل انسانی کی بقا ضروری ہے اور یہ نکاح کے سوا ممکن نہیں لہٰذا نکاح ہی وجود انسانی کی بنیاد ہے اور
راہی اس وجود کو قائم رکھ سکتی ہے۔ نکاح کو اسی لئے مباح کہا گیا ہے کہ تا کہ نسل انسانی کا بقا صحیح اور درست طریقہ سے محفوظ رہے نہ کہ
ض شہوت کو زائل کرنے کے لئے حالانکہ شہوت کو بھی اسے لئے پیدا کیا گیا کہ انسان نکاح کا متقاضی ہوا اور لوگ از خود نکاح کرنے پر
پنے آپ کو مجبور پائیں تا کہ سالکان راہ دین کی تخلیق ہوتی رہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وما خلقت الجن والانس الالیعبدن (پ۳۰ آیت ۵۶)

ہم نے جنوں اور انسانوں کو عبادت کے لئے تخلیق فرمایا ہے جیسے جیسے انسانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جائے گا اسی مقدار میں اللہ
لی کی عبادت کرنے والے بڑھتے چلے جائیں گے اس طرح نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بھی زیادہ ہوتی جائے گی۔

بناء علیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نکاح کرو تا کہ تمہاری تعداد بڑھے اور میں قیامت میں فخر کر سکوں اور دیگر انبیاء و رسل
یہم السلام کی امتوں پر تمہاری کثرت کے سبب ناز کر سکوں! اور اس بچے پر بھی فخر کروں جو ابھی بطنِ مادر میں ہے لہٰذا اس انسان کے نامہ
ل میں بکثرت ثواب میں اضافہ ہوتا رہتا ہے جو اس نیت پر اولاد بڑھائے کہ اس طرح بندگان خدا بڑھیں گے اور وہ پھر اس کی اولاد
تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہے گی اسی لئے باپ کا حق فائق ہے اور استاذ کا حق تو شاگردوں پر باپ سے زیادہ ہے کیونکہ دینی استاذ
باعث بچوں کو معرفت الٰہی اور دین و شریعت کی پہچان ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بعض اولیاء کرام اور علمائے حق فرماتے ہیں کہ نفلی عبادات میں مشغول رہنے سے نکاح کرنا افضل ہے جب واضح ہوا
نکاح امور دینیہ میں سے ہے تو آداب نکاح کی تشریح و توضیح نہایت ضروری ہے اور اس کی تفصیل و تشریح کے لئے تین باب مرتب
گئے ہیں جن کا پڑھنا سننا سمجھنا اور جاننا ضروری ہے۔

باب (۱) نکاح کے فوائد و نقصان

باب (۲) آداب نکاح

باب (۳) نکاح اور آداب معاش

ب ا

نکاح کے فوائد و نقصان

معلوم ہونا چاہیے کہ نکاح کی فضیلت اس کے فوائد کے باعث ہے اور ان کی پانچ قسمیں ہیں۔

فائدہ (۱): یہ کہ نکاح کے باعث اولاد ملتی ہے اور اولاد کی پیدائش سے چار قسم کا ثواب عطا ہوتا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ صاحب اولاد کی اس چیز کی کوشش کی ہوتی ہے کہ اولاد کا ہونا اللہ تعالیٰ کو محبوب و پسند ہے۔ تا کہ نسلِ انسانی کا
وجود برقرار رہے کیونکہ اسی طریقہ سے اللہ تعالیٰ وجود انسانی کو باقی رکھنا چاہتا ہے۔ کیونکہ مخلوق سے اسے بہت پیار ہے اور جو

marfat.com

انسان آفرینش کی حقیقت سے آگاہ ہے۔ اسے اس بات میں ذرہ برابر بھی شک وشبہ نہیں ہوتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کو عزیز ومحبوب نہیں بلکہ وہ تو ایمان وایقان رکھتا ہے کہ نسلِ انسانی کا وجود وبقا اور کثرت اللہ تعالیٰ کو نہایت عزیز ومحبوب ہے۔

مثال کے طور پر اگر کوئی زمین کا مالک زرعی اراضی اپنے غلام کے سپرد کر دیتا ہے اور ساتھ ہی بیج' بیل (آج کل ٹریکٹر کھاد اور دیگر آلات ہل) وغیرہ بھی اسے مہیا کر دیتا ہے اور پھر ایک نگران بھی اس کی طرف بھیج دیتا ہے تو اگر غلام صاحب عقل ودانش ہوگا تو یقیناً سمجھ جائے گا کہ میرے مالک کا مقصد اصلی کیا ہے گو زبان سے مالک اسے کچھ بھی نہ کہے مگر بظاہر اس کی شفقت وعنایت اور مہربانی خود دلالت کرتی ہے کہ مالک کا مقصد اصلی زمین سے زیادہ سے زیادہ غلہ حاصل کرنا ہے۔

یونہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورت کے اندام نہانی میں رحم یعنی بچہ دانی مرد وعورت دونوں کے فائدہ کے لئے آلہ تناسل اور [illegible] بنائے پھر اولاد کا بیج انسان کی پیٹھ اور عورت کی چھاتی میں سیٹ کیا پھر شہوت کو مرد وزن کے لئے بطور نگران مقرر کر دیا ان تمام اشیاء [illegible] ودیعت سے یہ بات عقل مند سے تو قطعاً پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ ان تمام چیزوں کے عطا کرنے کا مقصد کیا ہے؟ لہٰذا اگر کوئی بھی شخص تخم ضائع جانے دیتا ہے اور نگران بھی شہوت کو کسی طریقے سے اپنے آپ سے دور پھینکتا ہے تو ایسا شخص فطرت سے واضح طور پر روگردانی [illegible] ارتکاب کرتا ہے۔ یہی بات ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اسلاف اس چیز کو مکروہ گردانتے تھے کہ بحالت تجرد فوت ہوں (یعنی بلا نکاح اس جہان سے کوچ کریں) چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو بیویاں تھیں دونوں ہی طاعون سے وصال فرما گئیں جب کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس موذی بیماری میں مبتلا ہو گئے لیکن فرمانے لگے میرا کسی خاتون سے نکاح کر دو اس سے پہلے مجھے موت آ لے یعنی میں نہیں چاہتا ہے کہ میں وصال تو رونڈی حالت میں وصال ہو۔

(۲) ثواب کی دوسری قسم یہ ہے کہ نکاح کرنے والا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کی کوشش میں رہے گا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت زیادہ ہوگی جس کے باعث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اظہار فخر فرمائیں گے یعنی سبب ہے کہ بانجھ عورت شادی ممنوع قرار دی گئی کہ اس سے اولاد پیدا نہیں ہوتی نیز فرمایا بانجھ عورت کی بہ نسبت گھر میں کھجور کا ٹاٹ پر پڑا رہنا ہی اچھا۔ نہ فرمایا بدصورت عورت بانجھ نہیں تو وہ حسینہ جمیلہ بانجھ عورت سے بہتر ہے اس سے پتہ چلا کہ نکاح صرف تسکین شہوت کے نہیں اس لئے کہ اگر تسکین شہوت مقصود ہوتا تو اس کے لئے خوبصورت عورت زیادہ مناسب ہے۔

(۳) ثواب کی تیسری صورت یہ ہے کہ اولاد کی دعائیں والدین کو میسر ہوتی ہیں حدیث شریف میں جملہ نیکیوں میں سے جس نیکی ثواب ضائع نہیں ہوتا اور ہمیشہ جاری رہتا ہے ان میں سے ایک نیک اولاد کا ہونا بھی ہے۔ جس کی دعائیں بعد از وصال والد بھی دائمی طور پر جاری وساری رہتی ہیں اور والدین مرحومین کو پہنچتی ہیں ایک اور حدیث شریف میں یوں آیا ہے دعاؤں کو نور کے طشتوں پلیٹوں میں سجایا جاتا ہے اور پھر فوت شدہ کی دکھایا جاتا ہے جنہیں دیکھ کر وہ سکون واطمینان حاصل کرتے ہیں۔

(۴) ثواب کی چوتھی قسم یہ ہے کہ اولاد اگر والدین کی موجودگی میں راہی آخرت ہو اور وہ اس کی جدائی کا صدمہ اٹھائیں تو بروز قیامت وہ بچے والدین کی بخشش ومغفرت کا وسیلہ بن جائیں گے اور اپنے والدین کی شفاعت کرائیں گے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بچے کو فرمایا جائے گا جاؤ جنت میں جاؤ! تو وہ افسردہ اور غم زدہ ہو کر کہے گا یا اللہ! میں تو والدین کے بغیر جنت

marfat.com

نہیں جاؤں گا۔ یہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کے دامن کو پکڑ کر خوب کھینچا اور فرمایا جسے میں نے اس صحابی کا دامن پکڑ کر کھینچا ہے ایسے ہی بچہ اپنے والدین کا دامن کھینچے گا نیز فرمایا بچے جنت کے دروازیوں پر جمع ہوں گے اور بیک وقت سبھی آہ وفغان اور گریہ زاری سے شور برپا کردیں گے اور اپنے اپنے والدین کو متلاشی نگاہوں سے دیکھتے ہوں گے کہ ان سے ملاقات کریں پھر اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا جاؤ لوگوں کے ہجوم میں اپنے والدین کو تلاش کرو پس وہ ہجوم میں اپنے اپنے والدین کو ڈھونڈ نکالیں گے اور اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے۔

حکایت: تیرا کوئی بچہ نہیں تجھے پانی کیوں دیں

بیان کرتے ہیں کہ ایک صالح' نکاح سے گریزاں تھے یہاں تک کہ انہیں ایک شب خواب آیا کیا دیکھتے ہیں کہ عرصات قیامت میں کھڑے ہیں اور لوگوں کو دیکھا ہر طرف پیاس سے بے حال ہیں پھر دیکھا بچوں کا ایک ریلا دیکھا جس میں ہر ایک بچے کے ہاتھ سونے چاندی کے پیالے پانی سے لبالب پر ہیں اور وہ بچے پیاسوں کی ایک جماعت کو پانی پلا رہے ہیں مجھے بھی پیاس نے ستا رکھا ہے اس بنا پر میں نے ان بچوں سے پانی مانگا تو انہوں نے یہ کہتے ہوئے انکار کردیا کہ ہم میں تمہارا تو کوئی بچہ نہیں ہے جو تجھے پانی پلائے پس اس صالح نے بیدار ہوتے ہی نکاح کرلیا۔

فائدہ۲: نکاح کرنے والے کا دین وایمان قلعہ میں محفوظ ہو جاتا ہے اور وہ ان خواہشات نفسانیہ سے بچا رہتا ہے جو شیطان کا اس کے لئے سب سے بڑا حربہ تھا۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس شخص نے نکاح کرلیا اس کا نصف دین محفوظ ہو گیا اور جس نے نکاح نہیں کیا اس کا دل ونگاہ شیطانی وسوسہ سے محفوظ رہنا دشوار ہو گیا۔ یعنی وہ شخص دزدیدہ اور بری نظروں سے دیکھے گا اور برے وسوسے اس کے دل میں جگہ پکڑیں گے خواہ وہ اپنی شرمگاہ کی کتنی بھی حفاظت کیوں نہ کرے لیکن نکاح سے صرف فرج و شرمگاہ کی حفاظت ہی مقصد نہیں اور نہ ہی تسکین شہوت مقصود ہے کیونکہ نکاح سے اولاد کی نیت ہو محض شہوت رانی نہ ہو۔ اس لئے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ اور پیاری ہے اس کی بجا آوری تو اسی کے حکم کے عین مطابق ہونی چاہیے نہ کہ نگران کو بھگانے کے لئے۔ نیز شہوت کی تخلیق کا مقصد ہی یہی ہے کہ نکاح کی تحریک ہو اور اس کا تقاضا پورا کرنے کے لئے انسان نکاح کرنے پر مجبور ہو۔ گو اس میں ایک اور بھی حکمت پوشیدہ ہے اور وہ یہ کہ اس میں بہت بڑی لذت رکھی گئی ہے تاکہ آخرت میں جو لذت نصیب ہو گی اس کا یہ ایک نمونہ دیکھایا جائے جیسے آگ کو اسی لئے بنایا گیا ہے کہ عذاب آخرت کا ایک سنپل (نمونہ) سامنے آئے کو لذت جماع اور عذاب آتش آخرت کی لذت اور عذاب کے مقابل بالکل حقیر اور مختصری بات ہے تاہم ہمارا مقصد بیان کرنے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی بھی تخلیق حکمت سے خالی نہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ایک چیز میں کئی کی حکمتیں ہوں جو ہماری عقل ودانش سے پوشیدہ ہیں جنہیں علماء کرام اور اولیائے عظام ہی جانتے ہوں گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر عورت جو نظر آتی ہے شیطان کو اپنے ساتھ لئے ہوتی ہے۔ خصوصاً حسینہ وجمیلہ عورت لہٰذا اگر کوئی حسینہ جمیلہ عورت نظر آئے تو آدمی کو چاہیے کہ گھر جائے اور اپنی عورت سے مجامعت کرے کیونکہ اس سبب سے تمام عورتیں یکساں ہیں (یعنی جب گھر پہنچ کر اپنی بیوی سے مجامعت کرلے گا تو اس کی شہوت اور شیطانی غلبہ ختم ہو کر رہ جائے گا)

maarfat.com

فائدہ ۳: نکاح کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ عورت کو دیکھنے میں ان کے ساتھ محبت وانس اور پیار پیدا ہوتا ہے جس کے باعث ان کی ہم نشینی میں دل کو راحت وسکون ملتا ہے اور ان کے ساتھ ملابعت یعنی ہستی مزاح سے کیف وسرور کی سرشاری نصیب ہوتی ہے اور یہی آرام وسکون عبادت کی طرف رغبت بڑھانے کی سبب بن جاتا ہے کیونکہ مسلسل اور لگاتار عبادت سے بھی دل میں اکتاہٹ سی محسوس ہونے لگتی ہے اور دل میں گرانی' اور بوجھ سا محسوس ہونے لگتا ہے اور یہ سکون وآرام اور آسائش وآسودگی اس گرانی کو ختم کر کے ازسرنو عبادت کے لئے قوت وتوانائی کا سامان بن جاتی ہے۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آرام وآسائش کو جلد بازی میں دل سے دور نہ کرو ورنہ دل اندھا ہو جائے گا۔۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تو وہ صفات پر کبھی ایسا بھی وقت آتا کہ علوم غیبیہ کے سبب عظیم الشان کاموں کے اشارے ملتے رہے جن کا برداشت کرنا جسمانی طور پر محال ہوتا۔ ایسے سخت ترین وقت میں اور دست اقدس حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر رکھ دیتے اور فرماتے!

کلمنتی یا عائشة! عائشہ مجھ سے بات چیت کرو! اور اس طرح آپ کے فرمانے کا مقصد یہ ہوتا کہ باروحی برداشت کرنے میں سہولت ہوگی یوں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس طرح باروحی کی برداشت میں آپ کی معاون ومددگار ہوتیں۔ لیکن جب عمومی حالت میں واپس لوٹتے تو وہ بوجھل سی کیفیت نہ رہتی اور معمول کے مطابق امور مختلفہ سرانجام دینے کا شوق بڑھ جاتا۔ پھر آپ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے۔ ارحنا یا بلال بلال مجھے راحت پہنچاؤ۔ حضرت بلال اٹھتے اور نماز کے لئے اذان پڑھتے اور کبھی یوں بھی ہوتا کہ اس قوت وطاقت کو خوشبوؤں سے حاصل فرماتے۔ اسی بناء پر فرمایا تمہاری دنیا سے اللہ تعالیٰ نے میری لئے تین چیزوں کو محبوب بنایا ہے۔

خوشبو' عورت اور نماز تاہم نماز تو میری آنکھوں کا نور ہے حدیث کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ **حبب الی دنیا کم ثلث الطیب والنساء و قرة عینی فی الصلوٰة۔**

نماز کا ذکر خصوصی طور پر فرمانے کا' مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ' میری آنکھوں کا نور تو نماز ہی ہے کیونکہ خوشبو اور عورت تو جسمانی آسودگی کا ذریعہ ہیں جب کہ نماز روحانی کی آسائش کا باعث ہے۔ تاہم خوشبو اور عورت سے بھی نماز میں قوت وطاقت پیدا ہوتی ہے اور آنکھوں کا نور جو نماز میں ہے وہ ان دونوں کی قوت سے حاصل کرو! نیز جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا اور دینوی مال ومتاع کو سمیٹنے سے منع فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض گزار ہوئے دنیا چھوڑ کر کیا! اختیار کیا جائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیتخذ احدم لسانا ذاکرا وقلبا شاکرا وزوجة مومنة تین چیزیں اپنالو!

☆ ذکر کرنے والی زبان ☆ شکر کرنے والا دل

☆ نیک پارسا ایماندار بیوی!

پس اس ارشاد گرامی سے صاف صاف پتہ چل رہا ہے کہ عورت کو اس جگہ' ذکر اور شکر کے ساتھ بیان کیا گیا ہے (یعنی عورت کا مرتبہ اور درجہ ذکر وشکر کے برابر ہے) (تابش قصوری)

marfat.com

فائدہ۴: چوتھا فائدہ یہ ہے کہ بیوی گھریلو محافظ ہے۔ کھانا پکانا' کپڑے دھونا' صفائی کا خیال رکھنا' کوڑا کرکٹ دور کرنا اور اس کے علاوہ دیگر اندرونی کاموں کو سرانجام دینا (نیز بچے پالنا یہ بھی اس کی اضافی ڈیوٹی میں شامل سمجھا گیا ہے) اگر آدمی گھریلو کاموں میں مشغول ہوں تو علم، عمل اور عبادت میں سستی کا شکار ہوتے چلے جائیں گے جب عورت گھریلو کاموں کو اپنے ذمہ لے کر خاوند کو اس ذمہ داری سے بے نیاز کر دیتی ہے اس بناء پر وہ حقیقت میں مرد کے دینی امور میں معین و مددگار ثابت ہوتی ہے۔

ابوسلیمان دارانی اسی لئے تو فرماتے ہیں صالحہ خاتون دنیا کی نہیں بلکہ آخرت سے ہوتی ہے یعنی جیسے جنت میں مرد کو کسی قسم کا تفکر نہیں ہوگا (بعینہٖ صالحہ عورت دنیا ہی میں خاوند کو گھریلو تفکرات سے بے نیاز کرنے کے باعث عورت دینوی عورت نہیں بلکہ جنتی حور کہلانے کی مستحق ہے) تاکہ یہ دینوی امور سرانجام دینے کی بجائے اخروی اعمال میں مصروف رہے حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا دولت اسلام کی نعمت کے بعد سب سے عمدہ اور شائستہ نعمت عورت ہی ہے۔

فائدہ۵: پانچواں فائدہ یہ ہے کہ عورتوں کے گھٹیا اخلاق و عادات پر صبر و تحمل سے کام لیا جائے عورت کی جائز ضروریات کے ساز و سامان کا بہم پہنچانا اور انہیں راہ شریعت پر مضبوط و مستحکم بنانا بذات خود مجاہدہ ہے اور ایسا مجاہدہ کو افضل ترین عبادات میں سے ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے بیوی کو نان و نفقہ دینا صدقہ سے بڑھ کر فضیلت رکھتا ہے اولیائے کرام فرماتے ہیں اپنے اہل کے لئے رزق حلال کمانا "ابدال" کی نشانی ہے حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک جماعت کے ساتھ مصروف جہاد تھا کہ کسی نے سوال کیا! کیا کوئی ایسا بھی عمل ہے جو جہاد سے بھی افضل ہو۔ جس میں ہم مصروف ہیں! ساتھیوں میں سے ایک صاحب نے کہا "اس سے فائق تر عمل کا تو ہمیں علم نہیں حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے! مجھے ایسے عمل کا علم ہے جو جہاد سے بھی زیادہ فضیلت کا حامل ہے اور وہ یہ ہے کہ جس مرد کے بیوی بچے ہوں اور وہ انہیں صالحین کی تعلیم و تربیت سے آراستہ کرے اور رات تک بیداری کے عالم میں اگر بچوں کو دیکھے کہ ننگے پڑے ہیں تو ان پر کپڑا ڈال دے تو اس کا یہ فعل اس جہاد پر زیادہ فضیلت رکھتا ہے جس میں ہم مشغول ہیں۔

حضرت بشر حافی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تین فضیلتیں ایسی ہیں جو حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہیں کہ میں ان سے محروم ہوں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے رزق حلال کے متلاشی رہتے ہیں جب کہ میں صرف اپنی ذات کے لئے ہی رزق حلال تلاش کرتا ہوں!

حدیث شریف میں ہے کہ تمام گناہوں میں سے ایک ایسا بھی گناہ ہے جس کا کفارہ ادا ہی نہیں ہو سکتا۔ سوا اس کے کہ وہ اہل و عیال کے نان و نفقہ کا بوجھ اٹھائے۔

حکایت: یہ تو شوم ہے شوم؟

اولیائے اکابر میں سے ایک بہت بڑے ولی کی حکایت بیان کرتے ہیں کہ اس کی بیوی فوت ہو گئی۔ کچھ مدت بعد لوگوں نے نکاح کے لئے بہت کہا۔ عورتیں بھی دکھائیں مگر وہ کسی طرح نکاح ثانی کی طرف راغب نہ ہوئے اور یہ کہہ کر لوگوں کو ٹال دیتے دل حضوری کی لذت سے سرشار رہتا ہے ہمت جمع ہے دل مطمئن ہے تنہائی میں ہی سکون کی دولت نصیب ہے۔ لہٰذا نکاح کی

marfat.com

چنداں ضرورت نہیں حتیٰ کہ ایک رات اس نے خواب میں دیکھا آسمان کے دروازے کھلے ہیں اور ان سے لوگ یکے بعد دیگرے گزر کر ہوا میں محو پرواز ہیں نیز جیسے ہی کوئی بزرگ اس کے پاس سے گزرتا ہے تو وہ دوسرے ساتھی سے کہتا ہے یہ تو وہی شوم آدمی ہے۔

پھر دوسرے بزرگ کا گزر ہوا وہ بھی اسی طرح کہتا ہے تیسرے نے بھی وہی الفاظ دہرائے چوتھا آیا تو اس نے بھی ان کی تائید میں کہا چھوڑیئے اسے یہ تو شوم ہے شوم! مارے شرم اور خوف کے میں کسی سے اس کا سبب میں نہ پوچھتا یہاں تک کہ ایک بچے کا وہاں سے گزر ہوا بزرگ کہتے ہیں میں نے اس سے کہا! یہ لوگ کسے شوم شوم کے طعنے دیتے ہیں لڑکا بولا تجھے میں نے کہا! کیوں لڑکا کہ اس سے پہلے تمہارے اعمال مجاہدین کے ساتھ ہی آسمان تک پہنچائے جاتے تھے لیکن ہفتہ بھر سے تمہارے اعمال مجاہدین کی رجسٹر نہیں دیکھ پائے۔ گویا کہ تمہارا نام مجاہدین کی جماعت سے خارج کر دیا گیا ہے پتہ نہیں تجھ سے کونسا فعل سرزد ہوا ہے بزرگ نے نیند سے بیدار ہوتے ہی نکاح کر لیا اور از سر نو مجاہدین کی صف میں شامل ہو گیا یہ ہیں نکاح کے فوائد ان فوائد کو مدنظر رکھتے ہوئے نکاح کی طرف راغب ہونا چاہیے۔

آفاتِ نکاح

نکاح کے باعث انسان جن مصائب و آلام آفات و نقصانات میں مبتلا ہو سکتا ہے وہ تین ہیں (۱) ممکن ہے کہ آدمی نکاح کے بعد رزق حلال کے حاصل کرنے میں ناکام ہونے لگے (جب کہ اس مہنگائی کے بھیانک زمانے میں تو اس بات کا بہت زیادہ امکان ہے بجلی، پانی، سوئی گیس کے بلوں وغیرہ کے سلسلہ میں ورکروں سے مل کر میٹروں کی ریڈنگ میں ہیر پھیر کا مرتکب ہو جائے حالانکہ اس معاملہ میں ارباب حل وعقد خود بھی اس بیماری میں مبتلا ہیں وہ فراڈ بازی کے طریقہ کار کی خود تربیت دیتے ہیں اور پھر اسے اپنے ہنر کا کمال تصور کرتے ہیں) (تابش قصوری)

تو ممکن ہے آدمی بیوی، بچوں کے باعث مشتبہ یا حرام روزی کے چکر میں پھنس جائے اور یہی عمل اس کی اپنی اور اپنے اہل وعیال کی تباہی و بربادی کا موجب بن جائے اور یہ ایسی تباہی ہے کہ کوئی بھی نیکی اس سے بچ نہیں سکتی اور پھر اس کی گرفت سے کوئی اچھائی دفاع نہیں کر سکتی چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

روز قیامت ایسے شخص کو میزان کے پاس لایا جائے گا جس کے اعمال بکثرت ہوں گے اور اس کی بہت سی نیکیاں پہاڑوں کی طرح عظمت کی حامل ہوں گی لیکن اچانک اس سے پوچھا جائے گا کہ اے فلاں! تو نے اپنے اہل وعیال کا نان ونفقہ کہاں سے حاصل کیا تھا؟ اور پھر پکڑ لیا جائے گا اور اس کے تمام اعمال صالحہ برباد و اکارت جائیں گے اور پھر منادی اعلان کرے گا! اے محشر یو! یہ وہ آدمی ہے جس کی تمام نیکیاں اس کے اہل وعیال کھا گئے اور یہ پھر گرفتار عذاب ہو گا!

آثار میں ذکر ہے کہ روز قیامت سب سے پہلے جس کے دامن کو پکڑیں گے وہ آدمی کے اہل وعیال ہی ہوں گے اور پکار پکار کہیں گے الٰہی! ہمارا حق تو اس سے طلب فرمایئے جس نے ہمیں حرام کھلایا، پلایا ورنہ ہمیں تو اس کی اطلاع تک نہ تھی اور جن باتوں کی اس نے تعلیم دینی تھی۔ وہ بھی نہیں بتائیں یہاں تک کہ ہم بے علم اور جاہل رہے پس جس کے ہاں حلال کی میراث و ترکہ نہ ہو اور اسے رزق حلال میسر ہونے کا امکان بھی نہ ہو تو ایسے شخص کے لئے نکاح کرنا مناسب نہیں۔ ہاں البتہ اگر وہ وثوق سے سمجھتا ہے کہ نکاح نہ کرنے

marfat.com

کی صورت میں زنا کا ارتکاب کر بیٹھے گا تو یہ الگ بات ہے نکاح کرنے سے دوسرا خطرہ یہ ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کا حق مکمل طور پر ادا کرنے سے قاصر رہے گا ہاں البتہ ان سے محض حسن سلوک اور صبر وتحمل کا مظاہرہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور ان محالات کا متحمل بھی ہو اور ان کے دیگر امور کی عمدہ سی تدابیر بھی اختیار کر سکتا ہو۔

مگر یہ تو کسی بھی انسان سے امید نہیں رکھی جا سکتی کہ وہ بلا وجہ اپنے اہل وعیال کو رنجیدہ و پریشان رکھ کر خطا کار ٹھہرے یا ان کی تباہی و بربادی کو مدنظر رکھے حدیث شریف میں ہے جو شخص اپنے اہل وعیال کی ضروریات سے راہ فرار اختیار کرتا ہے وہ اس غلام کی مثل ہے جو اپنے آقا کو چھوڑ کر بھاگتا ہے پس ایسے آدمی کے روزے اور نمازیں بھی قبولیت سے محروم ہوتی ہیں جب تک کہ وہ واپس اپنے آقا کے پاس نہ پہنچے۔

القصہ نفس تو ہر انسان کے ساتھ ہے اور جو شخص اپنے نفس کی خواہشات کو کنٹرول نہیں کر سکتا اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ دوسروں کے مطالبات کی ذمہ داری کا بوجھ نہ اٹھائے۔ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا۔ آپ نکاح سے کیوں گریزاں ہیں؟ وہ کہنے لگے مجھے اس فرمان الٰہی سے ڈر لگتا ہے ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف یعنی عورتوں کا مردوں پر ویسے ہی حق ہے جیسے مردوں کا عورتوں پر حضرت ابراہیم ادھم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نکاح کیسے کروں؟ جب کہ میں اسے ضرورات ہی نہیں سمجھتا' پھر میں بلا وجہ کسی عورت کو امتحان میں مبتلا کیوں کروں!

(۳) نکاح کا تیسرا نقصان یا تیسری مصیبت یہ ہے کہ آدمی سمجھتا ہے نکاح کے بعد وہ جان و دل سے اپنے اہل وعیال کے امور کی تدابیر اور اندیشوں میں ایسے پھنس جائے کہ ذکر خدا و آخرت سے ہی غفلت کا شکار ہو جائے اور جو چیز تجھے ذکر خداوندی سے روکتی ہے وہ یقیناً تیری ہلاکت و بربادی کا باعث ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **یا ایھا الذین امنوا لا تلھکم اموالکم و لا اولادکم عن ذکر اللہ** (المنافقون)

اے ایمان والو! تمہیں تمہارے مال و دولت اور تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر ڈالے لہٰذا جس آدمی میں اتنی استطاعت ہو کہ اہل وعیال کی مشغولیت اسے ذکر الٰہی سے غافل نہیں کرے گی (تو اسے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں) جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھریلو مشغولیت نے یاد خداوندی سے لحہ بھر بھی غافل نہ رکھا اور جس شخص کو معلوم ہو کہ اگر وہ نکاح نہیں کرے گا تو بھی نفس کی گرفت میں نہیں آئے گا اور وہ باقاعدگی سے عبادت اور ذکر میں محو رہے گا اور حرام کا مرتکب بھی نہیں ہوگا۔ تو ایسے شخص کے لئے جائز ہے کہ وہ نکاح سے اپنے آپ کو دور رکھ لے اور جیسے ارتکاب زنا کا خدشہ ہے اسے نکاح کرنا لازمی امر ہے اور جسے ایسا کوئی خطرہ نہیں اسے اجازت ہے بے شک نکاح نہ کرے القصہ! اس بحث کا حاصل یہی ہے کہ جو شخص کسب حلال سے رزق کمانے پر قادر ہو اور اپنے اخلاق حمیدہ اور فطرت سعید پر اعتماد رکھتا ہو اور جانتا ہے کہ ذکر الٰہی کے درمیان کوئی اور چیز حائل نہیں ہوگی نکاح کی موجودگی میں بھی دائمی طور پر ذکر حق میں مشغول رہے گا تو ایسے آدمی کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ نکاح کی سعادت سے بہرہ مند ہو اور حقیقت حال کی بہتری تو اللہ ہی جانتا ہے!!

marfat.com

باب۲

کیفیت عقد نکاح

آداب نکاح اور منکوحہ کے اوصاف؟

جان لیجئے کہ نکاح کی پانچ شرطیں ہیں۔

شرط اول: عورت کا کوئی حقیقی ولی یا سرپرست ہو کیونکہ ولی یا سرپرست کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا ہاں اگر کسی خاتون کا ولی سرپرست نہ ہو تو اس کا ولی سلطان قرار پائے گا!

شرط دوم: یہ کہ عورت کی رضامندی لازمی ہے البتہ اگر عاقلہ بالغہ دوشیزہ ہو تو ایسی صورت میں باپ یا دادا اپنی رضامندی کا اظہار کر دے تو عورت کی رضامندی کی چنداں ضرورت نہیں رہتی تاہم بہتر اور افضل یہی ہے کہ خاتون کو تمام صورت سے آگاہ کیا جائے اس طرح واضح کر دینے پر وہ خاموش رہے یا زبانی طور پر رضامندی کا اقرار کر لے تو کافی ہے۔

شرط سوم: یہ کہ بوقت نکاح دو عاقل بالغ عادل مسلمانوں کی گواہی لازمی ہے جو موقع پر موجود ہوں بہتر یہ ہے کہ متقین اور اچھے لوگوں کی جماعت وہاں موجود ہوں۔ محض دو آدمیوں پر اکتفانہ کیا جائے ہاں اگر ایسے دو آدمی موجود ہوں جو فسق و فجور سے بچتے ہیں اور مرد زن کو ان کے اتقیاء پر اعتماد ہو تو ان دو کی شہادتوں پر نکاح درست قرار پائے گا۔

شرط چہارم: یہ کہ کلمہ ''ایجاب وقبول'' شوہر کا ولی یا ان کا وکیل باقاعدہ اور صریحاً زبان سے بآواز بلند کہے اور لفظ نکاح یا تزویج یا اس کے ہم معنی اپنی مادری زبان کے رائج کلمات کو بھی لازماً زبان سے ادا کرے اور صحیح ترین طریقہ مسنون یہ ہے کہ بعد از خطبہ نکاح دولہا یوں کہے بسم اللہ والحمد للہ میں نے فلاں عورت فلاں کی دختر کو تیرے نکاح میں بعوض اتنے حق مہر کے دیا پھر خاوند جواباً کہے بسم اللہ والحمد للہ! میں نے بعوض اتنے حق مہر اسے قبول کیا اچھی بات تو یہ ہے کہ نکاح سے قبل آدمی خاتون کو دیکھ لے پسند آنے پر نکاح رچائے تاکہ زیادہ الفت و موانست اور محبت کا امیدوار ہو اور نکاح کرتے وقت نیت اور مقصد یہ ہو کہ اس نکاح سے اولاد کا حصول ہے اور دل و نگاہ کو برائی اور بے حیائی سے محفوظ رکھنا ہے محض حظ نفس مطلوب نہ ہو

زبان سے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

شرط پنجم: یہ کہ عورت ایسی صفات سے موصوف ہو کہ اس سے نکاح کرنا حلال ہو حرام نہ ہو اس لئے کہ نکاح کے حرام ہونے میں بیر شرطیں ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) یہ کہ اس عورت کا نکاح کسی دوسرے مرد کے ساتھ قائم ہو تو پھر کسی اور مرد سے اس کا نکاح کرنا حرام ہے۔

(۲) کسی دوسرے کی عدت میں نہ ہو یعنی مطلقہ یا بیوہ تو ہے مگر ابھی عدت پوری نہ ہوئی تو قبل از تکمیل عدت نکاح کرنا حرام ہے۔

(۳) مرتد ہو (۴) بت پرست ہو (۵) زندیق یعنی بے دین جس کا خدا اور رسول اور قیامت کے دن پر ایمان نہ ہو (۶) اباحتی کے ساتھ

marfat.com

نکاح حرام ہے یعنی طوائف کنجری جس کا ہر مرد کے ساتھ یارانہ ہو (۷) بے نماز ہو اور کہتی رہے کہ ہمارے لئے بس اسی طرح ہی درست ہے قیامت میں کوئی ہم سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی اور نہ ہی سزا ملے گی (۸) یہودیہ یا (۹) نصرانیہ ہو (۱۰) ایسے یہودی یا عیسائی کی اولاد ہو جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے بعد یہودیت یا عیسائیت کو قبول کیا ہو (۱۱) کنیز ہو جب کہ نکاح کا طالب حق مہر ادا کر سکتا ہو تو پھر آزاد مسلمان عورت سے ہی نکاح کرے آج کل کنیز یعنی لونڈی اور غلام کا تصور ختم ہو کر رہ گیا ہے جب سے مسلمانوں نے جہاد سے کنارہ کشی اختیار کر رکھی ہے وہ اور کئی چیزوں کے ساتھ ساتھ لونڈیوں سے بھی محروم ہو کر رہ گئی ہیں جو جہاد کی برکات سے اہل اسلام کو میسر تھیں آج کل امراء یا بڑے لوگوں کے گھروں میں جو عورتیں کام کاج کرتی ہیں وہ کنیزوں اور لونڈیوں میں قطعاً شمار نہیں وہ آزاد مسلمان عورتیں ہیں اگر کسی شخص نے گھریلو ملازمت کرنے والی خواتین کے ساتھ لونڈیوں والا سلوک روا رکھا تو وہ زنا کا ارتکاب کرنے والا ہے شرعاً وہ تعزیر یا حد کا مستحق ہوگا محض محنت مزدوری کرنے سے کوئی غریب آزاد مسلمان عورت کنیز نہیں کہلا سکتی۔ (تابش قصوری)

(۱۲) زنا کے خوف سے بے نیاز ہو۔

(۱۳) مرد اس کا مالک ہو خواہ کلی ہو یا جزوی طور پر (اب یہ صورت ممکن نہیں) (تابش قصوری)

(۱۴) مرد کی قریبی رشتہ داری یا رضاعت کے باعث محرم ہو۔

(۱۵) ایسی قرابت داری کہ اس کے سبب حرام ہو چکی ہو یعنی جس مرد کے ساتھ نکاح کا ارادہ ہے اس سے پہلے وہ اس عورت کی بیٹی یا اس کی ماں یا دادی سے نکاح کرنے کے ساتھ جماع کر چکا ہو یا عورت اس مرد کے باپ یا اس کے بیٹے کے نکاح میں رہ چکی ہو تو اس سے نکاح کرنا حرام ہوگا۔ (تابش قصوری)

(۱۶) مرد کی بیک وقت چار بیویاں موجود ہوں اور پھر یہ عورت پانچویں نکاح میں آ رہی ہو تو اس سے نکاح کرنا حرام ہے۔

(۱۷) عورت کی بہن، یا خالہ یا پھوپھی پہلے اس مرد کے نکاح میں موجود ہو اس لئے کیونکہ دو بہنوں پھوپھی، بھتیجی، خالہ یا بھانجی کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔

(۱۸) ایسی دو عورتوں کا نکاح میں جمع کرنا جائز اور درست نہیں کہ اگر ان میں سے ایک کو عورت اور دوسری کو مرد تصور کیا جاتا تو ان کا نکاح ناجائز ہوتا!

(۱۹) عورت پہلے اسی مرد کے نکاح میں رہی ہو پھر تین طلاقیں دے کر فارغ کر چکا ہو یا تین بار اسے فروخت کر چکا ہو اس صورت میں عورت اس کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہیں کر لیتی (یعنی بالحلالہ نکاح درست نہیں ہوگا) حلالہ کی صورت یہ ہے کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کے بعد جماع کرے پھر وہ بعد از جماع اسے طلاق دے اور یہ عورت از روئے عدت گزارے پھر اگر چاہے تو پہلے مرد سے نکاح کر سکتی ہے بصورت دیگر تین طلاقوں کے بعد بلا حلالہ پہلے مرد کے ساتھ نکاح کرے گی تو وہ نکاح نہیں ہوگا اگر ان دونوں مرد، عورت نے اپنی خواہش کی تکمیل کی تو وہ زانی اور زانیہ کے زمرے میں شمار ہوں گے اللہ تعالیٰ زنا کے ارتکاب سے ہر مسلمان مرد و زن کو بچنے کی توفیق عطا فرمائے بعض غلط عقیدے کے مفتی تین طلاقوں کو ایک ہی تصور کر کے

marfat.com

بلا حلالہ از سر نو نکاح کی اجازت دے دیتے ہیں وہ شرعاً مجرم اور زنا کے دائمی ہیں بلکہ ان کا اسلام سے قطعاً کوئی تعلق نہیں رہ جاتا دعا ہے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے آمین (تابش قصوری) یا ان دونوں میں لعان واقع ہو یا مرد و زن محرم ہوں!

(۲۰) حج یا عمرہ کا احرام باندھے وقت نکاح جائز نہیں یا عورت کم سن اور یتیم ہو کیونکہ بلوغت سے قبل یتیم بچی کا نکاح کرنا درست نہیں ہے۔

یہ وہ بیس صورتیں ہیں اگر ان کے پائے جانے کے باوجود عورت سے نکاح کرے گا تو وہ نکاح باطل ٹھہرے گا یہی وہ شرائط ہیں جن کی بنیاد پر نکاح کے حلال و حرام ہونے دارومدار ہے۔

صفاتِ عورت جن کا دیکھنا سنت ہے؟

☆ عورت کی جن صفتوں کا دیکھنا سنت ہے وہ آٹھ ہیں۔

(۱) یہ کہ وہ نیک اور پارسا ہو حقیقتاً یہی اس کی بنیادی صفت ہے اس لئے کہ اگر وہ پارسا نہیں ہے تو وہ خاوند کے مال میں خیانت کا ارتکاب کر سکتی ہے جس سے خاوند شک و شبہ میں مبتلا ہو سکتا ہے اور اگر وہ جسمانی خیانت کی مرتکب ہو مگر مرد کو خاموشی اختیار کرنی پڑے تو پھر اس کی غیرت و حمیت ختم ہو کر رہ جائے گی اور اس کا دین بھی تباہ و برباد ہو گا۔ روسیاہی، جگ ہنسائی اور مخالفت و شرمندگی الگ اٹھانی پڑے گی اور اگر خاموش نہیں رہتا تو اس کا سکون و آرام اور عیش و نشاط برباد ہو گا پھر طلاق دیتی اسے یوں مشکل دکھائی دے کہ دلی طور پر وہ اس پر فریفتہ ہو کیونکہ اگر یہ فاحشہ عورت حسینہ جمیلہ ہو گی تو پھر وہ آفت سے کم ثابت نہیں ہو گی القصہ اگر کسی مرد کو ایسی عورت سے معاملہ پڑ جائے تو بہتر یہی ہے کہ اسے طلاق دے کر فارغ کر دے سوائے ایسی مجبوری کے کہ وہ اسے دل نہ دے بیٹھا ہو! (پھر تو اس کے ہر گناہ میں یہ بھی شریک سمجھا جائے گا)

حکایت: پھر اسے طلاق مت دو

ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میری بیوی پارسا نہیں، آپ نے فرمایا پھر اسے طلاق دے کر فارغ کر دو! عرض گزار ہوا وہ مجھے بے حد محبوب اور پیاری ہے آپ نے فرمایا پھر طلاق مت دینا اس لئے کہ اگر تم نے اسے چھوڑ دیا تو پھر کہیں کسی فساد میں نہ گر پڑو!

نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص عورت کے حسن و جمال، دولت و جائیداد کی غرض سے نکاح کرنا چاہتا ہے وہ آخر کار ان دونوں سے محروم رہے گا! اور جو دین کی محافظت کی نیت سے نکاح کرے گی اسے مال اور جمال دونوں میسر ہو جائیں گے۔

(۲) یہ کہ وہ عورت خوش اخلاق ہو کیونکہ بد اخلاق عورت، ناشکری اور زبان دراز ہوتی ہے بے جا حکم چلانے کی عادی ہوتی ہے ایسی عورت دینوی عیش و آرام برباد کرنے کے ساتھ ساتھ دینی خرابی کا بھی سبب بن جاتی ہے۔

(۳) یہ کہ حسن و جمال کی مالک ہو کیونکہ یہ صفت محبت و الفت کا باعث بنتی ہے اسی لئے قبل از نکاح دیکھنا سنت ٹھہرا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصاری عورتوں کی آنکھوں میں کوئی ایسی چیز پائی جاتی ہے جسے دیکھتے ہی دل نفرت کرنے لگتا ہے لہٰذا جو کوئی ایسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ پہلے اسے دیکھ لے نیز فرمایا گیا جو نکاح بلا دیکھے عورت کے کیا جائے اس کا

marfat.com

ریذلٹ پشیمانی اور غم والم کی صورت میں رونما ہوتا ہے۔

نیز یہ بات بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے کہ عورت سے نکاح دین کی تقویت کے لئے کرنا چاہیے نہ کہ محض حسن و مال کی خاطر یعنی حسن و جمال کے ساتھ ساتھ حسن دین کو اولیت دی جائے جو خاتون دینی حسن کے ساتھ ساتھ جسمانی حسن و جمال کے ساتھ ساتھ حسن دین کو اولیت دی جائے جو خاتون دینی حسن کے ساتھ ساتھ جسمانی حسن سے بھی آراستہ ہو اس سے نکاح تو نور علی نور ثابت ہوگا (واللہ تعالیٰ وحبیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلم)

ہاں! البتہ اگر کسی شخص کا مقصد محض نکاح سے نیک اولاد کا حصول ہو اور حسن و جمال کی اس کی نظروں میں کوئی وقعت نہ ہو تو یہ اس کے زہد و اتقا کا بہت اونچا مقام ہوگا حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ایک چشم خاتون سے نکاح فرمالیا جب کہ اس کی بہن جو حسن و جمال کی پیکر تھی اسے نظر انداز کر دیا کیونکہ اول الذکر خاتون یک چشم ہونے کے باوجود نہایت سلیقہ شعار اور عقلمند تھی جب کہ دوسری کا محض بدن ہی بدن تھا مگر عقل سے پیدل تھی)

۴) یہ کہ حق مہر زیادہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ مخبر صادق' معلم کائنات نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عورتوں میں بہتر وہ عورت ہے جس کا حق مہر کم ہو اور حسن و جمال زیادہ ہو نیز زیادہ حق مہر باندھنا مکروہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض نکاحوں میں صرف دس درہم حق مہر رکھا اور اپنی شہزادیوں بیٹیوں میں سے کسی کا مہر چار صد درموں سے بڑھنے نہ دیا۔

بتیس روپے دس پیسے

نہ جانے بتیس روپے دس پیسے حق مہر کو شرعی حق مہر کس نے قرار دیا جب کبھی نکاح پڑھانے کے لئے وکالت کا فریضہ ادا کرنا پڑتا ہے فریقین بیک آواز پکارتے ہیں شرعی حق مہر بتیس روپے دس پیسے باندھ لیں جب اسے سمجھایا جائے کہ یہ کوئی شرعی ضابطہ نہیں ہے شرعی حق مہر وہی ہوگا جو فریقین اپنی رضامندی سے طے کر لیں پھر کہتے ہیں مولوی صاحب جی آپ اپنی مرضی سے جتنا چاہے لکھ لو! اس گزارش ہے کہ مرضی فریقین کی قبول کی جائے گی اس وقت کے دس درہموں کی اج کل کے حساب سے دس ہزار روپے سے بھی زائد بنتی ہے لہٰذا لوگوں کو یہ بات ذہن سے نکال دینی چاہیے کہ شرعی حق مہر صرف بتیس روپے دس پیسے ہے ہاں فریقین جو مناسب رقم کریں وہی شرعی حق مہر کہلائے گا (واللہ تعالیٰ وحبیبہ الاعلیٰ اعلم) (تابش قصوری)

۵) یہ کہ عورت بانجھ نہ ہو کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کھجور کی ٹوٹی پھوٹی چٹائی جو گھر کے کسی کونے کھدرے میں پھینک رکھی ہو وہ اس عورت سے اچھی ہے جو اولاد نہ دے سکے!

ں کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے آداب

یاد رہے کہ جب یہ واضح ہو چکا کہ اصول دین میں نکاح کرنا بھی ایک اصل ہے تو اس سلسلہ میں ان آداب کا جاننا اور پھر ان کو خاطر رکھنا ضروری ہے۔ ورنہ آدمیوں کے نکاح اور جانوروں کے جفتی کرنے میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ پس اس میں بارہ آداب پیرا ہونا از بس ضروری ہے جو ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں۔

marfat.com

(۱) ولیمہ: نکاح کے بعد ولیمہ سنت مؤکدہ ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب نکاح کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولیمہ کرو اگر ایک بکری سے ہی ہو بلکہ اگر گوشت کا انتظام نہ ہو سکے تو جو چیز بھی بآسانی مہیا ہو سکے احباء و رفقاء کی خدمت میں پیش کر دی جائے ''وہی ولیمہ کہلائے گی''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا تو ستو اور کھجوروں سے ہی ولیمہ کیا تھا۔ ''اس سے معلوم ہوا کہ'' اپنی استطاعت کے مطابق ولیمہ کیا جائے کیونکہ اس میں نکاح کی عظمت ہے اور ولیمہ نکاح کے بعد تین روز کے اندر اندر کر دینا چاہیے۔ اگر تاخیر بھی ہو تو ایک ہفتہ سے زائد نہیں ہونی چاہیے۔

اس سلسلہ میں ''دف'' بجانا سنت ہے کیونکہ اس سے نکاح کا اعلان و اظہار ہے جو سنت ہے کیونکہ اس سے حقیقی مسرت و ابساط کا اظہار ہے۔ اس لئے کہ روئے زمین پر معظم و عزیز ترین مخلوق صرف انسان ہے اور اس کی آفرینش و پیدائش کی فتح کا باب نکاح ہے لہٰذا اس موقعہ پر خوشی و مسرت کا اظہار برمحل اور نہایت مناسب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس موقعہ پر سماع اور دف کو سنت قرار دیا گیا۔

حکایت: ربیع بنت معوذ کا نکاح

حضرت ربیع بنت معوذ بیان کرتی ہیں کہ جب مجھے دلہن بنایا گیا اس سے دوسرے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے۔ اس وقت کنیزیں دف بجانے میں مصروف تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی نعتیہ اشعار پڑھنے لگیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہی سناؤ جو پہلے کہہ رہی تھیں یعنی جس انداز میں تم اظہار مسرت کر رہی تھیں۔ اسی طرح اپنی چاہت سے کہتی رہو۔

۲- دوسرا ادب یہ ہے کہ اپنی عورتوں کے ساتھ عمدہ اخلاق سے پیش آئیں۔ یعنی انہیں کسی طرح سے تکلیف نہ پہنچائیں۔ بلکہ ان کے رنج کو برداشت کرنے کی کوشش کریں ان کی سخت قسم کی باتوں اور ناشکری پر بھی صبر کا دامن تھامیں۔

حدیث شریف میں ہے عورتوں کی تخلیق ضعف اور پوشیدگی سے ہوئی ہے۔ اس لئے ان کے ضعف کا علاج خاموشی سے ہے اور پوشیدگی کا علاج یہ ہے کہ انہیں گھر کی دہلیز سے (بلاوجہ) باہر نہ نکلنے دیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنی بیوی کی بدگوئی پر صبر و تحمل سے کام لے گا اسے حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کا ثواب ملے گا۔ اس لئے کہ انہوں نے اپنے مصائب، دکھ درد اور آفات و بلیات پر کمال کا صبر کیا تھا۔

اور جو عورت اپنے خاوند کی بدخوئی و سخت مزاجی پر صبر کا دامن مضبوط رکھے گی اسے حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ فرعون جیسے صبر کا ثواب عطا ہوگا۔

بوقت وصال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کلمات طیبات ارشاد فرمائے وہ کچھ اس قسم کے تھے۔ کہ لوگو! تین باتوں کو لازم پکڑو! نماز ہمیشہ قائم رکھو۔ غلاموں اور کنیزوں سے اچھا سلوک کرو واللہ! عورتوں کے معاملہ میں ہمیشہ محتاط رہو کہ وہ تمہارے ہاتھ میں قید ہیں۔ ان سے نہایت عمدہ نبھا کرو!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کے غصے کو تحمل و حلم سے پی جایا کرو۔

marfat.com

ایک دن حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زوجہ محترمہ سے کسی بات پر خفگی فرمانے لگے تو آپ کی زوجہ محترمہ نے عرض کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ بڑھ کر تو نہیں وہ امہات المومنین ازواج مطہرات کی سخت بات پر حلم سے کام لیتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر فرمایا افسوس حفصہ پر اگر وہ تیری طرح کرتی ہے۔ انہیں تو عاجزی اور انکساری سے کام لینا چاہیے۔ پھر آپ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے اور کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کا ہمیشہ پاس رکھنا' آداب بجالانا کبھی کوئی ایسی بات نہ کرنا جس سے بے ادبی کی بو آئے۔ نیز حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی عمدہ سلوک کو روا رکھنا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے محبت فرماتے ہیں ان کی ناز برداری کرتے ہیں لہٰذا ان سے خوب محبت سے رہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات سے ہمیشہ عمدہ برتاؤ فرمایا کرتے بعض اوقات کسی معاملہ میں کوئی ایسی بات ہو جاتی تو درگزر کرتے۔ آپ فرمایا کرتے تم سب میں سے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اس کی نسبت اپنی ازواج سے نہایت اعلیٰ سلوک کرتا ہوں۔

۳- تیسرا ادب یہ ہے کہ اپنی بیوی سے محبت بھرے مذاق اور ہنسی' کھیل کرتے رہنا چاہیے اور اس سے دور دور نہیں رہنا چاہیے۔ نیز اس کی عقل کے مطابق زندگی بسر کریں۔ یعنی اپنی لیاقت' علم وغیرہ کا رعب نہ ڈالتا رہے۔

امہات المومنین' ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ساتھ جس دل بستگی اور فرحت وانبساط کا مظاہرہ رحمت عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے اس کی مثال نہیں دی جا سکتی۔ بعض اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ چہل قدمی فرماتے فرماتے دوڑ بھی لگایا کرتے اور فرماتے دیکھئے کون آگے نکلتا ہے۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دوڑ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آگے نکل گئے لیکن دوسری بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آگے بڑھ گئیں تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا لو! ہم برابر ہو گئے۔

ایک دن حبشیوں کی ایک جماعت تماشا دکھا رہی تھی تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عائشہ" کیا تماشا دیکھنا پسند کرو گی؟ جواب مثبت تھا پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کھڑی ہو گئیں اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر اپنی ٹھوڑی مبارکہ رکھ کر کافی دیر تک محو تماشا رہیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس اب چلئے۔ وہ خاموش رہیں یہاں تک کہ آپ نے تین بار ان کلمات کو دہرایا۔ آخر کار واپس آئیں۔

حضرت سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجود طبع شدید کے فرمایا کرتے' آدمیوں کو چاہیے کہ اپنی بیویوں کے ساتھ اپنے بچوں جیسا برتاؤ کرے لیکن جب مخصوص وقت ہو تو اپنی مردانگی کے جوہر دکھائے۔

نیز فرمایا جب آدمی گھر میں آئے تو بڑی خوشی اور مسرت کے ساتھ داخل ہو اور جب باہر جانے لگے تو نہایت متانت اور خاموشی کے ساتھ نکلے اور باہر خاموشی سے رہے۔ گھر میں جو کچھ کھانے' پینے کے لئے ملے بخوشی کھا لے اس کے متعلق چھان بین کی چنداں ضرورت نہیں۔

marfat.com

۴- چوتھا ادب یہ ہے کہ ہنسی' مذاق اور کھیل کود میں اتنا مست نہ ہو جائے کہ اپنا جلال' ہیبت اور رعب وغیرہ کا جنازہ نکال باہر کرے۔ بے تکلفی کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ آدمی غلط امور میں بیوی کا طرف دار اور ہمنوا بن جائے بلکہ اگر بیوی سے کوئی فعل خلاف شریعت دیکھے تو اسے ڈانٹ پلا دے۔ کیونکہ ایسے موقعہ پر درگزر کرے گا تو پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عورت کا غلام بن کر رہے گا۔

ارشاد خداوندی ہے الرجال قوامون علی النساء مرد' عورتوں پر غالب ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مرد' عورت کا غلام بن گیا وہ بد بخت ہوا۔ کیونکہ ہونا تو یوں چاہیے کہ عورت' آدمی کی کنیز بن کر رہے بزرگان دین فرماتے ہیں عورتوں سے مشورہ کر لینا چاہیے۔ لیکن ان کے مشورہ کے خلاف عمل پیرا ہونا چاہیے۔

حقیقت یہ ہے کہ عورت "نفس انسان" کی طرح ہے۔ اگر اسے ذرا سی ڈھیل دی جائے تو وہ حدود سے تجاوز کرنے لگے گی۔ پھر اسے راہ راست پر لانا دشوار ہوگا۔ القصہ عورت میں ایک ایسی چیز پائی جاتی ہے جسے کمزوری کے علاوہ کسی اور سے نسبت نہیں دی جا سکتی۔ اس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے صبر کے سوا کوئی علاج نہیں۔ اس میں ایسا ٹیڑھا پن پایا جاتا ہے جس کا علاج وقتی سختی اور شکر رنجی نیز ڈانٹ ڈپٹ ہی ہے۔ جسے طبیب ہر بیماری کا علاج موقع و مناسبت سے کرتا ہے۔ ویسے ہی مجموعی طور پر صبر و تحمل کو بھی غالب رہنے دیا جائے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے عورت پہلو کی ہڈی کی طرح ہے (پسلی) اگر اسے سیدھا کرنا چاہیں گے تو یہ ٹوٹ جائے گی۔

۵- پانچواں ادب یہ ہے کہ غیرت کے معاملہ میں اعتدال اور میانہ روی کا لحاظ رکھا جائے۔ جس بات سے فتنہ و فساد کا خطرہ ہو۔ اس سے عورت کو قبل از وقت ہی باز رکھیں۔ یعنی جہاں تک ممکن ہو اسے گھر سے مت نکلنے دیں یہاں تک کہ مکان کی چھت پر بھی نہ چڑھنے دیں تاکہ کسی غیر محرم کی نگاہ نہ پڑے یا عورت کسی غیر محرم پر نگاہ نہ ڈالے نہ ہی اسے اس بات کی اجازت دیں کہ روشندان' کھڑکیوں یا سیڑھیوں سے مردوں کی طرف جھانکتی پھرے۔ کیونکہ یہ آفات آنکھ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ان کا ظہور گھر کی چار دیواری کے اندر رہنے سے نہیں ہوتا۔ بلکہ ان مصائب تانک جھانک اور غلط تعلقات کا باعث یہی بام و در' روشنداں' سیڑھیاں اور کھڑکیاں ہی ہوتی ہیں۔

تنبیہ: آج کل فون' موبائل' انٹرنیٹ وغیرہ جدید ترین اور تیز رفتار سائنسی آلات نے ان کی جگہ لے لی ہے اس لئے عورت کو ان آلات کے استعمال سے روکنا از بس ضروری ہے ان آلات نے عورت کو غیر محرموں کے ساتھ گفتگو کو بڑا آسان بنا دیا ہے۔ اس سے عورت کو بچانا نہایت مشکل ہو گیا ہے اور پھر حکومتی سطح پر آزادی کے نام سے نوجوان بچیوں کو اس نہج سے تعلیم دی جا رہی ہے کہ عفت و عصمت' شرم و حیا کا جنازہ نکالا جا رہا ہے اور عورتوں کا یہ فتنہ لاعلاج مرض بنتا جا رہا ہے اس بے حیائی کے سیلاب کے سامنے جن بڑوں نے بند باندھنے تھے وہ اس کی عملاً سرپرستی کر رہے ہیں امراء' وزراء حتیٰ کہ مسلمان ممالک کے سربراہ اپنی بیویوں' بیٹیوں کو غیر مسلم حکمرانوں کی بیگمات سے ہی نہیں از خود ان سے ملاقاتیں کراتے پھرتے ہیں۔ ویڈیو اور آڈیو ہی نہیں بلکہ ان کی مووی فلمیں تیار ہوتی ہیں جن کی اس بدکرداری کو آرٹ اور ثقافت کا نام دیا گیا ہے۔ ان بڑوں کے اس آرٹ اور ثقافت نے عام عورتوں میں بھی جراثیم پھیلا دیئے ہیں اور ان جراثیم کو توانا اور طاقت ور بنانے کے لئے ذرائع ابلاغ ریڈیو' ٹی وی' رسائل و اخبارات اور فلمی سائن بورڈ نیز سینما دن

marfat.com

رات بڑی چابکدستی سے مصروف کار ہیں علامہ اقبال مرحوم تو اسی بنا پر کہہ گئے تھے ۔

یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں ہنود

اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل ہم مسلمانوں پر کرم فرمائے اور اسلامی ممالک کے سربراہوں اور ارباب حل وعقد کو سمجھنے کی توفیق عطا کرے آمین ثم آمین۔ (تابش قصوری)

ان امور کو اتنا سہل اور معمولی نہ سمجھے ہاں! بلاوجہ بدگمانی اور شک وشبہ میں مبتلا بھی نہیں ہو جانا چاہیے تاکہ مفت میں اسے لعن طعن کا نشانہ نہ بننا پڑے غیرت وحیا کا اس قدر بھی بوجھ اس بیچاری پر نہ ڈالے کہ برداشت سے باہر ہو اور نہ ہی عورت کے اندرونی معاملات کی چھان بین میں لگا رہے یعنی ہمیشہ شک وشبہ اور تجسس آمیز نگاہوں سے دیکھتا رہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب آدمی سفر سے گھر واپس آئے تو گھر میں داخل ہونے سے قبل اپنی آمد کی اطلاع کرے۔ اگر زیادہ رات گزر رہی ہو تو گھر نہ جائے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کسی سفر سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ تھے کہ رات سر پر آئی آپ نے تمام رفقاء کو رک جانے کا حکم فرمایا کہ اس وقت گھر جانا مناسب نہیں ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں عورتوں پر غیرت کو اس حد تک مسلط نہ کیجئے کہ جب لوگوں کو معلوم ہو تو بلاوجہ طعنہ زنی کرنے لگیں۔ غیرت کی اصل بنیاد تو فقط یہ ہے کہ عورت پر نامحرم کی نظر نہ پڑے اور عورتیں نامحرموں پر اپنی نظریں نہ جمائیں اس طرح بے حیائی کے تمام راستے بند ہو جائیں گے۔

ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت فرمایا عورتوں کے لئے سب سے اعلیٰ چیز کیا ہے؟ عرض کیا! کوئی غیر آدمی انہیں دیکھ نہ پائے اور نہ ہی وہ کسی غیر مرد کو دیکھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ جواب بے حد پسند آیا اور نہایت خوشی ومسرت سے اپنی آغوش میں لیتے ہوئے فرمایا آخر کیوں نہ ہو تم میری لخت جگر ہو!

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زوجہ محترمہ کو دیکھا کہ وہ دریچے سے باہر دیکھ رہی ہیں تو انہیں مارا اسی طرح انہوں نے سیب کا ایک ٹکڑا خود کھایا اور ایک ٹکڑا اپنے غلام کو دیا تو اس پر بھی ان کی پٹائی کر دی۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ عورتوں کو نہایت عمدہ اور بھڑکیلا لباس نہ پہنایا کرو تاکہ وہ گھر کے اندر ہی رہیں۔ بصورت دیگر خوبصورت لباس پہننے کی صورت میں حسن وزیبائی سے خودنمائی کی تحریک پیدا ہوگی پھر وہ باہر نکلنے پر آمادہ نظر آئیں گی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آغاز اسلام کے وقت مدینہ طیبہ میں خواتین کو نماز کی تعلیم کے لئے مسجد میں باپردہ آنے کی اجازت عطا فرمادی تھی کہ بچوں کی صف کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز ادا کر سکتی ہیں۔ مگر بعد میں روک دیا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں تو عورتوں کو مساجد میں آنے کی سختی سے ممانعت کر دی گئی تھی۔

چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اب عورتوں کے اطوار کو ملاحظہ فرماتے تو آپ بھی عورتوں کو مساجد میں آنے سے روک دیتے۔ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عملاً روک دیا ہے اور

marfat.com

اب تو وہ وقت آ گیا ہے کہ عورتوں کو مساجد اور مجالس میں جانے سے منع کرنا اور ضروری ہو گیا ہے بلکہ یہ ایک اہم فریضہ بن چکا ہے۔ سوا ایسی صورت میں کہ عورت بالکل بوڑھی اور نہایت ضعیف ہو چکی ہو پھر بھی عمدہ طریقے سے پردہ کرنے والی ہو تا کہ کسی خرابی کا اندیشہ نہ رہے تو باہر نکل سکتی ہے۔ عورتوں کے عموماً فتنے مجالس اور مناظر سے ہی ظہور پذیر ہوا کرتے ہیں۔ لہٰذا جہاں جہاں فتنے کا خدشہ ہو وہاں عورتوں کو جانے دینا قطعاً جائز نہیں ہے۔

حکایت:- بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ایک نابینا صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل ہوا۔ جب کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعض خواتین کے ساتھ اسی طرح بدستور بیٹھی رہیں وہاں سے اٹھنے کا نام تک نہ لیا بلکہ کہا ''کوئی بات نہیں نابینا ہی ہے'' جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا ''تمہاری تو نظریں ہیں۔''

۶- چھٹا ادب یہ ہے کہ عورت کا نان ونفقہ دینا اس پر لازم ہے اور اس کا ثواب دوسروں کو صدقہ دینے سے زائد ہے لہٰذا خاوند کو چاہیے کہ اپنی بیوی کو تنگ دست نہ ہونے دے اور نہ ہی فضول خرچ۔

افضل ترین صدقہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص ایک دینار جہاد کے لئے کسی مجاہد کو دے' ایک دینار غلام کو آزادی کے لئے پیش کرے اور ایک دینار سے مسکین کی خدمت کرے اور ایک دینار اپنے اہل وعیال پر صرف کرے تو ان چاروں میں فضیلت کے لحاظ سے وہ دینار ہے جو بیوی' بچوں کے نان ونفقہ پر خرچ کیا گیا۔ نیز صاحب خانہ پر لازم ہے کہ کوئی بھی عمدہ کھانا اور اچھی سی چیز اکیلا کھائے۔ ہاں البتہ اگر کھانا ہی ہو تو وہ پوشیدگی میں کھائے ان کے سامنے نہ کھائے اور یہ بھی ہے کہ جو اشیاء اپنے اہل وعیال کے لئے مہیا کرنے سے قاصر ہو ان کا اپنے اہل وعیال سے ذکر تک نہ کرے۔

حضرت امام محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہفتہ بھر میں ایک مرتبہ حلوہ یا میٹھی چیز ضرور تیار کرائے کیونکہ میٹھی چیز سے علیحدگی مروت کے خلاف ہے اگر کوئی مہمان وغیرہ پاس نہ ہو تو اپنی زوجہ کے ساتھ کھانا کھائے۔

کیونکہ مروی ہے کہ جس گھر میں بیوی' بچے ہوں وہ مل جل کر کھانا کھائیں تو کھانے کے دوران' ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور فرشتے ان پر سلام پڑھتے ہیں۔ البتہ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اہل وعیال کو جو کچھ بھی کھلایا' پلایا جائے حلال کی کمائی سے ہو' کیونکہ اس سے بڑا ظلم اور بالکل نہیں کہ اہل وعیال کی تربیت وپرورش رزق حرام سے ہو!

۷- ساتواں ادب: تعلیم نسواں

ساتواں ادب یہ ہے کہ جس قدر عورتوں کے لئے ان کے خاص مسائل ہیں ان کو تعلیم دینا نہایت ضروری ہے۔ یعنی طہارت' نماز اور حیض وغیرہ ان امور کا جاننا ہر عورت پر فرض ہے۔ لہٰذا آدمی کو چاہیے کہ اپنی بیوی کو ان مسائل کی تعلیم دے۔ کیونکہ اگر گھر پر ان کی تعلیم کا انتظام نہیں تو عورت پر واجب ہے کہ وہ ان مسائل کو جاننے کے لئے گھر سے باہر جا کر دوسروں سے علم حاصل کرے البتہ خاوند جب ان مسائل کو سکھا دینے کی اہلیت رکھتا ہے تو عورت کا باہر جا کر سیکھنا جائز نہیں ہے اور اگر نہیں سکھائے گا تو از خود گنہگار ہو گا چنانچہ

marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ یا ایھا الذین امنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا ٥
ایمان والو! اپنے آپ اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ ٥ (سورۃ التحریم آیت ٦)
عورتوں کو ان کے مسائل سکھانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے یہاں تک سکھا دیا جائے کہ اگر سورج غروب ہونے سے قبل حیض کا خون بند ہو جائے تو نماز عصر کی قضا واجب ہوگی عموماً ایسے مسائل سے عورتیں بے خبر ہوتی ہیں۔

۸- دو بیویاں؟

آٹھواں ادب یہ ہے کہ اگر کسی فرد کی دو بیویاں ہوں تو ان سے یکساں سلوک روا رکھے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اپنی بیویوں میں سے ایک کی طرف زیادہ میلان اور رغبت رکھے گا وہ قیامت کے دن ایسے آئے گا کہ اس کا بدن سالم نہیں رہے گا۔ برابری سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں کو تحفہ وغیرہ دینے اور خلوت نشینی میں مساوات کا لحاظ رکھے۔ یعنی عدل وانصاف کا دامن مضبوطی سے تھام رکھے۔ البتہ اس کے قلبی انس ومحبت کے سلسلہ میں مساوات ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ محبت کسی کے اختیار کی بات نہیں۔
نبی کریم امہات المومنین کے پاس نہایت تسلسل کے ساتھ ایک ایک رات ہر ایک کے ساتھ گزارا کرتے مگر محبت حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے اور یوں کہا کرتے الٰہی! جو کچھ میرے اختیار میں ہے اسے میں پوری کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ لیکن دل پر تو میرا اختیار کہاں؟
اگر کسی آدمی کا دل کسی عورت سے بھر جائے اور اس کے پاس جانے پر آمادہ نہ ہو تو اسے چاہیے کہ اپنی بیوی کو باعزت طور پر طلاق دے کر فارغ کر دے اور بلاوجہ اسے قیدی نہ بنائے رکھے۔
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ام المومنین سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا تھا کہ میں بہت بوڑھی ہونے کے باعث قابل ہوں کہ آپ طلاق دے دیں مگر میں چاہتی ہوں کہ میرے اوقات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے وقف کرتی اور میں آپ کی زوجہ کی حیثیت جنت میں آپ کی معیت میں رہوں۔ بناء علیہ آپ نے حضرت سودہ کی گزارش کا قبولیت کا شرف دیا چنانچہ آپ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں دو راتیں جلوہ افروز رہتے جب کہ دیگر امہات المومنین ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے پاس ایک ایک رات قیام رہتا۔

۹- نواں ادب! بیوی سے نرم سلوک اختیار کرنا

نواں ادب یہ ہے کہ اگر بیوی نافرمانی وگستاخی پر اتر آئے اور حکم ماننے سے انکار کرے تو ایسے موقع پر شفقت وتلطف سے کام لے یہاں تک کہ وہ اطاعت گزاری پر قائل ہونے لگے اور اگر اس طرح کوشش ناکام ہوتی نظر آئے تو بستر پر اس کی طرف پیٹھ کر کے سوئے۔ پھر بھی فرمانبرداری سے گریز کرے تو تین راتیں اسے بستر کے قریب نہ آنے دے۔ پھر بھی کام نہ بنے تو مار پیٹ سے درست کرے مگر چہرہ پر قطعاً نہ مارے اور اتنی سختی سے بھی نہ مارنا شروع کرے کہ اس کی ہڈی وغیرہ ٹوٹنے کا خطرہ ہو۔ یا جسم داغ دار ہو جائے یا نیک امور میں کوتاہی کی مرتکب ہونے لگے۔ ناراضگی کے طور پر ایک ماہ تک اس سے خفگی کا اظہار کرے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا

marfat.com

ایسے ہی فرمان ہے۔

۱۰- دسواں ادب یہ ہے کہ بوقت صحبت چہرہ جانب قبلہ رہے۔ ابتداً محبت بھری باتوں لہو ولعب' بوس وکنار اور لپٹ لپٹ کر اسے لبھا
کی کوشش کرے یہاں تک کہ وہ جماع کے لئے پوری طرح تیار ہو جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تو انسان ہی نہیں
جو جانوروں کی طرح عورت پر گرے۔ بلکہ آدمی کو تو چاہیے صحبت سے قبل اس کی طرف اپنا قاصد بھیجے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عرض گزار ہوئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ قاصد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا! بوس وکنار! اور جب
اس فعل کا عمل شروع کرے تو پڑھے۔

''بسم اللہ العلی العظیم'' اللہ اکبر اللہ اکبر' اور بہتر تو یہ ہے کہ سورۂ اخلاص کا وظیفہ بھی کر لے پھر یہ کلمات کہے۔

اللھم جنبنا الشیطان مما رزقنا

حدیث شریف میں ہے جو شخص بوقت صحبت اس دعا کو پڑھ لیا کرے گا تو اس سے جو اولاد ہو گی وہ شیطان سے محفوظ رہے گی
جب انزال قریب ہو تو اس آیت کا تصور کرے۔ الحمد للہ الذی جعل من الماء بشراً فجعلہ نسباً وصھراً

اور جب انزال ہونے لگے تو ذرا صبر سے کام لے تا کہ عورت کا بھی انزال ہو جائے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
ہے آدمی کی تین باتوں میں عاجزی وکمزوری پائی جاتی ہے۔

ایک یہ کہ کسی کو اپنا دوست بنائے اور اس کا نام بھی دریافت نہ کر پائے۔ دوسرا یہ کہ کوئی مسلمان اس کی عزت افزائی کرے وہ
اسے اہمیت نہ دے۔ تیسرا یہ کہ عورت سے پیار والفت' بوس وکنار سے پہلے ہی مباشرت شروع کر دے اور جب وہ لذت آشنا ہو
لگے تو اتنا بھی صبر نہ کر سکے کہ اس کی بیوی اپنی حاجت پوری کر سکے۔

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ ہر ماہ چاند کی پہلی' پندرھویں اور آخری شب مباشرت
کرنا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ ان راتوں میں بوقت مباشرت شیاطین شامل ہو جاتے ہیں۔

حیض ونفاس کے دوران مباشرت بالکل نہ کرے۔ ہاں حائضہ کے ساتھ لیٹنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن جب تک عورت حیض
کے ایام مکمل ہونے پر غسل نہیں کر لیتی اس سے مباشرت جائز نہیں۔

اگر ایک بار صحبت کرنے کے بعد دوبارہ خواہش پیدا ہو تو آدمی کو چاہیے کہ پاک' صاف ہو لے اور جنبی حالت میں کھانا وغیرہ کھا
چاہیں تو فریقین کو اچھی طرح وضو کر لینا چاہیے۔ اگر غسل کے بغیر نیند کا غلبہ ہونے لگے تو پھر بھی کم از کم وضو کر کے سوئے کہ یہ سنت ہے۔
غسل جنابت سے قبل بال یا ناخن نہ کٹوائے تا کہ جنبی حالت میں وہ اس کے جسم سے علیحدہ نہ ہوں۔ مباشرت میں یہی بات اچھی
ہے کہ مادہ منویہ عورت کے رحم میں پہنچائے۔ باہر نہ پھینکے گو بعض علماء نے عزل کو جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار
شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا! میری ایک کنیزہ جو خادمیت کے فرائض بھی سرانجام دیتی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ
حاملہ ہو اور کام کاج میں فرق آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً عزل کرنے کا اشارہ فرمایا اور کہا کہ اگر مقدر میں بچہ ہے تو وہ پیدا
کر رہے گا۔ چنانچہ چند ماہ بعد وہ شخص حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا۔ اس کے ہاں فرزند پیدا ہوا ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

marfat.com

مروی ہے کہ قبل از نزول قرآن عزل کرلیا کرتے تھے مگر ممانعت نہ ہوئی۔

۱۱-بوقت ولادت اذان اور اقامت کا حکم؟

گیارہواں ادب یہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔ حدیث شریف میں کہ اگر ایسا کیا جائے تو بچہ بچپن کی بیماریوں سے محفوظ رہے گا۔

(نوٹ) آج کل پولیو کے قطرے پلائے جاتے ہیں اور اس کا بین الاقوامی سطح پر خوب چرچا کیا جاتا ہے۔ مسلم و غیر مسلم حکومتیں بڑی شدومد سے اس مہم کو کامیاب بنانے کے لئے ہر قسم کے ذرائع ابلاغ کو استعمال میں لاتی ہے۔ ریڈیو، ٹی وی، رسائل و جرائد اور اخبارات میں خوب پروپیگنڈا کیا جاتا ہے اربوں روپے خرچ کر دیئے جاتے ہیں لاکھوں اشخاص پر مشتمل عملہ شب و روز مستانہ وار مصروف کار رہتا ہے۔ مگر ہر سال اس عمل کو دوہرانے کے باوجود وہ نتائج مرتب نہیں ہو پاتے جن کا ''ٹارگٹ'' متعین ہوتا ہے۔ اس کے برعکس بلا کسی قسم کے اخراجات اور عملہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک پر عمل کرتے ہوئے ہر ایک بچے بچی کے کان میں حسب طریقہ مذکور اذان و اقامت کہی جائے تو بچپن کی بیماریوں کا تصور تک نہیں رہتا۔ مولیٰ تعالیٰ جل وعلیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو اس پر عمل کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین (تابش قصوری)

پھر نومولود کا عمدہ سا نام رکھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ترین عبداللہ اور عبدالرحمٰن یا انہیں سے ملتے جلتے دیگر اسمائے مبارکہ ہیں۔

مروی ہے کہ اگر اسقاط حمل ہو جائے تب بھی بچے کا نام رکھا جائے۔

عقیقہ سنت مؤکدہ؟

عقیقہ سنت مؤکدہ ہے۔ جو لڑکی کے لئے ایک بکرا اور لڑکے کے لئے دو بکرے ذبح کرنے سے یہ سنت ادا ہو جاتی ہے۔ ہاں دو کی استطاعت نہیں تو ایک بکرے پر بھی بچے کے لئے اکتفاء کیا جا سکتا ہے۔

- حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ عقیقہ کے بکرے کی ہڈی نہیں توڑنی چاہیے۔
- نیز سنت ہے کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کے منہ میں کوئی میٹھی چیز ڈالی جائے۔ پھر ساتویں دن اس کے بال منڈوائیں، پھر ان بالوں کا وزن کر کے اتنی مقدار میں سونا یا چاندی صدقہ کر دی جائے۔
- بچی کی پیدائش پر کراہت کا اظہار ہرگز نہ کیا جائے اور نہ ہی بچے کی ولادت پر حد سے زیادہ خوشی و مسرت کا مظاہرہ کیا جائے۔ اس لئے کہ کون سمجھتا ہے کہ بھلائی کس کی ولادت میں ہے اور خیر و برکت میں کون زیادہ اہل ہوگا۔
- لڑکی کی پیدائش مبارک ترین امر ہے۔ اس کی ولادت پر والدین کو زیادہ ثواب ملتا ہے۔
- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس آدمی کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں اور وہ ان کے لئے رنج و کلفت اور مشقت برداشت کرے۔ انہیں کے کام سنوارے، یعنی ان کی عمدہ طریقہ سے تعلیم و تربیت اور پرورش کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر خوب رحمت

marfat.com

کرنا ہے۔

کسی اور شخص نے عرض کیا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کی دو بیٹیاں ہوں تو.....؟ فرمایا تب بھی اللہ تعالیٰ اس پر خوب رحمت فرماتا ہے۔ عرض کیا گیا اگر کسی کی ایک ہی لڑکی ہی ہو تو؟ آپ نے فرمایا تب بھی ویسے ہی ہوگا۔

پھر فرمایا جس کی ایک بیٹی وہ انجور ہے۔ جس کی دو بیٹیاں ہوں تو وہ گرانبار ہے اور جس کی تین بیٹیاں ہوں تو مسلمان پھر تم بھی ان کی مدد کرو، کیونکہ وہ بہشت میں ایسے میرے ساتھ ہے۔ جیسے یہ میری دو انگلیاں! نیز فرمایا! جو شخص بازار سے نیا پھل خرید کر اپنے گھر لائے تو اس طرح ہے جیسے اس نے صدقہ کیا اور پھل فروٹ وغیرہ کو بوقت تقسیم پہلے لڑکی کو دے بعدہٗ لڑکے کو! اس لئے کہ بچی کو خوش کرنا ایسے ہے جیسے وہ خشیت الٰہی سے رویا۔ اور خوف خدا سے رونے والے پر جہنم کی آگ حرام کردی جاتی ہے۔

۱۲- بارھواں ادب جہاں تک ممکن ہو طلاق نہ دے

جملہ آداب نکاح میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بیوی کو حتی الامکان طلاق نہ دے۔ گو بوقت ضرورت طلاق دینا مباح ہے مگر تمام مباحات میں سے جو چیز اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے وہ طلاق دینا ہے۔ اس لئے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ طلاق دینے والے کو اپنا دشمن رکھتا ہے اور عورت کو بلاوجہ کسی قسم کی تکلیف پہنچانا جائز نہیں اور طلاق دینا تو انتہائی قسم کی تکلیف پہنچانا ہے۔ اگر بالفرض طلاق دینے کی نوبت آ ہی جائے تو ایک سے زیادہ نہ دے کیونکہ بیک وقت تین طلاقیں دینا نہایت مکروہ ہے۔ نیز حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے اور حالت پاکی میں اگر مباشرت کر چکا ہے تو بھی طلاق دینا حرام ہے۔ جب طلاق دے تو عورت کو کسی نہ کسی قسم کا تحفہ بھی دے اور بہتر یہی ہے کہ بوقت طلاق کوئی نہ کوئی عذر پیش کرے غصے اور نفرت سے طلاق نہ دے تاکہ عورت کے دل پر بوجھ ثابت نہ ہو اور عورت کے راز کو دوسروں سے قطعاً پوشیدہ رکھے اور یہ بھی کسی پر ظاہر نہ کرے کہ عورت کے کسی عیب کے سبب طلاق دینے پر مجبور ہوا۔

حکایت: کسی شخص نے طلاق دینے والے آدمی سے دریافت کیا تم نے اپنی بیوی کو طلاق کس وجہ سے دی؟ تو اس نے جواباً کہا اچھے بندے اپنی بیویوں کے عیب ظاہر نہیں کیا کرتے۔ یہاں تک کہ اس نے بعد از طلاق پھر پوچھا۔ اب تو بتا دیا جائے کہ تو نے طلاق کیوں دی اس لئے کہ اب وہ تمہاری زوجیت سے نکل چکی ہے تو اس نے کہا مجھے دوسروں کی عورتوں کے کیا سروکار کہ ان کے متعلق باتیں کرتا پھروں!

خاوند کے حقوق؟

جو کچھ مذکور ہوا۔ یہ ان حقوق کے متعلق تھا جو عورتوں کو مردوں پر حاصل ہیں لیکن مرد کا حق عورت پر اس سے بھی زائد ہے۔ اس لئے کہ عورت حقیقتاً مرد کی غلام ہے اور حدیث پاک میں ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو عورتوں کو حکم دیا جاتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔

ان حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ عورت گھر میں رہے۔ خاوند کی اجازت کے بغیر کہیں نہ جایا کرے روشندان، کھڑکیوں اور مکان کی چھت پر جا کر تانک جھانک مت کرے۔ ہمسائیوں کے ساتھ میل ملاپ نہ کرے اور ان سے بلاضرورت باتیں نہ کیا کرے اور اپنے

marfat.com

خاوند کی خوبیوں کے علاوہ کچھ بیان نہ کرے اور اپنی خاوند سے بلا تکلف باتوں اور مباشرت کے راز کو پوشیدہ رکھے۔ دوسروں سے بالکل نہ کہے خاوند کی جملہ خواہشات کو خوش دلی سے پورا کرے نیز اس کے مال و متاع میں خیانت کی مرتکب نہ ہو خاوند سے نہایت محبت، پیار اور لطف اور الفت کا والہانہ اظہار کرے۔

خاوند کا کوئی دوست وغیرہ دروازے پر آئے تو اسے اس انداز میں جواب دے کہ اسے محسوس تک نہ ہو کہ یہ میرے دوست کی بیوی ہے۔ نیز اپنے خاوند کے تمام شناسا حضرات سے پردہ کرے تا کہ وہ اسے پہچان نہ سکیں اور شوہر کے ساتھ جو کچھ نصیب ہو اس پر قناعت کرے۔ زیادہ کی خواہش نہ کرے ممکن ہے خاوند کی اس سے زائد مہیا کرنے کی طاقت نہ ہو اور خاوند کا حق اپنے تمام خویش و اقارب، عزیزوں، رشتہ داروں سے فائق سمجھے اور اپنے آپ کو ہمیشہ پاکیزہ صاف ستھرا رکھے کیونکہ صحبت و مباشرت کے لوازمات میں سے ہے۔ جتنا کام اپنے ہاتھوں کر سکتی ہو بخوشی کرے اور خاوند کو قطعاً یہ نہ کہے کہ میں نے تیرے ہاں آ کر کیا پایا ہے؟ یعنی تو نے مجھے کونسا سکون و آرام بہم پہنچایا ہے۔

عموماً خرید و فروخت کو ہی موضوع سخن نہ بنائے رکھے اور بات بات پر از خود طلاق کا مطالبہ نہ کرے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ (شب معراج) میں نے دوزخ کا جب مشاہدہ کیا تو اس میں زیادہ تر عورتیں ہی نظر آئیں جب اس کا سبب دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا یہ اپنے خاوندوں کی بدگوئی اور ناشکری کے باعث گرفتار عذاب ہیں۔

marfat.com

اصل نمبر۳

آدابِ کسب وتجارت؟

یہ اچھی طرح سمجھنے کی بات ہے کہ جب دنیا آخرت کی منزل کا راستہ ہے اور اسے طے کرنے کے لئے انسان کو کھانا' پینا' پہ
لازمی ہے اور ان چیزوں کا حاصل کرنا بلا کسب وکار ممکن ہی نہیں تو پھر ضروری ہے کہ کسب وکار کے قواعد وآداب کو جانا پہچانا جائے۔
وہ شخص بڑا بدنصیب ہے جو دائمی طور پر صرف کاروبار دنیوی میں منہمک رہے اور اس کے برعکس وہ شخص خوش نصیب ہے جس نے آخر
کی منزل کو طے کرنے کے لئے اپنے آپ کو کسب دنیا میں حریص ہونے کی بجائے توکل کو اختیار کئے رکھا اور اعتدال ومیانہ روی کا
تھام لیا۔

یعنی انسان کاروبار معیشت میں مصروف ومشغول ہونے کے باوجود بھی معاد یعنی کار آخرت پر بھی نظر رکھے اور اس سلسلہ میں
اس پر لازمی ہے کہ اصل مقصد معاد ہی کو قرار دے اور معاش کو معاد کے لئے فراغت کا وسیلہ وذریعہ تصور کرے۔ کسب ومعاش
متعلق جتنی باتیں' آداب اور قواعد واحکام ہیں انہیں ذیل میں پانچ ابواب پر پیش کرنے کی سعی کی جائے گی انشاء اللہ العزیز۔

باب۱:- فضیلت وثواب کسب

باب۲:- شرائط معاملات کا درست ہونا

باب۳:- معاملات میں انصاف کو ملحوظ رکھنا

باب۴:- عدل وانصاف کے علاوہ معاملات میں احسان وکرم کو بھی مدنظر رکھنا ہے۔ عدل وانصاف کے علاوہ احسان وکرم کو بھی مد
رکھنا۔

باب۵:- دنیوی معاملات پر دینی شفقت کو اولیت دینا۔

marfat.com

ب ا:

فضیلت وثوابِ کسب؟

جاننا چاہیے کہ اپنے اور اہل وعیال کو دینوی محتاجی سے بچانے کے لئے رزق حلال سے کفالت کرنا جہاد اسلامی میں شامل ہونے مترادف ہے اور کسب حلال بہت سی دیگر عبادات سے افضل تر ہے۔

یت: راہِ حق کا مسافر؟

روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی جگہ تشریف فرما تھے کہ ایک کڑیل نوجوان کا وہاں سے گزر ہوا اور وہ بازار میں جاتے ہی ایک دکان میں داخل ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دیکھ کر کہنے لگے۔

ی اچھا ہوتا کہ یہ شخص صبح سویرے اٹھتا اور خدا کی عبادت کرتا۔ یہ سنتے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... ایسے نہ کہو! کیونکہ گر اس کا جانا اس نیت سے ہے کہ وہ اپنے اور اپنے اہل وعیال یا اپنے والدین کو دنیا کی محتاجی اور دست نگری سے بچالے گا تو سمجھئے وہ راہِ حق میں مصروف جہاد ہے۔ ہاں اگر وہ اس کا مقصد فخر ومباہات' لہو ولعب' یا دینوی امارت ودولت کا جمع کرنا ہے تو وہ شیطانی راہ پر چل رہا ہے۔

ایا! جو شخص دنیا میں رزق حلال کے لئے سرگردان ہے کہ اسے کسی کا دست نگر نہ ہونا پڑے' خویش واقرباء اور ہمسائیوں سے حسن سلوک اختیار کرے گا تو قیامت کے دن اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔

مایا ایماندار اور صداقت شعار تاجروں کو قیامت کے دن صدیقین وشہداء کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

شاد ہوا اللہ تعالیٰ ان ایمانداروں سے محبت فرماتا ہے جو اپنی روزی کے لئے کوئی نہ کوئی ذریعہ وپیشہ اختیار کر لیتے ہیں نیز فرمایا اگر کوئی نصائح پر عمل پیرا رہے گا تو اپنے ہاتھ سے روزی کمانے والے کا رزق حلال ترین ہوگا۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ! تجارت کرلو کہ اس کے دس حصوں میں سے نو حصے رزق تجارت سے ہی وابستہ ہیں نیز فرمایا جو شخص اپنے لئے سوال کا دروازہ کھول لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر ستر محتاجی ومفلسی کے دروازے کھول دیتا ہے۔

ت: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تمہارا بھائی زیادہ عبادت گزار ہے!!

رتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص سے دریافت کیا تم کیا کام کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا فقط عبادت کرتا ہوں!

نے فرمایا پھر تم کہاں سے کھاتے پیتے ہو؟ وہ عرض گزار ہوا میرا بھائی مجھے کھانا وغیرہ دے دیتا ہے۔ یہ سنتے ہی آپ نے فرمایا پھر تمہارا بھائی تو تم سے زیادہ عبادت گزار ہے۔

ت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کسب معاش سے الگ تھلگ مت رہو! اور یوں نہ کہنے لگو! اللہ تعالیٰ ہمیں روزی

marfat.com

دینے والا ہے۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ تمہارے لئے سونے کی بارش تو نہیں برساتا۔

حضرت لقمان حکیم نے اپنے فرزند کو جو نصیحتیں فرمائی تھیں ان میں یہ وصیت بھی تھی کہ بیٹا! کسب سے ہاتھ مت اٹھانا۔اس لئے کہ درویشی اختیار کر لیتا ہے اسے لوگ محتاج بنا دیتے ہیں پھر اس کا دین بھی تنگ ہو کر رہ جاتا ہے۔اس کی عقل ماری جاتی ہے اور اس کی مروت ختم ہو کر رہ جاتی ہے نیز دنیا کی نظروں میں وہ حقیر اور قابل نفرت بن جاتا ہے۔

افضل کون عابد یا تاجر؟

ایک بزرگ سے سوال کیا گیا کہ آپ فرمایئے! عابد افضل ہے یا امانت دار تاجر؟ انہوں نے جواباً کہا امانت دار تاجر' عابد افضل ہے۔اس لئے کہ وہ مصروف جہاد رہتا ہے۔وہ یوں کہ شیطان ترازو پر تولنے اور پھر تجارتی لین دین کے وقت اسے پوری پوری طرح ورغلانے کی کوشش کرتا ہے۔جب کہ تاجر اس کی مخالفت پر کمر بستہ رہتا ہے اور اس باہمی وسواس اور کشمکش میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کر کے شیطان کو شکست دے دیتا ہے۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمنائے دل؟

بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا عمر ابن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ موت تو کسی نہ کسی مقام پر آ ہی رہے گی لیکن میرے نزدیک بہترین اور حسین موت یہ ہے کہ میں اپنے اہل وعیال کے لئے بازار میں رزق حلال کسب میں مشغول ہوں تو موت آئے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہ جاہل ہے؟

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آپ کا اس شخص کے بارے کیا خیال ہے۔جو مسجد میں معتکف عبادت رہ کر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ از خود روزی پہنچائے گا۔

آپ نے جواباً فرمایا وہ شخص جاہل ہے اور شرعی احکام سے بالکل بے بہرہ ہے۔اس لئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری روزی میرے نیزہ کے سائے میں رکھی ہے۔یعنی جدوجہد کرنے میں۔

حکایت: حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول؟

حضرت امام اوزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابراہیم بن ادھم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سر پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے دیکھا تو کہا حضرت! آپ کب تک کسب وکار کا بھار اٹھاتے رہیں گے۔جب کہ آپ کے عقیدت مند مسلمان اس محنت ومشقت میں آپ کی خدمت کرنے پر آمادہ ہیں''ان کے نذرانوں سے کام چلایئے''

حضرت ابراہیم بن ادھم نے فرمایا! خاموش رہیے''مجھے تمہارے اس مشورے کی چنداں ضرورت نہیں'' کیونکہ حدیث پاک کا ارشاد ہے کہ وہ شخص یقیناً جنتی ہے جو رزق حلال کے لئے محنت ومشقت سے کام لیتا ہے اور معیشت وروزی کے لئے ذلت کو برداشت کرتا ہے!

marfat.com

سوال: اگر کوئی یہ سوال کردے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ما اوحی الی اجع المال و اکن من التاجرین ولکن اوحی الی ان سبح بحمد ربک و کن من الساجدین و اعبد ربک حتی یاتیک الیقین ○ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم نہیں فرمایا مال جمع کرو اور سوداگروں میں سے ہو جاؤ۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ تسبیح وتحمید کرو اور ساجدین میں سے ہو جاؤ اور اپنے رب کی تاحیات عبادت میں لگے رہو! لہٰذا یہ اس امر کی دلیل ہے کہ عبادات کسب وکار سے بہتر ہیں۔

جواب: تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جو شخص اپنے اہل وعیال کے لئے کافی مال و دولت رکھتا ہو اس کے لئے عبادت میں مصروف رہنا کسب وکار سے بہتر ہے اور جو کسب کفایت وضرورت کی مقدار سے زیادہ کا طالب ہو تو اس میں کوئی فضیلت کی بات نہیں بلکہ اس میں نقصان وخسران ہے کیونکہ دنیا سے دل لگانا یہ تمام گناہوں کا سردار ہے اور وہ آدمی جس کے پاس مال ہی نہیں۔ مگر رزق حلال کے لئے وہ زندگی کی گاڑی کو چلا رہا ہے اسے کسب کرنا عبادت کے مترادف ہے۔

اس سلسلہ میں چار قسم کے آدمی پائے جاتے ہیں۔ ایک وہ شخص جو علم دین میں مصروف ہے۔ جس سے لوگوں کو دینی منافع حاصل ہوں۔ علم شریعت، علم طب اگر اسے لوگ اپنے صالح مال سے مدد کریں تو اسے کاروبار میں مشغول نہ ہونا بہتر ہے جیسے ائمہ مساجد دوسرا شخص عدل وانصاف اور مخلوق خدا کی بہتری کے کاموں کے لئے وقف ہے تیسرا وہ آدمی جو خانقاہوں میں عابدوں کے لئے اپنے آپ کو وقف کئے ہوئے ہے اور ادو وظائف میں مشغول رہتا ہے۔

اور چوتھا وہ آدمی جس کا باطن اولیائے کرام کے احوال وآثار اور صوفیائے عظام کے مکاشفات کا امین بن چکا ہے۔ ایسے لوگوں کا کسب معاش میں مشغول نہ ہونا بہتر ہے۔ جب عوام وخاص از خود محبت وعقیدت سے اس کے سوال اور احسان کئے بغیر رزق حلال سے ان کی معاونت کرتے رہتے ہیں تو اس کا معاشی کسب کی طرف رغبت نہ کرنا ہی اچھا ہے۔

حکایت:- ایک بزرگ کا طریقہ کار؟

بیان کرتے ہیں کہ ایک بزرگ کے تین سو ساٹھ مخلص ترین مرید وعقیدت کیش تھے وہ اللہ کا بندہ تمام وقت مصروف عبادت رہتا، نوبت سر پر آتی تو کسی ایک عقیدت مند کے ہاں چلا جاتا وہ اس کی خدمت کرنے اور دوسری شب کسی اور عقیدت مند کے ہاں گزارتا۔ اس طرح اسے عبادت میں مصروف رہنے کا موقع میسر آتا اور وہ عقیدت مند مرید بھی اسے غنیمت جانتے گویا کہ وہ اس کی عبادت میں معاون و مددگار ہیں۔ لوگوں کا اس طرح ایسے نیک بندوں کی خدمت کا صلہ اللہ تعالیٰ یوں عطا فرماتا ہے کہ ان کے لئے خیر وبرکت کے دروازے کھل جاتے ہیں" گویا کہ بزرگان دین، علمائے حق اور ائمہ مساجد وموذنین کی خدمت باعث خیر وبرکت ہے"۔

حکایت: تیس دوست؟

یوں ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک صاحب کے تیس دوست تھے اور اس کا معمول تھا کہ مہینہ بھر وہ ہر روز کسی ایک کے ہاں چلا جاتا اور مصروف عبادت رہتا۔ وہ اس دن اس کے کھانے پینے کا اہتمام کردیتے۔ چنانچہ اسی طرح اس نے اپنی تمام زندگی عبادت میں صرف فرمائی۔

(نوٹ) لیکن اگر ایسا زمانہ آجائے کہ دست سوال دراز کئے محتاجی کی ذلت اٹھائے بغیر کوئی شخص اس کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتا

marfat.com

تو اسے سوال کرنے سے بہتر ہے کہ کسب وکار میں مشغول ہو جائے تا کہ سوال کی ذلت سے بچا جا سکے۔ کیونکہ سوال بجائے خود فواحش میں شامل ہے۔ ہاں اگر انتہائی مجبوری ہو تو سوال کرنا جائز ہے اور جو شخص علم و فضل کے بلند مراتب پر فائز ہے۔ جس کے علوم وفنون سے ایک زمانہ مفید ہو رہا ہو اور اسے حلال روزی کے لئے سوال میں ذلت نہ اٹھانی پڑے تو ایسی صورت میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ کسب معیشت میں مشغول ہونے کی بجائے اپنے علوم وفنون سے مخلوق خدا کو نفع پہنچانا اور عبادت میں مصروف رہنا بہتر ہے۔

لیکن وہ شخص جو صرف اور صرف عبادت کے سوا کچھ نہیں رکھتا۔ اس کے لئے لازمی ہے کہ کسب وکار کی مشقت اٹھائے۔ لیکن وہ آدمی جو کسب معاش کے باوجود اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے معمور رکھتا ہے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ کاروبار کو بھی جاری رکھے۔ کیونکہ عبادات کی روح تو دراصل ذکر الٰہی ہے اور ایسا شخص نہایت اعلیٰ قسم کا عابد و ذاکر ہے۔ ذکر و اذکار' اوراد و وظائف' اور عبادات انسان و کسب وکار سے نہیں روکتی۔ کسب معاش میں بھی ان تمام عبادات کا بجالانا ممکن ہے۔

باب ۲

تعلیم کسب وتجارت اور اصول شرعیہ؟

واضح ہو کہ یہ بحث بڑی طویل ہے اور اس کا تفصیلی ذکر ہم اپنی فقہی تصانیف میں کر چکے ہیں تاہم اس کتاب میں بعض انتہائی اہم امور کی وضاحت کی جائے گی۔ لہٰذا انہیں یہاں عمدہ طریقے سے رقم کیا جاتا ہے تا کہ علم والا بھی ان کے سمجھنے سے قاصر نہ رہے اگر اس سلسلہ میں اسے کوئی مشکل درپیش ہو تو اہل فن سے دریافت کر لیا کرے۔ کیونکہ جو شخص ان بنیادی قواعد سے بے بہرہ ہو گا وہ یقیناً حرام مرتکب ہو سکتا ہے اور اسے اتنا شعور بھی نہیں رہتا کہ وہ کسی صاحب علم سے دریافت کر سکے۔

کسب چھ امور پر مبنی ہوتا ہے۔ (۱) بیع' (۲) ربا' سود (۳) سلم' (۴) اجارہ' (۵) قرض اور (۶) شراکت۔ اور ان تمام عقود و معاملات کی شرائط ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) بیع: پہلا عقد بیع ہے اور اس کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور اس سے اعراض کی کوئی بھی صورت قابل قبول نہیں۔ بناء علیہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ از خود بازار میں چلے جاتے اور جو بیع کے علم سے بے خبر ہوتے انہیں سزا لگایا کرتے تھے کہ بلا علم تاجر بن بیٹھتے تھے۔ ان کا ارشاد تھا کہ کسی شخص کے لئے اس وقت تک مناسب نہیں ہے کہ دکانیں سجا کر بیٹھے جب تک وہ بیع کا علم اور اس کے متعلق احکام شریعہ سیکھ نہیں لیتا اس لئے کہ وہ دانستہ و نادانستہ طور پر سود لینے کا ارتکاب کرے گا۔ نیز جاننا چاہیے کہ ارکان بیع تین ہیں۔

(۱) خریدار اور فروخت کرنے والا دونوں عاقد کہلاتے ہیں۔

(۲) مال تجارت سونا' چاندی' غلہ وغیرہ معقود ہے۔

(۳) تیسرا رکن از خود کلمہ "بیع" ہے۔

رکن اول جسے عاقد کہتے ہیں اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ پانچ قسم کے لوگوں سے معاملہ نہ کرے۔

marfat.com

(۱) نابالغ بچے سے (۲) دیوانے یا پاگل سے (۳) کنیز یا غلام سے (۴) نابینے سے (۵) اور حرام خور سے۔

ان میں سے نابالغ بچے کے ساتھ امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیع حرام ہے گو اسے ولی کی اجازت بھی حاصل ہو۔

اور اسی طرح پاگل یا دیوانے کے ساتھ معاملے کا ہے۔ خریدار جب کوئی چیز ان سے لے گا اگر وہ ضائع ہو جائے تو دیوانے پر تاوان نہیں پڑے گا۔ اس لئے کہ پاگل کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ کر کے اس نے اپنا مال از خود ضائع کیا ہے۔ اس لئے کہ دیوانے کو تو کسی بات کا شعور تک نہیں ہوتا ورنہ اسے دیوانہ کون کہتا؟

کنیز اور غلام کی بیع اس وقت تک درست قرار نہیں پائے گی جب تک انہیں مالک کی طرف سے اجازت نہیں ہو گی۔ قصاب، نانبائی وغیرہ کے متعلق جب تک ان کے مالکوں سے اجازت نہ لی جائے ان سے کسی قسم کا کوئی معاملہ طے نہیں کیا جا سکتا۔

ہاں اگر کوئی عادل آدمی کہے یا شہر میں شہرت ہو کہ ان کے مالکوں نے ایسے معاملات طے کرنے میں انہیں اجازت دے رکھی ہے تو بلا کراہت بات طے کر سکتے ہیں اگر ان پر کسی قسم کا تاوان پڑ جائے تو از خود ان سے یہ ان کے مالکوں سے نہیں لے سکتے البتہ اگر وہ آزاد ہو جائیں تو پھر ان سے تاوان لیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اب تو انہوں نے ایک آزاد کی حیثیت سے معاملہ کیا ہے۔

نابینے سے بھی معاملہ باطل ہے ہاں اگر بینا شخص کو اپنا وکیل بنا لے تو پھر جو کچھ خریدے گا اس کے تاوان کا ذمہ دار ہو گا۔ اس لئے اب وہ مکلف ہے اور آزاد بھی۔

حرام خور سے بھی کسی قسم کا معاملہ درست نہیں۔ اس لئے کہ ان میں عموماً ڈاکو، چور، ظالم شراب فروش، سود خور، غارت گر، قزاق، جوئیے (بھنڈ) مراثی، کاذب اور رشوت خور وغیرہ پائے جاتے ہیں ان تمام قسم کے آدمیوں سے معاملات طے کرنا جائز نہیں۔

البتہ ان سے معاملہ کر بھی لیا جائے اور بالتحقیق واضح ہو جائے کہ متعلقہ مال واقعی فروخت کرنے والے کا اپنا تھا تو حرام نہیں۔ لیکن ہے مگر بعد از تحقیق معلوم ہو جائے کہ یہ اس کا مالک نہیں تھا۔ تو معاملہ باطل ٹھہرے گا۔ نیز مشتبہ مال کو بھی اچھی طرح پرکھ لیں اگر یقیناً معلوم ہو جائے کہ اگر وہ مال حلال ہے اور معمولی سا شبہ ہے تو پھر بھی معاملہ درست قرار پائے گا۔ مگر شبہ سے خالی قرار نہیں دیا جائے گا اگر زیادہ تر حرام اور قلیل سا حلال ہے پھر بھی اعلانیہ باطل نہیں ٹھہرایا جائے گا۔ البتہ یہ شبہ حرام کے قریب تر ہے لہٰذا یہ معاملہ کدورت سے خالی نہیں جسے خریدنا قطعاً غیر مناسب ہے۔

یہود و نصاریٰ کے ساتھ لین دین جائز تو ہے۔ مگر بعض شرائط کے ساتھ۔ مثلاً قرآن کریم اور مسلمان غلام اور کنیزوں کو ان کے ہاتھ فروخت نہ کیا جائے اور اگر حربی ہیں تو جنگی اسلحات کو بھی ان کے ہاتھوں مت فروخت کریں اس لئے کہ یہ معاملات از روئے دین اسلام باطل ہیں اور فروخت کرنے والا گنہگار ٹھہرے گا اور انہیں مباح کہنے والے زندیق ہیں ان سے کاروبار قطعاً جائز نہیں۔ ایسے بے دینوں کے ساتھ نکاح بھی حرام ہے ان پر انہی احکام کا ہی اطلاق ہوتا ہے۔ عنوان مسلمانی میں ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ زندیق وہ ہوتا ہے جس کے نزدیک شراب نوشی کرنا، نامحرم عورتوں سے میل جول رکھنا، نماز نہ پڑھنا یا سات شبہات میں سے کسی بھی شبہ کا مرتکب ہونا دلیا کہ کوئی بات ہی نہیں اسی بناء پر ان کے ساتھ نکاح اور کاروبار کرنا حرام ہے۔

marfat.com

رکن نمبر۲

کاروباری مال؟

معاملہ چونکہ مال سے ہی متعلق ہوتا ہے اس لئے اس میں چھ شرطیں پائی جاتی ہیں جن کو مدنظر رکھنا ازبس ضروری ہے۔

۱- یہ کہ مال پلید نہ ہو۔ مثلاً کتے' خنزیر' گوہ' ہاتھی کی ہڈیاں' شراب' مردار کا گوشت اور مردار کا تیل وغیرہ پلید ہوتا ہے اس لئے ان کی بیع حرام ہے ہاں اگر پاک روغن میں اتفاقیہ نجاست وغیرہ گر پڑے تو اس سے وہ حرام نہیں ہوتا۔ ایسے ہی پلید کپڑوں کا معاملہ ہے۔ مشک نامہ اور ریشم کے کیڑوں کے بیج کی خرید وفروخت جائز ہے۔ اس لئے کہ ان کے بارے میں صحیح بات یہی ہے کہ یہ دونوں پاک ہیں۔

۲- یہ کہ اس مال میں ایسی منفعت پائی جاسکے جس سے منافع کا حصول ممکن ہو مگر نفع حاصل کرنے والے کا مقصد وحید محض دنیوی نفع ہی ہو اور انسانیت کی بھلائی کے لئے اس کی بالکل نیت نہ ہو تو اس کی بیع حرام ہے مثلاً چوہے بچھو اور سانپ وغیرہ دیگر حشرات الارض ان تمام کی بیع حرام اور باطل ہے سپیرے اور شعبدہ باز کے لئے سانپ وغیرہ سے جو نفع ہے اس کی شرع میں کوئی حقیقت اصلیت نہیں۔ یوں ہی گندم فروخت کرنے یا کسی ایسی چیزوں کی بیع جس سے کسی قسم کی غرض پوری نہ ہوتی ہو باطل ہے۔ البتہ شہد کی مکھیاں' چیتے' شیر' بھیڑیے یا ایسی کوئی چیز جو ذات یا کھال سے منافع مل سکتے ہوں تو ان کی بیع درست ہے طوطی' مور اور دیگر خوبصورت پرندوں کی بیع اس لئے جائز ہے کہ ان کے دیکھنے سے لوگوں کو راحت اور شادمانی حاصل ہوتی ہے۔

بربط' چنگ ورباب یعنی آلات موسیقی کی بیع ناجائز ہے۔ لہٰذا آج کل جتنی بھی قسم کے لہو ولعب کی اشیاء ایجاد ہو چکی ہیں یہ بھی اسی زمرہ میں آتی ہیں۔ ریڈیو' ٹی وی' مووی' آڈیو اور ویڈیو وغیرہ۔ (تابش قصوری)

ان سے حاصل شدہ مال ودولت از خود حرام اور نہ ہونے کے برابر ہے۔

مٹی کے کھلونے (آج کل پلاسٹک وغیرہ جدید اشیاء سے) جس سے بچے کھیل کود کرتے ہیں اگر انسان اور جانداروں کی شکلوں پر ہوں تو انہیں توڑ ڈالنا چاہیے ان کی بیع حرام ہے اب ایسی تصاویر کو تو آرٹ کا نام دے کر ارباب حل وعقد سرپرستی کر رہے ہیں جو سراسر ناجائز اور حرام ہے۔ (تابش قصوری)

جن برتنوں اور کپڑوں پر انسانوں اور جانداروں' درندوں' پرندوں اور حیوانات کی تصاویر ہوں ان کی بیع بھی حرام ہے ہاں اگر خرید لیا گیا ہے تو خریدار کو چاہیے کہ اس کا تکیہ بنالے یا فرش پر بچھالے۔ اتنا سا جواز ہے۔ اس لئے کہ ایسے کپڑے پہنانا جائز نہیں۔

۳- تیسری شرط یہ کہ مال فروخت کنندہ کی ذاتی ملکیت ہو اس لئے کہ کسی دوسرے کے مال اس کی اجازت کے بغیر فروخت کرنا حرام ہے۔ اگرچہ اپنی بیوی کا ہی کیوں نہ ہو اسی طرح بیوی کو شوہر اور والدین کو اپنی اولاد کا ملکیتی مال بھی فروخت کرنے کا حق نہیں۔ گو بعد اس فروخت ان سے اجازت بھی حاصل کر لی جائے تب بھی بیع حرام ہی کہلائے گی اس لئے کہ اجازت تو قبل از فروخت

marfat.com

حاصل کرنی ہوتی ہے۔

چوتھی شرط یہ کہ فروخت کنندہ جس چیز کو بیچ رہا ہے اسے خریدار کے حوالے کرنے پر قادر بھی ہو مثلاً فرار شدہ غلام کا سودا کرنا کہ جب میرے ہاتھ لگے گا تیرے حوالے کر دوں گا مچھلی کا سودا کر لینا جب کہ ابھی اسے پانی سے پکڑا ہی نہیں گیا۔ ہوا میں پرواز کرتے پرندوں کا معاملہ طے کرنا یا ان بچوں کے دام وصول کر لینا جو ابھی گائے' بھینس' بکری' بھیڑ کے پیٹ میں ہو یا نطفہ ابھی گھوڑے کی پیٹھ میں ہے لیکن سودا ابھی طے کرنا۔ اس قسم کے سبھی معاملات باطل ہیں۔ اس لئے کہ ان چیزوں کا خریدار کے حوالے کرنے کا اسے اختیار تک نہیں ہے۔ (جب چیز کا وجود ہی نہیں تو اختیار کیسا؟)

اسی طرح وہ پشم (اون) جو ابھی جانور کے جسم سے اتاری ہی نہیں گئی یا دودھ جو ابھی دوہا ہی نہیں گیا۔ اس کی بیع بھی باطل رہے گی۔ اس لئے کہ خریدار کے حوالے کرنے تک اس میں مزید آمیزش کا احتمال ہے جو معاملہ طے کرتے وقت موجود تھی اس لئے بلا اجازت مرتہن چیز مرہونہ کی بیع جائز نہیں اور وہ کنیز فروخت کرنی بھی جائز نہیں جو بچے کی ماں بن چکی ہے۔ اس لئے کہ اسے کسی حوالے کرنا درست نہیں اور ایسی کنیز کی بیع بھی فاسد ہوگی جس کا بچہ ابھی بہت چھوٹا ہے اور اسے بچے کے سوا فروخت کرنا۔ یا بچے کو سے جدا کر کے الگ فروخت کرنا اور اس کی ماں کنیز کو الگ بیچنا یہ ماں' بیٹے کے درمیاں جدائی ڈالنا ہے جو کہ حرام ہے۔

پانچویں شرط یہ کہ عین مال کی مقدار اور اس کے اوصاف معلوم ہوں۔ عین مال سے مراد یہ ہے کہ پورے ریوڑ میں سے کہے اس ریوڑ سے کوئی بکری یا کپڑوں کے تھانوں میں سے ہے کوئی کپڑا جو بھی پسند آئے فروخت کرتا ہوں یہ بیع فاسد ہے اس لئے کہ متعلقہ اشیاء کو اشارے سے واضح کرے اور دیکھ دکھا کر پھر فروخت کرے۔

ہے قطعہ زمین میں سے کہے کہ اس میں سے دس پندرہ مرلے (یا حسب مقدار) جس طرف سے چاہو گے دے دوں گا یہ بیع بھی فاسد و باطل ٹھہرے گی۔ عین مال کے معلوم نہ ہونے سے یہ بھی مراد ہے کہ خریدار اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ رہا ہو اور فروخت کرنے والا یوں ہی کہہ دے کہ میں نے فلاں چیز تمہارے ہاتھ فروخت کر دی اسی رقم پر جو فلاں کے ساتھ طے ہوئی تھی یا اس شخص نے اپنے کپڑے کو جتنے داموں میں فروخت کیا تھا۔

یا یوں کہیے کہ فلاں چیز کے وزن کے برابر میں نے سونا' چاندی فروخت کیا مگر مقدار کا علم نہ ہو تو بیع درست نہیں۔ اگر یوں کہے کہ گندم کو مٹھی بھر سونے اور چاندی کے عوض تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہوں تو یہ بیع بھی ناجائز ہوگی۔ ہاں اگر خریدنے والا دیکھ رہا ہے تو ت قرار پائے گی۔

صفت کے جاننے کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز اس کی نظروں کے سامنے ہو جسے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ جب کہ سودا ہو چکا تھا۔ یا بہت پہلے دیکھ چکا تھا جب کہ اس مدت کے دوران وہ چیز خاصی تبدیل ہو چکی تھی اس وجہ سے اس کی بیع باطل ہو چکی ہو۔

یوں ہی ٹاٹ وغیرہ میں لپٹا ہوا ریشمی کپڑا اور یوں ہی دانے جو ابھی خوشوں کے اندر ہی ہیں تو اس گندم وغیرہ کی بیع فاسد ہوگی۔

یوں ہی اگر کوئی شخص کنیز کو فروخت کرتا ہے تو خریدار کو چاہیے کہ اس کے سر کے بال' ہاتھ' پاؤں اور دیگر اعضاء جو دیکھے جا سکتے ہیں

marfat.com

اچھی طرح دیکھ لے۔ اس لئے کہ ان میں سے اگر کسی ایک بھی چیز کو نہیں دیکھے گا تو بیع فاسد ہوگی۔

اسی طرح اگر کوئی مکان خریدنا چاہتا ہے تو کئی کمرے ہوں ان میں سے اگر ایک بھی کمرہ دیکھنے سے رہ گیا تو بیع فاسد ہوگی۔ اخروٹ، بادام، باقلی، انار اور مرغی کے انڈے وغیرہ اگر چہ چھلکے میں ہوں تو ان کی بیع درست قرار پائے گی کیونکہ ان اشیاء میں تقاضا مصلحت یہی ہے کہ چھلکوں سمیت بیچا یا خریدا جائے۔ ضرورتاً کچے اخروٹ اور دوہرے چھلکے والے باقلی کی بیع بھی جائز ہے۔ اور فقاع بیع باطل ہے اس لئے کہ وہ پوشیدہ ہی ہوتی ہے ہاں اجازت سے کھا سکتے ہیں۔

۶- چھٹی شرط یہ ہے کہ جب تک خریدے ہوئے مال پر قابض نہ ہوں تو اس وقت تک بیع درست نہیں۔ یعنی خریدار کو چاہیے کہ خرید کی ہے اسے اپنے قبضہ میں لے کر پھر اس کی فروخت شروع کرے۔

(نوٹ) آج کل تو سٹاک ایکسچینج کا عجیب سا طریقہ رائج ہو چکا ہے جس کی زد میں پوری دنیا آ چکی ہے اس سے عہدہ برآ ہونے لئے علماء کرام اور مفتیان اسلام کو کوئی بہتر حل نکالنا چاہیے۔ (تابش قصوری)

تیسرا رکن: عقد

زبان سے اس کلمہ "عقد" کا نکالنا ضروری ہے یعنی چیز کے فروخت کرتے وقت فروخت کنندہ یوں کہے کہ اس چیز کو میں تجھے ہاتھوں یا تجھے فروخت کرتا ہوں۔ پھر جواباً خریدار کہے ہاں میں نے خرید کی!

یا فروخت کنندہ کہے یہ اور وہ میں نے تجھے دی، اور خریدار کہے ہاں میں نے اسے لے لیا! میں نے انہیں قبول کیا، یا ایسے ہی جلتے کلمات کہے جس سے بیع و شرا کا مفہوم واضح ہوتا ہو اور اگر مبہم الفاظ ہوں گے تو بیع درست قرار نہیں پائے گی۔ عموماً آج اس شرط کی طرف دھیان نہیں دیتے۔ حالانکہ بہتری اسی میں ہے کہ معمولی سی چیز میں بھی عقد کو اہمیت دی جائے تا کہ لوگوں میں یہ رواج پکڑے۔

حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی مذہب ہے اور ائمہ شافعیہ میں بھی ایک جماعت اس اہمیت دیتی ہے۔ چنانچہ فقہ شافعیہ کی رو سے تین اسباب کی بنا پر فتویٰ دینا چاہیے۔ (۱) یہ کہ اس کی ضرورت عام ہے (۲) یہ کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خیر میں بھی اسے اہمیت رہی ہوگی کیونکہ کلمہ "بیع" کی عادت تکلف میں شامل ہے تو ان پر ضرور دشوار ہوتی وہ اسے ضرور بیان کرتے، پوشیدہ نہ رہنے دیتے (۳) تیسرے یہ کہ جب عموماً عادت ہو جائے تو فعل کو قول کے قائم مقام کرنا محال ہوتا۔ جیسے ہدیہ و تحفہ کے سلسلہ میں ظاہر ہے کہ جو کچھ بھی لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے اس میں ایجاب قبول کا تکلف نہ ہوتا۔ یوں ہی ہر زمانے میں یہی رواج رہا ہے اور جس جگہ پر فعل اور عادت کے باعث بلا ادائے کلمہ عقد، ملکیت حاصل ہو جاتی ہو۔ حالانکہ اس کا عوض بھی نہ ہو تو اس بیع کے معاملہ کو آپس میں عوض، یا قیمت موجود ہو، فقط فعل سے جس چیز کا ملکیت میں آنا محال نہ ہو۔ البتہ ہدیہ میں کمی بیشی کا فرق نہیں کیا جاتا۔ مگر ایسی کی بیع جو قیمتی ہو لفظ عقد کہنے کا رواج رہا ہے۔

جیسے مکان، زمین یا غلام اور کنیز، جانور (اونٹ، گھوڑے، گائے وغیرہ) کہ ان چیزوں کی بیع میں یہ کلمہ نہ بھی کہا جائے تو یہ اسلاف کی عادت کے برخلاف ٹھہرے گا اور ملک کا مفہوم درست قرار نہیں پائے گا۔ ہاں گوشت، روٹی، پھل فروٹ وغیرہ جو کم قیمت چیز

marfat.com

...یدیں تو ان میں عادت وضرورت کی بنا پر اجازت دینے کے مترادف ہے۔ اس لئے کہ کم قیمت گراں قیمت کے مقابلے میں اپنی ...یت کم رکھتی ہیں بناء علیہ ان کی بیع یہ کلمہ کہے بھی جائز ہوگی۔ تاہم ان اشیاء کے متعلق یہ جاننا ضروری ہوگا کہ ان کا شمار معمولی سی ...وں میں ہوتا ہے یا نہیں؟ اور جن اشیاء میں اندازہ لگانا ممکن ہی نہیں ہوتا ان میں احتیاطی تدابیر اختیار کرنا ہی بہتر ہے۔

واضح ہو کہ اگر کوئی ایک گدھا گندم خریدتا ہے اور فروخت نہیں کرتا۔ حالانکہ یہ مختصرات میں سے نہیں تو بیع کے بغیر یہ اس کی ملک ...ر نہیں پائے گی تاہم اس میں سے کھالینا یا اسے اپنے تصرف میں لانا حرام نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اسے اس کے حوالے کیا جاچکا ہے ...ی بناء پر اسے اباحت حاصل ہوتی ہے۔ اگر چہ ملکیت حاصل نہیں ہوتی۔ چنانچہ اگر وہ اس سے کسی شخص کی مہمانی میں صرف کرے تو ...ل ہے۔ کیونکہ مالک کا اس کے سپرد کرنا ہی حلال کے قرینہ پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ اسی چیز نے اسے حلال ٹھہرا دیا ہے۔ تاہم ...طاعوض' صراحتاً کہتا ہے کہ یہ کھانا مہمان کو دے دیں اس صورت میں تاوان دینا درست ہوگا۔ پس بیع نہ کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ...یدار کی ملکیت قرار نہ پایا۔ لہٰذا وہ آگے فروخت کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا۔ پھر مالک اگر چاہے تو مال واپس لے سکتا ہے۔ اس سے قبل ...ریدار اسے کھانے لگے۔

مثلاً ضیافت کی صورت میں دسترخوان پر کسی مہمان کے آگے وہ کھانا رکھ دیا گیا۔ ہاں یاد رہے کہ بیع اس صورت میں درست قرار ...ے گی کہ وہ بذات خود غیر مشروط ہو۔ مثلاً یوں کہے کہ میں یہ ایندھن خریدتا ہوں لیکن یہ شرط ہے کہ اسے میرے گھر پہنچائیں۔ یا میں ...م خریدتا ہوں بشرطیکہ اس کا آٹا بنادیں۔ یا فلاں فلاں چیز میں مستعار دی جائے وغیرہ وغیرہ تو ان شرائط سے اس کی بیع باطل ہوگی۔

ہاں چھ شرطیں ایسی ہیں جن کو عائد کیا جاسکتا ہے۔ (۱) یہ کہ اس چیز کے بدلے فلاں چیز گروی رکھو! یا کوئی گواہ دو! یا فلاں کو ضامن ...کرو یا قیمت فوراً ادا کرو اور ساتھ ہی شرط بھی کرلیں کہ تین دن کا اختیار ہوگا بصورت دیگر طرفین میں ہر ایک کو بیع فسخ کا اختیار ہوگا۔ ...تین دن سے زیادہ کی لمٹ جائز نہیں نیز غلام اور کنیز کو اس شرط پر فروخت کرے کہ یہ لکھائی پڑھائی جانتے ہیں یا کسی فن سے ...ت رکھتے ہیں' ان شرائط سے بیع فاسد نہیں ہوگی۔

عقد نمبر۲: یہ کہ ربا یعنی سود ہے جو نقد وجنس ہر دو میں ہوتا ہے اور بیع نقد میں دو چیزیں حرام ہیں (۱) ادھار بیچنا' اس لئے سونے کے ...سونا' چاندی کے بدلے چاندی کی اس وقت تک فروخت درست نہیں جب تک واقعتہً موجود نہ ہوں۔ اگر فریقین ایک دوسرے سے ...دنے سے پہلے ہی قبضہ کرلیں تو یہ بیع درست نہیں ہوگی۔ کیونکہ اگر اسی مجلس میں عملاً قبضہ نہ کرسکیں تو پھر حقیقتاً بیع باطل ٹھہرے گی۔

دوسری بات یہ کہ جنس کے بدلے جنس کی فروخت حرام ہے۔ مثلاً دس سیر گندم اس شرط پر دے کہ پندرہ سیر وصول کرے گا۔ یا ...ے ٹکڑے ہوئے دینار کو صحیح دینار کے بدلے فروخت کیا جائے۔ یا کھرے دینار کے بدلے کھوٹا دینار فروخت کیا جائے تاکہ کچھ رقم ...صولی اصل کی بہ نسبت زیادہ حاصل ہو تو حرام ہے۔ اس لئے کہ کھرا کھوٹا صحیح وسالم اور شکستہ شدہ جو کچھ بھی ہو برابر برابر میں فروخت ...ا جائز ہے۔ اگر کوئی کھرے دینار کے عوض کپڑے خریدے اور پھر اسی کپڑے کو دو ٹوٹے دینار کے عوض بیچ ڈالے تو جائز ہے۔ ...اس سے مقصد حاصل ہوجاتا ہے۔

ہر یوہ کا سونا جس میں چاندی مکس ہوتی ہے خالص سونے یا چاندی کے بدل میں نہیں بیچنا چاہیے یوں ہی کوئی بھی چیز جو سونے'

marfat.com

چاندی سے تیار کی گئی ہو لیکن خالص نہ ہو تو یہ طریقہ اپنانا چاہیے۔

مثلاً مروارید کے موتیوں کا ہار جس میں سونا بھی ہو اسے سونے کے بدل میں فروخت نہیں کرنا چاہیے' یوں ہی زرتار کپڑے کو سونے کے عوض میں فروخت نہ کیا جائے۔ ہاں البتہ اسے آگ دکھائیں اور اس سے اتنی مقدار میں سونا حاصل ہو جائے تو جائز درست ہے ورنہ نہیں کیونکہ اس سے مقصود اصلی حاصل نہیں ہوتا۔

اسی طرح اگر دو قسم کا کھانا ہو تو ادھار میں ایک دوسرے کے بدلے فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ بیک وقت دونوں پر قبضہ ضروری ہے۔ اسی طرح ایک ہی جنس کی گندم کے بدلے گندم بھی کیوں نہ ہو ادھار میں اس کا لینا دینا بھی جائز نہیں ہے۔ نہ ہی کے ساتھ جائز ہے۔ نیز ناپنے میں پیمانے کے برابر ہونا چاہیے نہ کرتول میں ورنہ بیع درست قرار نہیں پائے گی۔ بلکہ ہر چیز کی یہ اسی اندازے سے کی جائے جس کی عادت غالب و معروف ہو۔ چنانچہ قصائی کو گوشت کے بدل میں بکرا' نانبائی کو روٹی کے عوض گ تیلی کو تیل کے بدلے تل' ناریل وغیرہ دینا درست نہیں۔ اور اسے بیع تسلیم نہیں کیا جائے گا لیکن اگر فروخت نہ کرے اور یوں ہی د دے' یہ لے لو اور مجھے اس کے عوض میں کھانا دے دو تو اس کا کھانا مباح ہے۔ البتہ یہ روٹی اس کی ملکیت قرار نہیں پائے گی یعنی صر کھانے کے لئے ہو گی فروخت کرنے کے لئے نہیں۔ گو وہ گندم نانبائی پر مباح ہو گی کہ اسے اپنے تصرف میں لائے۔ تاہم ا فروخت کرنا پھر بھی درست نہیں ہو گا البتہ خریدار کی گندم نانبائی پر اور نانبائی کی روٹی خریدار پر باقی رہے گی۔ جب چاہیں ایک دوسر سے طلب کریں۔

نیز ایک دوسرے کو مشروط طور پر حلال یا معاف کرنے سے بھی بیع باطل ٹھہرے گی۔ ہاں اگر صراحتہً اس نے یہ شرط عائد نہیں کی کہہ دیا کہ میں نے تجھے معاف کیا اور دوسرے کو معلوم ہے کہ اس کی دلی شرط یہی ہے کہ وہ ایک من گندم کے بغیر اسے حلال نہیں کر تو اس طرح معافی بھی نہیں ہو گی۔ یہ معافی اس جہاں میں بندے اور خدا کے درمیان ہو گی۔ اس لئے کہ یہ رضامندی محض زبانی کا ہے نہ کہ دل و جان سے' اور حقیقتہً وہی رضامندی جہان آخرت میں کام آئے گی جو دل سے ہو گی۔ ہاں اگر ایک صاحب دلی طور کہے میں نے تو معاف کیا تمہاری مرضی تم معاف کرو یا نہ کرو' تو جائز ہے اور پھر فریق ثانی بھی چھوڑ دے تو اس کا بھی یہی حال ہے۔ دونوں فریق ایک دوسرے کو معاف نہ کرے اور دونوں کی چیزیں مقدار اور قیمت میں برابر ہیں تو دنیا میں ان سے کوئی سروکار نہیں۔ جہاں کا بدلہ متصور ہو گا۔ اگر کسی قسم کی کمی زیادتی کا معاملہ ہے تو دنیا میں جھگڑے اور آخرت میں حق دار کی گرفت سے ڈرنا چاہیے۔

واضح ہو کہ جو چیز اناج سے تیار کی گئی ہے اسے اناج کے بدلے فروخت کرنا درست نہیں اگرچہ دونوں برابر ہوں۔ پس ہر چیز گندم سے تیار شدہ ہو مثلاً روٹی' آٹا' خمیر' میدہ' سوجی وغیرہ کو گندم کے بدلے فروخت کرنا مناسب نہیں یوں ہی انگور کو سرکہ یا شہد عوض' دودھ کو پنیر گھی یا مکھن کے بدلے فروخت نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ انگور کو انگور' کچی کھجور کو کھجور کے عوض فروخت کرنا بھی درست نہیں یہاں تک کہ انگور منقہ اور کچی کھجوریں پک کر صحیح کھجوریں نہ بن جائیں۔ نیز ایسی اشیاء کی تفصیل بہت طویل ہے تاہم جو کچھ کہا گیا نہایت ضروری اور لازمی تھا۔ اس لئے کہ ان کا علم ہر متعلقہ شخص کے لئے ضروری ہے۔ تاکہ جب کوئی مسئلہ درپیش ہو تو سمجھ سکیں در جس بات کا پتہ نہ ہو اس کا معلوم کرنا لازمی ہے۔ غفلت اور سستی نہ کرے یوں کہہ دے چھوڑیئے کیا پوچھنا جو ہماری سمجھ میں آئے گا

marfat.com

گزریں گے۔ یہ بہت غلط سوچ ہے۔ ایسا کرنے سے تو حرام کا مرتکب بھی ہوسکتا لہٰذا اس میں کسی قسم کا عذر قابل قبول نہیں اس لئے کہ علم کا طلب کرنا یوں ہی فرض ہے جیسے علم حاصل کرنا اور پھر اس پر عمل کرنا بھی فرض ہے۔

عقد سوم: بیع سلم اور اس کی دس شرطیں ہیں؟

- عقد کے وقت صاف' صاف کہا جائے کہ یہ چاندی یا سونا یا یہ کپڑا وغیرہ تجھے بطور سلم دیتا ہوں گندم ایک گدھے کے بوجھ کے برابر اس کی تمام خصوصی باتیں واضح کر دے کہ وہ ایسی ہے اس قسم کی ہے جو دی جانے والی قیمت سے بدلی جاسکتی ہے اور وہی مقصود ہو اور اس میں کوئی بات پوشیدہ نہ ہو۔ نیز عام عادت مستمرہ کے مطابق بات کرے تا کہ دوسرے شخص پر بالکل واضح ہو جائے اور وہ جواب میں کہہ سکے کہ میں نے اسے قبول کیا۔

اگر لفظ ''سلم'' دل ہی میں کہہ دے اور زبان سے فقط ادا کرے کہ ہاں میں نے فلاں چیز جو فلاں صفت رکھتی ہے تو یہ بھی جائز ہے۔

- جو چیز دی جائے بغیر حساب اور بلا اندازہ نہ دی جائے بلکہ اس کا وزن یا مقدار پوری طرح واضح کی جائے تا کہ واپسی کی ضرورت پڑنے پر معلوم ہو کہ اتنی دی تھی جس کی یہ صفت تھی۔
- جہاں پر سودا کر چکا تھا اسی جگہ مال اس کے سپرد کیا جائے۔
- سلم دے تو ایسی اشیاء دے کہ ان کے اوصاف ہی سے ان کے احوال ظاہر اور واضح ہوں مثلاً دانے' روئی' روں' ریشم' دودھ' گوشت' جانور وغیرہ۔ لیکن جو چیزیں مختلف ہوں مگر ان کی الگ الگ مقدار معلوم نہ ہو جیسے خضاب مرکب ہوتا ہے جو کئی چیزوں کو ملا کر تیار کیا جاتا ہے۔ کمان ترکی' یا مصنوعات اشیاء میں جوتے' موزے' تیر تراشیدہ وغیرہ وغیرہ تو سلم ان کا باطل ہوگا کیونکہ وصف تو ظاہر اور واضح ہی نہیں۔ ویسے روئی کا سلم درست ہے حالانکہ اس میں بھی پانی' نمک کو ملایا جاتا ہے لیکن اس میں پانی اور نمک کی مقدار مقصود بالذات نہیں ہے۔ اور اس سلم دینے والے کی کسی بے علمی کا اظہار نہیں۔
- اگر چیز وعدہ پر خریدی جارہی ہے تو وقت کا تعین بالکل صحیح اور واضح ہونا چاہیے یوں نہ کہے کہ فصل پک کر تیار ہوگی تو دوں گا۔ اس لئے کہ اس بات میں بڑا فرق پڑ سکتا ہے اگر کہے کہ نو دنوں میں دوں گا تو نو دن ادھر مشہور و معروف ہوں۔ یا کہے کہ وہاں مہینے کی فلاں تاریخ کو دوں گا مثلاً جمادی تک ادا کروں گا تو یہ درست یہ کہنا درست ہوگا ہاں صرف جمادی کہنے کی صورت میں جمادی الاول ہی سمجھا جائے گا۔
- سلم ایسی چیزوں میں دے کہ جو سودے کے وقت موجود ہوں۔ اور اگر کسی پھل فروٹ کے بابت دے رہا ہے کہ ابھی پھل پکا ہی نہیں تو ایسی سلم باطل ہوگی۔

ہاں اگر معمول سابن چکا ہے کہ فلاں وقت تک پھل پک کر تیار ہو جائے گا تو سلم درست قرار پائے گی۔ لیکن اس صورت میں یہ امکان باقی رہتا ہے کہ کسی سبب اندھیری وغیرہ یا پانی کی کمی بیشی کے باعث پھل پکنے میں دیر ہو جائے تو یہ معاملہ خریدار کی مرضی پر منحصر ہے۔ چاہے مہلت حاصل کرے یا بیع فسخ کر دے اور اپنا ادا کردہ مال وغیرہ واپس لے لے۔

marfat.com

۷- یہ فیصلہ قبل از وقت کر لینا چاہیے کہ مال خریدار کے حوالے کب اور کہاں کیا جائے گا۔ شہر میں یا گاؤں میں بہر حال جہاں مال کی ادائیگی ممکن ہو پہلے ہی واضح کر لینا چاہیے تا کہ بعد میں کسی قسم کا اختلاف رونما ہو اور پھر مفت کی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔

۸- کسی چیز کی طرف اشاروں سے کام نہ لے۔ یعنی یوں نہ کہے کہ اس باغ کے انگور اور فلاں زمین کی گندم' اس لئے کہ یہ باطل ہے۔

۹- گراں بہا اشیاء میں سلم نہیں دینا چاہیے نایاب یا عام طور پر دستیاب ہی نہ ہو سکیں مثلاً موتی کے دانے جس کی مثل موجود نہ ہو۔ یا نہایت حسینہ و جمیلہ کنیز یا بہت ہی خوبصورت لڑکا غلام وغیرہ۔

۱۰- اناج کسی بھی قسم کا ہو اس میں سلم نہ دے۔ جب کہ راس المال بھی اناج ہی ہو جیسے گندم' جو' جوار' باجرہ وغیرہ۔

عقد چہارم: اجارہ جس کے دو رکن (۱) اجرت اور (۲) منافع ہیں

عاقد اور عقد سے وہی مراد ہے جو قبل ازیں وضاحت سے بیان کیا گیا لیکن خدمت کرنے والے کی اجرت واضح ہونی چاہیے جیسے بیع کے سلسلہ میں بیان کیا گیا مثلاً اگر کوئی شخص اپنا مکان تعمیر کے بدلے کرایہ پر دیتا ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ مکان کی تعمیر میں ابہام پایا جاتا ہے اور یہ بالکل غیر واضح سی بات ہے۔

مثلاً یوں کہیے کہ دس درہم (آج کل دس ہزار دس لاکھ) میں عمارت تعمیر کروں گا تو یہ غلط ہے کیونکہ کلمہ ''عمارت'' از خود مبہم ہے۔

یوں ہی بکری کے ذبح کے بدلے میں کھال دینا اور پنساری کو اجرت کے طور پر تھوڑا سا آٹا یا سفوف دینا بھی باطل ہے اور اگر کوئی کہے کہ یہ دکان تجھے ایک دینار ماہانہ کرائے پر دی تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ اس میں اجارہ کی مدت معلوم نہیں اس لئے یوں کہنا چاہیے کہ ''سال'' یا ''دو سال'' کے لئے یہ مکان تجھے کرائے پر دیتا ہوں تا کہ اجارہ کی مدت اچھی طرح واضح ہو۔

یوں ہی منافع کے متعلق واضح ہو کہ جو چیز مباح ہے اور واضح طور پر معلوم ہے کہ اس میں محنت درکار ہو گی یوں کسی کو بطور نیابت بھی مقرر کیا جا سکتا ہے تو اس کی اجازت صحیح و درست قرار پائے گی مگر اس میں پانچ شرائط کو ملحوظ رکھنا از حد ضروری ہے۔

۱- ایسا عمل جس کی کوئی خاص قدر و منزلت ہو اور اس میں محنت و مشقت بھی درکار ہو اگر کوئی اناج کا اجارہ محض دکان کی ''ڈیکوریشن'' سجاوٹ کے طور پر لیتا ہے یا درختوں کو اجارہ پر حاصل کر لیتا ہے کہ ان پر کپڑے خشک کیا کرے گا۔ یا سیب بطور اجارہ لیتا ہے کہ اس کی خوشبو سونگھا کرے گا۔ تو یہ سبھی باطل ہیں کہ ان میں تو کوئی چیز قابل قدر و منزلت نہیں اور اگر ہے بھی تو اتنی سی جتنے میں گندم کا دانہ فروخت کرنے کی ہو سکتی ہے یوں ہی اگر کوئی صاحب جاہ و حشمت ہے کہ اس کے صرف ایک مرتبہ کہنے پر تمام مال فروخت ہو سکتا ہے تو اس سے اجرت طے کر لینا کہ بس وہ ایک بات کہہ کر تمام مال فروخت کروا دے تو یہ عمل بھی باطل قرار پائے گا۔ اور اس کا مزدوری لینا' مالک کا منافع حاصل کرنا سبھی حرام ہو گا کہ اسے تو اس میں کسی قسم کی محنت کرنی ہی نہیں پڑی (مگر آج کل ایسی ایجنسی خوب پائی جاتی ہے)

لیکن آڑھتی یا دلال (ایجنٹ) انہیں اجرات اسی وقت لینا حلال ہو گی جب کہ انہیں اس قدر آوازے نکال کر بولنا پڑے جس میں خاصی تکلیف' دشواری اور محنت و مشقت کا عمل دخل ہو۔ ایسی صورت میں بھی یہ ضروری ہے کہ طے شدہ اجرت سے زیادہ طلب نہ کرے۔

marfat.com

کیونکہ یہ عادت سی بن گئی ہے کہ طے شدہ اجرت پر مزید پانچ دس روپے فی سینکڑہ لے لیتے ہیں۔ جب کہ لین دین طے کیا جارہا ہو مال کی مقدار یا قیمت طے کی جارہی ہو اس محنت کے عوض جو حقیقتاً اٹھائی جارہی ہو کچھ لینا دینا حرام ہے۔ لہٰذا اس طریقہ کار سے آڑھتیوں اور دلالوں کو جو مال ہاتھ آتا ہے وہ حرام ہے اور یہ لوگ اس عذاب سے دو طرح سے رہائی حاصل کر سکتے ہیں اول یہ کہ انہیں جو کچھ دیا جائے اسے بخوشی لے لیں اور کسی قسم کا جھگڑا کھڑا نہ کریں اور جو کچھ لینا ہے وہ اتنی محنت و مشقت کے مطابق لیں نہ کہ مال کی مقدار اور قیمت اگر زیادہ ہو تو بلاوجہ یہ بھی زیادہ کا مطالبہ کرنے لگیں۔

البتہ یہ ضروری ہے کہ مال کی بولی لگانے سے قبل مالک سے طے کر لیا جائے کہ جب میں اس چیز کو فروخت کرالوں گا پھر تجھ سے ایک درہم یا ایک دینار لوں گا۔ اور دوسرا شخص اس بات کو مان لے لیکن یہ نہ کہے کہ قیمت فروخت سے پانچ فیصد وصول کروں گا۔ کیونکہ یہ بات مجہول ہے۔ اس لئے کہ قیمت فروخت تو متعین ہی نہیں (نہ جانے خریدنے والے کتنے میں خریدنے پر رضامند ہو) لہٰذا اس صورت میں یوں کہنا حرام ہے اور ایجنٹ کی محنت و مشقت سے زائد دینا مناسب نہیں ہے۔

۴- اجارہ منفعت پر ہو نہ کہ اس مال پر مثلاً اگر کوئی شخص باغ یا کوئی اور پھلدار درخت اجارہ پر حاصل کرتا ہے کہ اس کا پھل حاصل کرے گا یا گائے اجارہ پر لے کہ اس سے دودھ پاتا رہے گا یا گائے کو کسی اور کے سپرد کر دے کہ اسے چارہ ڈالتے رہو اور آدھا دودھ لے لیا کرو تو یہ سبھی باتیں باطل ہوں گی۔ اس لئے کہ دودھ، چارہ دونوں مجہول اور غیر واضح ہیں۔ ہاں اگر کسی عورت کو اس لئے حاصل کر لیا جائے کہ وہ بچے کو دودھ پلایا کرے گی تو یہ جائز ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں بچے کی حفاظت مقصود ہے اور دودھ تابع، جیسے کاتب کی سیاہی یا درزی کا دھاگہ مناسب ہو استعمال میں لائے اس میں اتنی متابعت کا عمل جائز ہے۔

۵- جس کام کا تسلیم کرنا ممکن ہو اس میں اجارہ کرے۔ مثلاً ایک ضعیف آدمی کو ایسی مزدوری پر لگایا جائے کہ اسے سرانجام دینا ممکن ہو۔ اگر وہ کام ہی نہیں کر سکتا تو یہ اجارہ غلط ہوگا اجارہ پر اگر حائضہ خاتون کو کہا جائے کہ مسجد کو صاف کر دو تو یہ باطل ہے۔ اس لئے کہ یہ فعل از خود حرام ہے (کیونکہ حائضہ اور جنبی بلا طہارت مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا)

یوں ہی اگر کسی شخص کو اجارہ پر کہا جائے کہ تندرست کے دانت اکھاڑ دو یا کسی شخص کا ہاتھ توڑ دو یا بچے کے کان چھید دو تا کہ اس میں لیاں ڈالی جا سکیں تو یہ سبھی باطل ہیں۔ اس لئے کہ یہ تمام باتیں از روئے شرح حرام ہیں لہٰذا ایسے عمل و فعل پر اجرت لینا دینا حرام ہے۔ یسے بعض لوگ ہاتھوں کو سوئیوں سے چھیدتے ہیں پھر ان میں رنگ بھرتے ہیں یا سیاہی وغیرہ لگا دیتے ہیں ان کا یہ عمل بھی حرام ہے۔

اور جو درزی حضرات ریشمی ٹوپیاں اور ریشمی لباس مردوں کے لئے تیار کرتے ہیں ان کو یہ کام اور اس پر اجرت لینا دینا سبھی حرام ہے اور اجارہ باطل یوں ہی کسی شخص نے اس اجرت پر ملازم رکھا کہ بازی گروں کے کرتب سیکھ کر رسیوں پر چلنے پھرنے کا تماشہ دکھائے تو اس کا یہ عمل حرام بلکہ اس کا یہ کھیل دیکھنا بھی حرام ہے اور جو شخص ایسے فعل کا ارتکاب کرتا ہے وہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالتا ہے اور اس کا دیکھنے والا اس کے قتل میں شریک ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ لوگ اس کے کرتب وغیرہ نہ دیکھیں تو وہ از خود اس فعل سے کنارہ کشی اختیار کر لیں اور یوں جان کو خطرے میں نہ ڈالیں اور جو لوگ ایسے شخص کو جو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال کر تماشا دکھاتا ہے اور وہ اسے انعام دیتے ہیں وہ سبھی گنہگار ہیں۔

marfat.com

اسی طرح مسخرے (بھانڈ وغیرہ) گویئے' نوحہ گر' ہجو گو شاعروں کو انعامات سے نوازتے ہیں سبھی حرام کے مرتکب ہیں (آج کل تو میڈیا پر جو کچھ ہو رہا ہے سبھی کے سامنے ہے اور اس کی سرپرستی وقت کے حکمران کر رہے ہیں نوجوان' لڑکے اور لڑکیاں آپس میں ننگا ناچ ناچتے ہیں جو جتنا بے حیائی اور اپنے جسم کی سر سے لے کر پاؤں تک نمائش کرتیں اور کرتے ہیں انہیں اتنی ہی شہرت و مقبولیت اور خصوصی انعامات اور ایوارڈ سے نوازا جاتا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ شرم و حیا کا جنازہ نکال سکیں افسوس کہ پھر اس ظاہر و باطن کے عظیم ترین گناہوں کے ارتکاب کے باوجود اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی اور کرتے ہیں کہ ہمیں برائی کی اس سب سے بلند منزل پر اس ذات اقدس نے پہنچایا ہے۔ یہ نہ صرف گناہ ہے بلکہ کفر کا مرتکب ہونا ہے مولیٰ تعالیٰ ہمارے اسلامی ممالک کے سربراہوں کو ہدایت سے نوازے بر اور بے حیائی کی سرپرستی کی بجائے اس کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے اور اسلامی احکام و فرائض پر عمل اور ان کی اشاعت کی توفیق کرے۔ مسلمانوں کی ذلت و پستی کا صرف اور صرف سبب یہ ہے کہ جن کے ہاتھوں میں زمام اقتدار ہے وہ بے دینی کی تبلیغ اور بے دینوں کافروں کے غلام بے دام بن چکے ہیں۔ العیاذ باللہ (تابش قصوری)

قاضی جج کو فیصلہ کے لئے' اور گواہ کو گواہی کے لئے اجرت دینا حرام ہے ہاں: اگر جج قاضی فیصلہ کے لئے تحریر اور اپنے کام کی اجرت وصول کرتا ہے تو اس کا لینا جائز ہے کیونکہ اس کا لکھنا اس پر فرض نہیں تھا۔ البتہ یہ شرط بھی لازمی ہے کہ وہ دوسروں کو ویسے دلائل لکھنے پر نہ روکے (یعنی یہ نہ کہے کہ کوئی دوسرا نہیں لکھ سکتا کیونکہ اگر کوئی دوسرا لکھے گا تو اس کو کوئی منافع حاصل نہیں ہوگا۔

اگر اپنے ہی لکھنے پر بضد ہو اور ایسی تحریر جو چند منٹوں میں لکھی جا سکتی ہو اس کی اجرت زیادہ طلب کرے کہ اس کے مجھے دس دینار دو تو اس کا یہ رقم وصول کرنا حرام ہوگا اور دوسروں کو لکھائی سے منع کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ ہاں اور دوسروں کو نہ روکے مگر کہہ دے کہ میں دس دینار سے کم لوں گا تو اس صورت میں اسے لکھنا جائز ہے۔

اگر کاغذات کسی اور سے لکھوائے گئے مگر اس پر قاضی یا افسر مجاز کی مہر و دستخط ضروری ہیں مگر وہ کہتا ہے کہ میں تو اتنی رقم لے کر دستخط کروں گا اور کہے کہ میرا مہر و دستخط کرنا فرض نہیں تو اس کا یہ فعل حرام قرار پائے گا حالانکہ ایسا کام جو لوگوں کے حقوق کے استحکام کا ضامن ہو قاضی پر واجب ہے کہ اس پر مہر و دستخط کرے اور اگر وہ اسے واجب نہ سمجھے تو کم از کم یہ خیال تو کرے کہ اسے اتنے سے کام پر کونسے مصائب و آلام کے پہاڑ اٹھانے پڑیں گے حالانکہ اسے تو اس عمل میں اتنی سی بھی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا جتنا کہ گندم کا ایک دانہ اٹھانا۔ البتہ قاضی کے وکیل کی اجرت حلال ہے۔ بشرطیکہ کہ کسی ایسے شخص کو وکیل نہ کر رہا ہو جس کے متعلق جانتا ہے کہ یہ غاصب ہے۔ بلکہ وکیل کا تو محقق ہونا لازم ہے۔ یعنی مقدمہ کی نوعیت پہلے معلوم نہ بھی ہو تو اب اس پر تحقیق واجب ہے۔ کہ وہ معلوم کرے آیا یہ شخص غاصب تو نہیں اور پھر یہ کہ جھوٹا' فریبی یا مکار تو نہیں لہٰذا وکیل پر لازم ہے کہ حق کو چھپانے کی کوشش نہ کرے بلکہ اس کی تو یہ کوشش ہو کہ باطل کو دفع کرے اور جب تک حق واضح نہ ہو جائے اس کی کوشش میں لگا رہے آرام سے نہ بیٹھے ہاں ایسی چیز کا اقرار کرنا درست ہے جس سے حق باطل ہو کر رہ جاتا ہو لیکن جو شخص فریقین کے مابین ثالثی کے فرائض سرانجام دے رہا ہے اس کے لئے ہرگز ہرگز نہیں کہ دونوں طرف سے کچھ لیتا رہے۔ کیونکہ ایک ہی جھگڑے میں فائدہ و فیصلہ کو کسی ایک ہی کو پہنچے گا تو پھر دوسرے کو یہ سزا دینا نہیں ہے کہ اس سے بلاوجہ مال بٹورتا رہا یہ تو سراسر نقصان پہنچانے کے مترادف ہے۔ اگر ایک فریق کی طرف سے اسے خاصی جدوجہد کا سامنا کرنا

marfat.com

پڑے جس میں اسے اتنی محنت و مشقت اٹھانا پڑے کہ واقعی اس کی کوئی قدر و قیمت ہے تو اسے اجرت لینا جائز و حلال ہوگا تاہم یہ شرط اپنی جگہ برقرار رہے گی یہ وہ جھوٹ سے پرہیز کرے اس لئے کہ جھوٹ بولنا حرام ہے نیز مکروفریب سے بھی کام نہ لے اور جو حق ہو فریقین پر واضح کر دے کسی سے کوئی بات پوشیدہ نہ رکھے نیز ہر ایک کو بلاوجہ دھمکیاں نہ دے کہ وہ ان دھمکیوں سے مرعوب ہو کر ایک طرف رغبت کریں۔

پھر حقیقت حال کی صورت میں ان سے صلح کی طرف راغب ہونے کا احتمال بھی نہیں ہوگا یعنی اچھی طرح معلوم کرے کہ وہ بیچارہ مظلوم اور ستم رسیدہ ہے جب کہ دوسرا ظالم و غاصب ہے تو پھر صلح کیسی؟ چنانچہ ایسے مصلح کی صلح صلح ہی نہیں اگر ثالث کا عموماً یہی دھندہ ہے کہ وہ میل جول، جھوٹ، ظلم، مکروفریب سے مبرا نہیں رہتا تو اس کی اجرت حرام ہے۔

جب ثالث کو معلوم ہو جائے کہ فریق مخالف حق پر نہیں۔ جھوٹا ہے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ اصلی حق دار کو مکروفریب اور چالاکی سے اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کرے کہ وہ اپنے حق سے کم پر رضامندی کا اظہار کر دے تو یہ بھی جائز نہیں۔

ہاں البتہ ثالث کو اگر یہ خبر ہو یہ فلاں ظلم کرے گا تو بے شک حیلے بہانے اور ڈرانے دھمکانے پر اسے ظلم سے باز رکھے اور اس کی اجازت بھی حاصل کر لے اور وہ شخص جس پر جذبہ دیانت غالب ہو اور جو اس حقیقت کو سمجھتا ہو کہ اس کی زبان سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ اور ایک ایک بات کا حساب دینا ہوگا کہ فلاں بات کیوں اور کس غرض کی۔ سچی تھی یا جھوٹ نیز یہ کہ اس کی نیت درست تھی یا غلط ڈ ایسے شخص کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ ثالثی یا وکالت کے فرائض سرانجام دے سکے اور کسی قسم کا فیصلہ کر سکے۔

امراء اور صاحبان مال و دولت لوگوں کی وکالت کرنے والے کو اگر محنت و مشقت سے کام لینا پڑے تو وہ ان سے اجرت اور حق وکالت لے سکتا ہے اور یہ مال لینا اس کے لئے حلال ہوگا بشرطیکہ کام واقعی ایسی نوعیت کا ہو کہ اس پر محنت و مشقت برداشت کرنا پڑے محض مفاخرت و وجاہت کے لئے اجرت نہ پکڑے بلکہ ایسی ہی بات کہے جو حق سچ اور جائز ہو۔

اگر محض ظالم کی کامیابی کے لئے، یا حرام پر یومیہ اجرت کے لئے یا سچی گواہی کو چھپانے کے لئے یا کسی حرام فعل کو سچ کر دکھانے کے لئے گفتگو کرتا رہے تو یہ قطعاً حرام ہے اور وہ شخص سخت گنہگار ہے۔

اجارہ کے بارے میں جملہ احکام و شرائط اور اس کے لوازمات کا علم انتہائی ضروری ہے کیونکہ لینے اور دینے والے ہر دو کے گنہگار ہو جانے کا خدشہ ہے اس کا بیان نہایت طولانی ہے۔ لیکن جو اشکال لاحق ہو سکتے ہیں ان کو سمجھنے کے لئے یہی کافی ہے اگر اس تحریر سے ایک بھی آدمی کو یہ شعور نصیب ہو جائے کہ فلاں چیز کے متعلق اپنی مرضی کی بجائے اس کے بارے معلومات حاصل کرنا لازمی ہے تو یہ بڑی غنیمت ہے۔

۴- شرط چہارم یہ ہے کہ یہ کام اس پر واجب نہ ہو اس لئے کہ امور واجبہ میں نیابت نہیں چل سکتی کیونکہ اگر کسی غازی کو اجارہ پر لیا جائے کہ وہ جہاد کرے تو یہ ناجائز ہے اس لئے کہ غازی پر جہاد تو از خود واجب ہو جاتا ہے جب وہ میدان جنگ میں پہنچ جاتا ہے قاضی اور گواہ کے لئے ایسی سبب سے درست نہیں۔

marfat.com

کسی شخص کو اس مقصد کے لئے اجارہ پر رکھ لینا کہ وہ اس کی طرف سے نمازیں ادا کر دیا کرے اور روزے رکھے تو یہ جائز نہیں۔ اس لئے کہ ان فرائض میں نیابت کی اجازت ہی نہیں۔

البتہ حج وزیارت کے لئے ایسے شخص کا اجرت دینا کہ وہ نہایت ضعیف و درماندہ وخستہ ہو چکا ہے اور اتنا معذور ہو چکا ہے کہ اسے تندرست یا قوی ہونے کی امید ہی نہیں تو وہ کسی شخص کو حج بدل اپنے مال سے کرا سکتا ہے۔

قرآنی تعلیم یا علوم دینیہ کے حصول کے سلسلہ میں اگر اجرت پر کسی عالم و حافظ اور قاری کی خدمات حاصل کر لی جائیں تو یہ بالکل جائز ہے۔

یوں ہی قبر کھدوانے کے لئے' میت کو غسل دلانے اور جنازہ اٹھانے پر اجرت دینا درست ہے اور اس کے لئے یہ اجرت ... کفایہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

البتہ نماز کی امامت' نماز تراویح یا اذان کی اجرت لینے دینے میں ائمہ کرام مختلف فیہ ہیں تاہم اس پر اتفاق ہے کہ ان امور کی پابندی کے باعث وظیفہ لینا حرام نہیں اور یہ وظیفہ یا تنخواہ اس محنت کے بدل میں ہوگی کہ نماز کے اوقات کی حفاظت پر (موذن' امام) کمر بستہ رہتا ہے اور مسجد کی خدمت کے لئے پابند ہے۔

۵- پانچویں شرط یہ ہے کہ جو عمل یعنی کام کرنے کے لئے آمادہ ہے وہ بالکل واضح اور معلوم ہو یعنی اگر کسی جانور کو سواری کے لئے کرایہ پر حاصل کریں تو اچھی طرح دیکھ لیں (کوئی نقص وغیرہ تو نہیں ہے) (آج کل ٹرک' گاڑیاں' پک اپ وغیرہ جدید اشیاء جانوروں کی جگہ لے چکی ہیں انہیں اگر کرایہ وغیرہ پر حاصل کریں تو اچھی طرح چیک کر لیں تا کہ بعد میں کسی تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ (تابش قصوری)

کرایہ پر دینے والا بھی معلوم کر لے کہ وہ اس پر کتنا بوجھ ڈالے گا۔ کون اور کس وقت اس پر سوار ہوگا اور یومیہ کتنی دیر یا کتنے فاصلے تک لے جائے گا اس سلسلہ میں معروف فاصلہ اور مسافت کا ہی لحاظ رکھا جائے گا۔

یوں ہی زرعی زمین اجارہ پر حاصل کر لے کہ اس میں فصل کاشت کرے گا تو بتانا ہوگا کہ کونسی فصل کاشت کی جائے گی کیونکہ گندم کی بہ نسبت جو کی کاشت میں زمین کو زیادہ نقصان کا خطرہ ہوتا ہے اگر رسم ورواج کے مطابق معلوم ہو کہ فلاں چیز کی کاشت کی جائے گی تو یہ الگ بات ہے لہٰذا اجارہ دار کو ہر بات کا پورا پورا علم حاصل ہونا چاہیے تا کہ فریقین میں کسی قسم کے جھگڑے کا امکان باقی نہ رہے اور جس معاملے میں فریقین جہالت میں رہیں اور بعدہ جھگڑا پیدا ہو جائے تو ایسا اجارہ حرام قرار پائے گا۔

عقد پنجم: قراض- جو تین ارکان پر مشتمل ہے

(رکن نمبر ۱) سرمایہ ہے!

چاہیے کہ جتنا سرمایہ ہو وہ نقد ہو جیسے چاندی یا روپیہ پیسا وغیرہ کپڑا یا ساز وسامان ہو۔ چاندی' سونا وغیرہ ہو تو اس کا وزن یا مقدار معلوم ہو پھر کام کرنے والے کے سپرد بھی کیا جائے اگر مالک یہ شرط عائد کرے کہ یہ میرے ہی پاس رہے گا تو یہ عقد درست نہیں ہوگا۔

marfat.com

رکن نمبر۲: مال یہ سرمایہ پر نفع ہے!

چاہیے کہ جو کچھ عامل وصول کرے وہ اس کے علم میں ہو مثلاً نصف حصہ یا دوسرا' تیسرا یا چوتھائی وغیرہ اگر یوں کہے کہ دس روپے تیرے یا میرے ہیں اور باقی مال ہم آپ میں تقسیم کرلیں گے تو عقد قراض باطل ٹھہرے گا۔

رکن نمبر۳: عمل تجارت ہے

یعنی خرید وفروخت ہو نہ کہ پیشہ وری' یعنی اگر باورچی کو کہے کہ تم اس گندم کی روٹیاں پکا کر فروخت کرو اور منافع برابر برابر ہوگا تو یہ عقد درست نہیں ہے اور تیلی کو' سرسوں' السی یا تل وغیرہ اسی شرط پر دے تو یہ بھی شرط باطل قرار پائے گی۔

نیز ہر وہ صورت جو بیع وشرا میں پریشانی کا باعث بن سکے وہ شرط بھی درست نہیں اور اگر یہ شرط عائد کرے کہ فلاں کے علاوہ یہ مال کسی اور کے ہاں فروخت نہیں کرے گا یا فلاں کے علاوہ کسی اور سے خریدے گا بھی نہیں تو یہ شرط عائد کرنا بھی باطل ہے۔

عقد قراض یہ کہ یوں کہے یہ مال میں نے تجھے دیا تا کہ تم تجارت کرو اور پھر ہم منافع نصف نصف تقسیم کرلیں گے اور وہ کہے مجھے قبول ہے۔ تب عقد ثابت ہوگا پھر خرید وفروخت میں عامل ایک وکیل یا ایجنٹ کی حیثیت سے ہوگا اور مالک کو اختیار ہے جب چاہے اس عقد کو باطل قرار دے لے۔ مگر اس وقت جتنا مال ہوگا جمع نفع دونوں پر نصف نصف ہوگا۔

اگر مال کوئی جنس کی صورت میں ہے نیز منافع بھی ہے تو عامل پر واجب ہے کہ اتنا مال فروخت کرلے جتنا اس کا سرمایہ تھا زیادہ فروخت کا مجاز نہیں ہے۔ جس سرمایہ کے برابر وصول کرلیا جائے تو بقایا مال تقسیم کرلیں۔ باقی مال کا فروخت کرنا عامل پر لازم نہیں۔

جب ایک سال کامل گزر جائے تو زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے پورے مال کی قیمت لگا کر اس کی قیمت معلوم کرنا ضروری ہے۔ پھر مالک پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے عامل کے حصہ کی زکوٰۃ عامل پر اور مالک کے حصہ کی مالک پر نیز عامل کو مالک کی اجازت کے بغیر سفر کا بھی اختیار نہیں اگر اس نے بلا اجازت سفر اختیار کیا تو مال کا تاوان دینا اس پر واجب ہوگا۔ اگر اس کی اجازت سے سفر کرے گا تو تمام اخراجات سفر اسی مال تجارت سے ادا کرنے ہوں گے ناپ تول' بار برداری' کرایہ وغیرہ طعام وقیام کا خرچہ اور واپسی پر جو سامان سفر خریدا تھا وہ مال تجارت میں شامل ہوگا۔

عقد نمبر۴: شرکت ہے

شرکت یہ ہے کہ مال مشترک ہو جس کے تحت ایک دوسرے کو تصرف کا اختیار ہوتا ہے اگر مال برابر برابر ہو تو اس کا منافع بھی برابری کی بنیاد پر تقسیم ہوگا لیکن اگر اس میں کمی بیشی ہے تو منافع کی تقسیم میں بھی اسی مناسب کا لحاظ رکھا جائے گا اور اسے واپس لینے یا اس سے پھر جانے کی شرط درست نہیں ہوگی نیز اگر ایک کام زیادہ محنت کا ہے تو اس کام کو سرانجام دینے والے کو اس سبب سے نفع بھی زیادہ وصول کرنے کی شرط طے کرنا صحیح درست ہے یہ قراض باہمی شراکت کے ضمن میں آتا ہے مگر اس کے علاوہ تین قسم کی شرکت کا رواج بھی پایا جاتا ہے۔ جو سبھی باطل ہیں۔

ان میں ایک تو وہ شراکت ہے جو مزدوروں کو پیشہ وروں کے مابین طے کرلیتے ہیں کہ جو کچھ بھی کمائیں گے مشترک ہوگا مگر یہ اس

marfat.com

لئے باطل ہے کہ ہر کسی کی مزدوری اسی کی ذاتی ملکیت ہوتی ہے۔

دوسری شراکت مفاوضہ ہے جس میں کہا جاتا ہے کہ جو کچھ کسی کے پاس ہے وہ یہ ہے اور جو نفع ونقصان ہوگا وہ بھی پر برابر تقسیم ہو گا۔ تو یہ عقد بھی باطل ہے اس لئے کہ نفع ونقصان کو برابری کی بنیاد پر ہوتا ہے نہ کہ ایک شخص ایک لاکھ روپے لگائے اور دوسرا ایک ہزار روپے مگر منافع یکساں یا نقصان برابری کی سطح پر ہو تو یہ از خود ہی باطل ہے۔

شراکت کی تیسری قسم یہ وضع کر لی گئی ہے کہ ایک صاحب مال ہے اور دوسرا صاحب جاہ ومنصب' اور صاحب مال صاحب جاہ منصب کے اشارہ وحکم سے مال کی خرید وفروخت کرتا ہے۔ مگر منافع آپس میں برابر برابر تقسیم کر لیتے ہیں تو یہ صورت بھی بالکل باطل ہے (آج کل عموماً بڑے شہروں میں گاڑیاں' رکشے' بسیں بڑے بڑے افسروں کے انڈر میں چل رہی ہیں جب کہ وہ ہر ماہ منتقلی وصول کرتے ہیں جب کہ ان کا ایک روپیہ تک بھی اس گاڑی کی خرید میں نہیں بلکہ کبھی پیٹرول تک ڈلوانے کے لئے رقم تک نہیں دیتے مگر اپنے پولیس ٹاؤٹوں کے ذریعہ گھر منتقلی حصول کرتے رہتے ہیں جو سراسر ظلم' ناانصافی اور حرام ہے۔ (تابش قصوری)

معاملات کے علم میں اتنی معلومات سے بہرہ مند ہونا واجب ہے کیونکہ اس کی ضرورت عام اور ہر وقت ہے۔ اس کے علاوہ دیگر معاملات تو شاذ ونادر ہی پیش آتے ہیں اگر بالفرض کوئی معاملہ آ بھی جائے تو پوچھا جا سکتا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ جس بات کا علم نہ ہو اس کے متعلق دوسرے سے دریافت کرنا ضروری ہے۔ لیکن اس قدر بھی معلوم نہ ہو تو ممکن ہے وہ حرام میں مبتلا ہو جائے۔ مگر اسے خبر تک نہ ہو کہ وہ حرام میں پھنس چکا ہے پھر اس وقت اس کی معذرت قابل قبول نہیں ہوگی۔

باب نمبر ۳

معاملات میں عدل وانصاف کی اہمیت!

واضح ہو کہ جو کچھ مذکور ہوا وہ شرعی احکام کے اعتبار سے معاملات کی صحیح درستگی کے متعلق ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ متعلق اشخاص اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق بن جاتے ہیں جب وہ معاملات میں ناانصافی کے باعث مسلمانوں کو تکلیف میں مبتلا کر دیتے ہیں اور وہ ان کے نقصان کے درپے ہوتے ہیں۔ وہ معاملات دو قسم پر مشتمل ہیں۔ (۱) عام' (۲) خاص

پھر عام دو قسم پر مشتمل ہے پہلی قسم احتکار ہے اور وہ شخص جو احتکار کا ارتکاب کرتا ہے اسے محتکر کہتے ہیں جو ملعون ہے محتکر وہ شخص ہے جو غلہ خرید کر رکھ لیتا ہے تا کہ وقت آنے پر مہنگا فروخت کرے جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جس شخص نے چالیس روز تک اناج کو ذخیرہ کئے رکھا محض اس لئے کہ مہنگا فروخت کرے گا پھر وہ تمام تر غلہ صدقہ میں بھی دے دے پھر بھی اس کی بدنیتی کا کفارہ ادا نہیں ہو سکے۔ نیز فرمایا جو شخص چالیس یوم تک اناج روک رکھے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اظہار ناراضگی فرماتا ہے یہ بھی آپ نے فرمایا جو شخص غلہ خریدے اور دوسرے شہر میں جا کر رائج الوقت داموں پر فروخت کرے دے گویا کہ وہ ایسے ہی ہے کہ اس نے تمام غلہ صدقہ کر دیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ گویا کہ اس نے غلام آزاد کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص چالیس یوم غلہ ذخیرہ کئے رکھتا ہے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے چنانچہ ایک بار

marfat.com

آپ کو اطلاع ہوئی کہ فلاں شخص محتکر ہے تو آپ نے حکم فرمایا (اگر وہ غلہ فروخت نہیں کرتا تو) اس کے تمام غلے کو آگ لگا دی جائے۔

حکایت: تو نے ہمارے دین کو دنیا کے بدلے فروخت کر ڈالا؟

بزرگان دین میں سے کسی اللہ والے کی حکایت بیان کرتے ہیں کہ اس نے اپنے ایجنٹ کے ہاتھوں اپنا مال بصرہ شریف میں فروخت کے لئے بھیجا جب اس نے دیکھا کہ یہاں تو غلہ بہت سستا فروخت ہو رہا ہے اس نے زیادہ قیمت کی غرض سے ایک ہفتہ تک اناج فروخت نہ کیا بعدہ ریٹ بڑھا تو اس نے اچھے خاصے منافع پر غلہ فروخت کر کے اس بزرگ کو اطلاع دی کہ میں نے چند دن انتظار کے بعد غلہ اچھے منافع پر بیچ دیا ہے کیونکہ جب میں بصرہ پہنچا تھا تو اس وقت ریٹ بہت ڈاؤن تھا۔ ایک ہفتہ بعد ریٹ خاصا بڑھا تو اتنا منافع ہاتھ لگا۔

اس اطلاع سے اللہ والے کو کیا خوشی ہوتی۔ چنانچہ انہوں نے جواباً تحریر کیا کہ ہم نے تو معمولی سے نفع پر قناعت کے حصول کا ارادہ کیا تھا۔ تاکہ دین کی سلامتی برقرار رہے مگر تو نے ہمارے دین کو دنیا کے بدلے فروخت کر ڈالا۔ یعنی دنیوی منافع کو دینی منافع پر فوقیت دی تم نے یہ کیا غضب کر دیا! یہ تو بہت بڑا گناہ تم نے خرید لیا ہے اب ایک ہی صورت ہے کہ جس قدر رقم اس مال سے حاصل ہوئی وہ بمع نفع صدقہ کر دی جائے تاکہ اس غلطی کا کفارہ ادا ہو سکے۔ مگر پھر بھی میں سمجھتا ہوں کہ ہم اس کی نحوست سے بچ نہیں سکتے۔

لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کی یہ داستان

واضح ہو کہ احتکار کی تحریم کا یہی سبب ہے کہ اس میں لوگوں کا نقصان ہے کیونکہ کھانا تو انسان کی سرشت میں ہے جب اناج فروخت کریں گے تو ہر ایک کو خریدنے کا اختیار ہے مگر اس کے برعکس ایک ہی شخص خرید کر ذخیرہ کر لے تو پھر کسی کا ہاتھ اس تک کیسے پہنچے؟ اور یہ تو ایسے ہی ہے جو مباح پانی کو روک لے تاکہ لوگ پیاس سے مجبور ہو کر زیادہ قیمت ادا کر کے خرید کریں اور یہ صریحاً قصداً گناہ کا ارتکاب ہے۔

آج کل عموماً سڑکوں کے کناروں پر چھوٹے بڑے ہوٹلوں کے قرب میں جو نلکے وغیرہ لگے ہوتے ہیں اسے ہوٹلوں والے سوڈا فروخت کرنے والے یہاں تک کہ گرمیوں میں بسوں اور لاریوں میں ایک روپے گلاس پانی پلانے والے ان نلکوں کو فیل کر دیتے ہیں نلکا کھڑا رہے دستی غائب' معمولی سے ذاتی منافع کے لئے مخلوق خدا کو تنگ کرنا انتہائی قبیح فعل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت سے نوازے۔ آمین۔ (تابش قصوری)

غلہ کی صورت میں یہ گناہ ایسے اناج سے متعلق ہے جو اس نیت سے خریدا جائے ورنہ کسی بھی کسان کے پاس غلہ ہو اور وہ اس کی اپنی ملکیت میں ہو تو اسے جب چاہے فروخت کرے اس پر یہ واجب نہیں کہ جیسے ہی کھیت سے غلہ گھر لائے تو فوراً فروخت کر دے۔ لیکن احسن واصح یہی ہے کہ وہ فروخت کرنے میں تاخیر سے کام نہ لے اگر وہ دل ہی دل میں یہ نیت کئے ہوئے ہے کہ مہنگائی کے وقت فروخت کرے گا تو یہ بات انتہائی قابل مذمت ہے۔

بزرگان دین دو قسم کی تجارت کو مکروہ قرار دیتے ہیں ایک تو یہی کہ لوگ انتظار کی زحمت سے دوچار رہیں اناج کو جمع رکھنا دوسرے گراں فروخت کرنے کے لئے لوگوں کے مرنے کا انتظار رکھنا اور یہ دونوں عمل انتہائی مذموم ہیں۔

marfat.com

بلحاظ پیشہ بھی دو قسم کی تجارت کو قابل مذمت گردانا گیا ہے ایک قصاب کا پیشہ کہ اس سے دل سخت ہو جاتا ہے اور دوسرا زرگری کہ دنیوی زیب وزینت اور آرائش کا سبب ہے۔

دوسری قسم عمومی تکلیف ہے وہ یہ کہ معاملہ کے وقت کھوٹے سکے تھما دینا۔ لینے والا اگر پہچان نہ سکے تو دینے والے نے اس پر ظلم اور اگر شناخت کرنے کے بعد دینے والے کو نہیں لوٹاتا تو ممکن ہے وہ کسی اور کو دے اور یہ سراسر دھوکہ دہی اور فریب ہے۔ ایک ایک کر کے جب وہ چیز گردش میں رہے گی تو یہ سلسلہ طویل عرصہ تک جاری رہ سکتا ہے اور تمام پر ظلم کا یہ فعل اس کے سر پر پڑے گا جس نے فریب کا آغاز کیا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں ایک کھوٹا روپیہ کسی کو دینا ایک سو روپے چوری کرنے سے بھی بدتر ہے۔ اس لئے کہ چور کا گناہ تو وقت اور فرد خاص سے متعلق ہے جب کھوٹی چیز دینے کا گناہ بعد از موت بھی جاری رہے گا لہٰذا وہ آدمی کتنا بدبخت ہے کہ گیا مگر اس کا گناہ زندہ ہے ممکن ہے وہ سکہ سو دو سو سال تک جاری رہے اور وہ دغاباز شخص بدستور قبر میں مبتلائے عذاب رہے کہ اس کی ابتدا اسی سے ہوئی تھی۔

کھوٹا سونا اور چاندی

اب یہاں پر ہم کھوٹے سونے اور کھوٹی چاندی کا قدرے بیان کرتے ہیں اس سلسلہ میں چار باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا جاننا ضروری ہے۔

۱- اگر کھوٹا سکہ ہاتھ لگ جائے تو مناسب ہے اسے کنویں میں پھینک دیں۔ مگر یہ مناسب نہیں کہ کسی اور شخص کو دے ڈالیں اور اگر کودے بھی دیا تو یہ نہ بتائیے کہ یہ کھوٹا ہے تاکہ وہ کسی کو دھوکے میں نہ دے ڈالے۔

۲- دکاندار پر واجب ہے کہ کھوٹے کھرے کی تمیز کے لئے علم حاصل کرے تاکہ وہ پہچان سکے کہ کھوٹا کونسا ہے اور کھرا سکہ کونسا ہے اس لئے نہیں کہ وہ خود کسی سے نہ لے بلکہ اس لئے کہ وہ کسی اور کو نہ دے سکے۔ تاکہ مسلمان کا حق ضائع نہ ہو اور جو شخص اس کی پہچان کے متعلق کچھ نہیں سیکھتا اگر اس کے ہاتھوں دوسروں کو نقصان پہنچا تو وہ عاصی و گنہگار ہوگا۔ مسلمان بلکہ ہر انسان پر ایسا علم سیکھنا واجب ہے جس سے مخلوق خدا کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو (تاکہ علم کے باعث اس سے کسی بھی انسان کو نقصان نہ پہنچے)

۳- اگر کھوٹا سکہ کسی سے اس نیت پر لے لے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رحم اللہ اقرا سھل القضاء وسھل الاقتضاء اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرماتا ہے جو لینے دینے میں آسانی اور سہولت کو مدنظر رکھتا ہے۔ تو بہت ہی اچھا ہے لیکن نیت ہو کہ وہ اس کھوٹے سکے کو کنویں میں پھینک دے گا ہاں اگر صرف کر دینے کا احتمال ہو تو بالکل نہ اگر دیتے وقت وہ کہہ بھی دے کہ یہ کھرا نہیں کھوٹا ہے۔

۴- یہ کہ کھوٹا سکہ وہ ہے جس میں چاندی یا سونا بالکل موجود نہ ہو لیکن جس میں تھوڑا سا سونا' چاندی موجود ہو لیکن کھوٹا ہو تو واجب نہیں ہوتا کہ اسے کنویں میں پھینکا جائے بلکہ اسے صرف کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ البتہ دو امور کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ دینے والا لینے والے کو اس کی حقیقت سے آگاہ کر دے۔ چھپانے کی کوشش نہ کرے دوسرے یہ کہ کسی با اعتماد آدمی کو دے جس

marfat.com

کے متعلق اسے یقین ہو کہ وہ آگے بھی کسی سے دھوکہ نہیں کرے گا۔ جب یہ معلوم ہو کہ وہ آگے چلانے سے اعراض نہیں کرے گا پھر اسے نہ دے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ کسی کو اس نیت سے انگور دیئے جائیں کہ وہ ان سے شراب کشید نہیں کرے گا۔ یا اسلحہ ایسے شخص کو دیں کہ وہ ڈاکہ زنی کے لئے استعمال نہیں کرے گا۔ تو دینے میں کوئی حرج نہیں مگر جب یہ خدشہ ہو کہ وہ شراب کشید کرے گا' اسلحہ رہزنی کے لئے استعمال میں لائے گا تو انگور اور اسلحہ ایسے اشخاص کو دینا حرام ہوگا۔ معاملات میں دیانتداری کو ملحوظ رکھنے والے تاجر کے لئے بزرگان دین اسی بناء پر ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ عابد و زاہد سے بلند مرتبہ پر فائز ہوتا ہے۔

دوسری قسم: خاص ظلم

یہ ظلم صرف اسی شخص پر ہی ہوتا ہے جس سے معاملہ کیا جائے اور کوئی بھی معاملہ جو نقصان کا باعث ہے وہ ظلم ہے جو سراسر حرام ہے خلاصۃً یوں سمجھئے جو چیز انسان از خود ناپسند کرتا ہے وہ دوسروں کے لئے بھی ناپسند کرے اس لئے کہ جو شخص کسی کام کو اپنے لئے پسند نہیں کرتا اسے چاہیے کہ وہ دوسرے مسلمان بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرے اور اگر اسے اس میں الجھانا چاہے گا تو اس کا ایمان ناقص ہے اس کی فصاحت ان چار امور سے کی جاسکتی ہے۔

۱- یہ کہ مال کی حد سے زیادہ تعریف نہ کرے کیونکہ جھوٹ میں شمار ہوگی اور ساتھ ہی ساتھ دھوکہ دہی میں شامل ہوگی بلکہ اگر خریدار اُس المال حقیقت اصلیہ کو جانتا ہے تو بھی بلاوجہ تعریف نہ کرے کیونکہ خواہ مخواہ باتیں بنانا یاوہ گوئی کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید انسان جیسے ہی اپنے منہ سے کوئی لفظ نکالتا ہے فوراً اس کا محافظ فرشتہ نوٹ کر لیتا ہے۔

یعنی ہر ایک بات کا حساب لیا جائے گا کہ یہ کیوں کہی گئی اور جب اس کی بات محض یاوہ گوئی ثابت ہوگی تو اس کی معذرت بھی نہیں سنی جائے گی۔ کیونکہ یہ فعل از خود بے ادبی کے زمرے میں آتا ہے اور حدیث شریف میں ہے ''افسوس ہے ان تاجروں (دکانداروں) پر جو اپنا مال بیچنے کی خاطر بات بات پر قسم پر قسم کی رٹ لگاتے رہتے ہیں اور ان پیشہ وروں پر بھی افسوس جو گاہکوں کو کل اور پرسوں کے وعدوں پر ٹرخاتے رہتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے جو شخص خدا کی قسم کے سہارے اپنا مال فروخت کر لے گا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس پر نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔

حکایت: حضرت یونس بن عبید اور ریشمی کاروبار؟

بیان کرتے ہیں کہ حضرت یونس بن عبید رحمتہ اللہ تعالیٰ ریشم کا کاروبار کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے مال کی کبھی تعریف نہ کی ایک دن کسی تاجر کے سامنے ریشم نکال رہے تھے کہ اس کے شاگرد نے کہہ دیا ''الٰہی مجھے جنتی لباس عطا فرما'' آپ نے اس دن سے ریشم نکالنا بند کر دیا اور جتنا نکال چکے تھے اسے فروخت بھی نہ کیا کیونکہ ان کے دل میں یہ بات بیٹھ چکی تھی کہ ان کے شاگرد نے میرے مال کی انداز میں تعریف کی ہے۔

marfat.com

دوسری بات یہ ہے کہ مال میں جو بھی عیب و نقص ہو وہ گاہک سے پوشیدہ نہ رکھے بلکہ صاف صاف اس عیب کی نشاندہی کر دے۔ کیونکہ چھپانے کی صورت میں دغابازی میں مرتکب ہونا ہے۔ اور نصیحت سے روگردانی کا بھی! لہٰذا ظالم اور گنہگار ہوگا اگر کپڑا بیچتے وقت صرف اس کا اچھا حصہ دکھائے یا اندھیرے میں رکھے یا اندھیرے میں دکھائے تاکہ اسے عیب دکھائی نہ دے یا جوتے کا وہی پاؤں دکھائے جو اچھا ہو تو وہ ظالم، فریبی اور دھوکے باز ہوگا۔

حکایت: خشک و تر گندم

بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو گندم فروخت کر رہا تھا آپ نے گندم کے ڈھیر میں ہاتھ ڈالا تو وہ اندر سے بھیگی ہوئی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا بات ہے؟

اس نے کہا گندم ذرا بھیگی ہوئی ہے فرمایا پھر اسے الگ کیوں نہ کیا؟ اور وہ بھی ایسے کہ عیب پوشیدہ ہے؟ پھر فرمایا من غش فلیس منا جو کوئی مکس اور ملاوٹ کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حکایت: تاجر اور زخمی اونٹ؟

بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنا اونٹ تین صد روپوں درہم میں فروخت کر دیا جس کا ایک پاؤں خراب تھا۔ حضرت واثلہ بن اشفع رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں وہاں موجود تھے لیکن عین موقع پر اونٹ کے عیب کا پتہ نہ چل سکا۔ لیکن جلد ہی انہیں معلوم ہو گیا کہ اونٹ زخمی ہے تو خریدار کے پیچھے گئے اور اسے آگاہ کیا کہ اونٹ کا پاؤں خراب ہے وہ خریدار فوری طور پر واپس آیا اور اونٹ کو واپس کر کے اپنے تین صد روپے درہم واپس لئے۔

فروخت کنندہ حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگا آپ نے میرے معاملہ میں مداخلت کیوں کی؟ انہوں نے کہا اس لئے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے "یہ حلال نہیں ہے کہ انسان چیز فروخت کرتے وقت اس کے پوشیدہ عیب کو بیان نہ کرے تاکہ خریدار فریب کا شکار نہ ہو سکے۔ نیز فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ عہد لے رکھا ہے کہ مسلمانوں کو نصیحت کرتے رہا کرو اور ان پر شفقت و رحم کیا کرو اور ظاہر ہے کسی عیب کا پوشیدہ رکھنا تو نصیحت نہیں ظلم ہی ہوگا (جس سے دونوں کو بچایا ہے)

واضح ہے کہ اس شان سے معاملات کو نبھانا انتہائی دشوار گزار ہے اور یہ بڑے عظیم مجاہدات میں سے ہے۔ لیکن یہ مشکل، دو باتوں سے آسان ہو سکتی ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ مال نہ خریدیں جس میں عیب ہو اور اگر خرید ہی لیا ہے تو خلوص دل سے یہ نیت کر لے کہ میں فروخت کرتے وقت اس کے تمام عیب گاہک پر واضح کر دوں گا اگر بوقت خرید وہ از خود فریب کا شکار ہو چکا ہو تو پھر بھی یہی خیال کرے چلیں میرا جو نقصان ہونا تھا ہوا لیکن اب کوئی دوسرا تو نقصان نہ اٹھائے جب وہ خود دھوکہ والوں پر لعنت بھیج رہا ہے تو پھر خود کیسے کسی کو دھوکہ دے گا جس کے باعث وہ لوگوں کی لعنت کا سزاوار ہو۔

سمجھنے کی بات تو یہ ہے کہ دغابازی اور مکر و فریب سے روزی میں کبھی اضافہ نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ مال میں برکت ہوتی ہی نہیں اور اس

marfat.com

طریقہ سے منافع کا حصول ممکن نہیں۔ اگر کوئی مکاری وعیاری سے وقتی طور پر کچھ مال حاصل کر بھی لے گا تو ایک نہ ایک دن اس پر ایسا وقت آئے گا کہ سب کچھ کیا دھرا اکارت جائے گی اور مظلمہ پھر بھی سر پر جوں کی توں باقی رہے گی اس کی مثال یوں سمجھئے کہ۔

حکایت: دودھ میں پانی؟

بیان کرتے ہیں کہ ایک دودھی دودھ میں پانی ملا کر فروخت کیا کرتا تھا۔ ایک دن ایسا سیلاب آیا کہ اس کی گائے سیلاب میں بہہ گئی۔ شیر فروش کے بیٹے نے کہا ابا جان یہ وہی پانی ہے جو ہم دودھ میں ملایا کرتے تھے۔ وہ تمام جمع ہوتا رہا ہے اور پھر اچانک سیلاب بن کر ہماری گائے کو بہا لے گیا!

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب لین دین خیانت اور بددیانتی راہ پاتی ہے تو برکت اس سے رخصت ہو جاتی ہے برکت سے مراد یہ ہے کہ کسی کے پاس مال تو کم ہے مگر اس سے فوائد زیادہ محسوس کرتا ہے اور اسی سے زیادہ تر لوگوں کو فائدہ پہنچا تا رہتا ہے اسی بناء پر اس سے بہت سی برکات کا ظہور ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

ایک وہ شخص ہوتا ہے کہ بے شمار مال کی موجودگی وفراوانی ہی اس کی ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے اور اس کی یہ تباہی دنیا وآخرت دونوں جہانوں میں برپا ہو کر رہتی ہے اور اسے اس جمع شدہ بے شمار مال ودولت سے کچھ بھی ہاتھ نہیں آتا۔

لہٰذا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے رحمت و برکت کا طالب رہے نہ کہ دنیوی کثرت وفراوانی کا نیز برکت تو ہمیشہ ایمانداری اور دیانت میں ہوتی ہے بلکہ کثرت وزیادتی بھی ایمانداری میں پوشیدہ ہے اس لئے کہ جو تاجر ایمانداری اور دیانت میں شہرت حاصل کر چکا ہو لوگ اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں پھر اس کا سودا سلف خوب فروخت ہوتا ہے۔ جس کے باعث لازماً اسے خاص پرافٹ (منافع) حاصل ہوتا ہے۔

اور جو بددیانتی میں مشہور ہوا لوگ اس کی طرف رجوع ہی نہیں کرتے ظاہر ہے ایسے دکاندار کی طرف جب اس کی بددیانتی کے باعث لوگ نہیں آئیں گے اور اس کی بکری نہیں ہوگی تو اسے منافع کیا خاک ملے گا؟ اور جو شخص اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ اس کی عمر سو سال سے زائد نہیں ہو سکتی جب کہ آخرت کی زندگی کی کوئی حد ہی نہیں تو وہ کیونکر اس بات کو جائز اور روا رکھے گا کہ محض چند روزہ دولت کی خاطر ایسی ہمیشہ کی زندگی کو خراب کر لے جو کبھی ختم ہونے والی نہیں؟

القصہ! انسان کو ہر وقت یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ عیاری و بددیانتی اس کے دل میں جگہ نہ پائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لوگ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی پناہ میں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ سکتے ہیں لیکن جب کوئی آدمی دنیا کو دین پر ترجیح دینے کے لئے یہ کلمہ زبان پر لاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے فریبی! تو غلط کہہ رہا ہے تیری اس بات میں سچائی نہیں ہے نیز جس طرح خرید وفروخت میں دغابازی نہ کرنا فرض ہے اسی طرح یہ بھی فرض ہے کہ کسی پیشہ میں بھی دغا' جعل سازی سے کام نہ لیا جائے اور اس کام میں ہکس اور ملاوٹ نہ کی جائے کیونکہ یہ فعل بھی حرام ہے ہاں اگر کوئی بات پوشیدہ نہ رکھے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ "رفو" کرنے کے بارے آپ کیا فرماتے ہیں فرمایا درست

marfat.com

نہیں ہاں اگر خود پہننا چاہے تو کوئی حرج نہیں البتہ رفو کر کے دوسروں کے ہاتھ فروخت کرنا درست نہیں اور جو شخص کسی کو دھوکہ دینے کے لئے رفو کرتا ہے وہ گنہگار ہے اور اس پر اجرت لینا بھی حرام ہے۔

(نوٹ) لنڈا بازار؟

اب ہر جگہ لنڈا بازاروں کی بھرمار ہے اور غرباء وہاں سے استعمال شدہ کپڑے عام بازاروں سے بہت کم دام پر حاصل کر لیتے ہیں چونکہ یہ بات اب شائع ذائع ہے اور ہر ایک کو لنڈا بازار کی کیفیت کا پتہ ہے لہٰذا یہ کاروبار شرعاً جائز قرار پائے گا۔ (تابش قصوری)

۳- تیسری بات یہ کہ وزن اور تول کے معاملے میں بھی بالکل دھوکہ وفریب کے قریب نہ آئے (یعنی عام محاورہ کے مطابق ڈنڈی مارے) صحیح اور درست تولے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "ویل للمطففین" کم تولنے والوں کے لئے خرابی ہے۔ یعنی افسوس ہے ان دکانداروں پر جو لینے کے کم زیادہ اور دینے کے وقت وقت تولتے ہیں۔

بزرگان دین کا تو ہمیشہ یہی وطیرہ رہا ہے جب وہ تولتے تو ایک آدھ دانہ کم تولتے تاکہ دینے والے کی طرف ہی وزن زیادہ رہے اور جب خود دیتے وقت تولتے تو ایک آدھ حبہ زیادہ دیتے۔ تاکہ اپنی طرف کم دینے کا شبہ ہی نہ رہے اور فرماتے یہ ایک آدھ دانہ ہی ہمارے اور دوزخ کے درمیان حجاب ثابت ہوگا۔

اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی گرفت کا خوف ان پر غالب رہتا مبادا غلط تول کے باعث کہیں کسی مصیبت میں مبتلا نہ کر دیئے جائیں اور فرماتے وہ شخص کتنا احمق ہے جو ایک آدھ حبہ کے بدلے ایسی جنت کو اپنے ہاتھ سے بیچ ڈالے جس کی صرف چوڑائی سات آسمانوں اور سات زمینوں کے برابر ہے۔

نیز وہ کتنا بے وقوف ہے جو نصف دانے کے بدلے شجر طوبیٰ کے بدلے ببول (کانٹوں سے بھرا درخت) قبول کرے یعنی نیکی کو برائی میں بدل ڈالے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کوئی چیز خرید فرماتے تو دکانداروں سے فرمایا کرتے قیمت کے مطابق اور ذرا جھکتا ہوا تول۔

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کو دیکھا کسی گاہک کو دینار تول کر دے رہا ہے اور ان دیناروں میں برائے نام میل کچیل سا گرد وغبار لگا ہوا ہے اسے اچھی طرح صاف کر رہے ہیں فرمایا۔

اے فرزند من! تیرا یہ عمل دو حج اور دو عمروں سے افضل تر ہے کسی اور بزرگ نے فرمایا ہے جو شخص دو ترازو رکھتا ہے ایک لینے اور ایک دینے کا وہ دنیائے جہاں کے فساق سے بدترین ہے۔

اور جو بزاز کپڑا خریدتے وقت ڈھیلا ناپتا ہے اور دیتے وقت کھینچ کھینچ کر وہ بھی ویسے ہی فساق سے بدترین ہے۔

نیز یہی حال اس قصاب کا ہے جو ایسی ہڈیوں کو کوشش میں شامل کر کے فروخت کرتا ہے جس کو عموماً بیچنے کی عادت نہیں ہے اور جو شخص غلہ یا اناج میں مٹی ملا کر فروخت کرتا ہے وہ بھی انہیں بدترین اشخاص میں شامل ہوگا۔ کیونکہ یہ تمام امور قبیح ہیں جو حرام میں شمار

marfat.com

ہوتے ہیں اور یہ دکاندار پر واجب ہے کہ مخلوق خدا کے ساتھ پورے پورے انصاف سے کام لے اور اگر کوئی ایسی بات سنے جو باعث کراہت ہو تو وہ سمجھ لے کہ اس نے بھی ویسے ہی کسی سے سلوک کیا ہوگا اور ایسی مکروہ باتوں کے پیش آنے سے بچاؤ کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کو ہمیشہ اپنی ذات پر فوقیت و ترجیح دے اور کبھی بھی اپنی بڑائی کا خیال دل میں نہ لائے مانا کہ یہ عمل انتہائی دشوار گزار ہے اسی بناء پر تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وان منکم الا واردکم کان علی ربک حتماً مقضیاً** اور تم میں ایسا کوئی بھی نہیں جس کا اس (پلصراط) پر گزر نہ ہو اور یہ تیرے رب کی طرف سے حتمی فیصلہ صادر ہو کر رہے گا۔ (سورۂ مریم آیت ۱۷)

کوئی بھی ایسا انسان نہیں جس کا دوزخ سے گزر نہیں ہوگا۔ لیکن کوئی تقویٰ و پرہیزگاری کو اپنا شعار بنالے گا وہی نجات کے لائق ہوگا۔

۴- چوتھی بات یہ کہ مال کے بھاؤ میں ہرگز مکاری و عیاری سے کام نہ لے اور صحیح صحیح جو بھی ریٹ (بھاؤ) ہو اسے چھپانے کی کوشش نہ کرے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایسا ہرگز نہ ہونے پائے بعض کاروان سے آگے نکل جاتے ہیں تا کہ ریٹ معلوم کر کے ان سے چھپایا جائے وہاں سے سستے داموں مال خرید کیا جائے۔ اس لئے حکم ہے کہ جب ان لوگوں کو بھاؤ چھپاتے ہوئے پائیں تو بیع کو فسخ کر دیا جائے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر سے بھی منع فرمایا ہے کوئی مسافر شہر میں آئے اور اس کے پاس مال ہو جو اس شہر کے نرخ سے بہت کم ہے پھر شہر کا کوئی شخص اسے ملے اور کہے یہ مال میرے پاس چھوڑ جائیں میں اسے مہنگے داموں فروخت کرادوں گا (مگر وقتی بھاؤ سے آگاہ نہیں کرتا) تو اس کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

نیز محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کوئی محض عوام کو غلط تاثر دینے کی آخر کسی تاجر سے ملی بھگت کر کے مہنگے داموں مال خریدے تا کہ لوگ اسے سچا گمان کریں اور اس سے زیادہ دام لے کر حاصل کریں۔ اگر ایسی صورت میں خریدنے والوں کو ان کی اس چالبازی کا علم ہو جائے تو انہیں حق حاصل ہے کہ ان کا مال واپس کر دیں یعنی اس بیع کو فسخ کرنے کا اختیار ہے۔ بعض دکانداروں کی عادت ہے ایک روپے کی چیز کے دو روپے بتاتے ہیں پھر کوئی ضرورت مند اسی چیز کو دو یا دو روپے سے بھی زائد میں خرید لیتا ہے ایسا کرنا دوکانداروں کے لئے حرام ہے۔

نیز کوئی سادہ سا آدمی اپنا مال بھول پن میں سستا فروخت کر رہا ہے کہ اسے بھاؤ کا علم تک نہیں تو اس کی سادگی سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ یوں ہی اگر ایسا سادہ لوح شخص دکاندار سے سودا لیتا ہے تو اس کی شرافت اور سادگی سے فائدہ اٹھا کر بازار سے زائد نرخ وصول نہیں کرنا چاہیے۔ گو بیع درست ہے مگر یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ جب حقیقتاً بھاؤ کہ اس سے پوشیدہ رکھا گیا ہے تو فروخت کنندہ گنہگار ہوگا۔

حکایت: اور اس نے تیس ہزار روپے اس کے قدموں میں ڈال دیئے؟

بصرہ شریف کے ایک تاجر نے اپنے غلام جو سوس شہر میں رہتا تھا کی طرف سے آمدہ خط سے یہ خبر پائی کہ امسال یہاں چینی کی بہت قلت ہوگی۔ قبل ازیں کہ اس بات کی کسی اور تاجر کو خبر ہو بہت سی چینی لے کر سٹاک کر لی جائے تا کہ وقت پر اچھا خاصا منافع ہاتھ

marfat.com

لگے۔ چنانچہ اس نے تمام چینی خرید کر سٹور کر لی جب فروختگی کا وقت آیا تو اسے تیس ہزار روپے نفع حاصل ہوا۔ لیکن بعد میں اس کے ضمیر کی خلش نے اسے سکون نہ لینے دیا کہ میں نے ایک مسلمان جو شہر سوس کا تاجر تھا میں نے اس کے ساتھ فریب کاری سے کام لیا ہے۔ اگر میں قبل از وقت اس قلت سے آگاہ کر دیتا تو یہ نفع جو میں نے کمایا ہے اس کے ہاتھ لگتا۔ مجھے یہ بات اس سے پوشیدہ نہیں رکھنی چاہیے تھی۔

چنانچہ اس نے وہ تیس ہزار روپے لئے اور شہر سوس کے اس تاجر کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور تمام ماجرا کہہ سنایا اور تمام رقم اس کے آگے رکھ دی' سوداگر نے تمام کہانی سننے کے بعد کہا بہت اچھا آپ کو میں یہ رقم حلال کرتا ہوں۔ وہ رقم لے کر گھر واپس آیا مگر اسے نیند نہ آئی دل میں یہ خیال ابھرا ممکن ہے سوداگر نے شرم وحیا کے باعث حلال کر دی ہو اور میں نے عذر تک نہ کیا اور رقم لے کر گھر آ گیا بصرہ کا وہ تاجر دوبارہ اس کے پاس آیا اور بے حد اصرار کیا اور سوداگر نے وہ رقم جب تک اپنے قبضہ میں نہ لے لی بصرہ کے تاجر کو سکون نہ آیا (سبحان اللہ کتنے پاکیزہ اور دردمند دل تاجر تھے)

واضح ہو کہ جو کچھ خریدار سے کہا جائے بالکل صحیح اور سچ کہا جائے مکر وفریب' دجل ومکاری کا شائبہ تک نہ ہو اور اگر مال میں نقص ہو تو گاہک کو آگاہ کیا جائے اگر اپنی کاہلی وسستی یا کسی بھول چوک میں مال زیادہ داموں پر خرید لیتا ہے کہ بیچنے والا دوست یا رشتہ دار تھا۔ تو یہ بات بلا کسی حیل وحجت کہہ دے اگر کوئی چیز خریدی تو دس روپے میں ہے مگر اس کی حقیقتاً قیمت کم تھی اب اس کے لئے درست نہیں کہ اس کے دس روپے ہی وصول کرے۔ بلکہ بازار کے بھاؤ سے ہی قیمت وصول کرنی چاہیے۔ اپنی غلطی کا اسے جرمانہ ادا کرنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ اگر بوقت خرید وہ چیز سستی تھی اور اب اس کا بھاؤ بڑھ چکا ہے تو چاہیے کہ اس بات کو بھی واضح کر دیا جائے اور اس کی تفصیل بے حد طویل ہے۔ اس سلسلہ میں دکاندار بڑی خیانت سے کام لیتے ہیں اور پھر یہ کہ اسے خیانت تصور بھی نہیں کرتے۔

دراصل بات تو یہ ہے کہ جو چیز اپنے لئے پسند نہیں وہ دوسروں کے لئے پسند کرنا بھی جائز نہیں۔ پس اپنا معیار اور اصول یہ بنانا چاہیے کہ جو شخص اس اعتماد پر چیز خریدتا ہے اور خوب دیکھ بھال کر چھانٹ' چھان کر حاصل کرتا ہے اور اسی قیمت پہ لیتا ہے جو مناسب ہے۔ اگر اس میں کوئی کھوٹ یا دغابازی ہو گی تو کون اس پر راضی ہو گا اس چیز کو سامنے رکھ کر ایمانت ودیانت سے کام لے گا۔ تو کبھی دغابازی کی طرف مائل نہیں ہو گا۔

یہ تو حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے احوال لکھتے ہیں۔ اب زمانہ کس قدر اس عیوب ونقائص میں مبتلا ہو گیا ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنے دل ونگاہ کی حفاظت کرنی چاہیے ورنہ بقول حضرت اقبال مرحوم:

زبان سے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

تابش قصوری

marfat.com

باب ۴

معاملات میں احسان وصواب؟

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے احسان کا ویسے ہی حکم دیا ہے جیسے عدل وانصاف کرنے کا' چنانچہ فرماتا ہے ان اللہ یامر بالعدل والاحسان (سورہ النحل آیت ۹) بے شک اللہ تعالیٰ عدل واحسان کا حکم فرماتا ہے۔

قبل ازیں جو کچھ بیان ہوا وہ عدل وانصاف کا باب تھا۔ اور اس میں احسان بیان ہوگا ارشاد رب العالمین ہے۔ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین (سورہ الاعراف آیت ۵۶)

بے شک اللہ کی رحمت محسنین کے قریب ہے۔

پس جو شخص صرف عدل پر اکتفا کرتا ہے بلاشبہ وہ سرمایہ دین لپیٹ لیتا ہے لیکن اصل نفع تو تب اٹھائے گا جب احسان کو بروئے کار لائے گا اور عاقل تو وہی ہے جو اخروی فوائد کسی بھی صورت بھولنے نہ پائے اور احسان ایسی نیکی ہے کہ صاحب معاملہ کو اس میں سراسر نفع ہی نفع ہے اگر وہ واجب نہیں اور درجہ احسان چھ وجوہ سے پایا جا سکتا ہے۔

(۱) یہ کہ زیادہ نفع کے حصول کا خیال ہی دل میں نہ لائے۔ اگرچہ خریدار اپنی ضرورت کے پیش نظر زائد قیمت دینے پر ہی رضامند کیوں نہ ہو۔

حکایت: حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ اور تریسٹھ دینار؟

بیان کرتے ہیں کہ حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ دکانداری کرتے تھے اور انہوں نے اپنی ذات پر لازم کر رکھا تھا کہ پانچ روپے فی صد سے زیادہ نفع نہیں لیا کریں گے مگر ایک بار انہوں نے ساٹھ روپے کے بادام خریدے بعد میں باداموں کا بھاؤ بڑھ گیا ان کے ایجنٹ نے فروخت کے لئے بادام طلب کئے آپ نے فرمایا تریسٹھ روپے سے زائد میں فروخت نہ کرنا۔

ایجنٹ بولا! حضرت اب تو بازار کا بھاؤ نوے روپے فی کلو ہے۔ فرمایا بھائی ہوگا مگر ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔ میں نے تو اپنے دل کو راست کر رکھا ہے کہ پانچ روپے فی صد سے زائد نفع میں کبھی بھی کوئی چیز فروخت نہیں کروں گا۔ تو پھر میں اپنی نیت کو خرابی سے ملوث کیوں کروں۔ ایجنٹ بولا میں تو آپ کا مال نوے روپے فی کلو سے کم قیمت پر فروخت نہیں کروں گا پھر واقعتہً اس نے بادام نہ بیچے مگر حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بھی زیادہ قیمت لینے پر راضی نہ ہوئے۔ اسے ہی درجہ احسان سے موسوم کیا گیا ہے۔

حکایت: اس کے نام کے وسیلے سے تو بارش ہو سکتی ہے؟

بیان کرتے ہیں کہ حضرت محمد بن منکدر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو اولیائے کرام میں شمار ہوتے ہیں وہ کپڑے کی دکان کیا کرتے۔ ان کے پاس کچھ ایسے پارچات تھے جن میں بعض کی قیمت دس روپے گز اور بعض کی قیمت پانچ روپے تھی' ایک دن آپ کی عدم موجودگی میں آپ کے شاگرد نے پانچ روپے گز والا کپڑا دس روپے میں فروخت کر دیا۔ جب آپ واپس آئے تو دریافت کرنے پر حقیقت حال

marfat.com

ظاہر ہوئی آپ نے خریدار کو تلاش کرنا شروع کیا۔ دن بھر تلاش کرتے رہے آخر کار وہ شخص مل گیا' آپ نے فرمایا بھائی جو کپڑا تو نے دس روپے گز میں خرید کیا ہے وہ تو پانچ روپے سے گز کا تھا لہٰذا اپنی رقم واپس لے لو یا کپڑا واپس کر دو۔

خریدار بولا آپ درست فرماتے ہیں مگر میں نے تو وہ کپڑا اپنی مرضی اور رضا و رغبت سے خرید کیا ہے آپ نے فرمایا بے شک تو نے اپنی رضامندی سے خریدا ہوگا لیکن جو چیز میں اپنے لئے پسند نہیں کرتا اسے کسی اور مسلمان کے لئے کیسے پسند کر سکتا ہوں؟

لہٰذا یا تو بیع فسخ کر دو یا بقایا رقم مجھ سے واپس لے لو یا میرے ساتھ دکان پر چلیں تا کہ میں اس سے عمدہ کپڑا آپ کو دے دوں! مگر اس خریدار نے بقایا رقم واپس لے لی اور لوگوں سے دریافت کیا یہ مرد خدا کون تھا؟ لوگوں نے کہا یہ حضرت محمد بن منکدر علیہ الرحمۃ ہیں' خریدار بولا' سبحان اللہ! یہ تو ایسا مرد ہے اگر خشک سالی میں لوگ اس کا نام لے کر اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کریں تو رب کریم بارش فرما دے گا۔

اولیائے سلف کی یہ عادت تھی کہ نفع کم لینے اور معاملہ بہت عمدہ کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ زیادہ نفع کے انتظار بیٹھے رہنے سے یہ طریقہ بہت اچھا ہے کہ ان سے نیکی کی باتیں کی جائیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کے بازار میں جاتے اور فرماتے لوگو! تھوڑے منافع کو نہ چھوڑو! کہیں زیادہ سے محروم نہ کر دیئے جاؤ۔

حکایت: ایک ہزار اونٹ دو ہزار روپے منافع؟

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے پوچھا آپ کو امیری کیسے حاصل ہوئی فرمایا میں معمولی سے نفع پر اکتفا کر لیتا ہوں اور اگر مجھ سے کسی نے ایک بھی جانور (بکری' اونٹ وغیرہ! خریدنا چاہا تو میں نے ایک ہی اسے کے ہاتھوں فروخت کر ڈالا ایک دن ایسا بھی آیا کہ میں نے ایک ہزار اونٹ فروخت کئے مگر قیمت خرید سے ایک روپیہ میں زیادہ نہ لیا۔ البتہ منافع میں ایک ہزار رسیاں ضرور حاصل ہوئیں۔ جنہیں ایک روپیہ فی رسی کے حساب سے فروخت کر دیا یوں مجھے ایک ہزار روپے پھر بھی نفع حاصل ہو گیا۔ نیز ایک دن کے لئے ان اونٹوں کو چارہ بھی نہ ڈالنا پڑا اس طرح گویا کہ دو ہزار روپے منافع ہوا۔ (سبحان اللہ کیا مبارک سوچ ہے)

(۲) نیز یہ کہ جب غرباء سے مال خرید کریں تو انہیں زیادہ رقم ادا کریں تا کہ وہ خوش ہوں یوں ہی بیوہ عورتوں سے سوت (سوتر) بچوں اور غریبوں سے پھل فروٹ خریدنا ہو تو قصداً انہیں زیادہ قیمت دیں کیونکہ یہ صورت صدقہ و خیرات دینے سے بھی افضل ہے۔ اور جو تاجر اس طریقہ کو اپناتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی دعاؤں کا مستحق بن جاتا ہے۔ اس لئے کہ آپ نے فرمایا۔

رحم اللہ امرءً سھل البیع و ستھل الشراء ○ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو بیع و شراء (خرید و فروخت میں) نرمی اختیار کرے۔

ہاں امراء سے زیادہ قیمت پر مال خریدنا ثواب میں شامل نہیں اور نہ ہی اسے شکر میں شمار کیا جائے گا۔ بلکہ محض مال کا ضیاع ہے بہتر ہے کہ سستا خرید کریں۔ خواہ کتنا ہی اصرار کرنا پڑے اور مال کو اچھی طرح چیک بھی کر لیا جائے۔

بناء علیہ لوگوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا آپ غرباء و مساکین اور فقراء میں یومیہ ہزاروں

marfat.com

روپے صدقہ وخیرات میں دے دیتے ہیں مگر خریدتے وقت بہت زیادہ بحث وتکرار کرتے ہیں اس کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا جو کچھ ہم دیتے ہیں وہ سبھی اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے دیتے ہیں اس کے لئے جتنا بھی دیا جائے کم ہے لیکن خرید وفروخت میں دھوکہ اور فریب کھانا' مال کا نقصان اور عقل کی کمی بھی ہے۔

(۳) تیسرا احسان' مال کی قیمت کا وصول کرنے میں ہے۔ اور یہ تین قسم پر مشتمل ہے ایک یہ کہ کم قیمت وصول کرنا' دوسرا یہ کہ اگر اس کے پاس ناقص سکے ہوں تو قبول کر لینا۔ تیسرا' احسان یہ کہ خریدار کو قیمت کی ادائیگی کے لئے مہلت دینا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو خرید وفروخت میں آسانی اختیار کرتا ہے۔ نیز فرمایا جو شخص لین دین میں نرمی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے کاموں میں سہولت پیدا فرما دیتا ہے اور مہلت دینے سے بڑھ کر تو کوئی احسان ہو ہی نہیں سکتا۔ خاص طور پر جب کہ غریب اور درویش خریدار ہو! اگر غریب خریدار کے پاس وقتی طور پر رقم نہ ہو تو از خود ہی اسے مہلت دینا واجب ہے اور یہ عمل عدل کے زمرے میں شمار ہوتا ہے۔ احسان میں داخل نہیں' البتہ وہ رقم تو ادا کر سکتا ہے مگر اس طرح کہ جب تک وہ اپنا مال خسارے میں فروخت نہیں کرے گا وہ رقم ادا نہیں کر پائے گا جب کہ اسے خود بھی اس کی بے حد ضرورت ہے تو ایسی صورت میں اسے مہلت دینا احسان کہلائے گا اور اس کا شمار عظیم ترین صدقات میں ہوتا ہے۔

حکایت: بغیر کسی نیکی کے بخشش؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے روز ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جس نے دینی معاملات میں اپنے آپ پر بے حد ظلم کیا ہوگا۔ اس کے نامہ اعمال میں کوئی نیکی نہ ہوگی۔ مگر اس سے پوچھا جائے گا کیا تیرے پاس کسی بھی قسم کی کوئی نیکی ہے یا نہیں؟ وہ خوف زدہ گزار ہوگا۔ میں نے نیکی تو کی ہی نہیں' البتہ ایک ایسا عمل ہے جسے نیکی سمجھ لیا جائے تو وہی ایک نیکی ہو سکتی ہے۔ وہ یہ کہ میں نے اپنے کارندوں سے کہہ رکھا تھا کہ میرے قرضداروں میں سے جو غریب اور تنگ دست ہو چکے ہیں انہیں قرض کے سلسلہ میں مہلت دے دیا کریں۔ ان کے ساتھ نرمی اور مروت سے پیش آئیں ان خستہ حال لوگوں پر رحم کریں۔

اس پر حکم ہوگا! پس آج تو خود خستہ حال اور محتاج ہے لہٰذا ہم بھی یہی مناسب سمجھتے ہیں کہ تیرے لئے سہولت اختیار کی جائے چنانچہ فرمایا جائے گا ہم نے اس شخص کو بخشش سے نواز دیا۔

حدیث شریف میں ہے جو شخص کسی کو قرض حسنہ دیتا ہے تو جب تک مقروض وہ قرضہ واپس نہیں کرتا اس وقت تک قرض دینے والے کے نامہ اعمال میں اس قرضہ کے برابر ثواب ملتا رہتا ہے۔ مہلت گزر جانے پر اگر مزید مہلت دیتا ہے تو اسی مقدار سے اس کے ثواب میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ گویا کہ اس نے وہ رقم اسے بطور قرض نہیں دی صدقہ میں دی تھی۔

چنانچہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بزرگ کا تو معمول ہی یہی تھا وہ چاہتے تھے کہ ان کا مقروض خواہ قرض واپس ہی نہ کر دے اس لئے اس قرضہ کے بدلے اسے ہر روز صدقہ کے برابر ثواب ملتا رہتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں "باب جنت" پر یہ تحریر ملاحظہ فرمائی کہ صدقے کے ایک روپے کے بدلے دس روپے اور قرض حسنہ کے ایک روپے کے بدلے اٹھارہ روپے ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ کوئی بھی شخص اس وقت تک قرض نہیں لیتا جب تک اسے

marfat.com

اشد ضرورت اور محتاجی نہ ہو لیکن صدقہ کے بارے ممکن ہے کہ ایسے حاجت مند تک پہنچ ہی نہ سکے (کسی اور کو محتاج سمجھ کر دے دیا جائے)

(۴) چوتھا احسان قرض کی ادائیگی میں ہے۔ وہ اس طرح کہ قرض خواہ کو مقروض سے تقاضہ کرنے کا موقع ہی نہ دیا جائے اس لئے جتنی جلد ممکن ہو کھرے سکوں میں ادا کرے اور اپنے ہاتھ سے اس کی خدمت میں پیش کر لے اور وہ بھی قرض خواہ کے گھر جا کر پیش کرے تا کہ اسے کسی آدمی کو یا از خود اسے آنے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

حدیث شریف میں تم میں وہ بہترین انسان ہے جو قرض بحسن وخوبی ادا کرتا ہے۔ نیز حدیث پاک میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرض اٹھاتے وقت یہ نیت کر لیتا ہے کہ اسے عمدگی سے ادا کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر چند فرشتوں کو محافظ دیتا ہے اور دعا کرتے رہتے ہیں کہ وہ شخص قرض ادا کر سکے۔

قرض دار جب قرض ادا کرنے پر قادر ہو جائے تو اسے ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہیں کرنی چاہیے اس لئے کہ اگر وہ قرض خواہ کی رضامندی کے بغیر تاخیر کرے گا تو ظالم ہوگا۔ نیز گنہگار بھی گو نماز، روزہ ادا کرتا ہو بیداری میں ہو یا خواب میں سوار ہو یا پیدل وہ ہر وقت لعنت خداوندی میں گرفتار ہوگا اور یہ ایسا گناہ ہے جو نیند میں بھی اس پر مسلط رہتا ہے۔ اور ادائیگی قرض پر قادر ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کے پاس نقد رقم ہی موجود ہو بلکہ اگر کوئی چیز قابل فروخت ہے تو اسے فروخت کر کے قرض چکا دے اور اگر فروخت نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا اگر ادائیگی خراب اور ناقص سکوں یا مال وغیرہ سے جو قرض خواہ کو ناپسند ہو تو مقروض گنہگار ہوگا۔ جب تک اسے راضی نہیں کرے کا مظلمہ سے رہائی ممکن نہیں ہوگی اور یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ حالانکہ لوگوں نے اسے معمولی سمجھ رکھا ہے۔

(۵) پانچواں احسان: یہ کہ اگر کوئی شخص معاملہ طے کرنے کے بعد پریشانی کا اظہار کر رہا ہے تو بیع کو فسخ کر دے کیونکہ محسن اعظم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس شخص نے اس سبب سے بیع فسخ کر لی اور یہی گمان کیا گویا کہ بیع ہوئی ہی نہ تھی تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے گویا کہ اس سے کوئی گناہ ہوا ہی نہیں۔ گو یہ عمل واجب نہیں تاہم ایسا احسان کرنے پر بے حد اجر وثواب ہے۔ اور یہ بھی احسانات میں داخل ہے۔

(۶) چھٹا احسان کہ اگر غرباء (طلباء) سے کوئی ایسا معاملہ کرے تو بوقت بیع یہ نیت کر لے کہ جب تک انہیں اس کی ادائیگی کی استطاعت نہیں ہوگی مطالبہ نہیں کرے گا اور اگر وہ اسی عسرت وتنگی کے عالم میں فوت ہو جائیں تو معاف کر دے گا۔

حکایت: بزرگان سلف کے پاس دو قسم کی یادداشتیں ہوتی تھیں

ان میں ایک پر ایسے نہ درج کر دیئے جاتے تھے جن کے بارے کسی قسم کی معلومات کا اندراج ہی نہیں ہوتا تھا۔ وہ ایسے لوگوں کے نام ہوتے جو غرباء ومساکین اور فقراء کے زمرے میں آتے تھے اور بعض تو ایسے لوگوں کے نام تک بھی نہیں لکھتے تھے تا کہ اگر قرض دار فوت ہو جائے تو اس کے بعد کسی کو نام تک کا پتہ نہ چلے۔

اور بعض بزرگ تو ایسے بھی گزرے ہیں وہ نہ کوئی یادداشت رکھتے اور نہ ہی قرض خواہوں کے نام دریافت کرتے اگر کوئی قرض واپس کر جاتا تو لے لیتے اور واپس نہ کرتا تو لینے کی طمع ہی نہ رکھتے پس مدارج ومراتب کا اندازہ تو ایسے معمولات ہی لگایا جا سکتا ہے کہ وہ لوگ کس بلند مرتبے پر فائز تھے۔ حالانکہ جو شخص ایک مشتبہ روپے کو چھوڑ دے اسے بھی اولیاء کرام میں شمار کیا گیا ہے۔

marfat.com

باب ۵

معاملات میں دین کو ترجیح دیں

واضح ہو کہ جسے دینوی تجارت اپنے اندر ایسے سمو لے کہ اسے اخروی تجارت کی خبر ہی نہ رہے یقیناً وہ بڑا بد بخت ہے وہ شخص کتنا پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے جس کا سونے کا پیالہ مٹی کے پیالے سے بدل جائے؟

تو خیال کرنا چاہیے کہ اس دنیا کی مثال تو مٹی کے کوزے کی طرح ہے جو بدنما بھی ہوتا ہے پھر ٹوٹ بھی جلد جاتا ہے۔ مگر آخرت کی مثال سونے کے کوزے کی مانند ہے۔ جو خوشنما بھی ہوتا ہے اور مضبوط اور دیرپا بھی بلکہ نہ ٹوٹنے والا۔

دینوی تجارت کسی بھی طرح اخروی تجارت کے لئے مناسب زادراہ نہیں بن سکتی اس لئے کہ دوزخ کے راستے سے دور رہنے کے لئے بڑی محنت اور کاوش کی ضرورت ہے اور اس سلسلہ میں جو دولت کارآمد ہو سکتی ہے وہ صرف اور صرف دینی اور اخروی زادراہ ہی ہے لہٰذا اس سے غفلت کا شکار نہیں ہونا چاہیے اور ہمہ تن دینوی تجارت وزراعت میں ہی نہیں پھنس جانا چاہیے کہ دین پر رحم وشفقت کا خیال بھی پیدا نہ ہونے پائے۔ دین کا حق تو اسی صورت ہی دور ہو سکتا ہے جب انسان سات احتیاطوں پر عمل پیرا ہو گا۔

۱) اول یہ کہ روزانہ بوقت صبح بیدار ہوتے اپنے دل کو پاکیزہ اور عمدہ نیک نیات سے مرصع کرے اور عزم بالجزم کرے کہ جب بازار جائے گا تو اپنے اور اہل وعیال کے لئے حلال روزی کما کر لائے گا۔ تاکہ لوگوں کی محتاجی کا سامنا نہ کرنا پڑے اور بے نیاز ہونے کے باعث لوگوں سے کسی بھی قسم کا لالچ دل میں نہ آنے دوں گا نیز میں اتنی روزی بفراغت حاصل کر لوں گا کہ ساتھ ہی ساتھ اپنے پروردگار کے حقوق کی ادائیگی بھی کر سکوں گا اور اس طرح زادآخرت جمع کرنے پر کمربستہ رہوں گا۔ نیز یہ بھی نیت کرے یہ آج کے دن لوگوں کے ساتھ محبت وشفقت اور نصیحت کے ساتھ معاملہ کروں گا اور وہی کام کروں گا جو امر بالمعروف کے زمرے میں آتا ہو گا اور ہر اس فعل سے اجتناب کروں گا جس سے روکا گیا ہے اور یہ بھی کہ خائن سے علیحدگی اختیار کروں گا اور اس کی باتوں کی تصدیق سے بچوں گا پس جب ایسی نیک اور پاکیزہ نیتوں کے ساتھ بیدار ہو گا اور انہیں پورے عزم سے نبھانے کی کوشش کرے گا تو یہ تمام اعمال آخرت سے منسلک ہونے کے باعث دین کے لئے نہایت مفید ترین ہوں گے ورنہ دنیا کی کوئی بھی شے ہاتھ لگے تو اسے نقصان دہ ہی قرار دیا جائے گا۔

۲) دوسری احتیاط یہ کہ اس بات کو اچھی طرح دماغ میں بٹھا لے کہ زندگی کا ایک دن بھی بسر کرنا دشوار ہو جائے اگر ہزار ہا افراد اس کے لئے مختلف کاموں میں مشغول نہ رہا کریں مثال کے طور پر باورچی، کسان، بڑھئی، جولاہا، لوہار، دھنیا اور دیگر جملہ پیشہ ور اشخاص جو حقیقت میں اسی کے کام میں مشغول ہیں ظاہر ہے کہ اسے ان لوگوں کی حاجت ہے اگر وہ ان کا محتاج ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ لوگ اس کے کام میں مصروف رہیں اور اسے مختلف اقسام کے منافع سے شاد کام کرتے رہیں۔ حالانکہ اس کی ذات سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا۔ لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ دنیا میں ہر ایک محض مسافر کی حیثیت سے ہے اور مسافروں کے لئے یہی بات مناسب ہے کہ وہ منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے ایک دوسرے کے معاون ومددگار ثابت ہوں۔ ایک دوسرے کا سہارا بنیں، باہمی

marfat.com

رواداری اور معاونت سے کبھی گریزاں نہ ہوں۔

پس جب بازار جانا ہو تو اس نیت کے ساتھ جائے کہ وہاں کوئی ایسا کام میرے ہاتھوں انجام پائے جس سے مسلمانوں کا بھلا ہو جیسے دوسرے مسلمانوں کے کام میرے لئے نفع رساں ہیں پیشے بھی فرض کفایہ کے درجے میں آتے ہیں لہٰذا انسان کی نیت یہ ہونی چاہیے کہ ان فرائض کفایہ میں کیوں نہ میں بھی کوئی فرض ادا کروں اور نیت کے واقعتہً صحیح ہونے کی یہی دلیل ہے کہ وہ کسی ایسے کام کو اختیار کرے جس سے لوگوں کا مفاد اور ضرورت وابستہ ہو یہاں تک کہ اس عمل کے نہ کرنے سے لوگوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ ہاں اس سے تصویر کشی' زرگری' پچی کاری نقاشی وغیرہ نہیں لے سکتے۔ (آج کل ویڈیو ٹی وی اور ایسے قبیح اشیاء کو نہیں لیا جا سکتا جن سے اور بے حیائی فروغ پا رہی ہے یہ مسلمان کے لئے دنیا و آخرت میں خسران کا باعث ہیں۔ اگر انہیں اچھائی اور بھلائی کے لئے کار نہ لایا جائے) اس لئے کہ یہ تو محض دینوی آرائش و زیبائش کے کام ہیں۔ ان کی کوئی خاص ضرورت نہیں ان کے بغیر انسان سکون سے زندگی بسر کر سکتا ہے ان کاموں کا نہ کرنا' کرنے سے بدرجہا بہتر ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ زیب و زینت جس میں فحاشی وغیرہ نہ ہو مباح ہے قطعاً حرام نہیں لیکن اصح یہی ہے کہ ان سے پرہیز کیا جائے۔

مردوں کے لئے دیبا اور مخمل یعنی ریشمی لباس تیار کرنا از خود حرام ہے جو اسلاف کے نزدیک مکروہ ہیں' کھانا فروخت کرنا' کفن بیچنا' گوشت فروشی کرنا' صرافی یہ بھی ایسے پیشے ہیں جن کو انسان اختیار کرے سود خوری میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ حجام کا پیشہ جس میں جراحی بھی شامل ہے اس میں دونوں قسم کا احتمال ہے کہ فائدہ بھی کسی کو پہنچے اور نقصان بھی ہو جائے خاکروبی اور دباغت بھی گھٹیا قسم کے پیشے ہیں کہ ان میں کپڑوں کو پاک و صاف رکھنا مشکل ہوتا ہے اور یوں بھی کم ہمتی کی علامت ہے سارباتی اور سائسی بلحاظ پیشہ یہ کوئی زیادہ اہمیت کا پیشہ نہیں ہے یہی حکم آنکبٹی یعنی دلالی کا ہے۔ جس میں لامحالہ اونچا اور زیادہ بولنا پڑتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے بہترین تجارت' بزازی' اور بہترین پیشہ خرازی ہے کیونکہ ان میں مشکیزے اور چھاگلوں کے سینے اور تیار کرنے کا کام ہے۔

نیز حدیث شریف میں ہے اگر جنت میں تجارت کا معاملہ ہونا ہوتا تو بزاری کا سلسلہ چلتا اور دوزخ میں تجارتی سلسلہ قائم ہونا ہوتا تو صرافی ہوتا۔ علاوہ ازیں چار اور پیشے ہیں جنہیں لوگ حقیر جانتے ہیں یعنی جولاہی' نان فروشی' سوت کاتنا اور معلمی کرنا' ان کا سبب یہ ہے کہ ہمیشہ لڑکوں' لڑکیوں سے عموماً واسطہ پڑتا ہے جن کی کم عقلی معروف ہے ظاہر ہے کہ انکی صحبت ایسے پیشہ ور کو بھی کم عقل بنا دیتی ہے (واللہ اعلم)

(نوٹ) فی زمانہ ان پیشوں کے نام بدل گئے ہیں جن کے باعث ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے "چھوٹے بڑے ہوٹل اپریشن کرنیوالے ڈاکٹر' انجینئرز' اور ٹینرز' ٹیکسٹائل کے ماہرین' شوز میکرز' ٹیلر ماسٹرز وغیرہ وغیرہ۔ (تابش قصوری)

(۳) تیسری احتیاط یہ ہے کہ انسان کو دینوی بازار اخروی بازار سے غافل نہ کریں اس دنیا میں آخرت کے بازار مساجد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله** (سورہ النور آیت نمبر ۱) انہیں دینوی تجارت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت میں نہیں ڈال سکتی۔ اس میں تنبیہ ہے کہ خبردار دینوی تجارت تجھے غفلت میں نہ ڈال دے اور تم خسارے میں پڑ نہ جاؤ۔

marfat.com

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ! اے تاجرو! دنیا میں دن کا پہلا حصہ آخرت کے لئے وقف کرلو! اور دوسرا حصہ اس کے لئے رہنے دو اور اسلاف کی تو یہ عادت رہی ہے کہ صبح تا شام آخرت کے کاموں میں گزار دیتے تھے یا مساجد میں پہنچ کر ذکر خداوندی میں مشغول رہتے۔ اوراد و وظائف یا علمی محافل میں شرکت کرتے اور ان لوگوں کے لئے بچے سری پائے یا حلیم وغیرہ مساجد و مدارس کے دروازوں پر جا کر فروخت کیا کرتے۔

حدیث شریف میں ہے جب کراماً کاتبین رات کو انسان کے اعمال کا دفتر آسمانوں کی طرف لے جاتے ہیں تو اگر انہوں نے صبح اور شام کا وقت نیکی میں گزارا ہوتا ہے تو درمیانی حصہ میں اگر کوئی گناہ بھی سرزد ہو چکے ہوتے ہیں تو انہیں محو کر دیا جاتا ہے۔

نیز حدیث شریف میں ہے رات اور دن کے فرشتے شام کے وقت ملاقات کرتے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ دریافت فرماتا ہے۔ بتاؤ میرے بندوں کو کس حال میں پایا وہ عرض کرتے ہیں! الٰہی! ہم جب ادھر آ رہے تھے تو انہیں نماز پڑھتے چھوڑا ہے اور جب وہاں پہنچے تھے تب بھی انہیں ذکر میں مشغول پایا تھا اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یاملائکتی اشھدو القد غفرت لھم 'میرے فرشتو! گواہ رہو بے شک میں نے انہیں بخش دیا۔

مسجد میں بڑے شوق سے آتے ہیں نمازی

انسان کو چاہیے کہ جب اس کے کانوں میں اذان سنائی دے جہاں ہو جس حال میں ہو جو کچھ کر رہا ہے اسے چھوڑ کر فوراً مسجد کی طرف آ جائے مفسرین اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''جنہیں دینوی تجارت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتی'' کہ یہ ان لوگوں کی طرف مشیر ہے کوئی ان میں لوہار ہوتا تو اگر وہ ہتھوڑا اوپر لے گیا ہوتا تو نیچے لانے سے قبل ہی اٹھ کھڑا ہوتا۔ اگر درزی یا موچی کپڑے میں سوئی یا آرڈال رہا ہوتا تو بلا تاخیر اذان سنتے ہی اسے وہی چھوڑ کر مسجد کی طرف چل دیتے۔ یعنی سوئی کو ایک طرف سے دوسری طرف نکالنا بھی تاخیر سے تعبیر کرتے۔ حالانکہ اس میں کتنا وقت صرف ہوتا ہے؟

۴) چوتھی احتیاط یہ ہے کہ ذکر الٰہی سے بازار میں بھی غافل نہ ہو جہاں تک ممکن ہو دل و نگاہ اور زبان کو ذکر و اذکار میں مشغول رکھے اور یوں سمجھے کہ جو نفع غفلت کے باعث ضائع ہوگا اس کے مقابلے میں سارا جہاں ہیچ ہے اور جو ذکر غافلین میں کیا جائے اس کا ثواب اور نفع میسر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا غافلینکے مابین ایسے ہے جیسے خشک ترین درختوں میں سرسبز و شاداب اور پر بہار ثمرات سے بھرا ہوا درخت یا ایک زندہ' مردوں کے درمیان! یا ایک غازی' گھوڑوں میں! جو انہیں دشمن کے ساتھ ٹکر مقابلہ کی ترغیب دلا رہا ہو۔ نیز فرمایا بازار میں جانا ہو تو یہ دعا پڑھ کر جاؤ! اس کے پڑھنے سے دو ہزار نیکیاں پڑھنے والے کے نامہ اعمال میں درج کی جاتی ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ 'لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت بیدہ الخیر وھو علی کل شئی قدیرo

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بازار میں ایسے بندگان خدا کم نہیں ہیں اگر صوفیوں کو کان سے پکڑ کر ان کی جگہ سے اٹھا کر ان دکانداروں کو بٹھا دیا جائے تو وہ خوب سمجھتے ہیں (یعنی بازار میں تمام غافل اور بازاری قسم کے ہی لوگ نہیں بلکہ ایسے

marfat.com

ایسے پوشیدہ اور چھپے رستم اللہ تعالیٰ کے مقبول ہوتے ہیں جن کا شمار صوفیوں میں ہوتا ہے۔ اس لئے بازار میں ہر ایک کو ایک ہی نظر میں نہ دیکھا جائے۔

نہ دیکھ ان خرقہ پوشوں کو ارادت ہو تو دیکھ ان کو ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

(از حضرت اقبال مرحوم) (تابش قصوری)

وہ یومیہ تیس ہزار بار تسبیح اور تین سو رکعات نوافل ادا کیا کرتے ہیں۔ علماء کرام کا بیان ہے کہ انہیں بعض اوقات غیر صوفی کی باتوں سے معرفت حاصل ہوئی القصہ جو شخص بازار کا اس لئے قصد کرتا ہے کہ دین کی فراغت کے لئے اگر کچھ روزی میسر آ جائے تو وہ ایسے جو اپنے دینی مقاصد ایک لمحہ کے لئے بھی چھوڑنا برداشت نہیں کرتا۔ وہ کامیاب ہے۔

اور اگر اس کے برعکس وہ شخص بازار میں جاتا ہے اسی غرض سے ہے کہ زیادہ سے زیادہ دینوی مال ہاتھ لگے تو حقیقت میں وہ شخص ناکامی کی سعی کرتا ہے۔ بلکہ اس کی حالت تو یہ ہو جاتی ہے کہ وہ مسجد میں جا کر نماز بھی ادا کر رہا ہو تو اس کا دل بازار سے ہی لٹکا رہتا ہے۔

(۵) پانچویں احتیاط: یہ کہ بازار میں زیادہ وقت صرف کرنے کی کوشش نہ کرے کہ سب سے پہلے ہی وہاں جا بیٹھے اور سب سے آخر گھر پلٹے اور کئی حواسی دہن میں طویل ترین سفر بھی کرتے رہتے ہیں۔ (لاریوں، گاڑیوں، جہازوں اور کشتیوں کے دھکے کھاتے رہتے ہیں) حالانکہ یہ سبھی باتیں بے پایاں حرص و لالچ اور طمع کو ظاہر کرتی ہیں۔

حکایت: شیطان کا بیٹا؟

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں شیطان کا ایک بیٹا ہے جس کا نام "زلبور" ہے وہ اپنے باپ کی نمائندگی کے بازاروں میں گھومتا رہتا ہے اور شیطان اسے یہ سبق پڑھا کر بھیجتا ہے کہ لوگوں کو جھوٹ، فریب، حیلہ بازی، مکاری، عیاری، بددیانتی طرف آمادہ کرتے رہو۔ خصوصاً اس شخص کے ساتھ جو سب سے پہلے بازار آتا ہے اور سب سے آخر گھر جاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے سب سے بدترین مقام بازار ہیں اور سب سے بدترین شخص وہ ہے جو سب سے پہلے بازار جائے اور سب سے آخر باہر نکلے۔ لہٰذا دکاندار پر واجب ہے کہ جب تک صبح کے وقت نماز فجر، ذکر و اذکار، اوراد و وظائف، نماز چاشت وغیرہ فراغت حاصل نہ کرے اس وقت تک بازار کی طرف قدم نہ اٹھائے اور وہاں جا کر بھی دیکھے کہ جب اسے اتنا نفع ہاتھ لگ گیا ہے جو بھر کے لئے کفایت کر سکتا ہے تو بازار سے لوٹ آئے اور مسجد میں جا کر ایسے رزق کو تلاش کرے جو اسے آخرت میں کام آئے کیونکہ زندگی تو ہمیشہ کی زندگی ہے۔ اس لئے اس کی ضرورت شدید تر ہے جب کہ عموماً انسان کے ہاں اس کی بے حد کمی ہے۔

حضرت حماد بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت سیدنا امام اعظم نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ معظم تھے۔ نقا فروش تھے یعنی برقع فروش، جب انہیں دو روپے کی مقدار نفع حاصل ہو جاتا تو گٹھڑی باندھ کر گھر آ جاتے اور اللہ اللہ میں مشغول جاتے۔ (سبحان اللہ وبحمدہ و سبحان العظیم)

marfat.com

حکایت: تو خاک تلاش کر رہا ہے اور خاک تیری تلاش میں ہے؟

حضرت ابراہیم بن بشار رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دن حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا آج میں مٹی کے کام پر جا رہا ہوں تو انہوں نے کہا ابن بشار تو خاک کی تلاش میں ہے جب کہ خاک تیری تلاش میں ہے۔ ظاہر ہے جو تیری تلاش میں ہے تم اس سے بچ نہیں سکتے۔ البتہ یہ یقینی بات ہے کہ جس چیز کے تم متلاشی ہو وہ بھی تم سے نہ چھوٹے؟ ہوسکتا ہے تم اس بات کا مشاہدہ نہ کر سکو کہ حریص اور لالچی کو محرومی سے دوچار ہونا ہی پڑتا ہے اور نکموں کو بھی صاحب مال و دولت بنا دیا جاتا ہے وہ بولے اس وقت میرے پاس صرف ایک روپیہ ہے اور وہ بھی ابھی فلاں صاحب سے وصول کرنا حضرت ابراہیم بن ادھم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے افسوس تیری مسلمانی پر ایک درہم کی موجودگی میں بھی مٹی گارے میں پھنسنے جا رہے ہو۔

حکایت: دو دن دکانداری؟

اسلاف میں بعض بزرگ ایسے بھی گزرے ہیں جو ہفتہ بھر میں صرف دو دن دکان پر آیا کرتے تھے اور بعض وہ بھی تھے جاتے تو یومیہ تھے۔ لیکن نماز ظہر کے وقت واپس آ جایا کرتے تھے اور بعض نماز عصر تک دکان پر رہتے۔ لیکن ان میں ایک صفت مشترکہ پائی جاتی تھی وہ یہ کہ جب انہیں اس روز کی روزی نصیب ہو جاتی فوراً دکان بند کر دیتے اور سیدھے مسجد میں حاضر ہو جاتے تھے۔

چھٹی احتیاط یہ ہے کہ شک وشبہ سے بھی پرہیز برتے۔ اس لئے کہ حرام اس کے گرد ایسے رقص کرتا ہے کہ اس کی مستی میں آ کر فسق و فجور کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ صاحب عقل و ہوش دکاندار کو چاہیے کہ جس چیز میں شک پائے اپنی عقل سے فتویٰ طلب کرے مفتیان دین کی خدمت میں حاضر ہونے کی چنداں ضرورت نہیں ہے بشرطیکہ اہل دل ہو۔

اگر اس کا دل نہ مانے تو اسے ہرگز نہ خریدے ظالموں اور ان کے کارندوں سے معاملہ نہ کرے اور ظالم کو ادھار مت دے اگر وہ مر گیا تو اسے غم واندوہ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جب کہ ظالم کے مرنے پر افسوس کرنا مناسب نہیں اور نہ ہی اس کی تو انگری پر خوش ہونا اچھا ہے۔

ظالموں کے ہاں کوئی ایسی چیز فروخت نہ کرے جس کے بارے پتہ ہو کہ یہ ظلم وستم کے لئے بروئے کار لائے گا یوں وہ دینے والا بھی شریک ہوگا مثلاً کاغذ اگر ظالموں اور ان کے کارندوں کے ہاتھ فروخت کر دیا جائے تو فروخت کنندہ اس میں شریک سمجھا جائے گا۔ القصہ مجموعی طور پر یوں سمجھئے کہ معاملات ایسی چیز نہیں کہ ہر ایک سے کرتے پھریں۔ بلکہ معاملہ تو ایسے شخص سے ہی کرنا چاہیے جو اس کا اہل ہو بیان کرتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا بھی تھا کہ جب کوئی شخص بازار جاتا تو دریافت کرتا پھرتا لوگو! مجھے بتاؤ میں کس شخص سے معاملہ طے کروں جب اسے کہا جاتا جس سے دل چاہے کر لو سبھی اہل ہیں (تب جا کر معاملہ کرتا)

پھر ایسا وقت بھی آیا کہ کہا جاتا سبھی سے معاملہ کر سکتے ہو مگر فلاں فلاں سے بچ کر رہنا وہ اس قابل نہیں ہیں۔ بعدہ پھر وہ دور بھی کہ لوگ برملا کہتے اب کسی سے بھی معاملہ طے نہ کرو وہاں صرف فلاں فلاں سے کر سکتے ہو۔ نیز ساتھ ہی ساتھ کہتے اب تو خطرہ ہے وہ وقت بھی نہ آ پہنچے کہ معاملہ کیا ہی نہ جا سکے یہ باتیں تو اگلے وقتوں کے لوگوں کی ہیں لیکن جب ہم اپنے زمانے کو دیکھتے ہیں تو واضح ہے کہ اب وہ نوبت آ ہی گئی ہے کہ معاملات میں کسی قسم کا فرق ملحوظ ہی نہیں رکھا جاتا۔

marfat.com

نام نہاد دانشمند اور مفکر؟

اب تو لوگوں کا یہ عالم ہے کہ ناتجربہ کار اور ناقص علم کے حامل دانشمند اور مفکر بنے بیٹھے ہیں اور علوم دینیہ سے بے بہرہ حضرات سے باتیں سن کر یہ تصور کرنے لگے ہیں کہ سارے جہاں کا مال بس ایک ہی طرح کا ہو چکا ہے۔ جو بھی کا بھی حرام ہے لہٰذا احتیاط کی چنداں ضرورت نہیں اور نہ ہی یہ ممکن ہے حالانکہ یہ سراسر حماقت و نادانی ہے۔

حقیقت میں یہ کوئی بات نہیں جو لوگوں نے بلا جواز پیدا کر رکھی ہے ہم اس کی مکمل اور تفصیلی بحث حرام و حلال کے باب میں کرس گے جو اس کے بعد رقم کیا جا رہا ہے۔ انشاء اللہ العزیز

(۷) ساتویں احتیاط

یہ کہ جس شخص سے بھی معاملہ طے کریں۔ اس کے ساتھ حساب کتاب بالکل صاف شفاف اور صحیح و درست رکھیں اور اسے جو کچھ کہے جو لیا جائے جو دیا جائے یا جو جو بات ہوا سے کچھ طرح یاد رکھے (بہتر ہے یہ معرض تحریر میں لایا جائے) کیونکہ روز قیامت جس جس سے معاملہ طے کیا ہوگا اس کے روبرو ہونا پڑے گا۔

حکایت: تاجر کے کھاتے؟

کسی بزرگ نے خواب میں ایک تاجر کو دیکھا اور پوچھا یہ تو بتایئے مرنے کے بعد تیرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا۔ تا نے جواباً کہا میرے سامنے پچاس ہزار کھاتے ڈھیر کر دیئے گئے میں نے عرض کیا! الٰہی! یہ اتنے سارے کھاتے کن لوگوں کے ہیں؟ ارشاد ہوا! یہ ان پچاس ہزار لوگوں کے کھاتے ہیں جن کے ساتھ تو نے زندگی بھر معاملات کئے تھے۔ اور ان میں ہر ایک کا بہی کھاتہ موجود ہے۔

چنانچہ میں نے جب اول تا آخر ہر ایک بہی کھاتے کو دیکھا تو اس میں ہر ایک کی تفصیل درج تھی۔ الغرض! اگر معاملات میں آ کسی کو دھوکہ دیا ہوگا تو آخرت میں اس کا بوجھ گردن پر اٹھانا ہوگا۔ اگر اس نقصان کی مقدار ایک چھوٹے سے دانے کے برابر ہی کیوں ہو اس پر مواخذہ لازمی ہے۔ پھر اس وقت کوئی چیز کام نہیں آ سکے گی جب تک اس کی ذمہ داری کو پورا نہیں کیا جائے گا۔

لہٰذا اسلاف کا یہی شیوہ اور شریعت کا تو یہی راستہ ہے کہ معاملات دینی و دنیوی میں بہر حال احتیاط کو ملحوظ رکھا جائے۔ لیکن ایسے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اب یہ سنت عنقا ہو گئی ہے کیا معاملہ اور کیا علم معاملہ! کچھ بھی تو کسی کو یاد نہیں حالانکہ ان میں سے اگر کوئی ایک سنت کو اپنا لے تو وہ اجر عظیم کا مستحق ٹھہرے گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک ایسا وقت بھی آئے گا کہ جو لوگ اب جس احتیاط کو ملحوظ رکھے ہوئے ہیں اگر اس زمانے میں اس دسواں حصہ (۱/۱۰) بھی احتیاط کریں گے تو کافی ہوگا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیوں؟ فرمایا تم لوگ جس قدر نیکی کی استطاعت رکھتے ہو اس میں یہ بات ہے کہ میں تمہارا معاون و مددگار ہوں۔ اس لئے تمہارے اس راہ پر چلنا آسان تر ہے۔ جب وہ زمانہ آئے گا لوگ میری ظاہری معاونت حاصل نہیں کر پائیں گے بے یار و مددگار ہوں گے

marfat.com

پھر وہ تو غافلوں اور غفلتوں میں گرے ہوں گے لہٰذا ان میں دسویں حصہ کا پایا جانا بھی بہت بڑی بات ہوگی اور اس ارشاد رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے دہرایا گیا ہے تا کہ سننے والے بالکل ہی ناامید نہ ہو جائیں اور بوجھ تصور کرتے ہوئے یوں نہ کہنے لگیں کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ لہٰذا اس نازک وقت میں جس سے جو کچھ بھی بن پڑے غنیمت ہے بلکہ اگر کوئی اس بات پر ایمان رکھتا ہو کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے تو ہم تسلیم کریں گے کہ یہ ان تمام امور دینوی میں کامیاب ہو سکتا ہے کیونکہ اس احتیاط میں حصول مدعا تو سوائے درویشی کے اور کچھ نہیں ہے اور ہر وہ درویشی جو جواب دہی سلطان بن سکتی ہے۔ اسے برداشت کر لینا دشوار نہیں ہے اس لئے لوگ تو دینوی مال و دولت سمیٹنے کے لئے بڑے بڑے مصائب و آلام برداشت کر لیتے ہیں اور ناقابل بیان ذلتوں کو اس کمینی دنیا کے لئے برداشت کرتے پھرتے ہیں۔ حالانکہ موت کے آتے ہی وہ سب کچھ ضائع ہو کر رہ جاتا ہے اور ان کے کسی بھی کام نہیں آتا۔ تو پھر یہ کون سی بات ہے کہ معاملات طے کرتے وقت یہ خیال کر لیا جائے کہ جو کچھ مجھے پسند نہیں وہ میں دوسروں کے لئے بھی قطعاً پسند نہیں کروں گا۔ رہا معاملہ حقیقت حال کا تو وہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جاننے والا ہے۔

صل نمبر۴

حلال وحرام اور مشتبہ؟

واضح ہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **طلب الحلال فریضة علی کل مسلم** رزق حلال کی تلاش ہر مسلمان پر رض ہے مگر طلب حلال ہر وقت ممکن نہیں جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ حلال کسے کہتے ہیں؟ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ ال بھی واضح ہے اور حرام بھی مگر جو مشکل ترین امر ہے وہ یہ ہے جو ان کے بین بین ہے وہ ایسے شبہات ہیں جو نہایت پوشیدہ ہیں اور وکوئی ان شبہات میں پڑ گیا ممکن ہے کہ وہ حرام میں مبتلا ہو جائے۔ یاد رکھئے ان کے متعلق بڑے وسیع علم کی ضرورت ہے اسی بناء پر ہم نے اس کی تفصیل اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں بڑی وسعت سے رقم کر چکے ہیں جو کسی تم دوسری کتاب میں نہیں پا سکیں گے اور زیر نظر کتاب (سنہری عبادت) ترجمہ کیمیائے سعادت میں بقدر ضرورت تحریر کریں گے جو لوگوں کی سمجھ میں آ سکے اور اس کی شرح ہم چار واب میں رقم کریں گے انشاء اللہ العزیز

ب ۱: ثواب وفضائل طلب حلال

باب ۲: باعتبار حلال وحرام مدارج تقویٰ

باب ۳: امتیاز حلال وحرام اور اس سے متعلقہ سوالات

باب ۴: سلطان وقت سے وظیفہ پانے میں طلب حلال؟

۱) ثواب وفضائل طلب حلال:

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعلموا صالحاً** (سورہ المومنون آیت ۵۱)

marfat.com

اے رسولوں کی جماعت پاکیزہ رزق کھایئے اور صالح عمل بجالایئے اور جو بھی عمل کرو اسے طاعت و بندگی سے زینت بخشو جو تمہاری شان وعظمت کے مطابق اور موزوں ہو یہی سبب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو حکم دیا کہ تمام مسلمانوں پر رزق حلال کی تلاش فرض ہے۔

نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو مسلمان چالیس روز تک رزق حلال کھاتا رہے گا اور اس میں کسی حرام چیز کی آمیزش نہیں ہوگی اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نور سے بھرپور کر دیتا ہے پھر اس دل سے حکمت و معرفت کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں بروایتے اور اس کے دل سے دنیا کی محبت مٹا دیتا ہے۔

ہر دعا قبول؟

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہیں ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض گزار ہوئے کہ حضور دعا فرمایئے تا کہ اللہ تعالیٰ میری ہر دعا قبول فرمالیا کرے آپ نے فرمایا کہ رزق حلال کھاؤ گے تو تمہاری ہر دعا قبول ہوگی۔

دعا قبول نہیں ہوگی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بعض آدمی ایسے بھی ہیں کہ ان کا کھانا' پینا اور پہننا سبھی حرام ہوتا ہے مگر بڑی لمبی لمبی دعائیں مانگتے رہتے ہیں لیکن ان کی دعائیں قبول نہیں کی جاتیں۔

فرشتے کی ندا ء

سید عالم مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیت المقدس میں ایک فرشتہ رہتا ہے جس کی ڈیوٹی یہ ہے کہ وہ اعلانیہ پکارتا ہے ''لوگو! جو رزق حرام استعمال کرتا ہے اس کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض اور کوئی سنت قبول نہیں کرتا۔

☆ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا جس شخص نے ایک روپے میں کپڑا خریدا اگر اس میں ایک پیسہ بھی حرام کا شامل ہے تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا اس کی کوئی دعا قبول نہیں ہوگی۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کا گوشت حرام سے بنا دوزخ کی آگ کا وہ زیادہ حق دار ہے۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ یہ مال کیسا ہے اور کہاں سے آیا ہے اللہ تعالیٰ کو اس کے بارے کوئی پرواہ نہیں کہ اسے دوزخ کے کونسے طبقے میں ڈالے۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عبادت کے دس حصے ہیں جن میں نو حصے رزق حلال کی تلاش سے متعلق ہیں۔

☆ نیز فرمایا جو شخص رزق حلال کی تلاش میں تھکا ماندہ گھر لوٹتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سونے سے قبل ہی بخش دیتا ہے اور جب صبح کو بیدار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنی خوشنودی اور رضا کا اظہار فرماتا ہے۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ حرام سے بچتے ہیں مجھے شرم آتی ہے کہ ان سے حساب لوں۔

marfat.com

کرم بین و لطف خداوند گار — گناہ بندہ کرد است اوشرم سار
بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب — تا ابد اہل سنت پہ لاکھوں سلام
(تابش قصوری)

☆ نیز ارشاد ہے کہ مسلمان سے ایک روپیہ سود لینا تیس بار زنا کرنے سے بدتر ہے اور فرمایا حرام خور کا صدقہ و خیرات قبول نہیں ہوتا بلکہ حرام کا مال اس کے جہنم میں جانے کے لئے زادراہ ہے۔

روایات واقوال اسلاف

☆ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار اپنے کسی غلام کے ہاتھ سے دودھ یا شربت کا پیالہ پی لیا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مشتبہ مال سے تھا تو آپ نے فوراً اپنے حلق میں انگلی ڈال کر قے کر دی۔ جو اتنی سخت تھی کہ جیسے روح بدن سے پرواز کر جائے گی اور ساتھ ہی ساتھ کہہ رہے تھے۔

الٰہی! میں تجھ سے معافی طلب کرتا ہوں اس لئے کہ اس کا کوئی نہ کوئی ذرہ تو میری رگوں میں رہ ہی گیا ہوگا۔ جسے باہر نکالنا میرے بس کی بات نہیں۔ ایسے ہی حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا جب انہیں صدقے کا دودھ پلا دیا گیا تھا۔

☆ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں نماز پڑھتے پڑھتے کمر دوہری ہو جائے اور روزے رکھتے رکھتے جسم خشک ہو جائے تب بھی ان سے کوئی فائدہ نہیں جب تک رزق حرام سے اجتناب نہ کیا جائے کیونکہ اس کی موجودگی میں نماز اور روزے قبول ہی نہیں کئے جاتے۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص مال حرام صدقہ میں دیتا ہے وہ ایسے ہے جیسے ناپاک لباس کو پیشاب سے دھونے کی کوشش کرتا ہے جو از خود پلید اور زیادہ ناپاک ہے۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اطاعت وعبادت اللہ تعالیٰ کا خاص خزانہ ہے جس کی چابی دعا ہے اور اس کے دندانے رزق حلال سے تیار ہوتے ہیں۔

☆ حضرت سہیل بن عبداللہ تستری رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ چار چیزوں کی معرفت کے بغیر کوئی بھی آدمی ایمان کی اصلی حقیقت سے واقف نہیں ہو سکتا۔

(۱) جملہ فرائض کی ادائیگی سنت کے مطابق ہو۔
(۲) حلال کھائے جیسا کہ پرہیز گاری اور تقویٰ کا تقاضا ہے۔
(۳) تمام برائیوں سے منہ پھیر لے خواہ وہ ظاہری ہوں یا پوشیدہ۔
(۴) مرتے دم تک ان پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے۔

نیز کہا گیا ہے کہ جو شخص چالیس دن تک مشتبہ مال سے شکم بھرتا رہتا ہے اس کا دل سیاہ اور زنگ آلود ہو جاتا ہے۔

☆ حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے نزدیک ایک لاکھ روپے صدقہ دینے سے بہتر ہے کہ مشتبہ مال اس کے

marfat.com

مالک کو واپس کر دیا جائے۔

☆ حضرت سہیل تستری رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے حرام خور کے تمام اعضاء گناہ میں مصروف رہتے ہیں خواہ وہ چاہے یا نہ اور جو شخص رزق حلال استعمال کرتا ہے اس کے جملہ اعضاء مشغول عبادت رہتے ہیں اور توفیق الٰہی اس کے شامل حال رہتی ہے۔

الغرض اس سلسلہ میں اولیاء کرام اور بزرگان دین کے اقوال وارشادات کا شمار نہیں یہی سبب ہے کہ زاہدین اس سلسلہ میں نہایت محتاط رہتے ہیں۔

حکایت: چارے کے مشتبہ ہونے کے باعث دودھ نہ پیا؟

حضرت وہب بن وردرحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی حکایت بیان کرتے ہیں جن کی یہ عادت تھی کہ جب تک اچھی طرح اطمینان نہ ہو کوئی بھی چیز نہ کھاتے چنانچہ ایک روز اس کی ماں نے اسے دودھ کا ایک پیالہ دیا۔ آپ نے پوچھا یہ دودھ کہاں سے آیا اس کی قیمت ادا کی ہے یا نہیں؟ کس آدمی سے خریدا گیا ہے؟ سب کچھ دریافت کرنے کے باوجود مطمئن نہ ہوئے پھر کہنے لگے جس بکری کا یہ دودھ ہے اس نے چارہ کہاں سے کھایا تھا۔

جب واضح ہوا کہ اس بکری نے ایسی چراگاہ سے چارہ کھایا ہے جس پر غیر مسلم قابض ہیں چنانچہ اسی بنا پر آپ نے دودھ پینے سے انکار کر دیا ماں نے بہت کہا بیٹا اسے پی لیں اللہ تم پر رحمت کرے گا۔

حضرت وہب عرض کرنے لگے اماں جی! بے شک میرا رب رحیم وکریم رحمت فرمانے والا ہے تاہم میں اس دودھ کو نہیں پی سکتا اس لئے کہ گناہ کے ارتکاب کے بعد جو مجھے رحمت حاصل ہوگی اس میں گناہ کی آلائش شامل ہوگی۔ لہٰذا میں نہیں چاہتا کہ اس کی رحمت کو گناہ سے آلودہ کروں! (سبحان اللہ کیا سوچ ہے)

☆ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے دریافت کیا آپ کہاں سے کھایا پیا کرتے ہیں؟ کیونکہ آپ انتہائی احتیاط سے کام لیا کرتے تھے فرمایا! میں وہی سے ہی کھاتا ہوں جہاں سے عموماً لوگ کھایا کرتے ہیں۔ لیکن فرق صرف اتنا سا ہے کہ میں کھانا کھاتے وقت اللہ تعالیٰ کی گرفت کے خوف سے روتا ہوں جب کہ وہ لوگ کھاتے وقت خوب ہنستے ہیں انہیں اس چیز کی پرواہ نہیں ہوتی کہ ہم جو کھانا کھا رہے ہیں یہ حلال ہے یا حرام یا مشتبہ اور غافل ہو کر لمبے لمبے ہاتھ کھانے کی طرف بڑھاتے رہتے ہیں حالانکہ جھوٹے جھوٹے لقمے بھی اٹھائیں تو کوئی حرج نہیں یعنی حلال وحرام میں تمیز کریں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

باب ۴

درجاتِ حلال وحرام؟

واضح ہو کہ حلال اور حرام کے علیحدہ علیحدہ درجے ہیں اور ہر ایک اپنی نوعیت رکھتا ہے۔ یعنی بعض محض حلال ہیں بعض حلال اور طیب وپاک جب کہ بعض بہت ہی زیادہ پاک اور اطیب ہیں۔

marfat.com

اسی طرح حرام کے مختلف درجے ہیں۔ایک حرام اور صعب ہیں دوسرے حرام اور ناپاک تر بعض نہایت بدترین جیسے بیمار کے لئے گرمی نقصان دہ ہے اگر ایسی کوئی گرم چیز کھلائیں گے تو اور زیادہ نقصان پہنچائے گی اس لئے کہ گرمی کے از خود مختلف درجات ہیں۔مثلاً شہد، شکر سے مختلف قسم کی گرمی رکھتا ہے۔اسی طرح حرام کے بھی علیحدہ علیحدہ درجے ہیں جن سے پرہیز کرنا مسلمان کے لئے نہایت ضروری ہے اور پھر پرہیز پانچ مدارج رکھتا ہے۔

(۱) عادل کا پرہیز کرنا اور یہ عمومی مسلمانوں کا پرہیز اور تقویٰ ہے یعنی جس اشیاء کی حرمت کا ظاہری فتویٰ موجود ہے اس سے بچنا چاہیے یہ پرہیز گاری یا تقویٰ کا انتہائی کم تر درجہ ہے اور جو شخص اتنی سی پرہیز گاری اختیار نہ کر سکے۔اس کا عادل ہونا باطل ہو جاتا ہے ایسے شخص کو فاسق اور حکم عدولی کرنے والا قرار دیا جائے گا۔

پھر اس کے بھی متعدد درجے ہیں جو کوئی کسی دوسرے کا مال عقد فاسد سے کر لے اس کو فاسق اور نافرمان کہا جائے گا مگر کھائے تو مالک کی رضامندی سے تو اسے فقط حرام کہا جائے گا۔مگر جو شخص رضامندی کے بغیر ہی اسے غصب کر لے تو اس کا یہ فعل حرام تر ہے اور اگر درویش یا یتیم کا مال ہو تو وہ انتہائی سطح پر حرام ہے نیز عقد فاسد سود پر مبنی ہو وہ حرام ترین ہوگا حرام اگرچہ بہر صورت حرام ہے لیکن ظاہر ہے کہ حرام، حرام میں فرق لازماً ہوتا ہے جو عاقبت کے لئے خطرناک ہے اور اس کے باعث امید ضعیف تر ہوتی چلی جائے گی۔

جیسے کوئی بے شمار شہد کھائے تو اسے شکر یا مصری استعمال کرنے کی بہ نسبت وہ زیادہ ضرر رساں ہوگا اور پھر شہد کھانے کے عمل میں بھی مختلف درجے ہیں یعنی جتنا زیادہ کھائے گا اسی قدر نقصان بھی زیادہ ہوگا نیز حرام اور حلال کسے کہتے ہیں ان کی تفصیل وہی شخص جان سکتا ہے جس نے علم فقہ کا اچھی طرح احاطہ کیا ہوگا اور تمام علوم فقہ سے آگاہ ہو ہر ایک پر واجب نہیں ہے۔اس لئے کہ جس انسان کی روزی مال غنیمت سے وابستہ اور ہو نہ ہی اسے ذمیوں کے جزے سے کوئی تعلق ہو اسے کیا احساس ہے کہ مسائل غنائم یا جزیہ کے بارے کتابیں پڑھتا پھرے؟

حاجت تو فقہی علم کی اسے ہوگی جسے کسی نہ کسی طرح اس سے تعلق ہوگا جب کسی شخص کا واسطہ تجارت اور سوداگری سے ہو تو اسے بیع کا علم حاصل کرنا بلاشبہ لازمی ہے اور اگر مزدوری کرتا ہے تو اسے اجارہ کے مسائل سے آگاہی ضروری ہے۔علم تو ہر ایک پیشے کا ہوتا ہے اور پیشوں کا شمار ہی نہیں پس ہر ایک آدمی کے لے اس پیشے کا علم حاصل کرنا ضروری ہوگا جس سے وہ تعلق رکھتا ہے۔

(۲) پرہیز گار یا متقی ہونا: جسے اچھے اور نیک بندوں کا پرہیز کرنا کہا جاتا ہے اور عموماً یہ لوگ صوفی یا صالح کہلاتے ہیں اس پرہیز سے مراد یہ ہے کہ اگر مفتی صاحب نے کسی چیز کے حرام ہونے کے بارے میں کوئی فتویٰ نہ بھی صادر کیا ہو لیکن اس مال میں شبہ پایا جاتا ہے تو اس سے بچنا اور اسے استعمال میں نہ لانا پرہیز کہلاتا ہے۔البتہ شبہات کی بھی تین اقسام ہیں جن میں کچھ ایسے ہیں جن سے کلی طور پر پرہیز کرنا لازمی ہوتا ہے۔اور بعض ایسے ہیں جن سے پرہیز کرنا واجب تو نہیں مستحب ضرور ہوتا ہے اور ظاہر ہے واجب کا درجہ مستحب کے درجے سے اول و اعلیٰ ہے اور پھر تیسری قسم یہ ہے کہ اس میں حذر نہ واجب ہے اور نہ ہی مستحب صرف درست کہا جائے گا۔یعنی کوئی آدمی شکار کا گوشت محض اس شبہ پر نہ کھائے کہ ممکن ہے کہ یہ کسی کی ملکیت میں ہو مگر بھاگ گیا ہو یوں ہی کہنے لگے ہو سکتا ہے کوئی دوسرا شخص اسے اپنے پاس لے آیا ہو اور پھر کہے یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا مالک مر گیا ہو ہاں اس کے

marfat.com

وارث کا اس پر حق فائق ہے تو یہ باتیں بلا دلیل اور بلا وجہ محض وسواس ہیں جسے کسی قسم کی اہمیت دینا محض تکلفات میں پڑنا ہے۔

(۳) اعلیٰ درجات کے متقی!!

یعنی ایسے لوگ جو اتقیاء کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں وہ ہر اس چیز سے اجتناب کرتے ہیں جو حرام اور مشتبہ بھی نہ ہو۔ مطلقاً حلال ہوں لیکن وہ اس بات کا خطرہ محسوس کرتے ہوں' مبادا کہ اس کے استعمال کرنے میں کسی شبہ میں پڑ جائیں تو اس سے اجتناب کرنا۔

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کوئی آدمی اس وقت تک کامل متقی نہیں بن سکتا جب تک وہ کسی چیز کو محض اس بنا پر نہ چھوڑ نا سیکھے کہ ممکن ہے کہ اس کے باعث میں کسی حرام میں مبتلا نہ ہو جاؤں!

چنانچہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم نے حلال کے دس حصوں میں سے نو حصوں پر اکتفاء کر لیا ہے مبادا کہ کسی حرام میں نہ پڑ جائیں یہی سبب ہے کہ اگر کسی شخص کو سو روپے کسی دوسرے شخص سے لینے تھے وہ ننانوے سے زیادہ محض اس خطرہ کے پیش نظر وصول نہیں کرتا کہ کہیں زائد نہ ہو جائیں (اور حرام کا مرتکب قرار دیا نہ جاؤں)

☆ حضرت علی بن معبد رحمتہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں کرائے کے مکان میں رہتا تھا ایک دن میں نے خط لکھا اور سیاہی خشک کرنے کے لئے میں نے اس مکان کی دیوار سے مٹی لی تا کہ خشک کر لوں۔ پھر خیال پیدا ہوا کہ یہ دیوار میری تو نہیں' اس لئے مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے پھر دل میں آیا کہ اتنی معمولی سی مٹی لینے سے بھلا کیا گناہ ہوگا۔ چنانچہ میں نے دیوار سے مٹی لے لی۔

رات کو خواب دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے جو لوگ گمان کرتے ہیں دیوار کی تھوڑی مٹی کی کیا حیثیت' اس کے لینے میں کونسا گناہ ہے انہیں اس کے انجام کی کل خبر ملے گی یہی وہ لوگ ہیں جو پرہیز گاری کے مقام پر فائز ہیں۔ ایسی معمولی سی باتوں سے بھی اعراض کرتے ہیں تا کہ ہوتے ہوتے ان چیزوں کے استعمال کرنے کی رغبت ہی پیدا نہ ہو جائے اور پھر روز قیامت جو درجات متقین اور پرہیز گاروں کے ہیں ان سے محروم نہ کر دیئے جائیں۔

اسی بناء پر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صدقہ کی کھجور منہ میں ڈال لی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھتے ہی فرمایا کخ کخ القھا نکالو نکالو اور اس کو پھینک دو!

☆ حضرت امیر المومنین سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک بار مال غنیمت سے مشک نافہ لایا گیا۔ تو آپ نے فوراً ناک کو بند کر لیا اور فرمایا اس کی خوشبو بھی منافع کا ایک حصہ ہے جو میرا حق نہیں بلکہ اس میں تمام مسلمان شامل ہیں۔

☆ ایک صاحب تقویٰ بیمار کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ بیمار فوت ہو گیا اس اللہ کے بندے نے فوراً چراغ بجھا دیا اور کہا کہ اس چراغ سے روشنی حاصل کرنا صرف ورثاء کا حق رہ گیا ہے۔

حکایت: اور پھر خوشبو کو ختم کر دیا

حضرت امیر المومنین سیدنا عمر ابن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مال غنیمت سے خوشبو کی مقدار گھر پر رکھ لی تا کہ ان کی اہلیہ محترمہ مسلمانوں کے ہاتھ فروخت کر دے ایک دن جب گھر پہنچے تو آپ کی زوجہ محترمہ کی چادر سے خوشبو آ

marfat.com

رہی تھی۔ دریافت کرنے پر انہوں نے کہا مشک کو تولتے وقت جو مقدار میرے ہاتھ کو لگ گئی تھی اسے میں نے اپنی چادر سے صاف کر لیا تھا یہ وہی خوشبو ہے۔

آپ نے وہ چادر لی اور پانی سے دھونا شروع کر دیا کبھی مٹی پر رگڑتے کبھی پانی میں ڈالتے اور بار بار سونگھتے یہاں تک کہ اس خوشبو کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا تب وہ چادر زوجہ محترمہ کو دی گو یہ مقدار نہ ہونے کے برابر ہے اور قابل معافی ہے۔ لیکن حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تقویٰ کتنا عظیم تھا اور اس سے مقصد تھا کہ اس سوراخ کو ہی بند کر دیا جائے جو کسی اور جانب لے جا سکتا تھا۔ لہٰذا حرمت کے خدشہ کے پیش نظر مباح اور حلال کو چھوڑنا ہی اتقاء اور پرہیزگاری کا تقاضا تھا۔ کیونکہ متقین کو ایسی باتوں سے بچے بغیر ثواب کا حاصل ہونا ممکن نہیں۔

☆ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اگر کوئی شخص مسجد میں سو رہا ہو اور بادشاہ کی رقم سے خوشبو جلائی جا رہی ہو تو اس آدمی کے بارے کیا فرماتے ہیں۔ کہا اسے وہاں سے باہر نکل آنا چاہیے کیونکہ یہ حرام کے قریب تر ہے اس لئے جو خوشبو اس سے نکلے گی وہ اس کے کپڑوں کو مس کرے گی تو ان میں سرایت کر جائے گی اور خوشبو سے یہی کچھ مقصود ہوتا ہے لہٰذا اس صورت میں ممکن ہے وہ قابل معافی نہ ہو!

آپ سے ہی ایک مرتبہ دریافت کیا گیا تھا اگر کسی کو حدیث شریف کا تحریر کردہ ورق دستیاب ہو جائے تو کیا مالک کی اجازت سے وہ نوٹ کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا بلا اجازت جائز نہیں ہے۔

☆ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زوجہ محترمہ کو طلاق دے دی باوجود یکہ کہ آپ کو اس سے انس تھا مگر اس خدشہ کے پیش نظر کہیں یہ کسی کی سفارش نہ کر ڈالے جس کا رد کرنا میرے لئے مشکل ہو۔

مباح جو دینوی زمرے میں داخل ہو؟

واضح ہو کہ مباح اگرچہ مباح ہے لیکن ایسا مباح جو دینوی آرائش و زینت پر منتج ہو وہ بھی زمرۂ حرمت میں داخل ہو گا مبادا کہ انسان اس کے باعث فتنہ میں نہ پڑ جائے یہ تو چھوڑیئے' پیٹ بھر کر کھانے والا بھی متقین کے درجے میں شامل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ جب پیٹ بھرپور ہو گا تو شہوت جوش زن ہو گی جس کے باعث خدشہ ہے کہ ناشائستہ خیالات اس کے دل میں نہ ابھرنے لگیں بلکہ مستی کے ظاہر ہونے کا بھی خطرہ ہے۔

یوں ہی دنیا داروں کی کوٹھیاں' محلات' زیب و زینت کا سامان اور ان کے باغات (کارخانے' فیکٹریاں) دیکھنا بھی اسی قبیلہ میں شمار ہو گا۔ اس سے دینوی لالچ اور حرص متحرک ہوتی ہے اور پھر انسان کو اسی میں مبتلا کر دیتی ہے اور پھر آہستہ آہستہ حرام کی تاریکی میں ڈال دیتی ہے اسی بناء پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دینوی محبت تمام گناہوں کی بادشاہ ہے اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمت کا اشارہ نہیں دیا کیونکہ حرام دنیا تو گناہوں کی گٹھڑی ہے یہاں مباح دنیا کا اختیار کرنا مراد ہے۔

اس لئے کہ مباح دنیا کو دوست بنا لیا جائے اور دل کو جب اس دوست کے حوالے کیا جائے گا تو وہ اسے اور بھی دنیا کی طلب پر ابھارے گا۔ یہاں تک کہ گناہ کے سرزد ہونے کی نوبت آ جائے گی اور جب گناہوں کے جال میں پھنس گئے تو اس سے نکلنا محال ہو گا۔

marfat.com

کیونکہ رفتہ رفتہ دل ذکر الٰہی سے دور ہوتا جائے گا اور اس سے بڑھ کر شقاوت و بدبختی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ غفلت کا دل پر اس طرح غلبہ ہو جائے گا کہ پھر وہ اللہ تعالیٰ سے ہی غافل بنا دے گا۔

حکایت: حضرت سفیان ثوری اور ان کا رفیق؟

چنانچہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک دوست کے ساتھ ایک امیر کی نہایت خوبصورت کئی منزلہ بلڈنگ کے قریب سے گزر رہے تھے کہ آپ کے ساتھی نے چند منٹ کھڑے ہو کر اس کوٹھی کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔

آپ نے اسے منع فرمایا اور کہا کہ اگر تم لوگ اس طرح ان مکانوں اور کوٹھیوں کی آرائش و زیبائش کو نہ دیکھو تو یہ لوگ پھر ایسے شاندار بنگلے نہ بنائیں لہٰذا ان کے اس اسراف و فضول خرچی کے گناہ میں تم بھی شریک سمجھے جاؤ گے۔

☆ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مساجد کی دیواروں کو سجانے، سنوارنے اور زیب و زینت سے آراستہ کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا صحن اور اندر تو جائز ہے مگر بیرونی سطح پر زیبائش و آرائش میں شامل ہے اس لئے کہ مکروہ ہے (ممکن ہے آج کل کے زمانے میں ہوتے تو دشمنان اسلام کی عبادتوں کے مقابلے میں اسے جائز بلکہ واجب قرار دیتے)

دین کی تنگی؟

بزرگان دین فرماتے ہیں جس شخص کا لباس باریک اور تنگ ہے اس کا دین بھی تنگی پر دلالت کرتا ہے القصہ ثابت ہوا کہ جس حلال سے حرام میں گرفتار ہونے کا احتمال ہو اس حلال کو ترک کرنا ہی اولیٰ اور انسب ہے۔

(۴) صدیقین کا درجہ اتقاء؟

چوتھا درجہ صدیقین کی پرہیزگاری اور اتقاء کا ہے وہ ایسی چیزوں سے بھی بچنا لازم سمجھتے ہیں جو قطعی حلال ہیں اور حرام کی طرف کسی طرح بھی مشیر نہیں لیکن ان کے حاصل کرنے کے ذرائع میں کوئی نہ کوئی ذریعہ ایسا ہو سکتا ہے جو معصیت کی طرف لے جائے اسے سمجھنے کے لئے درج ذیل حکایات و روایات ملاحظہ فرمائیے گا۔

حکایت: حضرت بشر حافی اور شاہی نہر؟

بیان کرتے ہیں کہ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ کی بنوائی ہوئی نہر سے پانی نوش کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتے تھے اور اسلاف کی ایک جماعت سفر حج میں ان حوضوں سے پانی نہیں پیتی تھی جنہیں بادشاہوں نے بنوایا تھا۔ اور بعض بزرگوں کا معمول تھا کہ وہ اس باغ کے انگور (پھل وغیرہ) نہیں کھاتے تھے جس سے بادشاہ کی بنوائی ہوئی نہر گزرتی تھی۔

☆ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں کپڑے سینا مکروہ سمجھتے تھے۔ نیز کسی بھی قسم کا کوئی اور کام سرانجام دینا بھی مسجد میں ناجائز جانتے اور اس سوال کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ قبرستان میں کسی مزار شریف کے گنبد کے سائے میں بیٹھ کر چرخہ کاتنا یا رسیاں بٹنا کیسا ہے؟ تو فرماتے یہ مکروہ ہے اس لئے کہ قبرستان کا تعلق آخرت سے ہے جب کہ دھاگے تیار کرنا

marfat.com

دنیاداری سے متعلق ہے۔

☆ ایک غلام کسی امیر کے گھر سے چراغ جلا لایا تو اس کے مالک نے بجھا دیا۔

☆ ایک بزرگ کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا اور عین اسی دوران بادشاہ کے خدام مشعلیں روشن کئے وہاں سے گزرے تو اس اللہ کے بندے نے تسمہ درست کرنے سے ہاتھ اٹھا لیا اور مناسب نہ سمجھا کہ ان شمعوں کی روشنی سے استفادہ کیا جائے بلکہ اس سے اجتناب کو ترجیح دی۔

☆ یوں ہی ایک متقیہ خاتوں نے شاہی محلات کی روشنی میں چرخہ کاتنا بند کر دیا تھا۔ تاکہ اس روشنی سے بچا جائے۔

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک بار جیل میں بند کر دیا گیا تو جتنے دن قید رہے کچھ نہ کھایا پیا آخر ایک خاتون جو آپ سے ارادت رکھتی تھی اس نے سوت کات کر حلال کی روزی سے کھانا تیار کیا اور آپ کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے اسے بھی نہ کھایا وہ ناراضگی سے کہنے لگی۔

حضرت! یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ جو کچھ میں نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے وہ حلال ہے اور پھر آپ کو بھوک بھی تھی اس کے کھا لینے میں کوئی حرج تو نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا اس لئے میں نے نہ کھایا کہ ایک ظالم کی پلیٹ میں تم نے وہ کھانا بھیجا تھا۔ اس لئے میں نے کھانے کی طرف رغبت نہ کی اور وہ قید خانے کے محافظ کا ہاتھ تھا۔ چنانچہ میں نے اسی لئے اسے تناول نہ فرمایا کہ اس ظالم کے ہاتھ سے مجھ تک پہنچا تھا اور اس ہاتھ میں اٹھانے کی قوت حرام کھانے سے پیدا ہوئی تھی۔

اتقاء اور پرہیز گاری کا یہ درجہ زہد کے درجات میں عظیم ترین ہے لیکن اس حقیقت کی معرفت نہایت ضروری ہے ورنہ وسواس میں گرفتار ہونے کا اندیشہ ہے مقصد یہ کہ کسی بھی ظالم و فاسق کے ہاتھ سے کچھ بھی نہ لیا جائے اور یہ بات صرف ظالموں تک محدود نہیں بلکہ حرام خور سے متعلق ہے کہ ان کا ضمیر بھی تو حرام روزی سے تیار ہوتا ہے۔ مثلاً زانی کہ اسے زنا سے تو قوت حاصل نہیں ہوتی باوجودیکہ اس کے ہاتھ سے کھانا حرام ہے لہٰذا ہر فاسق و فاجر اور ظالم کے ہاتھوں کوئی بھی چیز لینے سے بچنا چاہیے۔

حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرا ایک روز جنگل سے گزر ہوا پانی کے کنارے کچھ سبزہ اگا دیکھا تو دل ہی دل میں سوچا اگر حلال کھانے کا ہی سوال ہے تو اس سبزہ ہی سے کیوں نہ کچھ کھا لوں؟

ابھی یہ سوچا ہی تھا کہ ہاتف غیبی نے آواز دی' البتہ یہ تو بتایئے جو قوت تجھے یہاں تک لائی وہ کہاں سے آئی تھی؟ یہ سنتے ہی میں حد شرمسار اور نادم ہوا۔

یہ ہے جو صدیقین کا درجہ ہے جو احتیاط کی گہرائیوں تک پہنچ جاتے تھے اور عجیب عجیب باریکیاں تلاش کر لیتے تھے۔ مگر اب کیا رہ گیا ہے؟ اس زمانے میں تو اللہ کے بندے اپنے کپڑے صاف کرنے کے لئے انتہائی احتیاط سے پانی تلاش کیا کرتے تھے۔ حالانکہ ان کے لئے یہ بات چنداں مشکل نہ تھی۔ وہ ننگے پاؤں دور دراز تک چلتے پھر جیسا پانی میسر آتا اسی سے طہارت وغیرہ حاصل کر لیتے اس کے برعکس آج محض ظاہری طہارت و بناوٹ ہی سرمایہ پرہیز گاری سمجھ لیا گیا ہے۔ جو صرف ظاہر آرائش و زیبائش ہے جو لوگوں کے لئے محض ایک منظر کشی ہے۔

marfat.com

لیکن جن اکابر کا ذکر ہم نے کیا ان کے پیش نظر باطنی آرائش ہوتی جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں محبوب و پسندیدہ بن سکے اور باطنی آرائش' ظاہری آرائش سے نہایت دشوار گزار امر ہے۔

☆ پانچواں اور آخری درجہ مقربین و موحدین کا ہے وہ یہ کہ ان کے ہاں نہ صرف کھانا' پینا بلکہ سونا' جاگنا' بولنا سبھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہو اور ان میں کوئی بھی چیز اگر اللہ تعالیٰ کی رضا خوشنودی کے حصول کے لئے نہ ہو تو وہ حرام ہے اس قافلے کے تمام لوگ ہم صفت و ہم ارادہ ہوتے ہیں اور درجہ کمال کے موحد صرف یہی ہوتے ہیں۔

حکایت: حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور چہل قدمی؟

بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت یحییٰ ابن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علیل ہوئے تو انہوں نے دوا استعمال کی تو ان کی زوجہ نے کہا کچھ دیر چہل قدمی کر لو تا کہ قدرے سکون میسر آئے تو انہوں نے کہا مجھے چہل قدمی کا کوئی سبب نظر نہیں آتا اور سنو! مجھے تیس سال گزر چکے ہیں میری کوئی حرکت دینی امور کے سرانجام دینے کے بغیر نہیں گزری۔ لہٰذا دوا استعمال کر کے ٹہلنا تو محض حظ نفس ہے نہ کوئی دینی امر! پس معلوم ہوا کہ ان لوگوں کی حرکات و سکنات محض دین کے لئے تھیں ان کا کھانا پینا بھی فقط اس لئے کہ عقل و شعور قائم رہے اور عبادت و اطاعت کے لئے جسم میں قوت پیدا ہو۔ تا کہ اسے اطمینان سے بجالائیں ان کا بولنا محض دین کے لئے ہوتا ورنہ بات چیت کرنا انہوں نے اپنی ذات پر حرام ٹھہرا رکھا تھا۔

☆ واضح ہو کہ زہد و تقویٰ اور پرہیز گاری کے یہی مدارج ہیں ان سے کم تر کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ جنہیں سن کر تو اپنی ذات اور اپنی کو کمزوری' ناکسی کو پہچان سکے لہٰذا انہی پر کان دھر اور اپنے عیوب و نقائص کو دور کرنے کی کوشش کر اگر تو زہد و تقویٰ کے اولین درجے کے حصول کی خواہش رکھتا ہے۔ تو فسق و فجور کو اطلاق اپنی ذات پر وارد نہ ہونے دے۔ اگر تو اس سے بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتا پھر کس لئے گلا پھاڑ پھاڑ کر عالم بالا کی کہانیاں سناتے رہتے ہو۔ حالانکہ جہاں تک ظاہراً شریعت سے لگاؤ کا تعلق ہے وہ بھی ایسے افعال تجھ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں جو باعث ننگ و عار ہیں۔ پھر بھی تو چاہتا ہے کہ بس لغویات و واہیات باتوں اور کاموں میں مگن رہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بدترین ہیں وہ لوگ جن کے جسم آرام اور نعمتوں کے مرہون منت ہیں۔ بڑے بڑے پر تکلف کھانے کھاتے ہیں اور نفیس ترین ملبوسات پہنتے ہیں اور بڑی اونچی آواز سے گفتگو کرتے ہیں حقیقت میں عملی طور پر نہ ہونے کے برابر ہیں (یعنی ہاتھی کے دانت کھانے اور دکھانے کے اور) خداوند عالم ہمیں ایسے لوگوں سے بچائے اور عمل کی توفیق سے بہرہ مند کرے۔ امین ثم امین بجاہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

marfat.com

باب ۳

حلال الگ، حرام الگ؟

واضح ہو کہ ایک طائفہ کا خیال ہے کہ تمام دینوی مال ومتاع حرام ہے اگر بالفرض تمام نہ بھی حرام ہو تو زیادہ تر حصہ اسی زمرہ میں آتا ہے اس معاملہ کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک طبقہ جس پر زہد وریاضت کا غلبہ تھا وہ کہتے ہیں ہم جنگل کی جڑی بوٹیوں، مچھلی یا شکار کے گوشت پر ہی گزر اوقات کرتے ہیں۔

دوسرا طبقہ جن پر خواہشات نفسانیہ نے غلبہ پایا وہ کہتے ہیں جو دل چاہے کھاؤ کسی امتیاز واحتیاط وغیرہ کی ضرورت نہیں بناء علیہ وہ سب کچھ ہڑپ کر جاتے ہیں تیسرا طبقہ جو اعتدال کی راہ پر گامزن ہے اس کا اعلان ہے ہر چیز کھا لینی چاہیے مگر ضرورت سے زائد نہ کھائے اور یہ بھی ان کے نزدیک بہت بڑا پرہیز ہے تو پھر حلال وحرام کا کیا بنے گا؟

یہ تینوں طبقے ہی غلط راہ پر ہیں اور ان کا سب کچھ کہنا بھی غلط ہے اس لئے کہ صحیح ودرست تو یہی بات ہے کہ حلال واضح اور عیاں ہو یوں ہی حرام کا ظاہر ہونا بھی مخفی نہ رہے واضح اور ظاہر ہونا چاہیے باقی رہا معاملہ مشتبہ کا تو وہ بھی ان کے مابین ہے۔ قیامت کے دن بھی حلال وحرام کی تمیز برقرار رہے گی۔

مخبر صادق سید عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو آدمی یہ تصور کئے ہوئے ہے کہ مال دنیا زیادہ تر حرام ہے تو وہ غلط کہتا ہے۔ اس لئے کہ حرام تو ضرور ہے مگر بہت زیادہ نہیں کیونکہ حرام اور بہت زیادہ حرام میں بڑا فرق ہے جیسے بیمار، مسافر اور فوجی بہت ہوتے ہیں مگر بہت زیادہ نہیں ہوتے یوں ہی ظالم بہت ہوتے ہیں مگر مظلوم بہت زیادہ ہوتے ہیں چنانچہ ان اغلاط کے متعلق ہم نے اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں تفصیلی گفتگو کی ہے۔

صحیح بات تو یہ ہے کہ لوگوں سے یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ تم وہی چیز کھاؤ جو علم الٰہی میں حلال ہے اور یہ کس کی بساط ہے کہ علم الٰہی تک پہنچ سکے لہٰذا اتنی سی بات ہے کہ ذرا دیکھ لیں کہ جو چیز کھانے لگے ہیں یہ حلال ہے یا حرام؟

یعنی جسے حلال سمجھیں استعمال میں لائیں اور جو حرام جانیں اسے ترک کر دیں اور یہ بات بآسانی کہی جا سکتی ہے اور ثبوت کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل موجود ہے کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشرک کی مشک سے طہارت کی تھی نیز حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک یہودی خاتون کے برتن سے وضو کیا تھا۔ اگر انہیں پیاس ہوتی تو پانی بھی نوش فرما لیتے کیونکہ ان کے نزدیک پلید وناپاک چیز کا استعمال ناجائز ہے۔

پلید یا ناپاک کون؟

عموماً پلید یا ناپاک سے مراد وہ لوگ ہی لئے جاتے ہیں جو شراب پیتے ہوں، مردار کھاتے ہوں۔ اس وقت ان کی پلیدی کا پتہ نہیں اس لئے ان سے پانی کو پاک ہی تصور کیا۔

marfat.com

☆ نیز صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اکثر و بیشتر دوسرے شہروں میں جایا کرتے تھے جہاں وہ کھانا کھاتے۔ پانی پیتے دیگر معاملات (تجارت وغیرہ) ان سے کرتے حالانکہ اس زمانے میں لوگ سود خور بھی تھے اور شرابی بھی نیز شراب فروخت کیا کرتے تھے ڈاکو اور چور بھی تھے مگر ان عیوب و نقائص کے باوجود وہ دینوی مال و دولت سے کنارہ کش تو نہیں ہو گئے تھے۔

البتہ اتنا ضرور تھا کہ وہ ہر چیز کو یکساں حیثیت نہیں دیتے تھے حلال و حرام کی تمیز اچھی طرح رکھتے تھے ضرورتاً لین دین جاری رہتا اور اسی پر وہ قناعت کرتے مگر تیرے لئے سمجھنے کی چند باتیں ضروری ہیں جن سے تیرا سابقہ پڑ سکتا ہے وہ چھ قسم کے لوگ ہیں لہٰذا ان کے متعلق تجھے اچھی طرح آگاہ ہونا چاہیے۔

☆ پہلی قسم کا آدمی وہ جس کا تو شناسا نہیں اور تم اس کے بارے کچھ نہیں جانتے یہ صالح ہے یا فاسق یعنی اگر تمہارا ... میں جانا ہو تو تم جس سے چاہو کھانا خرید سکتے ہو اور اپنے دیگر معاملات طے کر سکتے ہو اس لئے کہ تم اپنی مطلوبہ چیز کو تو اس کے ہاتھوں میں ہی دیکھ سکو گے اور اسی کے علاوہ کوئی اندازا یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ اس کی نہیں ہے پس تیرے لئے تو اتنی سی بات ہی بطور دلیل کافی ہے۔ کیونکہ جب تک کوئی علامت واضح نہ ہو جس سے اسے حرام ٹھہرایا جا سکے اس وقت تک اسے باطل نہیں کہا جا سکتا۔ مگر یہ تو کیا جا سکتا ہے کہ ذرا صبر و سکون سے کام لے اور ایسے آدمی کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائے جس کے نیک اور صالح ہونے کا بذات خود علم ہو کہ یہ متقی اور پرہیز گار شخص ہے گو اس کی تلاش واجب نہیں۔

☆ دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جن کی اچھائی کا تجھے علم ہے اس کے مال سے کھانا وغیرہ لینا جائز ہے نیز اس میں توقف خلاف ورع ہے کیونکہ یہ محض وسوسہ سا ہے۔ اور اس بناء پر اس شخص کو کسی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا تو خطا میرے ذمہ ہو گی اور تیرے نامہ اعمال میں گناہ و معصیت لکھی جائے گی اس لئے کہ اچھے لوگوں کے بارے میں بدگمانی کرنا کوئی اچھی بات نہیں بلکہ یہ گناہ ہے (ان بعض الظن اثم) (الایۃ)

☆ تیسری قسم کے لوگ جن کے بارے تجھے معلوم ہے کہ یہ ظالم ہیں جسے "ترکی" یا بادشاہوں کے مقرر کردہ افسر (آج کل اصطلاح میں "پولیس مین") نیز تجھے اس بات کا علم ہو کہ اس کا اکثر و بیشتر مال حرام کا ہے تو اس مال سے بچنا واجب ہے البتہ جب معلوم ہو کہ یہ مال اس کے ہاں حلال کا ہے اور اس وقت اس کے حلال ہونے کی علامت بھی موجود ہے کہ اس مال پر اس شخص کا تصرف جائز ہے یہ غصب کردہ نہیں۔

☆ چوتھی قسم ان لوگوں کی ہے کہ جن کے بارے تجھے معلوم ہے کہ ان کا اکثر و بیشتر مال حلال ہے مگر یہ معلوم نہیں کہ اس میں کس مقدار حرام کی مکس کی گئی ہے۔ مثلاً ایک شکاری جو بادشاہ کے ہاں بھی خدمت سرانجام دیتا ہے یا تاجر جس کا لوگوں کے ساتھ لین دین بھی ہے اور بادشاہ کے ساتھ بھی معاملات کرتا ہے تو ان کا مال حلال میں شمار ہو گا کہ جب وہ اپنی معینہ مقدار کے مطابق مال لے لیتا تو یہ حلال و درست اور روا ہے پھر بھی پرہیز کرنا ورع و تقویٰ میں داخل ہو گا۔

حکایت: بادشاہوں سے لین دین نہ کرو؟

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک نے بصرہ سے اطلاع دی کہ یہاں ایسے لوگوں سے لین دین کرنا پڑ...

imranfat.com

جو بادشاہ سے بھی لین دین رکھتے ہیں کیا میں ایسے لوگوں سے معاملات طے کر سکتا ہوں اس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا' اگر وہ لوگ صرف بادشاہ سے ہی لین دین رکھتے ہیں تو پھر تم ان سے دین لین نہ کرو اور اگر لوگوں سے بھی ان کا معاملہ ہوتا رہتا ہے تو تم ان سے تجارت کر سکتے ہو۔

☆ پانچویں قسم ان لوگوں کی ہے جن میں بظاہر علم کی کوئی نشانی تم نہیں دیکھ پاتے لیکن اگر تمہیں کلاہ و شیروانی پہنے یا فوجی شکل و صورت کے لوگ دکھائی دیں تو ان سے معاملات طے کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے جب تک یہ واضح نہ ہو کہ یہ لوگ جو مجھے مال دے رہے ہیں انہیں کہاں سے حاصل ہوا ہے۔

حلال وحرام کے لئے خصوصی قاعدہ؟

☆ چھٹی قسم کے وہ لوگ ہیں جن کے ظلم کی کوئی نشانی بظاہر نظر نہیں آتی۔ البتہ فسق و فجور کی علامات واضح ہیں۔ مثلاً ریشمی لباس پہنے ہو۔ سونے یا چاندی کے زیور (انگوٹھی زنجیری لاکٹ وغیرہ) استعمال کرتا ہو شراب کا رسیا اور نامحرم عورتوں کو جھانکتا ہو تو ایسے آدمی کے بارے صحیح بات تو یہ ہے کہ اس کے مال سے بچنا غیر ضروری ہے۔ کیونکہ افعال قبیحہ کے باوجود اس کا حلال مال حرام قرار نہیں پائے گا۔ نیز محض ان کے ایسے افعال سے اس کے حلال مال پر حرمت کا حکم نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن محض اس وہم سے کے اس کے مال کو حرام قرار دینا مناسب نہیں ہے اس لئے کہ کوئی بھی آدمی کامل طور پر گناہ و معصیت سے پرہیز کر ہی نہیں سکتا۔ اس لئے حلال وحرام کے بیان اس قاعدہ' کلیہ کو پیش نظر رکھا جانا چاہیے۔

اس احتیاط کے باوجود اگر لاعلمی میں کسی حرام چیز کو استعمال میں لے آئے تو اس کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ جیسے نجاست کی کیفیت میں ادا کرنا درست نہیں ہے اور اگر نماز ادا کر لی گئی لیکن نجاست کا پتہ ہی نہ ہوا تو اس پر نمازی کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ بعد میں علم ہونے کے باوجود بعض کے نزدیک نماز کی قضا نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی حالت میں اپنے پاپوش مبارک اتار دیئے تھے مگر نماز کو لوٹایا نہیں تھا اور نعلین شریف کے اتارنے کا سبب یہ تھا کہ اس پر نجاست کے آثار پائے گئے تھے۔

واضح ہو کہ جہاں ہم نے یہ کہا ہے کہ اہل ورع وتقویٰ کے لئے پرہیز ضروری ہے گو واجب نہیں نہ ہی صاحب مال سے یہ دریافت کریں کہ یہ مال تو کہاں سے لایا ہے؟ اس لئے کہ یہ دریافت کرنا بھی ورع کے خلاف ہے۔ بشرطیکہ وہ دریافت کرنے پر ملول نہ ہو اگر اسے آزما چکے ہیں تو ایسی چھان بین از خود حرام ہے۔ اس لئے کہ کسی کا دل رکھنا اچھی بات نہیں بلکہ اسے نرمی کے ساتھ پیش آئے کسی بہانے سے نہ کھائے اور اگر مجبور ہے تو کھا بھی سکتا ہے۔ تاکہ وہ شخص پریشان نہ ہو نیز کسی اور طریقے سے معلوم کرے اور اسے علم ہو جائے تب بھی حرام و ناجائز ہے کیونکہ اس طرح تو جاسوسی' غیبت اور بدظنی پائی جاتی ہے اور یہ ہر تین افعال حرام ہیں۔ احتیاط کے نام سے حلال قرار نہیں دیا جا سکتا۔

☆ محسن اعظم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے ہاں مہمان ہوتے تو میزبان سے کچھ دریافت نہ کرتے اور اگر کہیں سے کوئی لاتا تو اس کے متعلق بھی معلوم نہ کرتے تاہم جہاں کہیں شک محسوس کیا دریافت فرمالیا کرتے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلے پہل مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کی خدمت میں

marfat.com

ہدیئے اور تحفے حاضر کرتے تو معلوم فرماتے کیا یہ صدقہ ہے یا ہدیہ؟ یہ عمل شریف اس بناء پر فرماتے کیونکہ یہ شک کا مقام ہے چنانچہ ایسی دریافت سے کسی کے دل کو تکلیف نہ ہوتی۔

نیز یہ بات بھی سامنے رکھئے کہ جب بازار میں بادشاہ کا مال لایا جائے یا لوٹ مار اور چوری کی بکریاں منڈی میں لاکر فروخت کر دی جائیں لینے والے کو علم ہے تو ہرگز نہ خریدی جائیں جب تک واضح طور پر معلوم نہ کرلیا جائے کہ یہ مال کہاں سے آیا ہے؟ بازار میں زیادہ تر مال حرام نہیں ہے تو بلا شک وشبہ اسے خریدنا' جائز ہے۔ لیکن دریافت کرنا ورع وتقویٰ کی بناء پر واجب ہے۔

باب ۴

بادشاہ کو سلام کرنا اور وظیفہ حاصل کرنا؟

واضح ہو کہ فی زمانہ بادشاہوں کے ہاں مسلمانوں سے بلا جواز ٹیکس اور ناجائز جرمانے یا کرپشن (رشوت) سے رقم ہتھیائی جاتی ہے سبھی حرام ہے (آج کل دنیا بھر میں زیادہ تر حکومتیں نام نہاد جمہوریت سے بنتی اور بگڑتی رہتی ہیں جس کے باعث لوگوں سے مختلف ٹیکسوں' جرمانوں کے علاوہ رشوت سے مال ودولت اکٹھی کرنا معمول سا بن گیا ہے یہ سراسر ناجائز اور ظلم ہے اس سے بچنا عوام کے لئے محال ہو چکا ہے۔ اسی بناء پر علامہ اقبال مرحوم کو کہنا پڑا۔

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

(۱) مال غنیمت (اس زمانے میں نہ جہاد رہا نہ غنیمت ہاتھ آئے)

(۲) ذمیوں سے وصول کردہ تاوان یا جرمانہ جو شرعی شرائط کے تحت جائز ہے لیکن (اب ذمی کہاں اور ان سے تاوان یا جرمانہ کہاں)

(۳) فوت شدہ شخص کی میراث جس کا کوئی وارث نہ ہو تو ایسا مال تمام مسلمانوں کا ہے۔ لیکن زمانے کی رفتار کچھ ایسی بے ڈھنگی سی ہوگئی ہے کہ حلال مال کا حصول بہت کم رہ گیا ہے۔ لہٰذا بلا تحقیق حلال بادشاہ (حکومت) سے نہیں لینا چاہیے کیونکہ اس میں زیادہ تر حصہ ٹیکسوں اور جرمانوں کا ہوتا ہے۔ لہٰذا ان امور کو جاننا بہت اہم بات ہے کیا جو مال میرے ہاتھ لگ رہا ہے یہ حلال کا ہے غنیمت کا ہے ٹیکس یا جرمانے کا ہے یا کہ لاوارث کا ترکہ ہے؟

(نوٹ) علمائے دین اور مفتیان شریعت کو اس طرف توجہ فرمانی چاہیے کہ اب جو صورتیں پیدا ہو چکی ہیں شرعاً ان سے عوام وخواص کو کیسے عہدہ برآ ہونا ممکن ہے؟ (تابش قصوری)

محصول چونگیوں کا قیام؟

بادشاہ (یا حکومت وقت) کے لئے آخر یہ بھی تو جائز ہے کہ وہ زمین کو زراعت کے کام لاکر آباد کرے اور پھر اس پر محصول وصول کیا جائے۔ آج کل صنعتوں کا دور دورہ ہے۔ بے شمار اقسام پر صنعت کاری ہو رہی ہے گو پاکستان میں آئے دن کے انقلابات نے ہر صنعت کا ستیاناس کر دیا ہے بلند بانگ دعووں کے باوجود پورے ملک اور تمام باشندوں کو آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے قرضوں میں

marfat.com

جکڑ دیا گیا ہے۔ ملک کا بچہ بچہ غیر مسلم اداروں کا مقروض بنا دیا گیا ہے اور ان کی ہر شرائط پر ارباب حکومت سر تسلیم خم کرتے ہوئے ملکی عز ووقار کا جنازہ نکال چکے ہیں اہل علم اپنی قلم اپنی بساط سے ان اداروں کے ظالمانہ ہتھکنڈوں سے نکلنے کے لئے بڑی جرات و ہمت سے اپنا فرض سرانجام دے رہے ہیں مگر سربراہ مملکت اور ان کے حواری مشیر و وزیر سبھی ان اداروں کی غلامی اختیار کر چکے ہیں اور ملکی قومی اور ملی غیرت نام کی کوئی چیز ان کے سامنے پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ انقلاب لانے والے بڑے بڑے خوش کن نعروں اور دعوؤں سے عنان حکومت سنبھالتے ہیں اب پیش رو حکمرانوں کے انجام سے کوئی سبق نہیں سیکھتے حتیٰ کہ خود بھی انقلاب کی نذر ہو کر تماشہ عبرت بن جاتے ہیں اللہ تعالیٰ مملکت پاکستان کو اپنے کرم سے محفوظ رکھے اور نیک بخت حکمران عطا فرمائے جو معاشرے کے ہر طبقے کی اصلاح کر سکے خصوصاً نوکر شاہی کی جو مجسمہ ظلم بن چکی ہے۔ (تابش قصوری)

تاہم محصول سے حاصل شدہ مال بھی شبہ سے خالی نہیں ہوتا۔ تاہم جواز کی کوئی صورت تو نکل آتی ہے یوں ہی ذمیوں سے زرعی زمین خرید کر اسے حکومتی قبضہ کے تحت بویا جائے اور اس سے جو مال حاصل ہوگا وہ حلال ہے مگر اس زمین کی قیمت حرام مال سے ادا کرے تو جائز نہیں ہے۔

لہٰذا جو آدمی بادشاہ (حکومت وقت) سے اپنا وظیفہ حاصل کرتا ہے اگر اس کی ادائیگی بادشاہ اپنی ذاتی ملکیت سے کرتا ہے تو درست اور جائز اور اگر وہ مال مصالح سے ہے تو جائز نہیں ہاں اگر وظیفہ لینے والا کوئی ایسا شخص نہ ہو جو مسلمانوں کی مصالحت سے وابستہ ہے مثلاً مفتی، قاضی (وکیل) متولی اوقاف، طبیب اور ایسے تمام اشخاص جو ایسے عہدوں پر فائز ہیں جو عامۃ المسلمین کے لئے قائم کر رکھے ہیں طلبائے دین اسی میں شامل ہیں۔

جو شخص معذور یا غریب ہے اس کا حق بھی بلاشبہ ایسے مال پر ہے جو حکمران کے زیر تسلط ہے لیکن ان کے حقوق مشروط ہیں وہ یہ کہ بادشاہ یعنی سربراہ کے ملازمین و خادم ہوں تو ان کے ساتھ اس وجہ سے کوئی رورعایت اور نرمی نہ برتی جائے کہ یہ حکمران کے ملازم ہیں اور ایسے افسروں کی باطل و فاسد امور میں قطعاً موافقت نہ کی جائے نہ ہی انہیں ظلم و ستم پر اکسایا جائے بہتر ہے کہ مقربین شاہ کے قریب تک نہ جائیں ہاں اگر جانا پڑے تو شرائط شرعیہ کو ملحوظ رکھا جائے جو ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

فصل: علماء کرام اور عمال (افسران)

☆ واضح ہو کہ علماء کرام اور علماء کے علاوہ بادشاہوں اور افسروں کے احوال تین قسم پر ہیں۔

☆ اولاً: یہ کہ علماء کرام نہ سربراہوں کے پاس جائیں اور نہ ہی ان کے ماتحت افسروں کے ہاں اور حکمرانوں اور افسروں کو بھی ان کے ہاں نہیں جانا چاہیے کیونکہ دین کی اسی عمل میں سلامتی ہے۔

☆ ثانیاً: یہ کہ علماء کرام کا بادشاہوں (صدر، گورنر، وزراء) کے ہاں آنا جانا ہوتا کہ طرفین میں سلام و دعا برقرار رہے (اگر یہ خوشامدی نہ ہو) شرعاً ان کا یہ فعل قابل مذمت ہوگا۔ گو بوقت ضرورت جانا درست بھی ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظالم حکمران کی عادات کا بیان کرتے ہوئے فرمایا نجات کا وہی حق دار ہے جو ان سے دور رہے گا اور جو کوئی اس دنیا میں ظالم ارباب حکومت سے تعلق استوار کرے گا تو اس کا شمار بھی انہی میں ہوگا۔ نیز فرمایا میرے بعد ایسا وقت بھی آئے گا کہ لوگوں پر ظالم حکمران مسلط ہو جائیں گے، جو شخص ایسے جھوٹوں اور

marfat.com

ظالموں سے اجتناب نہیں کرے گا وہ میری امت میں سے نہیں ہوگا اور روز قیامت وہ میرے حوض سے دور رہے گا۔

نیز فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق وہ علماء ہیں جو امراء کے ہاں جاتے رہتے رہیں اور مخلوق خدا میں امراء میں وہ بہترین ہیں جو علماء کرام کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان علماء کرام کا درجہ امانت و دیانت میں انبیاء و رسل علیہم السلام کی طرح ہوتا ہے۔ جن کا بادشاہوں (حکمرانوں) کے ساتھ میل جول نہیں ہوتا جب تک وہ اس امانت و دیانت کی حفاظت کرتے ہیں اگر وہ اس امانت میں خیانت کے مرتکب ہونے لگیں تو لوگوں کا نہ صرف حکمرانوں بلکہ خود علماء کرام سے ہی اعتماد اٹھ جاتا ہے۔

دین کا نقصان؟

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا حکمرانوں سے دور رہا کرو۔ اس لئے کہ جتنا کچھ تم ان سے پاؤ گے اس سے کہیں زیادہ نقصان دین کا اٹھانا پڑے گا۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم میں ایک ایسی وادی ہے جس میں صرف ان علمائے سو کو ڈالا جائے گا جو حکمرانوں کی کاسہ لیسی کے لئے ان کے ہاں آتے جاتے ہیں۔

☆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ علمائے اور اصفیاء کا امراء سے تعلق قائم کرنا ان کی منافقت پر دلالت کرتا ہے اور صاحبان جاہ و حشمت سے ان کا میل ملاپ ریاکاری پر مبنی ہے۔

☆ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب صاحب علم حکمران کے پاس جاتا ہے تو اپنے دین کو ختم کر دیتا ہے۔ جب ان سے اس بات کی وضاحت طلب کی گئی تو فرمایا حکمران کے پاس جا کر ایسے مقصد کا طالب ہوتا ہے۔ جس کے باعث اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب بن جاتا ہے۔

☆ حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب کوئی عالم حکمران کے قریب ہونا شروع ہو جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے دوری اختیار کرتا جاتا ہے۔

☆ حضرت وہب بن منبہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں جوئے بازوں کا وجود لوگوں کے لئے اتنا نقصان دہ نہیں جتنا حکمرانوں کے پاس علماء کرام کا جانا نقصان کا باعث ہے۔

☆ حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں گندگی اور غلاظت پر بیٹھنے والی مکھی اس خوشامدی عالم سے اچھی ہے جو حکمرانوں کی چوکھٹ پر جا بیٹھتا ہے۔

فصل: شدت کی انتہا کیوں؟

جاننا چاہیے کہ علماء کرام کے بارے اس شدت کا سبب کیا ہے۔ تو سنئے جو بھی کوئی عالم جب حکمران کے پاس جاتا ہے تو اس کے گنہگار ہونے کا خطرہ لاحق رہتا ہے اور یہ غلطی اس کے عمل کلام خاموشی اور عقیدے میں سے کسی پر بھی اثر انداز ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ

marfat.com

معصیت کا اثر کردار و عمل کو متاثر کرتا ہے۔ اس لئے غالب گمان یہی ہے کہ حکمرانوں کے گھر غضب زدہ ہوتے ہیں اس لئے ان کے اندر آنا جانا ویسے ہی غیر مناسب ہے۔

اگر حکمران صحراؤں یا جنگلوں میں جا کر کبھی خیمہ زن ہوں (شکار وغیرہ کے لئے) تو ان کے آرام و راحت کے لئے وہاں جو ساز و سامان مہیا کیا جاتا ہے کبھی حرام میں شمار ہوگا۔ اس لئے علمائے کرام کو ان خیموں میں بھی داخل ہونا نہیں چاہیے بلکہ ان کے لئے جو (قالین وغیرہ بچھا کر) فرش تیار کئے جاتے ہیں پاؤں رکھنا بھی جائز نہیں یہ ہی نہیں اگر حکمران مباح اراضی پر ہی تکیہ زن ہوں تب بھی ان کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا درست نہیں کیونکہ اس طرح تو ایک ظالم کے روبرو عاجزی اور غلامی کے اظہار کے مترادف ہوگا۔ جو بالکل ناجائز ہے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی شخص کسی امیر کے سامنے عاجزی و انکساری کا اظہار کرتا ہے صرف اس لئے کہ وہ صاحب مال و دولت ہے گو وہ دولت مند ظالم ہو یا نہ لیکن یہ خوشامدی اپنے برے فعل کے باعث اپنے دین کا ایک حصہ برباد کر بیٹھتا ہے پس سوائے السلام علیکم کے کوئی بات چیت ان کے ساتھ مباح نہیں۔ مگر سلام کرتے وقت حکمران' صاحب مال یا کسی افسر کے نہ ہاتھ چومے نہ احتراماً جھکے اور نہ ہی سر کو نیچا کرے ہاں البتہ سربراہ عادل' صحیح عالم شریعت یا کوئی قابل تعظیم و تکریم شخصیت ہے تو اس کے سامنے ان امور کا بجالانا مباح اور تواضع سے پیش آنا جائز اور درست ہے۔

اسلاف تو اس سلسلہ میں مبالغہ سے کام لیتے ہوئے فرماتے ہیں ظالم امراء کو تو سلام بھی نہیں کرنا چاہیے تاکہ وہ اپنے ظلم پر شرمساری محسوس کرے۔

ظالم حکمران کے لئے دعا مانگنا.....؟

''حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ'' فرماتے ہیں ظالم حکمرانوں سے بات چیت کرنا گناہ کا مرتکب ہونا اس لئے ہے کہ کہیں وہ ظلم کرنے پر دلیر نہ ہو جائیں۔ نیز ایسے حکمران کے لئے دعا کرنا بھی جائز نہیں وہ یوں کہ اللہ تعالیٰ تیری عمر دراز فرمائے کیونکہ مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو شخص ظالم حکمران کے لئے درازی عمر کی دعا کرتا ہے گویا کہ وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ ایسا ظالم سربراہ ملک وملت پر ہمیشہ مسلط رہے جو اللہ تعالیٰ کا نافرمان اور مخلوق خدا کا دشمن ہے لہٰذا ظالم کے لئے کوئی بھی دعا مانگنا درست نہیں ہے۔

اور اگر وہ یوں دعا مانگے کہ اللہ تعالیٰ اسے نیک صلاحیتوں سے نوازے' اصلاح و فلاح کی توفیق عطا فرمائے اور اطاعت و عبادت میں تمام عمر صرف کرے اور جب دعا مانگ کر فارغ ہو تو پھر حکمران کی ملاقات کا مشتاق نظر آئے اور ان دعائیہ کلمات کے باعث اسے ہمیشہ باریابی کا شرف حاصل ہوتا رہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یوں ہی عمومی طور پر یہ دعائیہ جملے کہہ دیئے دل میں ملاقات کی خواہش نہیں تھی۔ تو یہ منافقت ہے اور اگر واقعی ملاقات کا اشتیاق رکھتا تھا تو پھر لعنتی ہے اس لئے کہ جو دل ظالموں کی زیارت کے لئے بیتاب رہتا ہے اس کے دل میں نور ایمان کا گزر ہی نہیں ہوتا۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے اس سے نفرت کا شدت سے اظہار کیا جاتا جیسے اپنے دشمن سے کیا جاتا ہے۔

marfat.com

ظالم کو خوش کرنے کے لئے اس کے عدل وانصاف کی تعریفیں کرنا جھوٹ اور نفاق پر مبنی ہوتی ہیں۔ اس سے اور کچھ بھی نہ ہو مگر اتنا تو ضرور ہوگا کہ ظالم خوشامدی کی باتوں سے دل کو خوش کرے گا جو سراسر گناہ ہے تو پھر ان باتوں کا ناجائز ہونا اظہر من الشمس ہے۔ اس کے بعد اگر ظالم کوئی محال سی بات بھی کہہ دے جس پر خواہ مخواہ ہاں میں ہاں ملانی پڑے تو خوشامد کا کیا فائدہ ہوا بلاوجہ گنہگار ہونے کے سوا اور کیا ہوگا؟

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیاداروں کے پاس نہ جایا کرو! اس لئے کہ جو رزق اللہ تعالیٰ نے تجھے عطا کیا ہے اس سے بیزاری کا اظہار کرو گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ دنیاداروں کے مال کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھو۔ اس لئے کہ ان کے دنیوی مال کی چمک دمک تمہارے ایمان کی مٹھاس کو خراب کردے گی۔

ان تمام باتوں سے پتہ چلا کہ ظالم کے پاس کسی بھی صورت میں نہیں جانا چاہیے۔ البتہ دو وجہ ایسی ہیں جن کے باعث جانا پڑتا ہے۔ ایک یہ کہ اگر ظالم حکمران بلائے تو چلا جائے کیونکہ حکم کی تعمیل نہ ہوگی تو خطرہ ہے کہ وہ کوئی سزا وغیرہ دے یا سلطانی رعب ودبدبہ کو دھچکا لگے۔ جس سے رعایا کے بے خوف اور بے باک ہونے کا خطرہ ہو تو حکمران یا افسر نقصان پہنچائے بغیر نہیں رہے گا۔ تو اس کے لئے جانا جائز ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ کسی کی دادرسی یا کسی مسلمان کی سفارش کرنا مطلوب ہو تو حکمران یا افسران کے پاس جانا جائز ہے۔ بشرطیکہ جھوٹ نہ بولنا پڑے نہ سفارش کے تسلیم کرانے کے لئے غلط رنگ میں تعریف کرے اور اگر یہ محسوس کرے کہ سفارش قبول نہیں ہوگی تب بھی تعریف اور جھوٹ بولنے سے گریز کرے۔

اور اگر اپنے تعلقات کی بنا پر یہ سمجھتا ہے کہ میری سفارش کیسے نہ قبول ہوگی مگر کسی اور کی وجہ سے کام ہو جائے تو پریشان نہ ہو بلکہ صبر سے کام لے اور اگر اس نے اپنی ناکامی کے باعث پریشانی وغم کا اظہار کیا تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ تو اپنی انا کے لئے گیا تھا۔ تاکہ لوگ سمجھیں کہ اس کے تو افسران بالا سے بڑے گہرے مراسم تھے۔ یہ طریقہ کار جائز نہیں ہے۔

سربراہ یا ارباب حکومت کا آنا جانا؟

تیسری صورت یہ ہے کہ وہ عالم از خود تو سربراہ یا ارباب حکومت کے پاس نہیں جاتا مگر اس کے ہاں ان لوگوں کا آنا جانا رہتا ہے۔ اب اس کے لئے ضروری ہے کہ جب سربراہ یا افسران بالا کا اس کے پاس آنا ہو تو ان کے سلام کا جواب دے اور تعظیم وتکریم بجالائے۔ کیونکہ کسی سربراہ حکومت کا کسی عالم کے پاس چل کر آنا درحقیقت اس کے علم کی تعظیم ہے جو بلاشبہ نیکی ہے اور نیکی کے بدلے وہ عزت و احترام کا مستحق ہے۔ بعینہٖ جیسے ظالم ہونے کی صورت میں ذلت ورسوائی کا حق دار تھا۔

البتہ اگر دنیا کی حقارت کے پیش نظر اس کے استقبال کے لئے نہ بھی اٹھے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ اس بات کا خیال رکھے کہ اس عمل سے نہ تو اسے کسی نقصان کا خطرہ ہو اور نہ ہی شاہی دبدبے اور وقار کو عوام کی نظروں میں ختم کرنے کی نیت ہو اور پھر جب حکمران کے ساتھ مجلس ہو تو تین قسم کی نصیحت کرنا واجب ہے۔

(۱) حکمران کسی ایسے فعل پر عمل پیرا ہو جس کا اسے علم نہیں کہ یہ حرام ہے تو پھر عالم دین پر لازم ہو جاتا ہے کہ سربراہ کو حرام کی تعریف

marfat.com

بتائے اور واضح کرے کہ تمہارا یہ فعل حرام ہے۔

(۲) حکمران کو معلوم ہو کہ جو کام میں کر رہا ہوں یہ حرام ہے مثلاً ظلم وستم تو عالم دین پر واجب ہے کہ اسے سختی سے سمجھائے اور بتائے کہ دینوی لذت کسی قدر و منزلت کے لائق نہیں اس کے لئے اپنی اخروی بادشاہی کو نقصان نہ پہنچایوں ہی دیگر پند و نصائح سے اسے آگاہ کرے۔

(۳) یہ کہ عالم دین کے ذہن میں کوئی ایسا فارمولا ہو جس پر سر براہ عمل کر کے مخلوق خدا کو فائدہ پہنچا سکتا ہے اور از خود سر براہ غافل ہے تو اسے چاہیے کہ سر براہ کی رہنمائی کرے۔ بشرطیکہ اسے امید ہو کہ بادشاہ اسے تسلیم کرے گا۔ یہ تین نصیحتیں عالم دین پر واجب ہیں جو حکمران کو کی جانی چاہئیں۔ اس صورت میں اس کا حکمران کے ہاں جانا مباح ہے اور یہ تجربہ شدہ بات ہے کہ عالم باعمل کی بات قبول ہو کر رہتی ہے اور اگر کوئی دنیاوی مفاد دل میں جگہ کئے ہوئے ہے تو اس کا خاموش رہنا ہی مناسب ہے اس لئے کہ لوگ بلاوجہ اسے مذاق کریں گے تو پھر ایسی باتوں سے کیا فائدہ!

حکایت: یہ وہ عالم ہے جس سے لوگ ڈرتے ہیں.....؟

☆ حضرت مقاتل بن صالح رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت حماد بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا ان کے پاس کل اثاثہ ایک چٹائی' چمڑے کا ایک گدا قرآن کریم کا ایک نسخہ اور ایک ہی لوٹا تھا۔

اسی اثنا میں ایک شخص نے ان کا دروازہ کھٹکھٹایا آپ نے فرمایا کون؟ جواب آیا خلیفہ وقت محمد بن سلمان! آپ نے اندر آنے کی اجازت دی وہ چلا آیا اور آپ کی خدمت میں بیٹھ کر عرض گزار ہوا حضرت آپ یہ فرمایئے۔

جیسے ہی میں آپ کو دیکھتا ہوں میرے دل پر ایک ہیبت سی طاری ہو جاتی ہے خوف کے باعث جسم لرزنے لگتا ہے؟ آپ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ایسا عالم جس کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا حصول ہو اس سے سبھی لوگ ڈرتے ہیں ''رعایا ہو یا حکمران'' مگر جب علم سے مقصود دنیا ہو تو پھر وہ عالم ڈرتا رہتا ہے۔

خلیفہ محمد بن سلمان نے آپ کی خدمت میں چار ہزار روپے نذرانہ پیش کرتے ہوئے کہا! انہیں کسی طرح صرف فرمالیں حضرت حماد بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لے جایئے اور جن کے ہیں انہیں واپس لوٹا دیجئے۔

خلیفہ بولا! میں خلیفہ کہتا ہوں کہ یہ رقم حلال کی ہے مجھے وارثتاً حاصل ہوئی ہے آپ نے فرمایا پھر بھی مجھے اس کی چنداں ضرورت نہیں خلیفہ پھر عرض گزار ہوا۔ آپ اسے مستحقین کو عطا فرمادیں۔ آپ نے فرمایا ممکن ہے کہ میں تقسیم کرنے میں انصاف سے کام نہ لے سکوں اور اگر صحیح انصاف سے کام لوں' ممکن ہے پھر بھی کوئی خلاف عدل و انصاف گمان کرے گو مجھے یقین ہے اس کی بدگمانی سے مجھے نقصان نہیں پہنچے گا کیونکہ میں نے بذات خود انصاف سے ہی کام لیا ہوگا تاہم اس بدگمانی کے باعث وہ تو خطاوار ہوگا اس لئے یہ بات مجھے پسند نہیں ہے کہ بلاوجہ کوئی شخص گناہگار بن جائے لہٰذا یہ رقم اپنے ہی پاس رکھیں۔

اسلاف کا یہ انداز تھا جب بادشاہ وقت سے ملاقات کرتے تو اس کے ساتھ ایسا رویہ اپناتے اور کبھی انہیں بادشاہ کے ہاں جانا بھی پڑ جاتا تو ایسے جاتے جیسے حضرت طاؤس ہشام بن عبدالملک کے پاس گئے تھے۔ ان کا جانا کیسے ہوا تھا یوں بیان کرتے ہیں۔

marfat.com

حکایت: خلیفہ بولا تم نے میری عزت کیوں کی؟

ہشام بن عبدالمالک ملک شام کا سربراہ تھا' جب وہ مدینہ منورہ حاضر ہوا تو لوگوں سے دریافت کیا کسی صحابی کو میرے پاس لایا جائے تو انہوں نے کہا تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم وصال فرما گئے ہیں پھر کہنے لگا کسی تابعی سے ہی ملاقات کراؤ! چنانچہ حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا گیا۔

جب وہ خلیفہ کے دربار پہنچے تو اس کے سامنے جوتا اتارا اور جاتے ہی کہا السلام علیکم! ہشام بتایئے کیا حال ہے؟ ہشام کو یہ انداز سلام پسند نہ آیا اور اس قدر غیض وغضب میں آپے سے باہر ہو گیا کہ اس نے حضرت طاؤس کے قتل کا حکم دے دیا!

لوگوں نے کہا حرم نبوی میں یہ مناسب نہیں ہے یوں بھی حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکابر علمائے کرام میں شمار ہوتے ہیں لہٰذا تم اپنے حکم کو واپس لے لو! چنانچہ خلیفہ آپ سے پھر مخاطب ہوا!

آپ نے اس قدر دلیری کیوں دکھائی؟ آپ نے فرمایا میں نے کیا ہی کیا ہے؟ خلیفہ کا پارا مزید چڑھ گیا۔ اور غصے سے بولا! تم نے چار آداب کو پس پشت دے ڈالا ہے اور پھر بھی کہتے ہو میں نے کیا کیا ہے؟ ان میں ایک تو یہ کہ تم نے میرے سامنے جوتا اتارا جب کہ میرے پاس آنے کے لئے جوتا اتارنے کی ضرورت نہیں تھی اس لئے کہ ہمارے دربار کے قواعد وضوابط ہیں کہ ہمارے پاس آنے والا فرش پر جوتے سمیت آئے (یوں یہ طریقہ کار تا حال پایا جاتا ہے بڑے بڑے خوبصورت قالین بچھے ہوئے ہیں اور آنے والا بلا تکلف جوتوں سمیت انہیں روندتا ہوا چلا آتا ہے) دوسری بات جو خلاف ادب تھی وہ عمومی سلام تھا امیر المومنین کہہ کر سلام کیوں نہ کہا؟ تیسری بات کہ میرا نام لیا کنیت وغیرہ سے نہیں پکارا؟ اور چوتھی بات یہ کہ بلا اجازت اندر چلے آئے ہو پھر میرے ہاتھوں کو نہیں چوما؟

حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے سنو! میں نے تمہارے سامنے جوتا اتارا تم ناراض ہو گئے جب کہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یومیہ پانچ مرتبہ جوتا اتار کر حاضر ہوتا ہوں مگر وہ کبھی ناراض نہیں ہوا۔

نیز تجھے امیر المومنین کہتے ہوئے مخاطب نہیں ہوا تو کیا ہوا جب کہ بہت سے لوگ تو تیری خلافت کو تسلیم ہی نہیں کرتے اس لئے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرا کہ اس سلسلہ میں کہیں خلاف واقعہ بات سرزد نہ ہو جائے پھر میں نے تجھے نام سے پکارا ہے۔

اس پر تو تجھے خوش ہونا تھا نہ کہ ناراضگی کا اظہار کرتے کیونکہ قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ترین بندوں کو نام لے لے کر پکارا ہے جیسے یا موسیٰ' یا عوسیٰ' داؤد' سلمان علیہ السلام جب کہ دشمنوں کو کنیت سے جیسے ابولہب کو کہ "تبت یدا ابی لھب تب" ابو لہب تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں۔ (سورہ لہب آیت ۱)

اور میں نے تیرے ہاتھوں کو اس لئے نہیں چوما کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ دوسرے کے ہاتھ چومے سوائے عالم شہوت میں اپنی بیوی کے یا پھر باپ ازروئے شفقت اپنے فرزند کے نیز اس بات پر کہ میں تیرے سامنے بیٹھ گیا ہوں کھڑا نہیں ہوا تو اس سلسلہ میں بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اور ارشاد سماعت فرمایئے انہوں نے فرمایا وہ شخص دوزخی ہے جو یہ چاہتا ہے کہ خود بیٹھا ہو اور اس کے سامنے لوگ کھڑے ہوں۔

ہشام کو یہ باتیں بھلی معلوم ہوئیں تو کہنے لگا اے طاؤس! مجھے کوئی نصیحت فرمایئے حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے

marfat.com

میں نے سنا ہے کہ دوزخ میں بڑے بڑے اژدھا ہیں اور پہاڑ اور اونٹوں کی مانند بچھو ہیں جو ایسے بادشاہ یا امیر کا انتظار کر رہے ہیں جو اپنی رعایا کے ساتھ ظلم کرتا ہے انصاف سے گریزاں رہتا ہے اتنا کہا اور آپ اس کی محفل سے چلے گئے۔

حکایت: خلیفہ نے کہا آخر کیا بات ہے ہم موت سے خوف زدہ رہتے ہیں؟

خلیفہ سلیمان بن عبدالمالک کا مدینہ طیبہ آنا ہوا تو اس نے حضرت ابو حازم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے ہاں بلایا جو اس وقت مدینہ کے بہت بڑے علماء میں ممتاز مقام رکھتے تھے جب وہ آئے تو خلیفہ نے پوچھا! آخر کیا بات ہے ہم موت سے انتہائی خوف زدہ رہتے ہیں ابو حازم نے کہا اس لئے کہ تمہیں دنیا سے بے حد رغبت اور محبت ہے جب کہ عاقبت کے لئے تمہارے پاس کوئی زاد راہ نہیں اس لئے تم نے دنیا کو آباد اور آخر کو برباد کر رکھا ہے تو جو شخص آبادی سے ویرانے کی طرف جائے گا تو وہ خوف زدہ ہوگا۔

خلیفہ نے پوچھا جب نیک لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور جائیں گے تو ان کی کیا کیفیت ہوگی حضرت ابو حازم علیہ الرحمتہ نے فرمایا ان کا وہاں جانا ایسے ہوگا جیسے مسافر کا سفر میں کسی عزیز کے ہاں جانا ہوتا ہے اور بدکار لوگ وہاں ایسے جائیں گے جیسے بھاگا ہوا غلام پکڑا جائے اور اُسے زبردستی لے جایا جا رہا ہے۔

خلیفہ بولا! کیا ہی اچھا ہو کہ مجھے اپنے وہاں جانے کا حال معلوم ہو جائے آپ نے فرمایا قرآن کریم سے معلوم کر کیونکہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے ان الابرار لفی نعیم و ان الفجار لفی جحیم○ (سورہ الانفطار آیت ۱۲، ۱۳)

بے شک نیک جنت میں اور بے شک فاجر جہنم میں جائیں گے۔

خلیفہ نے کہا! یہ تو بتایئے اللہ تعالیٰ کی رحمت کہاں ہوگی؟ فرمایا "اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ" مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (سورہ الاعراف آیت ۵۶)

بے شک رحمت عمدہ کام کرنے والوں کے قریب ہے۔ یہ تھا طریقہ گفتگو علمائے حق کا سربراہان وقت سے کہ وہ انتہائی بیباکی اور بے خوفی سے گفتگو کرتے اور فی زمانہ علمائے سو کو جب ارباب حکومت یا سربراہ مملکت سے باب چیت کا موقعہ ملتا ہے تو خوشامدانہ لہجہ میں تعریفات کے پل باندھ دیتے ہیں اور انہیں خوش کرنے کے لئے بڑی مرصع و مقفع دعاؤں سے نوازنے لگتے ہیں۔

اور ہر وقت اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ ہمیں باریابی کا موقع میسر آئے تا کہ خوشامد کر کے خوشنودی حاصل کی جائے اور طرح طرح کے حیلے تراشتے رہتے ہیں یہاں تک کہ بادشاہ اگر اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر لے تو یہ ملاقات کرے نصیحت بھی کریں تو محض جاہ طلبی کے لئے اس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص ویسی ہی نصیحت کرے تو یہ حسد و بغض کی آگ میں جلنے لگتے ہیں۔

القصہ: رعایا کے بگاڑ کا باعث ارباب حکومت اور افسروں کی خرابی و فساد ہی ہے اور ارباب حکومت کی خرابی کا سبب علمائے سو کا فساد ہے جو از خود بے عمل اور خراب کریکٹر کے باعث ان کی خرابیوں کو درست نہیں کر پاتے بلکہ ان کے غلط کاموں کا مرتکب ہونے کے باوجود انہیں انکار و نفرت کی جرات تک نہیں ہوتی۔

فصل: علماء کرام کو سربراہ حکومت سے مال لینا جائز نہیں ہے

اگر کوئی بادشاہ کسی عالم کے پاس کچھ مال و دولت صدقہ و خیرات کے لئے بھیجے کہ اسے مستحق لوگوں میں تقسیم کر دو تو عالم اگر اس

marfat.com

مال کے مالک کو جانتا ہو تو اسے لوٹا دے قطعاً تقسیم نہ کرے یا پھر سربراہ کو صاف صاف کہہ دے کہ یہ جس کا مال ہے اسے پہنچا دو! اور اگر مالک کے بارے کوئی خبر نہیں رکھتا تو علماء کرام فرماتے ہیں اس مال کو بادشاہ سے وصول ہی نہ کرے۔

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمارے نزدیک تو یہی بہتر ہے کہ وہ مال حاصل کرے مستحقین میں تقسیم کر دے۔ تا کہ انکار پر اس پر ظلم وستم نہ کرے اور سب سے اچھا مصرف طلبائے علوم دینیہ ہیں تا کہ وہ اسے حاصل کر کے راحت و مسرت محسوس کریں تاہم درویشوں کے پاس بھیجنے کے متعلق ہمارے نزدیک تین شرائط پر پورا اترنا ضروری ہے۔

ایک یہ کہ بادشاہ کے دل میں یہ گمان نہ ہونے پائے کہ اس کا مال جو لیا ہے تو وہ حلال کا ہوگا ورنہ عالم کیوں لیتا؟ ورنہ وہ حرام مال لینے پر دلیری دکھائے گا اور خیرات وصدقہ میں دینے کی بجائے یہ بہت بڑی غلطی ہے۔

دوسرے یہ کہ عالم از خود مالی طور پر مضبوط ہو تا کہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ اس نے یہ مال تو بادشاہ سے اپنی ذات کے لئے حاصل کیا ہے اور اس طرف ان کا دھیان ہی نہ جائے کہ اس نے تقسیم بھی کر دیا ہے جیسے کہ بعض کوتاہ بین حضرات نے حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام عائد کر دیا تھا کہ یہ اپنے خلفاء سے مال لیتے رہتے ہیں مگر اس کے بعد یہ کلمات کہنا چھوڑ گئے کہ وہ مال لے کر آگے مستحقین میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔

حکایت: حضرت وہب بن منبہ اور حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حجاج بن یوسف کے پاس گئے تو حضرت طاؤس نے اسے نصیحت کرنا شروع کر دی صبح کا وقت اور موسم خوب سرد تھا' اس نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ حضرت طاؤس پر چادر ڈال دو' انہوں نے آپ کے کندھوں پر چادر ڈال دی مگر آپ بدستور نصیحت کرتے رہے نیز کندھوں کو اس انداز سے حرکت دی کہ چادر نیچے جا پڑی۔

برادر حجاج یہ دیکھتے ہی سخت ناراض ہوا جب دونوں حضرات واپس پلٹے تو باتوں ہی باتوں میں حضرت وہب نے کہا بہتر تو یہی تھا کہ آپ چادر لے لیتے اور کسی طالب علم کو دے دیتے تا کہ بلاوجہ اسے ناراض ہونے کا موقع نہ ملتا۔

حضرت طاؤس نے فرمایا میں از خود اس بات سے غافل نہیں تھا۔ مگر مجھے رہ رہ کر یہی خیال آتا کہ ان لوگوں کو یہ یاد تو رہتا ہے کہ کس امیر سے میں نے مال لیا ہے مگر یہ انہیں کبھی خیال نہیں آتا کہ ان سے لے کر غرباء اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتا ہوں۔

تیسرے یہ کہ ظالم کی محبت والفت کا محض اس وجہ سے دم نہ بھرنے لگے کہ اس نے تھوڑا سا مال تقسیم کرنے کے لئے میرے پاس بھیجا ہے اس لئے کہ ظالموں کی محبت و دوستی بہت ہی برائیوں کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے نیز اس کی خاموشی و چاپلوسی کی طرف مائل کر سکتی ہے یہاں تک کہ ظالم کی موت اس کیلئے غم والم اور حزن کا باعث بن جاتی ہے اور اس کی شان وشوکت دولت اور حکومت کی ترقی و خوشحالی اس کے لئے باعث مسرت ہوتی ہے اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الٰہی! کسی ظالم کو میرے ساتھ احسان کی توفیق عطا نہ فرما مبادا کہ میرا دل اس کی طرف رغبت کرنے لگے۔

اس فرمان والا شان میں یہ حقیقت پوشیدہ ہے کہ اپنے محسن کی جانب انسان کا دل خواہ مخواہ راغب ہوتا ہے جب کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا ظالموں کی طرف رغبت نہ کرو! (سورۂ ہود آیت ۱۱۲)

marfat.com

حکایت: مال کی نحوست نے اپنا رنگ دکھا دیا

بیان کرتے ہیں کہ کسی خلیفہ نے حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں دس ہزار روپے بھیجے اور کہا انہیں تقسیم فرما دیں۔ چنانچہ آپ نے انہیں تقسیم کر دیا ایک روپیہ بھی اپنے پاس نہ رکھا۔

☆ حضرت محمد بن واسع رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جب آپ سے ملے تو دریافت کیا ذرا یہ تو بتایئے کہ خلیفہ کی رقم وصول کرنے کے بعد تمہارے دل میں اس کی محبت بڑھی یا نہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں محبت تو قدرے زیادہ ہوئی ہے۔

حضرت ابن واسع علیہ الرحمتہ نے فرمایا آہ! مجھے یہی خطرہ لاحق تھا آخر کار مال کی نحوست نے اپنا رنگ دکھا ہی دیا۔

حکایت: وہ میرا دشمن ہی رہے گا

بیان کرتے ہیں کہ بصرہ کے ایک بزرگ نے بادشاہ سے مال لیا اور تقسیم کر دیا لوگوں نے پوچھا! کیا آپ کو اس بات کا غم نہیں کہ اس کے باعث تجھے سربراہ سے محبت پیدا ہو جائے گی۔

وہ بولے یہ تو معمولی سی بات ہے اگر کوئی شخص میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت میں پہنچا دے اور پھر وہ برائی کی طرف راغب رہے تو میں اسے دشمن ہی تصور کروں گا مقصد یہ کہ بادشاہوں کے مال تقسیم کرنے سے ہمارے زہد و ورع میں کبھی کوئی رخنہ پیدا نہیں ہو سکتا اور حقیقت حال سے تو اللہ تعالیٰ آگاہ ہی ہے۔

باب ۵

حقوق العباد کی حفاظت؟

واضح ہو کہ! راہ حق کی منازل میں سے دنیا بھی ایک منزل ہے اور ہر ایک اس منزل پر گامزن ہے جب دار دنیا میں سبھی مسافر ٹھہرے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہر ایک کا سفر مقصد بھی ایک ہی ہے اور جب منزل مقصود ایک تو لازماً ہم سبھی یکساں ہیں۔

لہٰذا ہمیں آپس میں ایک ہونا چاہیے ایک دوسرے سے محبت و الفت اتفاق و اتحاد امداد و معاونت اور یگانگت کا رشتہ مضبوط بنانا چاہیے۔ ایک دوسرے کے حقوق کی محافظت کرنی چاہیے اس سلسلہ کی تشریح و وضاحت کو تین ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔

۱) ان احباء و رفقاء کے متعلق جن کی محبت اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہے اور اس کی شرائط!

۲) رفقاء کے حقوق

۳) مسلمانوں کے حقوق رشتہ داروں کے غلاموں کے حقوق

(باب ۱) اللہ تعالیٰ کے لئے احباء و رفقاء سے محبت؟

واضح ہو کہ کسی بھی شخص سے محض رضائے الٰہی کے لئے محبت و رفاقت اور برادرانہ تعلقات قائم کرنا عظیم عبادتوں اور بلند ترین مقامات میں شامل ہے جو دین کے لئے استوار کئے جائیں۔

marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کو جب کسی انسان کی بھلائی منظور ہوتی ہے تو وہ اسے اپنا محبوب بنالیتا ہے بالفرض کبھی وہ یادِ خداوندی سے غفلت کرنے لگتا ہے تو وہ اسے پھر یاد دلا دیتا ہے اور اگر از خود پہلے سے ہی ذکر الٰہی سے محبت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس میں مزید ذوق و محبت عطا فرما دیتا ہے۔

نیز فرمایا ''دو مسلمانوں کا باہم مل بیٹھنا بہت ہی مفید ہے اور ارشاد ہے جو کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو اپنا بھائی بنالیتا ہے تو اسے جنت میں ایسا بلند تر مقام عطا ہوگا جو کسی اور عبادت کرنے سے بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔

حکایت: حسن و جمال جیسے چودھویں کا چاند.....؟

حضرت ابو اویس خولانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا میں تیرے ساتھ محض خوشنودی اور رضائے خداوندی کے حصول کیلئے محبت رکھتا ہوں تو انہوں نے جواباً فرمایا۔ پھر میں تجھے بشارت سناتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روز قیامت عرش اعظم کے چاروں طرف نورانی تخت سجائے جائیں گے اور لوگوں کی ایک خاص جماعت ان پر جلوہ افروز ہوگی جن کے چہرے حسن و جمال سے ایسے منور ہوں گے جیسے چودھویں رات کا چاند منور ہوتا ہے۔ جب کہ ان کے برعکس دیگر لوگ دہشت اور پریشانی میں مبتلا ہوں گے اور وہ لوگ نہایت پرسکون' امن و عافیت کی دولت سے سرفراز ہوں گے یہی ہیں وہ لوگ جنہیں اولیاء اللہ کہا گیا ہے جن کے بارے ارشاد ہے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (سورہ یونس پ ۱۱)

آگاہ ہو جایئے بے شک' اولیائے الٰہی کو کسی قسم کا خوف و خطرہ اور غم نہیں ہوگا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مزید وضاحت کے لئے عرض کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایسے اولیائے خداوندی ہوں گے جو آپس میں اخوت و مودت اور بھائی چارے کے باعث دنیا میں رشتہ رفاقت اختیار کر چکے ہوں گے۔

نیز فرمایا ان میں اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ایمان دار محبوب تر ہوگا جس نے دوسرے سے زیادہ محبت کو اپنایا ہوگا یعنی ''المتحابون فی اللہ'' یعنی جنہوں نے محض اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں دوستی اختیار کی ہوگی۔

مزید ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھ پر حق ہے کہ میں انہیں اپنا محبوب بنالوں جو محض میری رضا کے لئے آپس میں ایک دوسرے کی زیارت و ملاقات کو آتے رہتے ہیں اور میری خوشنودی کی خاطر ایک دوسرے کی مالی معاونت کرتے رہتے ہیں اور میری رضا کے لئے ہی ایک دوسرے کی نصرت پر کمربستہ رہتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ندا فرمائے گا وہ لوگ کہاں ہیں جو صرف اور صرف میری رضا جوئی کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے آج جب کہ اس مقام پر سائے کا نشان تک نہیں میں انہیں اپنے دامن رحمت کے سائے میں لے لوں۔

حکایت: سات عظیم اشخاص.....؟

روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جب کوئی کہیں بھی سایہ نہ پائے گا تو سات قسم کے لوگ اللہ تعالیٰ کے کرم سے سایہ رحمت میں امن و سکون سے ہوں گے۔

marfat.com

(۱) عادل سربراہ (حاکم) (۲) جوان عابد (۳) مسجد اور نماز سے محبت کرنے والا۔
(۴) ایسے دو آدمی جو اللہ تعالیٰ کے لئے محبت و دشمنی اختیار کرنے والے۔
(۵) خلوت میں بھی یاد الٰہی سے جس کا دل معمور اور آنکھیں خشیت خداوندی سے پرنم رہیں۔
(۶) ایسا شخص جسے حسینہ جمیلہ خاتون دعوت گناہ دے اور وہ خوف الٰہی سے انکار کر دے۔
(۷) ایسا شخص جو دائیں ہاتھ سے صدقہ و خیرات دے مگر بائیں کو خبر تک نہ ہو۔ یعنی در پردہ رضائے خداوندی کے لئے اپنا مال و دولت صرف کرتا رہے۔

☆ نیز فرمایا جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی ملاقات و زیارت کے لئے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو اعلان کرتا جاتا ہے کہ اے اللہ کے بندے اللہ تعالیٰ نے تجھے جنت سے نواز دیا۔

حکایت: خدا کا دوست.....؟

روایت ہے کہ کوئی شخص اپنے دوست کی زیارت و ملاقات کے لئے گھر سے نکلا سر راہ ایک فرشتے نے اس سے دریافت کیا تم کہاں جا رہے! وہ آدمی بولا اپنے دوست کی زیارت و ملاقات کے لئے فرشتے نے کہا اس سے تجھے کیا غرض ہے۔ آدمی نے کہا اس کے علاوہ کوئی اور غرض نہیں۔

فرشتے نے پھر کہا کیا وہ تمہارا رشتے دار ہے؟ آدمی نے جواباً کہا نہیں میرا اس سے کوئی قریبی رشتہ نہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے محبت و الفت ہے۔ میں تو اس کے ہاں پھر اللہ تعالیٰ کے لئے بھی جاتا ہوں اور اسی کے لئے اس سے دوستی رکھتا ہوں۔ فرشتے نے کہا!

سنیے! اللہ تعالیٰ نے مجھے تیری طرف صرف اس لئے بھیجا ہے کہ میں تجھے بشارت سنا دوں کہ "اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جب سے تو نے اس شخص کو اپنا دوست بنا لیا ہے میں نے بھی تجھے اپنا دوست بنا لیا ہے اور ہم نے اپنے آپ پر واجب کر لیا ہے کہ تجھے جنت میں بھیج دیا جائے۔

مضبوط ترین دستاویز.....؟

ایمان کے سلسلہ میں مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے کسی مسلمان سے دشمنی دوستی رکھنا مضبوط ترین دستاویز کی طرح ہے۔

روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ میرے بندے کو کہہ دیجئے کہ تو نے زہد و عبادت میں تو تیزی دکھائی جس کے باعث دنیا کے دکھ درد سے رہائی کی امید رکھتا ہے نیز اس عبادت کے ذریعے تیری عزت اور تیرا مرتبہ بلند ہو۔ مگر کبھی تو نے یہ بھی سوچا ہے کہ جن بندوں سے میں محبت رکھتا ہوں ان سے محبت کی جائے اور جن سے میں دشمنی رکھتا ہوں ان سے دشمنی اختیار کی جائے؟

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کے تم دوست بننا چاہتے ہو تو دشمنان خدا سے کنارہ کشی اختیار کر لو! اگر اللہ

marfat.com

تعالیٰ کی قربت وقبولیت کے طالب ہو تو دشمنان خدا سے بائیکاٹ کیجئے اور اگر اللہ تعالیٰ کے رضا وخوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر غالب آ جاؤ!

حکایت: جن کا دیدار یاد الٰہی کا سبب ہو

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے دریافت کیا یا روح اللہ! ہمیں کیسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے؟ آپ نے فرمایا جن کا دیدار یاد الٰہی کا سبب ہو جن کی گفتار تمہارے علم میں ترقی کرے اور جن کا کردار آخرت کی رغبت دلائے۔

حکایت: اکیلے کیوں.....؟

اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام سے فرمایا! یہ تو بتایئے کہ لوگوں کو چھوڑ کر اکیلے یہاں کیوں بیٹھ رہے ہو؟ عرض کیا الٰہی تیری محبت نے دنیا و مافیہا سے بے نیاز کر دیا ہے اور مجھے سبھی دنیاداروں سے نفرت پیدا ہو چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اے داؤد علیہ السلام ذرا غور کر! اور اپنے دینی بھائی کو تلاش کرو! ہاں اگر کوئی دین سے برگشتہ ہو تو بے شک اس کے علیحدگی اختیار کر لو! اس لئے کہ وہ بد بخت دل کی سیاہی وتباہی کا باعث ہوتا ہے اور وہ میرے قرب سے دور لے جاتا ہے!

آگ اور برف؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بنایا ہے جس کا آدھا جسم آگ سے اور آدھا برف سے بنا ہوا ہے اور اس کی ہمیشہ سے یہی دعا ہے کہ الٰہی! جیسے تو نے آگ اور برف کے درمیان محبت پیدا فرما رکھی ہے یوں ہی اپنے بندوں میں محبت ودیعت فرما دے۔ (گو ان کی طبائع الگ الگ ہیں)

☆ نیز فرمایا جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے باہم دوستی رکھتے ہیں ان کے لئے جنت میں سرخ یاقوت کے پلنگ سجائے جائیں گے۔ جن پر وہ جلوہ افروز ہوں گے اور ان کے سروں کے اوپر ستر ہزار روشندان کھول دیئے جائیں گے جن سے وہ جنتیوں کا نظارہ کرتے رہیں گے اور ان کے چہروں کے انوار وتجلیات سے اہل جنت ایسے منور ہوں گے جیسے سورج کی شعاعوں سے اہل دنیا مستفیض ہوتے ہیں یہ منظر دیکھ کر بہشتی کہیں گے کہ بہشتیو! آؤ ان لوگوں کی زیارت کریں نیز انہیں جنت میں سبز مخمل کی پوشاکیں پہنائیں جائیں گی۔ نیز ان کی پیشانیوں پر درج ہوگا المتحابون فی اللہ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے دوستی رکھتے ہیں۔

☆ حضرت ابن سماک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوقت وصال یوں عرض کر رہے تھے! الٰہی! تو جانتا ہے کہ میں گناہگار ہوں! لیکن تیرے فرمانبردار بندوں کو میں نے ہمیشہ دوست بنائے رکھا ہے میرے اس عمل کو بطور کفارہ قبول فرمالے۔

☆ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں دوستی رکھنے والے جب دو شخص ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکراتے ہیں تو ان کے جسم سے ان کے گناہ گرتے ہیں جیسے پت جھڑ میں پتے گرتے ہیں۔

marfat.com

ب نمبرا

اللہ تعالیٰ کے لئے دوستی کی حقیقت؟

☆ واضح ہو کہ اگر کوئی شخص کسی کا رفیق کار، ہم سفر، ہم مکتب و ہم سبق، اہل محلہ ہونے کی بنا پر محبت و دوستی رکھتا ہے تو اس کا اس انداز دوستی رکھنا اس قبیلے میں شامل نہیں، جو دوستی محض اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے رکھی جاتی ہے۔

☆ نیز اگر تم کسی کو حسین و جمیل، خوبصورت اور شکیل دیکھتے ہوئے دوست بنا لیتے ہو یا اس کی باتیں دل موہ اور پیاری ہیں اس لئے اس سے پیار و محبت کرتے ہو تو یہ بھی محبت اور دوستی راہ خدا میں شمار نہیں ہوگی۔

☆ اور پھر اگر تو کسی شخصیت سے اس لئے پیار اور محبت رکھتا ہے کہ اس کے سبب تجھے عزت و شہرت نصیب ہوگی یا کسی قسم کی مطلب برآری کے لئے اس سے دوستی کی پینگیں بڑھاتا ہے تو ایسی دوستی بھی اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں ہوگی۔

☆ ایسی دوستی ان لوگوں کے درمیاں پیدا ہوتی ہے جن کا نہ خدا پر یقین کامل ہوتا ہے اور نہ ہی آخرت پر ایمان و اعتقاد۔

☆ وہ دوستی اور محبت جو صرف راہ خداوندی کے لئے پیدا ہوتی ہے وہ ایمان کے بغیر میسر ہی نہیں ہو سکتی اور اس سچی محبت کے دو جے ہیں۔

اولاً: یہ کہ کسی آدمی کو اس لئے دوست بنایا کہ اس سے دینی اغراض وابستہ ہیں جو ذات الٰہیہ کے لئے ہو! مثلاً اپنے استاذ محترم اس لئے محبت اور پیار کرے کہ وہ تجھے علوم دینیہ کی نعمت سے سرفراز کرتا ہے اور وہ علم بھی تو اس لئے حاصل کر رہا ہے کہ تیری عافیت ہو! نہ اس لئے کہ اس علم کے باعث دینوی مال و متاع کی راہ کھلے اگر یہ نظریہ ہوگا تو یہ دوستی بھی راہ خدا کے لئے نہیں ہوگی حصول علم سے بھی تیری دینوی مطلب برآری ہوگی تو یہ دوستی بھی دینوی ہوگی اللہ تعالیٰ کے لئے متصور نہیں ہوگی۔

☆ یوں ہی اگر استاذ محترم کی غرض شاگرد کو علم سکھانے سے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی مقصود ہوگی تو یہ دوستی اور پیار محض اللہ ی کے لئے ہوگا لیکن اگر شاگرد کو حصول جاہ و منصب کا ذریعہ بنا لے تو یہ دوستی و محبت راہ خدا میں شمار نہیں ہوگی۔

☆ اسی طرح اگر کوئی شخص صدقہ و خیرات سے دیتا ہے جو امین ہے اور اُسے کہتا ہے کہ ان شرائط کے مطابق اسے غرباء کین، مستحقین تک پہنچا دو اور وہ ان کی خدمت کرنے پر خوش ہوتا ہے کہ اس نے میری امانت کو حق داروں تک پہنچا کر یا اچھے اچھے انے پکوا کر انہیں خوش کیا اس بنا پر دوستی رکھتا ہے تو یہ راہ خدا کے لئے ہوگی۔

☆ یوں ہی کوئی شخص طلبائے دینیہ کو روٹی، کپڑا اور مکان اس لئے مہیا کرتا ہے کہ یہ دلجمعی اور فراغت سے علوم دینیہ اور عبادت اوندی کو بجا لائے گا تو یہ دوستی بھی اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے ہی شمار ہوگی بشرطیکہ اس طالب یا آدمی کا مقصد حصول علم ادت ہی ہو نہ کہ حیلے، بہانے سے دولت بٹورنے کی نیت رکھے اور عبادت کو ثانوی حیثیت دے کیونکہ بہت سے علماء اور عبادت گزار ارلوگوں سے محض مال حاصل کرنے کی غرض سے دوستی پیدا کر لیتے ہیں۔ حالانکہ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ وہ دونوں ہی اللہ تعالیٰ ے دوستی کا دم بھرتے ہیں۔

marfat.com

☆ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے اس لئے محبت' پیار اور دوستی اختیار کرتا ہے کہ یہ مجھے برائی بے حیائی و گمراہی سے بچاتی ہے اولاد دیتی ہے جو ذریعہ دعائے خیر بنتی ہے تو یہ بھی پیار اور دوستی راہ خدا میں ہی شمار ہوتی ہے اس بناء پر جو نان و نفقہ بیوی کو دے گا ثواب میں صدقہ کے برابر ہوگا۔

☆ یوں ہی اگر کوئی شخص اپنے شاگرد سے اس لئے دوستی و پیار کرتا ہے کہ یہ میری خدمت بجالاتا ہے جس کے باعث عبادت کرنے میں سہولت میسر ہوتی ہے تو یہ دوستی بھی راہ خداوندی میں شمار ہوگی اور طالب علم کے لئے باعث صواب و ثواب۔

ثانیاً: دوستی کے ایک درجے کی کیفیت سے آپ آگاہ ہو چکے اب دوسرے درجے کی طرف آیئے دوستی کا یہ درجہ نہایت عظیم ہے کیونکہ اس میں کسی سے کسی کی کوئی غرض وابستہ ہی نہیں۔ اس میں استاذی اور شاگردی کا کوئی تعلق ہی نہیں نہ پڑھنے یہ مقصود کہ دینی فراغت کا ذریعہ بنے یہ دوستی اور پیار تو صرف اس لئے کیا جارہا ہے کہ یہ بندۂ خدا اللہ تعالیٰ کا بڑا فرمانبردار ہے اسی لئے اس سے محبت و پیار کرتا ہے نیز اس لئے بھی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے اور میں بھی! لہٰذا یہ میرا دوست ہے پس حقیقتاً یہ دوستی راہ خدا میں شامل ہوگی اور اس درجے کی بلندی کا کیا کہنا اس لئے کہ یہ دوستی تو پیدا ہی محبت الٰہی کے لئے ہوتی ہے ایسی محبت جو عشق کی حد تک پہنچ چکی ہو جیسے کوئی شخص کسی پر عاشق ہو جائے تو معشوق کے گلی' کوچے' محلے اور در و دیوار کا بھی عاشق بن جاتا ہے دیار محبوب کے دیوار سے والہانہ شیفتگی اس کا شیوہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس گلی کے کتے بھی پیارے لگتے ہیں۔

☆ امام العاشقین حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم محبوب رب رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں تڑپتے ہوئے ایسے ہی بے لوث اور سچی محبت کا اظہار کرتے ہوئے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں استغاثہ پیش کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

سگت را کاش جامی نام بودے کہ آمد بر زبانت گاہے گاہے

میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم!

کاش کہ آپ کے کتے کا نام جامی ہوتا۔ کبھی کبھی جب آپ کی زبان اقدس پر "جامی کتے" کے الفاظ جاری ہوتے (تو کتنا اچھا آتا) (تابش قصوری)

☆ ہر وہ شخص جسے معشوق سے اور معشوق کو اس سے محبت و دوستی ہوتی ہے وہ بھی عاشق کو عزیز اور پیارے ہوتے ہیں۔

☆ محبوب کے ملازم' غلام' رشتہ دار' قریبی سبھی سے اسے پیار ہو جاتا ہے الغرض عاشق تو نسبت دیکھتا ہے جس قسم کی بھی نسبت اس کے معشوق سے ہوگی ان سب کی محبت عاشق کے رگ و ریشے میں سرایت کر جائے گی۔

☆ شدت عشق جیسے تیز ہوتی جائے گی اسی رفتار سے ان لوگوں کی محبت اس کے تن من میں موجزن ہوگی۔ جو معشوق کے ہوتے ہیں جسے جتنا تعلق محبوب سے خاص ہوگا محبّ کی طرف سے بھی اتنی ہی خصوصیت کا مظاہرہ ہوگا۔

☆ لہٰذا ایسے ہی جس شخص کی اللہ تعالیٰ سے دوستی درجہ عشق کا مقام بنالے گی تو وہ شخص بلا امتیاز تمام بندوں سے پیار کرے گا انہیں دوست رکھے گا اور انہیں تو اور بھی زیادہ دوست رکھے گا جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا دوست اور ولی بنا رکھا ہوگا۔

marfat.com

☆ خدائی عاشق نہ صرف اس کے بندوں سے ہی پیار رکھے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات اور مصنوعات کو بھی محبوب پائے گا لئے کہ جو کچھ اور جس جس چیز کا وجود اس دنیا میں پایا جاتا ہے وہ سبھی تو اس کے محبوب (اللہ تعالیٰ) کا ہی ہے اسی کی تخلیق اور اسی کی ئی ہے اسے عزیز ہے جیسے معشوق کا خط (کہ یہ اس کے ہاتھ کا تحریر فرمودہ ہے)

☆ پس یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سب سے سچے عاشق جناب احمد مجتبیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات برکات ہے چنانچہ بارہا مرتبہ دیکھا گیا جب کوئی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی خدمت میں نیا پھل حاضر کرتا تو آپ اس کا بہت ام فرماتے والہانہ انداز محبت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی آنکھوں پر لگاتے اور فرماتے اس کا عہد نمود اللہ تعالیٰ کے کتنا قریب ہے۔

☆ پھر اللہ تعالیٰ سے دوستی اور محبت کے مزید دو درجے ہیں (۱) دنیا اور آخرت کے لئے (۲) اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ان کے درمیان تیسری کوئی چیز نہیں اور یہ اس کی دوستی کی مکمل ترین صورت ہے جسے ہم تفصیلاً اس کتاب ''سنہری عبادت'' کے رکن چہارم ں محبت'' میں پیش کریں گے۔

☆ البتہ یہاں اختصار اً درج کئے دیتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کی محبت اور دوستی ایمانی قوت سے بے حد مطابقت رکھتی ہے یعنی جیسے ایمان مضبوط اور کامل ہوگا اسی قدر اللہ تعالیٰ ت میں دل میں مستحکم ہوگی اور بعدہٗ اولیائے کرام اور اس کے پسندیدہ بندوں کی محبت خانہ دل میں سرایت کرتی جاتی ہے۔

☆ اگر یہ محبت و دوستی عارضی ہوتی تو انبیاء و مرسلین' اولیاء کرام اور اس کے محبوب بندوں کی محبت ان کے اس دنیا سے تشریف نے کے بعد ختم ہو جاتی حالانکہ ان کی محبت آج تک بدستور قائم و دائم ہے ہر ایک کی محبت ہر مومن کے سینے میں پائی جاتی ہے لہٰذا عقل مند' متقین' اصفیاء' پارسا' علماء کرام اور ان کے غلاموں دوستوں سے اظہار محبت کرتا ہے تو محض اسی بناء پر کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ا اور محبوب ہیں لیکن یہ دوستی کس قدر اور کس مقام تک ہے یہ اندازہ ان کے مال و دولت کی قربانی سے لگایا جا سکتا ہے۔

جیسے ایک ایسا شخص جس کا اللہ تعالیٰ کی محبت اور دوستی میں ایمان اتنا مستحکم اور مضبوط ہو چکا ہوتا ہے کہ اس ذات کریم کے لئے گھر اثاثہ بیک مشت راہ خداوندی میں نثار کر دیتا ہے جیسے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر گھر اثاثہ مال و اسباب بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر کر دیا جب سرکار نے دریافت فرمایا گھر کیا چھوڑ آئے تو معاً ے)

پروانے کو چراغ تو بلبل کو پھول بس صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

(حضرت اقبال مرحوم)

☆ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ عاشق' راہ خدا میں اپنے گھر کا آدھا مال قربان کر دیتا ہے جیسے حضرت سیدنا عمر ابن خطاب اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا۔

☆ لیکن بعض ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی محبت و دوستی میں تمام کا تمام مال تو نہیں دے سکتے البتہ تھوڑا تھوڑا وہ بھی خلوص اور محبت ے رہتے ہیں اس لئے کا ان کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت اور دوستی سے بالکل خالی تو نہیں ہوتا۔

marfat.com

اللہ تعالیٰ کے لئے ''دشمنی'' کی حقیقت

واضح ہو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں سے محبت رکھتا ہے تو لازماً وہ ان لوگوں سے دشمنی بھی رکھے گا جو کافر، مشرک، فاسق و فاجر اور احکام خداوندی کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اس لئے کہ جب کوئی بھی کسی سے دوستی اختیار کرتا ہے تو اس کے دوستوں سے بھی محبت کرتا ہے اور اس کے دشمنوں کو دشمن جانتا ہے۔

چونکہ مذکور الصدر لوگوں یعنی کفار و مشرکین اور فساق اور نہ نافرمان لوگوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا اس لئے اللہ تعالیٰ کو بھی ایسے لوگوں سے دشمنی و عداوت ہوتی ہے پس اگر کوئی مسلمان فاسق و فاجر ہو تو اس کے فسق و فجور کے باعث اسے دشمن اور اس کے مسلمان ہونے کی بناء پر دوست سمجھے۔ یوں دشمنی و دوستی بھی جمع ہو سکتی ہے۔

انعام اور سزا

مثلاً ایک شخص کے دو بیٹے ہوں ایک فرمانبردار اور دوسرا نافرمان اس بناء پر ہر ایک کو انعام و اکرام عطا کرتا ہے جب کہ نافرمان کے باعث دوسرے کو سزا دیتا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ محبت کا باعث بھی کوئی چیز ہوتی ہے اور ناراضی کی بنیاد بھی کوئی عمل بنتا ہے اور یہ محال سی بات نہیں بلکہ یوں سمجھئے کہ ایک شخص کے تین بیٹے ہوں اور ان میں ایک قابل و ذہین اور فرمانبردار ہے دوسرا بے وقوف و احمق نافرمان جب کہ تیسرا احمق ہے مگر تابع فرمان ہے پس وہ ایک کو تو پیارا اور عزیز جانے گا دوسرے کو اپنا دشمن جب کہ تیسرے کو ایک وجہ سے پیارا اور دوسری وجہ سے ناپسند کرے گا۔

اس کے صحیح اثرات اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جب ہم اس شخص کو بیٹوں کے ساتھ عملاً برتاؤ کرتا دیکھیں گے ایک کے ساتھ اور عزت کے ساتھ پیش آئے گا دوسری کی بے عزتی کرے گا جب کہ تیسرے کو عزت و حقارت کے ملے جلے جذبات سے دیکھے گا۔

پس بعینہ جو شخص گناہوں کا مرتکب ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو تجھے یوں سمجھ لینا چاہیے کہ وہ تیری مخالفت پر اتر آیا لہٰذا تجھ پر لازم ہے کہ جتنی دیر وہ تیری مخالفت کرتا جائے تو بھی اتنی ہی دشمنی کا اس کے ساتھ مظاہرہ کر۔ اگر کبھی وہ اطاعت گزاری بستہ ہو جاتا ہے تو پھر تم بھی اس سے اتنی ہی محبت کا اظہار کرو اور یہ اظہار گفتگو، معاملات اور میل جول میں واضح طور پر ہونا چاہیے۔

اگر وہ معصیت شعار ہے تو اس سے اعراض کی سی کیفیت پیدا کرو گفتگو میں درشتی نمایاں ہو اور جس کا فسق و فجور واضح ہو اس سے دور رہنے کی کوشش کرو اور اگر حد سے بڑھنے لگے تو اس سے بائیکاٹ کی پالیسی اپناؤ، ہاں ظالم کے ساتھ فاسق سے بھی زیادہ نفرت کرو۔ البتہ اگر اس کا ظلم صرف تیری ذات تک محدود ہے تو تحمل و درگزر سے کام لو! تاہم اسلاف کا اس سلسلہ میں رویہ قدرے مختلف ہے یعنی بعض بزرگوں نے تو دین و عقیدے کی صلابت و سختی اور شریعت حقہ کی مقرر کردہ حدود اور سزاؤں کے باعث انتہائی شدت سے کام لیا ہے۔

نمونہ شدت روایات کی روشنی میں

ایسے ہی اکابر میں حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام آتا ہے جنہوں نے حارث محاسبی پر اس لئے سختی روا رکھی

marfat.com

نے معتزلہ کی تردید میں ایک کتاب قلمبند کی حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ انہوں نے علم الکلام میں کتاب ں لکھی کہ پہلے معتزلہ کی طرف سے جتنے اعتراض وشبہات تھے سبھی رقم کئے پھر ان کا جواب لکھا۔

لیکن اس بناء پر کوئی شخص کتاب کا وہ حصہ مطالعہ کرے جو اعتراض وشبہات پر مبنی ہے تو ممکن ہے وہ تمام اعتراض وشبہات اس کے ل پر نقش ہو جائیں لہٰذا وہ ان سے نفرت کرنے کی بجائے متاثر ہوگا پس ان کا اس رنگ میں کتاب کا رد منفی اثرات پر منتج ہوا۔ (پس وہ دنہ لکھتے تو اچھا تھا)

☆ حضرت یحییٰ بن معین رحمتہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ میں کسی شخص سے کوئی بھی چیز لینا اسب نہیں سمجھتا لیکن اگر سربراہ وقت دے تو کیا لے سکتا ہوں؟

آپ یہ سنتے ہی اس پر سخت ناراض ہوئے یہاں تک کہ انہوں نے یحییٰ بن معین سے بات چیت ترک کر دی حتیٰ کہ انہیں معافی گنا پڑی اور بولے میں نے تو یوں ہی مزاحاً کہا تھا۔ حضرت امام صاحب نے فرمایا رزق حلال کا حصول امور دینیہ میں شامل ہے اور ن سے ہنسی مذاق مت کیجئے۔

ے دیکھو نگاہ محبت سے دیکھو

ان کے برعکس بعض اسلاف ایسے بھی ہوئے ہیں جن کا معمول تھا کہ جسے دیکھو مہربانی اور محبت کی نظر سے دیکھو! کیونکہ معاملہ نیت ں ہے یعنی جس بندۂ خدا کی نگاہ توحید پر جمی ہوتی ہے وہ ہر ایک کو قہر خداوندی کے قبضہ میں دیکھتے ہوئے اسے محض بے بس اور مجبور ر کرتا ہے اور ان کی اس اضطرابی حالت پر ترس کھاتے ہوئے رحم وکرم کی نظروں سے دیکھتا ہے جو حقیقت میں اس موحد کے درجے ندی کا ثبوت ہے مگر اس میں احمق دھوکا کھا سکتے ہیں۔

مثلاً ایک آدمی مداہنت سے کام لے رہا ہے۔ مگر دیکھنے والے اسے گمان کرتے ہیں کہ یہ سچا موحد ہے جب کہ توحید کی علامت تو ہے کہ اگر اسے برا بھلا کہیں ماریں پیٹیں، مال ومتاع چھین لیں زبان درازی سے کام لیں، تو اسے قطعاً غصہ نہ آئے اور بدستور حسب دل نگاہ شفقت ومحبت سے ہی دیکھتا رہے جیسے رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً درس دیا۔ کفار نے آپ کا دندان مبارک شہید دیا اور خون بہہ کر رخ انور سرخ ہو گیا لیکن زبان اقدس پر یہ دعائیہ کلمات جاری تھے۔ **اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون** رحمتہ لعین نے ہنس کے فرمایا میں اس دہر میں قہر وغضب بن کر نہیں آیا۔

دعا یہ تھی الٰہی قوم کو چشم بصیرت دے　　الٰہی بے خبر انجان ہیں نور ہدایت دے

(حفیظ جالندھری مرحوم)

اس کے برعکس وہ شخص جو اپنی ذات کے لئے تو بڑا مستعد ہو اور جب معاملہ اللہ رب العالمین کی ذات والا برکات کا آئے سستی ے یا خاموش رہے تو یہ منافقت اور حماقت ہے۔ مگر موحدیت کا تو اس میں شائبہ تک نہیں لہٰذا جس شخص پر توحید کا اس اعلیٰ پیمانے پر نہ ہو اور فساق کا فسق اس کے دل پر دستک نہ دے کہ ایسے شخص کو دشمن خدا تصور کرے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا ایمان ت کمزور ہے اور وہ از خود فاسق کا دوست ہے۔

marfat.com

مثال کے طور پر اگر کوئی تمہارے دوست کو تمہارے سامنے برا بھلا کہے اور تم نفس سے مس نہ ہوں تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ تیری دوستی کی کوئی حقیقت و وقعت نہیں محض ریاکاری ہے اور بناوٹ ہے۔

فصل: دشمنان خدائے تعالیٰ

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی مختلف اقسام ہیں اور ان میں ہر ایک قسم کا دشمن الگ الگ سختی اور سزا کا مستحق ہے ان میں سب سے پہلی قسم کافروں کی ہے اگر یہ لوگ برسر پیکار ہو۔ اسلحات سے مسلح ہوں تو ان سے عداوت و دشمنی رکھنا فرض ہے اور ان کے ساتھ صرف یہی سلوک روا ہے کہ قتل کر دیں یا غلام بنالیں۔

☆ اور دوسری قسم میں ذمی آتے ہیں ان سے بھی دشمنی رکھنا فرض ہے اور معاملات میں انہیں حقیر و ذلیل سمجھا جانا چاہیے اور ان کی قطعاً عزت نہ کی جائے یہاں تک کہ چلنے پھرنے میں بھی ان پر نگاہ رکھی جائے اور ان سے دوستی اختیار کرنا تو مکروہ تحریمی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لا تجد قوماً یومنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ** (سورہ المجادلہ آیت ۲۲)

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔

ایسے دشمنان خدا اور رسول کو قابل اعتماد سمجھنا' انہیں افسر مقرر کرنا اور مسلمانوں پر حکم چلانے کے لئے مسلط کرنا اسلام اور مسلمانوں کو ذلیل و رسوا کرنے کے مترادف ہے جو کبائر میں شامل ہے۔

☆ تیسری قسم! بدعتی لوگوں کی ہے جو لوگوں کو جدیدیت کی تبلیغ کرتے ہیں ایسے لوگوں سے اظہار نفرت کرنا انتہائی ضروری ہے تا کہ عوام بھی ان سے نفرت و دشمنی اختیار کریں بہتر تو یہی ہے کہ ان سے سلام' دعا ہی نہ رکھیں نہ خود سلام کریں اور نہ ہی ان کے سلام پر جواب دیں کیونکہ ان سے بولنا اور بلانا فتنہ و فساد کا پیش خیمہ ہے ہاں اگر کوئی غیر موثر آدمی ہے اور لوگوں کو بدعت کی دعوت دینے میں سخت نہیں ہے تو اس سے قدرے نرمی کی جا سکتی ہے۔ (آج کل بدعتی کون ہیں اہل سنت و جماعت کے علاوہ جتنے بھی فرقے برصغیر پاک و ہند یا دیگر ممالک میں پائے جاتے ہیں سبھی بدعتی ہیں جہاں تک ممکن ہو ان سے اجتناب کریں۔ (تابش قصوری)

☆ چوتھی قسم ان لوگوں پر مشتمل ہے جن کے گناہوں سے لوگ پریشان ہوتے ہیں مثلاً جھوٹی شہادت دینا' عدل و انصاف نہ کرنا' افتراء اور الزام تراشی سے کام لینا' بلاوجہ خلاف حق دوسرے کی طرفداری کرنا' ہجو یہ شعر کہنا' مخلوق میں پھوٹ ڈالنا' دہشت گردی کرنا' جن لوگوں کی یہ قبیح صفتیں ہوں ان سے بچنا' سامنے آئیں تو سختی اور درشتی کا ان سے اظہار کرنا نیز ایسے بد باطن حضرات کو دوست بنانا نہایت ہی مکروہ عمل ہے تاہم حرمت کے درجہ تک نہیں! اس لئے کہ ظاہر اً شریعت میں انہیں حرام نہیں گردانا گیا۔

پانچویں قسم کے لوگ ایسے گنہگار ہیں جن کے افعال بد سے عوام کو کوئی تکلیف یا نقصان نہ پہنچے جیسے شرابی' جواری' فسق و فجور کے دلدادگان وغیرہ۔

ان لوگوں کا معاملہ قدرے آسان تر ہے انہیں نہایت عمدہ اور حکیمانہ انداز میں نصیحت کی جانی چاہیے۔ بشرطیکہ وہ پند و نصائح کی طرف کان دھریں۔ ورنہ بہتر ہے کہ دور رہیں البتہ سلام' دعا جاری رکھیں اور لعن طعن کی بھی چنداں ضرورت نہیں بیان کرتے ہیں کہ نبی

marfat.com

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں کسی شخص نے متعدد بار شراب پی لی تھی اس کے لئے کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لعنت کا کلمہ بول دیا اور کہا کہ یہ فتنہ کب تک برداشت کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منع کرتے ہوئے فرمایا اس کے لئے شیطان کی دشمنی کیا کم ہے؟ تجھے تو شیطان کا معاون نہیں بننا چاہیے۔

باب ۲

شرائط حقوق مصاحبت؟

واضح ہو کہ ہر شخص اس لائق نہیں کہ اس سے دوستی اور مصاحبت اختیار کی جائے کیونکہ مجالس و مصاحبت کے لائق تو وہی شخص ہو سکتا ہے جس میں یہ تین شرطیں پائی جائیں۔

☆ پہلی شرط! یہ کہ عاقل و بالغ اور باشعور ہو اس لئے کہ احمق کی صحبت فضول اور بیکار سی ہے کیونکہ آخر کار اس سے وحشت سی ہونے لگتی ہے کیونکہ احمق اگر تیرے ساتھ نیکی یا بھلائی کرنا بھی چاہے گا تو ممکن ہے اپنی حماقت اور بے وقوفی کے باعث کوئی ایسی حرکت کر گزرے کہ بجائے نفع کے نقصان سے دوچار ہونا پڑے۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ احمقوں سے دور رہنا ہی مفید ہے۔ بلکہ اس سے علیحدہ رہنا باعث ثواب اور اس کی قربت و صحبت گناہ کا موجب۔

احمق سے وہ شخص مراد ہے جو حقیقت حال سے بے بہرہ ہو۔ یعنی اس میں کسی بات کے سمجھنے کی صلاحیت ہی موجود نہ ہو اور جب سے کوئی بات سمجھانے کی کوشش کی جائے تو اس کے پلے کچھ نہ پڑے۔

☆ دوسری شرط! یہ کہ خوش اخلاق، خوش اطوار، نیک خو، نیک خصلت ہو کیونکہ بدخو سے نیکی اور سلامتی کی امید رکھنا عبث ہے۔ اس لئے کہ جب اس کی بدخوئی نمایاں ہوتی ہے تو اسے کسی کے حقوق کو پامال کرنے میں ذرہ بھر بھی ڈر نہیں ہوتا۔

☆ تیسری شرط یہ کہ! نیک اور صالح ہو اس لئے کہ جو معصیت کا رسیا ہو اسے خوف خدا نہیں ہوتا اور جس میں خدا خوفی نہیں اس کا اعتماد نہیں کیا جا سکتا! ارشاد باری تعالیٰ ہے: **ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه** ۝ ایسے شخص کی طرف توجہ نہ فرمایئے جس کو ہم نے اپنے ذکر سے محروم کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہشات کا تابع ہے۔ (سورۃ الکہف آیت ۲۸)

نیز بدعتی سے پرہیز کریں اس لئے کہ بدعت دوسروں کو متاثر کر دیتی ہے اور اس کی نحوست دوسروں کے لئے شامت اعمال ہے اور آج کل جیسی بدعت شہرت پکڑ رہی ہے اس سے بڑی بدعت شاید ہی کسی زمانے میں پائی گئی ہو وہ یہ کہ بدعتی بدعت کا پرچار بھی کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ کہے جاتے ہیں کہ ہم تبلیغ دین کر رہے ہیں اس لئے جو جس کام میں مصروف ہے رہنے دو! کیونکہ ہم کسی کے دشمن تھوڑے ہیں گو وہ فسق و فجور میں ہی کیوں نہ مبتلا ہوں، اور نہ ہی ہم ان پر حکمران ہیں کہ وہ ہمارا حکم مانیں! لہٰذا جو کوئی جس کام میں مصروف ہے بس کرنے دو! کسی کو کسی سے کیا غرض؟

یہ اباحت کا وہی بیج جس سے زندیقیت کا پودا پھوٹتا ہے اور پھر اسی سے بدترین بدعت کا پھل پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس قسم کے تبلیغی لوگوں سے کسی قسم کا واسطہ نہیں رکھنا چاہیے اور یہ مشن شدت و موافقت کے مابین ہے ورنہ ایسے مبلغین کی معاونت سے شیطان کا ایسے

marfat.com

عقیدے کو لوگوں کے دلوں میں راسخ کر دینا نہایت آسان ہے نیز صریحاً مباح کہہ دینے میں تو دل میں یہ بات بآسانی جاگزیں ہو جائے گی۔

حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان؟

بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے پانچ آدمیوں سے بچنا چاہیے۔

(۱) کاذب یعنی جھوٹے آدمی سے کیونکہ اس سے ہمیشہ فریب کھانے کا خطرہ ہے۔

(۲) احمق سے کہ وہ تیرے فائدے کی بات کہے مگر رزلٹ غلط نکلے گا۔

(۳) بخیل سے یہ عین موقعہ پر ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔

(۴) بزدل سے وقت پڑنے پر کنارہ کشی اختیار کرلے گا۔

(۵) فاسق سے یہ ایک لقمے یا اس سے بھی کم تر پر تجھے فروخت کرنے سے بھی گریز نہیں کرے گا۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے دریافت کیا "لقمے سے کم تر" کا مطلب کیا ہے آپ نے جواباً فرمایا! محض حرص و آرزو اور لالچ ہے۔

حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نیک خو فاسق' کی صحبت بداخلاق قاری سے بہتر ہے۔

واضح ہو کہ یہ تمام خصائل و شمائل بیک وقت کسی میں جمع نہیں ہوتے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ مصاحبت سوچ' سمجھ کر اختیار کی جائے اور مصاحبت سے مراد فقط انس و محبت ہے تو کسی نیک و عمدہ اخلاق انسان سے کی جائے اگر صحبت سے مقصود! دین کا حصول ہے تو ایسے صداقت شعار عالم دین کو تلاش کیا جائے جو متقی' پرہیز گار (اور صحیح العقیدہ سنی) ہو!

اور اگر صحبت سے دینوی مقاصد کا حصول ہو تو پھر اہل سخا اور رحم دل صاحب دولت کو تلاش کرو! کیونکہ ہر مقصد مختلف شرائط سے وابستہ ہے نیز یہ بھی یاد رکھئے کہ لوگ تین طرح کے پائے جاتے ہیں۔

بعض تو غذا کی مانند ہوتے ہیں ان کی مصاحبت لازمی ہے بعض دوا کی طرح جن کی گاہے گاہے ضرورت پڑتی ہے اور بعض بیماری کی مثل جن کی قطعاً ضرورت ہی نہیں ہوتی لیکن ایسے لوگ بھی ہیں جو ان کی صحبت میں پھنسے ہوئے ہیں حالانکہ ان کے لئے ضروری ہے کہ ایسے لوگوں سے بچاؤ کی تدابیر اختیار کی جائیں۔ القصہ! یاری' دوستی' رفاقت اور مصاحبت ایسے لوگوں سے رکھئے جن سے تمہیں اور انہیں دینی منافع کی امید ہو۔

حقوق اخوت و رفاقت

واضح ہو کہ جب اخوت و رفاقت اختیار کر لی جائے تو اس کی مثال عقد نکاح کی سی ہے۔ جس میں خصوصی حقوق پائے جاتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو بھائیوں کی مثال دونوں ہاتھوں کی ہے جو ایک دوسرے کو صاف و شفاف رکھتے ہیں اور برادرانہ روش اور دوستانہ تعلق کے حقوق دس قسموں پر منقسم ہیں۔

marfat.com

(۱) پہلی قسم مال سے متعلق ہے اور اس کا درجہ عظیم تر ہے وہ یہ کہ دوست کے حق کو اپنے حق پر مقدم سمجھے جیسے کہ انصار مدینہ کے حق میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ وہ دوسروں پر ایثار کرتے ہیں اگر چہ انہیں ذاتی طور پر اشد ضرورت ہو۔ (سورۃ الحشر آیت ۹)

نیز اس کی ضرورت کو اپنی ہی ضرورت تصور کرے اور اپنے مال کو مشترکہ اور کم ترین درجہ یہ ہے کہ اسے اپنے غلام یا نوکر کی طرح سمجھے پھر جو چیز اپنی ضرورت سے زائد دیکھے ان کے سپرد کر دے البتہ یہ سپردگی ان کی طلب کے بغیر ہونی چاہیے اس لئے کہ جب مانگنے پر معاملہ پہنچ جائے تو یہ دوستی کے زمرہ سے باہر نکلتا ہے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس کے دل سے دوست یا بھائی سے ہمدردی اور معاونت کا احساس ختم ہو چکا ہے اور اس قسم کی حمیت و مروت برائے نام ہے جس کی کوئی اہمیت و وقعت نہیں۔

چنانچہ بیان کرتے ہیں کہ عتبہ بن غلام نے اپنے ایک دوست سے چار ہزار روپے طلب کئے اور کہا کہ مجھ پر ایک مشکل آ پڑی ہے وہ بولے آپ کو دو ہزار روپے دے دیتا ہوں عتبہ نے نفرت سے منہ پھیرتے ہوئے کہا دعویٰ کرتے ہو اللہ کے لئے دوستی کا اور ترجیح دنیا کو دے رہے ہو۔

حکایت: حضرت ابوالحسن نوری نے کہا پہلے مجھے قتل کرو؟

بیان کرتے ہیں کہ بعض فسادیوں نے چند بزرگوں کے خلاف خلیفہ وقت کے کان بھرے یہاں تک کہ خلیفہ نے ان کے قتل کا حکم نافذ کر دیا جن میں حضرت ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ بھی تھے جب کہ ان کے قتل کی باری سب سے آخر تھی مگر ان سے رہا نہ گیا اور جلاد کے سامنے سب سے پہلے اپنے آپ کو پیش کر دیا خلیفہ نے آپ سے دریافت کیا تم اتنے بے تاب کیوں ہو؟ جب کہ تمہارے قتل کا ابھی وقت نہیں آیا۔

آپ نے فرمایا یہ میرے دینی بھائی ہیں جنہیں تم نے قتل کر دینے کا حکم کیا ہے میں نے سوچا زندگی کے چند لمحات ہی تو باقی ہیں کیوں نہ ان پر نثار کر دوں' خلیفہ نے جب آپکے اس عجیب ترین ایثار کو دیکھا تو کہا ایسے ایثار پیشہ اور با مروت بزرگوں کو قتل نہیں کیا جاتا یہ کہتے ہوئے تمام کو رہا کر دیا۔

حکایت: اور اس نے کنیز کو آزاد کر دیا؟

بیان کرتے ہیں کہ "فتح موصلی" اپنے ایک رفیق صادق کے گھر گئے مگر ان کے دوست گھر پر نہیں تھے اس کی کنیز سے کہا اپنے آقا سے نقدی کا بریف کیس لائیں وہ نقدی کا صندوقچہ اٹھا لائی فتح موصلی نے حسب ضرورت اس سے کچھ رقم لی اور چل دیئے جب اس کے دوست کا گھر آنا ہوا تو کنیز نے تمام ماجرا کہہ سنایا وہ سنتے ہی اتنے خوش ہوئے کہ کنیز کو آزاد کر دیا۔

حکایت: تشریف لے جایئے ابھی بھائی چارے کا نام نہ لیں

بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک صاحب آئے اور کہنے لگے میرا دل چاہتا ہے ہم آپس میں برادرانہ رویہ اپنا لیں آپ نے فرمایا کیا تجھے برادر خوانگی کے حقوق و شرائط معلوم ہیں اس نے کہا مجھے تو ان حقوق کی خبر نہیں۔

marfat.com

آپ نے فرمایا ان میں سے ایک یہ ہے کہ تو اپنے سونے' چاندی اور مال ومتاع پر مجھے مقدم سمجھے یعنی جو تیرا مال ہے ان میں میرا اسی طرح حق ہوگا جیسے تمہارا وہ بولا ابھی تو میں اس معاملہ کو اپنانے کی استطاعت نہیں رکھتا آپ نے فرمایا بس پھر تشریف لے جایئے بھائی چارہ اختیار کرنا تمہارے بس کی بات نہیں۔

حکایت: بکری کی سری جہاں سے چلی دوبارہ وہیں پہنچ گئی؟

بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی نے اپنے رفیق مکرم کے گھر بکری کی بھنی ہوئی سری بھیجی کہ وہ اس کا زیادہ مشتاق اور حاجت مند ہے لہٰذا وہ مجھ سے زیادہ حقدار ہے چنانچہ اس کے ہاں سری بھیج دی مگر اس نے کسی دوسرے دوست کو اپنے سے زیادہ مستحق سمجھا اور اس کے ہاں بھیج دی۔ لیکن اس شخص نے اپنے سے زیادہ اور صاحب کو حقدار جانا اور سری اس کے پاس روانہ کردی اور یہ وہی شخص تھا جس نے سب سے پہلے ایثار کرتے ہوئے بھیجی تھی۔

حکایت: اور دونوں نے ایک دوسرے کا قرض چکا دیا

بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسروق اور حیثمہ کی آپس میں سچی دوستی تھی اور دونوں (کسی کے) مقروض تھے (جب ایک دوسرے کا ہاتھ کھلا ہوا) تو دونوں نے ایک دوسرے کا قرض چکا دیا مگر پتہ نہ چلا کہ ان کا قرض کس نے ادا کیا!

☆ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے سچے دوست پر بیس روپے خرچ کرنا فقراء پر ایک سو روپے خرچ کرنے سے بہتر ہے۔

حکایت: سیدھی اور ٹیڑھی مسواک؟

سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار جنگل سے دو مسواکیں کاٹیں ایک سیدھی اور ایک ٹیڑھی تھی اور ان میں سے جو مسواک سیدھی تھی اپنے رفیق سفر ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس صحابی نے عرض کیا سرکار یہ سیدھی مسواک آپ استعمال میں لائیں۔ ٹیڑھی مجھے عطا فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صحبت اگرچہ ایک لمحہ کے لئے ہو حقوق صحبت کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے کیونکہ دو شخصوں کی محبت وصحبت اگرچہ ایک ساعت بھر کی ہو سوال کیا جائے گا کیا تم نے حق صحبت ادا کیا ظاہر ہے کہ اس سے مراد ایک دوسرے پر ایثار کا مظاہرہ کرنا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک تر وہی انسان ہوگا جو ایک دوسرے سے مروت واخوت اور محبت ورفاقت کا زیادہ مظاہرہ کرے گا۔

(۲) دوسری قسم یہ ہے کہ دوست کی ضرورت کو پورا کرنے میں ہر ممکن معاونت کرے اور اس کے سوال کا منتظر نہ رہے اس کی خدمت خندہ روئی اور خلوص قلب سے بجالانے کی کوشش کرے اولیائے کرام کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ اپنے رفقاء کے گھر جا کر ان سے دریافت کیا کرتے زندگی کیسی گزر رہی ہے گزر اوقات کیسے ہو رہے ہیں کیا ایندھن' آٹا' نمک' مرچ' گھی وغیرہ دیگر ضروریات زندگی کی اشیاء ہیں یا نہیں؟

اپنے رفقاء کی ضروریات کو اپنی ضرورت تصور کرتے اور انہیں پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ان کی خدمت بجالا کر پھر ان کا

marfat.com

ہی شکریہ ادا کرتے۔

☆ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دوستوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے ہمیں رفقاء اپنے اہل وعیال سے بھی زیادہ عزیز ہیں اس لئے کہ احباء ورفقاء دین کی یاد دلاتے ہیں جب کہ اہل وعیال دنیا کی طرف رغبت دلاتے ہیں۔

☆ حضرت عطارؒ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ہر تیسرے دن اپنے دوستوں سے ملتے رہو بیمار ہوں تو عیادت کرو ضرورت مند ہوں تو ان کی حاجت برلاؤ اور اگر وہ بھول چکے ہوں تو یاددہانی کراؤ!

☆ حضرت جعفر بن محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان ہے میں اپنے مخالف کی ضرورت پوری کرنے میں بہ عجلت کام اس لئے کر لیتا ہوں کہ دوست کے حقوق کے بارے سوچ وبچار کروں کہ اسے اس وقت کونسی ضرورت لاحق ہے تاکہ پوری کرسکوں۔

☆ سلف صالحین میں سے ایک بزرگ نے اپنے منہ بولے بھائی کی وفات کے بعد اس کے اہل وعیال کی چالیس سال تک کفالت کرتے رہے اور حق دوستی کو لحہ بھر کے لئے بھی فراموش نہ کیا۔

(۳) تیسری قسم! زبان سے تعلق رکھتی ہے یعنی اپنے منہ بولے بھائی کو ہمیشہ نیکی سے یاد کرے اس کے عیوب ونقائص کی پردہ پوشی کرے اس کی عدم موجودگی میں کوئی غیبت یا عیب جوئی کرنے لگے تو اسے منہ توڑ جواب دے اور یوں تصور کرے کہ اس کا دوست موجود ہے اور وہ ساری کاروائی سن رہا ہے اس کے عیب جو کو ایسے جواب دے جیسے وہ خود دینا چاہے گا۔ اس کے مخالف سے زیادہ نہ الجھے کیونکہ بحث ومباحث میں کئی غلط قسم کی باتیں سننا پڑیں گے۔

اپنے دوست کے راز کو کبھی فاش کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اس کے عزیز واقارب کی بھی چغلی نہ کھائے اگر کوئی دوسرا شخص دوست کے متعلق نازیبا گفتگو کرے تو اسے اپنے دوست تک نہ پہنچائے کیونکہ اس عمل سے وہ پریشان ہوگا البتہ اس کے متعلق کوئی تعریفی کلمات یا اچھی باتیں کہے تو اس تک پہنچائے تاکہ اس کا دل خوش ہو کسی معاملہ میں حسد نہ کرے اگر بالفرض اپنے دوست سے سمجھتے ہوئے اپنی کوتاہیوں کو پیش نظر رکھے جو اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانے میں اس سے ہوتی رہتی ہیں نیز یہ گمان کرے کہ انسان تو خطاء ونسیان کا پتلا ہے اس لئے اسے اب کوئی بے عیب آدمی جہاں بھر میں ڈھونڈے سے نہیں ملے گا اگر اس قسم کا کوئی متلاشی ہو تو اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ ہر ایک سے میل جول ختم کرکے عافیت کے کونے میں الگ الگ بیٹھ جائے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن ہمیشہ معذرت میں اور منافق عیب جوئی میں لگا رہتا ہے۔ دوست کے لئے تو لازمی ہے کہ اپنے ساتھی کی ایک نیکی کے اظہار کی بجائے اس کے دس عیوب ونقائص پر پردہ ڈالے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے دوست سے دور رہنا ہی بہتر ہے جو عیب ظاہر کرنے میں جلد بازی سے کام لیتا ہے جب کہ اچھائی کے اظہار کی بجائے چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔

☆ دوست کے لئے مناسب ہے کہ اگر کسی بات پر وہ معافی کا خواستگار ہو تو نیک گمان کرتے ہوئے اسے معاف کردے خواہ مخواہ بدظن نہ ہو کیونکہ بلاوجہ بدگمانی حرام ہے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ایک ایماندار کی چار چیزیں دوسرے ایماندار پر حرام ٹھہرائی ہیں۔

marfat.com

(۱) مال' (۲) خون' (۳) غیبت' (۴) بدظنی

حکایت: جو آدمی محو خواب ہو اور.....؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک بار لوگوں سے فرمایا بھلا یہ تو بتاؤ ایسے شخص کے بارے تم کیا کہو گے جو اپنے بھائی کو محو خواب دیکھے اور اس کی شرمگاہ سے کپڑا اہٹا کر اسے ننگا کر دے؟ لوگوں نے عرض کیا! یا روح اللہ! بھلا ایسا کون کر سکتا ہے؟ فرمایا اگر مجھ سے پوچھتے ہو تو سنو! جب تم اپنے کسی بھائی کا کوئی عیب دیکھتے ہو تو اسے ظاہر کرنے میں ذرا سی بھی دیر نہیں کرتے ہو۔ بلکہ اسے خوب مزا دیتے ہو تا کہ تشہیر ہو! اور جس نے ابھی تک نہیں سنا وہ بھی سن سکے (تو اپنے بھائی کے عیب پر پردہ نہ ڈالنا ایسے ہی ہے جیسے اسے ننگا حالت میں ننگا کر دینا)

دوستی کا طریقہ.....؟

بزرگان دین فرماتے ہیں اگر تم کسی کو اپنا دوست بنانا چاہتے ہو تو آزمانے کی خاطر اس پر کسی نہ کسی طرح غصے کا اظہار کرو! پھر پوشیدگی میں کسی کو اس کے پاس بھیجو اگر وہ تمہاری ناراضگی یا غصے کا راز فاش کر دے تو وہ شخص دوست بنانے کے قابل نہیں۔

☆ نیز فرماتے ہیں اگر کسی کو تو دوست بنانا چاہتا ہے تو ایسے شخص کو منتخب کر جو تیرے بارے اتنا ہی جانتا ہو جتنا خدا تعالیٰ (یعنی اللہ تعالیٰ جاننے کے باوجود ہماری اچھی بری باتوں کو ظاہر نہیں فرماتا تو دوست کو بھی اپنے دوست کی احمقانہ بری باتوں کو ظاہر نہیں کرنا چاہیے) بلکہ تیرے عیوب و نقائص پر ایسے ہی پردہ ڈالے جیسے اللہ تعالیٰ پوشیدہ رکھتا ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص نے اپنے دوست سے کوئی رازدارانہ بات کہی اور پھر چند دن بعد اس سے دریافت کیا' کیا تمہیں وہ بات یاد ہے اس نے جواباً کہا نہیں؟ میں نے تو اسی وقت بھلا دی تھی! جب تم نے کہی تھی!

☆ جو آدمی چار مواقع پر تجھ سے اعراض کرے وہ بھائی چارے اور مصاحبت و دوستی کے لائق نہیں ہے۔

(۱) بوقت رضا! (۲) بوقت غضب! (۳) بوقت طمع (۴) بوقت ہوا و ہوس

یعنی نہ تیری خوشی میں شامل ہو اور نہ تیری ناراضگی برداشت کر سکے اور حرص و آرزو' طمع اور لالچ میں آ کر تیرا ساتھ چھوڑ دے اور ہوا و ہوس اور خواہشات نفسانیہ میں مبتلا ہو کر حق دوستی کو پس پشت ڈال دے۔ جب کہ دوستی اور رفاقت کا تقاضا تو یہ ہے کہ کسی بھی وقت اور کسی بھی حالت میں حقوق دوستی فراموش نہ کرے۔

☆ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا دیکھنا! حضرت سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمہیں اپنی قربت سے نواز رکھا ہے اور اکابر صحابہ سے تجھے مقدم کیا ہے خبردار! بھول کر بھی ان پانچ امور سے غافل نہ ہو جانا!

- آپ کے کسی راز کو دوسروں پر ظاہر نہ کرنا
- آپ کے سامنے کسی کی عیب جوئی اور غیبت نہ کرنا

marfat.com

آپ کے سامنے کبھی جھوٹ نہ بولنا

آپ کے حکم کی قطعاً خلاف ورزی نہ کرنا

نیز کبھی خیانت سے کام نہ لینا

واضح ہو کہ دوستی کو ختم کرنے کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی ایسی بات نہیں کہ دوست سے گفتگو کرتے وقت اظہار اختلاف کریں اور مناظرہ شروع کر دیں۔ اس لئے کہ رفیق محترم کی بات کاٹنے کا ایک ہی مطلب ہے کہ عملاً تو اسے جاہل واحمق اور اپنے آپ کو عالم و فاضل اور دانش مند تصور کر رہا ہے اور متکبرانہ رنگ اختیار کرتے ہوئے اسے حقیر سمجھتا ہے حالانکہ یہ سبھی باتیں دشمنی پر مبنی ہیں دوستی کا ان سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دوست سے کسی بات میں اختلاف نہ کرو اس کا مذاق نہ اڑاؤ' اور اس کے ساتھ وعدہ ایفاء کرو!

☆ بزرگان دین فرماتے ہیں جب دوست' دوست سے کہیں جانے کی آرزو کرے تو اسے فوراً چلنا چاہیے کیونکہ اگر دریافت کرنے لگے' کہاں چلیں گے' کیا کام ہے؟ تو یہ باتیں شرائط دوستی کے برعکس ہیں اور وہ شخص دوست بنانے کے لائق نہیں۔

☆ حضرت ابوسلیمان درانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں میرا ایک دوست تھا میں نے جیسے ہی کوئی چیز اس سے طلب کی فوراً اس نے حاضر کر دی! ایک مرتبہ میں نے کہا مجھے فلاں چیز مطلوب ہے اس نے پوچھا! کتنی چاہیے؟ اس نے اس کہنے سے میرے دل میں جو دوستی کی شیرینی اور مٹھاس تھی وہ ختم ہو کر رہ گئی۔ بہرحال یہ بات اچھی طرح جان لو کہ محبت صرف موافقت و مطابقت سے برقرار رہتی ہے۔

☆ چوتھی شرط یہ ہے کہ اذا احب احدکم اخاہ فلیخبرہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے محبت رکھتا ہو تو اسے آگاہ کر دینا چاہیے۔ اخوت و محبت و رفاقت کا زبانی طور پر بھی اظہار کیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "جس سے دوستی رکھو اسے بتا دیں کہ میں تجھے دوست رکھتا ہوں اور اس فرمان والا شان سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اس کے دل میں بھی جذبہ محبت و الفت پیدا ہو اس طرح فریقین میں محبت ڈبل ہو گی اور احباء و رفقاء کے احوال زبانی طور پر معلوم کرتے رہیے یعنی غمی و خوشی میں برابر شریک ہوں اور اپنی مسرت و ہمدردی کے اظہار میں یوں کہیے کہ میں تمہاری خوشی و غمی میں شریک ہوں جب اسے کسی تکلیف میں دیکھے تو اسے واضح کرے کہ مجھے بھی اتنا ہی دکھ پہنچا ہے جتنا کہ تجھے اور اس کے رنج و راحت کو اپنی تکلیف محسوس کرے اور جب بھی دوست کو بلایا جائے عمدہ نام و لقب سے مخاطب ہوں۔ اگر اس کا کوئی لقب ہے تخلص یا کنیت ہے تو اس سے پکارا جائے۔

☆ حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں دوستی تین باتوں سے استحکام پکڑتی ہے۔ (۱) اپنے دوست کو عمدہ نام سے پکارا جائے (۲) پہلے سلام کرے' (۳) خود بیٹھنے سے پہلے اسے بیٹھنے کا موقع دیا جائے۔ نیز اس میں اتنا اضافہ اور بھی کیا گیا ہے کہ دوست کی عدم موجودگی میں اس کی تعریف کی جائے جس سے اسے فرحت و انبساط حاصل ہو نیز اس کے بچوں سے بھی محبت و الفت کا مظاہرہ کرتا رہے۔ کیونکہ دوستی میں اس کے بڑے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

marfat.com

دوست کی طرف سے جو بھی نیکی دیکھے اس کا شکریہ ادا کرے۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص دوست کے اچھے کام پر اظہار تشکر نہیں کرتا وہ عمومی طور پر نیک کاموں کے سرانجام دینے پر بھی شکر بجا نہیں لاتا۔ نیز اس کی عدم موجودگی میں بھی دوست کی امداد کرتا رہے یعنی اگر دوست کو برا کہے تو اسے فوراً ٹوکے اور اس کی تردید کرے اور اسے اسی طرح لازمی سمجھے جیسے اپنے لئے ضروری جانتا ہے۔

اور وہ شخص تو نہایت کمینہ اور سنگدل ہے کہ اس سامنے دوست کی تنقیص اور عیب جوئی ہو اور یہ خاموشی سے سنتا رہے یہ تو پھر یوں ہی ہوا کہ اس کے دوست کو مار پڑ رہی اور یہ تماشا دیکھ رہا ہے۔

تماشا دیکھنے والے تماشہ خود نہ بن جانا

کسی کا کہنا ہے کہ میرے دوست کی عدم موجودگی میں جب بھی کسی نے اس کے متعلق بات کی تو میں نے یہی سمجھا کہ وہ خود سن رہا ہے اور میں نے کہنے والے کو ویسے ہی جواب دیا جیسے وہ خود دیا کرتا ہے۔

کاش کہ برادران دین بھی ان بیلوں کی طرح ہوتے.....؟

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو بیل بندھے ہوئے دیکھے اور پھر دیکھا کہ ایک کھڑا ہو رہا ہے تو دوسرا بھی فوراً کھڑا ہو گیا آپ یہ منظر دیکھتے ہی رو پڑے اور فرمایا کاش کہ برادران اسلام بھی ایسے ہی ہوں جو اٹھنے بیٹھنے میں ایک دوسری کی موافقت کرتے۔

☆ پانچویں شرط یہ ہے کہ اگر دوست دینی علوم سے بے بہرہ ہے تو اسے ان امور کی تعلیم دی جائے جن کی شرعاً اشد ضرورت ہے اس لئے کہ اسے دنیا کی تکلیف سے بچانے کی بجائے آتش جہنم سے بچانا زیادہ اہم ہے اگر تعلیم و تبلیغ کے بعد آپ محسوس کرتے ہیں کہ وہ عمل پیرا ہونے سے گریزاں ہے تو اسے نصیحت کریں اچھی طرح سمجھانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ڈرائیں۔ لیکن یہ تمام پند و نصائح علیحدگی میں کریں کیونکہ الگ تھلگ سمجھانا شفقت و مہربانی پر دلالت کرتا ہے جب کہ دوسروں کے سامنے اس کی ذلت و رسوائی کا باعث ہے اور جب بھی کوئی نصیحت کی جائے نہایت نرمی اور تحمل سے کریں کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المومن مرآۃ المومن مومن، مومن کا آئینہ ہے یعنی ایک دوسرے کی خامیاں اور کمزوریاں ایک دوسرے کے ذریعے معلوم ہوتی ہیں۔

اگر تمہارا دوست تمہاری خامیوں اور کمزوریوں کو خلوت میں ظاہر کرے تو اس کا ممنون احسان اور شکر گزار ہونا چاہیے نہ کہ غصہ دکھائے ورنہ یہ تو وہی صورت ہوگی کہ کوئی صاحب کہے تیرے کپڑوں میں سانپ یا بچھو ہے تو وہ بجائے اس کے کہ اپنا دفاع کرے الٹا بتانے والے سے ناراضگی کا اظہار کرنے لگے۔ حقیقت میں انسان کے عیوب و نقائص سانپ اور بچھو ہی تو ہیں فرق صرف اتنا سا ہے کہ ان کا کاٹنا جہان قبر میں ہوگا۔ جن کا زخم اس کی روح پر ہوگا جب کہ ظاہری سانپ اور بچھو کے زخم تو جسم پر ہی لگتے ہیں۔

☆ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شخص کے لئے یوں دعا گو رہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائے جو مجھے میرے عیوب کا تحفہ دے۔

☆ حدیث سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آئے۔ تو فرمایا اے مسلمان! سچ سچ بتایئے آپ نے میرے بارے کیا دیکھا اور سنا؟

marfat.com

انہوں نے کہا! آپ اس سلسلہ میں مجھے معاف رکھیں! فرمایا نہیں؟ تمہیں کچھ نہ کچھ بتانا ہی پڑے گا؟ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصرار فرمایا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے آپ کے دستر خوان پر دو ڈشیں ہوتی ہیں اور آپ دو کرتے پہنتے ہیں ایک دن میں اور ایک رات کو!

آپ نے فرمایا یہ دونوں باتیں میرے عمل میں نہیں ہیں! اس کے بعد آپ نے مزید کہا ان کے علاوہ کوئی اور سنا! انہوں نے کہا! نہیں!!

☆ حضرت حذیفہ مرعشی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت یوسف اسباط کو خط ارسال کیا کہ تم نے اپنے دین کو دو پیسے میں بیچ ڈالا ہے! یعنی تم بازار میں گئے اور دوکاندار سے کوئی چیز طلب کی جس کی اس نے قیمت تین روپے مانگی مگر تم نے کہا میں تو دو پیسے دوں گا! دکاندار نے تمہارے تعارف اور واقفیت کی بنا پر وہ چیز دو پیسے میں ہی تجھے دے دی! اور اس نے یہ عمل تمہاری دینداری اور نیکی کی بنا پر کیا۔ لہٰذا تم اپنے سر سے غفلت کا پردہ اتار دو اور خواب دینا سے بیدار ہونے کی کوشش کرو! اور مت بھولو کہ جس شخص نے قرآنی علوم کے حصول کے بعد دنیا کی رغبت کی وہ مارا گیا۔ اس لئے مجھے تو خطرہ ہے کہ اس نے قرآنی آیات کا مذاق اڑایا۔

☆ جب کسی دل میں دین کی محبت و رغبت پائی جاتی ہے تو وہ ناصح کا احسان مند ہوتا ہے۔ لیکن اب تو اس قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں کہ نصیحت کرنیوالے کو سرے سے پسند ہی نہیں کرتے تو نصیحت کو کیسے قبول کریں گے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں واضح فرمایا۔

☆ ولکن لا یحبون الناصحین ○ اور لیکن وہ لوگ تو نصیحت کرنیوالوں کو پسند ہی نہیں کرتے۔ (سورہ الاعراف آیت ۷۹)

اور اس مقام پر جھوٹ بولنے والوں کی عادات کا بیان فرماتے ہوئے کہا اور جو شخص ناصح سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے تو اس وجہ سے کہ اس کے دل و دماغ پر تکبر، غرور غلبہ پا چکے ہیں جس کے باعث وہ دینی نصائح کو سمجھنے سے قاصر ہے اور ان عیوب سے وہی مغلوب ہوتا ہے جو اپنی غلطیوں، کوتاہیوں اور عیبوں سے آگاہ نہیں اور جو شخص آگاہ ہو تو اسے خلوت و علیحدگی میں نصیحت کرنی چاہیے۔ کیونکہ یاری، دوستی کا اصل مدعا اور مقصد تو یہ ہے کہ تہذیب و شائستگی سے مرصع ہو، اخلاق درست اور صبر و ضبط تحمل اور قوت برداشت میں اضافہ ہو اور ان اوصاف کی اسے عادت پڑے نہ کہ دوستی میں محض ذاتی منافع پر آنکھ لگی رہے۔

حکایت: اپنے پاؤں میرے منہ پر رکھ دو؟

حضرت ابوبکر کتانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں میری صحبت میں ایک شخص رہا کرتا تھا اور وہ میرے لئے باعث مشقت بنا ہوا تھا۔ میں نے اسے ایک چیز اس نیت سے اسے عطا کی کہ کسی طرح اس سے میری جان چھوٹے اور اس مشقت سے مجھے نجات حاصل ہو۔ لیکن میری تمام تدابیر فیل ہو گئیں آخر کار میں نے اسے پکڑا اور اپنے گھر لے آیا اور اسے کہا خدا کے واسطے میرے منہ پر پاؤں رکھو وہ بولا! ایسا تو ممکن نہیں میں یہ گستاخی ہرگز ہرگز نہیں کر سکتا۔

میں نے منت و سماجت سے اسے راضی کر لیا۔ حتیٰ کہ اس نے میرے منہ پر پاؤں رکھ دیئے جیسے ہی اس کے تلوے میرے چہرے پر لگے تو وہ گرانی اور مشقت جس میں میں ایک عرصہ سے مبتلا تھا فوراً ختم ہو گئی (اور مجھے سکون قلب نصیب ہو گیا)

marfat.com

حکایت: اب تمہیں امیر پر حکم چلانے کا اختیار نہیں.....؟

حضرت ابوعلی رباطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ایک بار حضرت عبداللہ رازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جنگل میں میرے رفیق سفر تھے ابتداً انہوں نے کہا ہم دونوں ایک کو امیر بنالیں۔ اور پھر اطاعت امیر میں اپنا سفر کریں میں نے کہا اچھی بات ہے تو وہ فرمانے لگے۔

اب بتایئے تم امیر بنتے ہو؟ میں نے کہا نہیں آپ کو میں امیر تسلیم کرتا ہوں تو وہ کہنے لگے سنو! جو کچھ میں کہوں تمہیں ویسا ہی کرنا ہو گا۔ میں نے کہا میں آپ کا ہر حکم مانوں گا۔

تو فرمانے لگے اچھا اپنا تمام ساز و سامان لاؤ۔ میں نے تمام کپڑے وغیرہ حاضر کر دیئے اور آپ نے تمام سامان سر پر اٹھایا، فرمایا آیئے چلیں! میں نے بہت کہا میرا سامان تو مجھے اٹھانے دو مگر آپ ہر بار یہی کہتے رہے دیکھو میں امیر ہوں اور امیر کی اطاعت فرض ہے۔ اب تمہیں امیر پر حکم چلانے کا کوئی اختیار نہیں بس تمہارا کام یہی ہے کہ امیر کا حکم مانو!

اسی اثناء میں ایک رات سخت ترین بارش نے آ گھیرا حضرت عبداللہ رازی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ساری رات ایک کمبل مجھ پر تانے کھڑے رہے اور ایک قطرہ تک مجھ پر نہ پڑنے دیا حالانکہ خود بھیگ چکے تھے میں نے جب بھی کچھ خدمت کرنے کی ہمت کی وہ وہی بات دہرا دیتے کہ میں امیر ہوں تم پر فرمانبرداری لازمی ہے۔ میں دل ہی دل میں کہتا رہا! کاش کہ میں نے انہیں امیر بننے کا مشورہ نہ دیا ہوتا۔

☆ چھٹی شرط یہ ہے کہ خطا و تقصیر کو معاف کر دیا جائے۔ اسلاف نے فرمایا ہے کہ اگر تیرے دوست سے تمہارے بارے کوئی غلطی وغیرہ سرزد ہو جائے اور وہ ہر ممکن طور پر ستر بار معذرت کرلے مگر تمہارا نفس اس پر تیار نہ ہو تو اپنے آپ سے کہو کہ تو از خود بدخصلت اور بدفطرت ہے کیونکہ جب تیرے رفیق صادق نے ستر بار معذرت کی لیکن تو بڑی بے نیازی دکھاتے ہوئے سنی ان سنی کر دے اور اس کی معذرت کی پرواہ نہ کرے۔

ہاں اگر قصور اس کی طرف سے ہے اور دوست کے خطا کار ہونے کا خطرہ بھی موجود ہے تو اس پر نہایت نرمی اور شفقت کا اظہار کرے کہ وہ غلط کام سے بچ سکے۔ اور اگر وہ خطا پر اصرار کرنے والا نہ ہو تو جان بوجھ کر ایسے محسوس کراؤ جیسے کسی قسم کا مجھے علم تک نہیں پھر بھی تمہاری افہام و تفہیم نہ ہو سکے اور نہ ہی تمہارے پند و نصائح کا اثر قبول کرے تو ایسے نازک مرحلے میں ضرور نصیحت کرے تاہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس سلسلہ میں اختلاف رکھتے ہیں۔

فرمودات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو دوست نصیحت قبول نہ کرے تو اس سے تعلق ختم کر دینا چاہیے نیز فرماتے جب بنام خدا دوست بنایا تو بنام خدا ہی دشمنی اختیار کی جانی چاہیے۔ (اپنی ذاتی اغراض کی بنا پر دشمنی مول نہ لی جائے)

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اگر دوست کے راہ راست پر آنے کی امید ہو تو اس سے بائیکاٹ نہیں کرنا چاہیے بہتر تو یہ ہے کہ غلط لوگوں کو پہلے ہی دوست نہ بنائیں اور جب بنا ہی لیا ہے تو پھر ہدایت کی امید پر اس سے یاری نبھانے کی کوشش کریں۔

marfat.com

☆ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں اگر تمہارے دوست سے آج کوئی خطا سرزد ہوگئی ہے تو اس سے تعلق منقطع کرنا ممکن ہے کل وہ راہ صواب پر آجائے۔

☆ حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کہ عالم کی خطاء کو نظر انداز کر دینا چاہیے اور اس سے تعلقات منقطع کرنے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ اس لئے کہ امید ہے وہ دوسروں کی بہ نسبت گناہ کو بہت جلد ترک کر لے۔

حکایت: بلائے عشق سے نجات؟

بیان کرتے ہیں کہ دو بزرگوں کی آپس میں محبت تھی ایک کسی حسینہ جمیلہ خاتون پر فریفتہ ہوگیا اور اس نے اپنے دوست سے کہا میں ایک عورت کے جال میں پھنس گیا ہوں اب تیرا دل چاہے دوستی رکھو یا مجھ سے تعلق منقطع کر لو؟ دوسرے دوست نے کہا معاف کرو بھائی یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک غلطی کے باعث میں تعلقات منقطع کرنے پر تیار ہو جاؤں۔ پھر اس نیک شخص نے پختہ عزم کر لیا جب تک میں اپنے دوست کو بلائے عشق سے نجات نہیں دلاؤں گا' کھانا پینا ترک رکھوں گا چنانچہ چالیس روز تک وہ بھوکا پیاسا رہا اور پھر اس نے اپنے دوست کی کیفیت معلوم کی تو اس نے کہا۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ابھی کوئی فرق نہیں پڑا مگر وہ حسب معمول صبر سے کام لیتا رہا بھوک اور پیاس کا مارا سوکھ کر کانٹا بن گیا آخر ایک دن اچانک اس کا ہوش آیا اور بولا!

اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت اور مہربانی سے میرے دل کو اس حسینہ کے عشق سے نجات دلا دی ہے تو یہ سنتے ہی اس نے بخوشی کھانا پینا شروع کر دیا۔

حکایت: اسے تو پھر دوست کی اور زیادہ ضرورت ہے؟

بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے ایک نیک بخت سے کہا تمہارا بھائی تو دین سے برگشتہ ہو کر گمراہی پر چل پڑا ہے لہٰذا اس سے تعلق ختم کر دو! وہ بولا پھر تو اسے کسی مخلص دوست اور بھائی کی زیادہ ضرورت ہے اس لئے کہ اس کا کام خراب ہو رہا ہے ایسی مصیبت کے وقت اسے کیسے چھوڑوں مجھ پر تو اب مزید لازم ہے کہ میں اسے راہ راست پر لانے کی پوری پوری کوشش کروں تا کہ وہ نار جہنم سے بچ سکے۔

حکایت: مبتلائے شراب عشق و محبت؟

بیان کرتے ہیں کہ "بنی اسرائیل کے دو دوست پہاڑ میں رہا کرتے تھے اور عبادت میں مشغول رہتے تھے ایک دن ایک ساتھی کسی ضرورت کے لئے شہر آیا اور اس کی نظر ایک حسینہ' جمیلہ عورت پر جا پڑی جو شراب خانے میں رہا کرتی تھی وہ اسرائیلی اس کے عشق میں گرفتار ہو کر وہیں رہنے لگا۔

کئی دن گزر گئے تو دوسرے اسرائیلی دوست نے تلاش شروع کی یہاں تک کہ اسے شراب خانے جا ملا جیسے ہی اس کے دوست نے دیکھا تو اپنی جان پہچان سے منکر ہو گیا۔ اس کے آنے والے دوست نے کہا شرمساری کی کوئی بات نہیں مت ڈرو! جو محبت میرے

marfat.com

دل میں آج پیدا ہوئی ہے وہ پہلے نہیں تھی اور یہ کہتے ہوئے اس سے معانقہ کرنے لگا۔ بڑی محبت والفت اور احترام سے ملا جب اس نے یہ دلداری اور پیار دیکھا تو مطمئن ہوگیا کہ اس کی نگاہ میں میری قدر ومنزلت کم نہیں ہوئی تو بہ کی اور اس کے ساتھ چل دیا۔

لہٰذا حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک سلامتی دین کے نزدیک تر ہے تاہم دوسرا طریق لطیف ترین اور فقاہت کا حامل ہے اس لئے کہ شفقت ومہربانی کا انداز توبہ کے راستے پر لے آتا ہے ایسے پریشانی اور ندامت کے زمانے میں رفقاء کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے دوستوں سے علیحدگی اختیار کرنا کیسے جائز ہوگا اس لئے یہ نہیں ہونا چاہیے کہ ایک آدھ غلطی سے برسوں کے یارانے ختم کردیئے جائیں ارشاد باری تعالیٰ ہے **فان عصوک فقل انی بری مما تعلمون** (سورہ الشعراء آیت ۲۱۶)

پھر آپ ان لوگوں کو جو حکم عدولی کریں فرمادیجئے کہ میں تمہارے اعمال سے بیزار ہوں۔

مقصد یہ ہے کہ اگر آپ (لوگوں) کے احباء ورفقاء عزیز واقارب اچھے اعمال نہ کریں تو کہہ دیجئے کہ ہم تمہارے عملوں سے بیزار ہیں۔ مگر یہ نہ کہیں کہ ہم تم سے کنارہ کشی کرتے ہیں۔

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تمہارے بھائی تو گناہ سے آلودہ ہیں پھر آپ ان سے کنارہ کشی کیوں نہیں کرتے انہوں نے جواباً فرمایا میں اس کے گناہ کا دشمن ہوں لیکن بھائی تو آخر بھائی ہی ہے۔

بہتر ہے کہ بدعمل سے دوستی ہی نہ جائے کیونکہ اس میں بددیانتی نہیں ہے اور جب دوست بنا ہی لیا جائے تو پھر اسے منقطع کرنا خیانت ہے کیونکہ اس سے پہلا حق برباد کرنا ہے جو یارانہ قائم کرکے اپنی ذات پر لازم کرلیا تھا اور اس پر تو سبھی متفق ہیں کہ اگر دوست حق تلفی کرے تو اسے معاف کردیا جائے گو بوقت معذرت تم محسوس کرتے ہو کہ یہ فراڈ بازی سے کام لے رہا ہے تاہم احسن یہی ہے کہ اس سے درگزر کرو!

سید عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دوست کی معذرت قبول نہ کرنیوالے کا گناہ ڈاکو، چور جو سرراہ مخلوق خدا کو لوٹ مارتے ہیں ان سے زیادہ ہے نیز فرمایا ایماندار جلد غصے میں آجاتا ہے لیکن خوش بھی جلد ہوجاتا ہے۔

☆ حضرت ابو سلمان دارانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب تیرے دوست سے کوئی خطا سرزد ہو تو اس پر ناراضگی نہ کر ممکن ہے برہمی کے عالم میں تجھے مزید جلی کٹی سننا پڑیں جو مزید ناراضگی کا باعث ہوں (ان کے) کسی مرید کے نے کہا کہ جب میں نے اس بات کا تجربہ کیا تو بالکل صحیح نکلا۔

☆ دوستی کی ساتویں شرط یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے دوستوں کو دعائے خیر سے یاد کرے چاہے دوست زندہ ہو یا فوت ہوچکا ہو نہ صرف اس کے لئے بلکہ اس کے اہل وعیال کے لئے بھی دعا گو رہے۔ جیسے اپنے لئے دعائیں کرتا رہتا ہے اور حقیقتاً یہ دعائیں بھی اپنے لئے ہوتی ہیں۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تیرے لئے اسی دعا سے قبولیت کی ابتداء کروں گا جو تو نے اپنے دوست کے لئے مانگی ہے۔ نیز جو دعا غائبانہ طور پر کی جاتی ہے وہ جلد منظوری پاتی ہے۔

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں سجدے کی حالت میں اپنے ستر دوستوں کے لئے نام بنام دعا کرتا رہتا ہوں۔

marfat.com

بزرگان دین فرماتے ہیں تیرا حقیقی دوست تو وہی ہے کہ بعد از وصال تیرے لئے اس وقت دعا کرے جب کہ تیرے ورثاء تیری ات کی تقسیم میں مصروف ہوں اور اس کا دل تیرے لئے مصروف دعا ہو یہ سوچتے ہوئے کہ نہ جانے اللہ تعالیٰ کے حضور تیری کیا یت ہوگی۔

☆ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مرنے والے آدمی کی مثال تو ڈوبنے والے آدمی کی سی ہے جو جان بچانے کے لئے پاؤں مار رہا ہو کہ کسی نہ کسی طرح ڈوبنے سے بچ سکے۔ بعینہ مرنے والا اپنے اہل وعیال اور دوستوں کی دعاؤں کا منتظر رہتا ہے کہ زندوں کی دعاؤں کو اس کے حق میں اللہ تعالیٰ انوار وتجلیات کے پہاڑ بنا دیتا ہے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایمانداروں کی دعاؤں کو نورانی پلیٹوں میں سجا کر مرنے والے کے پاس فرشتے لے تے ہیں کہ یہ تیرے فلاں دوست کی طرف سے ہدیہ وتحفہ ہے اور پھر ایماندار فوت شدہ ایسے ہی خوش ہوتا ہے جیسے زندگان اپنے رفقاء ائف وصول کر کے خوش ہوا کرتے ہیں۔

☆ آٹھویں شرط یہ ہے کہ دوست کے مرنے کے بعد اس کے اہل وعیال اور متعلقین سے ویسے ہی محبت والفت سے پیش آئے س کی زندگی میں معمول تھا اس سلسلہ میں غفلت وسستی سے کام نہ لے۔

☆ ایک ضعیفہ صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئی تو آپ نے اس کی بہت زیادہ تعلیم فرمائی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حیران ہوئے تو آپ نے فرمایا حیرت کی کوئی بات نہیں یہ خاتون اکثر اوقات حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آیا جایا کرتی تھی۔ ہم نے ان کی سہیلی کا حق ادا کیا ہے کیونکہ دوستی کا نبھانا ایمان میں شامل ہے۔

☆ نیز وفا میں یہ بات بھی پائی جاتی ہے کہ دوست کے احباء ورفقاء کے حقوق کا ویسے ہی لحاظ رکھے نہ صرف بچوں کا بلکہ اس کے لامذہ اور غلاموں تک کو نہ بھولنے پائے۔ ان تمام سے شفقت، مہربانی اور کرم کا طریقہ جاری رکھے۔

یوں ہی اگر کوئی شخص بڑا افسر بن جائے اسے کوئی خاص مقام اور منصب میسر آئے تو اسے چاہیے اپنی پہلی حالت اور اپنے غریب دوستوں کو فراموش نہ کرے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ دلداری و وفاشعاری کا ثبوت مہیا کرے اور کسی بھی طرح دوستی کو منقطع نہ ے کیونکہ شیطان کے لئے اس سے بڑا کام اور کوئی نہیں کہ دو دوستوں کے درمیاں تعلقات کو منقطع کرائے اور نفاق پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ان الشیطان ینزغ بینھم (سورہ بنی اسرائیل آیت ۵۴) بے شک شیطان دونوں کے درمیاں فساد برپا ہے۔

☆ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔

من بعد ان نزغ الشیطان بینی وبین اخوتی (سورۂ یوسف آیت ۱۰۰)

اس کے بعد شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیاں عداوت پیدا کر دی۔

☆ نیز شرائط وفا میں ایک یہ بھی ہے کہ کوئی شخص دوستوں کے مابین نفاق اور بدظنی پیدا کرنے کی کوشش کرے تو اسے کوئی اہمیت جائے اور ایسی کارروائی کرنے والے کو بالکل جھوٹا سمجھے اور وفاداری کا یوں بھی حق ادا کیا جائے کہ دوست کے دوست کو بھی

marfat.com

دوست جانے اور ان کے دشمن کو اپنا دشمن تصور کرے اور جو بھی آدمی اپنے دوست کے دشمن کو اپنا یار بنا لیتا ہے اس کی دوستی کو کبھی استحکام حاصل نہیں ہو سکتا۔

☆ دوستی کی نویں شرط یہ ہے کہ دوست کے ساتھ تکلفات سے پرہیز کرے اس کی رفاقت میں ہوتے ہوئے بھی یوں رہے جیسے اکیلا ہے۔ کیونکہ اگر تکلفات میں پڑنے لگیں تو عین ممکن ہے دوستی قائم ہی نہ رہ سکے۔

☆ حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں بدترین وہ دوست ہے جس سے معذرت اور تکلفات کو اپنانا پڑے۔

☆ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ بکثرت لوگوں کو دوستی کرتے دیکھا مگر میری نظر سے ایسا کوئی سچا دوست نہیں گزرا جو تکلف کی زحمت میں مبتلا ہو اور فرماتے ہیں اہل دنیا سے ادب و احترام سے زندگی بسر کرو اور اہل علم کے ساتھ علم کرو! اور اہل معرفت سے جیسے دل میں آئے وقت پاس کرو! چنانچہ بیان کرتے ہیں کہ صوفیوں کی ایک جماعت نے آپس میں مصاحبت اختیار کر لی اور شرط یہ ٹھہری ہے ہم میں سے کوئی بھی جس طرح وقت پاس کرے دوسرا معترض نہ ہو یعنی کوئی ہمیشہ روزے رکھے دن رات استراحت کرے۔ شب و روز نماز و عبادت میں لگا رہے مگر دوسرا یہ نہ کہے کہ تو کیوں ایسے کر رہا ہے القصہ اللہ تعالیٰ کے لئے دوستی مکمل یگانگت اور مفاہمت کا دوسرا نام ہے اور جہاں یگانگت پائی جائے گی وہاں تکلفات کا کیا کام۔

☆ دسویں شرط یہ ہے کہ اپنے آپ کو اپنے احباء و رفقاء سے کمتر اور حقیر تصور کرے اور بلاوجہ ان سے اپنی امیدیں وابستہ نہ کرے اور کسی قسم کی رورعایت کو پوشیدہ نہ رکھے اور دوستوں کے تمام حقوق پورا کرنے کی کوشش کرتا رہے۔

☆ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے کہا آج کل تو دوست نظر نہیں آتے شاید ختم ہو گئے ہیں اور اس نے اس بات کو متعدد بار دہرایا تو آپ نے فرمایا تم تو ایسے دوست کی تلاش میں ہو جو تمہاری خدمت میں ہر وقت کمر بستہ رہے تیری ہمہ وقت دلداری میں مصروف رہے۔ تو بھائی! ایسا دوست تو واقعی نایاب ہے۔

ہاں البتہ تو از خود دوستی اختیار کر کے دوسروں کی خدمت سرانجام دینا چاہتا ہے تو ایسے دوستوں کی فی الحال کوئی کمی نہیں ہے اسلاف تو یہاں تک فرماتے ہیں جو شخص دوست بن کر اپنے آپ کو فوقیت دیتا ہے وہ خطا کار ہے اور اس کے دوست بھی اس کے حق میں گنہگار بن جاتے ہیں نیز اپنے آپ کو ان کے برابر جانے تو خود بھی پریشان رہے اور انہیں بھی پریشان رکھے گا البتہ آرام چاہتا ہے تو اپنے آپ کو اپنے دوستوں سے کم تر سمجھے بس پھر آرام ہی آرام ہے اور رفقاء بھی سکون و آرام میں رہیں گے۔

☆ بناء علیہ حضرت ابو معاویہ اسود رحمہ اللہ تعالیٰ کہا کرتے تھے کہ میرے سبھی دوست مجھ سے بہت اچھے ہیں کیونکہ انہوں نے ہمیشہ مجھے مقدم سمجھا اور میرے مقام و مرتبہ کو پہچانا۔

باب ۳

حقوق العباد: اہل اسلام و قرابت کے حق.....؟

واضح ہو کہ ہر ایک کا حق اس کے قریب تر ہونے کے سبب سے ہے اور قرب کے مختلف مدارج ہیں بعینہٖ حقوق بھی اسی نسبت سے قائم

marfat.com

ہیں اور سب سے مضبوط ترین اور اعلیٰ تر ربط و تعلق اللہ تعالیٰ کی راہ میں رفاقت و محبت کا ہے۔ جیسے تفصیلاً مذکور ہوا لیکن ہر ایک انسان سے دوستی ممکن نہیں البتہ دینی و اسلامی قرابت رشتہ داری اور بھائی چارہ تو ہر ایک مسلمان سے ہوتا ہی ہے مگر قرابت کے حقوق جداگانہ ہیں۔

☆ پہلی بات تو یہ ہے کہ جو چیز انسان کو اپنے لئے پسند نہیں وہ دوسروں کے لئے بھی پسند نہ کرے سید عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایمانداروں کی مثال تو جسم واحد کی سی ہے اگر جسم کے کسی حصے کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔

☆ نیز فرمایا اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ وہ جہنم سے نجات پائے تو اسے ہر وقت موت کو پیش نظر رکھنا چاہیے' جب اور جہاں بھی موت آئے تو کلمہ شہادت کہتے ہوئے آئے۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں عرض کیا! الٰہی! تیرے بندوں میں عادل ترین کون ہے؟ فرمایا جو از خود عدل و انصاف کرتا ہے (یعنی جو خود پسند کرتا ہے وہی دوسروں کے لئے پسند کرے)

☆ دوسری بات یہ ہے کہ کسی مسلمان کو اس کے قول و فعل سے کوئی تکلیف نہ ہو!

سید عالم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! لوگو! تم جانتے ہو مسلمان کون ہوتا ہے؟ سبھی عرض گزار ہوئے اللہ و رسولہ اعلم فرمایا اعلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ وہ مسلمان جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمانوں کو سلامتی میسر آئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض گزار ہوئے! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مومن کسے کہیں؟ فرمایا جو مسلمانوں کی مالی و جسمانی طور پر معاونت کرے کہ لوگوں کو ان سے کسی قسم کے نقصان کا ڈر نہ ہو پھر دریافت کیا گیا مہاجر کسے کہتے ہیں؟ فرمایا جس نے برے فعلوں سے اجتناب کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اشاروں و کنائیوں میں دوسرے مسلمان کی تکلیف کا باعث ہو نیز یہ بھی جائز نہیں کہ ایسی حرکت کرے جس سے مسلمان ہراساں اور خوف زدہ ہوں۔

☆ حضرت مجاہد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ بعض دوزخیوں کو خارش کے عذاب میں مبتلاء کر دیا جائے گا کہ وہ خارش کرتے کرتے اپنی ہڈیوں کو بھی ننگا کر دیں گے اور پھر ان سے اعلانیہ پوچھا جائے گا بتاؤ اب کیسے ہو؟ وہ بولیں گے! انتہائی مصیبت اور ناقابل برداشت سزا میں مبتلا ہیں۔ تو انہیں کہا جائے کہ یہ سزا اس بات کی ہے کہ تم دنیا میں مسلمانوں کو بلاوجہ سزا دیتے رہتے تھے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ایک شخص کو جنت میں بڑی مستی کے عالم میں جھومتے گھومتے دیکھا۔ جہاں اس کا دل چاہتا ہے نکل جاتا ہے جانتے ہوا سے یہ سعادت کیسے میسر آئی فقط اس لئے کہ لوگوں کے راستے میں ایک درخت رکاوٹ بن رہا تھا اس نے کاٹ کر راستہ صاف کر دیا تھا کہ ان کی تکلیف دور ہو جائے۔

☆ تیسری بات یہ ہے کہ کسی کے ساتھ تکبر اور غرور سے پیش نہ آئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ متکبرین کو پسند نہیں فرماتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے تواضع' انکساری اور فروتنی کا حکم فرمایا ہے۔

کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ دوسرے آدمی سے متکبرانہ روش اختیار کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مساکین' غرباء' یتیموں اور بیواؤں کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے تاکہ ان کی حوصلہ افزائی اور حاجت روائی فرمائیں۔ ایسے لوگوں کو کبھی حقارت سے نہ دیکھیں اس لئے کہ تجھے کیا معلوم کہ ان لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے دوست موجود ہوں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں اور ولیوں کو

marfat.com

ایسے لباس میں پوشیدہ کر رکھا ہے تا کہ لوگ انہیں معمولی سمجھ کر الگ تھلگ رہیں ۔

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

نہ دیکھ ان خرقہ پوشوں کو ارادت ہو تو دیکھ ان کو ید بیضاء لئے بیٹھے ہیں اپنی آستیوں میں

(حضرت اقبال مرحوم)

(۴) چوتھی بات یہ ہے کہ کسی مسلمان کے خلاف کوئی آدمی چغلی کھائے تو اس کی بات پر کان نہ دھرے اس لئے کہ نیک اور عادل قسم کے لوگوں کی باتیں قابل سماعت ہوتی ہیں نہ کہ چغل خوروں کی جو فساق و فجار ہوتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ کوئی چغل خور جنتی نہیں نیز یہ بھی خیال رہے کہ جو شخص دوسروں کی چغلی تیرے سامنے کھاتا ہے اسے یہ پڑی ہے کہ تیری چغلی دوسروں کے سامنے نہ کھائے اس لئے ایسے کمینے کو منہ نہیں لگانا چاہیے۔

(۵) پانچویں بات یہ ہے کہ کسی دوست سے بات چیت بند نہیں کرنی چاہیے اور اگر کبھی ایسا مرحلہ آ بھی جائے تو تین دن کے اندر اندر دل کو صاف کر لینا چاہیے۔

سید عالم معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کسی مسلمان بھائی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے دوست سے بات چیت بند رکھے اور ان دونوں میں اچھا وہی ہے جو سلام و دعا اور گفتگو کرنے میں پہل کرے۔

☆ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا تیرے نام کو شہرت اور تیرے مدارج کو بلندی اس لئے عطا فرمائی گئی ہے کہ تو نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا۔

☆ حدیث شریف میں ہے اگر تو اپنے بھائی کو معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں تیرا بڑا مرتبہ اور مقام ہوگا اور تجھے عزت و بزرگی نصیب ہوگی۔

(۶) چھٹی بات یہ ہے عوام مسلمان میں جس سے جتنی بھی ممکن ہو نیکی کر اور اس میں برے اور نیک کا بھی خیال نہ رکھ کیونکہ حدیث شریف میں نیکی کرو جس سے بھی کر سکو! اور یہ نہ دیکھو کہ یہ اچھا ہے یا برا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کوئی بھی شخص جب کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ تھام کر گفتگو کرنے لگتا تو آپ اپنا ہاتھ اس سے چھڑانے کی کوشش نہ فرماتے۔ یہاں تک کہ وہ از خود چھوڑتا اور جب ہمکلام ہوتے تو پوری توجہ اور انہماک سے اس کی باتیں سنتے نیز جواباً نہایت شفقت سے نوازتے آخر تک اس کی باتوں کو سکون و اطمینان سے سماعت فرماتے۔

(۷) ساتویں بات یہ ہے کہ بوڑھے اور بڑے آدمیوں کی عزت کریں اور بچوں سے شفقت ان پر رحم کریں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا جو چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کا احترام اور توقیر نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

نیز فرمایا سفید بالوں کا احترام کرنا ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی تعظیم بجالانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جوانی کے عالم میں بوڑھوں کا ادب و احترام اور تعظیم نہیں کرتا جب وہ خود بوڑھا ہوگا تو اللہ تعالیٰ جوانوں سے اس کی بھی عزت و توقیر نہیں کرائے گا۔ گویا

marfat.com

...کہ اس ارشاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بشارت ہے اگر جوان لمبی عمر کے خواہاں ہیں تو بڑوں' بوڑھوں کا احترام کریں' پھر اللہ ...عالیٰ انہیں اتنی عمر عطا فرمائے گا کہ وہ بڑھاپے تک پہنچ جائیں گے اور تعظیم کے ثمرات بھی انہیں حاصل ہوں گے۔

...ننھے منے صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے ننھے منے بچوں کو آپ کی بارگاہ ...س حاضر کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی بچے کو اپنی سواری پر اپنے آگے اور کسی کو اپنے پیچھے بٹھا لیتے اب جو بچے آگے بیٹھتے وہ فخریہ ...انداز میں کہتے دیکھئے سرکار نے مجھے آگے اور تمہیں پیچھے بٹھایا ہے!

ایک بار ایک ننھے سے بچے کو آپ کی خدمت میں لایا گیا کہ سرکار اس کا نام آپ رکھیں اور دعا بھی فرمائیں۔ آپ نے بڑے پیار ...سے اٹھایا اور اپنی گود میں لے لیا ممکن تھا کہ وہ بچہ پیشاب کر دیتا لوگ پکار اٹھے تا کہ اس کے والدین بچے کو جلد واپس لے لیں جب وہ ...واپس لینے لگے تو آپ نے فرمایا چھوڑیئے اس بات کو! کیا ہوا اگر یہ پیشاب کر لے گا اس کے پیشاب کو کیوں روکتے ہو۔

اگر کبھی ایسا واقعہ پیش آ جاتا تو اپنے کپڑے اس کے باپ کے سامنے نہ دھوتے تا کہ وہ کسی قسم کا بوجھ محسوس نہ کرے جب لوگ ...چلے جاتے تو اپنے کپڑے دھو لیتے پانی بہانے کی نوبت آتی تو پانی بہا لیتے۔

☆ آٹھویں بات یہ ہے کہ! ہر مسلمان کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئے اور ہر ایک مسلمان کے خوش وخرم رہے آپ صلی اللہ ...علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس شخص کا چہرہ کشادہ رہے اور جس کی طبیعت میں ملائمت اور نرمی پائی جائے اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے۔

نیز فرمایا نیک کاموں میں نرمی' خندہ روئی' شیریں گفتگو یہ ایسی نیکیاں ہیں جو مغفرت وبخشش کا ذریعہ ہیں۔

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک غریب اور پریشان حال خاتون سر راہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ...خدمت میں حاضر ہوئی آپ وہی رک گئے اور فرمایا اسی گلی میں جہاں چاہو بیٹھ جایئے میں تمہاری بات کو اچھی طرح سنوں گا پھر وہ وہی ...بیٹھ گئے اور اس وقت تک اس کی باتیں بڑی دلجمعی سے سنتے رہے جب تک وہ کہتی رہی۔

☆ نویں بات یہ ہے کہ کسی بھی مسلمان کے ساتھ وعدہ خلافی نہ کرے حدیث شریف میں ہے جس شخص میں تین وصف پائے ...جائیں گے وہ منافق ہے خواہ وہ نماز پڑھتا ہو روزے رکھتا ہو ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب بات کرے جھوٹ بولے' وعدہ کرے تو ...وفاء نہ کرے امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔

☆ دسویں بات یہ ہے کہ حسب مترادف ہر ایک مسلمان کی عزت بجالائے جس شخص کی عزت لوگوں کی نگاہ میں زیادہ ہو اس کی زیادہ ...عزت کرے اور جس شخص کو سفید لباس میں سواری پر شان وشوکت سے سواری پر دیکھے تو سمجھ لیجئے کہ یہ صاحب عزت وتوقیر آدمی ہے۔

...حکایت: حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کا دستر خوان.....؟

بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ دوران سفر حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دستر خوان بچھایا ہی تھا کہ اسی اثناء میں وہاں ...ایک فقیر آ نکلا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک روٹی اسے دے دو! ابھی اس فقیر کو روٹی دی ہی تھی کہ ایک مسافر سوار بھی آ گیا

marfat.com

فرمایا اسے دسترخوان پر بلالو!

رفیقان سفر نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فقیر کو جانے دیا اور اس امیر کو دسترخوان پر ساتھ بٹھالیا؟ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جسے اللہ تعالیٰ عزت و مرتب سے نوازا ہے تو ہم پر لازم ہے اس کے عطا کردہ مرتبے کا احترام کریں جائے فقیر تو ایک روٹی پر ہی خوش ہو جائے گا لیکن یہ تو امیر ہے اس کے ساتھ فقیروں جیسا سلوک روا رکھنا مناسب نہیں ہے ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جانا چاہیے جو ان کی خوشی و مسرت کا باعث ہو۔

معززین کی عزت کرو.....؟

حدیث شریف میں ہے اگر تمہارے ہاں کو معزز شخصیت آئے تو اس کے ساتھ معززین سا برتاؤ کرو ایسے ہی ایک معزز آدمی کے آنے پر حضور نے اس کے لئے اپنی چادر بچھادی تھی۔

☆ یوں ہی مروی ہے کہ ایک بار آپ کی رضاعی والدہ (غالباً حضرت سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں) آپ کے ہاں تشریف لائیں تو آپ نے ان کے لئے فرمایا۔

مرحبا اے مہربان والدہ! جو آپ کا دل چاہے فرمایئے میں تمہاری ہر خواہش کو پورا کروں گا اور پھر مال غنیمت سے جو حصہ آپ کا تھا آپ نے اپنی رضاعی والدہ کی خدمت میں پیش کر دیا جو انہوں نے حضرت امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ ایک لاکھ روپے میں فروخت کر دیا۔

گیارھویں بات

جب بھی تم مسلمانوں کو آپس میں رنجیدہ خاطر دیکھو تو ان کے مابین صلح کی ہر ممکن کوشش کرو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دریافت فرمایا کیا تم جانتے ہو اس چیز کو جو نماز' روزے' اور صدقات و خیرات سے فضیلت میں بڑھ کر ہے۔

سبھی عرض گزار ہوئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی فرمایئے وہ کونسی چیز ہے تو فرمایا دو مسلمان بھائیوں کے درمیان صلح کرانا!

حکایت و روایت: اللہ تعالیٰ صلح کرائے گا.....؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں تشریف رکھتے تھے کہ اچانک مسکرائے حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض گزار ہوئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر میرے والدین نثار ہوں آپ کے مسکرانے کا سبب کیا ہے؟

آپ نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ روز جزا حشر کے میدان میں میری امت کے دو آدمی ایسے لائے گئے جو دونوں گھٹنوں کے بل کھڑے ہیں اور ایک عرض گزار ہے خدایا! مجھے اس کے ظلم کا بدلہ عطا فرما! اللہ تعالیٰ نے دوسرے شخص سے فرمایا اسے اس کا حق ادا کر دے وہ عرض کر رہا ہے کہ مولیٰ میرے پاس تو اب کوئی نیکی رہی ہی نہیں۔

marfat.com

دوسرا شخص عرض کر رہا ہے خدایا! پھر میرے جو گناہ ہیں اس کے کھاتے میں ظلم کے بدلے ڈال دے! چنانچہ اس کے گناہ دوسرے شخص کے نامہ اعمال میں رکھ دیئے گئے لیکن رہائی پھر بھی نہ پا سکا یہ کلمات ادا فرماتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بھیگ گئیں اور فرمایا وہ کتنا خوفناک دن ہے کہ ہر شخص اپنے گناہوں کے بھاری بوجھ تلے دبا جا رہا ہے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے انصاف طلب کرنیوالے سے فرمایا کہ فلاں مقام پر ذرا جھانک کر تو دیکھ! وہیں سے وہ نہایت حسین و جمیل شہر اور سونے' چاندی کے خوبصورت محلات دیکھنے لگتا ہے جو ہیرے' جواہرات سے مزین' آراستہ پیراستہ ہیں وہ عرض کرتا ہے۔

الٰہی! یہ دلکش' دیدہ زیب کس کس نبی اور رسول کے ہیں؟ یا صدیقین و شہداء اور اولیاء کرام کے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے یہ اسی شخص کے ہیں جو ان کی قیمت ادا کر دے وہ عرض کرتا ہے الٰہی! ان کی قیمت کون ادا کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ان کی قیمت تو تم بھی ادا کر سکتے ہو۔ عرض کیا یا اللہ! وہ کیسے! فرمایا اس کی قیمت کوئی زیادہ نہیں بس اتنی سی ہے کہ تو اپنے مسلمان بھائی کو معاف کر دے۔ چنانچہ یہ سنتے ہی خوشی سے اچھلا اور کہتا ہے خدایا! میں نے معاف کیا!

پھر اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر اس نے اپنے مسلمان بھائی کا ہاتھ پکڑ لیا ہے اور وہ دونوں جنت کی طرف رواں دواں ہیں۔ پھر فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ڈرتے رہو اور آپ میں صلح و صفائی سے زندگی بسر کرو کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ناراض ایمانداروں کے درمیان از خود صلح کرائے گا!

غمزدوں کو رضا مژدہ دیجئے کہ ہے بیکسوں کا سہارا ہمارا نبی ﷺ

☆ بارھویں بات یہ کہ ایمانداروں کی پردہ دری نہ کرے جو ان سے پوشیدہ طور پر گناہ سرزد ہوتے ہیں ان کی تشہیر نہ کرے حدیث شریف میں ہے جو دنیا میں کسی کا بھرم رکھتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی پردہ داری فرمائے گا۔

☆ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو کوئی چور یا شرابی قسم کا آدمی میرے پاس لایا جاتا ہے میری خواہش ہی ہوتی ہے کہ اس کے عیبوں پر پردہ ڈالا جائے۔

☆ سید عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو ایمان لانے کے باوجود تمہارے دل میں ایمان کمزور رہے گا اگر تم نے دوسروں کی غیبت کی جو ان کے عیبوں کا کھوج لگاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ذلیل و رسوا کر دیتا ہے گو گھر سے باہر بھی نہ نکلے۔

☆ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے اچھی طرح یاد ہے جب پہلے پہل ایک چور کو ہاتھ کاٹنے کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا گیا تو آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ اس سے کراہت محسوس کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کراہت کیوں نہ ہو! میں کیسے شیطان کی معاونت کے ایمانداروں سے دشمنی اختیار کر سکتا ہوں! لہٰذا اگر تم اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہو اور یہ بھی چاہتے ہو کہ تمہارے عیب ظاہر نہ ہوں تو تم دوسرے مسلمان بھائیوں کی پردہ داری کرو اس لئے کہ جب عدالت میں اسے لاؤ گے تو شرعی قانون کے نفاذ کے سوا پھر کوئی چارہ نہیں ہوگا۔

marfat.com

حکایت: حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک شرابی؟

بیان کرتے ہیں کہ ایک رات آپ گشت پر تھے کہ ایک گھر سے سارنگی کی آواز سنائی دی آپ اس کے مکان کی چھت پر چڑھ گئے اور دیکھا کہ ایک مرد اور ایک عورت شراب نوشی میں مشغول ہیں آپ نے فرمایا! اے خدا کے دشمن! تو نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ اس رنگ میں تیرے گناہ کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

وہ کہنے لگا! یا امیر المومنین جلدی نہ کریں؟ بات صحیح ہے کہ میں ایک کا مرتکب ہوا۔ لیکن مقابلتہً آپ سے تین غلطیاں سرزد ہوئی ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لاتجسسوا**! لوگوں کی جاسوسی نہ کرو جب کہ آپ نے یہ عمل کیا ہے۔ (سورہ البقرہ آیت ۱۸۹)

نیز فرمایا **واتوا البیوت من ابوابھا**! گھروں میں دروازوں سے آؤ۔

جب کہ آپ دیوار پھاند کر آئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اور فرماتا ہے **لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا** ! بلا اجازت اور بغیر سلام کے دوسروں کے گھروں میں مت جاؤ! (سورہ النور آیت ۲۷)

لیکن آپ بغیر اجازت وسلام اندر آ گئے! آپ نے فرمایا اچھا پھر یہ عہد دیجئے اگر اب میں تجھے معاف کر دوں تو تم توبہ کر لو گے وہ بولا ضرور میں توبہ کر لوں گا بلکہ آئندہ کبھی ایسے فعل کا تصور بھی نہیں کروں گا چنانچہ آپ نے اسے معاف فرما دیا اور اس نے سچی توبہ کر لی!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو آدمی دوسروں کی باتیں کان لگا کے سنتا ہے قیامت کے دن اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔

تیرھویں بات: کسی بھی انسان، مسلمان پر تہمت اور الزام نہ لگائیں تا کہ برے گمان سے محفوظ رہا جائے۔ زبان چغلی سے بچی رہے گی اس لئے کہ کسی کے گناہ کا باعث بننا از خود اس گناہ میں شریک ہونے کے مترادف ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے شخص کے بارے کیا کہو گے جو اپنے والدین کو گالی دیتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عرض گزار ہوئے ایسے کون کر سکتا ہے؟

آپ نے فرمایا وہ شخص جو کسی اور آدمی کے والدین کو گالی دیتا ہے وہ جواباً گالی دیتا ہے گویا کہ وہ از خود ہی اپنے ماں باپ کو گالی نکالتا ہے۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص تہمت کی جگہ پر بیٹھتا ہے اسے کسی اور پر بدگمانی کا کوئی حق نہیں ہے۔

حکایت: یہ میری بیوی ہے.....؟

ماہ رمضان المبارک کے آخری دنوں میں ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محو گفتگو تھے کہ وہاں سے دو صاحب گزرے آپ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور فرمایا یہ میری زوجہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔

marfat.com

وہ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگ بدگمانی سے کام لے لیتے ہیں مگر ایسا کون بدنصیب ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بدظنی کا گمان رکھے۔ آپ نے فرمایا شیطان آدمی کی رگوں میں ایسے سرایت کرتا ہے جیسے خون!

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو ایک خاتون سے باتیں کرتے دیکھا آپ نے فرمایا اسے کوڑا لگاؤ! تو وہ پکارا۔ یا امیر المومنین یہ میری بیوی ہے تو پھر فرمایا! کیا تمہیں ایسی جگہ گفتگو کے لئے نہیں ملتی جہاں تم بیٹھ کر بات چیت کر سکو؟

چودھویں بات

اگر تجھے عزت و مرتبہ حاصل ہو جائے تو دوسروں کی سفارش کرنے سے گریز نہ کر۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ! تم اپنی ضروریات کو میرے پاس بیان کرتے رہا کرو! کیونکہ میں دلی طور پر ہمیشہ تمہاری حاجت روائی کے لئے کمربستہ رہتا ہوں۔

لہٰذا تم لوگ بھی ایک دوسرے کی سفارش و شفاعت کرتے رہا کرو ثواب پاؤ گے نیز فرمایا زبان کے صدقے سے کوئی صدقہ و خیرات افضل نہیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عرض گزار ہوئے وہ کیسے؟

آپ نے فرمایا تم کوشش کرتے رہا کرو کہ کسی کی جان بچ جائے یا کسی کو کوئی فائدہ پہنچایا جائے یا تکلیف سے نجات دلائی جائے اس وقت زبان سے جو کلمات نکلیں وہ صدقہ کہلائیں گے۔

پندرھویں بات: یہ کہ اگر پتہ چلے فلاں مسلمان' فلاں کو گالی دے رہا ہے یا اس کے مال و جان کے متعلق برے عزائم رکھتا ہے یا اس کی غیر حاضری میں اس کا نائب بن چکا ہے تو فوراً ظالم کے ظلم سے اس شریف آدمی کو بچایا جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اگر کسی مسلمان کے خلاف بری باتیں کی جارہی ہیں یا اس کی بے عزتی ہو رہی ہے تو دوسرے مسلمانوں کا حق بنتا ہے اس مسلمان کی ہر ممکن مدد کی جائے اور جو ایسی حالت میں اس کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا معاون و مددگار بن جاتا ہے۔

کرو مہربانی تم اہل زمین پر خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی ایسے وقت میں مدد کرے جب اسے ذلیل و خوار کیا جارہا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ویسے ہی مدد کرے گا جب اس کے لئے کوئی ایسا موقعہ آئے گا اللہ تعالیٰ اسے قطعاً پریشان نہیں ہونے دے گا۔

سولھویں بات: یہ کہ اگر کوئی مسلمان بری صحبت میں پھنس جائے تو اس کی اس وقت تک مدد جاری رکھو جب تک وہ بری مصاحبت سے نکل آتا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

وَیدرءون بالحسنة السیئة (سورہ القصص آیت ۵۴) کے معنی یہ ہیں کہ فواحش کا مقابلہ عمدہ سلام و کلام سے کیا جائے۔

marfat.com

اصل نمبر ۶

آداب گوشہ نشینی

☆ واضح ہو کہ اس باب میں علماء کا اختلاف ہے۔ گوشہ نشینی بہتر ہے یا لوگوں سے ملاقات رکھنا' حضرت سفیان ثوری' حضرت ابراہیم بن ادھم' حضرت داؤد طائی' حضرت فضیل بن عیاض' حضرت ابراہیم خواص' حضرت یوسف اسباط' حضرت حذیفہ مرعشی' حضرت بشر حافی اور دیگر بہت سے اولیاء کرام و متقین حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہ مذہب ہے۔ ''عزلت و گوشہ نشینی کے ساتھ لوگوں سے ملاقات رکھنا بہتر ہے''۔ اس کے علاوہ علماء ظاہر کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے ''لوگوں سے رابطہ رکھنا ہی افضل اور بہتر ہے۔

☆ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ گوشہ نشینی اختیار کرو۔ حضرت محمد ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ گوشہ نشینی عبادت ہے۔ ایک شخص نے حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔ اس پر حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ دنیا سے روزہ رکھ لے۔ اور موت تک اس روزہ کو افطار نہ کرنا۔ اور لوگوں سے اس طرح بچ جیسے درندے سے بچا جاتا ہے۔

بے نیازی' سلامتی اور آزادی وغیرہ؟

☆ حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں ''تورات میں وارد ہے جب کسی نے قناعت اختیار کر لی تو وہ بے نیاز ہو گیا' جب گوشہ نشینی اپنالی تو سلامتی میں ہو گیا۔ جب خواہشات نفسانیہ کو ختم کر ڈالا تو آزاد ہو گیا۔ جب حسد سے کنارہ کر لیا تو مردوں ۱۱۱ کام کیا اور جب صبر کا دامن اپنے ہاتھ میں لایا تو اس نے اپنے مقصد کو پالیا۔

حصص حکمت

☆ حضرت وہب بن الورد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! حکمت و دانائی کے دس حصے ہیں۔ جن میں سے نو خاموشی کے ہیں اور ایک گوشہ نشینی کا ہے۔ حضرت ربیع بن حیثم اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا' علم سیکھ اور لوگوں سے گوشہ نشینی اختیار کر لے۔

پھر کنارہ کر لیا؟

☆ حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوست احباب سے ملاقات' عیادت مریضاں اور نماز جنازہ کے ساتھ تشریف لے جایا کرتے تھے۔ پھر ایک ایک کر کے ایسی تمام باتوں سے گوشہ نشینی اختیار فرمالی۔ جبکہ حضرت فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' میں اس شخص کا احسان مند ہوں جو میرے قریب سے گزرے اور سلام نہ کہے اور نہ میرے بیمار پڑنے پر بیمار پرسی کرے۔

marfat.com

م عقیق میں؟

☆ حضرت سعد بن وقاص اور حضرت سعد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما اکابر صحابہ کرام میں سے ہیں۔ یہ مدینہ منورہ کے نزدیک م عقیق میں رہتے تھے۔ یہ کسی بھی کام کے لئے لوگوں سے کسی اجتماع میں نہ آیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اسی جگہ انتقال فرما گئے۔

جت اور سنگت

☆ ایک امیر شخص نے حضرت حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔ کوئی حاجت اور ضرورت ہے؟ تو آپ نے فرمایا' ہاں ہے۔ اس در یافت کیا۔ کیا حاجت ہے؟ آپ نے فرمایا! یہ ہے ''نہ تو مجھے دیکھے اور نہ ہی میں تجھے دیکھوں ایسے ہی ایک آدمی نے حضرت سہل عبداللہ تستری رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کی۔ میں چاہتا ہوں ہم دونوں میں سنگت و مجلس ہو جایا کرے۔ اس پر آپ نے فرمایا! جب ہم ں میں ایک دنیا سے اٹھ جائے گا۔ تو دوسرا پھر کس سے محبت و مجلس کرے گا؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ عزوجل سے اس پر آپ نے ا۔ پھر اب بھی خدا تعالیٰ عزوجل ہی سے صحبت و سنگت رکھنی چاہئے۔

☆ واضح ہو اس مسئلہ میں ایسا ہی اختلاف ہے جیسا نکاح میں ہے کہ کرنا بہتر ہے یا نہ کرنا بہتر ہے۔ یہ حقیقت ہے۔ حکم بھی ے کے حال کے مطابق بدلتا ہے۔ کیونکہ ایک شخص ایسا ہوتا ہے اس کے لئے گوشہ نشینی بہتر ثابت ہوتی ہے۔ اور ایک ایسا ہوتا ہے کہ کے لئے لوگوں سے میل ملاپ بہتر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے جب تک گوشہ نشینی کے فوائد اور اس کی آفات اور نقصانات بیان نہ کر جائیں گے اس وقت تک اس کی کامل حقیقت واضح نہیں ہو سکے گی۔ لہٰذا اب گوشہ نشینی کے فوائد پیش خدمت ہیں۔

فوائد گوشہ نشینی

☆ واضح ہو کہ گوشہ نشینی کے چھ فائدے ہیں۔

رہ نمبر ا

☆ ذکر و فکر کے لئے تنہائی کیونکہ ذکر باری تعالیٰ' اور اس کی عجیب و غریب صنعتوں' زمین و آسمان اس کی کائنات میں غور و خوض نیز دنیا و آخرت میں رب ذوالجلال کے اسرار رموز سے آگاہی حاصل کرنا ایک افضل ترین عبادت ہے۔ بلکہ اس سے بھی آگے اللہ تعالیٰ عزوجل کی یاد میں اپنے آپ کو مستغرق رکھے۔ کیونکہ جو کچھ اللہ عزوجل کے علاوہ ہے وہ اللہ تعالیٰ عزوجل سے دور کرنے ہے۔ خاص کر ایسے شخص کے لئے جو یہ طاقت نہ رکھتا ہو کہ وہ مخلوق میں رہ کر اللہ تعالیٰ عزوجل کے ساتھ بھی رہ سکتا ہو۔ جیسے انبیاء م علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے یہ حضرات مخلوق میں رہنے کے باوجود بھی مخلوق سے جدا ہی رہے۔

ت باری تعالیٰ عزوجل

☆ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وحی کے کام کی ابتداء میں ہی گوشہ نشینی اختیار کرتے ہوئے پہاڑ پر غار حرا میں رہنے لگے۔ اور نور ت کے قوی تر ہونے تک لوگوں سے قطع تعلق رہے۔ پھر یہ کمال و مرتبہ پایا۔ کہ بدن سے لوگوں کے ساتھ رہے اور دل سے اللہ تعالیٰ

marfat.com

عزوجل کے ساتھ۔ نیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر میں کسی کو دوست بناتا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بناتا۔ مگر محبت باری تعالیٰ عزوجل نے کسی اور سے محبت کی گنجائش ہی باقی نہیں چھوڑی۔ حالانکہ لوگوں کو علم تھا آپ کو ہر ایک سے پیار ہے۔ کوئی تعجب خیز بات نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی و فرمانبرداری کرنے سے اولیاء اللہ بھی اس مرتبہ کو پالیں۔

غلبہ عشق و محبت

☆ حضرت سہیل تستری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ مجھے تیس سال ہوئے۔ میں اللہ عزوجل سے باتیں کرتا چلا آ رہا ہوں۔ لوگ یہ سمجھتے چلے آ رہے ہیں کہ میں مخلوق کے ساتھ محو گفتگو ہوتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں۔ یہ کام کوئی ناممکن نہیں ہے۔ بلکہ ایسا ہوتا ہے۔ ایک شخص پر کسی کی محبت غالب ہو جاتی ہے۔ جس سے وہ بظاہر لوگوں کے درمیان رہتے ہوئے بھی دلی طور پر اپنے محبوب و معشوق کے ساتھ ہوتا ہے اور عشق کی اسی حالت کے پیش نظر نہ کچھ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے لیکن ان سب باتوں کے باوجود بھی ہر کسی کو دھوکہ و فریب میں نہیں آ جانا چاہئے۔ کیونکہ بہت لوگ ایسے بھی موجود ہوتے ہیں جو بظاہر لوگوں میں (خدا رسیدہ بنے رہنے) کے باوجود اللہ عزوجل کی بارگاہ سے راندہ (دور کئے اور دھتکارے ہوئے) ہوتے ہیں۔

خدا میرے ساتھ ہے

☆ ایک آدمی نے کسی راہب سے کہا۔ لوگوں سے الگ گوشہ نشینی میں رہنا بڑا کام ہے۔ اس نے جواب دیا۔ میں تو تنہا نہیں ہوں۔ بلکہ میرے ساتھ خدا تعالیٰ عزوجل ہوتا ہے۔ میں جب اس سے راز و نیاز کرنا چاہوں تو نماز پڑھتا ہوں۔ اور جب چاہتا ہوں مجھ سے ہمکلام ہو۔ تو رات کو تلاوت کرتا ہوں۔

کیا فائدہ؟

☆ لوگوں نے ایک بزرگ رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا۔ گوشہ نشینی سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ انہوں نے فرمایا اللہ عزوجل کے ساتھ انس و محبت کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔

نعمت اور گناہ

☆ ایک دفعہ لوگوں نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا۔ یہاں ایک ایک آدمی ایسا ہے۔ جو ہر وقت اس ستون کے پیچھے موجود رہتا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ جب وہ موجود ہو تو مجھے خبر کر دینا۔ لوگوں کے بتانے پر آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے شخص تو ہمہ وقت یہاں تنہا بیٹھا رہتا ہے۔ لوگوں کے ساتھ تعلق، رابطہ اور ملاقات کیوں نہیں رکھتا۔ اس نے جواب دیا میں ایک ایسے عظیم کام میں مصروف ہوں۔ جس نے مجھے لوگوں سے جدا کر دیا ہے۔ پھر آپ نے اس سے فرمایا۔ تو حسن کے پاس کیوں نہیں جایا کرتا۔ اور اس کی باتوں سے مستفیض کیوں نہیں ہوتا۔ اس نے کہا۔ اس کام نے مجھے تمام لوگوں کے ساتھ ساتھ حسن بصری سے بھی دور کر دیا ہے۔ اس پر آپ نے دریافت کیا۔ وہ کون سا کام ہے؟ اس نے کہا کوئی وقت ایسا نہیں جس میں خدائے عزوجل مجھے اپنی

marfat.com

نعمتوں سے نہ نوازتا ہو۔ اور میں گناہ نہ کرتا ہوں۔ لہٰذا میں اس کی نعمتوں کے شکر اور اپنے گناہوں کی استغفار میں مصروف رہتا ہوں۔ اس کام کے سبب مجھے نہ لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کی فراغت ہے اور نہ حسن بصری کے ساتھ۔ یہ سب سن کر حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا! تو اپنی جگہ پر قائم رہ کیونکہ تو حسن سے زیادہ فقیہ اور عالم ہے۔

☆ حضرت ہرم بن حبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا آپ کیسے آئے؟ انہوں نے کہا۔ اس لئے تا کہ آپ سے آرام پاسکوں۔ تو اس پر حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں تو بالکل ایسے شخص کو نہیں جانتا ہوں کہ وہ اللہ عزوجل کو جانتا ہو اور آرام کی جستجو کسی دوسرے سے رکھے۔

تاریکی اور خوشی

☆ حضرت فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! جب رات کی تاریکی چھائے تو میرا دل خوش ہوتا ہے کہ اب میں صبح تک اپنے پروردگار کے ساتھ اکیلا بیٹھوں گا۔ مگر جب دن طلوع ہو کر آتا ہے تو غمگین ہو جاتا ہوں اور دل میں کہتا ہوں اب لوگ مجھے خداوند اقدس کے ساتھ مشغولیت سے مانع آئیں گے۔

اللہ سے گفتگو

☆ حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! جو شخص لوگوں کے ساتھ باتیں کرنے پر اللہ عزوجل کے ساتھ مناجات کے ذریعے محو گفتگو ہونے کو افضل نہیں جانتا۔ اس کا علم بہت قلیل اور دل اندھا ہے اور اس کی عمر رائیگاں اور بے کار ہے۔

قول دانا

☆ کسی دانا کا قول ہے اس نے کہا جسے خواہش ہو کسی کو دیکھوں۔ اور اس سے باتیں کروں۔ تو یہ بات اس کے نقصان دہ ہے۔ کیونکہ جو ہونا چاہئے تھا اس سے تو اس کا دل فارغ ہے۔

نتیجہ معرفت وفکر

☆ بزرگوں کا قول ہے جسے لوگوں سے محبت ہے وہ مفلس و نادار لوگوں میں سے ہے۔ اے پیارے تو ان تمام اقوال اور روایات سے جان لے جسے اس بات کی طاقت ہو کہ وہ ہمیشہ اللہ عزوجل کے ذکر کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا کرے۔ یا غور و فکر کرنے سے اس کے جمال و جلال کی معرفت حاصل کرے۔ تو یہ سب ان عبادتوں سے افضل اور بہتر ہے جو لوگوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ کیونکہ تمام نیک بختیوں کی انتہاء یہ ہے جو شخص بھی اس جہاں میں جائے تو اس پر خدائے لم یزل کی محبت و الفت غالب ہو۔ اور یہ چیز ذکر و فکر کی بدولت ہی مکمل رہ سکتی ہے۔

محبت معرفت کا نتیجہ ہے اور معرفت مفکر کا اور یہ تمام باتیں خلوت و گوشہ نشینی اختیار کرنے سے ملتی ہیں۔

marfat.com

فائدہ نمبر۲

☆ گوشہ نشینی کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی گناہوں سے اکثر و بیشتر دور ہی رہتا ہے۔ چار گناہ تو ایسے ہیں کہ باہم مل کر رہنے سے ہر آدمی ان سے پرہیز کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

نمبر۱: عیب گوئی یا عیب سننا اور یہ گناہ دین کی تباہی کا سبب ہے۔

نمبر۲: دوسرا گناہ امر بالمعروف نہی عن المنکر کیونکہ آدمی اگر خاموش رہے گا تو فاسق و نافرمان بن جائے گا اور اگر اظہار ناراضگی کرتا ہے تو نفرت و جھگڑا کی صورت پیدا ہوگی۔

نمبر۳: تیسرا گناہ منافقت اور ریاکاری ہے۔ جس کا ارتکاب باہر رہنے کے دوران بہر حال ہو ہی جاتا ہے۔ کیونکہ اگر لوگوں سے نرمی نہ برتے گا تو وہ اسے ستائیں گے اور اگر نرمی اور خوشامد اختیار کرے گا تو ریاکاری میں مبتلا ہو جائے گا۔ کیونکہ منافقت اور ریاکاری کو نرمی سے دور کرنا مشکل ہے۔ اور اگر دو دشمنوں کے ساتھ بات کرے گا اور ان میں سے ہر ایک کے مطابق کچھ کہے گا تو یہ منافقت ہو گی اور اگر ایسا نہیں کرتا تو ان کی دشمنی سے نجات نہیں۔ اور کم از کم یہ بات تو ضرور ہوگی۔ جسے دیکھے گا اس سے کہنے والا ہوگا میں ہر وقت تمہاری ملاقات کا طالب رہتا ہوں۔ حالانکہ یہ بات اکثر جھوٹ ہے اگر ایسے نہ کہے گا تو اس سے متغیر ہوں گے اور اگر اس کے ساتھ بھی ایسے ہی کہے گا۔ تو منافقت اور جھوٹ ہے اور پھر کم از کم یہ بات ضرور ہوتی ہے۔ ہر کسی سے یہ پوچھنا پڑتا ہے تم کیسے ہو؟ اور تمہاری طرف سے لوگ کس حال میں ہیں؟ حالانکہ فی الواقع اسے اس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ کہ وہ کیسے حال میں ہیں؟ تو یہ کلام بھی منافقت میں شامل ہوگا۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! کوئی شخص ایسا ہوتا ہے۔ کام کاج کے لئے باہر جاتا ہے کسی سے اسے غرض ہے تو از راہ نفاق اس کی اس قدر اچھائی اور تعریف کرتا ہے کہ اس کے ذہن پر رکھ کر خدائے لم یزل کو بے مقصد ناراض و خفا کر کے اپنے گھر پلٹ آتا ہے۔

☆ حضرت مرتشی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! جب کوئی دینی بھائی میرے پاس آئے اور میں اپنی ڈاڑھی کے بال سیدھے کرنے کے لئے اس پر ہاتھ پھیروں اور آنے والے سے مصافحہ نہ کروں تو ڈر ہے کہ کہیں میرا نام منافق لوگوں میں نہ لکھ دیا جائے۔

تبصرہ بیان غرض

☆ حضرت فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ ایک جگہ تشریف رکھتے تھے۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا تو آپ نے فرمایا۔ اے دوست تم کس لئے میرے پاس آئے ہو۔ اس نے عرض کی آپ سے آرام حاصل کرنے اور آپ کی زیارت سے الفت و محبت حاصل کرنے کیلئے۔ اس پر آپ نے فرمایا! خدا کی قسم! یہ بات وحشت و نفرت کے زیادہ قریب ہے۔ تو میرے بارے میں یہ خیال لے کر آیا۔ فکر اس لئے کہ تا کہ تو میری جھوٹی مدح کرے۔ اور میں تیری وحشت اس لئے تھا کہ مجھ پر کوئی جھوٹ تھوپ دے اور اسی طرح میں تم پر اور جب تو پلٹے تو ہم دونوں منافق بن چکے ہوں۔ لہٰذا جو آدمی ایسی باتوں سے اجتناب کر سکتا ہے اس کے لئے میل ملاپ نقصان دہ نہیں۔

marfat.com

☆ سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ جب باہم ملتے تھے تو دنیا کا حال معلوم نہ کیا کرتے۔ بلکہ دین کا حال معلوم کرتے۔

☆ حضرت حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حامد رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا۔ کس حال میں ہو؟ انہوں نے کہا سلامتی و عافیت میں ہوں۔ حضرت حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ سلامتی تو تب نصیب ہوگی۔ جب پل صراط سے نکل جاؤ گے۔ اور عافیت اس وقت ملے گی جب بہشت میں پہنچ جاؤ گے۔

مقصد کی بات

☆ لوگ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھتے آپ کس حال میں ہیں؟ تو آپ فرماتے تھے۔ جس چیز میں میرا نفع ہے وہ تو میرے اختیار میں ہیں اور جو میرے لئے نقصان دہ ہے میں اس کے دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور میں اپنے مقصد کے گرد گھومتا ہوں۔ اور فی الواقع میرا کام و مقصد دوسرے کے ہاتھ میں ہے۔ پس کوئی درویش بھی مجھ سے بڑھ کر درویش نہیں۔ اور کوئی آدمی مجھ سے زیادہ عاجز و بیمار بھی نہیں۔

☆ لوگ جب حضرت ربیع بن خثیم رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کرتے۔ آپ کس حال میں ہیں؟ تو جواب دیتے۔ ایک کمزور گنہگار انسان ہوں۔ دنیا میں رزق کھا رہا ہوں۔ اور اپنی اجل کے انتظار میں ہوں۔

☆ جب لوگ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حال معلوم کرتے؟ اس پر آپ فرماتے! دوزخ کے عذاب سے نجات پا جانا تو خیر ہے۔

صبح و شام

☆ اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگ جب پوچھتے۔ آپ کیسے حال میں ہیں؟ جواب میں آپ فرماتے اس شخص کا کیا ہوگا جو صبح کو یہ نہیں جانتا کہ وہ شام تک زندہ بھی رہے گا یا نہیں۔ اور شام کو اسے یہ علم نہیں کہ اسے صبح تک زندگی نصیب ہوگی یا نہیں۔

☆ حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے سوال کیا آپ کیسے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا اس آدمی کا کیا حال ہوگا جس کی عمر کم ہو رہی ہے جبکہ گناہ بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

روز ایک منزل

☆ حضرت حکیم رحمہ اللہ تعالیٰ سے معلوم کیا گیا آپ کس حال میں ہیں؟ فرمانے لگے رزق تو خدائے لم یزل کا کھاتا ہوں اور دوست اس کے دشمن ابلیس ملعون کی کرتا ہوں۔ اس طرح لوگوں نے حضرت محمد واسع رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا آپ کا کیا حال ہے؟ فرمانے لگے اس آدمی کا حال کیا ہوگا؟ جو ہر روز ایک منزل آخرت کی طرف قریب ہوتا جا رہا ہے۔

دل کا راز

☆ حامد عفاف رحمہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے عرض کی۔ آپ کا حال کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا! میں اس تمنا میں ہوں کسی روز تو

marfat.com

مجھے امن و آشتی نصیب ہو۔ لوگ کہنے لگے کیا آپ آرام وسکون میں نہیں ہیں؟ آپ نے کہا! آرام اور سکون میں تو وہ ہو جو کبھی معصیت اور نافرمانی کے قریب بھی نہ گیا ہو۔

بادشاہ عدل وانصاف

☆ ایک شخص سے اس کی موت کے وقت لوگوں نے دریافت کیا۔ تم کس حال میں ہو اس نے کہا! اس شخص کا حال کیا ہوگا' جو خرچ کے بغیر لمبے سفر پر نکل کھڑا ہو۔ اور بغیر کسی ساتھی تاریک کوٹھڑی میں جا رہا ہو۔ اور بغیر محبت وصفائی کے عدل وانصاف کے کے روبرو پیش ہونے چلا ہو۔ حضرت حسان بن سنان رحمہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے حال پوچھا' تو انہوں نے جواب دیا۔ حال کیا ہو؟ جس کے لئے موت ضروری ہے اور جسے حساب کتاب کیلئے ہر صورت اٹھایا جانا ہے۔

نصف قرض اور نصف اخراجات میں

☆ حضرت محمد ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص سے دریافت کیا۔ تیرا کیا حال ہے؟ اس نے عرض کیا۔ اس آدمی کا حال ہوگا؟ جس کے ذمہ پانچ سو روپے قرض ہو۔ اور اس کے کافی بال بچے ہوں اور پھر اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔ حضرت محمد ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ یہ سن کر اپنے گھر پلٹے اور ایک ہزار روپے اٹھالائے اور لاکر اسے دے دیئے نیز اس سے فرمایا! پانچ سو روپے تو اپنا قرض چکا دو اور باقی پانچ سو اپنے بال بچوں کے اخراجات کیلئے استعمال کرو۔ اس کے بعد حضرت محمد ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے اپنے دل میں عہد کیا۔ آئندہ کسی سے حال نہ پوچھوں گا' آپ نے یہ اس لئے کہا کہ آپ کو خدشہ لاحق ہوا۔ کہ نے اگر اس کی امداد نہ کرسکا تو حال معلوم کرنے پر منافقوں میں شمار ہوں گا۔ کئی بزرگوں کا فرمان ہے ہم نے ایسے بہت سے لوگ دیکھے جو ایک دوسرے کو ہرگز سلام تک نہ کہتے تھے اور اگر باہم کوئی دوسرے کو حکم دیتا۔ تو جو کچھ اس کے پاس ہوتا۔ سب اسے سونپ دیتا۔ اب ایسے لوگ پیدا ہو چکے ہیں ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور اس سے احوال مرغی خانہ تک معلوم کرتے ہیں اور ہمت کر سبب حاجت چار آنے مانگ بیٹھے تو صاف انکار کر جاتے ہیں اور یہ کھلم کھلا نفاق ہے۔ جب لوگوں کی حالت یہاں تک پہنچ چکی ہے جو شخص ان سے ملاقات رکھتا ہے اگر وہ اس نفاق اور جھوٹ میں ان کی موافقت کرتا ہے تو وہ بھی اس نفاق اور جھوٹ میں ان کے ساتھ ہی ہے اور اگر مخالفت اختیار کرتا ہے تو اس کے دشمن بن جاتے ہیں اور اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور سب اس کی غیبت میں مشغول ہو جاتے ہیں تو انہی کی وجہ سے اس کے دین کا نقصان ہوتا ہے۔ اور ان کا اس کی وجہ سے۔

نمبر ۴

دوسرے فائدہ میں جو چار گناہوں کا بیان جاری ہے جن سے ہر کوئی بچنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ ان میں سے چوتھا یہ ہے کہ لوگوں سے تعلق و واسطہ رکھنے کی بناء پر لازم آتا ہے۔ وہ اس طرح کہ تو جس کی محفل ومجلس اختیار کرے گا۔ اس عادات اس طرح تیرے اندر آنے لگیں گی کہ تجھے خبر تک نہ ہو سکے گی۔ اور تیری طبیعت اس کی طبیعت سے اس طرح بہت سی باتیں اپنا لے گی کہ معلوم تک نہ ہونے پائے گا۔ ایسے ہی بہت سی نافرمانیوں کا بیج تیرے اندر جمنے لگے گا۔ آدمی کی نشست و برخاست (اٹھنا بیٹھنا)

marfat.com

اہل غفلت کے ساتھ ہو تو جو بھی دنیا والوں کی اور دنیا پر ان کی ہوس کو دیکھتا ہے۔ بعینہٖ یہی چیز اس میں بھی نمایاں ہو جاتی ہے اور جو فاسق لوگوں کو دیکھتا ہے اگر یہ ان کے عمل فسق کو برا ہی سمجھتا ہے جب بار بار ان کو دیکھتا ہے تو اس وجہ سے تو وہ عمل اسے بھی خفیف ہی معلوم ہونے لگتا ہے اور جس گناہ و نافرمانی سے عمل کو لوگ بار بار مشاہدہ کریں اس کا انکار اور اس کی نفرت ان کے دل سے خارج ہو جاتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ اگر لوگ کسی عالم دین کو ریشم کے لباس پہنے دیکھیں تو اس پر اعتراض اٹھانے لگتے ہیں اور برا گردانتے ہیں۔ مگر وہی عالم دین اگر سارا دن گلہ کوتاہ رہے تو اسے برا نہیں سمجھتے۔ حالانکہ یہ عمل ریشمی لباس زیب تن کرنے سے کہیں بدتر ہے۔ بلکہ یہ عمل جوزنا سے بھی زیادہ برا ہے۔ لیکن چونکہ یہ برائی بکثرت دیکھتے اور سنتے ہیں اس لئے ان کے دلوں سے اس کی مذمت و برائی نکل چکی ہوتی ہے۔ بلکہ غافل لوگوں کی حالت کو تو دیکھنا بھی نقصان دیتا ہے جیسے اصحاب اور بزرگوں کے حالات سننا سنانا سودمند ہے اور پاک لوگوں کے ذکر خیر کے وقت خدا تعالیٰ کی رحمت برستی ہے جیسے کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة نیک لوگوں کے ذکر سے وقت رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔

رحمت کا نزول اس واسطے ہوتا ہے کہ ان کی باتیں سن کر دین کی محبت و رغبت جوش پکڑتی اور دنیا کی رغبت کم ہوتی ہے چلی جاتی ہے ایسے اہل غفلت سے ذکر کے وقت لعنت اترتی ہے کیونکہ اس کا سبب غفلت اور دنیا کی چاہت ہے تو اس غفلت اور چاہت کا سبب نالوں کا ذکر ہوتا ہے۔ جب صرف ان کا ذکر کرنا بھی لعنت کا سبب ٹھہرا تو انہیں دیکھنا تو اس سے بھی کئی درجے زیادہ برا ہوا۔ اسی وجہ سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے ایسے آدمی کی مجلس لوہار کے بیٹے کی سی ہے۔ اگر کپڑے نہ بھی جلیں گے تو بہر حال اس کا دھواں تو ضرور نصیب ہوگا۔ اور نیکوں کی محفل و صحبت عطر فروش کی محفل و محبت کی مثال رکھتی ہے اگر تجھے عطر نہ بھی دے گا۔ تو کم از کم اس کی خوشبو ضرور تجھے پہنچ جائے گی۔ اس لئے تجھے علم ہونا چاہئے بوؤں کی مجلس سے تنہائی بہتر ہے اور نیک لوگوں کی محفل و صحبت اختیار کرنا اکیلے رہنے سے بہتر و افضل ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں وارد ہوا ہے۔

القصہ جس کی صحبت تمہیں دنیا کی ہوس سے نکالے اور خدا تعالیٰ کی طرف مائل کرے اس کے پاس مجلس کرنا بہت غنیمت ہے اس سے ہرگز جدا نہ ہو۔ اور جس کا حال اس کے برعکس ہو۔ اس سے اجتناب کر۔ خصوصاً اس عالم سے جو دنیا کی ہوس میں مبتلا ہو۔ اور جس کا کردار اس کے قول کے مطابق نہ ہو۔ کیونکہ اس کی محبت زہر ہلاہل ہے اور مسلمان کی عزت دل سے اکھاڑ پھینکنے والی ہے۔ کیونکہ دیکھنے والا اپنے دل میں خیال کرے گا کہ اگر مسلمانی کی کوئی بنیاد اور جڑ ہوتی تو یہ عالم اس پر خود ضرور عمل کرتا۔ اگر کوئی شخص روغن بادام میں پکے ہوئے حلوے کو سامنے رکھ کر بڑی چاہت سے کھا رہا ہو اور اس کے ساتھ یہ شور بھی مچا رہا ہو کہ اے مسلمانوں اس حلوے سے پرہیز کرنا۔ چونکہ یہ سارا زہر ہے تو کوئی آدمی بھی اس کی بات پر کان نہ دھرے گا۔ اور اس کا بڑی چاہت سے اسے کھانا۔ اس بات کی دلیل ہوگا کہ اس میں زہر نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو حرام کھانے اور گناہ کرنے کی پہلے پہل جرأت و ہمت نہیں کر پاتے۔ مگر جیسے سنتے ہیں فلاں عالم دین ایسا کرتا ہے تو ان میں بھی ہمت و حوصلہ آ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے عالم کی غلطی بیان کرنا دو طرح سے حرام ہے ایک تو اس لئے کہ یہ غیبت و گلہ ہے اور دوسرا اس لئے کہ اس سے لوگوں میں خرابی پیدا ہوگی اور وہ اسے دلیل بنا کر اس کی پیروی کریں گے اور شیطان بھی ایسے میں مدد پر اٹھ کھڑا ہوگا۔ اور ان سے کہے گا۔ فلاں عالم سے بڑھ کر تو پرہیزگار نہیں ہو۔

marfat.com

دو باتیں

☆ عام آدمی کے لئے مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جب عالم سے کوئی کام الٹا ہوتا دیکھے۔ تو وہ دو باتوں کو اپنے ذہن میں رکھے۔ ایک یہ کہ اپنے ذہن میں یہ سمجھے عالم سے اگر یہ کام صحیح نہیں ہو رہا ہے تو اس کا علم اس کی غلطی سے ازالہ کا سبب بن جائے۔ کیونکہ علم بھی ایک بہت عظیم سفارش کرنے والی چیز ہے اور بیچارہ عام آدمی اس سے خالی ہوتا ہے وہ جب عمل بھی نہ کرے گا تو وہ اپنی گلوخلاصی کے لئے کس چیز کے ذریعے بنائے گا دوسری بات وہ یہ ذہن میں لائے گا۔ عالم کا یہ جاننا حرام مال نہیں کھانا چاہئے بعینہٖ اس طرح ہے۔ جیسے ایک شخص جانتا ہے شراب نہیں پینی چاہئے۔ اور نہ ہی زنا کرنا چاہئے۔ تمام لوگ اتنی بات میں برابر ہیں کہ شراب پینا اور زنا کرنا حرام ہے ایک عام آدمی اگر شراب پئے تو یہ ذلیل نہیں ہوسکتا۔ کہ اسے دیکھ کر دوسرا بھی پینا شروع کردے تو عالم کا حرام کھانا بھی بالکل ایسے ہے اور زیادہ تر حرام کھانے کی جرأت وہ لوگ ہی کرتے ہیں جو نام کے عالم ہوتے ہیں وہ علم کی حقیقت سے واسطہ نہیں رکھے ہوتے۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں اس کا حیلہ اور بہانہ اور ایسی تاویل ان کے علم میں ہوتی ہے۔ جسے عوام نہیں سمجھ سکتے عوام کو چاہئے کہ وہ عالم کی غلطی کو اس نظریئے سے دیکھئے۔ تاکہ ہلاکت سے محفوظ رہ سکے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت حضرت علیہما الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ جو حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی میں سوراخ کیا اور اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر اعتراض کیا۔ قرآن پاک میں یہ اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ زمانہ ایسا ہی ہو چکا ہے کہ اکثر لوگوں سے صحبت رکھنا نقصان دہ ہے اور گوشہ نشینی اور علیحدہ بہت بہتر ہے۔

فائدہ نمبر ۳

☆ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ (الا ماشاء اللہ) کوئی شہر بھی لڑائیوں، فتنہ وفساد اور تعصب وتعدی کی باتوں سے بچا ہوا نہیں ہے۔ جو آدمی گوشہ نشین ہو جاتا ہے وہ فتنہ وفسادات سے رہا ہو جاتا اور ملاقات ورابطہ اختیار کرنے سے اس کا دین خطرے کی زد میں آجاتا ہے۔

جب لوگوں میں انتشار دیکھو

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے۔ جب لوگوں کو آپس میں دشمنی، عداوت، اختلافات اور انتشار میں مبتلا دیکھو۔ تو اپنے گھر سے ہرگز باہر نہ آؤ اور اپنی زبان کی حفاظت کرو۔ کچھ جانتے ہو اس پر عمل کرو جس بات کا علم نہیں اس سے دور رہو۔ اپنے کام میں مصروف رہو اور دوسروں کے کاموں سے ہاتھ ہٹالو۔

بچنے کی صورت

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! "لوگوں پر ایسا زمانہ آرہا ہے۔ انسان کا دل سلامت نہ رہ سکے گا۔ مگر اس صورت میں کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگے۔ اور ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ کی طرف اور ایک مورچے سے دوسرے مورچے کی طرف۔ جس طرح لومڑی اپنے آپ کو لوگوں سے چھپاتی پھرتی ہے"۔ لوگوں نے عرض

marfat.com

کیا ایسا زمانہ کب آئے گا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس وقت جب مصیبت اور گناہ کے علاوہ روزی میسر نہ آئے گی۔ اس وقت لوگوں سے الگ ہو جانا حلال ہوگا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ الگ تھلگ رہنا کیسے درست ہوگا؟ حالانکہ آپ نے ہمیں نکاح کرنے کا حکم فرمایا ہے؟ تو اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! اس زمانے میں مرد کی ہلاکت اس کے ماں باپ کے ہاتھوں میں ہوگی۔ اور اگر وہ مر چکے ہوں گے تو پھر اس کی ہلاکت و بربادی اس کی اولاد اور بیوی کے ہاتھ میں ہوگی اور اگر وہ بھی نہ ہوں تو اس کے عزیز و اقارب اسے ہلاکت و تباہی میں مبتلا کریں گے۔ لوگوں نے دریافت کیا وہ کس طرح؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! اس کی تنگدستی اور درویشی پر اسے لعنت و ملامت کریں گے اور اس میں جس چیز کی طاقت نہ ہوگی اس سے اس چیز کا مطالبہ کریں گے یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو جائے گا۔ یہ حدیث اگرچہ الگ تھلگ رہنے سے متعلق ہے۔ تاہم خلوت اختیار کرنا اور گوشہ نشین ہونا بھی اس سے ثابت ہے اور یہ زمانہ جس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہمارے زمانہ سے بہت اور قبل شروع ہو چکا ہے۔ جیسے کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے زمانے سے متعلق فرمایا کرتے تھے۔

واللہ لقد حلت العزوبة اللہ کی قسم الگ تھلگ (یعنی علیحدہ و تنہا' رہنا) حلال و روا ہو چکا ہے۔

فائدہ نمبر ۴

☆ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ انسان لوگوں کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ کیونکہ جب تک لوگوں کے درمیان ہوتا ہے ان کی غیبت اور ان کی بدگمانی کی تکلیف سے بچ نہیں سکتا اور نہ ہی نہ حاصل ہونے والی چیزوں کے لالچ سے اسے خلاصی مل سکتی ہے۔ کیونکہ انسان اس ات سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ کہ اس سے کوئی چیز اور ایسا کامل لوگ دیکھیں۔ جسے وہ سمجھ نہ سکیں تو اس بارے اس پر زبان کھولیں۔ کیونکہ نسان اگر یہ چاہے کہ تمام لوگوں کے حقوق مثلاً ماتم پرسی' مبارکبادی اور مہمان نوازی کرے۔ تو اس کا سارا وقت انہی کاموں میں صرف ہو جائے گا۔ لیکن وہ کسی کا بھی حق مکمل طور پر ادا نہ کر پائے گا اور اپنے کاموں کو بھی انجام نہ دے سکے گا اور بعض لوگوں کو ترجیح دے گا اور ان سے خصوصیت برتے گا تو دوسرے کچھ لوگ اسے برا گردانیں گے اور ملال رکھیں۔ لیکن جب گوشہ نشین ہو جائے گا تو یکمشت سب سے چھوٹ جائے گا اور وہ اس طرح اس سے راضی بھی ہوں گے۔

بہتر ساتھی

☆ ایک بزرگ تھے۔ جو ہمیشہ قبرستان میں رہتے تھے اور تنہا ہی بیٹھتے تھے۔ لوگوں نے سوال کیا آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ ہوں نے جواب دیا محفوظ ہونے کے لئے میں نے تنہائی سے افضل کسی چیز کو نہیں پایا اور قبر کی طرح نصیحت کرنے والا کوئی نہیں پایا اور پنے اعمال کو جانچنے سے زیادہ کوئی ساتھی نہیں پایا۔

ہ انسانیت

☆ حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو اولیاء اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے تھے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کو خط لکھا میں نے نا ہے آپ حج کو جا رہے ہیں۔ میں پسند کرتا ہوں کہ اس ہم سفر میں آپ کے ساتھ چلوں۔ آپ نے جواب دیا یہ خیال چھوڑ دیں تا کہ

marfat.com

میں اللہ تعالیٰ کے پردہ ستاری میں اپنی زندگی گزاروں۔ کیونکہ ممکن ہے جب ہم دونوں اکٹھے ہوں تو ہم میں سے ہر ایک دوسرے کی ایسی چیز دیکھ لے۔ جس کی بناء پر ہم اپنے آپ کو دشمن بنا ڈالیں تو یہ بھی گوشہ نشینی کے فوائد سے ایک فائدہ ہے۔ تاکہ انسان کی انسانیت کا پردہ اپنی جگہ قائم رہ سکے۔ اور باطنی حالات سامنے نہ آئیں۔ کیونکہ بسا اوقات آدمی کی بہت سی ایسی باتیں جو نہ دیکھی نہ سنی ہوتی ہیں۔ اکٹھے ہونے سے کھل جاتی ہیں۔

فائدہ نمبر ۵

☆ پانچواں فائدہ یہ ہے کہ لوگوں کی امیدیں اور طمع اس سے ختم ہوتا ہے اور لوگوں سے اس کے طمع کا سلسلہ منقطع ہو جا دونوں طرف کے طمع اور امیدوں سے بہت سے نافرمانیاں اور تکلیف دہ چیزیں جنم لیتی ہیں۔ کیونکہ بندہ جب دنیاداروں کو دیکھتا ہے تو اس میں حرص و آز پیدا ہوتی ہے۔ اور پھر حرص سے طمع اور طمع سے ذلت و رسوائی حاصل ہوتی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا۔

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ (سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۱۳۱) اور اے سننے والے اپنی آنکھیں نہ پھلا اس کی طرف جو ہم نے کافروں سے جوڑوں کو برتنے کیلئے دی ہیں۔ (کنز الایمان)

تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا۔ آپ ان لوگوں کی خوشنما دنیا کو نہ دیکھیں۔ کیونکہ فی الواقع یہ دنیا ان کے لئے فتنہ ہے۔ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا!" جو شخص دنیا کے ساز و سامان میں تم سے بڑھ کر ہو اس کی طرف دیکھو۔ کیونکہ اس طرح اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں تمہیں دے رکھی ہیں وہ تمہاری نگاہ میں حقیر ہو جائیں گی اور جو شخص مالدار لوگوں کی نعمتوں کی طرف دیکھتا ہے۔ ان کے حاصل کرنے کی فکر میں لگ جاتا ہے۔ لیکن وہ انہیں حاصل نہیں کر سکتا۔ مگر اپنی آخرت کا نقصان کر بیٹھتا ہے۔ اور اگر ان نعمتوں کو حاصل کرنے کی تگ و دو نہیں کرتا۔ تو صبر کی مشقت میں مبتلا ہوتا ہے اور صبر کی مشقت برداشت کرنا بھی بڑی مشکل بات ہوتی ہے۔

فائدہ نمبر ۶

☆ فائدہ نمبر چھ یہ ہے کہ ناپسندیدہ اور احمق لوگوں اور ان لوگوں کو دیکھنے سے جن سے طبیعت متنفر ہوتی ہے۔ محفوظ رہتا ہے۔

☆ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے دریافت کیا آپ کی آنکھ میں خلل کیوں واقع ہو چکا ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا۔ میں نے اپنی آنکھ کو ناپسندیدہ لوگوں کو دیکھنے سے محفوظ کیا ہوا ہے۔

روح کا بخار

☆ مشہور حکیم جالینوس کا قول ہے۔ جیسے جسم کو بخار آتا ہے اسی طرح روح کو بھی بخار آتا ہے اور روح کا بخار ناپسندیدہ لوگوں کو دیکھنا ہے۔

☆ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں جب بھی کسی ناپسندیدہ شخص کے پاس بیٹھا اس سے میں نے اس شخص سے بھی زیادہ اچھی باتیں پائیں اور یہ فائدہ اگرچہ دنیا سے متعلق ہے تاہم کسی حد تک دین کا بھی اس سے تعلق ہے۔ کیونکہ جب وہ ایسے آدمی

marfat.com

دیکھے گا جسے دیکھنا اسے اچھا نہیں لگتا تو زبان یا دل سے اس کی غیبت کے گناہ میں پڑ جائے گا اور جب گوشہ نشین ہوگا تو ان تمام باتوں سے محفوظ ہو جائے گا۔ یہاں فوائد گوشہ نشینی تمام ہوئے۔

آفات گوشہ نشینی

☆ واضح ہو۔ بعض دینی اور دنیاوی اغراض ایسی ہیں جو دوسروں کے بغیر حاصل نہیں ہو پاتیں اور تعلق و ربط کے بغیر انسان انہیں حاصل نہیں کر سکتا اور گوشہ نشین ہونے کی بناء پر وہ اغراض فوت ہو جاتی ہیں اور ان کا فوت ہو جانا انسان کے لئے آفت و نقصان دہ چیز ہے ان آفات کی تعداد بھی چھ ہے۔

آفت نمبر ا

☆ پہلی آفت تو یہ ہے کہ آدمی علم سیکھنے اور سکھانے سے محروم رہ جاتا ہے۔ آگاہ رہنا چاہیے کہ جو آدمی وہ علم بھی نہ سیکھے جو فرض ہے اور گوشہ نشین ہو بیٹھے تو ایسی گوشہ نشینی بھی حرام ہے اور اگر وہ اتنا علم سیکھ چکا ہے جس قدر فرض ہے اور باقی علم وہ نہیں سیکھتا اور نہ اس کے سیکھنے کی وہ طاقت رکھتا ہے۔ ایسا آدمی اگر عبادت و ریاضت کے لئے گوشہ نشینی اختیار کر لیتا ہے تو یہ جائز ہے اور اگر وہ ایسا آدمی ہے جو تمام علوم شرعیہ سکھا اور پڑھا سکتا ہے تو ایسے آدمی کے لئے بھی گوشہ نشین ہو جانا نقصان عظیم ہے۔ کیونکہ وہ آدمی جو علم سیکھنے اور حاصل کرنے سے قبل گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے اس سے زیادہ وقت خواب خیالات' بے کار اور عبث تفکرات میں ضائع ہو جاتا ہے اور اگر ہر روز اور ہمہ وقت وہ مصروف عبادت رہے گا جب علم میں پختہ نہیں ہوگا تو غرور و تکبر سے بچ سکے گا اور جو باتیں عقیدے میں منع اور گناہ والی ہیں ان سے بھی خالی نہ رہ پائے گا اور اس کے قلب میں خداوند قدوس کے بارے میں اکثر ایسے خیالات گزرتے رہیں گے جو کفریہ بدعت ہوں گے اور وہ جانتا بھی نہ ہوگا۔

☆ فی الجملہ یہ کہ گوشہ نشینی علماء کو اختیار کرنی چاہئے۔ نہ عوام کو۔ کیونکہ وہ بیمار آدمی جیسے ہیں اور بیمار کے لئے یہ مفید نہیں ہے کہ وہ اکثر سے دور بھاگ جائے۔ کیونکہ جب اپنا علاج وہ خود ہی کرنی بیٹھ جائے گا تو وہ اپنے آپ کو بہت جلد ہلاکت سے ہمکنار کرے گا۔

درجہ تعلیم دین

☆ دینی تعلیم کا درجہ بہت زیادہ ہے۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں جو آدمی عالم ہو۔ اس پر عمل کیرا بھی ہو اور دوسروں کو علم سکھاتا بھی ہو۔ اسے آسمان میں بڑے آدمی سے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور تعلیم تب ہی دی جا سکتی ہے۔ جب گوشہ نشینی سے دور رہا جائے۔ لہٰذا تعلیم دیں دنیا کی گوشہ نشینی سے افضل ہے۔ یہ شرط ہے کہ سیکھنے اور سکھانے والے کی نیت دین ہی ہو نہ کہ عز و جاہ اور مال کی چاہت۔ چاہئے کہ وہ آدمی علم سکھائے۔ جب مسائل طہارت بیان کرنے لگے۔ تو یہ واضح کرے کہ کپڑوں کو پاک رکھنا آسان اور مختصر سی بات ہے جبکہ مسائل طہارت سے افضل غرض دوسری اشیاء ہیں اور وہ نہ صرف آنکھ اور زبان کا بچانا ضروری ہے بلکہ زبان اور دیگر تمام اعضائے بدن کو گناہوں سے محفوظ رکھنا بھی لازمی ہے معلم اس کی وضاحت کرے اور اس پر عمل کی تاکید کرے اور اگر پڑھنے والا اس علم پر عمل نہیں کرتا اور مزید علم کی جستجو میں ہے تو اس کی غرض و نیت حصول مرتبہ ہے۔ جب مسائل طہارت

marfat.com

سے فراغت پائے تو بیان کرے کہ اس سے غرض ایک اور طہارت و پاکیزگی ہے جو اس پہلی سے بھی بلند ہے وہ یہ کہ دل کو دنیا آلائشوں سے اور اللہ عزوجل کے علاوہ ہر چیز کی دوستی سے پاک وصاف کرنا ہے۔

حقیقت لا الہ الا اللہ

لا الہ الا اللہ کی حقیقت یہی ہے کہ اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی چیز اس کا معبود نہ رہ جائے اور جو آدمی اپنی تمنا و آرزو میں پھنسا اور اپنی خواہش و تمنا کو اپنا خدا بنایا ہوا ہے ایسا آدمی کلمہ "لا الہ الا اللہ" کی حقیقت بالکل بے خبر و محروم ہے اور آدمی خواہش و آ علیحدہ ہونے کا طریقہ نہیں پہنچان سکتا۔ جب تک اس مضمون کو نہ پڑھے جو ہم مہلکات تباہ کرنے والے اعمال اور منجیات (والے اعمال) کے باب میں بیان کیا ہے اور اس کا جاننا تمام لوگوں پر فرض عین ہے۔

باعث ہلاکت

☆ جو طالب علم فراغت سے قبل حیض' طلاق' خراج (زمین کا ٹیکس) فتویٰ اور جھگڑوں کے مسائل سے متعلق علم حاصل کرتا اختلافات مذہب' علم کلام یا علم جدول و مناظرہ سیکھتا ہے یا معتزلہ اور کرامیہ فرقوں کے عقائد کے بارے تحصیل علم کرتا ہے تو سمجھ چاہئے کہ ایسا طالب علم مرتبے اور مال کا آرزومند ہے نہ کہ دین کا۔ کیونکہ اس کا فساد بہت زیادہ ہے اس سے دور رہنا چاہئے اور کہ وہ شیطان جو اسے ہلاک کرنے والا ہے۔ اس کے ساتھ مناظرہ نہیں کرتا اور اپنے نفس کے ساتھ جو اس کا بدترین دشمن ہے۔ نہیں ہے اور پسند کرتا ہے کہ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ سے جھگڑتا رہے۔ تو اس کا ایسا کرنا اس بات کی دلیل شیطان نے اس پر پورا قبضہ جما لیا ہے اور اس پر ہنستا ہے اور جو عادتیں اس کے اندر ہیں۔ مثلاً حسد' تکبر' ریا' خود کو اچھا جاننا' دنیا رغبت اور عزو جاہ اور مال کی حرص یہ سب نجاست اور غلاظت ہے جو اس کی ہلاکت کا باعث ہے جب اپنے دل کو ان سب سے پاک صاف نہیں کرتا تو اس کے لئے نکاح کے فتووں' طلاق' سلم اور اجارہ کے مسائل میں مشغول ہونا کب درست اور صحیح ہے۔

اجتہادی درجہ بدرجہ ثواب

☆ اگر کوئی شخص ایسے (مذکورہ بالا) مسائل میں غلطی کر بیٹھے۔ تو اس سے زیادہ کچھ سزا نہیں کہ دو نیکیوں میں سے ایک کا مستحق گا۔ کیونکہ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے! "جس نے اجتہاد کیا اور درستگی پر قائم رہا تو اس کے لئے دو درجے ثوا ہے اور اگر غلطی واقع ہوگئی تو ایک درجہ ثواب ہے۔ پس اگر امام شافعی یا امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب اختیار کرے تو اس کا یہی فا ہے کہ ان مسائل سے باخبر ہو جائے گا اور جب ان مذکورہ بری صفات کو خود سے دور نہ ہٹائے گا تو اس کا انجام برا ہوگا۔ اس کا دین جاتا رہے گا۔

غلط تاویل

☆ اب زمانے کا حال کچھ اس طرح کا ہو چکا ہے' ایک یا دو آدمیوں سے زیادہ ایسے افراد نہیں ملیں گے جو ایسے علم کی تحصیل

marfat.com

طلب رکھتے ہوں۔ اس لئے مدرس کے لئے بھی گوشہ نشین ہو جانا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ جو آدمی ایسے فرد کو علم سکھاتا ہے جو دنیا حاصل کرنا چاہتا ہو۔ تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایسے شخص کے ہاتھ اپنی بندوق فروخت کر دے جو ڈاکہ زنی کرنا چاہتا ہے اور اگر معلوم ہو کہ شاید کسی روز یہ شاگرد خدمت دین کا ارادہ بھی کرے گا۔ تو یہ ایسے ہی ہے جیسے بندوق بیچنے والا یہ وہم رکھے شاید یہ چور اور ڈاکو کسی روز ڈاکے اور چوری سے توبہ کر لے گا اور کافروں سے جہاد شروع کر دے گا۔ اگر استاد یہ تاویل کرے۔ سمجھ لینا چاہئے کہ تلوار توبہ نہیں سکھاتی۔ جبکہ علم تو توبہ کی تعلیم دیتا ہے اور اللہ عزوجل تک پہنچا سکتا ہے۔ تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ فتویٰ جات، جھگڑوں کے مسائل کا علم، علم کلام، علم نحو اور علم لغت بھی کسی کو خدا تک نہیں پہنچا سکتا وجہ یہ کہ ان علموں میں سے کسی میں خدمت دین کی رغبت اور حرص و چاہت نہیں پائی جاتی۔ بلکہ ان علوم میں سے ہر ایک علم کے ذریعے دل میں حسد، بغض، فخر، تکبر اور تعصب کی تخم ریزی ہوتی ہے اور دل میں یہی چیزیں پرورش پاتی ہیں۔ سننا اور ہے اور دیکھنا اور۔ تم مشاہدہ کر لو جو لوگ ان علوم میں مشغول رہتے ہیں وہ کس حال میں زندہ رہتے ہیں اور کس حال میں مرتے ہیں۔

اوروں کی خاطر

☆ جو علم آخرت کے سامان کی تیاری کی دعوت دیتا ہے اور دنیا سے ہٹاتا ہے۔ وہ علم حدیث اور علم تفسیر ہے اور دوسرا وہ علم ہے جس کو ہم نے باب مہلکات و منجیات میں ذکر کیا ہے۔ بہر حال توجہ اس علم کی رحمانی کی طرف چاہئے جو ہر انسان کو متاثر کرتا ہے۔ شاذ و نادر ہی وہ لوگ اثر قبول نہیں کرتے جن کے دل بہت زیادہ سخت ہو چکے ہوں۔ اور جس علم کا ہم نے ذکر کیا۔ اس سے گوشہ نشین ہونا کبیرہ گناہ ہے۔ اور جو علم حدیث و علم تفسیر اور دوسرا ضروری علم حاصل کر رہا ہو اس کے ساتھ ساتھ اس پر عزت و مرتبہ اور جاہ و جلال کی طلب بھی غالب ہو۔ تو ایسے آدمی کو علم سکھانا چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ اگرچہ اسے علم سکھانے میں دوسرے بہت سے لوگوں کا فائدہ ہے۔ مگر ایسا آدمی خود تباہ و برباد ہو رہا ہے اور اوروں کی خاطر وہ خود کو ہلاک کر رہا ہے۔ اس لئے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے "اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے دین کی مدد ایسے لوگوں سے کرائے گا۔ جن کا اپنا اس میں کچھ حصہ نہ ہوگا"۔ ایسے شخص کی مثال چراغ کی سی ہے کہ اس سے گھر تو روشن ہو رہا ہوتا ہے جبکہ وہ خود جل جل کر بھسم ہو رہا ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے ہی حضرت مانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے احادیث مبارکہ کی کتابوں کے ساتھ دفاتر جو آپ نے سن رکھے تھے۔ خاک میں دفنا دیئے تھے اور روایت حدیث چھوڑ دی تھی۔ اور فرمایا میں روایت حدیث اس لئے چھوڑ رہا ہوں کہ میں اس کی تمنا و آرزو اپنے اندر پاتا ہوں۔ یہی آرزو اگر خاموشی کی کرتا تو حدیث روایت کرنا نہ چھوڑتا۔

حدثنا کے الفاظ

☆ اسی طرح بزرگوں نے فرمایا

حدثنا

(ہم سے حدیث بیان کی)

دنیا کے بابوں میں سے ایک باب ہے جو بھی حدثنا کے الفاظ کہتا ہے اور یہ کہنا پسند کرتا ہے اصل میں وہ چاہتا یہ ہے کہ لوگوں کو

marfat.com

اپنے سامنے بیٹھائیں اور اس کی تعریف کریں۔

فرمان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جو کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ فرمایا دراصل یہ شخص چاہتا ہے کہ لوگ اسے پہچانیں اور اس کی شخصیت کو دیکھیں۔

منع وعظ و نصیحت

☆ ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روزانہ صبح کی نماز کے بعد وعظ و نصیحت کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دیدی۔ اس نے عرض کیا آپ تو وعظ و نصیحت سے روکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ اس لئے کہ مجھے خدشہ ہے کہ اس کی وجہ سے تو کہیں تکبر و غرور میں آ کر خود کو جہنم میں نہ گرا لے۔

شرط اچھائی

☆ حضرت رابعہ بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم اچھے آدمی ہو۔ مگر اس شرط پر کہ دنیا کو دوست نہ رکھو۔ دریافت کیا وہ کیسے؟ کہا اس لئے کہ تم روایت حدیث کو پسند کرتے ہو۔

☆ حضرت ابو سلیمان خطابی فرماتے ہیں۔ جو آدمی یہ چاہے کہ تمہارے ساتھ قربت رکھے اور تم سے علم سیکھے۔ تو موجودہ زمانہ میں ایسے لوگوں سے بھی دور رہو۔ کیونکہ ایسے لوگوں کے پاس نہ تو ضرورت کے مطابق روپیہ ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی "اچھائی" ایسے لوگ دیکھنے میں تو دوست ہوتے ہیں۔ لیکن اندر سے دشمن ہوتے ہیں۔ سامنے ہوں تو تعریف و توصیف کرتے ہیں مگر کر پیچھے گلے اور برائی کرتے ہیں۔ یہ لوگ منافقت، نکتہ چینی اور مکروہ و فریب سے لبریز ہیں۔ ان کی غرض یہ ہوتی ہے تجھے اپنے غلیظ مقاصد کی خاطر سیڑھی کر استعمال کریں۔ اور خواہشات کی تکمیل میں اپنا الو سیدھا کریں تا کہ تو ان کے برے مقاصد کیلئے شہر میں گھومے۔ اور جب وہ تیرے پاس آتے ہیں تو اس پر بڑا احسان جتلاتے ہیں۔ جبکہ فی الواقع ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ تو اپنی عزت، مرتبہ اور روپیہ پیسہ ان پر نثار کر دے جس کے عوض وہ تیرے پاس آئے ہیں اور وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ تو اپنے حقوق اور عزیز و اقارب اور تعلق والوں کے حقوق ادا کرے۔ یہ اصل میں تمہیں بیوقوف بناتے ہیں اور یہ بھی فرض رکھتے ہیں کہ تو ان کے دشمنوں سے بدمزاجی سے پیش آئے۔ اور اگر کسی وقت تو ان کی پیروی نہ کرے اور ان کے خلاف کرے۔ تو پھر دیکھ کس طرح تم پر اور تیرے علم پر نقطہ چینی کرتے ہیں اور اس طرح تم سے اپنی دشمنی ظاہر کرتے ہیں صورت حال کچھ اس طرح ہی ہے۔ جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے آج کے شاگرد اساتذہ کو مفت میں بھی قبول نہیں کرتے پہلے تم سے یہ مطالبہ رکھتے ہیں کہ تو ان کا وظیفہ جاری کرائے۔ مدرس آدمی بیچارہ۔ طاقت نہیں رکھتا کہ وہ شاگرد کو نظر انداز کرے۔ اس کی تمنا یہ ہوتی ہے خود کو لوگوں کے سامنے باعزت پیش کرے اور ان کا وظیفہ جاری نہیں کرا سکتا۔ جب تک ظالموں کی خدمت اور ان کے سامنے دین میں ان کی من مانی نہ کرے اور ایسے ہی اپنے دین کو تباہ نہ کرے اور پھر خود بھی شاگردوں سے کسی قسم کی امید نہ کرے۔ کیونکہ جو مدرس تعلیم دے سکتا ہے اور ان بلاؤں سے بھی پرہیز کر سکتا ہے تو اس کے لئے علم سکھانے کا کام گوشہ نشینی

marfat.com

ونے سے افضل ہے۔ عام آدمی کے لئے یہ حکم ہے جس عالم کو دیکھے کہ محفل میں بیٹھا ہے اور درس و تدریس کر رہا ہے اس کے بارے لمان بد نہ رکھے۔ شاید یہ وہ ہے اور رتبے کو حاصل کرنے کے لئے ایسا کر رہا ہے بلکہ یہ خیال کرے یہ اللہ عزوجل کے لئے کر رہا ہے۔ یونکہ یہ اس کی ڈیوٹی ہے اس کے بارے گمان اچھا ہی رکھے اور جب اندر (باطن) پالیدی ہو۔ تو ایسے گمان کی کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ یونکہ وہ باقی لوگوں کو بھی اپنے آپ پر ہی قیاس کرتا ہے یہ باتیں اس لئے واضح کی ہیں تا کہ ہم اپنی شرط کو پہچان اور عام آدمی اپنی الت کی وجہ سے کوئی حیلہ نہ کرے اور علماء کرام کی عزت میں کوتاہی نہ کرے۔ کیونکہ اس برے گمان کی وجہ سے ہلاک ہو جائے گا۔

فت نمبر ۲

دوسری آفت یہ ہے کہ گوشہ نشین ہونے سے نفع ڈھونڈنے اور اسے پہنچانے سے محروم رہتا ہے۔ نفع حاصل کرنے کی صورت ایسے ہے کہ میل جول کے بغیر روزی کمانا ممکن نہیں ہوتا۔ اور جو عیالدار ہو اور روزی کمانے میں مصروف نہ ہو۔ بلکہ گوشہ نشین ہو۔ تو اس کے لئے یہ جائز نہیں۔ کیونکہ اپنے بال بچوں کے حقوق ضائع کرنا کبیرہ گناہوں سے ہے اور اگر گزراوقات کے مطابق ان کے لئے روزی کا ریعہ ہو۔ یا بال بچے ہیں تو اس صورت اس کے لئے گوشہ نشینی بہتر ہے۔

فع کی صورت

☆ نفع پہنچانے کا طریقہ یہ ہے کہ صدقہ و خیرات ضرور کرے۔ اور مسلمانوں کے حقوق ادا کرے۔ اور گوشہ نشین ہونے سے ہری عبادت میں مصروف ہونے کے علاوہ اور کچھ نہ کرے تو حلال روزی کمانا' صدقہ و خیرات کرنا۔ اس کے لئے گوشہ نشینی سے افضل اور اس کے باطن میں اللہ عزوجل کی مغفرت کا راستہ کشادہ ہو چکا ہے اور اللہ عزوجل سے مناجات کرنے میں اسے پیار اور محبت پیدا ہے۔ تو یہ بات صدقہ و خیرات سے بہتر ہے کیونکہ تمام باتوں سے بنیادی طور پر یہی مقصود ہے۔

فت نمبر ۳

☆ تیسری آفت یہ ہے لوگوں کے اخلاق و عادات ان کے برتاؤ پھر صبر کرنے کی وجہ سے جو ریاضت و مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ اس سے محروم رہے گا اور یہ ایک بہت بڑا فائدہ ہے یہ اس کے لئے جس نے ابھی ریاضت نفس مکمل نہ کی ہو۔ کیونکہ اچھے اخلاق تمام عبادتوں کی اصل ہیں اور یہ بات میل جول کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اچھی خوخصلت اس بات کا نام ہے لوگوں کی تکلیف دہ باتوں پر صبر اور بردباری سے کام لے۔ صوفیائے کرام کے خادم اور درویش میل جول اسی نیت سے رکھتے ہیں تا کہ عام لوگوں سے اپنے ضرورت کہہ کر اپنے غرور و تکبر کے بت کو پاش پاش کر دیں۔ اور صوفیاء کے لئے نان و نفقہ مہیا کرے کنجوسی کی زنجیر کو کاٹیں اور لوگوں کی بدسلوکی برداشت کر کے اپنے آرام سے دور رہے۔ اور صوفیاء کی خدمت میں رہ کر برکت و دعا اور ان کی توجہ سے اپنا حصہ حاصل کریں۔

ض ریاضت

☆ پہلے وقتوں میں اول یہی کام ہوتا تھا اگرچہ اب نہیں اور صرف خیالات ہی باقی رہ گئے ہیں۔ اور بعض لوگوں کا مقصود جاہ و مال

marfat.com

کا حاصل کرنا ہوتا ہے۔ تو اگر کوئی ریاضت میں مکمل ہو چکا ہے اور گوشہ نشینی سے بھی آگے کی بات حاصل کرنے کا مستحق ہو چکا ہے۔ کیونکہ ریاضت کی غرض یہ نہیں ہے کہ ہمیشہ تکلیف ہی جھیلتا رہے۔ جس طرح وہ اسے اس کی کڑواہٹ سے متاثر ہونا غرض نہیں۔ بلکہ یہ غرض کہ انس ہوتی ہے کہ مرض دور ہو جائے اور جب مرض دور ہو گئی تو ہمیشہ خود کو تلخی میں رکھنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ غرض ریاضت و مجاہدہ سے بھی ایک اور بلند شے ہے اور اللہ عزوجل کی یاد کے ذریعے اس سے پیار محبت کرتا ہے اور ریاضت و مجاہدہ سے غرض یہ ہوتی ہے جو شے اس پیار و محبت کے راستے میں رکاوٹ بنے۔ تو اپنے آپ ہٹا دے تا کہ ذکر الٰہی میں مشغول ہو سکے۔

علماء و مشائخ کیلئے

☆ واضح ہو۔ جیسے خوب اپنے آپ کو ریاضت و مجاہدہ میں ڈالنا لازمی ہے۔ ایسے ہی دوسروں کو ریاضت و جدوجہد اور اپنی ربیت کی طرف مائل کرنا بھی دین کے اہم ارکان میں سے ہے اور دوسروں کو مائل کرنے کا یہ کام گوشہ نشینی کی حالت میں میسر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مرشد کامل کے لئے مریدوں کے ساتھ ربط رکھنے کے سوا کوئی طریقہ نہیں اور اس کا ان سے کنارہ کر لینا مناسب نہیں۔ لیکن جیسے مرتبہ و ریاکاری کی مصیبت سے بچنا لازمی ہے علماء و مشائخ کیلئے محتاط رہنا ضروری ہے اور جب ان کا مریدوں اور شاگردوں کے ساتھ رابطہ و ملاقات شرط اور قاعدہ و ضابطہ کے عین مطابق ہو گا تو ان کے اندر رہنا تنہائی و خلوت میں رہنے سے بہتر ہو گا۔

آفت نمبر ۴

☆ چوتھی آفت یہ ہے کہ گوشہ نشینی میں دل پر وسوسے غلبہ کرتے ہیں اور ممکن ہے دل ذکر سے متنفر ہونے لگے اور سستی میں زیادتی ہو اور یہ خرابی لوگوں سے ملاقات کے بغیر دور نہیں ہو سکتی۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اگر مجھے وسوسوں کا ڈر نہ ہوتا تو میں لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھتا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک دل کو دوسرے سے سکون حاصل کرنا چاہئے۔ کیونکہ دل کو جب ایک ہی بات پر مجبور کرو گے۔ تو وہ اندھا ہو جائے گا تو ضروری ہے کہ ہر روز کوئی سنگی و ساتھی ہو۔ جس سے پیار و محبت کا تعلق قائم رہے تا کہ اسے سکون ملے اور طبیعت کے خوش رہنے میں اضافہ ہوتا رہے۔ لیکن یہ ایسا آدمی ہونا چاہئے جس کی تمام باتیں دین سے متعلق ہوں۔ اور جو دین میں خود کو کوتاہ سمجھتا ہو اور جو ہر لحہ دین کے اسباب میں تدبیریں سوچنے میں مصروف رہتا ہو۔ اہل غفلت کے ساتھ بیٹھنا اگرچہ ایک ہی لحہ کے لئے ہو۔ نقصان دہ ہے اور وہ صفائی جو حاصل ہوتی ہے جاتی رہتی ہے۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! ہر آدمی اپنے دوست کے طور طریقے پر ہوتا ہے۔ اس لئے اس بات کا خیال رکھو۔ کہ تمہاری دوستی کیسے آدمیوں کے ساتھ ہے۔

آفت نمبر ۵

☆ پانچویں آفت یہ ہے کہ بیمار پرسی جنازے کے ساتھ جانے دعوت میں شریک ہونے اور لوگوں کو مبارکباد دینے اور ان کی ماتم پرسی کرنے اور ان کے حقوق ادا کرنے کے ثواب سے آدمی محروم رہ جاتا ہے۔ اور ان باتوں میں اور بھی بہت سی خرابیاں ہیں اور رسم

marfat.com

ورواج' نفاق و بناوٹ وغیرہ کی خرابیاں ان میں داخل ہو چکی ہیں۔ کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جوان کاموں کی آفت سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ ایسے لوگوں کے لئے گوشہ نشینی بہتر ہے۔ اور بہت سے سلف صالحین نے ایسے ہی کیا۔ یہ سب کچھ انہوں نے اپنی آخرت کی سلامتی کے لئے کیا۔ کیونکہ ان کو سلامتی گوشہ نشینی میں ہی نظر آئی۔

آفت نمبر ۶

چھٹی آفت یہ ہے۔ لوگوں کے ساتھ ملاقات رکھے۔ ان کے حقوق کی ادائیگی میں۔ ایک قسم کی عاجزی وانکساری پائی جاتی ہے۔ اور گوشہ نشینی میں غرور بھی آ سکتا ہے۔ عین ممکن ہے۔ گوشہ نشینی اختیار کرنے کا سبب تکبر اور سردباری کا خیال ہی ہو۔ ایسے آدمی کی خواہش یہ بھی ہوتی ہے وہ تو کسی کی زیارت وملاقات کو جائے۔ جبکہ اس کی زیارت وملاقات کے لئے لوگ ضرور آئیں۔

حکایت

☆ بیان کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عظیم دانا آدمی تھا۔ جس نے حکمت و دانائی کی کتابوں میں تین سو ساٹھ کتب تصنیف کی تھیں۔ آخر کار اس کے دل میں یہ گمان پایا گیا کہ میرا اللہ تعالیٰ عزوجل کے دربار میں بہت بڑا درجہ ہے۔ اس زمانے کے پیغمبر اللہ عزوجل کی طرف سے وحی نازل ہوئی۔ اس سے کہہ دیں کہ تو نے روئے زمین پر اپنی شہرت کرالی ہے۔ میں تیری کی بات کو بھی قبول نہیں کرتا۔ تو اس کے دل میں اللہ عزوجل کا خوف پیدا ہوا اور اس گمان سے توبہ ورجوع کی اور ایک علیحدہ کونے میں جائے گا۔ اور کہا اب اللہ عزوجل مجھ سے خوش ہو گیا۔ پھر وحی آئی۔ میں اس سے خوش نہیں۔ تو وہ خلوت خانہ سے باہر آیا اور بازاروں میں جانا اور لوگوں سے ملنا جلنا شروع کر دیا۔ اور ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا' کھانا پینا شروع کر دیا۔ اور اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی۔ اب میں تم سے خوش ہوں اور تو نے مجھے پالیا ہے۔

عمل کی خرابی

☆ لہٰذا واضح ہو۔ جو غرور میں آ کر گوشہ نشین ہوتا ہے اور ڈرتا ہے کہ محفلوں اور مجلسوں میں لوگ اس کو عزت نہیں دیتے۔ یا اس بات سے ڈرتا ہے کہ لوگ اس کے علم یا عمل کی خرابی سے واقف ہو جائیں گے اور اس کوتاہی کا پردہ پھٹ جائے گا۔ اور ہمیشہ اس آرزو میں رہے کہ لوگ اسے دیکھنے آئیں اور اسے نیک بخت جانیں۔ اور اس کے ہاتھ چومیں۔ تو یہ گوشہ نشینی میں منافقت ہے۔ اور اس کی ایک علامت یہ ہے کہ گوشہ نشینی حق اور خیر کے لئے ہے۔ اس لئے تنہائی کے کونے میں فضول نہ بیٹھا رہے۔ بلکہ ذکر وفکر میں لگا رہے یا علم عبادت میں دوسری علامت یہ ہے کہ لوگوں کا اس کی زیارت کے لئے آنے کو برا جانے۔ البتہ اس شخص کو اپنے پاس آنے کو برا نہ جانے جس سے دینی فائدہ ہوتا ہے۔

شہرت خواہی

☆ حضرت ابوالحسن حاتمی رحمہ اللہ تعالیٰ جو خواجگان بن طوس میں سے تھے۔ شیخ ابوالقاسم کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ دعوت جو بلند و پایہ

marfat.com

اولیاء کرام سے تھے کو سلام عرض کرنے گئے۔ جبکہ ان کے پاس پہنچے تو بہانہ کرنے لگے میں کوتاہی کرتا ہوں۔ جو آپ کی خدمت میں بہت کم پہچانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ عذر خواہی نہ فرمایئے کیونکہ لوگ زیارت کے لئے آنے کو احسان سمجھتے ہیں اور میں آنے کو۔ کیونکہ ہمیں کسی بڑے آدمی کے پاس آنے کی کوئی پرواہ نہیں۔ ہمیں تو ایک ہی کے آنے کا انتظار ہے اور وہ ہے حضرت عزرائیل علیہ السلام۔

بہت بڑی جہالت

☆ ایک امیر آدمی حضرت حاتم اثم رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس گیا۔ اور کہا آپ کوئی ضرورت رکھتے ہیں فرمایا ہاں اور وہ یہ ہے آئندہ تو مجھے نہ دیکھے اور تجھے نہ دیکھوں اور واضح ہو اس لئے گوشہ نشین ہونا تا کہ لوگ اس کی تعظیم کریں۔ یہ بہت بڑی جہالت کیونکہ کم سے کم مرتبہ یہ ہے وہ اس بات کا یقین رکھتا ہو کہ مخلوق کا کوئی بھی کام اس کی قدرت میں نہیں ہے۔ اور اس بات کو ی کرے اگر کسی پہاڑ کی چوٹی پر جائے تو کیڑے نکالنے والا یہ کہے گا یہ منافقت میں جا رہا ہے اور اگر شراب خانے جائے گا تو جو اس ے دوست اور مرید ہیں اس کی مذمت اور برائی کریں گے تا کہ اپنے آپ کو لوگوں کی آنکھوں سے گرا دے۔ بہر حال ایسے آدمی کے حق میں لوگوں کے دو طبقے ہو جاتے ہیں کچھ اس کو اچھا اور کچھ برا کہیں گے اس لئے چاہئے کہ دل کو دین میں لگائے۔ لوگوں میں نہ لگائے۔

دو باتیں

☆ حضرت سہیل تستری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک مرید کو کسی کام کا حکم فرمایا اس نے کہا۔ میں لوگوں کی طعن تشنیع کے خوف سے کام نہیں کر سکتا۔ جو حضرت سہل نے اپنے صاحبوں سے فرمایا۔ کوئی بھی اس کام کی حقیقت کو حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک وہ اپنے اندر دو باتیں پیدا نہ کرے۔ یا تو ساری مخلوق اس کی آنکھوں میں بے اہمیت ہو۔ یعنی وہ خالق کے علاوہ کسی کو منہ نہ دکھائے یا اس کا نفس اس گناہ سے گر چکا ہو اور اس کو کوئی فکر نہ ہو اور لوگ اس کو جس حال میں بھی دیکھیں۔ اسے اس کا خیال نہ ہو۔

اللہ کی ہمسائیگی

☆ حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے کہا ایک طبقہ آپ کی محفل میں آتا ہے اور آپ کی باتیں یاد کرتا ہے کہ وہ آپ پر اعتراض کرے اور آپ کی عیب جوئی کرے۔ آپ نے فرمایا۔ جب سے میرے نفس میں فردوس اعلیٰ کا اور اللہ عزوجل کی ہمسائیگی میں رہنے کا شوق پیدا ہو چکا ہے لوگوں کی طرف سے امن کا خیال ختم ہو چکا ہے۔ کیونکہ لوگوں کی زبان سے تو ان کا رب تعالیٰ بھی سلامت نہیں۔ فی الجملہ یہ کہ تو نے گوشہ نشینی کے فوائد اور نقصان جان لئے ہیں ہر آدمی کو چاہئے اپنا احتساب کرے اور ان فوائد کو ہمیشہ آفتاب کی طرح سامنے رکھے۔ تا کہ اسے معلوم ہو سکے اس کے لئے گوشہ نشینی افضل ہے یا لوگوں میں رہنا۔

آداب گوشہ نشینی

☆ جب کسی نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ تو اسے لازم ہے یہ نیت کرے میں اس کے ذریعے اپنے شر سے لوگوں کو محفوظ کرتا ہوں اور لوگوں کے شر سے اپنے آپ کو اور اس کی یہ نیت بھی ہو۔ عبادت الٰہی کے لئے فراغت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور چاہئے کوئی گھڑی

marfat.com

بھی فضول نہ گزرنے دے بلکہ ذکر وفکر اور علم وعمل میں لگا رہے اور لوگوں کو پاس آنے کی بھی اجازت دے اور گوشہ نشینی میں شہر کے بڑے بڑوں کے حالات بھی معلوم نہ کرے۔ کیونکہ وہ جو کچھ سنے گا اس کی تخم ریزی اپنے سینے میں بھی ہو جائے گی اور ضروری ہے۔ خلوت کے دوران نگاہ کہ اپنے سینے کی طرف رکھے اور خلوت میں سب سے عظیم کام یہ ہے۔ نفسانی خیالات کو بالکل ختم کر کے رکھ دے۔ تا کہ ذکر الٰہی ذہن اور فکر جائے اور لوگوں کی باتیں اور حالات معلوم کرنا نفس کا تخم اور بیج ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ بالکل مختصر خوراک اور معمولی لباس پر گزارہ کرے۔ وگرنہ لوگوں سے ملاقات سے بے نیاز نہیں ہو سکتا اور یہ بھی کہ پڑوسیوں کے دکھ اور درد پر صبر و ضبط سے کام لے۔ گو وہ اس کی صفت یا مذمت کریں۔ اس طرف کان نہ دھرے۔ اور اس میں دل کو مبتلا نہ کرے اور اگر اسے لوگ گوشہ نشینی کی حالت میں منافق و ریا کار کہیں یا مخلص اور عاجز سمجھیں' ریا کار' مغرور اور مکار کہیں تو بھی اس طرف کان نہ دھرے کیونکہ ان باتوں میں پھنسنا اپنے تمام قیمتی وقت کو برباد کرنا ہے اور گوشہ نشینی سے غرض یہ ہے کہ آخرت کے کاموں میں مشغول و مستغرق رہے۔

بیان آداب سفر

☆ واضح ہو سفر دو قسم کا ہے ایک باطن کا اور دوسرا ظاہر کا۔ باطن کا سفر دل کا سفر ہے۔ جو آسمانوں' زمینوں' اللہ عزوجل کی کاریگری سے عجائبات اور راہ دین کی منزلوں میں ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کا سفر یہی ہے کہ جسم کے لحاظ سے گھروں میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ مگر دل سے جنت میں جس کی وسعت سات آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ کھلی فضا میں ہوتے پھرتے ہیں کیونکہ عالم ملکوت عارفوں کی جنت ہے یہ ایسی جنت ہے جس میں ممانعت رکاوٹ اور تصادم کی کوئی جگہ نہیں۔ اسی کی طرف دعوت دیتے ہوئے اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔

لم ینظروا فی ملکوت السموت والارض وخلق ومن شی (سورہ اعراف آیت نمبر ۱۸۵) کیا انہوں نے نگاہ نہ کی آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت میں اور جو چیز اللہ نے بنائی۔ (ترجمہ کنز الایمان)

☆ جو یہ سفر اختیار نہ کر سکے اسے چاہئے کہ بدن کو ہر اس جگہ لے جائے۔ جہاں اسے فائدہ ملتا ہے اس شخص کی مثال ایسی ہے ایک آدمی خود چل کر بیت اللہ شریف کو جائے تا کہ اس کی ظاہری عمارت دیکھے۔ اور دوسرے کی مثال ایسی ہے وہ خود گھر میں بیٹھا ہو کعبۃ اللہ خود اس کے پاس آئے۔ اور وہ اس کے گرد طواف کرے اور اس سے اپنے راز و رموز بیان کرے ان دونوں آدمیوں میں فرق ہے اس بات کو بیان فرماتے ہوئے شیخ ابوسعید نے فرمایا نامرد لوگوں کے تو پاؤں میں آبلے پڑے' جبکہ مردوں کی سرینوں میں۔

☆ اس کتاب میں ظاہر سفر کے آداب دو بابوں میں بیان کئے گئے ہیں کیونکہ باطنی سفر کی شرح بڑی دقیق اور عمیق ہے۔ یہ کتاب اس شرح کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

☆ پہلا باب سفر کی نیت اور اس کی اقسام و آداب کے بیان میں ہے اور دوسرا باب علم کے لئے سفر اور اس میں رخصت کے بیان میں ہے۔

marfat.com

باب نمبر ۱

انواع و آداب اور نیت سفر

فصل نمبر ۱ بیان اقسام سفر

☆ سفر کی پانچ قسمیں ہیں۔ قسم نمبر ۱ علم کی تلاش میں سفر کرنا یہ سفر فرض ہے جبکہ تعلیم علم فرض یا سنت ہو۔ اس علم کا حاصل کرنا سنت ہو۔ اس کے لئے سفر تین قسم کا ہے۔

نمبر ۱ - اوّل یہ ہے کہ شرع کے مسائل سیکھنے کیلئے سفر کیا جائے۔ حدیث مبارکہ میں ہے۔ ''جو تم سے تلاش علم میں گھر سے نکلتا ہے۔ وہ گھر واپس آنے تک خدا تعالیٰ عزوجل کے راستے میں ہوتا ہے'' حدیث مبارک میں ہے۔ ''اس طالب علم کے پاؤں کے نیچے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں۔'' سلف صالحین میں سے ایسے حضرات بھی ہوئے ہیں۔ جنہوں نے صرف ایک حدیث کی خاطر بہت طویل سفر طے کیا۔ حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص شام سے یمن تک کا سفر طے کرے صرف ایک کلمہ سیکھنے کے لئے اس کا دین فائدہ بخش ہے۔ تو اس کا یہ سفر کرنا ضائع و بیکار نہ ہوگا۔ تاہم اس بات کو ملحوظ رکھے۔ سفر اس علم کی تلاش میں ہو۔ جو توشہ آخرت کا سبب بنے اور جو علم بندے کو دنیا سے آخرت کی طرف اور حرص ہے قناعت کی جانب' ریا سے اخلاص کی سمت اور مخلوق سے ڈرنے کی بجائے خالق سے ڈرنے کی طرف راغب نہ کرے۔ وہ نقصان اور خسارے کا باعث ہے۔

وجہ نمبر ۲' برائے علم سنت

☆ علم' سنت کے لئے سفر کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ سفر اپنی ذات اور اپنے اخلاص کو پہچانے کیلئے ہو۔ تاکہ اپنی صفات مذمومہ سے علاج میں مصروف ہو سکے۔ اس مقصد کے لئے سفر کرنا بھی بہت ضروری ہے کیونکہ انسان جب گھر میں ہی رہے اور اس کے کام اس کی مراد کے مطابق ہوتے رہیں تو وہ اپنے آپ کو نیک خیال کرتا ہے سفر اختیار کرنے سے اس کے باطنی اخلاق سے پردہ ہٹ جاتا ہے اور ایسے حالات پیش آتے ہیں جو اپنی کمزوری اور عبادت میں کوتاہی نیز اپنے عجز و بیچارگی کو پہچان لیتا ہے۔ جب بیماری اور مرض کا پتہ چل جائے تو انسان اس کے علاج کی خاطر بھی تیار ہو جاتا ہے۔ جس نے سفر کی صعوبتیں برداشت نہ کی ہوں وہ بہت ہی مفید کاموں سے محروم رہ جاتا ہے۔

حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے' اے گروہ علماء سفر کی سختیاں برداشت کرو۔ تاکہ پاک ہو سکو۔ کیونکہ جو پانی ایک جگہ کھڑا رہے۔ گندہ ہو جاتا ہے۔

وجہ نمبر ۳

تیسری وجہ یہ ہے کہ سفر اس لئے کرے تاکہ خشکی اور تری کو پہاڑوں و بیابانوں اور مختلف ممالک میں پھیلی ہوئی خدا تعالیٰ کی صنعتوں

marfat.com

اور قدرتوں کو دیکھے اور حیوانات' نباتات وغیرہ اطراف عالم میں پائی جانے والی عجیب عجیب مخلوقات کو پہچانے اور جانے جو اپنے خالق کی تسبیح و تقدیس میں رطب اللسان ہیں۔ اور اس کے وحدہ لاشریک ہونے کی گواہی دے رہے ہیں اور جس خوش قسمت انسان کی آنکھیں کھل چکی ہو۔ جس سے وہ جمادات کی باتیں جو نہ زبان رکھتی ہیں اور نہ آواز سن سکتی ہیں اور خط خداوندی جو تمام موجودات کے چہرے پر لکھا ہوا ہے جو نہ حرف ہے نہ تحریر' پڑھ سکے اور ان سے بھی اسرار مملکت کی شناخت کر سکے۔ تو اس کی ضرورت نہیں کہ جہاں کے گرد طواف کرتا پھرے۔ بلکہ وہ ملکوت آسمان پر نظر دوڑائے جو دن رات اس کے گرد طواف کر رہے ہیں اور اپنے عجائبات کے روز ہائے حقیقت و رموز سے بیان کر رہے ہیں۔ اور پکار رہے ہیں کہ۔

وکاین من ایته فی السموات والارض تمترون علیهما وهم عنها معرضون.

اور کتنی نشانیاں آسمانوں اور زمین میں کہ اکثر لوگ ان پر گزرتے ہیں اور ان سے بے خبر رہتے ہیں۔

(سورہ یوسف آیت ۱۰۵' ۱۲/۷ کنز الایمان)

کہ اگر کوئی شخص اپنے اعضاء و صفحات پر ہی غور و فکر کرے تو ساری زندگی خود کو ہی عجائب و غرائب کی نظارہ گاہ بنائے رکھے۔ مگر یہ چیز کس وقت حاصل ہوتی ہے جب ظاہر آنکھ کی بجائے دل کی آنکھ سے دیکھے۔

☆ ایک بزرگ نے فرمایا "لوگ کہتے ہیں اپنی آنکھیں کھولو' تا کہ تمہیں قدرت کے عجائبات نظر آئیں"

☆ دونوں باتیں صحیح اور درست ہیں۔ کیونکہ منزل نمبر ایہ ہے کہ اپنی ظاہر آنکھ کھولے اور ظاہری عجائبات کا نظارہ کرے۔ اس کے بعد منزل نمبر ۲ میں داخل ہوگا۔ جس میں پھر باطنی عجائبات دیکھے گا۔ اور ظاہری عالم کے عجائبات کی تو حد اور انتہا ہے۔ کیونکہ یہ اجسام سے متعلق ہیں اور وہ متناہی ہیں۔ مگر عالم باطنی کے عجائبات کی کوئی حد اور انتہا نہیں اس لئے کہ وہ ارواح و حقائق سے متعلق ہیں۔ اور حقائق لامتناہی ہیں اور ہر حقیقت ایک صورت اور روح رکھتی ہے صورت کو دیکھ لینا تو چشم ظاہر کا کام ہے اور حقیقت کو مشاہدہ کرنا چشم باطن کا حصہ ہے اور صورت بہت مختصر چیز ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے کوئی آدمی زبان کو دیکھ کر یہ خیال کرے کہ وہ گوشت کا چھوٹا سا ٹکڑا ہے دل کو دیکھے تو سیاہ خون کا ٹکڑا تصور کرے اب گمان کرو کہ ظاہری آنکھ کا دل کی حقیقت کے سامنے کس قدر تھوڑا حصہ ہے۔ کل اجزاء اور ذات عالم کی نوعیت ایسی ہے۔ جو ظاہر میں مختصر دکھائی دیتے ہیں۔ مگر حقیقت میں ان کی کوئی انتہا نہیں اور جسے صرف ظاہری آنکھ ہی میسر ہوئی ہے۔ اس کا رتبہ گائے' بھینس کے رتبے کے قریب ہے۔ مگر اتنی بات ضرور ہے بعض چیزوں میں ظاہری آنکھ کی چابی ہے اس لئے تخلیق کائنات کے عجائبات کا مشاہدہ کرنے کے لئے سفر کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

قسم نمبر ۲

☆ سفر کی دوسری قسم عبادت کے لئے سفر کرنا ہے۔ مثلاً بیت اللہ' جہاد فی سبیل اللہ زیارت قبور انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام' اولیاء کرام' صحابہ کرام اور تابعین کرام کی قبور کی زیارت کے لئے سفر کرنا۔ بلکہ علماء اور بزرگان دین کی زیارت کرنا۔ ان کے چہروں کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ ان کی دعاؤں سے برکت حاصل کرنا بھی ایک عظیم شے ہے ان کی زیارت اور مشاہدے کی نیک بختیوں میں سے نمبر ا تو یہ ہے کہ دل میں ان کی اتباع اور اقتداء کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے ان کا دیدار بھی عبادت قرار پاتا ہے عبادت کے

marfat.com

شعبے مختلف ہیں جب اللہ والوں کی قربت اور ان کے ارشادات و ہدایات بندے کے ساتھی بن جاتے ہیں تو مختلف فوائد عبادت کئی درجہ بڑھ جاتے ہیں اور اس نیت اور ارادے سے بزرگوں کے مقامات و مزارات کی زیارت کرنا بھی جائز اور درست ہے۔ اور وہ جو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

لا تشدوا الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد. کجاوے نہ کسو یعنی سفر اختیار نہ کرو مگر تین مسجدوں کے لئے۔

اس سے مراد مسجد خانہ کعبہ مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی فی الواقع اس بات کی دلیل ہے کہ صرف چند جگہوں اور مسجدوں کو بابرکت نہ جانو۔ کیونکہ اس بات میں تمام برابر ہیں مگر مذکورہ تین مساجد کے علاوہ لیکن جیسے زندہ کرام کی زیارت کرنا اس ممانعت میں داخل نہیں۔ اسی طرح انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ السلام اور اولیاء کرام کے مزارات مقدسہ زیارت کو جانا بھی بالکل صحیح اور جائز ہے۔

قسم نمبر ۳

☆ دین میں خرابی پیدا کرنے والے اسباب سے دور بھاگنے کی خاطر سفر کرنا۔ مثلاً مرتبے اور حکمرانی کے مصروفیات دنیا وغیرہ یہ سفر اس آدمی پر فرض ہے جس کے لئے ان اسباب کی وجہ سے دین کے رستے پر چلنا بہت مشکل ہو چکا ہو۔ یا دنیاوی مصروفیات دین کے رستے پر چلنے کے درمیان اس کے لئے رکاوٹ بنیں۔ اس طرح انسان مکمل طور پر اپنی ضروریات سے فارغ نہیں ہو سکتا۔ مگر پھر بھی کافی حد تک مصروفیات کا بوجھ ہلکا ضرور ہو جاتا ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے۔

قد نجا المخفون ہلکے پھلکے لوگ نجات پا گئے۔

مصروفیات کے بوجھ سے اگرچہ مکمل طور پر فراغت حاصل نہیں ہو سکتی۔ پھر کم بوجھ والے اپنے مقصد کی راہ پر چل نکلتے ہیں اور جو آدمی لوگوں کے اندر عزت و مرتبہ اور ان سے جان پہچان رکھتا ہو تو اکثر ایسا ہی ہوا ہے۔ کہ ایسی باتیں رب اللہ عزوجل کی یاد سے بے خبر کر دیتی ہیں۔

فراخ معیشت

☆ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ موجودہ دور میں تو بالکل غیر معروف آدمی کو بھی بہت سے خطرات لاحق ہوتے ہیں۔ تو پھر جان پہچان والا آدمی ان خطرات سے نجات کیسے پا سکتا ہے؟ یہ دور ایسا ہے تیری جس سے بھی جان پہچان اور واقفیت ہو۔ اس سے دور بھاگ جا اور ایسی جگہ چلا جا جہاں تجھے لوگ جانتے نہ ہوں۔ لوگوں نے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ وہ پشت پر تھیلا اٹھائے جا رہے ہیں۔ پوچھ گیا۔ آپ کہاں جاتے ہیں؟ فرمایا' فلاں گاؤں میں کیونکہ وہاں خوراک سستے داموں دستیاب ہے۔ لوگوں نے کہا آپ اس کے لئے سفر صحیح جانتے ہیں؟ فرمایا جہاں معیشت فراخ ہوتی ہے۔ وہاں دین زیادہ سلامت رہتا ہے۔ اور دل کو فراغت زیادہ مل سکتی ہے۔

marfat.com

حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ تعالیٰ کا دستور تھا۔ آپ ایک شہر میں چالیس دن سے زیادہ نہ ٹھہرتے۔

قسم نمبر ۴

☆ سفر تجارت ہے۔ جس سے دنیا کی طلب مقصود ہوتی ہے۔ یہ مباح ہے۔ اگر نیت یہ ہو کہ اپنے آپ کو اور اپنے بال بچوں کو لوگوں کی محتاج سے بے نیاز کرے تو یہ سفر فرمانبرداری بن جاتا ہے۔ اگر مقصد زیبائش و آرائش اور تفاخر کی خاطر دینا جمع کرنا ہو۔ تو اس سے یہ سفر راہ شیطان میں شمار ہوگا۔ گمان غالب یہ ہے کہ یہ آدمی ساری زندگی تکلیف سفر اور مشقت میں ہی رہے گا۔ کیونکہ دنیا کی ہوس کی انتہا نہیں اور آخر اچانک ڈاکو حملہ کر کے اس کا تمام روپیہ پیسہ لوٹ لے جائیں گے یا کسی اجنبی ملک میں اسے موت آ لے گی۔ اور اس کے روپے پیسے اور دیگر مال پر وہاں کے باشندے قبضہ کر لیں گے اور یہ بھی بالکل ممکن کہ اس کا مال وارث لے لیں اور پھر اسے اپنی نفسانی خواہشات میں لگا دیں۔ نیز اس مال کے کمانے والے کو کبھی یاد نہ کریں اور مال والا مرتے وقت وصیت کر گیا ہو۔ تو اس پر بھی عمل نہ کریں یا اپنے ذمے قرض چھوڑ گیا ہو اور وارث اس کی ادائیگی نہ کریں اور آخرت کا بار اس کی گردن پر رہے نیز اس سے بڑھ کر کوئی نقصان کی بات نہیں۔ کہ مال جمع کرنے کی زحمت بھی برداشت کرے۔ پھر آخرت کا بوجھ بھی اس کے سر پر رہے فائدہ اور سکون کوئی اور اٹھائے۔

قسم نمبر ۵

تماش بینی اور تفریح کے لئے سفر کرنا۔ یہ بھی مباح ہے۔ جبکہ بہت کم اور کبھی کبھی ہو۔ لیکن اگر کوئی شہر شہر گھومنا عادت بنا لے اور اس کے علاوہ اس کی کوئی غرض اور مقصد نہ ہو کہ نئے نئے شہر اور لوگ دیکھے تو اس سفر میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ علماء کا خیال ہے کہ ایسے بے مقصد اپنے آپ کو دکھ اور درد میں مبتلا کرنا ہے۔ جو مناسب نہیں۔ اور ہمارے نزدیک یہ سفر حرام نہیں ہے کیونکہ تماشہ بینی بھی ایک مقصد ہے۔ اگرچہ کمزور درجہ کا ہے۔ اور جواز و اباحت تو آدمی کے مال سے مطابق ہوتی ہے۔ اور جب آدمی حسین الطبع و ناظر الفطرت ہوگا تو اس کی غرض اسی قسم کی ہوگی۔ لیکن گدڑی پہننے والے ایسے ملنگ جنہوں نے یہ وطیرہ بنا لیا ہوتا ہے۔ ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے آتے رہتے ہیں ان کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ کسی سرحقانی کے حصو کے لئے میں پابندی کے ساتھ قیام کریں۔ بلکہ ان کا مقصد محض کھیل تماشہ ہوتا ہے ان میں یہ طاقت نہیں ہوتی کہ عبادت پر پابندی اور استقامت کا مظاہرہ کر سکیں۔ اور ان میں بھی باطن کا رستہ وا نہیں ہوتا اور مقامات تصوف میں کام چوری اور سستی اور لاف زنی کے باعث یہ قدرت بھی نہیں رکھتے کہ مرشد حقانی کے حکم سے پابندی کے ساتھ ایک جگہ بیٹھ رہیں اس طرح بیٹھنے کی بجائے شہر شہر گھومتے رہتے ہیں اور جہاں لقمہ تر ملتا ہے وہاں اپنی زیارت کرانے کو قیام کرتے ہیں اور جہاں کوئی شے مل سکے وہاں کے خادموں کے بارے میں زبان درازی کرتے اور برا کہتے ہیں اور کسی دوسری جگہ جہاں امید ہوتی ہے چلے جاتے ہیں اور یہ بھی ہوتا ہے کہ ایسے لوگ کسی جگہ کی زیارت کا بہانہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارا کچھ مقصد زیارت ہے۔ حالانکہ یہ مقصد ہوتا نہیں۔ اگر یہ سفر حرام نہ ہو تب بھی مکروہ درجہ کا ضرور ہے اور یہ لوگ اگرچہ نافرمان و فاسق نہ بھی ہوں تب بھی برے ضرور ہیں اور جو صوفیاء کا کھانا کھائے۔ پھر مانگنے کے لئے ہاتھ پھیلائے اور خود کو اصفیاء کی

marfat.com

شکل وصورت میں ظاہر کرے۔ فاسق و فاجر ہے اور جو کچھ لوگوں سے حاصل کرتا ہے حرام ہے کیونکہ پرگدڑی پہننے والا اور پانچ وقت نماز گزار ہر نماز ادا کرنے والا صوفی نہیں ہوسکتا۔ صوفی وہ ہی ہے جو اپنے مقصد کی طلب صادق رکھتا ہو۔ اور اس کے حاصل کرنے میں مشغول ہو۔ یا مقصد کو حاصل کر چکا ہو۔ یا اس کی کوشش میں ہو اور شدید حاجت کے بغیر اس میں کوتاہی نہ کرے۔ یا اس صوفیاء کے گروہ کی خدمت میں مصروف و مشغول ہو۔ ان تین قسم کے لوگوں کے علاوہ اسے اصفیاء کا کھانا کھانا حلال نہیں اور جو عامی ہو۔ مگر اس کا باطن طلب مقصد و مجاہدہ سے عاری ہو اور اصفیا کی خدمت گزاری میں بھی مصروف نہ ہو۔ وہ چاہے گودڑی پوش ہو۔ صوفی نہیں بن سکتا۔ اگر کسی نے جیب تراشوں کے لئے کوئی شے وقف کر دی ہو اور ان جیب تراشوں نے صوفیوں کی شکل وصورت اپنا رکھی ہو۔ ان کی سیرت کا ان میں کوئی نشان نہ ہو۔ تو ایسے لوگ اگر کسی کا مال کھائیں۔ ان کا یہ کام سراسر منافقت اور جیب تراشی میں شامل ہوگا اور سے بھی زیادہ برے وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے صوفیاء کی چند مباحث یاد کر رکھیں ہیں۔ اور بیہودہ باتوں میں لگے رہتے ہیں اور خیال کئے بیٹھے ہیں اولین و آخرین کا علم ان پر واضح ہو چکا ہے اس لئے وہ علم کی روشنی میں ایسی باتیں کہتے ہیں بہت ممکن ہے کہ صوفیاء کی کردہ باتیں اسے اس جگہ پہنچا دیں کہ وہ علم و علماء کو حقارت سے دیکھنے لگے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شریف بھی اس کی نگاہ میں معمولی شے دکھائی دے۔ اور وہ یہ کہنے لگے کہ شریعت و علم کی باتیں دین میں کمزور ناتواں لوگوں کے لئے ہیں اور جو لوگ مضبوط اور طاقتور چکے ہیں اور انہیں کوئی شخص نقصان میں نہیں ڈال سکتا۔ کیونکہ ان کا دین دو قلعے (بہت زیادہ قوت والا) ہو چکا ہے۔ کوئی چیز اسے نجس ناپاک نہیں کر سکتی اور یہ لوگ جب اس درجہ خرابی تک پہنچ جائیں تو ان میں سے ایک آدمی کو مار دینا ہزار کافروں کو مارنے سے بھی بہتر ہے۔ کیونکہ عیسائیوں اور ہندوؤں کے مسلمان اپنے دین کو بچا سکتے ہیں کیونکہ وہ کافروں سے متنفر ہوتے ہیں۔ جبکہ یہ لعنتی گروہ تو اسلام کی زبان اسلام سے ہی تباہ کرنا چاہتے ہیں اور شیطان نے دین اسلام کو کمزور کرنے کیلئے اس زمانہ میں اس سے زیادہ کشادہ جال اور نہیں ڈالا ایک کائنات اس میں پھنس کر تباہ ہو چکی ہے۔

آداب ظاہر سفر

یہ کل آٹھ آداب ہیں

ادب نمبر ۱

یہ ہے کہ ناجائز طریقے سے لوگوں سے لی ہوئی چیزیں سفر پر جانے سے قبل ان کو لوٹا دے۔ جن کی امانتیں اس کے پاس ہیں۔ بھی ان کو واپس کرے اور جن کا نان و نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے۔ اس کا اہتمام کرے۔ اور حلال توشہ ہاتھ میں کرے۔ اور اتنی تعداد میں ساتھ لے کر چلے تاکہ رستے کے ساتھیوں اور دوستوں کی بھی مدد کر سکے۔ کیونکہ کھانا کھلانا اچھی باتیں کہنا اور سفر کے دوران لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا مکارم اخلاق سے ہے۔

marfat.com

ادب نمبر۲

دوسرا ادب یہ ہے کہ اچھا ساتھی اور دوست اختیار کرے جو دین میں مددگار ہو۔ اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تنہا سفر پر جانے سے منع فرمایا اور فرمایا تین آدمی جماعت ہیں اور حکم دیا ایک آدمی کو اپنا امیر مقرر کرلیں۔ کیونکہ سفر میں بہت سے خطرات پیش کرتے ہیں اور جو کام کسی کی سپرد داری میں نہ ہو۔ وہ تباہ ہو جاتا ہے اور جہاں کا انتظام دو خداؤں کے ہاتھ ہوتا تو بھی تباہ و برباد ہو جاتا۔ اور ایسے آدمی کو امیر بنائیں جس کے اخلاق بھی اچھے ہوں۔ اور کئی مرتبہ سفر بھی کر چکا ہو۔

ادب نمبر۳

تیسرا ادب یہ ہے کہ اپنے حاضرین اور رفقاء کو وداع کرے اور ہر ایک کے لئے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ارشاد فرمودہ دعا کرے۔ اور وہ یہ ہے۔

استودع اللہ دینک امانتک و خواتیم عملت. میں تیرے دین کو اللہ کی امانت میں دیتا ہوں اور تیری امانت کو اور تیرے عمل کے خاتمے کو۔

اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ السلام کی عادت مبارک تھی۔ جب کوئی آپ کے پاس سے سفر پر جانے لگتا تو آپ اس کے لئے درج ذیل دعا فرماتے۔

زودک اللہ تقوی وغفرا ذنبک وجہ لک الخیرا ماتوجہت اللہ عزوجل تجھے پرہیزگاری کا توشہ عطا کرے اور تیرے گناہ کو بخشے اور تیرے لئے خیر اور بھلائی کو بھی اس طرف موڑے جدھر تو متوجہ ہو۔

اور یہ دعا آپ کی ہمیشہ سنت ہے اور لازم ہے جب وداع کرے تو سب کو خدا تعالیٰ کے حوالہ کرے ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ عطا فرما رہے تھے کہ ایک آدمی ایک لڑکے کو ساتھ لئے حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے فرمایا! سبحان اللہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ جو اس طرح کسی کے ساتھ رہتا ہو۔ جس طرح یہ لڑکا تیرے ساتھ ہے اس آدمی نے عرض کی۔ اے امیر المومنین میں اس لڑکے عجیب واقع سے آپ کو آگاہ کرتا ہوں میں سفر پر گیا جبکہ یہ لڑکا میری بیوی کے بطن میں تھا۔ بیوی نے سفر پر جاتے وقت مجھے کہا تم مجھے اس حال میں چھوڑے جا رہے ہو تو میں نے بیوی سے کہا۔

استودع اللہ مافی بطنک یعنی جو کچھ تیرے شکم میں ہے میں اسے اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔

جب میں سفر سے واپس آیا تو اس بچے کی ماں مر چکی تھی۔ ایک رات میں باتوں میں مصروف تھا کہ دور سے آگ جلتی ہوئی دیکھی۔ میں نے پوچھا یہ آگ کیسی ہے۔ لوگوں نے کہا یہ تیری بیوی کی قبر پر جلتی ہے اور ہر رات ہم اسی طرح دیکھتے ہیں میں نے کہا میری بیوی تو نماز گزار اور روزے رکھنے والی تھی۔ اس کی قبر پر آگ جلنے کی وجہ کیا ہے؟ میں قبر پر گیا اور اسے کھولا تا کہ دیکھوں اس میں کیا ہے؟ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چراغ جل رہا ہے۔ وہ بچہ اس میں کھیل رہا ہے۔ اس حالت میں آواز سنی کہ کہنے والے کہہ رہے

marfat.com

ہیں۔ تو نے صرف یہ بچہ ہمارے حوالے کیا تھا۔ وہ ہم نے تجھے دے دیا۔ اور اگر تو اس کی ماں کو بھی ہمارے ذمے کر جاتا تو وہ بھی ہم تجھے واپس کر دیتے۔

ادب نمبر ۴

چوتھا ادب یہ ہے کہ سفر پر جانے سے قبل دو نمازیں ادا کرے۔ ایک تو سفر اختیار کرنے کے قبل نماز استخارہ یہ نماز اور اس کی دعا مشہور ہے۔ دوسری نماز سفر پر جاتے وقت چار رکعتیں ادا کرے۔ کیونکہ حضرت انس رضی اللہ فرماتے ہیں ایک آدمی خدمت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ عرض کی۔ میرا سفر کرنے کا خیال ہے اور میں نے وصیت لکھی ہوئی ہے وہ باپ کے حوالے کروا بھائی کے ذمہ لگاؤں تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جو شخص سفر پر جانے لگتا ہے اور چار رکعت نماز کو اپنا خلیفہ بنا جاتا ہے تو اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ عمل کوئی نہیں ہے جبکہ وہ سفر کیلئے سامان باندھ چکا ہو۔ تو ان چار رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور اخلاص پڑھے۔

اللھم انی اتقرب بھم الیک فاخلفنی خلیفة فی اھلی و مالی وخلیفة فی اھله و مالہ ودارت مول دارہ حتی یرجع الی اھله.

اے اللہ میں تیرا قرب چاہتا ہوں۔ اس چار رکعت نماز کے ساتھ میں اس میرے اہل میں نائب بنا اور میرے مال میں۔ اور یہ رکعتیں اس کے اہل اس کے مال میں اس کا نائب بن رہتی ہیں اور اس کے واپس آنے تک کے گھر گرد گھومتی رہتی ہیں۔

ادب نمبر ۵

پانچواں ادب یہ ہے۔ جب سفر کی نیت سے گھر کے دروازے سے باہر قدم رکھے۔ تو کہے

بسم اللہ و باللہ توکلت علی اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ رب اعوذ بک ان افضل او اضل او اظلم او اظلم او المل اویجھل علیّ.

اللہ کے نام سے میں سفر کرتا ہوں اور اللہ کے نام پر ہی میرا توکل اور بھروسہ ہے۔ برائی سے بچنے کی طاقت نہیں۔ اور نہ مجھے نیک کام کرنے کی طاقت ہے۔ مگر اللہ کی مدد اور توفیق سے اے میرے پروردگار میں پناہ لیتا ہوں تیرے پاس اس بات سے کہ میں کسی کو گمراہ کروں۔ یا کوئی مجھے گمراہ کرے اس بات سے کہ میں کسی پر ظلم کروں یا کوئی مجھ پر ظلم کرے۔ اور اس بات سے کہ میں کسی کے ساتھ جہالت سے پیش آؤں یا کوئی میرے ساتھ برائی سے پیش آئے۔

اور اب سواری پر بیٹھے تو کہے۔

سبحان الذی سخرلنا ھذا و ما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون.

پاکی ہے اللہ کے لئے جس نے اس سواری کو ہمارے تابع کر دیا۔ ہم اس کو تابع کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور ہم لوگ اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

marfat.com

ادب نمبر ۶

چھٹا ادب یہ ہے کہ کوشش کرے کہ جمعرات کے دن صبح کے وقت سفر اختیار کرے۔ کیونکہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر کی ابتداء جمعرات کے دن فرماتے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو آدمی سفر پر جانا چاہے یا کسی سے کوئی غرض لینا چاہئے۔ تو ضروری ہے کہ صبح کے وقت سفر کرے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا فرمائی۔

اللھم بارک لامتی فی بکورھا یوم السبت اے اللہ میری امت کیلئے ہفتہ کے دن صبح کے وقت برکتیں ڈال دے۔

تو ہفتے اور جمعرات کے روز صبح کا وقت سفر کے لئے مبارک ہے۔

ادب نمبر ۷

ساتواں ادب یہ ہے کہ سواری کے جانور پر کم بوجھ ڈالا کرے۔ اور اس کی پشت پر کھڑا نہ ہو۔ (یعنی سواری کا جانور کھڑا کر کے کسی سے باتوں میں مشغول نہ ہو جائے) اور نہ اس کی پشت پر سوئے (کیونکہ نیند کی حالت میں بدن کا بوجھ زیادہ محسوس ہوتا ہے) اور نہ ہی سواری کے منہ پر مارے اور صبح اور شام کے وقت نیچے اتر کر چلے۔ تاکہ اس کے پاؤں ہلکے ہو سکیں اور سواری بھی ذرا آرام حاصل کر لے۔ سواری کے مالک کو بھی خوش رکھے۔ بعض سلف صالحین کسی جانور کو جب کرائے پر لیتے تو یہ شرط لگاتے ہم پورے سفر میں سواری سے نیچے نہ اتریں گے پھر جب سوار ہو کر چل پڑتے تو راستے میں نیچے اتر آتے۔ تاکہ وہ اترنا جانور کے حق میں صدقہ ہو جائے اور جس سواری کو بلاوجہ ماریں گے اور بوجھ بھی زیادہ ڈالیں گے تو قیامت میں وہ سواری اس سے جھگڑا کرے گی۔

☆ حضرت ابوداؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اونٹ مر گیا۔ آپ نے اس سے فرمایا اے اونٹ اللہ کے حضور میرا کوئی شکوہ و شکایت نہ کرنا کیونکہ تجھے علم ہے میں نے تیری طاقت سے بڑھ کر تجھ پر بوجھ نہیں رکھا اور چاہئے جو کچھ سواری پر لادے سواری والے کو پہلے دکھا لے اور اس سے شرط باندھ لے۔ تاکہ اس کی رضامندی حاصل ہو جائے۔ پھر طے شدہ معاملہ سے کوئی چیز زیادہ اس پر نہ رکھے۔ کیونکہ یہ مناسب نہیں۔

کمال تقویٰ

☆ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سواری پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی نے آپ کو خط دیا۔ فلاں آدمی کو دے دیجئے گا۔ آپ نے وہ خط دے دیا اور فرمایا میں سواری والے سے یہ شرط نہیں کی ہوئی ہے اور آپ فقہاء کی تاویلوں میں نہ پڑیں۔ خط کا تو کوئی وزن نہیں ہوتا۔ نہ لمبائی، چوڑائی جو جگر گھر سے آپ کا ایسا کرنا کمال تقویٰ کی بناء پر تھا۔

احتیاط سفر

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر پر جانے لگتے تو کنگھی شیشہ مسواک اور سرمہ دان اور بالوں کو صاف کرنے والی چیز اپنے ساتھ رکھ کر چلتے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ایک روایت میں ناخن اتارنے

marfat.com

والے آلے کا بھی ذکر ہے۔ اور صوفیائے کرام نے ان چیزوں کے ساتھ رسی اور ڈول کا بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن سلف کی یہ عادت نہ تھی وہ لوگ جہاں پہنچتے تھے اگر پانی نہ ملتا تو تیمم کر لیتے اور استنجے کے لئے صرف پتھروں سے ضرورت پوری کرتے نیز جس پانی میں ان کو نجاست نظر نہ آتی اس سے وضو کر لیتے سلف صالحین کی اگر چہ رسی اور ڈول ساتھ رکھنے کی عادت نہ تھی مگر صوفیاء کیلئے بہتر ہے کہ ساتھ رکھیں۔ کیونکہ ان کا سفر عام لوگوں کی طرح نہیں ہوتا۔ اگر چہ احتیاط اچھی شے ہے۔ سلف صالحین کا سفر زیادہ تر غزوہ و جہاد اور بڑے بڑے کاموں کے لئے ہوتا تھا ان کے لئے اس طرح کی احتیاط کرنا دشوار تھا۔

ادب نمبر ۸

آٹھواں ادب یہ ہے، جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سفر سے واپس آتے اور مدینہ منورہ پر آپ کی نگاہ پڑتی تو فرماتے۔

اللھم اجعلنا بما قرارا و رزقنا حسناo "یا اللہ اس شہر کو ہمارے لئے جائے قرار بنا۔ اور ہمیں عمدہ رزق عطا فرما"

پھر کسی آدمی کو اپنے آگے گھر روانہ فرماتے۔ اور بلا اطلاع اچانک گھر پہنچنے سے منع فرماتے۔ دو آدمیوں نے اس ممانعت کی خلاف ورزی کی۔ اور اچانک اپنے گھروں میں داخل ہو گئے۔ تو دونوں نے اپنے اپنے گھروں میں ایسی ناپسندیدہ حالت دیکھی۔ جس سے ان کو دکھ ہوا۔ اور جب آپ سفر سے واپس تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے، دو رکعت نماز ادا فرماتے، جب گھر جانے لگتے تو فرماتے۔

توبا توبا سربنا لا یغادر علینا حوبا ہم لوگ اپنے رب کے حضور بار بار ایسی خالص توبہ کرتے ہیں۔ جو ہمارے تمام گناہوں کو مٹا دے۔

☆ اپنے گھر والوں کے لئے کچھ نہ کچھ تحفہ لانا سنت سفر ہے۔ حدیث پاک میں وارد ہے۔ اگر کچھ بھی ساتھ نہ لائے تو تھیلے میں پتھر ہی ڈال کر لے آئے اور اس امر کی تاکید ایک مثال کی سی ہے۔ یہ ظاہری سفر کے آداب ہیں۔

خواص کے باطنی سفر کے آداب

ادب نمبر ۱

☆ باطنی سفر کے آداب یہ ہیں کہ یہ حضرات اس وقت تک سفر اختیار نہیں کرتے جب یہ معلوم نہ کر لیں کہ یہ سفر ان کے لئے دین میں زیادتی و ترقی کا باعث ہو گا یا نہیں اور جب اپنے دل میں کوئی خرابی محسوس کرتے تو واپس لوٹ آتے ہیں اور سفر کرتے وقت یہ نیت بھی کر لیتے تھے کہ جس شہر میں جائیں گے وہاں بزرگوں کے مزارات کی زیارت کریں گے اور وہاں کے بزرگوں کو تلاش کر کے ان سے فوائد حاصل کریں گے نیز یہ بات کہتے کہ ہم نے مشائخ کو دیکھا ہوا ہے۔ اور ہم ان کی ملاقات کے محتاج نہیں، اور کسی شہر میں بھی دس دن سے زائد نہیں ٹھہرتے تھے۔ سوائے اس کے جہاں کوئی شیخ و بزرگ کسی غرض کے لئے ٹھہرنے کا اشارہ دے کوئی آدمی کسی بھائی

marfat.com

سے ملاقات کو جائے تو اس کے پاس تین دن سے زیادہ نہ ٹھہرے کیونکہ مہمان کی حد یہاں تک ہی ہے۔ ہاں اگر وہ خود اس کے جانے سے رنجیدہ خاطر ہوتا ہو تو اس صورت میں زیادہ دن ٹھہر سکتا ہے۔ اور جب کسی پیر کامل کے پاس جائے تو ایک رات سے زیادہ قیام نہ کرے جبکہ مقصود اس کی زیارت سے قبل کوئی اور کام شروع کرنا نہ ہو۔ جب وہ گفتگو نہ کریں بات چیت شروع نہ کرے' اگر وہ کسی بات کے بارے پوچھے۔ تو صرف جواب کی حد تک کلام کرے اگر کوئی سوال کرنا چاہے تو پہلے اجازت مانگے اور اس شہر میں عیش وعشرت میں لگ جائے تا کہ زیارت کا ثواب باقی رہے اور راستے بھر ذکر اور تسبیح وتحلیل میں مصروف رہے نیز آہستہ آہستہ چپکے سے قرآن مجید کی بھی تلاوت کرتا رہے۔ جب کوئی بات کرے تو اس کا جواب دینے سے تسبیح وتحلیل کو زیادہ افضل خیال کرے اور گھر میں ہی ایسے وظیفہ میں مشغول رہے۔ بلاضرورت سفر اختیار نہ کرے کیونکہ یہ نعمت کی ناشکری ہے۔

ادب نمبر۲

☆ دوسرا ادب اس علم کے بیان میں ہے جو مسافر کے لئے سفر پر جانے سے قبل سیکھنا چاہئے۔ مسافر کے لئے ضروری ہے کہ سفر کی لوازمات یعنی رخصتوں اور آسانیوں کا علم سیکھے۔ اگر چہ اس کا ارادہ ہو کہ وہ رخصت پر عمل نہیں کرے گا۔ پھر بھی رخصت کا علم ہونا ضروری ہے کیونکہ اکثر اوقات اس کی ضرورت پڑ ہی جاتی ہے اور قبلے اور نماز کے وقت کا بھی علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ نیز سفر میں طہارت کے اندر دو رخصتیں ہیں۔ موزے کا مسح اور تیمم' اور نماز میں قصر' نماز جمعہ نیز سواری پر ہی نماز سنت ادا کرنا۔ اور چلتے ہوئے نماز پڑھنا اور روزے میں ایک رخصت ہے۔ اور وہ روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے یوں یہ کل سات رخصتیں بنتی ہیں۔

رخصت نمبر۱

☆ موزے پر مسح کرنا۔ جبکہ کامل وضو کر کے موزہ پہنا ہو اور پھر بے وضو ہو جائے اس کے لئے موزے پر مسح کرنا جائز ہے۔ بے وضو ہونے کے وقت سے لیکر تین دن رات مسح کرے نماز ادا کر لینا جائز ہے۔ اور گر گھر میں ہی ہو۔ تو پھر مسح کی مدت اسی طرح بے وضو ہونے کے وقت سے لیکر ایک دن رات ہوگی۔ لیکن موزہ پر مسح کرنے کے لئے پانچ شرائط ہیں۔

نمبر۱: پورا وضو کر کے موزہ پہنا ہو۔ اگر ایک پاؤں دھو کر دوسرا دھونے سے پہلے موزہ پہن لیا۔ تو یہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ پس جب ایک پاؤں دھو کر موزہ پہن لیا تو ضروری ہے کہ پہلے پاؤں باہر نکالے اور پہنے۔

نمبر۲: موزہ ایسا ہو جسے پہن کر عادت کے مطابق کچھ نہ کچھ چل سکتا ہو۔ اگر موزہ چمڑے کا نہ ہو۔ تو تیمم درست نہیں۔

نمبر۳: موزے ٹخنوں تک ہوں۔ یعنی ان کے پہننے سے ٹخنے بھی چھپ جائیں اگر پاؤں کے حصے میں موزے میں کوئی خرابی یا سوراخ پیدا ہو جائے تو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے موزوں پر مسح کرنا صحیح نہیں ہے اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اگر چہ موزہ پھٹا ہوا ہو۔ جب اسے پہن کر چلنا صحیح ہے تو اس پر مسح کرنا جائز ہے اور یہ امام شافعی کا بھی ایک قول ہے اور ہمارے نزدیک یہی قول زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ راستے میں موزہ کے پھٹ جانے کے واقعات اکثر پیش آ جاتے ہیں اور ہر وقت اس کا درست کرنا ممکن نہیں۔

marfat.com

نمبر۴: موزے پہننے کے بعد پاؤں موزوں سے باہر نہ نکالے ہوں۔ اور جب ایک بھی پاؤں باہر نکال لیا۔ تو بہتر یہ ہے نئے سرے سے وضو کرے اور اگر پاؤں کے دھونے میں اختصار کیا تو ظاہر مذہب یہی ہے کہ ایسا کر لینا ضرورۃً جائز ہے (اختصار سے مراد تین بار سے کم دھونا ہے)

نمبر۵: پنڈلی تک مسح نہ کرے۔ بلکہ قدم کے اوپر تک ہی کرے۔ اور پاؤں کی پشت پر کرنا بہتر ہے اور اگر ایک ہی انگلی سے مسح کرے تو بھی کافی ہے اور تین انگلیوں سے کرنا افضل ہے اور ایک بار سے زائد مسح نہ کرے۔ اور جب سفر پر جانے سے قبل مسح کر لیا تو ایک دن رات ہی مسح کرنے کی مدت' حصہ ٹھہرائے اور سنت یہ ہے کہ پاؤں میں موزہ پہننے سے قبل اسے الٹا کر کے جھاڑ لے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک پاؤں مبارک میں موزہ پہن لیا تھا اور دوسرا موزہ ایک پرندہ ہوا میں لے اڑا۔ جب اس نے اسے پھینکا تو اس میں سے سانپ برآمد ہوا اس پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خدا عزوجل اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ اسے چاہئے کہ موزوں کو جھاڑنے سے پہلے پاؤں میں نہ پہنے۔ (احترام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اس پرندے نے خدمت کی سعادت حاصل کی نیز یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ موزے اور جوتے پہننے سے قبل جھاڑ لینے میں فائدہ ہے۔ یہ بات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عدم علم پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ یہ کیسے ہو سکتا کہ پرندے کو علم ہو مگر نبی غیب دان کو نہ ہو) (تابش قصوری)

رخصت نمبر۲

☆ دوسری رخصت تیمم کرنا ہے۔ اس کی تفصیل طہارت کی اصل میں بیان کی جا چکی ہے اس لئے دوبارہ بیان نہیں چنداں ضرورت نہیں۔ تاکہ مضمون طویل نہ ہو۔

رخصت نمبر۳

تیسری رخصت یہ ہے کہ جو نماز چار رکعت ہے دو رکعت ادا کر لے مگر اس کے لئے چار شرائط ہیں۔

نمبر۱: نماز وقت میں ادا کرے۔ اگر قضا ہو جائے تو صحیح مسئلہ یہ ہے کہ قصر سے نہ پڑھے۔

نمبر۲: قصر کی نیت نہ کرے اگر پوری نماز کی نیت کی یا شک واقع ہو گیا۔ کہ پوری نماز کی نیت کی ہے یا نہیں تو ضروری ہے۔ پوری چار رکعت ادا کر لے۔

نمبر۳: اس آدمی کی اقتداء میں نماز ادا نہ کرے جو پوری چار رکعت میں پڑھ رہا ہو۔ اگر اس کی اقتدار میں نماز پڑھی تو چار رکعتیں پوری پڑھنا ضروری ہے۔ اگر گمان ہو۔ امام معتمد ہے اور وہ پوری چار رکعتیں پڑھیں گے یا وہ شک میں ہو۔ تو اس صورت بھی پوری چار پڑھنا ہی لازم ہے کیونکہ نماز کے دوران مسافر اصل حقیقت کو معلوم نہیں کر سکتا۔ امام مسافر ہے۔ یا نہیں۔ اگر شک ہو امام قصر کرے گا۔ یا نہیں۔ تو اس صورت اس کے لئے قصر کرنا جائز ہے۔ اگرچہ امام قصر نہ کرے کیونکہ نیت چھپی ہوئی چیز ہے اور اس کا جاننا کوئی شرط نہیں۔

نمبر۴: سفر لمبا اور مباح ہو اور بھاگے ہوئے غلام کا سفر' ڈاکو کا سفر اور حرام روزی تلاش کرنے والے کا سفر اور ماں باپ کی اجازت کے بغیر گھر سے بھاگنے والے کا سفر حرام ہے۔ ایسے ہی اس آدمی کا سفر جو قرض مانگنے والے سے بھاگا ہو۔ حالانکہ وہ قرض بھی ادا کر سکتا

marfat.com

ہے۔ فی الجملہ یہ کہ جو سفر ایسی غرض کے لئے ہو جو حرام اور منع ہے تو وہ سفر بھی حرام ہے اور مجمع سفر کی تفصیل یہ ہے کہ اڑتالیس کوس (ساڑھے ستاون میل) ہو۔ اس سے کم سفر میں قصر سے نماز ادا کرنا جائز نہیں۔ اور اڑتالیس کوس سفر سولہ فرسخ کا ہوتا ہے اور ہر فرسخ بارہ ہزار کا ہوتا ہے اور سفر کی ابتداء شہر کی عمارتوں سے نکلنے سے ہو جاتی ہے۔ اگر چہ ابھی اس شہر کے خزانوں اور باغات سے ابھی باہر نہ نکلا ہو اور سفر کی انتہاء اپنے وطن کی عمارت میں نیچے آنے سے ہوتی ہے یا کسی اور شہر میں تین دن یا اس سے زیادہ قیام کا ارادہ کر لے اور اگر ارادہ نہ کرے مگر کام کاج کی مصروفیت کے باعث ٹھہرا رہے اور اسے معلوم نہ ہو۔ کام سے کب فارغ ہوگا اور ہر روز چلے جانے کی امید ہو۔ اس صورت میں اس شہر میں اگر تین دن سے بھی زیادہ وقت گزار لے تو قصر سے نماز ادا کرنا جائز ہے کیونکہ وہ مسافر جیسا ہی ہے اس لئے کہ دل رک جانے پر قائم نہیں اور نہ ہی اس کا ٹھہرنے کا ارادہ ہے۔

رخصت نمبر ۴

☆ لمبے سفر پر دو نمازوں کو جمع کر لینا جائز ہے وہ اس طرح کہ نماز ظہر اتنی تاخیر سے پڑھے کہ نماز ظہر پڑھتے پڑھتے نماز عصر کا وقت بھی ہو جائے تو اس کے ساتھ ملا کر پڑھ لے۔ پھر جمع کرنے کی صورت میں یہ بھی جائز ہے کہ عصر کی نماز ہے پڑھ لے اور ظہر کی بعد میں اور ظہر اور عصر کی طرح مغرب اور عشاء میں بھی جمع جائز ہے۔ (یہ بھی شافعی مذہب کے مطابق ہی ہے۔ حنفی مسلک میں روا نہیں) ضروری ہے پہلے ظہر کی نماز ادا کرے عصر کی بعد میں اور بہتر ہے سنتیں بھی ادا کرے تا کہ ان کی فضیلت فوت نہ ہو۔ کیونکہ اس سے سفر میں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ (کیونکہ سنتیں ادا کرنے میں کوئی زیادہ وقت خرچ نہیں ہوتا) لیکن سنتیں ادا کرنے میں آسانی یہ ہے پہلے ظہر کی نماز کی چار سنتیں ادا کرے اور پھر عصر کی چار سنتیں پھر اذان اور اقامت کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کرے۔ اس کے بعد اقامت کے ساتھ نماز عصر ادا کرے۔ اور اگر تیمم کیا ہو تو دوبارہ تیمم کر کے دوسری فرض نماز ادا کرے اور دونوں نمازوں کے درمیان تیمم اور اقامت سے پہلے وقت نہ گزرنے دے۔ پھر ظہر اور عصر کے فرض ادا کرنے کے بعد ظہر کی سنتیں پڑھے اور جب ظہر میں عصر تک تاخیر کرے تو بھی ایسے ہی کرے اور اگر نماز عصر ادا کرنے کے بعد سورج غروب ہونے سے قبل شہر پہنچ جائے تو نماز عصر کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اور مغرب اور عشاء کی نمازوں کا حکم بھی ایسے ہی ہے۔ نیز ایک قول کے مطابق چھوٹے سفر میں جمعہ ادا کرنا بھی جائز ہے۔

رخصت نمبر ۵

☆ پانچویں رخصت یہ ہے جیسے سواری کی پشت پر سنتیں ادا کرنا جائز ہے۔ ایسے ہی اس میں قبلہ کی طرف رخ کرنا لازم نہیں۔ بلکہ راستہ ہی قبلے کا بدل ہے۔ اگر ارادۃ بغیر کسی وجہ کے سواری کو راستے سے قبلہ کے علاوہ کسی اور طرف موڑے گا تو نماز باطل ہو جائے گا اور اگر سہواً ایسا ہو۔ یا جانور چارہ چرنے لگ جائے تو حرج نہیں اور رکوع و سجود اشارہ سے ادا کرے اور پشت کو ختم کرے سجدہ کے اشارہ میں پشت زیادہ خم کرے۔ یہ ضروری نہیں بالکل ہی گر جائے اگر زمین پر ہو تو مکمل رکوع سجود کرے۔

رخصت نمبر ۶

☆ چھٹی رخصت یہ ہے چلتے وقت نماز سنت ادا کرے۔ آغاز تکبیر کے وقت رخ قبلہ کی طرف کرے کیونکہ یہ آسان کام ہے۔

marfat.com

اور سوار آدمی اشارہ سے رکوع سجود کرے اور تشہد کی حالت میں چلتا جائے اور التحیات پڑھتا جائے اور اس بات کا خیال رہے کہ پاؤں نجاست میں نہ رکھے مگر اس پر یہ لازم نہیں کہ نجاست سے بچنے کے لئے کوئی اور راستہ اختیار کرے اور اپنے لئے مشکل پیدا کرے۔ جو دشمن سے بھاگ رہا ہو۔ یا صف جہاد میں ہو۔ یا سیلاب اور بھیڑیئے وغیرہ درندے سے بھاگ رہا ہو۔ تو چلتے ہوئے یا سواری کی پشت ہی نماز پڑھ لے۔ جیسے ہم نے سنت میں بیان کر دیا۔ اور اس پر قضا واجب نہیں۔

رخصت نمبر ۷

☆ یہ روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے اور جس مسافر نے روزہ کی نیت کر لی ہو۔ اسے بھی جائز ہے۔ روزہ افطار کر لے۔ ا
کے بعد سفر کی نیت سے شہر سے باہر نکلا تو اب روزہ توڑنا جائز نہیں اگر روزہ نہ رکھا ہو اور کسی شہر میں پہنچے تو کھانا کھانا جائز ہے اور ا
روزہ رکھے ہوئے کسی شہر میں پہنچا اس صورت روزہ توڑنا اور کھانا پینا جائز نہیں اور پوری نماز ادا کرنے سے قصر کرنا زیادہ افضل ہے۔ تا
کہ آئمہ کی گرفت کے شبہ سے بچ سکے۔ کیونکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سفر میں پوری نماز ادا کرنا جائز نہیں لیکن سفر میں روزہ
رکھنا نہ رکھنے سے افضل ہے تا کہ قضاء کے خطرات سے بچ جائے۔ ہاں اگر جان جانے کا خدشہ ہو اور روزے کی قدرت نہ ہو تو ایسی
صورت میں روزہ نہ رکھنا ہی افضل ہے اور ان سات رخصتوں میں سے تین لمبے سفر میں ہوتی ہیں یعنی قصر کرنا' روزہ نہ رکھنا اور تین دن
رات موزے پر مسح کرتے ہوئے سفر کرنا۔ اور چھوٹے سفر میں بھی تین رخصتوں سے بھی فائدہ حاصل کرنا جائز ہے۔ سواری کی پشت
اور چلتے ہوئے سنت نماز ادا کرنا اور نماز جمعہ نہ پڑھنا اور نماز قضا ہونے کے خطرے کے بغیر بھی تیمم کر لینا نیز دو نمازوں کے جمع کر کے
پڑھنے میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ ظاہر یہی ہے چھوٹے سفر میں دو نمازیں جمع نہیں کرنی چاہئے کہ مسافر کو سفر پر جانے سے قبل ان مذکور
باتوں کا جاننا اور معلوم کرنا ضروری اور لازم ہے جبکہ سفر کے دوران کوئی سکھانے والا نہ ہو اور قبلہ کے دلائل کا علم نیز نماز کے وقت کی
دلیل کا علم بھی سیکھنا ضروری ہے تاہم اس صورت میں ضروری ہے جبکہ راستے میں ایسے دیہات ہوں جہاں سجدہ و محراب ظاہر اور نمایاں
نہ ہو۔ اور اتنی بات بھی معلوم ہونی لازمی ہے ظہر کے وقت سورج کہاں ہوتا ہے اور اس کے طلوع و غروب کے اوقات کیا ہے۔ اور قطبی
ستارہ کہاں واقع ہے اور اگر پہاڑی راستے میں سفر کر رہا ہو۔ تو یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ قبلہ دائیں سمت ہے یا بائیں سمت' مسافر کو اس
قدر علم کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

اصل نمبر ۸

آداب سماع و وجد

☆ سماع و وجد کے احکام پر انشاء اللہ دو بابوں میں بیان کریں گے پہلا باب اس امر کے بیان میں کہ کونسا سماع حلال اور کونسا
حرام ہے' دوسرا باب سماع کے آثار اور اس کے آداب کے بیان میں ہے۔

marfat.com

باب نمبر ا

☆ پہلا باب سماع کے حلال وحرام ہونے کے بیان میں ہے۔

☆ واضح ہو کہ بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ایک راز ہے جس طرح پتھر میں آگ پوسیدہ ہوتی ہے جب لوہے کو زور سے پتھر پر مارتے ہیں تو وہ آگ ظاہر ہوتی ہے اور اکثر اوقات سارے صحرا میں پھیل جاتی ہے ایسے ہی موزوں اور سریلی آواز کے سننے سے دل کے گوہر میں جنبش پیدا ہوتی ہے اس میں ایسی کیفیات پیدا ہوتی ہیں۔ جن میں آدمی بے اختیار ہوتا ہے اور اس کا باعث وہ مناسبت ہے جو آدمی کے گوہر کو عالم علوی سے جسے عالم ارواح کہتے ہیں اور عالم علوی عالم حسن و جمال ہے اور حسن و جمال کا اصل تناسب ہے اور جو کچھ تناسب ہے۔ اس عالم کے حسن و جمال کی نمود کاری سے ہے اور متناسب جو عالم محسوسات بھی پایا جاتا ہے۔ سارے کا سارا اس عالم کے حسن و جمال کا ثمرہ ہے۔ موزوں اور متناسب آواز بھی اس عالم سے مشابہت رکھتی ہے۔ اور اس عالم کے عجائبات میں سے ہے۔ اس بناء پر دل میں ایک قسم کی آگاہی پیدا ہوتی ہے اور ایک قسم کی حرکت اور شوق ظاہر ہوتا ہے۔ جسے انسان محسوس کرتا ہے کہ یہ کیا چیز ہے؟ اور صرف اس حد تک ہی اس دل میں احساس پیدا ہوتا ہے جو سادہ اور اس حرکت وشوق سے خالی ہوتا ہے جو انسان کو عالم علوی کے راستے پر گامزن کرتا ہے اور وہ قلب جو عشق وشوق سے خالی نہ ہو بلکہ پہلے سے ہی کسی کیفیت اور شوق سے بھرپور ہو۔ تو سریلی آواز سننے سے اس میں مزید حرکت پیدا ہوتی ہے جیسے آگ پھونک مارنے سے جل اٹھتی ہے اور جس انسان کے دل میں شوق الٰہی کا راستہ ہو اس کے لئے سماع لازم ہے تاکہ وہ شوق اور بڑھ جائے اور جس کے دل میں بری و بیہودہ باتوں سے لگاؤ اور پیار و محبت ہو اس کے لئے سماع زہر قاتل اور حرام ہے۔

معنیٰ وجوب دوستی

☆ علماء کرام کا سماع میں اختلاف ہے۔ حرام ہے یا حلال ہے۔ حرام کہنے والے ظاہر پر نظر رکھنے والے علماء میں جن کے دل میں صورت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت و دوستی دل میں داخل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ظاہر پر نگاہ رکھنے والا عالم یہ کہتا ہے آدمی کی دوستی اپنی جنس سے قائم ہو سکتی ہے۔ جو شے آدمی کی جنس سے نہ ہو اور اس کی کوئی مثال بھی نہ ہو۔ تو اس سے دوستی کا رشتہ کیسے قائم ہو سکتا ہے۔ تو ایسے عالم کی رائے کے مطابق مخلوق کی صرف ظاہر صورتوں سے عشق کیا جا سکتا ہے کیونکہ اسکے نزدیک عشق الٰہی اگر کسی صورت یا واسطے سے ہو تو وہ باطل ہے اسی بناء پر اچھا لگتا ہے اور دونوں باتیں دین میں ناپسندیدہ اور بری ہیں اور ایسے عالم کا گمان صحیح نہیں۔ کیونکہ اس سے یہ معلوم کیا جائے کہ مخلوق کی اللہ تعالیٰ سے دوستی کے واجب ہونے کا کیا معنیٰ ہے؟ تو وہ اسے اللہ عزوجل کی اطاعت گزاری اور فرمانبرداری کو قرار دیتا ہے اور یہ بہت بڑی غلطی ہے جس میں ایسے علماء مبتلا ہیں۔ اور ہم رکن منجیات محبت کی کتاب میں اس کی وضاحت کریں گے۔ یہاں صرف یہ کہنا ہے کہ سماع کا جواز دل سے حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ کوئی ایسی شے پیدا نہیں کرتا جو پہلے سے دل میں موجود نہ ہو۔ بلکہ صرف اس لئے حرکت وجنبش پیدا کرتا ہے جو پہلے سے اس میں موجود ہوتی ہے۔ اور جس کے دل میں ایسی بات موجود ہو۔ جو ابتداء میں محبوب اور پسندیدہ ہے اور اس کی پختگی مقصود ہوتی ہے۔ جب سماع اس کی پختگی کا سبب بنتا ہے تو اس کا ثواب

marfat.com

اور زیادہ ہو جاتا ہے اور جس کے دل میں کسی باطل اور غلط چیز کا گمان جگہ پکڑے ہوئے ہو۔ تو ایسے آدمی کے لئے سماع ایک عذاب ہے اور جس کا دل ان دونوں باتوں سے صاف ہو اور صرف کھیل تماشے کے طور پر اسے سنے اور اپنی طبیعت کے مطابق اس سے لطف حاصل کرے تو ایسے آدمی کے لئے سماع مباح ہے اس طرح سماع کی تین قسمیں بن گئیں۔

قسم نمبر ا

☆ سماع کی قسم اول یہ ہے کہ غفلت' دل لگی اور کھیل تماشے کے طور پر سنے۔ یہ غافل لوگوں کا طریقہ ہے اور تمام دنیا ہی لہب و لعب اور کھیل تماشہ ہے۔ تو یوں سماع کی یہ قسم بھی اس میں داخل ہے۔ اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ سماع چونکہ خوشی و مسرت کا سبب ہے اور اچھا معلوم ہوتا ہے اس وجہ سے حرام ہے کیونکہ ہر خوشی و مسرت کی بات حرام نہیں۔ اور ایسی باتوں میں سے جو حرام ہیں۔ وہ اس لئے حرام نہیں ہیں کہ وہ طبع کو اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ بلکہ اس سبب سے حرام ہیں ان میں کچھ نہ کچھ نقصان ضرور ہوتا ہے۔ ورنہ چیزوں کا چیچہانا بھی تو اچھا معلوم ہوتا ہے اور دل اس کی طرف مائل ہوتا ہے۔ حالانکہ حرام نہیں ہے بلکہ سبزہ زار' پھول کلیاں اور بہتا ہوا پانی وغیرہ دل اور طبع کو اچھا معلوم ہوتا ہے اور یہ اشیاء بھی حرام نہیں ہیں تو سریلی آواز کان کیلئے آنکھ کے حق میں سبزہ زار اور بہتے ہوئی پانی جیسی اور ناک کیلئے خوشبو کی طرح ہے۔ اور چکھنے کی طاقت کے لئے لذیذ کھانے کی طرح۔ اس طرح حکمت کی اچھی اچھی باتیں۔ دانائی اور فہم و ذکاء کیلئے اور ان حواس میں سے ہر ایک کی لذت پائی جاتی ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ ایسے تمام چیزیں تو حرام نہ ہو۔ لیکن سماع حرام ہو جائے اور اس بات کی دلیل کہ خوشبو اور کھیل تماشہ وغیرہ اشیاء حرام نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں۔ عید کے دن چند حبشی مسجد کے قریب میدان میں کھیل رہے تھے تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کیا تم بھی دیکھنا چاہتی ہو؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں' میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو آپ نے اپنے ہاتھ نیچے کر لئے اور میں نے ان پر اپنی ٹھوڑی رکھ لی اور میں اتنی دیر تک دیکھتی رہی۔ یہاں تک کہ آپ نے چند مرتب فرمایا۔ بس نہیں کرو گی۔ میں نے عرض کی نہیں'' یہ حدیث مبارک صحیح ہے اور ہم اس کتاب میں یہ حدیث پہلے درج کر آئے ہیں۔ اس سے پانچ قسم کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

نمبر ا : ایک یہ کہ کھیلنا اور اسے دیکھنا (جبکہ صحیح اور درست مقصد کی خاطر ہو) نیز کبھی کبھی ہو۔ تو حرام نہیں ہے۔ اور وہ حبشی اس کھیل میں رقص و سرود بھی کر رہے تھے۔

نمبر ۲ : دوم یہ کہ وہ یہ کام مسجد کے متصل میدان میں کر رہے تھے۔ (جبکہ بعض نے کہا ہے مسجد کا صحن تھا دراصل وہ میدان اور مسجد کا صحن آپس میں ملے ہوئے تھے۔ درمیان میں کسی قسم کی آڑ نہیں تھی)

نمبر ۳ : یہ حدیث مبارکہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملنے وہاں گئے تو حبشیوں نے فرمایا۔ اے میرے لڑکو کھیل میں مشغول ہو جاؤ۔ یہ آپ کا حکم تھا۔ (اگر حرام ہو تو آپ ایسا کیوں فرماتے۔

نمبر ۴ : آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے دیکھنے کی ابتداء فرمائی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ آپ بھی دیکھیں گی؟ تو آپ نے گویا تقاضا فرمایا اور یہ بات نہیں تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلے اسے دیکھ رہی تھیں۔ اور آپ

marfat.com

خاموش رہے۔ کیونکہ اس صورت میں بھی یہ گنجائش نکلتی ہے۔ کوئی یہ کہے آپ نے ان کو اس لئے منع نہ فرمایا۔ تا کہ انہیں دکھ نہ ہو کہ یہ بات بدخلقی میں آتی ہے۔

نمبر ۵ : آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ کافی دیر کھڑے رہے۔ حالانکہ آپ کا کام کھیل تماشہ دیکھنا نہ تھا اور اس سے معلوم ہوتا ہے۔ عورتوں اور بچوں کی موافقت کے لئے ایسا کرنا تا کہ اس طرح کا کام دیکھ کر ان کے دل خوش ہوں نیک اخلاق میں سے ہے۔ اور بات اپنے آپ کو الگ کر لینے اور اپنی پرہیز گاری ظاہر کرنے سے بہتر ہے۔

سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور چھوٹا سا بچہ

☆ یہ بات بھی صحیح حدیث مبارک میں آئی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں۔ میں ابھی نابالغ بچی تھی اور گڑیوں کو بنا سنوار کر رکھ دیتی تھی جیسے چھوٹی بچیوں کی عادت ہوتی ہے کچھ اور بچے بھی آ جاتے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لاتے تو بچے وہاں سے بھاگ جاتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو واپس میرے پاس بھیج دیتے۔ ایک دن آپ نے ایک بچے سے فرمایا۔ یہ گڑیاں کیا ہیں؟ اس نے کہا یہ میری بچیاں ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ کیا ہے؟ جسے تو نے ان کے درمیان باندھ رکھا ہے۔ اس نے جواب میں کہا۔ یہ ان کا گھوڑا ہے آپ نے فرمایا۔ اس گھوڑے پر یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی۔ یہ اس کے بال و پر ہیں۔ آپ نے فرمایا گھوڑے کے بال و پر کہاں ہوتے ہیں؟ اس نے عرض کی۔ کیا آپ نے نہیں سنا؟ حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے گھوڑے کے بال و پر بھی تھے۔ یہ سن کر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہنس پڑے۔ یہاں تک کہ آپ کے دانت مبارک نظر آنے لگے۔ میں نے یہ روایت اس لئے بیان کی ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ متنفر ہونا۔ بدمزاج ہونا اور ایسے کام سے اپنے آپ کو دور رکھنا دین میں سے نہیں ہے۔ خصوصاً بچوں کے لئے۔ اور اس آدمی کے لئے جو وہ کام کرے۔ جو اس کے لئے برا محسوس نہ ہوتا ہو اور یہ حدیث مبارکہ اس بات کا ثبوت ہے۔ صورت بنانا جائز ہے کیونکہ بچیوں کی گڑیاں لکڑی اور کپڑے وغیرہ کی ہی ہوتی ہیں۔ اور پوری شکل وصورت نہیں رکھتیں۔ روایت ہے کہ گھوڑے کے بال کپڑے کے تھے۔

دف بجایا گیا

☆ حدیث مبارکہ میں یہ بھی آیا ہے جس کی راوی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ آپ فرماتی ہیں میرے پاس دو لونڈیاں دف بجا رہی تھیں۔ اور عید کا دن تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے اور بچھے ہوئے کپڑے پر دوسری سمت منہ کر کے سو گئے اسی دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور ان لونڈیوں کو ڈانٹ دیا اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر میں گانا گا رہی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا انہیں چھوڑ دیں۔ آج عید کا دن ہے تو اس حدیث مبارک سے پتہ **چلا دف بجانا اور گانا گانا مباح ہے** اور کوئی شبہ نہیں ہے۔ دف بجانے اور گانے کی آواز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔ آپ نے اعتراض نہ فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منع کرنے سے روکنا اس کے مباح ہونے کی واضح دلیل ہے:۔

marfat.com

قسم نمبر۲

☆ دوسری قسم یہ ہے دل میں تو خیال برا ہو۔ مثلاً کسی عورت یا لڑکے سے دوستی ہو۔ اور اس کے سامنے سریلی آواز سے سماع کرے۔ تا کہ لذت میں زیادتی ہو۔ یا اپنے معشوق کی عدم موجودگی میں اس کے مل جانے کی امید پر سماع کرے۔ تا کہ شوق میں اضافہ ہو۔ یا ایسے گانے سنے جن میں زلف خالی اور حسن و جمال کا تذکرہ ہو۔ اور اس گانے کو اپنے تصورات پر فٹ کرے تو یہ جرم و گناہ ہے۔ اور اکثر نوجوان ایسے ہی ہوتے ہیں کیونکہ ایسا کرنا برائی کے عشق کی آگ کو مزید بھڑکاتا ہے۔ تو جس آگ کو بجھانا لازم ہے اسے بھڑکانا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ بہر حال اگر یہ عشق اپنی بیوی یا لونڈی سے ہو تو یہ دنیا کی چیز سے نفع حاصل کرنے میں شامل ہے اور جائز ہے۔ جب بیوی کو طلاق دے دے یا لونڈیوں کو بیچ ڈالے تو پھر اس سے عشق و محبت کا تعلق قائم رکھنا حرام ہے۔

قسم نمبر۳

☆ تیسری قسم یہ ہے دل میں کوئی اچھی بات ہو جو سماع سے پختہ ہوتی ہو اس کی چار قسمیں ہیں۔

نمبر۱ : حاجیوں کا خانہ کعبہ اور جنگل کی تعریف میں اشعار پڑھنا کیونکہ یہ اشعار اللہ کے گھر کے ساتھ محبت کی آگ سے آدمی کے باطن میں جوش پیدا کرتے ہیں ایسا سماع ایسے آدمی کیلئے صحیح ہے۔ جو حج کرنے جا رہا ہو۔ لیکن وہ جسے اس کے والدین حج کی اجازت نہ دیں۔ یا کسی اور وجہ سے حج کو نہ جا سکتا ہو۔ اس کے لئے ایسے اشعار کا سننا جائز نہیں اور یہ چیز دل میں اس تمنا کو مضبوط کرتی ہے بہر حال اگر یہ علم رکھتا ہو۔ کہ اگر شوق میں زیادتی ہو گی تو پھر وہ حج پر جانے کی طاقت رکھتا ہے اور اپنے گھر میں ہی ٹھہرا رہے گا۔ تو ایسی صورت میں اس کے لئے ایسے اشعار کا سننا مباح ہے۔ اور نمازیوں کا گانا اور سماع اس کے قریب ہے۔ جو لوگوں کو خدا عزوجل کے دشمنوں کے ساتھ لڑنے اور جہاد کی طرف مائل و راغب کرتے ہیں اور اللہ عزوجل کی محبت میں جان ہتھیلی پر رکھنے کی تمنا و خواہش رکھتے ہیں تو اس کا بھی اجر ہے اور اس طرح وہ اشعار پڑھنا جن کا میدان جہاد میں پڑھا جانا عادت ہو۔ تا کہ مجاہدین میں شجاعت و بہادری پیدا ہو۔ اور لڑنے پر آمادہ ہوں۔ نیز یہ اشعار دلیری میں اضافے و زیادتی کا سبب بنیں۔ تو ان پر بھی اجر و جزا ملے گی جبکہ جنگ جاری ہو۔ البتہ اگر یہ لڑائی یا جنگ اہل حق سے ہو تو پھر ایسا کرنا حرام و گناہ ہے۔

نمبر۲ : وہ گانا اور گریہ زاری جس سے رونا آئے اور درد دل میں زیادتی ہو۔ میں اجر و ثواب ہے۔ جبکہ یہ گریہ زاری اپنی مسلمانی میں کوتاہی و خطاء کے مرتکب ٹھہرنے اور اپنے گناہوں کی یاد سے دور بلند درجات کے فوت ہو جانے کی وجہ سے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے ہو۔ مثلاً حضرت داؤد علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گریہ زاری' آپ اس قدر گریہ زاری کرتے جس کی درد انگیزی سے متاثر ہو کر کئی کئی جنازے اٹھتے تھے۔ اور آپ نہایت ہی خوش آواز اور خوش الحان تھے۔ اگر دل میں حرام کام کا غم اور دکھ ہو تو اس پر گریہ زاری کرنا اور اظہار غم کرنا بھی حرام ہے۔ جیسے کوئی عزیز مر جائے تو اس پر ماتم بین وغیرہ کرنا' کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔

لعل لا تاسوا علی ما فاتکم. اس لئے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے۔

(پ ۲۷ سورہ حدید آیت ۲۳ کا حصہ ہے۔ کنز الایمان)

marfat.com

اور جب کوئی قضاء الٰہی پر راضی ہو۔ اور اس پر غم و دکھ کا اظہار کرے اور نوحہ اور بین کرے تا کہ دکھ اور تکلیف میں زیادتی ہو۔ تو یہ فعل حرام ہے۔ اور ایسے بین اور نوحہ گری پر اجرت وصول کرنا بھی حرام ہے اور اس طرح کرنے سے وہ گنہگار ہوگا۔

نمبر۳ : تیسری قسم یہ ہے دل میں خوشی ہو۔ اور سماع کے ذریعے اس خوشی میں ترقی دینا چاہے۔ تو اس غرض کے لئے بھی سماع جائز ہے۔ جبکہ ایسے کام کی خوشی ہو۔ جو شرع شریف میں جائز ہے اور لوگ اس پر خوشی کا اظہار کرتے ہوں۔ مثال کے طور پر شادی کا موقعہ' دعوت ولیمہ' تقریب عقیقہ اپنے لڑکے کے باہر کے سفر سے آنا' ختنے کراتے وقت اور خود سفر سے لوٹتے وقت جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ شریف میں پہنچے تو لوگوں نے آپ کا خیر مقدم (استقبال) کیا۔ خوشیاں منائیں اور دف بجائے اور لوگ اس موقعہ پر یہ اشعار پڑھتے تھے۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا — ہم پر ثنیات الودیع کی پہاڑیوں سے چاند طلوع ہو کر آیا ہے۔
مِنْ ثَنِيَاتِ الْوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا — ہم پر اس نعمت کا شکر ادا کرنا لازمی وضروری ہے جب تک حق کی دعوت دینے والا دعوت
مَا دَعَى لِلّٰهِ دَاعِ — دیتا رہے۔

☆ اسی طرح شادی اور خوشی کے موقعہ پر ایسا کرنا جائز ہے اور ان مواقع پر سماع بھی اور جائز ہے۔ ایسے ہی جب دوست احباب اکٹھے بیٹھے کھانا کھا رہے ہوں۔ اور ایک دوسرے کو خوش کرنا ہو۔ تو محفل سماع کرنا اور ایک دوسرے کی موافقت میں خوشی ظاہر کرنا بھی جائز اور صحیح ہے۔

نمبر۴ : چوتھی قسم یہ ہے کہ جب کسی انسان کے دل پر اللہ تعالیٰ کی دوستی کا مکمل غلبہ ہو اور عشق حد تک پہنچ چکا ہو تو ایسے آدمی کے حق میں سماع لازم ہوتا ہے۔ کیونکہ سماع کا اللہ بہت ہی عام قسم کی خیرات سے زیادہ ہوتا ہے اور جو شے بھی اللہ عزوجل سے دوستی میں زیادہ کا سبب ہو۔ اس کی قدر و قیمت بڑھتی ہے جو سماع صوفیاء میں مروج ہے۔ اس کی بنیاد اور جڑ یہی بات ہے مگر اب اس میں بھی رسم کی ملاوٹ ہو چکی ہے۔ اس گروہ کی وجہ سے جو ظاہراً تو صوفی صورت ہے مگر معنی اور حقیقت کے لحاظ سے اس صفت سے مفلس اور خالی ہاتھ ہے۔ اور سماع اس عشق کی آگ کو زیادہ کرنے میں بہت موثر ہے۔ صوفیاء میں سے کچھ وہ ہوتے ہیں جن پر سماع کے دوران حقائق کھلتے ہیں اور اس میں ان کو وہ لطف حاصل ہوتا ہے جو سماع کے علاوہ نہیں مل سکتا اور دلچسپ احوال جو سماع کے دوران ان پر طاری ہوتے ہیں انہیں وجد کہتے ہیں اور یہ بھی ہوتا ہے کہ سماع سے ان کا دل اس قدر پاکیزہ ہو جاتا ہے۔ جیسے چاندی کو آگ میں ڈال کر کے اس کا میل کچیل صاف کر دیتے ہیں۔ سماع بھی دل میں ایسی آگ لگا دیتا ہے جس سے دل کی تمام کدورتیں صاف ہو جاتی ہیں۔ اور اکثر یہ چیز بہت سی ریاضتوں سے بھی نہیں پائی جا سکتی۔ اور اس مناسبت کو جو روح انسانی کو عالم ارواح سے ہے۔ سماع زیادہ تیز کر دیتا ہے۔ چنانچہ کبھی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہ اس فانی دنیا سے بالکل مکمل طور پر لاتعلق ہو جاتا ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بے خبر ہو جاتا ہے اور یہ بھی ہوتا ہے اس کے اعضاء کی طاقت جاتی رہتی ہے اور وہ گر جاتا ہے اور بے ہوش ہو جاتا ہے۔ تو سماع کے درمیان اسے پیش آمدہ حالات جو شرع کے مطابق اور صحیح ہوتے ہیں ان کا بہت زیادہ درجہ جو آدمی ان حالات کی تطہیر کرتا ہے اور محفل میں موجود ہوتا

marfat.com

ہے تو وہ بھی اس کی برکات سے خالی نہیں جاتا۔ تاہم یہ بات بھی اپنی جگہ پر ہے۔ یہاں بہت سی خطاؤں کا خطرہ ہوتا ہے اور بہت سے غلط گمان آدمی کے دل میں پیدا ہو جاتے ہیں اور اس کے حق و باطل کے نشانات کو پختہ کار اور رستے سے واقف کار بزرگ ہی جانتے ہیں اور مرید کے لئے صحیح نہیں اپنے اپ سماع اپنا لے اور اپنی طبیعت کے تقاضوں کے مطابق اس راہ چل نکلے۔

اذن سماع

☆ شیخ ابوالقاسم گرگانی کے ایک مرید علی حلاج نے آپ سے سماع کی اجازت مانگی۔ فرمایا۔ تین دن تک کچھ کھانا۔ بعد میں تیرے سامنے عمدہ مرغن کھانا بنایا جائے۔ اور ساتھ مجلس سماع منعقد کی جائے۔ اگر تیری طبع کھانے کی بجائے اس سماع کی طرف ہو تو ایسی صورت میں سماع تیرے لئے صحیح اور حلال ہوگا۔ جس کے دل میں ابھی عالم غیب کے احوال ظاہر نہیں ہوئے اور اس معاملہ کی راہ سے بے خبر ہے۔ یا احوال و مواجیہ ظاہر ہوتے تو ہیں لیکن ابھی زور شہوت مکمل نہیں ٹوٹا۔ تو پیر کے لئے لازم ہے اسے سماع سے منع کرے کیونکہ ایسے مرید کو سماع سے فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوتا ہے۔

تعجب کیسا؟

☆ واضح ہو۔ جو صوفیاء کے احوال اور وجد کا انکار کرتا ہے فی الواقع وہ کم ظرفی کے باعث سب سے انکار کرتا ہے ایسا آدمی مغرور ہے کیونکہ آدمی کیلئے اس چیز پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا مشکل ہوتا ہے۔ جس سے ناواقف ہونا۔ اس آدمی کی مثال محض (ہیجڑے) کی سی ہے کہ مجامعت کی لذت کو باور نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کا تعلق قوت شہوت سے ہے۔ جب تک اس میں قوت شہوت پیدا نہیں کی گئی تو وہ اسے جان کیسے سکتا ہے؟ اگر نابینا سبزہ زار اور رواں پانی کے نظارے کی لذت کا منکر ہو تو تعجب کونسی بات ہے۔ وہ بیچارہ دیکھنے سے محروم ہے وہ اس بات پر کیسے یقین کر لے۔ ایسے ہی اگر بچہ فرمانروائی کی لذت سے انکاری ہے تو حیرانگی کی کوئی بات نہیں وہ تو کھیل کود میں مصروف ہے۔ اسے حکومت و سلطنت چلانے سے کیا لگے؟

احوال و مواجید

☆ واضح ہو صوفیاء کے احوال و مواجید کا انکار کرنے والے چاہے دانش مند ہوں۔ چاہے وہ عام لوگ ہوں سب بچوں کی مانند ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ابھی تک جس چیز کو نہیں پایا اس کا انکار کر رہے ہیں اور جو کچھ چالاک ہے۔ وہ ضرور مانے گا اور کہے گا مجھے یہ حاصل نہیں ہے۔ لیکن آنا ضرور جانتا ہوں کہ صوفیاء کو یہ احوال و مواجید ضرور حاصل ہیں۔ ایسا آدمی کم از کم صوفیاء کے احوال و مواجید پر ایمان رکھتا ہے اور جائز تو کہتا ہے لیکن جو دوسرے کیلئے بھی اس کو فعال جانے جو ایسے حال میں ہیں تو اس کی غرض۔ ایسا آدمی دراصل ان لوگوں سے ہے جن کے بارے اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔

واذلم یھتدوا بہ فسیقولون ھذا افک قدیم

اور جب انہیں اس کی ہدایت نہ ہو تو اب کہیں گے یہ پرانا بہتان ہے۔ (کنز الایمان ۲۶ سورہ احقاف آیت ۱۱)

marfat.com

فصل : وجہ نمبر ۱

☆ پہلی وجہ یہ ہے سماع عورت یا لڑکے سے سننا' یہ دونوں مشہوت کا سبب ہیں یہ حرام ہے۔ اگر کسی کا دل حق تعالیٰ سے کام میں ڈوبا ہوا ہو۔ جب شہوت اس کی فطرت و سرشت میں داخل ہے اور خوبصورت چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے آئے گا۔ تو شیطان اس کی مدد کے لئے تیار ہو جائے گا اور یہ سماع شہوت کی آگ تیز کرنے کا باعث بن جائے گا ہاں اس بچے کی زبان سے سماع صحیح ہے جو فتنے کا سبب نہ ہو' مگر عورت چاہے کتنی بھی بدصورت ہو اس کی زبان سے سماع جائز نہیں۔ جبکہ اسے دیکھ رہا ہو۔ کیونکہ عورتیں جیسی بھی شکل کی ہوں انہیں دیکھنا حرام ہے اور اگر عورت کی آواز میں پردہ ہو تو اگر فتنے کا سبب ہو تو حرام ورنہ مباح اس کی دلیل یہ ہے کہ دو لونڈیاں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گا رہی تھیں۔ اور بلاشبہ ان کی آواز آقا علیہ السلام سماعت فرما رہے تھے۔ اس لئے ان کی آواز پردے میں رہنے والی شے نہیں۔ جیسے لڑکیوں کے چہرے' لیکن لڑکوں کا شہوت کی نگاہ سے دیکھنا جو فتنے کا باعث ہے حرام ہے۔ اور عورتوں کی آواز کا بھی اس طرح کا حکم ہے اور حکم حالات کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے۔ کیونکہ کچھ لوگ پختہ ارادے کے مالک ہوتے ہیں۔ اور وہ جو مضبوط ارادے کے مالک نہیں ہوتے۔ ان کے فتنے میں پڑ جانے کا خطرہ ہوتا ہے اس کا خطرہ نہ ہو تو اجازت ہے اور ایسے آدمی کے لئے حرام ہے۔ جسے مباشرت کا خدشہ ہو کہ بوسہ دیتے ہی انزال ہو جائے گا۔

وجہ نمبر ۲

☆ دوسری وجہ یہ ہے کہ گانے اور سماع کے ساتھ رباب' چنگ' بربط یا رود یا عراقی بانسری ان سازوں میں کچھ موجود ہو کیونکہ رود کے بارے تو ممانعت آ چکی ہے اس بناء پر نہیں کہ اس کی آواز اچھی ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر کوئی اسے بری اور بھدی آواز میں بھی بجائے تو حرام ہے۔ بلکہ اس کی ممانعت کا سبب یہ ہے کہ یہ شراب پینے والوں کی عادت ہے اور جو چیز ان کے ساتھ خاص ہے اسے حرام کیا ہے۔ شراب کے تابع سمجھتے ہوئے کیونکہ یہ شراب کی یاد تازہ کرتا ہے اور اس کی خواہش بڑھاتا ہے لیکن طبل' شہانی اور دف اگرچہ ان میں دائرے پڑے ہوں حرام نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے بارے میں حدیث مبارک میں کچھ نہیں آیا۔ اور یہ رود کی طرح نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ اشیاء شراب پینے والوں کی عادت اور طریقہ نہیں ہیں اس لئے ان کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ دف تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بجایا گیا اور آپ نے شادی بیاہ کے مواقع پر اس کے بجانے کی اجازت دی۔ اور اس پر دائرے وغیرہ اگرچہ کتنے ہی زیادہ ہوں حرام نہیں ہے۔ اور حاجیوں اور نمازیوں کا طبل بجانا ایک رواج ہے لیکن ہیجڑوں کا طبلہ حرام ہے۔ کیونکہ یہ ان کا طریقہ ہے ایک طویل شکل کا طبلہ ہوتا ہے۔ اس کا درمیانی حصہ باریک اور دونوں سرے جڑے ہوتے ہیں۔ لیکن شاہین کا سر اگر نیچے کی سمت نہ ہو تب بھی حرام نہیں ہے۔ کیونکہ اسے بجانا صابروں کی عادت ہے۔

☆ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ سامعین کے حلال و جائز ہونے والی دلیل یہ ہے اس کی خشک آواز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک کانوں میں پہنچی تو آپ نے اپنے مبارک کانوں میں مبارک انگلیاں ڈال لیں۔ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کان لگا کر سنتے رہو۔ جب بجانا بند ہو جائے تو مجھے خبر کرنا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سننے کی اجازت

marfat.com

فرمائی۔ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مباح ہے لیکن آپ کا اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ پر اس وقت بہت عجیب اور عمدہ روحانی حالت طاری تھی۔ آپ نے خیال فرمایا ہوگا یہ آواز مجھے اس حال سے مانع ہوگی۔ کیونکہ سماع خداوند تعالیٰ کے شوق کو حرکت میں لانے کیلئے بڑا موثر ہے تا کہ جو شخص دور ہو اسے اللہ عزوجل کے قریب کرے۔ اور یہ کام ان بچاروں کے لئے بڑی بات ہے جن کو یہ حالت نصیب نہ ہو۔ لیکن جو عین اصل کام میں مشغول ہو۔ یعنی استغراق کی حالت میں ہو۔ اس کے لئے سماع روکنے والی ہو۔ اور اس کے لئے مضر ہو تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نہ سننا اس کے حرام ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ بہت سی مباح اشیاء ایسی ہیں جن کو ہاتھ بھی نہیں لگایا جاتا۔ لیکن اجازت دینا اکے مباح ہونے کی بہت پختہ دلیل ہے۔ اس کی اور کوئی وجہ نہیں۔

وجہ نمبر ۳

☆ تیسری وجہ یہ ہے کہ گانے بجانے میں فحش باتوں کا بھی عمل دخل ہو۔ یا اس میں کسی صاحب دین کی برائی اور ان پر طعن و تشنیع ہو۔ مثلاً رافضی صحابہ کرام کے بارے اشعار کہتے ہیں یا کسی معروف عورت کی تعریف کی جاتی ہے کیونکہ مردوں کے سامنے عورتوں کی تعریف کرنا منع ہے تو اس قسم کے اشعار پڑھنا سننا حرام ہے۔ لیکن وہ اشعار جن میں زلف خال جمال اور چیز کی تعریف ہو یا وصال و فراق کی بات ہو یا وہ باتیں جو عاشقوں کے حال کے موافق کبھی سنی جاتی ہوں۔ ان کا کہنا سننا حرام نہیں۔ یہ تب حرام ہے جب پڑھنے یا سننے والا اس عورت کا تصور باندھے جس سے اس کی دوستی ہو۔ یا کسی خوبصورت لونڈے پر فیٹ کرے۔ تو اس صورت اس کا ایسا گمان و تصور حرام ہے اور اگر اپنی بیوی یا لونڈی پر سماع کرے تو حرام نہیں۔ لیکن صوفیاء کرام اور وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کی دوستی میں معروف و مستغرق ہوتے ہیں اور اس بنیاد پر سماع اختیار کرتے ہیں ان کو یہ اشعار نقصان نہیں دیتے کیونکہ یہ لوگ ہر ایک شعر سے وہ معنی سمجھتے ہیں جو ان کا اپنا حال ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ زلف سے تاریک کفر مراد لیں۔ اور چہرے کے نور سے ایمان کا نور اور یہ ہو سکتا ہے کہ زلف سے حضرت خداوندی کی اشکال کا سلسلہ مراد لیں۔ مثلاً کسی کے اشعار ہیں۔

نمبر ۱

گفتم بشمارم کہ حلقہ زلفش — تابو کہ بہ تفصیل بر جملہ بر آرم

ترجمہ۔ میں نے کہا کہ اس کی زلف کے حلقہ کے ایک سرے کو شمار کر سکوں تا کہ تفصیل کے ساتھ سب کو شمار کر سکوں۔

نمبر ۲

خندید بمن بر سر زلفیں کہ مشکین — یک پیچ بہ پیچید و غلط کرد شمارم

ترجمہ۔ تو معشوق مشکین زلفوں کے ساتھ مجھ پر ہنس پڑا صرف ایک زلف کا ایک پیچ کھولا اور کہا اس کے شمار کرنے کا خیال غلط ہے وہ ایسا نہیں کر سکتا اور میرا سارا حساب غلط کر دیا۔

☆ ممکن ہے زلف سے اشکال مراد لیں۔ جو آدمی چاہے عقل کا تصرف اس درجہ کو پہنچ جائے کہ عجائبات دلہیہ میں سے بال کے ایک سرے کی پہچان سے ہو۔ ایک پیچ پڑ جانے سے سارا شمار غلط ہو جائے گا اور تمام عقول بے ہوش ہو جائیں گی اور جب اشعار میں

marfat.com

شراب و مستی کا ذکر ہو تو اس کا ظاہر معنی مراد نہ لیں۔ مثال کے طور پر جب یہ شعر پڑھیں۔

گرمے در ہزار رطل بر پیمائی تامی نخوری نبا شدت شیدائی

ترجمہ۔ اگر تو ایک ہزار رطل میرے لئے شراب کے پیمانے بھرے جب تک پئے گا نہیں مست و شیدا نہ ہوگا۔

☆ تو اس سے یہ مراد لیں۔ کہ محض باتوں سے دین کا کام صحیح نہیں ہو سکتا' بلکہ ذوق و شوق سے درست ہوتا کیونکہ اگر تو محبت و عشق و زہد اور توکل وغیرہ کو صرف باتیں کرے اور اس میں کتب بھی لکھے۔ اور کاغذوں کے کاغذ سیاہ کر دے جب تک خود ان صفات کے ساتھ متصف نہ ہوگا کوئی فائدہ نہ ہوگا اور خرابات کے بارے میں جو اشعار پڑھے جائیں تو ان سے ظاہری معانی مراد نہ لیں بلکہ اصل مراد لیں۔ مثلاً جب یہ شعر پڑھیں۔

ہر کو بخرابات نشد بے دین مست زیرا کہ خرابات اصول دین مست

ترجمہ۔ جو خرابات میں جائے بے دین ہے کیونکہ خرابات میں نہ جانا اصول دین سے ہے۔

☆ تو خرابات کے لفظ سے شریعت مراد لیں کیونکہ یہ بات اصول دین سے ہے کہ یہ صفتیں اس وقت تم میں موجود نہ ہوں بلکہ خراب اور ویران ہوں۔ تا کہ آدمی کا اصل گوہر جواب تک ظاہر نہیں ہو سکا۔ معرض وجود میں آ جائے اور تو اس کی ساتھ آباد ہو جائے اور ان بزرگوں کے فہم و ذکاء کی تفصیل طویل ہے کیونکہ ہر ایک کی سمجھ اس کی نظر کے موافق ہے اور دوسرے کی سمجھ علیحدہ۔

☆ سماع کے باب میں' میں نے جو یہاں تک بیان کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ بے عقل اور بدعتی لوگوں کی ایک جماعت ان بزرگوں پر طعن و تشنیع کرتی ہے۔ لوگ صنم' زلف خال اور بے خودی و خرابات کی باتیں کرتے اور سنتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب کچھ حرام اور ناجائز ہے۔ یہ بے وقوف لوگ خیال کرتے ہیں ہم نے ان بزرگوں پر بہت بڑی دلیل قائم کر دی ہے اور بہت بڑا اعتراض کر دیا ہے جبکہ فی الواقع یہ لوگ ان کے حال سے بے خبر ہیں۔ ان حضرات کو خود وجد ہوتا ہے مگر شعر کے معنی پر نہیں بلکہ صرف آواز پر ہوتا ہے کیونکہ شاہین کی آواز اگرچہ کچھ معنی نہیں رکھتی۔ اس کے باوجود وجد کا سبب ہوتی ہے اس بنیاد پر جو عربی اشعار نہیں سمجھتے انہیں بھی یہ اشعار سننے سے وجد ہوتا ہے۔ بیوقوف لوگ ہنستے ہیں کہ ان کی سمجھ میں عربی اشعار تو آتے ہی نہیں ان پر وجد کیوں طاری ہوتا ہے۔ ان احمقوں کو معلوم نہیں اونٹ عربی نہیں سمجھتا اس کے باوجود عربی حدی خوانوں کی آواز سے وجد میں آ کر قوت و خوشی میں آ کر بھاری بوجھ لے کر بے خودی کے عالم میں اتنا چلتا ہے جب منزل پر پہنچتا ہے اور کیفیت وجد ختم ہو جاتی ہے۔ تو علی الفور زمین پر آ رہتا ہے اور مر جاتا ہے ان انکاریوں کو چاہئے کہ گدھے اور اونٹ سے لڑیں۔ مناظرہ کریں۔ تو عربی تو سمجھتا نہیں خوشی تجھے کیسے پیدا ہوتی ہے؟ ممکن ہے عربی نعروں سے بزرگ لوگ ظاہری معانی کے سوا کوئی اور معانی مراد لیتے ہوں اور جو خیالات ان کے ذہن میں ہیں۔ اس کے موافق معانی مراد لیتے ہیں کیونکہ ان کو اشعار کی تفصیل سے کچھ غرض نہیں ہوتی۔ جیسے ایک آدمی نے یہ الفاظ پڑھے۔

مازا رَبّنی فی النوم اِلی خیالکم. نیند میں تمہارے خیال نے میری زیارت کی۔

تو ایک صوفی کو وجد طاری ہو گیا۔ لوگوں نے اس کی وجہ معلوم کرنا چاہی اور کہا کیونکہ تو خود تو یہ جانتا نہیں شاعر کیا کہنا چاہتا ہے تو صوفی نے جواب دیا۔ میں کیوں نہیں جانتا شاعر یہ کہتا ہے کہ زار و ناچار ہیں۔ تو شاعر درست کہتا ہے کیونکہ فی الواقع ہم زار و ناچار

marfat.com

ہیں۔ اور خطرے میں ہیں تو ان لوگوں کا وجد ایسا ہوتا ہے جس کے دل میں جو خیال غالب ہوتا ہے تو وہ جو کچھ سنتا ہے اسے اپنے خیال کی باتیں ہی سنائی دیتی ہے اور جو کچھ دیکھتا ہے اپنے مقصد کی ہی چیزیں دکھائی دیتی ہیں جو عشق حقیقی یا عشق مجازی کی آگ میں نہ جلا ہو وہ اس مضمون کو نہیں سمجھ سکتا۔

وجہ نمبر ۴

☆ چوتھی وجہ اور سبب یہ ہے سننے والا جوان ہو اور اس پر شہوت بھی غالب ہو۔ اور خدا عزوجل کی محبت کو جانتا ہی نہ ہو۔ کیا چیز ہے تو غالب گمان یہی ہے کہ وہ جوان زلف و خال اور صورت اور جمال کا ذکر سنے گا تو اس پر شیطانی خیالات ہی سوار ہوں گے اور اس کی شہوت بڑھے گی اور خوبرو عورتوں اور لونڈیوں کے عشق کو دل میں مزین کرے گا اور عاشقوں کے حالات جو سنے گا تو غالباً اسے اچھے محسوس ہوں گے اس کے دل میں تمنا پیدا ہوگی اور معشوقوں کی تلاش میں مستفید ہو کر کوچہ عشق میں قدم رکھے گا۔ عورتوں اور مردوں میں اکثریت ایسی ہی ہے جنہوں نے صوفیاء کا لباس زیب تن کر رکھا ہے اور اس بیہودہ کام میں مشغول ہیں۔ اور ان لایعنی باتوں کے مرتکب ہیں اور عذر گناہ بدتر از گناہ ہیں گناہ میں پڑے ہوئے ہیں اور کہتے پھرتے ہیں۔ فلاں محبت ہی دیوانہ ہو گیا ہے اس کے دل میں کانٹا عشق چبھ گیا ہے۔ کہتے ہیں عشق خدا کا جال ہے اور خدا نے اس کو اپنی محبت میں کھینچ لیا ہے۔ اس لئے اس کے دل کی نگرانی کرنا اور اس کی کوشش کرنا عظیم درجہ کی بات ہے۔ زنا کی متلاشی عورتوں سے ملاقات کا نام طریقت اور فق وطوالت کا نام عشق کی خودی رکھا ہو ہے اور ممکن ہے ان بری حرکتوں پر بہانہ گھڑتے ہوئے کہیں فلاں پیر صاحب بھی فلاں لڑکے کو نظر محبت سے دیکھتے تھے۔ اور بزرگوں نے بھی یہ کیا ہے اور یہ طوالت بازی نہیں بلکہ عشق کرنا ہے اور معشوق کو دیکھنا روح کی خوراک ہے۔

ایسے ہی بیہودہ باتیں کرتے ہیں اور جوان کو حرام اور فسق نہ جانے اباحتی ہے۔ اس کا قتل کرنا مباح ہے اور پیروں کی ایسی باتوں کو منسوب کر کے اور کہانیاں سناتے ہیں کہ وہ بھی خوبصورت لونڈیوں سے راہ و رسم رکھتے تھے۔ سب جھوٹ و افترا ہے اپنے لئے جواز پیدا کرنے کے واسطے ایسا کہتے ہیں۔ فرض کیا اگر کسی بزرگ نے ایسا کیا ہے تو وہ شہوت کی نیت سے نہ تھا بلکہ ان کا دیکھنا ایسے ہے جیسے سرخ سیب کو دیکھنا یا خوبصورت پھول دیکھنا۔ پھر پیر سے بھی خطا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ معصوم تو نہیں اور پیر اگر خطا یا معصیت کا ارتکاب کرنے والا ہو جائے تو وہ معصیت مباح نہیں ہو سکتی۔

توبہ و گریہ زاری

☆ حضرت داؤد علیٰ نبینا و علیہ السلام کا قصہ اس بارے پیش کیا جا سکتا ہے۔ تاکہ تمہیں یہ خیال نہ گزرے کہ کوئی بھی اس قسم کے صغائر سے بچا رہ سکتا ہے اگرچہ بزرگ ہی ہو قرآن پاک میں ان کے رونے گریہ زاری کرنے اور توبہ کے واقعات اس لئے آئے ہیں تاکہ ان سے دلیل حاصل کرے اور خود کو معذور جانے۔

اور ایک وجہ یہ ہے کہ وہ بہت کم ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک آدمی کو اس حالت میں جو صوفیاء پر طاری ہوتی ہے بہت سی اشیاء دکھائی دیتی ہیں اور ہو سکتا ہے کہ فرشتوں کی مقدس ذاتیں اور ارواح انبیاء کا اس پر کشف ہوتا ہو۔ کسی مثال کے آئینے میں اور یہ کشف

marfat.com

ایسے آدمی کی شکل میں ہوسکتا ہے جو بہت خوبصورت ہو۔ کیونکہ شے کی مثال لازماً اس کے حقیقی معنی کے موافق ہوتی ہے اور چونکہ وہ معنی عالم الرواح کے معانی میں سب سے زیادہ باکمال ہوتا ہے۔ تو عالم صورت میں اس کی مثال بھی سب سے زیادہ خوبصورت ہوگی۔ عرب کا کوئی شخص حضرت دحیہ قلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ حسین نہ تھا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پر اس کی شکل مشاہدہ فرماتے تھے اس لئے ممکن ہے ان اشیاء میں کوئی شے خوبصورت لونڈے کی صورت میں ظاہر ہو۔ اور دیکھنے والا اس کے بہت لذت پائے اور جب اس حالت سے لوٹے تو معنی روپوش ہو جائے اور وہ اس کی تلاش میں لگ جائے جس کی وہ صورت مثال بن کر سامنے آئی تھی اور ممکن ہے وہ معنی اس صورت میں دوبارہ کبھی نظر نہ آئے ایسی حالت میں اس کی آنکھ اگر کسی خوبصورت شکل پر پڑے جس کی اس سے مشابہت ہو تو پھر وہی حالت تازہ ہو جائے۔ اور اس گمشدہ معنی کو حاصل کرے اور ایسے شخص پر وجد طاری ہو تو جائز ہے کسی آدمی میں خوبصورت شکل والے آدمی کو دیکھنے کی رغبت پیدا ہو جائے اس حالت کو لوٹانے کی خاطر' اور جو اپنے اسرار کی خبر نہیں رکھتا۔ جب اس کے میلان کو دیکھتا ہے تو خیال کرتا ہے وہ ابھی اس نیت سے خوبصورت انسان کو دیکھتا ہے جس نیت سے یہ خود دیکھ رہا ہے کیونکہ یہ دوسرے مقصد سے غافل ہے فی الجملہ یہ کہ صوفیاء کا کام بڑا عظیم پرخطر اور بہت ہی پوشیدہ ہے اور اس شے میں بھی اتنی خطا واقع نہیں ہوسکتی۔ جتنی کہ اس میں ہوتی ہے۔ ہماری یہ گفتگو اس معاملہ کی جانب صرف اشارہ ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ صوفیاء حضرات مظلوم ہیں۔ کیونکہ لوگ انکو بھی اپنی ہی جنس میں سے خیال کرتے ہیں اور خود پر قیاس کرتے ہیں اور فی الواقع مظلوم وہ ہوتا ہے ایسے خیال کرتا ہے کیونکہ وہ خود پر ظلم کر رہا ہوتا ہے۔ وہ اوروں کو خود پر قیاس کر کے اپنے جیسا سمجھ رہا ہے۔

وجہ نمبر ۵

پانچویں وجہ یہ ہے کہ عام لوگ عیش وعشرت اور کھیل تماشہ کے طور پر سماع کو سننے کے عادی ہوتے ہیں اس طرح سماع اس شرط پر مباح ہے کہ اسے وطیرہ نہ بنالیں اور ہمیشہ اس کو اپنا مشغلہ نہ ٹھہرالیں۔ کیونکہ کچھ گناہ جو صغیرہ ہوتے ہیں جب آدمی ان کو عبادت بنالے کبیرہ کے درجہ کو پہنچ جاتے ہیں اسی طرح کچھ اشیاء کبھی کبھار اور کم مقدار میں اختیار کی جائیں تو مباح ہوتی ہیں لیکن جب ان کی کثرت ہو جائے تو حرام ہو جاتی ہیں اس مباح کی علت یہ ہے کہ ایک دفعہ چند حبشی مسجد نبوی میں کھیل رہے تھے۔ حضور علیہ السلام نے ان کو منع نہ فرمایا اور اگر وہ مسجد کو کھیل کا اکھاڑہ بنا لیتے تو آپ انہیں روک دیتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کی طرف دیکھنے سے منع نہ فرمایا اور اگر کوئی انہیں ہمیشہ دیکھنے لگے اور پیشہ بنالے تو ایسا کرنا جائز نہ ہوگا۔ اور ہنسی مذاق اگر کبھی کبھی ہو تو جائز ہے اور اگر مخرے کی طرح عادت کرلے تو جائز نہیں۔

وجہ نمبر ۶

آثار و آداب سماع

☆ یہ معلوم کرنا لازم ہے۔ سماع میں تین مقام ہیں۔ پہلا سمجھنا دوسرا وجد کا طاری ہونا اور تیسرا حرکت میں آنا ہے۔ اور ہر ایک

marfat.com

مقام کے لئے اس مقام پر کسی قدر بحث وکلام کی جاتی ہے۔

مقام نمبر ا

☆ کوئی آدمی جو سماع سمجھنے میں طبیعت بشری کے تقاضے یا غفلت کے تحت یا کسی مخلوق کے ساتھ وابستگی کی بنیاد پر کرتا ہے وہ اس سے زیادہ برا ہے کہ اس کے سمجھنے' حال اور گفتگو کے بارے کچھ کہا جائے ہاں وہ آدمی جس پر فکر دین غالب ہو اور اس کے دل میں خدا عزوجل کی محبت چھائی ہوئی ہو تو اس کے دو درجے ہیں۔

درجہ نمبر ا

☆ یہ مرید کا درجہ ہے کہ اسے طلب وسلوک کی راہ میں مختلف حالات سامنے آتے ہیں۔ مثلاً قبض' بسط اور آسانی اور سختی اور قبولیت مردودیت کے آثار' اور اس کا قلب سدا اس بارے میں بے قرار اور پریشان رہتا ہے۔ جب ایسی بات سنتا ہے جس میں عتاب قبولیت' روح' وصل' قرب و بعد' رضا اور ناراضگی امید اور ناامیدی' خوف اور امن' وفا اور بے وفائی شادی و وصل اور غم فراق اور اس طرح کی اشیاء کا ذکر ہوتا ہے اور وہ اپنے حال پر فٹ کرتا ہے اور جو کچھ اس کے باطن میں ہوتا ہے وہ شعلہ مارنے لگتا ہے۔ مختلف کیفیات اور احوال اس میں ظاہر ہونے لگتے ہیں اور اگر اس کا علم و اعتقاد مضبوط نہ ہو تو وہ سماع کے دوران ایسے تصورات میں پڑ جاتا ہے جو کفر ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ اللہ عزوجل کی ذات کے متعلق ایسی باتیں سنتا ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہوتی۔ جیسے یہ شعر ہے۔

اوّل بہ نسبت میل بداں میل کجاست وامروز ملول گشتن از بر چراست

ترجمہ۔ پہلے پہل تیر میلان میری طرف تھا۔ اب وہ میلان کہاں ہے اور اب ملول اور پشیمان ہونا کس وجہ سے ہے۔ (پشیمانی کی نسبت خدا عزوجل کی طرف کرنا صحیح نہیں)

☆ جس مرید کا آغاز اچھا اور رواں ہو' پھر کمزور اور سست پڑ جائے تو وہ خیال کرے گا۔ پہلے اس پر اللہ عزوجل کی عنایت اور اس کی طرف اس کا میلان تھا اور اب اللہ عزوجل اس عنایت اور میلان سے پھر گیا ہے اور اگر اس تغیر کو اللہ عزوجل کی شان قرار دے گا۔ تو یہ کفر ہوگا۔ بلکہ یہ سمجھنا ضروری ہے اور یہ یقین رکھنا لازم ہے کہ اللہ عزوجل کی ذات میں تبدیلی کو ہرگز دخل نہیں کیونکہ اللہ عزوجل تو خود تبدیلی لانے والا ہے۔ خود تبدیل ہونے والا نہیں۔ بلکہ یہ سمجھنا واجب ہے کہ میری حالت بدل گئی وہاں تک کہ وہ معنی جو پہلے مجھ میں موجود تھا اب نہیں رہا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہرگز کسی قسم کا حجاب اور ملال اور ممانعت ظاہر نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کی درگاہ تو سدا کھلی ہوئی ہے۔ جیسے سورج جس کا نور پھیلا ہوتا ہے مگر جو دیوار کے پیچھے ہو جائے تو اس پر سورج کی روشنی نہیں پڑے گی۔ تو یہ تبدیلی اس آدمی میں آئی ہے سورج کی روشنی میں نہیں۔ تو جو غلطی و خطا اس سے صادر ہوئی ہے ضروری ہے کہ حجاب اور کمی کو اپنی طرف منسوب کرے۔ اللہ عزوجل کی طرف نہیں۔ اس مثال سے غرض یہ ہے کہ کسی اور تبدیلی کی صفات اور کیفیات دینے اور اپنے نفس کے حق میں خیال کرے۔ اور جو جلال و جمال قائم رہے اسے اللہ عزوجل کی شان سمجھے مرید اگر علم کا یہ خزانہ سمجھ اور ذکاء نہیں رکھتا تو جلد ہی کفر کے فتنے میں پڑ جائے گا اور اسے معلوم بھی نہ ہوگا اس لئے اللہ عزوجل کی محبت میں سماع اختیار کرنے میں بہت خطرہ ہے۔

marfat.com

درجہ نمبر۲

☆ دوسرا درجہ یہ ہے سماع اختیار کرنے والا مریدین کے درجہ سے آگے نکل گیا ہو۔ اور احوال و مقامات کو پیچھے چھوڑ گیا ہو اور انتہا کو پہنچ گیا ہو جیسے اگر اللہ عزوجل کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کریں تو فنا اور نیستی کہتے ہیں اور اگر اللہ عزوجل کی طرف منسوب کریں تو توحید اور یگانگت کے نام سے موسوم کرتے ہیں ایسے شخص کا سماع معانی سمجھنے کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ سماع کے ساتھ ہی فنا اور نیستی توحید اور یگانگت اس کے لئے تازہ ہو جاتی ہے اور وہ بالکل اپنے آپ سے گم ہو جاتا ہے اور دنیا سے بے خبر ہو جاتا ہے اور اکثر واقعات اس کی یہ حالت ہوتی ہے اگر آگے میں بھی گر پڑے تو اسے خبر نہیں ہوتی۔ جیسے حضرت شیخ ابوالحسن نوری رحمہ اللہ تعالیٰ وجد کی حالت میں گنجان کے کٹے ہوئے کھیت میں دوڑنے لگے گنوں کی جڑوں سے ان کے پاؤں بالکل کٹ گئے۔ لیکن انہیں مطلقاً خبر نہ ہوئی یہ کامل ترین وجد کی حالت ہے لیکن مریدین کا وجد صفات بشریت کے ساتھ ہوتا ہے اور وجد یہ ہے کہ مرید کو اس کی ذات سے نکال لیا جاتا ہے۔ جیسے وہ عورتیں جنہوں نے حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو وہ اپنے آپ کو بھول گئیں۔ اور اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ اے پیارے تجھے لازم ہے کہ اس طرح کی نیستی اور فنا کا منکر نہ ہو اور یہ نہ کہے میں تو اسے دیکھتا ہوں۔ وہ نیست کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ مرید حالت وجد میں وہ نہیں ہے جسے تو دیکھ لیتا ہے۔ کیونکہ ایک آدمی جو حضرت ہو جاتا ہے تو اس وقت بھی تو اسے دیکھ رہا ہوتا ہے حالانکہ وہ نیست ہو چکا ہے اس لئے اس کی حقیقت وہ لطف معنی ہے جو معرفت کا مقام ہے جب سب اشیاء کی پہچان اور معرفت اس سے غائب ہوگئی تو تمام اشیاء اس کے حق میں نیست اور فنا ہو گئیں اور جب وہ اپنے آپ سے بھی غافل ہو گیا تو خود اپنی ذات میں سے بھی نیست اور فنا ہو گیا اور خدا عزوجل اور اس کے ذکر کے علاوہ کچھ باقی نہ رہا۔ تو کچھ فانی تھا وہ ختم ہو گیا۔ اور جو باقی ہے وہی رہ گیا۔ یگانگت و توحید کا یہی سفر ہے جب انسان اللہ عزوجل کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا تو کہتا ہے سب کچھ وہی ہے اس حالت میں وہ یوں بھی گویا ہوتا ہے میں بھی نہیں ہوں یا یوں کہ میں خود وہی ہوں اور ایک جماعت غلطی میں پڑ گئی اور اس نیستی اور فنا کو حلول سے تعبیر کیا۔ (یعنی یہ گمان کیا خدا عزوجل میرے اندر گھس آیا ہے) اور اکیلی جماعت نے اس مقام کو اتحاد سے تعبیر کیا۔ یعنی بندہ اور اللہ عزوجل ایک ہو جاتے ہیں۔ (معاذ اللہ) اور اس کی مثال یوں ہے کہ کسی آدمی نے پہلے کبھی آئینہ نہ دیکھا ہو۔ اور اب سامنے رکھ کر اپنی شکل اس میں دیکھے۔ تو گمان کرے میں خود آئینے میں گھس آیا ہوں کہ یہ صورت و شکل خود آئینے کی شکل ہے کیونکہ آئینے کی صنعت اور حالت یہ ہے وہ سرخ و سفید ہوتا ہے اور اگر یہ تصور کرے میں خود آئینے میں آ گیا ہوں۔ تو یہ حلول ہے اور اگر یہ جان کر کہ آئینہ اس کی شکل بن گیا ہے تو اتحاد ہے اور دونوں باتیں درست نہیں کیونکہ نہ تو وہ خود آئینے میں داخل ہو گیا ہے اور نہ آئینہ اس کی بنا صورت بلکہ ایسا صرف دکھائی دیتا ہے جس نے ان باطنی اسرار کو مکمل طور پر نہیں پہچانا۔ وہی ایسا سمجھتا ہے اس کتاب میں اس مضمون کو فعل در فعل بیان کرنا دشوار ہے کیونکہ یہ بڑا وسیع علم ہے۔ ''احیاء العلوم'' میں ہم نے اسے مفصل بیان کیا ہے۔

مقام نمبر۲

☆ فہم کے بعد دوسرا مقام حال کا ہے اسے وجد بھی کہتے ہیں۔ وجد کے معنی کسی سے کچھ پا لینے کے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے

marfat.com

ایسی حالت کا پانا جو پہلے حاصل نہ تھی۔ وجد کی حقیقت میں بہت کچھ کہا گیا ہے وہ کیا شے ہے؟ اس بارے صحیح بات یہ ہے کہ وجد ایک ہی قسم کا نہیں ہوتا بلکہ اس کی بہت سی اقسام ہیں۔ اور یہ دو طرح کا ہے ایک گروہ احوال سے اور دوسرا مکاشفات کی قسم سے۔ احوال کی تحقیق تو یہ ہے انسان پر ایک صفت غلبہ کر لیتی ہے جو اسے بے خود کر دیتی ہے یہ صفت کئی قسم کی ہوتی ہے کبھی شوق کی صورت میں اور کبھی خوف یا آتش عشق کے لباس میں اور کبھی چاہت اور کبھی غم کی شکل میں اور کبھی نا امیدی اور افسوس کے رنگ میں اور اس کی بہت سی قسمیں ہیں۔ جب یہ آگ دل پر غالب آ جاتی ہے یہاں تک بندہ نہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے۔ جیسے سویا ہوا آدمی اور اگر وہ دیکھتا اور سنتا ہو تو اس حالت سے غائب اور بے خبر ہوگا۔

☆ دوسری قسم کا گروہ مکاشفات سے ہے۔ جس میں اسے بہت سی اشیاء دکھائی دیتی ہیں۔ جنہیں صوفیاء حضرات دیکھتے ہیں اشیاء میں سے کچھ تو مثال کے لباس میں اور کچھ واضح نظر آتی ہیں اور سماع یہ ہوتا ہے۔ دل کو صاف کرتا ہے سماع سے قبل دل کا حال اس آئینے میں ہوتا ہے جس پر گرد و غبار پڑا ہو اس گرد و غبار کو صاف کیا جائے تا کہ اس میں سے صاف صاف دکھائی دے۔ اور اس معنی کو الفاظ کے اندر صرف علمی قیاس اور مثالی طور پر ہی واضح کیا جا سکتا ہے۔ صحیح طور پر اس کی اصل حرف وہی آدمی جان سکتا ہے جو اس مقام کو حاصل کر چکا ہو۔ اس حال کے مقام کو حاصل کر لینے کے بعد ہی اصل حقیقت سامنے آتی ہے۔ اس حقیقت کو اگر وہ دوسرے کے سامنے واضح بھی کرے گا تو محض الفاظ اور انداز سے بیان کر پائے گا۔ ظاہر ہے جو شے قیاس ہے وہ علم میں سے ہے۔ ذوق میں سے نہیں۔

☆ تاہم یہاں تک تفصیل اس لئے واضح کر دی ہے وہ لوگ جو ذوق کے طور پر اس حال تک پہنچے اس کی سچائی کو تسلیم کریں۔ منکر نہ ہوں کیونکہ اس کا انکار نقصان دیتا ہے اور سب سے بے عقل وہ آدمی ہے جو یہ خیال کرے جو کچھ اس کے خزانے میں نہیں وہ بادشاہوں کے خزانوں میں بھی نہیں اور اس سے بھی زیادہ وہ آدمی احمق ہے جو اپنی مختصر پونجی کو دیکھ کر خود کو بادشاہ تصور کرے اور یہ کہنے لگے سب کچھ میرے پاس ہے اور سب کچھ میرا ہو چکا ہے اور جو کچھ میرے پاس نہیں اس کا وجود ہی نہیں۔ یہ دو طرح کی بے وقوفی کی وجہ سے انسان انکار اور حقائق کے فتنے میں پھنس جاتا ہے۔

☆ یہ معلوم کرنا ضروری ہے وجد تکلف اور بناوٹ سے بھی ہوتا ہے ایسا وجد سراسر منافقت ہے۔ ہاں اگر اسباب وجد تکلف سے اپنے اندر ظاہر کر لے اس امید پر کہ حقیقت وجد نصیب ہو جائے تو اس طرح یہ منافقت نہیں۔ اور حدیث مبارک میں آیا کہ قرآن مجید سنو تو رو دو۔ اگر رونا نہ آئے تو تکلف سے رونا لاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ جب تکلف سے بھی دل میں غم کے اسباب ظاہر کرو گے تو یہ بات بھی موثر ہوگی۔ چہ جائیکہ حقیقت میں واقع ہو۔

سوال!

☆ اگر کوئی سوال اٹھائے کہ ان حضرات کا سماع سچ ہے اور صرف حق کے لئے ہے جو محفل کی دعوت میں لوگوں کو قرآن خوانی کیلئے بٹھاتے ہیں اور وہ لوگ قرآن پاک پڑھتے ہیں نہ کہ قوالوں کو بلایا جاتا ہے اور گانا گاتے ہوں اس لئے قرآن سچ ہے اور سماع قوالی تو اس کے سامنے کچھ بھی نہیں!

marfat.com

جواب

☆ آیات قرآنیہ سے بہت سماع ہوتا ہے اور اکثر انہیں سن کر وجد بھی آ جاتا ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ قرآن پاک سنتے سنتے بے ہوش بھی ہو جاتے ہیں اور بہت سے لوگوں نے اس حالت میں جان بھی دیدی۔ ایسے واقعات کو بیان کرنا طوالت سے خالی نہیں۔ ہم نے ایسے واقعات کتاب احیاء العلوم میں بیان کر دیئے۔ مگر کہ قوال کی جگہ کسی قاری کو بلایا جائے اور قرآن پاک کے علاوہ جو لوگ غزلیں گاتے ہیں ان کے پانچ اسباب ہیں۔

سبب نمبر ۱

☆ تمام آیات قرآنیہ عاشقوں سے حالات سے مواقفت نہیں رکھتی ہیں ان میں محبت کی باتیں نہیں ہوتی ہیں اس لئے کہ قرآن پاک میں کافروں کے واقعات اہل دنیا کے معاملات کے احکام بہت زیادہ ہین۔ اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں اور امور بیان کئے گئے ہیں اس لئے کہ قرآن پاک تمام قسم کے لوگوں کے درد کا علاج ہے اگر مقری (قرآن خوان) مثلاً یہ آیت پڑھے کہ قرآن میں ماں کا ایک بٹا چھ حصہ ہے بہن کا ایک بٹا دو یا یہ آیت پڑھے کہ عدت کی مدت چار ماہ دس دن ہے۔ یا اس جیسی دوسری آیات۔ تو ان سے آتش عشق میں زیادتی نہیں ہوسکتی۔ سوا اس آدمی کے جس کا عشق کمال کی آخری حد تک پہنچ گیا ہو۔ اگر چہ اس کے مقصد سے بھی یہ احکام بہت دور ہیں اور یہ بات بہت واقع ہوتی ہے۔

سبب نمبر ۲

☆ قرآن کریم بہت زیادہ پڑھا جاتا ہے اور بہت زیادہ لوگ پڑھتے ہیں اور جس بات کو بہت زیادہ سنا جاتا ہو اکثر حالات میں وہ دل میں ذوق و آگہی پیدا نہیں کرتی یہ اس کے لئے ہی (وجد آفریں) ہوسکتا ہے جس نے قرآن پاک پہلی مرتبہ سنا ہو لیکن تو نیا نہیں ہوسکتا!

☆ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں عرب کے لوگ حاضر ہوا کرتے اور تازہ تازہ (یعنی پہلی پہلی بار) قرآن کریم سنتے تو ان پر وجد طاری ہو جاتا اور رونے لگتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقعہ پر فرمایا پہلے ہم بھی تمہاری ہی طرح تھے۔ (کہ قرآن کریم سن کر ہم پر وجد و گریہ زاری طاری ہو جاتی تھی) لیکن اب وہ کیفیت طار نہیں ہوتی بلکہ۔ اب ہم قرآن پاک سننے کے عادی ہو چکے ہیں اور اس کی سماعت کے خوگر ہو چکے ہیں۔ جو شے تازہ اور نئی ہوتی ہے اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔

یہی وجہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے فارغ ہو کر جلدی اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ آپ نے فرمایا۔ مجھے فکر ہے اگر ایسا نہ ہو تو ان کے دلوں سے کعبہ اللہ کی حرمت اٹھ جائے گی۔

سبب نمبر ۳

☆ بہت سے دل ایسے ہیں انہیں سریلی آواز یا راگ سے حرکت نہ دی جائے وہ حرکت میں نہیں آتے۔ اسی لئے سماع سننے

marfat.com

والے سماع میں جو بات کہی جارہی ہو اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کی تمام تر توجہ راگ یا اچھی آواز کی طرف ہوتی ہے۔ اس طرح ہر طرز اور ہر راگ اور ہر سر اور طعن کے خیال پر ہی اثر مرتب ہوتا ہے اور قرآن کریم راگ راگنی کی صورت میں نہیں پڑھا جاسکتا۔ کہ پڑھیں اور تالیاں بجائیں۔ یا اس میں کسی قسم کا تصرف کریں اور جب یہ قرآن بغیر الحان کے ہوگا تو صرف سخن الٰہی ہی رہ جائے گا۔ وہ دہکتی آگ تو نہیں جو جلا ڈالے۔

سبب نمبر ۴

☆ الحان میں یہ بات لازم ہوتی ہے کہ دوسروں کی آوازوں سے اس کو تقویت دی جائے تا کہ زبان سے زیادہ اثر کرے یعنی قوال کی آواز کے ساتھ بانسری، طبلہ دف اور شاہین کی آوازیں بھی شامل ہوں تا کہ اثر زیادہ ظاہر ہو اور یہ صورت فضول ہے اور قرآن کریم کی بالکل ضد ہے اس کے پڑھنے میں ان باتوں سے بچا جانا ضروری ہے۔ جو عوام کی نظر میں بیکار ہوں۔ جس طرح کہ منقول ہے سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام ربیع بنت محصور رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت گھر میں موجود کنیزیں دف بجا رہی تھیں اور کچھ گا رہی تھیں جب انہوں نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تشریف لاتے دیکھا تو وہ آپ کے مدحیہ اشعار گانے لگیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ ثناء پر مبنی اشعار مت پڑھو بلکہ تم جو گا رہی تھیں وہ ہی اشعار پڑھو۔ ثناء کا مقدس مقام ہے ان کو دف پر گانا بزدلی وفضولیت کی صورت ہے یہ مناسب نہیں۔

سبب نمبر ۵

☆ ہر آدمی کی ایک خاص حالت ہوتی ہے جس کا وہ حریص ہوتا ہے اور جس شعر کو اپنے حال کے موافق پاتا ہے اسے سنتا ہے اور اگر وہ اس کے حال کے مطابق نہ ہو تو اس سے کراہت اور ناگواری ظاہر کرتا ہے اور ممکن ہے وہ کہہ دے یہ شعر نہ پڑھو کوئی اور پڑھو۔ قرآن کریم کے بارے ایسی بات نہیں کہی جاسکتی۔ یہ آیت مت پڑھو کوئی اور آیت پڑھو اور ہوسکتا ہے وہ آیت اس کے حال کے موافق نہ ہو اور اس کو ناپسند ہو۔ قرآن پاک کی ہر ایک آیت ہر کسی کے حال کے مناسب نہیں اور نہ وہ اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ اشعار میں تو یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ اس سے وہی مراد لے جس جذبے کے تحت شاعر نے اسے کہا ہے لیکن قرآن کریم کے بارے ایسا نہیں ہے کہ وہ اس کے معانی اپنے تصور وگمان کے مطابق ہی مراد لے۔

مقام نمبر ۳

☆ سماع میں حرکت رقص اور جامہ دری ہوتی ہے اس سلسلہ میں جو چیز سماع سے مغلوب ہو جاتی ہے اور اضطرابی طور پر اس سے سرزد ہو جاتی ہے وہ اس سلسلہ میں ماخوذ نہیں ہوگا۔ البتہ اختیار کے ساتھ (ارادۃً کے طور پر) جو کچھ کرے تا کہ لوگ اس کی حرکتیں دیکھ کر سمجھیں وہ صاحب حال ہے تو یہ صحیح نہیں ہے اور ایسی حرکت، رقص اور جامہ دری حرام ہے اور قطعی منافقت ہے۔ شیخ ابوالقاسم اسفر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لوگوں کا سماع میں مصروف ہونا اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی کی غیبت میں مشغول ہوں۔ شیخ ابوعمرو ابن نجید رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کوئی آدمی اگر تیس سال غیبت میں مشغول رہے تب بھی وہ اس آدمی کی طرح گنہگار نہیں ہے جو سماع میں اس

marfat.com

حالت کا اظہار کرے جو بناوٹی ہو۔ پس سب سے بڑھ کر صحیح اور عمدہ بات یہ ہے سماع میں مشغول ہو اور خاموش بیٹھا رہے تو یہ اس کے ظاہری احوال کے موافق ہوگا۔ سماع کے سامع میں اتنی قوت ہونا ضروری ہے۔ سماع کے دوران وہ خود پر کنٹرول رکھ سکے۔ رونا بھی کمزوری کی نشانی ہے۔ اور (خودنگہداری کے خلاف) ہے لیکن ایسی قدرت اور قابو بہت کم ہوتا ہے۔

☆ پس وہ بات جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قول میں ظاہر فرمائی۔ ''ہم بھی پہلے تم لوگوں کی طرح تھے (رقیق القلب) پھر ہمارے دل سخت ہو گئے'' یعنی دلوں میں اب طاقت اور جسم میں اتنی قدرت پیدا ہوگئی ہے کہ ہم خود کو کنٹرول میں رکھ سکتے ہیں جو خود پر کنٹرول نہیں رکھ سکتا۔ اسے لازم ہے جب تک ضرورت ہی نہ آ پڑے اپنی خودنگہداری کرے۔ ایک نوجوان حضرت جنید رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں آیا۔ جب وہ سماع میں مشغول ہوا تو اس نے ایک نعرہ مارا۔ حضرت جنید رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر اب تو نے ایسا کیا۔ تو ہماری قربت کے لائق نہیں رہو گے۔ پس اس نے صبر کیا اور سماع کی کیفیت کو برداشت کرتا رہا۔ اسے اس کام کے لئے بہت کوشش کرنا پڑی تھی۔ آخر کار ایک دن وہ بہت صبر کرتا رہا۔ لیکن زیادہ دیر کنٹرول نہ رکھ سکا اس نے ایک نعرہ مارا اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ اور وہ فوت ہو گیا۔

البتہ اگر کوئی اپنی کیفیت کا اظہار نہ کر رہا ہو۔ اور رقص کرنے لگے۔ اور تصنع کے بغیر رو پڑے تو اس کے لئے یہ روا ہے رقص مباح ہے جیسے چند حبشی مسجد کے صحن میں مصروف رقص تھے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کے رقص کو دیکھا۔

رقص کرنے لگے

☆ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے علی میں تم سے ہوں۔ اور تو مجھ سے۔ تو اس پر نبی سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقص کرنے لگے۔ اور کئی دفعہ پاؤں زمین پر مارا۔ اس طرح جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ اے جعفر تم خلق اور خلق میں میری طرح ہو۔ یہ سن کر انہوں نے بھی رقص کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ تم میرے بھائی ہو اور میرے مولا ہو۔ تو وہ بھی خوشی سے رقص ہوئے۔ (خوشی اور مرست سے جھومنا رقص کے ہی مترادف ہے)

☆ پس جو ایسے رقص کو (جو انبساط کے سبب ہو) حرام کہتا ہے وہ خطا پر ہے ہاں اگر رقص محض کھیل تماشہ کے طور پر ہو۔ تو وہ حرام ہے کہ یہ چیزیں بھی اپنی جگہ حرام ہیں اگر کوئی اس لئے رقصاں ہو۔ کہ جو حالت اس کے دل میں ظاہر ہوئی ہے وہ مضبوط ہو جائے ایسا رقص ناپسندیدہ نہیں ہے۔

☆ ہاں جامہ دری اختیاری طور پر نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ مال کو ضائع کرنا ہے۔ بہرحال اگر یہ کیفیت سے مغلوب ہو جائے تو صحیح ہے اگر جامہ دری اختیار سے ہی ہوتی ہے لیکن اکثر یہ ہو سکتا ہے کہ اس اختیار میں اضطرار ہو۔ اور وہ اضطرار ایسے غالب آ جائے کہ نہ چاہتے ہوئے بھی کپڑے پھاڑ ڈالے۔ جیسے بیمار کا کراہنا اگرچہ اختیاری امر ہے لیکن اگرچہ کراہنا نہ چاہے تب بھی کراہ لیتا ہے ورنہ جو کچھ ارادے اور قصد سے ہوتا ہے تو اس کو ہر وقت ترک کر سکتا ہے پس جب کسی پر اس طرح غلبہ ہو جائے تو اس پر شرعاً گرفت نہیں۔

☆ جیسے صوفیاء کرام جامہ دری کرتے ہیں اس کے ٹکڑوں کو تقسیم کر دیتے ہیں اس پر ایک گروہ نے اعتراض اٹھایا ایسا نہیں کرنا

marfat.com

چاہئے۔ یہ ان حضرات کی غلطی ہے لوگ تو ٹاٹ کو بھی ٹکڑے ٹکڑے نہیں کرتے پیراہن دری تو عظیم بات ہے وہ فضول نہیں پھاڑتے اور پھاڑ کر ضائع نہیں کرتے۔ بلکہ ایک مقصد کے تحت پھاڑتے ہیں۔ تو ایسا کرنا صحیح ہے! ایسے کہ جب لباس کے ٹکڑوں کو مزید دو دو تین تین ٹکڑے کرتے ہیں تو مقصد یہ ہوتا ہے سب کو یہ ٹکڑے مل جائیں اور اس سے وہ اپنا سجادہ یا گدڑی بنالیں ایسا کرنا درست ہے کہ کوئی آدمی کرپاس کے لباس کو سو ٹکڑے بنا ڈالے اور سو درویشوں میں تقسیم کردے تو ایسا کرنا مباح ہے اس لئے کہ وہ تمام ٹکڑے کام میں آئے۔

آدابِ سماع

☆ سماع میں تین باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ زمان، مکان اور اخوان (محفل میں سننے والے ساتھی) زمان سے مراد یہ ہے کہ ہر وقت سماع میں ہی مصروف نہیں رہنا چاہیے۔ یا ایسے وقت مصروف ہوں جو نماز کا وقت ہو یا کھانے کا جب دل پریشان اور پر سدا ہو۔ تو سماع میں لگ جائیں ایسا سماع بے فائدہ ہے۔

☆ مکان سے غرض یہ ہے کہ کوئی رستہ ہو یا ناپسندیدہ اور اندھیری جگہ ہو یا کسی ایسے نامہربان آدمی کا مکان ہو۔ جو ہر وقت غصے میں رہتا ہو۔ ایسی جگہیں سماع کے لئے بہتر نہیں۔

☆ اخوان سے مراد یہ ہے کہ محفل سماع میں جو کوئی بھی آئے وہ اس کا اہل بھی ہو۔ جب کوئی مغرور دنیادار اس محفل میں حاضر ہوگا۔ تو وہ افتراء پردازی کے ساتھ انکار کرے گا یا ایسا بناوٹی آدمی حاضر ہو۔ جو بناوٹی حال اور رقص کرتا ہے۔ تو یہ بھی محفل کے لئے اچھا نہیں۔ یا کچھ غفلت پسند ایسے آدمی موجود ہوں جو میرے خیالات کے ساتھ سماع کی سماعت کریں۔ یا دوران سماع پوچ اور لچر گفتگو میں لگے رہیں اور ادھر ادھر دیکھ رہے ہوں اور باوقار لوگ نہ ہوں۔ (تو یہ بھی اخوان سماع میں نہیں ہیں) یا ایسے لوگ جو عورتوں کو جھانکتے ہوں یا محفل میں نوجوان ہوں اور دونوں طرف سے ایک دوسرے کے خیال میں مگن ہوں تو ایسا سماع بھی بے فائدہ ہے۔ حضرت جنید رحمہ اللہ تعالیٰ نے سماع میں جو زمان و مکان اور اخوان کی شرط لگائی وہ اسی لحاظ سے ہے۔

سماع کے لئے ایسی جگہ بیٹھنا تاکہ جوان عورتوں کا نظارہ ہو سکے یا جوان (امرد) شامل ہوں اور ایسے بے خبر ہوں جن شہوت غالب ہو تو ایسے وقت اور ایسی حالت میں سماع حرام ہے۔ کیونکہ ایسے موقع پر سماع سے دونوں طرف شہوت کی آگ زیادہ ہو جاتی ہے اور بنظر شہوت ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں۔ (عورتیں جوان مردوں کو اور جوان مرد عورتوں کو) یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کسی سے دل پھنسا ہوا ہو ایسے تخم سے بہت فساد پھوٹ پڑتے ہیں تو اس لئے سماع کسی لحاظ بھی صحیح نہیں ہے۔

☆ پس جب سماع کے اہل حضرات حاضر ہوں اور سماع کی مجلس میں بیٹھیں تو ادب یہ ہے سب سر جھکائے بیٹھیں اور ایک دوسرے کی طرف نہ دیکھیں نہ ہاتھ ہلائیں اور نہ سر کو جنبش دیں۔ بلکہ ایسے بیٹھیں۔ جیسے نمازی تشہد میں بیٹھتے ہیں اور سب کے قلب اللہ عزوجل کی طرف لگے ہوں اور اس بات کے منتظر ہوں کہ غیب سے اس سماع کی بدولت کیا کچھ ظہور میں آتا ہے۔ سب اہل محفل خود نگہداری کریں۔ اختیاری طور پر سماع کے دوران کھڑے نہ ہوں۔ اور حرکت نہ کریں۔ بہر حال اگر کوئی شوق کے غلبہ کی وجہ سے سماع میں کھڑا ہو جائے تو پھر تمام لوگ اس کی موافقت کرلیں۔ اگر اس حال میں اس کی دستار گر پڑے تو سب اپنی دستاریں اتار دیں۔ یہ صورت اگرچہ بدعت ہے اور صحابہ کرام یا تابعین حضرات (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے ایسا نہیں کیا لیکن لازم نہیں جو امر بدعت ہے

marfat.com

اس کو نہ کریں۔ بہت سی بدعتیں ایسی ہیں جو نیک اور اچھی ہیں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تراویح کی جماعت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وضع کردہ ہے۔ پس یہ اچھی بدعت ہے بری بدعت یا بدعت سیئہ وہ ہے جو سنت کے برعکس ہو۔ جبکہ حسن خلق اور دوسرے کے دلوں کو خوش کرنا شریعت میں پسندیدہ ہے۔ نوٹ :- حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نماز تراویح کو با جماعت ادا کرنے کا حکم دینا بدعت نہیں سنت ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: علیکم بالسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین - میری اور میرے خلفاء کی سنت پر لازماً عمل کرو لہٰذا آپ کا ارشاد عین ارشاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے تو بدعت کیسے ہوا۔ (تابش قصوری)

☆ ہر قوم کی ایک خاص عادت یا اس کی رسم ہوتی ہے اس کی مخالفت ان کے اخلاف میں بدخوئی سمجھا جاتا ہے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ خلق انسان باخلاقهم (ہر آدمی کے ساتھ اس کی عادت اور خو کے موافق زندگی بسر کرو) جبکہ اصحاب سماع اس مطابقت عمل سے خوش ہوتے ہیں اور اس کے برعکس ہونے سے ان کو وحشت اور پریشانی ہوتی ہے تو پھر ان کی مطابقت کرنا سنت پر چلنا ہے۔ صحابہ کرام رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کی خاطر کھڑے ہوتے۔ تو آپ فرماتے میرے لئے ایسا نہ کیا کریں۔ لیکن جہاں یہ دیکھیں کہ نہ اٹھنے سے لوگوں کو ناگواری ہوگی تو ان کی دل دہی کی خاطر اٹھنا زیادہ اچھا ہے۔ کہ عربوں کی عادت اور ہے اور عجمیوں کی اور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اصل نمبر ۹

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

☆ امر بالمعروف و نہی عن المنکر دین کا ایسا قطب ہے جس کے ساتھ ہر ایک نبی کو مبعوث کیا گیا۔ اگر اس قطب کو درمیان سے ہٹا لیا جائے تو شریعت تمام کی تمام بیکار اور باطل ہو جائے۔ اس موضوع کو اس ہم تین بابوں میں پیش کریں گے۔ باب اول اس کے واجب ہونے سے متعلق ہے۔

باب دوم : شرط احتساب کے بارے میں ہے۔

باب سوم : من کرات کے بیان میں ہے۔

باب نمبر ۱

وجوب امر بالمعروف و نہی عن المنکر

☆ یہ علم ہونا ضروری ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر واجب ہے اگر کوئی مغرور اس کو چھوڑے گا۔ گنہگار ہوگا اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔

marfat.com

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر — اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں۔ (پ ۶' سورہ آل عمران سورہ ۱۰۴)

☆ اس میں اللہ عزوجل نے نماز وزکوٰۃ کو ایک ساتھ شامل کیا ہے اور اہل دین کی صفت اس طرح ظاہر کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''تم لوگ معروف کام کا حکم دو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تم بدترین لوگوں کو مسلط فرمادے گا۔ اس وقت تم میں سے بہترین لوگ جب دعا کریں گے تو اس وقت اس دعا کو اللہ تعالیٰ نہیں سنے گا''۔

دریا کے سامنے قطرہ

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی قوم ایسی نہیں ہے۔ جس میں معصیت کاری ہوتی ہو اور وہ اس بات کا انکار کریں کہ اللہ عزوجل ان پر ایسا عذاب نازل کرنے والا ہے جو سب لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا۔ تمام نیک کام جہاد کرنے کے مقابلے میں ایسے ہیں جس طرح بہت بڑے دریا کے سامنے ایک قطرہ اور جہاد امر بالمعروف کے مقابل ایسا ہے جیسے عظیم دریا کے سامنے ایک قطرہ انسان جو بات کہتا ہے اس کا تعلق اس کی ذات سے ہے۔ صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خاص بندوں پر عوام کی وجہ سے عذاب نازل نہ فرمائے گا۔ مگر اس وقت کہ وہ کسی کو برائی میں مبتلا دیکھیں اور اس کو نہ روک سکیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''ایسی جگہ نہ بیٹھو جہاں کسی کو ظلم سے مار دیا جائے۔ یا ظلم سے قتل کیا جائے کیونکہ ایسی جگہ لعنت برستی ہے۔ اس آدمی پر جو اس حال کو دیکھے اور اسے منع نہ کرے''۔

☆ ایک اور ارشاد ہے ''ایسی جگہ جہاں کوئی نامناسب بات ہو رہی ہو اور دیکھنے والا احتساب نہ کرے کہ اس احتساب کے باعث نہ تو موت وقت سے پہلے آئے گی اور نہ ہی اس کی روزی کم ہوگی'' ارشاد اس بات کی دلیل ہے۔ ظالموں کے مکانات میں یا ایسی جگہ جہاں کوئی ظالم ہو اور اس پر احتساب کی قدرت ہو۔ بغیر حاجت نہیں جانا چاہئے''۔

یہی وجہ تھی کہ اسلاف کرام میں سے اکثر حضرات گوشہ نشین ہو گئے تھے کیونکہ بازار اور راستوں کو وہ منکرات سے خالی نہ پاتے۔

☆ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس کے سامنے کوئی گناہ ہوتا ہے اور وہ اس سے کراہت کرتا ہے۔ تو ایسا آدمی غائب آدمی کی طرح ہے اور اگر وہ وہاں موجود نہیں ہے۔ لیکن اس گناہ پر راضی ہے تو گویا وہ گناہ اس کے سامنے ہو رہا ہے۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے۔ ''جو رسول بھی دنیا میں آیا اس کے حواری یعنی اصحاب ہوئے۔ جو اس رسول کے بعد اللہ عزوجل کی کتاب اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے موافق کام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے بعد ایسے لوگ آئے جو منبروں پر بیٹھ کر تو نیک اور اچھی باتیں کرتے تھے۔ لیکن خود برے معاملات کرتے تھے تو اس وقت ہر ایک مومن پر فرض ہے اور اس پر حق ہے وہ ایسے لوگوں کے ساتھ ہاتھوں سے جہاد کرے اگر ہاتھوں سے نہ کر سکے تو زبان سے کرے۔ اگر زبان سے بھی نہیں کر سکتا تو خود بھی کامل مسلمان نہیں ہے۔

marfat.com

☆ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ ''اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو حکم دیا۔ فلاں شہر کو زیروزبر کرو۔ فرشتے نے کہا الٰہی! فلاں آدمی بھی اس شہر میں ہے جس نے کی ایک لحہ کیلئے بھی گناہ نہیں کیا۔ پھر میں اس شہر کو کیسے زیروزبر کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جاؤ اور ایسے ہی کرو۔ کیونکہ اس آدمی نے کبھی دوسروں کے گناہوں پر ناگواری کا اظہار نہیں کیا''۔

☆ حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ ایسے شہر کے تمام باشندوں پر جس کی آبادی اٹھارہ ہزار مردوں پر مشتمل ہو۔ اور ان کے اعمال پیغمبروں کے اعمال جیسے ہوں۔ عذاب نازل فرماتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا کیوں ہے؟ حضور علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا۔ اس لئے کہ انہیں اللہ عزوجل کے لئے اس نے برے کاموں میں مصروف لوگوں سے ناراضگی اور غصے اور احتساب سے کام نہیں لیا۔

☆ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا میں نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہیدوں میں فاضل ترین شہید کون ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ شخص جس نے سلطان جابر سے محاسبہ کیا تا کہ اس کو اس محاسبہ کی پاداش میں وہ قتل کردے اور اگر اس کو قتل نہیں کیا گیا تب بھی اس سے زیادہ مرتبہ کسی کا نہیں ہے خواہ وہ کتنی ہی طویل عمر پائے۔

☆ اخبار میں وارد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون علیٰ نبینا وعلیہ السلام پر وحی نازل کی۔ میں تمہاری قوم سے ایک لاکھ لوگوں کو ہلاک کروں گا جس میں اسی ہزار نیک افراد ہوں گے اور بیس ہزار اشرار و گنہگار' حضرت یوشع علیہ السلام نے عرض کیا یہ نیک لوگ کیوں ہلاک ہوں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ اس لئے کہ انہوں نے اشرار اور خطا کاروں کو اپنا دشمن نہیں سمجھا اور ان کے ساتھ کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے اور دیگر معاملات میں اعراض نہیں برتا۔

فصل نمبر۲

شرط احتساب

☆ یہ علم رکھنا ضروری ہے کہ احتساب تمام مسلمانوں پر واجب ہے پس اس علم کا مع اس کی شرائط کے جاننا بھی واجب ہے۔ اس لئے کہ جس فریضہ کی شرائط کا علم نہ ہوگا اس کا ادا کرنا ممکن نہیں۔ احتساب کے چار ارکان ہیں۔

نمبر۱ محتسب' نمبر۲ جس کا احتساب کیا جائے' نمبر۳ جس معاملہ یا جس شے میں احتساب کیا جائے' نمبر۴ احتساب کی نوعیت اور کیفیت

رکن نمبر۱ محتسب (احتساب کرنے والا)

☆ محتسب کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ مسلمان اور مکلف ہو۔ کہ احتساب حق دین بھی ہے۔ سلطان کی اجازت اور محتسب کے لئے عدل ہونے کی شرط سے متعلق اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ لازم ہے اور کچھ کہتے ہیں لازم نہیں۔ اور ہمارے نزدیک بھی یہ لازم نہیں ہے۔ عدالت و نیکوکاری شرط احتساب کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ کوئی بھی آدمی گناہوں سے معصوم نہیں ہے۔ کہ یہ شرط رکھی جائے۔ احتساب وہی کر سکتا ہے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو پس اگر احتساب ہم اس وقت کر سکیں جب ہم نے کوئی گناہ نہ کیا ہو تو اس طرح ہم

marfat.com

ہرگز احتساب نہیں کر سکتے۔

عادت شیطان

☆ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے کہا۔ فلاں آدمی کہتا ہے جب تک اپنے آپ کو پاک نہ کرلو۔ تو مخلوق کو نیکی کی دعوت نہ دو۔ آپ نے فرمایا۔ شیطان کو اس بات کے علاوہ اور کسی شے کی عادت نہیں۔ کہ وہ ہر بات ہمارے دلوں پر پختہ کردے۔ تا کہ محاسبہ کا دروازہ بند ہو جائے پس اس مسئلہ میں بنیادی بات یہ ہے محاسبہ یا احتساب دو طرح کا ہے۔ نمبر ا وعظ و نصیحت جس کی وضاحت اور تشریح یہ ہے ایک آدمی کہتا ہے یہ کام نہ کرو۔ خود اس کو کرتا ہے۔ تو اس کے علاوہ اور کیا فائدہ ہوگا۔ لوگ اس کا یہ اڑائیں گے اور اس کا وعظ مؤثر نہ ہوگا۔ ایسا محاسبہ فاسق کے لئے بہتر نہیں ہے بلکہ ہوسکتا ہے بات مزید بگڑ جائے جب محتسب یا واعظ یہ علم رکھتا ہے اس کی بات نہ سنی جائے گی اور اس کا مذاق کیا جائے گا جس سے وعظ کی عظمت اور اس کا وقار برباد ہوگا۔ اور شریعت کا رعب لوگوں کی نظروں سے ختم ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے ایسے عقلمندوں کی نصیحت جو خود فسق میں پڑے ہوتے ہیں لوگوں کے لئے نقصان دہ ہے اور وہ لوگ ظالم ہو جائیں گے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر فرمایا ہے

☆ شب معراج میرا گزر ایسے لوگوں سے ہوا۔ ان کے لب آگ کے ناخن تراش سے جلائے جارہے تھے میں نے معلوم کیا تم کون لوگ ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم وہ لوگ ہیں جو دوسروں کو بھلائی کا حکم دیتے تھے اور خود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے تھے۔ دوسروں کو شر سے روکتے تھے اور خود اس سے باز نہیں آتے تھے"۔

وحی نصیحت

☆ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام پر وحی آئی۔ اے ابن حریم! پہلے خود کو نصیحت کرو۔ جب تم اسے قبول کرلو۔ تب دوسروں کو نصیحت کرو۔ ورنہ مجھ سے حیاء کرو!!

☆ احتساب کی دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ہاتھ اور قوت سے ہو۔ مثلاً شراب رکھی ہوئی دیکھے۔ تو اس کو گرادے یا جنگ و رباب کو توڑ ڈالے اور اگر کوئی جھگڑنے لگے تو اپنی طاقت سے اس فاسق کو منع کرے ایسا کرنا جائز ہے ہر آدمی پر دو باتیں واجب ہیں۔ نمبر ا نہ خود کرے نہ دوسروں کو اجازت دے اگر نہ کرے تو اس کو دوسرا کیوں کرے ایسے ہی کوئی ریشمی کپڑے پہن کر محتسب بن بیٹھے اور دوسرے کے ریشمی لباس کو اس کے جسم سے اتارنے کا حکم دے۔

☆ خود شراب پیتا ہو اور دوسرے کی شراب ضائع کردے ایسا کرنا بہت ہی بری بات ہے تو اس کا جواب یہ ہے زشت اور چیز ہے اور باطل اور شے ہے۔ یہ بات اس لئے زشت ہے کہ اس نے ضروری بات کو چھوڑ دیا اس لئے برا اور زشت نہیں ہے کہ تمہیں ایسے کرنا لازم تھا جیسے اگر کوئی روزہ رکھتا ہے اور نماز نہیں ادا کرتا۔ تو یہ بات زشت ہے اس نے اس ایک ضروری بات کو چھوڑ دیا یعنی نماز اس سے غرض یہ نہیں ہے روزہ رکھنا بیکار ہو جائے گا بلکہ قائل اس قول سے غرض یہ ہے چونکہ نماز روزہ سے زیادہ اہم ہے ایسے کرنا کہنے سے زیادہ اہم ہے لیکن ہیں یہ دونوں واجب ایک دوسرے کے ساتھ مشروط نہیں کہ اس کو اس کے عوض ادا کر دیا۔ مثال کے طور پر کہا جائے

marfat.com

شراب نوشی سے منع کرنا۔ کیا اس پر اس لئے لازم ہے کہ وہ نہیں پیتا اور جب خود پی لے تو یہ واجب اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ یہ ناممکن ہے۔

شرط نمبر۲

یہ ہے اس محاسبہ کیلئے بادشاہ کی اجازت اور اس کے حکم نامہ کی حاجت ہو تو یہ بات بھی محاسبہ کے شرط نہیں کیونکہ بزرگان سلف نے تو خود (اس کے برعکس) بادشاہوں اور سلاطین کا محاسبہ کیا اس کی تشریح بہت طویل ہے۔ اس مسئلہ کی اصل یوں معلوم ہو سکتی ہے تم محاسبہ کے درجات جان لو اور ہم واضح اور ظاہر کرتے ہیں۔ احتساب کے چار درجے ہیں۔

درجہ نمبر۱

محاسبہ کا پہلا درجہ نصیحت کرنا ہے اور اللہ عزوجل سے ڈرانا اور اس کی نافرمانی کا خوف دلانا اور تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔ تو پھر کسی منشور اور فرمان کی کیا حاجت ہے بلکہ افضل ترین عبادت یہ ہے کہ بادشاہ کو نصیحت کی جائے اور اللہ عزوجل کا خوف دلایا جائے۔

درجہ نمبر۲

☆ برے الفاظ بولتا ہے جیسے جس کا محاسبہ کرنا ہو اس سے کہا جائے اے فاسق اے ظالم اے بے وقوف یا اے جاہل، تو اللہ عزوجل سے نہیں ڈرتا جو ایسے کام کرتا ہے۔ یہ سب باتیں بالکل درست ہیں اگر فاسق کے بارے بولی جائیں ایسے الفاظ کہنے کیلئے کسی سلطان یا اذن کی ضرورت نہیں۔

درجہ نمبر۳

تیسرا درجہ ہاتھ سے روکنے کا ہے۔ مثلاً شرابی کی شراب ضائع کر دینا یا چنگ و رباب توڑ دینا سر سے ریشمی دستار اتار لینا۔ یہ سب اس عبادت کی طرح لازم ہیں۔ ہر وہ بات جو ہم نے باب نمبر ا میں ظاہر کی۔ وہ اس امر پر دلیل ہے جو مومن ہے اسے شرع شریف نے اس طرح کا اختیار دیا ہے جس کے لئے سلطان کی اجازت کی حاجت نہیں۔

درجہ نمبر۴

☆ احتساب کیلئے مارے۔ لیکن اس بات کا مرتے وقت لحاظ کرے اور اس بات سے خوف کرے اگر وہ لوگ مقابلہ میں آئیں تو مددگاروں کی حاجت ہوگی۔ پس ایسی صورتوں میں اپنے کچھ ساتھیوں کو جمع کر لے۔ پھر مار دھاڑ سے محاسبہ کرے لیکن ممکن ہے کہ فتنہ پھیل جائے کہ بادشاہ وقت سے اس کی اجازت نہیں لی گئی تھی۔ تو درست یہ ہے اس قسم کے محاسبہ میں بادشاہ سے اجازت حاصل کر لی جائے احتساب کے یہ درجے اگر ملحوظ خاطر رہیں تو کوئی تعجب نہیں کہ بیٹا باپ کا احتساب کرے تو اس کے علاوہ لطف و مدارا کے ساتھ نصیحت کرے۔ اور کوئی صورت نہیں۔

☆ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا باپ کو نصیحت کرے جب باپ غصہ کرے تو چپ ہو جائے۔ لیکن باپ سے

marfat.com

سخت کلام کرنا درست نہیں ہے۔ مار کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایسے ہی قتل کرنا بھی خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ اگر بیٹا جلاد ہو تو کوڑے نہیں لگانے چاہئیں۔ پس بات زیادہ صحیح ہے ہاں اس کی شراب پھینک دے۔ ریشمی کپڑے ضائع کر دے۔ یا کوئی چیز جو اس کے حرام ذریعہ سے حاصل کی ہو تو اس سے لیکر اس کے مالک تک پہنچا دے۔ چاندی کے پیالے توڑ ڈالے اور دیوار پر بنی تصاویر خراب کر دے۔ اس طرح دوسری باتیں ہیں یہ سب بیٹے کیلئے جائز ہیں خواہ اس طرح کرنے سے باپ کتنا ہی غصہ کیوں نہ کرے۔ کہ ایسا کرنا حق سچ ہے اور اس کے حق میں باپ کا غصہ کرنا محض باطل ہے ایسا کرنا باپ کے نفس پر تصرف کرنا ہیں۔ البتہ مارنا اور برا کہنا باپ کے نفس پر تصرف میں شامل ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ باپ ایسی باتوں سے بہت دکھی ہوگا اس لئے نہ کرے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر احتساب سے باپ غصہ کرے تو عقب (بیٹا) خاموشی اختیار کرلے اور وعظ و نصیحت سے باز آ جائے۔

دین سے معزز

☆ ایسے ہی غلام کا احتساب اپنے آقا پر اور آقا کا اپنے غلام پر، بیوی کا شوہر پر اور رعایا کا بادشاہ پر ایسے ہی ہے جیسے بیٹے کا احتساب باپ پر ہے کیونکہ یہ تمام حقوق مؤکدہ مقرر ہیں ان کی بہت اہمیت ہے بہر حال شاگرد کا احتساب استاد پر بہت آسان ہے کیونکہ استاد کی عزت دین کے حوالے سے ہے۔ پس وہ جب اس علم کے موافق جو استاد سے سیکھا۔ عمل پیرا ہو (یعنی احتساب کرے) تو یہ کوئی ناممکن بات نہیں۔ بلکہ وہ عالم جو اپنے علم کے موافق عمل نہ کرے اس نے اپنی عزت تو پہلے ہی ضائع کر دی ہے۔

رکن نمبر

امور احتساب

☆ امور احتساب یعنی وہ امور جن میں احتساب کیا جاتا ہے۔ یہ علم رکھنا لازم ہے مگر وہ کام جو منکر اور محتسب بغیر تجسس کے اسے معلوم کرلے اور اس کام کی خرابی کا اس کو یقین ہو تو اس کا محاسبہ کرنا جائز ہے۔ بہر حال یہ چار شرائط اس کے ساتھ ہیں۔

شرط نمبر ۱

☆ شرط نمبر ایک یہ کہ وہ کام منکر کی قسم سے ہے، خواہ معصیت نہ ہو۔ نہ گناہ ہو۔ مثلاً کی دیوانے یا بچے کو دیکھے کسی جانور کے ساتھ محبت کر رہا ہے۔ تو روکنا لازم ہے۔ اگر چہ اس کام کو گناہ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ یہ دونوں مکلف نہیں۔ (دیوانہ اور بچہ) لیکن چونکہ شرع شریف میں اس طرح کے کام منکرات میں شامل اور بیہودہ بات ہے اس لئے احتساب صحیح ہے ایسے ہی اگر دیوانے کو دیکھے وہ شراب پی رہا ہوں یا کسی بچے کو دیکھے جو کسی کا مال ضائع کر رہا ہے۔ تب بھی روکنا ضروری ہے اور جو باتیں معصیت میں شامل ہیں خواہ وہ گناہ صغیرہ ہی کیوں نہ ہوں ان میں احتساب کرنا لازم ہے۔ مثلاً عورت کا حمام میں ننگا ہونا۔ عورتوں کو دیکھنا اور خلوت اور علیحدگی میں ان کے ساتھ کھڑا ہونا۔ سونے کی انگوٹھی پہنا یا ریشمی لباس پہننا۔ یا چاندی کے کٹورے میں پانی پینا۔ اس قسم کے تمام صغیرہ گناہوں میں احتساب کرنا ضروری ہے۔

marfat.com

شرط نمبر۲

☆ دوسری شرط یہ ہے کہ معصیت فی الحال پائی جاتی ہو۔لیکن اگر کوئی شراب پی بیٹھا ہو۔تو اس کو صرف نصیحت کرے۔ احتساب کرنے سے اسے رنجیدہ نہیں کرنا چاہئے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر حد جاری کرنا صرف بادشاہ وقت کا کام ہے۔اسی طرح اگر کسی کا ارادہ ہو۔میں آج رات شراب پیوں گا تو اس کو تکلیف نہیں دینی چاہئے ہاں نصیحت ضرور کرے کہ شراب نہ پیو۔ہوسکتا ہے اس نصیحت کے بعد وہ شراب نہ پئے اور جب وہ یہ کہہ دے اچھا میں نہیں پیوں گا۔تو پھر اس کے بارے برا گمان نہ لائے۔ہاں اگر کوئی بالغ آدمی تنہائی میں عورت کے ساتھ بیٹھے تو اس کا احتساب جائز ہے۔اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے بھاگ جائے۔کیونکہ ایسی تنہائی خود ایک معصیت ہے اس طرح اگر کوئی عورتوں کے حمام کے دروازے پر کھڑا ہو جائے جب وہ حمام سے باہر آنے لگیں تو میں انہیں دیکھوں گا۔ایسے آدمی کا بھی احتساب ضروری ہے۔یہ کھڑا ہونا بھی معصیت ہے۔

شرط نمبر۳

☆ تیسری شرط یہ ہے کہ معصیت محتسب سے تجسس کے بغیر ہی واضح ہو۔تب تجسس نہیں کرنا چاہئے' جو کوئی گھر میں داخل ہو جائے اور گھر کا دروازہ بند کرلے۔تب اجازت کے بغیر اندر جانا اور معلوم کرنا کہ تم کیا کر رہے تھے (یہ مناسب نہیں) ایسے ہی در و بام سے کان لگانا تا کہ آواز سن سکے۔اور محاسبہ کرلے یہ بھی صحیح نہیں۔بلکہ جس شے کو اللہ عزوجل نے پوشیدہ کیا۔اس کو چھپا ہی رہنے دینا چاہئے۔مگر جب آواز باہر تک آئے اور بے خودوں کا غل غپاڑہ تو باہر تک پہنچتا ہے۔اس وقت بے اجازت گھر میں دخل ہو کر احتساب کرنا صحیح ہے اگر کوئی فاسق اپنے دامن کے نیچے کوئی شے پوشیدہ کئے ہوئے ہے اور اکثر ہوسکتا ہے وہ شرابی ہو۔تو اس سے یہ نہیں کہنا چاہئے دکھاؤ تمہارے دامن کے نیچے کیا ہے؟ یہ تجسس ہوگا۔ممکن ہے وہ شراب نہ ہو اور محتسب کے بغیر دیکھنے کے ہی یہ خیال کرلیا ہو۔ کہ وہ شراب ہوگی ہاں اگر شراب کی بدبو آ رہی ہو تو پھر جائز ہے کہ اس کو (لیکر) پھینک دے۔یا اس کے پاس بڑا اور باریک کپڑے پہنے ہوئے ہو جس سے وہ نمایاں ظاہر ہو رہا ہے تو پھر اس سے چھین کر پھینک دینا جائز ہے۔بہت ممکن ہے دامن کے نیچے کوئی اور چیز ہو۔تو پھر اس نادیدہ کو سمجھنا چاہئے۔جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس واقعہ میں ہے آپ ایک چھت پر چلے گئے اور ادھر ادھر دیکھا تو اس آدمی کو ایک عورت اور شراب کے ساتھ بیٹھا ہوا پایا۔اس پر آپ وہاں پہنچے تا کہ احتساب کریں۔تو علم ہوا کہ وہ عورت اس آدمی کی بیوی ہے اور برتن میں شراب نہیں شربت ہے۔ممکن ہے ایسا معاملہ ہو' ہم نے اس واقعہ کو محبت کے حقوق کے باب میں مفصل طور پر واضح کر دیا اور یہ واقعہ بہت معروف ہے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن منبر پر تشریف فرما تھے تو آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا۔بتائیں آپ اس معاملہ کیا رائے دیتے ہیں۔اگر وقت کا امام اپنی آنکھوں سے کوئی ناپسندیدہ کام دیکھے۔تو کیا جائز ہے وہ اس پر حد لگائے بعض اصحاب نے کہا۔حد جاری کرنا صحیح ہے۔لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے اسے دو عادل گواہوں کے ساتھ مقید کر دیا ہے۔صرف ایک آدمی کافی نہیں ہے اور یہ جائز نہیں ہوگا کہ امام اکیلا اپنے علم کی بناء پر اس پر حد لگائے۔بلکہ اسے پوشیدہ رکھنا واجب ہے۔

marfat.com

شرط نمبر۴

☆ یہ علم ہو کہ حقیقت میں بات جائز نہیں ہے۔ تصور اور اجتہاد سے نہیں۔ بلکہ یقین سے تو شافعی مسلک کے آدمی کے لئے یہ بات جائز نہیں۔ وہ حنفی مسلک پر اس مسئلہ میں اعتراض اٹھائے۔ کہ ولی کے علاوہ بھی نکاح روا ہے یا حنفی نے بغیر ولی کے نکاح کر دیا۔ یا کسی نے شفعہ کا حق لے لیا۔ ہاں اگر کوئی شافعی مسلک پر عمل کرنے والا۔ ولی کے علاوہ نکاح کر دے اس مجلس کے خرمے (چھوہارے) کھائے (یعنی اس مجلس میں حاضر ہو) تو اس کے لئے جائز نہیں ہے۔ اس کو منع کرنا روا ہے۔ کہ وہ جس مذہب کی تقلید کرنے والا ہے۔ اس مذہب کے صاحب (بانی مسلک) کے مخالف عمل کرنا کسی آدمی کے نزدیک جائز نہیں۔ فقہاء کے ایک گروہ کی رائے ہے۔ شراب پینا، زنا کرنا یا کسی کام پر احتساب کرنا جائز ہے۔ جس کی حرمت پر تمام متفق ہوں۔ (باتفاق مسالک اربعہ) اور اس پر یقین ہو۔ اپنے اجتہاد سے کام نہ لیا ہو۔ تمام فقہاء کے اس پر متفق ہونے سے بھی جو کوئی اپنے صاحب مذہب کے خلاف کرتا ہے۔ اور اپنے اجتہاد سے چلتا ہے وہ گنہگار ہے اور یہ بات اصل میں حرام ہے۔ مثلاً اپنے اجتہاد سے قبلہ کی سمت مقرر کرے۔ اور پھر اس طرف نماز ادا کرے۔ جس سے فی الواقع قبلہ کی طرف پشت ہوتی ہو۔ تو اس طرح کے اجتہاد سے وہ عاصی ہو جائے گا۔ چاہے کوئی دوسرا یہ بھی تصور کرے کہ وہ درستگی پر ہے اس کا عمل صحیح ہے اور جو آدمی یہ کہتا ہو کہ جو آدمی جس فقہی مذہب کو چاہے اختیار کرے۔ جائز ہے۔ تو یہ کہنا بالکل فضول اور بیہودہ ہے۔ قابل اعتبار نہیں ہے بلکہ ہر عالم آدمی اس بات کا مکلف ہے اپنے تصور اور خیال کے موافق کام کرے اور جب اس کا تصور و خیال یہ ہو جیسے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ دوسرے آئمہ فقہ سے زیادہ عالم ہیں۔ مراد اس بات میں یہ ہے کہ امام شافعی کا اجتہاد سب سے افضل ہے تو یہ علم رکھنے کے باوجود ان کے برخلاف چلنے کا بہانہ نفس کی خواہش لا یعنی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگا۔ جو آدمی عقائد میں مبتدع (بانی بدعت) ہو۔ مثلاً اللہ تعالیٰ عزوجل کے جسم کا قائل ہو (کہ اللہ عزوجل جسم رکھتا ہے) یا قرآن کو مخلوق کہے اور دیدار حق تعالیٰ عزوجل کا (بروز قیامت) منکر ہو تو ایسے آدمی کا احتساب ضروری ہے۔ چاہے امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ احتساب نہ کریں تو ایسا مذہب (تجسیم باری تعالیٰ عزوجل سے قائل یعنی بانی بدعت مبتدع) رکھنے والوں کی غلطی اور لغزش یقینی ہے۔ لیکن فقہ کے مسائل میں مجتہدی خطا یقین کے ساتھ معلوم نہیں ہے۔

☆ بہر حال ایسے عقیدے والے آدمی کا احتساب ایسی بستی میں کرنا چاہئے۔ جہاں مبتدع حضرات کم ہوں اور اہل سنت و جماعت کی اکثریت ہو۔ اور جب ایسے دو گروہ موجود ہوں کہ تم ان کا احتساب کرو گے تو وہ تمہارے احتساب میں دوڑیں گے اور فتنہ و فساد پھیلے گا تو اس طرح سے احتساب کے لئے حاکم وقت کی معاونت ضروری ہے۔

رکن نمبر۳

☆ یہ رکن اس آدمی کے باب میں ہے۔ جس پر احتساب کیا جاتا ہے۔ اس کی یہ شرط ہے کہ وہ آدمی مکلف ہو۔ اور اسے فعل معصیت کا باعث ٹھہرتا ہو اور اس کی بزرگی بھی احتساب میں رکاوٹ نہ ہو۔ مثلاً ایک آدمی جو کسی کا باپ ہو۔ اس کی عظمت تنبیہ، تادیب اور اہانت سے فرزند کو رکاوٹ ہے۔ ہاں دیوانے اور غیر مکلف لڑکے کو روک سکتا ہے۔ لیکن اس کا احتساب نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اگر کسی

marfat.com

جانور کو دیکھے جو مسلمانوں کا اناج کھا رہا ہو۔ تو اسے روکنا صحیح ہے۔ تا کہ مسلمانوں کے مال کی حفاظت ہو۔ لیکن ایسا کرنا اس پر لازم نہیں۔ البتہ اس صورت میں لازم ہے۔ جبکہ روکنا آسان ہو اور اس سے اسے خود کی نقصان کا خدشہ نہ ہو۔ تب مسلمانوں کے حق میں سے اتنا کام کر گزرنا لازم ہے۔ جیسے کسی کا مال ضائع ہو گیا۔ اور وہ خود اس پر شاہد ہو۔ اور گواہی دیئے جانے کا راستہ بھی زیادہ دور نہ ہو تو ایک مسلمان بھائی کا حق بجالانے کیلئے اور گواہی دینے کی خاطر وہاں جانا ضروری ہوگا۔

ظلم

☆ جب کوئی صاحب عقل بقائمی ہوش وحواس کسی کا مال تباہ کر دے تو یہ ظلم ہے اور گناہ ہے۔ اگر چہ اس میں مشقت ہو۔ جبکہ احتساب لازم اور واجب ہے۔ کیونکہ فسق اور معصیت سے باز رہنا یا کسی کو اس سے منع کرنا محنت و مشقت سے خالی ہیں۔ اسے برداشت کرنا لازم ہے۔ ہاں یہ بات لازمی ہے کہ یہ محنت اور مشقت اس قدر ہی ہو جسے برداشت کرنے کی اس میں قدرت ہو۔

پہلی قسم

☆ احتساب سے غرض اسلام کی روش اور اس کے طریقوں کو ظاہر کرنا ہے۔ تو اس باب میں اس کا مشقت برداشت کرنا واجب ہوگا۔ جیسے اگر کسی جگہ اتنی مقدار میں شرائط موجود ہو۔ جیسے ضائع کرتے کرتے تھک جائے گا۔ تو یہ مشقت برداشت کرنا لازم ہو یا بہت سے بکرے اور بکریاں جو کہ مسلمان کا اناج کھا رہی ہو۔ ان کو بھگانے سے وقت کا ضیاع ہوتا ہو تو اسی طرح کی مشقت یا وقت کا ضائع کرنا لازم نہیں۔ کیونکہ انسان کو دینے کے حقوق کی رعایت ایسے کرنی چاہئے جیسے دوسروں کے حقوق کی رعایت کرتا ہے اور ہر وقت اس کا حق ہے اس لئے کسی کے مال کی حفاظت کو ضائع کرنا لازم نہیں۔ البتہ اسے دین کی مدد میں اسے لگانا اور اس معصیت کو روکنا لازم ہے۔

احتساب میں ہر قسم کی مشقت برداشت کرنا ضروری نہیں۔ اس کی توضیح یہ ہے اگر خود قدرت نہیں رکھتا تو اسے معذور جانا جائے گا۔ پس اس پر اتنا ہی لازم ہے کہ دل سے اس کام کا انکار کر دے۔ ہاں جب قدرت رکھتا ہو لیکن ڈرے کہ اسے احتساب کرنے پر سزائیں پہنچیں گے۔ یا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا روکنا نفع بخش نہیں ہوگا۔ تو اس بات کی چار شکلیں ہیں۔

نمبر ۱ : پہلی شکل یہ ہے منع کرنے پر اسے ماریں گے اور گناہ سے نہیں رکیں گے۔ تو اس صورت میں اس پر احتساب کرنا واجب نہیں۔ ہر حال زبان اور ہاتھ سے اگر احتساب کرے تو یہ مباح ہے اور مار دھاڑ یا چوٹ آنے پر صبر کرے کہ اس طرح اسے ثواب ملے گا حدیث مبارکہ میں آیا کوئی آدمی اس شہید سے بہتر نہیں جو بادشاہ پر احتساب کرنے کے باعث قتل کرایا جائے۔

نمبر ۲ : دوسری شکل یہ ہے کہ معصیت سے منع کر سکتا ہے اور کسی بات کا ڈر نہیں اس احتساب پر مکمل طاقت رکھتا ہے۔ اب اگر احتساب نہیں کرتا تو گنہگار اور عاصی ہے۔

نمبر ۳ : یہ ہے اگر معصیت سے بھی روک نہیں کر سکتا۔ اور احتساب پر اسے مار بھی نہیں سکتے تو ایسے مقام پر شریعت کی عظمت کی خاطر زبان سے احتساب کرنا لازم ہے۔ کیونکہ جیسے زبان سے انکار کرنے میں عاجز نہیں۔ ایسے ہی اس سے منع کرنے سے بھی عاجز

marfat.com

نہیں۔

نمبر۴ : چوتھی صورت یہ ہے کہ معصیت کو ختم کر سکتا ہے لیکن اسے ماریں گے۔ جیسے شراب کی بوتلیں اور چنگ و رباب کو پتھر سے توڑے تو اسے ماریں گے۔ اس صورت میں احتساب لازم نہیں۔ لیکن اگر احتساب کے بعد اس پر جو ظلم اور تعدی ہو اگر اس پر صابر رہے تو بہت ہی بہتر ہے اس موقعہ پر اگر کوئی کہے کہ اللہ عزوجل کا تو یہ حکم ہے۔

ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکة اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ (پ۲' سورہ بقرہ آیت ۱۹۵)

(کنز الا۔

☆ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ اس آیت کے معنی یہ ہیں۔ خدا کی راہ میں ماں خرچ کرو۔ تا کہ تم ہلاک نہ ہو جاؤ۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ آدمی گناہ کرے اور کہے میری توبہ قبول نہ ہوگی۔ حضرت ابوعبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ گناہ کریں اور اس کے بعد کچھ نیکی نہ کریں۔

دوسری قسم

☆ دوسری قسم یہ ہے کہ اسے ڈر ہو۔ جو شے بالفعل اسے حاصل ہے۔ وہ ہاتھ سے نکل جائے گی۔ مثلاً اگر احتساب کرتا ہے اس سے مال چھین لیا جائے گا یا اس کا گھر برباد کر دیں گے۔ یا جسم کی سلامتی باقی نہ رہے گی۔ اسے ماریں گے یا اس کی عزت پر حرف آئے گا۔ اسے برہنہ سر بازار لے جائیں گے۔ ان تمام باتوں میں وہ احتساب سے عاجز ہوگا۔ ہاں اگر کسی ایسی بات کا خطرہ ہو جو مروت میں خرابی نہ ڈالنے والی ہو۔ لیکن رعب و دبدبہ میں رخنہ ڈالنے والا ہو۔ مثلاً اسے پکڑ کر بازار میں یا پیادہ لے جائیں گے اور پر تکلف لباس زیب تن نہ کرنے دیں گے۔ یا اس کے سامنے تلخ گفتگو کریں گے۔ تو ان تمام باتوں میں رتبہ و مرتبہ کا خیال ہے ایسے اسباب کی وجہ سے معذور نہیں ہوگا کیونکہ خود شرع شریف اس طرح کے افعال پر مواظبت نامناسب ہے۔ لیکن حفظ و مروت شرع شریف میں مطلوب ہیں۔ اگر وہ اس بات سے ڈرے کہ اس کی غیبت کریں گے۔ اسے گالیاں بکیں گے اس کے دشمن بن جائیں گے۔ اور دیگر امور میں اس کی مانیں گے۔ تو بغیر کسی شک کے یہ باتیں احتساب کیلئے عذر نہیں بن سکتیں۔ اس لئے ہر احتساب کرنے والے کو ایسی مصیبتوں سے پالا پڑتا ہے۔ بہر حال جب یہ خدشہ ہو کہ لوگ احتساب کے باعث اس کا گلہ کریں گے اور گلہ سے معصیت میں زیادتی ہوگی۔ تو اس عذر کی وجہ احتساب کو چھوڑ دینا جائز ہے البتہ اگر اپنے اقرباء ارتعلق داروں کے باب میں اسے ان بلاؤں کا خطرہ ہے یعنی وہ خود نیک و پرہیزگار ہے اور اسے یقین ہے کہ اس کے تقویٰ و پرہیزگاری کی وجہ سے اسے احتساب کرنے پر ماریں گے نہیں اور اس کے پاس روپیہ پیسہ جیسا مال ہے جسے وہ چھین لیں گے لیکن خطرہ یہ ہے اس کے عوض اس کے عزیزوں اور دوستوں کو تنگ کیا جائے گا۔ تب اس صورت میں احتساب صحیح نہیں ہوگا۔ کیونکہ اپنے حق کے ضائع ہو جانے پر صابر رہنا تو درست ہے۔ لیکن دوسروں کے حق کے ضیاع پر جائز نہیں بلکہ ان کے حقوق کی رعایت کرنا دین کا حق اور اہم ہے۔

marfat.com

آداب احتساب

کیفیت احتساب

☆ یہ علم رکھنا ضروری ہے کہ احتساب کرنے کے آٹھ درجات ہیں۔

...رجہ نمبر ۱

☆ پہلا درجہ احوال کا معلوم کرنا ہے۔ یعنی یہ بات لازمی ہے کہ محتسب پہلے یہ یقین کرے (کہ اس کی حالت احتساب کا ...ضی کرتی ہے) لیکن یہ بات شرط ہے کہ تجسس نہ کرے۔ نہ در و دیوار سے سننے کیلئے کان لگائے اور اس کے ہمسایوں سے معلوم ...رے۔ اگر کوئی اپنے پلڑے دامن کے نیچے کوئی چیز پوشیدہ کرنے تو اسے ہاتھ لگا کر چیک نہ کرے۔ البتہ اگر تجسس کے علاوہ معلوم ہو ...ئے۔ مثلاً ساز کی آواز اور شراب کی بدبو تو اس صورت میں احتساب کرنا صحیح ہے یا دو عادل گواہ اس کے حال کے بارے میں خبر دیں تو ...ں کرلے اور دو عادل گواہوں کی شہادت قبول کرنے کی بناء پر بے اجازت گھر میں داخل نہ ہو۔ یہی بات بہتر ہے کیونکہ گھر میں آدمی ...ملکیت ہے اور ایک شاہد عادل کے قول سے اس کی ملکیت کا حق باطل نہیں ہوگا۔

...شتری کی تحریر

☆ منقول ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری پر یہ لکھا ہوا تھا کہ ایسی شے کا پوشیدہ کرنا جو اعلانیہ دکھائی دے گمان کی بناء پر ...کرنے سے بہتر ہے۔

...جہ نمبر ۲

☆ دوسرا درجہ یہ ہے اس شے کی برائی ظاہر کردے۔ ہوسکتا ہے کوئی آدمی ایک ایسا فعل کرتا ہو۔ جس کی برائی اسے معلوم نہ ہو۔ ...ایک کسان جو مسجد میں نماز پڑھتا ہے۔ لیکن صحیح مکمل طور پر رکوع و سجود نہیں کر پاتا۔ یا اس سے جوتوں میں گندگی لگی ہے اگر اسے معلوم ...تو ایسے نماز نہ پڑھتا۔ تو اسے نماز سکھانا لازم ہے اور تعلیم کا ادب یہ ہے کہ اسے نرمی سے سکھائے۔ تاکہ اسے ناگوار نہ گزرے کیونکہ ...سان کو بغیر وجہ کے پریشان کرنا صحیح نہیں ہے جب تم نے کسی کو کچھ سکھلایا۔ تو فی الواقع اس کو نادان سمجھا اور اسے اسکے نقص سے خبردار ...۔ یہ ایسا زخم ہے کہ مرہم کے بغیر اسے کوئی برداشت نہیں کرسکتا۔ اور مرہم یہ ہے تم یوں کہہ دو کہ کوئی آدمی ماں کے بطن سے سیکھے ...ئے نہیں آتا اور جو نادان رہتا ہے اس کا بار اس کے ماں باپ اور اس کے استاد کی گردن پر ہوتا ہے۔ شاید تمہاری ہمسائیگی میں کوئی ...عالم نہیں جو تمہیں سکھائے۔ مختصر یہ کہ اس قسم کی عمدہ باتوں سے اس کے دل کو خوش کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی اس طرح نہ کرے گا یا ...کی باتوں سے کوئی دکھی ہوگا تو اس کی مثال اس آدمی جیسی ہے جو کپڑے کا خون پیشاب سے دھو رہا ہو یا چاہتا تو ہے کہ بھلائی ...ے۔ لیکن برائی ہو رہی ہو۔

marfat.com

تیسرا درجہ

☆ درجہ وعظ و نصیحت تیسرا درجہ ہے۔ مگر نرمی کے ساتھ سختی کے ساتھ نہیں۔ جبکہ کوئی کام کرنے والا خود علم رکھتا ہے کہ جو کام وہ کر رہا ہے وہ حرام ہے تو پھر اسے حرام کہنے سے کیا فائدہ۔ بلکہ اس میں تخفیف کرنا ضروری ہے۔ اور نرمی کی صورت یہ ہے اگر کوئی آدمی غیبت کرتا ہے تو اسے کہے ہم میں ایسا کون سا آدمی ہے جو عیوب سے پاک ہو۔ تو اپنے عیبوں پر نگاہ رکھنا زیادہ درست ہے یا اس غیبت سے متعلق جو وارننگ اور سزا ہے اس کا حال بیان کریں۔ اس مقام پر ایک بڑی مصیبت ہے جس سے بچنا بہت مشکل ہے۔ بس وہی آدمی محفوظ رہ سکتا ہے جس پر توفیق کا دروازہ کھلا ہے کیونکہ نصیحت کرنے میں آدمی کے لئے دو عظمتیں ہیں۔ ایک یہ کہ نصیحت کرنے والا اپنے علم و زہد کی عظمت ظاہر کرتا ہے اور دوسری عظمت اسے دوسرے پر حکم چلانے اور اس پر فوقیت رکھنے کی حامل ہوتی ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں رتبہ و مرتبہ کی چاہت سے ظاہر ہوتی ہیں۔ انسانی طبیعت کا مقتضیٰ ہی یہی ہے کہ بسا اوقات وہ یوں سمجھتا ہے میں وعظ کر رہا ہوں اور شرع شریف کا پابند اور فرمانبردار ہوں لیکن اصل میں مرتبہ کی چاہت کا فرمانبردار ہوتا ہے اور اس کی معصیت اس عمل سے کہ دوسرا کرتا ہے زیادہ بری ہے۔ تو اس صورت میں اپنے دل میں فکر کرے جسے نصیحت کر رہا ہے۔ اس کا برائی سے رکنا اپنی نصیحت اور وعظ کے مقابلہ میں دوسرے واعظ کی نصیحت زیادہ پسند ہے کہ یہ آدمی صرف میری نصیحت سے رک جائے تو اسے اللہ عزوجل سے ڈرنا چاہئے۔ کیونکہ وہ اس نصیحت سے اپنی جانب بھلا رہا ہے۔ اللہ عزوجل کی طرف سے نہیں!!!

بڑی بلا

☆ حضرت شیخ داؤد طائی رحمہ اللہ تعالیٰ سے معلوم کیا گیا جو آدمی بادشاہ کا احتساب کرے۔ اس کا حال کیا ہوگا؟ مجھے خدشہ ہے اسے کوڑے لگائے جائیں گے۔ عرض کی گئی اگر وہ ان کوڑوں کو برداشت کرے تو فرمایا مجھے خطرہ ہے اسے قتل کر دیا جائے گا۔ لوگوں نے کہا اگر وہ اُسے بھی خوشی سے قبول کرے تو فرمایا وہ ایک ایسی مصیبت میں مبتلا ہوگا جو ان دونوں باتوں سے بھی بڑی ہے اور وہ تکبر ہے۔

☆ حضرت شیخ ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میں نے چاہا کہ فلاں فتنہ پر احتساب کروں اور میں سمجھتا تھا کہ وہ مجھے مار ڈالے گا۔ لیکن میں نے اس کا ڈر نہ رکھا اس وقت بہت سے لوگ وہاں حاضر تھے۔ تب مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ جب لوگ اس رائے پر عمل کرتے ہوئے دیکھیں گے اور مجھے سختی جھیلنے والا پائیں گے تب میرے دل میں تکبر پیدا ہوگا۔ اور پھر میں بے اخلاق ہو جاؤں گا۔ اور میرا قتل میری نفسانی غرض کے تحت ہوگا۔ (میرا قتل محض اللہ تعالیٰ کیلئے نہیں ہوگا۔

درجہ نمبر ۴

☆ چوتھا درجہ یہ ہے کہ تلخی سے گفتگو کی جائے لیکن اس میں بھی دو ادب ہیں۔

نمبر ۱۔ یہ ہے کہ جب تک نرمی اور لطف و مدارا سے منع کر سکتا ہو اور وہ کافی ہو تو سختی اختیار نہ کرے۔

نمبر ۲۔ یہ ہے کہ زبان سے بیہودہ لفظ نہ نکالے۔ اور سچ کے علاوہ کوئی بات نہ کرے۔ یعنی فاسق، ظالم اور جاہل سے طویل گفتگو نہ کرے کیونکہ جو آدمی ایسا کرتا ہے وہ بیوقوف اور جاہل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! بہت عقلمند آدمی وہ ہے جو اپنا

marfat.com

حتساب خود کرے اور آخرت پر نگاہ رکھے۔ اور احمق وہ ہے خواہش نفس پر عمل کرے اور متکبر ہو اور یہ گمان کرے اسے معاف کر دیا جائے گا۔ پس سخت گفتگو ایسی صورت میں جائز ہے جب اس کے فائدہ بخش ہونے کی امید ہو اور جب محتسب یہ سمجھے کہ سخت گفتگو سے کوئی فائدہ نہ ہوگا تو چیں بہ جبیں ہو کر اس کو حقارت کی نظر سے دیکھے اور اس سے اعتراض کرے۔

درجہ نمبر ۵

☆ جو احتساب محتسب کے ہاتھ سے تعلق رکھتا ہے اس کے بھی دو ادب ہیں۔

نمبر ۱۔ یہ ہے کہ اسے لباس بدلنے پر راغب کرے۔ کہ یہ ریشمی لباس اتار دے۔ غیر کی زمین سے نکل جائے اور اگر اس کے پاس شراب ہو تو اسے ضائع کرا دے یا کر دے۔ اسے کہے کہ جنابت کی حالت میں مسجد سے دور رہے۔

نمبر ۲۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ اگر ایسے کہنا موثر نہ ہو تو اسے ہاتھ سے پکڑ کر وہاں سے نکال دے۔ اس بات میں عمل کا اندازہ یہ ہے کہ جب ہاتھ پکڑ کر نکال سکتا ہو۔ تو داڑھی نہ پکڑے۔ پاؤں سے پکڑ کر نہ کھینچے۔ جب ساز توڑ دے تو اسے ریزہ ریزہ نہ کرے۔ ریشمی کپڑے پھاڑنے کے علاوہ ہی اس کے بدن سے اتار دے۔ جب شراب کا ضیاع ہو سکتا ہو۔ تو اس کے برتن نہ توڑے۔ ہاں اگر وہاں تک نہ جائے تو پھر پتھر مار کر توڑ دے اس پر تاوان واجب نہ ہوگا۔ شراب کے برتن کا منہ چھوٹا ہو اور یہ خطرہ ہو۔ جتنی دیر اس میں سے شراب بہائے گا۔ اتنی دیر تک وہ لوگ اسے پکڑ کر ماریں گے تو پھر برتن توڑ کر نکل جائے۔ اسلام میں جب پہلے پہل شراب حرام ہوئی تو یہ حکم تھا۔ کہ برتن اور خم توڑ ڈالیں پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ کچھ علماء کا کہنا ہے اس وقت یہ شراب کے خاص برتنوں کے بارے میں تھا۔ اب واجب انہیں توڑنا صحیح نہیں۔ اگر کوئی آدمی انہیں توڑے گا۔ تو اس پر تاوان ہوگا۔

درجہ نمبر ۶

☆ احتساب میں چھٹا درجہ ڈرانے دھمکانے کا ہے۔ مثال کے طور پر یوں کہے اس شراب کو ضائع کر دو۔ ورنہ تمہارا سر پھوڑ دوں گا۔ یا تجھے ذلیل و خوار کروں گا۔ اگر نرمی سے کام نہ نکلے تب اس قسم کے کلمات کہنا صحیح ہے۔ تحدید اور ادب میں۔ مثال کے طور پر ایسی شے کی تحدید نہ کرے جو صحیح نہ ہو۔ جیسے کہے کہ میں تیرے کپڑے پھاڑ دوں گا۔ تیرا سر کھول دوں گا۔ تیرے بال بچوں کو رنجیدہ کروں گا۔ (ایسی باتیں کہنا صحیح نہیں) دوسرا یہ کہ تحدید میں وہی بات بولے جو کر سکتا ہے۔ تاکہ جھوٹ بولنا لازم نہ آئے۔ مثال کے طور پر ایسے نہ کہے کہ تیری گردن مار دوں گا۔ تجھے سولی پر چڑھا دوں گا۔ بہر حال اگر خوف و ہراس کیلئے ایسے کلمات بولے اور تحدید میں زیادتی نہ کرے تو ایسا کرنا بہتری کے طور پر جائز ہے جیسے دو آدمیوں میں صلح کرانے کے لئے مصلحتہ جھوٹ بولنا درست اور جائز ہے۔

درجہ نمبر ۷

اگر ہاتھ پاؤں اور لکڑی سے مارے یہ بات ضرورت کے تحت اور ضرورت کے مطابق صحیح ہے۔ یعنی اگر کوئی مارے بغیر مصیبت سے منع نہیں ہو رہا ہے تو جب اسے باندھ دیا۔ تو مارنا صحیح نہیں ہوگا۔ معصیت کے بعد سزا دینے کو تعزیر اور حد کہتے ہیں اور تعزیر کرنا اور حد لگانا امام وقت کا ذمہ ہے اور اس سلسلہ میں ادب یہ ہے کہ اگر ہاتھ کی مار کافی ہو سکتی ہے تو لکڑی سے نہ مارے اور ضربیں منہ پر نہ لگائے

marfat.com

اور اگر یہ ناکافی ہو تو اسلحہ سے اسے ڈرائے بندوق، پسٹل وغیرہ وغیرہ سے۔ اگر عقب اور اس آدمی کے درمیان دریا حائل ہو۔ تو بندوق، پستول اور پسٹل وغیرہ لوڈ کر کے اس کا نشانہ لیکر کے کہے اگر تو اس کام سے نہیں رکے گا تو میں تجھے گولی مار دوں گا۔ اس صورت اس گولی چلانا جائز (نوٹ، بندوق وغیرہ اسلحہ اور گولی کی جگہ تیر عصا وغیرہ مذکور تھا یہ موجودہ دور کے مطابق ہے) لیکن گولی (یہاں بھی مذکور تھا ران اور پنڈلی وغیرہ پر مارے، نازک جگہوں پر نہ مارے)

درجہ نمبر ۸

☆ یہ ہے اگر محتسب احتساب کی حاجت پوری کرنے کی خاطر اکیلا کافی نہ ہو۔ تو دوسرے لوگوں کو بھی اکٹھا کرے، لڑے۔ ممکن ہے کہ وہ بھی اپنے حامیوں کو جمع کرے اور نوبت مقابلے تک آ جائے کچھ علماء اس سلسلہ میں کہتے ہیں جب اس طرح صورت ہو تو حکومتی سطح کے حکم کے بغیر اس طرح کا مقابلہ صحیح نہیں۔ کیونکہ اس سے فتنہ و فساد پھیلے گا۔ کچھ علماء فرماتے ہیں جیسے کفار سے جہاد کرنا بادشاہ کی اجازت کے بغیر صحیح ہے۔ ایسے ہی فاسقوں سے لڑنا بھی بادشاہ کی اجازت کے بغیر درست اور روا ہے کیونکہ زدوکوب میں محتسب مارا جائے تو شہید ہوگا۔

آداب محتسب

☆ محتسب میں ان تین خصائل کا ہونا لازم ہے۔ نمبر ۱۔ علم، نمبر ۲، زہد اور نمبر ۳، حسن اخلاق۔ کیونکہ اگر اسے علم نہیں تو برے اور اچھے کام میں امتیاز نہ کر پائے گا۔ اگر اس میں زہد نہیں تو اچھے اور برے میں علم کی وجہ سے امتیاز تو کر لے گا۔ لیکن پھر اس کا فعل نفس کی غرض سے خالی نہ ہوگا۔ اور جب اس میں اچھا اخلاق نہ ہوگا تو لوگ اس پر سختی کریں گے تو وہ غصہ میں قدرت باری تعالیٰ کو بھول بیٹھے گا اور حد میں نہ رہے گا اور اس کا ہر ایک کام نفس کے تحت ہوگا۔ حقانیت سے دور رہے گا۔ پس اس صورت میں اس کا احتساب خود ایک معصیت قرار پائے گا۔ اس بناء پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار کافر پر غلبہ پالیا اور اس کو قتل کر ہی دینا چاہتے تھے تو اس کافر نے آپ کے منہ مبارک پر تھوک دیا۔ آپ نے فوراً اسے چھوڑ دیا۔ (جب اس نے سبب معلوم کیا تو آپ نے فرمایا) مجھے غصہ آ گیا تھا۔ تب میں خوف زدہ ہو گیا۔ یہ قتل کہیں نفس کے لئے نہ ہو۔ (غصہ کی وجہ سے یہ قتل غرض نفس کے متعلق ہو گیا۔ خاص کر اللہ تعالیٰ کے لئے نہ رہا۔ ایسے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو درے مارے۔ اس نے آپ کو گالیاں دیں۔ تو آپ نے علی الفور مارنا بند کر دیا۔ اس نے جاننا چاہا۔ آپ نے مارنا بند کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا اب تک تو میں تمہیں عزوجل کی رضا کے لئے مار رہا تھا۔ جب تو نے مجھے گالیاں دیں تو چھوڑ دیا اگر میں تجھے پھر مارتا تو یہ مارنا نفس کے ماتحت ہوتا۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''احتساب وہی کرے، جس شے میں امر و نہی پر رہا ہے۔ اس میں حلیمی ہو اور نرم کرنے والا ہو۔''

☆ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! جس کام کے کرنے کا تم حکم دے رہے ہو۔ لازم ہے کہ پہلے اس پر تم خود عمل پیرا ہو۔ یہ بات شرط احتساب نہیں۔ بلکہ من جملہ احتساب ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معلوم کیا گیا۔ ''کیا ہم اس وقت تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کریں۔ جب تک خود اسے نہ بجالائیں۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! ایسا نہیں ہے اگر تم سے تمام

marfat.com

امور ادا نہ ہوں تب بھی احتساب نہ چھوڑو۔ احتساب کے آداب سے یہ ہے۔ محتسب صابر رہے اور اس رستہ میں دکھ اور مشقت برداشت کرے اللہ عزوجل کا فرمان ہے۔

وامر بالمعروف ونہ عن المنکر واصبر علی ما اصابکم. (پ ۲۱ سورہ لقمان آیت ۱۷)

ایک محتسب اور قصاب

☆ پس جو مشقت پر صابر نہیں رہ سکتا۔ اس سے احتساب نہیں ہوسکتا۔ احتساب کے لازمی آداب سے یہ بھی ہے۔ طمع کم رکھتا ہو اور علائق میں کم سے کم گرفتار ہو۔ کیونکہ جہاں طمع شامل ہوگا۔ وہاں احتساب ممکن نہ ہوگا۔ منقول ہے ایک آدمی ایک قصاب سے بلی کے واسطے چھیچھڑے لیا کرتا۔ اس نے ایک دن قصاب کی بے جا حرکت دیکھی۔ تو سب سے قبل وہ آدمی گھر آیا اور اس بلی کو باہر نکال دیا پھر قصاب کے پاس آیا اور اس پر احتساب کیا۔ قصاب نے کہا۔ اچھا اب آئندہ تو مجھ سے چھیچھڑے نہ مانگنا اس آدمی نے جواب دیا۔ میں نے اس سے قبل ہی بلی کو گھر سے نکال دیا ہے۔ پھر تم پر احتساب کرنے آیا ہوں۔

☆ اگر کوئی آدمی یہ چاہتا ہے کہ لوگوں اس سے محبت کریں۔ اس کی تعریف کریں اور اس سے رضامند بھی رہیں تو ایسا آدمی بھی احتساب نہ کر پائے گا۔ حضرت کعب الاخبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیخ ابو مسلم خولانی سے معلوم کیا۔ لوگوں کا تمہارے ساتھ کیسا برتاؤ ہے؟ فرمایا! ان کا میرے ساتھ اچھا برتاؤ ہے۔ تو اس پر حضرت کعب الاخبار نے کہا۔ تو رایت میں مذکور ہے جو آدمی احتساب کرے گا وہ اپنی قوم میں ذلیل و رسوا ہوگا۔ یہ سن کر انہوں نے کہا تو رایت کی یہ بات سچی اور صحیح ہے اور ابو مسلم نے جو کچھ کہا وہ جھوٹ ہے۔

تم سے افضل آدمی

☆ یہ علم رکھنا ہے کہ احتساب کی حقیقت یہ ہے کہ محتسب اس گنہگار کے لئے جو معصیت کر رہا ہے۔ دل سوز رہے اور اسے شفقت کی نگاہ سے دیکھے اور اسے یوں منع کرے جیسے اپنے بیٹے کو روکتے ہیں اور اس کے ساتھ نرمی سے سلوک کرے۔ منقول ہے محتسب نے مامون الرشید کا احتساب کیا۔ اور تلخی سے گفتگو کی۔ تو مامون الرشید نے کہا اے جوامرد اللہ عزوجل نے تم سے افضل آدمی کو مجھ سے بدتر آدمی کے پاس جب بھیجا تو اسے حکم دیا کہ بات نرمی سے کرنا۔ یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیٰ نبینا وعلیہما والسلام کو (جو تجھ سے افضل ہیں) فرعون (جو مجھ سے بدتر ہے) کے پاس جب بھیجا تو فرمایا۔

فقولا لہ قولا لینا (پ ۱۶' سورہ طٰہٰ' آیت ۴۴) تو اس سے نرم بات کہنا۔ (ترجمہ وحوالہ کنز الایمان ترجمہ قران)

اس سے تم دونوں نرمی سے بات کرنا۔ شاید وہ تمہاری بات قبول کر لے تو محتسب کو لازم ہے اس معاملہ میں حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کرے۔

''جب ایک جوان نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اس نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے زنا کا اذن دیجئے۔ یہ سنتے ہی سب صحابہ کرام غضبناک ہو گئے۔ اور تکرار کرنے لگے اور اسے مارنا چاہا۔ تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اسے مارو نہیں۔ پھر اسے بلا کر اپنے پاس بٹھالیا۔ اور فرمایا اے جوان مرد۔ کوئی آدمی تیری ماں سے ایسا فعل کرے تو کیا تو

marfat.com

اسے پسند کرے گا۔ اس نے کہا۔ میں اسے کیسے روا رکھ سکتا ہوں۔ تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ پھر دوسرے لوگ یہی کام تیرے بارے میں کیسے روا رکھ سکتے ہیں۔ پھر آپ نے معلوم کیا کہ اگر تیری بیٹی سے ایسا فعل کریں تو کیا تو اسے پسند کرے گا۔ اس نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا۔ تیری بہن سے اگر کوئی ایسی نامناسب حرکت کرے یا پھر یہی کام تیری خالہ سے۔ اس طرح آپ نے ایک ایک رشتہ کے بارے سوال کیا اور وہ کہتا رہا مجھے پسند نہیں اور لوگ بھی رضامند نہیں۔ تب آقا علیہ الصلوٰۃ السلام نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ الٰہی اس کے دل کو پاک فرمادے۔ اور اس کی شرم گاہ کو بچالے اور اس کا گناہ معاف فرمادے۔ اس کے بعد وہ آدمی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت سے چلا گیا۔ اور پھر تمام عمر زنا سے بیزار اور محفوظ رہا۔

تہبند اونچا کرلو

☆ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے کہا۔ حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ شاہی لباس قبول کرتے ہیں۔ آپ نے کہا۔ بیت المال میں اس کا حق ہے۔ لیکن خلوت وتنہائی میں ان سے ملے اور ان پر عتاب کیا۔ اور انہیں ملامت کی۔ تب حضرت سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا۔ اے ابوعلی (رحمہ اللہ تعالیٰ) ہم اگر صلی میں شامل ہیں۔ لیک ہمیں صلی سے محبت ہے۔ حضرت شیخ صلت بن اشیم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے شاگردوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ ایک آدمی ان کے سامنے سے گزرا۔ اس کا تہبند زمین پر گھسٹ رہا تھا۔ (تہبند لمبا اور طویل تھا) جیسے مغروروں کا طریقہ ہوتا ہے۔ شرع شریف میں اس کی ممانعت ہے شاگردوں نے چاہا اس پر سختی کریں۔ لیکن انہوں نے ایسے تلامذہ کو جڑ کنے سے روک دیا۔ اور کہا میں اس کی تدبیر کرتا ہوں۔ تب آپ نے اسے آواز دی اور فرمایا۔ بھائی مجھے تم سے کچھ کام ہے۔ اس نے کہا۔ کیا کام ہے؟ آپ نے فرمایا اپنا تہبند (ازار) اونچا اٹھالو۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ (یہ کہہ کر تہبند اونچا اٹھالیا) تب انہوں نے اپنے تلامذہ سے کہا۔ اگر میں اسے سختی سے کہتا یا اسے گالی دیتا۔ تو یہ کبھی قبول نہ کرتا۔

اللہ عزوجل دیکھ رہا ہے

☆ منقول ہے کہ آدمی ایک عورت کو اس کی مرضی کے خلاف پکڑے ہوئے تھا اور اس کے ہاتھ میں چھری تھی۔ عورت واویلا کر رہی تھی۔ لیکن کسی کو یہ قدرت نہ تھی جو اس آدمی کے پاس جائے اور اسے منع کرے۔ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے پاس گئے وراس کے کندھے سے کندھا ملا کھڑے ہو گئے۔ وہ آدمی بیہوش ہو کر گر پڑا اور اس کا بدن پسینہ پسینہ ہو گیا اور عورت اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی جب کچھ دیر بعد اسے ہوش آیا تو لوگوں نے معلوم کیا تم پر کیا بیتی اس نے کہا۔ میں صرف اتنا علم رکھتا ہوں۔ ایک آدمی میرے پاس آیا اور اپنا جسم میرے جسم سے ملا کر آہستگی سے کہا۔ اللہ عزوجل دیکھ رہا ہے تو کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے اس بات کی ہیبت سے میں بیہوش ہو کر گر پڑا۔ لوگوں نے کہا وہ شخص حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ تھے۔ اس نے کہا میں اتنا شرمندہ ہوں۔ اب میں ان کا دیدار بھی نہیں کرسکتا۔ پھر اسی وقت اسے بخار ہو گیا اور ایک ہی ہفتہ کے اندر وہ آدمی فوت ہو گیا۔

marfat.com

باب نمبر ۳

منکرات عامہ

یعنی وہ منکرات جو لوگوں پر عموماً غالب ہیں

☆ یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ اس زمانہ (چوتھی اور پانچویں صدی ہجری) میں تمام دنیا برے کاموں سے پر ہے۔ خلق کو ان کی درستگی کی امید نہیں۔ چونکہ وہ سب باتوں کو چھوڑنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس لئے اس چیز کو بھی نہیں چھوڑ سکتے جسے چھوڑا جا سکتا ہے۔ یہ پوزیشن تو ان حضرات کی ہے جو دیندار ہیں اور غافلوں کی حالت تو یہ ہے کہ وہ گمراہی کے کاموں پر راضی ہیں۔ یہ معلوم کرنا لازم ہے کہ یہ اس بات کی طرح جائز نہیں جس کے کرنے اور چھوڑنے پر تم قدرت رکھتے ہو۔ اس پر خاموشی اختیار کرو۔ ہم اس معاملہ میں اس کی ہر جنس کے بارے میں اشارہ کریں گے اور ظاہر کریں گے (مگر مفصل نہیں) کہ تمام منکرات بیان نہیں کئے جا سکتے اور ان منکرات سے کچھ مساجد سے متعلق ہیں۔ کچھ بازار کے اور کچھ راستوں کے بارے میں ہیں۔

منکرات مساجد

☆ مثلاً ایک آدمی نے نماز پڑھی۔ رکوع و سجود سکون سے ادا نہیں کئے۔ یا قرآن پاک پڑھا۔ لیکن گانے کی طرز پر یا قرآن پاک پڑھنے میں اس سے خطا ہوئی۔ یا اذان دینے والے اکٹھے اذانیں دیں۔ اسے بہت زیادہ لحن (سر۔ گلا) سے ادا کریں۔ جس کے بارے ممانعت آئی ہے۔ حی علی الصلوٰۃ' حی علی الفلاح کہتے وقت تمام جسم مسجد کی سمت سے پھیر لیں۔ ان منکرات میں سے یہ بھی ہے کہ خطیب ابریشمی لباس زیب تن کرتا ہو۔ اور سنہری تلوار رکھتا ہو۔ (آج کل کے زمانہ اس کے مطابق اسلحہ رکھتا ہے یہ دونوں باتیں حرام ہیں۔ منکرات مساجد سے یہ بھی ہے لوگ مسجد میں اکٹھے ہوں اور اشعار (عشقیہ پڑھیں۔ یا قصہ گوئی کریں۔ یا تعویذ بیچیں یا کوئی اور اشیاء بیچیں' جس کی وجہ سے بچے' دیوانے اور بدمست لوگ مسجد میں آ کر شور شرابا کریں۔ اور اہل مسجد کو ان سے تکلیف ہو۔ ہاں اگر بچہ اندر آ کر چپ رہے۔ یا دیوانہ کسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور مسجد کو پلید نہ کرے۔ اس صورت میں ان کا آنا جائز ہے اگر کوئی بچہ مسجد میں آ کر کبھی کبھار کھیل میں مصروف ہو جائے تو اس صورت میں روکنا لازم نہیں ہے۔ کیونکہ مدینہ منورہ مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تین تلوار اور ڈھال کے کرتب دکھائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی انہیں دیکھا۔ بہر حال اگر مسجد کو کھیل کی جگہ ہی بنا لیں تو روکنا ضروری ہے۔ اگر کوئی مسجد میں بیٹھ کر کچھ ایسی باتیں کرے جس سے خلق خدا کو اذیت نہ ہو۔ تو جائز ہے۔ لیکن اگر اپنے کاموں کیلئے دکان بنا لے تو یہ مکروہ ہے۔ یعنی ایسے کام مسجد میں نہ کرے جس سے ان کے کرنے کا غلبہ واضح ہو۔ کئی بار بیٹھ کر وہاں ہمیشہ حکم یا قبالہ نویسی کرنا۔ کبھی کبھار بیٹھ کر وہاں حکم کر سکتا ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی کبھی کبھی مسجد میں تشریف فرما کر حکم فرمائے۔ لیکن اس غرض کیلئے آپ ہمیشہ مسجد میں تشریف فرما نہیں ہوئے۔ ایسے ہی دھوبیوں کا کپڑے دھو کر کے مسجد میں خشک کرنے کیلئے پھیلانا یا رنگریزوں کا کپڑے رنگ کر وہاں خشک کرنا یہ سب کام برے ہیں۔ بلکہ جو حضرات مسجد میں بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں جو

marfat.com

معتبر احادیث نہ ہوں اگر کریں تو انہیں مسجد سے نکالنا جائز ہے۔ کیونکہ سلف صالحین نے ایسا ہی کیا۔ اس طرح وہ لوگ جو بچے منورے رہتے ہیں اور ان پر شہوت غالب رہتی ہے۔ شیخ (لگاوٹ آمیز) باتیں کرتے ہیں' گاتے ہیں' ان کی محفل میں عورتیں جمع ہوتی ہیں۔ تو تمام کام کبیرہ گناہ ہیں۔ بلکہ مسجد تو پھر مسجد ہے۔ یہ افعال تو باہر بھی غیر مناسب ہیں۔ صحیح نہیں ہیں۔ جیسے جوان عورتیں اور مرد مل کر بیٹھیں اور ان کے درمیان کوئی سے حائل نہ ہو۔ بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے دور میں عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرمایا دیا تھا۔ حالانکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارک میں آتی تھیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس زمانے کا حال مشاہدہ فرماتے تو ضرور روک دیتے۔

☆ مسجد کے منکرات سے یہ بھی ہے کہ وہاں کچہری لگائی جائے یا روپیہ پیسہ بانٹا جائے یا دیہاتیوں سے معاملات نمٹائے جائیں اور حساب چکائیں یا اسے تماشہ کی جگہ بنالیں۔ وہاں گلے اور بیکار باتوں میں مصروف رہیں یہ تمام افعال قبیح ہیں اور مسجد کی عظمت کے خلاف ہیں۔

منکرات بازار

☆ خریدار سے جھوٹ بولنا' مال کا نقص چھپانا' ترازو کا وزن اور گز صحیح نہ رکھنا مال میں دھوکا کرنا عید کے دن بچوں کے لئے چنگ اور سارنگیاں بنا کر بیچنا عید نوروز کو کاٹھ کہ تلواریں اور ڈھالیں بنا کر بیچنا۔ یا سدہ کا جشن (ماہ بہمن کی بارہ تاریخ جشن ایرانیاں) میں مٹی سے بگل (گھر گھر) بنا کر بیچنا یا مردوں کے لئے قبائیں یا ریشمی ٹوپیاں بنا کر فروخت کرنا یا رفو کیا ہوا کپڑا یا استعمال شدہ تیار کر کے بیچنا مختصر یہ کہ ہر وہ شے جس میں ملاوٹ اور دھوکہ ہو۔ ایسے ہی روپہلی' سنہری انگوٹھیاں' بخور ردن (عجرہ) دوات اور برتن سوز چاندی کے یہ تمام اشیاء بیچنا منع ہے۔ اور ان میں سے کچھ حرام ہیں۔ (استعمال ان کا حرام ہے) اور کچھ مکروہ ہیں۔ جانوروں کی تصاویر بنانا (اور بیچنا) حرام ہیں۔ اور جو اشیاء جشن سدہ اور نوروز میں بیچتے ہیں۔ یعنی لکڑی کی ڈھال اور تلوار اور مٹی سے بگل یہ اشیا فی نفسہا تو حرام نہیں ہیں۔ مگر چونکہ ان کے آتش پرستوں کے طور طریقوں کا اظہار ہوتا ہے۔ اس وجہ سے یہ حرام ہیں کیونکہ یہ شرع شریف کے برعکس ہیں۔ تو نوروز کے باعث بازاروں کو سجانا' یا اس کی مٹھائی بنانا اور ایسے ہی اس لحاظ سے دیگر امور۔

☆ المختصر مسلمان کے لئے جائز ہے کہ کافروں کی صفت پر حملہ کر دے۔ اور ان سے لڑے یہاں تک کہ اسے شہید کر دیا جائے۔ یہ اگرچہ خود کو ہلاکت میں ڈالتا ہے لیکن فائدہ سے خالی نہیں۔ کیونکہ اس طرح وہ خود بھی کسی کو قتل کرے گا۔ اور کافر شکستہ دل ہوں گے۔ کہ مسلمان کیسے بہادر اور دلیر ہوتے ہیں اس سے اجر و ثواب ملے گا۔

احتساب لازم یا غیر لازم

☆ اس طرح اگر کوئی نابینا یا کمزور آدمی کافروں کی صف پر حملہ آور ہو تو یہ صحیح نہیں اس صورت میں خود کو بے فائدہ ہلاک کرنا ہے۔ یہی مذکورہ آیت کا مفہوم ہے۔ ایسے ہی اگر موقعہ ایسا ہو کہ اگر احتساب کرے گا تو اسے ستائیں گے۔ یا مار ڈالیں گے اور معصیت سے رکیں گے نہیں اور اپنی گمراہی پر شدت سے قائم رہیں گے اس لئے کہ فاسقوں کے دل نہیں ڈرتے اور ان میں سے کسی کو بھلائی کی

marfat.com

توفیق نہیں ہوتی۔ تو ایسا احتساب بھی ضروری نہیں۔ بلاوجہ مصیبت میں پڑنے کا کیا فائدہ؟ اس ضابطہ میں دو اشکال ہیں۔

نمبر ا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا یہ خوف ہے جو اس بدگمانی یا نامردی کی وجہ سے ہو۔ یا یہ صورت ہو کہ وہ مار دھاڑ سے تو خوف نہ کرتا ہو۔ لیکن اس کے رعب و دبدبہ یا اقرباء کے تعلق سے خوف کھاتا ہے اس میں پہلے اشکال کی تفصیل تو یہ ہے اگر اس بات کا گمان زیادہ ہے کہ اسے مار ڈالیں گے تب تو وہ معذور و عاجز ہے اور اگر مارنے کا گمان غالب نہیں بلکہ صرف احتمال ہے تو یہ ہمیشہ موجود رہتا ہے تو اگر مارنے کا شبہ ہے تو احتساب بالیقین لازم ہے اور یہ شبہ سے معاف نہ ہوگا۔ اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے۔ احتساب ایسے مقام پر لازم ہوگا جہاں سلامتی و امن کا تصور غالب ہو۔

نمبر ۲۔ یہ ہے کہ احتساب سے نقصان محتسب کے مال کا ہوتا ہو۔ یا رعب و دبدبہ یا اس کے بدن پر یا اس کے دوستوں اور اقرباو تلامذہ پر یا اس بات کا ڈر ہو کہ اس سے زبان درازی کریں گے۔ یا دین و دنیا کے فوائد اس کے واسطے ختم ہو جائیں اس قسم کی اور بہت سی باتیں ہیں۔ ان فوائد کی بہت سی اقسام ہیں اور ان میں سے ایک کے لئے ایک حکم ہے اب سب پہلی بات لو کہ وہ اپنے بارے میں خوف زدہ ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔

نمبر ا : یہ ڈر رکھتا ہے اگر احتساب کرے گا تو مستقبل میں کوئی چیز اس سے جاتی رہے۔ جیسے استاد پر احتساب کرنے سے تعلیم سے رہ جائے گا۔ یا ڈاکٹر اس کے علاج میں کوتاہی کرے گا۔ یا مالک (آقا) اس کا شہر وظیفہ بند کر دے گا۔ یا اگر کوئی کام آ پڑے تو اس کی حمایت سے محروم رہے گا۔ ایسی باتوں سے اسے معذور نہ جانا جائے گا۔ کیونکہ یہ نقصان کوئی خاص نہیں بلکہ صرف اتنا ہے کہ اس سے مستقبل کے ایک فائدہ کے چھن جانے کا خطرہ ہے۔ اگر فی الحال وہ اس مدد کا محتاج ہو۔ مثلاً خود بیمار ہے اور ڈاکٹر نے ریشمی لباس پہن رکھا ہے اب اگر احتساب کرے گا تو ڈاکٹر اس پر توجہ نہ دے گا یا ایک عاجز درویش ہے تو بھروسہ نہیں کر سکتا۔ صرف ایک آدمی سے اسے نفقہ ملتا ہے اب اگر یہ درویش اس پر احتساب کرے گا تو وہ آدمی نفقہ بند کر دے گا۔ یا اگر کسی شریر کے ہاتھ پڑ گیا ہے اور صرف ایک آدمی اس کا مددگار تو یہ سب ضرورتیں وہ ہیں۔ جو فی الوقت موجود ہیں۔ ہوسکتا ہے ہم اسے احتساب نہ کرنے کی بخوشی اجازت دے دیں کہ یہ وقتی ضرورت واضح ہے لیکن یہ نقصان احوال کے مطابق تبدیل ہوتا رہے گا اور یہ بات اس کی قدرت سے تعلق رکھتی ہے تو لازم ہے دین کی طرف نظر کر کے احتیاط کرے اور بغیر ضرورت احتساب چھوڑ نہ دے۔ تکلفاً سے کام لینا صحیح نہیں۔ بلکہ نوروز اور جشن سدہ کے تہواروں کو بالکل ختم کر دینا زیادہ مفید ہے۔ تاکہ آئندہ کوئی ان کا نام تک لے کچھ علماء سلف نے فرمایا اس دن روزہ رکھے۔ تاکہ وہ اشیاء اس کے کھانے میں نہ آئیں۔ جشن سدہ کی شب کبھی چراغاں نہ کرے۔ تاکہ روشنی قطعاً نظر نہ آئے اور محققین نے فرمایا اس دن کا روزہ رکھنا بھی اس دن کی یاد رکھتا ہے اور یہ بھی مناسب نہیں ہے سب اور دنوں کی طرح اسے بھی سمجھے (اس دن کو کوئی اہمیت نہ دے) نہ جشن سدہ کی نیت سے کوئی ربط رکھے۔ غرض کہ لحاظ سے بھی اسے یاد نہ رکھے۔ تاکہ اس کا نام و نشان ختم ہو جائے۔

منکرات طرق

☆ بڑے بڑے راستوں یعنی شاہراہوں کے منکرات یہ ہیں۔ کہ ستون راستے میں گاڑ کر دکان بنائے جس سے راستہ تنگ یا ایسی جگہ درخت لگائیں۔ یا سائبان ڈالیں اگر کوئی سوار ہو کر وہاں سے گزرے تو اسے چوٹ لگے۔ یا راستہ پر چیزوں کا ڈھیر لگا دیں یا

marfat.com

جانور باندھیں جس سے راستہ تنگ ہو۔ یہ سب افعال صحیح نہیں ہیں۔ فقط ضرورت کے مطابق مثلاً بوجھ وہاں سے اتار کر گھر لے جائے۔ لیکن دیر نہ لگائی جائے کانٹے اور جھاڑیوں سے لدا گدھا تنگ راستوں سے نہ گزاریں اس سے لوگوں کے کپڑے پھٹیں گے۔ بہر حال اس صورت میں منع نہیں۔ جب اس راستے کے علاوہ دوسرا راستہ نہ ہو۔ اس صورت میں حاجت وضرورت کے لحاظ سے جائز ہوگا۔

جانور کی ہمت سے زیادہ بوجھ نہ لادے' اس طرح قصائی کا راستے میں بکرے ذبح کرنا اور کاٹنا صحیح نہیں کیونکہ اس سے راہ گیروں کے کپڑے تباہ ہوں گے۔ بلکہ اسی جگہ دکان میں ہی بنانا ضروری ہے خربوزوں کے چھلکے بھی راہ میں نہ پھینکے جائیں اور نہ اتنا پانی ترکاؤ (چھڑکاؤ) چاہئے۔ جس سے لوگوں کے پاؤں پھسل جائیں جو راستے میں برف گرائے یا اس کے چھت کا پانی راستے میں جہاں گرتا ہے اس جگہ کو مالک مکان کا صاف کرنا ضروری ہے۔ لیکن جہاں اس کی نالیاں پڑتی ہوں۔ اس کی درستگی عوام الناس کا کام ہے اور بادشاہ کے لئے جائز ہے کہ اس کی درستگی پر عوام کو مقرر کریں۔ اگر کوئی اپنے دروازے پر جو گزرگاہ پر واقع ہے۔ نقصان دینے والے کے باندھ دے تو یہ جائز نہیں۔ البتہ وہ صرف راستے کو پلید کرتا ہے اور اس کے علاوہ کوئی تکلیف اس سے نہیں ملتی۔ تو روکنا نہیں چاہئے۔ کیونکہ راہ گزرنے والا اس سے بچ بھی سکتا ہے۔ اگر کتا راستے میں سو جائے جس سے راستہ تنگ ہو تو یہ غیر مناسب ہے کہ اس طرح کتے کا مالک اگر راستہ پر آ کر بیٹھ رہے تو اس کو روکنا ضروری ہے۔

حمام کی برائیاں

☆ حمام کی برائیاں یہ ہیں۔ کہ ناف سے زانوں سے لگ ستر عورت نہ کرے اور ناف سے زانوں تک ہی بدن ننگا کرنا۔ یا لوگوں کے سامنے کھڑا ہو کر رانوں کو رگڑے اور میل اتارے۔ بلکہ دھوتی کے اندر ہاتھ کر کے اگر ران پکڑے اور ملے یہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ رگڑنا' یا مسن بھی چھونے کی طرح ہے۔ حمام میں جانوروں کی تصاویر بنانا بھی صحیح نہیں۔ برا عمل ہے بلکہ ان کو مٹا دینا ضروری ہے یا وہاں سے نکل جانا ضروری ہے اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب میں نجس ہاتھ یا طشت وغیرہ جو ناپاک ہیں۔ اسے تھوڑے پانی میں ڈالنا منع ہے جبکہ امام مالک کے مذہب کے مطابق جائز اور صحیح ہے۔ پانی فضول صرف کرنا بھی منکرات سے ہے۔ اس کے علاوہ کچھ اور بھی بری باتیں ہیں۔ جنہیں کتاب طہارت میں واضح کر چکے ہیں۔

مہمانی کی برائیاں

☆ ریشمی بچھونا' چاندی کی انگیٹھی' گلاب دان' اور ایسے پردے جن پر تصاویر ہوں۔ منع ہیں۔ اگر بچھونے اور تکیہ پر تصاویر ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ انگیٹھی جو کسی جانور کی شکل کی ہو استعمال میں لانا منع ہے۔ راگ رنگ ایسا سامان جہاں مردوں کے ساتھ عورتیں ہوں اور ان کا دیکھنا چونکہ فطرت سے پاک نہیں۔ فساد کا بیج ہے اس لئے ان تمام باتوں سے روکنا لازم ہوگا۔ اگر روک نہیں سکتا۔ تو اس جگہ سے علی الفور چلا جائے۔

چاندی کا سرمے دان

☆ منقول ہے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک محفل میں چاندی کا سرمہ دان دیکھا تو وہاں سے نکل آئے۔

marfat.com

ایسے ہی محفل میں اگر کوئی ریشمی لباس پہنے ہوئے ہے۔ یا سونے کی انگوٹھی تو وہاں بیٹھنا صحیح نہیں۔ اگر کوئی باشعور لڑکا ریشمی لباس پہنے۔ اس صورت بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ مردوں پر ایسے ہی حرام ہے جیسے کہ شراب اور پھر جب اسے اس کی حاجت ہو جائے تو بعد بلوغ بھی اس کا چسکا باقی رہے گا۔ ہر مال جب لڑکا باشعور نہ ہو اور اس کی لذت سے بھی ناواقف ہو تو اس کے لئے مکروہ ہے لیکن تحریفی ہیں اگر مجلس میں کوئی مسخرہ اپنے عمر مسخرگی اور یاوہ گوئی سے ہنساتا ہے تو اس کی ساتھ نشست بھی درست نہیں۔ اسے پیار سے منکرات کی تفصیل بہت لمبی ہے جب تو ان (بہتان کردہ) منکرات کو جان لیا۔ تو پھر تم سراسر خانقاہ' کچہری اور دیگر محکموں اور بار وغیرہ کے منکرات کو اس پر قیاس کر سکتے ہو۔ والسلام علم بالصواب۔

اصل نمبر ۱۰

حکمرانی اور رعایا

☆ یہ علم ہونا ضروری ہے۔ فرمانروائی ایک اہم اور بہت بڑا کام ہے اور اللہ عزوجل کی زمین پر خلافت ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ یہ عدل کے ساتھ ہو اور جب یہ خلافت یا فرمانروائی انصاف اور مہربانی سے خالی ہو گی تو پھر یہ ابلیس ملعون کی قائم مقامی ہو گی۔ کیونکہ بادشاہ کے ظلم سے بڑھ کر اور کوئی فساد نہیں۔

اصل فرمانروائی

☆ اس کی اصل علم و عمل ہے حکمرانی و فرمانروائی اور حکومت کا علم اگر بڑا لمبا چوڑا ہے لیکن اس کا عنوان یا منصب یہ ہے کہ حاکم معلوم کرے کہ اسے اس دنیا میں کسی غرض کے تحت بھیجا گیا ہے اور اس کا ٹھکانہ کہاں ہے؟ اور یہ دنیا اس کی صرف منزل ہے مستقل آرام کا مکان نہیں ہے وہ بظاہر ایک مسافر ہے۔ ماں کا پیٹ اس کی منزل کے رستے کی ابتداء ہے اور قبر اس کی منزل کا آخری ٹھکانہ ہے۔ اس وطن اس کے علاوہ ہے ہر سال ہر ماہ اور ہر روز جو اس کی عمر سے گزرتا ہے۔ وہ بھی ایک منزل کے حکم میں ہے جس کے باعث وہ اپنی آخری منزل یا قرارگاہ یعنی قبر کے قریب ہوتا جاتا ہے اور جو اپنی منزل کو بھول گیا۔ اور پل کی تعمیر میں لگا رہا وہ بالکل بے عقل و بے وقوف ہے۔ عقلمند اور زیرک وہ آدمی ہے جو اس دنیا کی منزل میں آخرت کے رستے کا ساز و سامان تیار کرنے کے سوا اور کچھ طلب نہ کرے اور دنیا میں بس اتنی چیز پر جس کی حاجت رکھتا ہے۔ اس پر اکتفا کرے اس کے علاوہ اور جو کچھ ہے وہ حسرت و ندامت کا سرمایہ ہو گا اور بوقت موت سقراط مرگ اس پر مشکل ہو گی۔ اور پھر یہ سختی تو اس صورت میں ہو گی کہ مال حلال ہو اگر مال حرام ہوا تو آخرت کا عذاب اس مسرت سے کہیں زیادہ ہو گا۔ یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ دنیاوی خواہشات سے صبر کرنا اشعار ہے محنت کے بغیر ممکن نہیں۔ بہر حال اس آدمی کے لئے آسان ہے جو اس بات پر محکم یقین رکھتا ہو۔ دنیا کی لذت چند دن کی ہے۔ اور آخرت کی لذت ہمیشہ کے لئے ہے اور کبھی زوال پذیر ہونیوالی نہیں اور وہ ہاتھ سے نہ جائے گا۔ تو ایسے آدمی کے واسطے چند دن صبر کرنا آسان ہو گا اس کی مثال یہ ہے کہ کسی آدمی کی کوئی معشوقہ اور محبوبہ ہے اسے کہا جائے کہ اگر آج کی رات تو اسے ملا تو تمام عمر اس سے نہ مل پائے گا اور اگر آج کی

marfat.com

رات تو نے صبر کیا تو پھر تمام عمر کیلئے وہ تجھے سونپ دی جائے گی۔ اور ایسے کہ کوئی دشمن درمیان میں نہ آئے گا تو اس طرح اس کا عشق اگر چہ کتنا ہی زیادہ ہو پھر بھی ایک رات کا صبر اس کے لئے ہزار شب ہائے وصل کی آس پر آسان ہوگا اور دنیا کی موت آخرت کی موت کے ہزاروں حصہ سے بھی کم تر ہے۔ بلکہ اس سے کچھ نسبت ہی نہیں رکھ سکتی۔ ابد کی درازی انسان کے تصور میں ہرگز نہیں آ سکتی۔ (یعنی قیامت کے دن کی) اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ زمین و آسمان کے تمام طبقات کو دانوں سے بھر دیا جائے اور ایک ہزار سال ایک پرندہ اس کھلیان سے ایک ایک دانہ چگتا رہے۔ تب بھی وہ ختم نہ ہوگا اور اس کھلیان میں کچھ کمی نہ ہو۔ ایسے ہی اگر انسان کی عمر سو سال کی بھی ہو اور روئے زمین کی سب سلطنت یعنی مشرق سے مغرب تک بھی اسے دیدی جائے اور اس کا کوئی مخالف بھی نہ ہو۔ تو بھی آخرت کی دولت کے سامنے اس کی کچھ حیثیت نہیں تو جب ہر آدمی کو دنیا سے تھوڑا سا حصہ دیا گیا اور وہ بھی کدورت سے پاک نہیں ہے اور ایسے سے لوگ ہوں گے جو دولت میں اس سے بڑھ کر ہوں تو پھر اس چھوٹی سی سلطنت کو اس دائمی دولت کو فروخت کر دینے کا سبب کیا ہو سکتا ہے؟ پس رعایا اور بادشاہ دونوں کو لازم ہے دل میں اس بات کو خوب سوچیں۔ تا کہ کچھ دیر کیلئے دنیا کی لذتوں سے چھٹکارا حاصل کر سکیں۔ اس وقت رعایا پر شفقت اور اللہ کے بندوں سے اچھا سلوک کرنا اور اللہ عزوجل کی عبادت کو درست طور پر بجالانا اس پر آسان ہوگا۔ جب فرمانروا کو یہ بات معلوم ہو جائے۔ اس کے بعد اسے حکمرانی میں مصروف ہونا چاہئے اور ایسے ہی جیسے اسے حکم دیا گیا ہے اور ایسے کہ اس میں دنیا کی خوبی ہو۔ کیونکہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں کوئی عبادت فرمانروا کے انصاف کرنے سے افضل نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! عادل بادشاہ کے عدل کا ایک دن ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہے اور حدیث مبارکہ میں یہ جو ارشاد فرمایا گیا کہ قیامت کے دن سات آدمی اللہ عزوجل کے عرش کے سائے کے نیچے ہوں گے۔ ان میں سب سے پہلے عدل و انصاف کرنے والا بادشاہ ہوگا۔ نوید رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عادل بادشاہ کے لئے ملائکہ ہر روز ساتھ صدیقین عابد کا عمل (عرش پر) سے جاتے ہیں ایک اور مقام پر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ عزوجل کا بڑا مقرب اور محبوب عادل بادشاہ ہے۔ اور سب سے بڑا دشمن اور عذاب میں مبتلا ظالم بادشاہ ہے۔

انعام کی بات

☆ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان ہے کہ عادل بادشاہ کے لئے ملائکہ ہر روز اتنا نیک عمل لے جاتے ہیں جو اس کی تمام رعایا کا عمل ہوتا ہے۔ اس کی ہر اک نماز ستر ہزار نمازوں کے مساوی ہوگی۔

☆ جب یہ صورت ہے تو اس سے عظیم اور کون سی نعمت ہو سکتی ہے اللہ عزوجل کسی کو بادشاہت کا عہدہ عطا فرمائے۔ تا کہ اس کی ایک گھڑی دوسرے آدمی کی تمام عمر کے برابر ہو جائے اور جب کوئی آدمی اس نعمت کا حق نہ پہنچانے ظلم اور حرص، طمع اور ہوس میں مصروف ہو تو اس پر اللہ عزوجل کا غضب ہی نازل ہوگا۔

☆ یہ معلوم کرنا لازم ہے۔ عدل کا درجہ ان دس ضابطوں اور قاعدوں کا لحاظ رکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔

marfat.com

قاعدہ نمبر ۱

☆ یہ کہ اس کی موجودگی میں جب کوئی معاملہ پیش ہو تو اس میں ایسے سمجھے کہ وہ خود رعیت ہے اور بادشاہ کوئی اور ہے۔ تو پھر جو بات وہ اپنے بارے پسند نہ کرے وہ دوسرے مسلمان کے لئے بھی پسند نہ کرے اگر وہ اس طرح پسند کرے گا تو یہ حکمرانی میں دھوکا اور بد دیانتی ہوگی۔ جنگ بدر کے دن آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سائے میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ دھوپ میں تھے۔ تو اس دوران حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی' کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے آپ سایہ میں ہیں اور آپ کے اصحاب دھوپ میں (تو در سایہ و یاران تو در آفتاب) صرف اتنی سی بات پر بھی اللہ عزوجل نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ (عملہ کرو) رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے جو کوئی چاہے کہ دوزخ سے خلاصی پائے۔ جنت میں جگہ ملنی چاہئے تو آخر وقت تک (دم باز پسیں) کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھے اور جو شے اپنے لئے پسند نہیں کرتا کسی دوسرے مسلمان کے لئے بھی پسند نہ کرے۔ ایک اور فرمان عالیشان ہے کہ جو صبح اٹھے اور اللہ عزوجل کے علاوہ اس کا دل کسی اور سے مشغول ہو وہ مرد خدا نہیں۔ اور اگر مسلمانوں کے کام کاج سے بے نیاز ہے تو وہ ان مسلمانوں میں شامل نہیں ہے۔

قاعدہ نمبر ۲

☆ یہ کہ اپنے دروازے پر ضرورت مندوں کا منتظر رہنا کوئی ہلکی بات نہ جانے اور اس مصیبت سے بچے۔ اور جب تک کسی مسلمان کے کام سے فارغ نہ ہو۔ نفل عبادت میں مصروف نہ ہو کیونکہ مسلمانوں کی حاجت پوری کرنا تمام کاموں سے افضل ہے۔

پیام اجل

☆ منقول ہے کہ ایک دن حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز ظہر تک لوگوں کے کاموں میں مشغول رہے پھر تھکے ماندے گھر گئے تا کہ کچھ دیر آرام کریں۔ ان کے اس ارادے سے خبردار ہو کر ان کے بیٹے نے کہا۔ اے والد محترم آپ کو کیا معلوم آپ کو اس دوران موت کا پیام آ جائے اور اس وقت کو کوئی آپ کے دروازے پر کھڑا ہو اور آپ اس امر میں قصوروار ٹھہریں۔ آپ نے فرمایا بیٹا تم نے سچ کہا۔ یہ کہہ کر آپ فوراً باہر تشریف لے آئے۔

قاعدہ نمبر ۳

یہ ہے کہ اچھی غذا اور اعلیٰ لباس کی عادت نہ بنائے۔ بلکہ تمام امور میں قناعت اپنائے۔ کیونکہ اس کے علاوہ عدل نہیں ہو سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معلوم کیا کہا کہ آپ نے جو باتیں میرے بارے سنی ہیں ان میں سے آپ کو کونسی باتیں میرے بارے ناپسند ہیں؟ انہوں نے کہا میں نے سنا ہے آپ کے دسترخوان پر ایک وقت کے کھانے میں دو سالن ہوتے ہیں اور آپ کے پاس دو جوڑے کپڑوں کے ہیں جنہیں آپ ایک دن اور ایک رات کو پہنتے ہیں آپ نے فرمایا کیا اس کے سوا بھی کوئی بات ہے؟ جو آپ کو ناپسند ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تب آپ نے فرمایا۔ یہ دونوں بے اصل ہیں۔

marfat.com

قاعدہ نمبر۴

☆ اس سلسلہ میں چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ تمام کاموں میں نرمی برتے (سختی سے کام نہ لے) رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا' جو حاکم رعایا کے ساتھ نرمی کرے گا۔ قیامت میں اللہ عزوجل اس کے ساتھ نرمی کرے گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی بارِالٰہی جو بادشاہ اپنی رعایا سے نرمی برتے تو بھی اس سے نرمی فرمایا۔ اور جو سختی کرے تو بھی اس سے سختی فرمایا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا جو حکومت کا حق ادا کرے۔ اس کی حکومت بہتر ہے اور جو اس میں کوتاہی کرے اس کی حکومت بری ہے۔

کامیاب طریقہ حکومت

☆ ہشام بن عبدالمالک کا دور خلافت تھا۔ اس نے حضرت شیخ ابو حازم رحمہ اللہ تعالیٰ سے جو ایک عظیم عالم تھے۔ معلوم کیا حکومت وریاست میں کامیابی ونجابت کی کیا تدبیر ہے انہوں نے فرمایا ایک تو یہ ہے کہ جو روپیہ تم لیتے ہو وہ حلال طریقے سے لو اور ایسے آدمی کو دو جو اس کا مستحق ہے ہشام نے معلوم کیا یہ کام کون سا آدمی انجام دے سکتا ہے تو انہوں نے جواب میں کہا یہ کام وہ کر سکے گا جو دوزخ کے عذاب سے ڈرنے اور جنت کو دوست رکھتا ہو۔

قاعدہ نمبر۵

☆ یہ ہے کہ بادشاہ کی کوشش یہ ہو۔ تمام رعایا اس سے خوش رہیں اور خلاف شرع کام نہ کرے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اچھے بادشاہ وہ ہیں جو تمہیں محبوب رکھیں اور تم ان کو محبوب رکھو اور برے وہ ہیں جو تم سے دشمنی رکھیں اور تم پر لعنت کریں اور تم ان پر بادشاہ کو لازم ہے لوگوں کی تعریف سے خوشی اور اس پر متکبر نہ ہو اور ان کی تعریف یہ نہ جاننے لگے لو تمام مخلوق اس سے خوش ہے کیونکہ لوگ تو خوف سے بھی سراہتے ہیں اور تعریف کرتے ہیں۔ باغبار لوگوں کو مامور کرے تا کہ وہ اس معاملہ میں تفتیش کریں اور بادشاہ کے بارے مخلوق سے معلوم کریں کہ انسان اپنا عیب دوسروں کی زبان سے ہی معلوم کر سکتا ہے۔

قاعدہ نمبر۶

☆ یہ ہے کہ شرع شریف کے خلاف کام کر کے لوگوں کی رضامندی نہ چاہے کیونکہ جو آدمی مخالفت شرع سے ناخوش ہوتا ہو تو اس کی ناپسندیدگی اس کے لئے نقصان دہ نہیں ہوتی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے میں جب صبح سویرے بیدار ہوتا ہوں تو مخلوق کے آدھے لوگ مجھ سے خفا ہوتے ہیں۔ اور لازم ہے کہ جب ظالم کو اس کے ظلم کی سزا دی جائے تو وہ خفا ہوگا۔ پس دونوں گروہ ظالم ومظلوم کو خوش نہیں رکھا جا سکتا۔ اور وہ آدمی بڑا ہی بے عقل ہے جو لوگوں کی خوشی کی خاطر اللہ عزوجل کی خوشی کو چھوڑ دے۔

☆ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خط بھیجا مجھے ایک مختصر سی نصیحت کیجئے۔ آپ نے جواب میں لکھا۔ میں نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا جس نے مخلوق کو خوش کیا۔ خداوند تعالیٰ کی رضامندی تلاش کی۔ تو اللہ عزوجل اس سے خوش ہوگا اور لوگوں کو بھی اس سے خوش رکھے گا اور جس نے کہا حق تعالیٰ کی رضامندی میں لوگوں کی خوشی چاہیں اللہ

marfat.com

...ز وجل اس سے خوش نہ ہوگا اور لوگوں کو بھی اس سے ناخوش رکھے گا۔

...قاعدہ نمبر ۷

☆ ساتواں قاعدہ یہ ہے یہ سمجھے حکومت کرنا ایک خطرناک امر ہے لوگوں کے امور کا کفیل ہونا آسان کام نہیں۔ جس نے اس سے عہد برآ ہونے توفیق پائی۔ تو اس نے ایسی نیک بختی حاصل کی۔ اس سے زیادہ بلند کوئی اور نیک بختی نہیں اور اگر اس امر میں کوتاہی ...ی تو ایسی بدبختی اور شقاوت میں پڑے گا۔ کہ کفر کے بعد ایسی بدبختی کوئی اور نہیں۔

...رِ کعبہ

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ایک دن میں نے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا۔ آپ تشریف ...ئے اور درکعبہ کا حلقہ آپ نے پکڑا اس وقت حرم میں قریش کے لوگ حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا۔ حکام وسلاطین قریش سے ہوتے ...یں گے جب تک وہ تین کام بجالاتے رہیں گے۔

نمبر ۱- جب لوگ ان سے مہربانی چاہیں تو وہ مہربانی کریں۔

نمبر ۲- حکیم چاہیں تو عدل کریں۔

نمبر ۳- اور جو افراد کریں اسے پورا کریں جو ایسا نہ کرے اس پر خدا عزوجل کے ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ عزوجل نہ ...ی کی فرضی عبادت قبول کرے اور نہ سنت' تو فکر کرو' یہ کتنی بڑی کوتاہی ہوگی۔ جس کی وجہ سے تمام عبادت منظور نہ ہو۔ حضور اکرم علیہ ...وٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جو آدمیوں کے مابین فیصلہ کرے' اور اس میں ظلم کرے اس پر اللہ عزوجل لعنت کرے۔ حضور انور علیہ الصلوٰۃ ...لام نے یہ بھی فرمایا لوگ تین قسم کے ہیں۔ جن پر اللہ عزوجل قیامت کے روز نظر رحمت نہ فرمائے گا۔

نمبر ۱- ایک جھوٹ بولنے والا بادشاہ۔

نمبر ۲- بوڑھا زانی۔

نمبر ۳- مغرور اور پھڑ مارنے والا درویش۔

☆ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔ قریب ہے تم مشرق ومغرب کے ممالک فتح کرو گے۔ وہاں کے بادشاہ جہنم ...پڑیں گے۔ مگر وہ آدمی جو اللہ عزوجل سے خوف رکھے گا وہ پرہیزگاری اپنائے گا۔ امانت گزار رہے گا۔

ایک اور ارشاد گرامی ہے کہ وہ بادشاہ جس کے ذمہ اللہ عزوجل نے رعایا کو لگایا ہے اگر دھوکہ کرے گا اور مہربانی اختیار کرے گا۔ ...عزوجل اس پر جنت حرام کردے گا اور فرمایا۔ جسے مسلمانوں پر سرداری عطا کی گئی اور اس نے ان کی ایسی حفاظت نہ کی جیسی وہ اپنے ...خانہ کی کرتا ہے۔ تو اسے کہہ دینا ٹھکانہ جہنم میں اختیار کرے۔ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا۔ دو آدمی میری امت ...شفاعت سے محروم رہیں گے۔ ایک ظالم سلطان دوسرا وہ بدعتی جو دین میں فتنہ ڈالے اور حد سے بڑھے اور فرمایا۔ قیامت میں ...ان کو عذاب عظیم ہوگا۔ ایک اور حدیث میں فرمایا۔ پانچ آدمیوں سے اللہ عزوجل خوش نہیں۔ اگر چاہے گا تو دنیا میں ان پر غیض و

marfat.com

غضب نازل فرمائے گا۔ ورنہ ان کی جگہ جہنم میں ہوگی ان میں نمبر ا۔ ایک وہ قوم کا سردار ہے جو قوم سے اپنا حق وصول کرے۔ لیکن کا حق ادا نہ کرے اور ان سے ظلم روک نہ رکھے۔

نمبر ۲۔ دوسرا وہ امیر ہے لوگ جس کی فرمانبرداری کرتے ہوں۔ لیکن وہ طاقتور و کمزور کو برابر نہیں رکھتا اور طرفداری کی بات کرتا ہے۔

نمبر ۳۔ وہ ہے جس نے ایک مزدور کو کام میں لگایا۔ جب وہ اس کام کو انجام دے چکا۔ تو یہ اس کی مکمل اجرت نہیں ادا کرتا۔

نمبر ۴۔ وہ جو اپنے بیوی اور بیٹے کو اللہ عزوجل کی فرمانبرداری کا حکم نہ کرے اور انہیں دین کی باتیں نہ سکھائے اور انکے کھانے پلانے میں حلال وحرام رزق کا امتیاز نہ رکھے۔ جیسے بھی ہو ان کا پیٹ بھر دے۔

نمبر ۵۔ وہ آدمی جو مہر کے بارے میں اپنی عورت پر ظلم کرے کہ وہ اس کو کہہ کر معاف کر دے۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن ایک جنازہ نماز پر لعن چاہی' ایک آدمی نے بڑھ کر نماز پڑھا دی۔ جب اس کو دفنا چکے تو آپ نے اس کی قبر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اے اللہ عزوجل اگر تو اسے عذاب دے تو یہ اس کے لائق ہے کیونکہ اس نے کوتاہی کی ہوگی۔ اگر تو اس پر رحم کرے اور رحمت فرمائے تو یہ تیری رحمت کا محتاج ہے۔ اے مردے تجھے مبارک ہوں اگر تو کبھی اور بادشاہ نہ تھا۔ اور نہ نقیب تھا اور نہ مددگار نہ قاتل اور نہ خراج وصول کرنے والا۔ آپ سے یہ دعا فرمانے کے بعد وہ آدمی جس نے پڑھائی تھی۔ نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اس آدمی کو ڈھونڈو۔ لیکن اس کے باوجود وہ آدمی اس پر آپ نے فرمایا۔ حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ السلام تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ان امیروں پر افسوس ہے پر اور امینوں پر جو عمل بجا نہ لاتے تھے وہ اپنے بالوں کے ساتھ آسمان سے معلق ہوں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر کوئی آدمی فقط دس اشخاص پر سردار ہے۔ تب بھی اسے قیامت کے روز دست بزنجیر لایا جائے گا۔ اگر وہ نیک رہا ہو اسے چھوڑ دیا جائے گا۔ ورنہ اس کی طرف ایک اور زنجیر بڑھا دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے زمین کے بادشاہ آسمان کے بادشاہ کی طرف سے افسوس کیا جاتا ہے جب وہ سامنے حاضر ہوتا ہے ہاں جبکہ اس نے عدل کیا ہو۔ حق ادا کرنے والا اور لالچ اور ہوس سے حکم نہ کیا ہو اور اپنے رشتہ داروں کی تائید نہ کی ہو۔ ڈر اور امید کے تحت حکم نہ کیا ہو اور اللہ عزوجل کی کتاب امور میں آئینہ کی طرح اپنی نگاہ کے سامنے رکھا ہو۔ اور ہر ایک کو کتاب الٰہی سے موافق کر دیا ہو اس سے اللہ عزوجل خوش ہوگا۔

☆ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بروز قیامت حاکموں کو طلب کیا جائے گا۔ اور ان سے پوچھا جائے میرے ریوڑوں کے نگران تھے اور میری زمینوں میں بادشاہت کے خزینہ دار تھے میرے فرمان کے برعکس تم نے کسی کو کوئی سزا دی اس پر حد لگائی وہ جواب دیں گے۔ یا اللہ اس غیض وغضب کی وجہ سے ایسا کیا۔ انہوں نے تیری مخالفت کی تھی۔ اللہ عزوجل فرمائے کیوں؟ کیا تمہارا غضب میرے خفا ہونے سے زیادہ تھا۔ دوسرے سے پوچھا جائے گا تم نے میرے حکم سے کم سزا کیوں دی؟ میں تمہیں (جتنی سزا کا حکم دیا تھا اس سے کم کیوں دی؟) وہ جواب میں کہے گا یا اللہ عزوجل مجھے اس پر ترس آ گیا تھا۔ اللہ عزوجل فرمائے گا کیا تو مجھ سے زیادہ راحم ہو سکتا تھا؟ اس کے بعد دونوں سے مواخذہ کیا جائے گا۔ اور اس سے بھی جس نے اللہ عزوجل کے حکم سے بڑھ کر کیا۔ اور اس سے بھی جس نے حکم سے کم لیا۔ اور ان سے دوزخ کے گوشوں کو پر کر دیا جائے۔

marfat.com

واقعہ حضرت داؤد علیہ السلام

☆ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں کسی حاکم کی تعریف نہیں کرتا۔ لوگوں نے اس کی وجہ معلوم کی۔ تو انہوں نے جواب دیا میں نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے قیامت کے روز تمام بادشاہوں کو طلب کیا جائے گا۔ چاہے وہ عالم ہوں یا ظالم۔ تمام کو صراط پر کھڑا جائے گا اور صراط کو حکم دیا جائے گا۔ انہیں ایک جھٹکا لگا۔ پس جس نے حکم دینے میں زیادتی کی ہوگی۔ یا فیصلے میں رشوت لی ہوگی یا ایک گروہ کی بات غور سے سنی ہوگی۔ اور دوسرے کی سرسری طور سے ایسے تمام لوگ اس جھٹکے سے نیچے گر جائیں گے اور ستر برس تک دوزخ کے غار میں چلیں گے۔ تب کہیں جا کر اپنے ٹھکانے پر پہنچیں گے۔ حدیث مبارکہ میں آیا۔ داؤد علیہ السلام بھیس بدل کر باہر نکلا کرتے اور جو کوئی نظر آتا۔ اس سے معلوم کرتے داؤد کی سیرت اور طرز زندگی اور معاش کیسی ہے؟ ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک آدمی کی شکل میں سامنے آئے حسب سابق ان سے بھی حضرت داؤد علیہ السلام نے معلوم کیا تو انہوں نے کہا۔ داؤد نیک آدمی ہوتا۔ اگر وہ بیت المال سے اپنی روزی نہ لیتا ہوتا۔ تو داؤد علیہ السلام اپنے محراب میں گئے اور روتے ہوئے اللہ عزوجل کے حضور عرض گزاری۔ مجھے کوئی فن سکھا دے۔ تاکہ میں اپنے ہاتھ سے کما کر کھا سکوں۔ تو اللہ عزوجل نے انہیں زرہ بنانا سکھا دیا ایسے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بجائے شخص کے رات کو خود پھرا کرتے تھے تاکہ جہاں کوئی خرابی دیکھیں۔ اس کا ازالہ کریں اور فرمایا کرتے ایک خارش زدہ گوسفند کو دریائے فرات کے کنارے چھوڑ دیا جائے اور اس کی خارش دور کرنے کا روغن اس کو نہ لگایا جائے تو مجھے خطرہ ہے کہ روز قیامت اس کے بارے مجھ سے سوال کیا جائے گا۔ اس احتیاط کے باوجود آپ کی حالت یہ تھی اور آپ کا انصاف کیسا تھا کہ دوسرا آدمی اس انصاف کو نہیں پا سکتا۔ جب آپ نے وفات پائی تو حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے دعا مانگی۔ اللہ عزوجل مجھے خواب میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دکھائے۔ چنانچہ بارہ سال کے بعد (وفات کے بعد) میں نے انہیں خواب میں دیکھا۔ آپ چلے آ رہے ہیں ایسے جیسے کوئی غسل کر کے آیا ہو۔ اور تہبند باندھے ہو۔ (یعنی جسم پسینہ سے شرابور تھا) اپ کو دیکھتے ہی میں نے پوچھا۔ اے امیر المومنین اللہ عزوجل نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ آپ نے فرمایا اے عبداللہ تمہارے پاس سے مجھے گئے کتنا عرصہ ہوا۔ میں نے عرض کی بارہ سال۔ آپ نے فرمایا۔ میں اب تک حساب چکا رہا تھا اور مجھے اس کا خدشہ تھا۔ میرا معاملہ تباہ ہو جائے گا۔ آخر کار مجھے اللہ عزوجل کی احتر کی وجہ سے مجھے رہائی نصیب ہوگی۔ دیکھو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حال ہوا جب کہ سرداری اور بادشاہت کے لوازم میں سے آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔

بزرجمہر کا ایلچی!

☆ منقول ہے بزرجمہر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایلچی بھیجا۔ تاکہ وہ دیکھے کہ آپ کیسے آدمی ہیں؟ اور آپ کا کردار کیسا ہے؟ جب یہ آدمی مدینہ منورہ پہنچا تو اس نے معلوم کیا۔ تمہارا بادشاہ کہاں ہے؟ لوگوں نے جواب دیا ہمارا بادشاہ نہیں ہے۔ ہمارا امیر ہے اور ابھی کسی کام سے باہر گیا ہے۔ یہ خبر سن کر سفیر باہر نکلا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ کوڑا تکیہ کی جگہ کر کے نیچے رکھے دھوپ میں (زمین پر) سوئے پڑے ہیں۔ اور آپ کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا ہے اور اس سے زمین گیلی ہو رہی ہے۔ جب

marfat.com

اس نے یہ حال دیکھا تو اس کے دل میں عجیب ہی تاثر ظاہر ہوا اور بولا کہ عجیب بات ہے وہ آدمی جس کی ہیبت سے تمام بادشاہ کانپتے ہیں اور خوف زدہ ہیں۔ اس کا اپنا یہ حال ہے۔ پھر وہ کہنے لگا اے امیر المومنین آپ نے انصاف فرمایا۔ اس لئے آپ بے فکر سو رہے ہیں۔ اور ہمارا بادشاہ چونکہ ظالم ہے اس لئے وہ ہمیشہ خوف زدہ اور ہراساں رہتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ حق صرف آپ کا دین ہے۔ اگر میں سفیر و ایلچی بن کر نہ آیا ہوتا تو اس وقت مسلمان ہو جاتا اب میں پھر واپس آؤں گا اور اسلام قبول کر لوں گا۔ تو معلوم ہوا حکومت ایک بہت بڑا کام ہے۔ اور اس کا علم بھی ایک وسیع بسیط علم ہے۔ پس حاکم کی بھلائی اس میں ہے کہ وہ علماء دین کے ساتھ محبت رکھے۔ تا کہ انصاف کی راہ وہ اس کو بتائیں۔ بادشاہ ان کی نصیحت دل سے سنے اور دنیادار علماء کی قربت سے پرہیز کرے۔ وہ اسے دھوکہ دیں گے اس کی بے جا مدح کریں گے۔ اور اس کی رضامندی حاصل کرنا چاہیں گے تا کہ یہ لوگ اس مردار حرام سے یعنی حکمرانی جو اس بادشاہ کے ہاتھ ہے۔ مکر و حیلہ سے کچھ لے لیں۔

دین دار عالم

☆ دین دار عالم وہ ہے جو بادشاہ سے کوئی لالچ نہ رکھے اور عدل سے کما وقت نہ بھٹکے۔ منقول ہے کہ حضرت شیخ بلخی رحمہ اللہ تعالیٰ ہارون الرشید کے ہاں گئے۔ تو اس نے کہا شفیق زاہد تم ہی ہو۔ انہوں نے کہا میں شفیق ہوں زاہد نہیں۔ ہارون بولا مجھے نصیحت فرمائیں۔ حضرت شفیق بلخی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ حق تعالیٰ عزوجل نے آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسند پر بٹھایا تو وہ تم سے ایسا صدق چاہتا ہے جیسا اسے مطلوب ہے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسند پر بٹھایا اور وہ آپ سے حق باطل میں فرق چاہتا ہے جیسا کہ وہ چاہتا ہے ویسا ہونا لازمی ہے۔ اور آپ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام پر بٹھایا ہے اور آپ سے وہ علم و انصاف چاہتا ہے یہ سن کر ہارون بولا کچھ اور بھی نصیحت فرمائیں۔ حضرت شفیق بلخی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ عزوجل کا ایک گھر ہے جسے جہنم کہتے ہیں۔ آپ کو اس کا دربان بنایا ہے اور آپ کو تین چیزیں دی ہیں۔

نمبر ۱۔ بیت المال کے احوال

نمبر ۲۔ شمشیر۔

نمبر ۳۔ اور تعزیانہ اور حکم دیا ہے کہ ان چیزوں کے ساتھ لوگوں کو جہنم سے بچائیے۔

یعنی جو ضرورت مند آپ کے پاس آئے اسے مال سے محروم نہ رکھے اور جو اللہ عزوجل کی نافرمانی کرے۔ اسے اس تعزیانہ سے سزا دیجئے اور جو کسی ناحق کو قتل کر دے۔ اسے ولی کی اجازت کے بعد اگر وہ وصیت دیت نہ دے تو اس تلوار سے قتل کر دیجئے۔ اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو پھر آپ دوزخیوں کے رہنما ہوں گے اور باقی لوگ آپ کے پیچھے پیچھے آئیں گے۔ یہ سن کر ہارون بولا ابھی کچھ اور بھی نصیحت فرمائیں حضرت شفیق بلخی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ آپ ایک چشمہ ہیں اور آپ کے مقررہ گورنر اس دنیا میں اس کی نہریں ہیں۔ اگر چشمہ روشن اور پاکیزہ ہے تو نہروں کے گدلے پن سے کچھ نقصان نہیں ہوگا ہاں اگر چشمہ تاریک اور گدلا ہو گیا۔ تو پھر نہریں بھی صاف نہیں رہ سکتیں۔

marfat.com

نصائح حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ

☆ منقول ہے ہارون الرشید اپنے مصاحب عباس کے ساتھ حضرت شیخ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس گئے جب ان کے دروازے پر پہنچے تو سنا کہ وہ

آیت قرآن کی تلاوت فرما رہے ہیں۔ اور وہ یہ تھی۔

ام حسب الذین اجتروا السیات ان نجعلهم کالذین امنوا و عملوا الصلحت سواء محیاهم ومماتهم ساء ما یحکمون.

کیا جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا۔ کیا یہ تجھے ہی کہ ہم انہیں ان جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور اچھے کام کیلئے ان کی زندگی اور موت برابر ہو جائے۔ کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں۔ (کنز الایمان)

(پ ۲۵ سورۃ جاثیہ آیت ۲۱)

یہ آیت سن کر ہارون نے کہا۔ اگر ہم نصیحت حاصل کریں تو ہمیں یہی کافی ہے۔ ہارون نے کہا اچھا دروازے پر دستک دو۔ عباس نے دروازہ پر دستک دی اور آواز دی اے شیخ! امیر المومنین تشریف لائے ہیں۔ شیخ نے جواب دیا۔ ان کا مجھ سے کیا کام۔ عباس نے جواب دیا۔ امیر المومنین کی اطاعت کیجئے۔ یہ سن کر حضرت فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ نے دروازہ کھول دیا۔ رات کا وقت تھا۔ شیخ نے چراغ بجھا دیا۔ تاریکی میں حضرت فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے ہارون کا ہاتھ چھوا تو شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ایسا نازک ہاتھ عذاب سے محفوظ نہ رہے۔ تو افسوس ہے۔ پھر کہا اے امیر المومنین قیامت کے روز خداوند تعالیٰ عزوجل کے سامنے جواب دینے کو تیار رہیے۔ کہ آپ کو ہر ایک مسلمان کے ساتھ بٹھایا جائے گا اور آپ سے اس کا عدل مانگا جائے گا۔ اس سے ہارون رونا شروع ہو گیا۔ عباس نے کہا۔ اے شیخ اپ نے تو امیر المومنین کو مار ڈالا۔ حضرت شیخ فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے ہامان تو اور تیری طرح کے لوگوں نے امیر المومنین کو تباہ کیا ہے اور تو کہتا ہے کہ میں نے مار ڈالا۔ ہارون نے آپ سے کہا۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرعون جانا۔ اسی وجہ سے مجھے ہامان کہا۔ اس کے بعد ہارون نے ہزاروں دینار ان کو پیش کئے۔ اور کہا یہ حلال مال ہے میری والدہ کے ترکہ کی رقم ہے۔ اسے قبول فرمالیں حضرت شیخ فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہیں کہتا ہوں۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے۔ اسے چھوڑ دو اور مال والوں کو مال دے دو۔ اور تم مجھے مال دے رہے ہو۔ آخر کار یہ دونوں واپس لوٹ آئے۔

محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ تعالیٰ

☆ منقول ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد بن کعب القرضی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا۔ انصاف کی تعریف کیا ہے؟ انہوں نے کہا جو بھی مسلمان آپ سے بڑا ہو۔ آپ اس کے حق فرزند اور برابر والے کیلئے بھائی بن جائیں۔ ہر سزا دینے والے کو صرف اتنی ہی سزا دیجئے۔ جو اس کے تصور اور برداشت کے مواقع ہو خبردار کبھی کسی کو غضب سے تعزیانہ نہ ماریں ورنہ آپ کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ منقول ہے ایک زاہد کسی خلیفہ کے پاس گئے اس نے کہا مجھے نصیحت فرمایئے انہوں نے کہا ملک چین گیا تھا۔ وہاں کا بادشاہ بہرا تھا وہ زار و قطار روتا رہتا تھا۔ روکتا تھا۔ میں اس لئے نہیں رو رہا ہوں کہ میری سماعت باقی نہیں رہی۔ بلکہ اس لئے کہ اگر کوئی

marfat.com

مظلوم آئے اور فریاد کرے تو میں اس کی فریاد نہ سن سکوں گا۔ لیکن ابھی میری بات ختم نہیں ہوئی۔ اس لئے تمام مملکت میں اعلان کر دیا جائے جو کوئی فریادی ہو سرخ کپڑے پہن کر آئے۔ اس کے بعد وہ روزانہ ہاتھی پر سوار ہو کر نکلتا۔ اور جو کوئی سرخ کپڑوں میں نظر آتا۔ اسے اپنے پاس بلا کر اس کا انصاف کرتا۔ اے امیر المومنین وہ بادشاہ کافر تھا اور وہ خدا عزوجل کے بندوں پر اتنا شفیق تھا اور آپ مومن ہیں۔ اور آل رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہیں۔ تو پھر فکر کیجئے۔ آپ کا طریقہ کیسا ہونا چاہئے۔ حضرت ابو قلابہ رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس گئے۔ تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا مجھے نصیحت فرمایئے۔ انہوں نے کہا۔ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے وقت سے اب تک کوئی خلیفہ باقی نہیں رہا۔ مگر آپ نے انہوں نے کہا اور نصیحت کریں انہوں نے کہا اب پہلا خلیفہ جو انتقال کرے گا۔ وہ آپ ہوں گے۔ (از روزگار آدم تا امروز ہیچ خلیفہ نماندہ ست مگر تو) گفت بفر گفت پیش خلیفہ کو بخیر وتو خواہی بود) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا مجھے کچھ اور نصیحت کیجئے۔ انہوں نے کہا اگر حق تعالیٰ عزوجل آپ کے ساتھ ہے تو پھر آپ کو کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن اگر وہ آپ کے ساتھ نہیں تو پھر آپ کس کی پناہ تلاش کریں گے۔ یہ سن کر انہوں نے کہا بس یہ نصیحت مجھے کفایت کرتی ہے۔

☆ منقول ہے۔ سلیمان بن عبدالمالک کا زمانہ تھا۔ ایک دن اس نے غور کیا کہ میں نے دنیا میں اتنا عیش وآرام کیا ہے۔ قیامت میں میری حالت کیا ہوگی۔ اس فکر میں اس نے خادم کو حضرت شیخ ابو خازم رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس بھیجا۔ وہ عالم وزاہد زمانہ تھے اور کہلا بھیجا۔ آپ جس شے سے اپنا روزہ افطار کرتے ہیں۔ اس میں سے کچھ مجھے بھیج دیں۔ شیخ نے تھوڑی سی بھوسی بھون کر سلیمان بن عبدالمالک کے پاس بھیجدی۔ اور کہہ دیا میں رات کو یہی کھاتا ہوں۔ (میری رات کی یہی خوراک ہے) سلیمان بھوسی کو دیکھ کر رو پڑا اور اس کے دل پر بہت اثر ہوا۔ اس نے مسلسل تین روزے رکھے۔ اور کچھ نہ کھایا اور تیسری دن اس بھوس (سبدس بریاں) سے روزہ افطار کیا۔ کہتے ہیں۔ اسی رات اس نے اپنی بیوی سے محبت کی اور ان کے نتیجے میں (بیوی کو حمل ٹھہر گیا) حضرت عبدالعزیز ارحمہ اللہ تعالیٰ پیدا ہوئے۔ انہیں حضرت عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرزند حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ جو عدل وانصاف میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح تھے۔ علماء نے فرمایا اسی مبعوس بریاں کھانے کی نیک بختی تھی۔ جو حضرت شیخ ابو خازم رحمہ اللہ تعالیٰ نے عطا کی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے معلوم کیا آپ کی توجہ کی وجہ کیا ہوئی؟ تو انہوں نے کہا ایک دن میں نے اپنے غلام کو مارا۔ تو اس نے مجھے کہا اس دن کو یاد کیجئے۔ جس کی صبح کو قیامت ہوگی۔ اس بات نے میرے دل پر گہرا اثر ڈالا۔

☆ منقول ہے کسی بزرگ نے ہارون الرشید کو میدان عرفات میں دیکھا۔ سروپا برہنہ نرم ریت اور پتھر پر کھڑا ہے۔ اور ہاتھ اٹھائے یوں کہہ رہا ہے۔ اے اللہ عزوجل تو آقا ہے اور میں غلام ہوں۔ میرا کام یہ ہے میں ہر لحہ گناہ کروں اور تیرا کام یہ ہے تو بخش دے اور مجھ پر رحم کی نظر فرمائے۔ یہ حال دیکھ کر اس بزرگ نے کہا یہ متکبر انسان خداوند زمین آسمان کے سامنے رکھیں۔ گریہ وزاری کر رہا ہے وہ ایک دفعہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ ابو خازم رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا۔ مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ انہوں نے کہا زمین پر سو اور موت کو سرہانے (بالیں کی طرح) رکھو اور ایسی حالت کو نظر کے سامنے رکھو۔ جس میں تم موت کا آنا پسند کرتے

marfat.com

۔ جو چیز تم جائز نہیں سمجھتے اس سے دور رہو۔ کیونکہ موت نزدیک ہے۔ تو بادشاہ کیلئے ضروری ہے۔ وہ ان کہانیوں کو یا حکایتوں کو یاد
ھے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان نصائح کو جو یہ لوگ دوسروں کو دیتے ہیں۔ تسلیم کرے اور جس بادشاہ کو دیکھیں اس سے نصیحت حاصل
یں اور ایک عالم کو لازم ہے کہ ان بادشاہوں کو ایسی نصائح کریں اور حق ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اور اگر ان کو دھوکہ دیا اور ان سے
بات نہ کہی۔ تو پھر دنیا میں جو ظلم ہوگا اس میں یہ عالم شامل ہوگا۔

عدہ نمبر ۹

☆ یہ ہے کہ فقط خود سے برائیوں سے قطع تعلق کر لینا کافی نہ جانے۔ بلکہ اپنے خادموں اور نائیوں کو بھی سیدھا کرے اور کسی
رت بھی ان کے ستم کرنے پر راضی نہ ہو۔ کیونکہ ان کے جبر وستم کے بارے بھی اس سوال کیا جائے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ
ی عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو آپ کے مقررہ کردہ گورنر تھے۔ ایک خط تحریر فرمایا۔ جس میں لکھا تھا۔ کہ
ادت مند گورنر وہ ہے جس کی وجہ سے رعایا اچھی اور سعادت مند ہو اور وہ گورنر بہت ہی بد بخت ہے۔ جس کی وجہ سے وہ بد بخت بن
یں۔ خبردار فراخ روی نہ اپنانا۔ ورنہ تمہارے گورنر بھی اسی طرح ہی کریں گے تب تم اس جانور کی مثل ہو گے جس نے بہت سی گھاس
ی اور اس ظن سے خوب کھائی کہ وہ موٹا تازہ ہو جائے گا۔ لیکن یہی فربہ ہونا ہی اس کی ہلاکت کا باعث ہو گیا۔ لوگوں نے موٹا تازہ
ر اسے ذبح کر کے کھالیا۔

☆ توریت میں جو ظلم بادشاہ کے گورنر کے ہاتھوں سے ہوتا ہے اور بادشاہ اسے جانتے بھی خاموش رہتا ہے۔ تو وہ ظلم اس
شاہ کا ہوگا اس سے مواخذہ کیا جائے گا۔ بادشاہ کو یہ بات معلوم کرنا ضروری ہے کہ اس آدمی سے بڑھ کر اور کوئی بیوقوف نہیں۔ جو اپنی
ت اور دین کو دوسرے کی دنیا کے بدلے بیچ ڈالے۔ یہ تمام کارکن (گورنر حضرات) اور نوکر چاکر صرف دنیا طلبی کی خدمت کرتے
۔ اور اپنے ظلم کو اپنے بادشاہ کی نظر میں بنا سنوار کر پیش کرتے ہیں کہ وہ ظلم نہیں بلکہ مہربانی ہے تا کہ اپنا مقصد پورا کر لیں اور بادشاہ کو
م میں ڈالیں۔ تو غور کرنا چاہئے۔ ان لوگوں سے زیادہ تمہارا دشمن اور کون ہوگا۔ جو اپنے چند روپے پیسوں کی خاطر تمہاری تباہی کا
ان فراہم کریں۔ فی الجملہ یہ کہ جس نے اپنے گورنروں اور نوکروں کو انصاف پر قائم نہ رکھا۔ اور اپنے بیوی بچوں اور غلاموں کو
اف پر نہیں رکھ سکا۔ وہ عوام میں کیسے انصاف قائم کر سکے گا۔ یہ ضروری کام اس سے پورا ہو سکتا ہے جو پہلے اپنی ذات سے عدل
ے اور اس کے ساتھ انصاف قائم کر سکے۔ اور یہ ایسے ہوگا۔ آدمی ظلم وغضب اور اپنی خواہشات کو اپنی عقل پر غالب نہ کرے۔ ان
یات کو عقل و دین کا قبول بنائے اس طرح نہ کرے کہ عقل و دین ظلم وغضب اور شہوت کے قیدی بن جائیں۔ بہت زیادہ ایسے لوگ
تے ہیں۔ انہوں نے عقل کو غضب وشہوت کے تابع بنایا ہے اور حیلہ و بہانہ ڈھونڈتے ہیں تا کہ شہوت وغضب اپنی مراد پا سکے اور پھر
تے ہیں۔ دانشمند وعقلمندی اس کا نام ہے فی الواقع ایسا نہیں۔ کیونکہ عقل فرشتوں کا جوہر اور حق تعالیٰ کا شکر ہے اور غضب وشہوت
ان کا شکر۔ تو انصاف کا سورج سب سے قبل سینے میں طلوع ہوگا اس کے بعد اس کا نور اہل خانہ اور خاص لوگوں میں ظاہر ہوگا پھر
کی روشنی عوام کو دے گی اور جو آدمی اس سورج کے علاوہ اس کی کرنوں کی امید کرتا ہے وہ ایک ناممکن چیز کی طلب رکھتا ہے۔

☆ یہ جاننا ضروری ہے کہ انصاف کمال عقل سے پیدا ہوتا ہے اور عقل کا کمال یہ ہے کہ انسان چیزوں کی حقیقت معلوم کرے اور

marfat.com

اس کے ظاہر پر عاشق نہ ہو۔ مثال کے طور پر جب صرف دنیا کیلئے انصاف چھوڑے تو غور کرے دنیا سے مقصد دوسرا کیا ہے۔ اگر دنیا سے یہی مقصود ہے اچھا کھائے تو یہ جان لینا لازم ہے کہ وہ ایک حیوان ہے انسان کی شکل میں۔ کیونکہ کھانے کا لالچ رکھنا جانوروں کا کام ہے اور اگر اس نے دنیا کو اس لئے پسند کیا ہے۔ کہ دیبا و حریر کا لباس پہنے تو یہ سمجھنا ضروری ہے وہ ایک عورت ہے مرد کی شکل میں آرائش کرنا عورتوں کا کام ہے اور انہی کا طریقہ ہے۔ اور اگر دنیا سے مقصد یہ ہے اپنے مخالفوں پر سزا لگائے اور ان پر غضبناک ہو تو درندوں میں شامل ہوگا۔ جو انسان کی شکل میں ہے۔ کیونکہ غرانا' غضبناک ہونا درندوں کا طریقہ ہے اور دنیا سے اس کی غرض یہ ہے کہ لوگ اس کے حد شکر گزار ہوں تو پھر وہ صرف ایک جاہل ہے جو عقلمند کی شکل میں ہے۔ کیونکہ اگر دانائی اس کے پاس ہوتی تو جانتا کہ خدمت کرنے والے اپنے ہیبت کے خدمت گار ہیں اگر وہ ایک دن بھی ان کی روزانہ کی اجرت نہ دے۔ تو وہ اس کے قریب آئیں گے؟ تو یہ لوگ جو اس کے خدمت گزار ہیں۔ انہوں نے اسے اپنی خواہشات کا جال بنا رکھا ہے اور یہ جو اس کی غلامی کرتے ہیں۔ وہ الواقع اس کی نہیں بلکہ اپنی غلامی کرتے ہیں۔ ثبوت اس کا یہ ہے اگر کوئی آدمی صرف جھوٹ پر مبنی یہ بات کر دے۔ حکومت و اقتدار اور آمر کو ملنے والا ہے تو یہ تمام لوگ اس سے چہرے پھیر لیں گے اور اس دوسرے سے قرب تلاش کریں گے ان لوگوں کی حالت تو ہے جہاں سے انہیں روپیہ ملے گا۔ تو بھی وہیں خدمت اور سجدے کرنے لگیں گے۔ تو حقیقت میں یہ خدمت نہیں بلکہ صاحب مال پر ہنسنا اور اس کا تمسخر کرنا ہے۔

☆ تو عقلمند وہی ہے جو افعال کی اصلیت اور اس روح کو سمجھے اور ان کی شکل اور ظاہر نہ دیکھے ان تمام باتوں کی اصل وہی ہے جو بیان کر دی گئی تو اگر وہ اس اصل کو نہ جانے تو عاقل نہیں بلکہ وہ جاہل ہے جو عاقل نہیں۔ وہ عادل نہیں اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اس بنیاد پر تمام نیکیوں کی اصل اور جڑ اصل عقل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قاعدہ نمبر ۱۰

☆ یہ ہے کہ بادشاہ پر غرور غالب نہ ہو۔ اس سے اس پر غضب و غیظ غالب ہوگا اور یہ اسے بدلہ لینے پر ابھارے گا۔ پس غیظ غضب عقل کیلئے دیو کے ہیں۔ ہم غضب کی مصیبت اور اس کے علاج کی وضاحت اس کتاب کے رکن چہارم مہلکات میں کریں گے یہ معلوم کرنا ضروری ہے جب غیظ و غضب کا غلبہ ہو اس وقت یہ کوشش کرنا لازمی ہے۔ تمام کاموں میں اس کا جھکاؤ عفو و درگزر کی طرف ہے اور کرم و بردباری اپنا طریقہ بنا لے۔ اسے یہ سمجھنا لازم ہے جب کرم و بردباری کو اپنا طریقہ کرے گا۔ تو وہ انبیاء و صحابہ اور اولیاء کی طرح ہوگا۔ (یہ سب حضرات کرم پیشہ تھے) اور اسے ابلہ اور نادان لوگوں کی مانند نہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ تو جانوروں اور درندوں جیسے ہیں۔

کہانی

☆ منقول ہے کہ (ابو جعفر منصور) کا عہد حکومت تھا۔ ایک دن اس نے ایک خیانتدار کے قتل کا فرمان جاری کیا۔ اس وقت حضرت شیخ مبارک بن نصار رحمہ اللہ تعالیٰ حاضر تھے۔ انہوں نے فرمایا اے امیر المومنین اس قتل سے پہلے مجھ سے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک حدیث سنو۔ ابو جعفر نے کہا سنائیں انہوں نے کہا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام

marfat.com

نے فرمایا۔ بروز قیامت تمام مخلوق کو ایک صحرا میں اکٹھا کیا جائے گا اور منادی آواز دے گا۔ جس کا اللہ عزوجل پر حق ہو وہ کھڑا ہو جائے اس وقت کوئی آدمی کھڑا نہ ہوگا۔ سوائے اس آدمی کے جس نے کسی کو معاف کیا ہوگا۔ یہ حدیث سننے پر ابوجعفر بولا اسے چھوڑ دو۔ میں نے اسے معاف کر دیا۔

☆ اکثر غصہ اور غضب اس وجہ سے ظاہر ہوتا ہے کوئی آدمی ان سے زبان درازی کرنے والے کو علی الفور قتل کر دے۔ ایسے وقت بادشاہ کو لازم ہے۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے اس قول کو یاد کرے۔ جو انہوں نے حضرت یحییٰ نبینا وعلیہ السلام سے کہا تھا۔ اگر الزام لگانے والا تیرے بارے درست کہہ رہا ہے تو اس کا شکریہ ادا کر۔ اور اگر وہ جھوٹ بول رہا ہے تو بہت زیادہ شکر ادا کر۔ کیونکہ تیرے نامہ اعمال میں ایک بھلائی کے عمل کا اضافہ ہوا۔ بغیر اس کے کہ اس کے عمل میں تو نے کچھ تکلیف جھیلی یعنی اس آدمی کی عبادت تیرے نامہ اعمال میں لکھ دی جائے گی۔ جس کے لئے تو نے تو محنت نہیں کی۔

☆ منقول ہے۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ایک آدمی کی ایسے تعریف کی گئی وہ بہت زور آور ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ایسے کہنے والے نے کہا۔ وہ جس کسی سے لڑتا ہے اس کو ہرا دیتا ہے اور ہر آدمی پر حاوی رہتا ہے۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا طاقت ور اور مرد وہ آدمی ہے جو اپنے غضب پر کنٹرول کر کے وہ آدمی نہیں ہے جو کسی کو پچھاڑ دے۔

☆ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا۔ تین اشیاء ہیں جسے یہ حاصل ہو جائیں۔ اس کا ایمان ایمان ہے۔ یہ کہ جب غصہ کرے تو کسی جھوٹی بات کا قصد نہ کرے جب خوش ہو تو اس کا حق ادا کرے۔ اور جب طاقت رکھتا ہو تو اپنے حق سے زیادہ نہ لے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ لوگوں میں اس آدمی پر بھروسہ نہ کرو۔ جب تک تم اسے غضب کی حالت میں نہ دیکھ لو۔ (وہ غصہ پر قابو کرنے والا ہے) اور جب تک تم کسی آدمی کو لالچ و ہوس میں پرکھ نہ لو۔ اس کے دین پر بھی بھروسہ نہ کرو۔ حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک دن مسجد کی جانب جا رہے تھے۔ رستے میں ایک آدمی نے انہیں گالی دی۔ آپ کے نوکروں نے اسے مارنے کا قصد کیا۔ آپ نے انہیں روک دیا۔ اور اس آدمی سے فرمایا۔ میرے بارے تم پر اس سے زیادہ پوشیدہ رہا ہے۔ جو تم نے کہا ہے کیا تمہاری کوئی حاجت مجھ سے پوری ہونا ممکن ہے۔ اگر ہے تو مجھے بتاؤ۔

☆ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے جو غصہ کو پی جاتا ہے اور ممکن ہو تو اسے دل سے نقال دے۔ تو اللہ عزوجل اس آدمی کے دل کو دین و ایمان سے بھر دیتا ہے۔ اور جو شاندار کپڑے نہیں پہنتا تاکہ وہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عاجزی کا اظہار کر رہا ہے۔ تو اللہ عزوجل اسے جنتی لباس عنایت فرماتا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا افسوس ہے اس آدمی پر جو غضبناک ہو۔ اور اس وقت خود پر اللہ عزوجل کے غضب کو بھول جائے۔

☆ ایک آدمی نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجھے کوئی اس طرح کا عمل بتائیں۔ جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا۔ غصہ مت کرو۔ جنت تمہاری ہے۔ اس نے عرض کی۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کچھ اور فرمائیں۔ فرمایا کسی آدمی سے کسی شے کا طالب مت ہو۔ جنت تمہاری ہے۔ اس نے عرض کی۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کوئی اور کام بتائیں۔ فرمایا۔ نماز کے بعد ستر دفعہ استغفار کرو۔ تاکہ تمہارے ستر سالہ گناہ بخشے جائیں۔ اس آدمی نے

marfat.com

کہا میرے تو ستر سالہ گناہ نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس میں تمہاری ماں کے گناہ بھی شامل ہیں۔ اس نے عرض کی میری ماں کے گناہ بھی ستر سال کے نہیں ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے باپ کے گناہ اس نے کہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے والد ستر سالوں جتنے گناہ نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا تیرے بھائیوں کے ستر سالوں کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غنیمت کا مال بانٹ رہے تھے۔ ایک آدمی نے کہا۔ یہ تقسیم تو اللہ کیلئے نہیں ہے۔ یہ سن کر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ اور آپ بہت زیادہ خشمگیں ہوئے۔ لیکن اس وقت میں آپ نے اتنا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ عزوجل میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام پر رحمت فرمائے۔ انہیں لوگوں نے اس سے زیادہ ستایا۔ اور انہوں نے اس پر صبر فرمایا۔ اخبار و حکایات سے اتنی باتیں بطور نصائح اہل ولایت اور بادشاہوں کے بہت کفایت کرنے والی ہیں۔ جب حقیقت ایمان برقرار ہو تو یہ باتیں اثر انداز ہوتی ہیں اور اگر ان کا اثر نہ ہو تو سمجھ لینا ضروری ہے کہ ایمان نہیں۔ اس کا دل ایمان سے خالی ہے اور باتوں کے علاوہ اس آدمی کے دل و زبان پر اور کچھ نہیں۔ ایمان کی بات جو دل میں ہوتی ہے۔ وہ دوسری ہے اور ظاہری ایمان اور ہے۔

☆ میں یہ کہنے کی طاقت نہیں رکھتا ایسے عامل (گورنر) کے ایمان کی اصل کیا ہونگی جو دوسرا سال ہزاروں روپے حرام سے کھا جاتا ہے آپ کھاتا ہے اور اپنے سے وابستہ دوسرے لوگوں کو کھلاتا ہے۔ قیامت میں سب لوگ (جن کا مال اس نے زبردستی کھایا) اس سے وہ مال مانگیں گے اور اس کی نیکیاں دوسروں کو سونپ دی جائیں گی۔ یہ کہیں بے خبری اور مسلمانوں سے دوری کی بات ہوگی۔ والسلام (کتاب کیمیائے سعادت کا ترین اول اور دوم ختم ہوا۔

الحمد اللہ رب العلمین و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ الطیبین و سلم و تسلیما دائما کثیرا.

رکن نمبر ۳

عقبات دین جنہیں مہلکات کہتے ہیں

اصل نمبر ۱ : ریاضت نفس اور خوئے بد سے پاکی حاصل کرنا

☆ ہم اس میں اچھی عادت کی عظمت و اہمیت کے بارے بیان کریں گے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے اچھی عادت کی اصل اور حقیقت واضح کریں گے اور بتائیں گے کہ ریاضت سے خوئے نیک حاصل کی جاسکتی ہے۔ (اس کا حصول ممکن ہے) پھر اس کے حاصل کرنے کا طریقہ بیان کریں گے۔ صبری عادت و فطرت کی علامات بیان کی جائیں گی۔ اس کے بعد ہم وہ طریقہ بیان کریں گے۔ جس کے ساتھ کوئی آدمی اپنے نقص کو خود پہچان سکے۔ پھر خوئے نیک پیدا کرنے کی تدابیر بتائیں گے۔ اس کے بعد بچوں کی پرورش اور ان کی تربیت ذکر کریں گے اور بتائیں گے کہ اس کی ابتدا کار میں مریض کو کیسے کوشش کرنا ضروری ہے۔ اب ہم سب سے پہلے خوئے نیک کی فضیلت اور اس کا ثواب بیان کرتے ہیں۔

marfat.com

فضیلت واجر خوئے نیکی

☆ یہ علم رکھنا ضروری ہے۔ اللہ عزوجل نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خلق نیک کی یوں توصیف فرمائی۔ (بے شک آپ خلق عظیم کے مالک ہیں) خود دونوں جہانوں کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے اس لئے بھیجا گیا تا کہ میں اخلاق محاسن اور ان کی خوبیوں کا اہتمام کروں۔ نیز آپ نے ارشاد فرمایا۔ اعمال کے پلڑے میں سب سے عظیم شے جو رکھی جائے گی وہ خوئے نیک ہے۔

☆ ایک آدمی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے معلوم کیا دین کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ خلق نیک۔ پھر وہ آپ کے دائیں طرف گیا اور یہی سوال دہرایا۔ آپ نے اسے وہی جواب دیا۔ پھر وہ بائیں طرف گیا۔ وہی سوال کیا آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ آخری بار اس کے معلوم کرنے پر فرمایا۔ تجھے نہ پتہ دین یہ ہے تجھے غصہ نہ آئے۔ تو غضبناک نہ ہو۔

☆ روایت ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معلوم کیا گیا۔ افضل ترین اعمال کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ نیک خلق' ایک آدمی نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا۔ مجھے نصیحت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا۔ تو جہاں کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہ۔ اس نے کہا۔ کچھ اور نصیحت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا ہر برائی کے بعد اچھائی کرتا کہ وہ اسے مٹا دے۔ اس آدمی نے عرض کی کچھ اور نصیحت فرمائیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ نیک لوگوں کے ساتھ ربط و ملاقات رکھ۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جسے اللہ عزوجل نے نیک اخلاق عنایت کئے ہیں۔ اور خوبصورت چہرہ دیا ہے۔ اسے لازم ہے کہ انکو جہنم کا ایندھن نہ بنائے۔

☆ لوگوں نے آقا علیہ الصلوٰ والسلام سے عرض کیا۔ فلاں عورت دن کو روزہ اور رات نماز میں گزارتی ہے۔ لیکن وہ بدمزاج ہے۔ اپنی زبان سے اپنے ہمسائیوں کو دکھ دیتی ہے۔ آپ نے فرمایا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے خوئے بد بندگی اور اطاعت کو ایسے برباد کر دیتی ہے جیسے سرکہ شہد کو برباد کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا میں فرماتے۔ اے اللہ عزوجل تو نے میری خلقت خوب کی۔ تو میرے اخلاق کو بھی اچھا بنا دے۔ آپ یہ بھی فرماتے اے اللہ عزوجل تو مجھے تندرستی' عافیت اور اچھی عادات عطا فرما۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لوگوں نے معلوم کیا۔ بندے کے حق اللہ عزوجل کی کونسی عطا زیادہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا خلق نیک پھر آپ نے فرمایا۔ نیک اخلاق گناہوں کو ایسے ختم کر دیتے ہیں جیسے سورج برف کو پگھلا دیتا ہے۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں موجود تھا۔ آپ نے فرمایا کل رات میں نے ایک انوکھی شے کا نظارہ کیا میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا۔ جو گھٹنوں کے بل (اوندھا) پڑا تھا۔ اور اس کے اور اللہ عزوجل کے مابین ایک پردہ حائل تھا اس آدمی کے نیک اخلاق آئے اور وہ پردہ وحجاب دور ہو گیا۔ اور اس خلق نیک نے اسے اللہ عزوجل تک پہنچا دیا۔ آپ نے فرمایا۔ بندہ خلق نیک کی وجہ سے اس آدمی کا مرتبہ پا لیتا ہے۔ جیسے کوئی دن کو روزہ رکھے۔ اور رات کو نماز ادا کرے۔ اسے آخرت میں ابھی اعلیٰ درجات ملتے ہیں۔ اگرچہ وہ عبادت میں کم بھی ہوتا ہے تو اسے اچھے اخلاق کی وجہ سے آخرت میں اعلیٰ درجات عطا ہوتے ہیں۔

☆ سب سے زیادہ محبوب اخلاق رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تھے۔ ایک دن آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کچھ عورتیں اونچی آواز سے باتیں کر رہی تھیں اور شور ڈال رہی تھیں۔ اسی دوران حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں پہنچ گئے۔ وہ عورتیں وہاں

marfat.com

سے بھاگنے لگیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اے اپنی جان کی دشمنو مجھ سے خوف کھا رہی ہو۔ اور محوآ قا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تمہیں خوف نہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بنسبت تمہارا ڈر بہت زیادہ ہے۔ اور آپ ان سے زیادہ تنومزاج ہیں اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ایک دفعہ فرمایا۔ اس اللہ عزوجل کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ شیطان تمہیں جس رستے پر دیکھتا ہے اسے چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے اور تمہاری ہیبت سے وہ رستہ چھوڑ دیتا ہے۔

☆ حضرت شیخ فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ میں نیک و فاسق کی صحبت و ہمنیشنی کو بدخوکار کی صحبت سے زیادہ اچھا سمجھتا ہوں۔ حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ ایک دن رستے میں ایک بدمزاج کے ساتھ جا رہے تھے۔ جب وہ اس سے الگ ہوئے تو رونے لگے۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا۔ میں اس وجہ سے رو رہا ہوں۔ بدخو بیچارہ تو میرا ساتھ چھوڑ گیا۔ لیکن اس کی بدمزاجی نے اس کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اور وہ اس کے ساتھ قائم ہے۔ حضرت شیخ کھتانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ صوفی ہونا نیک خو ہونا ہے تو جو کوئی تم میں سے نیک خوئی میں بڑھ کر ہے وہ تم سے بڑا اور بلند رتبہ صوفی ہے۔

حضرت شیخ یحییٰ ابن معاذ رازی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا خوئے بد ایسی مصیبت ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے کوئی عبادت نفع نہیں دیتی۔ اور خوئے نیک ایسی فرمانبرداری ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے کسی معصیت سے ضرر نہیں پہنچتا۔

حقیقت نیک خوئی

☆ یہ معلوم کرنا ضروری ہے۔ نیک خوئی کیا ہے؟ اس کے بارے بہت کچھ کہا گیا اور ہر کسی نے اپنے تجربے اور مشاہدے کے مطابق اس کی توضیح کی ہے۔ لیکن اس کی جامع و مانع تعریف نہیں کی جا سکی۔ جیسا کہ ایک عقلمند کا قول ہے۔ کشادہ روئی کا نام نیک خوئی ہے۔ ایک دانا کا قول ہے۔ لوگوں کی تکلیف کو برداشت کرنا نیک خوئی ہے۔ ایک صاحب فرماتے ہیں۔ ''بدلہ نہ لینا'' نیک خوئی ہے اور ایسے ہی اس کی بہت سی تعریفات کی جا چکی ہے اور سب تعریفات فروعی ہیں۔ اس کی اصل اور جامع تعریف کی میں بھی ظاہر نہیں کی گئی ہے۔ ہم یہاں اس کی اصل اور جامع تعریف واضح کرتے ہیں۔

☆ یہ علم ہو کہ انسان دو چیزوں کے ساتھ پیدا کیا گیا۔ ایک جسم جسے ان ظاہری آنکھوں سے دیکھنا ممکن ہے۔ اور ایک روح جسے چشم قلب کے علاوہ کسی اور شے سے دیکھنا ممکن نہیں۔ ان دونوں کے ساتھ برائی اور اچھائی وابستہ ہے ایک کو حسن خلق اور دوسرے کو حسن خلق کہتے ہیں۔ حسن خلق سے مراد صورت باطنی ہے۔ جیسے حسن خلق کا مطلب ظاہری صورت ہے۔ اور جیسے ظاہری صورت کو تب اچھا کہا جاتا ہے۔ آنکھیں خوبصورت ہو۔ ذہن خوبصورت ہو۔ اور جب ناک منہ اور آنکھیں خوبصورت ہوتی ہیں۔ تو دیگر اعضاء بھی ان کی مناسبت سے خوبصورت ہوتے ہیں۔ تو یہی حالت صورت باطنی کی ہے۔ تو وہ اس وقت تک خوبصورت نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس کے اندر یہ تمام قوتیں اچھی اور عمدہ حالت میں نہ ہوں۔ یعنی قوت علمی، قوت ختم، قوت نبوت اور عدل کی طاقت!!!

☆ قوت علم سے ہمارا مطلب زیرکی اور دانشوری ہے۔ قوت علم کی خوبی یہ ہے کہ آسانی سے کلام کے جھوٹ اور سچ میں امتیاز کر سکے۔ اور برائی سے اچھائی ممتاز کر سکے۔ ایسے ہی اعمال و افعال کی برائی میں تمیز دینا ہے۔ اور حق کو باطل سے پہچان لینا ہے۔ (حق و باطل میں تمیز کر سکتا) استقامت میں (کونسا عقیدہ حق ہے اور کونسا باطل ہے) جیسے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

marfat.com

وَمَنْ يُؤْتَى الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا — جسے حکمت ملی۔ اسے بہت بھلائی ملی۔

(پ ۳، سورۃ بقرہ ایت ۲۶۹) (ترجمہ وکنز الایمان)

☆ قوت غضب کی خوبی وخوبصورتی یہ ہے وہ شرع شریف کے فرمان کے موافق ہو۔ اس سے بڑھے نہیں۔ شرع کے حکم کے موافق اس کا ظہور ہو اور اس کے حکم کے مطابق وہ فرد ہو۔

☆ قوت شہوت کی خوبی ونیکوئی یہ ہے کہ وہ سرکشی نہ کر سکے۔ اور شرع وعقل کے فرمان کے تابع ہو۔ تاکہ عقل وشرع شریف کی فرمانبرداری آسانی سے کر سکے۔

☆ قوت عدل کی نیکی واچھائی یہ ہے۔ غضب وشہوت پر ایسے کنٹرول رکھے جیسے دین وعقل کا اشارہ ہو۔ غیظ وغضب کی مثال شکاری کتے کی سی ہے اور شہوت کی گھوڑے کی سی۔ اور عقل کی مثال اس گھوڑے پر سوار ہونے والے کی سی ہے اور گھوڑا کبھی کبھی سرکشی پر بھی اتر آتا ہے اور اشاروں پر چلتا ہے اور کتا کبھی سکھلایا ہوا بھی ہوتا ہے۔ (اس کے موافق کام کرتا ہے) اور کبھی اپنی طبیعت وفطرت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ تو جب تک گھوڑا تربیت دیا گیا اور کتا ٹریننگ شدہ نہ ہوگا۔ شکاری کو یہ امید نہ کرنا چاہئے کہ وہ شکار پالے گا بلکہ اس بات کا خطرہ ہے کہیں خود تباہ نہ ہو جائے۔ کتا اسی پر ہی حملہ نہ کر دے اور گھوڑا اسے زمین پر نہ پٹخ دے اور انصاف کا یہ مطلب ہے کہ ان دونوں (غضب وشہوت) کو عقل ودین کا فرمانبردار بنائے۔ کبھی شہوت کو خشم وغضب پر مسلط کر دے۔ تاکہ اس کی بغاوت نیست ونابود ہو جائے اور خشم وغضب کو شہوت پر مسلط کر دے۔ تاکہ اس کی ہوس ختم ہو جائے۔ جب ان چاروں صفات میں خوبی اور اچھائی ظاہر ہو جائے گی تو پھر اسے خوبی مطلق کہا جائے گا۔ اگر ان میں سے کچھ میں خوبی ہو اور کچھ میں نہ ہو تو اس خوبی کو مطلق نہ کہا جائے گا۔ جیسے کسی کا منہ تو اچھا ہو لیکن ناک خوبصورت نہ ہو۔ تو یہ مطلق خوبصورتی نہ ہوگی۔

☆ یہ علم رکھنا ضروری ہے۔ جب ان چاروں میں سے کوئی ایک بھی صحیح نہ ہوگی۔ تو اس سے برے اخلاق اور برے کام ظاہر ہوں گے۔ ان صفات کی برائی اور خرابی دو وجہوں سے ہوتی ہے۔ ایک کا محدود نہ ہونا حد سے بڑھ جانا۔ اور دوسری صورت میں نامکمل ہونا۔ ایسے ہی جب قوت علمی حد سے بڑھ جاتی ہے۔ تو وہ برے حصوں میں خرچ ہونے لگتی ہے۔ اور اس سے چالاکی اور سب کچھ جاننے والا ہونا جیسی بری صفت جنم لیتی ہے اور جب یہ نامکمل اور حد سے کم ہوتی ہے۔ تو اس سے ابلہی (بے خبری) اور حماقت کا وجود آتا ہے۔ جب یہ اعتدال پر ہوتی ہے تو اس سے صحیح تدبیر اور درست رائے، مناسب اور صحیح فکر وخیال اور درست عقلمندی کی صفات جنم لیتی ہیں۔

☆ جب غصے کی طاقت حد افراط میں ہو تو اسے ''تہور'' کہا جاتا ہے اور جب یہ نامکمل اور حد سے کم ہوتی ہے۔ تو اس سے اس وقت دلی اور بے غیرتی وجود میں آتی ہے اور جب یہ اعتدال کی میں ہو۔ یعنی مدعو سے زیادہ اور نہ اس سے کم تو اسے شجاعت کہتے ہیں اور اس شجاعت سے بخشش، بزرگ ہمتی، بہادری، حلم، بردباری، نرم روی، غصے کو کنٹرول کر لینا اور اس قسم کے دیگر اوصاف جنم لیتے ہیں اور تہور سے جنی، غرور ڈھیٹ پن اور خطرناک کاموں میں دخل اندازی اور ایسی ہی دوسری بری صفات جنم لیتی ہے۔ اور جب یہ تفریط (حد سے کم ہونا) کی صورت میں ہو تو اس سے بے بسی (خود خواری) بے چارگی، رونا دھونا دوسروں کی خوشامد اور ذلت کے اوصاف جنم لیتے ہیں۔

☆ اب باقی رہ گئی۔ قوت شہوانی! جب یہ عالم افراط (حد سے بڑھا ہوا ہونا) یا حد سے بڑھتی ہے۔ تو اسے ''شرہ'' کہتے ہیں۔ اور

marfat.com

اس سے شوخی' ڈھٹائی' بے باکی' بے مروتی' ناپاکی' حسد اور امراء وتونگر حضرات کے ہاتھوں ذلت جھیلنا اور درویشوں کو ہیچ سمجھے جیسے برے اوصاف جنم لیتے ہیں جب یہ حد تفریط (حد سے بہت کم ہونا) پیدا ہوتی ہی تو اس سے سستی' بے شرمی' بے حسی کے جذبات وجود میں آتے ہیں۔ اور جب یہ اعتدال کی حالت میں ہوتی ہے تو اس سے شرم قناعت' طاعت' صبر' پاک دلی اور دوسروں سے مطابقت کے آثار وجود میں آتے ہیں۔ اب معلوم ہو کیا ہوگا ان طاقتوں میں سے ہر ایک قوت کے دو اطراف ہیں اور دونوں خراب و مذموم ہیں۔ فقط ان کا اعتدال اچھا اور پسند کیا جانے والا ہے۔ اور ان کے دونوں کناروں میں جو درمیانہ حصہ ہے۔ وہ بال سے بڑھ کر باریک ہے یعنی اعتدال اور اس کا نام صراط مستقیم ہے۔ یہ اپنی باریکی میں آخرت کے صراط کی طرح ہے۔ جو کوئی دنیا میں اسی صراط تک سیدھا قدم اٹھائے گا (صحیح اور غلط) راستے پر چلے گا۔ تو کل قیامت کو اس صراط سے اس کو کوئی خطرہ نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے۔ اللہ عزوجل نے ہر ایک میں اعتدال کی حد لگا دی ہے اور ان کی دونوں سائیڈوں پر قدم رکھنے سے روک دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا. (پ۱۹' سورۃ فرقان آیت ۶۷)

اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں۔ نہ حد سے بڑھے۔ نہ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں۔

(ترجمہ: کنز الایمان)

اللہ عزوجل نے اس فرمان میں اس آدمی کی تعریف کی۔ جو نفقہ کے اندر نہ تنگی کرتا ہے۔ اور نہ فضول خرچی۔ بلکہ درمیانہ روی اپناتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ. (پ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت ۲۹)

اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ پورا کھول دے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

☆ پس یہ علم ہونا ضروری ہے مطلق نیک خوئی یہ ہے جس میں سب باتیں بشرط اعتدال موجود ہوں۔ جیسے خوبصورتی جسم کے سب اعضاء سڈول اور اچھے ہوں لوگ اس لحاظ سے چار قسم کے ہیں۔

نمبر ۱- وہ شخص جو ان سب صفات کا کمال اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور اس میں نیک خوئی بدرجہ کمال پائی جاتی ہو۔ پس تمام مخلوق کو ایسے آدمی کی پیروی کرنی چاہئے۔ اور ایسا آدمی اور ایسی ہستی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ جیسے کمال خوبصورتی حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے ساتھ خاص ہے۔

نمبر ۲- دوسرا یہ کہ یہ صفات اس آدمی کے اندر بہت ہی برائی وزشتی کے ساتھ پائی جاتی ہوں۔ اس کا نام مطلق بدخوئی ہے۔ مخلوق کو اسے نکال باہر کر دینا ضروری ہے اور زشتی جس کا نام ہے۔ وہ شیطان کی زشتی ہے جو باطن اور اخلاق وصفات کی زشتی ہے۔

نمبر ۳- وہ جو زشتی اور خوبی کے مابین ہو۔ لیکن اچھائی سے بہت قریب ہو۔

نمبر ۴- وہ جو ان دونوں کے درمیان ہو۔ لیکن زشتی سے زیادہ قریب ہو۔ جیسے ظاہری حسن میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ اس میں اچھائی حد درجہ محدود ہوتی ہے۔ اور زشتی بہت کم ہوتی ہے۔ بلکہ بسا اوقات اس کی درمیانی حالت ہوتی ہے۔ ایسے اچھے اخلاق میں بھی اس کی یہی صورت ہوتی ہے۔ پس ہر ایک آدمی کو کوشش کرنا ضروری ہے اگر وہ درجہ کمال نہ پا سکے تو کم از کم اس درجہ تک ضرور جا پہنچے جو

marfat.com

کمال سے زیادہ قریب ہو۔ ہاں اس کے سب اخلاق اچھے یا بہت زیادہ اچھے بہت کم برے ہوں۔ یا کچھ نیک اور اچھے ہوں۔ جیسے خوش مزاج اور بدمزاجی (زشت) میں تفاوت درجات کی کوئی منزل ہیں۔ ایسے ہی خلق میں بھی تفاوت درجات کی کوئی حد وانتہا نہیں ہے۔

☆ یہ خلق کے معانی تھے۔ جو ہم نے واضح کر دیئے۔ اور فقط ایک شے نہیں ہے نہ دس بیس۔ بلکہ لاتعداد ہیں۔ لیکن ان تمام کی اصل وہی چاروں قوتیں ہیں۔ یعنی قوت علم، قوت غضب، قوت شہوت اور انصاف کی طاقت اور دوسری تمام اشیاء اور باتیں اس کی فروع ہیں۔

حصول خلق نیک ممکن ہے

☆ یہ علم ہونا ضروری ہے۔ ایک جماعت یہ کہتی ہے۔ جس طرح ظاہر تخلیق کے ساتھ نظر آتا ہے۔ ایسے میں کوتاہ کو دراز اور لمبے کو چھوٹا نہیں کہا جا سکتا۔ ایسے ہی زشت کو خوب اور خوب کو زشت نہیں بنایا جا سکتا۔ لیکن ان لوگوں کا اس طرح گمان کرنا خطا ہے اگر یہ بات درست ہوتی تو پھر تادیب وتربیت پند ونصائح اور اچھی باتوں کی رغبت دلانا یہ تمام باتیں جھوٹی قرار پاتی ہیں۔ اور رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ تم اپنے اخلاق اچھے بناؤ' یہ بات پھر کیسے ناممکن ہو سکتی ہے۔ غور کرو! جانوروں کو سکھا کر بغاوت سے باز رکھا جا سکتا ہے۔ جنگلی جانوروں میں محبت کا جذبہ پیدا کر دیا جاتا ہے تو اس کا نیک خلقت پر چلنا باطل ہے اصل یہ ہے کہ کام دو قسم کے ہوتے ہیں کچھ وہ ہیں جو انسان کے اختیار میں ہیں۔ (یعنی افعال اختیاری وارادی وغیرہ) یعنی انسان کے اختیار کو ان میں دخل ہے۔ کچھ وہ ہیں جو انسان کے اختیار سے باہر ہیں۔ جیسے کھجور کی گٹھلی سے سیب کا درخت اگانا ممکن نہیں ہے۔ ہاں اس سے کھجور کا ہی درخت اگانا ممکن ہے۔ بشرطیکہ اس کی پرورش کی جائے اور اس کے تمام لوازمات پورے کئے جائیں۔ تو اسی طرح غضب اور خواہش کی حقیقت (جذبہ املی کو انسان کے اختیار کے ذریعہ نہیں نکالا جا سکتا۔ انسان کے اختیار میں نہیں ہے) لیکن اس غصے کی طاقت اور شہوانی قوت کو ریاضت سے اعتدال کی حد پر لانا ممکن ہے اور ایسا تجربہ سے معلوم ہو چکا ہے۔ بہرحال کچھ اخلاق کی تربیت اور ان کو حد اعتدال پر لانا بہت زیادہ مشکل بھی ہے۔ اس مشکل کے دو باعث ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ خلق حقیقت فطرت میں بہت زیادہ طاقتور ہو اور دوسرا یہ کہ ایک مدت تک اس کی فرمانبرداری میں رہا ہے۔ (یعنی خلق بد کو اپنائے رکھا ہے)

چہار درجات اخلاق

☆ اخلاق کے چار درجات ومراتب ہیں

درجہ نمبر ا۔ انسان سادہ ہو۔ نیک وبرے کی پہچان نہ ہو۔ نہ اچھی وبری کی عادت کو اپنایا ہو' یا وہ اپنی فطرت اولین پر ہو۔ تو اسطرح کی فطرت نقش پذیر ہوتی ہے اور بہت جلد ہی درستگی کو قبول کر لیتی ہے اسے صرف سکھانے والے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاکہ وہ اسے برے اخلاق کی بلاؤں سے روشناس کرائے۔ اور اسے اچھے اخلاق کی جانب رستہ بتلائے۔ آغاز میں بچوں کی ایسی ہی فطرت ہوتی ہے۔ (یعنی سادہ وصاف) اور ان کے ماں باپ ان کی راہ کھوئی کرتے ہیں۔ انہیں دنیا کا لالچی بنا ڈالتے ہیں۔ انہیں اتنی چھوٹ دیتے ہیں وہ جیسے چاہیں زندگی گزاریں۔ ان کا خون ناحق ماں باپ کی گردن پر ہوتا ہے۔ اس بنیاد پر اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا۔

marfat.com

قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا. اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔
(پ ۲۸ ' سورۃ تحریم آیت ۶) (ترجمہ کنزالایمان)

درجہ نمبر۲

☆ یہ ہے کہ کبھی ایک آدمی نے بری باتوں پر اعتقاد نہیں کیا۔ لیکن وہ سدا کے لئے شہوت وغضب کی اتباع کا عادی بن گیا۔ اس کے باوجود کہ وہ جانتا ہے یہ کام کرنا مناسب نہیں۔ تو ایسے آدمی کی درستگی ایک مشکل کام ہے۔ ایسے آدمی کو دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک یہ کہ اس سے فساد کی عادت دور کر دی جائے دوسری یہ ہے۔ صلاح درست کی جائے اس کے اندر تخم کاری جائے۔ ہاں اگر اس میں اس کا احساس جنم لے لے۔ میری درستگی ہونا ضروری ہے اور یہ برا فعل مجھ سے دور ہونا چاہئے۔ تو ایسے آدمی کی بہت جلد اصلاح ہو جاتی ہے۔ اور فساد کی عادت اس سے دور ہو جاتی ہے۔

درجہ نمبر۳

☆ فساد کی عادت ایک آدمی کے اندر جنم لے چکی ہو۔ اسے یہ بھی علم نہ ہو۔ ایسے افعال نہ کرنے چاہئیں۔ بلکہ فساد کی عادت اس کی نظر میں اچھی اور خوبصورت ہے۔ تو ایسے آدمی کی شاذ و نادر ہی اصلاح ہو سکتی۔

درجہ نمبر۴

☆ وہ فساد کی عادات پر فخر کرتا ہے اور خیال کرتا ہے یہ بہت عظیم کام ہیں۔ جیسے کوئی آدمی لاف زنی کرتا ہے۔ میں تو اتنے آدمی مار چکا ہوں اور اس قدر شراب پی چکا ہوں تو اس طرح کے آدمی کی درستگی نہیں ہو سکتی۔ بہر حال آسمانی نیک بختی اس کے حال کا ساتھی ہو تو یہ اور بات ہے۔ ورنہ یہ انسان کے بس کی بات نہیں۔

طریقہ علاج

☆ یہ علم ہونا ضروری ہے جو چاہتا ہے کہ وہ کسی عادت کو چھوڑ دے۔ تو اس کا صرف ایک طریقہ ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ عادت جس طبقے کو کرنے پر ابھارے تو اصلاح کی طلب کرنے والا آدمی اس کے برعکس کرے۔ کیونکہ شہوت کو مخالفت کے علاوہ کے ساتھ شکست نہیں دی جا سکتی۔ ہر شے کو اس کی ضد توڑتی ہے جیسے اس بیماری کا علاج جو گرمی سے جنم لیتی ہے۔ سردی کھانے سے کیا جاتا ہے ایسے ہی کنجوس کی بری عادت کا علاج سخاوت و داد و دہش ہے۔ ایسے ہی دوسرے عادات کو قیاس کرنا چاہئے تو جس کام میں اچھی عادت پیدا کی جائے گی۔ اس میں اچھا خلق پیدا ہو جائے گا۔ اور شرع شریف نے جو اچھے کام کرنے کی تعلیم دی ہے اس کا یہی راز ہے۔ غرض یہ ہے کہ اس سے میری صورت یا بری عادت سے دل متنفر ہو جائے اور اس کا رخ اچھی صورت کی جانب ہو جائے انسان محنت اور تکلف سے جس بات کی عادت ڈالتا ہے۔ وہ اس کی طبیعت (فطرت) بن جاتی ہے۔ بچے کو دیکھو۔ وہ آغاز میں تعلیم سے جی چراتا ہے اور مکتب سے بھاگتا ہے اور پڑھائی سے بچتا ہے۔ لیکن جب اسے التزام سے تعلیم دی جاتی ہے تو پھر وہی شے جس سے وہ بھاگتا تھا اس کی طبیعت بن جاتی ہے اور جب وہ جوان ہوتا ہے تو اسے علم سے لطف ملتا ہے۔ اور وہ لکھائی پڑھائی کے بغیر چین نہیں پا سکتا۔ بلکہ یہاں

marfat.com

تک کہ اگر کبوتر بازی، شطرنج بازی یا کمار بازی کسی کی طبیعت بن جاتی ہے۔ تو وہ دنیا کے تمام آرام اور جو مال و متاع اس کے پاس ہوتا ہے ان بازیوں پر لگا دیتا ہے اور انہیں ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ بلکہ کچھ اشیاء جو انسان کی طبیعت کے برعکس ہوتی ہیں وہ بھی عادت کی بنیاد پر طبع ثانی ہو جاتی ہیں۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو برائی پر فخر کرتے ہیں۔ اس کے باوجود کہ انہیں کوڑے مارے جاتے ہیں۔ ہاتھ کاٹے جاتے ہیں۔ لیکن وہ ان سب باتوں پر صبر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر سینگی لگانے والوں اور جھاڑ دینے والوں کو ہی دیکھ لو وہ ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں کہ ایسا فخر علماء اور بادشاہ حضرات بھی آپس نہیں کرتے ہیں۔ یہ سب باتیں سعادت کا ثمرہ ہیں۔ جو لوگ مٹی کے کھانے کے عادی ہوتے ہیں۔ وہ بیماری بلکہ ہلاکت کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ جبکہ مٹی کھانا ترک نہیں کرتے۔ تو ایسے ہی وہ باتیں طبع کے مخالف اور اس کی ضد ہیں جب وہ عادت کی وجہ سے طبع ثانیہ بن جاتی ہیں جو طبیعت کے موافق ہو اور دل کو اس طرح کا فائدہ بخشے جیسے کھانا، پانی جسم کو تو وہ عادت سے کیوں نہ حاصل ہوگی۔ (جبکہ خلاف طبع اشیاء عادت سے طبع ثانیہ بن جاتی ہیں)

☆ اللہ عزوجل کی پہچان اور بندگی اور قوت شہوانی اور غضبانی کو مغلوب کرنا انسان کی طبیعت کا تقاضا ہے۔ کیونکہ اسے ملائکہ کے بھرپور جوہر سے بنایا ہے اور اس کی یہی خوراک ہے۔ گناہوں کی طرف اس کا راغب ہوتا ہے اس سبب سے ہے۔ یا اپنی اصلی خوراک سے بیزار ہو گیا ہے اور مشاہدہ ہے کہ بیمار اکثر اوقات اچھے اور عمدہ کھانوں سے بیزار ہوتے ہیں اور نقصان دہ خوراک کے حریص اور شوق رکھنے والے ہوتے ہیں۔ پھر جو آدمی اللہ عزوجل کی پہچان اور اس کی محبت سے بڑھ کر کسی اور شے کو محبوب رکھے۔ تو جان لو اس کا دل مریض ہے۔ جیسے کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔

فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ" (پ۲۲ سورہ احزاب آیت ۶۰) جس کے دلوں میں روگ ہے۔ (ترجمہ و حوالہ کنز الایمان)

اور فرمایا۔ اللہ عزوجل نے۔

اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ. ترجمہ۔ مگر وہ اللہ کے حضور حاضر ہوا۔ سلامت دل لے کر۔

(پ۱۹، سورہ شعراء آیت ۸۹) (ترجمہ: کنز الایمان)

☆ جیسے جسم اور بدن کا مریض اس دنیا کی تباہی میں مبتلا ہوگا ایسے ہی جو دل کا مریض ہے۔ وہ اس جہاں کی ہلاکت میں مبتلا ہوگا۔ اور جیسے بیمار کی صحت کا انحصار اس بات پر ہے کہ نفس کی خواہش سبب کے خلاف تلخ دوا استعمال کر کے ایسے ہی دل کی مرض بھی تب دور ہوگی۔ جبکہ نفس کی تمناؤں کو چھوڑ دے اور صاحب شرح آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام جو دلوں کے طبیب ہیں ان کے ارشاد کے موافق عمل کرے۔

☆ جسم اور دل کا علاج دونوں ایک ہی قسم کے ہیں۔ جیسے گرمی کے لئے سردی اور سردی کے لئے گرمی مناسب اور موافق ہے۔ ایسے ہی جس پر مرض تکبر کا غلبہ ہے۔ وہ عاجزی و تواضع اپنانے سے شفا پائے گا اور جب کسی میں عاجزی و تواضع غالب ہوگی۔ اور تواضع عالم تفریط میں چلی جائے گی۔ تو صفت ظاہر ہوگی اس کا علاج غرور اپنا لینے سے ہے۔ تو معلوم ہو گیا۔ اچھے اخلاق پیدا ہونے کے تین ذریعے ہیں۔ ایک اہل خلقت ہے جو اللہ عزوجل کا انعام اور اس کی بخشش ہے۔ اس نے کسی کو تو اصل خلقت میں ہی نیک پیدا فرمایا ہے۔ یعنی سخی اور عاجزی اختیار کرنے والا بنایا اور بہت سے حضرات ہیں۔ دوسرا سبب ہے کہ کوئی تکلف سے اپنے طریقہ کیلئے افعال اپنائے۔ وہ اس کی عادت بن جائیں۔ تیسرا ذریعہ یہ کہ خوش اخلاق حضرات کو دیکھے اور ان سے ملاقات و ربط رکھے۔ اس طرح وہ بھی ان کے اخلاق اپنا لے۔ اگر وہ خود ان سے غافل ہے تو مجھے یہ تینوں نیک بختیاں حاصل ہو گئیں وہ اصل خلقت میں بھی خوش و مزاج ہو اچھے اخلاق والا ہو۔ نیک افعال کی عادت بنائے اور نیکوں کی صحبت کرے تو ایسا آدمی درجہ کمال کو پالے گا۔ جو ان تینوں سعادتوں سے

marfat.com

خالی ہے۔ یعنی اس کی اصل فطرت بھی ناقص ہے۔ اشرار کی محفل میں رہا۔ برے کاموں کو عادت بنالیا۔ تو وہ بدبختی میں پورا ہے۔ (مکمل طور پر بد بخت ہے) اس بدبختی اور نیک بختی کے مابین بہت سے مدارج ہیں۔ بعض کو وہ حاصل ہوں اور بعض کو حاصل نہ ہوں تو ہر ایک کی بدبختی و نیک بختی اس کے موافق ہوگی۔ اللہ عزوجل کا فرمان۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (پ ۳۰، سورہ زلزال آیت نمبر ۷ اور ۸)

جو ایک ذرہ بھر بھلائی کر کے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی اسے دیکھے گا۔

فصل

اعمال خیر ہی تمام سعادتوں کی اصل ہے

☆ یہ علم رکھنا ضروری ہے کہ اصل اعمال اعضاء ریئسہ سے ہے۔ (اصل اعمال جوارح ہیں) اس سے غرض دل کی تبدیلی ہے۔ یعنی دل ہی ہے جو آخرت کے جہان کی جانب سفر کرے گا۔ تو لازم ہے کہ دل جمال و کمال کا مالک ہو۔ تا کہ اللہ عزوجل کے دربار میں حاضر ہونے کے قابل بن سکے۔ کیونکہ شیشہ جب صاف شفاف ہوگا۔ تو اس میں صورت ملکوت دکھائی دے گی۔ جب شیشہ صاف ہوگا تو اس میں ایسا جمال مشاہدہ کرے گا کہ وہ جنت جس کی اس نے تعریف سنی ہے اسے چھوٹی چیز اور بے اہمیت دکھائی دے گی اگرچہ اس جہاں میں جسم کا بھی ایک حصہ ہے لیکن اصل ہی ہے اور بدن اس کے تابع ہے۔ دل کچھ اور ہے اور بدن کچھ اور۔ دل عالم ملکوت ہے۔ اور بدن عالم اجسام و عالم شہادت ہے۔ جس کی وضاحت ہم اس کتاب (سنہری عبادت ترجمہ کیمیائے سعادت) میں کر چکے ہیں۔

☆ اگرچہ دل جسم سے ایک علیحدہ شے ہے۔ لیکن اس سے اس کا ایک خاص تعلق ہے۔ کیونکہ ہر نیک عمل سے دل میں ایک نور جنم لیتا ہے۔ اور برے عمل سے اس میں ظلمت اور تاریکی پیدا ہوتی ہے دل میں جو نور پیدا ہوتا ہے۔ وہ نیک بختی کا بیج ہے اور دوسرا ظلمت و بدبختی کا بیج ہے اس علاقہ کے سبب انسان کو اس عالم (فانی) میں لایا گیا تا کہ اس جسم کے ذریعے اور آخر کے ساتھ اپنے اندر نیک بختی اور کمال کے اوصاف پیدا کرے۔ مثال کے طور پر کتابت دل کی ایک صفت ہے لیکن فعل کتابت انگلیوں سے متعلق ہے۔ اب اگر کوئی پسند کرے کہ وہ خوبصورت لکھے تو اسے لازم ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے خوب کوشش کر کے اچھا لکھے۔ تا کہ اس کا دل خوبصورت خط کو قبول کرے اور اس کا عادی بن جائے جب دل اسے قبول کر لے گا۔ تو اس کے بعد انگلیاں اپنے آپ (باطن) سے اسے لینے لگیں گی۔ تو ایسے ہی نیک کاموں کی پریکٹس کرنے سے انسان کا دل اچھے خلق کو قبول کرنے لگتا ہے اور اچھا خلق اس کی تعریف بن جاتا ہے۔ اس وقت سب کام اس اچھے خلق کے موافق ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ پس تمام سعادتوں کی ابتداء نیک کاموں سے ہوگی۔ جو کہ تکلف سے کئے گئے ہیں۔ جس کے انجام میں دل نیکی کی صفت قبول کر لیتا ہے۔ پھر اس نیکی کا نور ظاہر ہوتا ہے۔ جب یہ حال ہو جائے گا وہ نیک کام جو پہلے تکلف سے کئے جاتے تھے۔ اسے اب دن کا ملکہ حاصل ہو جائے گا۔ (بغیر کسی مشکل کے ان کا صدور ہوگا) اس کی کیفیت اور عادت کی حقیقت وہ علاقہ ہے جو دل اور جسم میں موجود ہے۔ کہ اس سے یہ دونوں اثر قبول کرتے ہیں یہی وجہ ہے جو کام غفلت سے کیا جائے گا وہ کوئی شے نہ ہوگا کیونکہ دل سے اس کا علاقہ نہ تھا۔ اور دل اس سے بے خبر تھا۔

marfat.com

فصل

تمام اخلاق حسنہ کا طبیعت بننا ضروری ہے تا کہ تکلف قائم نہ رہے

☆ یہ علم ہونا ضروری ہے۔ اس مریض جو کہ سردی سے بیمار ہوا۔ بے اندازہ گرم اشیاء استعمال نہ کرنی چاہئیں۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ وہ حرارت بھی ایک مرض بن جائے اس کے لئے اعتدال کی حاجت ہے اور اس کا معیار معین ہے جس کا لحاظ رکھنا لازم ہے اور اس کی غرض یہ ہے مزاج اعتدال پر رہے۔ نہ زیادہ گرمی سے رغبت ہو اور نہ زیادہ سردی سے۔ جب مزاج اس اعتدال کی حد تک آ جائے تو علاج کی حاجت نہیں رہتی۔ اس وقت یہ کوشش ہونی چاہئے۔ مزاج کا یہ اعتدال قائم رہے۔ اس وقت معتدل اشیاء استعمال میں لانی چاہئیں۔

☆ پس ایسے ہی اخلاق کی دو جہتیں ہیں (خلق کے دو پہلو ہیں) ایک محمود ہے اور دوسرا مذموم۔ اور جو ان کے مابین ہوگا۔ وہی معتدل ہے اور وہی ہماری غرض۔ مثال! ایک آدمی کنجوس ہے۔ تو ہمیں لازم ہے۔ ہم اسے مال خرچ کرنے پر تیار کریں۔ یہاں تک اس کے لئے وہ کام آسان ہو جائے۔ لیکن اتنا بھی خرچ نہ کرنے لگے کہ فضول خرچی قرار پائے۔ یہ مذموم ہے۔ اخلاقی درستگی کیلئے ایسی میزان شریعت ہے جیسے جسم کے علاج کے لئے۔ طب ایک ترازو ہے۔ تو یہ ہونا لازم ہے جہاں شریعت میں خرچ کرنے کا حکم ہے۔ یہ خرچ کرے۔ (خرچ کرنے میں تکلف نہ کرے) اور ایسے مقام پر امساک اور بخل سے کام نہ لے اور جہاں شریعت مال خرچ کرنے کا حکم نہ دے۔ تو پھر ایسے مقام پر خرچ نہ کرے تا کہ حد اعتدال باقی رہے۔ اب جہاں خرچ کرنے کا حکم ہو۔ وہاں اس کا دل نہ خرچ کرنا چاہے۔ یا بے تکلف خرچ کرے۔ تو یہ سمجھنا چاہئے وہ اب تک بیمار ہے اس معاملہ پسندیدہ بات یہ ہے بے تکلف اور استعمال کرے۔ تا کہ یہ تکلف آہستہ آہستہ اس کی سرشت بن جائے۔ جیسا کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ حق تعالیٰ عزوجل کی فرمانبرداری رغبت سے کرو۔ اگر اس طرح ممکن نہ ہو تو جبر سے کرو اس میں جبر کرنا بھی بھلائی کا باعث ہوگا۔

☆ یہ علم ہونا لازم ہے۔ جو اپنا مال تکلف سے دیتا ہے اسے سخی نہیں کہتے بلکہ سخی وہ ہے جس پر مال کا دینا گراں نہ گزرے۔ اور جو بے تکلف خرچ کرتا ہے۔ کنجوس نہیں بلکہ کنجوس وہ ہے جو بالطبع مال جمع کرے۔ تو لازم ہے آدمی کے سب اخلاق ملکہ ہوں اور ان میں تناوٹ کا شائبہ نہ ہو۔ بلکہ خلق کا کمال یہ ہے آدمی اپنے اختیار کی باگ ڈور شرع شریف کے ہاتھ میں دے دے۔ اور اس پر شریعت کی فرمانبرداری سہل ہو اور اس کے دل میں کسی طرح کا نزاع باقی نہ رہے۔ جیسے کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا. (پ۵، سورہ نساء آیت ۶۵)

ترجمہ۔ تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے یہاں تک کہ اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔ پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

☆ اے پیارے یہ علم ہونا ضروری ہے آدمی کی نیک بختی یہ ہے ملائکہ کی صفت حاصل کرے۔ کیونکہ وہ انہی کے جوہر سے بنا ہے اور اس جہاں میں ایک مسافر کی طرح آیا ہے۔ اور اس کا حقیقی ٹھکانہ نہ مقام ملائکہ ہے تو جو یہاں سے اجنبی بن کر جائے گا۔ اسے فرشتوں میں شریک نہ کیا جائے گا۔ پس لازم ہے جب وہاں پہنچے تو صحیح صحیح ان کی صفت رکھتا ہو اور کوئی دنیا کی اجنبی صفت اس کے

marfat.com

ساتھ نہ ہو۔ کیوں نہ ہو جسے دنیا میں مال جمع کرنے کا شوق رہا وہ یہاں مال کے تصور میں معروف ہے اور جسے خرچ کرنے کا ذوق ہے۔ وہ اپنے اس دھندے میں مشغول ہے اور غرور میں گرفتار تھا وہ اب بھی لوگوں کے ساتھ معروف ہے اور جیسے تواضع کی لگن ہے وہ بھی لوگوں سے ساتھ لگا ہے اور فرشتوں کی حالت یہ ہے وہ نا مال کی طرف راغب ہیں نہ خلق کے ساتھ کے معروف ہیں۔ بلکہ اللہ عزوجل کی محبت میں ایسے ڈوبے ہوئے ہیں کہ کسی اور شے کی جانب توجہ ہی نہیں کرتے۔ تو لازم ہے آدمی کے دل کا ربط مال اور لوگوں کے ساتھ نہ رہے۔ تا کہ ان کے روابط سے بالکل پاک صاف ہو اور اگر کوئی ایسا وصف ہے کہ مکمل طور پر اسے چھوڑا نہیں جا سکتا تو لازم ہے اس کے وسط (اعتدال) کو اپنائے۔ تا کہ ایک اعتبار سے وہ دونوں سے خالی ہو۔ جیسے پانی کی گرمی اور سردی اس کے لئے لازم ہے لیکن جب وہ حالت اعتدال پر ہوتا ہے۔ تو کہا جاتا ہے پانی نہ سرد ہے نہ گرم۔ تو سب صفات میں جو اعتدال کا حکم کیا گیا ہے۔ اس کا یہی ہے پس ان باتوں کا دل سے خیال رکھنا ضروری ہے۔ تا کہ تمام لوگوں سے کٹ کر اللہ عزوجل کی صحبت میں مستغرق ہو جائے۔ جیسے کہ ارشاد فرمایا۔

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ (پ ۷ سورہ انعام آیت ۹۱)

ترجمہ۔ اللہ کہو پھر انہیں چھوڑ دو ان کی بے ہودگی میں انہیں کھیلتا۔ (کنز الایمان)

بلکہ لا الہ الا اللہ کی حقیقت بھی یہی ہے چونکہ تمام آلائشوں سے انصاف کا پاک ہونا محال ہے تو یوں حکم فرمایا گیا۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا. (پ ۱۶ سورہ مریم آیت ۷۱)

ترجمہ۔ اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو۔ تمہارے رب کے ذمہ پر یہ بات ضروری ٹھہری ہوئی ہے۔

☆ پس اس سے علم ہوا۔ تمام ریاضتوں سے غرض یہ ہے۔ انسان توحید کے مرتبہ تک کیسے پہنچ جائے اس کو دیکھے اس کو پکارے اسی کی بندگی کرے۔ اس کے علاوہ اس کے دل میں کوئی اور تمنا باقی نہ رہے جب یہ وصف ظاہر ہو گا تو انسان بشریت کے جہان سے گزر مقام حقیقی تک پہنچ جائے گا۔

فصل

☆ یہ جاننا ضروری ہے کہ ریاضت بہت زیادہ مشکل ہے۔ جاں کنی کا مقام ہے لیکن اگر مرشد (رہنما) ماہر طبیب ہو اور اچھی دوا جانتا ہو۔ یہ بات آسان ہے۔ طبیب کی خوبی یہ ہے۔ مرید کو پہلی مرتبہ ہی حقیقت کی طرف نہ بلائے۔ کیونکہ وہ اسے سمجھ نہ سکے گا۔ مثلاً ایک بچے سے کہا جائے۔ مدرسہ چلو۔ تا کہ تجھے وہاں دورۂ ریاضت حاصل ہو تو بچہ ابھی خود نہیں علم رکھتا ریاضت کیا شے ہے؟ تو اس کے دل میں مدرسہ جانے کا ذوق کیسے پیدا ہو گا؟ ہاں اگر ایسے کہا جائے اگر تو مدرسہ جائے گا تو شام کے وقت تجھے کھیل کے لئے گیند بلا چڑی چھکا دوں گا تو بچہ شوق سے مدرسہ جائے گا جب وہ تھوڑا بڑا ہو تو خوبصورت لباس اور اچھی اچھی اشیاء کا اسے لالچ دیا جائے۔ تا کہ وہ کھیل سے منہ موڑ لے۔ جب تھوڑا اور بڑا ہو تو اس سے سرداری اور ریاست کا وعدہ کر کے اسے بتایا جائے کہ دنیا کی سرداری افسری اور حکومت کوئی چیز نہیں ہے موت کے بعد یہ باقی رہنے والی نہیں۔ اس وقت آخرت کی حکمرانی اور سرداری کی اسے دعوت دیں۔ ہو سکتا ہے مرید کام کے آغاز میں اخلاص عمل کی قدرت و توفیق نہ رکھتا ہو۔ تو اس وقت اسے اذن دیا جائے۔ لوگوں کی نظروں میں پسندیدہ اور

marfat.com

محبوب بننے کی کوشش کرے۔ تا کہ اس ریا کے شوق میں اس سے کھانے پینے کا شوق جاتا رہے۔ جب یہ بات حاصل ہو جائے اور مرید میں رعونت ظاہر ہو جائے (گو تعلق میں معیوب ہے) تب اس کی رعونت کی شکستگی کی خاطر اسے حکم دیا جائے۔ بازار میں جا کر گداگری کرے۔ یا وہ اسے قبول کرے۔ کچھ دن اس میں مشغول رہے پھر اسے گداگری سے روک کر پاخانہ اور غسل خانہ وغیرہ صاف کرنے کی ہلکی خدمت میں لگا دے۔ ایسے ہی جو صفات دنیاوی اس میں ظاہر ہوں۔ بتدریج ان کا علاج کر لے۔ ایک دفعہ تمام باتوں سے منع نہ کرے وہ اس کو برداشت نہ کر پائے گا البتہ وہ ریا اور نیک نامی کی خواہش میں سب تکلیفیں اٹھا۔ یہ تمام صفات سانپ اور بچھو کی سی ہیں اور ریا ان میں اژدھے کا سا ہے۔ جو ان تمام کو نگل لیتا ہے اس لئے جب خدشات حقیقی درجہ کمال پر پہنچ جاتے ہیں تو صفت ریا ان سے ختم ہو جاتی ہے۔

عیوب نفس اور مرض دل کی پہچان

☆ اے پیارے یہ علم حاصل کرنا ضروری ہے جسم، ہاتھ، پاؤں اور آنکھوں کی تندرستی تب ہی جانی جا سکتی ہے ہر ایک عضو سے اس کا کام بڑی اچھی طرح سے انجام پائے۔ جیسے آنکھیں اچھی دیکھتی ہیں اور پاؤں چلتے ہوں ایسے ہی دل کی تندرستی بھی تب ہی معلوم ہو گی وہ جس کام کی خاطر بنایا گیا۔ اور جس کام کی اسے ضرورت ہے وہ اس پر آسان ہو۔ آسانی سے ان کاموں کو سرانجام دے۔ اور وہ ان اشیاء کو دوست رکھتا ہو جو اس کی حقیقت فطرت اور سرشت ہیں یہ بات دو چیزوں سے معلوم کی جا سکتی ہے ایک ارادت، دوسری قدرت، ارادت یہ ہے اللہ عزوجل سے بڑھ کر کسی شے کی محبت نہ رکھتا ہو۔ کیونکہ اللہ عزوجل کی معرفت غذائے قلب ہے۔ جیسے کھانا بدن کی خوراک ہے۔ جب بھوک نہ ہو۔ یا جسم ضعیف ہو۔ تو وہ انسان مریض ہے۔ ایسے ہی جب دل میں اللہ عزوجل کی معرفت اور محبت نہ رہے یا بہت کم ہو جائے تو یہ جان لینا ضروری ہے کہ وہ بیمار ہو گیا ہے اسی لئے اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا۔

اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ن اقْتَرَفْتُمُوْهَا. (پ۱۰ سورہ توبہ آیت ۲۴)

ترجمہ۔ تم فرماؤ، اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال۔

یہ تو ارادت کے سلسلہ میں تھا۔ قدرت و توفیق یہ ہے اللہ عزوجل کی فرمانبرداری اس پر آسان ہو۔ اور بناوٹ کی ضرورت نہ ہو۔ بلکہ خود سے ذوق و شوق ظاہر ہو۔ جیسے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ ''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے''۔

☆ تو بہ کوئی آدمی یہ شوق و ذوق اپنے آپ میں نہ پائے۔ تو وہ سمجھ لے۔ اس کا دل بیمار ہے۔ یہ اس کی بیماری کی صحیح علامت ہے۔ اس کا علاج کرنا ضروری ہے۔ شاید وہ سمجھے کہ وہ یہ قدرت رکھتا ہے۔ اور فی الواقع یہ بات نہ ہو انسان اپنے نقص کو نہیں پہچان سکتا۔ اس کے جاننے اور پہچاننے کے چار طریقے ہیں۔

طریقہ نمبر ۱: اپنے کی مہربان اور دوست آدمی کو اپنا نگران مقرر کرے۔ جو صرف اس کا دل رکھنے کیلئے اس سے نقائص پوشیدہ نہ رکھے اور نہ حسد کی وجہ سے ان میں زیادتی کرے۔ ایسے آدمی میں بہت کم دستیاب ہیں۔

☆ حضرت شیخ داؤد طائی رحمہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے معلوم کیا آپ لوگوں سے میل جول کیوں نہیں رکھتے؟ آپ نے فرمایا وہ

marfat.com

مجھ پر میرا عیب واضح نہیں کرتے۔ پھر ان سے میل جول رکھنے سے کیا نفع؟

طریقہ نمبر۲ : اپنے متعلق دشمن کی بات سنے۔ کیونکہ اس کی نگاہ ہمیشہ عیب پر ہی رہتی ہے۔ چاہے دشمنی میں زیادتی ہی کرے اس کی بات درستگی سے خالی نہیں ہوتی۔

طریقہ نمبر۳: دوسروں کی حالت پر نگاہ دوڑائے۔ جب کسی کا عیب دیکھے تو خود اس سے بچے۔ اور تصور کرے وہ خود بھی اسی طرح ہے۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام سے لوگوں نے معلوم کیا آپ کو یہ ادب کس نے سکھایا۔ انہوں نے فرمایا۔ جب میں نے کسی کی برائی دیکھی۔ تو میں اس سے بچنے لگا۔

☆ یہ معلوم ہونا چاہئے جو بڑا بیوقوف ہوگا وہی اپنے بارے اچھا خیال کرنے والا ہوگا۔ اور عقلمند و دانشور ہوگا۔ وہ اپنے بارے بد گمان رکھے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔ آپ کو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منافقوں کے (ان کی علامات) کے بارے بیان فرمایا ہے۔ آپ نے ان علامات میں سے کوئی علامت مجھ میں نہ پائی؟

☆ تو لازم ہے ہر آدمی اپنے نقائص تلاش کرے۔ کیونکہ جب تلک بیماری کا علم نہ ہوگا۔ وہ علاج نہ کر سکے گا۔ اور سب علاج معالجے خواہش اور شہوت کی مخالفت پر مبنی ہیں۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے۔

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى . ترجمہ۔ اور نفس کو خواہش سے روکا۔ تو بے شک جنت ہی ٹھکانہ ہے۔ (کنز الایمان)

(پ۳۰ سورہ نزعت آیت ۴۰،۴۱)

☆ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام جب غزوہ سے لوٹتے تو صحابہ کرام سے فرماتے۔ ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف پلٹے ہیں۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا۔ نفس کی خاطر مصیبت مت اٹھاؤ۔ اور اس کی حاجت پوری نہ کرو اللہ عزوجل کا نافرمان ہیں۔ کہ بروز قیامت وہ تجھ سے حساب کتاب فرمائے گا۔ اور تجھ پر لعنت کرے گا اور تیرے اعضاء ایک دوسرے پر لعنت کریں گے۔

انار کھانے کا شوق

☆ حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہر منہ زور اور باغی جانور کی بہ نسبت باغی و ترش نفس لگام کا زیادہ محتاج ہے۔ حضرت شیخ سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ چالیس سال سے میرا نفس شہد کے ساتھ روٹی کھانا چاہ رہا ہے لیکن میں اب تک نہیں کھایا ہے۔ حضرت شیخ ابراہیم خواص رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میں پہاڑ پر جاتا تھا۔ وہاں انار بکثرت تھے۔ مجھے انار کھانے کا شوق ہوا۔ میں نے ایک انار توڑا وہ کڑوا نکلا میں نے اسے ایسے ہی چھوڑ دیا۔ اور وہاں سے آگے چلا گیا۔ میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو زمین پر لیٹا ہے اور اسے بھڑیں کاٹے جا رہی ہیں میں نے اسے سلام کیا اس نے جواب میں وعلیک السلام یا ابراہیم کہا۔ میں نے اس آدمی سے پوچھا۔ آپ کو میرا نام کیسے معلوم پڑ گیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ جو خدا عزوجل کو پہچان لے۔ تو پھر اس پر کوئی شے چھپی نہیں رہتی۔ میں نے کہا۔ آپ کو اللہ عزوجل کے حضور ایک نسبت حاصل ہے تو آپ دعا کیوں نہیں فرماتے۔ وہ ان بھڑوں کو آپ سے دور فرما دے۔ انہوں نے کہا۔ تم بھی اسے نسبت رکھتے ہو۔ تو یہ دعا کیوں نہیں کرتے۔ وہ تم سے انار کھانے کا شوق دور فرما دے۔ کیونکہ اس سے آخرت میں نقصان ہوگا ان بھڑوں کی تکلیف تو صرف دنیا تک محدود ہے۔

marfat.com

بزرگان دین اور مباحات

☆ اے پیارے یہ علم ہونا ضروری ہے کہ انار اگر چہ مباح شے ہے مگر احتیاط والے لوگ جو ہوتے ہیں یہ بات ان کی نگاہ میں ہوتی ہے۔ کہ خواہش وہ چاہے۔ حلال شے کی ہو یا حرام ہے۔ برابر ہے اگر نفس کو حلال سے نہ روکا جائے گا تو ضرورت کے مطابق شے پر قناعت نہ کی جائے گی۔ تو پھر بالیقین نفس حرام کی طلب بھی کر لے گا۔ اس لئے بزرگان دین نے اپنے لئے مباحات کی تمنا و آرزو کو بھی بند کر دیا تھا۔ تا کہ حرام تمناؤں سے بچے رہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں ستر مرتبہ حلال چیز کو بھی اس لئے چھوڑ دیتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں کسی حرام کے گھر سے گرفتار ہو جاؤں۔

نفس اور مباحات

☆ دوسری بات یہ ہے کہ نفس جب دنیا کی مباح اشیاء سے پھلتا پھولتا ہے اور اس کے دل میں دنیا کی تمنا جنم لیتی ہے اور پھر دنیا اس کے لئے جنت بن جاتی ہے اور موت مشکل بن جاتی ہے دل میں غفلت ظاہر ہو جاتی ہے ذکر الٰہی اور مناجات سے اسے لطف و مٹھاس حاصل نہیں ہوتی۔ اگر نفس کو مباح اشیاء نہ دیں تو بغاوت کرتا ہے۔ اور جب بندہ دنیا سے بیزار ہو جاتا ہے تو اخروی نعمتوں کا ذوق ظاہر ہو جاتا ہے۔ تب غم و شکستگی کی حالت میں ایک تسبیح اس کے دل پر اتنا اثر ڈالے گی جو اثر وہ خوشی اور آرام کی حالت میں نہیں ڈالتی۔

طریقہ ریاضت

☆ نفس کی مثال باز (شاہین) جیسی ہے۔ جسے ٹریننگ دینے کی خاطر گھر میں لاتے ہیں۔ (پالتے ہیں) اور اس کی آنکھیں سی دیتے ہیں۔ تا کہ گھریلو اشیاء سے دل نہ لگا بیٹھے۔ مانوس نہ ہو۔ پھر اسے تھوڑا تھوڑا گوشت کھلاتے ہیں۔ تا کہ وہ مالک سے بہت اچھی طرح مانوس ہو جائے اور اس کا فرمانبردار بن جائے۔ ایسے نفس جب تک اللہ عزوجل سے انسیت پیدا نہ کر لے۔ مرید کو تمام عادات سے روکے رکھے۔ اور آنکھ، زبان اور کان کو اللہ مسدود کر دے اور اس سے تنہائی، بھوک اور بیدار رہنے کی پریکٹس نہ کرائی جائے۔ کیونکہ ان میں ابتداء یہ بات اس پر مشکل گزرے گی جیسے بچے پر یہ باتیں مشکل گزرتی ہیں۔ جب اس کا دودھ چھڑایا جاتا ہے مگر اس کے بعد اگر جبراً بھی اسے دودھ دیں تو وہ نہیں پیتا۔ انسان کی ریاضت کا بھی یہی طریقہ ہے جس سے سے دل خوش ہوتا ہو اسے ترک کر دے۔ جو شے اس پر غالب ہو اس کی مخالفت کرے۔

اللہ عزوجل کی رفاقت

☆ تو جس آدمی کا دل رعب و دبدبہ سے خوش ہوتا ہو۔ اسے چھوڑ دے۔ جسے مال و زر سے سکون ملتا ہو۔ وہ اسے خرچ کرے۔ ایسے ہی ہر اس شے کو جو اللہ عزوجل کے علاوہ اس کے لئے آرام کا باعث ہے۔ اسے اپنی ذات سے الگ کر دے۔ اور ایسی چیز پر دل رکھے۔ جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہ سکتی ہو۔ اور ایسی شے جس سے مرنے کے بعد جدا ہو جائے گا اسے خود اپنے اختیار سے ترک کر دے۔ اللہ عزوجل اس کا رفیق اور ساتھی ہی رہے گا۔ جیسا کہ حضرت داؤد علیٰ نبینا وعلیہ السلام پر وحی نازل ہوئی۔ اور فرمایا اللہ عزوجل نے اے

marfat.com

داؤد (علیہ السلام) میں تیرا ساتھی ہوں تو میرا رفیق بن۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ میرے دل میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے القا کیا۔

اَحْبِبْ مَنْ اَحْبَبْتَ فَاِنَّکَ مُفَارِقُهٗ . ترجمہ= دنیا کی جس شے کو چاہے دوست رکھو۔ لیکن آخرکار اس سے تمہاری جدائی ہے۔

علامت خلق نیک

☆ یہ جاننا ضروری ہے کہ اچھی عادت کی علامات یہ ہیں۔ جیسے اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں مومنوں کی صفات بیان فرمائی ہیں۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ' الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ' خٰشِعُوْنَ' وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ' وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ' وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ.
(پ ۱۸' سورہ مومنون آیت ۱'۲'۳'۴'۵)

ترجمہ۔ بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں اور وہ جو کسی بیہودہ بات کی طرف استغاف نہیں کرتے اور وہ کہ زکوٰۃ دینے کا کام کرتے ہیں اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ (کنز الایمان)

ایک اور مقام پر اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا۔

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ' الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ' اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ' عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ
(پ ۱۱ سورہ توبہ آیت ۱۱۲)

ترجمہ۔ توبہ والے' عبادت والے سراہنے والے روزے والے رکوع والے سجدہ والے۔ بھلائی کے بتائے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حد نگاہ رکھنے والے اور خوشی سناؤ مومنوں کو۔

اور ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا .
(پ ۱۸' سورہ فرقان آیت ۶۳)

ترجمہ۔ اور رحمٰن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام۔ (کنز الایمان)

تصرف مال مومن

اور جو کچھ منافقوں کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں۔ وہ تمام کی تمام خوئے بد کی نشانیاں ہیں۔ جیسا کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میری تمام تر ہمت نماز روزہ اور عبادت ہے اور منافق کی تمام تر ہمت طعام و شراب (کھانا پینا ہے) جیسے جانور' حضرت عاصم اثم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ مومن فکر و عبرت میں مصروف رہتا ہے اور اللہ عزوجل کے علاوہ ہر ایک سے ڈرتا ہے ایسے ہی مومن ہر ایک سے ناامید ہو سکتا ہے مگر اللہ عزوجل سے ناامید نہیں ہوتا۔ منافق اللہ عزوجل کے علاوہ ہر ایک سے امید رکھتا ہے۔ مومن اپنا مال روپیہ پیسہ دین کے قربان کرتا ہے اور منافق اپنا دین مال پر نثار کر دیتا ہے۔ مومن عبادت کرتا ہے اور روتا ہے اور منافق گناہ کرتا ہے اور ہنستا ہے مومن گو

marfat.com

نشینی اور تنہائی کو محبوب رکھتا ہے اور منافق صحبت اور میل جول کو پسند کرتا ہے گویا مومن کا شکاری کرتا ہے اور کبھی کاٹنے کی امید رکھتا ہے۔

علاماتِ خیر

☆ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ خوش مزاج' اچھی عادت والا وہ مومن ہے جو شرمیلا' کم گو' راست گو' دوسروں کی بہتری چاہنے والا' جلد رنجیدہ نہ ہونے والا بہت زیادہ عبادت گزر غلطی کم کرنے والا اور بہت ہی کم بیکار باتوں میں پڑنے والا ہوتا ہے وہ دوسرے سب لوگوں کا بھی خیر خواہ دوسروں کے حقوق کے معاملہ اچھے کردار والا' مہربان اور باعزت ہوتا ہے۔ اسے امیدیں اور طمع بہت کم ہوتا ہے وہ صابر و متین' قانع شاکر' بردبار رقیق القلب (نرم دل) اور مختصر گفتگو کرنے والا ہوتا ہے۔ نہ زبان سے بڑی باتیں نکالتا ہے۔ اور نہ کسی کی چغلی کھاتا ہے۔ نہ کسی کو گالی دیتا ہے اور نہ کسی پر لعنت کرتا ہے نہ کسی کی غیبت کرتا ہے۔ جلد بازی کو پسند نہیں کرتا۔ اور نہ کسی سے کینہ اور حسد رکھتا ہے۔ خوش رو' کشادہ پیشانی والا اور خوش گفتار ہوتا ہے۔ اس کی دوستی اور دشمنی اور اس کی خوشی اور اس کی خفگی صرف اللہ عزوجل کے لئے ہوتی ہے۔ اور بس جاننا چاہئے بہت سے اچھے اخلاق اور اچھی عادات صرف تحمل اور بردباری میں موجود ہیں۔ جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت کچھ دکھ پہنچائے گئے' کافروں نے بڑی تکالیف دیں۔ یہاں تک آپ کے دندانہائے مبارک بھی شہید کر دیئے۔ لیکن انتہائی بردباد اور تحمل کی وجہ سے آپ نے ان کے بارے میں یہی فرمایا اے اللہ عزوجل ان پر رحم فرمایا۔ یہ جانتے نہیں۔ آپ نے ان کے بارے دعائے رحمت فرمائی۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ تعالیٰ اور سپاہی

☆ حضرت شیخ ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ تعالیٰ ایک دفعہ جنگل میں گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک سپاہی ان کے پاس آیا اور ان سے کہا تم ہو۔ انہوں نے فرمایا۔ ہاں اس نے کہا۔ مجھے آبادی کا رستہ بتاؤں۔ آپ نے قبرستان کی طرف اشارہ فرمادیا اور فرمایا وہاں آبادی ہے۔ سپاہی نے آپ کے سر پر ڈنڈا مارا۔ آپ کے سر سے خون نکلنے لگا۔ سپاہی آپ کو پکڑ کر شہر لے آیا۔ جب لوگوں نے آپ کو دیکھا سپاہی سے بولے۔ اے احمق یہ حضرت ابراہیم بن ادھم (بزرگ صوفی) ہیں۔ سپاہی یہ سنتے ہی گھوڑے سے نیچے آ گیا اور آپ کے قدموں کو بوسہ دیا اور بولا میں آپ کا غلام ہوں۔ لیکن یہ فرمایئے آپ نے مجھے کیوں فرمایا تھا۔ میں غلام ہوں۔ آپ نے فرمایا میں اس وقت سے کہا تھا میں اللہ عزوجل کا بندہ ہوں۔ سپاہی نے کہا جب میں نے آبادی سے متعلق معلوم کیا تھا تو آپ قبرستان کی جانب اشارہ کیوں فرمارہے تھے۔ آپ نے فرمایا اس لئے کہ شہروں کی یہ آبادی تو ایک دن ویران ہو جائے گا۔ لشکری نے عرض کی اچھا یہ فرمایئے جب میں نے ڈنڈے سے آپ کا سر پھوڑ دیا تھا۔ تو آپ نے مجھے دعا کیوں دی تھی؟ آپ نے فرمایا مجھے علم تھا۔ دو دینے میں دو ثواب ہیں۔ میں نے یہ پسند نہ کیا تم سے مجھے نیکی اور ثواب حاصل ہو اور اس کے عوض مجھ سے تمہیں (بدی) بد دعا:

یہ تو کتے کی عادت ہے

☆ حضرت شیخ ابوعثمان خیری رحمہ اللہ تعالیٰ کو ایک دعوت میں مدعو کیا گیا تا کہ ان کی قوت برداشت کو آزمایا جائے۔ چنانچہ وہ صاحب خانہ کے ہاں پہنچے تو اس نے انہیں اندر نہ جانے دیا اور کہا کھانا ختم ہو چکا ہے۔ یہ سن کر آپ واپس تشریف لے آئے۔ آپ

marfat.com

نے ابھی کچھ فاصلہ طے کیا تھا۔ صاحب خانہ آپ کے پیچھے پہنچا اور آپ کو واپس لے آیا۔ لیکن پھر لوٹا دیا۔ ایسے ہی کئی دفعہ آپ کو بلایا اور وواپس کر دیا۔ آخر کار اس صاحب خانہ نے کہا فی الواقع ہی آپ ایک بہت بڑے جواں مرد ہیں آپ نے اس آدمی سے کہا۔ یہ جو کچھ تم نے دیکھا یہ تو کتے کی عادت ہے۔ جب اسے بلاتے ہیں وہ بلانے پر آ جاتا ہے جب اسے دھتکارتے ہیں تو واپس پلٹ جاتا ہے۔ تو یہ کوئی قابل ستائش بات تو نہ ہوئی۔

ایک اور واقعہ

☆ ایک دفعہ حضرت شیخ ابوعثمان خیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے سر پر کسی نے خاک ڈال دی۔ آپ نے اپنے لباس سے اسے جھاڑ دیا اللہ عزوجل کا شکر بجالائے لوگوں نے پوچھا آپ شکر کس بات کا بجالائے ہیں آپ نے فرمایا جو آگ میں ڈالے جانے کے لائق ہوا گر اس کے سر پر خاک ڈالی جانے پر ہی اکتفا کیا جائے تو کیا یہ شکر بجالانے کا مقام نہیں۔

حمامی

☆ منقول ہے بزرگوں میں سے ایک بزرگ کا رنگ سیاہ تھا۔ ان کے گھر کے سامنے ایک حمام تھا۔ جب آپ حمام میں جاتے اسے خالی کرایا جاتا۔ ایک دن حسب معمول جب آپ حمام میں گئے تو حمامی کی بے خبری سے ایک کسان وہاں رہ گیا تھا۔ اس نے جب انہیں دیکھا تو سمجھا یہ آدمی کوئی حمام کے خدمتگاروں میں سے ہے۔ تو اس نے کہا۔ اٹھو اور پانی لاؤ۔ آپ نے پانی لا کر رکھ دیا۔ پھر اس نے کہا۔ مٹی لاؤ۔ ایسے ہی آپ اس کے کام سرانجام دیتے رہے۔ جب حمامی آیا اور اس نے کسان کی آواز سنی تو وہ آپ کے ڈر سے حمام سے بھاگ کھڑا ہوا۔ جب آپ حمام سے باہر آئے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا۔ حمامی سے کہو۔ بھاگے نہیں۔ کیونکہ غلطی تو اس آدمی کی۔ جس نے فرزند کے نطفہ کو ایک سیاہ فام کنیز کے رحم میں ڈالا۔ (اس میں حمامی کا کیا قصور ہے)

خیاط بزرگ

☆ حضرت شیخ عبداللہ خیاط رحمہ اللہ تعالیٰ ایک عظیم بزرگ تھے۔ ایک آتش پرست ان سے کپڑے سلواتا اور ہر دفعہ انہیں اجرت میں کھوٹے دو روپے دے جاتا۔ اور وہ اس سے لے لیتے۔ ایک دفعہ یہ کہیں گئے ہوئے تھے آپ کے شاگرد نے آتش پرست سے کھوٹے روپے نہ لئے۔ جب حضرت عبداللہ خیاط رحمہ اللہ تعالیٰ واپس آئے اور انہیں معلوم ہوا تو آپ نے اپنے شاگرد سے فرمایا۔ تو نے کھوٹے روپے کیوں نہیں لئے۔ کئی سالوں سے وہ مجھے کھوٹے روپے دیتا ہے اور میں خاموشی سے لے لیتا ہوں تا کہ وہ یہ کھوٹے روپے کسی اور مسلمان کو نہ دے۔

قیام کیسے کروں گا؟

☆ بیان کیا گیا ہے جب حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ تعالیٰ جب کبھی جاتے تو لڑکے آپ کو پتھر مارتے۔ وہ فرماتے اے لڑکو! مجھے چھوٹے چھوٹے پتھروں سے مارو۔ کہیں میرا پاؤں نہ ٹوٹ جائے اگر پاؤں ٹوٹ گیا تو نماز میں قیام کیسے کروں گا۔ حضرت احنف بن

marfat.com

قیس رحمہ اللہ تعالیٰ کو ایک آدمی گالیاں بکتا ہوا ان کے ساتھ ہولیا اور آپ بالکل خاموش رہے۔ جب یہ بزرگ اپنے محلے کے نزدیک آئے تو رک گئے اور اس آدمی سے کہا۔ اگر کوئی گالی باقی ہے تو وہ بھی دے لے۔ کیونکہ جب میرے متعلقین سنیں گے تو وہ تمہیں تکلیف دیں گے۔

☆ ایک عورت نے حضرت شیخ مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا۔ اے ریاکار آپ نے فرمایا۔ اے خاتون! بصرہ کے لوگ میرا نام بھول گئے تھے۔ تو نے اس نام کو ڈھونڈ لیا ہے۔

علامت کمال حسن خلق

☆ کمال حسن خلق کی نشانی و علامت وہ ہے جو بزرگان دین فرماتے ہیں اور یہ ان لوگوں کی صفت ہے جو اپنے آپ کو بشریت سے پاک کر لیتے ہیں اور اللہ عزوجل کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیکھتے اور ہر ایک فعل کو اللہ عزوجل کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جو آدمی اس صفت سے پاک وصاف نہ ہو۔ اسے اپنے متعلق اچھے اخلاق و عادات کا تصور نہیں لانا چاہئے۔

بچوں کی تادیب وتربیت

☆ یہ علم ہونا ضروری ہے۔ بیٹا ماں باپ کے پاس اللہ عزوجل کی امانت ہے اور اس کا دل ایک نفیس و عمدہ گوہر و موتی ہے۔ جو موم کی طرح ہے۔ نقش کو قبول کر لیتا ہے۔ اور کوئی نقش اس پر موجود نہیں ہوتا۔ اس کی مثال ایک پاک زمین کی سی ہے جب تم اس میں بیج بوؤ گے تو وہ اُگے گا۔ تو اگر تم اس میں نیکی کا بیج بوؤ گے۔ تو اس سے دین و دنیا کی نیک بختی کا ثمر حاصل ہوگا۔ ماں باپ اور اساتذہ اس کے ثواب میں شامل رہتے ہیں۔ اگر اس کے برعکس ہوگا۔ تو وہ بد بخت ہے۔ جو کچھ وہ برا کام کرے گا اس میں بھی یہ حضرات شریک ہوں گے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا۔

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔

(پ ۲۸' سورہ تحریم آیت چھ)

(ترجمہ: کنز الایمان)

اور بچے کو جہنم کی آگ سے بچانا دنیا کی آگ سے بچانے سے زیادہ ضروری ہے۔ یہ چیز ادب اور اچھے اخلاق سکھلانے سے حاصل ہوگی۔ اسے بری محفل سے بچائیں کیونکہ ساری مصیبتیں بری محفل سے جنم لیتی ہیں۔ تو اچھے لباس اور عمدہ کھانے کا اسے عادی نہ بنائیں تاکہ کبھی نہ مل سکے۔ تو وہ اس پر صابر نہ رہ سکے گا۔ اور اپنی تمام زندگی اس کی جستجو میں رائیگاں کر دے گا۔ ضروری ہے کہ اس بات کی کوشش کرے۔ اس کی دایہ نیک' اچھے اطوار والی اور حلال رزق کمانے والی ہو۔ کیونکہ دایہ کے برے اخلاق بھی اس میں اثر انداز ہوتے ہیں۔ اور جو دودھ حرام سے حاصل ہو۔ وہ ناپاک ہے۔ جب اس حرام دودھ سے اس بچے کا گوشت پوست بنے گا۔ تو بعد بلوغ اس کا اثر ظاہر ہوگا۔ جب بچہ باتیں کرنے لگے۔ تو اسے اللہ عزوجل کا نام مبارک سکھایا جائے۔ جب ایسا ہو کہ وہ کچھ اشیاء سے حیا کرے۔ تو یہ امر کی خوشخبری ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ اس میں عقل کا نور پیدا ہو گیا ہے۔ جب شرم کو اس نے محافظ ٹھہرایا ہے تو وہ اسے ہر بری شے سے منع کرے گا۔

marfat.com

☆ بچہ میں سب سے قبل کھانے کا شوق پیدا ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے اسے کھانا کھانے کے آداب سکھائیں۔ تا کہ وہ دائیں ہاتھ سے کھائے اور کھانا بسم اللہ شریف پڑھ کر کھانا شروع کرے۔ جلدی جلدی نہ کھائے۔ اچھی طرح لقمے چبائے دوسروں کے نوالوں پر نگاہ نہ ڈالے۔ اپنے سامنے سے لقمہ اٹھائے اور جب تک ایک نوالہ نہ نگل لے۔ تو دوسرا نوالہ نہ لے۔ کھانے سے ہاتھوں کو صاف کرے۔ اور نہ کپڑے خراب کرے کبھی کبھی اسے روکھی روٹی بھی کھلائیں۔ تا کہ وہ ہمیشہ سالن کا طالب نہ ہو۔ بچہ کے سامنے زیادہ کھانے کی برائی بیان کریں اور بتائیں کہ یہ کام جانوروں اور احمقوں کا ہے اور اس کے سامنے زیادہ کھانے والے بچوں کی برائی بیان کی جائے اور باادب بچوں کی تعریف کی جائے۔ تا کہ یہ سب سننے سے اس میں غیرت پیدا ہو۔ اور وہ خود بھی اس پر عمل کرنے لگے اس کے سامنے سفید کپڑوں کی تعریف کریں۔ ریشمی اور رنگین کپڑوں کی برائی بیان کریں اور واضح کریں بجنا سنورنا عورتوں اور معشوقوں کا کام ہے اور خود کو بنانا سنوارنا ہیجڑوں کا کام ہے کیونکہ جب وہ ایسے لوگوں کو دیکھے گا تو خود بھی بگڑے گا اور اس کا شوق بھی اس میں ظاہر ہوگا بچے کو بری صحبت سے محفوظ رکھیں ورنہ وہ ڈھیٹ' بے حیاء' چور' جھوٹا' گستاخ اور بے ادب بن جائے گا اور پھر یہ عادت طویل عرصہ کے اس سے چھوڑی نہ جا سکے گی۔

☆ بچے جب مدرسہ میں بھیجیں اور وہ قرآن پاک پڑھنے لگے۔ تو نیک لوگوں کی کہانیاں اور کردار صحابہ کرام سے اسے آگاہ کریں۔ اسے ایسے اشعار نہ پڑھنے دیں۔ جن میں حسن و عشق اور عورتوں کا تذکرہ ہو اور اسے اس قسم کے استاد کے پاس نہ جانے دیں جو یہ کہتا ہوں ایسے عشقیہ اشعار سے تیزیٔ طبع پیدا ہوتی۔ ایسا استاد ادب سکھانے والا نہیں ہے بلکہ شیطان' ابلیس ہے کیونکہ وہ بچے کے دل میں فتنہ و فساد کا بیج ڈال رہا ہے۔ جب بچہ اچھا عمل کرے اور خوش اخلاق بنے تو اس کی تعریف و حوصلہ افزائی کریں اور اسے شے دیں۔ جس سے اس کا دل خوش ہو۔ دوسرے لوگوں کے سامنے اس کی تعریف کریں۔ اگر بچہ غلطی کرے تو ایک دو دفعہ نظر انداز دیں۔ انجان بن جائیں۔ (اس کی گرفت نہ کریں۔ تا کہ وہ بے شرم اور ڈھیٹ نہ بن جائے۔ خاص طور پر جب وہ اپنی غلطی کو پوشیدہ کرے۔ کیونکہ بار بار ٹوکنے اور جھڑکنے سے وہ بے شرم بن جائے گا۔ اور پھر اس کی جھجک جاتی رہے گی۔ اور سرعام ایسی کوتاہی کرنے لگے گا۔ اگر وہ پھر ارادۃً ایسی غلطی کرے تو ایک دفعہ تنہائی میں اسے سرزنش کریں۔ سمجھائیں اور خبردار کریں۔ کہ آئندہ کسی کے سامنے کام نہ کرنا۔ اس سے رسوا ہوگا۔ اور بتائیں کہ اس کی عزت و قدر ختم ہو جائے گی۔ باپ کو لازم ہے کہ بیٹے کے ساتھ بزرگ بن رہے (دین بزرگ اور وقار کو قائم رکھیں) اور اسے ماں باپ کے خوف سے آگاہ کریں (بتائیں کہ ماں باپ سے ڈرنا چاہئے) دن کے وقت سونے نہ دیں وہ ست ہو جائے گا رات میں اسے نرم بستر پر نہ سلائیں تا کہ اس کا جسم مضبوط ہے۔ تمام دن میں صرف ایک گھنٹہ اسے کھیل کود کی اجازت دیں۔ تا کہ اس کا دل پریشان نہ ہو۔ اس تنگدلی سے اس میں بدمزاجی جنم لے گی۔ اور وہ (نالائق) بن جائے گا اسے تواضع (عاجزی) سکھائیں دوسرے بچوں کے ساتھ اسے ڈھینگیں نہ مارنے دیں۔ اسے دوسروں سے چیز لیں دیں۔ بلکہ اسے بتائیں وہ خود دوسروں کو کچھ نہ کچھ دے۔ اسے بتائیں کسی سے کچھ لینا فقیروں اور بے ہمتوں کا طریقہ ہے۔ ہرگز اجازت نہ دیں کہ وہ کسی سے روپیہ پیسہ قبول کرے یا اس کی ابتری اور خرابی کا سبب ہو اسے اس بات کی تعلیم دیں کہ لوگوں کے سامنے (روبرو) نہ تھوکے۔ نہ تھوکے اور ان کی سمت بیٹھ کر پیشاب نہ کرے۔ بلکہ ان کے سامنے مؤدب بیٹھے۔ ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ

marfat.com

...کر نہ بیٹھے۔ کیونکہ یہ سستی کی نشانی ہے۔ اسے بہت زیادہ گفتگو نہ کرنے دیں اسی طرح قسمیں نہ کھائے اور سوال کے علاوہ جواب نہ ...ے۔ جو اس سے بڑا ہو اس کی عزت و ادب کرے۔ زبان کو گالی اور بری باتوں سے روکے۔ اسے سکھائیں کہ اگر استاد سزا دے تو اس ...زا پر شور اور واویلا نہ کرے۔ اور نہ سزا سے بچنے کے لئے کسی سفارشی کو لائے۔ بلکہ استاد کی سزا پر صبر کرے۔ اسے بتائیں تحمل اور ...رداشت جوانمردی کا کام ہے۔ اور شور و غوغا اور واویلا کرنا عورتوں اور لڑکیوں کا طریقہ ہے۔ جب لڑکا سات برس کا ہو جائے تو اسے ...ی کے ساتھ پاک صاف رہنے کا اور نماز پڑھنے کا حکم کریں جب سات سال کا ہو جائے اور نماز نہ پڑھے۔ تو اسے مار کر نماز پڑھائیں ...چوری حرام خوری اور جھوٹ بولنے کی برائی اس پر واضح کریں۔ ایسی پرورش اور تربیت کے بعد ان آداب کی اچھائیاں اس پر بیان ...کریں۔ تاکہ اس میں اثر کریں اسے بتائیں کھانا کھانے سے غرض یہ ہے انسان کو عبادت کرنے کی طاقت حاصل ہو اور یہ بھی بتائیں ...یا سے مقصد آخرت کی تیاری کرنا ہے۔ دنیا بے وفا ہے۔ جو اچانک آ جاتی ہے تو عقلمند و بینا وہ آدمی ہے۔ جو دنیا سے آخرت کی تیاری ...سامان حاصل کرے۔ تاکہ اسے جنت میں جگہ ملے۔ اور اسے اللہ عزوجل کی رضامندی حاصل ہو۔ اس کے سامنے جنت اور جہنم کے ...وال بیان کرنے چاہئیں۔ اور اسے ثواب اور عذاب کی حقیقت سمجھائیں۔

☆ جب پہلے پہل ادب سے اس کی پرورش کریں گے تو باتیں اس کے دل میں پختہ ہو جائیں گی۔ اور اگر اسے آزاد اور مطلق ...ان چھوڑ دیا جائے گا۔ تو اس کا حال ایسے ہوگا۔ جیسے دیوار سے خاک گرتی ہے۔

...پن سے جوانی تک

☆ حضرت شیخ سہیل تستری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جب میری عمر تین سال کی تھی۔ تو میں اپنے ماموں حضرت محمد بن سوار رحمہ ...تعالیٰ کو جب وہ نماز پڑھتے دیکھتا رہتا۔ ایک مرتبہ انہوں نے مجھ سے کہا۔ اے لڑکے تو خدا کو جس نے تجھے پیدا فرمایا ہے یاد نہیں ...رتا۔ میں نے کہا کیسے یاد کروں؟ انہوں نے فرمایا۔ رات سوتے وقت تین مرتبہ اس طرح کہا کرو۔ اللہ میرے ساتھ ہے اللہ مجھے دیکھتا ...ہے۔ چنانچہ کئی راتوں تک میں نے ایسے ہی عمل کیا۔ پھر انہوں نے مجھے فرمایا۔ ہر رات میں گیارہ مرتبہ کہا کرو آخر کار اس ذکر کی مٹھاس ...رے دل میں ظاہر ہوگئی جب ایسے ہی ایک سال بیت گیا تو انہوں نے مجھے فرمایا جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے اسے تمام عمر میں یاد ...نا۔ میں نے کچھ سالوں تک اس ذکر کو یاد رکھا۔ یہاں تک کہ میرے دل و دماغ میں اس کی مٹھاس پیدا ہوگئی پھر ایک دن ماموں نے ...مایا جب اللہ عزوجل اسے دیکھتا ہے تو لازم ہے اس کی نافرمانی نہ کرے خبردار اے لڑکے گناہ نہ کرنا۔ کیونکہ اللہ عزوجل تجھے ہمیشہ دیکھتا ...ہے اس کے بعد مجھے ایک استاد کے حوالے کر دیا گیا۔ لیکن میرا دل وہاں پریشان رہتا تھا۔ اس لئے میں نے کہا مجھے مدرسہ میں ایک لمحہ ...سے زیادہ کے لئے نہ بھیجا جائے۔ چنانچہ اس طرح ہی ہوا۔ میں نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کر لیا۔ جب میں دس سال کا ...ا۔ تو برا یہ معمول ہوگیا۔ میں ہمیشہ روزہ رکھتا اور جو کی روٹی کھاتا تھا۔ بارہ سال کی عمر تک میری یہی حالت رہی۔ جب میری عمر کا ...ہواں برس شروع ہوا تو میرے دل میں ایک مشکل مسئلہ ظاہر ہوا۔ جس سے حل کے لئے میں بصرہ گیا۔ وہاں کے تمام علماء سے وہ ...کل آسان نہ ہو سکی۔ مجھے علم ہوا کہ آبادان میں ایک عالم متبحر ہیں وہ مسئلہ ان سے حل ہو جائے گا۔ لہٰذا میں وہاں پہنچا۔ انہوں نے ...س مسئلہ کا حل کر دیا۔ میں کچھ دن ان کے پاس ٹھہرا رہا۔ پھر تستر واپس لوٹ آیا۔ یہاں میں نے ایک روپے کے جو خریدے۔ افطار

marfat.com

کے وقت میں بغیر سالن کے جو کی روٹی کھایا کرتا تھا ایک پورے سال کیلئے ایک روپے کے (درھم) کے جو کافی ہوتے تھے۔ پھر میں نے قصد کیا کہ تین روز کے بعد کچھ کھایا کروں۔ جب میں اس کا عادی ہوگیا۔ اور اس کی قدرت ظاہر ہوگئی۔ تو پانچ دن رات پھر سات دن رات تک بھوکا رہنے لگا۔ آخر مجھ میں پچیس دن تک بھوکا رہنے کی طاقت پیدا ہوگئی۔ بیس سال تک میرا یہی حال رہا۔ بیس دن رات تک بھوکا رہتا اور رات بیداری میں گزارتا۔

☆ یہ مفید کہانی اور حکایت اس لئے بیان کی گئی تا کہ علم کو جو کام جتنا اعلیٰ اور باعظمت ہو اس کی عادت بچپن ہی سے ڈالی جائے۔

شرائط ابتدائے کار برائے مرید اور راہ دین میں ریاضت

☆ اے پیارے! یہ معلوم ہونا ضروری ہے جس نے معرفت الٰہی نہ پائی۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے اس نے راہ الٰہی کو طے نہیں کیا۔ اس کا سبب یہ ہوگا یا تو اسے اس بات کی چاہت نہ تھی۔ یا اس کی وجہ یہ ہوگی وہ معرفت الٰہی سے غافل رہا۔ اور اس کا ایمان کامل نہ تھا۔ کیونکہ جو یہ علم رکھتا ہے دنیا آلائشوں سے لبریز ہے اور اسے دوام نہیں اور اس سے مقابلے میں آخرت ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اس کے دل میں سامان آخرت کی ضرور چاہت ظاہر ہوگی۔ اور یہ کام اس پر زیادہ مشکل نہ ہوگا تو نامناسب باتوں کا باعث ایمان کا کمزور ہوتا ہے۔ اور اس کمزوری کی وجہ ہے کہ رہنما علماء مفقود ہیں۔ جب رہنما نہ ہو تو راستہ خالی رہے گا اور لوگ اپنی نیک بختی کے حصول سے محروم رہیں گے اور جو علماء ہیں ان پر دنیا کی محبت کا غلبہ ہے جب یہ خود دنیا کی چاہت میں مبتلا ہیں تو لوگوں کو دنیا سے پھیر کر آخرت کی جانب کیسے بلائیں گے؟ دنیا کی راہ آخرت کی راہ کے برخلاف ہے۔ دنیا و آخرت میں اتنا تضاد ہے۔ جیسے کہ مشرق و مغرب میں جب کوئی دنیا سے دور اور آخرت کے قریب ہوگا۔ تب اس کے دل میں شوق الٰہی پیدا ہو۔ پھر وہ اس گروہ میں شامل ہوگا۔ جس کے متعلق باری تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا. (پ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۹)

اور جو آخرت چاہے اور اس کی سی کوشش کرے اور ہو ایمان والا تو انہیں کی کوشش ٹھکانے لگی۔

تو آدمی کو لازم پہلے اس سعی کے معنی کو جانے۔ سعی کے معنی راستے کو طے کرنا ہے اور چلنا۔ اس سلوک کے پہلے مرتبے میں کچھ شرائط ہیں جن کا پورا کرنا لازم ہے اس کے بعد وہ اس دستاویزات کا تمسک کر سکتا ہے۔ پھر وہ اپنی پناہ کے لئے ایک حصار بنائے۔

شرط نمبر ۱

☆ یہ ہے کہ اپنے اور اللہ عزوجل کے مابین جو حجاب ہے اسے دور کر دے۔ تا کہ اس گروہ میں شامل نہ ہو جائے۔ جس کے متعلق فرمایا گیا۔

وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ. (پ۲۲ سورہ یٰسین آیت ۹)

اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنادی اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ بھی نہیں سوجھتا۔ (ترجمہ: کنز الایمان)

marfat.com

یہ حجاب چار چیزوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

رعب و دبدبہ۔ رضا و تقلید اور محبت۔ مال بایں طور حجاب ثابت ہوتا ہے۔ دل کا اس سے ہر وقت ربط رہتا ہے اور راہ حق اس وقت ...طے ہو سکے گی جب دل فارغ ہو۔ تو لازم ہے۔ مال کو اپنے سے دور کر دے۔ فقط ضرورت کے مطابق رہنے دے۔ کیونکہ بقدر ضرورت ...ل کی مشغول کا باعث نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی آدمی ایسا ہے جس کے پاس کچھ نہیں اور اسے شوق الٰہی ہے تو وہ راستہ جلد طے کر لے گا۔

☆ جاہ و حشمت کا حجاب تب دور ہوگا جب انسان اپنے لوگوں سے دور رہے۔ ور ایسی جگہ پہنچے جہاں اسے کوئی جانتا نہ ہو۔ اس ...لئے صاحب شہرت ہمیشہ مخلوق کے ساتھ معروف رہتا ہے اور اس کی ذات میں سرگرم رہتا ہے۔ جب اسے لوگوں سے نصرت ملے گی تو ...ہ دربار الٰہی میں نہ پہنچ پائے گا۔

☆ تقلید اس طرح سے حجاب ہے جب کسی مذہب و مسلک کی تقلید کی اور مناظرہ کی باتیں کانوں میں پڑیں۔ تو پھر دوسری بات ...ں کے دل میں نہیں ٹھہر سکے گی تو لازم ہے ان تمام باتوں کو فراموش کرے۔ اور لا الہ اللہ پر ایمان لائے اور اپنے دل میں اس کی تحقیق ...رے اور تحقیق یہ ہے اس کیلئے اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی معبود نہ رہے جس پر حرص و ہوس غالب ہو اس کا معبود وہی ہے جب یہ حالت ...ل بن جائے تو دیگر امور کا کشف ریاضت میں ڈھونڈے۔ بحث و جھگڑے سے مکمل طور پر علیحدہ ہو جائے معصیت بندے اور اللہ ...وجل کے مابین ایک بڑا حجاب ہے۔ کیونکہ جو معصیت پر ڈٹا رہتا ہے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے پھر اس پر سچ اور حق کیسے ظاہر ہو سکتا ...ہے خاص طور پر جب وہ حرام رزق کھاتا ہو۔ او یہ قصد کرتا ہے احکام شرع شریف پورے کرنے سے پہلے دین و شرع کے راز اس پر ...ح ہو جائیں۔ ایسے آدمی کی مثال اس آدمی کی سی ہے جو عربی زبان سیکھنے سے قبل ہی تفسیر قرآن پڑھنا پسند کرتا ہو۔ اور جب یہ ...ت اس سے دور ہو جائیں گے تو وہ اس آدمی کی طرح ہوگا جو طہارت کر کے نماز ادا کرنے کے قابل ہوا۔ اب اسے صرف ایک امام ...ا حاجت ہے جس کی وہ اقتداء کرے اور وہ مرشد و پیر ہے کیوں مرشد کے بغیر اس راہ پر چلنا ممکن نہیں۔ یہ ایک پوشیدہ راز ہے اور ...طان کی راہیں۔ راہ الٰہی کے ساتھ پیوستہ ہیں اور راہ ہائے باطل تو ہزاروں ہیں راہ حق صرف ایک ہے۔ تو پھر بغیر رہنما کے راہ حق طے ...نا کیونکر ہو سکتا ہے۔ جب مرشد مل جائے تو اپنا کام اسے سونپ دے۔ پھر اپنا اختیار باقی نہ رکھے اور یقین کے ساتھ یہ بات سمجھ لے ...ں درست رائے کے سامنے مرشد کی غلط رائے میں بھی بڑا نفع ہے۔ اگر اپنے مرشد کی کوئی ایسی بات پائے جس کی وجہ بظاہر سمجھ نہ آ ...ے۔ تو حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہما السلام کا واقعہ یاد کرے کہ وہ مکاتب پیر اور مرید کے لئے ہی ہے کیونکہ مشائخ اپنے ...ت سے امور سے باخبر ہوتے ہیں۔ مرید کی عقل ان کی اصل تک نہیں پہنچ سکتی۔

...لینوس کی دانائی

☆ بیان کیا گیا ہے کہ حکیم جالینوس کے دور میں ایک آدمی کی سیدھی انگلی درد کرنے لگی۔ ناقص ڈاکٹر اس انگلی پر دوائیاں لگاتے ...ہے۔ مگر بے سود۔ جب جالینوس سے رجوع کیا تو اس نے اس کے بائیں کاندھے پر دوا لگائی۔ لوگوں نے کہا۔ یہ بے وقوفی ہے انگلی ...، درد کو کاندھے کے علاج سے کیا واسطہ۔ بالآخر انگلی کا درد ختم ہو گیا۔ جالینوس نے جان لیا تھا کہ درحقیقت عصب (پٹھے) کی خرابی ...ہے۔ تمام اعصاب دماغ اور پشت سے نکلے ہیں۔ جو بائیں سمت سے نکلتے ہیں وہ دائیں جانب آتے ہیں اور جو اس کے برعکس نکلتے

marfat.com

ہیں وہ بائیں طرف آتے ہیں۔غرض اس مثال سے یہ ہے مرید اپنے باطن میں کچھ تصرف نہ کرے حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمہ اللہ تعالیٰ مرشد حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ سے میں نے سنا۔فرماتے تھے۔ایک دفعہ حضرت شیخ ابوقاسم گرگانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے میں نے ایک خواب عرض کیا وہ مجھ سے خفا ہوئے اور ایک ماہ تک مجھ سے کلام نہ کیا۔ مجھے اس کی وجہ معلوم نہ ہو پائی۔ بالآخر خود انہوں نے فرمایا۔اس خواب میں جو تو نے مجھ سے بیان کیا۔تم شیخ ہو۔اور بحالت خواب مجھ سے ہمکلام ہو۔ میں نے اس سے عرض کی میں شیخ کیسے ہوگیا۔انہوں نے جواب دیا۔اگر تمہارے دل میں یہ بات پختہ نہ ہوتی۔تو خواب میں تمہاری زبان پر یہ بات نہ آتی۔

☆ جب مرید اپنا کام شیخ کو سونپتا ہے تو وہ پھر اسے اپنے حصار اور پناہ میں لے لیتا ہے تا کہ وہ بلاؤں سے بچا رہے۔اس حصار کی چار دیواریں ہیں۔

نمبر۱-خلوت
نمبر۲-خاموشی
نمبر۳-بھوک
نمبر۴-شب بیداری۔

بھوک شیطان کی راہ مسدود کر دیتی ہے۔

بیداری سے دل روشن ہوتا ہے۔

خلوت نشینی خلائق کی ظلمت کو رفع کرتی ہے۔اور چشم و گوش کی راہ مسدود کر دیتی ہے۔خاموشی لایعنی و فحش باتوں کو دل میں نہیں آنے دیتی۔

حضرت شیخ سہیل تستری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ لوگ جو ابدال کے مقام تک گئے ہیں وہ خلوت' بھوک' خاموشی اور شب بیداری سے اس مرتبہ تک پہنچے۔

☆ جب مرید دنیاوی مصروفیات سے الگ تھلگ ہو جائے تب سمجھنا چاہئے کہ اس نے سلوک میں قدم رکھا اس کا پہلا قدم یہ کہ راستے کے خطروں کو رفع کرے۔اس سے مطلب بری صفات ہیں جو دل میں ظاہر ہوتی ہیں اور ایسے افعال کی جڑیں جن سے ضروری ہے۔مثلاً حال و جاہ کی ہوس اور کھانے پینے کا شوق فکر و ایاس وغیرہ سے باطن کا رابطہ ٹوٹ جائے اور دل ان سے پاک ہو جائے اگر کوئی مرید اس طرح کا ہے جس میں یہ سب باتیں نہیں۔لیکن ایک چیز موجود ہے تو اسے لازم ہے کہ اس سے بھی تعلق توڑے۔اس طرز پر جیسے اس کا شیخ مناسب سمجھتا ہے اس کا قاعدہ و ضابطہ ہر شیخ کے اعتبار سے مختلف ہوگا۔ایسے کہ جب زمین پاک ہو جائے تو اس میں بیج ڈالے۔اس سے مراد ذکر الٰہی ہے جب دل اللہ عزوجل کے علاوہ سے خالی ہوگیا تو کونے میں بیٹھ کر دل اور زبان سے اللہ کرے اور اس حد تک یہ ذکر کرے زبان خاموش ہو جائے مگر دل ذکر کرتا رہے۔پھر دل بھی خاموش ہو جائے اور اس کلمہ کے معنی دل پر یوں غالب آ جائیں کہ الفاظ کا دخل ختم ہو جائے۔نہ عربی ہو نہ فارسی' دل سے بولنا بھی بات کرنا ہے اور گویائی اس بیج کا پوست یعنی عین تخم نہیں۔اس کے دل میں وہ معانی ایسے نقش ہو جائیں کہ دل ان سے بلا تکلف وابستہ ہو جائے بلکہ اس طرح عاشق ہو جائے کہ تکلف اور کوشش سے بھی وہ دل سے نکال نہ سکیں

marfat.com

پائیدار بیج! ذکر

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ انہوں نے اپنے مرید سے کہا۔ ہر جمعہ کو جو تم میرے پاس آتے ہو۔ اگر اللہ عزوجل کے علاوہ کسی کا خیال اس دوران تمہارے دل میں گزرے تو تمہارا میرے پاس آنا صحیح نہیں۔ تو جب دل کو دنیاوی وسوسوں کے خنتہ سے نکال لیا اور یہ بیج یعنی ذکر دل میں بو دیا۔ تو پھر کوئی شے باقی نہ رہے گی۔ جو دل کے اختیار سے متعلق ہو۔ بس اختیار اس حد تک ہی تھا اس کے بعد مرید منتظر رہے کہ غیب کے پردہ سے کس چیز کا ظہور ہوتا ہے یہ تخم اکثر ضائع نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ (پ ۲۵ سورہ شوریٰ آیت ۲۰)

ترجمہ۔ جو آخرت کی کھیتی چاہے اس کے لئے ہم اس کی کھیتی بڑھائیں۔ (ترجمہ: کنز الایمان)

مختلف احوال مریدین

☆ یہ ایک ایسا مقام ہے جس پر مریدوں کے احوال مختلف ہوا کرتے ہیں۔ کوئی تو ایسا ہوگا جو اس کلمہ کے معنی میں اسے اشکال وارد ہوگا۔ اور جھوٹا خیال اس کے اندر ظاہر ہوگا۔ اور کوئی ایسا ہوگا جو اس وسوسے سے نجات پائے گا۔ ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کی ارواح بہترین شکلوں میں اسے دکھائی دیں گی۔ بحالت خواب اور عالم بیداری میں بھی۔ اس کے بعد کچھ ایسا حال ہو جاتا ہے جس کی توضیح و تشریح بیان کرنا طوالت کا سبب ہے اور نہ ہی اس کی وضاحت سے کچھ حاصل ہوگا۔ کیونکہ یہ راست سلوک کا راستہ ہے۔ قیل وقال کا نہیں۔ ہر ایک مختلف کیفیت پیش آئے گی (یعنی اسے کہاں تک بیان کیا جائے) سالک کے لئے یہی مناسب ہے ان احوال کی کیفیت کسی سے نہ سنے۔ کیونکہ اس سے اس کا دل کیفیت کے انتظار میں مصروف رہے گا۔ اور دل کا مصروف رہنا حجاب ثابت ہوتا ہے۔ علم کی رسائی یہیں تک ہے۔ کہنے سے غرض یہ ہے انسان اس پر ایمان رکھے۔ اگرچہ اکثر علماء نے اس پر اعتراض کیا ہے اور یہ حضرت علم رسمی سے برعکس جو بات ہوتی ہے اس پر یقین نہیں کرتے۔ واللہ اعلم۔

فصل نمبر ۲

شہوت شکم وعلاج فرج اور ان کی رفع حرص

☆ یہ علم ہونا ضروری ہے۔ معدہ جسم کا مرض ہے اور سب رگیں جو اس معدہ سے مفت اندام میں جاتی ہیں۔ ان کی مثال نہروں کی ہے۔ (جو اس مرض سے نکلتی ہیں) سب شہوتوں کا مرکز معدہ ہے۔ یہ سب سے بڑی شہوت ہے جس نے انسان پر غلبہ کیا ہے۔ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الکلام کا جنت سے نکلنا اس شہوت شکم کی وجہ سے تھا۔ یہ شہوت دوسری شہوتوں اور تمناؤں کی اصل ہے۔ جب پیٹ خوب بھرا ہوا ہوتا ہے تو خواہش نکاح ظاہر ہوتی ہے۔ شکم اور فرج کی شہوت مال کے علاوہ پوری نہیں ہو سکتی۔ تو اس کے سبب مال کا لالچ اور حرص پیدا ہوئی اور مال بغیر جاہ وحشمت کے پیدا نہیں ہو سکتا۔ تو جب تک لوگوں سے لڑائی جھگڑا نہ کیا جائے۔ حصول جاہ و حشمت نہیں ہو سکتا۔ پھر اس سے حسد، تعصب، عداوت، تکبر ریا اور کینہ جنم لیتا ہے تو معدہ کو بالکل آزاد چھوڑ دینا۔ تمام مصائب کی اصل

marfat.com

ہے۔اور اسے منع رکھنا (یعنی کنٹرول رکھنا) اور بھوک کی عادت ڈالنا تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔

☆ ہم اس فعل میں سب سے قبل بھوک کی فضیلت واضح کریں گے پھر اس کے بعد اس کے فوائد کم خواری کی ریاضت کا طریقہ اور اس کے بعد اس سلسلہ میں لوگوں کے مختلف احوال بیان کریں گے اور اس کے شہوت فرج' خواہش نکاح کی مصیبت اور جو آدمی خود کو اس مصیبت سے محفوظ رکھے اس کا ذکر آخر میں کریں گے۔

فضیلت گرسنگی (بھوک)

☆ بھوکا رہنے کی عظمت یہ ہے۔حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔بھوک اور پیاس کے ذریعے نفس کے ساتھ جہاد کرو اس کا ثواب اتنا ہے جتنا کافروں سے جہاد کرنے کا۔اور کوئی عمل اللہ عزوجل کے حضور گرسنگی اور تشنگی سے بڑھ کر محبوب نہیں ہے۔

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔جو اپنا پیٹ پر کرتا ہے اسے ملائکہ آسمان کی جانب راستہ نہیں دیں گے لوگوں نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے معلوم کیا سب سے بڑھ کر نیک آدمی کون ہے؟ آپ نے فرمایا وہ جو کم کھائے' کم ہنسے اور ستر عورت پر قناعت کرے۔

☆ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے بھوک تمام اعمال کی سردار ہے۔آپ نے فرمایا۔لوگو پرانا لباس زیب تن کرو اور نصف شکم کھاؤ۔کیونکہ یہ عمل نبوت کا ایک جز ہے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ بھی فرمان ہے فکر کرنا نصف عبادت ہے اور کم کھانا کل عبادت ہے۔اور فرمایا تم میں سے اللہ عزوجل کے ہاں بہتر وہ ہے جس کی فکر اور بھوک طویل ہو اور تم میں سے اللہ عزوجل کا بڑا دشمن وہ ہے جو کھانا بہت کھائے اور بہت سوئے اور فرمایا اللہ عزوجل اس آدمی سے فرشتہ پر فخر کرتا ہے جس نے کم کھایا اور اللہ عزوجل فرماتا ہے دیکھو اسے بھوک تھی مگر اس نے کم کھایا اے ملائکہ گواہ رہنا۔اسکے ہر ایک نوالے کے بدلے جو اس نے ترک کیا میں اسے جنت میں ایک رتبہ دوں گا۔

☆ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔اپنے قلوب کو بہت زیادہ کھانے سے مردہ نہ کرو۔کیونکہ وہ ایک کھیت کی مانند ہیں۔جو زیادہ پانی دینے سے پژمردہ ہو جاتا ہے۔آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا۔آدمی شکم سے زیادہ بری کسی اور شے کو پر نہیں کرتا۔اور آدمی کے لئے چند نوالے ہی کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں۔تو شکم کا تیسرا حصہ کھانے کے لئے اور تیسرا باقی سانس لینے اور ذکر الٰہی کے واسطے چھوڑ دو۔

مومن کا کھانا

☆ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔اپنے آپ کو ننگا اور بھوکا رکھو۔تاکہ تمہارے قلوب اللہ عزوجل کا مشاہدہ کریں۔حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔آدمی کے بدن میں شیطان ایسے سرایت کرتا ہے۔جیسے رگوں میں خون چلتا ہے۔پس بھوک اور پیاس سے اس کی راہ تنگ کر دو۔آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔مومن ایک آنت سے کھاتا ہے اور فاسق سات آنتوں سے۔یعنی منافق کی بھوک اور خوراک مومن کی بنسبت سات گناہ بڑھ کر ہوتی ہے۔

marfat.com

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ہمیشہ جنت کے دروازے پر دستک دیا کرتا کہ اسے کھول دیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ علیک الصلوٰۃ والسلام۔ دستک کیسے دی جاسکتی ہے۔ فرمایا۔ بھوک اور پیاس سے۔

☆ بیان کیا گیا۔ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ڈکار لی تو آپ نے فرمایا۔ ڈکار کو مت آنے دو۔ جو اس دنیا میں خوب سیر ہو رہا ہے وہ اس جہان میں (یعنی آخرت) میں بھوکا رہے گا۔

حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی سیر ہو کر تناول نہ فرماتے۔ مجھ آپ پر ترس آتا میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیٹ مبارک پر ہاتھ رکھ کر کہا کرتی تھی۔ میں آپ پر فدا ہوں۔ اگر آپ اس قدر کھائیں۔ جس سے بھوک مٹ جائے تو کیا حرج ہے۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے جواب دیتے وہ انبیاء الوالعزم جو میرے بڑے بھائی تھے اور مجھ سے قبل گزر چکے ہیں اور انہوں نے اللہ عزوجل سے شرف اور بزرگی پائی ہے۔ مجھے خدشہ ہے۔ اگر میں پیٹ خوب بھروں تو میرا رتبہ ان سے کم ہو جائے گا۔ تو کچھ دن صبر کرنا افضل ہے۔ اس بات کی بجائے کہ آخرت میں میرا رتبہ کم ہو جائے۔ مجھے اس بات سے زیادہ اور کوئی بات محبوب نہیں کہ میں اپنے بھائیوں کے پاس پہنچوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ اللہ عزوجل کی قسم اس کے بعد آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں ایک ہفتہ سے زیادہ مقیم نہیں رہے۔

کھانا نہیں ملا

☆ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا روٹی کا ایک ٹکڑا لئے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معلوم فرمایا یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی میں نے روٹی پکائی تھی۔ جی نہیں چاہا آپ کے بغیر کھاؤں۔ آپ نے فرمایا مجھے تین دن سے اس ٹکڑے کے علاوہ کچھ کھانا نہیں ملا۔

☆ حضرت شیخ ابوسلیمان دارانی نے فرمایا۔ رات کے کھانے سے مجھے ایک لقمہ کم کھانا اس سے کہیں زیادہ محبوب ہے کہ تمام رات نماز پڑھتا رہوں۔ حضرت شیخ فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے دل سے مخاطب ہو کر فرمایا کرتے۔ بھوک سے خوف کیوں کرتا ہے۔ اللہ عزوجل نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اصحاب کو یہ نعمت عطا فرمائی تھی۔ تو کیا تجھے عطا نہ فرمائے گا۔ حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ نیک بخت وہ آدمی ہے جس کے پاس گزراوقات کے مطابق اناج موجود ہے۔ اور وہ لوگوں سے بے نیاز ہے۔ حضرت شیخ محمد واسع رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ایسا نہیں ہے جیسے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ بلکہ نیک بخت سعادت مند وہ ہے جو رات اور دن کے فاقے میں اللہ عزوجل سے راضی رہے۔ حضرت شیخ سہل تستری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ بزرگوں اور عقلمندوں کا فیصلہ ہے دنیا اور دین میں بھوک سے افضل کوئی شے نہیں ہے۔ اور معاملہ آخرت میں خوب پیٹ بھرنے سے زیادہ کوئی چیز نقصان دہ نہیں۔ حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ عزوجل بھوکے کو دوست رکھتا ہے۔ اس بھوک کی وجہ سے پانی پر چل سکتے ہیں اور طے الارض (زمین طے کرنا) کر سکتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے ان چالیس دنوں میں جب اللہ عزوجل نے آپ سے کلام فرمایا۔ کچھ نہ کھایا۔

marfat.com

فوائد گرسنگی اور مصائب سیری

وجہ فضیلت اور دس فوائد

☆ گرسنگی کی فضیلت کی وجہ یہ نہیں کہ اس میں مشقت اٹھانا پڑتی ہے۔ جیسے کڑواہٹ دوا کی خوبی نہیں بلکہ بھوکا رہنے کے دس فوائد ہیں۔

فائدہ نمبر ۱: اس سے دل صاف اور روشن ہوتا ہے اور امیری دل کو کالا اور غمی کر دیتی ہے۔ اور معدے سے ایک بخار اٹھ کر دماغ کو جاتا ہے۔ جس سے انسان کا دل پریشان ہو جاتا ہے۔ اسی بناء پر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "کم کھانے سے اپنے دل کو زندہ کرو۔ گرسنگی سے اسے پاک صاف بناؤ۔ تاکہ تصفیہ حاصل ہو"۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ جو آدمی بھوکا رہتا ہے۔ اس کا دل ہوشیار ہو جاتا اور اس کی عقل بڑھ جاتی ہے۔

☆ حضرت شیخ شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ایسا نہیں ہوا۔ میں کسی دن اللہ عزوجل کے لئے بھوکا رہا ہوں۔ اور میرے دل میں ایک تازہ حالت ظاہر نہ ہوئی ہو۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ سیر ہو کر نہ کھاؤ کیونکہ اس سے نور معرفت دل میں مر جائے گا۔ جب کم خوری معرفت و جنت کی راہ ہے اور بھوک معرفت کی درگاہ ہے۔ تو بھوکا رہنا جنت کے دروازے پر دستک دینا ہے۔ جیسے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

"گرسنگی سے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤ"

فائدہ نمبر ۲: یہ ہے کہ بھول سے دل نرم ہو جاتا ہے۔ اور ذکر و مناجات کی لذت پاتا ہے۔ سیری سے قساوت قلبی اور سختی ظاہر ہوتی ہے کہ جو ذکر کیا جائے وہ زبان ہی تک رہے۔ (تا زباں ماند) حضرت سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جس نے اپنے اور اللہ عزوجل کے درمیان کھانے کا طشت رکھا۔ اور پھر چاہے کہ ذکر اور مناجات کی لذت بن جائے تو ہرگز یہ بات حاصل نہ ہو سکے گی"۔

فائدہ نمبر ۳: یہ ہے کہ تکبر اور غفلت دوزخ کا دروازہ ہے۔ عاجزی اور بیچارگی جنت کی گزرگاہ ہے۔ سیری غفلت پیدا کرتی ہے۔ اور عاجزی بھوک سے پیدا ہوتی ہے جب تک انسان اپنے آپ کو حقارت کی نگاہ اور عاجزی سے نہیں دیکھے گا اور اسے ایک نوالہ کھانے کو نہ ملے تو سارا جہاں اسے تاریک نظر آئے۔ اس وقت اسے اپنے پروردگار کی عزت و قدرت سمجھ میں نہیں آئے گی۔ جب روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد کی گئیں تو آپ نے فرمایا۔ یہ میری خواہش نہیں بلکہ میں چاہتا ہوں۔ میں ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن کھاؤں۔ جب بھوکا رہوں تو صبر کروں اور سیر ہوں تو شکر کروں"۔

فائدہ نمبر ۴: یہ ہے کہ آدمی اگر پیٹ بھرے ہوئے رہے گا تو بھوکوں کو بھول جائے گا۔ اور اللہ عزوجل کے بندوں پر مشقت نہیں کرے گا۔ اور آخرت کے عذاب کو بھلا دے گا اور جب بھوکا رہے گا۔ تو دوزخیوں کی بھوک یاد کرے گا اور جب پیاسا ہوگا۔ تو اہل جہنم کی پیاس یاد کرے گا۔ آخرت کا خوف اور خلق خدا پر مہربانی جنت کا دروازہ ہے۔ اس لئے جب لوگوں نے حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ

marfat.com

السلام سے پوچھا۔ تمام زمین کا خزانہ آپ کے پاس ہے۔ پھر آپ بھوکے کیوں رہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا میں ڈرتا ہوں۔ اگر سیر ہوا تو بھوکوں کو فراموش نہ کر دوں۔

فائدہ نمبر ۵: یہ ہے کہ انسان کی بڑی نیک بختی یہ ہے کہ باغی نفس کو اپنا مغلوب بنائے اور اس کی بدبختی یہ ہے کہ خود اس کا مغلوب ہو جائے۔ جیسے باغی اور سرکش گھوڑے کو بھوکا رکھنے کے علاوہ صحیح نہیں کیا جا سکتا ہے۔ تو انسان کے نفس کی بھی یہی حالت ہے۔ اس میں فقط یہی ایک فائدہ نہیں بلکہ وہ تمام فوائد کا سرچشمہ ہے اور ان کی کیمیا ہے۔ کیوں کہ سارے گناہ شہوت سے ہوتے ہیں اور شہوت کا سبب سیری ہے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میں جب سیر ہو کر کھاتا۔ معصیت یا اس کا قصد کرتا۔ حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ پہلی بدعت جو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد پیدا ہوئی۔ وہ لوگوں کا پیٹ بھر کر کھانا کھانے کی بدعت تھی۔ جب وہ لوگ پیٹ بھر کر کھانے لگے۔ تو ان کے نفس باغی ہونے لگے۔

☆ بھوک سے اگر کچھ اور فائدہ ہو نہ ہو۔ یہ فائدہ تو یقینی ہے کہ خواہش جماع کمزور ہو جائے گی اور زیادہ کلام کرنے کی خواہش بھی کم ہو جائے گی۔ کیونکہ جس قدر پیٹ بھرا ہوتا ہے۔ اتنا ہی وہ زیادہ فضول بولنے اور گلہ میں مصروف ہوتا ہے اور جماع کی خواہش بھی غلبہ کرتی ہے اگر اس نے اپنی شرمگاہ کو بچا بھی لیا تو آنکھ کیسے بچائے گا۔ اگر آنکھ بچا بھی لے تو دل کو کیسے منع رکھ سکتا ہے اور بھوک میں ان سب باتوں کا تدارک موجود ہے۔ اس وجہ سے بزرگوں نے فرمایا۔ بھوک اللہ عزوجل کے خزانے کا ایک حصہ ہے۔ یہ ہر ایک کو نہیں ملتا۔ بلکہ یہ اس کو عطا کیا جاتا ہے۔ جسے اللہ عزوجل دوست رکھتا ہو۔ کسی عقلمند نے کہا۔ جو آدمی صرف ایک سال تک روٹی کھائے اور اپنی عادت سے آدھا کھائے۔ تو اللہ عزوجل اس کے دل سے عورتوں کا تصور زائل فرما دیتا ہے۔

فائدہ نمبر ۶: یہ ہے کہ کم کھانے سے انسان کمزور ہوتا ہے۔ اور کم سونا تمام عبادات اور ذکر و فکر کی بنیاد ہے۔ خاص طور پر رات کو جو آدمی پیٹ بھر کر کھائے اور اس پر نیند کا غلبہ ہو۔ تمام عمر ہی بیکار و فضول چلی جائے گی۔

☆ بیان کرتے ہیں ایک بزرگ جب دسترخوان پر تشریف فرما ہوتے تو اپنے مریدوں کو فرماتے۔ اے دوستو! زیادہ نہ کھاؤ' اگر زیادہ کھاؤ گے تو پانی زیادہ پیو گے اور پانی زیادہ پیو گے تو اس سے نیند کا غلبہ ہوگا۔ جس کی وجہ سے بروز قیامت شرمندہ ہو گے۔ ستر صدیقوں نے اس بات پر اتفاق کیا۔ کہ پانی زیادہ پینے سے نیند بہت زیادہ آتی ہے۔ جبکہ انسان کا خزانہ و سرمایہ اس کی زندگی ہی ہے اور اس کا ہر سانس ایک ایسا گوہر ہے جس سے آخرت کی نیک بختی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور نیند عمر کو ضائع کر دینے والی شے ہے۔ تو نیند کو دور کرنے والی شے سے اور کونسی چیز زیادہ اچھی ہو سکتی ہے۔ جو پیٹ بھر کر نماز تہجد ادا کرتا ہے وہ ذکر و مناجات کا لطف نہیں پا سکتا۔ بلکہ اس پر نیند غالب ہوگی اور ہو سکتا ہے۔ ایسی نیند میں اسے احتلام ہو جائے اور رات کو وہ غسل نہ کر سکے اور جنابت کی حالت کے سبب وہ عبادت سے محروم رہے یا غسل کی سختی مشقت اسے جھیلنی پڑے۔ ہو سکتا ہے اس کے پاس پیسے نہ ہوں تا کہ وہ حمام جائے اور وہاں جائے بھی تو ممکن ہے۔ گرمابہ میں اس کی نگاہ عورتوں پر پڑے جو اس کے لئے بہت سی مصیبتوں کا باعث بن جائے۔ حضرت شیخ سلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ احتلام ایک صعوبت ہے۔ اور یہ پیٹ بھر کر کھانا کھائے سے ہوا کرتا ہے۔

فائدہ نمبر ۷: یہ ہے کہ بھوک کی وجہ سے علم و عمل کے لئے فراغت ملتی ہے کیونکہ جب آدمی سیر ہو کر کھانے کا عادی ہو جاتا ہے۔ تو

marfat.com

کھانے' سودا سلف خریدنے' کھانا پکانے اور تیار ہونے کے انتظار میں بہت سا وقت چلا جاتا ہے۔ پھر بیت الخلاء جانا اور طہارت کرنا ضروری ہے اس میں بھی کافی وقت صرف ہوتا ہے اور ہر ایک ساتھی ایک گوہر نایاب ہے اور زندگانی کا خزانہ ہے اسے بغیر ضرورت ضائع کرنا بیوقوفی ہے۔ حضرت شیخ سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت شیخ علی صبر جانی رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ جو پھانک لیتے تھے۔ میں نے پوچھا۔ آپ روٹی کیوں نہیں کھاتے۔ فرمایا اس میں اور روٹی کھانے میں۔ ستر تسبیح کا تفاوت ہے۔ اس وجہ سے میں چالیس سال سے روٹی نہیں کھائی میں اچھا نہیں جانتا کہ روٹی کھانے سے میرے فائدے میں خرابی ہو اس میں شبہ نہیں جو بھوک کی عادت بنا لے گا۔ اس پر روزہ رکھنا آسان ہوگا۔ وہ مسجد میں اعتکاف کر سکتا ہے اور ہمیشہ پاک صاف رہ سکتا ہے۔ جو آخرت کی تجارت کرتے ہیں ان کے لئے یہ فوائد کچھ کم نہیں۔ حضرت شیخ ابو سلیمان درانی نے فرمایا۔ جو پیٹ بھر کر کھاتا ہے اس میں چھ چیز ظاہر ہوتی ہیں۔

نمبر ۱: اسے عبادت کی مٹھاس حاصل نہیں ہوتی۔

نمبر ۲: اس کا حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔

نمبر ۳: وہ لوگوں پر مہربانی نہیں کر سکے گا۔ یوں ہی سمجھے گا کہ دنیا کے سب لوگ سیر ہیں۔

نمبر ۴: اس پر عبادت الٰہی مشکل ہوگی۔

نمبر ۵: اس کی شہوت بڑھ جائے گی۔

نمبر ۶: جب دوسرے مسلمان مسجد میں جاتے ہوں۔ اسے رفع حاجت کی ضرورت ہوگی۔

فائدہ نمبر ۷: یہ ہے کم کھانے والا آدمی صحت مند رہتا ہے اور بیماری کی تکلیف' دوا کا خرچ' ڈاکٹر سے ناز نخرے' فصد و حجامت کی مشقت اور تلخی نیز درد کی سختی سے بچا رہتا ہے۔ دانشور اور اطباء نے کہا ہے جو شے نفع بخش اور کم نقصان دہ ہے۔ وہ کم خوری ہے ایک عقلمند کا قول ہے انسان کے لئے تمام اشیاء سے بہتر اور سودمند انار ہے۔ اور بدترین شے گوشت کا خشک کباب ہے۔ اس لئے تھوڑا سا کباب کھانے سے زیادہ انار کھانا بہتر ہے۔ حدیث مبارکہ میں آیا۔ ''روزہ رکھا کرو تا کہ تندرستی حاصل ہو''۔

فائدہ نمبر ۹: یہ ہے کہ جو کم خوار ہوگا۔ اس کا خرچ بھی کم ہو۔ اور اسے زیادہ روپے پیسے کی ضرورت نہ ہوگی۔ بہت سے حال کی ضرورت سے مصیبتوں اور طرح طرح کے اشغال ظاہر ہوتے ہیں۔ کیونکہ بندہ جب چاہتا ہے ہر روز اچھی اچھی نعمتیں کھائے تو سارا دن اس فکر میں لگا رہتا ہے کس طرح انہیں پائے۔ ہو سکتا ہے اس میں مال حرام کی حرص پیدا ہو جائے۔ ایک دانشور کا قول ہے سب ضرورتوں کو چھوڑنے سے میری حاجتیں پوری ہو جاتی ہیں اور یہ چیز مجھ پر بہت سہل ہے۔

ترک مطلب سے ہی حاصل ہو گیا مطلب میرا

☆ ایک اور عقلمند کا قول ہے جب مجھے کسی سے قرض لینے کی حاجت پیش آتی ہے تو میں اپنے پیٹ سے قرض لے لیتا ہوں۔ اور

marfat.com

سے کہتا ہوں فلاں چیز مجھ سے نہ مانگ۔ بیان کیا گیا۔ حضرت شیخ ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ تعالیٰ چیزوں کا بھاؤ معلوم کیا کرتے تو لوگ کہتے مہنگی ہیں۔ آپ فرماتے ان کو ترک کردو۔

فائدہ نمبر۱۰: یہ ہے انسان خود کو جب کسی چیز سے روکنے کی قدرت پالیتا ہے تو اس پر صدقہ دینا اور سخاوت کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جو شے پیٹ میں جاتی ہے۔ اس کی جگہ پاخانہ ہے اور جو شے خیرات میں خرچ ہوتی ہے۔ اس کی جگہ خداوند تعالیٰ کا بہت کرم ہو گا۔ ایک مرتبہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موٹے جسم والے آدمی کو دیکھا۔ تو فرمایا' یہ خوراک جو تو نے اس میں ڈالی اسے اگر دوسری جگہ یعنی صدقہ وخیرات میں صرف کرتا تو اچھی بات ہوتی''۔

مرید میں آداب کم خوری پیدا کرنا

☆ یہ علم ہونا ضروری ہے۔ مرید کے کھانا کھانے'' کے بھی آداب ہیں۔ جب وہ حلال طریقے سے ہو۔ مرید کو لازم ہے ان آداب کو ملحوظ رکھے۔

احتیاط نمبر۱: ایک ہی مرتبہ زیادہ کھانے سے کم کھانے کی طرف نہ آنا چاہئے۔ کہ مرید میں اسے جھیلنے کی طاقت نہ ہوگی۔ اگر اسے اپنی خوراک سے ایک روٹی کم کرنی ہیں تو ضروری ہے ایک ایک لقمہ روزانہ کم کرے۔ پہلے دن ایک اور دوسرے دن دو اور تیسرے روز تین تا کہ ایک ماہ میں ایک روٹی کم کردے۔ اس طرح کم کرنا مرید کے لئے سہل ہوگا۔ اور اس سے اسے کچھ نقصان بھی نہ ہوگا۔ اور اس کی طبیعت میں کمی کی عادی ہو جائے گی۔ اس کے بعد وہ مقدار جو اس کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ اس کے چار مرتبے ہیں۔

روش نمبر۱: روش اول یہ بہت بڑی ہے۔ جو صدیقین کا درجہ ہے۔ وہ ضروری مقدار پر قناعت کرتے ہیں۔ حضرت شیخ سہل تستری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنایا۔ ان کا ارشاد ہے۔ اللہ عزوجل کی بندگی' حیات' عقل اور قوت سے ہوتی ہے۔ جب تک تمہیں قوت کے نقصان کا خدشہ نہ ہو اس وقت تک نہ کھاؤ۔ بھوک کے ضعف سے بیٹھ کر ادا کی جانے والی نماز اس پر شکم کی نماز سے بہتر ہے جو کھڑے ہو کر کی جائے اگر مرید سمجھتا ہے کہ بھوک سے زندگی اور عقل ہی نقصان کا خطرہ ہے۔ تو تب کھانا لازم ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر عبادت و بندگی نہیں ہو سکتی اور آگاہ ہو جاؤ سب باتوں کی بنیاد یہی ہے۔

☆ حضرت سہل تستری رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا۔ آپ کیسے اور کتنا کھاتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا۔ میرے پورے سال کا خرچ بارہ روپے ہیں۔ ایک روپے کا چاول کا آٹا۔ ایک روپے کا شہد اور ایک روپے کا روغن۔ میں اس سامان کے تین سو ساٹھ حصے کر لیتا ہوں اور ہر ایک حصے سے روزانہ روزہ افطار کرتا ہوں۔ لوگوں نے پوچھا۔ اب آپ کا عمل کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا۔ ہر روز ایک روپے (درھم) کے وزن سے زیادہ غذا نہیں کھاتا۔ یہ حضرات آہستہ آہستہ اس مقام تک پہنچے ہیں۔

روش نمبر۲: یہ ہے۔ ایک مد پر کفایت کرے۔ ایک مد آٹے کی سوا روٹی بنتی ہے۔ یہ وہ روٹی ہے جسے چارض کہا جاتا ہے۔ اس کے ایک بٹا تین (ایک ثلث) ہی سے پیٹ بھر سکتا ہے۔ جیسے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ پیٹ کا ایک بٹا تین حصہ غذا کے لئے ہے اور ایک بٹا تین پانی کے لئے۔ اور ایک بٹا تین حصہ اللہ عزوجل کی یاد کیلئے ہے ایک روایت میں ایک ثلث یعنی ایک بٹا تین (سانس لینے کیلئے) آیا ہے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ جیسے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔'' چند لقمے میں ہیں'' جو دس نوالوں سے کم ہوتے ہیں''۔

marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سات یا نو لقموں سے زیادہ کھانا۔ تناول فرماتے تھے۔

روش نمبر ۳: ایک مد پر کفایت کرے۔ اور یہ تین لقمے نان کے برابر ہوگا۔ یہ لازم ہے۔ کہ اتنی مقدار کچھ لوگوں کے معدے کے تیسرے حصہ سے زیادہ ہوگی۔ اور اس سے نصف پیٹ بھر ہو جائے گا۔

روش نمبر ۴: ایک من قناعت کرے (یہ من ایرانی ہے) ممکن ہے جو غذا ایک دو سے بڑھ جائے۔ وہ فضول خرچی سے درجہ تک چلی جائے اور اس ارشاد باری تعالیٰ کا مصداق ٹھہر جائے۔

اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ. ترجمہ۔ بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔ (پ ۸ سورہ اعراف آیت ۳۱)

یہ بات وقت اور کام کرنے کے لحاظ سے مختلف ہوگی حاصل یہ ہے۔ بھوک باقی رکھتے ہوئے کھانے سے ہاتھ ہٹا لینا ضروری۔ کچھ لوگ اس کا اندازہ نہیں کر سکے ہیں۔ لیکن انہوں نے یہ کیا ہے جب تک بھوک نہیں لگتی۔ یا کچھ بھوک باقی ہوتی ہے۔ تو وہ کھانے سے ہاتھ کھینچ سکتے ہیں۔ بھوک کی علامت یہ ہے انسان ترکاری کے (سالن) سے روٹی کھالے۔ اور ایسے ہی جو اور باجرہ کی روٹی ذوق و شوق سے کھالے۔ اور جب اسے سالن کی ضرورت ہو تو جان لے کہ بھوک سچی نہیں ہے۔ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نصف روٹی سے زیادہ اپنی غذا کو نہیں بڑھایا۔ ان میں سے بعض لوگ ایسے تھے جن کی ایک ہفتہ کی خوراک ایک صاع ہوتی تھی ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے۔ جب یہ لوگ خرما کھاتے تو ایک بٹا دو صاع تناول کرتے کیونکہ کھجور یا خرما میں گٹھلی بھی ہوتی ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میری غذا ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارک میں فقط ایک صاع ہوتے تھے۔ اللہ عزوجل کی قسم! جب تک آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ میں نے اس سے زیادہ کی طرف تجاوز نہ کیا۔ یعنی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظاہری طور پر زندہ رہنے تک میرا یہ طریقہ رہا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کچھ حضرات پر طعنہ زنی فرمایا کرتے اور کہتے کہ تم نے اس ضابطہ کو چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ میرا بڑا محبوب اور مقرب وہ ہے جو آج کے دن معمول ہے اس پر موت واقع ہو۔ (اپنے معمول کو نہ چھوڑے) اور تم لوگ اس بات سے روگردان ہو۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارک میں یہ بات نہ تھی کہ تم لوگ جو کا آٹا چھان سر پتلی پتلی روٹی پکاتے ہو۔ اور اسے سالن سے کھاتے ہو۔ اور رات کے لباس کو دن کے لباس سے الگ رکھا ہے۔ (رات کا اور دن کا لباس اور ہے) آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں یہ بات نہ تھی۔ اصحاب صفہ کی غذا کھجور کا ایک مد تھا وہ بھی دو حضرات میں جبکہ اس کی گٹھلیاں نکال کر پھینک دیتے۔ حضرت شیخ سہل تستری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اگر سارا عالم خون ہو جائے۔ جب بھی میں حلال ہی کی روزی کھاؤں گا۔ اس کا مطلب یہ ہے انسان ضرورت سے بڑھ کر نہ کھائے! اباحتوں کی طرح نہیں کہ جب اسے حرام روزی ملتی ہے تو اسے حلال جانتا ہے جبکہ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں صدقہ کا ایک خرما بھی پہنچا تو اسے حلال نہ سمجھا جاتا تھا۔

احتیاط نمبر ۲: کھانے کے اوقات میں

اس احتیاط کے تین درجات ہیں۔

marfat.com

ادرجہ نمبر ۱

تین دن سے زیادہ بھوکا نہ رہے۔ اگرچہ بعض لوگوں نے ایک ہفتہ بلکہ دس بارہ دنوں تک بھوک رکھی۔ تابعین حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ سے کچھ حضرات ایسے تھے۔ جنہوں نے چالیس روز تک بھی کچھ نہ کھایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ اکثر چھ روز تک بغیر کھانے کے رہتے تھے۔ حضرت شیخ ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ ہر تیسرے دن کھاتے تھے۔

کہا گیا جو چالیس دن تک کھانے کے بغیر رہتا ہے۔ تو اس پر بہت سے عجائب ظاہر ہو جاتے ہیں' ایک صحابی رضی اللہ عنہ ایک راہب سے مناظرہ میں معروف تھے۔ انہوں نے راہب سے کہا تم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان کیوں نہیں لاتے' اس نے جواب دیا حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام چالیس دن تک کچھ کھاتے تھے اور یہ کام سوائے سچے نبی اور اس کسی سے نہیں ہو سکتا۔ اور تمہارے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسا نہیں کرتے۔ انہوں نے جواب دیا میں آقا علیہ الصلوٰۃ السلام کا ادنیٰ امتی ہوں۔ اگر میں چالیس روز کچھ کھاؤں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے؟ اس نے کہا ہاں! چنانچہ چالیس روز بھوکے رہے اور کہا اگر کہو تو کچھ دن اور زیادہ کر دوں۔ چنانچہ وہ ساٹھ دن تک بھوکے رہے اور راہب ایمان لے آیا۔

☆ یہ ایک بہت عظیم درجہ ہے۔ کوئی آدمی صرف تکلف سے اس مقام تک نہیں جا سکتا۔ اس مقام تک صرف وہی آدمی جا سکتا ہے جو صاحب کرامت ہے اور اس کی قدرت وقوت محفوظ رہتی ہے اور اسے بھوک نہیں لگتی۔

درجہ نمبر ۲: دو یا تین دن کچھ نہ کھائے ہو سکتا ہے اکثر حضرات ایسا کر سکیں۔

درجہ نمبر ۳: روزانہ ایک دفعہ کھائے۔ یہ کمتر درجہ ہے۔ اگر دوبارہ کھائے تو پھر اسراف اور فضول خرچی ہے۔ (کسی وقت بھی بھوکا نہ رہے) آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر صبح تناول فرما لیتے تو رات کو کچھ بھی تناول نہ فرماتے۔ اور اگر آپ رات کھانا تناول فرما لیتے تو صبح کچھ نہ کھاتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ فرماتے خبردار! کھانے میں اسراف نہ کرنا۔ ایک دن میں دو دفعہ کھانا اسراف ہے' اگر کوئی ایک مرتبہ کھائے تو زیادہ بہتر یہ ہے۔ سحری کے وقت کھائے تاکہ رات کی نماز میں صحیح رہے اس کا دل صاف رہے اگر رات کو کھانے کی طرف میلان ہو تو پھر افطار کے وقت ایک روٹی کھائے۔

احتیاط نمبر ۳

☆ یہ احتیاط جنس طعام کے بارے میں ہے۔ یہ علم ہونا ضروری ہے۔ گیہوں کا چھنا ہوا آٹا اعلیٰ درجے ہے اور بے چھنا اس کا ادنیٰ درجہ۔ اور جو کا چھنا ہوا آٹا متوسط درجہ ہے۔ بہتر سالن گوشت کا ثواب اور شیرینی ہے اور سالن کا ادنیٰ درجہ سرکہ اور نمک اور متوسط درجہ روغنی روٹی کا ہے۔

☆ مالکان طریقت نے سالن سے اجتناب کیا ہے وہ اپنے قلب میں جس شے کا میلان پاتے۔ اس سے منع رکھتے تھے۔ ان کا کہنا ہے جب نفس کو اس کی داد ملتی ہے۔ تو اس میں تکبر' نفرت اور ظلمت ظاہر ہوتی ہے۔ پھر وہ دنیا کی زندگی کو درست رکھنے لگتا ہے اور موت کو پسند کرنے لگتا ہے۔

marfat.com

☆ آدمی کو لازم ہے دنیا اپنے اوپر اتنی تنگ کر دے کہ وہ اس کے حق میں زنداں (قید خانہ) بن جائے اور موت اسے اس (قید خانہ) سے نکالے۔ حدیث مبارکہ میں آیا۔

اشرار امی الذین یاکلون سخ الحنطة. (میری امت کے برے لوگ وہ ہیں جو میدہ استعمال کرے ہیں)۔

بہر حال کبھی کبھی اس کا استعمال حرام نہیں ہے۔ برا نہیں ہے۔ بلکہ درست ہے کیونکہ اگر اسے ہمیشہ استعمال کریں گے۔ تو طبیعت ناز پر ورد بن جائے گی۔ پھر اس بات کا بھی خطرہ ہے کہ غفلت پیدا ہو جائے' آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ میری امت کے برے لوگ وہ ہے۔ جن کا جسم ناز پروردہ ہو اور ان کی تمام تر ہمت طرح طرح کی نعمتوں کی تمنا اور پوشاک میں مشغول ہو۔ تب وہ خود نمائی کریں گے۔

☆ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام پر وحی اتری۔ اے موسیٰ تمہارا ٹھکانہ قبر ہے۔ تو لازم ہے جسم کو خواہش پرستی سے دور رکھو اور جسے اچھی نعمتیں ملیں اور دلی آرزو پوری ہو۔ وہ نیکوں میں شامل نہ ہوگا۔ حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فلک چہارم پر دو فرشتے آپس میں ملے۔ ایک نے کہا میں اس لئے دنیا میں جا رہا ہو۔ تا کہ فلاں ماہی (مچھلی) کو شکاری کے جال میں پھنسا دوں۔ کیونکہ فلاں یہودی اس کی خواہش رکھتا ہے۔ دوسرے فرشتے نے کہا۔ میں زمین پر اس لئے جا رہا ہوں۔ تا کہ فلاں عابد کے پاس لوگ روغن کا پیالہ لائے ہیں۔ میں اسے گرا دوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ٹھنڈے پانی کا ایک پیالہ جس میں شہد ڈالا تھا۔ پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے نہ پیا۔ اور فرمایا تم لوگ مجھے اس کی پکڑ میں مت ڈالو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیمار تھے ان کا دل چاہا کہ بھنی ہوئی مچھلی کھائیں۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مدینہ شریف میں بڑی تلاش کے بعد ۲/۱/ اروپے (درھم) میں وہ مچھلی میں نے خرید لی۔ میں اسے تل کر آپ کے پاس لے گیا۔ اتنے میں ایک سائل آیا۔ آپ نے فرمایا۔ اے نافع رضی اللہ عنہ یہ مچھلی اسے دے دو' میں نے کہا۔ تو آپ کی خواہش تھی اور میں نے بڑی تلاش کے بعد یہ مچھلی فراہم کی ہے۔ آپ اسے رہنے دیں۔ میں اس کی قیمت اس سائل دے دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں۔ تم یہ مچھلی ہی اسے دے دو۔ چنانچہ پھر خریدی اور آپ کے پاس لے کر آیا۔ آپ نے فرمایا یہ سائل کو دے دو۔ اور وہ جو اس کی قیمت سائل کو دی ہے۔ وہ بھی واپس مت لینا کہ میں نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے جب کوئی کو ایک شے کھانے کی تمنا ہو اور وہ اسے اللہ عزوجل کے لئے نہ کھائے تو اللہ عزوجل اسے بخش دیتا ہے۔

☆ عقبۃ الفلاح گندھا ہوا آٹا دھوپ میں سکھا کر بغیر پکائے کھا لیا کرتے۔ تا کہ اس میں مزہ و لذت نہ آئے۔ ایسے ہی دھوپ میں گرم شدہ پانی پیتے۔ حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ کا دل دودھ پینے کو چاہتا رہا۔ آپ نے چالیس سال تک نہ پیا۔ کوئی آدمی آپ کے پاس لے آیا۔ آپ دیر تک اسے ہاتھ میں پکڑے رکھا۔ پھر اسے لانے والے کو واپس دے کر کہا۔ تم پی کھا لو میں نے چالیس سال سے چھوڑ رکھا ہے۔

حضرت شیخ احمد ابو الحوار رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرید تھے۔ کہتے ہیں میرے مرید نے ایک دن گرم روٹی کی آرزو کی۔ تا کہ اسے نمک سے کھائیں۔ میں نے گرم روٹی لا کر پیش کی۔ آپ نے اس کا ایک ٹکڑا توڑا اور پھر رکھ دیا اور رونے فرمانے لگے' اے اللہ عزوجل تو نے مجھے میری خواہش کی چیز عطا فرما دی' شاید مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے۔ میں اس گناہ سے توبہ کرتا ہوں۔ تو میری کوتاہی معاف فرما دے۔ حضرت مالک ابن ضیغم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ پچاس سال ہوئے میں نے دنیا کو طلاق دیدی

marfat.com

ہے۔ میرا دل دودھ کو چاہتا ہے لیکن میں جب تک خداوند عزوجل کے حضور نہ جاؤں نہیں پیوں گا۔ حضرت شیخ حماد ابن ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک دن میں حضرت شیخ داؤد طائی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دروازے پر پہنچا تو میرے کان میں آواز پڑی کہ تو نے ایک دفعہ خرما مانگی۔ میں نے وہ تجھے دیدی۔ اب تو خرما مانگتا ہے وہ میں کبھی بھی تجھے نہ دوں گا۔ جب میں مکان کے اندر گیا تو وہاں اور کوئی دوسرا آدمی موجود نہ تھا۔ یہ بات وہ خود اپنے نفس سے فرما رہے تھے۔ عتبہ الغلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ عبدالواحد بن زید سے کہا۔ فلاں آدمی اپنے قلب کی ایک ایسی حالت بیان کرتا ہے۔ مجھے وہ حال حاصل نہیں۔ انہوں نے کہا اس کی وجہ یہ ہے وہ روکھی روٹی کھاتا ہے اور تم خرما کے ساتھ۔ حضرت عتبہ الغلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اگر میں اس کے ساتھ کھانا چھوڑ دوں۔ تو کیا وہ حال پا سکوں گا۔ انہوں نے کہا یقیناً چنانچہ انہوں نے یہ عادت چھوڑ دی۔ لیکن رونے لگے۔ کسی نے ان سے پوچھا۔ آپ اس خرما کیلئے روتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالواحد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ایسا نہیں' بلکہ ان کا نفس خرما مانگ رہا ہے اور ان کے صدق وعزم سے واقف جانتا ہے کہ کبھی اسے خرما نہ ملے گا۔ اس لئے انکا نفس رو رہا ہے۔

☆ حضرت شیخ ابوبکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میں نے ایک آدمی کو دیکھا اس کے نفس کو ایک چیز کی تمنا تھی کہتا ہے۔ یہ مجھ سے چیز کھلانے کا اگر وعدہ کریں تو میں دس روز تک کچھ نہ کھاؤں گا۔ انہوں نے کہا میں نہیں چاہتا کہ تو دس روز تک نہ کھائے تو اس تمنا سے باز آجا۔

☆ بزرگان طریقت اور مالکان معرفت کا یہی طریقہ ہے۔ اگر کوئی آدمی اس مرتبہ تک نہ جا سکے اتنا تو کرے کہ کچھ خواہشوں سے چھڑا لے۔ اور اپنا حصہ دوسروں کو دے دے اور گوشت کھانے پر ہمیشگی نہ کرے۔ جو چالیس روز تک گوشت کھائے گا اس کا دل سخت ہو جائے گا اور جو چالیس دن تک بالکل نہ کھائے گا وہ بدخو (بدمزاج) ہو جائے گا۔ (ہر کہ چہل روز مطلق نخورد بدخو شود)

☆ اس راہ میں اعتدال کا وہ درجہ ہے۔ جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹے سے فرمایا کہ کبھی کبھی گوشت کھا لیا کرو۔ ایک دفعہ استعمال کرو' ایک بار دودھ' ایک بار سرکہ ایک دفعہ بغیر سالن روٹی کھاؤ (اسے اپنا معمول بناؤ)

مستحب یہ ہے کہ آدمی پیٹ بھر کر کھائے ہوئے نہ سوئے۔ اس سے دو غفلتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ حدیث شریف میں آیا کھانے کے بعد اور ذکر سے تحلیل کرو۔ سیر ہو کر سو نہ جاؤ۔ اس کے دل سیاہ ہو جائے گا۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کھانے کے بعد چار نماز ادا کرے اور تسبیح پڑھے۔ یا تلاوت قرآن کرے۔

☆ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ جب سیر ہو کر کھاتے تو پوری رات بیدار رہتے۔ اور فرماتے جب جانور کو دانہ اور چارہ ڈالو تو اسے محنت بھی لو۔ ایک بزرگ اپنے مریدوں سے فرمایا کرتے۔ بھوک کے وقت نہ کھاؤ۔ جب کھاؤ تو غذا کو تلاش نہ کرو اگر تلاش کرو تو دوست نہ رکھو۔

marfat.com

ریاضت گرسنگی کا راز

اس باب میں حال پیر و مرید مختلف ہوتا ہے

☆ یہ علم ہونا ضروری ہے کہ گرسنگی یعنی بھوک سے مستفید ہوتا ہے۔ نفس رام ہو جائے۔ عاجز ہو جائے اور آداب سیکھے۔ جب بھوکا نفس سیدھا ہو جائے تو پھر ان پابندیوں کی حاجت نہیں اس سبب سے شیخ اپنے سب مریدوں کو ان سب ریاضتوں کا حکم دیتا ہے۔ اور خود نہیں کرتا۔ اس سے مقصود گرسنگی یعنی بھوک نہیں ہے۔ بلکہ غرض یہ ہے کہ اتنا کھانا کھایا جائے، جس سے معدہ بھاری نہ ہو۔ اور بھوک بھی نہ لگے دونوں باتیں دل کی پریشانی کا سبب ہیں اور عبادت سے روکنے والی ہیں۔

کمال انسانیت

☆ آدمی کا کمال ہے کہ صفت ملائکہ پالے اور ملائکہ کو نہ بھوک کی تکلیف ہوتی۔ نہ طعام کی گرانی۔ تو جب تک ابتدائے کار میں نفس پر توجہ نہ لگائیں گے۔ اعتدال ظاہر نہ ہوگا جیسا کہ اکثر بزرگان دین اپنے نفس سے بدظن رہ کر احتیاط کرتے اور وہ جو کامل ہے اور درجہ کمال تک پہنچ جاتا ہے۔ وہ ہی اس اعتدال پر قائم رہتا ہے اور اس بات کا ثبوت یہ ہے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی تو ایسے روزے رکھتے کہ صحابہ کرام یہ سمجھنے لگتے۔ آپ کبھی افطار نہ کریں گے۔ اور کبھی ایسے بغیر روزے کے رہتے کہ خیال ہوتا آپ کبھی روزہ نہ رکھیں گے۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر والوں سے کھانا طلب فرماتے۔ اگر کچھ حاضر ہوتا تو تناول فرماتے۔ ورنہ فرما دیتے کہ آج میرا روزہ ہے۔ غذا میں آپ کو شہد اور گوشت بہت پسند تھا۔

☆ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لوگ لذیذ کھانے لے جاتے۔ تو آپ کھا لیتے۔ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ نہ کھاتے۔ اور ایسے کھانے واپس کر دیتے۔ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ لوگوں نے اس کی بابت پوچھا۔ انہوں نے فرمایا میرے بھائی حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ پر زہد غالب ہے۔ اور مجھ پر معرفت کی راہ کھول دی گئی ہے۔ میں اپنے مولا عزوجل کے کام کا مہمان ہوں۔ جب وہ دیتا ہے تو کھا لیتا ہوں اور جب نہیں دیتا تو صبر کرتا ہوں۔ اس سلسلہ میں میرا کچھ اختیار نہیں ہے۔ اس مقام پر بے عقل لوگ دغا میں آ جاتے ہیں وہ آدمی جو نفس کو سیدھا نہیں کرتا ہے وہ بھی یہی کہے گا کہ میں معرفت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مانتا عارف ہوں۔ پس مجاہدہ و ریاضت سے دو آدمی باز رہتے ہیں۔ ایک وہ صدیق جس نے اپنے کام کو سدھار لیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی خودی اور انانیت کی قید سے نکل آئے تھے۔ اگر کوئی انہیں مارتا یا گالی دیتا تو آپ ناراض ہوتے۔ اور سمجھتے یہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔ یہ انہیں حضرات کے بس کی بات تھی۔ وہ اس سے بھی اعلیٰ درجہ تک گئے۔ پس جس حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ اس جلالت شان و منزل مرتبت کے باوجود اپنے نفس سے بے اندیشہ اور بے خبر نہ رہے اور مجاہدوں سے روگردان نہیں ہوئے۔ تو دوسرے لوگ کس حساب و شمار میں ہیں۔

marfat.com

فات از دستبرداری خواہشات

☆ خواہشات کو چھوڑنے سے دو آفتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی کچھ خواہشوں کو چھوڑنے کی قدرت نہیں رکھتا اور نہیں پسند رتا۔ کہ لوگوں پر اس کی یہ کمزوری عیاں ہو۔ پس وہ تنہائی میں کھاتا پیتا ہے لیکن اوروں کے سامنے کھانا پینا ترک کر دیتا ہے ایسا کرنا حقیقت منافقت ہے کیونکہ مسلمانوں کا اس میں فائدہ ہے کہ وہ تیرے اس عمل کی اتباع کریں۔ یہ محض ایک کھلا دھوکہ ہے۔ کچھ لوگ ہے ہیں کھانے پینے کی اشیاء لوگوں کے سامنے خرید کر لے جاتے ہیں۔ تا کہ لوگوں کو علم ہو۔ لیکن بعد میں پوشیدہ طور پر وہ اشیاء سروں کو دے دیتے ہیں یہ کمال ایثار ہے۔ اور یہ کام مصدقین کا ہے۔ یہ نفس پر بہت زیادہ مشکل ہے اور شرط خلوص یہ ہے۔ نفس پر عمل سان ہو۔ کیونکہ اگر مشکل ہوگا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نفس میں ابھی کچھ ریا باقی ہے۔ اور وہ ریا کی فرمانبرداری کر رہا ہے۔ حق کی ں! جو کوئی کھانے کی خواہش سے اجتناب کر کے ریا کی خواہش میں گرفتار ہو جاتا ہے اس کی مثال اس آدمی کی سی ہے۔ جو بارش کے ے کی خاطر پرنالے کے نیچے بیٹھ جائے۔ جب نفس میں ایسی خواہش ظاہر ہو۔ تو لازم ہے لوگوں کے سامنے کھائے پیئے۔ لیکن زیادہ نہ ئے۔ تا کہ ریاء کا خطرہ بھی ٹل جائے اور بھوک بھی نہ رہے۔

ں جماع کی آفت

☆ یہ معلوم ہونا ضروری ہے۔ جماع کا شوق انسان پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ تا کہ نسل باقی رہنے کے لئے وہ تخم ریزی کرے۔ اس علاوہ اس میں جنت کی لذت کا نمونہ ہے لیکن اس شہوت کی آفت بہت بڑی ہے۔ ابلیس ملعون نے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام یا۔ کسی عورت کے ساتھ خلوت اختیار نہ کرنا۔ کہ اس صورت میں میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں تا کہ اسے مصیبت میں گرفتار کر دوں۔ ت سعد بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جس کی نبی علیہ السلام کو اللہ عزوجل نے مبعوث فرمایا۔ ابلیس انہیں عورتوں کے دھوکے میں نہ کر سکا۔ لیکن مجھے اس بلاء کا بہت خطرہ ہے۔ اسی وجہ سے وہ اپنے اور اپنی بیٹی کے گھر کے علاوہ کہیں اور نہ جاتے تھے اس خواہش ماع میں بھی افراط و تفریط اور اعتدال کے درجے ہیں افراط یہ ہے کہ انسان فسق و فجور سے نہ گھبرائے اور سراپا اس میں غرق ہو ئے۔ اس شہوت کو روزے سے شکستہ کرنا لازمی ہے اگر روزے سے بھی نہ ٹوٹے تو نکاح کر لے۔ تفریط یہ ہے کہ بالکل شہوت باقی نہ ہے۔ یہ بھی نقصان کی حالت ہے۔ اعتدال کا درجہ یہ ہے کہ شہوت مغلوب رہے کچھ لوگ ایسی چیزیں کھاتے ہیں۔ تا کہ ان کی شہوت زیادتی ہو۔ یہ صرف بے وقوفی ہے۔ ایسے لوگوں کی مثال اس آدمی کی سی ہے جو بھڑوں کے چھتے کو چھیڑتا ہے۔ پھر وہ اس پر جھپٹتی اسے کاٹتی ہیں۔ جو متعدد نکاح کرنے کا آرزومند ہے۔ اور سب بیویوں کا حق ادا کرنا چاہتا ہے۔ تب کوئی حرج نہیں کیونکہ مرد وں کے حصار ہیں۔

☆ ایک حدیث میں آیا ہے۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ میں نے اپنے اندر باہ کی کمزوری محسوس کی۔ تو حضرت جبرائیل صلوٰۃ والسلام نے مجھے ہریسہ کھایئے۔ اس کا باعث یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تو ازواج مطہرات تھیں اور کسی اور کو ان سے نکاح کرنا حرام تھا اور ان کو کسی سے امید نکاح نہ تھی۔

marfat.com

☆ شہوت فرج کی آفات سے ایک آفت عشق کی آفت ہے۔ جس کی وجہ سے بہت سے گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ آدمی اگر شروع شروع میں احتیاط نہ برتے تو سمجھ لو کہ ہاتھ سے گیا۔ اس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ آنکھ کو محفوظ کرے۔ اگر اتفاقاً کسی پر پڑے تو دوسری دفعہ اسے بچا سکتا ہے لیکن اگر آنکھ کو آزاد چھوڑ دے گا تو روکنا مشکل ہوگا۔ اس سلسلہ میں نفس کی مثال اس گھوڑے کی سی ہے۔ پہلے پہل اگر کسی غلط راہ کا ارادہ کرے تو اس کی لگام دباؤ موڑنا آسان ہے جب وہ لگام سے آزاد ہو گیا تو پھر اس کی دم پکڑ کر بھی اسے روکنا مشکل ہوگا۔ پس آنکھ کو کنٹرول میں رکھنا ضروری ہے۔ یہاں تک بنیادی کام ہے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ حضرت داؤد علیٰ نبینا وعلیہ السلام آنکھ ہی کی وجہ سے امتحان میں مبتلا ہوئے۔ حضرت یحییٰ بن ذکریا علیٰ نبینا وعلیہما السلام سے لوگوں نے دریافت کیا۔ زنا کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ آنکھ سے۔

☆ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ جسے زہر کے پانی سے بجھایا گیا ہے پس جو اللہ عزوجل کے خوف سے اپنی آنکھ کو بچائے گا۔ اسے ایسا ایمان نصیب ہوگا جس کی حلاوت و مٹھاس وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔ حضور علیہ التحیۃ والثناء نے یہ بھی فرمایا۔ میرے بعد امت کے معاملہ میں عورتیں بڑے فساد کا سبب ہوں گی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک فرمان یہ بھی ہے۔ آنکھ بھی شرم گاہ کی طرح زنا کرتی ہے اور آنکھ کا زنا نظر ہے وہ آدمی جو نظر بچانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس پر واجب ہے اسے شہوت کی ریاضت سے ختم کرے۔ اس کا طریقہ یہ ہے روزے رکھے۔ ورنہ نکاح کرے۔ اگر نظر امردوں سے محفوظ نہ رکھ سکے تو یہ ایک عظیم آفت ہے۔ اسے جائز نہیں کہا جا سکتا۔ جس آدمی کے دل میں امرد کے دیکھنے سے شہوت ظاہر ہوتی ہو اور وہ اس سے لطف اندوز ہو۔ تو ایسا دیکھنا حرام ہے۔ ہاں اگر ایسی لذت و راحت حاصل ہو جیسے سبزے، پھول خوبصورت نقش و نگار کو دیکھنے سے حاصل ہوتی ہے (انہیں دیکھنے سے شہوت پیدا نہیں ہوتی) تو پھر اس میں کچھ بری بات نہیں ہے اس کی نشانی یہ ہے کہ امرد کے دیکھنے پر اس کی قربت کا خیال ظاہر نہ ہو کیونکہ غنچے اور پھول اچھے لگتے ہی ہیں۔ لیکن انہیں چھونے چومنے کی تمنا پیدا نہیں ہوتی۔ اگر دل میں اس قسم کی خواہش پیدا ہو تو یہ شہوت کی علامت ہے اور طوالت کی طرف پہلا قدم ہے۔

ارشاد ایک شیخ کا

☆ ایک شیخ کا فرمان ہے کہ مرید کے سلسلہ میں مجھے کسی شیر سے اتنا ڈر نہیں لگتا۔ جو امرد سے ظاہر ہوتا ہے۔ ایک مرید نے بیان کیا۔ ایک بار شہوت کی زیادتی سے میں بیتاب ہوا۔ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں گریہ وزاری کے ساتھ دعا کی ایک رات میں نے ایک آدمی کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا تجھے کیا ہوا ہے؟ میں نے اپنا حال کہہ سنایا۔ انہوں نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھ دیا۔ جب میں نیند سے اٹھا تو میری طبیعت میں سکون تھا۔ ایسے ہی ایک سال بیت گیا اس کے بعد پھر شہوت نے غلبہ پکڑا۔ میں نے اسی طرح آہ و زاری کی۔ وہی صاحب پھر خواب میں آئے اور مجھ سے فرمایا۔ کیا تو اس شہوت سے دوری چاہتا ہے۔ میں نے کہا۔ ہاں! انہوں نے فرمایا گردن جھکا میں نے گردن جھکا دی' انہوں نے تلوار سے میری گردن اڑا دی۔ جب میں جاگا تو مجھ کو سکون تھا۔ ایسے ایک سال مزید گزرا۔ ایک سال بعد پھر وہ حالت ظاہر ہوئی۔ میں رونے لگا۔ میں نے خواب میں پھر انہی صاحب کو دیکھا۔ انہوں نے مجھے فرمایا تو خود سے ایسی شے کو دور کرنا چاہتا ہے۔ جو اللہ عزوجل کی مرضی نہیں ہے جب میں بیدار ہوا تو (متنبہ) ہو کر میں

marfat.com

نکاح کرلیا اور اس شہوت کے غلبے سے خلاصی پائی۔

مانع شہوت کا اجر

☆ یہ جاننا ضروری ہے۔ جس قدر شہوت کا غلبہ ہوگا۔ اس کے روکنے سے اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا۔ انسان کا اس شہوت کا غلبہ بہت سخت ہوتا ہے۔ لیکن اس کا جو مطلب ہے۔ وہ بہت بڑا گناہ ہے پس وہ حضرات جو شہوت رانی میں رہتے ہیں۔ اس کی وجہ اگر ان کی عاجزی یا خطرہ یا شرمندگی یا بدنامی اندیشہ ہے۔ تو یہ بچاؤ ثواب کا باعث نہیں ہے کیونکہ اجتناب اور پرہیز تو دنیاوی غرض کی بنا پر ہوا۔ شرع شریف کی فرمانبرداری نہیں۔ لیکن اس کے باوجود معصیت کے اسباب سے انسان کا عاجز ہونا اس کی نیک بختی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے اس عجز کی وجہ سے گناہ و عذاب سے تو محفوظ رہا۔ اگر کوئی اس شہوت پر قدرت رکھتا ہے اور بغیر رکاوٹ کے صرف اللہ عزوجل کے ڈر سے چھوڑ دے گا تو اس کا بہت بڑا اجر حاصل ہوگا۔ اور وہ ان سات اشخاص (سات طبقات) میں شریک ہوگا۔ جو قیامت کے دور سایہ عرش میں رہیں گے اور اس کا رتبہ حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی مانند ہوگا۔ اور اس سلسلہ میں وہ خواہ بادشاہ ہو یا رعایا جب اسے چھوڑ دے گا تو وہ حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی طرح ہوگا۔

☆ بیان کیا گیا۔ حضرت سلیمان بن بشار رحمہ اللہ تعالیٰ بہت ہی خوبصورت تھے۔ ان کے پاس ایک عورت آئی۔ تو یہ وہاں سے تنگ کھڑے ہوئے' وہ کہتے ہیں میں خواب میں حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو دیکھا۔ تو میں نے دریافت کیا آپ ہی حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام ہیں۔ انہوں نے کہا۔ ہاں میں اس عورت کا ارادہ کرتا۔ اگر اپنے رب کی نشانی نہ دیکھتا۔ اور تو سلیمان ہے کہ تو نے اس عورت کا ارادہ نہیں کیا۔ یہ اشارہ اس آیت کی طرف ہے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا -الایہ

(پ۱۲ سورہ یوسف آیت ۲۴)

ترجمہ۔ اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا۔ (کنز الایمان)

☆ یہی حضرت سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ میں حج کو جا رہا تھا۔ جب مدینہ سے نکل کر ابواء میں قیام کیا۔ تو میرا ساتھی غلہ لینے چلا گیا۔ اس دوران ایک عورت آئی۔ جو حسن میں عرب کی ماہ جبیں تھی۔ اس نے مجھ سے کہا اٹھو! میں سمجھا مجھ سے کھانا طلب کرتی ہے۔ دسترخوان لانے لگا تو اس نے کہا۔ اس کی ضرورت نہیں۔ میں تو وہ چاہتی ہوں جو عورتیں مردوں سے چاہتی ہیں۔ میں سر جھکا کر رونے لگا اور اتنا رویا کہ وہ عورت ناامید ہو کر چلی گئی۔ جب میرا دوست' ساتھی آیا اور میرے چہرے پر رونے کے آثار دیکھے تو پوچھا کہ یہ رونا کیسا! میں نے جواب دیا۔ کہ بچوں کی یاد آ گئی تھی۔ ان کی یاد میں رویا تھا۔ میرے ساتھی نے کہا۔ بات یہ نہیں! تم پر جو افتاد پڑی ہے وہ مجھے بیان کرو۔ جب اس نے بہت ضد کی تو میں نے جو واقعہ گزرا تھا۔ اسے سنا دیا یہ قصہ سننے سے وہ بھی رونے لگا۔ میں نے کہا تم کیوں روتے ہو؟ اس نے کہا اگر تمہاری بجائے میں ہوتا تو مجھ سے انکار نہ ہو سکتا۔ پھر جب ہم مکہ معظمہ پہنچے تو طواف وسعی سے فارغ ہونے کے بعد میں ایک حجرے میں جا کر سو گیا۔ میں نے خواب میں ایک بہت صاحب حسن و جمال آدمی کو دیکھا۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب میں یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام ہوں۔ میں نے کہا۔ اچھا آپ ہی حضرت یوسف صدیق علیٰ نبینا وعلیہ السلام ہیں۔ فرمایا ہاں! میں نے کہا عزیز مصر کی بیوی کے ساتھ آپ کا عجیب وغریب معاملہ ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارا معاملہ اعرابی

marfat.com

عورت کے ساتھ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ سابقہ زمانے میں تین آدمی سفر پر گئے۔ جب رات ہوئی۔ تو ایک غار میں (سونے کے لئے) چلے گئے تاکہ بے فکری سے رات بسر کریں۔ رات کو ایک بڑا پتھر پہاڑ سے گرا۔ اور اس سے اس غار کا دروازہ ایسا بند ہو گیا کہ باہر نکلنے کا راستہ نہ رہا۔ اس پتھر کو ہلانا بھی ناممکن تھا۔ ان تینوں نے آپس میں کہا۔ اس پتھر کو ہٹانے کا بس ایک طریقہ ہے کہ اللہ عزوجل کے حضور دعا کریں۔ ہوسکتا ہے اللہ عزوجل اس نیکی کے طفیل ہماری مشکل آسان فرمادے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا۔ یا اللہ عزوجل تو جانتا ہے کہ میں اپنے ماں باپ سے قبل اپنے بیوی بچوں کو کھانا نہیں دیتا تھا۔ (جب میرے ماں باپ کھانا کھا لیتے تھے۔ میرے بیوی بچے اس کے بعد کھانا کھاتے تھے) ایک روز میں کسی کام سے کہیں گیا تھا رات بہت دیر واپس آیا۔ میرے ماں باپ سو چکے تھے میں ان کے لئے ایک دودھ کا پیالہ لایا تھا۔ میں ان کے جاگنے کا منتظر رہا۔ اور دودھ کا وہ پیالہ ویسے ہی میرے ہاتھ میں تھا۔ میرے بھوک سے بچے رو رہے تھے لیکن میں نے انہیں دیا۔ جب تک میرے ماں باپ دودھ نہ پی گے میں تمہیں کھانا نہ دوں گا۔ اور میرے ماں باپ صبح تک نہ جاگے اور دودھ کا پیالہ لئے اسی طرح کھڑا رہا۔ حالانکہ میں اور میرے بچے بھوکے تھے اگر میرے اس عمل میں خلوص تھا تو ہماری مشکل آسان فرمادے اس دعا سے پتھر اپنی جگہ سے حرکت میں آیا۔ اور ایک سوراخ سا پیدا ہو گیا۔ لیکن ہم لوگ اس سوراخ سے باہر نہ نکل سکتے تھے۔

☆ دوسرے آدمی نے اس طرح دعا کی۔ اے اللہ عزوجل تجھ پر واضح ہے کہ میری ایک چچازاد بہن تھی اور میں اس پر عاشق تھا لیکن وہ کسی طرح میری طرف مائل نہ ہوتی تھی اور میرے کہنے پر عمل نہ کرتی تھی۔ ایک سال سخت قحط پڑا وہ قحط سے عاجز آ گئی وہ میرے پاس آئی میں نے اسے ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ میری بات مان لے۔ جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے مجھے کہا تمہیں اللہ عزوجل سے کوئی خوف نہیں۔ جو تم اس کے حکم کے بغیر میری بکارت زائل کرنا چاہتے ہو۔ میں نے اسے اللہ عزوجل کے خوف سے چھوڑ دیا۔ اور پھر اس کا ارادہ نہیں کیا۔ حالانکہ دنیا میں مجھے اس سے زیادہ کوئی شے پیاری نہ تھی۔ اے اللہ عزوجل اگر میرا یہ عمل تیری رضا کی خاطر تھا تو ہماری اس سختی کو دور فرمادے اس دعا سے اس پتھر نے پھر کچھ جنبش کی۔ رستہ کچھ اور کھلا ہو گیا۔ مگر ابھی اس سے باہر نکلنا محال تھا۔

☆ جب تیسرے آدمی کی باری آئی تو اس نے کہا۔ ایک مرتبہ میرے پاس کچھ مزدور کام کر رہے تھے۔ تمام نے اپنی اجرت مجھ سے لے لی۔ صرف ایک آدمی رہ گیا۔ وہ پاس کام چلا گیا تھا میں نے اس مزدور کی اجرت سے بکریاں خرید لیں اور ان سے تجارت شروع کر دی اور مال بڑھتا گیا۔ ایک لمبے عرصہ کے بعد وہ آدمی اپنی مزدوری کے لینے کیلئے میرے پاس واپس آیا۔ اس وقت تک اس کے مال بہت سے خچر، بکریاں، اونٹ اور چند غلام بھی ہو گئے تھے۔ میں نے اس سے کہا یہ سب مال تمہارا ہے۔ یہ لے لو۔ اس نے مجھ سے کہا۔ کیوں مذاق کر رہے ہو۔ میں نے اسے کہا۔ میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ یہ تمام مال تمہاری اس رقم سے ہی بڑھا ہے۔ مختصر یہ کہ میں نے وہ تمام مال اسے سونپ دیا۔ اور اس میں سے کچھ بھی اپنے پاس نہ رکھا۔ اے اللہ اگر میرا یہ عمل خاص تیری رضا کیلئے تھا تو ہماری مشکل آسان کر دے۔ اس دعا سے وہ پتھر وہاں سے حرکت میں آیا اور رستہ کشادہ ہو گیا۔ اور وہ تینوں ساتھی آسانی سے غار سے باہر آ گئے۔

marfat.com

☆ حضرت شیخ ابوبکر بن عبداللہ مزنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ایک قصاب ایک لونڈی پر فریفتہ تھا۔ ایک دن وہ لونڈی کسی دوسرے گاؤں جارہی تھی۔ قصاب اس کے پیچھے لگ گیا اور کچھ دور جا کر اسے پکڑ لیا۔ تب اس لونڈی نے کہا اے نوجوان میرا دل بھی تم پر عاشق ہے۔ لیکن میں اللہ عزوجل سے ڈرتی ہوں۔ یہ سن کر قصاب نے کہا۔ جب تو اس سے ڈرتی ہے تو کیا میں اس سے نہ ڈروں؟ توبہ کر کے وہاں سے واپس لوٹ آیا۔ لیکن راستے میں پیاس کی شدت سے جاں لبوں پر آ گئی۔ اتفاقاً ایک آدمی سے ملاقات ہوگئی۔ وہ کسی پیغمبر کا قاصد تھا۔ اس قاصد آدمی نے پوچھا۔ اے جوان کیا حال ہے؟ قصاب نے جواب دیا۔ پیاس سے بے حال ہوں اس آدمی نے کہا۔ ہم دونوں اک ساتھ اللہ عزوجل سے دعا کرتے ہیں تا کہ وہ بادل کے فرشتے کو بھیج دے۔ جو شہر پہنچنے تک ہم پر سایہ کیے رکھے۔ اس قصاب جوان نے کہا میں تو اللہ عزوجل کی کوئی عبادت بھی نہیں کرتا۔ میں کیسے دعا کروں گا۔ تم دعا کروں میں آمین کہوں گا۔ اس آدمی نے دعا کی۔ تو بادل کا ایک ٹکڑا ان کے سروں پر سایہ ڈالنے گا۔ یہ راستہ طے کرتے ہوئے جب جدا ہوئے تو وہ بادل کا ٹکڑا قصاب کے سر پر سایہ فگن رہا۔ تب اس قاصد نے کہا۔ اے جوان تو نے تو بتایا تھا کہ میں نے کوئی بندگی نہیں کی ہے۔ لیکن بادل کا ٹکڑا تیرے سر پر سایہ فگن ہے تو مجھے اپنا حال بیان کر۔ اس نے کہا۔ مجھے اور تو کوئی بات معلوم نہیں لیکن ایک لونڈی سے میں نے خوف خدا کی بات سن کر گناہ سے توبہ کی۔ قاصد نے کہا۔ سچ ہے اللہ عزوجل کے ہاں۔ تائب کا جو مرتبہ ہے وہ کسی اور کا نہیں ہے۔

نظر حرام اور عورتوں کو دیکھنے کی مصیبت

☆ اے پیارے! ممکن ہے کوئی ایسا ہو جو اپنے آپ کو نظر حرام سے محفوظ رکھ سکتا ہو۔ سواء اللہ عزوجل کے بندوں کے۔ اسی لئے وہ بہتر یہی ہے کہ پہلے ہی سے اس کا انتظام کر لیا جائے اور وہ آنکھ سے غیر عورت کو تاڑتا ہے۔ حضرت شیخ علاء الدین زیادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کسی عورت کی چادر پر بھی نگاہ مت ڈالو اس سے دل میں تمنا جنم لیتی ہے اور حقیقت ہے کہ عورتوں کا لباس دیکھنے ان کی خوشبو وغیرہ سونگھنے آواز سننے اور پیغام وغیرہ بھیجنا ان تمام سے اجتناب کرنا واجب ہے۔ ایسی جگہ جانا ہی غیر مناسب ہے۔ جہاں گو تم عورت کو نہ دیکھ سکو۔ لیکن عورت تمہیں دیکھ سکتی ہو۔ یہی وجہ ہے جہاں حسن و جمال ہوگا۔ وہاں شوق و حال دل میں شہوت کا بیج بو دے گا۔ تو عورت کو لازم ہے۔ وہ خوبصورت مردوں سے پرہیز کرے۔ جو نظر قصد و ارادہ سے عورت پر کی جائے وہ حرام ہے۔ البتہ اگر بغیر اختیار کے کسی پر نظر ہو جائے تو اس میں گناہ نہیں۔ البتہ دوسری نظر ڈالنا حرام ہے۔

پہلی نظر

☆ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ پہلی نظر میں تیرے لئے نفع ہے اور دوسری نظر سے تیرے لئے نقصان ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا۔ جو آدمی کسی پر عاشق ہوا۔ اور اس نے خود کو اس سے بچایا اور اسی غم میں مر گیا۔ تو وہ شہید ہے۔ بچانے کا مطلب یہ ہے کہ پہلی نظر اتفاقاً پڑ جائے تو دوسری نظر روکے۔ اور دیکھنے کی تمنا نہ کرے۔ بلکہ اس آرزو اور تمنا کو سینے میں دبیدہ کرے۔

marfat.com

مصاحبت زناں ونظر بازی

☆ اس بات کا علم ہونا ضروری ہے کہ مردوں اور عورتوں کی مصاحبت اور ان کی ہمنشینی اور نظر بازی ایسا فساد وفتنہ کا بیج ہے کہ اس سے زیادہ اور کوئی فساد کا بیج نہیں۔ جبکہ درمیان میں پردہ حائل نہ ہو۔ عورتیں جو چادر اوڑھتی ہیں۔ یا خوبصورت نقاب ڈالتی ہیں۔ تو شہوت اس سے زیادہ ابھرتی ہے۔ کہ ہوسکتا ہے کہ منہ کھولنے پر وہ اور بھی زیادہ حسین دکھلائی دے۔ تو عورتوں کے حق میں سفید چادر اور خوبصورت نقاب اور برقعہ پہنے ہوئے باہر جانا بھی حرام ہے۔ جو عورت ایسا کرتی ہے وہ گنہگار ہوتی ہے۔ اگر باپ، بھائی یا شوہر اس بات کی اجازت دیں تو وہ بھی اس کے گناہ میں شریک ہوں گے۔ کسی آدمی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ عورت کا لباس پہنے، شہوت قصد سے یا اس کی خوشبو سے لطف اٹھانے کی خاطر اس کے کپڑوں کو ہاتھوں میں لے یا کسی عورت کو پھول دے یا خود اس سے لے۔ لطف ومزہ کے ساتھ اس سے کلام کرے۔ اس طرح عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ اجنبی مرد سے گفتگو کرے اور لازمی ہو۔ تو کرخت اور تیز لہجے میں بات کرے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے۔

ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض و قلن قولاً معروفا

(پ۲۲ آیت ۳۲ سورہ احزاب)

ترجمہ۔ اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے یا وہ اچھی بات کہو۔

(کنز الایمان)

☆ جس برتن سے عورت نے پانی پیا ہو۔ تو ارادۃً اس جگہ منہ لگا کر پانی پینا۔ جہاں اس عورت نے منہ لگایا تھا۔ یہ صحیح ودرست نہیں ہے۔ ایسے ہی کسی پھل پر جہاں عورت کے دانت لگے ہوں اس پھل کا بھی وہاں سے کھانا جائز نہیں۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اس پیالے کو جس کو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام دہن مبارک اور مقدس انگلیاں لگی تھیں۔ برکت حاصل کرنے کی خاطر اس سے انگلیاں مس کرتے تھے۔ تاکہ ثواب حاصل ہو۔

اگر کوئی لذت حاصل کرنے کی غرض سے ایسے برتن کو چھوئے (جو کسی عورت کے منہ سے لگا ہو۔ تو یہ گناہ ہے۔ پس عورت سے تعلق رکھنے والی اس قسم کی چیزوں سے پرہیز کرنا لازم ہے۔

☆ اس بات کا علم رکھنا ضروری ہے کہ جب کوئی مرد وعورت کسی کے سامنے آتے ہیں۔ تو شیطان وسوسہ ڈالتا ہے کہ اسے دیکھنا چاہئے۔ اس وقت تم کہو میں اسے کیا دیکھوں اگر وہ بدصورت ہے تو مجھے دکھ بھی ہوگا اور میں پھر گنہگار بھی ٹھہروں گا۔ کیونکہ میں تو اس تصور سے اسے دیکھنا چاہتا تھا کہ حسین وجمیل ہے اگر وہ خوبصورت ہے تو بھی اس کا دیکھنا گناہ کا باعث وموجب ہے اور دل میں حسرت رہے گی۔ اور اگر اس کا پیچھا کروں تو دین ودنیا دونوں تباہ ہوں گے اور پھر بھی یہ یقین نہیں کہ مقصد پورا ہو ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ مبارک اچانک ایک خوبصورت عورت پر پڑ گئی۔ آپ اس وقت اس جگہ سے واپس گھر تشریف لائے اور حرم محترم سے قربت کی اور پھر غسل فرمایا۔ اور باہر تشریف لے گئے اور لوگوں کو سکھانے کی خاطر فرمایا۔ جس کے سامنے کوئی عورت آئے اور شیطان اس کی شہوت کو حرکت میں لائے تو اسے چاہئے کہ گھر جا کر اپنی بیوی سے قربت حاصل کرلے۔ جو شے تمہاری بیوی کے پاس ہے وہی اس عورت کے پاس ہے۔

marfat.com

اصل نمبر ۳

علاج حرص گفتگو اور آفات زبان

☆ اے پیارے یہ علم رکھنا ضروری ہے کہ زبان اللہ عزوجل کے عجائبات میں سے ہے۔ اگر وہ گوشت کا ایک ٹکڑا ہے لیکن حقیقت میں جو کچھ موجود ہے وہ تمام کا تمام اس کے تصرف میں ہے۔ وہ بھی! کیونکہ وہ موجود معدوم دونوں کو ظاہر کرتی ہے زبان عقل کی قائم مقام ہے۔ اور کوئی شے عقل کے احاطے سے باہر نہیں ہے اور جو کچھ عقل و وہم اور تصور میں آتا ہے۔ عقل اس کی عکاس (تعبیر) کرتی ہے (اسے بیان کرتی ہے) یہ صفت انسان کے کسی دوسرے عضو میں نہیں ہے۔ آنکھ کی حکومت میں فقط انواع و اشکال ہی ہیں اور کان کی حکومت صرف آواز پر ہے دوسرے اعضاء بھی اسی طرح کچھ لینا چاہئیں۔ ہر عضو کی حکومت مملکت وجود کے ایک خطے پر ہوگی۔ جبکہ زبان کی حکومت پوری مملکت وجود میں جاری و ساری ہے۔ بالکل دل کی حکومت جیسی۔ جیسے زبان دل سے صورتیں لیکر بیان کرتی ہے ایسی دوسری صورتیں زبان اسے دل کو پہنچاتی ہے۔ اور وہ جو بات کہتی ہے اس سے دل میں ایک صفت ظاہر ہوتی ہے جیسے کہ انسان جب گریہ وزاری کرتا ہے اور زبان سے نوحہ گری کے الفاظ نکالتا ہے تو دل اس سے ایک رقت انگیز سوز لیتا ہے اور دل کی تپش کی حرارت دماغ کو پہنچتی ہے اور وہ بخار (آنسو بن کر) آنکھوں سے خارج ہوتا ہے اور جب زبان خوشی کی باتیں اور معشوق کی تعریف و توصیف بیان کرتی ہے تو دل میں اس سے سرور و نشاط کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے اور شہوت متحرک ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر ایک کلمہ جو اس سے ادا ہوتا ہے اس سے دل میں اس کلمہ کے مطابق ایک صفت رونما ہوتی ہے۔ اور یہی زبان جب بری باتیں کہتی ہے۔ تو دل تاریک ہو جاتا ہے۔ اور جب اس سے حق بات نکلتی ہے۔ تو اس سے دل روشن ہو جاتا ہے جب یہ جھوٹی باتیں کرتی ہے تو اس وجہ سے دل اندھا ہو کر اشیاء کو صحیح صحیح نہیں دیکھ پاتا اور اس آئینے کی طرح ہو جاتا ہے جو بے نور ہو گیا ہو۔ اسی وجہ سے شاعر اور جھوٹے کا خواب اکثر سچ ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا باطن دروغ گوئی سے اندھا ہو گیا ہوتا ہے اور اس کے برعکس جو سچ بولنے کا عادی ہو اس کے خواب صحیح و سچے ہوتے ہیں جیسے جھوٹا سچا خواب نہیں دیکھتا ہے۔ تو جب وہ اس جہاں سے رخصت ہوتا ہے۔ تو اللہ عزوجل کی بارگاہ جس کے دیدار کی بڑی لذت ہے۔ وہ بھی اس کے دل میں بے نور نظر آتی ہے اور لطف و لذت اور نیک بختی سے محروم رہتا ہے۔ جیسے بے نور آئینے میں اچھی صورت بری دکھائی دیتی ہے یا جیسے تلوار کے طول و عرض میں چہرے کی خوبصورتی بگڑ جاتی ہے۔ تو اس کے دل کے کام اور اللہ عزوجل کے کاموں کی حقیقت بھی اس کے دل میں پھر (بگڑی ہوئی صورتوں میں) نظر آئے گی تو دل کی سچائی و کجی' زبان کی سچائی اور کجی کے تابع ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایمان اس وقت تک درست نہ ہوگا جب تک دل راست نہ ہوگا۔ پس زبان کی آفت اور خرابی بیہودہ گوئی' گالی گلوچ اور زبان درازی کی لعنت مسخرہ پن اور یاوہ گوئی کی آفت جھوٹ بولنے کی نشاندہی اور نفاق کی آفت ہے۔ ہم اس کا علاج انشاء اللہ توہین اور تعریف کی آفت بیان میں بتائیں گے۔

marfat.com

ثواب خاموشی

☆ اے پیارے جب یہ علم ہوگیا۔ کہ زبان کی بے شمار آفتیں ہیں۔ تو خاموشی سے بہتر کوئی تدبیر نہیں ہے۔ تو جہاں تک ہو سکے انسان پر لازم ہے کہ گفتگو زیادہ نہ کرے۔ بزرگوں نے فرمایا ابدال وہ لوگ ہیں جن کا کھانا' پینا اور سونا محض ضرورت کے مطابق ہوتا ہے اور اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا۔

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ. (پ۵ سورہ النساء آیت ۱۱۴)

ترجمہ۔ ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں۔ مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کا۔

حدیث مبارکہ میں آیا "مَنْ سَكَتَ نَجٰى" جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جسے شکم' فرج اور زبان کے شر سے بچالیا گیا وہ سب چیزوں سے محفوظ رہا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ کون سا عمل بہتر ہے تو آپ نے منہ مبارک سے زبان مقدس باہر نکال کر اس پر انگلی رکھی۔ معنی خاموشی تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ آپ زبان کو انگلیوں سے پکڑ کر کھینچ رہے تھے اور اسے ملتے تھے۔ میں نے کہا یا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ آپ نے جواب دیا اس نے مجھے کئی ایک معاملات میں مبتلا کیا ہے۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ آدمی کی اکثر کوتاہیاں اس کی زبان میں ہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا! کیا میں تمہیں ایک بہت ہی آسان عبادت کی خبر نہ دوں۔ تو وہ زبان کی خاموشی اور نیک خصلت ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا۔ جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان لایا۔ اسے کہہ دو کہ آدمی اچھی بات کہے۔ ورنہ خاموش رہے۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام سے لوگوں نے معلوم کیا۔ ہمیں کچھ سکھایئے تاکہ ہمیں جنت میں جگہ مل جائے۔ آپ نے فرمایا۔ ہرگز بات نہ کہو۔ لوگوں نے عرض کی یہ تو ہم سے نہیں ہوسکتا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ سوائے اچھی اور نیک بات کے زبان سے کچھ مت نکالو۔

☆ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ جب تم کسی مومن کو سنجیدہ اور خاموش پاؤ۔ تو اس سے تقرب حاصل کرو۔ وہ حکمت سے خالی نہ ہوگا۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جو زیادہ بولنے والا ہوگا وہ بہت ہی بے ہودہ ہوگا۔ اور بڑا گنہگار ہوگا۔ اور دوزخ میں جائے گا اس سبب سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے منہ میں کنکریاں رکھ لیا کرتے تھے۔ تاکہ بات نہ کرسکیں۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے فرمایا۔ دس حصے عبادت کے ہیں۔ ان میں سے نو تو خاموشی میں ہیں اور ایک لوگوں سے بچنا اور گریز کرنا ہے۔

☆ حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ زبان سے بڑھ کر اور کوئی شے قید کرنے کے لائق نہیں ہے۔ جناب یونس بن عبید اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میں نے جس آدمی کو دیکھا۔ اس نے اپنی زبان کو روکا ہے میں نے اس کے تمام اعمال میں خوبی کا مشاہدہ کیا ہے۔ بیان کیا گیا ہے لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے گفت وشنید کر رہے تھے۔ مگر حضرت احنف رحمہ اللہ تعالیٰ خاموش تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا۔ آپ کیوں بات نہیں کرتے تو انہوں نے جواب دیا۔ اگر میں جھوٹا کلام کرتا ہوں تو اللہ عزوجل سے ڈرتا ہوں۔ اور اگر سچ کہتا ہوں تو مجھے آپ سے خدشہ ہے۔ حضرت شیخ ربیع بن خثیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیس سال تک دنیا کی کوئی بات نہ کی۔ وہ صبح اٹھتے اور جو بات کہنا ہوتی وہ کاغذ پر لکھ لیتے اور دل میں اس کا حساب کر لیتے۔

marfat.com

فضیلت خاموشی

☆ یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ خاموش رہنے کی بڑی فضیلت ہے اور اس کی یہ فضیلت اس سبب سے ہے کہ زبان کی آفتیں بہت سی ہیں۔ اور زبان سے ہمیشہ محش بات نکلتی ہے کہہ لینا تو بہت آسان ہے لیکن اچھے برے میں فرق کرنا بہت مشکل ہے۔ پس انسان خاموشی سے اس کے وبال سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ دل جمعی کے ساتھ ذکر وفکر کر سکتا ہے یہ علم ہونا بھی ضروری ہے گفتگو چار قسم کی ہے ایک یہ ہے کہ اس میں تمام مستحق مضرت ہیں' دوسری یہ کہ اس میں مضرت بھی ہو اور منفعت بھی اور تیسری یہ کہ نہ ضرر ہو نہ منفعت ہو۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ صرف منفعت ہی ہو پہلی تینوں قسمیں تو بچنے کے لائق ہیں۔ عمل کے لائق صرف ایک قسم ہے۔ اور یہ وہی ہے جس کے بارے اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا اور جیسے کہ حدیث شریف میں وارد ہے اس کی سودمندی اس وقت ظاہر ہوگی۔ جب زبان کی آفتوں سے آگاہی ہو جائے گی۔ انشاء اللہ ہم ان آفتوں کو سلسلہ وار تفصیل سے بیان کریں گے۔

آفت نمبر ا

☆ پہلی آفت یہ ہے کہ ایسی بات نہ کرے جس کے کرنے کی حاجت نہ ہو اور جس کے کہنے سے کسی قسم کا نقصان یا دینی و دنیاوی نقصان نہ ہو۔ اگر تم نے ایسی بیکار اور بے فائدہ بات کہی تو حسن اسلام سے خارج ہو جاؤ گے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُ" مَالَا یَعْنِیْہِ. ترجمہ۔ آدمی کے اسلام کی خوبی اس بات میں ہے کہ وہ بیہودہ بات کو چھوڑ دے۔

☆ لایعنی کلام! جیسے تم دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر اپنے سفر کا حال' باغ' بوستان کی صورت حال اور جو کچھ روئیداد ہو۔ اسے بے کم و کاست بیان کر دو۔ یہ تمام یاوہ گوئی اور بسیار گوئی ہے اس کی ضرورت نہ تھی اور اس کے نہ کہنے سے نقصان کا کچھ خدشہ نہ تھا۔ ایسے ہی تمہاری کسی سے ملاقات ہو اور اس سے وہ بات معلوم کرو۔ جس کی تمہیں ضرورت نہ ہو اور تمہارے معلوم کرنے میں کوئی آفت اور نقصان کا خطرہ نہیں جیسے تم کسی سے معلوم کرو تم نے روزہ رکھا ہے۔ اگر وہ جواب میں سچ کہتا ہے۔ تو یہ اظہار عبادت ہے اور اگر جھوٹ کہتا ہے تو گنہگار ہے۔ اور اس کے جھوٹ بولنے کا باعث تم ہو گے اور بالکل بے جا ہے۔ ایسے ہی تم کسی سے پوچھو کہاں سے آ رہے ہو؟ یا کیا کر رہے ہو۔ تو ہو سکتا ہے وہ اس بات کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہو۔ اور وہ جھوٹ بول دے یہ تمام گفتگو بے جا اور یاوہ گوئی ہے۔ اور مناسب بات وہ ہے جس میں باطل کا دخل نہ ہو۔ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت لقمان ایک سال تک حضرت داؤد علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی خدمت میں آتے جاتے رہے۔ حضرات داؤد علیٰ نبینا وعلیہ السلام زرہ بناتے رہتے تھے۔ جناب لقمان معلوم کرنا چاہتے تھے کہ زرہ کیوں بناتے رہتے ہیں لیکن انہوں نے سوال نہ کیا جب زرہ بن کر تیار ہو گئی اور حضرت داؤد علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے اسے خود پہنا اور فرمایا۔ "یہ جنگ کیلئے اچھی پوشاک ہے" تب جناب لقمان سمجھ گئے کہ خاموشی میں حکمت پنہاں ہے۔ لیکن اب لوگوں کو اس کا خیال نہیں۔ لوگ عام طور پر اس قسم کا سوال کرتے ہیں۔ اس کا باعث یہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کسی کا حال جانیں۔ گفت وشنید کریں اور ایسے اپنی دوستی کا اظہار کریں اس کا علاج یہ ہے کہ قائل یا سائل یہ سمجھے کہ موت بالکل سامنے ہے اور بہت نزدیک ہے پس تسبیح اور ذکر الٰہی میں مصروف رہے

marfat.com

کہ وہ آخرت کا ذخیرہ ہوگا اور سمجھے کہ اگر اسے ضائع کردوں گا تو خود اپنا نقصان ہوگا یہ تو علمی علاج ہے۔ عملی علاج یہ ہے کہ گوشہ نشینی اپنا لے یا خاموشی کے لئے منہ میں کنکریاں ڈال لے۔

☆ حدیث مبارکہ میں آیا کہ جنگ احد کے دن ایک نوجوان شہید ہوگیا جب اسے دیکھا گیا تو بھوک کے سبب سے اس کے پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے تھے اس کی والدہ اس کے چہرے سے غبار صاف کرتی جاتی تھی اور یہ کہتی جاتی تھی۔

هَنِيئًا لَكَ الْجَنَّةُ (تجھے مبارک ہو تیرے لئے جنت ہے)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا۔ تجھے کیا معلوم یہ اپنے بخل کے سبب بھوکا رہا ہو۔ اور اب وہ مال اس کے کام نہ آئے گا! یا انسان اپنے بارے بات کہے جس کا وہ حاجت مند ہو۔ مراد یہ ہے کہ اس کا حساب اس سے پوچھا جائے گا۔ تو خوشی اور مبارک مل وہ کام ہے جس میں دکھ اور حساب کا معاملہ نہ ہو۔

نقل کیا گیا ہے ایک روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! ایک آدمی جنتیوں کے ہاں آئے گا۔ تو دروازے سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ داخل ہوئے۔ لوگوں نے انہیں یہ خوشخبری سنادی اور ان سے معلوم کیا کہ وہ کونسا عمل ہے جس کی وجہ سے انہیں یہ خوشخبری دی گئی۔ آپ نے فرمایا میرا عمل نیک تو بہت تھوڑا ہے لیکن میں نے کبھی اسے فعل سے متعلق جس سے میرا تعلق نہ ہوتا تھا لوگوں سے معلوم نہیں کیا۔ نہ ہی میں نے لوگوں کا برا چاہا۔

☆ اس بات کا علم رکھنا ضروری ہے۔ کہ جو بات ایک لفظ میں ادا ہوسکتی ہے۔ اگر اسے دو لفظوں میں ادا کیا۔ تو یہ دوسرا لفظ بے کار اور زائد ہے۔ اور اس کا بوجھ اور وبال تمہاری گردن پر ہوگا۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اگر کوئی مجھ سے بات کہے اور میرے پاس اس کا جواب اس کی خواہش کے مطابق بھی ہو تب بھی میں اسے جواب نہ دوں گا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ جواب مناسب نہ ہو۔ جناب حضرت بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اللہ عزوجل کے عزوجلال کی اس طرح تکریم وکرو کہ ہر بات پر اس کا نام زبان پر نہ آئے۔ جیسے جانوروں مثلاً بلی وغیرہ تک کو کہہ دیتے ہیں۔ ''خدا تیرا ناس کرے'' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نیک بخت آدمی وہ ہے جس نے خود کو بیہودہ گفتگو سے روکے رکھا۔ اگر کسی نے راہِ خدا میں زیادہ مال خرچ کیا۔ لیکن لوگ اس کا الٹ کرتے ہیں کہ مال کو فضول اور بیکار دبا کر رکھتے ہیں ور محض عبث گفتگو کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کو زبان درازی سے بدتر کوئی شے نہیں دی گئی۔ تجھے اس بات کا علم ہونا لازم ہے کہ تو جو کچھ کہے گا وہ تیرے حساب میں لکھ دیا جائے گا۔ ''جیسے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا''۔

مَا يَلْفِظُ قَوْلًا إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ" عَتِيدٌ" ترجمہ۔ کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔ (کنز الایمان)

(پ ۲۶' سورہ ق آیت ۱۸)

☆ اگر ایسا ہوتا کہ فرشتے فضول و بیکار باتوں کو نہ لکھتے۔ اور تمام باتوں کو قلمبند کرنے کی اجرت مانگتے (نہ دس باتوں کی بجائے ایک بات لکھتے' ایسا نہیں ہے) تو بس یہ سمجھنا ضروری ہے کہ زیادہ کلام کرنا وقت ضائع کرنا ہے۔ گویا وہ اجرت سے ہے جو تجھ سے مانگی جاسکتی تھی۔

marfat.com

فت نمبر۲

دوسری مصیبت وہ کلام ہے جو صرف باطل اور معصیت میں کیا جائے۔ باطل یہ ہے کہ بدعات میں کلام کیا جائے اور معصیت یہ ہے کہ اپنے اور دوسروں کے گناہ فسق و فجور کی باتیں' شراب نوشی کی مجلسیں اور فسق و فجور کی کہانیاں زبان پر لائی جائیں۔ دو فریقوں کے ظرے (جھگڑا اور جنگ و جدل) کی باتیں بیان کی جائیں۔ ایک دوسرے سے بیہودہ باتیں کی جائیں۔ اسی طرح بے شرمی و بے ائی کی باتیں بنائی جائیں۔ جنہیں سن کر دوسروں کو ہنسی آئے۔ یہ سب باتیں معصیت میں شامل ہیں۔ اور یہ آفت پہلی آفت کی سی یں۔ کیونکہ پہلی آفت میں تو محض مرتبہ و درجہ کا نقصان تھا۔ جبکہ اس میں تو معصیت ہے۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسا ہوگا جو ایسی بات کرے گا جس کا اسے ڈر نہ ہو اور وہ اسے حقیر نہ سمجھے تو رکار یہی بات اسے قعر جہنم تک لے جائے گی اور کوئی ایسا بھی ہوگا جو بے تکلف (بلا جھجک) ایسی بات کرے اور وہ بات اس کو جنت ں لے جائے گی۔

فت نمبر۳

☆ تیسری آفت بحث و مباحثہ اور جھگڑا کرنا ہے کسی سے کوئی بات کہی اور فوراً اس کو رد کر دیا۔ (خود ہی اس کو جھٹلا بھی دیا) اور کہنے کہے ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ایسا کہنا حماقت ہے یہ حقیقت ہے وہ نادان اور دروغ بافی کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور خود کو ہوشیار و چالاک عقلمند چا ثابت کرنا چاہتا ہے اس طرح وہ ایک ہی بات سے دو بڑی صفتوں سے تقویت پہنچاتا ہے ایک مفت عزور اور ایک صفت درندگی ۔ اس بناء پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرما ' جو کوئی بات چیت میں مخالفت اور جھگڑنے سے باز رہے گا اور بے جا نہ ے گا۔ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بناتے ہیں اگر جو کچھ حق ہے۔ اسے صاف صاف بول دے تو اس کیلئے جنت میں ایک اعلیٰ کا گھر بنایا گیا ہے اور یہ ثواب اس زیادتی کا اجر ہے کیونکہ محال اور جھوٹ گفتگو سن کر صبر کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ آقا علیہ الصلوٰۃ لام نے ارشاد فرمایا کہ جب تک آدمی مخالفت سے دستبردار نہیں ہوگا اس کا ایمان مکمل نہیں ہوگا۔ اگرچہ وہ حق پر ہو۔

☆ یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ یہ خلاف صرف مذہب ہی تک محصور نہیں ہے بلکہ اگر کوئی کہے یہ انار میٹھا ہے اور تم کہو نہیں کھٹا ہے ی کہے۔ یہاں سے فلاں جگہ کا فاصلہ ایک کلومیٹر ہے اور تم کہو ایسا نہیں ہے تو یہ انکار بھی نازیبا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا ہر ایک جھگڑے کا کفارہ جو تم کسی کے ساتھ کروں گے کفارہ دو رکعت نماز ہے۔ انہی امور میں سے ہے کہ کسی کے کلام پر نکتہ چینی جائے۔ یا کسی کے کلام کے عیب کو ظاہر نہ کیا جائے یہ کام حرام ہے۔ کیونکہ اس سے دوسرے آدمی کو دکھ ہوتا ہے اور کسی مسلمان کو ہ دکھ دینا غیر مناسب ہے اور لوگوں کے کلام کی خطاء اور غلطی واضح کرنا فرض نہیں ہے۔ بلکہ تمہارے ایمان کی دلیل خاموش رہنا ۔ مذہب کے بارے جھگڑنے کا نام ''جدل'' کہلاتا ہے یہ بھی غیر مناسب ہے۔

☆ البتہ بطور نصیحت خلوت میں حق بات کو ظاہر کرو بشرطیکہ قبولیت کی امید ہو۔ اگر نہ ہو تو خاموش رہنا مناسب ہے۔ رسول اکرم اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! وہ قوم گمراہ نہ ہوئی جس پر جدل غالب نہیں ہوا۔ جناب لقمان نے اپنے فرزند سے کہا۔ بحث نہ کرنا تا

marfat.com

کہ وہ تم سے دشمنی نہ کریں۔

☆ یہ علم ہونا ضروری ہے کہ محال اور باطل پر خاموش رہنا پڑے تو صبر اور تحمل کی بات ہے اور یہ مجاہدوں کے فضائل میں سے ہے۔ حضرت شیخ داؤد طائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عزلت نشینی اختیار کرنی تھی۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا آپ باہر کیوں نہیں آتے۔ انہوں نے کہا۔ میں مجاہدے میں رہ کر اپنے آپ کو جدل سے منع رکھنا چاہتا ہوں حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تم محفل میں آؤ۔ مباحثے اور مناظرے سنو۔ لیکن جواب مت دو۔ انہوں نے کہا۔ میں نے ایسا کیا۔ لیکن میں نے اس سے زیادہ مشکل کوئی مجاہدہ نہیں پایا۔"

☆ اس سے زیادہ کوئی آفت نہیں ہے کہ جس شہر میں مذہبی تعصب موجود ہو۔ اور جو لوگ طالب جاہ ہوں اور یہ کہتے ہوں کہ دین میں شامل ہے۔ درندگی اور غرور کی طبیعت تو خود اس امر کی متقاضی ہوتی ہے (کہ جدل و مناظرہ کیا جائے) اور جب وہ یہ سمجھ بیٹھیں گے کہ جدل تقاضائے دین ہے تو پھر یہ حرص اتنی غالب ہو جائے گی کہ اس سے رکنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ کیونکہ نفس کیلئے تو اس میں کئی قسم کی لذتیں موجود ہیں۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا! جدل دین میں شامل نہیں ہے سب بزرگان سلف نے اس سے منع فرمایا۔ بہر حال اگر کسی مبتدع (بدعتی و منکر قرآن) سے واسطہ آ پڑے تو بغیر جھگڑے اور طول کلام کے انہوں نے اس معاملہ میں بات کی لیکن جب اس میں فائدہ نہیں پایا تو اس سے اعتراض کیا۔

آفت نمبر ۴

☆ یہ آفت مال میں جھگڑا کرنے کی ہے۔ مالی جھگڑے کو قاضی یا کسی اور حاکم کے سامنے پیش کیا جائے۔ یہ بھی ایک بہت بڑی آفت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی سے بغیر علم کے جھگڑے۔ اللہ عزوجل اس سے ناخوش ہوگا۔ جب تک وہ خاموش نہ رہے۔ بزرگان دین نے فرمایا۔ مال کے علاوہ کوئی اور ایسی شے نہیں جو دل کو پریشان کرے اور عیش کو بے مزہ کر دے۔ اور مروت اور بھائی چارے میں خرابی ڈال دے۔ بزرگوں نے یہ بھی فرمایا کوئی زاہد مال کے بارے جھگڑا نہیں کرے گا۔ کیونکہ جھگڑا یاوہ گوئی کے بغیر ختم نہیں ہوتا اور زاہد یاوہ گوئی نہیں کرے گا۔

☆ اگر باہم جھگڑا نہ بھی ہو۔ پھر بھی دشمن کے ساتھ اچھی بات نہیں کہی جاتی۔ جبکہ اچھی بات کہنے کی بہت فضیلت ہے۔ تو جس کی کا کوئی جھگڑا ہو۔ تو جہاں تک ہو سکے وہ اسے چھوڑ دے اور اگر اسے چھوڑ نہیں سکتا تو سچ بات کے علاوہ اور کوئی بات نہ کہے اور دشمن کو دکھ دینے کا ارادہ کرے اور نہ سخت کلام کرے۔ کیونکہ اس میں دین کی بربادی ہے۔

آفت نمبر ۵

☆ یہ مصیبت فحش کلام کرنے کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایسے آدمی پر جنت حرام ہوگی۔ جو فحش کلام کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا۔ دوزخ میں بعض لوگ ایسے ہوں جن کے منہ سے نجاست نکلے گی۔ اور اس کی

marfat.com

بدبو سے سب دوزخی فریاد کریں گے اور پوچھیں گے یہ کون لوگ ہیں؟ انہیں بتایا جائے گا یہ وہ لوگ ہیں جو فحش کلام پسند کرتے تھے اور بکواس کرتے تھے۔ حضرت شیخ ابراہیم بن معمر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جو کوئی فحش گفتگو کرے گا بروز قیامت اس کا منہ کتے کا سا ہوگا۔

☆ اس بات کو جاننا چاہئے کہ جماع کو برے لفظوں سے تعبیر کرنا بھی فحش کلام میں شامل ہے۔ جیسے پاپی لوگوں کا شیوہ ہے اور کسی کو اس سے منسوب کرنا بھی دشنام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی اپنے والدین کو گالی دے۔ اس پر خدا کی لعنت ہو۔ لوگوں نے معلوم کیا۔ حضور ایسا کام کون کرے گا تو آپ نے فرمایا۔ جو کوئی کسی دوسرے کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے تو اس کے جواب میں اس کے ماں باپ کو بھی گالی دی جاتی ہے۔ تو یہ گالی اس کی طرف سے ہوئی اور جماع کی بات اشارہ کنایہ کہنی چاہئے تاکہ وہ فحش کلام میں شمار نہ ہو۔ جو کچھ ہوا ہو اسے اشاروں میں کہے۔ واضح طور پر بیان نہ کرے۔ عورتوں کے نام ظاہر نہیں کرنا چاہئیں بلکہ مستورات کہنا ضروری ہے۔ جب کوئی مرض میں گرفتار ہو۔ جیسے اختناق الرحم' جذام وغیرہ تو اسے صرف بیماری کہنا چاہئے ایسے الفاظ میں بھی ادب پیش خاطر رکھے۔ اگر برے الفاظ استعمال کرے گا تو یہ بھی فحش گفتگو ہوگی۔

آفت نمبر ۶

چھٹی آفت لعنت کرنے کی ہے اس بات کو جاننا ضروری ہے کہ جانوروں' کیڑوں' مکوڑوں اور لوگوں کو لعنت کرنا بھی بری بات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن لعنت نہیں کرتا۔ بیان کیا گیا ہے کہ ایک سفر میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک عورت شریک تھی۔ اس نے ایک اونٹ پر لعنت کر دی۔ تو سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹ سے کجاوہ اتار کر اسے باہر نکال دو۔ کیونکہ یہ ملعون ہے۔ کئی روز تک وہ اونٹ ادھر ادھر پھرتا رہا۔ کوئی اس کے نزدیک نہ جاتا ہے۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جو کوئی زمین پر یا کسی اور چیز پر لعنت کرتا ہے۔ تو وہ چیز کہتی ہے کہ اس پر لعنت ہو جو ہماری بنسبت زیادہ گنہگار ہے ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کسی شے پر لعنت کر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی لعنت سن کر فرمایا۔ (ابوبکر صدیق اللہ عنہ) کو لعنت کرنا درست نہیں۔ رب کعبہ کی قسم آپ نے ان الفاظ کو تین بار دہرایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ نے فرمایا میں نے اس فعل سے توبہ کی اور اس کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کیا۔

☆ یہ علم رکھنا لازم ہے کہ لوگوں پر لعنت کرنا صحیح نہیں ہے۔ لعنت فقط ایسے لوگوں پر کی جاسکتی ہے جو برے ہوں مثلاً کہے کہ ظالموں پر لعنت ہو۔ کافروں' فاسقوں اور بدمذہبوں پر لعنت ہو۔ جبکہ معتزلہ اور کرامیہ پر لعنت کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس مین قباحت موجود ہے جس سے بچنا لازم ہے۔ ہاں جن پر شرع شریف میں لعنت موجود ہے۔ ان پر لعنت کی جاسکتی ہے کسی کو کہنا کہ تم پر لعنت ہو یا فلاں پر لعنت ہو۔ اسی وقت جائز ہوگا جب شرع شریف کی طرف سے ان پر لعنت کرنا واضح و ظاہر ہوگا جب وہ کفر پر ہوں۔ جیسے فرعون اور ابوجہل پر لعنت کرنا۔

☆ بیان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محض چند کافروں کے ہی نام لیکر ان پر لعنت فرمائی ہے کیونکہ آپ یہ علم رکھتے تھے کہ وہ کبھی مسلمان نہ ہوں گے لیکن کسی یہودی کو مخاطب کر کے اس پر لعنت کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ممکن ہے اسے موت سے پہلے اسلام کی توفیق نصیب ہو جائے اور وہ اہل جنت میں سے ہو جائے۔ ہوسکتا ہے وہ اس لعنت کرنے والے سے بہتر ہو جائے۔ اگر کوئی یہ

marfat.com

کہے کہ مسلمان کو تو کہتے ہیں ''تم پر خدا کی رحمت ہو حالانکہ ممکن ہے وہ مرتد ہو کر مرے پس ہم ظاہر حال کو دیکھتے ہیں۔ پس ہم ظاہر حال کو دیکھ کر جب کافر پر بھی لعنت کریں گے کیونکہ وہ بھی حال ظاہر میں کافر ہی ہے۔ یہ غلطی ہے اور ایسا گمان کرنا خطا ہے کیونکہ رحمت کے معنی تو یہ ہیں کہ اللہ اسے اسلام پر قائم رکھے جو رحمت کا سبب ہے۔ ہاں ایسے کہنا مناسب نہ ہوگا کہ اللہ عزوجل مجھے حالت کفر میں رکھے ۔ (کافر کے حق میں کہنا درست نہیں ہے) اگر کوئی سوال کرے کہ یزید پر لعنت کرنا درست ہے یا نہیں۔ تو ہم جواب دیں۔ پس اتنا کہنا درست ہے کہ قاتل حسین رضی اللہ عنہ پر لعنت ہو۔ اگر وہ قبل از توبہ مر گیا۔ ان کا قتل کرنا کفر سے زیادہ نہیں اور جب اس نے توبہ کر لی تو اب لعنت کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ وحشی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے کچھ عرصہ بعد مسلمان ہو گئے تھے اور ان سے لعنت ساقط گئی اور یزید کا حال واضح نہیں وہ قاتل ہے کچھ کہتے ہیں اس نے قتل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا حکم نہ دیا تھا البتہ وہ اس پر راضی ضرور تھا تو کسی کو صرف تہمت کی بنیاد پر معصیت کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک کوتاہی ہے اس زمانے میں کثیر بزرگان دین وملت قتل کئے گئے اور یہ معلوم نہ ہوا قتل کا حکم کس نے دیا تھا۔ تو اب چار سو برس کے بعد اس کی حقیقت کیونکر واضح ہو گئی۔ اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو اس زیادتی اور خطرے سے بے پرواہ کیا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی ساری عمر میں ابلیس ملعون پر ایک بار بھی لعنت نہ کرے گا تو قیامت کے دن اس سے یہ نہ پوچھا جائے گا کہ تو نے لعنت کیوں نہ کی؟

☆ کسی بزرگ کا قول ہے۔ میرے نامہ اعمال سے قیامت کے دن کلمہ لا الہ الا اللہ نکلے یا کسی پر لعنت نکلے تو مجھے یہ پسند ہے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ نکلے کسی آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی۔ مجھے نصیحت فرمایئے تو آپ نے فرمایا! لعنت مت کر ایک اور مقام پر فرمایا۔ مسلمان پر لعنت کرنا اور اسے قتل کرنا دونوں برابر ہیں۔ کچھ علماء نے فرمایا۔ کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔ کہ ابلیس پر لعنت کرنے سے تیرا تسبیح میں مصروف رہنا بہتر ہے۔ پھر مسلمان پر لعنت کرنا کیسے درست ہوگا اور جو کسی پر لعنت کرے اور یہ سمجھے کہ اس میں دین کی غیرت ہے تو یہ محض ایک شیطانی فریب ہے۔ ایسا کام بسا اوقات تعصب اور نفسانیت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

آفت نمبر ۷

☆ ساتویں آفت شعر کہنے کی ہے یہ علی الاطلاق تو حرام نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اشعار پڑھے گئے آپ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا تھا کہ وہ کافروں کو جواب دیں اور ان کی توہین واہانت کریں۔ لیکن وہ شعر جس میں جھوٹ شامل ہو یا وہ کسی کی توہین یا جھوٹی تعریف ہو تو وہ صحیح نہیں۔ لیکن وہ جو تشبیہ کے طور پر کہا گیا وہ صحیح ہے کیونکہ تشبیہ شعر کی صفت ہے اگرچہ بظاہر جھوٹ ہو۔ لیکن ایسا شعر حرام نہیں ہوگا۔ اس سے یہ غرض نہیں کہ اس سے یہ اعتقاد کر لیا جائے۔ ایسے اشعار (عربی) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پڑھے گئے ہیں۔

آفت نمبر ۷

☆ آٹھویں آفت مذاق اور بذلہ سنجی کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مذاق سے مطلقاً منع فرمایا۔ ہاں ظرافت قلیل کبھی کبھی مباح ہے۔ بشرطیکہ اسے شیوہ نہ بنا لیا جائے اور یہ حسن اخلاق میں شامل ہے۔ اور حق بات کے علاوہ اور کوئی بات نہ کہے۔ کیونکہ

marfat.com

...افت طویل اور بذلہ سنجی بھی ضیاع وقت ہے اور یہ ہنسی کا سبب ہوتا ہے اور ہنسی کی وجہ سے انسان کا دل سیاہ پڑ جاتا ہے اور ایسا آدمی ...وں میں بے قدر ہو جاتا ہے اور کبھی مذاق سے جھگڑا بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں ظرافت کرتا ہوں لیکن ...کے علاوہ کوئی بات نہیں کہتا ہوں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ کوئی آدمی لوگوں کو ہنسانے کے لئے ایک بات کہتا ہے اور اس بات کے ...ب اپنے درجہ و مرتبہ سے بہت زیادہ گر جاتا ہے۔ جیسا کہ آسمان سے زمین پر گرنا۔ اور جو بات بہت زیادہ ہنسی کا سبب ہو وہ بری ہے۔ ...ں (تبسم) مسکراہٹ سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو میں جانتا ہوں اگر تم جان لو تو تھوڑا ...گے اور بہت زیادہ روؤ گے۔

☆ ایک آدمی نے کسی سے پوچھا کیا تمہیں معلوم ہے کہ آدمی کو دوزخ ایڈگزرنا لازم ہے جیسے کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔

...نُكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ ... ترجمہ۔ اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو تمہارے ...مًا مَّقْضِيًّا. (پ ۱۶ سورہ مریم آیت ۷۱) رب کے ذمہ پر یہ ٹھہری ہوئی بات ہے۔

...اس آدمی نے جواب میں کہا۔ ہاں میں جانتا ہوں اس نے دریافت کیا۔ کیا اس سے نکلنے کا کوئی طریقہ بھی تو جانتا ہے؟ اس نے کہا ...۔ تو اس آدمی نے کہا۔ پھر اس صورت حال میں یہ ہنسی کیسی؟ (یعنی ہنسنے کا یہ کونسا موقع ہے۔ نقل کیا گیا ہے۔ حضرت شیخ عطا سلمی ...اللہ تعالیٰ چالیس سال تک نہیں ہنسے۔ حضرت وہب ابن عود رحمہ اللہ تعالیٰ نے عید الفطر کے دن کچھ لوگوں کو ہنستے دیکھا۔ تو فرمایا اگر ...اللہ عزوجل نے بخش دیا اور ان کے روزے قبول فرمالئے تو اس طرح ہنسنا شکر گزاری کا عمل ہے اور اگر روزے قبول نہیں ہوئے تو ...س طرح ہنسنا ڈرنے والوں کی عادت نہیں۔ ان کو زیب نہیں دیتا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جو آدمی گناہ کر کے ہنسے ...دوزخ میں جائے گا اور وہاں رہے گا۔ حضرت شیخ واسع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اگر کوئی آدمی ہنسے تو تعجب کی بات ہو گی یا نہیں؟ ...نے عرض کی۔ تعجب کی بات ہو گی اس پر آپ نے فرمایا بس جو آدمی دنیا میں ہنستا ہے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ آخرت میں اس کی جگہ ...ہے یا دوزخ تو اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات ہے۔

☆ حدیث مبارکہ میں آیا۔ ایک اعرابی اونٹ پر سوار تھا۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ کر اس نے سلام عرض کیا۔ اور چاہا کہ آپ ...ریب جا کر آپ سے کچھ معلوم کرے۔ ہر چند اس نے آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن اونٹ پیچھے ہٹ جاتا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ ...کہتے ہیں۔ بالآخر اونٹ نے اس اعرابی کو گرا دیا اور وہ بیچارہ اس صدمے سے مر گیا۔ صحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرض ...رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ آدمی گر کر ہلاک ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تمہارا منہ اس کے خون سے بھرا ہے۔ یعنی تم اس پر ...رہے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ عزوجل سے ڈرو اور ظرافت مت کرو بلکہ صالحین کی گفتگو کرو۔ ...رت امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ جب کوئی آدمی کسی سے مذاق کرتا ہے تو وہ اس کی نظر میں ذلیل ہو ...ا ہے اور بے اعتماد ہو جاتا ہے۔

☆ بیان کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ساری عمر مبارک میں ظرافت کی محض چند باتیں ہی فرمائیں۔ ایک دفعہ ...نے ایک بڑھیا سے فرمایا۔ کوئی بوڑھی عورت جنت میں نہ جائے گی۔ وہ یہ سن کر رونے لگی۔ تب آپ نے فرمایا۔ اے بڑھاپے

marfat.com

پریشان نہ ہو۔ پہلے تجھے جوانی عطا کی جائے گی اس کے بعد جنت میں داخل کیا جائے گا۔

☆ ایک عورت نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی آپ کو میرا شوہر بلاتا ہے آپ نے اس عورت سے کہا تیرا شوہر وہی ہے جس کی آنکھ میں سفیدی ہے۔ نہیں تو میرے شوہر کی آنکھوں میں سفیدی نہیں ہے۔ تب آپ نے فرمایا۔ کوئی ایسا بھی آدمی ہے جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو۔ اس طرح ایک مرتبہ ایک عورت نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی مجھے اونٹ پر بٹھائیے۔ آپ نے اس سے فرمایا۔ میں تجھے اونٹ کے بچے پر بٹھاؤں گا۔ اس نے کہا میں اونٹ کے بچے پر نہیں بیٹھوں گا۔ تب آپ نے فرمایا کوئی ایسا اونٹ بھی ہے جو کسی اونٹ کا بچہ نہ ہو۔

☆ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا ابوعمیر تھا ان کے پاس چڑیا کا ایک بچہ تھا وہ مر گیا۔ وہ رونے لگے۔ ان کو روتا دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یا ابا عمیر مافعل النغیر اے ابوعمر نغیر کو کیا ہو گیا۔ (نغیر چڑیا کے بچے کو کہتے ہیں)

اس طرح کی ظریفانہ باتیں آپ امہات المومنین اور بچوں سے فرماتے۔ تاکہ ان کا دل خوش ہو اور ان کے دلوں سے آپ کی ہیبت دور ہو جائے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا میرے پاس آئیں جب میں کچھ دودھ میں پکا رہی تھی۔ انہوں نے کہا۔ کھائیں۔ انہوں نے کہا میں نہیں کھاؤں گی۔ میں نے کہا اگر تم نہیں کھاؤ گی۔ یہ نعمتیں تمہارے منہ مل دوں گی۔ انہوں نے کہا میں نہیں کھاؤں گا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر دودھ میں جو کچھ پکایا تھا اس سے تھوڑا سا ان کے منہ پر مل دیا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس تشریف فرما تھے۔ آپ میرے قریب سے اپنا زانوئے مبارک ہٹا لیا۔ تاکہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو رستہ مل جائے اور وہ بھی اس کو میرے منہ پر مل دیں۔ چنانچہ انہوں نے اس کو میرے منہ پر بھی مل دیا۔ یہ دیکھ کر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرانے لگے۔

☆ حضرت ضحاک ابن سفیان رضی اللہ عنہ خوبصورت نہ تھے ایک دن وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ کہنے لگے میری دو بیویاں ہیں۔ اور وہ دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ اگر چاہیں تو میں ایک کو طلاق دے دوں کہ آپ اس سے نکاح کر لیں۔ یہ بات وہ خوش طبعی کے طور پر کہہ رہے تھے۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ بات سنی فرمایا وہ عورتیں زیادہ خوبصورت ہیں یا تم! آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ سوال سن کر مسکرانے لگے۔ کیونکہ وہ خوبصورت تھے۔ (یہ واقعہ حجاب سے پہلے کا ہے)

☆ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حبیب رضی اللہ عنہ سے فرمایا! تم خرما کھا رہے ہو۔ اور تمہاری آنکھ آشوب کرا ہے۔ انہوں نے عرض کی میں دوسری طرف سے کھا رہا ہوں۔ یہ سن کر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبسم فرمایا۔ حضرت خوات بن زبیر رضی اللہ عنہ کو قبل از اسلام عورتوں کی طرف قدرے میلان تھا۔ ایک دن وہ مکہ معظمہ میں ایک راستے پر عورتوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ اتنے میں طرف آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تشریف لے آئے۔ یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر بہت شرمندہ ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے معلوم فرمایا۔ یہاں کسی کام سے کھڑے ہو انہوں نے عرض کی میرے پاس ایک سرکش اونٹ ہے۔ اسی اونٹ

marfat.com

ئے ان عورتوں سے رسی بٹوا رہا ہوں۔ یہ سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے گئے۔ ایک دفعہ پھر حضرت خوات رضی اللہ عنہ سے قائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے خوات کیا اونٹ نے ابھی سرکشی نہیں وڑی۔ حضرت خوات رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں یہ سنکر بہت شرمندہ ہوا۔ اس کے بعد آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے جب کبھی بھی ھتے تو یہی فرماتے۔ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دراز گوش پر سوار تھے۔ اور آپ اپنے دونوں پاؤں مبارک ایک طرف کئے ئے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا۔ اے فلاں اب اس سرکش اونٹ کا کیا حال ہے؟ تب میں نے عرض کی قسم ہے اس معبود کی جس نے آپ رسالت عطا فرمائی۔ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں۔ میرے اونٹ نے سرکشی نہیں کی۔ تب یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ اللہ اکبر ھم اھد یا عبداللہ اس کے بعد اللہ عزوجل نے حضرت خوات رضی اللہ عنہ کو ہدایت فرمائی اور آپ ثابت قدم مسلمان بن گئے۔

رت نعمان انصاری رضی اللہ عنہ بہت ظریف الطبع شخص تھے۔ شراب نوشی کرتے تھے۔ انہیں کئی مرتبہ بارگاہ نبوی علی صاحب الصلوٰۃ لام میں لاکر سزا دی گئی۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہہ دیا۔ تم پر اللہ کی لعنت ہو تم کب تک شراب پیتے رہو گے؟ یہ سن کر ل خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر لعنت مت کرو۔ کیونکہ یہ اللہ عزوجل اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دوست ا ہے۔ حضرت نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کی عادت تھی۔ کہ جب بھی مدینہ شریف میں کوئی نیا میوہ آتا وہ اسے آقا علیہ الصلوٰۃ لام کی خدمت میں پیش کرتے اور عرض کرتے یہ ہدیہ ہے۔ جب اس کا مالک قیمت مانگتا تو وہ اسے کہتے۔ تمہارا میوہ حضور اکرم صلی تعالیٰ علیہ وسلم نے کھایا ہے۔ انہیں سے قیمت طلب کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی یہ بات سن کر تبسم فرماتے اور قیمت ا کر حضرت نعمان رضی اللہ عنہ سے معلوم فرماتے تم یہ کیوں لائے تھے تو وہ جواب دیتے۔ میرے پاس مال نہیں تھا کہ میں اسے خرید لیکن میرا دل یہ بھی گوارہ نہیں کرتا تھا کہ اس میوے کو آپ سے پہلے کوئی کھائے۔

☆ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی میں ظرافت طبع کی۔ یہی چند باتیں ہیں۔ اور ان میں کسی قسم کی کوئی قباحت موجود ں ہے۔ اور نہ ان باتوں سے ان کو دکھ پہنچنے کا امکان ہے۔ اور نہ ایسا تھا کہ ان باتوں کا نبوت کی ہیبت میں کچھ فرق ظاہر ہو سکے۔ تو ں کبھی بزلہ سنجی کر لینا سنت ہے۔ البتہ ہمیشہ اسی طرح کرنا صحیح نہیں ہے۔

ت نمبر ۹

☆ نوویں آفت کسی کا مذاق اڑانے کی ہے یا اس کے فعل کی یوں نقل کرنا جس سے دوسروں کو ہنسی آئے اور وہ جس کی نقل کی گئی ہے س سے رنجیدہ خاطر ہو تو یہ حرام ہے جیسے کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا!

سخر قوم من قوم عسی ان یکو نوا خیرا منھم (پ ۲۶ سورہ حجرات آیت ۱۱)

ترجمہ: نا قردق۔ قردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں (کنز الایمان)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی آدمی کسی آدمی کے ایسے گناہ کے بارے غیبت کرے جس سے اس نے توبہ کر لی ہو تو ت کرنے والا اس گناہ میں مبتلا ہو کر رہے گا ایسے گوزسرزد ہونے پر بھی ہنسنے سے ممانعت ہے کیونکہ کوئی آدمی کسی ایسی شے پر کیوں ے جو خود اس سے بھی سرزد ہوتی ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا جو کوئی لوگوں سے استہزاء کرے اور دوسرے لوگوں

marfat.com

پر ہنسے تو قیامت کے دن اس کے لئے جنت کے دروازہ کھولیں گے اور اسے بلائیں گے بھی مگر اسے اندر نہ جانے دیں گے جب وہ قریب آئے گا تو اسے دوبارہ بلائیں گے اور دوسرا دروازہ کھولیں گے چند بار ایسے ہی کیا جائے جب وہ قریب آئے گا تو دروازہ بند کر دیا جائے گا ہر چند اسے بلایا جائے گا لیکن وہ نہ آئے گا کیونکہ وہ سمجھے گا کہ اس کی اہانت کی جارہی ہے۔

☆ یا کسی ایسی بات پر ہنسنا جس سے کوئی رنجیدہ خاطر نہ ہو یہ حرام نہیں یہ خوش طبعی میں شامل ہے یہ اس وقت حرام ہوگا اس سے کوئی دکھی ہو۔

آفت نمبر ۱۰

دسویں آفت جھوٹا وعدہ کرنے کی ہے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے ممانعت فرمائی' کیونکہ تین باتیں ایسی ہیں اگر ان سے ایک بھی جس آدمی میں پائی گئی تو وہ منافق ہے خواہ نماز و روزہ وغیرہ کا پابند ہو۔ ۱- جھوٹ بولنا ۲- وعدہ خلافی کرنا اور ۳- امانت میں خیانت کرنا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وعدہ قرض کی طرح ہے یعنی اس کے برعکس کرنا صحیح نہیں ہے اللہ عزوجل نے حضرت اسماعیل علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے اوصاف میں فرمایا۔

انہ کان صادق الوعد (پ ۱۶ سورہ مریم آیت ۵۴) ترجمہ: بے شک وہ وعدہ کا سچا تھا۔ (کنزالایمان)

☆ بیان کیا جاتا ہے کسی مقام پر حضرت اسماعیل علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے کسی سے ملنے کا وعدہ فرمایا اور وہ آدمی نہ آیا آپ وہاں تین دن تک اس کا انتظار فرمایا تا کہ وعدہ پورا ہو جائے ایک صحابی فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور میں نے عرض کی میں فلاں جگہ آپ سے ملاقات لئے آؤں گا مگر میں بھول گیا تیسرے دن مجھے یاد آیا اور میں اس جگہ گیا تو دیکھا آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے انتظار میں وہاں موجود تھے اور آپ فرمانے لگے اے جوانمرد تین دن سے تمہاری راہ دیکھ رہا ہوں۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک آدمی سے وعدہ فرمایا کہ جب تم آؤ گے تو تمہاری ضرورت پوری کردوں گا جب فتح خیبر سے مال آیا تو اس نے حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ علیک الصلوٰۃ والسلام آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا آپ نے فرمایا: کیا چاہتے ہو؟ اس نے بھیڑیں مانگیں جو آپ نے اسے عطا فرمادیں اور فرمایا تم نے تو بہت تھوڑا مانگا ہے اس عورت نے جس نے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو حضرت یوسف علیٰ نبینا علیہ السلام کی قبر مبارک کے بارے بتایا تھا اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام سے اس نے وعدہ فرمایا میں تیری ضرورت پوری کردوں گا اس پر حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے تم سے زیادہ مانگا تھا کیونکہ جب حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے (پتہ بتانے کے بعد) اس عورت سے معلوم فرمایا بتاؤ کیا مانگتی ہو؟ تو اس نے کہا مجھے جوانی عطا فرمادیں اور میں جنت میں آپ کے ساتھ رہوں اس واقعہ کے بعد سے وہ آدمی عرب شریف میں ضرب المثل بن گیا لوگ مثال کے طور پر کہنے لگے فلاں آدمی بھیڑیں مانگنے والے آدمی سے بھی کم مانگنے والا ہے تو آدمی کو لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو پختہ وعدہ کرے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کوئی وعدہ فرماتے تو ساتھ یہ فرمادیتے شاید میں یہ کر سکوں اس لئے جب تم وعدہ کرو حتی القدور اس کے برعکس نہ کرو مگر کوئی خاص ضرورت ظاہر ہو (اور وعدہ پورا نہ ہو سکے) اگر کسی آدمی سے کسی جگہ ملنے کا وعدہ کیا ہو تو اس جگہ آنحمدہ نماز کے وقت تک ضروری ہے ایسے ہی جب ایک شے کسی کو دیدو تو پھر اس سے لینا وعدہ خلافی سے بھی زیادہ برا ہے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

marfat.com

آدمی کی مثال ایسے آدمی سے ہے جو قے کرے اور پھر اسے چاٹ لے۔

آفت نمبر ۱۱

☆ گیارہویں آفت جھوٹ بولنے اور جھوٹی قسم کھانے کی ہے اور یہ کبیرہ گناہ ہے۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''جھوٹ) سفاق کا ایک دروازہ ہے آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا! بندے کی ایک ایک جھوٹی بات اللہ عزوجل کے حضور لکھی جاتی ہے آپ نے ارشاد فرمایا جھوٹ بولنا رزق کی کمی کا سبب ہوتا ہے آپ نے یہ بھی فرمایا تاجر حضرات فاجر ہیں صحابہ کرام نے معلوم کیا یا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا خرید و فروخت حلال نہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا اس کا باعث یہ ہے وہ لوگ قسم کھاتے ہیں اور گنہگار ٹھہرتے ہیں پھر جھوٹ کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا افسوس ہے ایسے آدمی پر جو اوروں کو ہنسانے کی خاطر جھوٹ کہتا ہے افسوس ہے اس پر افسوس ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا میں نے معراج کی رات دو آدمیوں کو دیکھا ان میں سے ایک کھڑا تھا اور دوسرا بیٹھا تھا جو آدمی کھڑا تھا وہ اس بیٹھے ہوئے آدمی کے منہ میں آنکڑا ڈال کر اسے اتنا کھینچ رہا تھا کہ اس کا گلہ کندھے تک پہنچ جاتا تھا میں نے جبرائیل (علیہ السلام) سے معلوم کیا یہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا یہ جھوٹ بولنے والا ہے۔ اسے قبر میں اس قسم کا عذاب دیا جا رہا ہے اور عذاب کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

☆ حضرت عبداللہ بن جرار رضی اللہ عنہ نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے معلوم کیا کوئی وہ مومن زنا کر سکتا ہے آپ نے جواب دیا شاید (ہو سکتا ہے) پھر فرمایا مومن جھوٹ نہیں بولے گا پھر یہ آیت پڑھی

انما یفتری الکذب الذین لا یومنون (پ ۱۴ سورہ نحل آیت ۱۰۵)

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا میرا دو سالہ بچہ باہر جا رہا تھا میں نے اسے کہا نہ جاؤ میں تمہیں کچھ کھانے کو دیتا ہوں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے گھر تشریف فرما تھے آپ نے فرمایا تم اس بچے کو کیا دو گے؟ میں نے عرض کی میں اسے خرما دوں گا آپ نے فرمایا اگر تم کچھ نہ دیتے یہ تمہاری دروغ گوئی لکھی جاتی۔

☆ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا میں تمہیں بیان نہ کر دوں کہ گناہ کبیرہ کیا ہے؟ وہ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا ہے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام تب تکیہ لگائے تشریف فرما تھے۔ آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور پھر فرمایا ہوشیار ہو جھوٹی بات بولنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا! جو بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس کی بدبو سے ایک کوس دور بھاگ جاتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ بات کرنے کے دوران اگر چھینک آئے تو سچ بولنے پر گواہ ہے حدیث مبارکہ میں وارد ہوا چھینک فرشتے کی جانب سے ہے اور جماعی شیطان کی جانب سے تو لکھی جانی والی بات اگر جھوٹ ہو تو فرشتہ موجود نہ رہتا اور چھینک نہ آتی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو کسی کے جھوٹ کو بیان کرتا ہے وہ بھی جھوٹا ہوتا ہے اور فرمایا جو کوئی جھوٹی قسم سے کسی کا مال ہڑپ کرتا ہے وہ روز قیامت اللہ عزوجل کو ایسے دیکھے گا کہ اس پر عتاب ہوتا ہو گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! مومن سے ہر ایک کوتاہی ہو سکتی ہے لیکن وہ خیانت نہیں کرے گا اور نہ جھوٹ بولے گا' حضرت میمون ابن شبیب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں خط لکھ رہا تھا اس دوران ایک بات دل میں ظاہر ہوئی' میں اگر اسے خط میں تحریر کرتا تو حسن بیان میں زیادتی ہوتی' لیکن بات تھی جھوٹی تو میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ

marfat.com

میں اسے تحریر نہیں کروں گا اس دم میں نے ایک پڑھنے والے کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (پ ۱۳ ابراہیم آیت ۲۷)

ترجمہ: اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں (ترجمہ کنز الایمان)

حضرت ابن شماک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! میں جھوٹ بولنے سے اس لئے اجتناب نہیں کرتا کہ مجھے اس پر اجر و ثواب ملے گا بلکہ فرمایا میں اس لئے جھوٹ نہیں بولتا کہ مجھے اس سے ننگ و عار آتی ہے۔

فصل نمبر ا

دروغ گوئی حرام کیوں؟

اے پیارے یہ علم ہونا لازمی ہے کہ جھوٹ بولنا اس لئے حرام ہے کہ یہ دل پر اثر کرتا ہے اور دل کو تنگ و تاریک کر دیتا ہے بہر حال جہاں کہیں یہ کسی بہتری کی بنیاد پر کہا جائے اور کہنے والا اس سے بیزار ہو (اسے ناپسند کرے) تو روا ہے کیونکہ جب اسے ناپسندیدہ رکھا جائے گا تو دل اس سے تاریک نہیں ہوگا اور جب کسی بھلائی کے گمان سے جھوٹ کہے گا تو بھی دل تاریک نہیں ہوگا اگر کوئی مسلمان کسی ظالم سے فرار ہو تو بہتر نہیں ہے کہ اس کا صحیح پتہ بتایا جائے بلکہ اس جگہ جھوٹ بولنا واجب ہوگا آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین مواقع جھوٹ کی اجازت فرمائی ایک بحالت جنگ تاکہ آدمی اپنا ارادہ دشمن پر بیان نہ کرے۔ دوسرا جب دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانا مقصود ہو تو ہر ایک کی جانب سے نیک بات بیان کرے۔ اگرچہ فی الواقع کہی نہ گئی ہو تیسرا مقام یہ ہے کہ ایک آدمی کی دو بیویاں ہیں تو وہ ہر ایک سے یہ کہے میں تم سے زیادہ محبت کرتا ہوں اگر کوئی ظالم کسی کے مال کا پتہ دریافت کرے تو اسے چھپانا اور پوشیدہ رکھنا صحیح ہے' اگر کوئی کسی کا راز پوچھنا چاہے تو بھی سچ نہ بولے' ایسے ہی اگر کسی کی معصیت اور گناہ کو ظاہر کرنے سے انکار کرے تو یہ بھی صحیح ہے کیونکہ شرح شریف کا حکم ہے لوگوں کے عیوب کو پوشیدہ رکھو' جب بیوی وعدہ کئے بغیر فرمانبرداری نہیں کرتی تو مرد اس سے وعدہ کرے چاہے اس کے پورا کرنے کی اس میں طاقت نہ ہو بس ایسی صورتوں میں جھوٹ کی اجازت ہے۔

حقیقت دروغ گوئی

حقیقت دروغ گوئی یہ ہے کہ وہ بات جو کہنے کے لائق نہ ہو کہہ دے لیکن جہاں سچائی سے قباحت پیدا نہ ہوتی ہو تو ایسے مقام پر ضروری ہے کہ ان دونوں کو انصاف کے میزان میں تولے اگر سچائی کا جھوٹ بولنے سے زیادہ فائدہ نہ ہو مثلاً دو آدمیوں کی لڑائی میاں بیوی کا جھگڑنا' مال کا زیاں' راز کا ظاہر ہونا یا کسی معصیت کے اعتبار کے علاوہ دروغ گوئی کی برائی سے بڑھ کر ہے اس کی مثال ایسے ہے۔ جب بھوک سے مرنے کا خطرہ ہو تب مردار کھانا حلال ہوتا ہے کیونکہ مردار کھانے کی برائی سے جان کی حفاظت زیادہ ضروری ہے اگر کوئی ایسی بات نہ ہو تو اس کے لئے جھوٹ بولنا صحیح نہ ہوگا۔ تو وہ جھوٹ جو آدمی مال کی زیادتی یا اپنی تعریف اور بڑمارنے کی خاطر یا رتبہ بلند کرنے کے لئے بولے گا تو وہ حرام ہوگا' حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ایک عورت نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے

marfat.com

عرض کی میں اپنی سوکن کو رنجیدہ خاطر کرنے کے لئے اپنے شوہر کی مہربانیاں اپنے حال پر اپنے دل سے بنا بنا کر کہوں تو کیا' یہ صحیح ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا جو آدمی ایسی خبر جو فی الواقع نہ ہو اپنے دل سے گھڑ گھڑ کر بیان کرے تو اس آدمی کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو دھوکے سے دو لباس زیب تن کئے ہوئے ہو یعنی اس نے خود بھی جھوٹ بولا اور دوسرے کو بھی غلطی سے گرفتار کیا کہ اگر وہ یہی بات دوسرے سے کہے تو وہ جھوٹ ثابت ہو۔

☆ بہر حال بچے کو مدرسہ بھیجنے کی خاطر اس سے وعدہ روا ہے چاہے وہ دروغ ہو۔ حدیث مبارک میں وارد ہو کہ اسے بھی لکھا جاتا ہے اور جو دروغ مباح ہے اسے بھی لکھتے ہیں اور سوال کیا جاتا ہے تو نے ایسا کیوں کیا؟ اگر وہ اس کا مناسب جواب یا سبب بیان کر پائے گا تو وہ اس کے لئے مباح قرار پا جائے گا۔

☆ اگر کوئی آدمی ایک بات بیان کرے اور کوئی اس سے اس سلسلے میں پوچھے وہ اس کا جواب نہ جانتے ہوئے بھی اس کا جواب دیدے تو یہ جرم ہوگا۔ اور ایسے لوگ عموماً اس لئے کرتے ہیں تا کہ ان کے جاہ وحشمت میں فرق نہ آئے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ خیرات اور اس کے اجر وثواب کے متعلق حدیثیں گھڑنا صحیح ہے لیکن درست یہ ہے کہ ایسا کرنا بھی حرام ہی ہے (گرو ہے روا داشتہ اند کہ اخبار در ہنداز رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اندر فرمودن ثواب وخیرت آ' آں نیز حرام ست)

☆ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی مجھ سے جھوٹ منسوب کرے میری طرف سے جھوٹی بات کہے اسے کہہ دو کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے تو اس بہتر کے علاوہ جس کا شرعاً اعتبار ہے جھوٹ بولنا صحیح نہیں ہے کیونکہ بات صرف ظن پر مشتمل ہے (یعنی ظنی ہے) یقینی نہیں اس لئے اولیٰ یہ ہے جب تک یقین نہ ہو اور شدید حاجت پیش نہ آئے۔ جھوٹ نہ بولے۔

فصل نمبر ۲

دروغ گوئی کے پسندیدہ اور ناموزوں جملے

☆ یہ جاننا ضروری ہے کہ جب بزرگان سلف کو (مصلحتاً) بھی جھوٹ بولنے کی حاجت پیش آتی تو وہ حیلہ کرتے اور ایسی بات کہتے جو فی الواقع سچ ہی ہوتی لیکن سامع اس سے کچھ اور مراد لیتا ایسی باتوں کو معاریض کہا جاتا ہے بیان کیا گیا ہے حضرت شیخ مطرب رحمہ اللہ تعالیٰ جب امیر کے ہاں گئے تو اس نے آپ سے کہا آپ ہمارے پاس بہت تھوڑا آتے ہیں انہوں نے جواب میں فرمایا: میں جب سے امیر کے پاس سے گیا زمین سے پہلو نہیں اٹھایا مگر تب اللہ عزوجل نے مجھے طاقت وتوفیق بخشی تب پہلو اٹھایا امیر ان کے قول سے سمجھا کہ یہ بیمار تھے اور حضرت شیخ مطرب نے جو کچھ فرمایا اس میں محض سچائی ہی تھی حضرت امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی باندی سے کہہ رکھا تھا جب کوئی ان کو بلانے آئے تو وہ گھر کے دروازے کے سامنے ایک دائرہ کھینچ کر اس میں انگلی رکھے اور کہہ دے کہ وہ صاحب خانہ اس میں نہیں ہے یا کہہ دے کہ انہیں مسجد میں ڈھونڈو' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب اپنے عہدہ (امارت) سے فراغت کر واپس آئے تو ان کی بیوی نے ان سے کہا آپ اتنا عرصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گورنر رہے آپ میرے لئے کیا تحفہ لائے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ایک نگہبان میرے ساتھ رہا کرتا تھا اس سبب سے میں کچھ نہ لا سکا اور اس وقت انہوں نے نگہبان سے مراد ذات باری

marfat.com

تعالیٰ عزوجل لی تھی اور ان کی بیوی یہ سمجھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر کوئی نگران مقرر کر دیا تھا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر شکایت کی کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے امانت دار تھے۔ لیکن آپ نے ان پر مشرف و ناظر کو مقرر فرمایا (ان کی امانت پر شک کیا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔ قصہ معلوم کیا گیا جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے تمام واقعہ کہہ سنایا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہنسنے لگے اور آپ کو کچھ انعام کے طور پر دیکر فرمایا یہ جا کر اپنی بیوی کو دیں۔

☆ یہ جاننا لازم ہے کہ ایسا حیلہ بھی اسی وقت روا ہے جب اس کی حاجت ہو اگر حاجت نہ ہو تو لوگوں کو مغالطہ میں مبتلا کرنا صحیح نہیں ہے چاہے بات سچ ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں اور میرے والد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تب میں بہت اچھا لباس پہنے ہوئے تھا جب ہم وہاں سے لوٹے تو لوگ کہنے لگے یہ خلعت امیر المومنین نے دی ہے یہ سن کر میں نے کہا اللہ عزوجل امیر المومنین کو اچھی جزا عطا فرمائے یہ سن کر میرے والد نے کہا اے بیٹے ہرگز جھوٹ کہو اور جھوٹ کی مانند بھی کوئی بات زبان سے نہ نکالو۔ تمہاری یہ بات یعنی جواب جھوٹ سے مشابہ ہے۔

☆ المختصر غرض کچھ ہو جیسے خوش طبعی یا کسی کے دل کو خوش کرنا تو یوں کہنا ہوگا جیسے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ کوئی بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی یا میں تمہیں اونٹ کے بچے پر بٹھاؤں گا تیرے شوہر کی آنکھ میں سفیدی ہے (ان جملوں کی تفصیل گزر گئی ہے) اگر ایسی بات کہنے میں کچھ نقصان ہو تو نہ کہے جیسے کسی کو یہ کہہ کر فریب دینا کہ فلاں عورت تیری طرف میلان رکھتی ہے تاکہ وہ آدمی اس کا مشتاق ہو۔ اگرچہ کچھ نقصان نہ ہو اور صرف مذاق کے طور پر جھوٹ ہو تو یہ معصیت تو نہیں ہے۔ لیکن ایسے کرنے والا کمال ایمان کے مرتب سے گر جائے گا۔

☆ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! آدمی کا ایمان تب کامل ہوگا جب لوگوں کی نسبت بھی وہ بات پسند نہ کرے جو بات وہ اپنی نسبت پسند نہیں کرتا اور جھوٹا مذاق بھی نہیں کرنا چاہئے کیونکہ وہ بھی اس قسم سے ہے اکثر لوگ کہتے ہیں' تجھے سو بار تلاش کیا یا کئی دفعہ تیرے گھر آیا ایسی بات حرام کے درجہ تک تو نہیں جائے گی کیونکہ سننے والا جانتا ہے اس کلام سے مراد گنتی اور عدد نہیں بلکہ اس سے غرض کثرت کا اظہار ہے۔ اگرچہ فی الواقع اتنی تعداد میں نہ ہو۔ بہرحال اگر زیادہ تلاش نہ کیا ہوگا تب یہ بات جھوٹ ہوگی یہ عموماً ایک شیدہ سے ہے کسی سے کہا گیا کچھ کھالو اس نے کہا مجھے حاجت نہیں ہے اگر وہ بھوکا ہے تو ایسا کہنا صحیح نہیں ہے۔

☆ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شب عروسی کو دودھ کا ایک پیالہ عورتوں کو دیا تاکہ وہ اس سے پئیں انہوں نے عرض کی ہمیں ضرورت نہیں آپ نے فرمایا جھوٹ اور بھوک کو باہم جمع مت کرو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا اتنی سی بات بھی جھوٹ شمار ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ہاں اس کو جھوٹ لکھا جائے گا اور اگر جھوٹ کم درجہ کا ہوگا تو کم درجہ کا جھوٹ لکھا جائے گا۔

☆ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی آنکھ درد کر رہی تھی ان کی آنکھ کے کونے میں کوئی چیز (کیچڑ) جمع ہوگئی تھی۔ لوگوں نے کہا اگر اسے صاف کرلیا جائے تو کیا نقصان ہے انہوں نے کہا میں نے طبیب سے وعدہ کیا ہے میں آنکھ کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا اب اگر میں اسے

marfat.com

معاف کرلوں تو یہ میرا جھوٹ بولنا ہوگا۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ بھی کہ جھوٹی بات پر اللہ عزوجل کو گواہ بنائیں اور کہیں کہ اللہ عزوجل جانتا ہے یہ بات ایسے ہی ہے اور فی الواقع وہ بات ایسے نہ ہو۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو جھوٹا خواب بیان کرے گا۔ قیامت کے روز اسے کہا جائے گا کہ جس کے دانے پر گرہ لگائے۔

آفت نمبر ۱۲

☆ بارہویں آفت غیبت کی ہے۔ یہ ایک عالمگیر بلا ہے۔ شاہد کوئی آدمی ہو (عام انسان مراد ہے) جو اس سے بچا ہوا یہ زبردست گناہ ہے اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں غیبت کرنے والے کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا! غیبت سے اجتناب کرو کیونکہ غیبت زنا سے زیادہ بری ہے۔ زنا کی توبہ تو قبول کرلی جاتی ہے لیکن غیبت کی توبہ قبول نہیں کی جاتی۔ جب تک وہ آدمی جس کی غیبت کی ہو وہ معاف نہ کردے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا معراج کی رات میرا گزر ایک ایسی جماعت پر سے ہوا جو اپنے ناخنوں سے اپنے منہ کا گوشت نوچ رہے تھے۔ مجھے بتایا گیا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی غیبت کرتے تھے۔

☆ حضرت سلیمان بن جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! میں نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی مجھے ایسی شے سکھلا دیجئے جو میری دستگیری کرے۔ تو آپ نے فرمایا۔ بھلائی کو نہ چھوڑنا چاہے وہ کتنی ہی کم کیوں نہ ہو جیسے تم اپنے ڈول سے کسی کے آبخورے میں پانی ڈال دو اور سلمان بھائی کے ساتھ سادہ پیشانی رہو اور جب لوگ تم سے (ملاقات کے بعد) جائیں تو ان کی غیبت نہ کرو۔ اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام پر وحی نازل فرمائی جو غیبت سے توبہ کرکے مرے گا وہ سب سے آخر میں جنت میں جائے گا اور اگر بغیر توبہ کے مرگیا تو دوزخ میں سب سے آگے جائے گا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں سفر میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھا۔ دو قبروں کے قریب سے آپ کا گزر ہوا۔ آپ نے فرمایا ان دونوں مردوں کو عذاب ہو رہا ہے ان میں سے ایک غیبت کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کے بعد خود کو پاک نہیں کرتا تھا۔ آپ نے کھجور کی ایک شاخ کے دو ٹکڑے کرکے دونوں ٹکڑوں کو ایک ایک قبر پر گاڑ دیا اور فرمایا جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

☆ ایک آدمی نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے زنا کا اعتراف کیا اسے رجم یعنی سنگسار کردیا گیا۔ حاضرین میں سے ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے کہا اسے یوں بٹھایا تھا۔ جیسے کتے کو بٹھاتے ہیں (یا وہ ایسے بیٹھا تھا۔ جیسے کتا بیٹھتا ہے) پھر ان لوگوں کا آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک مردار پر گزر ہوا۔ غیبت کرنے والے آدمی سے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم اس مردار سے کھاؤ۔ اس نے عرض کی اس کو کیسے کھاؤ؟ آپ نے فرمایا وہ جو تم نے ابھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھایا وہ اس مردار سے بھی زیادہ تھا گندہ تھا اور غیبت سننے والے سے فرمایا غیبت سننا بھی معصیت ہے بلکہ اس میں شرکت ہے۔

☆ حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کے ساتھ کشادہ روئی سے پیش آتے تھے اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرتے تھے اور اسے عبادت سمجھتے تھے اور اس کے برعکس کرنے کو منافقت جانتے تھے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا عذاب قبر کے تین حصہ ہیں۔ ایک غیبت دوسرا حصہ نمازی اور تیسرا پیشاب سے پاک نہ ہونا ہے (یعنی استنجا نہ کرنا)

☆ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام اپنے حمایتوں کے ساتھ ایک مرے ہوئے کتے کے پاس سے گزرے آپ کے کچھ ساتھیوں

marfat.com

نے کہا کیسا بدبودار ہے۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے فرمایا اس کے دانتوں کی سفیدی تو دیکھ کیسی اچھی ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے انہیں غیبت سے روکا اور فرمایا مخلوقات میں سے جب کسی پر نظر پڑے تو اس کی خوبی زبان پر لاؤ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے سامنے ایک سور (خنزیر) گزرا' آپ نے فرمایا سلامتی کے ساتھ جا۔ لوگوں نے معلوم کیا آپ نے خوک کیلئے ایسا اچھا لفظ استعمال فرمایا۔ آپ نے فرمایا میں زبان کو اچھی بات کرنے کا خوگر اور عادی بنا رہا ہوں۔

فصل نمبر ۳

غیبت کیا ہے؟

یہ علم رکھنا لازمی ہے کسی کی عدم موجودگی میں ایسی بات نہ کہی جائے جو اسے ناپسند گزرتی ہو اگرچہ کہنے والے نے سچ ہی کہا ہو اگر بات جو (عدم موجودگی میں) کہی گئی دروغ اور جھوٹ ہے۔ تو یہ غیبت نہیں بلکہ بہتان ہے۔ ایسی ہر ایک بات جس سے کوئی برائی ہوتی ہو چاہے اس کا تعلق اس کے لباس' جسم اس کے فعل یا قول کے متعلق ہی ہو جیسے جسم کے بارے کہا جائے کہ وہ طویل القامت ہے۔ یا سیاہ فام یا زرد فام یا گربہ چشم ہے۔ (کنجی آنکھ والا) یا احول (بھینگا) ہے یا کسی کے باپ کے بارے میں کہا جائے مثلاً ہندو ناجائز بچہ یا جولاہے کی اولاد یا اخلاق کے بارے میں کہا جائے کہ وہ بری عادت والا ہے۔ یا مغرور' بدزبان' کمزور دل ہے یا افعال کے بارے ہو کہ وہ چور ہے خائن ہے' بے نمازی ہے نماز میں ارکان کو سکون سے ادا نہیں کرتا ہے۔ قرآن پاک غلط پڑھتا ہے یا اپنے کپڑے کو پیشاب سے پاک نہیں رکھتا یا زکوٰۃ ادا نہیں کرتا یا حرام مال کھاتا ہے۔ زبان چلاتا ہے بہت کھاتا ہے بہت سوتا ہے یا لباس کے بارے کہا جائے کہ کھلی آستین والا کپڑا پہنتا یا دراز دامن یا میلا کچیلا لباس پہنتا ہے۔

☆ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تم ایسی بات کرو جس کو سننے سے کوئی رنجیدہ خاطر ہو تو وہ غیبت ہے اگرچہ تمہاری بات سچی ہی ہو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے ایک عورت کے بارے کہہ دیا کہ وہ پستہ قد ہے تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے فرمایا تم نے غیبت کی ہے۔ تم تھوک دو فرماتی ہیں جب میں نے تھوکا تو منہ سے سیاہ خون کا لوتھڑا (ٹکڑا) نکلا کچھ علمائے نے کہا جب کسی گہنگار کا تذکرہ کیا جائے تو وہ غیبت نہیں ہے کیونکہ ایسے آدمی کی مذمت کرنا دینداری ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ کسی کو فاسق شراب نوشی اور بے نمازی بھی مت کہو بہر حال اگر کوئی عذر ہو تو کہا جا سکتا ہے جیسا کہ اس کا ذکر آئندہ اوراق میں آجائے گا کیونکہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا غیبت وہ ہے جس سے آدمی کی ناپسندیدگی ظاہر ہو اگرچہ یہ تمام باتیں سچ ہوں جب ان کے کہنے میں فائدہ نہیں تو مت کہو۔

☆ غیبت فقط زبان سے کہنے پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ ہاتھ آنکھ اور اشاروں سے بھی غیبت ممکن ہے۔ یہ تمام حرام ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ میں نے ہاتھ کے اشارہ سے کہا تھا کہ فلاں عورت پستہ قد ہے تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم نے غیبت کی ہے یا کہے لنگڑے کی طرح چلنا ٹیڑھی آنکھ بنانا تاکہ اس سے کسی کا حال واضح ہو۔ یہ تمام غیبت ہے اگر نام لے کر نہ کہے اور کہے ایک آدمی نے ایسا کیا تو یہ غیبت نہیں ہے مگر جب حاضرین کو پتہ چل جائے کہ اس سے مراد کون سا آدمی ہے تو پھر اس طرح

marfat.com

...کرنا بھی حرام ہوگا۔ کیونکہ قائل کا مقصد سمجھانا ہے وہ کسی بھی طریقے سے ہو کچھ لوگ ایسے ہیں جو غیبت کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ یہ ...ت نہیں ہے مثلاً جب ان کے سامنے کسی کا ذکر آتا ہے تو کہتے ہیں الحمد اللہ اللہ عزوجل نے ہمیں اس بات سے محفوظ رکھا تا کہ لوگوں ...یہ چل جائے کہ وہ آدمی ایسا کام کرتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ فلاں تو بہت نیک تھا' لیکن وہ بھی اہل دنیا میں پھنس گیا اور وہ بھی ہماری ...ح لوگوں میں مبتلا ہوگیا۔ اب اللہ جانے سب نجات پائے گا۔ اسی قسم کی اور باتیں کہتے ہیں اور کبھی اپنی برائی ایسے کرتے ہیں۔ جس ...دوسرے کی برائی واضح ہو جائے اور جب کبھی ان کے روبرو کسی کی غیبت کی جاتی ہے تو اس بات پر اظہار تعجب کرتے ہیں اور کہتے ...تنی انوکھی بات ہے تا کہ غیبت کرنے والا ہوشیار ہو اور دوسرے بھی جانیں اور جو غافل تھے وہ بھی اس بات کو سن لے کہتے ہیں بھائی ...ں جو اس کے بارے سن کر بہت رنج پہنچا ہے۔ اللہ عزوجل محفوظ رکھے غرض یہ ہے کہ ..... دوسرے لوگ آگاہ ہو جائیں۔ کبھی ...ہوتا ہے جب کسی کا ذکر درمیان میں آتا ہے تو کہتے ہیں اللہ عزوجل ہمیں توبہ کی توفیق دے تا کہ لوگ سمجھ جائیں کہ فلاں آدمی نے ...کیا ہے یہ سب باتیں غیبت میں شامل ہیں اور جب ایسی فضول باتوں سے مطلب برآری ہوتی ہو تو اس مین حماقت بھی پائی جاتی ...یہ جو خود کو نیک اور دوسرے سے بیزار کیا جارہا ہے۔ اس میں دوگناہ ہوئے اور بے عقلی سے یہ جان بیٹھے کہ ہم نے غیبت نہیں کی۔

☆ کبھی ایسا ہوتا ہے غیبت کرنے والے سے کہتے ہیں' خاموش ہو جا بدگوئی نہ کر جبکہ دل سے اسے برا نہیں سمجھتے۔ تو ایسے حضرات ...ں ہیں اور غیبت کرنے والے بھی ہیں جب آدمی کسی کی غیبت سنتا ہے تو وہ اس میں شامل ہو جاتا ہے ہاں اگر دل سے بیزار ہو تو وہ ...ت میں شریک نہیں۔

☆ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہیں جارہے تھے ان میں سے ایک صاحب ...وسرے سے کہا فلاں آدمی سوتا بہت ہے جب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کھانے پر بیٹھے تو ان حضرات ...سالن مانگا تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سالن تو تم کھا چکے ہو انہوں نے عرض کی ہمیں معلوم نہیں ہم نے کیا کھایا ہے۔ آپ ...فرمایا تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس فعل میں دونوں کو شامل فرمایا کیونکہ ایک نے کہا تھا اور ...رے نے سنا تھا۔

☆ اگر کوئی دل میں برا جانتے ہوئے بھی ہاتھ کے اشارے سے غیبت سے روکے تب بھی خطاء ہے کیونکہ اس میں وضاحت ہے ...وشش کے ساتھ زبان سے منع رکھنا لازم تھا تا کہ غائب کا حق بجالانے میں کوتاہی کا مرتکب نہ ہو حدیث مبارکہ میں آیا جب کسی ...مان بھائی کی غیبت کی جائے اور سننے والا اس کی حمایت نہ کرے یعنی غیرت نہ کھائے اور اسے چھوڑ دے (خود منع نہ کرے) تو اللہ ...جل اسے ایسے وقت میں چھوڑے گا جب وہ نجات کا محتاج ہوگا۔

...ل نمبر ۴

دل سے غیبت زبان کی طرح حرام ہے

☆ جیسے کسی کا عیب دوسرے سے کہنا صحیح نہیں ہے ایسے ہی اپنے دل سے کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔ دل سے غیبت کے معنی یہ ہیں کہ تم

marfat.com

کسی کے بارے برا خیال کرو بغیر اس کے کہ تم نے اپنی آنکھوں سے کوئی برا کام دیکھا ہو یا کانوں سے سنا ہو یا اس سے فعل بد پر تمہیں یقین ہو۔

☆ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ عزوجل نے مسلمانوں کا مال ان کا خوف اور ان سے بدگمانی ان تینوں باتوں کو حرام کیا ہے' ان تینوں باتوں میں جو بھی کسی کے دل میں آئے اور اس پر یقین نہ ہو اور نہ دو عادل شاہدوں نے اس پر گواہی دی ہو تو سمجھ لو کہ یہ بات دل میں شیطان نے ڈالی ہے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔

ان جاء کم فاسق بنبا فتبینو آ ترجمہ: اگر فاسق تمہارے پاس خبر لائے تو تحقیق کرلو

(پ ۲۶ سورہ حجرات آیت ۶)

فاسق کی بات مت باور کرو اور شیطان جیسا کوئی اور فاسق نہیں ہے اور یہ حرام ہے کہ وہ اپنے دل کو اس بات سے سکون پہنچائے اگر غیر اختیاری طور سے دل میں کوئی خطرہ گزرے اور اسے ناپسند کرے تو وہ خود اس میں ماخوذ نہ رہے گا آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مومن برے خیال سے خالی نہ ہوگا لیکن اس کی سلامتی اس میں ہے کہ وہ دل میں خیال نہ کرے اور جب تک ممکن ہو دل میں اس گمان کو جگہ دے۔ دل میں برے گمان کی چھان بین کرنے کی نشانی یہ ہے کہ اس آدمی کے دل میں وہ آدمی بے قدر ہو جائے گا اور اس کی خاطر داری میں اس آدمی سے کمی واقع ہوگی اور جب دل و زبان سے اس کے ساتھ پہلے جیسا ہی رہے تو سمجھ لو کہ دل میں یقینی بات نہیں لیکن اگر ایک شاہد عادل سے سنا تو غور و فکر کرنا ضروری ہے لیکن گواہ کو بھی جھوٹا نہ جانے کیونکہ عادل شاہد سے بھی برا خیال کرنا نہیں ہے ہاں! اگر یہ معلوم کرے دونوں میں دشمنی یا حسد ہے تو پھر غور و فکر کرے یہ ہی اولیٰ اور افضل ہے بہر حال اگر منانے والا بہت عادل سمجھتا ہے تو اس کی بات کو باور کرے۔

☆ جب کوئی آدمی کسی سے بدظن ہو تو اس کے ساتھ دوستی بڑھائے تاکہ شیطان غضبناک ہو اور بدگمانی کم ہو جائے اور جب کوئی عیب یقین کے ساتھ معلوم ہو جائے تو پھر اس کی غیبت نہ کرے بہر حال اسے تنہائی میں نصیحت کرے۔ مگر عجز و تواضع کے ساتھ اسے نصیحت کے وقت خود بھی غمگین ہوتا کہ ایک مسلمان کی وجہ سے دلی پریشانی ہونے اور نصیحت کرنے کا ثواب ملے۔

فصل نمبر ۵

حریص غیبت' مریض دل ہے

☆ یہ علم ہونا ضروری ہے غیبت کی حرص کرنے والا دل کی بیماری میں مبتلا ہے اس کا علاج کرنا چاہئے اس کا علاج دو طرح سے ہے قسم نمبر ا۔ علمی علاج ہے اور یہ علاج دو طرح سے کیا جاتا ہے۔ ایک یہ کہ غیبت کی مذمت میں جو احادیث آئی ہیں ان پر غور و خوض کرے اور اچھی طرح سمجھے کہ غیبت کی وجہ سے اس کی نیکیاں کسی کے نامہ اعمال میں چلی جائیں گی اور وہ خود خالی ہاتھ رہ جائے گا آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ انسان کی نیکیوں کو غیبت ایسے نابود کر دیتی ہے جیسے آگ سوکھی لکڑی کو اور ممکن ہے غیبت کرنے والے کے پاس ایک ہی نیکی ہو جو دوسرے گناہوں پر بھاری ہو تو غیبت سے جو وہ کر رہا ہے اس کے گناہوں کی میزان کا پلڑا وزنی ہو جائے گا۔

marfat.com

☆ دوسرا طریقہ عملی علاج کا یہ ہے اپنی غیبت سے خوف کرے اگر خود میں کچھ نقص پاتا ہے تو سمجھے کہ وہ آدمی بھی اپنے عیب میں اس کی طرح ہی معذور ہے اور اگر اپنی ذات میں کوئی کمی اور نقص نہیں پاتا تو سمجھ لینا کہ اپنے عیب سے غافل رہنا بھی ایک عظیم عیب ہے پھر اگر سچ بولتا ہے اور جب مردار کا گوشت کھانے کے علاوہ نہیں ہے تو اپنے آپ کو جو بے عیب ہے عیب زدہ نہ بنائے اور اللہ عزوجل کا شکر بجالائے اور سمجھ لے کر اس بات میں دوسرے کی کوتاہی ہے اور کوئی شخص کوتاہی سے خالی نہیں ہے اور جب میں خود ہی شرع شریف کے راستے پر پختہ اور سچا نہیں رہ سکتا اگر چہ چھوٹا ہو اور خود کو سنبھال نہیں سکتا تو اس معاملہ میں دوسروں کو عیب زدہ کیوں سمجھتا ہوں اور اگر جس عیب کو واضح کر رہا ہے جو اس کی صورت سے متعلق ہے تو یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی عیب گیری کر رہا ہے کیوں کہ صورت کی برائی تو اس آدمی کے اختیار میں نہ تھی جس کی وجہ سے اس آدمی کو ملامت کرنا صحیح ہوتا۔

☆ غیبت کے علاج کی وضاحت یہ ہے کہ اول یہ فکر کرے کہ کسی شے نے اسے غیبت پر برانگیختہ کیا یہ آٹھ اسباب ہیں۔

سبب نمبر ۱- پہلا سبب یہ ہے کہ کسی وجہ سے اس آدمی پر ناراض ہو اس حالت میں یہ تصور ہو کہ کسی آدمی سے خفا رہ کر دوزخ میں ...نا بیوقوفی ہے کہ اس طرح وہ خود اپنی ذات سے جھگڑا۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو کوئی غصے کو روکے گا تو اللہ عزوجل بروز ...مت اسے تمام لوگوں کے سامنے طلب فرمائے گا اور فرمائے گا ان جنتی حوروں سے جو تجھے پسند ہو وہ لے جاؤ۔

سبب نمبر ۲- دوسرا سبب یہ ہے کہ غیبت کرنے سے دوسروں کی حمایت و موافقت حاصل کرے تا کہ وہ لوگ خوش ہوں۔ اس کا علاج ...ں کرے کہ اس حالت میں یہ جاننا ضروری ہے کہ دوسروں کو خوش کرنے کی خاطر اللہ عزوجل کو ناخوش کرنا کتنی بڑی بے وقوفی اور بے ...لی ہے بلکہ لازم ہے کہ لوگوں پر غصہ اور انکار کر کے (اس غیبت پر) اللہ عزوجل کی رضامندی کا متلاشی ہو۔

سبب نمبر ۳- لوگ اسے ایک کوتاہی سے منسوب کرتے ہیں اور وہ اپنی اس خطا کو کسی اور پر ڈالتا ہے تا کہ اپنے آپ کو اس کی نسبت ...ے محفوظ کرے اس حالت میں اسے غور و فکر لازم ہے کہ اللہ عزوجل کے غیظ و غضب کی آفت جو بالیقین آنے والی ہے اس سے کیسے بچ ...ے گا اور اس نقص و عیب سے جو خلاصی چاہے تو ضروری ہے کہ اس عیب کو اپنی ذات سے دور رکھے اور کسی اور پر نہ ڈالے اور اگر کوئی ...ے کہے کہ اگر میں حرام کھاتا ہوں اور بادشاہ کا مال قبول کرتا ہوں تو فلاں آدمی بھی ایسا کرتا ہے ایسے کہنا بے وقوفی کی دلیل ہے۔ کیونکہ ...آدمی معصیت کرتا ہے۔ اس کی اتباع کی ممانعت ہے اور یہ غور و فکر فائدہ نہ دے گا اگر تم کسی کو آگ میں گرتا دیکھو تو کیا اس کی اتباع ...ں خود بھی آگ میں گر جاؤ گے۔ لہٰذا کسی قسم کا گناہ کرنا اسے خود بھی جائز نہیں ہے ایسے عذر لنگ سے تمہیں معصیت میں مبتلا ہونا لائق ...یں اور نہ غیبت کرنا ہی مناسب ہے۔

سبب نمبر ۴- چوتھا سبب یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی تعریف کرنا چاہتا ہے جب اپنی تعریف نہیں ہو سکتی تو دوسرے کے عیب بیان کرنے ...ب جاتا ہے تا کہ اس کی بزرگی اور عظمت ظاہر ہو جیسے کوئی کہے فلاں نادان ہے اور فلاں ریا سے پرہیز نہیں کرتا۔ یعنی میں کرتا ہوں لیکن ...نہیں کرتا۔ اس حالت میں ایسے غور و فکر کرے۔ جو آدمی بھی عقلمند ہوگا وہ اس کی بات سے اس کی جہالت اور فسق کا یقین کر لے گا لیکن ...اس کی بزرگی اور سچائی کا یقین نہ کر سکے گا اور اگر کسی بے وقوف نے اسے فاضل اور پرہیز گار سمجھ بھی لیا تو اس سے کیا فائدہ بلکہ بندہ ...اپنی فضیلت ثابت کرنے کے لئے اپنے اللہ عزوجل کے حضور میں عیبی ہونے کا اقرار کرتا ہے تو اسے اپنی تعریف سے کیا حاصل اور

marfat.com

کسی اور کو جاہل و نادان کہنے سے کیا فائدہ ہوگا۔

سبب نمبر ۵- پانچواں سبب حسد کرنا ہے جب کسی کا درجہ علم اور مال میں بلند ہو اور لوگ اس کا یقین رکھتے ہوں تو اس آدمی کو یہ گوار نہیں ہوسکتا لہٰذا وہ اس کی عیب جوئی کرتا ہے تا کہ وہ آدمی اس سے لڑے اور فی الواقع یہ آدمی اپنی ذات سے لڑتا ہے کیونکہ حسد سے دنیا میں دکھ اور عذاب میں گرفتار ہوتا اور آخرت میں غیبت کرنے کا عذاب چکھنا ہے۔ یوں دونوں عالم کی نعمتوں سے محروم رہا افسوس وہ اتنا بھی نہیں جانتا کہ جسے اللہ عزوجل نے جاہ وحشمت عطا فرمائی ہے حاسد کے حسد سے اس میں اور زیادتی ہی ہوگی۔

سبب نمبر ۶ -غیبت کرنے کا چھٹا سبب استہزا کرنا ہے۔ یعنی کسی کا مذاق اڑانا ہے۔ اسے رسوا کرنا ہے ایسا کرنے والا نہیں جانتا اس حالت میں وہ اللہ عزوجل کے حضور لوگوں سے مقابلہ میں خود کو زیادہ رسوا کرے گا قیامت کے روز وہ آدمی جس کا تم نے مذاق اپنے گناہوں کا بار تمہاری گردن پر ڈال دے گا اور جیسے گدھے کو ہانکتے ہیں ایسے ہی تمہیں ہانک کر دوزخ کی طرف لے جائیں گے پھر تم سمجھ لو گے کہ اس آدمی کی بجائے تم پر ہنسنا زیادہ مناسب تھا اس وقت جان جاؤ گے کہ جس کا حال کچھ اس طرح ہوگا اگر وہ عقلمند و فرزانہ ہوگا تو ایسی ہنسی اور مذاق پر توجہ نہیں کرے گا۔

سبب نمبر ۷- ساتواں سبب یہ ہے کہ کوئی آدمی ایک گناہ کرے اور صرف اللہ عزوجل کی خاطر اس سے غمگین ہو جیسے دینداروں کا طریقہ ہے اگر یہ غم سچائی سے پہنچا ہے تو یہ دینداری ہے لیکن جب تم نے اس آدمی کی شکایت سنی اور اس کا نام زبان سے لیا اور تم اس سے غافل ہو تو یہ غیبت ہے اور تمہیں یہ خبر بھی نہیں کہ شیطان نے تم پر حسد کیا ہے۔ کیونکہ اس کی دل سوزی پر تمہیں ثواب ملتا۔ اس نے تمہاری زبان سے اس آدمی کا نام نکلوایا ہے تا کہ تمہارے اس ثواب کو غیبت کا گناہ ختم کر دے۔

سبب نمبر ۸- اور آٹھوں سبب یہ ہے کہ کسی آدمی پر تمہیں صرف اللہ عزوجل کے لئے غصہ آئے تم اس غصے یا غضب کی وجہ سے اس آدمی کا نام ظاہر کر دو۔ تا کہ لوگ جان جائیں (کہ وہ کون ہے) اور تمہیں فلاں آدمی پر اس کے اس کام کی وجہ سے غصہ آیا ہے تو تمہارا یہ کام اس غصے سے اجر کو جو صرف اللہ عزوجل کے لئے آیا تھا ختم کر دے گا۔ بہتر اور مناسب یہی ہے کہ غصے اور غضب کو بغیر نام لئے ظاہر کیا جائے۔

وہ عذر جو رخصت کا سبب ہیں

☆ یہ علم رکھنا لازم ہے کہ غیبت کرنا حرام ہے جیسے جھوٹ کہنا لیکن ضرورت اور حاجت کے پیش نظر ان چھ عذروں کی وجہ سے مباح ہے۔

۱- بادشاہ یا قاضی کے سامنے فریاد کرنا' اس وقت غیبت صحیح ہے یا کسی ایسے آدمی کے روبرو کہنا جس سے مدد کا طلب ہو۔ لیکن ایسے آدمی کے سامنے جس سے اعانت کی امید نہ ہو۔ ظالم سے ظلم کو بیان کرنا صحیح نہیں ہے۔ کسی آدمی نے حضرت محمد ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کے روبرو حجاج کا ظلم ظاہر کیا تو انہوں نے فرمایا! حجاج کا بدلہ اللہ عزوجل اس کی غیبت کرنے والے سے ایسے لے گا۔ جیسے حجاج سے دوسرے لوگوں کا بدلہ لے گا۔

۲- دوسرا عذر یہ ہے کہ کسی جگہ لڑائی یا کوئی فتنہ دیکھ کر کسی ایسے آدمی سے کہنا جو احتساب کی طاقت اور فساد پھیلانے والے کو باز رکھ سکتا

marfat.com

ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ یا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے پاس گئے انہوں نے آپ کو سلام کیا۔ لیکن انہوں نے آپ کے سلام کا جواب نہ دیا تو انہوں نے اس امر کی شکایت امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کی۔ تاکہ وہ ان سے یہ بات پوچھیں' اور انہوں نے اس امر کی شکایت کو غیب نہ جانا۔

۲- تیسرا عذر یہ ہے کہ کسی فتویٰ کا معلوم کرنا کہ میری زوجہ یا باپ یا کوئی اور آدمی مجھ سے اس طرح کہتا ہے تو اس معاملہ میں زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس کے نام اور اس سے اپنی قرابت کو مخفی رکھے (تاکہ پہچان نہ ہو پائے) کہ اگر کوئی آدمی ایسا کام کرے تو کیا کیا جائے بہرحال اس وقت نام ظاہر کرنے کی اجازت ہے تاکہ مفتی اس مخصوص آدمی کو جان کر صحیح صحیح فتویٰ دے سکے۔

☆ ہندہ نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ابوسفیان ایک کنجوس آدمی ہے وہ میرے اور بچوں سے ضروریات پورے نہیں دیتا (اگر میں اس کی اطلاع کے بغیر اس کے مال سے کچھ لے لوں تو کیا صحیح ہوگا) (یہاں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی عدم موجودگی میں انہیں بخیل کہا گیا لیکن فتویٰ معلوم کیا جا رہا ہے) تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ انصاف کے ساتھ ضرورت کے مطابق لے سکتی ہو' یہاں بخل اور خست کا بیان غیبت سے پاک نہ تھا' لیکن آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فتویٰ کے عذر کی وجہ سے اسے دور رکھا۔

۳- چوتھا عذر یہ ہے کسی کے شر سے بچنا چاہتا ہو جیسے کوئی بدعتی ہو یا چور اور اس پر کوئی آدمی بھروسہ کرنا چاہتا ہے یا کوئی غلام خرید رہا ہے تو اگر اس کے عیب کو واضح نہیں کرے گا تو خریدنے والے کو ضرر پہنچے گا' ان حالتوں میں عیب ظاہر کر دینا صحیح اور روا ہے اور اسے مخفی رکھنا مسلمان کے ساتھ دھوکہ کرنے کے برابر ہے گواہ لانے والے کے لئے جائز ہے کہ وہ گواہ سے متعلق طعن کرے ایسے ہی آدمی کے لئے طبیب کو واضح کرے جس سے مشورہ کیا جا رہا ہے۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم فاسق میں جو نقص اور عیب دیکھو وہ صاف صاف کہہ ڈالو' تاکہ لوگ اس سے بچیں۔ (اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں آفت و مصیبت ظاہر ہونے کا خطرہ ہو) لیکن یہ بغیر عذر کے روا نہیں ہے۔ بیان کیا گیا کہ تین شخصوں کی شکایت غیبت نہیں ایک ظالم بادشاہ کی دوسرا بدعتی کی اور تیسرا وہ آدمی کی جو اعلانیہ گناہ کرتا ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی کوتاہیوں کو از خود مخفی نہیں رکھتے اور نہ انہیں کسی کے کہنے کی پرواہ ہے۔

۴- پانچواں عذر یہ ہے کہ کوئی آدمی ایسے نام سے معروف ہو جس میں غیبت کے معنی موجود ہوں' جیسے اعمش اور امراج یعنی لولہ اور لنگڑا یا اس قسم کے دوسرے نام' تو جب کہ شخص اس طرح کے کسی عیب زدہ نام سے جانا جاتا ہو' تو اسے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی (کوئی اسے عیبت کے ساتھ پکار رہا ہے) اس حالت میں بہتر یہ ہے کہ اس کا کوئی دوسرا نام مقرر کیا جائے مثلاً اندھے کو بصیر اور زنگی کو کافور (برخلاف نام نہد زنگی را کافور) اور غلام سیاہ ہے۔

۵- چھٹا عذر یہ ہے کہ جو اس آدمی کے متعلق ہے جو اپنا فسق ظاہر کرے جیسے ہیجڑا (مخنث) شراب نوشی ایسے لوگ جو فسق کو معیوب نہیں جانتے ان کا ذکر کرنا (نام لینا) روا ہے۔

کفارہ غیبت

☆ کفارہ غیبت یہ ہے کہ توبہ کرے اور نادم و شرمندہ ہو تاکہ اللہ عزوجل کے عذاب سے مامون رہے اور جس کی غیبت کی ہو اس

marfat.com

سے معافی چاہے تاکہ اس کے مظلمہ سے محفوظ رہے' آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا' جس نے کسی کے مال یا عزت کے معاملہ میں اس پر ظلم کیا تو وہ اس سے معافی مانگنے قبل اس کے کہ وہ دن آئے کہ جس دن نہ درہم رہے گا نہ دینار' مگر اس کی نیکیاں مظلوم کو دیدی جائیں گی۔ اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کے گناہ اس کی گردن پر ڈال دیئے جائیں گے' حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک عورت سے فرمایا تو زبان دراز ہے۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تو نے غیبت کی ہے۔ تم اس عورت سے معافی چاہو۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں آیا ہے جب کسی آدمی نے کسی کی غیبت کی تو لازم ہے کہ اللہ عزوجل سے اس کی بخشش مانگے' کچھ علماء نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ اس کا بخشش مانگنا کافی ہے' اس سے معافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن دیگر احادیث کی دلیل سے یہ خیال کرنا درست نہیں ہے۔ طلب بخشش صرف اس جگہ ہے جہاں جس کی غیبت کی گئی ہو وہ زندہ نہ ہو' اگر معاملہ ایسا نہیں تو معافی مانگے اور معافی اس طریقے سے مانگی جائے گی کہ تواضع اور عاجزی کے ساتھ اس کے پاس جائے اور کہے میں نے خطا کی ہے اور جھوٹ بولا ہے' تم مجھے معاف کردو' اگر وہ معاف نہ کرے تو اس کی تعریف کرے اور اس کے ساتھ مداوا اور مہربانی کا سلوک کرے' تاکہ اس کا دل خوش ہو جائے تاکہ وہ معاف کردے اگر پھر بھی معاف نہ کرے تو وہ آدمی اختیار والا ہے لیکن اس آدمی کے مداوا کو اس کی نیکیوں میں لکھ لیا جائے گا اور ہوسکتا ہے اسے قیامت میں دوبدلے دیئے جائیں لیکن معاف کردینا بہرحال اولیٰ ہے بعض بزرگان دین نے معاف کرکے فرمایا۔ ہمارے نامہ اعمال میں اس سے بہتر کوئی نیکی نہیں ہے۔

☆ درست بات یہ ہے کہ معاف کرنا بہت اچھا اور نیک کام ہے بیان کیا گیا کہ کسی آدمی نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کی غیبت کی' انہوں نے کھجوروں کا ایک خوان اس کے پاس بھیجا اور ساتھ یہ بھی کہلا بھیجا میں نے سنا ہے تم نے اپنی عبادت بطور تحفہ وہدیہ مجھے بھیجی ہے۔ تو میں نے پسند کیا کہ اس ہدیہ کا کچھ عوض دوں' تم مجھے معاف کردینا' کیونکہ میں اس ہدیہ کا پورا پورا عوض نہیں دے سکا ہوں' پس اس سلسلہ میں خطا معاف کردینا ہی اچھا ہے' کہنے والے نے کیا کہا اسے واضح کردے کیونکہ نامعلوم بات سے بیزار ہونا صحیح نہیں ہے۔

آفت نمبر ۱۳

☆ تیرہویں آفت غمازی اور دور خاپن ہے اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا۔

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيمٍ (پ ۲۹ سورہ قلم آیت نمبر ۱۱) ترجمہ: ذلیل بہت طعنے دینے والے (کنزالایمان)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ (پ ۳۰ سورہ ھمزہ آیت ۱) ترجمہ: خرابی ہے اس کے لئے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرلے پیٹھ پیچھے بدی کرے۔ (کنزالایمان)

ایک اور مقام پر فرمایا

حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (پ ۳۰ سورہ لھب آیت ۴) ترجمہ: لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی (از کنزالایمان)

marfat.com

☆ ان تینوں آیات کا مطلب و مراد سخن چینی دو رخاین ہے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا شتام یعنی چغلی کھانے والا جنت میں نہیں جائے گا اور فرمایا کیا میں خبر نہ دوں کہ تم میں زیادہ برے لوگ کون ہیں؟ (سنو) زیادہ برے لوگ وہ جو چغل خوری کرتے ہیں اور لوگوں میں فتنہ پیدا کرتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے جب اللہ عزوجل نے جنت کو پیدا فرمایا تو اسے حکم دیا کلام کرے تو جنت کہنے لگی سعادت مند وہ ہے جو مجھ تک پہنچے اللہ عزوجل نے فرمایا مجھے قسم ہے اپنی عزت کی آٹھ طرح کے لوگ تجھ تک نہیں پہنچ پائیں گے۔ ۱-شراب خور ۲-زانی جو زنا پر کاربند رہے ۳-غماز ۴-دیوث ۵-غیبت کرنے والا ۶-مخنث ۷-قاطع رحم اور ۸-وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہے کہ میں ایسا کام کروں گا لیکن پھر اسے کرتا نہیں۔

☆ بیان کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل قحط سالی سے دوچار ہوئے اور بارش کی دعا کرانے کیلئے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے (لیکن دعا کے باوجود) بارش نہ برسی۔ تب حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام پر وحی اتری اے موسیٰ علیہ السلام میں اس وقت تک تمہاری دعا قبول نہ کروں گا۔ جب تک تمہاری جماعت میں ایک غماز موجود ہے۔ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے عرض کی اے اللہ مجھے اس کا نام بتا دے۔ تاکہ میں اسے جماعت سے خارج کر دوں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا جب میں غماز سے ناخوش ہوں۔ تو خود آپ غمازی کیسے کروں۔ تب حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے کہنے پر ہر ایک آدمی نے غمازی سے توبہ کی۔ اس کے بعد بارش بھی برسی۔

☆ نقل کیا گیا ہے کسی آدمی نے ایک عالم کے پاس جانے کی خاطر سات سو فرسخ کا سفر طے کیا اور اس عالم کے پاس جا کر اس سے سوال کیا وہ کون سی شے ہے جو آسمانوں سے زیادہ وسیع' زمین سے زیادہ بھاری اور پتھر سے بڑھ کر سخت ہے اور وہ کون سی شے ہے جو آگ سے گرم تر ہے اور وہ کون سی شے ہے جو زہریر سے بڑھ کر سرد' دریا سے زیادہ غنی ہے اور وہ کون ہے جو یتیم سے بڑھ کر ذلیل و زبوں ہے۔ عالم نے جواب دیا' حق بات یہ کہ وہ ایسی چیز جو آسمانوں سے زیادہ کھلی اور وسیع ہے۔ زمین سے زیادہ بھاری ہے گناہ گار پر بہتان باندھنا ہے' قناعت کرنے والا دل دریا سے بڑھ کر غنی ہے اور حسد آگ سے زیادہ گرم اور سوزوں ہے اور کافر کا دل پتھر سے بڑھ کر سخت ہے اور جو کوئی قرابت دار کی ضرورت پوری نہ کرے وہ زہریر سے بڑھ کر سرد دل ہے اور ایسا چغلخور جسے لوگ جانتے ہوں' وہ یتیم سے بڑھ کر ذلیل و رسوا اور زبوں حال ہے۔

فصل

حقیقت غمازی

☆ اے پیارے یہ معلوم کرنا لازم ہے غمازی فقط یہ ہی نہیں کہ ایک کی بات دوسرے پر ڈال دیں بلکہ کوئی آدمی کسی کے ایسے فعل یا بات کو ظاہر کرے جس سے وہ آدمی رنجیدہ ہو تو یہ بھی غمازی ہے اور اس کا اظہار فعل سے یا قول سے یا اشارے سے یا لکھنے سے بلکہ کسی کا راز ظاہر کرنا بھی جس سے وہ آدمی رنجیدہ ہو صحیح نہیں ہے۔ مگر اس وقت صحیح ہے جب کوئی آدمی کسی کے مال میں خیانت کرے اس قسم

marfat.com

کا وہ کام جس سے کسی مسلمان کو نقصان پہنچتا ہو۔ اسے مخفی نہیں رکھنا چاہئے۔ جب کوئی کسی سے کہے فلاں نے تمہیں ایسا ایسا کہا یا تمہارے بارے وہ اس قسم کی باتیں کرتا ہے تو سننے والے کے لئے ان چھ باتوں پر عمل کرنا لازم ہے۔

۱- پہلی بات یہ ہے کہ اس کی بات کو باور نہ کرے' کیونکہ غماز فاسق ہے اور اللہ عزوجل نے فرمایا کہ فاسق کی بات نہ سنو۔

۲- دوسری بات یہ ہے اسے کہے ایسا کام دوبارہ نہ کرنا' کیونکہ گناہ سے روکنا واجب ہے لہٰذا اسے نصیحت کرے۔

۳- تیسری بات یہ ہے کہ اس سے دشمنی اللہ عزوجل کے لئے رکھے۔ کیونکہ غماز سے دشمنی رکھنا واجب ہے۔

۴- چوتھی بات یہ ہے کہ اس آدمی کے متعلق (جس کے بارے بات لگائی گئی ہے) برا خیال نہ کرے' کیونکہ خیال بد حرام ہے۔

۵- پانچویں بات یہ ہے کہ اس بات کی تفتیش کے پیچھے نہ پڑ جائے۔ اللہ عزوجل نے اس سے منع فرمایا۔

۶- چھٹی بات یہ ہے کہ جو اپنے بارے پسند نہیں کرتا وہ دوسروں کے بارے میں بھی پسند نہ کرے اور اس کی غمازی کا معاملہ دوسرے سے بیان نہ کرے۔ بلکہ اسے پوشیدہ رکھے۔ ان چھ باتوں سے ایک پر عمل کرنا واجب ہے۔

☆ ایک آدمی نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس کسی دوسرے آدمی کی چغلی کھائی' انہوں نے فرمایا ہم اس پر سوچیں گے اگر تو نے جھوٹ بولا ہوگا تو ان حضرات میں شامل ہے۔

اِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ (پ ۲۶ حجرات آیت ۶) ترجمہ: اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے (ترجمہ: وحوالہ کنزالایمان)

اور اگر تو نے سچ بولا ہوگا تو ان لوگوں میں شریک ہوگا

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ (پ ۲۹ سورہ قلم آیت ۱۱) ترجمہ: ذلیل بہت طعنے دینے والا۔ (کنزالایمان)

پھر فرمایا اگر تو پسند کرتا ہے کہ میں تجھے معاف کر دوں اور بخش دوں تو توبہ کر۔ اس نے عرض کی اے امیر المومنین میں توبہ کرتا ہوں۔

☆ بیان کیا گیا ہے۔ ایک آدمی نے ایک عقلمند سے کہا فلاں نے آپ کو برا کہا۔ اس دانشور نے جواب دیا تم مجھے بہت مدت بعد ملے اور تم نے تین خیانتیں کیں۔ ایک یہ کہ مجھے اپنے ہی دینی بھائی پر غصہ دلایا' دوسرا میرے دل کو شکوک وشبہات میں گرفتار کیا' تیسرا یہ کہ تم نے خود اپنی ذات کو فاسق اور متہم ٹھہرایا۔

☆ سلیمان بن عبدالمالک نے کسی آدمی سے معلوم کیا کیا تو نے مجھے برا کہا۔ اس نے جواب دیا۔ میں نے یوں نہیں کہا۔ سلیمان نے کہا مجھے ایک معتبر اور عادل آدمی نے کہا ہے۔ اس وقت وہاں حضرت امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ بھی موجود تھے انہوں نے فرمایا اے امیر المومنین غماز عادل کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ سن کر سلیمان نے کہا آپ نے سچ فرمایا پھر اس آدمی سے کہا۔ تم خیر وعافیت کے ساتھ جاسکتے ہو۔

☆ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! جو دوسروں کی برائی کا ذکر تمہارے سامنے کرتا ہے۔ ایسے ہی وہ تمہارا ذکر دوسروں کے سامنے کرے گا۔ ایسے آدمی سے اجتناب کرو اور حقیقت بھی یہ ہے ایسے آدمی کو دشمن خیال کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ بدگوئی کرتا ہے' حذر' خیانت' دھوکہ اور منافقت ایسی بری صفات اس کے اندر موجود ہیں بزرگان دین نے فرمایا۔ سچائی ہر آدمی کا ایک پسندیدہ عمل ہے۔ مگر غماز اور نمام اگر سچ بولے اس حال میں غمازی اور نمامی تو وہ پسندیدہ عمل نہیں ہے۔

marfat.com

☆ حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا میرے نزدیک چغلی سننا چلخوری سے بھی زیادہ برا ہے۔ کیونکہ نمامی سے غرض تو غیبت ہے اور اس کا سننا گویا ایسا ہے کہ اسے اجازت دے دی' آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا غماز حلال زادہ نہیں اور جان لو کہ فتنہ انگیز اور غماز کا شر بہت بڑا ہے۔ ممکن ہے ان کی باتوں سے لوگ مارے جائیں۔

☆ بیان کیا گیا ہے ایک آدمی اپنے غلام کو بیچ رہا تھا۔ اس نے خریدنے والے سے کہا اس میں کوئی نقص اور کمی نہیں ہے۔ سوا اس کے کہ یہ غماز اور فتنہ انگیز ہے۔ اس پر خریدار نے کہا۔ اس عیب کی کوئی پرواہ نہیں ہے اور اس غلام کو خرید لیا کچھ دنوں کے بعد غلام نے مالک کی بیوی سے کہا میرے آقا آپ سے محبت نہیں کرتے وہ ایک اور لونڈی خرید رہے ہیں۔ میں ایک منتر کر دوں گا۔ آپ جب آقا سو جائیں تو ان کی ٹھوڑی کے نیچے کے کچھ بال تراش کر مجھے دے دینا وہ اس منتر کے بعد آپ سے بہت زیادہ پیار کریں گے۔ عورت سے تو غلام نے اس طرح کہا جبکہ اپنے آقا سے کہا۔ آپ کی بیوی تو ایک اور آدمی پر عاشق ہے اور وہ آپ کو جان سے مار دینا چاہتی ہے۔ آپ میری بات آزما کر دیکھ لیں۔ آپ نیند کا بہانہ کر کے لیٹ جائیں (جیسے سو گئے ہیں) آپ پر حقیقت واضح ہو جائے گی۔ مالک نے ایسا ہی کیا ادھر وہ عورت استرا لے کر آئی اور اس کی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھا۔ مالک کو یقین ہو گیا کہ یہ مجھے قتل کرنا چاہتی ہے۔ تو اس نے فوراً اٹھ کر اپنی بیوی کو قتل کر دیا۔ جب عورت کے ورثا کو خبر ملی وہ سب اس پر چڑھ دوڑے اور انہوں نے اس مالک کو مار ڈالا اور طرفین میں اس لڑائی سے بہت سے لوگ مارے گئے۔

آفت نمبر ۱۴

☆ چودھویں آفت دو دشمنوں کے مابین لگائی بجھائی یعنی دوغلی پالیسی اختیار کرنے کی ہے۔ یعنی ہر ایک سے ایسی بات کرنا جو اسے پسند آئے۔ پھر ہر ایک کی بات دوسرے تک پہنچانا۔ یہ کام غمازی سے بھی زیادہ برا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو دنیا میں دو رخی و دوغلی پالیسی اختیار کرے گا۔ قیامت میں اس کی دو زبانیں ہوں گی آپ نے یہ بھی فرمایا! کہ بندوں میں سب سے بہتر آدمی وہ ہے جو دوغلہ و دو رخہ نہ ہو۔

☆ تو ایسے آدمی سے جو دشمن سے دوستی رکھتا ہے لازم ہے جب کسی سے ایک بات سنے یا تو خاموش ہو جائے یا جو سنے وہ سامنے کہہ دے (پیچھے نہ کہے) تاکہ لوگ اسے منافق نہ کہیں ایک کی بات دوسرے پر نہ لگائے اور ایک سے یوں نہ کہے میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے معلوم کیا جب ہم امراء کے ہاں جاتے ہیں۔ تو جیسی باتیں وہاں کرتے ہیں۔ وہاں سے لوٹ کر ویسی نہیں کرتے۔ انہوں نے فرمایا ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نیک بخت دور مبارک میں ایسے طریقے کو منافقت جانتے تھے۔

☆ جب کوئی آدمی بلا ضرورت بادشاہوں کے پاس جائے اور تملق سے ایسی باتیں کرے۔ جیسے وہ ان کی کمر پیچھے نہ کہتا تھا۔ تو وہ منافق ہے اور دوغلا ہے ہاں اگر اس قسم کی کلام مجازجت کے طور پر لاحق ہو جائے تو اجازت دی گئی ہے۔

marfat.com

مدح وستائش مخلوق

آفت نمبر ۱۵

☆ پندرھویں آفت لوگوں کی تعریف وتوصیف کرنے کی ہے اور ان کی تعریف میں زیادتی کرنا یہ بھی آفت ہے اور اس میں چند نقصانات ہیں۔ان میں سے چار نقصانات کا تعلق مداح (تعریف کرنے والے) سے ہے اور دو ایک کا تعلق ممدوح (جس کی تعریف کی گئی) سے ہے۔

نقصان نمبر ۱

☆ جب وہ ایسے بے ہودہ کلام کرے گا اور جھوٹ ثابت ہوگا۔حدیث مبارکہ میں وارد ہوا کہ جس نے لوگوں کی تعریف میں مبالغہ کیا قیامت کے روز اس کی زبان اتنی طویل ہوگی کہ زمین سے لگ جائے گی اور وہ اسے روندتا ہوا گرتا پڑتا ہوگا۔

نقصان نمبر ۲

☆ ممکن ہے کہنے والا (یعنی تعریف کرنے والا) منافق ہو اور وہ نفاق سے بول رہا ہو کہ میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔لیکن فی الواقع دوست نہ ہو۔

نقصان نمبر ۳

☆ ممکن ہے وہ تعریف وتوصیف میں ایسی بات کرے۔جس کی حقیقت اسے معلوم نہ ہو۔مثال کے طور پر وہ کہے آپ بہت نیک اور پرہیزگار ہیں اور عظیم عالم ہیں۔یا اس قسم کی اور باتیں کہے۔

☆ ایک آدمی نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کسی کی تعریف کی۔آپ نے فرمایا افسوس کہ اس کی گردن ماردی۔آپ نے فرمایا۔اگر تجھے لازماً کسی کی تعریف کرنی ہی ہے تو یوں کہو۔میں اسے یوں خیال کرتا ہوں اور عنداللہ اسے اس عیب سے پاک تصور کرتا ہوں۔اگر تو اس تصور میں صادق ہے تب اس کا حساب اللہ عزوجل کے ساتھ ہے۔

نقصان نمبر ۴

☆ تعریف کرنے والے کی تعریف سے ممدوح خوش ہوتا ہو اور وہ ظالم ہو تو ظالم کو خوش کرنا صحیح نہیں ہے۔

☆ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب لوگ ظالم کی تعریف کرتے ہیں تو اللہ عزوجل ناخوش ہوتا ہے۔ممدوح کے جو دو نقصان ہیں ان میں سے۔

marfat.com

نقصان نمبر ۱۵

وہ یہ ہے کہ ممدوح میں اس تعریف وتوصیف سے تکبر اور غرور ظاہر ہوتا ہے۔

☆ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ درہ پکڑے بیٹھے تھے۔ آپ کے پاس ایک جارو (نامی آدمی آیا کسی نے کہا وہ قبیلہ ربیعہ کا سردار ہے۔ جب وہ آ کر آپ کے پاس بیٹھ گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے درّہ مارا۔ جارو نے عرض کی یا امیر المومنین آپ مجھے کیوں مار رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا تو نے اس آدمی کی بات نہیں سنی اس نے عرض کی میں نے نہیں سنی۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے یہ خطرہ لاحق ہوا کہ اس آدمی کی بات سن کر تیرے دل میں غرور اور تکبر نہ پیدا ہو گیا ہو۔ (کہ یہ قبیلہ ربیعہ کا سردار ہے) تو میں نے پسند کیا کہ تیرے تکبر کو توڑ دوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب کسی کو کہا جائے کہ تو عظیم عالم ہے۔ بہت پرہیز گار وزاہد ہے تو آئندہ سستی دکھائے گا اور دل میں کہے گا کہ میں نے تو درجہ کمال کو پالیا ہے۔ جیسے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ایک آدمی نے ایک دوسرے آدمی کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا۔ تم نے اس کی گردن ماردی۔ اگر اس بات کو بالیقین مان لے۔ تو کوشش سے رکا رہے گا۔ آپ نے فرمایا اگر کوئی آدمی تیز چھری لے کر کسی کے پاس جائے تو اس سے افضل ہے کہ اس کے سامنے اس کی مدح کی جائے۔ جناب زیاد بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو اپنی مدح سنتا ہے۔ شیطان اس کے سامنے آ کر اسے اس جگہ سے اٹھاتا ہے لیکن مومن اپنے آپ کو پہچان کر عاجزی اپناتا ہے۔ پس اگر تعریف وتوصیف میں ان چھ آفات کا خطرہ نہ ہو تو تعریف کرنا صحیح ہے۔

☆ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کرام کی توصیف فرمائی۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا! اگر میرے بعد کسی کو رسالت عطا کی جاتی تو عمر نبی ہوتے۔ نیز آپ نے فرمایا: تمام جہان کے ایمان کا اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کے ساتھ مقابلہ کریں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان بڑھ جائے گا۔ اس طرح کی تعریف وثنا آپ نے اپنے صحابہ کرام کی نسبت بہت فرمائی۔ کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے تھے۔ آپ کی تعریفیں ان اصحاب کے لئے نقصان رساں نہیں ہیں۔

☆ اپنی توصیف خود ہی کرنا اچھا نہیں۔ اللہ عزوجل نے اس سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا۔

آپ جانوں کو خوار نہ بناؤ

اگر کوئی آدمی کسی قسم کا رہنما ہے اور وہ اپنی تعریف خود اس لئے کرتا ہے تا کہ لوگ اس کی اتباع کریں۔ تو یہ روا ہے جیسا کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

انا سید البشر ولا فخر — یعنی میں سید البشر ہوں اور اس میں فخر نہیں

میں یہ بات فخر سے نہیں کہتا میں اس سرداری پر بڑائی نہیں کرتا اور نہ اس پر فخر کرتا ہوں۔ یہ اس لئے فرمایا تمام امتی آپ کی اتباع کریں۔ ایسے ہی حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے فرمایا۔

قال اجعلنی علی خزائن الارض ○ انی حفیظ علیم (پ ۱۳ سورہ یوسف آیت ۵۵) — ترجمہ: یوسف نے کہا مجھے زمین کے مخزانوں پر کر دے بے شک میں حفاظت والا علم والا ہوں۔ (کنز الایمان)

marfat.com

فصل

مدح وستائش

☆ جب لوگ کسی کی مدح کریں تو اس آدمی یعنی ممدوح کو لازم ہے۔ وہ غرور اور تکبر سے بچے اور اپنے خاتمہ سے بے اندیشہ نہ ہو۔ کیونکہ کسی کو اس کی خبر نہیں اگر کوئی آدمی دوزخ سے نجات نہ پائے۔ تو کتا اور خنزیر اس سے افضل ہیں اور کسی کو اس بات کی خبر نہیں کہ وہ دوزخ سے نجات پائے ہوئے ہے تو لازم ہے وہ یوں سوچے کہ مدح کرنے والے کو اس کے تمام راز آشکار ہوتے تو وہ یوں اس کی ثنا نہ کرتا۔ اس حالت میں شکر اللہ بجالائے کہ اس کے باطن کا حال مداح پر مخفی ہے۔ اور جب لوگ اس کی تعریف کریں۔ تو وہ خود اور دل سے اس تعریف سے بیزار رہے۔ لوگوں نے ایک بزرگ کی مدح کی انہوں نے کہا اے اللہ عزوجل یہ آدمی میرا قرب اس شے کے سبب سے تلاش کر رہا ہے۔ جس سے میں بیزار ہوں۔ تو شاہد رہنا کہ میں تعریف سے بیزار ہوں اور میں تیری بارگاہ سے تقرب کا چاہنے والا ہوں۔ بعض لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدح کی آپ نے فرمایا۔ اے اللہ عزوجل مجھ سے اس کا حساب نہ فرمانا جو یہ لوگ کہتے ہیں اور میری اس لغزش کو بخش دینا۔ جسے یہ لوگ نہیں جانتے اور مجھے یہ لوگ جیسا جانتے ہیں۔ مجھے اس سے افضل فرمادے۔

☆ ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دل سے دوست نہ رکھتا تھا۔ اس نے نفاق سے آپ کی مدح کی تو آپ نے فرمایا! تو نے کچھ مجھے زبان سے کہا۔ میں اس سے بہت زیادہ کم ہوں۔ اور تو دل میں مجھے جیسا جانتا ہے۔ میں اس سے افضل ہوں۔

اصل نمبر ۴:

غصہ، کینہ، حسد اور ان کا علاج

☆ غصہ کی اصل آگ ہے۔ کیونکہ اس کا صدمہ اور اس کی چوٹ دل پر لگتی ہے اور اس کی نسبت شیطان کے ساتھ ہے۔ جیسے کہ گیا (قرآن پاک میں)

خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ

ترجمہ: تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا۔

(کنز الایمان)

(پ ۸ سورہ اعراف آیت ۱۲)

اور معلوم ہے کہ آگ کا کام بے چین ہے اور مٹی کا کام سکون ہے (ایک کی فطرت میں بے قراری ہے اور ایک کی فطرت میں سکون) تو جس پر غصہ کا غلبہ ہوگا۔ اس کی نسبت حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام سے زیادہ شیطان سے ہوگی۔ اس بنیاد پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے معلوم کیا کہ وہ کیا شے ہے جو مجھے اللہ عزوجل کے غیظ وغضب سے دور رکھے۔ تو آپ نے فرمایا۔ تو غصے میں نہ آئے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی۔ حضور مجھے ایک مختصر سا عمل تعلیم فرمائیے آپ نے فرمایا ارادۃً غصہ نہ کرنا، انہوں نے کئی مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہی عرض کی اور آپ نے جواب میں ہر مرتبہ یہی ارشاد فرمایا۔

marfat.com

☆ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے غصہ ایمان کو ایسے خراب کر دیتا ہے۔ جیسے ایلو (یعنی مصبر) شہد کی مٹھاس کو بگاڑ دیتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے حضرت یحییٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام سے کہا۔ غصہ نہ فرمایئے تو انہوں نے فرمایا۔ یہ محال ہے کیونکہ میں انسان ہوں تب انہوں نے کہا گالی جمع نہ کیجئے' انہوں نے کہا ہاں یہ ممکن ہے (غصہ اور گالی دونوں کو جمع نہ کیا جائے)

☆ یہ علم ہونا ضروری ہے کہ کلی طور پر غصہ نہ کرنا محال ہے۔ بہر حال غصے کو کنٹرول کر لینا (روک لینا) لازم ہے' اللہ عزوجل کا فرمان ہے۔

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ترجمہ: اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے

(پ۴ سورہ عمران آیت ۱۳۴) (کنز الایمان)

اس آیت میں ان حضرات کی مدح کی گئی ہے۔ جو غصے کو کنٹرول کر لیتے ہیں۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جو غصے کو کنٹرول کر لیتا ہے۔ اللہ عزوجل اس سے اپنا عذاب اٹھا لے گا اور جو اللہ عزوجل کی کوتاہی کر کے عذر خواہی کرے' وہ منظور فرمائے اور جو اپنی زبان کو روکے گا۔ اللہ عزوجل اس کا بھرم رکھے گا۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اور فرمان ہے جو غصے کو روک لے گا۔ اللہ عزوجل قیامت کے روز اس کے دل کو اپنی رضامندی سے بھر دے گا۔ ایک اور فرمان عالیشان ہے دوزخ کا ایک دروازہ ہے۔ اس میں کوئی نہیں جائے گا مگر وہی آدمی جو شرع شریف کے برعکس خشمگین ہوگا۔ اللہ عزوجل کے ہاں غصے کو پی جانے سے زیادہ محبوب نہیں اور اللہ عزوجل اس کے دل کو ایمان سے معمور کر دے گا۔

☆ حضرت شیخ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت سفیان توری علیہ الرحمہ اور بہت سے بزرگوں نے فرمایا اور اس بات پر اتفاق کیا کہ غصے سے جو حلم (برداشت) کیا جاتا ہے۔ اس سے افضل کوئی اور کام نہیں جیسے ہی طمع کے وقت صبر کرنے سے افضل کوئی کام نہیں۔ کسی آدمی نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے سخت کلام کی' انہوں نے اپنا سر جھکا لیا اور فرمایا۔ تو نے جانا مجھے غصہ آتے اور شیطان حکومت و سرداری کا غرور میرے اندر پیدا کر دے اور آج میں تم پر غصہ کروں اور تو کل قیامت کے دن مجھ سے اس کا بدلہ لے یہ کبھی نہ ہوگا۔ یہ کہہ کر آپ خاموش ہو گئے۔ ایک اللہ کے نبی نے اپنی قوم سے فرمایا۔ کوئی ایسا ہے جو اس بات کا کفیل ہو کہ وہ غصہ نہ کرے گا میرے بعد وہی میرا خلیفہ ہوگا اور جنت میں میرے ساتھ رہے گا۔ ایک آدمی نے کہا میں اس کا بوجھ اٹھاتا ہوں۔ اس نے اس بات کو منظور کر لیا دوسری مرتبہ انہوں نے پھر معلوم کیا تو اس نے پھر جواب دیا۔ میں قبول کرتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اس سے بدعہدی نہ کیا اور وہی آدمی ان کا خلیفہ مقرر ہوا۔ اسی کفالت اور ذمہ داری کے سبب ان کا نام (لقب) ذوالکفل رکھا گیا۔

حاصل

☆ یہ علم رکھنا لازمی ہے۔ غصہ انسان میں اس لئے پیدا کیا گیا تا کہ وہ اس کا ہتھیار بن جائے تا کہ وہ اس کے ذریعے اپنے آپ سے نقصان کو دفع کر سکے اور خواہش (شہوت) کو اس لئے پیدا کیا گیا۔ تا کہ جو شے مفید ہو اسے اپنی جانب کھینچ لے۔ انسان کو ان دو چیزوں سے بچانا ناممکن ہے لیکن جب ان میں افراط ظاہر ہوتا ہے' تو وہ اس خطرے اور آگ کی طرح ہے۔ جو دل میں بڑھتی ہے اور اس کا دھواں دماغ تک جاتا ہے قصر عقل کو وہ دھواں بہت زیادہ تاریک کر دیتا ہے تا کہ عقل کوئی اور اچھی اور نیک بات سمجھ نہ سکے۔ اس کی مثال جیسے ایک غار میں اتنا دھواں ظاہر ہو جائے کہ اس کے اندر کوئی جگہ نظر نہ آئے۔ یہ بہت زیادہ بگاڑ کی بات ہے اس بنیاد پر کیا گیا

marfat.com

کہ غصہ عقل کے حق میں شیطان ہے اور اس کا بالکل کم ہو جانا بھی بہت اچھا نہیں۔ کیونکہ دین کی حفاظت کیلئے جہاد اور کافروں سے جنگ و جدال جذبہ کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ اللہ عزوجل نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا۔

جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ترجمہ: کافروں پر اور منافقوں پر جہاد کرو اور ان پر سختی فرماؤ۔ (کنز الایمان)

(پ ۲۸ سورہ تحریم آیت ۹)

اور اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توصیف میں فرمایا۔

اَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ یعنی وہ کافروں پر سخت ہیں

یہ تمام غصہ ہی کا ثمر ہے۔ تو لازم ہے۔ غصے میں نہ افراط ہو نہ تفریط بلکہ درمیانہ درجہ ہو۔ عقل و دین کے حکم سے ہو کچھ حد ... جانتے ہیں کہ ریاضت سے مراد یہ ہے کہ غصہ کی بالکل جڑ ہی اکھاڑ دی جائے۔ ایسا تصور کرنا غلط ہے کیونکہ غصہ تو ہتھیار کی طر... ہے۔ انسان کو اس سے گریز محال ہے۔ غصہ کا ختم ہونا جب تک انسان زندہ ہے۔ محال ہے' جیسے شہوت کا استیصال یا اس کا ختم ہونا محا... ہے بہر حال ایسے ہو سکتا ہے کہ کچھ کاموں اور کچھ اوقات میں غصہ ظاہر نہ ہو۔ بالکل مخفی ہو جائے اور لوگ جانیں کہ غصہ بالکل ختم ہو... ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے جب کوئی آدمی ہماری حاجت کی شے ہم سے چھین لینا چاہتا ہے۔ تو اس سے غصہ ظاہر ہوتا۔ لیکن جب ضرورت نہ ہو تو غصہ پیدا نہیں ہوگا جیسے کسی کے پاس ایک کتا ہے اور اسے اس کی ضرورت نہیں۔ اب اگر اسے کوئی لے گیا یا کسی ... اسے مار دیا تو غصہ نہ آئے گا۔ کھانا' کپڑا' گھر صحت اور تندرستی یہ سب اشیاء ضرورت کی ہیں تو اگر کسی نے زخم لگایا۔ جس سے جان کو ... پہنچا۔ یا اس کی غذا یا کپڑا چھین لیا تو بالیقین غصہ آئے گا۔ اب اس کی جتنی زیادہ ضرورت ہوگی۔ اتنا ہی غصہ میں سختی پیدا ہوگی۔

☆ محتاج آدمی بہت عاجز اور لاچار رہتا ہے کیونکہ محتاج نہ ہونے میں ہی آزادی ہے۔ حاجت جسقدر زیادہ ہوگی بندگی میں اتنا ... زیادہ اضافہ ہوگا۔ تو ریاضت سے یہ بات ہو سکتی ہے کہ انسان ضروری شے کا حاجت مند رہے' مرتبہ و مال اور دنیوی چاہت کا خیال ... ہو جائے تو غصہ جو اس ضرورت کا ثمر ہے ختم ہو جائے گا کیونکہ جو آدمی طالب مرتبہ نہیں' اس آدمی پر جو اس سے بلند مقام پر پہنچنا چاہتا ... ہے۔ یا اس سے مقدم ہونا چاہتا ہے۔ غصہ نہ کرے گا۔ اس معاملہ میں مخلوق کے درمیان بہت ہی تضاد ہے۔ کیونکہ بسا اوقات غصہ مال ... جاہ کی زیادتی کی وجہ سے ہوا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ کچھ سبک مایہ اشیاء پر بھی لوگ فخر کرتے ہیں۔ جیسے شطرنج کبوتر بازی' شراب نوشی ... مثلاً کوئی آدمی کہے فلاں آدمی اچھا شاعر ہے اور شراب کم پیتا ہے یہ سن کر وہ غصے میں آتا ہے۔ ایسی حالت میں ریاضت اور توبہ سے ا... جال سے خلاصی پا سکتا ہے لیکن جو شے آدمی کی ضرورت ہے۔ اس معاملہ میں غصہ ختم نہیں ہوگا اور نابود ہونا بھی نہیں چاہئے لیکن ... اور غصہ کو کنٹرول میں رکھنا ضروری ہے۔ یہ نہ ہو کہ بحالت غصہ آپے سے باہر ہو جائے اور عقل و شرع کے برعکس غصہ اس پر غال... آجائے۔ تو ریاضت کرنے سے غصے کو اس درجہ پر لانا ممکن ہے۔

☆ اس بات کی دلیل کہ غصہ جڑ سے نہیں ختم ہو سکتا (اور اس کا بالکل ختم ہو جانا صحیح بھی نہیں) کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں یہ با... موجود تھی جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا (میں بھی لباس بشریت میں ہوں اور میں بھی ایسے غصہ کرتا ہوں جیسے انسان غصہ کرتا ہے) تو ... کسی پر لعنت کروں یا غصہ سے اسے برا کہوں یا ماروں اسے اللہ عزوجل تو اسے اپنی رحمت کا باعث بنا دے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر ...

marfat.com

العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا یا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ جو کچھ فرماتے ہیں۔ کیا میں اسے لکھ لیا کرو۔ چاہے آپ غصے کی صورت میں کچھ فرمائیں آپ نے فرمایا لکھ لیا کرو قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بنایا۔ غصہ کی صورت میں حق بات کے علاوہ میری زبان پر کوئی اور بات نہیں آئے گی۔ ذرا سوچو آپ نے یہ نہ فرمایا مجھے غصہ نہیں آتا بلکہ یوں فرمایا کہ غصہ مجھے انصاف وحق سے روک نہیں سکتا۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایک دن مجھے بہت غصہ آیا۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام میرا یہ غصہ دیکھ کر فرمانے لگے۔ عائشہ یہ تمہارا شیطان آیا ہے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا) میں نے عرض کیا۔ آپ کے پاس غصے کا شیطان نہیں ہے۔ (گفت ترا شیطان غضب نیست) آپ نے فرمایا لیکن اللہ عزوجل مجھے اس پر نصرت وغلبہ عطا فرمایا ہے۔ تاکہ وہ میرے قبضے میں رہے۔ (میرا غصہ کنٹرول میں رہے) اور بھلائی کے علاوہ اور کچھ نہ کہے۔ غور کرو آپ نے یہ نہ فرمایا۔ میرے پاس غصہ کا شیطان نہیں (نہ گفت مرا شیطان غضب نیست)

فصل

غلبہ توحید غصہ کو چھپا لیتا ہے۔

☆ اے پیارے غصہ کی جڑ انسان کے دل سے بالکل ختم نہیں ہوتی' ہاں یہ ہوسکتا ہے کچھ احوال یا اکثر موقعوں پر تو اس پر غالب ہو اور وہ ہر ایک شے کو اللہ عزوجل کی جانب سے جانے' ایسے اس غلبہ توحید سے اس کا غصہ دب جائے گا یا مخفی ہو جائے گا اور اس سے کسی شے کا اظہار نہ ہو سکے۔ جیسے کسی کو پتھر مارا جائے تو کوئی بھی پتھر پر غصہ نہیں لاتا۔ اگرچہ غصے کی جڑ اس کے دل میں اپنی جگہ موجود ہے کیونکہ وہ جانتا ہے پتھر کی نہیں بلکہ خطا پتھر مارنے والے کی ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی بادشاہ کسی کے قتل کے حکم پر دستخط کرے تو کوئی فرمان و حکم لکھنے والے قلم پر غصہ نہیں ڈھاتا' کیونکہ وہ جانتا ہے اس میں قلم کا کچھ بھی اختیار نہیں اور اس میں تو حرکت نہیں۔ اگرچہ اس میں حرکت موجود ہے ایسے ہی جب کسی پر غلبہء توحیدالٰہی ہو۔ تو وہ بھی لازماً یہی جانتا ہے۔ تمام مخلوق اپنے فعل میں مجبور رہے کیونکہ حرکت اگرچہ قدرت کے قبضہ میں ہے۔ لیکن یہ قدرت عداوت اور خواہش کے قبضہ میں نہیں' اور ارادے پر انسان کا اختیار و قبضہ نہیں' بہر حال قوت خواہش کو اس پر مسلط کر دیا گیا ہے چاہے وہ اسے پسند کرے یا نہ کرے اور جب خواہش کی قوت کو اسے دیدیا گیا تو بالیقین اس سے فعل صادر ہوگا یہ مثال اس پتھر کی سی ہے۔ جو اسے مارا گیا۔ جس سے جسم کو درد اور تکلیف ہوئی۔ تو اس سے غصہ نہ آنا چاہئے۔ اگر اس آدمی کے پاس گوشت کھانے کی خاطر ایک بکری تھی اور وہ مرگئی تو کیا یہ آدمی اس پر غصہ کرے گا۔ بہر حال اس کے مرنے پر آزادہ و رنجیدہ لازماً ہوگا۔ ایسے ہی اگر کوئی اس کی بکری کو مار ڈالے اور تب بھی غصہ نہ کرے۔ بشرطیکہ اس پر اللہ عزوجل کی وحدانیت کا غلبہ ہو لیکن اس نور کا غالب ہونا ہمیشہ نہیں ہوتا بلکہ برف کی مانند۔ (ذرا کچھ دیر کے لئے) ہوتا ہے اور یہ التفات باری تعالیٰ یا اسباب بشری تقاضوں کے اعتبار سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔

☆ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اکثر اوقات اللہ عزوجل کی وحدانیت سے مغلوب ہوتے ہیں۔ اس کا باعث یہ نہیں ہے کہ ان کے

marfat.com

دل سے غصہ کی جڑ ختم ہوگئی ہے' بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس فعل کا صدور کی انسان سے نہیں جانتے ہیں وہ اس بنیاد پر غصے میں نہیں آتے جیسے کسی کو ایک پتھر آ کر لگا اور وہ اس پر غصے میں نہیں ہوا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا' توحید غالب تو نہیں ہوتی' لیکن دل کسی بڑے کام میں مصروف ہوتا ہے۔ ایسے مقام پر بھی غصہ دب جاتا ہے اور چھپ جاتا ہے۔ کسی آدمی نے ایک مسلمان کو گالی دی' اس نے کہا اگر قیامت میں میرے گناہوں کا دامن وزنی ہے' تو میں اس سے بھی زیادہ برا ہوں۔ جیسے تو نے مجھے کہا اور اگر وہ ہلکا ہے۔ تو پھر مجھے تیری بات (گالی) کی کیا پرواہ۔

☆ کسی آدمی نے حضرت شیخ ربیع ابن مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کو گالی دی۔ انہوں نے کہا میرے اور جنت کے مابین ایک گھاٹی ہے۔ میں اسے سر کرنے میں مشغول ہوں' اگر سر کرلوں تو تیری اس بات کی مجھے کوئی پرواہ نہیں' اگر میں اسے طے اور سر نہ کرسکا تو یہ گالی میرے لئے کافی نہیں ذرا غور کریں یہ دونوں بزرگ آخرت کے معاملہ میں اس طرح مستغرق تھے کہ ان کا غصہ دب چکا تھا' کسی آدمی نے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گالی دی' آپ نے فرمایا' میرے ایسے بہت سے عیب ہیں' جو تجھے معلوم نہیں' آپ فکر آخرت میں مستغرق تھے۔ اسی وجہ سے گالی سن کر غصہ ظاہر نہ ہوا' ایک عورت نے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا تم ریاکار ہو' یہ سن کر آپ نے فرمایا' تیرے علاوہ مجھے آج تک کسی نے نہ پہنچانا' ایک آدمی نے حضرت امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کو ایک بری بات کہی' انہوں نے جواب دیا اگر تو سچا ہے تو اللہ عزوجل میری بخشش فرمائے' اگر تو جھوٹا' تو تیری بخشش فرمائے' تو ان حالتوں کی صورت میں غصہ کا دب جانا روا اور صحیح ہے اور یہ بھی ممکن ہے کسی کو یہ علم ہو کہ بندے کے غصہ نہ کرنے سے اللہ عزوجل خوش ہوتا ہے۔ جب کوئی غصہ کرنے کی بات ظاہر ہوتی ہے' تو اس غصہ کو اللہ عزوجل کی محبت دبا دیتی ہے۔ جیسے کوئی آدمی ایک آدمی سے پیار کرتا ہے اس محبوب کا فرزند اور عاشق یا محب کو گالی دیتا ہے یہ تصور کرتا ہے کہ اس کے محبوب کا یہ ارادہ ہے تاکہ میں ان گالیوں سے اکتا کر اسے چھوڑ دوں لیکن غلبہ عشق ومحبت ایسی حالت پیدا کر دیتا ہے وہ اس گالی پر بھی خشمگیں نہیں ہوتا اور اسے غصہ نہیں آتا تو آدمی کو لازم ہے اسباب کی وجہ سے ایسا ہو جائے کہ غصے کو مار ڈالے' اگر مار نہیں سکتا تو اتنا تو کرے اس کی قوت کو توڑ ڈالے' تاکہ غصہ اپنی بغاوت وسرکشی سے عقل وشرع کے برعکس حرکت نہ کرسکے۔

فصل

علاج غصہ' خشم واجب ہے

☆ اے پیارے اس بات میں علاج غصہ اور محنت ومشقت برداشت کرنا واجب ہے کیونکہ زیادہ لوگ غصے ہی کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے' غضب وخشم سے بہت سی خرابیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس کا علاج دو طرح سے ہوگا ایک سہل کے طور پر ہے جو اسے مار دے اور جڑ سے باہر نکال پھینکے' دوسرا بطور سنگجبین جو اسے دبا دے' لیکن جڑ سے نہ اکھاڑے۔ پس سہل تو یہ ہے کہ انسان غور وفکر کرے کہ باطن میں غم وغصہ کے علاج کا کیا سبب ہے ان اسباب کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے پر غور وخوض کے بعد پتہ چلے گا کہ غصہ کے اسباب پانچ ہیں اول غرور کہ ذرا سی بات پر اسے غصہ آجاتا ہو ایسی حالت میں لازم ہے کہ غرور کو عاجزی سے توڑے اور تصور کرے کہ وہ بھی دوسروں

marfat.com

رح ایک بندہ ہے' اور بزرگی نیک اخلاق سے ہی پائی جاسکتی ہے' غرور جوایک بدمزاجی ہے' عاجز کے سواء دفع نہ ہوگا۔ دوسرا سبب وہ ہے جوانسان تکبر کرتا ہے اپنے بارے میں اس کا علاج یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو پہچانے اور اس کا علاج بھی ہم اس کے موقع پر تفصیل سے بیان کریں گے' تیسری وجہ مزاح ہے کہ اکثر اس کا انجام خشم وغصہ پر منتج ہوتا ہے تو مذاق اور مزاح کرنا غصہ کا باعث ہوگا' دکو اس سے بچانا لازم ہے کیونکہ جب دوسروں سے استہزاء کیا جائے گا تو وہ بھی تم سے ایسا ہی کریں گے اور تمہارے مذاق کا جواب یں گے تو یوں مذاق کرنے والا خود کو آپ ہی ذلیل ورسوا کرے گا' چوتھا سبب اور وجہ یہ ہے کہ عیب جوئی اور ملامت کرے یہ بھی دونوں رف سے غصے کا باعث ہوسکتا ہے' اس کا علاج جاننا ضروری ہے۔ جو آدمی عیب زدہ نہ ہو' اس کے حق میں عیب گیری کرنا اچھا نہیں ہوتا ہ یہ واضح ہے کوئی آدمی بے عیب نہ ہوگا' پانچواں سبب اور وجہ مال وجاہ کی ہوس اور حرص ہے' انسان کو اس کی بڑی ضرورت ہے' کیونکہ اس کی ایک دمڑی بھی لے لیں تو وہ غصے میں آجاتا ہے اور جو آدمی مریض ہو اس کے اگر ایک لقمہ میں بھی خلل پڑ جائے تو وہ غصہ ہ آگ بگولہ ہو ہی جاتا ہے' یہ تمام اخلاق بد ہیں یہی غصے کی جڑ ہیں' اس کا علاج دو طرح سے ہوتا ہے' ایک علمی اور دوسرا عملی علاج یہ ہ کہ آدمی آفت اور قیامت کو جانے اور سمجھے کہ ان کا نقصان دین میں اور دنیا میں کہاں تک ہے تا کہ اس کے دل میں ان سے نفرت ا ہو سکے۔ اس کے بعد علاج عملی کی طرف توجہ دے وہ یوں کہ ان بری صفات کی مخالفت کرے' کیونکہ تمام اخلاق بد کا علاج ان کی لفت کرنا ہی ہے' جیسا کہ ہم ریاضت کے سلسلے میں بیان کر آئے' غصہ اور اخلاق ظاہر ہونے کا باعث یہ ہے کہ کوئی آدمی تو ایسے ں پر جلد غصے ہو جاتا ہے' جو غرور کو چاہئے اور اس کا نام شجاعت و بہادری رکھ دے اور اس پر فخر کرے کہ فلاں نے فلاں کو ایک بات ر ڈالا اور اس کا گھر تباہ کر دیا کسی کو اس کے خلاف کچھ کہنے کی جرات نہ تھی کیونکہ وہ بڑا سورما ہے' سپاہی اور بہادر لوگ ایسے ہوتے ہیں ی کو معاف کر دینا تو خواری دوں ہمتی اور بے غیرتی کی ایک علامت ہے تو ایسا غصہ جو کتوں کی عادت ہے' اسے شجاعت اور مردانگی کیا اور شیطان کا تو کام بھی یہی ہے کہ سب کو دھوکہ اور فریب اور شاندار الفاظ سے تعبیر کر کے نیک اور اچھے اخلاق سے منع رکھتا ہے خلاق بد کو اچھے نام دیکر ان کی جانب دعوت دیتا ہے' اس بات کو ہر دانشور آدمی جانتا ہے۔

☆ اگر غصہ جوانمرادی کی علامت ہوتا تو بچے بوڑھے اور عورتیں غصے سے دور رہتے (ان کو غصہ نہ آتا) اور تمام لوگ جانتے ہیں کہ ل بہت جلد غصے میں آجاتے ہیں تو یہ جوانمردی اور بہادری نہیں مردانگی تو اس میں ہے کہ انسان اپنے غصے کو کنٹرول کر لے اور یہ ت انبیا علیہ السلام اور اولیاء کرام رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے غصہ کرنا بے وقوفوں' وحشی لوگوں اور درندہ صفت لوگوں کا شیوہ ہے' تو تمہیں کرنا چاہئے کہ تمہاری فضیلت و بزرگی انبیاء کرام علیہ السلام اور اولیاء کرام رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرح رہنے میں ہے۔ یا احمقوں اور بے وں کی طرح رہتے ہیں۔

سل

☆ یہ باتیں جو ہم نے اوپر بیان کیں' وہ غصے کے مادے کو دور کرنے میں مسہل کا حکم رکھتی ہیں' جو کوئی اس طرح اسے دور نہیں کر سکتا' سے لازم ہے کہ غضب کے جوش کو سکون دے اور سکون اس سکنجبین سے ہوگا' جو علم کی شیرینی اور صبر کی تلخی سے تیار کی جاتی ہے اور تمام لاق کا اعلاج معجون علم وعمل ہے۔ علم یہ ہے کہ ان آیات واحادیث میں غور وفکر کرے' جو غصے کی مذمت اور غصے کو پی جانے کے ثواب

marfat.com

اور اجر میں آئی ہیں' جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے اور اپنے دل سے کہے کہ اللہ عزوجل تم پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے' جو تمہیں دوسروں پر حاصل ہے' اگر تو کسی پر غصہ کرے گا تو بروز قیامت اللہ عزوجل کے غضب سے کیسے محفوظ رہے گا' آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی غلام کو کام سے بھیجا۔ وہ دیر سے واپس آیا تو آپ نے فرمایا اگر قیامت میں انتقام نہ لیا جاتا تو میں تمہیں مارتا' تو غصے کے وقت انسان اپنے دل میں کہے کہ تیرا غصہ اس لئے ہے کہ تقدیراً انہی سے یہ کام ہوا نہ کہ تیرا ارادے سے' تو تیرا یہ جھگڑا اللہ عزوجل سے جھگڑا ہوا' اگر ان اسباب کے بارے جو آخرت سے متعلق ہیں' غصہ فرو نہ ہو تو پھر دنیاوی اغراض پر نگاہ ڈالے اور سوچے کہ اگر وہ غصے میں آئے گا تو دوسرا بھی غصہ کرے گا اور بدلہ لے گا کیونکہ دشمن کو حقیر نہیں جاننا چاہئے۔ جیسے کوئی غلام جس نے خدمت میں کوتاہی کی بھاگ گیا' ممکن ہے وہ کبھی آ کر معافی چاہے' انسان کو لازم ہے کہ غصہ کی حالت میں اپنی صورت کے بگاڑ کا تصور کرے کہ غصہ صورت کیسے بدل جاتی ہے' انسان بھیڑیے کی طرح ہو جاتا ہے' جو انسان پر حملہ کرتا ہے اور ان کا باطن جل اٹھتا ہے اور باؤلے کتے کی طرح ہو جاتا ہے اور اگر کبھی کسی کو بخشنا چاہتا ہے تو شیطان بہکاتا ہے اور کہتا ہے ایسا کام نہ کرنا' لوگ نہیں عاجز جانیں گے اور تمہارے رعب و دبدبہ میں کمی آئے گی' تب اسے جواب دینا لازم ہے' کہ جو آدمی انبیاء کرام علیہ السلام کا طریقہ اختیار کرے اور اللہ عزوجل کی رضا چاہے تو کوئی عزت اس عزت کے برابر نہیں ہو سکتی اور اگر آج دنیا میں لوگ مجھے حقیر بھی دیکھتے ہیں تو اس سے افضل ہے کہ کل قیامت میں مجھے ذلیل و رسوا کیا جائے' یہ تمام باتیں علمی علاج میں شامل ہیں' اور عملی علاج یہ ہے کہ زبان سے لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھے اور سنت یہ ہے کہ غصے کے وقت اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہے تو لیٹ جائے' اگر ایسے بھی غصہ ٹھنڈا نہ ہو تو ٹھنڈے پانی سے وضو کرے' آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا غصہ آگ سے ظاہر ہوتا ہے' یہ پانی سے بجھے گا اور ایک روایت میں آیا سجدہ کرے اور منہ خاک پر رکھے' تاکہ اسے احساس ہو کہ وہ خاک سے بنا ہے اور بندے سے غصہ کرنا اسے لائق نہیں۔

☆ ایک روز امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے ناک میں پانی چڑھانے کے لئے پانی مانگا اور فرمایا غصہ شیطان کی طرف سے ہے' یہ ناک میں پانی چڑھانے سے دفع ہوگا' ایک روز حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا کسی سے جھگڑا ہو گیا آپ نے غصے میں اسے کہا اے ''ابن الحمراء'' اے سرخ لونڈی کے بچے۔ تب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں نے سنا ہے آج تم نے کسی آدمی کی ماں کی عیب گیری کی ہے اے ابوذر تمہیں کسی سیاہ یا سرخ پر فضیلت نہ ہوگی سوائے پرہیز گاری کے (کیونکہ تقویٰ موجب فضیلت ہے نہ کہ رنگ) یہ نصیحت سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اس آدمی کے پاس گئے تاکہ اس سے معافی مانگیں' جب وہ آدمی سامنے آیا تو آپ نے اسے سلام کیا' حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو غصہ آتا تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی بینی مبارک پکڑ کر فرماتے اے عائشہ دعا پڑھو۔

فصل

☆ اے پیارے یہ علم رکھنا لازم ہے کہ کسی آدمی نے ایک آدمی پر ظلم کیا یا اسے گالی دی۔ تو زیادہ درست یہ ہے کہ سننے والا خاموش رہے اور جواب نہ دے ہاں یہ واجب نہیں ہے اس طرح ہر ایک کو جواب دینے کی اجازت ہی نہیں اور گالی سے بدلے گالی اور غیبت کے عوض غیبت صحیح نہیں' کیونکہ ان چیزوں سے اس پر گرفت ہوگی' ہاں اگر کسی نے سخت بات کہی' اور اس میں جھوٹ نہیں' تو اسے رخصت

marfat.com

ہے کیونکہ یہ بدلہ کے حکم میں ہے اگر چہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر کوئی آدمی تیرا وہ نقص زبان پر لایا' جو تم میں ہے تو اس کے رلے اس کا عیب آشکارانہ کر' ایسا کرنا مستحب ہے اور جواب دینا واجب نہیں ہے بلکہ زنا یا گالی کی جانب نسبت نہ کی جائے۔ اس کی لیل آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔

المتبان ماقالا فهو على البادی حتی یعتدی المظلوم — وہ آدمی جو ایک دوسرے کو گالی دیتے ہیں اس کا نقصان اس پر ہے جس نے آغاز کیا یہاں تک کہ مظلوم حد سے بڑھ جائے

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا' حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہو کہ ہم میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں انصاف سے معاملہ فرمائیں (کیونکہ آقا علیہ صلوٰۃ والسلام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت فرماتے تھے) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آرام فرما رہے تھے جس وقت حضرت طمہ رضی اللہ عنہا آپ کو ازواجِ مطہرات کا یہ پیغام پہنچایا' تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا جسے میں ست رکھتا ہوں' کیا تم اسے دوست نہیں رکھتی ہو؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کیوں نہیں' میں اسے دوست رکھتی ہوں' تو پ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا کو دوست رکھو۔ کیونکہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں۔

☆ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ ماجرا ازواج مطہرات کو سنایا دیا انہوں نے کہا ہمیں اس بات سے اطمینان حاصل نہیں اس ے ازواجِ مطہرات نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اس پیغام کے ساتھ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیجا کہ آپ یہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ محبت میں برابری کا دعویٰ کرتی ہیں' جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے ہاں تشریف لائے تو حضرت ب رضی اللہ عنہا کہہ رہی تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ایسی ہے ویسی ہے یعنی وہ مجھے ہلکا کہہ رہی تھیں اور آپ خاموشی سے ر رہے تھے تا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے جواب دینے کی اجازت مرحمت فرمائیں چنانچہ آپ نے مجھے اجازت عطاء فرمائی میں ے جواب میں اتنی باتیں کہیں کہ میرا گلا خشک ہو گیا اور حضرت ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھک گئیں' تب آقا علیہ الصلوٰۃ سلام نے فرمایا! کہ عائشہ ابوبکر کی بیٹی ہے (یعنی اس سے مقابلہ نہ کر سکو گی)

☆ مذکورہ بالا واقعہ اس بات کی دلیل ہے جواب دینا درست ہے' بشرطیکہ وہ صحیح اور سچ ہو (اس میں جھوٹ نہ ہو) جیسے کہ جواب میں ہے اے جاہل اے احمق شرم کر اور چپ ہو جا ظاہر ہے کوئی آدمی حماقت و جہل سے عاری و خالی نہیں' تو انسان کو مناسب یہ ہے کہ ایسے ظ کا عادی بنے جو بہت برے نہ ہوں۔ تا کہ غصے کی حالت میں اس کے منہ سے وہی الفاظ نکلیں اور دیگر کوئی بیہودہ کلمہ اس کی زبان ے ادا نہ ہو۔ ناقص ناہنجار ٹکر اور گدھا وغیرہ جب کسی کو جواب دینا پڑے تو حد سے نہ بڑھے اگر چہ کام بہت مشکل ہے' اس لئے جواب دینا ہی بہتر سمجھا گیا ہے کسی کافر نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برا کہا آپ خاموش رہے لیکن جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسے جواب دینے لگے تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں سے اٹھ گئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب تک تو آپ تشریف فرما تھے لیکن جب میں جواب دینے لگا' تو تشریف لے جانے لگے (اس کا کیا باعث ہے) آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تک تم خاموش رہے تمہاری جانب سے فرشتہ جواب دیتا رہا' لیکن جب تم نے

marfat.com

جواب دینا شروع کیا تو شیطان آ گیا۔

☆ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا آدمی کئی اقسام کے ہوتے ہیں ایک وہ ہیں جو دیر سے غصے میں آتے ہیں اور دیر سے راضی ہوتے ہیں ایک وہ جو جلد غصے میں آتے ہیں اور جلد راضی ہو جاتے ہیں یہ اول الذکر کی مند ہیں دانا وہ ہے جو دیر سے غصے میں آئے جبکہ راضی جلد ہی ہو جائے اور وہ زیادہ برے ہیں' جو جلد غصے میں آتے ہیں اور دیر سے راضی ہوتے ہیں۔

فصل

غصہ پینے والا نیک بخت ہے

☆ جو کوئی غصے کو مقصد اور دیانت سے روک لے وہ سعادت مند ہے' بہر حال جب مجبوری اور ضرورت لاحق ہو جائے تب غصے کو پی جائے تو وہ غصہ اس کے دل میں اکٹھا ہو کر غرور و تکبر کا سامان بن جائے گا' آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

المومن لیس بحقود مومن میں حسد و کینہ نہیں ہوتا

تو یہ جاننا لازم ہے۔ کہ کینہ غصے کا فرزند ہے۔ جس سے آٹھ اولادیں ہوئیں ان میں سے ہر ایک دین کی ہلاکت کا موجب ہوگا۔ ان میں سے

۱- یہ ہے کہ حسد کرے گا۔ یعنی کسی کے غمگین ہونے سے خوش ہوگا۔

۲- یہ ہے کہ شماتت کرے گا۔ یعنی کسی پر مصیبت پڑی گی تو یہ اظہار مسرت کرے گا۔

۳- تیسرا یہ ہے کہ دروغ غیبت اور بیہودگی سے اس کے رازوں کو ظاہر کرے گا۔

۴- چوتھا یہ کہ بات کرنا ترک کر دے گا اور سلام کا جواب دے گا۔

۵- پانچواں یہ ہے کہ حقارت سے دیکھے گا اور اس پر بدزبانی کرے گا۔

۶- یہ ہے کہ اس کا مذاق اڑائے گا۔

۷- اس کا حق بجالانے میں کمی کرے گا اور صلہ رحمی نہ کرے گا۔ یعنی اقرباء سے مروت نہ برتے گا اور رشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کرے گا اور ان کے ساتھ عدل نہ کرے گا اور معافی کا خواستگار نہ ہوگا۔

۸- آٹھواں سبب یہ ہے کہ جب اس پر غلبہ پائے گا۔ تو اسے نقصان پہنچائے گا اور دوسروں کو بھی ضرر رسانی پر برانگیخت کرے گا۔ اگر کوئی بہت دیندار ہے اور امر معصیت سے بیزار ہے۔ تو اتنا تو لازماً کرے گا کہ اس کے ساتھ جو احسان کرتا تھا۔ اسے روک دے گا اور اس کے ساتھ مدارات پیش نہیں آئے گا اور نہ اس کے افعال میں دسوزی کرے گا اور نہ اس کے ساتھ ذکر اللہ میں شامل ہوگا اور نہ اس کی توصیف کرے گا۔ یہ سب باتیں آدمی کے نقصان اور اس کے خرابی کا سبب ہوتی ہیں۔

☆ مسطح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خالہ زاد بھائی تھا۔ جب اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی افک (واقعہ تہمت) میں منہ کھولا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کا خرچہ روک دیا اور قسم کھائی اسے آئندہ مالی معاونت نہ دوں گا تو تب یہ آیت کریمہ

marfat.com

نازل ہوئی۔

ولایاتل اولو الفضل منکم والسعۃ ان یوتوا اولی القربیٰ والمسکین والمھٰجرین فی سبیل اللہ والیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم (سورہ نور آیت ۲۲)

ترجمہ: اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں' قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی ادا چاہئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم میں موت نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے۔ (کنز الایمان)

☆ اس حکم کا نتیجہ یہ ہے کہ مسکین لوگوں اور اہل قرابت وغیرہ سے مروت چھوڑنے کے باب میں قسم اٹھانا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ آدمی کی غلطی کو بخشش بنایا ہے کیا اس قسم کے لوگ اللہ عزوجل کی بخشش ومغفرت کی تمنا نہیں رکھتے۔ تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ عزوجل کی نے فرمایا اللہ کی قسم میں مغفرت کو دوست رکھتا ہوں پھر مسطح کا وظیفہ اور اس کا خرچہ دوبارہ جاری فرمادیا۔

☆ پس جب دل کے اندر کسی سے کینہ ظاہر ہوتا ہے تو وہ تین حال سے خالی نہیں ہوتا ہے۔

۱- وہ آدمی اپنے نفس سے جھگڑا کرے تاکہ دوسروں پر احسان کرکے یہ صدیقین کا درجہ ہے۔

۲- یہ ہے کہ نہ نیکی کرے نہ برائی یہ زاہدوں کا درجہ ہے۔

۳- یہ ہے کہ اس سے برائی وبدی کرے یہ ظالموں اور فاسقوں کا درجہ ہے۔ جب تم سے کوئی بدی کرے تو تم اس پر احسان کرو یہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں زیادتی تقرب کا باعث ہوتا ہے۔ اگر یہ حوصلہ نہ ہو تو اسے معاف کردے کیونکہ درگزر کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تین چیزیں ہیں جنہیں میں قسم اٹھا کر بیان کروں گا۔

۱- ایک یہ کہ صدقہ دیا کرو۔ صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا۔

۲- کوئی ایسا نہیں ہے جس نے کسی کی خطا بخشی ہو اور اللہ عزوجل نے اسے قیامت میں بڑی عزت نہ دی ہو۔

۳- یہ ہے جو کوئی دریوزہ گری کا عادی بنے گا اللہ عزوجل اسے افلاس میں مبتلا فرمادے گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے کام پر غصہ نہ فرمانا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ایسا ہرگز نہیں دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے کسی کام کیلئے کسی پر غضب فرمایا ہو۔ جب کوئی حکم اللہ عزوجل کا چھوڑتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس پر بہت ناراض ہوتے جب آپ کو دو باتوں کا اختیار دیا جاتا تو آپ وہ بات اختیار فرماتے جو مخلوق پر آسان ہوتی بشرطیکہ اس کے اندر معصیت نہ ہوتی (امت کی خاطر آسانی کے پہلو کو پسند فرماتے) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ دنیا اور دین میں سب سے اچھا خلق کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ کوئی تم سے قطع محبت کرے اور تو اس سے دوستی کرے اور جو تجھے محروم کرے تو اسے عطا کرے اور جو کوئی تم پر ظلم کرے تو اس سے درگزر کرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ عزوجل سے معلوم کیا۔ اے اللہ تجھے اپنے بندوں میں کون سب سے زیادہ محبوب ہے؟ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ وہ بندہ جو انتقام کی طاقت کے باوجود کسی سے درگزر کرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مکہ مکرمہ کو فتح فرمایا اور آپ ان کفار قریش پر غالب آگئے' جنہوں نے آپ

marfat.com

کو حد سے زیادہ تنگ کیا تھا اور اس وقت وہ خوف کھا رہے تھے اور تمام کو اپنی جانوں کا ڈر تھا۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا دست مبارک کعبہ شریف کے دروازہ پر رکھ کر فرمایا اللہ عزوجل ایک ہے۔ کوئی اس کا شرک نہیں اس نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور اپنے بندے کو فتح ونصرت عطا فرمائی اور دشمن کو شکست دی تم اپنے متعلق (اے کفار قریش) کیا خیال رکھتے ہو اور کیا کہتے ہو؟ کفار قریش کہنے لگے۔ یا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام خیر کے علاوہ ہم کیا کہیں۔ تب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ میں وہی بات کہوں گا جو میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں پر غلبہ پا کر کہی تھی۔

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (یعنی تم پر گرفت نہیں)

ترجمہ آج تم پر کچھ ملامت نہیں (پ ۱۳ سورہ یوسف آیت ۹۲) (کنز الایمان)

یہ فرما کر آپ نے تمام کو فکر سے آزاد فرمایا اور فرمایا تم سے کسی کو تعارض اور سروکار نہیں ہے۔

خطا بخش کو اجر عظیم

☆ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے جب قیامت کو لوگ میدان حشر میں جمع کئے جائیں گے تو ایک آواز دینے والا آواز دے گا جس کسی کا اللہ عزوجل پر کوئی حق ہے وہ کھڑا ہو تب کئی ہزار آدمی جنہوں نے کسی کی خطا معاف کر دی تھی کھڑے ہوں گے اور بے حساب وکتاب جنت میں چلے جائیں گے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بحالت غصہ صبر کرو تا کہ تمہیں موقعہ ملے اور جب تمہیں موقعہ ملے اور تمہیں قدرت حاصل ہو تو معاف کر دو۔ ایک مجرم آدمی کو ہشام بن عبدالملک کے سامنے لایا گیا وہ معذرت چاہنے لگا۔ ہشام نے کہا میرے سامنے بحث نہ کر۔ اس نے جواب میں کہا کہ

يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا (پ ۱۴ سورہ نحل آیت ۱۱۱)

ترجمہ: جس دن ہر جان اپنی ہی طرف جھگڑتی آئے گی۔ (کنز الایمان)

جب اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنی ذات کے لئے جھگڑ سکتے ہیں تو تیرے پاس کیوں نہ جھگڑیں اس پر ہشام نے کہا اچھا کہو کیا کہتے ہو۔

☆ بیان کیا گیا ہے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کا مال چرا لیا گیا۔ لوگ چور پر لعنت بھیجنے لگے۔ آپ فرمایا اے اللہ عزوجل اگر چور ضرورت مند تھا اور اس نے میرا مال ضرورت کی وجہ سے چرایا۔ تو اسے بھی مبارک ہو۔ اگر اس نے یہ چوری معصیت کی دیری کے سبب کی ہے۔ تو یہ اس کا آخری گناہ ہو (یعنی آئندہ پھر ایسا نہ کرے) حضرت شیخ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے ایک ایسے آدمی کو جس کا مال چرا لیا گیا تھا۔ طواف کے وقت روتے دیکھا۔ میں نے پوچھا۔ کیا تم مال کیلئے رو رہے ہو؟ اس نے کہا میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ مجھے یقین ہے کہ وہ آدمی قیامت کے روز میرے ساتھ کھڑا ہو گا اور کچھ عذر پیش نہ کیا جا سکے گا۔ مجھے اس کے مآل پر رحم آتا ہے۔ (اس وجہ سے رو رہا ہوں)

☆ عبداللہ بن مروان کے سامنے کچھ قیدی لائے گئے اس کے پاس ایک بزرگ بھی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے عبدالملک سے کہا اللہ عزوجل سے آپ نے جو چاہا تھا اس نے وہ کچھ آپ کو عطا فرما دیا ہے (یعنی حکومت واقتدار) اب آپ بھی وہی کیجئے جسے اللہ پسند فرماتا ہے۔ یعنی عفو ودرگزر یہ سن کر عبدالملک نے تمام قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ انجیل میں وارد ہوا۔ جو آدمی اپنے ظلم کرنے والے کی اللہ

marfat.com

عزوجل سے مغفرت چاہتا ہے۔ شیطان اس سے دفع ہو جائے گا۔ تو ضروری ہے۔ جب غصہ پیدا ہو تو درگزر سے کام لے اور معاملات میں نرمی برتے تا کہ غصہ پیدا نہ ہونے پائے۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا! اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جسے نرمی کی صفت سے بہرہ مند کیا گیا وہ دین و دنیا دونوں سے بہرہ مند ہوا اور جسے محروم کیا وہ دین و دنیا دونوں کی خوبی سے ہی خالی رہا۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا۔ اللہ عزوجل صاحب رفق سے رمق (نرمی اور مہربانی) کو درست رکھتا ہے اور جو کچھ وہ رفق کرنے پر دیتا ہے۔ وہ سختی پر کبھی نہیں دیتا۔ آقا علہ الصلوۃ والسلام نے حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا سب کاموں میں نرمی برتو۔ جس کام میں رفق شامل ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل اسے آراستہ فرما دیتا ہے اور جس کام میں رفق شامل نہیں ہوتا وہ بگڑ جاتا ہے۔

حسد و آفات حسد

☆ اے پیارے اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ غصے سے کینہ جنم لیتا ہے اور کینہ سے حسد اور حسد مہلکات میں سے ہے۔ حضور علہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے۔ جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا! تین چیزیں ایسی ہیں۔ جن سے کوئی انسان خالی نہیں ہے۔

۱- برا گمان۔ ۲- فال بد اور ۳- حسد

میں تم کو سکھلاؤں کہ اس کا علاج کیا ہے؟ جب کوئی کسی کے متعلق بدگمانی کرے تو اپنے دل سے سچ نہ جانے اور یہ ثابت و قائم نہ ہے اور جب بدفالی سنے تو اس پر بھروسہ نہ کرے اور جب حسد ظاہر ہو تو زبان اور ہاتھ کو اس پر عمل پیرا ہونے سے محفوظ کرے۔ آقا علیہ صلوۃ والسلام کا فرمان ہے۔ تمہارے اندر وہ بات ظاہر ہونے لگی جس نے پہلی امتوں کو ہلاک کر دیا تھا اور وہ حد و عداوت ہے۔ قسم ہے س معبود کی جس کے قبضہ قدرت میں میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جان ہے تم جنت میں نہ جاؤ گے۔ جب تک صاحب ایمان نہ و گے جب تک ایک دوسرے کو دوست نہ رکھو گے۔ میں تمہیں بتاؤں یہ محبت کیسے حاصل ہوگی؟ تم ایک دوسرے کو سلام کہا کرو۔

☆ حضرت زکریا علی نبیاء علیہ السلام نے فرمایا اللہ عزوجل کا فرمان ہے کہ حاسد میری سختی کا دشمن ہے اور وہ میرے حکم پر ناراض ہوتا ہے اور میرے بندوں میں میری تقسیم کو پسند نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تین قسم کے لوگ بغیر حساب کے دوزخ ں جائیں گے۔

۱- امیر اپنے ظلم کی وجہ سے
۲- عرب تعصب کے سبب سے
۳- مالدار غرور کی وجہ سے
۴- سوداگر اپنی بے ایمانی و خیانت کی وجہ سے
۵- دہقاں اپنی جہالت و بے وقوفی کے باعث اور
۶- علماء حضرات حسد کی وجہ سے

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ایک دن ہم آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ جنتیوں میں ے ایک آدمی یہاں آئے گا۔ تو اس وقت انصار کی جماعت کے ایک صاحب تشریف لائے۔ ان کے بائیں ہاتھ میں لوٹا لٹک رہا تھا ور ان کی داڑھی سے وضو کا پانی ٹپک رہا تھا۔ دوسرے اور تیسرے روز بھی آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے ایسے ہی فرمایا اور وہی صاحب

marfat.com

تشریف لاتے رہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نے پسند کیا ان کا رنگ ڈھنگ معلوم کریں چنانچہ وہ ان کے پاس گئے اور ان سے کہا میں اپنے باپ سے جھگڑا کئے ہوئے ہوں اور میں پسند کرتا ہوں کہ تین راتیں آپ کے پاس ٹھہروں اس نے قبول کرلیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ان تین راتوں میں' میں نے اس کے عمل پر نگاہ رکھی اور میں نے مشاہدہ کیا کہ وہ جب سو کر اٹھتے تو اللہ عزوجل کا ذکر کرتے۔ اس کے بعد میں نے ان سے کہا میرا اپنے والد سے کوئی لڑائی اور جھگڑا نہ تھا۔ بہر حال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے بارے یوں فرمایا ہے' تو میں نے چاہا کہ آپ کے عمل کو معلوم کروں۔ انہوں نے کہا تو بس میرا عمل یہی ہے۔ جو تم نے دیکھ لیا۔ جب میں ان کے گھر سے نکلا تو انہوں نے مجھے پکارا اور کہا ایک بات اور ہے اور وہ ہے کہ میں نے کبھی کسی کی خوبی پر حسد نہیں کیا۔ میں نے انہیں جواب دیا۔ آپ کو یہ رتبہ و مرتبہ اسی وجہ سے ملا ہوگا۔

☆ جناب عون بن عبداللہ نے ایک بادشاہ کو جو بہت مغرور تھا۔ نصیحت فرمائی غرور سے دور رہو' سب گناہوں میں پہلا گناہ یہی غرور ہی ہے۔ کیونکہ ابلیس نے جو حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو سجدہ نہ کیا۔ اس کا باعث یہی غرور ہی تھا اور حرص سے دور رہو اس لئے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو حرص کے باعث جنت سے نکالا گیا اور حسد سے دور رہو۔ کیونکہ پہلا خون ناحق اسی حسد کی بنیاد پر ہوا کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے بیٹے نے اپنے بھائی کو مار ڈالا۔ تو جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفات کا ذکر ہو یا اللہ عزوجل کی صفات بیان کی جائیں یا اس کی ذات کا تذکرہ ہو۔ تو خاموش رہنا لازم ہے اور اس مقام پر زبان کو کنٹرول میں رکھنا ضروری ہے۔ جناب بکر بن عبداللہ نے بیان فرمایا۔ ایک آدمی کسی بادشاہ کا بہت مقرب تھا۔ وہ ہر روز بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو کر نصیحت کے طور پر کہا کرتا کہ احسان کرنے والے کے احسان کا بدلہ دو۔ برے آدمی کے ساتھ برائی سے پیش نہ آؤ۔ بدمزاج آدمی کے لئے اس کی بدمزاجی ہی کافی ہے۔ بادشاہ اس مقرب کی ان نصیحتوں کی وجہ سے اسے بہت پسند کرتا تھا۔ ایک آدمی نے اس پر حسد کیا اور بادشاہ سے کہا کہ آپ کا یہ مقرب آپ کے بارے میں کہتا ہے بادشاہ گندے منہ والا ہے۔ بادشاہ نے پوچھا اس بات کا ثبوت کیا ہے۔ اس نے کہا اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ جب آپ اسے اپنے قریب بلائیں گے۔ تو وہ اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لے گا۔ تاکہ بو سے بچ سکے۔ ادھر یہ حاسد اس مقرب کو اپنے گھر لے گیا اور اس کو خوب لہسن ڈالا ہوا کھانا کھلایا۔ اس کے بعد جب وہ بادشاہ کے ہاں آیا تو بادشاہ نے اسے اپنے قریب بلایا۔ تو اس نے اس خیال سے کہ بادشاہ کو لہسن کی بو نہ جائے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ وہ آدمی صحیح اور سچ کہہ رہا تھا۔ بادشاہ کا معمول تھا کہ وہ اپنے قلم سے خلعت یا انعام کا ہی حکم لکھا کرتا تھا۔ اس کے سواء کوئی حکم خود نہ لکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے عامل کو لکھا کہ اس خط کو لانے والے کی گردن فوراً اڑا دو اور اس کی کھال میں بھس بھر کر ہمارے پاس بھیج دو۔ مقرب جب یہ خط لے کر باہر نکلا۔ تو اس حاسد نے اس سے پوچھا یہ کیا ہے۔ اس نے جواب یہ خلعت کا حکم نامہ ہے۔ اس نے کہا تو یہ مجھے دیدو۔ چنانچہ اس مقرب نے وہ خط اسے دیدیا۔ اور وہ اس خط کو لیکر عامل کے پاس گیا اور خلعت مانگی۔ عامل نے کہا خط میں تو لکھا ہے کہ تجھے قتل کر کے تیری کھال میں بھس بھروا دوں۔ حاسد نے کہا یہ خط تو دوسرے آدمی کے لئے لکھا گیا تھا۔ تم بادشاہ سے دریافت کر لو۔ عامل نے کہا بادشاہ کے حکم میں چون و چرا کی جگہ نہیں ہوتی اور یہ کہہ کر اس حاسد کو قتل کروا دیا۔ دوسرے روز مقرب حسب معمول بادشاہ کے ہاں گیا اور پہلے کی طرح نصائح بیان کیں۔ بادشاہ بہت زیادہ حیران ہوا اور اس سے پوچھا کہ وہ میرے فرمان کا تو نے کیا کیا۔ اس نے جواب

marfat.com

یا۔ وہ مجھ سے افسر نے لے لیا تھا۔ بادشاہ نے کہا وہ تو کہتا تھا کہ تم مجھے گندے منہ والا کہتے ہو۔ مقرب نے کہا میں نے کبھی ایسی بات نہیں کی۔ بادشاہ نے پوچھا پھر تو نے میرے پاس آ کر اپنے منہ پر ہاتھ کس لئے رکھ لیا تھا۔ اس نے کہا امیر نے مجھے کھانے میں بہت سن کھلا ڈالا تھا۔ میں نے نہ چاہا کہ اس کی بو آپ تک پہنچے بادشاہ نے اسے کہا اب تم روزانہ نصیحت میں یہ بات بھی بیان کیا کرو کہ نسان کی خرابی کے لئے اس کا برا ہونا ہی کافی ہے۔ جس طرح کہ اس حاسد کا حال ہوا۔

☆ حضرت محمد ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے دینوی بات میں کسی پر حسد نہیں کیا' کیونکہ اس نعمت کے مقابلے میں جو سے جنت میں عطا ہوگی۔ دنیا بے اہمیت اور لایعنی شے ہے اور اگر وہ دوزخیوں میں سے ہے تو جب وہ دوزخ میں جلے گا تو دنیا کی کسی نعمت سے کچھ فائدہ نہ پا سکے گا۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی آدمی نے پوچھا کیا مومن حسد کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کیا تم حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے بیٹوں کو بھول گئے۔

☆ ہاں جب حسد سے انسان (حاسد) خود دکھی ہو اور کسی سے برا معاملہ نہ کرے تو اس کے حسد سے کچھ خرابی اور بگاڑ نہیں ہے۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو کوئی موت کو بکثرت یاد کرے گا وہ نہ خوش ہوگا اور نہ کسی دوسرے پر حسد کرے گا۔

حقیقت حسد

☆ حسد یہ ہے کہ کسی کی خوبی اور نعمت تمہیں اچھی نہ لگے اور تو اس کا اس آدمی سے زائل ہو جانا ہی پسند کرے۔ احادیث مبارکہ کی سے ایسا ارادہ کرنا حرام ہے کیونکہ ایسی حالت سے تقدیر الٰہی سے نارضامندی ظاہر ہوتی ہے اور اس صورت میں باطنی خباثت پائی تی ہے۔ ایسی نعمت جو تمہیں حاصل نہیں اور کسی دوسرے آدمی سے تو اس کا زوال چاہے۔ تو یہ باطن کی خباثت پر ہی ہو سکتا ہے۔ اگر میں یہ پسند ہے کہ وہ نعمت تمہیں بھی حاصل ہو جائے تو تم دوسروں کی ایسی نعمت کا برا نہ مناؤ (یعنی اس کا زوال نہ چاہو) اسے رشک اور ط کہا جاتا ہے اور یہ بات اگر دین کے کسی معاملہ میں ہو تو نیک ہے اور کبھی یہ واجب بھی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے۔

وَفِیْ ذَالِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ
(۷/۳۰ سورۃ مطففین آیت نمبر ۲۶)

ترجمہ: اور اس پر چاہئے کہ للچائیں للچانے والے
(کنز الایمان)

اور ایک مقام پر ارشاد ہوا۔

وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ
(پ ۲۷ سورۃ حدید آیت نمبر ۲۱)

ترجمہ: بڑھ کر چلو اپنے رب کی بخش کی طرف
(کنز الایمان)

☆ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ حسن دو آدمی کے واسطے ہوا کرتا ہے۔ ایک وہ جسے اللہ عزوجل نے مال اور علم عطا فرمایا ہو اور اس نے اپنے مال اور علم سے بالکل عین موافق خرچ کیا ہو اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ عزوجل نے بغیر مال کے یعنی صرف علم ہی عطا مایا ہو اور وہ یوں کہتا ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے بھی مال عطا فرماتا تو میں بھی ایسے ہی کرتا تو یہ دونوں حضرات ثواب میں برابر ہیں۔ اگر کوئی دمی اپنا مال فسق و فجور میں لگائے اور دوسرا آدمی کہے اگر میرے پاس بھی مال ہوتا تو میں بھی ایسے ہی کرتا۔ تو یہ دونوں گناہ میں برابر ں۔ پس اس موافقت کو بھی حسد کہیں گے بہر حال اس دوسرے کی نعمت میں ناپسندیدگی کا اظہار موجود نہیں ہے۔ ناپسندیدگی کی مقام

marfat.com

میں صحیح نہیں ہے۔ البتہ اس مال میں صحیح ہے جو کسی ظالم اور فاسق کو ملا ہو اور وہ اسے ظلم وفساد میں خرچ کر رہا ہو۔ تو ایسے مال کا زوال چاہنا صحیح اور جائز ہے کیونکہ اس حالت میں وہ حقیقتاً ظلم وفساد کا زوال چاہتا ہے۔ نہ کہ نعمت اور خوبی کا زوال۔ اس کی دولت سے ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرے گا یہاں ایک بہت ہی دقیق اور دلچسپ نکتہ ہے کسی کو اللہ عزوجل نے ایک نعمت عطا فرمائی ہو اور وہ آدمی بھی اپنے لئے ایسی ہی نعمت چاہتا ہو لیکن وہ نعمت اس آدمی کو نہ ملے۔ تو ہوسکتا ہے وہ اس تفاوت پر چپ رہے۔ تو دوسرے کی نعمت کے زوال سے یہ فرق اس کیلئے آسانی کے ساتھ نابود ہو جائے گا۔ اس آدمی کی طبیعت اس صفت سے پاک نہ رہے (کہ اگر مجھ اسی آدمی کی طرح مال مل جائے تو اس آدمی سے وہ نعمت نہ چھینی جائے) تب اللہ عزوجل کے ہاں پکڑ کا مستحق ہوگا۔

علاج حسد

☆ اے پیارے یہ علم رکھنا ضروری ہے کہ حسد دل کی ایک بہت بڑی بیماری ہے اس کا علاج علمی اور عملی معجون سے کیا جائے گا۔ عملی طریقہ یا عملی علاج یہ ہے کہ انسان سوچے کہ حسد دارین میں حاسد کے نقصان اور محسود کے نفع کا باعث ہے۔ حاسد کا دنیاوی نقصان تو یوں ہے کہ حاسد ہمیشہ دکھ اور غم میں گرفتار رہتا ہے۔ کیونکہ کوئی لمحہ بھی ایسا نہ ہوگا جب اللہ عزوجل کا کرم اور فضل بندے کے شامل حال نہ ہو اور حاسد یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا دشمن دکھ اور غم میں ہی گرفتار رہے جبکہ اس کے برخلاف وہ خود دکھ اور غم میں مبتلا رہتا ہے۔ ایسے ہی جو برائی اور بلا دشمن کے لئے پسند کرتا ہے۔ وہ خود اسکے نصیبے میں آئی اور حسد سب سے بڑی برائی ہے۔ حسدے سے دشمن کا کچھ نقصان نہیں ہوتا کیونکہ تقدیر میں اسی کے مطابق اسے ملنے والی نعمت کی ایک مدت مقرر ہے۔ اس میں آگے پیچھے اور کمی وبیشی کا دخل نہیں ہے کیونکہ سرنوشت ازلی یہی تھی۔ کچھ اسے طالع نیک سے تعبیر کرتے ہیں بہرحال کچھ کہہ لیں لیکن تمام اس بات پر متفق ہیں اس سرنوشت میں ردوبدل کی گنجائش نہیں۔

☆ بیان کیا گیا ہے کہ ایک اللہ کے نبی کسی عورت سے بہت عاجز تھے۔ وہ ان پر غلبہ کر گئی تھی وہ اللہ عزوجل سے اس کے بارے عرض کرتے اور شکایت کرتے تو ایک دن وحی اتری۔ **فرمن قد امها حتی تنقضی ایا مها** (اس کے سامنے سے بھاگ جاتا تاکہ اس پر موت گزر جائے) کیونکہ وہ مدت جس کا اندازہ شروع میں ہو چکا ہے کبھی تبدیل نہ ہوگا۔ ایک اور نبی کسی بلا میں ابتلاء ہوئے بہت کچھ دعا ومناجات اور گریہ وزاری کی۔ تب وحی آئی کہ جس دن زمین اور آسمان پیدا کئے گئے۔ تمہاری قسمت لکھ دی گئی تھی کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہاری قسمت پھر سے لکھی جائے۔

☆ اگر کوئی آدمی پسند کرے کہ اس کے حسد کرنے سے نعمت کا زوال ہو۔ تو اس کا بھی نقصان ہوگا۔ اس طرح ہوگا کہ دوسرے پر حسد سے اپنی نعمت بھی کھودے گا۔ اور کافروں کے حسد کرنے سے اس کے ایمان کی نعمت ہی جاتی رہے۔ جیسے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔

ودت طائفة من اهل الكتب لو يضلونكم ترجمہ: کتابیوں کا ایک گروہ دل سے چاہتا ہے کہ کسی طرح تمہیں گمراہ کردیں۔ (کنز الایمان)

(پ۳ سورہ آل عمران آیت ۶۹)

☆ تو حسد سے بالفعل حسد کرنے والے کا ضرر ہے اور آخر کا نقصان تو اس سے کہیں زیادہ ہوگا کیونکہ وہ تقدیر باری تعالیٰ سے خفا ہوا ہے اور اس تقسیم وقسمت کا منکر ہے۔ جسے اللہ عزوجل نے کمال حکمت سے متعین فرمایا ہے اور کوئی اس راز سے واقف نہیں اور پس اللہ

marfat.com

عزوجل کی بارگاہ میں اس سے بڑھ کر اور کوتاہی کیا ہوگی۔ اس کے علاوہ حسد سے مسلمانوں کے ساتھ بھی بے مروتی اور نامہربانی کا اظہار ہوتا ہے کہ اس حسد کرنے والے نے اس کی بدخواہی کی اور آرزو میں شیطان کا شکار ہوا اور اس سے برتر کیا شامت ہوگی۔ دنیا میں حسد کرنے والے کا نقصان یہ تھا اور جس پر حسد کیا گیا اس کا نفع و فائدہ یہ ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ حاسد ہمیشہ رنج میں رہے اور واضح ہے حسد سے بڑھ کر رنج و غم کیا ہوگا؟ کیونکہ حسد کرنے والے کے علاوہ کوئی اور ظالم اس طرح کا نہیں۔ جو مظلوم سے مشابہت رکھے اور جس پر حسد کیا گیا وہ سنے گا کہ حسد کرنے والا مر گیا۔ اور اسے پتہ چلے گا کہ حسد کے عذاب سے اسے خلاصی مل گئی۔ تو وہ رنجیدہ ہوگا کیونکہ وہ تو یہ پسند کرتا ہے کہ نعمت کی وجہ سے ہمیشہ حسد کیا جاتا رہے اور حسد کرنے والا حسد کے دکھ اور غم میں گرفتار رہے۔ جس پر حسد کیا جاتا ہے۔ اس کی اپنی مظلومیت یہ ہے۔ حسد کرنے والے کے حسد کی وجہ سے وہ مظلوم بنا اور ہوسکتا ہے۔ زبان یا معاملات سے اس پر ظلم کیا جائے۔ اس حالت میں تیری نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھ دی جائیں گی اور اس کے گناہ تیری گردن پر ڈال دیئے جائیں گے۔ میں تو نے پسند کیا تھا کہ دنیا کی نعمت اس سے ختم ہو جائے لیکن کوئی زوال نہ آیا اور اس کی آخرت کی نعمت میں بھی زیادتی ہوئی اور دنیا میں تیرا عذاب بالفعل ہوا اور اپنے آخرت کے عذاب کی بنیاد بھی تو نے رکھ دی۔

☆ تجھے تو بس یہی تصور رہا کہ تو اپنا دوست ہے اور اس (محسود) کا دشمن ہے لیکن جب تو سوچے گا تو اس کے برخلاف ہے یعنی تو اس کا دوست اور اپنا دشمن ہے تو اپنے آپ کو رنجیدہ رکھتا ہے اور شیطان کو جو تیرا بہت بڑا دشمن ہے اسے تو خوش و خرم۔ کیونکہ جب شیطان نے دیکھا کہ تیرے پاس علم کی نعمت' زور اور مال و دولت اور رعب و مرتبہ نہیں ہے تو اسے خطرہ ہوا کہ کہیں تجھے آخرت کا ثواب نہ مل جائے۔ تو اس نے پسند کیا کہ یہ آخرت کا ثواب بھی تجھے نہ مل سکے اور جیسا شیطان نے پسند کیا ویسے ہی ہوا۔ کیونکہ جو عالموں اور دینداروں کو محبوب رکھتا ہے' ان کی جاہ و حشمت سے شاد ہوتا ہے۔ وہ کل قیامت کو ان کے ساتھ رہے گا۔ کہا گیا مرد وہ ہے جو عالم ہو' متعلم ہو یا انہیں دوست رکھنے والا ہے اور حاسد ان تینوں خوبیوں سے محروم ہوتا ہے۔ حاسد کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جو دشمن کو مارنے کی خاطر پتھر پھینکے لیکن وہ پتھر دشمن کو لگنے کی بجائے پلٹ کر مارنے والے آدمی کی ہی سیدھی آنکھ پر پڑے اور وہ پھوٹ جائے۔ اب غصہ اور بڑھ گیا اور دوسری دفعہ اور قوت سے پتھر مارا لیکن اس دفعہ بھی وہ دشمن کو نہ لگا اور پلٹ کر اسے ہی پڑا اور دوسری آنکھ کا بھی وہی حال ہوا۔ جو پہلی کا ہوا تھا۔ تیسری دفعہ اس نے پھر پتھر پھینکا۔ اس بار اس کا سر ہی پھٹ گیا جبکہ دشمن محفوظ و سلامت رہا۔ اس کے دشمن اسے دیکھتے ہیں اور اس کے حال پر ہنستے ہیں۔ حاسد کا بھی یہی حال ہے۔ اس کے ساتھ بھی شیطان ایسے ہی مذاق کرتا ہے یہ تمام آفات حسد کی ہیں۔ اگر حسد اس بات پر کرے کہ ہاتھ اور زبان سے ستم ڈھائے غیبت کرے جھوٹ بولے اور سچ بات کا انکار کرے تو اسی کا مظلمہ بہت ہی بڑا ہوگا تو جو آدمی یہ معلوم کرے کہ حسد ایک مار ڈالنے والا زہر ہے۔ اگر وہ عقلمند ہے تو لازماً اسے (حسد) دور کرے گا۔

☆ حسد کا عملی علاج کچھ اس طرح ہے کہ مجاہدہ سے حسد کی وجوہات اور اسباب کو باطن سے نکال کر پھینک دے کیونکہ حسد کا باعث تکبر و غرور عداوت اور مال و جاہ کی چاہت اور طلب ہے۔ جیسے کہ ہم ختم کے سلسلہ میں بیان کرنے والے ہیں۔ تو ان سب اسباب کو مجاہدہ کے ذریعے دل سے خارج کر دے یہ گویا سہل ہے کہ حسد بالفعل باقی ہی نہ رہے پھر جب حسد پیدا ہو تو اس کی گرفت ایسے کرے کہ جو بات بنائے وہ حسد ہو اس کے برعکس کرے۔ جیسے حسد کا جذب اس بات پر برانگیختہ کرے کہ تم محسود کی برائی کرو تو تم اس

marfat.com

کی تعریف کرو اور جب غرور پر ابھارے تو تم عاجزی و انکساری اپنا لو اور حسد کا جذبہ یہ چاہے کہ محسود کی نعمت کے زوال میں سعی کرو تو تم محسود سے معاونت کرو۔ (تاکہ اس کی دولت زوال سے بچی رہے) اور علاج عظیم یہ ہے کہ غیبت یعنی اس کی عدم موجودگی میں اس کی ثناء کرے اور اس کے مقصد کی براری میں جدوجہد کرنے والا ہوتا کہ وہ سن کر شاد ہو جب تعریف کیا گیا شاد ہوگا تو اس کا عکس تمہارے دل پر بھی پڑے گا اور اس سے تمہارا دل بھی شاد ہوگا اور باہمی دشمنی و عداوت باقی نہ رہے گی۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے۔

الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم (پ ۲۱ سورہ حم سجدہ آیت ۳۴)

ترجمہ! اے سننے والے برائی کو بھلائی سے ٹال وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمن تھی ایسا ہو جائے گا جیسے کہ گہرا دوست۔ (کنز الایمان)

تلخ دوا

☆ اس موقعہ پر ابلیس تمہیں کہے گا اگر تم دشمن کی تعریف کرو گے اور عاجزی اپنا لو گے تو یہ تمہاری عاجزی کا ثبوت ہوگا تو تمہیں اختیار ہے کہ تم حق کے تابع بن جاؤ یا شیطان لعین کا کہنا پورا کرو۔ یہ دوا اور علاج جو ہم نے پیش کیا بہت ہی فائدہ بخش ہے۔ لیکن یہ دوا تلخ ہے۔ اس پر وہی آدمی صابر ہوگا۔ جو قوت علمی رکھتا ہو اور جانتا ہو کہ دونوں جہانوں کی بھلائی و نجات اس میں ہے اور حسد میں دارین کی خرابی ہے اور کوئی دوا ایسی نہیں جس میں تلخی اور کڑواہٹ نہ ہو اور تکلیف برداشت کرنی پڑی۔ پس تم اس بات کا لحاظ اور خیال نہ کرو اور بیماری میں دوا کی تکلیف تو بہر حال اٹھانی ہی پڑتی ہے۔ تاکہ تندرستی حاصل ہو۔ نہیں تو مرض جان ہلاک کرنے والا ثابت ہوگا۔ یہ مشقت اور بھی بڑھ جائے گی۔

☆ اے پیارے اگر تم بہت زیادہ مجاہدہ کرو گے تو تم ضرور اس آدمی میں جس نے تمہیں تنگ کیا ہے اور اس میں جو تمہارا دوست ہے۔ بہر حال فرق پاؤ گے۔ ان دونوں کی مشقت اور نعمت تمہارے نزدیک یکساں نہ ہوگی۔ بلکہ تم دشمن کی نعمت سے بالطبع ضرور ناپسندیدگی کا اظہار کرو گے اور طبیعت کی تبدیلی تمہارے اختیار میں نہیں رکھی گئی۔ کیونکہ یہ امر تمہاری طاقت و قدرت سے باہر ہے اور نہ ان اشیا کے تم مکلف ہو۔ ایک یہ قول اور فعل کے اس بات کو آشکارانہ کرو دوسرا یہ کہ عقل کی مدد سے حسد سے بیزار رہو اور کوشش کرو کہ حسد دفع ہو جائے۔ جب تم اس حد تک کر لو گے۔ تو حسد کی مصیبت سے خلاصی پا جاؤ گے اگر قول فعل سے اظہار نہ کیا اور دل میں ناپسندیدگی اختیار نہ کی تو کچھ حضرات کے قول کے مطابق اس کی وجہ سے اللہ عزوجل کے دربار میں پکڑ کے مستحق ٹھہرو گے کیونکہ حسد حرام ہے اور یہ دل کا عمل ہے جسم کا عمل نہیں ہے اور جو کہ ایک مسلمان کی تکلیف اور بلا کا چاہنے والا ہوتا ہے اور اس کی شادمانی سے رنجیدہ ہوتا ہے تو لازماً ماخوذ ہوگا۔ مگر یہ کہ اس صفت (حسد) سے ناپسندیدگی کا اظہار کرے۔ تب اس کی بلاء سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ لیکن وہ آدمی اس طرح حسد سے چھوٹ سکتا ہے کہ اس پر غلبہ تو حسد کا ہو اور وہ کسی کو دوست اور دشمن نہ جانے بلکہ تمام کو بندگی کی آنکھ سے دیکھے اور سب کاموں کا کرنے والا (حقیقی طور پر) اللہ عزوجل کو جانے۔ یہ صفت بہت کم پائی جانے والی ہے۔ یہ بجلی کی مانند آشکارا ہوتی ہے اور چلی جاتی ہے۔ عموماً قائم نہیں رہتی (واللہ اعلم بالصواب)

marfat.com

اصل نمبر ۵

علاج حب دنیا' حب دنیا تمام گناہوں کی جڑ ہے

☆ اے پیارے یہ علم رکھنا ضروری ہے۔ بے وفا دنیا کی محبت سب گناہوں کی بنیاد دراصل ہے اور اس کی دوستی تمام بلاؤں کی جڑ ہے۔ اس سے بڑھ کر بد بخت کون ہوگا؟ جو اللہ عزوجل کے دشمن اور اللہ عزوجل کو دوست رکھنے والوں کے دشمن اور ان کے دشمنوں کا دشمن ہے۔ اللہ عزوجل کا دشمن تو ایسے کہ دنیا کی محبت اللہ عزوجل کے بندوں کو اللہ عزوجل سے باز رکھتی ہے اور اللہ عزوجل کے دوستوں سے دشمن اس طرح کہ دنیا اللہ عزوجل کے دوستوں کے لئے اپنے آپ کو بنا سنوار کر رکھتی ہے اور بن سج کر ان کے سامنے آتی ہے۔ تا کہ وہ اس پر جو کریں اور کڑوا شربت نوش کریں اور اس کا رنج برداشت کریں اور دشمنان خدا سے دشمنی ایسے کہ دھوکہ اور حیلہ سے انہیں اپنی جانب مائل کرتی ہے اور جب وہ اس پر عاشق ہو جاتے ہیں تو پھر ان سے بھاگ جاتی ہے اور ان کے دشمنوں سے جا ملتی ہے یہ اس بدکار رنڈی کی مانند ہے جو ایک مرد کو چھوڑ کر دوسرے مرد کے پاس جاتی ہے۔

☆ انسان اس دنیا میں اپنے آپ کو کبھی اس کے دکھ میں اور کبھی اس کی جدائی میں مار ڈالتا ہے اور آخرت میں اللہ عزوجل کے عذاب اور اس کی ناراضگی کو دیکھتا ہے۔ دنیا کے دھوکے کے جال سے وہ آدمی ہی محفوظ ہوتا ہے جو فی الواقع اس کی بلاؤں کو پہچانتا ہے اور اس سے اجتناب کرتا ہے۔ مثال کے طور پر جیسے جادو سے بچا جاتا ہے اور اجتناب کیا جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا دنیا سے اجتناب کرو۔ یہ ہاروت و ماروت سے زیادہ جادوگر ہے۔

☆ اس کتاب کے تیسرے عنوان میں حقیقت دنیا' اس کے دھوکے اور بلاء و مصیبت کا بیان گزر گیا ہے۔ یہاں ہم ان احادیث کو لائیں گے۔ جو دنیا کی برائی کے بارے آئی ہیں۔ قرآن پاک کی آیات میں اس بارے میں بکثرت ہیں۔ قرآن پاک اور دیگر آسمانی کتابوں کے نزول اور رسول کی بعثت سے یہی غرض ہے کہ بندوں کو دنیا سے علیحدہ کر کے آخرت کی دعوت دیں اور دنیا کی مصیبت و بلا و حقیقت سے لوگوں کو خبردار کریں تا کہ لوگ اس سے بچیں اور اجتناب کریں۔

مذمت دنیا میں احادیث

☆ ایک دن آقا علیہ الصلوۃ والسلام ایک مردار بکری کے پاس سے گزرے آپ نے فرمایا دیکھ رہے ہو۔ یہ مردار کس طرح ذلیل و رسوا ہے۔ کوئی اسے دیکھتا بھی نہیں۔ قسم ہے اس معبود کی جس کے دست قدرت میں میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ دنیا اللہ عزوجل کے حضور اس مردار سے بھی بڑھ کر ذلیل و خوار ہے۔ اگر اللہ عزوجل کے نزدیک اس کی اہمیت ایک ذرہ کے برابر بھی ہوتی۔ تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا۔ حضور علیہ الصلوۃ السلام نے فرمایا۔ دنیا پر لعنت کی گئی ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے ان چیزوں کے علاوہ جو اللہ عزوجل کی خاطر ہوں اور فرمایا دنیا کی محبت پر گناہوں کی اصل ہے۔ ایک جگہ فرمایا؟ جو دنیا کو دوست رکھتا ہے۔ اس کی آخرت ضائع ہوگئی اور جو آخرت کو محبوب رکھتا ہے اس کی دنیا بگڑ جاتی ہے۔ تو تم اپنے چھوڑنے والی کو اپنا والی نہ بناؤ۔

marfat.com

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ایک روز میں حضرت امیر المومنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا۔ آپ کے پاس ایسا پانی پیش کیا گیا جس میں شہد ڈالا ہوا تھا۔ جب آپ اسے اپنے منہ کے نزدیک لے گئے تا کہ پئیں لیکن آپ نے اسے نوش فرمایا اور آپ نے رونا شروع کر دیا اور حاضرین بھی رونے لگے۔ کچھ دیر بعد آپ دوبارہ رونے لگ گئے اور کسی کو یہ ہمت نہ ہو سکی۔ آپ سے رونے کی وجہ پوچھ لے۔ جب آپ نے آنکھوں سے آنسو پونچھے۔ تب حاضرین میں کچھ حضرات نے عرض کی۔ امیر المومنین آپ کے رونے کا باعث کیا تھا؟ آپ نے جواب میں فرمایا میں ایک مرتبہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضور بیٹھا تھا۔ میں نے دیکھا آپ اپنے مبارک ہاتھوں کی شے کو دور فرما رہے ہیں اور کوئی شے نظر بھی نہ آ رہی تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ کیا شے ہے۔ جسے آپ اپنے مبارک ہاتھ سے دور فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ دنیا ہے جو میرے پاس آنا چاہتی ہے میں نے اسے دفع کر دیا تھا۔ وہ دوبارہ آئی اور کہا اگر آپ نے مجھے ترک کر دیا تو کیا ہوا۔ آپ کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو مجھے ترک نہیں کریں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے مجھے اس وقت خطرہ محسوس ہوا۔ کہیں میں اس کے ہاتھ نہ لگ جاؤں۔

☆ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اللہ عزوجل کے نزدیک دنیا تمام مخلوقات سے بڑھ کر ناپسندیدہ ہے اور جب سے دنیا کو فرمایا ہے اس پر اللہ عزوجل نے کبھی نظر نہیں فرمائی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک فرمان ہے دنیا خانہ بدوشوں کا گھر اور مفلسوں کا مال ہے دنیا وہ جمع کرے جو عقلمند نہ ہو۔ اور اس کی چاہت میں کسی سے دشمنی وہ رکھے۔ جو بے علم ہو اور دنیا پر وہ حسد کرے۔ جو فقہ سے غافل ہو اور دنیا کی چاہت وہ آدمی کرے۔ جسے علم یقین حاصل نہ ہوا ہو۔

☆ ایک اور فرمان عالیشان ہے جو صبح اٹھے اور اکثر اس کی غرض دنیا ہو تو وہ اللہ کے بندوں میں سے نہیں کیونکہ اس کی جگہ دوزخ ہے اور یہ چار اشیاء اس کے دل میں ہمیشہ رہیں گے۔

۱- ایسا غم جو کبھی دفع نہ ہو سکے۔ ۲- ایسی مشغولیت جو ہرگز ختم نہ ہو۔

۳- ایسی غربت و افلاس جو ہرگز تونگری کا منہ دیکھے اور ۴- ایسی امید جسے کبھی ثبات نہ ہو۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! ایک دن آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے فرمایا۔ تم پسند کرتے ہو۔ میں تمہیں دنیا کا حال بتلا دوں۔ تب آپ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ایک بار ایسی جگہ لے گئے جہاں لوگوں اور بکریوں کے سروں کی ہڈیاں پڑی تھیں اور غلاظت کے ڈھیر تھے۔ آپ نے فرمایا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ سر جنہیں تم دیکھ رہے ہو یہ ہمارے اور تمہارے سروں کی مانند تھے اور آج ان کی ہڈیاں باقی ہیں اور یہ بھی عنقریب گل سڑ کر مٹی ہو جائیں گی اور یہ نجاست و غلاظت طرح طرح کے کھانے ہیں۔ جو بڑی تگ و دو سے حاصل کئے گئے تھے۔ ان کا یہ انجام ہوا تمام لوگ ان سے کراہت کر رہے ہیں اور یہ دھجیاں ان شاندار کپڑوں کی ہیں۔ جنہیں ہوا اڑاتی تھی اور یہ ہڈیاں ان چوپایوں کی ہیں جن کی پشت پر سوار ہو کر لوگ دنیا کی سیر کرتے تھے۔ حقیقت دنیا یہی ہے جو پسند کرتا ہے وہ دنیا پر روئے اسے رونے دو۔ کیونکہ یہ رونے ہی کی جگہ ہے۔ تو جتنے حضرات بھی اس وقت موجود تھے سب رونے لگے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک فرمان مبارک ہے۔ جب سے دنیا کو بنایا گیا ہے۔ یہ آسمان اور زمین کے مابین معلق ہے اور اللہ عزوجل نے اس پر نظر نہیں فرمائی ہے۔ وہ قیامت میں عرض کرے گی اے اللہ عزوجل مجھے اپنے کسی سب سے کم درجہ بندے کو ہی سونپ دے۔

marfat.com

عزوجل ارشاد فرمائے اے ناچیز خاموش رہ۔ جب میں نے یہ نہیں چاہا کہ تو دنیا میں کسی کی ملک ہو۔ تو کیا آج میں یہ چاہوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور فرمان مبارک ہے قیامت میں کچھ لوگ ایسے آئیں گے جن کے اعمال پہاڑوں کی طرح ہوں گے وہ تمام دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا یہ لوگ نماز پڑھنے والے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں یہ نماز پڑھتے تھے روزے رکھتے تھے اور شب بیداری کرتے تھے لیکن دنیا کے مال اور سامان پر دل دیتے تھے۔

☆ ایک دن آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کاشانہ نبوت سے باہر تشریف لائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب فرمایا۔ تم میں سے کون ایسا ہے جو اندھا ہے اور اللہ عزوجل اسے بینا فرمادے۔ یہ علم رکھنا لازمی ہے جو کوئی دنیا کی طرف میلان رکھے اور طول امل سے کام لے۔ اللہ عزوجل اس کے دل کو اس کے مطابق اندھا کر دیتا ہے اور جو کوئی دنیا میں زاہد ہو اور طول امل (لمبی امید) سے کام نہ لے۔ اللہ عزوجل اسے علم عطا فرمائے گا کسی سے سیکھنے اور رہنما کے علاوہ اس کی رہنمائی فرمائے گا۔

☆ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مسجد نبوی شریف میں تشریف لائے تو حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے بحرین سے جو مال روانہ کیا تھا۔ انصار کو اس کے بارے معلوم ہوگیا۔ صبح کی نماز کے وقت ان حضرات کا رش لگ گیا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے فارغ ہوئے۔ تو تمام حضرات آپ کے سامنے کھڑے رہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرائے اور پوچھا کہ ممکن ہے تم جان گئے ہو۔ کچھ رقم آئی ہے۔ لوگوں نے عرض جی ہاں معاملہ ایسے ہی ہے۔ آپ نے فرمایا تمہیں خوشخبری ہو۔ تمہیں آئندہ ایسے معاملات پیش آئیں گے۔ جن سے تمہیں خوشی ہوگی اور میں تمہارے معاملہ میں فقر اور تنگ دستی سے خوف نہیں کرتا۔ مجھے اس بات کا خطرہ ہے کہ تمہیں بھی مال دنیا بکثرت دیا جائے۔ جیسے تم سے قبل لوگوں کو دیا گیا اور تم اس ایسے فخر کرنے لگ جاؤ۔ جیسے تم سے قبل لوگوں نے کیا تھا اور تم ایسے ہی ہلاک ہو جاؤ جیسے پہلے لوگ ہلاک ہوئے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ دل کو کسی طرح بھی دنیا کی یاد سے نہ لگاؤ۔

☆ غور کرو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کے ذکر سے بھی باز رکھا اس کی تلاش اور محبت کا ذکر کیا کرنا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک ڈاچی تھی۔ جس کا نام عبنا تھا۔ یہ سب اونٹوں سے بڑھ کر تیز رفتار تھی۔ ایک روز ایک اعرابی ایک اونٹ لے کر آیا دونوں کو دوڑایا گیا اس اعرابی کا اونٹ عبا سے سبقت لے گیا۔ مسلمان بہت رنجیدہ خاطر ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ بے شک اللہ عزوجل نے دنیا کی کسی شے کو کامیابی نہیں بخشی۔ جو اسے پست نہ کرے (جسے سرفرازی ہوئی اس کو پستی سے بھی دوچار ہونا پڑا ہے) اور فرمایا دنیا تمہاری طرف متوجہ ہوگی اور تمہارے دین کو ضائع کر دے گی۔ بالکل ایسے ہے آگ لکڑیوں کو جلا ڈالتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے فرمایا ہے دنیا کو ساتھی مت بناؤ تاکہ وہ تمہیں غلام نہ بنالے۔ خزانہ ایسا رکھو جو ضائع نہ ہو اور ایسے آدمی کے پاس رکھو جو اسے ضائع کر دے۔ کیونکہ دنیا کا خزانہ آفت سے پاک نہیں اور جو خزانہ اللہ عزوجل کے لئے وہ ہر بلا سے مامون رہے گا اور دنیا اور آخرت باہم ضد میں ہیں۔ جتنا اسے کوئی خوش کریگا وہ اتنا ہی ناخوش ہوگی۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ میں نے تمہارے سامنے دنیا کو خاک میں پھینک دیا۔ تم اسے دوبارہ مت اٹھانا کیونکہ اس کی ایک خباثت بہت کافی ہے کہ اس میں اللہ عزوجل کی معصیت ہوتی ہے۔ اس کی ایک خصلت یہ بھی ہے جب انسان اسے نہ چھوڑے اس وقت تک آخرت کی

marfat.com

دولت کو نہیں پا سکتا۔ تو دنیا سے درگزر اور اس کی وفاداری میں مصروف نہ ہو۔

عظیم تقصیر

☆ یہ بات معلوم رکھنا لازم ہے کہ تمام کوتاہیوں میں سب سے بڑی کوتاہی حب دنیا اور شہوت پرستی ہے اور اس کا نتیجہ غم ہے آپ نے یہ بھی فرمایا جیسے آگ اور پانی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے ایسے ہی دنیا اور آخرت ایک دل میں جمع نہ ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ نبینا وعلہ السلام سے لوگوں نے معلوم کیا اگر آپ رہنے کی خاطر ایک گھر بنالیں تو کیا مضائقہ۔ آپ فرمایا' دوسروں کے پرانے گھر ہمارے لئے کافی ہیں' ایک روز آپ کے سر پر برق و باراں کا طوفان آ گیا۔ آپ بھاگنے لگے تا کہ کوئی پناہ کی جگہ مل جائے۔ آپ ایک جھونپڑی نظر پڑی۔ آپ وہاں گئے لیکن اس میں ایک عورت موجود تھی۔ اس لئے وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ پھر ایک غار دیکھا دیا۔ آپ نے اس میں پناہ لینا چاہی۔ دیکھا تو وہاں ایک شیر موجود تھا۔ آپ وہاں بھی پناہ نہ لے سکے اور بھاگے تب آپ نے فرمایا اے اللہ عزوجل تو نے جسے پیدا فرمایا۔ اسے تو نے ایک آرام کی جگہ بھی عطا فرمائی ہے لیکن میرے لئے کوئی آرام کی جگہ نہیں۔ آپ پر وحی اتری کہ آپ کا ٹھکانہ میری رحمت کا گھر (جنت) ہے۔ میں آپ کو سو حوریں ایسی عطا فرماؤں گا۔ جنہیں میں نے اپنے دست لطف وکرم سے بنایا ہے اور چار ہزار سال تک تمہاری شادی کا جشن منایا جاتا رہے گا۔ جس کا ہر دن دنیا کی عمر کے برابر ہوگا اور میں منادی کو فرماؤں گا کہ وہ یہ اعلان کرے اے دنیا کے زاہدو' یہاں آؤ' تم سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شادی میں شرکت کرو اور وہ تمام تمہاری شادی میں شامل ہوں گے۔

☆ ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام اپنے حواریوں کے ساتھ ایک شہر میں پہنچے۔ حواریوں نے وہاں کے سب لوگوں کو مردہ پایا۔ آپ نے حواریوں سے فرمایا۔ اے دوستوں یہ تمام کے تمام اللہ عزوجل کے غیظ وغضب سے ہلاک ہو گئے ہیں۔ ورنہ یہ تمام زمین کی تہہ میں ہوتے۔

☆ حواریوں نے عرض کی ہم یہ جاننا چاہتے ہیں۔ ان پر اللہ عزوجل کا غضب نازل کیوں ہوا؟ جب یہ تمام لوگ رات کو شہر میں سوئے۔ تو حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام ایک بلند جگہ پر تشریف فرما ہوئے اور پکار کر فرمایا اے شہر والو۔ ان مردوں میں سے ایک نے جواب دیا لبیک اے روح اللہ آپ نے فرمایا' تمہارا کیا قصہ ہے؟ (یہ عذاب کیوں اترا) اس نے جواب دیا ہم رات آرام سے محو خواب تھے لیکن صبح کے وقت اپنے آپ کو دوزخ میں پایا۔ (آپ نے فرمایا ایسا کیوں ہوا) اس نے کہا اس وجہ سے کہ ہم دنیا کو محبوب رکھتے تھے اور اصل معصیت کی تابعداری کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ تم دنیا کو کیسے محبوب رکھتے تھے۔ اس نے جواب دیا جیسے بچہ ماں کو محبوب و دوست رکھتا ہے۔ بعینہ اس طرح کہ جب وہ آتی ہے تو وہ شاد ہوتا ہے اور جب چلی جاتی ہے تو غمزدہ ہوتا ہے آپ نے فرمایا یہ دوسرے حضرات جواب کیوں نہیں دیتے اس نے کہا ان میں سے ہر ایک کے منہ پر آگ کی لگام چڑھائی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا پھر تم کیسے کلام کر رہے ہو؟ اس نے جواب میں کہا میں ان لوگوں میں موجود تو تھا لیکن میں ان کی معصیت میں شامل نہ تھا۔ جب عذاب اترا تو میں بھی اس زد میں آ گیا اور اب دوزخ کے کنارے پر کھڑا ہوں اور میں یہ علم نہیں رکھتا کہ نجات مل جائے گی یا دوزخ میں ڈال دیا جاؤں گا۔ تو اس پر حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے فرمایا۔ اے حواریوں جو کی روٹی نمک تناول کرنا کپڑے موٹے پہننا اور مزبلہ (گھورے

marfat.com

پڑھ کر سو رہنا' دین و دنیا کی بھلائی کے ساتھ' اس سے کہیں بہتر ہے۔ اے لوگوں تھوڑی دینا پر قناعت کرو دین کی سلامتی کے ساتھ جیسے ان لوگوں نے دنیا کی سلامتی کے ساتھ تھوڑے دین پر قناعت کی۔ تم اس کے برخلاف کرو اور فرمایا کمینے لوگ جو ثواب کے لئے دنیا کی چاہت کرتے ہیں۔ اگر یہ دنیا کو چھوڑ دیں تو زیادہ ثواب حاصل کریں گے۔

☆ بیان کیا گیا ہے ایک روز حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ السلام تخت رواں پر سوار جا رہے تھے پرندے اور جن و پریاں آپ سے جلو میں تھے۔ (اتفاقاً آپ کا گزر بنی اسرائیل کے ایک عابد کے پاس سے ہوا۔ اس نے کہا اے ابن داؤد علیٰ نبینا وعلیہ اسلام حق تعالیٰ نے آپ کو بہت شان و شوکت بخشی ہے آپ نے فرمایا مومن کے نامہ اعمال میں ایک تسبیح کا ثواب سلیمان کی اس بادشاہی سے اولیٰ ہے کیونکہ وہ تسبیح باقی رہنے والی ہے اور سلطنت و بادشاہت باقی رہنے والی نہیں۔ حدیث مبارکہ میں وارد ہوا جب حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے گندم کا دانہ کھایا تو آپ کو جائے ضرورت (بیت الخلاء) کی جستجو ہوئی ادھر ادھر جگہ کے متلاشی تھے۔ اللہ عزوجل نے آپ کے پاس فرشتے کو بھیجا کہ جاؤ اور معلوم کرو کیا تلاش کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا رفع حاجت کے لئے جگہ ڈھونڈ رہا ہوں اور فرشتے نے کہا گندم کے دانے کے علاوہ اور کسی شے میں یہ خاصیت نہیں (کہ اس کے کھانے سے رفع حاجت کی ضرورت پیش آئے) اے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام اب آپ کیا رفع حاجت کریں گے۔ جنت کی نہروں میں یا جنت کے درختوں کے نیچے' دنیا میں جاؤ کیونکہ اس قسم کی نجاستوں کی وہی جگہ ہے۔

☆ حدیث مبارک میں آیا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ السلام سے معلوم کیا آپ نے اس طویل عمر میں دنیا کو کیسا پایا۔ آپ نے فرمایا۔ دروازے والے گھر کی مانند' ایک دروازے سے اس میں گیا اور دوسرے دروازے سے اس سے نکل گیا۔ لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام سے درخواست ہمیں ایسی چیز سکھا دیں جس کی وجہ سے اللہ عزوجل ہم سے پیار کرے۔ آپ فرمایا تم دنیا کو اپنا دشمن جانو۔ اس پر تمہیں اللہ عزوجل دوست رکھے گا۔ بس دنیا کی برائی اور مذمت اس حد تک احادیث و اخبار میں ہے کہ شمار ممکن نہیں۔

اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

☆ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے دنیا کی برائی میں بہت سے اقوال ہیں ان سے کچھ یہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے یہ چھ کام کر لئے اس نے جنت طلبی اور دوزخ سے بچنے کا کوئی عمل نہیں چھوڑا۔

۱ - اللہ تعالیٰ کو جانا اور اس کے حکم کو پورا کیا۔

۲ - شیطان کو جانا اور اس کی مخالفت پر کمر باندھی۔

۳ - حق بات سمجھ کر اس پر پختگی سے ثابت قدم رہا۔

۴ - ناحق بات کو سمجھا اور اس سے دستبردار ہوا۔

۵ - دنیا کو پہچانا اور اسے چھوڑا اور

marfat.com

۶- آخرت کو پہچانا اور اس کی چاہت میں قائم رہا۔

☆ کسی عقلمند نے کہا دنیا کا جو کچھ بھی مال تجھے دیں وہ کسی اور کا ہوگا اور تیرے بعد بھی وہ کسی اور ہی کو ملے گا۔ اس سے دل نہ لگا۔ کیونکہ دنیا سے تیرا نصیب صبح و شام کے کھانے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ تو اتنے کے واسطے خود تباہ و برباد نہ کر۔ دنیا کو بالکل چھوڑ دے تاکہ تمہیں آخرت میں کوئی مرتبہ اور مقام مل سکے کیونکہ دنیا اور دنیا کا سامان حرص و ہوا کا سرمایہ ہے اور اس کا فائدہ جہنم کا غار ہے۔

☆ حضرت شیخ ابو حازم رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے معلوم کیا کہ میں دنیا کو عزیز رکھتا ہوں۔ میں کیا طریقہ اختیار کروں تاکہ میرے دل سے اس کی دوستی خارج ہو جائے' انہوں نے فرمایا حلال کی روزی کھانے میں مصروف ہو جا۔ پھر اس مال کو ہر مقام پر خرچ کر۔ دنیا کی دوستی سے تجھے ضرر پہنچے گا۔ درحقیقت انہوں نے یہ بات اس لئے کہی انہوں نے جان لیا جب یوں کرے گا تو دنیا کی محبت اس کے دل میں نہیں رہے گی۔ حضرت شیخ یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دنیا شطان کی دکان ہے۔ اس کی دکان سے نہ تو کچھ چرا اور نہ کچھ خرید۔ اگر کچھ لے گا۔ تو بے شک وہ تجھے پکڑے گی۔ حضرت شیخ فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرمایا دنیا اگر سونے کی ہوئی مگر فانی اور آخرمٹی کی ہوتی اور باقی تو عقل کا یہی تقاضا تھا کہ تم اس باقی مٹی کو اس فانی سونے سے زیادہ اور بڑھ کر عزیز رکھو لیکن ہوتا ہوں ہے کہ انسان باقی رہنے والے سونے کو ترک کر کے فنا ہو جانے والی مٹی کو دوست رکھتا ہے۔ حضرت شیخ ابو حازم رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ دنیا سے اجتناب کرو کیونکہ میں نے سنا جس نے دنیا کو بزرگ جانا۔ قیامت کو اسے کھڑا کیا جائے گا اور اعلان کریں گے کہ یہ وہ آدمی ہے کہ جس شے کو اللہ عزوجل نے حقیر کیا تھا۔ اس نے اسے بزرگ جانا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو دنیا میں آیا وہ مہمان ہے اور جو شے اس کے پاس ہے وہ ادھار کے طور پر ہے تو مہمان کا جانا اور ادھاری شے کا واپس لے لینا لازمی ہے۔ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا۔ اے بیٹے دنیا نہ خریدنا' اس میں دوگنا دین کا نقصان ہے۔ حضرت ابو امامہ باہلی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرمایا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تو ابلیس کے حواری اس کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ اللہ عزوجل نے ایسے نبی کو بھیجا ہے اب ہم کیا کریں گے ابلیس نے پوچھا کیا وہ لوگ دنیا کو محبوب رکھتے ہیں' انہوں نے جواب دیا ہاں تب اس نے کہا کسی قسم کا فکر مت کرو اگر وہ بت پرستی نہیں کرتے تو کیا ہوا۔ میں ایک دنیا پرستی سے اس بات پر لا کھڑا کروں گا کہ وہ جو کچھ بھی لیں ناحق لیں اور جو کچھ بھی دیں وہ ناحق دیں اور جو کچھ چھوڑیں وہ ناحق رکھ چھوڑیں سب خرابیاں اور برائیاں ان تین باتوں سے ہی ظاہر ہوتی ہیں۔

☆ حضرت شیخ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر مجھے ساری دنیا بھی بے ملال اور بغیر حساب کے بھی دیں۔ میں تب بھی اس سے تنگ رورہوں گا اور ایسے ہی جیسے تم مردار سے تنگ و عار رکھتے ہو۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ شام کے گورنر تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لے گئے تو ان کے مکان کے اندر کوئی ساز و سامان نہ تھا ایک ڈھال ایک تلوار اور صرف ایک کجاوہ تھا۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا اگر آپ نے گھر میں مال کو ٹھڑی بھی بنوائی ہے۔ انہوں نے فرمایا مجھے جہاں جانا' وہاں کے لئے بس یہی کفایت کرے گا (یعنی قبر کی خاطر) حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کو خط لکھا۔ اب وہ دن آیا سمجھے کہ جس کے بعد موت آنی ہے (یعنی قیامت) انہوں نے جواب لکھا۔ اب وہ دن آیا ہی جانیں کہ ہرگز کبھی دنیا موجود نہیں اور آخرت ہمیشہ رہنے والی ہے' کسی صحابی کا فرمان ہے کہ جو آدمی جانتا ہے کہ موت برحق ہے اس کا سرور و شادمان ہونا

marfat.com

بہت زیادہ حیرانگی کی بات ہے اور جو یہ جانتا ہے تقدیر حق ہے اور اس کا دل رزق کی فکر میں مصروف رہے۔ تو یہ بھی عجیب امر ہے۔

☆ حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انسان تو بہ اور فرمانبرداری کو ہر روز پیچھے ڈال دیتا اور سچائی بولنے کو ضائع کر دیتا ہے تی کہ اس کا نفع کسی اور کو حاصل ہوتا ہے حضرت شیخ ابو حازم نے فرمایا دنیا میں ایسی کوئی شے نہیں تو جس پر خوش ہو اور نہ اس کے پاس وئی ایسی شے ہے جس سے تو غمزدہ ہو دنیا میں غم کے بغیر خوشی نہیں' حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ موت کے وقت آدمی کے دل میں تین حسرتیں رہتیں ہیں۔

۱- جو جمع کیا تھا اس سے سیر نہ ہوا۔

۲- جو دل کی تمنا تھی وہ حاصل نہ ہو پائی اور

۳- آخرت کا کام جس طرح کرنا لازم تھا ویسا نہ کیا۔

☆ جناب محمد بن منکدر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اگر کوئی آدمی ساری زندگی دن کے روزے رکھے رات نماز ادا کرے حج اور جہاد رے اور تمام حرام قرار دی گئی چیزوں سے اجتناب کرے لیکن دنیا اس کے پاس بہت زیادہ ہو' قیامت کے دن اس کی نسبت کہا جائے یہ وہ آدمی ہے جو اللہ عزوجل کی حقیر قرار دی ہوئی شے کو دنیا کے اندر بزرگ اور بہت بڑی جانتا تھا۔ تو اے پیارے اس قسم کے آدمی کی کیا حال ہوگا اور ہم میں سے ایسا ہے کون جس پر یہ بات صادق نہ آتی ہو۔ ہم بہت زیادہ گنہگار اور فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی تے ہیں اور علماء نے فرمایا! دنیا تباہ و برباد گھر ہے اور اس سے زیادہ ویران اس آدمی کا دل ہے جو دنیا کی چاہت رکھتا ہے جنت ایک دگھر ہے اور اس سے زیادہ آباد اس آدمی کا دل ہے جو جنت کی چاہت رکھتا ہے اور اسے تلاش کرتا ہے۔

☆ حضرت ابراہیم بن ادھم نے کسی سے معلوم کیا کہ تمہیں خواب میں ایک درم کا ملنا اچھا ہے یا بیداری کی حالت میں؟ انہوں نے کہا حالت بیداری میں ہے تو ادنیٰ ہے اور مجھے پسند ہے حضرت شیخ یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا دانشور وہ ہے جو یہ تین کام کرے۔

۱- دنیا کو چھوڑے اس سے پہلے کہ دنیا اسے چھوڑ دے۔

۲- قبر کو آباد کرے' قبر میں جانے قبل اور

۳- اللہ عزوجل کے دیدار سے قبل اس کو خوش اور راضی کرے۔

☆ یہ قول بھی انہیں کا ہے۔ دنیا کی شامت اسقدر ہے اس کا شوق انسان کو اللہ عزوجل سے روگردان کر دیتا ہے۔

☆ حضرت شیخ بکر بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو پسند کرتا ہے کہ خود کو دنیا سے بے پرواہ بنا دے تو وہ اس آدمی کی طرح ہوگا۔ آگ بجھانا تو چاہتا ہے لیکن اس میں مزید لکڑیاں ڈالتا جاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ دنیا چھ اشیاء سے عبارت ہے۔

۱- کھانا ۲- پینا ۳- پہننا ۴- سونگھنا ۵- سواری اور ۶- نکاح

اور کھائی جانے والی اشیاء میں سب سے اچھی شے شہد ہے اور وہ مکھی کا لعاب (تھوک) ہے اور سب سے اچھا کپڑا ریشم ہے اور وہ کیڑوں سے پیدا ہوتا ہے۔ سونگھنے کی اشیاء میں سب سے اچھی شے مشک ہے اور وہ ہرن کا خون ہے اور پینے کی تمام اشیاء میں سے پانی افضل ہے لیکن دنیا کے تمام لوگ اس سے فائدہ حاصل کرنے میں یکساں ہیں' سواریوں میں سب سے بہتر گھوڑا ہے۔ لوگ اس کی پیٹ

marfat.com

پر بیٹھ کر دوسروں کو قتل کرتے ہیں اور تمام شہوتوں میں سب سے بڑھ کر عورت سے پیار کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک پیشاب کرنے کی جگہ دوسری پیشاب کرنے کی جگہ میں پہنچتی ہے اور بس اور جو عورت پارسا ہے اس سے اپنے جسم کو سنوارتی ہے اور تو اس سے جو بدتر ہے خرچ چاہتا ہے۔——

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے لوگو تم ایک مقصد کی خاطر پیدا کئے گئے ہو۔ اگر اس پر ایمان نہ لاؤ تو کافر ہو جاؤ۔ اگر ایمان لاؤ تو پھر اسے سہل جانتے ہو لیکن تم بے وقوف اور بے عقل ہو کیونکہ تمہیں ہمیشہ رہنے کی خاطر نہیں پیدا کیا گیا۔ بیشک ایک گھر سے نکال کر دوسرے گھر میں لے جائیں گے۔ (یعنی دنیا سے آخرت کی جانب)

marfat.com

دنیا کی حقیقتِ مذموم

اے پیارے یہ علم رکھنا ضروری ہے۔ دنیا کا کچھ حال دنیا کو پہچاننے کے عنوان کے تحت بیان کیا ہیں۔ یہاں تم اتنی بات جان لو کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ الدنیا ملعون و ما فیھا (دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں موجود ہے۔ وہ بھی ملعون ہے) یعنی دنیا میں اس کی سب اشیا لعنت کے قابل ہیں، مگر وہ چیز جو اللہ عزوجل کے واسطے ہو تو یہاں یہ معلوم کرنا لازم ہوگا کہ وہ کیا شے ہے؟ جو اللہ عزوجل کیلئے ہے اور وہ مذموم نہیں، اور جو اللہ عزوجل کے علاوہ کیلئے ہے وہ ملعون ہے اور اس سے محبت سب گناہوں کی اصل ہے۔ پس یہ جاننا ضروری ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہے۔ وہ تین طرح کا ہوگا۔

۱- ظاہر و باطن دونوں دنیا سے علاقہ رکھتے ہوں، کیونکہ صرف دنیا ہی غرور اور تکبر کا بیج ہے اور غفلت کا بھی، اور تمام گناہوں کا سامان ہے۔

۲- دوسری قسم یہ ہے۔ وہ عمل جو بظاہر اللہ عزوجل کیلئے ہو۔ پھر ہوسکتا ہے۔ وہ نیت کی وجہ سے دنیا داری میں شامل ہو جائے اور تین چیزیں ہیں فکر، ذکر، مخالفت، شہوت، اگر ان تین چیزوں سے آدمی کا مقصد آخرت اور اللہ عزوجل کی رحمت کو حاصل کرنا ہے، تو اگرچہ دنیا میں کرے وہ اللہ عزوجل کیلئے ہوں گی۔ ہاں اگر فکر سے مقصد طلب علم ہو، تاکہ اس کے ذریعے رعب و دبدبہ اور مرتبہ پائے اور ذکر الٰہی سے مقصد یہ ہو کہ اس وجہ سے لوگ اسے نیک اور پرہیزگار جانیں، اور دنیا کو چھوڑنے سے مقصد یہ ہو کہ لوگ اسے زاہد تصور کریں، تو اس صورت میں یہ عمل دنیا میں دنیا کے لیے ہی ہوئے، اور اس طور یہ لعنت کے قابل ہیں۔ گو ظاہری طور پر اس طرح نظر آتے ہوں کہ یہ اللہ عزوجل کیلئے ہیں۔

۳- بظاہر تو عمل حظ نفسانی کیلئے دکھائی دیتا ہو، لیکن نیت کے سبب وہ عمل اللہ عزوجل کیلئے خاص ہو جائے، اور دنیا سے علاقہ نہ رہے، جیسے کھانا کھانا۔ اس سے آدمی کا مقصد یہ ہو کہ اس میں عبادت کیلئے طاقت اور قدرت پیدا ہو اور نکاح سے غرض یہ ہو کہ اولاد پیدا ہو، اور مال کمانے سے یہ غرض ہو، تاکہ اسے دلی سکون نصیب ہو اور دنیا سے بے پرواہ ہو۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جس نے بڑائی اور فخر کیلئے دنیا کو پسند کیا۔ اس پر اللہ عزوجل خفگی کا اظہار فرمائے گا، اور اگر وہ لوگوں سے بے پرواہ ہو، تاکہ ضرورت کے مطابق مانگے یا چاہے، تو قیامت کے دن اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہو گا، دنیا داری۔ اس چیز کا نام ہے، کہ آدمی حظوظ نفسانی میں پھنس جائے، کیونکہ اس کی آخرت کیلئے ضرورت نہیں ہے، اور وہ شے جس کی آخرت کیلئے ضرورت ہے۔ وہ آخرت سے متعلق ہے۔ اس کا دنیا سے کوئی رابطہ نہیں۔ مثلاً جانور کیلئے دانہ اور چارہ جو اسے حج کے راستے میں دیا جاتا ہے۔ یہ زادِ حج میں شامل ہے، اور یہ دنیا کی چیز ہے۔ اسے اللہ عزوجل نے جائز ٹھہرایا اور فرمایا

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاوٰى (پ۳۰ سورہ نزعت آیت نمبر ۴۱)

ترجمہ: اور نفس کو خواہش سے روکا۔ تو بے شک جنت ہی ٹھکانہ ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: وَزُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْمَالِ وَالْبَنُوْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ

(پ۳ سورہ آل عمران آیت ۱۴)

marfat.com

ترجمہ: اور لوگوں کیلئے آراستہ کی گئی ان خواہشوں کی محبت عورتوں اور بیٹے اور تلے اوپر سونے چاندی کے ڈھیر۔

یعنی دنیاداری پانچ چیزوں سے عبارت ہے۔ کھیل اور فعل یعنی اپنے آپ کو سنوارنا بنانا' اور ماں اور اولاد کی زیادتی کو پسند کرنا' اور دوسروں پر تفاخر اور باہم لڑنا اور ایک فرمان عالیشان میں ان پانچ اشیاء کو یوں جمع فرمایا۔

یعنی لوگوں کے دل میں عورت' اولاد (بیٹا) مال و دولت (سونا چاندی) گھوڑے' اونٹ' گائے اور بیل وغیرہ کی محبت اور الفت سجا دی گئی ہے' جیسے اللہ عزوجل نے فرمایا۔

ذَالِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (پ۳ آل عمران آیت ۱۴) ترجمہ: یہ جیتی دنیا کی پونجی ہے۔

تو یہ معلوم ہونا ضروری ہے۔ ان تمام اشیاء میں ہر وہ شے جو آخرت کے مقصد و کام کیلئے حاصل کرے گا۔ وہ آخرت کا ساز و سامان ہے' اور جو ناز و نعم اور زندگی کی ضرورت سے بڑھ کر ہے۔ وہ آخرت کیلئے ہے۔ (یعنی ان اشیاء کا ضرورت کے مطابق ہونا ہی آخرت کیلئے بہتر ہے) اور اس پر اضافہ چونکہ ضرورت سے زیادہ ہے۔ اس لیے وہ آخرت کے متعلق نہیں ہو سکتی۔

درجات دنیا

یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ دنیا کے تین درجے ہیں۔

۱- کھانے' کپڑے اور مکان وغیرہ جو ضرورت کے مطابق ہو۔

۲- دوسرا درجہ ضرورت کی مقدار کا ہے۔

۳- زینت کی مقدار اور شان و شوکت کا ہے' جس کی کوئی حد نہیں۔

درجہ حاجت' بقدر ضرورت پر اکتفا کر لینا بھی خطرے سے خالی نہیں ہے' کیونکہ ضرورت کے دو پہلو ہیں۔ ایک تو ضرورت سے متعلق ہے اور دوسرا رخ ناز و نعمت سے ملنے والا ہے' اور ان دونوں کے مابین جو درمیانہ درجہ ہے۔ اس کا پہچاننا بہت مشکل ہے۔ ممکن ہے آدمی اس زیادتی کو جس کی اسے ضرورت نہیں ہے۔ اپنی ضرورت جان ہی بیٹھے' اور مؤاخذہ میں مبتلا ہو۔ اسی وجہ سے بزرگان دین نے بقدر ضرورت پر ہی بس کی ہے' اور اس لحاظ سے لوگوں کے رہنما و پیشوا حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ آپ دنیا سے یوں لاتعلق ہو گئے تھے کہ لوگوں نے انہیں دیوانہ سمجھنا شروع کر دیا۔ کبھی تو ایسا ہوتا کہ سال یا دو دو سال ان کو دیکھا نہ جا سکتا۔ کبھی ایسا ہوتا کہ صبح ہی صبح اذان کے وقت باہر چلے جاتے اور عشاء کی نماز کے بعد واپس لوٹ آتے۔ کھجور کی گٹھلیاں جو راستے میں پڑی مل جاتیں انہیں ہی کھا کر گزارہ کر لیتے۔ اگر کبھی خرمے مل جاتے تو ان کی گٹھلیاں صدقہ کر دیتے یا ان سے اس قدر خرمے خرید لیتے جو روزہ افطار کرنے کے وقت کام آ جائیں۔ گھورے پر جو چیتھڑے پڑے ہوئے پایا کرتے انہیں پہن لیا کرتے۔ بچے انہیں دیوانہ سمجھ کر پتھروں سے مارا کرتے' تو آپ ان سے فرماتے مجھے چھوٹے چھوٹے پتھروں سے مارو' تاکہ میری طہارت اور نماز میں کوئی خرابی اور رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ یہی وہ سعادت مندی و نیک بختی تھی کہ انہیں اگرچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی دیکھا نہیں تھا' لیکن آپ کی ثناء و توصیف بکثرت کی' اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے بارے میں وصیت فرمائی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز (اپنے دور خلافت میں) منبر پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے حاضرین پر نگاہ ڈالی۔ دیکھا کہ

marfat.com

عراق کے رہنے والے کچھ لوگ بھی حاضر ہیں۔ آپ نے فرمایا اہالیانِ عراق کھڑے ہو جائیں۔ چنانچہ جس قدر عراقی تھے۔ وہ کھڑے ہو گئے۔ تب آپ نے فرمایا صرف کوفی کھڑے رہیں' باقی بیٹھ جائیں۔ اس پر جن کا کوفہ سے تعلق نہ تھا۔ وہ بیٹھ گئے' اور کوفہ کے رہنے والے کھڑے رہے۔ اب آپ نے فرمایا جن کا قریہ قرن سے تعلق ہے یعنی جو وہاں کے رہنے والے ہیں وہ کھڑے رہیں باقی بیٹھ جائیں۔ تمام لوگ بیٹھ گئے۔ صرف ایک وہ آدمی جس کا تعلق قرن سے تھا وہ کھڑا رہا۔ آپ نے اسے فرمایا کیا تم قرنی ہو؟ اس نے عرض کی جی ہاں میں قرن ہی کا رہنے والا ہوں۔ تو آپ نے اس آدمی سے دریافت کیا' کیا تم حضرت اویس قرنی کو جانتے ہو؟ اس نے عرض کی جی ہاں میں انہیں جانتا ہوں' لیکن وہ اس درجہ کے تو آدمی نہیں کہ آپ ان کا حال معلوم کریں۔ وہ تو اہل قرن میں احمق محتاج' دیوانہ اور ادنیٰ مرتبہ کا آدمی ہے۔ یہ سننے پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے' اور آپ نے فرمایا میں ان کا حال اس لیے پوچھ رہا ہوں' کیونکہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے کہ وہاں کا ایک آدمی کی سفارش و شفاعت سے قبیلہ مضر اور ربیعہ کے افراد کی تعداد کے برابر لوگ جنت میں جائیں گے۔ (ان دونوں قبیلوں کے افراد بے شمار اور بہت زیادہ تعداد میں تھے)

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ہزام ابن حبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں یہ سب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے سننے کے بعد کوفہ کی جانب چل پڑا' اور وہاں جا کر میں حضرت اویس قرنی کو ڈھونڈنے لگا۔ بالآخر ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ مجھے دریائے فرات کے کنارے مل ہی گئے۔ دیکھا تو آپ کپڑے دھو رہے تھے اور وضو کرتے (حضرت حزم ابن حبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اوصاف سنے تھے ان کی بنا پر انہیں پہچان لیا) میں نے انہیں سلام عرض کیا۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور مجھے گہری نظر سے دیکھنے لگے۔ میں نے چاہا کہ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لوں' لیکن انہوں نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں نہ دیا' اور فرمایا اللہ عزوجل تمہیں سلامت رکھے۔ اے حزم ابن حبان میرے بھائی تمہارا کیا حال ہے' اور تمہیں میرا پتہ کس نے بتا دیا؟ میں نے ان سے عرض کی پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ کو میرا اور میرے والد کا نام کس نے بتا دیا؟ اس سے قبل ہرگز کسی نے مجھے دیکھا نہیں' پھر آپ نے مجھے کیسے پہچان لیا؟ انہوں نے فرمایا! تیری خبر مجھے اللہ عزوجل نے پہنچائی اور میری روح نے تیری روح کو پہچان لیا' کیونکہ مومن کی روح دوسرے مومن کی روح سے واقف اور آگاہ ہوتی ہے۔ اگرچہ ایک دوسرے کو دیکھا نہ ہو' مگر اس کے باوجود ایک دوسرے سے واقف اور آگاہ ہوتے ہیں۔ اس کے بعد میں نے انہیں کہا کہ آپ مجھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ سنائیں' تاکہ میں اسے یاد رکھوں۔ انہوں نے فرمایا رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام پر میرا جسم اور میری جان نثار مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہوا (میں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نہیں کی) لیکن میں نے دوسروں سے آپ کی احادیث سنی ہیں' لیکن مجھے یہ قبول نہیں۔ میں احادیث کو روایت کروں' اور محدث و مفتی اور واعظ بن جاؤں۔ بس مصروفیت ہی میرے لیے کافی ہے۔ میں نے کہا قرآن پاک کی ایک آیت مبارکہ ہی پڑھ دیجیے' تاکہ آپ کی زبان مبارک سے سن لوں' اور آپ میرے لیے بھلائی کی دعا کریں' اور مجھے کوئی نصیحت کریں' تاکہ میں اس پر عمل کروں' کیونکہ صرف اللہ کیلئے آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ تب انہوں نے دریائے فرات کے کنارے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا! اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اور تعوذ پڑھتے ہی رو پڑے' پھر فرمایا اللہ عزوجل نے فرمایا ہے اور اس کا فرمان بالکل حق و سچ ہے

marfat.com

یہ کہہ کر وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ (پ۱۴ سورہ حجر آیت ۸۵)

ترجمہ: اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے عبث نہ بنایا۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اور یہ بھی بیان کیا: وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ (پ۲۵ سورہ دخان آیت ۳۸)

ترجمہ: اور ہم نے نہ بنائے آسمان اور نہ زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر۔

یہاں تک پڑھا پھر ایک نعرہ بلند کیا۔ میں نے سمجھا کہ آپ بے ہوش ہو گئے (لیکن ایسا نہ ہوا تھا) اور مجھ سے کہنے لگے اے ابن حبان سنو تمہارے والد کا انتقال ہو چکا ہے اور تمہیں بھی مرنا ہے۔ جنت میں جاؤ گے یا دوزخ میں' حضرت آدم' حضرت نوح' حضرت ابراہیم خلیل' حضرت موسیٰ کلیم اللہ' حضرت داؤد خلیفۃ اللہ علیٰ نبینا وعلیہم السلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انتقال فرمایا اور خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی انتقال ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو میرے محب اور بھائی تھے ان کا بھی انتقال ہو چکا۔ میں نے یہ سن کر عرض کی آپ پر خدا عزوجل کی رحمت ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بقید حیات ہیں۔ انہوں نے فرمایا! مجھے یہ اللہ عزوجل کے الہام کے واسطہ سے معلوم ہوا' کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتقال فرما گئے' پھر فرمایا! میں اور تم بھی مردوں میں شامل ہیں' پھر انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود وسلام بھیجا اور سرعت سے دعا مانگ کر فرمانے لگے اے ابن عبان تمہارے لیے وصیت یہ ہے کہ کتاب اللہ اور اہل صلاح (اور اہل تقویٰ) کا شعار اپنا لو' اور موت کی یاد سے ایک لمحہ بھی بے خبر نہ رہو۔ جب تم اپنے قبیلہ کے لوگوں میں جاؤ' تو انہیں نصیحت کرنا۔ لوگوں کی بھلائی چاہنا چھوڑ نہ دینا' اور جماعت کی موافقت سے کبھی باز نہ رہنا' اگر اس کے برخلاف کرو گے' تو بے دین ہو جاؤ گے' اور دوزخ میں گرو گے۔ اس طرح کہ تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہوگی۔ پھر دعائیں دیں اور کہا اے حزام بن حبان اب آئندہ تم مجھے نہ دیکھ پاؤ گے' اور نہ میں تمہیں' میرے بارے میں دعا کرنا میں بھی تمہارے حق میں دعا کروں گا۔ اب تم اس جانب چلے جاؤ' اور میں دوسری جانب روانہ ہوتا ہوں۔ میں نے پسند کیا کہ ایک گھڑی اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دیدیں' لیکن انہوں نے منظور نہ فرمایا۔ خود بھی روئے اور مجھے بھی رلا دیا۔ اس کے بعد وہ چلے گئے اور میں دور تک انہیں جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ ایک گلی میں جا کر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اے پیارے یہ علم ہونا ضروری ہے' جن حضرات نے دنیا کی برائیاں پہچان لیں۔ ان کا طریقہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا شعار کچھ اسی طرح کا ہی تھا۔ عاقبت اندیش یہی حضرات ہیں۔ (جنہوں نے آخرت کو سوچا) اگر تم اس مرتبہ تک نہیں جا سکتے تو کم از کم اتنا تو کر' جس قدر شے کی حاجت ہے۔ اس پر اکتفاء کرو' اور دنیا کی نعمتوں اور اس کے آرام وآسائش سے اجتناب کرو' تاکہ بہت بڑی مصیبت اور بلاء میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ اس مقام پر صرف اس قدر ہی دنیا کے احوال بیان کرتے ہیں۔ دوسرے عنوان کے ذیل میں بہت کچھ بیان کیا جا چکا۔

marfat.com

اصل نمبر ۶

حب مال اور اس کا علاج

آفت حرصِ تجمل اور اوصاف سخاوت

اس بات کا علم ہونا ضروری ہے کہ دنیا کی کئی شاخیں ہیں۔ انہیں میں سے مال و نعمت اور رعب و دبدبہ بھی ہیں۔ اس کے علاوہ بھی اس کی کثیر شاخیں ہیں۔ ان سب میں مال کا فساد و فتنہ سب سے بڑا ہے' کیونکہ اللہ عزوجل نے اس کا نام عقبیٰ رکھا ہے' اور فرمایا! فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ وَمَا اَدْرَاکَ مَاالْعَقَبَةَ فَکُّ رَقَبَةٍ اَوْ اِطْعَامٌ" فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ (پ ۳۰ سورہ البلد آیت ۱۱'۱۲'۱۳'۱۴)

ترجمہ: پھر بے تامل گھاٹی میں نہ کود' اور تو نے کیا جانا۔ وہ گھاٹی کیا ہے۔ کسی بندے کی گردن چھڑانا' یا بھوک کے دن کھانا دینا۔

(ترجمہ تر آن کنز الایمان)

پس کوئی خطرہ اس سے زیادہ مشکل نہیں ہے اور کوئی خطرہ آگ سے بڑھ کر دشوار نہیں۔ اس لیے انسان کیلئے مال ایک لازمی شے ہے اور اس سے پرہیز رکھنا اس کیلئے بہت مشکل ہے' اور محتاج ہونے اور ضرورت ہونے کی وجہ سے بھاگنے کی جگہ نہیں ہے' کیونکہ جیسے عیش و اکرام کی خاطر مال ایک ذریعہ اور سبب ہے۔ بالکل اسی طرح وہ آخرت کا سامان بھی ہے۔ انسان کو کپڑے اور مکان کی حاجت ہے۔ اس کے سوا گزارہ نہیں' اور یہ اشیاء مال سے مہیا ہوتی ہیں۔ اگر یہ اشیاء انسان کو حاصل نہ ہوں تو اس کا صبر کرنا محال ہے' اور جب مال حاصل ہو گیا' تو گناہ اور معصیت سے بچنا محال ہے' اور اگر مال نہ رہے تو غربت و افلاس میں (مبتلاء) رہنے پر کفر کا خطرہ ہے' اور اگر مال پاس ہے تو غنی ہے۔ تو غرور اور تکبر کا خدشہ ہے۔

حوال تونگری و فقیری

فقیر و تونگر دو حال سے خال نہیں ہوتے۔ اس کی ایک صورت تو حرص ہے اور دوسری قناعت کی ہے۔ قناعت ایک نیک صفت ہے۔ اب رہی حرص تو حرص کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ دوسروں سے مال کا لالچ رکھے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے قوت بازو سے کمائے اور یہ صورت بہت ہی اچھی ہے جیسے فقیر کی دو صورتیں ہیں۔ ایسے ہی تونگر کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت تو اس کی کنجوسی اور مال کو خرچ سے روکنا ہے اور یہ بہت ہی برا عمل ہے اور دوسری صورت بہت زیادہ خرچ کرنا اور دوسروں کو دینا ہے۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو اصراف فضول خرچی ہے اور دوسری صورت میانہ روی ہے اور ان دونوں میں ایک بہت ہی بری اور دوسری اچھی ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے بہت مشابہ ہیں اس لئے ان کی پہچان بھی لازمی ہے' البتہ مال فائدہ اور نقصان سے خالی نہیں ہے اور ان دونوں کی شناخت کرنا اور انہیں پہچاننا فرض ہے تا کہ انسان مال کی بلاؤ مصیبت سے محفوظ ہو سکے اور نفع و فائدے سے مطابق اس کی تلاش یعنی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

کراہت مال

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَا اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ

marfat.com

فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ (پ ۲۸ سورہ منافقون آیت نمبر ۹)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو تمہارے مال اور تمہاری اولاد کہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں۔

اس ارشاد باری تعالیٰ سے واضح ہوا کہ جس آدمی کو اس کا مال اور اولاد اللہ عزوجل کے ذکر سے بے خبر کردے وہ نقصان اور خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مال و جاہ کی محبت دل میں نفاق کو یوں نشوونما دیتی ہے جیسے پانی سبزی کو۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کے ریوڑ میں ایسی تباہی نہیں مچاتے جیسی مال و جاہ کی محبت مومن آدمی دین میں مچاتی ہے۔

کچھ اصحاب نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے معلوم کیا۔ آپ کی امت میں برے لوگ کون سے ہوں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا مال دار لوگ' ایک اور حدیث مبارک میں آیا' انواع و اقسام سے مزیدار کھانے کھائیں گے اور قسم قسم کے کپڑے زیب تن کریں گے خوبصورت عورتیں اور بیش قیمت گھوڑے رکھیں گے۔ ان کا پیٹ تھوڑے کھانے سے نہ بھرے گا اور وہ مال کثیر پر بھی قناعت نہ کریں گے ان کا ہر ایک عمل دنیا کے لئے ہوگا۔ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں حکم دیتا ہوں (تم یہ بات اپنی اولاد تک پہنچا دینا) کہ تمہاری اولاد میں سے جو کوئی بھی انہیں پائے اس کے لئے لازم ہے کہ وہ انہیں سلام نہ کرے۔ بیمار ہوں تو ان کی بیمار پرسی نہ کرے اور اگر کوئی (اس کے برعکس) کرے گا تو وہ اسلام کو تباہ اور برباد کرنے میں ان کا معاون و مددگار ہوگا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا! دنیا کو دنیا والوں کے پاس چھوڑ دو جو اسے اپنی ضرورت سے زیادہ لے گا۔ وہ اس کی ہلاکت و تباہی کا موجب بنے گا اور وہ اس کو جانتا نہ ہوگا (اسے اس کی خبر نہ ہوگی) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: انسان ہر وقت یہی کہتا ہے میرا مال! میرا مال اور یہ مال! تیرا مال اس کے علاوہ کیا ہے؟ کہ اسے کھائے اور نابود کردے۔ کپڑے کو پہنے اور پرانا کر دے۔ یا اسے خیرات کردے اور اللہ عزوجل کے ہاں ذخیرہ کردے۔

کسی آدمی نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے معلوم کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کیا کروں کہ میرے پاس کسی قسم کا آخرت کا سامان نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا تیرے پاس مال ہے؟ اس نے عرض کی جی ہاں' آپ نے فرمایا تم اس مال کو اپنے آگے بھیج یعنی خیرات کردو' کیونکہ انسان کا دل مال کے ساتھ لگا رہتا ہے۔ اگر اس نے مال کو ترک کردیا تو وہ دنیا میں رہے گا۔ (اس کے لئے سامان آخرت نہ بن سکے گا) اور اگر خیرات کرنے سے اپنے آگے بھیج دیا تو وہ اللہ عزوجل کے پاس رہے گا۔

رفقائے انسان کی اقسام

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا آدمی کے دوست تین طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ دوست ہے جو موت تک اس کے ساتھ وفاداری کرتا ہے اور ایک وہ ہے جو قبر کے کناروں تک اس کے ساتھ رہتا ہے اور ایک وہ ہے جو قیامت تک اس کے ساتھ وفاداری کرے گا۔ جو موت تک ساتھ رہتا ہے وہ دوست تو مال ہے اور قبر تک اس کے ساتھ رہنے میں وہ رشتہ داران ہیں اور جو قیامت میں اس کے ساتھ رہے گا وہ اس کا اپنا عمل ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا۔ آدمی جب مر جاتا ہے تو لوگ پوچھتے ہیں' اس نے کیا

marfat.com

چھوڑا؟ اور جبکہ فرشتے یہ معلوم کرتے ہیں اس نے اپنے آگے کیا بھیجا؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزید ارشاد فرمایا زمین اور باغات مت لو کیونکہ یہ دنیا کی محبت کا سبب ہوں گے۔

پانی پر چلنا

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ السلام سے ان کے حواریوں نے معلوم کیا۔ آپ پانی پر چل سکتے ہیں لیکن ہم نہیں چل سکتے (ہم میں یہ طاقت وقدرت نہیں) اس کا کیا باعث ہے؟ انہوں نے فرمایا تمہاری نظر میں مال وزر کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا بہت اچھا لگتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے فرمایا میری نظر میں مال وزر اور خاک دونوں یکساں ہیں۔ اس وجہ سے اللہ عزوجل نے مجھے پانی پر چلنے کی طاقت وقدرت عطا فرمائی ہے۔

اقوالِ اصحاب و بزرگان دین

بیان کیا گیا ہے کسی آدمی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تکلیف دی۔ آپ نے فرمایا۔ اے اللہ اس آدمی کو صحتمندی، لمبی عمر اور بہت زیادہ مال و دولت عطا فرمایا۔ یوں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آدمی کو بددعا دی، کیونکہ جب کسی کو یہ اشیاء ملتی ہیں تو اسے تکبر وغفلت آخرت سے بے خبر کر دیتے ہیں اور وہ تباہی میں پڑ جاتا ہے۔ (اس کے لئے ہلاکت وتباہی ہے) ایک دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک درہم ہاتھ پر رکھ کر فرمانے لگے۔ اے درہم تو وہ شے ہے جب تک تو میرے پاس سے نہیں جائے گا۔ مجھے کسی قسم کا نفع نہیں پہنچا سکتا۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم جو مال وزر کو عزیز رکھے گا اسے اللہ عزوجل ذلیل وخوار کرے گا۔ حدیث شریف میں وارد ہوا۔ جب دینار و درہم کے سکے بنائے گئے۔ شیطان نے انہیں آنکھوں سے لگایا اور چوما اور کہا جو تمہیں پیار کرے گا اور عزیز رکھے گا وہ میرا غلام ہے۔

حضرت شیخ یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا درہم و دینار بچھو کی مانند ہیں۔ جب تک بچھو کے کاٹے کا منتر نہ سیکھ لے انہیں ہاتھ نہ لگائے۔ ورنہ ان کا زہر مار ڈالے گا۔ لوگوں نے سوال کیا وہ منتر کیا ہوا؟ انہوں نے جواب دیا وہ مال حلال کی کمائی کا ہو اور اسے بجا طور پر صرف کیا جائے۔

حضرت مسلمہ ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے اور دریافت کیا اے امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ نے ایسا کام کیا جو کسی نے نہ کیا ہو۔ آپ کے تیرہ لائق بیٹے ہیں اور آپ نے ان کی خاطر ایک درہم بھی باقی نہیں چھوڑا۔ یہ سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: اس کے سواء میں نے ان کی ملک دوسروں کو اور دوسروں کی ملک ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دی ہے۔ اب اگر میرا بیٹا لائق اور اللہ عزوجل کا اطاعت گزار ہوگا اور فرمانبردار ہے تو اس کی خاطر اللہ عزوجل کافی ہے اور جو نااہل ہے مجھے اس کی نالائقی کا کچھ غم نہیں۔ (وہ جانے اور اس کا کام)

حضرت محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس بہت سامان آیا۔ لوگوں نے ان سے کہا اسے اپنی اولاد کے لئے رکھ دیں۔

marfat.com

انہوں نے فرمایا میں ایسا نہ کروں گا بلکہ میں اس مال کو اپنی خاطر اللہ عزوجل کے ہاں جمع کروں گا۔ میرے بچوں کی خاطر اللہ عزوجل کا وسیلہ کافی ہے۔ وہ انہیں نیک بخت وسعادت مند بنائے۔

جناب یحییٰ بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تونگر کے لئے مرتے وقت دو مصیبتیں ہیں۔ (دوسرے لوگ ان سے آزاد ہیں) ایک تو یہ کہ اس سے تمام مال چھین لیا جائے گا اور دوسری یہ کہ اس سے مال کے بارے روز قیامت پوچھا جائے گا۔

فصل

میرے عزیز! یہ جاننا ضروری ہے۔ مال اگرچہ چند اسباب کی وجہ سے برا ہے۔ لیکن ایک وجہ سے اچھا بھی ہے یعنی مال میں برائی بھی ہے اور بھلائی بھی۔ اس وجہ سے اللہ عزوجل نے اسے خیر کے نام سے موسوم فرمایا۔ جیسے اللہ عزوجل نے فرمایا اِنْ تَرَكَ خَيْرَنِ الْوَصِيَّةِ (سورہ بقرہ پ۲ آیت ۱۸۰)

ترجمہ: اگر کچھ مال چھوڑے تو وصیت کر جائے۔

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنی اچھا مال اچھے آدمی کے حق میں بہتر چیز ہے۔ مزید فرمایا کہ والفقر ان یکون کفرا یعنی قریب ہے۔ افلاس اور فقر کفر کا باعث بن جائے اور اس کا سبب یہ ہوتا ہے۔ جب کوئی خواہ نعمتوں کے حصول کے سلسلے میں عاجز پاتا ہے۔ رات کے کھانے کا بھی محتاج ہوتا' تکالیف اور سختیاں برداشت کرتا ہے اپنے اہل وعیال کو فقر وتنگدستی کی وجہ سے غمگیں دیکھتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ دنیا میں نعمتوں کی کوئی کمی نہیں تو اس وقت شیطان اسے بہکاتا ہے اور کہتا ہے کہاں کا عدل وانصاف ہے اور یہ کیسی ناروا تقسیم ہے جو اس نے تیرے حق میں کی ہے۔ فاسق اور ظالم کو اتنا مال دیتا ہے کہ اسے دولت اور مال کا شمار نہیں اور ایک لاچار اور بے بس بھوکا مر رہا ہے۔ اسے ایک درہم بھی میسر نہیں ہے' اگر وہ تیری حاجت اور ضرورت سے خبردار نہیں تو اس طرح اس کا علم نامکمل ہے اور اگر وہ اس سے باخبر ہے اور مال نہیں دے سکتا تو اس کی طاقت میں خرابی ہے اور اگر علم وقدرت ہونے کے باوجود نہیں دیتا تو پھر اس کی بخشش وسخاوت میں خرابی ہے اور اگر وہ اس لئے تجھے مال نہیں دیتا تاکہ تجھے آخرت میں ثواب ملے تو وہ اس پر بھی قادر ہے کہ فقر وفاقہ کا مصیبت کے بغیر بھی ثواب عطا فرما سکتا ہے تو پھر وہ مال عطا کیوں نہیں فرماتا تاکہ فقر وفاقہ دور ہو۔ ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ وہ جو رحیم وکریم بھی ہے تو اس کی ان صفات پر اس حالت میں کیسے یقین کیا جائے کہ وہ رحیم وکریم ہوتے ہوئے بھی بندوں کو مصیبت میں رکھتا ہے اور اس کا خزانہ نعمتوں سے بھرا ہوا ہے اور وہ دیتا نہیں ہے اس سے شیطان دل میں وسوسے پیدا کرتا ہے اور قضا وقدر کے معاملہ کو جس کا ہر ایک کو علم نہیں اس کے سامنے لاتا ہے اور اسے شبہات میں گرفتار کر کے اس کو طیش اور غصہ میں لاتا ہے تاکہ وہ اس حالت میں زمانے کو برا کہے اور گالیاں بکے۔ اور یوں کہنا شروع کر دے کہ آسمان سخت احمق ہے اور زمانہ میرے مخالف ہو گیا ہے' کیونکہ وہ ساری نعمتیں غیر مستحق لوگوں کو عطا کرتا ہے۔ اس کی اس ناراضگی پر جب اسے سمجھایا جائے کہ آسمان اور زمانہ تو خود اللہ عزوجل کے دست قدرت میں ہیں۔ اب اگر وہ کہہ دیتا ہے کہ اللہ عزوجل کے مسخر اور قبضہ قدرت میں نہیں تو وہ کافر ہو جائے گا اور اگر کہتا ہے کہ مسخر ہیں تو پھر جو کچھ اس نے کہا اور گالیاں بھی ہیں تو یہ سب اللہ عزوجل کی طرف عائد ہوگا اور یہ بھی کفر ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فَإِنَّ اللهَ هُوَ الدَّهْرُ (زمانے کو گالی

marfat.com

مت دو کیونکہ اس سے بھی خدا تعالیٰ کی ذات مراد ہے) اس فرمان کی وضاحت یہ ہے کہ تم جس شے کو اپنے افعال کا کفیل جانتے ہو اور اس کا نام تم نے زمانہ رکھا ہے وہ اللہ عزوجل کی ذات ہی ہے تو ایسے ہی غیر بی اور مفلسی سے کفر کی بو آتی ہے۔

مال بقدر ضرورت

ایسا آدمی جو مفلسی اور ناداری میں بھی اللہ عزوجل سے راضی رہے (اس کی زبان پر حرف شکایت نہ آئے) اور وہ یہ جانتا ہو کہ اس مفلسی میں بھی اس کی بہتری اور بھلائی ہے لیکن ایسے حضرات بہت تھوڑے ہیں تو بہتر ہی ہے کہ انسان کے پاس مال بقدر ضرورت ہی موجود ہو اس حوالے سے مال کا پاس رہنا اچھا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ سب بزرگوں کا مقصود مطلوب آخرت کی نیک بختی رہا۔ اس کا حصول تین طرح کی نعمتوں سے ہو سکتا ہے۔ یک نعمت تو دل میں ہے مثلاً علم اور اخلاق (حسنہ) اور دوسری نعمت جسمانی نعمت ہے مثلاً جسم کی صحت اور تندرستی و سلامتی اور تیسری نعمت جسم کے باہر سے متعلق ہے۔ مراد دنیاداری ہے لیکن صرف ضرورت کے مطابق۔

بزرگان دین نے مال کو سب سے گھٹیا (ادنیٰ) درجہ کی نعمت میں شمار کیا اور مال میں سب سے ادنیٰ درجہ سیم و زر (نقدی) ہے اور اس میں اس کے علاوہ اور کوئی فائدہ نہیں ہے کہ مال کو غذا اور لباس کی فراہمی پر صرف کیا جائے' کیونکہ کھانا اور کپڑا دونوں جسم کی سلامتی کے لئے ہیں اور جسم حواس کی حفاظت کی خاطر ہے اور حواس حصول عقل کا باعث ہیں اور عقل دل کا چراغ اور نور ہے تاکہ اس کے ذریعے اللہ عزوجل کی بارگاہ کا مشاہدہ کرے اور اس کی معرفت حاصل کرے اور معرفت الٰہی آخرت کی نیک بختی کا نتیجہ ہے (اس کے ذریعے آخرت کی سعادت مندی جو مطلوب ہے وہ حاصل ہوتی ہے) تو مطلوب ان سب باتوں کا اللہ عزوجل ہے۔ اوّل و آخر وہی ہے اور تمام موجودات کی ہستی اس کی ذات سے ہے۔ (ہمہ از وست) جو یہ بات جان لے گا وہ دنیا کے مال سے محض اتنا ہی لے گا جو دین کے راستے میں کام آئے اور باقی مال کو وہ اپنے لئے زہر قاتل جانے گا۔ نِعْمَتِ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ (اچھا مال اچھی ہے جو اچھے آدمی کے ہاتھ میں ہو) جیسا کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

''اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو روزی ضرورت کے مطابق ہی عطا فرما کیونکہ تو جانتا ہے کہ جو شے ضرورت سے زیادہ ہوتی ہے وہ خرابی کا سبب ہوتی ہے اور جو ضرورت سے کم ہو وہ کفر کی جانب لے جاتی ہے۔''

تو جس آدمی نے اس بات کو جان لیا اور اس کی حقیقت کو معلوم کر لیا۔ وہ مال کو ہرگز دوست نہیں رکھے گا' کیونکہ جو آدمی ایک شے کو اپنے کسی مقصد کیلئے ڈھونڈتا ہے وہ اس غرض یا مقصد کو دوست رکھتا ہے' نہ کہ اس شے کو' تو جو آدمی نفس مال کو عزیز رکھتا ہے۔ وہ نابینا ہے۔ اس کی اصل کو نہیں جانتا۔ اسی لیے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

بد بخت ہے بندۂ دینار اور نگوسار ہے بندۂ دراھم

اور جو کوئی کسی شے کے عشق میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ وہ اس شے کا غلام ہوتا ہے اور جو کسی شے کی فرمانبرداری میں ہوتا ہے' تو وہ شے اس کی خداوند اور مالک ہوتی ہے۔ اس بناء پر حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ اسلام نے فرمایا۔ وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ

(پ ۱۳ سورہ ابراہیم آیت ۳۵)

marfat.com

ترجمہ: اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

علمائے عظام نے فرمایا! یہاں اصنام سے مراد سونا اور چاندی اور نقد مال ہے' کیونکہ سب لوگ اسے اپنا معبود جان کر اس کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔ ورنہ پیغمبر علیٰ نبینا وعلیہ السلام اور ان کی اولاد امجاد کا بت پرستی سے کیا تعلق اور واسطہ ہے۔

فوائد مال وآفات مال

اے پیارے یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ مال سانپ کی طرح ہے' جس میں زہر ہوتا ہے۔ (ایک زہریلا سانپ ہے) اور تریاق بھی ہے۔ جب تک زہر کو تریاق سے علیحدہ نہ کیا جائے۔ اس کے تمام کمال کے راز کا علم نہیں ہو پاتا۔ اس لیے ہم پہلے مال کے فائدے اور اس کی آفات اس کے بعد مفصل بیان کریں گے۔

فوائد مال

عزیزم اس بات کا علم ہونا ضروری ہے کہ مال کا فائدہ دو طرح کا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ بندہ اس مال کو اپنی عبادت یا ضروریات عبادت میں خرچ کرے۔ مثلاً حج اور جہاد میں مال کا خرچ کرنا۔ یہ خرچ کرنا گویا عین عبادت میں صرف کرنا ہے۔ سامان اور ضروریات عبادت سے غرض یہ ہے کہ مال کو کھانے اور لباس اسی طرح دوسری حاجات میں خرچ کرنا' کیونکہ اس سے عبادت میں تقویت اور اطمینان حاصل ہوتا ہے' جس کے بغیر عبادت' عبادت نہیں رہتی۔ تو وہ شے جس کے ذریعے سے عبادت ممکن ہو۔ وہ بھی عین عبادت ہے کیونکہ جس کے پاس ضرورت کے مطابق مال نہیں۔ اس کا تمام جسم اور دل اس کی طلب وحصول میں مصروف رہے گا۔ اور عبادت سے جس کا خلاصہ ذکر وفکر ہے۔ محروم رہے گا' اور مال کے ضرورت کے موافق ہونے کی حالت میں اس کو طلب کی حاجت پیش نہ آئے گی۔ جب مال عبادت کی خاطر ضرورت کے مطابق ہو تو یہ بھی عین عبادت ہے' اور دینی فوائد میں شامل ہے' اور منجملہ دنیاداری نہیں ہے۔ اسے دنیاداری کہا جائے گا' لیکن اس کا مدار نیت پر ہے کہ اگر اس مال سے دل کا مقصد آخرت کی راہ کی فراغت کا حاصل کرنا اور دل جمعی ہے' تو اس حالت میں یہ مال جو ضرورت کے مطابق ہے۔ توشہ آخرت اور عین آخرت ہوگا۔

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ایک زمین کا ٹکڑا تھا' جس سے وہ رزق اور حلال روزی حاصل کرتے تھے۔ ایک دن اس زمین سے غلہ آیا۔ حضرت خواجہ ابوعلی ماروی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ انہوں نے اس غلہ سے ایک مٹھی لے لیا' اور فرمایا میرے اس اناج کو اگر دنیا بھر کے متوکلین اپنے توکل کے بدلے میں لینا چاہیں' تو بھی میں نہ دوں گا۔ فی الواقع معاملہ یہ ہے کہ یہ بات اور یہ راز وہی آدمی جان سکتا ہے' جس کا دل مراقبہ میں مصروف ہو' کیونکہ اسے علم ہے کہ معاش کی جانب خاطر جمع ہونا۔ آخرت کی راہ کے طے کرنے میں معاون ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مال لوگوں کو دے یا ان پر محض خرچ کرے۔ یہ مال چار قسم کا ہے۔ اول صدقہ ہے۔ صدقہ کا ثواب دین اور دنیا دونوں میں بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ فقراء کی دعا کی برکت اور اس کا حاصل بہت زیادہ ہوتا ہے' جس کے پاس مال نہیں ہے۔ صدقہ وخیرات نہیں کر سکتا۔ دوسرا طریقہ بطور مروّت مال کا صرف کرنا ہے۔ جیسے دوسروں کو اپنا مہمان بنائے اور خود میزبان کے فرائض

marfat.com

انجام دے۔ اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ احسان کرے۔ خواہ وہ مالدار ہوں۔ انہیں تحفے تحائف دے' اور مال کے ساتھ ان کی غمخواری کرے۔ لوگوں کے حقوق ادا کرے' اور دوسری جائز رسمیں پوری کرے۔ یہ عمل اگر تونگروں کے ساتھ بھی کیا جائے تو بھی پسندیدہ ہے۔ اس سے سخاوت کی صفت ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ بات معلوم شدہ ہے کہ سخاوت بہت ہی عظیم خلق ہے۔ ہم انشاء اللہ آگے سخاوت کی تعریف بیان کریں گے۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ مال کو اپنی عزت کے تحفظ کیلئے خرچ کرے۔ جیسے کسی شاعر کو انعام کے طور پر دینا یا کسی حریص اور لالچی پر صرف کرنا' کہ ان لوگوں پر اپنا مال خرچ نہ کرے گا۔ تو شاعر اس کی ہجو لکھے گا اور حریص غیبت کرے گا' اور گالیاں دے گا۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ وہ شے جس کے ساتھ لوگوں سے اپنی عزت کی حفاظت کی جائے وہ صرف مال ہے۔ چونکہ مال بدگوئی وغیبت کا راستہ مخلوق پر بند کرتا ہے اور تشویش و پشیمانی کی بلاؤں کو دفع کرتا ہے۔ اگر ان حضرات پر مال صرف نہ کیا جائے اور وہ توہین اور غیبت کریں۔ تو صاحب مال کے دل میں انتقام کی تمنا ظاہر ہوتی ہے۔ یوں عداوت و دشمنی کا سلسلہ جاری ہو جائے گا۔ تو مال ہی اس کام کو کر سکتا ہے۔

چوتھا طریقہ یہ ہے کہ مال ایسے حضرات کو دے' جو اس کی خدمت کرتے ہیں' کیونکہ جو آدمی اپنے سب کام آپ ہی سرانجام دے گا۔ جیسے دھونا' جھاڑنا' پونچھنا' خریدنا اور پکانا وغیرہ۔ تو ان کاموں میں اس کا سارا وقت ضائع ہو جائے گا' اور ہر آدمی پر ذکر و فکر فرض عین ہے۔ تو ہر ایک سانس کو غنیمت سمجھے' اور ایسے کام میں جسے کوئی اس کی خاطر انجام دے سکتا ہے۔ خود اس میں اس کا مصروف ہونا بہتر نہیں' اور یہ معاملہ بھی مال کے بغیر انجام نہیں پا سکتا۔ مال پاس ہوگا تو خدمت گاروں کو دے سکے گا' اور خدمت گار اس کو کاموں کی محنت و مصروفیت سے بچائیں گے۔ اگرچہ تمام کام اپنے ہاتھ سے کرنا بھی ثواب کا باعث ہے' لیکن معاملہ اس آدمی کا ہے' جو جسم سے بندگی میں مشغول ہوتا ہے' دل سے نہیں' لیکن جو ذکر و فکر میں مشغول رہنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس کیلئے لازم ہے کہ دوسرے لوگ اس کے کام کریں۔ تاکہ اسے دل کا سکون حاصل ہو اور کام کے کرنے میں اسے دلجمعی میسر آ سکے۔ جو جسم کی طاقت اور بندگی سے بزرگی ہے بزرگ اور بہت زیادہ بڑی ہے۔

تیسری قسم یہ ہے۔ ایک مقرر اور مخصوص آدمی کو مال نہ دیتا رہے۔ بلکہ اس طرح خیرات و صدقہ کرے' جس کا فائدہ عمومی ہو۔ مثلاً پل بنوانا' سرائے اور مسجد بنوانا' ہسپتال قائم کرنا' یا فقراء و درویشوں کی خاطر مال وقف کر دینا۔ یہ سب باتیں عمومی ثروت میں شامل ہیں۔ اور تادیر باقی رہنے والی ہیں۔ اس سلسلے میں دعائیں اور برکتیں انسان کے مرنے کے بعد بھی اس تک پہنچتی رہتی ہیں۔ اس کا نام صدقہ جاریہ ہے۔ اس صدقہ جاریہ اور عمومی خیرات کی خاطر بھی مال کی ضرورت ہے۔ مال کے دینی فائدے تو یہ تھے' جو ہم نے بیان کر دیئے دنیاوی فوائد ظاہری ہیں کہ اس کے سبب انسان مکرم و محترم رہے گا۔ مخلوق اس کے دست نگر رہے گی۔ اور مخلوق میں رہتے ہوئے بہت سے دوست اور بھائی بنا لے گا۔ ہر ایک مقبول و محبوب ہوگا' اور اس کی تحقیر نہ کر پائے گا۔

marfat.com

آفاتِ مال

مال کی دینی آفات

مال کی آفات میں سے کچھ دنیاوی ہیں اور کچھ دینی' دینی آفات تین طرح کی ہیں۔

پہلی آفت تو یہ ہے کہ مال فسق و فجور اور معصیت میں مددگار ہوتا ہے۔ اور انسانی فطرت ہے کہ وہ معصیت کو چاہتی ہے۔ اور مادّاری و مفلسی مختصر پارسائی کے اسباب ہیں۔ ایسی حالت میں جب آدمی کو مال کے ساتھ قدرت حاصل ہو تو اگر وہ معصیت میں گرفتار ہوگا' تو اس کی ہلاکت کا باعث ہوگا' اور خواہش و معصیت پر صابر ہوگا۔ تو بہت جبر کرنا پڑے گا۔ کیونکہ قدرت ہونے کے باوجود صبر کرنا بہت ہی مشکل ہے۔

دوسری آفت یہ ہے کہ آدمی اگرچہ بڑا دیندار ہے' اور خود کو معصیت سے محفوظ رکھتا ہے پھر اپنے آپ کو صباح اشیاء کے شوق سے محفوظ نہ رکھ سکے گا' اور کسی آدمی میں یہ برداشت ہے کہ وہ تو انگری میں جو کی روٹی پر گزارہ کرے' اور موٹا کپڑا پہنے۔ مثلاً حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ السلام کا باوجود سلطنت و بادشاہت ہونے کے بھی یہ معمول تھا (موٹا اور معمولی کپڑا پہنتے اور بہت ہی معمولی غذا کھاتے) جب آدمی عیش و عشرت میں پڑ جاتا ہے تو جسم اس سے لذت پاتا ہے۔ پھر وہ اسے چھوڑ نہیں سکتا۔ دنیا اس کیلئے جنت کی طرح ہوگی' اور موت سے وہ بیزار ہوگا۔ یہ واضح ہے کہ سامان عیش و عشرت ہمیشہ تو حلال روزی سے فراہم نہ کر سکے گا۔ اور مشتبہ ذرائع اور طریقوں سے کمائے گا۔ بادشاہوں کی معاونت کا محتاج ہوگا۔ (ان کے درباروں کا رخ کرے گا) ان کے پاس جا کر ان کی مزاج پرسی' تملق و دروغ و نفاق اور ان کی خدمت گزاری میں گرفتار ہوگا۔ وہ بادشاہوں کا قریبی تو بن جائے گا' لیکن یہ خطرہ بہرحال رہے گا کہ وہ بادشاہوں کا محبوب بن جائے گا یا کسی وقت بادشاہ اس سے تنگ آ جائے گا' اگر وہ مقرب بن گیا تو دیگر لوگ اس پر حسد کریں گے' اور اسے تکلیف پہنچانے کے درپے ہو جائیں گے۔ اسے ستائیں گے' اور وہ بھی ان سے انتقام لینے کی خاطر تیار ہو جائے گا۔ اور خود بھی جھگڑے فساد اور حسد میں گرفتار ہو جائے گا۔ یہ باتیں سب مصائب کا موجب ٹھہر جاتی ہیں' کیونکہ ان برائیوں کی وجہ سے ہی اس سے جھوٹ' غیبت' بدخواہی اور دل و زبان سے دوسرے معاصی ظاہر ہوں گے' اور "حُبُّ الدُّنْیَا رَاْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ" کے یہی معنی ہیں۔ (دنیا تمام خطاؤں کی اصل ہے) معاصی و گناہوں کی سب شاخیں اسی سے نکلتی ہیں۔ اور یہ ایک آفت نہیں' نہ دس' نہ سو بلکہ بے حد و بے حساب آفات کا نام دنیا ہے۔ یہ ایک ایسا غار ہے' جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ جیسے دوزخ کا گڑھا جو ایسے ہی لوگوں کیلئے بنایا گیا ہے۔

تیسری آفت اس طرح کی ہے کہ اس سے صرف وہی آدمی بچ سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اور وہ یہ ہے کہ انسان معصیت سے اجتناب کرے۔ عیش و عشرت میں مصروف نہ ہو' اور وہ فی الواقع پارسا ہے۔ حلال مال کماتا ہے اور اسے اللہ کی راہ میں صرف بھی کرتا ہے۔ پھر بھی اس مال کا رکھنا تعلق خاطر کا باعث ہوگا۔ (دل کسی نہ کسی طرح اس مال کی طرف روکے رہے گا) اور یہ تعلق دل کا جو اس کو مال سے ہے اسے اللہ عزوجل کے ذکر اور اس کی عظمت کے خیال سے روکے رکھے گا۔ (ذکر و فکر سے بے خبر کر دے گا) حالانکہ تمام عبادات کا خلاصہ یہی ہے کہ ذکر الٰہی انسان پر غالب رہے' اور اس کے علاوہ اسے کسی شے سے انسیت نہ ہو۔ اللہ عزوجل کے علاوہ

marfat.com

سے بے پرواہ رہے۔ ان اشیاء کیلئے دلجمعی اور اطمینان قلب درکار ہے' تاکہ کسی جانب مصروف نہ ہو۔ ایسا آدمی جو کسی زمین کا مالک ہے۔ وہ اکثر اوقات اس زمین کی آبادی میں جو دوسرے لوگ اس میں شامل ہیں۔ ان کی خصومت اور جھگڑے کی فکر میں پڑا رہے گا۔ خراج دینے اور رعایا (کاشتکاروں) سے مال گزاری لینے میں مشغول رہے گا۔ اور اگر ایسا نہیں بلکہ وہ تاجر ہے تو تجارت اور کاروبار میں دوسرے شرکاء کے مال تجارت میں گھاٹے' سفر کی تدبیریں اور نفع بخش کاروبار کی فکر میں لگا رہے گا۔ اگر یہ نہیں بلکہ جانور پال رکھے ہیں' اور ان کی تجارت کرتا ہے تو اس تجارت کا حال بھی ایسا ہی ہوگا۔ (ایسے وسوسے اور مصروفیات ظاہر ہوں گی) بظاہر وہ مال جو خزانے کی صورت میں دفن ہے۔ وہ آدمی کو کنجوس بنانے والا ہے۔ اور اپنی حاجت کے موافق نکال کر اس میں خرچ کرتا رہتا ہے۔ لیکن یہ مال بھی اسے مشغول رکھنے والا ہے' اور وہ ہمیشہ اس کی فکر میں لگا رہتا ہے' اور اسے یہ خطرہ پڑا رہتا ہے کہ کوئی اسے چور نہ لے جائے۔ یا کوئی اس مال کا پتہ نہ لگا لے۔ (کہ خزانہ کس جگہ مدفون ہے) مختصر یہ کہ دنیا والوں کی فکر کا میدان بہت ہی کھلا ہے۔ اس کا اور توڑ نہیں۔ اگر کوئی یہ چاہیے کہ وہ دنیاداری کے ذریعے اطمینان قلب اور خاطر جمعی حاصل کرلے' تو اس کی مثال اس آدمی کی سی ہے جو پانی میں گھس کر یہ پسند کرے کہ بھیگنے سے محفوظ رہے (جو ناممکن ہے) تو مال کے فوائد اور اس کی بلائیں خاصی ہیں۔ جو ہم نے بیان کر دی ہیں' تاکہ عقلمند حضرات انہیں سمجھ اور جان لیں کہ ضرورت کے مطابق مال تریاق ہے اور اس سے بڑھ کر جو ہے وہ زہر کا خاصہ رکھتا ہے۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے گھر والوں کیلئے مال کی ضرورت کے مطابق ہی خواہش فرمائی' اور مختصر طور پر یہ فرمایا جو کوئی ضرورت سے زائد مال لیتا ہے۔ اس نے اپنی بربادی اور خرابی کی شے کو خود پسند کیا۔ ایسے ہی یکدم ہی مال کو خرچ کر دینا کہ کچھ باقی نہ رہے اور ضرورت پڑنے پر پریشانی ہو۔ شرع شریف میں صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا (پ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۹)

ترجمہ: اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ پورا کھول دے کہ تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا تھکا ہوا۔

آفت طمع وحرص اور فائدہ قناعت

یہ علم ہونا ضروری ہے کہ طمع برے اخلاق میں شامل ہے' اور اس میں بالفعل' ذلالت و رسوائی موجود ہے۔ اور اس کا ثمرہ خجالت ہے۔ جب آدمی میں لالچ ظاہر ہوتا ہے تو اس سے خود بخود بہت سے برے اخلاق ظاہر ہو جاتے ہیں' کیونکہ جب کوئی آدمی کسی سے طمع کرتا ہے تو اس کے ساتھ دورخی و نفاق سے پیش آئے گا۔ عبادات میں ریا ظاہر ہو جائے گا' جس سے طمع رکھتا ہے۔ جب وہ طمع و حریص کی تحقیر کرے گا' تو وہ اسے برداشت کرے گا' اور برے کاموں میں سہل انکاری کا اظہار کرے گا۔ برے کام اس کی نگاہ میں بہت معمولی نظر آئیں گے۔

ارشادات نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام

انسان بنیادی طور پر اور بالطبع حریص ہے' جو کچھ اس کے پاس ہے۔ کبھی اس پر قناعت نہیں کرتا' اور حرص وطمع سے قناعت کے بغیر

marfat.com

بچنا محال ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ! اگر انسان کے پاس دو وادیوں سے بڑھا ہوا ہو تو وہ تیسری وادی مال سے بھری ہوئی چاہے گا۔ آدمی کے دل کو خاک کے علاوہ پر کرنے والی اور کوئی شے نہیں۔ ہاں جو توبہ کرے۔ تو حق تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ انسان کی تمام اشیاء میں بڑھاپا آتا ہے' لیکن اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں۔ ایک طویل العمری کی تمنا' دوسری مال کی محبت' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزید فرمایا! وہ آدمی جسے اللہ عزوجل نے راہ اسلام دکھائی وہ آسودہ ہے۔ اور اسے ضرورت کے مطابق مال دیا اور اس نے اس مال پر قناعت کی۔ ایک اور حدیث میں ہے۔ روح القدس نے میرے دل میں اس بات کا القاء کیا۔ جب تک انسان کا رزق پورا نہیں ہوتا۔ وہ مرتا نہیں۔ تو اللہ عزوجل سے ڈرو۔ اور دنیا کا مال زیادہ نہ ڈھونڈو' اور نہ زیادہ حرص کرو۔ ایک جگہ فرمایا! مال مشتبہ سے محفوظ رہو۔ تاکہ تم تمام لوگوں سے زیادہ عبادت گزار ہو جاؤ' اور جو کچھ تمہارے پاس ہے۔ اس پر قائم رہو' تاکہ تم سب سے بڑھ کر شاکر بنو' اور دوسروں کیلئے بھی وہی شے پسند کرو جو اپنے لیے کرتے ہو' تاکہ تم مومن بن جاؤ۔ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! ہم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر تھے۔ ہم سات' یا آٹھ یا نو افراد تھے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرو۔ ہم نے عرض کی کیا ہم ایک بار بیعت کر نہیں چکے ہیں؟ آپ نے پھر ارشاد فرمایا! اللہ کے رسول سے بیعت کرو۔ آپ کا دوسری مرتبہ فرمان عالیشان سن کر ہم نے اپنے ہاتھ آپ کی طرف بڑھائے' اور عرض کی ہم کس بات پر بیعت کریں۔ آپ نے فرمایا! اللہ عزوجل کی بندگی کرو۔ نماز پنجگانہ ادا کرو' اور جو باری تعالیٰ کا ارشاد ہو۔ اسے بدل و جان بجالاؤ' اور پھر آہستہ سے فرمایا! اور کسی سے کچھ نہ مانگو۔ اس واقعہ کے بعد سے لیکر ان حضرات صحابہ کی یہ حالت ہو گئی تھی۔ اگر کسی کے ہاتھ سے تازیانہ زمین پر گر جاتا' تو وہ کسی سے یہ نہیں کہتے تھے کہ یہ تازیانہ اٹھادو۔ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ اسلام نے اللہ عزوجل کے حضور میں عرض کی اے اللہ عزوجل! تیرے بندوں میں سب سے زیادہ مالدار کون ہے۔ ارشاد ہوا میرے بندوں میں سب سے بڑھ کر وہ مالدار ہے' جسے میں جو شے عطا کروں وہ اس پر قناعت کرے' پھر عرض کی اے اللہ! سب سے زیادہ انصاف کرنے والا بندہ کون ہے؟ فرمایا! سب سے بڑھ کر عادل وہ ہے' جو ہر ایک کام میں انصاف کرنے سے چوک نہ کھائے۔

اقوالِ بزرگان

جناب حضرت وسیع رحمہ اللہ تعالیٰ سوکھی روٹی پانی میں تر کر کے کھاتے اور فرماتے جو اس پر قائم رہے گا وہ مخلوق سے بے پرواہ رہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فرشتہ روزانہ یہ اعلان کرتا ہے کہ اے آدم کے بیٹے کہ وہ تھوڑا مال جو تیری ضرورت کو پورا کرے اس زیادہ مال سے افضل ہے' جس سے بے اندازہ خوشی اور باخبری پیدا ہو۔

جناب سحیط ابن عجلان رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرا سارا پیٹ ایک بالشت سے بڑھ کر لمبا چوڑا نہیں (ہمہ شکم تو وجے دروجے بیکس نہیست) اور یہ ذرا سی شی تجھے جہنم میں ڈال دے تو حیرانگی کی بات ہوگی۔

حدیث شریف میں وارد ہوا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ اے ابن آدم اگر میں تجھے تمام دنیا دے دوں تب بھی تو اس سے فقط اپنا رزق (مقسوم کے مطابق کھائے گا) اور جب میں تجھے تیری خوراک سے بڑھ کر نہ دوں اور اسکے حساب کی مصروفیت دوسرے کو سونپ دوں (دنیا کے دوسرے لوگ مال کثیر کا حساب کتاب کرنے میں مصروف رہیں) تو تجھ پر میرا یہ احسان عظیم ہے۔

marfat.com

کسی عقل مند کا قول ہے۔ حریص اور طامع سب سے بڑھ کر رنجیدہ رہے گا' اور قناعت کرنے والا سدا خوش رہے گا' اور حاسد لے رنج کی تو انتہا ہی نہیں اور تارک دنیا سدا بری الذمہ اور سبکسار رہتا ہے۔ اور وہ عالم جو میرے کام کرنے والا ہے۔ سب سے زیادہ یشان رہتا ہے۔

کایت:

جناب حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کسی آدمی نے ایک چڑیا کو پکڑ لیا اس چڑیا نے اس آدمی سے پوچھا تو نے مجھے کیوں پکڑا۔ اس نے جواب دیا' میں تجھے ذبح کر کے کھاؤں گا۔ چڑیا بولی مجھ سے تو تیرا پیٹ نہ بھرے گا' بہر حال میں تجھے تین باتیں بتا دیتی ں۔ وہ تجھے میرے کھانے سے زیادہ فائدہ دیں گی۔ سن ان میں سے پہلی بات تو یہ ہے جو میں تیرے ہاتھ میں رہتے ہوئے بتا دوں ں اور دوسری تب بتاؤں گی جب تم مجھے چھوڑ دو گے اور میں درخت پر جا بیٹھوں گی' اور تیسری اس وقت کہوں گی جب درخت سے اڑ ر اس پہاڑ پر بیٹھ جاؤں گی۔ اس آدمی نے کہا پہلی بات کونسی ہے؟

چڑیا نے کہا وہ یہ ''جو چیز ہاتھ سے جائے اس کا غم نہ کرنا'' یہ سن کر اس نے چڑیا کو آزاد کر دیا اور وہ درخت پر جا بیٹھی اس وقت اس دمی نے کہا اب دوسری بات بتاؤ چڑیا نے کہا ناممکن بات کو باور نہ کرنا یہ کہہ کر وہ درخت سے اڑ کر قریب کے پہاڑ پر بیٹھ گئی اور وہاں ڑ کر بولی کہ تو بہت بد بخت ہے اگر تو مجھے ذبح کر لیتا تو مالا مال ہو جاتا کیونکہ میرے پیٹ میں دو ہیرے ہیں' جن میں سے ہر ایک کا ن بیس مثقال ہے۔ یہ سن کر وہ آدمی بہت افسوس کرنے لگا اور کہا خیر اب تیسری بات کو بتا دے۔ چڑیا بولی میں تیسری بات کیا بتاؤں نے پہلی دو باتوں کو ہی یاد نہ رکھا میں نے تجھے کہا نہ تھا کہ گزری بات کا رنج نہ کرنا اور ناممکن بات کو کرنے کی کوشش نہ کرنا سن میں جب ے ہاتھ میں تھی تو سب گوشت و پوست اور پروں سمیت میرا وزن دس مثقال بھی نہ تھا میرے پیٹ میں ایسے دو ہیرے کیسے ہو سکتے ں جن میں سے ہر ایک کا وزن بیس مثقال ہو یہ کہہ کر وہ چڑیا پہاڑ سے اڑ گئی اس کہانی سے غرض یہ ہے کہ جب حرص و لالچ پیدا ہوتا ہے انسان ہر ناممکن بات کو باور کر لیتا ہے۔

حضرت ابن سماک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ طمع ایک رسی ہے جو تیری گردن میں بندھی ہے' اور ایک ڈوری ہے جو تیرے پاؤں ں بندھی ہے۔ گردن کی رسی کو نکال تا کہ پاؤں کی ڈوری کھل سکے۔

لاج حرص و طمع

اے پیارے یہ علم ہونا لازمی ہے کہ اس مرض کی دوا ایک معجون ہے۔ جو صبر کی تلخی علم کی مٹھاس اور عمل کی دشواری سے مرکب ہے' ور دل کی مرضی کا علاج ان ہی اجزا سے ہوتا ہے۔ حرص و طمع کا علاج ان پانچ اشیاء سے ہوگا۔ ا۔ عمل: عمل سے علاج یوں ہوگا کہ انسان پنے خرچ کو کم کرے۔ موٹا اور سادہ لباس استعمال کرے اور سوکھی روٹی پر قناعت کرے۔ سالن کا استعمال گاہے بگاہے کرنا لازم ہے۔ نسان کی یہ حاجات بغیر حرص و طمع آسانی سے پوری ہو سکتی ہیں۔ اگر اخراجات بہت ہوں گے' تو قناعت نہ اپنا پائے گا۔ آقا علیہ الصلوٰۃ لسلام کا فرمان ہے مَنْ عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ (یعنی جس کا خرچ درمیانے درجے کا ہوگا۔ وہ ہرگز محتاج نہ ہوگا) آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ

marfat.com

بھی فرمان ہے۔ خلائق کی نجات تین چیزوں میں ہے ۱- خلوت وجلوت میں اللہ عزوجل سے ڈرنا ۲- درویشی' مالداری کی صورت میں اعتدال سے صرف کرنا ۳- خوشی اور غم میں انصاف سے گریز نہ کرنا۔ کسی آدمی نے حضرت ابوالودود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کھجور کی گٹھلیاں چن رہے تھے اور کہتے جاتے تھے روزی میں میانہ روی کو ملحوظ رکھنا انسان کی عقلمندی ہے۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو اعتدال سے صرف کرے گا۔ اللہ عزوجل اسے دوسروں سے بے پرواہ کردے گا اور جو کوئی خرچ کرنے میں اسراف کرے گا۔ اللہ عزوجل اسے افلاس میں رکھے گا۔ آقا علیہ التحیۃ والثناء نے یہ بھی فرمایا! اندازے سے صرف کرنا نصف روزی ہے۔

دوسری شے یہ ہے کہ جب ایک دن کی روزی حاصل ہو تو آئندہ کی روزی کی فکر نہ کرے' کیونکہ ایسے کرنے سے شیطان اسے ہے۔ ممکن ہے تیری عمر طویل ہو اور تجھے کل کی روزی نہ مل سکے۔ تو آج ہی اسکی تلاش کر اور بے فکر نہ بیٹھ اور جہاں کہیں سے بھی مال اسے حاصل کرلے۔ مثلاً اللہ عزوجل نے فرمایا! اَلشَّیْطَانُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ (پ ۳ سورہ بقرہ آیت ۲۵۸)

ترجمہ: شیطان تمہیں محتاجی کا اندیشہ دلاتا ہے اور حکم دیتا ہے بے حیائی کا۔

وہ چاہتا ہے کہ تمہیں کل کی تنگدستی سے آج کے دن پریشانی میں رکھے' اور فقیر کردے اور وہ تم پر ہنستا ہے' کیونکہ ہوسکتا ہے کل دن تیرے لیے نہ آئے' اور اگر آئے بھی تو اس کی محنت ومشقت اس سے زیادہ تو نہ ہوگی' جس میں تو نے آج خود کو ڈالا ہے۔ اس خدشہ سے ایسے بچنا ہوسکتا ہے کہ انسان یہ جانے کہ رزق حرص سے حاصل نہیں ہوتا' بلکہ جو روزی نصیب میں ہے وہ البتہ مل کر رہے گی۔ ایک دن آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ تو انہیں بہت فکرمند پایا۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں فرمایا! فکر نہ کرو جو مقدر میں ہے وہی ہوگا' اور جو تمہارا رزق ہے۔ وہ ہر حال میں ملے گا۔ تو آدمی کو لازم ہے۔ یہ بات تصور میں رکھے کہ رزق ایسی جگہ سے ملتا ہے' جو اس کے خیال میں بھی نہیں ہوتا۔ حق تعالیٰ کا فرمان ہے۔ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ (پ ۲۸ سورہ طلاق آیت ۲'۳)

ترجمہ: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہوگا۔

حضرت ابوسفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا پارسارہ کیونکہ وہ کبھی بھوک سے نہ مرے گا یعنی اللہ عزوجل لوگوں کے دلوں میں اتنا رحم ڈالے گا کہ بغیر مانگے کے ہی اس کا رزق اس کے پاس آئے گا اور اس کے پاس لوگ پہنچائیں گے اور حضرت ابوحازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رزق دو طرح کا ہے جو کچھ میرے رزق میں ہو۔ وہ مجھے جلد پہنچ جائے گا اور وہ جو دوسرے کی روزی میں ہے تمام اہل زمین وآسمان کی کوشش سے بھی مجھے نہ ملے گا تو اس کے فکر میں میری بیقراری کیا کام دے سکتی ہے۔

تیسری یہ شے ہے آدمی کو یہ جاننا ضروری ہے۔ اگر وہ طمع نہ کرے صبر کرے تو محض غمزدہ ہوگا اور اگر طمع بھی کرے اور صبر کرے غمزدہ ہونے کے ساتھ ذلیل وغمخوار ہوگا۔ طمع کی وجہ سے لوگ اسے ملامت بھی کریں گے اور آخرت کے عذاب کے خطرے میں بھی پڑے گا اور اگر صبر کرے گا تو ثواب بھی ملے گا۔ نیک کاموں میں وہ شمار کیا جائے گا اور لوگ بھی تعریف کریں گے تو یوں وہ دکھ جس کے ساتھ ثواب آخرت' تعریف اور عزت بھی ہے وہ اس دکھ اور غم سے کہیں بہتر ہے' جس کے ساتھ عذاب کا خطرہ جس کے ساتھ ذلت

marfat.com

امت ہو۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مومن کی عزت اس بات میں ہے کہ وہ مخلوق سے بے پروا ہو۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس کے ساتھ تمہیں کوئی غرض ہے اس کا تو قیدی و اسیر ہے جو آدمی تیرا محتاج ہو تو تو اس کا امیر ہے اور وہ تیرا امیر ہے۔

چوتھی شے یہ ہے۔ آدمی کو تدبیر کرنا ضروری ہے کہ وہ حرص و طمع کیوں کر رہا ہے اگر وہ شکم پروری کے لئے کر رہا ہے تو بیل اور گدھے اس سے بڑھ کر کھاتے ہیں (وہ بیل اور گدھے سے بھی ادنیٰ ہے) اور اگر شہوت' مباشرت اور جماع کی قوت میں خاطر کر رہا ہے تو خنزیر اور ریچھ اس سے بڑھ کر شہوت والے ہیں۔ اگر رعب و دبدبہ اور لباس کی خاطر حرص و طمع ہے تو اس معاملہ وہ یہود و نصاریٰ کو اپنے سے بڑھ کر پائے گا اور اگر طمع چھوڑ کر در ماندگی پر قناعت کرے گا اور اولیاء و انبیاء کی مانند ہوگا۔ (اگر طمع بر دو بر ماندگی قناعت کند خود را ہیچ نظر نہ بیند مگر انبیاء و اولیاء یعنی در ماندگی و فقر پر قناعت کرے تو اپنی مثال انبیاء و اولیاء کے علاوہ نہ پائے گا) اور ان لوگوں کی مثل و مانند ہونا دوسروں کے مانند و مثل ہونے سے کئی درجہ افضل و اولیٰ ہے۔

پانچویں شے یہ ہے کہ بندہ مال کی مصیبت پر غور کرے۔ جب مال زیادہ ہو جائے گا تو دنیا میں اس کی وجہ سے بہت سی مصیبتوں میں گرفتار ہوگا اور آخرت میں درویشوں اور فقیروں کے پانچ سے چھ سال بعد جنت میں داخل ہوگا۔ انسان کو لازم ہے کہ وہ ایسے آدمی پر نظر کرے جو مال و متاع کے لحاظ سے اس سے کم درجہ پر ہو تا کہ اپنی اچھی حالت پر اللہ عزوجل کا شکر بجائے لائے۔ (جیسے کسی شاعر نے کہا ہے غافل مقام اشک نہیں جائے شکر ہے۔ سو سے برا تو ایک سے بہتر بنا دیا) اور دوسرے مالداروں کو نہ دیکھے تا کہ اس کے پاس جو اللہ عزوجل کی نعمت موجود ہے وہ بے اہمیت معلوم نہ ہو۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ایسے آدمی کو دیکھو جو مال و دولت میں تم سے کم ہو اور ابلیس تو وہ تم سے یہی کہتا رہے گا۔ فلاں فلاں آدمی تو اس قدر مالدار ہے تو کیوں قناعت کر رہا ہے اور جب تم مال سے اجتناب کرو گے تو شیطان تمہیں یہ کہہ کر گمراہ کرے گا تم ہی کیوں اجتناب کرتے ہو جو فلاں عالم اور فلاں امام ہے وہ تو اس سے بچنے کی کوشش نہیں کرتے اور حرام کا مال کھا رہے ہیں۔ شیطان ایسے آدمی کو جو مالداری میں سے تم سے برتر ہو اور دین میں تم سے پیچھے ہو تمہارے سامنے لائے گا (تا کہ مصیبت میں گرفتار کر کے دنیاداری میں پھنسا رکھے) سعادت مندی اور نیکی کا رستہ وہی ہے جو اس کے مخالف ہو تو نہیں چاہئے کہ دین کے معاملے میں بزرگوں پر نظر رکھو تا کہ تمہیں اپنی کوتاہی اور خامی نظر آئے اور دنیوی مال و متاع کے معاملہ میں فقیروں اور غریبوں کو دیکھو' تا کہ ان کے مقابلے میں تم اپنے آپ کو مالدار اور غنی پاؤ۔

سخاوت کی فضیلت اور ثواب

اے پیارے یہ علم ہونا ضروری ہے کہ جس آدمی کے پاس مال نہ ہو اسے قناعت اختیار کرنا اور حرص سے اجتناب کرنا چاہئے اور اگر مالدار اور غنی ہو تو سخاوت اور کنجوسی سے محفوظ رہے۔

ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سخاوت جنت کا ایک درخت ہے۔ جس کی شاخیں دنیا میں معلق ہیں' جو کوئی آدمی سخاوت کرنے

marfat.com

والا ہے ان شاخوں میں سے ایک شاخ کو پکڑے گا اور اس کے ساتھ جنت میں چلا جائے گا اور کنجوسی دوزخ کے درختوں سے ایک درخت ہے جس کی شاخیں دنیا میں لٹک رہی ہیں جو آدمی کنجوسی اپنائے گا وہ اس درخت کی ایک شاخ پکڑے گا اور وہ اس کو دوزخ میں لے جائے گی۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا دو خلق ایسے ہیں جنہیں اللہ عزوجل محبوب رکھتا ہے۔ ایک سخاوت اور دوسرا نیک خوئی اور دو خلق ایسے ہیں جنہیں وہ دوست نہیں رکھتا۔ ایک کنجوسی دوسرا بدمزاجی۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سخی کی کوتاہی معاف کردو جب وہ تنگ دست ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اس کی مدد فرماتا ہے۔

ایک واقعہ

ایک مرتبہ ایک غزوہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک قیدی کے علاوہ تمام کو قتل کرادیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معلوم کیا' اسے کیوں نہیں قتل کرایا گیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل امین علیہ السلام نے نازل ہوکر مجھے کہا اسے قتل نہ کریں کیونکہ یہ سخی ہے۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سخی کا کھانا دوا کا درجہ رکھتا ہے اور کنجوس کا کھانا مرض۔'' آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا سخی اللہ عزوجل کے ہاں جنت اور دیگر لوگوں سے قریب ہے اور دوزخ سے دور ہے اور کنجوس آدمی اللہ عزوجل' جنت اور لوگوں سے دور ہے لیکن دوزخ سے قریب ہے۔ اللہ عزوجل' سخی جاہل کو کنجوس عابد سے زیادہ دوست رکھتا ہے اور سب مرضوں میں بخل بڑی بیماری ہے۔

ایک حدیث مبارکہ میں وارد ہوا کہ میری امت کے ابدال نماروزے کی وجہ سے جنت میں نہیں جائیں گے بلکہ سخاوت' پاکیزگی قلب اور اس نصیحت ومہربانی کی وجہ سے جنت میں جائیں گے جو خلق خدا سے تھی۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں وارد ہوا کہ اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ سامری کو نہ مارو کیونکہ وہ سخی ہے۔

اقوالِ صحابہ کرام

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب دنیا تمہارے پاس آئے تو خرچ کرو کیونکہ وہ نہیں پہنچے گی اور جب وہ تم سے رخ موڑے گی تب بھی خرچ کرو کیونکہ آخر کار وہ رہنے والی نہیں ہے۔

کسی آدمی نے حضرت حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنی حالت وکیفیت لکھ کر پیش کی۔ آپ نے وہ خط لے لیا اور جواب دیا کہ میں نے تمہاری ضرورت پوری کردی۔ لوگوں نے عرض کی آپ نے اس آدمی کے خط کو پڑھا تو ہے نہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے یہ خدشہ لاحق ہوا کہ اگر میں اسے ذلت کے ساتھ اپنے سامنے کھڑا رکھوں گا تو اس بارے اللہ عزوجل مجھے پکڑ فرمائے گا جناب محمد بن المنکور نے ام درہ سے جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خادمہ تھیں یہ روایت بیان فرمائی ایک دفعہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو تھیلیاں ایک باندی اور اسی ہزار درہم حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں بھیجیں۔ آپ نے وہ سب ایک سینی (ایک ٹرے) میں رکھ کر بانٹ دیا۔ شام کے وقت آپ نے مجھ سے کھانا طلب فرمایا تاکہ روزہ افطار کریں۔ میں روٹی

marfat.com

...زیتون کا تیل آپ کی خدمت میں لے گئی (کیونکہ اس وقت اس کے علاوہ کھانے کو کچھ موجود نہ تھا) گوشت بھی نہ تھا' میں نے عرض ...۔آپ کے پاس اتنا مال آیا تھا اور آپ نے وہ تمام تقسیم فرما دیا۔آپ نے ایک درہم کا گوشت ہی منگوالیا ہوتا۔حضرت عائشہ رضی ...تعالیٰ عنہا نے فرمایا اگر تم یاد دلا دیتی تو میں لازماً منگوالیتی۔جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ تشریف لائے تو حضرت ...م حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا ان کو ملنے نہ جایئے گا۔انہوں نے کہا ہم مقروض ہیں چنانچہ ...ب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ شریف سے لوٹنے لگے تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے ایک اونٹ آ رہا تھا ...س پر بیت المال کا روپیہ لادا گیا تھا) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا اس اونٹ پر کیا ہے؟ مزدور نے عرض کی روپیہ ...جو کہ اسی ہزار دینار ہیں۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ سب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیدیں' تا کہ وہ اپنا ...ں اتار دیں۔

...یت

حضرت شیخ ابوالحسن مدائن نے بیان فرمایا حضرت حسین و حضرت حسن اور حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم تینوں حج کو ...ہے تھے۔کھانے پینے اور سفری سامان والا اونٹ بہت پیچھے رہ گیا۔بھوک اور پیاس سے بے چین ہو کر یہ حضرات رستے میں ایک ...کے خیمے میں گئے اور اسے کہا ہمیں بہت پیاس لگی ہے۔کچھ پینے کو دو۔اس نے انہیں بکری کا دودھ نکال کر پیش کیا۔انہوں نے ...پی کر کہا کچھ کھانے کو لاؤ۔اس بڑھیا نے کہا کھانے کو تو کچھ موجود نہیں۔تم اسی بکری کو ذبح کر کے کھالو۔انہوں نے اسی طرح ہی ...کھانے پینے سے فارغ ہو کر انہوں نے کہا ہم قریشی ہیں۔جب سفر سے ہم لوٹیں تو تم ہمارے پاس آنا ہم تمہاری اس شفقت کا ...یں گے۔یہ کہہ کر یہ لوگ آگے چل پڑے۔جب اس بڑھیا کا خاوند آیا' تو ناراض ہوا کہ تو نے ایسے لوگوں کے لئے بکری ذبح ...دی۔جن سے نہ تو ہماری واقفیت تھی اور نہ دوستی۔اس واقعہ کو کچھ عرصہ گزرا۔اس بڑھیا کو اور اس کے شوہر کو غربت نے پریشان کیا۔ ...حال و پریشان حال خاندان مدینہ طیبہ پہنچا۔یہ لوگ اونٹ کی لید چن چن کر بیچنے لگے (تا کہ اپنے پیٹ بھر سکیں) ایک دن یہ عورت ...یا) کہیں جا رہی تھی۔حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مکان کی ڈیوڑھی پر کھڑے تھے۔آپ نے اس بڑھیا کو پہچان لیا اور ...روک کر فرمایا۔اے بڑھیا تو مجھے پہچانتی ہے۔اس نے عرض کیا نہیں۔آپ نے فرمایا میں وہی ہوں جو فلاں دن تیرا مہمان بنا تھا۔ ...نے کہا اچھا! تو آپ وہی ہیں' اس کے بعد آپ نے اس بڑھیا کو ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار عطا کئے اور اسے اپنے غلام کے ...حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا۔آپ نے اس عورت سے پوچھا اے بڑھیا میرے بھائی نے تمہیں کیا دیا؟ اس نے ...ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار۔حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسے اتنا ہی انعام عطا فرمایا اور اپنے غلام کے ساتھ ...بھائی عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا۔انہوں نے اس عورت سے پوچھا کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تمہیں کتنا ...یا۔اس نے کہا دونوں نے دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار بخشے جناب حضرت عبداللہ رضی اللہ نے بھی اسے دو ہزار بکریاں اور دو ...ینار عطا کئے اور فرمایا اگر تو پہلے میرے پاس آتی تو میں تجھے اتنا دیتا کہ یہ دونوں تجھے اتنا نہ دے سکتے' المختصر وہ بڑھیا وہ چار ہزار ...یاں اور چار ہزار دینار لے کر خاوند کے پاس گئی۔

marfat.com

واقعہ

نقل ہے۔عرب شریف میں ایک آدمی سخاوت میں مشہور تھا وہ فوت ہوگیا کہیں سے ایک قافلہ سفر سے آرہا تھا اور اس قافلہ کے تمام لوگ بھوکے تھے۔وہ اس سخی کی قبر کے پاس اترے (اور پڑاؤ ڈالا) اور تمام ایسے بھوکے ہی سوگئے۔ان قافلہ والوں میں سے ایک آدمی کے پاس اونٹ تھا۔اس نے اس فوت ہونے والے کو خواب میں دیکھا کہ وہ اس اونٹ والے سے کہہ رہا ہے اپنا یہ اونٹ میرے اعلیٰ اونٹ کے بدلے بیچ دو۔اس نے کہا بہتر ہے اور خواب میں ہی اس نے اپنا اونٹ اس سخی فوت شدہ کے ہاتھوں بیچ دیا اور جب خواب سے بیدار ہوا تو اس نے اپنا اونٹ ذبح کردیا۔دوسرے حضرات بھی جاگ گئے تو دیکھتے ہیں اونٹ ذبح پڑا ہے۔انہوں نے اسے پکا کر کھایا جب کھانا کھا کر یہ قافلہ چل نکلا تو راستے میں ایک آدمی ان قافلہ والوں کو ملا اور اس قافلہ کے ایک آدمی کو اس آدمی کا نام کر آواز دی جس نے خواب میں اونٹ بیچ ڈالا تھا۔قافلے والے نے اس سے کہا کہ تم نے فلاں آدمی سے اپنے اونٹ کے بدلے ایک اعلیٰ اونٹ خریدا۔اس نے کہا ہاں خریدا تو ہے لیکن یہ سب بحالت خواب ہوا اور پھر اس نے قافلے والے کو اپنا خواب سنایا۔اس قافلے والے سے کہا تم نے خواب میں جو اونٹ خریدا وہ یہی ہے۔تم اسے لے لو کیونکہ خواب میں میں نے دیکھا کہ مجھ سے میرے باپ نے کہا اگر تو میرا بیٹا ہے تو میرے اس اونٹ کو فلاں آدمی کے سپرد کردے۔

روایت

حضرت شیخ ابوسعید خرکوشی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا! مصر میں ایک آدمی فقراء پر صرف کرنے کو کچھ اکٹھا کرتا رہتا تھا۔اس آدمی کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔وہ آدمی بالکل غریب تھا۔وہ آدمی اس فقیر دوست آدمی کے پاس یا تاکہ اس سے کچھ مل جائے۔وہ اس بات کے ساتھ ہوگیا۔اور ہر کسی سے سوال کیا' لیکن کچھ بھی نہ مل سکا۔پھر وہ اسے ایک قبر پر لے گیا' اور کہا اللہ عزوجل تم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔تم فقراء کیلئے تکالیف برداشت کرتے اور جو انہیں حاجت ہو' تم وہ پوری کرتے تھے۔آج کے روز میں نے اس آدمی کے کی خاطر بہت سعی کی' تاکہ کہیں سے کچھ میسر آجائے' لیکن کچھ نہیں ملا' یہ کہہ کر وہ آدمی اٹھا' اور اس نے ایک دینار نکالا' اور اس کے حصے کیے۔آدھا اسے دیا اور کہا میں یہ آدھا دینار تجھے قرض دیتا ہوں' تاکہ تیرا کچھ کام ہوسکے' جس آدمی نے یہ نصف دینار دیا تھا۔اسے محتسب کہتے ہیں۔اس غریب آدمی کا کہنا ہے میں نے وہ آدھا دینار لے لیا' اور بچے کا کچھ کام نکالا۔محتسب نے اس فوت شدہ کو جو کی قبر پر گیا تھا۔خواب میں دیکھا اور آدمی نے اس محتسب سے کہا تم نے میری قبر پر آکر جو کچھ کہا میں نے سن لیا' لیکن ہمیں جو دینے کا اذن نہیں۔اب تم میرے گھر جاؤ اور میرے بچوں سے کہو۔گھر میں چولہے کے قریب سے کھدائی کریں۔وہاں پانچ سو دینار رکھے ہیں۔وہ نکال کر اس آدمی کو جس کے بیٹا پیدا ہوا دیدو۔محتسب نے بیدار ہوکر اس کے گھر کی راہ لی' اور انہیں خواب بیان کیا چولہے کے قریب سے کھدائی کی گئی۔تو وہاں سے پانچ سو دینار نکلے۔اس محتسب نے کہا میرے خواب کا کچھ اعتبار ہیں۔یہ رو تمہاری ملکیت ہے۔اسے رکھو۔انہوں نے جواب میں کہا۔وہ آدمی جو فوت ہوگیا ہے۔وہ تو سخاوت کررہا ہے۔تو ہم کیا زندہ ہوکر کنجوسی سے کام لیں (اور کنجوسی کریں) تم اس مال کو لیجا کر کے اس آدمی کو دیدو' جس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔تو محتسب وہ نقدی لیکر اس پاس گیا۔(جسے نصف دینار قرض دیا تھا) اس نے ان پانچ سو دینار سے صرف ایک دینار لے لیا' اور اس کے دو حصے کیے۔اور نصف

marfat.com

...نار قرض کے بدلے اس محتسب کو دیکر کہنے لگا۔ یہ تم لو اور یہ باقی آدھا دینار غرباء میں بانٹ دو۔ مجھے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں' ...ل تم نے مجھے دیا تھا۔ حضرت شیخ ابوسعد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں یہ فیصلہ نہیں کر پایا۔ ان سب لوگوں میں سب سے عظیم سخی کون ...۔ وہ کہتے ہیں جب میں مصر گیا تو میں نے اس فوت ہونے والے کا مکان ڈھونڈا (جس کے چولہے کے نیچے سے پانچ سو دینار نکلے ...) اور اس کی اولاد کو دیکھا۔ ان کے چہروں سے نیکی و بھلائی جھلک رہی تھی۔ اس وقت مجھے یہ آیت یاد آئی **و کان ابو ھما صالحا** ...پ ۱۶ سورہ کہف آیت نمبر ۸۲) ترجمہ: اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔

اے پیارے اگر سخاوت کی برکات موت کے بعد بھی ظہور پذیر ہوں اور انہیں بطور خواب بیان کیا جائے تو کچھ حیرانگی کی بات ...۔ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام بڑے مہمان نواز تھے۔ آج تک ان کے مزار مبارک کے اردگرد یہ برکات جاری و ساری ...۔ حضرت ربیع بن سلیمان نے بیان فرمایا جب حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ مکہ مکرمہ پہنچے تو ان کے پاس دس ہزار دینار تھے۔ ...جا کر انہوں نے مکہ شریف کے باہر پڑاؤ کیا' اور انہوں نے وہ سب دینار ایک چادر پر ڈال دیئے' جو کوئی ان کے سلام کو آتا۔ ایک ...بھر دینار اسے عطا فرماتے۔ ظہر کی نماز تک آپ نے وہ تمام دینار بانٹ دیئے' اور کچھ بھی اپنے پاس باقی نہ رکھا ایک دفعہ ایک آدمی ...ان کے سوار ہوتے ہی ان کی رکاب کو تھام لیا۔ آپ نے ربیع کو حکم دیا۔ اسے چار سو دینار عطا کر دو۔ اور زیادہ نہ دینے پر معذرت ...۔ ایک روز حضرت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے۔ لوگوں نے پوچھا آپ کیوں روتے ہیں۔ فرمایا اس لیے کہ ...ت روز سے میرے گھر کوئی مہمان نہیں آیا۔

...انی

...ایک آدمی کسی دوست کے پاس گیا۔ اور کہا مجھ پر ایک سو روپے قرض ہے۔ اس دوست نے اس کا قرض چکا دیا۔ وہ دوست ...ت ہو گیا۔ تو یہ آدمی رونے لگا۔ اس کی بیوی نے پوچھا' کیوں روتے ہو۔ یہ روپے دیکر اگر رونا تھا تو نہ دیتے۔ اس نے کہا روپے ...کی وجہ سے نہیں روتا ہوں' بلکہ اس سبب سے رو رہا ہوں کہ میں اپنے دوست کے حال سے اتنا غافل و بے خبر رہا کہ اسے مجھ سے ...کرنے کی حاجت پیش آئی۔

...ت بخل

اللہ عزوجل کا فرمان ہے۔

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (پ ۲۸ سورہ حشر آیت ۹)

ترجمہ: اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا۔ تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا! **وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ** (پ ۴ سورہ آل عمران آیت ۱۸۰)

ترجمہ: اور جو بخل کرتے اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہرگز اپنے لیے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کیلئے برا ہے۔ ...ب وہ جسمیں بخل کیا تھا۔ قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا۔

marfat.com

ارشادات نبوی صیل اللہ علیہ وسلم

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! بخل سے محفوظ رہو کیونکہ تم سے قبل کے لوگ بخل ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئے اور بخل ہی نے انہیں اس بات پر تیار کیا کہ لوگوں کو مار ڈالیں اور حرام کو حلال جانیں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! تین اشیاء مہلک ہیں۔ ۱- وہ بخل جس کا تو تابع ہو اور اس کی تو مخالفت نہ کرے۔ ۲- باطل خواہش تو جس کی پیروی کرے۔ ۳- تیسری شے خود پسندی ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ دو آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے ایک اونٹ کی قیمت مانگی (تاکہ اس سے اونٹ خریدیں) آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اتنی قیمت دلوادی۔ جب وہ روپے لیکر وہاں سے [illegible] حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آئے اور اظہار شکر کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کے شکر ادا کرنے کے بارے میں عرض کی۔ اس پر آپ نے فرمایا فلاں آدمی نے تو ان سے بڑھ کر رقم لی تھی لیکن اس نے شکر ادا نہ کیا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزید ارشاد فرمایا! تم میں سے جو آدمی میرے پاس آئے اور مجھے پریشان کر کے کچھ مجھ سے لے۔ وہ آگ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام جب وہ آگ ہے اور ظالم کی کوتاہی نہ بخشی جائے گی حالانکہ ظلم اکثر عزوجل کے نزدیک بخل سے ہلکا ہے۔ اللہ عزوجل اپنے عزوجلال کی قسم کھاتے ہوئے فرماتا ہے کہ کنجوس و بخیل کو جنت جانے دوں گا۔

روایت

بیان کیا گیا کہ ایک دن آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام طواف فرما رہے تھے کہ آپ نے ایک آدمی کو دیکھا۔ جو کعبہ شریف کے حلقہ پکڑے ہوئے کہہ رہا تھا۔ اے اللہ اس گھر کی برکت کے وسیلے میرے گناہ معاف فرمادے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تیرا گناہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی میرا گناہ اتنا بڑا ہے جسے میں بیان کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔ آپ نے فرمایا تیرا گناہ بڑا ہے یا زمین اس نے عرض کی میرا گناہ بڑا ہے۔ آپ نے پھر ارشاد فرمایا۔ تیرا گناہ بڑا ہے یا آسمان؟ اس نے عرض کی میرا گناہ بڑا ہے۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا تیرا گناہ بڑا ہے یا عرش؟ اس نے عرض کی میرا گناہ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر فرمایا تیرا گناہ بڑا ہے یا اللہ عزوجل؟ اس نے عرض کی اللہ عزوجل سب سے بڑا ہے۔ تب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا واضح کرو تمہارا ایسا کونسا گناہ ہے؟ اس نے کہا میں بہت دولتمند ہوں لیکن مجھے جب دور سے کوئی فقیر دکھائی پڑتا ہے جو میری جانب آرہا ہو تو یوں سمجھتا ہوں جیسے آگ آرہی ہے جو مجھے بھسم کر دے گی (یعنی میں کنجوس و بخیل ہوں) تب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! جا میرے سے دور ہو۔ کہیں تیری آگ مجھے جلا نہ دے۔ قسم ہے اس اللہ عزوجل کی جس نے مجھے ہدایت کی خاطر مبعوث فرمایا! اگر تو رکن اور مقام (رکن یمنی اور مقام ابراہیم) کے مابین ایک ہزار سال بھی نمازیں ادا کرے گا اور اتنا روئے گا کہ تیرے آنسوؤں سے ندیاں جاری ہو جائیں اور ان سے درخت اگ آئیں اور تو کنجوسی و بخیلی کی حالت میں چل بسے تو تیرا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ بخل کفر کی نشانی ہے اور کفر کا مقام جہنم ہے۔ افسوس کیا تم نے نہیں سنا۔

وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ (پ ۲۶ سورہ الحمد آیت ۳۸)

marfat.com

ترجمہ: اور جو بخل کرے وہ اپنی ہی جان پر بخل کرتا ہے۔

اور ایک دوسری جگہ فرمایا:

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (پ ۲۸ سورہ حشر آیت ۹)

ترجمہ: اور جو اپنے نفس لالچ سے بچایا گیا تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا! ہر روز ہر ایک آدمی پر دو فرشتے مؤکل رہتے ہیں۔ اور وہ منادی کرتے ہیں۔ اے اللہ! جو لمسک (بخیل) ہو اس کا مال ضائع فرما دے اور جو سخی ہو اس کے مال میں اضافہ فرما۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں کنجوس و بخیل کو عادل نہ کہوں گا' کیونکہ اسے بخل نے اس بات پر برانگیختہ کیا ہے جو شے اس کے حق سے زائد ہو۔ اسے اس سے حاصل کرے۔ یہ انصاف و عدل کے برعکس ہے۔

واقعہ

بیان کیا گیا حضرت یحییٰ ابن ذکریا علیٰ نبینا وعلیہما السلام نے شیطان کو دیکھا اور اس سے معلوم فرمایا تیرا بڑا دشمن کون ہے؟ اور اس طرح سب سے بڑھ کر دوست کون ہے؟ اس نے جواب دیا۔ زاہد کنجوس و بخیل میرا سب سے بڑھ کر دوست ہے' کیونکہ وہ مشقت و محنت اٹھاتا ہے' اور بندگی بجالاتا ہے' لیکن اس کا بخل اس کی عبادت کو تباہ کر دیتا ہے' اور ناچیز بنا دیتا ہے' اور فاسق سخی میرا سب سے بڑا دشمن ہے۔ کیونکہ وہ اچھا کھاتا ہے اور اچھا پہنتا ہے' اور اچھے طریقے سے زندگی گزارتا ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی سخاوت کی وجہ سے اس پر رحم فرمائے اور اسے توبہ کی توفیق عنایت فرما دے۔

سخاوت اور ایثار

اے پیارے یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ ایثار کی جزا اور ثواب سخاوت سے بہت زیادہ ہے' کیونکہ سخاوت تو اس چیز کا ہی نام ہے۔ آدمی کو جس کی ضرورت نہ ہو۔ وہ دوسرے کو دے' جبکہ ایثار یہ ہے کہ اپنی ضرورت کی شے دوسرے کی حاجت پوری کرنے میں صرف کر دے۔ (خواہ اس شے کی اسے خود ضرورت ہو' مگر وہ اپنی حاجت پوری نہ کرے' بلکہ دوسرے کی ضرورت پوری کر دے) جیسے کمال سخاوت یہ ہے کہ اپنی ضرورت کے باوجود ایک شے دوسرے کو دیدے۔ (یعنی ایثار کمال سخاوت ہے) ایسے ہی کمال بخل یہ ہے کہ اپنی شے رکھتے ہوئے بھی اسے اپنی ضرورت میں بھی خرچ نہ کرے۔ یہاں تک کہ اگر بیمار بھی پڑ جائے تو اپنا علاج بھی نہ کرائے (کہ اس میں صرف ہوگا) کنجوس کے دل میں بہت سی خواہشات اور تمنائیں ہوتی ہیں' مگر وہ کسی سے بھیک مانگنا گوارا کر لیتا ہے' مگر وہ اپنی خواہشات اور تمناؤں کی مراد کو حاصل کرنے میں اپنا مال خرچ کرنا پسند نہیں کرتا۔ فی الجملہ یہ کہ ایثار کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اللہ عزوجل نے اس آیت کریمہ میں ایثار کی تعریف بیان فرمائی۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ" (پ ۲۸ سورہ حشر آیت ۹)

ترجمہ: اور اپنی جانوں پر انہیں ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کسی کو ایک شے حاصل ہو اور اسے اس کی حاجت ہو اور وہ اس کا شوق اور تمنا بھی رکھتا ہو۔

marfat.com

تو وہ اپنے شوق اور آرزو کو چھوڑ کر وہ دوسرے کو دیدے۔ تو اللہ عزوجل اس کے گناہ معاف فرمادے گا۔ حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مبارک میں ہم نے کبھی تین دن مسلسل سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔ حالانکہ ہم کھا سکتے تھے لیکن ہم ایثار کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک مہمان آیا۔ اس وقت آپ کے گھر میں کچھ بھی موجود نہ تھا۔ (جو اس مہمان کو کھلایا جاتا) ایک انصاری صحابی اس آدمی کو اپنے گھر لے گئے۔ وہاں بھی تھوڑا سا کھانا موجود تھا۔ انہوں نے چراغ بجھا کر کھانا مہمان کے آگے رکھ دیا اور خود ہاتھ ہلاتے رہے اور منہ بھی تاکہ مہمان خود اچھی طرح کھانا کھالے۔ مگر خود کچھ بھی نہ کھایا۔ (ہاتھ ہلاتے رہے اور منہ چلاتے رہے۔ وہ یوں کہ مہمان سمجھا کہ میزبان اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہے) دوسرے دن آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ اخلاص اور سخاوت جو اس انصاری سے اس مہمان کی خاطر ظہور میں آئی۔ آپ اللہ عزوجل کو بہت پسند آئی ہے اور یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ہے۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ (پ ۲۸ سورہ حشر آیت ۹) ترجمہ: اور اپنی جانوں پر انہیں ترجیح دیتے ہیں۔

مدارج رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے عرض کی اے اللہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج بتادے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا! آپ سب مدارج نہ دیکھ سکیں گے۔ بہرحال ان کے مدارج میں سے ایک آپ کو دکھا دیتا ہوں۔ جب اللہ عزوجل نے وہ درجہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو دکھایا تو آپ اس کے انوار اور اس کی عظمت کی تاب نہ لاتے ہوئے بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کی اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ والا درجہ کس عمل کے بدلے میں دیا جائے گا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا! ایثار کے بدلے میں فرمایا! اے موسیٰ علیہ السلام جو بندہ تمام زندگی میں ایک مرتبہ بھی ایثار کرے تو مجھے اس کا مؤاخذہ کرتے ہوئے حیا آتی ہے اور اس کی جگہ جنت میں ہے۔ جہاں اس کا دل مانے گا وہ رہے گا۔

حکایت: کھجوروں کا باغ

ایک دفعہ حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سفر کے دوران ایک کھجوروں کے باغ میں پہنچے۔ اس باغ کا محافظ ایک حبشی غلام تھا۔ اسے اس کے کھانے میں تین روٹیاں دی گئیں۔ اتفاق سے وہاں ایک کتا آ گیا۔ غلام نے ایک روٹی اسے ڈال دی اور وہ کھا گیا اس نے پھر دوسری روٹی اسے ڈالی۔ اس کتے نے وہ بھی کھالی اور پھر انتظار کرنے لگا۔ اس غلام نے وہ تیسری روٹی بھی اس کتے کے آگے ڈال دی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس غلام سے پوچھا۔ تجھے روزانہ کھانے میں کیا ملتا ہے۔ اس نے عرض کی۔ یہی تین روٹیاں جو آپ نے دیکھیں۔ آپ نے فرمایا! تو پھر تو نے اپنی ساری خوراک کتے کو کیوں کھلا ڈالی۔ اس نے عرض کی یہاں تو کوئی کتا ہوتا ہی نہیں مگر اب جو یہ کتا آیا تو میں جان گیا کہ یہ کہیں دور سے آیا ہے۔ تو مجھے یہ اچھا معلوم نہ ہوا۔ کہ یہاں سے بھوکا پلٹ جائے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! تو اب آج تم خود کیا کھاؤ گے؟ اس نے عرض کی کچھ نہیں۔ آج میں صبر کرلوں گا۔ اس پر آپ نے فرمایا! سبحان اللہ لوگ تو سخاوت کے وصف پر مجھے ملامت کرتے ہیں۔ یعنی سخاوت پر میری تعریف کرتے ہیں۔ یہ غلام تو مجھ سے بڑھ کر سخی ہے۔ پھر آپ نے اس غلام کو خرید کر آزاد فرمادیا اور وہ کھجوروں کا باغ بھی خرید کر اسے دیدیا۔

marfat.com

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفار کی تکالیف سے محفوظ رہنے کیلئے اللہ عزوجل کے حکم کے ساتھ جب مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی
ف ہجرت فرمائی۔ تو اس شب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی جگہ مبارکہ پر سو رہے' تا کہ کفار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فقد
یں۔ (قتل پر تیار ہوں) تو آپ کی پیاری جان آقا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہو جائے۔ اللہ عزوجل نے حضرت جبرائیل علیہ
لام اور حضرت میکائیل علیہ السلام سے فرمایا! میں تم دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی بناتا ہوں اور ایک کی عمر دوسرے سے بہت زیادہ
ز فرما رہا ہوں۔ تم میں سے کون ایسا ہے جو اپنی عمر دوسرے کو دیدے۔ تب ان دونوں فرشتوں نے طویل العمری کی تمنا کی۔ اس پر
عزوجل نے فرمایا! تم دونوں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دشمنوں سے بچاؤ۔ پس یہ دونوں مقرب ملائکہ زمین پر آئے' اور حضرت
یل امین علیہ السلام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرہانے کی جانب کھڑے ہو گئے' اور حضرت میکائیل علیہ اسلام حضرت علی
ضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پائیں کی جانب کھڑے ہو گئے' اور دونوں فرشتے کہتے تھے واہ واہ سبحان اے فرزند ابو طالب حضرت علی
ضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ عزوجل ملائکہ میں آپ کا ذکر بطور فخر فرماتا ہے۔ اس آیت کا شان نزول یہی ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (پ۲ سورہ بقرہ آیت ۲۰۷)

ترجمہ: اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں۔

یت:

حضرت شیخ حسن انطاکی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک بڑے بزرگ مشائخ کرام میں سے ہوئے ہیں۔ ایک مرتبہ ان کے مریدوں میں سے
یس افراد اکٹھے ہوئے۔ اتنا کھانا موجود نہ تھا جو تمام کو کفایت کرتا۔ کچھ روٹیاں موجود تھیں۔ ان کے ٹکڑے دستر خوان پر چن دیئے
ور چراغ بجھا دیا گیا۔ سب لوگ دستر خوان پر کھانا کھانے بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد جب وہ کھانے سے فارغ ہو گئے تو دوبارہ چراغ
ا گیا۔ تو روٹیوں کے ٹکڑے دستر خوان پر ویسے کے ویسے ہی موجود تھے۔ ہوا یہ کہ ان میں سے ہر آدمی نے ایثار کے پیش نظر خود کچھ نہ
یا تا کہ دوسرا ساتھی کچھ کھالے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا! جنگ تبوک میں بہت سے مسلمان جام شہادت نوش کر گئے۔ اس جنگ میں
چچازاد بھائی بھی شامل تھا۔ میں اسے ڈھونڈتا ہوا اس کے پاس جا پہنچا۔ وہ دم توڑ رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا پانی پیو گے۔ اس نے
پیوں گا۔ پھر ایک اور زخمی مسلمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا پہلے اسے پانی پلاؤ۔ میں جب اس زخمی کے پاس گیا تو وہ ہشام ابن
ی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ میں نے ان سے کہا پانی پی لیں۔ انہوں نے میرے چچازاد بھائی کی جانب اشارہ کیا اور کہا پہلے انہیں پانی
یں میں جب اپنے چچازاد بھائی کے پاس آیا تو وہ جان جان آفرین کے سپرد کر چکے تھے۔ میں وہاں سے پلٹ کر ہشام کے پاس
تا کہ انہیں پانی پلاؤں۔ تو وہ بھی وفات پا گئے تھے۔ (ان دونوں نے اس حالت میں بھی ایثار سے کام لیا)

بزرگان طریقت نے فرمایا دنیا سے بالکل آزاد اور لاتعلق حضرت شیخ بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی رخصت نہیں ہوا۔
ب حضرت شیخ بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ پر عالم نزع طاری تھا۔ اس وقت ان کے پاس ایک سائل آیا اور اس نے سوال کیا۔ اس وقت ان
ے پاس پہنے ہوئے لباس کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ انہوں نے وہی اپنے جسم سے اتروا کر اسے دلوا دیا اور خود کسی سے ادھار لباس لے کر پہن

marfat.com

لیا اور اللہ عزوجل سے جا ملے۔

سخاوت و بخل

کون بخیل ہے اور کون سخی

عزیز القدر یہ علم رکھنا ضروری ہے۔ ایک آدمی خود کو سخی تصور کرتا ہو لیکن یہ بہت ممکن ہے۔ دوسرے لوگ اسے بخیل جانتے ہوا
لہٰذا اس بخل کی حقیقت کو سمجھنا اور جاننا چاہئے تا کہ لوگ اس بڑے اور عظیم مرض کو سمجھ سکیں۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ دنیا میں ایسا کوئی آدمی نہیں ہے کہ جو کچھ بھی اس سے مانگا جائے وہ دے دے تو اگر نہ دے تو اس سبب سے
اسے بخیل سمجھا جاتا ہے تو پھر تو دنیا کے سب لوگ ہی بخیل ہوں گے حالانکہ ایسا قطعاً نہیں۔ اس معاملہ میں علمائے کرام نے بہت کچھ
ہے۔ اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے اور اس بات پر متفق ہیں کہ جو آدمی وہ شے جو شرعاً واجب ہوتی ہے تو وہ نہ دے اور اگر دے لیکن
تقاضے کے نہ دے تو وہ بھی بخیل ہے۔ میرے خیال میں یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ ہمارا مذہب (نظریہ و مسلک) یہ ہے کہ جو آ
نان پز اور قصاب کو گوشت صرف اس لئے پھیر دے جو وزن میں کم ہے وہ بخیل ہے اور جو بیوی اور بیٹے کا وہ خرچہ جو قاضی نے مقرر
ہو وہ اتنا ہی دے اور اس میں تھوڑا سا اضافہ بھی روا نہ رکھے وہ بخیل ہے۔ ایسے ہی ایک آدمی کے سامنے ایک روٹی رکھی ہے اور دور
ایک فقیر ظاہر ہوا اور اس نے یہ روٹی صرف اس فقیر کی وجہ سے چھپا دی وہ بھی بخیل ہے کیونکہ شرعاً اتنا دینا ہی ثابت ہے۔ (سائل کو
جسے بخیل بھی دے سکے۔

اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

اَنْ یَّسْئَلْکُمُوْھَا فَیُحْفِکُمْ تَبْخَلُوْا وَیُخْرِجْ اَضْغَانَکُمْ (سورہ محمد پارہ نمبر ۲۶ آیت نمبر ۳۷)

ترجمہ:۔ اگر انہیں تم سے طلب کرے اور زیادہ طلب کرے تم بخل کرو گے اور بخل تمہارے دلوں کے میل ظاہر کر دے گا۔

تو فی الواقع بخیل وہ ہے جو کوئی چیز دینے کے لائق ہو مگر اسے نہ دے۔ (مانگنے پر) اللہ عزوجل نے مال کو ایک حکمت کی خاطر بنا
فرمایا۔ جب حکمت الٰہی کا منشا یہ ہے کہ عطا کیا جائے تو نہ دینا بخل کی علامت ہے اور دینے کے قابل وہ شے ہے جسے دینے کا شریعت
مروت حکم دے۔ شرعی واجبات تو معلوم اور متعین ہیں لیکن مروت کے واجبات اور اس کے تقاضے لوگوں کے احوال اور مقدار بخل کے
لحاظ سے متفاوت ہیں' کیونکہ بہت سی نیکیاں ایسی ہیں جو عادتاً تو انگر کے ساتھ بھری ہیں لیکن وہی اگر کسی غریب و نادار کے ساتھ کی
جائیں افضل و اعلیٰ ہے۔ بیوی بیٹے کے ساتھ نامناسب ہیں اور دیگر لوگوں کے ساتھ مناسب ہیں اور دوستوں کے ساتھ ناروا ہیں اور
بیگانوں اور پرائے لوگوں سے نامناسب ہیں' کچھ نیکیاں مردوں کے ساتھ نادرست ہیں لیکن وہی عورت کے ساتھ صحیح ہیں اس کی توضیح
یہ ہے۔ کوئی آدمی جو مال جمع کرنا چاہے اور ایک ایسی ضرورت پیش آ جائے جو مال جمع کرنے سے زیادہ اہم ہو۔ تو اس حالت میں مال
صرف نہ کرنا بخل ہے اور جب مال جمع کرنا یا اس کو روک رکھنا لازمی ہو تو تب اس کا صرف کرنا اسراف (فضول خرچی) ہے اور دونوں
صورتیں بری ہیں۔ (یعنی بخل و اسراف) یا کوئی مہمان آ گیا اور اس کے ساتھ مروت سے پیش مال کو صرف نہ کرنے سے بہتر ہے اور

marfat.com

عذر کرنا کہ زکوٰۃ کا روپیہ ادا کر دیا ہے۔ مہمان کی مہمان نوازی نہ کرنا' غیر مناسب اور بخل کی نشانی قرار پائے گا۔ ایسے ہی جب پڑوسی بھوکا ہے اور اس آدمی کے پاس کھانا وافر مقدار میں موجود ہے تو ہمسائے کو کھانا نہ کھلانا ہے۔

طلب ثواب آخرت

جب کوئی آدمی واجبات شرعیہ ادا کر دے اور مروت کے واجبات کی ادائیگی سے بھی فراغت پالے۔ اب بھی اس کے پاس کافی مال ہو تو اس وقت صدقات و خیرات کے ذریعے آخرت کا ثواب حاصل کرنا چاہئے۔ اگرچہ آفات کے لحاظ سے مال کا پاس رکھنا بھی ضروری ہے لیکن ثواب کے حصول اور طلب ثواب کے مقابل مال کو خرچ نہ کرنا بھی بزرگان دین کے ہاں بخل کی نشانی ہے۔ اگرچہ یہ عوام کے نزدیک بخل نہیں کیونکہ عوام کی نظر اکثر دنیاوی معاملات پر ہوتی ہے اور یہ بات ہر ایک نقطہ نظر سے مختلف ہوگی تو اگر کسی نے واجبات شرعیہ اور مروت کے واجبات کو پورا کرنا ہی کافی جانا تو وہ بخل سے محفوظ رہا لیکن اسے سخاوت کا درجہ حاصل نہ ہوگا۔ یہ درجہ تب ملے گا جب واجبات مروت بہت خرچ کرے گا اور اس میں وہ جتنا زیادہ صرف کرے گا اتنا ہی اس کا مرتبہ سخاوت میں بلند ہوگا اور اجر پائے گا۔ خواہ مقدار کے لحاظ سے وہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ اسے سخی کہیں گے۔ دوسرے لفظوں میں سخی اسے کہیں گے جسے دوسرے کا صرف کرنا اور عطا کرنا مشکل نہ ہو اور اگر وہ تکلف اور تصنع سے خرچ کر رہا ہے تو وہ سخی نہیں ہے۔ اگر وہ خرچ کر کے تعریف شکر اور بدلہ کا آسی ہوگا تب بھی اسے سخی نہ کہا جائے گا۔ سخی اور کریم فی الواقع وہ آدمی ہے جو بغیر کسی مطلب و غرض کے دوسرے کو مال عطا کرے اور یہ انسان کے بس کی بات نہیں کیونکہ یہ صفت خداوندی ہے۔ بہر حال انسان اگر ثواب آخرت اور نیک نامی پر اکتفا کرے (یعنی عوض و بدل) نہ چاہے تو مجازاً اسے سخی کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہ اپنے مال کو خرچ کرنے کا بالفعل کچھ بدل نہیں چاہتا۔ دنیاوی سخاوت اسے ہی کہتے ہیں۔ دنیاوی سخاوت یہ ہے خدا عزوجل کی محبت میں اپنی جان قربان کرے اور ثواب آخرت کا اس کے عوض طالب و امیدوار نہ ہو بلکہ صرف اللہ عزوجل کی محبت اس جانباری کا سبب ہو اور اپنے آپ کو قربان کر دینا اپنا فرض عین جانے اور اسے ایک نعمت عظمیٰ اور عزت جانے' کیونکہ جب کسی بات کی امید رکھی جائے گی تو وہ سخاوت نہیں ہوگی بلکہ معاوضہ ہوگا۔

بخل کا علاج

یہ علم رکھنا ضروری ہے کہ علاج بخل بھی علم اور علم کے ساتھ مرکب ہے۔ عملی علاج یہ ہے کہ اول سبب بخل جانیں۔ (سبب معلوم کیا جائے) کیونکہ جب تک مرض کا سبب معلوم نہ ہو۔ اس کا علاج ممکن نہیں۔ فی الواقع بخل کا باعث نفسانی خواہش کی محبت ہے کیونکہ اس کے بغیر انسان مال کے حاصل ہونے میں تگ و دو نہیں کر سکتا اور اس کے ساتھ مدتوں تک جینے اور زندہ رہنے کی تمنا بھی ہوتی ہے کیونکہ بخیل یہ جان لے کہ اس کی عمر ایک دن یا ایک سال تک بڑھ کر باقی نہیں تو اس صورت میں مال کا خرچ کرنا اس پر آسان ہو جائے گا۔ بہر حال اگر صاحب اولاد ہے تو پھر وہ اولاد کی زندگی کو ہی وہ اپنی زندگی کی طرح جانے گا اور پھر اس کے بخل میں اور بھی سخن آجائے گا۔ اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا فرزند بخل بزدلی اور جہل کا باعث ہوتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ مال کی محبت سے ایک عظیم خواہش ظاہر ہو یا محبت مال اتنی زیادہ ہو جائے جو نفس کی خواہش نہ رہے بلکہ اس کا محبوب مال ہی بن جائے ہم

marfat.com

نے کئی اس طرح کے بوڑھے حضرات کو دیکھا ہے ان کی جتنی عمر زیادہ ہوتی ہے۔ وہ اتنا ہی زیادہ مال فراہم کرتے ہیں حالانکہ انہیں جو کچھ زمین سے حاصل ہوتا ہے وہ زمینداری کی آمدنی ہے۔ اس مال کے علاوہ جو انہوں نے اکٹھا کر رکھا ہے وہ اتنا ہے کہ ان کے اہل وعیال کو قیامت تک کفایت کرے گی اور صورتحال یہ ہے کہ بیمار ہو جائیں تو علاج معالجہ تک نہیں کرتے' نہ مال کی زکوٰۃ دیتے ہیں مال و زر کو زمین میں دفن کر کے رکھتے ہیں حالانکہ وہ بہتر طور پر جانتے ہیں کہ آخر کار مر جائیں گے اور اس مال کو دشمن اپنے قبضے میں رکھ لیں گے لیکن ان کا بخل انہیں خرچ کرنے سے مانع ہے۔ یہ ایسا برا مرض ہے جس کا علاج ہو ہی نہیں سکتا ہے۔

علاج بخل

جب تمہیں بخل کا سبب معلوم ہو گیا تو اس نفس کی خواہش اور منا کو چھوڑنے سے ممکن ہے تا کہ آدمی مال سے بے نیاز ہو جائے اور اب رہی لمبی زندگی کی امید تو اس کا علاج یہ ہے کہ آدمی ہر لحہ موت کو یاد کرے اور اپنے ہم جنسوں پر نظر کرے کہ وہ بھی اسی کی طرح غافل تھے اور اچانک موت نے آدبوچا اور حسرت کو اپنے سنگ ہی لے گئے اور ان کے مال کو ان کے دشمنوں نے بڑے مزے اور خوشی سے آپس میں بانٹ لیا اولاد کی غربت میں مبتلا ہونے کے اندیشہ کا علاج یہ ہے۔ آدمی یہ یقین رکھے جس خالق نے انہیں پیدا کیا ہے اس نے ان کا رزق بھی مقرر فرمایا ہے۔ اب اگر ان کے مقدر میں مفلسی ہے تو انہیں بخیلی سے مالدار نہیں بنایا جا سکتا بلکہ وہ اس مال و دولت کو تباہ کر ڈالیں گے۔ (کیونکہ وہ اس کے مقدر میں تو ہے نہیں) اور اگر مالدار ہوں گے ان کی قسمت میں ہے تو انہیں کہیں نہ کہیں سے مال مل جائے گا اور وہ بے نیاز ہو جائیں گے اور تم نے یہ بات مشاہدہ کی ہو۔ بہت سے ایسے مالدار حضرات موجود ہیں جو باپ کی میراث سے کچھ بھی نہ پا سکے تھے اور بہت سے ایسے لوگوں کو تم نے دیکھا ہو گا جنہوں نے باپ ترکہ اور میراث میں اور کافی کچھ پایا۔ لیکن سب کا سب مال تباہ کر دیا (اور محتاج کے محتاج ہی رہے) یہاں ایک یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اولاد اگر اللہ عزوجل کی فرمانبردار ہے تو وہ کارساز خود ان کی کارسازی فرمائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے درویشی و محتاجی ہی میں ان کی بھلائی پوشیدہ ہو اور اس میں ان کے دین و دنیا کی بہتری ہو' کیونکہ اگر ان کے پاس مال ہوتا وہ خدا کی نافرمانی اور معصیت میں اسے ضائع کر دیتے۔

ایک اور عملی علاج

آدمی کو لازم ہے کہ بخل کے عمل علاج کی خاطر ان احادیث کو پڑھے اور ان پر غور کرے۔ جو بخل کی برائی اور سخاوت کی تصدیق میں وارد ہوئیں' تا کہ اسے معلوم ہو بخیل چاہے کتنا بڑا ہی عابد کیوں نہ ہو وہ دوزخ ہی میں جائے گا۔ مال کا فائدہ انسان کیلئے اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ مال اسے دوزخ کی آگ اور غضب الٰہی سے محفوظ کرتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ بخل کے حال پر نظر کرے کیسے ان سے لوگوں کے دل بیزار ہیں' اور لوگ کیسے ان سے دشمنی کرتے ہیں' اور ہر وقت ان کی برائی کرتے رہتے ہیں' اور ان کے ان احوال پر نظر کرتے ہوئے تصور کرے کہ میں اگر بخل اپناؤں گا تو میں ان لوگوں کی طرح لوگوں کی نظروں میں ذلیل و خوار ہو جاؤں گا' جو سب کچھ ہم نے بیان کیا ہے۔ یہ بخل کا عملی علاج ہے۔ جب ان سب باتوں پر غور کرنے سے بیماری دور ہو جائے اور مال خرچ کرنے کا شوق پیدا ہو تو پھر فوراً اس پر عمل شروع کر دینا ضروری ہے۔ اور دل میں یہ خیال جیسے ہی آئے مال کو خرچ کرنے لگ جائے۔

marfat.com

حکایت: غسل خانے سے آواز؟

حضرت شیخ ابوالحسن رحمہ اللہ تعالیٰ غسل خانے میں تھے۔ انہوں نے وہیں سے اپنے مرید کو آواز دیکر فرمایا۔ میرا لباس پکڑو اور جاؤ فلاں درویش کو دیدو۔ مرید نے کہا غسل خانے سے باہر آنے تک ٹھہر جایئے۔ مرید کہتا ہے کہ اس کے بعد میں حکم کی تعمیل کرتا۔ انہوں نے فرمایا مجھے اس بات کا خدشہ ہے کہ باہر آنے تک دل میں کوئی ایسا اور خیال ظاہر ہو جائے گا' جو مجھے اس نیکی کے کام سے باز رکھے گا۔ اصل بات یہ ہے۔ بخل تب ہی دور ہوسکتا ہے۔ جب کہ مال خرچ کیا جائے۔ جیسے ایک عاشق عشق کے پنجہ سے تب بھی خلاص پا سکتا ہے جب اس سے دوری اختیار کرے۔ تو مال کی محبت اور عشق کا بھی یہی علاج ہے کہ اسے اپنے آپ سے دفع کرے۔ اگر مال کی محبت سے آزادی کی خاطر مال کو دریا ہی میں ڈالنا پڑے تو اس کا تمام مال دریا میں پھینک دینا ہی زیادہ بہتر اور افضل واعلیٰ ہے۔ بجائے اس کے کہ بخل کے سبب اسے روک رکھے۔

اس معاملہ میں ایک حکمت عملی بھی ہے۔ (ایک تدبیر سے کام لینا ممکن ہے) وہ یہ ہے کہ خود کو نیک نامی کا طالب اور عاشق بنائے۔ اور کہے کہ مال صرف کرنا کہ لوگ تجھے سخی کے نام سے یاد کریں' اور تیری توصیف کریں۔ یوں دل اس طرح حرص دلانے اور محبت دلانے سے مال صرف کرنے لگے گا۔ اس طرح شوق ریا' شوق مال پر غالب آجائے گا۔ جب بخل کی مصیبت سے جان چھوٹ جائے۔ تب اس ریا کا بھی قرار واقعی علاج کرے۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ جیسے بچے کا دودھ چھڑانا مقصود ہوتا ہے۔ تو پہلے اسے کھانے کی کوئی شے دے کر اس کو اطمینان دلاتے ہیں۔ تاکہ وہ اس کھانے کے شغل میں مصروف ہونے کی وجہ سے دودھ کو بھول ہی جائے۔ سے اخلاق کو دفع کرنے میں یہ خاص تدبیر ہے کہ ایک صفت کو دوسری پر غالب کردے' تاکہ اس غلبہ کے باعث پہلی بری صفت سے نجات پاسکے' لیکن یہ ریا ہی ہے کہ کپڑے خون پانی سے دھونے کے باوجود صاف نہ ہو' تو اسے پیشاب سے دھو ڈالیں' تاکہ پیشاب کی ضدیت و نمکین اسے کپڑے سے ختم کردے۔ بعد میں پیشاب زدہ کپڑے کو پانی سے دھو کر پاک کرلیں۔ تو جو کوئی بخل کے ذوق کو شوق دیا سے زائل کرے گا۔ اس کی مثل ایسے ہی ہے' جیسے ایک نجاست کو دوسری سے زائل کیا۔ اس شرط کے ساتھ کہ اس سے وہ ریا پر جم نہ ہے۔ بعد میں اس کا بھی ازالہ کرے۔ اس صورت میں اسے شاید کچھ فائدہ ہو۔ اگر بخل و ریا دونوں بشریت کا تقاضا ہیں' لیکن اس بشریت کے کوچے میں باغ و بہار دونوں ہیں۔ بخل (گلخن اہار) اور سخاوت باغ ہے۔ ریا اور نیک نامی کے حصول کیلئے سخاوت کرنا حرام نہیں ہے۔

عبادت میں ریا کاری حرام ہے

عبادت ریا چونکہ حرام ہے۔ اور ایسی دنیا اور جمع مال جو صرف اللہ عزوجل کی خاطر ہو' یعنی مال کو فقط اللہ عزوجل کیلئے صرف کرنا یا اللہ عزوجل کی راہ میں صرف کرنے کی خاطر اپنے پاس رکھنا' بشریت کے دائرہ سے خارج ہے۔ اور یہ دونوں باتیں اچھی اور پسندیدہ ہیں۔ تو اگر کوئی بخیل کسی آدمی پر معترض ہو کہ فلاں ریا کیلئے دوسروں پر اپنا مال صرف کرتا ہے۔ یہ اسے لائق نہیں۔ (اس کا یہ اعتراض بیجا اور پوچ ہے) کیونکہ ریا سے مال دینا بہرحال بخیلی سے مال صرف نہ کرنے اور مال جمع رکھنے سے کہیں افضل اور زیادہ بہتر ہے۔ جیسے

marfat.com

گلشن میں رہنا گل خن لوہاڑ میں رہنے سے زیادہ اچھا ہے۔

تو بخل کا یہی علاج ہے۔ جو ہم نے بیان کر دیا' یعنی جب طبیعت میں شوق سخاوت ظاہر ہو۔ تو اس وقت خرچ کرنا چاہیے خواہ وہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔

بعض مشائخ کا طریقۂ علاج

کچھ مشائخ نے اپنے مریدوں کے بخل کا علاج یوں کیا کہ وہ کسی مرید کو عبادت و ریاضت کیلئے ایک خاص گوشہ دے دیتے اور جب دیکھتے کہ وہ اس گوشے سے مانوس ہو گیا ہے اور اس کا دل لگ گیا ہے۔ تو تب اسے کسی اور گوشے میں روانہ کر دیتے اور اس کا گوشہ کسی اور مرید کو عطا کر دیتے۔ اگر وہ مشاہدہ کرتے کہ ایک مرید نے نئے جوتے پہنے ہیں اور انہیں پہننے سے غرور میں ہے تو حکم فرماتے کہ یہ جوتے کسی اور کو سونپ دو۔

ایک واقعہ' ایک سبق

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نعلین مبارک میں نئے تسمے ڈالے دوران نماز آپ کی نظر خیال ان نئے تسموں کی طرف چلی گئی۔ نماز سے فارغ ہوتے ہی آپ نے ارشاد فرمایا۔ پرانے تسمے لاؤ' اور نعلین سے یہ نئے تسمے نکال کر ان میں یہ پرانے تسمے ہی ڈال دو۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عمل سے یہ پتہ چل گیا کہ دل سے مال کی محبت ختم کرنے کا یہی طریقہ و تدبیر ہے' کہ اس مال کو جس سے دلی تعلق پیدا ہو گیا ہو۔ اپنے آپ سے دور کر دے' کیونکہ جب ہاتھ خالی نہ ہوں گے۔ دل فارغ تسلی والا نہ ہو گا۔

نقل

بیان کیا جاتا ہے کہ کسی امیر نے ایک بادشاہ کو ایک پیالہ ہدیہ کے طور پر بھیجا۔ جو فیروزے کا تھا' اور اس میں ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ دنیا میں اس (پیالہ) کی مثال ممکن نہ تھی۔ (دنیا میں اس جیسا دوسرا پیالہ نہ تھا) مجلس شاہیہ میں ایک عقلمند و دانشور حاضر تھا۔ بادشاہ نے وہ پیالہ اسے دکھا کر معلوم کیا یہ کیسا ہے؟ اس نے جواب دیا یہ پیالہ آپ کیلئے یا تو غم کا باعث ہو گا' یا غربت و افلاس کا' یعنی اس پیالے کے آنے سے قبل آپ ان دونوں باتوں سے بے نیاز تھے۔ اگر یہ ٹوٹ جائے بلائے عظیم ہو گی' اور سخت فکر مند ہوں گے' کیونکہ اس کا ثانی و مثل موجود نہیں' اور اس جیسا اور ہاتھ آنا ناممکن ہے' اور اگر یہ چوری ہو جائے تو جب دوسرا اس جیسا نہ ملے تب آپ (اس پیالہ کے لحاظ سے) مفلس و قلاش ہوں گے۔ اتفاق سے وہ پیالہ ٹوٹ ہی گیا' اور اس سے بادشاہ بہت زیادہ غمگین ہوا۔ تب اس نے کہا فلاں دانشور نے درست ہی کہا تھا۔

تریاق زہر مال

اے پیارے یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ مال سانپ کی مثل ہے۔ اور تریاق بھی اور جس آدمی کو سانپ کے کاٹے کا منتر معلوم نہ ہو۔ اس کا سانپ پر ہاتھ ڈالنا یعنی پکڑنے کی کوشش کرنا اس کی ہلاکت کا سبب ہو گا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ صحابہ کرام میں بہت سے مالدار

marfat.com

...فرات بھی تھے۔ مثلاً حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو مالداری وغنا عیب نہیں اسے ایک مثال جاننا چاہیے۔ کہ کسی ...وکرے نے ایک افسوں گر کو دیکھا' جو سانپ پکڑ رہا تھا۔ وہ تصور کرنے لگا کہ افسوں گر نے اسے نرم وملائم ہونے کی وجہ سے پکڑ لیا ...ہے۔ (مگر یہ نہ جان سکا کہ اس نے تو سانپ افسوں اور منتر کے زور پر پکڑا ہے) اس کا دیکھا دیکھی اس نے بھی ایک سانپ کو جا پکڑا۔ ...انپ نے اسے ڈس لیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔

مال کے منتر (افسوں) پانچ ہیں۔ ایک یہ کہ تصور کرے اور خیال کرے کہ مال پیدا کس نے کیا۔ اور اس کے بارے میں ہم اس سے ...ں بیان کر آئے ہیں کہ مال سے مراد خوراک' لباس اور مکان کا حصول ہے۔ جو جسم کی پرورش وحفاظت کیلئے لازمی ہے۔ بدن کی حفاظت ...بقاء حواس کی خاطر ہے۔ اور حواس عقل کی خاطر ہیں' اور عقل دل کی خاطر ہے' تا کہ دل کو اللہ عزوجل کی معرفت حاصل ہو' جب آدمی اس ...ت کو سمجھ لے گا۔ تو پھر وہ مال سے ضرورت کے مطابق ہی محبت والفت رکھے گا۔ اور اسے نیک امور میں خرچ کرے گا۔

دوسرا منتر یہ ہے کہ مال کی آمدنی کے ذرائع پر کڑی نظر رکھے تا کہ مال کی آمد حرام اور شک وشبہ والی نہ رہے۔ (مال اور مشتبہ ...باب سے حاصل نہ ہو) اور نہ ایسا مال قبول کرے جو مروت کے برخلاف ہو' جیسے رشوت کی کمائی اور حماصی میں مزدوری وغیرہ۔

تیسرا منتر یہ ہے کہ مال کی مقدار پر نگاہ رکھے' اور جو مال ضرورت سے زائد ہو اسے جمع نہ کر رکھے۔ ضرورت سے زیادہ مال جو ...خرت کے سامان کے طور پر بچ جاتا ہے۔ یعنی اس زیادہ مال سے اللہ عزوجل کی راہ سے اور امور خیر اور سخاوت وغیرہ میں خرچ کرنے ...بعد بھی بچ رہے۔ وہ مساکین کا حق ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ الفاظ ہیں۔ وہ زیادت از حاجت است کہ نہ برائے زاد راہ ...آں حاجت است حق اہل حاجت شناسد) (کیمیائے سعادت نسخہ نولکشوری ص ۳۳۸ سطر نمبر ۲۴' ۲۵ مطبوعہ ۱۹۷۲ء)

تو وہ بچ جانے والا مال مساکین کا حق ہے۔ جب کوئی محتاج سامنے آئے یا نظر آئے تو جو اپنی ضرورت سے زائد ہے اسے ...ے۔ اگر ایثار کی طاقت نہیں رکھتا تو اسے ضرورت کی جگہ پر خرچ کر دے۔

چوتھا منتر یہ ہے کہ صرف مال پر نگاہ رکھے اور اسراف مال نہ کرے۔ اور اس مال کو اچھے کاموں پر خرچ کرے' کیونکہ بیجا خرچ کرنا ...ے طریقے سے کمانے کی طرح ہے۔

پانچواں منتر یہ ہے کہ آمدن وخرچ اور جمع کرنے میں اپنی نیت صحیح رکھے' اور یہی سمجھے کہ جو کچھ کماتا ہے۔ وہ عبادت میں دلجمعی کیلئے ...کماتا ہے۔ اور وہ جو ترک کیا ہے اور اس لیے کہ دل دنیا کے تصور سے مامون رہے۔ اور اللہ عزوجل کی یاد میں مشغول ہو سکے۔ اور جو ...ی کر رکھا ہے وہ دین کی کسی اہم ضرورت اور خاطر جمعی کیلئے رکھا ہے اور اس مال کو صرف کرنے کی حاجت کا ہمہ وقت منتظر رہے۔ اگر ...ا کرے گا تو وہ مال اسے نقصان نہ دے گا۔ اور یہ حصہ جو اسے اس مال سے ملا ہے یہ اس کیلئے زہر نہیں بلکہ تریاق ہی تریاق ہے۔ جیسا ...ہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ کوئی آدمی اگر تمام جہان کا مال صرف اللہ عزوجل کی خاطر حاصل کرے۔ ...وہ تو انگر وغنی ہونے کے باوجود تب بھی زاہد ہی ہے۔ اور اس کے برعکس اگر کوئی آدمی دنیا سے منقطع ہو جائے۔ لیکن اس میں للّٰہیت نہ ...ا جارہی ہو (یعنی اس کا یہ زُہد اللہ عزوجل کی خاطر نہیں) تو وہ زاہد نہیں ہوگا۔

پس ضروری ہے کہ آدمی کا دلی مقصد اللہ عزوجل کی عبادت اور زادِ آخرت ہو اس وقت اس کی ہر خواہش اور ہر عمل چاہے وہ رفع

marfat.com

حاجت یا کھانا کھانا ہی کیوں نہ ہوں وہ عبادت میں شامل ہے اور اس سے ہر ایک کام کا ثواب ملے گا' کیونکہ دین کی راہ کی خاطر ان تمام اشیاء کی حاجت ہے۔ شرط فقط حسن نیت ہے۔ چونکہ اکثر لوگ یہ کام نہیں کر سکتے۔ اور ان منتروں سے بھی لاعلم ہیں یا اگر علم رکھتے ہیں ان پر عمل پیرا نہیں تو پھر زیادہ بہتر اور مناسب یہ ہے کہ زیادہ مال سے دور رہیں' کیونکہ اگر مال کی یہ فراوانی غرور کا باعث نہ بھی بنے تب بھی آخرت میں اس کے درجہ میں کمی کا سبب ہوگا۔ (اور آخرت میں اس کا درجہ بہت کم ہو جائے گا) اس میں انسان کا بڑا نقصان ہے۔

روایت

جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا۔ تو انہوں نے اپنے پیچھے بہت سا مال چھوڑا۔ اس موقعہ پر کچھ اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا اس قدر مال کثیر چھوڑ کر جانے پر ہمیں ان کے خاتمہ بالخیر ہونے میں خدشہ ہے۔ (کہ ان سے باز پرس ہوگی) یہ سن کر حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا سبحان اللہ تم لوگ اس طرح کا خیال کیوں لاتے ہو' جبکہ انہوں نے جتنا بھی مال کمایا وہ حلال طریقوں سے کمایا اور نیک کاموں پر خرچ کیا' اور اب انہوں نے جو مال بھی چھوڑا ہے۔ وہ حلال کی کمائی ہے۔ ان کے حسن خاتمہ میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ یہ گفتگو جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کانوں تک گئی (کہ لوگ یوں اور یوں کہہ رہے ہیں) اور کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرح کہتے ہیں تو وہ اونٹ ایک چھڑی ہاتھ میں لیے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مارنے کی خاطر نکلے' اور انہیں ڈھونڈنے لگے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے محفوظ رہنے کی خاطر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر جا کر ان کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گئے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسی بات کہی کہ جو مال حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھوڑا ہے۔ اس سے کچھ نقصان نہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن احد پہاڑ کی جانب تشریف لے جا رہے تھے اور میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا قیامت کے روز مالدار لوگ سب سے آخر میں جنت میں جائیں گے۔ سوائے اس آدمی کے جو مال کو دائیں بائیں اور آگے پیچھے پھینکے' اور ہر وقت ہر لمحہ اور ہر موقعہ پر مال کو نیک کاموں پر خرچ کرے۔ اور تمام مال لگا دے۔ اے ابوذر سن لو اگر مجھے کوہ احد کے جتنا بھی سونا عطا ہو تو سب اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ کر دوں گا۔ اور یہ پسند نہ کروں گا۔ کہ اپنے بعد دو قیراط سونا بھی باقی چھوڑ جاؤں تو جب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح فرمایا تو تم نے اس طرح کہنے کی کیسے جرأت کی۔ تم جھوٹے ہو۔ کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور خاموش رہے۔

نقل

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ یمن سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اونٹوں کا قافلہ آیا تو پورے مدینہ شریف میں ایک شور پڑ گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے معلوم فرمایا! یہ کیسا شور ہے؟ عرض کیا گیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قافلہ آیا ہے۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بات سن کر بہت متفکر ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے لوگوں سے فرمایا! کہ ایک بار

marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا! مجھے جنت دکھائی گئی۔ آپ نے اپنے اصحاب میں سے ان لوگوں کو جو درویش وغریب و ادار تھے دیکھا کہ وہ اس کی طرف بڑی تیزی کے ساتھ دوڑ رہے تھے۔ ان میں سے میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ نہ کے علاوہ کوئی مالدار صحابی نہیں دیکھا' مگر وہ بھی گرتے پڑتے (افتاں وخیزاں) جنت کے دروازے تک پہنچ سکے۔ یہ سن کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان تمام اونٹوں کو سامان لدے لدائے اللہ عزوجل کی راہ میں دے دیا اور آپ کے پاس جتنے بھی غلام تھے۔ ان سب کو آزاد کر دیا' تا کہ وہ بھی درویشوں کے ساتھ جنت میں داخل ہو سکیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا۔ میری امت کے مالداروں میں سے تم سب سے قبل جنت میں جاؤ گے۔ لیکن کوشش کے بعد اس میں داخل ہو پاؤ گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ایک صحابی نے فرمایا۔ میں یہ نہیں پسند کرتا کہ روزانہ ہزار دینار حلال کمائی سے کماؤں اور اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ کر دوں۔ بہر حال اس کی وجہ سے میری نماز میں خلل بھی واقع نہ ہو۔ لوگوں نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا اس مال کی وجہ سے مجھ سے سوال کرنے کی جگہ میں سوال کیا جائے گا۔ کہ اے بندے تو نے مال کہاں سے کمایا اور کن کاموں پر خرچ کیا' جبکہ مجھ میں اس سوال و جواب کی طاقت نہیں ہے۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قیامت کے روز ایسے آدمی کو حاضر کیا جائے گا' جس نے مال حرام کمایا ہوگا۔ اور حرام کاموں میں خرچ کیا ہوگا۔ اسے دوزخ میں بھیج دیا جائے گا۔ پھر اس طرح کے دوسرے آدمی کو لائیں گے' جس نے مال کمایا تو حلال طریقہ سے ہو گا' لیکن خرچ حرام کاموں پر کیا ہوگا۔ اسے بھی دوزخ میں بھیج دیا جائے گا' پھر اسی طرح کے ایک تیسرے آدمی کو لایا جائے گا' جس نے حرام طریقہ سے مال جمع کیا ہوگا اور خرچ اسے حلال کاموں میں کیا ہوگا۔ اسے بھی دوزخ میں بھیج دیا جائے گا' پھر اسی طرح چوتھا آدمی لایا جائے گا' جس نے مال حلال طریقے سے کمایا ہوگا اور اسے نیک کاموں میں صرف کیا ہوگا۔ اس وقت حکم ہوگا اسے روکو ممکن ہے اس نے تلاش مال اور اس کی جستجو وطلب طہارت میں کوتاہی کی ہو' یا اس کی رکوع سجود میں کوئی تقصیر ہو۔ یا شرائط کے موافق بروقت نماز ادا نہ کی ہو۔ تب وہ آدمی عرض کرے گا۔ اے اللہ میں نے یہ مال حلال طریقے سے کمایا اور نیک امور پر لگایا۔ میں نے اس کے باعث کسی فرض کی ادائیگی میں سستی نہیں کی' نہ میں نے اس پر فخر کیا۔ تب اسے کہا جائے گا۔ تیرے پاس سواری کا گھوڑا تھا' اور زرق برق پوشاک پھر تو تو نے ضرور غرور ونخوت سے کام لیا ہوگا۔ وہ عرض کرے گا۔ اے اللہ میں نے اس مال پر ہرگز فخر نہیں کیا۔ اس سے فرمایا جائے گا ممکن ہے تو نے کبھی کسی یتیم' مسکین' پڑوسی یا اپنے کسی اور رشتہ دار کا حق ادا نہ کیا ہو۔ وہ عرض کرے گا میں نے ان کے حق میں بھی کوتاہی نہیں کی۔ تب یہ سب لوگ آ کر اسے گھیر لیں گے۔ اس کے چاروں طرف جمع ہو جائیں گے۔ اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کریں گے۔ اے اللہ تو نے ہم میں سے اس آدمی کو اتنا مال ودولت اور نعمتیں عطا فرمائیں۔ اس سے ہمارے حق کا سوال کیا جائے اس نے ہمارا حق چکایا یا نہیں۔ اس سے باز پرس کی جائے۔ تب اس سے ہر ایک کے حق کی ادائیگی کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اگر اس معاملہ میں بھی اس کی کوتاہی نہ ہوگی' تو تب حکم ہوگا۔ ایسے ہی کھڑا رہ اور بتا کیا تو نے ہر اس لقمہ کا شکریہ ادا کیا جو تو نے کھایا' اور ہر اس نعمت کا جو تجھے عطا کی گئی۔ کس طرح شکریہ ادا کیا۔ اس قسم کے اس سے سوالات کیے جائیں گے۔ یہی سبب ہے کہ ان سوالات اور ان جوابات سے بچنے کیلئے کہ بزرگان دین میں سے کسی کو مالدار بننے کا شوق نہ تھا' کیونکہ اگر ثواب نہ بھی ہوگا۔ تب بھی اس قسم کے سوالات کیے

marfat.com

جائیں گے۔ خود سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امت کے رہنما ہیں۔ درویشی اختیار فرمائی' تاکہ امت بھی درویشی اپنائے۔ اور اسے بہتر سمجھے۔

عسرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! مجھے قرابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل تھا۔ (میں ہمہ وقت آپ کی خدمت میں رہتا تھا) ایک دن آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! چلو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیمار پرسی کر آئیں۔ جب ہم ان کے دروازے پر پہنچے تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دستک دی اور فرمایا! کیا میں اندر آ جاؤں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا تشریف لائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میرے ساتھ ایک اور آدمی بھی ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا میرے بدن پر سوائے ایک پرانی چادر کے کپڑا نہیں۔ آپ نے فرمایا اس سے ہی جسم کو اچھی طرح ڈھانپ لو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا! ابا جان میں نے اس سے بدن چھپالیا ہے' مگر میرا سر ننگا ہے۔ تب آپ نے انہیں ایک پرانی لنگی سر ڈھانپنے کیلئے دیدی۔ اس کے بعد گھر کے اندر جا کر فرمایا! اے میری پیاری بیٹی کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ میں بہت بیمار اور دردمند ہوں' اور میری بیماری کی شدت کی وجہ یہ ہے کہ بیماری کے دوران میں بھوکی بھی رہ رہی ہوں۔ مجھے کھانے کو کچھ میسر نہیں آتا۔ مجھ میں بھوک کی برداشت نہیں۔ یہ سن کر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام بے اختیار اشکبار ہو گئے۔ اور فرمایا! اے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بے صبری مت کرو۔ اللہ کی قسم تین دن سے مجھے بھی کھانے کو کچھ نہیں ملا ہے' اور میرا مرتبہ اللہ عزوجل کے ہاں تم سے بڑا ہے۔ اگر میں آسودگی اور فراغت چاہتا تو میرا رب مجھے عطا فرما دیتا' مگر میں نے آخرت کو چاہا۔ اس فرمان کے بعد آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا! اے فاطمہ! تمہیں خوشخبری ہو' تم جنتی عورتوں کی سیدہ (سردار) ہو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت کیا۔ حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو فرعون کی بیوی تھیں اور حضرت مریم علیہا السلام (جو حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی والدہ ماجدہ تھیں) کا رتبہ کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا ان میں سے ہر ایک تمام دنیا کی عورتوں کی سردار ہیں' لیکن تم ان سب کی سردار ہو۔ (اور ان سب میں بڑی ہو) یہ سب عورتیں جنت کے آراستہ مکانات میں رہیں گی۔ جہاں شور وغوغا اور کسی قسم کی تکلیف نہیں ہے' اور نہ کسی قسم کا کام کاج ہے۔ اے میری بیٹی! میرے چچازاد بھائی یعنی اپنے شوہر کے مال پر (جو میسر ہے) قناعت اختیار کرو' کیونکہ میں نے تمہیں ایسے آدمی کی زوجیت میں دیا ہے' جسے اللہ نے دین ودنیا کی سرداری عطا فرمائی ہے۔

بیان کیا گیا ہے ایک آدمی نے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ اسلام سے عرض کی میں پسند کرتا ہوں کہ کچھ مدت آپ کی قربت میں رہوں۔ آپ کے اجازت دینے پر وہ آپ کے ساتھ کسی سفر پر چل نکلا' رستے میں ایک دریا کنارے جا پہنچے۔ زادراہ میں تین روٹیاں تھیں۔ دو روٹیاں دونوں نے کھالیں۔ باقی ایک بچ رہی۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام وہاں سے کسی حاجت سے کچھ دیر کیلئے ہٹ گئے۔ جب واپس آئے تو آپ کو وہ روٹی نظر نہ آئی۔ آپ نے حواری سے پوچھا! وہ روٹی کس نے لی ہے؟ حواری نے عرض کی مجھے تو کچھ علم نہیں۔ آخر وہاں سے آگے چل پڑے۔ دوران سفر دو بچوں کو ساتھ لیے ایک ہرن آ رہا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے آہو بزہ کو ندردی۔ وہ آپ کے پکارتے ہی آپ کے قریب آ گیا۔ آپ نے اسے پکڑ کر ذبح فرمایا' اور بھون کر دونوں نے خوب سیر

marfat.com

...کر کھایا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اے آہو بچہ اللہ عزوجل کے حکم سے زندہ ہو جا۔ وہ زندہ ہو پڑا اور اپنے رستے پر چلا گیا۔ تب پھر ...حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے اپنے اس حواری سے فرمایا! تجھے اس پروردگار کی قسم جس نے یہ معجزہ دکھلایا۔ سچ سچ بتاؤ اس روٹی کا ...یا معاملہ ہوا؟ اس نے کہا مجھے کوئی علم نہیں۔ دونوں وہاں سے آگے چل نکلے۔ رستے میں پھر دریا آ گیا۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ ...سلام نے سفر کے ساتھی کا ہاتھ پکڑا اور دونوں پانی پر چلتے چلتے دریا سے پار گزر گئے۔ تب پھر حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے فرمایا! ...تجھے اس اللہ عزوجل کی قسم جس نے ہمیں یہ معجزہ دکھایا۔ مجھے بتا دے اس روٹی کا معاملہ کیا ہوا۔ اس نے پھر وہی جواب دیا کہ مجھے علم ...نہیں۔ وہاں سے بھی یہ دونوں حضرات پھر آگے چل پڑے اور ایک ریگستان میں جا نکلے۔ آپ نے بہت سی ریت جمع کی اور فرمایا اے ...ریت اللہ عزوجل کے حکم سے سونا بن جا۔ وہ تمام ریت سونا بن گئی۔ آپ نے اس سونے کے تین حصے لیے اور فرمایا۔ ایک حصہ میرا ہے ...دوسرا تمہارا اور تیسرا اس آدمی کا ہے جس نے وہ تیسری روٹی کھائی۔ اس وقت اس آدمی نے محض سونا حاصل کرنے کے لالچ میں کہہ ...کہ وہ روٹی میرے پاس ہے۔ تب آپ نے فرمایا یہ دنوں حصے بھی تم ہی لے لو اور پھر وہاں سے تنہا آگے روانہ ہو گئے۔

جب حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام سونے کا ڈھیر اس کے حوالے کر کے تنہا آگے چلے گئے۔ تو آپ کے جانے کے بعد اتفاق سے ...آدمی بھی ادھر آ نکلا۔ اور چاہا کہ اسے مار کر یہ سونا اپنے قبضے میں کر لیں۔ اس نے کہا مجھے مارتے کیوں ہو۔ آؤ ہم تینوں اسے آپس میں ...تقسیم کر لیتے ہیں۔ پھر ان میں طے پایا کہ ایک آدمی ہم میں سے شہر جائے اور کھانا خرید کر لائے۔ بس ان تینوں میں سے ایک شہر میں کھانا ...لینے چلا گیا۔ اس نے اپنے دل میں سوچ کر فیصلہ کر لیا کہ افسوس ہے یہ دونوں اتنا اتنا سونا لے جائیں گے۔ یہ سوچ کر اس نے ...کھانے میں زہر ملا دیا۔ ادھر اس کی عدم موجودگی میں ان دونوں نے یہ طے کر لیا کہ ناحق تیسرے حصے کا سونا اسے کیوں دیدیں اور فیصلہ کر ...لیا جب وہ آئے تو اسے مار ڈالیں گے۔ اور سونا اپنے قبضے میں کر لیں گے جب وہ تیسرا آدمی کھانا لیکر آیا تو یہ دونوں اس پر پل پڑے اور ...اسے مار ڈالا اور پھر کھانا کھانے بیٹھ گئے۔ کھانا کھاتے ہی یہ دونوں بھی مر گئے۔ اور سونا تمام کا تمام ویسا کا ویسا ہی وہیں پڑا رہ گیا۔

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام واپس پلٹے تو دیکھا کہ سونے کا ڈھیر ویسے کا ویسا پڑا ہے اور پاس تین آدمی مرے پڑے ہیں۔ تب ...نے اپنے حواریوں سے فرمایا! دیکھو یہ انجام ہے دنیا کا۔ تم اس سے اجتناب کرو۔ اس کہانی سے علم ہوا کہ آدمی چاہے کیسا ہی استاذ ...باکمال ہو۔ بہتر یہی ہے کہ مال پر نظر نہ ڈالے اور اسے ضرورت سے زائد نہ لے۔ کیونکہ سانپ پکڑنے والا آخر کار سانپ کے ...ڈسنے سے ہی مر جاتا ہے۔

...ل نمبر ۷

حب و آفاتِ جاہ و حشم اور علاج

اے پیارے یہ علم رکھنا ضروری ہے کہ بہت سے لوگ جاہ و حشم نیک نامی اور لوگوں کی زبان سے اپنی تعریف سننے کی خواہش میں ...ے گئے اور اس کے سبب بہت سے جھگڑوں میں پڑے۔ دشمن اور گناہوں میں گرفتار ہوئے۔ جب انسان پر یہ خواہش غلبہ کرتی ہے ...دیداری میں خرابی واقع ہو جاتی ہے۔ دل میں منافقت پیدا ہوتی ہے اور بندہ برے اخلاق سے برباد ہو جاتا ہے۔

marfat.com

ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! مال وجاہ کی محبت دل میں نفاق کو اس طرح اگاتی ہے جیسے پانی سبزہ کو اگاتا ہے۔

ایک اور جگہ آپ نے فرمایا! بکریوں کے ریوڑ میں دو بھوکے بھیڑیے ایسی تباہی نہیں مچاتے جیسی تباہی مسلمان آدمی کے دل میں مال وجاہ کی محبت برپا کرتی ہے۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا! لوگوں کو دو چیزوں نے ہلاک کیا ہے۔ ایک خواہشات نفسانی اور دوسری تعریف توصیف کی تمنا نے۔ ان کی آفت سے وہ آدمی ہی چھٹکارہ پا سکے گا۔ جو نام اور شہرت کا طالب نہ ہو۔ اور گمنامی قناعت کرے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا۔

تِلْکَ الدَّارُ الْآخِرَۃُ نَجْعَلُھَا لِلَّذِیْنَ لَایُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا (سورہ قصص پ ۲۰ آیت ۸۳)

ترجمہ: یہ آخرت کا گھر ہے ہم ان کیلئے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ ہی فساد۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مفتی لوگ وہ ہیں جو خاکسار بال پراگندہ اور حیلے باز والے ہیں۔ کوئی ان کی قدر و منزلت نہیں کرتا۔ وہ اگر امیروں کے گھر میں داخل ہونا پسند کریں تو وہ انہیں اجازت نہ دیں اور اگر نکاح کرنا چاہیں تو کوئی انہیں اپنی بیٹی دینے پر رضامند نہ ہو۔ اور اگر بات کریں تو لوگ ان کی بات سننے سے اعراض کریں۔ اور ان کی تمنائیں ان کے دلوں میں ولولہ کرتی ہیں۔ اگر ان کا نور قیامت میں تقسیم کیا جائے تو وہ سب کے حصے میں آئے گا۔ (وہ نور سب کو پہنچے گا)۔

ایک اور حدیث میں آیا۔ بہت سے خاکسار پرانے لباس والے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ سے جنت کے طالب ہوں تو اللہ عزوجل انہیں عطا فرمادیں اور اگر دنیا کی کوئی شے مانگیں تو انہیں عطا نہ کی جائے۔

ایک اور جگہ فرمایا! میری امت میں بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ اگر وہ تم سے دینار یا درہم یا ایک جبہ مانگیں تو تم عطا نہ کرو۔ لیکن اگر وہ اللہ سے جنت مانگیں تو وہ انہیں عطا کردے گا۔ اگر دنیا چاہیں تو وہ انہیں عطا نہ فرمائے گا۔ اس کا سبب یہ نہیں کہ وہ آدمی ذلیل و بے وقار ہے۔

حکایت:

حضرت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مسجد میں تشریف لے گئے۔ تو وہاں حضرت محاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روتے ہوئے پایا۔ آپ نے پوچھا رونے کا کیا سبب ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ میں نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے سنا کہ تھوڑا سا ریا بھی شرک ہے۔ اور اللہ ایسے پوشیدہ یعنی گمنام پرہیزگاروں کو محبوب رکھتا ہے کہ اگر وہ گم ہو جائیں تو کوئی ان کی جستجو نہ کرے۔ ان لوگوں کے دل راہ ہدایت کے چراغ ہیں اور تمام شبہات اور ظلمتوں سے معبرہ ہیں۔ میں اس فرمان کو یاد کر کے رو رہا ہوں کہ میں ایسے نہیں ہو۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! جو شہرت کا طالب اور نام و نمائش کا چاہنے والا ہے۔ وہ اللہ عزوجل کے ہاں

marfat.com

...الص نہیں۔ حضرت ایوب علیٰ نبینا وعلیہ اسلام نے فرمایا! شان صدق یہ ہے کہ انسان یہ پسند نہ کرے کہ کوئی اسے جانے اور پہچانے۔ ...حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے پیچھے ان کے کئی تلامذہ جا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو کئی درے ...ئے۔ انہوں نے کہا اے امیر المومنین آپ نے ایسا کیوں کیا۔ انہوں نے فرمایا اس طرح ان لوگوں کی خاطر رسوائی ہے۔ جو پیچھے ...پیچھے چل رہے ہیں۔ اور جو ان کے آگے چل رہا ہے۔ اس کیلئے یہ تکبر اور نخوت کا سامان ہے' یعنی اس سے تمہارے اندر غرور و نخوت جنم ...لے گی۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اس نادان آدمی کے دل کو ہرگز سکون نہ ملے گا' جو یہ دیکھ رہا ہے کہ کچھ لوگ اس ...کے پیچھے پیچھے چلنے والے ہیں۔ (اور وہ مقتدا و پیشوا بنا ہوا آگے آگے جا رہا ہے) حضرت ایوب علیٰ نبینا وعلیہ اسلام کہیں سفر پر جا رہے ...تھے کچھ لوگ ادب کے طور پر ان کے پیچھے چلنے لگے۔ انہوں نے فرمایا! اللہ اس معاملہ سے بہت واقف ہے کہ میں اس بات سے خوش ...نہیں ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں غضب الٰہی سے خوف زدہ نہ ہوتا۔

حضرت سفیان توری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اگلے بزرگوں کو زرق برق پیراہن سے نفرت تھی۔ وہ پوشاک چاہے نئی ہو یا پرانی' ...اس طرح کا ضروری ہے کہ کوئی آدمی اس کا تذکرہ نہ کرے (یعنی لباس معمولی ہو)۔

حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے۔ میری نظر میں ایسا آدمی کوئی نہیں ہے جو شہرت کا طالب ہوا ہو۔ اور اس کا دین برباد نہ ...ہوا اور اس کے حصہ میں رسوائی نہ آئی ہو۔

...یقت جاہ

اے پیارے یہ علم ہونا لازمی ہے کہ مالدار اسے کہتے ہیں' جس کے قبضہ و ملکیت میں مال و زر ہو' اور اس پر اس کا تصرف ہو۔ ایسے ...صاحب حشمت و جاہ وہ آدمی ہے۔ کہ لوگوں کے دل اس کیلئے مسخر ہوں اور وہ ان میں اپنا تصرف کر سکے' اور جب کسی کا دل مسخر ہوتا ...تو اس کا جسم اور اس کا مال بھی اس کا تابع ہوتا ہے۔ اور دل کے مسخر ہونے کی حالت یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کے بارے میں اس ...طرح اچھا خیال رکھے کہ اس کی بزرگی و بڑائی دل میں سما جائے۔ چاہے وہ بزرگ ہونا اس کے کسی کمال سے ہو' یا علم و عبادت کی وجہ سے ...ہو اور اعلیٰ اخلاق کی بنیاد پر یا قوت کی وجہ سے یا کسی اور ایسی شے کی وجہ سے جسے لوگ اس کا کمال و بزرگی سمجھتے ہوں۔ تو جب دل ...میں ایسا خیال جگہ پکڑ گیا تو اس کا دل مسخر ہو گیا' اور برضا و رغبت اس کا فرمانبردار بن گیا۔ اس کی زبان سے تعریف کرتا ہے اور اس کی ...مدحت بجاتا ہے۔ اور اپنا آپ اس پر قربان کر رہا ہے۔ اور جیسے غلام اپنے مالک کا مطیع و تابع فرماں ہوتا ہے۔ ایسے ہی وہ آدمی بھی اس ...صاحب جاہ و حشم کا مطیع و مرید اور دوست رہتا ہے' بلکہ غلام سے بڑھ کر غلام کی اطاعت تو ظلماً و جبراً ہوا کرتی ہے' اور اس کی اطاعت بخوشی ...ہوتی ہے۔

...ی تونگری

پس تونگری و مالداری کا یہ معنی ہے کہ آدمی کی ملکیت میں سونا چاندی ہو اور جاہ کا معنی یہ ہے کہ دوسروں کے دل اس کے امیر

marfat.com

ہوں۔ اکثر لوگوں کو مال سے بڑھ کر جاہ و منزلت عزیز ہوتی ہے۔ اور اس کے تین اسباب ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ مال اس لیے پیارا ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ تمام ضرورتوں کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ جاہ کی بھی ایسی ہی صورت حال ہے' بلکہ جو کوئی صاحب جاہ منزلت ہوتا ہے۔ اس کیلئے بھی مال حاصل کرنا آسان ہوتا ہے' لیکن ادنیٰ معمولی آدمی چاہے کہ مال و زر و جاہ حاصل کر لے تو یہ بہت مشکل ہوگا۔

دوسرا بڑا سبب یہ ہے کہ مال کے چوری ہو جانے' ضائع یا خرچ ہو جانے کا دھڑکا لگا رہتا ہے' جبکہ جاہ میں یہ باتیں نہیں ہیں۔

تیسرا سبب یہ ہے کہ مال بغیر محنت زراعت اور تجارت زیادہ نہیں ہوتا' لیکن جاہ و مرتبہ دوسروں کے دلوں میں کم ہوتا ہے اور بڑھتا ہے' کیونکہ جب تم نے کسی کا دل جیت لیا تو وہ دنیا بھر میں پھرے گا' اور ہر جگہ تمہاری توصیف کرے گا' اور چاہے گا کہ دوسرے لوگ بھی دیکھے بنا ہی تمہارے اسیر ہو جائیں۔ یوں جسقدر شہرت بڑھتی ہے اس قدر ہی جاہ میں زیادتی ہوتی ہے' اور اطاعت و فرمانبرداری کرنے والے بھی بڑھتے ہیں۔ لیکن انسان کو جاہ و مال دونوں مطوب ہوتے ہیں۔ کیونکہ تمام ضروریات اور ضرورتیں اس سے پوری ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود آدمی دل سے پسند کرتا ہے کہ اس کا نام دور دراز شہروں میں پھیل جائے تاکہ اس کا ان دور دراز مقامات تک جانا بہت مشکل ہے۔ انسان پسند کرتا ہے کہ کسی طرح سارا عالم اس کا مسخر بن جائے۔ اگرچہ وہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ بذات خود اسے اس امر کی ضرورت نہیں اور اس میں ایک اہم راز پوشیدہ ہے۔ وہ یہ کہ آدمی فرشتوں کے جوہر سے بنا ہے اور اللہ کی قدرت کا ایک نمونہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (پ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۵) ترجمہ: تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک ایک چیز ہے۔

اس طرح اس کے باوجود کہ ربوبیت سے ایک مناسبت ہے اور اس کی بھی یہی خواہش ہے کہ ربوبیت کی جستجو رکھے' لیکن اس کے اندر عنانیت بھی پائی جاتی ہے اور ہر ایک کے دل میں وہ بات موجود ہے جو فرعون نے کہی تھی۔

فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی (پ۳۰ سورہ نازعات آیت ۲۴) ترجمہ: پھر بولا میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں۔

اور اس میں سرایت کرتی ہے۔ یوں ہر آدمی ربوبیت کو بالطبع محبوب رکھتا ہے۔ اور یہاں ربوبیت کے معنی یہ ہیں۔ میں ہی سب کچھ ہوں اور میری طرح کوئی اور نہ ہو' کہ جب کوئی دوسرا میرے جیسا پیدا ہوگا تو میری ربوبیت کو نقصان ہوگا' کیونکہ آفتاب کا کمال اس وجہ سے قائم ہے کہ وہ ایک ہے (کوئی دوسرا اس جیسا نہیں) اور سارے جہاں کا نور اس میں ہے اگر اس جیسا کوئی اور ہوتا تو یہ ناقص قرار پاتا' لیکن یہ نہیں سوچتا کہ یہ کمال کہ سب کچھ آپ ہی رہے۔

دوسرا اس کے مثل نہ ہو۔ یہ خاص فقط الوہیت کا ہی ہے۔ فی الواقع ماہیت وہی ہے اور اس کے علاوہ کسی دوسرے کی ہستی وذات بالکل نہیں ہے' اور ہر ایک موجود اسی کی قدرت کا ایک دکھ اور نور ہے۔ یوں انسان کا تابع ہوا۔ شریک نہیں ہوا۔ جیسے نور آفتاب کا تابع ہے۔ اس کا شریک نہیں ہے۔ اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی دوسرا موجود اس کے مقابلہ کا نہیں ہے۔ جو اس کا شریک ٹھہر سکے۔ اگر کوئی اس کا شریک ہوتا تو اس روٹی کے سبب اس میں نقصان پیدا ہوتا۔ (اور اللہ نقصان سے پاک ہے)۔

خواہش انسانی

آدمی بالطبع تو یہ پسند کرتا ہے کہ سب کچھ وہی ہو لیکن یہ نہیں ہو سکتا تو پسند کرتا ہے کہ کم از کم سارا عالم اس کا مسخر اور تابع بن جائے

marfat.com

اور اس کے تصرف کے تحت آ جائے' لیکن ایسا بھی نہیں ہو سکتا' کیونکہ تمام موجودات دو قسم پر منقسم ہیں۔ ایک قسم تو ان موجودات کی ہے جو انسان کے تصرف سے بالا ہیں۔ مثلاً آسمان' ستارے' ملائکہ' شیاطین اور وہ سب اشیا جو زمین سے نیچے ہیں۔ دریاؤں کی گہرائی میں پہاڑوں کے اندر ہیں۔ بس وہ پسند کرتا ہے کہ زور علم سے ان سب پر غلبہ پا لے اور یہ تمام موجودات اسکی قدرت کے تصرف کے تحت نہیں آتے تو اس کے حکم ہی سے تصرف میں آ جائیں۔ اس بنیاد پر وہ پسند کرتا ہے ملکوت آسمان و زمین اور بحر و بر کے سب عجائب اس کے علم میں آ جائیں۔ جیسے ایک آدمی جو شطرنج کھیلنا نہیں جانتا' لیکن پسند کرتا ہے۔ کہ اس کا ڈھنگ اور چالیں جان لے۔ یہ بھی اس قسم کے ایک غلبہ کی تمنا ہے۔

موجودات کی دوسری قسم وہ ہے جن میں آدمی کیلئے تصرف ممکن ہے۔ روئے زمین اور اس پر موجود اشیاء ہیں۔ جیسے جمادات' نباتات' حیوانات تو آدمی پسند کرتا ہے یہ تمام اشیاء اس کی ملکیت ہوں یعنی اس کے زیر تصرف ہوں' تا کہ اسے ان تمام کمال قدرت و غلبہ حاصل ہو' جو چیزیں زمین پر ہیں ان سب میں نفیس ترین انسان کا دل ہے۔ تو انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اس نفیس ترین شے کو اپنے مسخر میں کرے' اور وہ اس کے تصرف میں آ جائے۔ جاہ کے معنی یہی ہیں تو انسان بالطبع ربوبیت یعنی صاحب و مالک بننا چاہتا ہے اور وہ نسبت اسے اپنی جانب کھینچتی ہے اور ربوبیت کے معنی یہ ہیں کہ سب کا کمال اسے حاصل ہو اور کمال بغیر غلبہ حاصل نہیں ہوتا اور غلبہ علم و قدرت سے ملتا ہے اور قدرت انسان کو مال و جاہ کے بغیر میسر نہیں آ سکتی۔ تو جاہ کی تمنا و محبت کا سبب اصلی یہی ہے۔

فصل نمبر

اے پیارے یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ جاہ بھی مال کی مانند ہے' جیسے تمام مال برا نہیں' بلکہ اس سے ضرورت کے موافق کام لینا سامان آخرت ہے اور اگر انسان کا دل زیادہ مال میں ڈوب جائے۔ (دل مال کثیر میں لگ جائے) تو وہ آخرت کا راہزن ہے۔ جاہ کا بھی یہی حال ہے' کیونکہ رفیق و خادم انسان کیلئے لازمی ہیں' تا کہ بوقت ضرورت اسکی مدد کریں۔ اور اس کی خاطر ایک حاکم یا بادشاہ کی بھی حاجت ہے۔ جو اسے ظالموں کے شر سے مامون رکھے۔ تو لوگوں کے دلوں میں اس کی قدر و منزلت ہونا لازمی ہے' لیکن یہ طلب جاہ صرف اس حد تک روا ہے کہ جس سے یہ فوائد حاصل ہو سکیں جیسے حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے فرمایا تھا اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ (پارہ نمبر ۱۳ سورہ یوسف آیت نمبر ۵۵)

ترجمہ: بے شک میں حفاظت والا' علم والا ہوں۔ ایسے جب تک شاگرد کے دل میں استاد کا رعب و دبدبہ نہ ہوگا وہ استاد سے تعلیم نہ لے سکے گا۔ اس لحاظ سے جاہ کی طلب ضرورت کے مطابق مباح ہے جیسے بقدر ضرورت طلب مال مباح ہے۔ جاہ تو چار طرح سے حاصل کرنا ممکن ہے۔ ان چار صورتوں میں سے دو مباح ہیں اور دو حرام ہیں جو دو صورتیں حرام ہیں ان میں سے ایک تو یہ کہ عبادت کی ریاکاری سے جاہ کی طلب کی جائے۔ (صرف طلب جاہ کی خاطر ریا کے ساتھ عبادت کرے) عبادت کا تو محض اللہ عزوجل کے لئے ہونا ضروری ہے۔ جب کسی نے عبادت کے ذریعے سے طلب جاہ کی تو یہ صورت حرام ہے اور دوسری حرام طرز یہ ہے کہ دھوکہ دہی کرے اور اپنے آپ میں ایسی صفات کا پرچار کرے جو درحقیقت اس میں نہ ہوں مثال کے طور پر کہے میں علوی سید زادہ ہوں۔ یا فلاں بزرگوں کی اولاد سے ہوں یا میں فلاں ہنر رکھتا ہوں اور فی الواقع ایسا نہ ہو تو یہ تمام باتیں فضول ہیں۔ جیسے کوئی آدمی دھوکے سے

marfat.com

مال حاصل کرے۔

اور اب وہ دو طریقے ہیں جن کے ذریعے طلب جاہ مباح ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایسی شے کے ذریعے جاہ کی طلب کرے جس میں دغا' فریب اور وسیلہ عبادت نہ ہو۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنے عیب چھپا کر رکھے اور پھر جاہ کی طلب کرے۔ مثلاً ایک فاسق اپنی معصیت کو اس لئے پوشیدہ رکھے کہ بادشاہ کے ہاں اسے کوئی مرتبہ اور درجہ مل جائے اور یہ مقصد نہ ہو کہ لوگ اسے زاہد و پارسا خیال کریں۔ تو یہ طریقہ مباح ہے۔

علاج حبِ جاہ

اے پیارے جب دل پر حب جاہ کی رغبت غلبہ کر آئے تو یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ دل مریض ہے اور اس کا علاج کرنا لازمی ہے کیونکہ جاہ کی محبت ہی منافقت' ریاکاری' جھوٹ بولنا' دھوکہ دینا' دشمنی کرنا' حسد کرنا' لڑائی جھگڑا کرنا اور قسم قسم کے گناہوں کا باعث بنتی ہے۔ یہی حالت مال کی محبت کی ہے لیکن حب جاہ تو اس سے بھی زیادہ بری ہے کیونکہ اس کا طبع پر بہت زیادہ غلبہ ہوتا ہے اور اگر آدمی نے صرف اس غرض سے مال و جاہ حاصل کیا جس میں دین کی سلامتی ہے اور اس سے زیادہ کو وہ پسند کرنے والا نہیں تو اس کے دل کو مریض نہیں کہیں گے کیونکہ فی الواقع اسے مال و جاہ سے محبت نہیں ہے بلکہ دین کے لئے دلجمعی کی ضرورت ہے اس کے برخلاف جب آدمی جاہ و مال کا اس حد تک طالب ہے اور اسے محبوب رکھتا ہے اور اسے دیکھتا رہتا ہے کہ مخلوق خدا اسے کس حد تک پسند کرتی ہے اور لوگوں کی نظر میں اس کا مقام کہاں تک ہے اور لوگ کس قدر اس کی تعریف و توصیف کرتے ہیں اور اس کے بارے ان کا اعتقاد کیا ہے تو اس حالت میں وہ جس کام میں بھی مصروف ہوتا ہے تو اس کا دل لوگوں کی گفتگو اور اس کے متعلق ان سے جو خیالات ہیں انہی میں محو رہتا ہے۔ اس طرح سے بیمار کا علاج معالجہ فرض ہے۔

علاج

حب جاہ کا علاج بھی علم و عمل سے مرکب ہے۔ علمی علاج تو اس کا یہ ہے کہ غور و خوض کرے کہ دین و دنیا کی خاطر حب جاہ کسی بلا ہے۔ دنیا میں تو اس کی بلا و آفت یہ ہے کہ جاہ کو طلب کرنے والا دنیا میں ہمیشہ دکھ درد اور لوگوں کی خاطر داری میں لگا رہے گا۔ اس وقت وہ اگر کامیاب نہ ہو (یعنی وہ جاہ منزلت کو نہ پا سکا) تو ذلیل و خوار اور رسوا ہوگا اور اگر اسے جاہ و مرتبت حاصل ہو ہی گئی تو لوگ اس پر حسد کریں گے اور ہمہ وقت اسے تکلیف دینے کے درپے رہیں گے۔ یوں صاحب جاہ تمام وقت دشمنوں کی دشمنی کی فکر اور سوچ اور دشمنوں کو دور کرنے کی تدبیر اور منصوبوں میں مصروف رہے گا اور کسی وقت بھی اسے دشمنوں کی دغا بازی سے فراغت نہ مل سکے گی اور اگر کوئی اس بات کی فکر نہ کرے گا اور دشمنوں کی دشمنی سے بچنے کی کوشش نہ کرے گا تو اگر اس آدمی سے مرعوب مغلوب ہو گیا تب تو بالیقین اس کی ذلت و رسوائی ہوئی۔ اگر اس نے خود دشمن پر غلبہ پا لیا تو اسے دوام و ثبات نہیں کیونکہ جاہ ایک ایسی شے ہے جس کا تمام مخلوق کے دلوں سے تعلق ہے اور لوگوں کے دلوں کی صورت حال تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ (ابھی وہ عزت دیتے ہیں اور احتراماً جھکتے ہیں ہو سکتا ہے ان میں سے کچھ کی حالت بدل جائے اور اس کے احترام میں کمی آ جائے) دل کے حالات بھی دریا کی طرح کی مثل پر مارتے رہتے ہیں۔

marfat.com

(کبھی کوئی حال ہے تو کبھی کچھ کیفیت ہے) اور اگر کچھ نا ہنجاروں کے عزت واحترام دینے کی بنیاد پر جاہ ومرتبت کی بنا ڈالی ہوئی ہے تو ایسی عزت داری فضول ورائیگاں ہے کہ ان کے تفکرات کے بدلتے ہی اس عزو جاہ کو بھی زوال آ جاتا ہے۔ بطور خاص کہ جب اس کی عزت کی بنیاد ایسی سرداری پر ہو۔ (صاحب جاہ سردار ہو یا بادشاہ کا قریبی جو ایک تصور سے قائم ہو بادشاہ کے دل میں تصور جنم لے کہ اس سردار کو عہدہ سے ہٹا دیا جائے اور اسے ہٹا دیا گیا اور مرتبہ جاہ اسے عہدہ کے ساتھ قائم تھا تو اس کے معزول ہوتے ہی وہ عزت بھی جاتی رہی۔ یوں وہ سردار دنیا ہی میں ذلیل ہو گیا اور ابھی آخرت کا رنج اس کے علاوہ ہے۔ (یوں صاحب جاہ دنیا و آخرت دونوں عالم میں دکھ اٹھائے گا) ان باتوں کو غافل لوگ سمجھ نہیں پاتے۔ ان باتوں کو صرف عقلمند ہی سمجھ سکتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ روئے زمین کی بادشاہت (مشرق سے مغرب تک) اسے مل جائے اور ساری دنیا اس کے روبرو جھک جائے۔ (اس کو عزت واحترام دے) پھر بھی کوئی خوشی کی بات نہیں کیونکہ جب چند روز کے بعد وہ موت کی گود میں چلا جائے گا تو اس کی بلد یہ حکمرانی زائل و باطل ہو جائے گی۔ (یونہی دھری کی دھری رہ جائے گی) اور کچھ دنوں کے بعد نہ یہ احترام کرنے والے ہوں گے اور میرا حال بھی ان گزشتہ بادشاہوں کا سا ہو جائے گا جنہیں آج کوئی یاد تک نہیں کرتا۔ ایسی حالت میں کچھ دن کی لذت کی خاطر دائمی اور سدا رہنے والی بادشاہی کو ہاتھ سے کیوں جانے دوں؟

کیونکہ جو کوئی جاہ کا طالب و آرزومند رہتا ہے۔ اللہ عزوجل کی محبت سے اس کا دل خالی رہتا ہے۔ (اس سے دل میں اللہ عزوجل کی محبت نہیں رہتی) اور جس کے دل میں مرتے دم تک اللہ عزوجل کے علاوہ کسی اور شے کا غلبہ ہو تو وہ دردناک عذاب میں پکڑا جائے گا یہاں تک جو کچھ بیان کیا گیا وہ حب جاہ کا علمی علاج ہے۔

حب جاہ کے عملی علاج کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ جس جگہ اس آدمی کا عزت واحترام کیا جاتا ہے۔ اسے چھوڑ دے۔ اس جگہ پر نہ رہے اور کسی ان دیکھے ملک یا شہر میں چلا جائے تا کہ وہاں کوئی اسے پہچاننے والا نہ ہو۔ تو یہ سب سے بڑھ کر اچھی بات ہے کیونکہ اگر وہ اپنے ہی شہر یا اپنی ہی بستی میں کہیں گوشہ نشینی اپنائے گا تو بھی لوگوں کو پتہ چل ہی جائے گا کہ فلاں جاہ کی طلب چھوڑ چھاڑ گوشہ نشین ہو گیا ہے تو لوگ محض اس وجہ سے تکلیف نہ پہنچائیں گے اور لوگ اس پر معترض ہوں اور کہیں یہ گوشہ نشینی صرف منافقت ہے۔ (یہ تو تو نے نفاق کی وجہ سے کیا ہے) تو اس بات سے بھی اس کا دل رنج میں مبتلا ہو گا اور اس گناہ کی طرف منسوب کرنے والوں سے معذرت چاہے گا (کہ میری گوشہ نشینی نفاق اور ریاکاری نہیں) اگر یہ سب باتیں صرف ایک ڈھونگ ہیں تا کہ مخلوق اس سے بد عقیدہ نہ ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابھی اس کے دل میں جاہ کی محبت موجود ہے۔

دوسرا عملی علاج یہ ہے کہ ملامتیہ بن جائے اور اس طرح کا کام کرے جس کے سبب لوگوں کی نظروں میں حقیر و ذلیل بن جائے۔ لیکن اس قسم کے برے کاموں سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ شراب وغیرہ پینے لگے۔ جیسے کہ کچھ بے شعور اس طرح کے کام کر کے ملامتی کہلانے لگتے ہیں بلکہ حکمت عملی استعمال کرے مثال کے طور پر وہ جو ایک زاہد سے متعلق کہا جاتا ہے کہ شہر کا امیر اسے ملنے کے لئے ملاقات کے لئے گیا تا کہ اس کی خدمت میں پہنچ کر نیک بختی حاصل کرے جب زاہد نے دور سے مشاہدہ کیا کہ امیر اس کے پاس چلا آ رہا ہے تو جلدی جلدی روٹی اور ترکاری کھانا شروع کر دی اور بڑے بڑے نوالے لگانے شروع کر دیئے۔ وہ امیر اس زاہد کی اس قسم کی

marfat.com

حرص دیکھ کر اس سے بدعقیدہ ہو گیا اور واپس لوٹ گیا (اور یوں زاہد کا مقصد بھی حل ہو گیا)

ایک اور زاہد کے بارے بیان کیا جاتا ہے کہ شہر کے لوگ اس کے بہت ہی معتقد تھے اور اس کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ ایک دن وہ کسی اور کے کپڑے پہن کر باہر نکل آیا اور کافی دیر تک یونہی باہر راستے پر وہ زاہد کھڑا رہا۔ لوگوں نے اسے پکڑ کر مارا پیٹا اور شور مچا دیا کہ یہ چور ہے (حالانکہ ایسی کوئی بات نہ تھی)

یوں ہی ایک بزرگ شراب کے رنگ جیسا شربت پیالے میں ڈال کر پینے لگے تا کہ لوگ یہ خیال کریں کہ وہ شراب پی رہے ہیں۔ مختصر یہ کہ ان بزرگوں نے ان تدبیروں سے جاہ کی حرص کو دل سے خارج کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ستائش سے محبت

اے پیارے یہ علم رکھنا ضروری ہے کہ کچھ لوگ پسند کرتے ہیں کہ لوگ ان کی تعریف کریں اور وہ سدا اپنی نیک نامی کی فکر میں رہتے ہیں اگرچہ ان کے اعمال شرع کے برعکس ہوتے ہیں۔ (اس پر بھی وہ اس کو چاہنے والے ہوتے ہیں) اور اگر لوگ ان پر ثنا کی ہوں۔ آزردہ ہوتے ہیں اور ان کی علامت و مذمت سے ناخوش ہوتے ہیں ہر چند کہ ان کی یہ خوشی بجا اور صحیح ہوتی ہے۔ یہ بھی دل کے مرضوں سے ایک مرض ہے اور جب تک مدح و ذم دل کی خوشی اور ناخوشی کا باعث واضح نہ ہو۔ اس مرض کا علاج معلوم نہیں کیا جا سکتا۔ یہ علم ہونا ضروری ہے کہ ستائش و مدح کی پسندیدگی کے چار اسباب ہیں۔

نمبر ۱:- تو یہ ہے کہ آدمی اپنی بزرگی اور برتری کے بارے سوچتا رہتا ہے اور اس سلسلہ میں اپنا نقصان پسند نہیں کرتا اور دوسرے لوگوں کا تعریف کرنا ظاہری طور پر دلیل کمال ہے کبھی ایسا بھی ہوتا کہ اسے خود اپنے کمال میں شک ہوتا ہے۔ اس وجہ سے پورطور محفوظ نہیں ہوتا۔ چنانچہ جب کسی سے اپنی توصیف سنتا ہے تو اس پر یقین کر بیٹھتا ہے اور اسے اس سے سکون ملتا ہے اور پورا پورا محظوظ ہوتا ہے کیونکہ بندہ جب ذات میں کمال کی بو پاتا ہے تو اپنی ذات میں ربوبیت سے آثار دیکھنے لگتا ہے اور ربوبیت انسان کو دلی طور پر محبوب ہے اور جب وہ اپنی مذمت سنتا ہے تو اپنے نقصان پر رنجیدہ خاطر ہوتا ہے تو اگر وہ اپنی تعریف یا مذمت اس آدمی سے سنتا ہے جو عقلمند ہو اور جھوٹا نہ ہو۔ مثلاً استاد مصنف یا عالم تو مذمت سے تو اسے بالیقین دکھ ہوتا ہے اور ستائش سے سکون ملتا ہے اور جب کوئی بے شعورہ تعریف کر دے تو اس سے بہت خوشدلی ہوتی ہے۔ تب دل خوش نہیں ہوتا' کیونکہ اس کی تعریف سے یقین کا مرتبہ حاصل نہیں ہوتا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ستائش و ثنا اس بات پر دال ہے کہ قائل ثناء گو کہ اس کا دل اسیر ہے اور ثنا کرنے والے کے دل میں پروح کی قدر و منزلت جگہ پکڑے ہوئے ہے۔ پس اگر کوئی بڑا آدمی (صاحب مرتبہ) تعریف کرے تو بڑی مٹھاس و لذت محسوس ہوتی ہے اور اگر ثنا کرنے والا کم مرتبہ ہے تو اس قدر تلذذ نہ ہوگا۔ تیسرا باعث یہ ہے کہ کسی کی تعریف اس بات کی خوشخبری دیتی ہے کہ دوسروں کے دل بھی اس کے شکار ہو جائیں گے کیونکہ جب یہ ثنا و تعریف کرے گا تو دوسرے خود بخود اس کے معتقد ہو جائیں گے یوں ہر آدمی اس کا معتقد ہو جائے گا۔ پس اگر ثنا بر سر عام ہو اور معتبر آدمی کی زبان سے ہو تو بہت ہی خوشی ہوتی ہے اور مذمت کا معاملہ اصلاً ہی اس کے برخلاف سمجھ لینا چاہئے۔

چوتھا سبب یہ ہے کہ تعریف و ثنا اس بات کی دلیل ہے کہ ثنا گو اس کی قسمت کے سامنے سپر انداز ہو گیا ہے اور رعب و دبدبہ بھی

marfat.com

انسان کو بالطبع پسندیدہ ہے۔ اگر چہ وہ غافل ہی کیوں نہ ہو' کیونکہ ثنا کے متعلق اگر چہ جو کچھ بھی سمجھتا ہے کہ یہ جو کچھ تعریف کی جارہی ہے اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے لیکن وہ تعریف کی محتاجی کو جو اس کے دل میں ہے وہ عزیز ومحبوب رکھتا ہے اور وہ اس میں اپنی قدرت کا کمال جانتا ہے۔ پس اگر ثنا خواں ثناو تعریف میں اس قدر زیادتی کرے کہ وہ جھوٹ لگے اور یقین ہو کہ کوئی اسے باور نہ کرے گا یا وہ یہ جانتا ہو کہ ستائش کرنے والا یہ سب دل سے نہیں کررہا ہے یا اس کی قدرت کے خوف سے نہیں بلکہ ازراہ استہزاء تعریف کررہا ہے تو اس حالت میں خوشی نہیں ملتی کیونکہ وہ اشیاء ہی موجود نہیں جن سے خوشی حاصل ہوتی ہے۔

علاج ستائش پسندی

اب جب کہ تمہیں ستائش کے یہ اسباب معلوم ہو گئے تو تم اب اس کا آسانی سے علاج کر سکتے ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ تم اس سلسلہ میں کوشاں رہو۔ ذوق ستائش کے سبب اول کا تو علاج یہ ہے کہ ستائش کناں کی ستائش سے خود کو بلند و کامل جانے۔ اس موقع پر ضروری ہے کہ وہ اس بات پر غور کرے کہ اگر میری ذات میں علم وزہد کی وہ صفت جو ثنا گو بیان کررہا ہے سچ اور صحیح ہے تو اس پر تو وہ خوشی منا سکتا ہے کہ کرم الٰہی نے مجھے یہ صفت عطا فرمائی ہے اور ذات باری تعالیٰ کے لطف وعطا سے تجھے یہ صفت حاصل ہوئی نہ ثناء خوانوں کی ثناو ستائش سے اور نہ کسی قول کے لئے یہ صفت زیادہ ہوسکتی ہے اور نہ کم اور اگر کوئی تمہاری تعریف تمہارے تمول مال اور دوسرے دنیاوی اسباب کے سبب کررہا ہے تو یہ بات اس لائق نہیں کہ اس پر خوش ہوا جائے اور اگر وہ خوشی کا سبب ہوسکتی ہے تو اس کو اس وصف کی وجہ سے خوش ہونا چاہئے نہ کہ مداح اور ثنا کناں کی تعریف بلکہ ایک عالم اگر فی الواقع اپنے علم وزہد کی حقیقت کو سمجھتا ہے تو وہ کبھی اس پر خوش نہ ہوگا کیونکہ اسے اپنے خاتمہ کا ڈر ہے اور معلوم نہیں انجام کیا ہوگا اور جب انجام کا پتہ نہ چل جائے۔ تب تک ساری محنت رائیگاں ہے اور جب کسی کا مکان اور انجام دوزخ ہو تو اس کے لئے خوشی کا کیا موقع ہے اور اگر وہ اس صفت کی وجہ سے خوش ہورہا ہے جو اس کی ذات میں نہیں ہے مثلاً زہد وعلم تو اگر وہ ان موہوم صفتوں پر خوش ہو تو محض احمق ہے اور اس کی مثال یوں ہے کہ جیسے کوئی کہہ دے یہ آدمی بہت ہی نیک اور لائق ہے اور اس کی تمام آنتیں مشک اور عطر سے لبریز ہیں (تو اس بات پر کیسے خوش ہوسکتا ہے) جبکہ وہ خود جانتا ہے کہ اس کی آنتوں میں نجاست وگندگی بھری ہے۔ اس لئے اس جھوٹی بات سے خوش ہونا کیسا اور اگر یہ سننے سے وہ خوش ہوگا تو لوگ اسے دیوانہ جانیں گے۔ اب یہ بات ظاہر ہوگئی کہ دوسرے اسباب کا حاصل صرف جاہ وحشمت کی محبت ہے۔

مذمت سے ناراض نہ ہوں

اگر کوئی تمہاری مذمت کرے تو اس سے ناراض ہونا صرف بے عقلی ہے کیونکہ اگر وہ تمہارے بارے سچا ہے تو وہ فرشتہ صفت انسان ہے اور اگر وہ ارادۃً جھوٹ کہتا ہے تو شیطان ہے اور اگر اسے اپنے جھوٹے ہونے کا بھی علم نہیں تو پھر وہ احمق وگدھا ہے اور واضح ہے اگر اللہ کسی کی صورت مسخ کردے اور اسے شیطان' گدھا یا فرشتہ بنادے تو اس میں تمہارے برا ماننے والی کون سی بات ہے ہاں اگر مذمت کرنے والا سچا ہے تو نقصان کی وجہ سے جو تمہاری ذات میں ہے تمہارا آزردہ ہونا روا وصحیح ہے لیکن یہ شرط ہے کہ وہ نقص یا عیب دینی ہو۔ اس صورت میں مذمت کرنے والے سے ناراض ہونا فضول ہے۔ رنجیدہ وغمگین تو اس نقصان پر ہونا چاہئے اگر یہ نقصان دنیا

marfat.com

کے لحاظ سے ہے تو یہ دینداروں کے نزدیک عیب نہیں بلکہ ہنر ہے یہ پہلا علاج تھا۔

دوسرا علاج یہ ہے کہ اگر مذمت کرنے والے نے تمہارے بارے جو کچھ بولا ہے وہ تین حال سے خالی نہیں۔ اگر سچ کہا ہے اور براہ شفقت ومحبت کہا ہے تو تمہیں اس کا ممنون ہونا لازم ہے کیونکہ اگر کوئی تمہیں اس بات سے خبردار کردے کہ تمہارے کپڑوں کے اندر سانپ ہے اسے نکالو (اور واقعی ہو بھی ایسا ہی) تو ضرور تمہیں اس کا ممنون ہونا چاہئے اور دین کا نقص تو سانپ سے بھی زیادہ برا ہے کیونکہ اس سے آخرت کی ہلاکت وتباہی ہے۔ دوسری مثال یہ ہے کہ اگر تم بادشاہ کی خدمت میں جا رہے ہو اور کسی آدمی نے کہا وہاں جانے سے قبل اپنے کپڑوں کی یہ گندگی تو صاف کرلو اور تم نے اپنے لباس کا مشاہدہ کیا تو اس پر درحقیقت نجاست وگندگی تھی یونہی اس نجاست سمیت دربار میں چلے جاتے تو بادشاہ اس پر تمہیں سزا دیتا اور عتاب کرتا۔ اس صورت میں بھی تمہیں اس آدمی کا ہونا لازم ہے کیونکہ ایک بڑے خطرے سے مامون رہے اور اگر اس نے یہ سب کچھ بطور شفقت نہیں کہا بلکہ بہ نیت عیب جوئی کہا ہے اس صورت میں بھی تمہیں فائدہ پہنچا اور عیب جو کی عیب جوئی اس کی بے دینی کی علامت ہے تو جب اس مذمت میں تمہارا فائدہ مضمر ہے اور مذمت کرنے والے کے لئے نقصان ہی نقصان ہے تو غصہ کرنا لاحاصل ہے۔ ہاں اگر اس نے یہ جھوٹ کہا تو اس وقت تامل (غور وخوض) کرنا ضروری ہے کہ تم اس عیب سے پاک ہو اور فقط چین یا مذمت کرنے والے کے بارے میں کئی ایک نقائص کا علم نہیں اور وہ انہیں نہ بھی بیان کرتا تو غصہ کی بجائے اس کا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ اس آدمی نے اپنی نیکیاں تیرے دامن میں ڈال دی ہیں اور اللہ نے تیرے نقائص پر پردہ پڑا رہنے دیا تو اگر یہ آدمی مذمت کی بجائے تمہاری جھوٹی تعریف کرتا تو یہ ایسا ہوتا۔ اس نے گویا تمہیں مار ڈالا۔ اب یہ سوچنا لازمی ہے کہ قتل سے خوش ہونا اور نیکیوں کے ہدیہ کردینے والے سے آزردہ دل ہونا کیسے صحیح ہے اور یہ کام تو وہی کرے گا جو ہر ایک آدمی کی ظاہر صورت سے کام رکھتا ہے اور اس کی اصل سے غافل ہے۔ (یا حقیقت پر نظر نہ کرے) عاقل ونادان میں فرق ہے کہ عقلمند حقیقت پر نگاہ رکھتا ہے اور ظاہری صورت سے کام نہیں رکھتا اور بے وقوف ونادان حقیقت سے ہٹ کر محض ظاہر پر نظر رکھتا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ جب تک آدمی لوگوں سے تعلق منقطع نہ کرے۔ دل کا یہ مرض جاہ پسندی رفع نہیں ہوسکتا۔

مدح وذم میں لوگوں کا اختلاف درجات

اے پیارے یہ علم ہونا ضروری ہے۔ لوگ اپنی تعریف یا مذمت سننے سے معاملہ میں چار طرح کے ہوتے ہیں۔ پہلی قسم تو عام لوگوں کی ہے جو مدح پر خوش ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ عزوجل کا شکر بجالاتے ہیں اور مذمت پر ناراض ہوکر بدلہ لیتے ہیں۔ یہ قسم بدترین ہے۔ دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو مدح وثنا اور مذمت سے ناخوش ہوتے ہیں۔ لیکن اس کا اظہار نہیں کرتے۔ ظاہری طور پر دونوں کو برابر جانتے ہیں لیکن فی الواقع مدح سے خوش اور مذمت سے ناخوش ہوتے ہیں۔ تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جنہیں متقی کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ اپنی مدح وذم کو ظاہر وباطن دونوں صورتوں میں برابر جانتے ہیں نہ تو یہ لوگ کسی کی مدح سے خوش دل ہوتے ہیں اور نہ کسی مذمت سے آزردہ اور خفا ہوتے ہیں کیونکہ ان لوگوں کے دل میں ان باتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی اور یہ ایک بہت عظیم بات ہے کچھ عابد یہ تصور کر بیٹھتے ہیں کہ وہ اس مرتبہ کو پاگئے ہیں حالانکہ وہ غلط فہمی میں گرفتار ہوتے ہیں جو لوگ اس درجہ اور منال کو پہنچے ہیں ان کی علامت ونشان یہ ہے کہ اگر مذمت کرنے والا اکثر ان کی قربت میں رہتا ہے۔ (ان کی خدمت میں اس کا آنا جانا ہے) تو وہ اس

marfat.com

صورت حال کے باوجود اسے بھی ایسے ہی دوست وعزیز رکھتے ہیں جیسے اپنی مدح کرنے والے کو رکھتے ہیں۔ اگر وہ کسی امر میں ان سے
د چاہے تو یہ لوگ اس کی معاونت سے پیچھے نہیں رہتے۔ بہر حال اگر مذمت کرنے والے کا خدمت میں آنا جانا کم ہو اور وہ ایسا آدمی
ہے جو صحبت میں کم شریک رہتا ہے تو اس کی خواہش اور ملنے کی تمنا مداح سے کچھ کم نہیں ہوتی ہے پھر اگر یہ خدمت کرنے والا فوت ہو
ئے تو یہ لوگ اس کے مرنے پر اتنا ہی غم کرتے ہیں جتنا کہ اپنے کسی مداح کے مرنے پر۔ اگر کوئی اس مذمت کناں کو ستائے تو یہ لوگ
ں پر اس قدر ہی غمگین ہو جاتے ہیں جتنا کہ اپنے کسی مداح کے ستائے جانے پر غمگین ہوتے ہیں۔ ایک یہ بات بھی لازمی ہے کہ وہ
مت کرنے والے کی غلطی کے مقابل مدح کرنے والے کی غلطی کو کم نہ جانے (دونوں کی غلطی کو برابر اور ایک درجہ کا تصور کرے) ان
رائط کو پورا کرنا بہت مشکل ہے۔ ممکن ہے کوئی عابد نفس کے دھوکے میں گرفتار ہو اور یوں کہے کہ میں تو مذمت کرنے والے سے اس
لئے خفا رہتا ہوں کہ اس نے یہ مذمت کر کے اپنے آپ کو معصیت میں گرفتار کیا۔ یہ دراصل شیطان لعین کا دھوکہ ہے کیونکہ اکثر لوگ
یسے ہیں کہ وہ کبیرہ گناہ بھی کرتے ہیں اور یہ ناخوش ہونے والا مذمت پر ان کے کبیرہ گناہوں سے ناخوش نہیں ہوتا ہے تو یہ شیطان کا
ک فریب ہے اور اسے جو غصہ آتا ہے تو یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ وہ نفس کی بنا پر ہے۔ (نفسانیت کا غصہ ہے) یہ دینداری کا غصہ نہیں۔
ال عبادت گزار اس راز کو حاصل نہیں کر سکتا۔

چوتھی قسم صدیقین حضرات کی ہے یہ لوگ اپنے مداح سے ناخوش اور اپنے مذمت کرنے والے سے خوش ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ
لوگ کی بدزبانی سے انہیں تین فائدے میسر آتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی زبان اپنا عیب ونقص سن کر اپنے عیب سے خبردار ہو جاتے ہیں
اس نے اپنی نیکیاں انہیں ہدیہ کر دی ہوتی ہیں اور انہیں اس بات کی طرف مائل کیا کہ ان عیبوں سے پاک ہو جائیں۔ (جو اس نے
ح کئے ہیں) حدیث مبارکہ میں آیا کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''اس صائم الدھر اور قائم اللیل پر افسوس ہے جو صرف پہنے مگر جبکہ اس کا دل دنیا سے متعلق نہ ہو اور مدح سے بیزار اور مذمت سے
ش ہو۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے (متن کے الفاظ یہ ہیں اگر ایں حدیث درست است کارے صاحب است'' کیمیائے سعادت ص ۳۴۹
لبوعہ نولکشور پریس ۱۸۷۲ء) اور اگر یہ واقعہ حدیث صحیح مبارکہ ہے۔ تب تو یہ بات بہت مشکل ہے کیونکہ اس مرتبہ وقدر کو اپنانا بہت
شکل ہے' بلکہ دوسرا درجہ ومرحلہ بھی بہت دشوار ہے کہ ظاہری طور پر مدح وذم میں فرق نہ کرے۔ دل میں چاہے فرق کرے کیونکہ
اوقات ایسا ہوتا رہتا ہے۔ کہ جب کوئی معاملہ اور مرتد درپیش آتا ہے (کوئی حال وقوع پذیر ہوتا ہے) تو وہ اپنے مرید اور خوشامد
نے کی جانب مائل ہوتا ہے (اس آخری درجہ پر مدح وذم میں فرق نہ کرنا) تو وہی آدمی پہنچتا ہے۔ جو نفس سرکش سے بگاڑ ومخالفت
یدا کر کے آپ اپنا دشمن ہو گیا ہو۔ جب کسی آدمی سے اپنا عیب سنے تو ایسے خوش ہو۔ کہ جیسے کسی عام آدمی کے سامنے جب اس کے
شمن کا عیب بیان کیا جاتا ہے تو وہ اس سے خوش ہوتا ہے۔ ایسی ہی خوشی اس آدمی کو اپنا عیب سن کر حاصل ہو۔ ایسا آدمی بہت کم میسر
نے والے لوگوں کا حکم رکھتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی آدمی تمام عمر جدوجہد کرے۔ صرف اس معاملہ کہ اس کے نزدیک مداح وعیب گو اس کی
نظر میں برابر ہو جائیں۔ تب ہی کہیں جا کر وہ اس درجہ ومرتبہ کو پا سکتا ہے۔ اس درجہ میں خطرے کا مقام یہ آتا ہے جب مدح وذم میں
رق نظر کے سامنے ہوگا۔ تو دل پر روح کی خواہش غلبہ کر جائے گی۔ اور وہ اس کی فکر کرے گا۔ (کہ کوئی ایسی صورت نکلے کہ لوگ اس کی

marfat.com

ستائش کریں) اور بہت ممکن ہے کہ اس کے حاصل کرنے کی خاطر وہ عبادت میں ریاکاری کرنے لگے۔ اور اگر معصیت کے ذریعے اس مقصد تک پہنچ سکتا ہے تب بھی اسے حاصل کرے گا۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو فرمایا! صائمہ الدھر اور قائم اللیل پر افسوس ہے۔ ممکن ہے اس کا سبب یہی امر ہو کہ جب اس کے دل سے (مدح و ذم کے فرق کی) جڑ نہیں اکھڑتی تو وہ پھر بہت جلد معصیت میں گرفتار ہو جائے گا۔ مذمت سے ناراض ہونا اور کبھی تعریف سے خوش ہونا' اگرچہ درحقیقت حرام نہیں۔ بشرطیکہ اس سے کوئی فساد نہ پھیلے۔ (حالانکہ اس طرح فساد نہ ہو یہ تو ممکن نہیں' یعنی اس طرح فساد کا برپا ہونا ممکن ہے) انسان سے بہت سے گناہ مدح سے محبت اور مذمت سے ناپسندیدگی کی بنیاد پر ہی سرزد ہو جاتے ہیں اور تمام لوگوں کا یہی مقصود ہوتا ہے۔ ہر ایک (نیک) کام کو لوگوں کے جتانے کی خاطر کریں' لیکن جب یہ ذوق غالب آ جاتا۔ آدمی سے نامناسب کام بھی سرزد ہونے لگتے ہیں۔ ورنہ لوگوں کی خاطرداری جس میں ریاکاری کا دخل نہ ہو مباح ہے۔

marfat.com

اصل نمبر ۸

ریا کاری باعثِ ذلت وخواری

اے پیارے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی واطاعت میں ریا کاری کرنا گناہ عظیم ہے۔ اور یہ گناہ شرک کے قریب ہے۔ عبادت گزاروں کے دلوں پر کوئی اور فرض اس سے بڑھ کر غلبہ کرنے والی نہیں ہے۔ عابدوں کا دل اس مرض میں بہت جلد گرفتار ہو جاتا ہے' کیونکہ وہ پسند کرتے ہیں۔ وہ جو کچھ عبادت گزاریں لوگ اس سے واقف ہو جائیں' اور انہیں پارسا و زاہد خیال کریں' اور جب غرض عبادت لوگ بن جائیں تو وہ عبادت' عبادت نہیں رہتی۔ بلکہ مخلوق پرستی بن جاتی ہے' اور یوں اگر اللہ عزوجل کی عبادت کے ساتھ ساتھ لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنا بھی غرض ہو' تو یہ شرک ہے۔ گویا اللہ عزوجل کی عبادت میں دوسرے کو شریک بنالیا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا!

ربہ احدا (پ ۱۶ سورہ کہف آیت ۱۱۰)

ترجمہ: تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو۔ اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

ایک اور مقام پر فرمایا! فَوَيْلٌ " لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاؤُنَ۔

(پ ۳۰ سورہ ماعون آیت ۴'۵'۶)

ترجمہ: تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔ وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔

کسی آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا! نجات کس شے میں ہے؟ آپ نے فرمایا تو اللہ عزوجل کی بندگی کرے اور ریا کاری کیلئے عمل نہ کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا! قیامت کے روز ایک آدمی کو لایا جائے گا' اور اس سے باز پرس کی جائے گی کہ تو نے کیا فرمانبرداری کی۔ وہ جواب میں کہے گا میں نے اللہ عزوجل کی راہ میں جان قربان کر دی اور جہاد میں مارا گیا۔ اللہ عزوجل فرمائے گا تو جھوٹ کہتا ہے۔ جہاد تو' تو نے اس لیے کیا تا کہ لوگ کہیں کہ فلاں آدمی بڑا بہادر ہے۔ پھر حکم ہوگا۔ اسے دوزخ میں لے جاؤ۔ اس کے بعد ایک اور آدمی کو لایا جائے گا۔ اس سے سوال کیا جائے گا۔ تو نے کیا فرمانبرداری کی۔ وہ کہے گا اے اللہ عزوجل میرے پاس جس قدر مال تھا وہ میں نے تیری راہ میں صدقہ و خیرات میں صرف کر دیا۔ اللہ عزوجل فرمائے گا۔ تو جھوٹ کہتا

marfat.com

ہے۔ یہ داد و دہش تو' تو نے اس لیے کی تھی' تا کہ لوگ تجھے سخی کہیں کہ یہ بہت سخی ہے۔ حکم ہوگا اسے دوزخ میں لے جاؤ۔ پھر ایک اور آدمی کو لایا جائے گا۔ اور اس سے پوچھا جائے گا۔ اے بندے تو نے کیا فرمانبرداری کی۔ وہ کہے گا۔ میں نے علم حاصل کیا اور علم قرآن سیکھا' اور اس کے حصول پر بہت جدوجہد کی۔ اللہ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا۔ علم تو' تو نے اس لیے حاصل کیا' تا کہ لوگ تجھے عالم کہیں۔ حکم ہوگا اسے بھی دوزخ میں لے جاؤ۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں اپنی امت کے معاملہ میں اتنا کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔ جتنا ان کے چھوٹے شرک سے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ علیک الصلوٰۃ والسلام وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا! وہ ریاکاری ہے' اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے ریاکارو اب تم ان لوگوں کے پاس جاؤ۔ تم جنہیں دکھانے کی خاطر میری عبادت کیا کرتے تھے' اور اپنے عمل کی جزا انہی سے طلب کرو۔

جب الحزن (غم کے گڑھے)

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! جب الحزن سے اللہ کی پناہ مانگو۔ لوگوں نے عرض کی جب الحزن کیا ہے؟ فرمایا! جہنم کی ایک غار ہے' جو ریاکار علماء کیلئے بنایا گیا ہے۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جس نے میری عبادت کی اور دوسرے کو اس میں میرے ساتھ شریک ٹھہرایا' تو میں شریک سے بے نیاز ہوں۔ اس لیے میں نے تمام بندوں کو ایک دوسرے کا شریک بنا دیا ہے۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! وہ عمل جس میں ذرہ بھر بھی ریا شامل ہوگا۔ اس عمل کو اللہ عزوجل قبول نہیں فرمائے گا۔

نقل

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روتے دیکھا۔ تو ان سے پوچھا! آپ کیوں رو رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تھوڑا ریا بھی شرک ہے۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! قیامت کے دن ریاکار کو پکارا جائے گا۔ اور اسے کہا جائے گا۔ اے ریاکار' اے مکار تیرا عمل ضائع ہوا' اور تیرا اجر باطل ہوگیا' اور اپنا اجر و مزدوری اس سے مانگو جس کیلئے تو نے عمل کیا تھا۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے ایک بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اشکبار پایا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ علیک الصلوٰۃ والسلام آپ کیوں رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا! مجھے خدشہ ہے کہ میری امت کے لوگ شرک میں گرفتار ہو جائیں گے اور وہ بت پرستی یا ستارہ پرستی تو نہ کریں گے' بلکہ ریاکاری کے ساتھ عبادت کریں گے۔

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! (عرش کے سایہ میں) اس روز اس کے علاوہ کہیں سایہ نہ ہوگا۔ فقط وہ آدمی رہے گا' جس نے سیدھے ہاتھ سے صدقہ دیا اور اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہوئی۔ ایک مقام پر فرمایا۔ جب اللہ نے زمین بنائی تو وہ کانپنے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیدا فرما دیا۔ اور اس میں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دی گئیں۔ فرشتوں نے کہا حق تعالیٰ ان پہاڑوں سے زیادہ طاقتور و مضبوط اور کوئی شے پیدا نہیں فرمائی۔ تب اللہ نے لوہا پیدا فرمایا' اور اس نے پہاڑوں میں شگاف ڈال دیئے۔ تب ملائکہ نے

marfat.com

عرض کی' لوہا پہاڑوں سے زیادہ مضبوط ہے۔ تب اللہ نے آگ پیدا فرمادی۔ آگ نے لوہے کو پگھلا دیا' پھر پانی کو پیدا فرمایا' پانی نے آگ کو بجھا ڈالا۔ پھر باد کو پیدا فرمایا' باد نے پانی کو ساکن کر دیا۔ اس پر فرشتے آپس میں جھگڑنے لگے کہ زیادہ مضبوط شے کون سی ہے۔ ملائکہ نے کہا اللہ سے پوچھنا چاہیے کہ اس کی پیدا کردہ اشیاء میں زیادہ مضبوط شے کون سی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! وہ آدمی تمام مخلوق سے زیادہ قوی ہے۔ جو اپنے دائیں ہاتھ سے صدقہ کرے۔ مگر اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو۔ میں نے اس سے زیادہ قوی کسی مخلوق کو بھی نہیں بنایا۔

سات فرشتے اور سات آسمان

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! اللہ نے آسمانوں کو بنانے سے قبل سات فرشتے پیدا فرمائے۔ اس کے بعد سات آسمان پیدا فرمائے' اور ہر ایک فرشتے کو ایک ایک آسمان پر مؤکل فرمادیا۔ اور اسے اسکی دربانی سونپ دی۔ جب زمین نے فرشتے جن کا حفظ اور جن کا کام یہ ہے کہ وہ انسانوں کے اعمال لکھتے رہتے ہیں۔ جب وہ بندے کے اعمال اٹھا کر پہلے آسمان پر لے جاتے ہیں' اور اس بندے کی عبادت کی تعریف کرتے ہیں کہ جس نے ایسی عبادت کی ہو جو سورج کے نور کی مانند چمکنے والی اور درخشاں ہو' تو وہ فرشتہ جو پہلے آسمان کا دربان ہے۔ اس نے اطاعت کو اس کے منہ پر دے مارا' کیونکہ میں اہل غیبت کا دربان ہوں' اور مجھے حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ بدگوئی (غیبت) کرنے والے کے اعمال یہاں سے آگے نہ جانے دوں۔ پھر دوسرے آدمی کے عمل کو جو غیبت سے منزہ و مبرّہ رہے۔ دوسرے آسمان تک لے جاتے ہیں۔ وہاں اس آسمان کا دربان فرشتہ کہتا ہے۔ اس کو لے جاؤ اور اسے اس کے منہ پر مارو' کیونکہ اس نے یہ عمل دنیا کی خاطر کیا ہے اور اس نے مجالس و محافل میں لوگوں کے روبرو اپنے اس عمل پر فخر کیا ہے۔ مجھے حکم ہے۔ اس قسم کے آدمی کے اعمال کو یہاں سے تجاوز نہ ہونے دوں۔ اس کے بعد ایک دوسرے کے اعمال اوپر لے جائے جائیں گے' جس میں صدقات و نماز اور روزوں کا حساب ہوگا۔ فقط ملائکہ اس کے نور سے حیران ہوں گے۔ دوسرے آسمان سے گزر کر جب تیسرے آسمان پر پہنچیں گے۔ تو وہاں کا مؤکل فرشتہ کہے گا۔ میں تکبر کا فرشتہ ہوں۔ مجھے حکم ہے میں یہاں متکبروں کے اعمال روک لوں۔ یہ آدمی لوگوں کے سامنے تکبر کیا کرتا تھا۔ (پس تکبر کی وجہ سے تیسرے آسمان سے اس کے اعمال واپس کر دیئے جاتے ہیں) پھر ایک اور ایسے آدمی کے عمل لے جائے جاتے ہیں جو تسبیح و تہلیل اور حج کے نور سے درخشاں ہوتا ہے۔ یہ چوتھے آسمان تک لے جایا جاتا ہے۔ وہاں کا دربان فرشتہ کہے گا یہ عمل اس کے منہ پر مار دو۔ میں غرور نخوت کا فرشتہ ہوں۔ اس کا یہ عمل نخوت کے علاوہ نہ تھا۔ میں اس کے عمل کو یہاں سے آگے نہ لے جانے دوں گا۔ پھر ایک اور آدمی کے عمل کو بلند کریں گے۔ وہ عمل حسن و جمال میں اس دلہن کی مانند آراستہ ہوں گے' جو بن سنور کر دھج کے ساتھ شوہر کے گھر جاتی ہے۔ اس عمل کو پانچویں آسمان تک تو لے جائیں گے۔ وہاں کا فرشتہ کہے گا۔ اس آدمی کے عمل کو اس کے منہ پر دے مارو اور اس کی گردن پر ڈالدو' کیونکہ میں حسد کا فرشتہ ہوں' کوئی علم و عمل میں اس آدمی کے درجہ تک چلا جاتا تھا۔ یہ اس پر حسد ڈھاتا تھا' اور اسے بیان کرتا تھا' اور مجھے حکم ہے کہ میں حاسدوں کے عمل کو یہاں سے آگے نہ جانے دوں۔ اب ایک اور آدمی کے عمل کو بلند کیا جائے گا۔ اس میں بھی نماز' روزہ اور حج وغیرہ درج ہوں گے۔ اسے چھٹے آسمان تک لے جائیں گے۔ وہاں کا دربان فرشتہ کہے گا۔ یہ عمل اس کے منہ پر دے مارو' کیونکہ یہ کسی غریب آفت زدہ پر رحم نہ

marfat.com

کھاتا تھا' بلکہ خوش ہوتا تھا۔ میں رحمت کا فرشتہ ہوں مجھے حکم ہے کہ بے رحم و سنگدل کے عمل یہاں سے آگے نہ جانے دوں۔ پھر ایک آدمی کے عمل اٹھائے جائیں گے اور انہیں ساتویں آسمان تک لے جائیں گے۔ نماز و روزہ اور جہاد کی وجہ سے اس کے عمل کی روشنی سورج کے نور کی طرح ہوگی۔ اور اس کی بزرگی کا آسمانوں پر ہر سمت شور ہوگا۔ تین ہزار ملائکہ اس کے ساتھ چلتے ہوں گے' اور ساتویں آسمان تک کے فرشتے ان میں سے کسی کو طاقت نہ ہوگی جو اسے روکے جب ساتویں آسمان تک جائے گا' تو وہاں کا فرشتہ اس کے عمل کو روک کر کہے گا۔ اے صاحب عمل کے منہ پر دے مارو' اور اس کے دل پر قفل لگا دو' کیونکہ اس نے یہ عمل خالصۃً اللہ کیلئے نہ کیا تھا۔ بلکہ اس کا مقصد ان عملوں سے یہ تھا کہ علماء کے ہاں یہ اپنے لیے نام اور جاہ و حشم پیدا کرے' اور اس کی سارے عالم میں مشہوری ہو۔ مجھے حکم ہے اس کے عمل کو آگے نہ جانے دوں' جو عمل خاص کر اللہ کیلئے نہ ہو وہ ریا ہے۔ اور اللہ ریا کے عمل کو قبول نہیں کرتا۔ اس کے بعد ایک اور آدمی کے عمل کو لے جائیں گے۔ وہ ساتویں آسمان سے یعنی پار چلا جائیگا۔ اس میں سب نیک اخلاق ہوں گے۔ ذکر و تسبیح' اور ہر طرح کی عبادات ہوں گی۔ تمام آسمانوں کے ملائکہ اس عمل کے جلو میں چلیں گے۔ یہاں تک کہ وہ بارگاہ الٰہی تک چلا جائے گا۔ اور تمام ملائکہ گواہی دیں گے کہ یہ عمل پاک و با اخلاق ہے۔ تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے فرشتو! تم اس کے عمل کے محافظ تھے اور میں اس کے دل کا محافظ ہوں۔ اس نے یہ عمل میرے لیے نہیں کیا۔ اس کے دل میں کچھ اور ہی نیت تھی۔ اس پر میری لعنت ہو۔ تب وہ تمام فرشتے عرض کریں گے۔ الٰہی اس پر تیری لعنت ہو اور سب کی لعنت بھی اس پر ہو۔ تب اس پر تمام ملائکہ و تمام آسمان لعنت بھیجیں گے۔ ریا کے بارے اس طرح کی بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ان میں سے یہ چند ہم نے بیان کر دی ہیں۔

ریا کے بارے اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو اپنا سر نیچے کیے ہوئے دیکھا' یعنی وہ یہ واضح کر رہا تھا کہ میں پرہیزگار و نیکوکار ہوں۔ آپ نے اس سے فرمایا! اے گردن ٹیڑھی کرنے والے گردن سیدھی کر' عاجزی و انکساری کا واسطہ دل سے ہے۔ گردن سے نہیں۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو مسجد میں زمین پر سر رکھے اور روتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے اسے فرمایا! یہ کام جو تو مسجد میں کر رہا ہے۔ اگر اپنے گھر میں کرتا تو کوئی تم جیسا نہ ہوتا' یعنی تو بے مثل آدمی ہوتا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ریا کار کی تین نشانیاں ہیں۔ ایک یہ کہ خلوت میں کاہل و سست رہتا ہے۔ دوسرا یہ کہ جب اس کی ثناء کی جاتی ہے تب وہ بڑھ چڑھ کر عبادت گزارتا ہے۔ تیسری نشانی یہ ہے کہ ملامت و سرزنش کی وجہ سے اپنے عمل کو کم کر دیتا ہے۔

کسی نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ اگر کوئی ثواب کیلئے اور لوگوں کی ثناء و توصیف کی خاطر کسی کو اپنا مال دے تو ایسے آدمی کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا! جب وہ یہ کام کرتا ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہونا لازمی ہے۔ یعنی (خالصاً اللہ عزوجل کیلئے ہونا ضروری ہے)۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو درے مارے پھر فرمایا مجھ سے بدلہ لے لو' اور مجھے درے مار لو۔ اس آدمی نے کہا میں نے آپ کیلئے اور اللہ کیلئے آپ کو معاف کر دیا۔ آپ نے فرمایا! یہ بات تجھے فائدہ نہ دے گی۔ یا تو فقط میرے لیے معاف کرو' تاکہ میں اس کا حق پہچانوں یا اللہ عزوجل کی شرکت کے بغیر معاف کرو۔ اس نے کہا میں نے صرف اللہ کیلئے معاف کیا۔ (بدلہ لینے کیلئے

marfat.com

آپ نے اس لیے فرمایا کہ درے مارنے کے بعد آپ پر اس کا بے قصور ہونا واضح ہو گیا تھا۔ جب ہی آپ نے بدلہ لینے کیلئے فرمایا! متن کے الفاظ یہ ہیں۔ ''مکے رادرہ زدو گفت بیا قصاص کن از من مرا باز زن'' (کیمیائے سعادت ص ۳۵۱)

حضرت شیخ فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پچھلے زمانے کے لوگ تو اپنے عمل میں ریا کاری کیا کرتے تھے' اور اب لوگ اس عمل میں ریا کرتے ہیں' جو وہ کرتے ہیں (یعنی سفر کے ریا کرنا)۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا' جب بندہ ریا کرتا ہے تو اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ دیکھو میرا بندہ مجھ سے کس طرح استہزاء کر رہا ہے۔

امورِ ریا کاری

اے پیارے یہ معلوم ہونا لازمی ہے کہ ریا کے معنی کیا ہیں۔ انسان لوگوں کے سامنے خود کو نیک ظاہر کرے' تا کہ وہ اسکی عزت کریں' اور ان کے دلوں میں اسکی جگہ بنے' اور اسے نیک جانیں اور یہ بات یوں ہوتی ہے کہ دین میں جو نیکی و بزرگی کے کام ہیں۔ وہ کام لوگوں کے سامنے کرے' اور یہ صورت حال پانچ طرح سے وقوع پذیر ہوتی ہے۔ یعنی اس کی پانچ اقسام ہیں۔ پہلی کا واسطہ بدن کی ظاہر صورت سے ہے۔ جیسے آدمی اپنا چہرہ زرد بنالے' تا کہ لوگ سمجھیں کہ یہ رات عبادت میں بیدار رہا ہے۔ یا خود کو دبلا اور کمزور بنالے' تا کہ لوگ سمجھیں کہ اس نے بہت عبادت گزاری کی ہے۔ یا ہمہ وقت غصے اور جھنجلاہٹ میں رہے' تا کہ لوگ سمجھیں کہ اسے ہر لحہ دین کا غم لگا رہتا ہے' اور اس غم کی وجہ سے اس کا یہ حال ہو گیا ہے' اور اپنے بالوں میں کنگھی نہ کرے' تا کہ لوگ خیال کریں کہ دینی مصروفیات کی وجہ سے اسے اتنی فرصت ہی نہیں کہ اپنے بالوں میں کنگھی ہی کر سکے' اور اپنے آپ سے اتنا بے خبر ہے۔ بات کرتا ہے' تو بہت آہستگی سے کرتا ہے۔ اونچی آواز سے نہیں کرتا' تا کہ لوگ تصور کریں باتمکین و سنجیدہ آدمی ہے۔ اپنے ہونٹ خشک رکھے' تا کہ لوگ جانیں کہ روزے سے ہے۔ جب ان سب کاموں کا باعث اور وجہ لوگوں کا تصور اور خیال ہے تو ان کاموں کو ظاہر کرنے میں دل کو لذت و حلاوت میسر آتی ہے۔ اس وجہ سے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! جب کوئی روزہ رکھے تو چاہیے کہ بالوں میں کنگھی کرے' اور لبوں کو چکنا کرے۔ (تیل وغیرہ لگائے) اور سرحد لگائے تا کہ یہ معلوم نہ ہو کہ یہ روزہ دار ہے۔

دوسری قسم وہ ریا ہے جس کا لباس سے تعلق ہے۔ مثلاً آدمی موٹا' کمبل' میلا کچیلا اور پرانا اور پھٹا ہوا لباس پہنے' تا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ آدمی بڑا ہی زاہد و پارسا ہے۔ اسے عمدہ قیمتی اور اچھے لباس سے کوئی سروکار نہیں یا میلا اور پیوند لگا جائے نماز (مصلی) کی طرح صوفیوں کا جیسے طریقہ ہے۔ اپنے پاس رکھے' تا کہ اسے صوفی تصور کریں۔ حالانکہ صوفیوں کے عمل سے اسے بالکل کوئی واسطہ ہی نہ ہو۔ یا لنگ و دستار کے اوپر چادر اوڑھ لے اور چمڑے کے موزے (یا تاب) پہن رکھے' تا کہ لوگ خیال کریں اسے طہارت کی بڑی فکر اور خیال ہے۔ اور یہ آدمی اس معاملہ میں بہت محتاط ہے۔ حالانکہ فی الواقع ایسی بات نہ ہو۔ یا عبا اور چادر ہمہ وقت اپنے پاس رکھتا ہو' تا کہ لوگ سمجھیں کہ یہ عالم ہے۔ (جیسے آج کل سنہری کمانی کا چشمہ لگایا جاتا ہے) لباس میں ریا کرنے والے حضرات دو طرح کے ہیں۔ ایک گروہ تو ان حضرات کا ہے جو عام لوگوں کی عقیدت کے درپے رہتے ہیں' اور سدا میلے کپڑے ہی پہنتے ہیں۔ اگر انہیں کہا جائے کہ توزی یا خز کے کپڑے پہنو' کیونکہ یہ حلال ہیں' تو اس پر عمل کرنے سے مرنا زیادہ بہتر سمجھیں' اور ڈریں کہ اگر وہ ایسا عمل کریں گے تو لوگ

marfat.com

کہیں گے کہ فلاں زاہد نے اپنے زہد کو چھوڑ دیا ہے۔ دوسرا گروہ ان حضرات کا ہے۔ جو عام و خاص لوگوں کے اور بادشاہوں کی قربت کے خواہاں رہتے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ اگر پرانا یا موٹا لباس پہنیں گے تو بادشاہ کی نظر میں ذلیل ہوں گے' اور اگر لباس فاخرہ پہنتے ہیں تو عام لوگوں کی نظروں میں بے اہمیت و بے قدر ٹھہریں گے۔ تو ان کی سدا یہی کوشش ہوتی ہے کہ باریک صوف کی اور نقش و نگار والی لنگیاں ہی استعمال میں رکھیں' جس طرح زاہد حضرات کے کپڑوں کا رنگ ہوتا ہے' تاکہ عامی حضرات اسے زاہدوں والا لباس ہی تصور کریں اور ظاہری طور پر وہ کپڑے گراں قیمت کے معلوم ہوں' تاکہ امیر اور بادشاہ حضرات ان کے لباس کو نظر حقارت سے دیکھیں۔ اگر تم ان سے کہو کہ تم لوگ موٹے ریشم کا اس طرح کا لباس پہن لو جو تمہاری ان لنگیوں سے قیمت کے اعتبار سے سستا ہو تو وہ تمہاری اس بات کو کبھی نہ مانیں گے۔ مختصر یہ کہ یہ حضرات ہر ایسے لباس کے پہننے سے اجتناب کریں گے' جس کے استعمال کرنے سے لوگ یہ خیال کرنے لگیں کہ انہوں نے زہد کو چھوڑ دیا ہے۔ اور یہ بیوقوف لوگ دل میں گمان کرتے ہیں کہ زاہدوں کا یہ حلال لباس پہن کر بازار میں نکلنا درست اور صحیح نہیں۔ اور اسے گھر میں پوشیدہ طور پر پہننا ہے' اور یہ نہیں سمجھتے کہ یوں وہ بندوں کی پوجا کرتے ہیں' اور اگر کبھی انہیں اس بات کا گمان ہوتا بھی ہوگا تو وہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتے۔

ریا کی تیسری قسم

تیسری قسم کا ریا وہ ہے' جس کا گفتگو اور بات چیت سے پتہ چلے۔ جیسے ہر وقت اپنے لبوں کو حرکت دیتا رہے' تاکہ لوگ سمجھیں کہ یہ آدمی تو ایک لمحہ بھر کیلئے بھی ذکر سے بے خبر نہیں ہو سکتا ہے۔ وہ ذکر کرتا بھی ہو' لیکن دل میں وہ ذکر کرنے اور لبوں کو حرکت دینے پر راضی اور آمادہ نہ ہو' کیونکہ وہ گمان کرتا ہے کہ وہ اگر لبوں کو حرکت میں نہ رکھے اور دل میں ذکر کرے گا' تو لوگوں کو اس کے ذکر میں مشغول ہونے کا پتہ نہ چلے گا' اور جیسے وہ لوگوں کے سامنے بچتا ہے۔ یوں وہ تنہائی اور خلوت میں اجتناب نہ کرتا ہو۔ یا اس نے صوفیوں کی باتیں اپنا لی ہوں' اور انہیں بیان کرتا رہتا ہو' تاکہ اسے علم تصوف میں بڑا کامل و اکمل خیال کریں۔ یا ہمہ وقت سر ہلاتا اور جھکاتا رہتا ہو' تاکہ لوگ اسے وجد کی حالت میں خیال کریں' یا ہر وقت آہیں بھرتا رہتا ہو۔ آزردہ و غمگین رہتا ہو' تاکہ لوگ سمجھیں کہ دین اسلام کا بہت غم رکھتا ہے یا صحابہ کرام کی بہت سی آیات و احادیث سیکھ رکھی ہوں اور انہیں بیان کرتا رہتا ہو' تاکہ لوگ سمجھیں کہ یہ بہت بڑا عالم ہے۔ اس نے زمانے کے بہت سے شیوخ کو دیکھا ہوا ہوگا' اور بہت زیادہ سیر و سیاحت کر رکھی ہوگی۔

ریا کی چوتھی قسم

چوتھی قسم کا وہ ریا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کیا جائے' جیسے کوئی آدمی بہت دور سے اسے ملنے کی خاطر آئے' تو اس کے سامنے نماز بڑے اچھے طریقے سے گزارے۔ سر خوب جھکائے۔ رکوع و سجود میں لمبا وقفہ کرے' اور بالکل ادھر ادھر نظر نہ لے جائے۔ صدقہ لوگوں کو دکھا کر دے۔ ایسے ہی اور بہت سی باتیں ہیں۔ مثال کے طور پر رفتار میں آہستگی کو ملحوظ رکھے اور سر آگے کی جانب جھکائے رکھے' اور اگر اکیلا ہو تو تیز رفتاری سے کام لے' اور ادھر ادھر بھی دیکھتا جائے اور جب دور سے کوئی اس کی جانب آتا دکھائی دے' تو پھر آہستہ چلنا شروع کر دے۔

marfat.com

ریا کی پانچویں قسم یہ ہے کہ لوگوں پر واضح اور ظاہر یہ کرے کہ میرے مرید اور تلامذہ بہت زیادہ ہیں' اور کئی امراء میرے ساتھ ملاقات کرنے کو نیک بختی سمجھ کر آتے ہیں۔ علماء حضرات میری عزت اور میرا احترام کرتے ہیں' اور مجھے اچھی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور کبھی کبھار یوں باتیں کرنے لگتا ہے' اگر اس کے ساتھ جھگڑا ہو جاتا ہے تو مخاطب سے کہتا ہے۔ بتا تیرا پیر کون ہے' اور تیرے کتنے مرید ہیں۔ میں تو اتنے پیر حضرات سے ملاقات کر چکا ہوں' اور فلاں پیر صاحب کی خدمت میں اتنا عرصہ رہا ہوں۔ تو نے بھی کسی کو دیکھا ہے۔ مختصر یہ کہ اس قسم کی باتیں کرتا ہے' اور اس کیلئے بہت سے مصائب اور دکھ برداشت کرتا ہے۔ کھانے پینے کی ریا کاری بہت سہل ہے۔ جیسے ایک راہب کی مانند اپنی غذا بہت تھوڑی کر دے' تا کہ لوگ اس کی یہ قلیل غذا دیکھ کر اس کی ثناء و توصیف کریں۔ عبادت میں زہد کے اظہار کیلئے اس طرح کا کام حرام ہے' کیونکہ زہد اور پارسائی تو صرف اللہ عزوجل کی خاطر ہونی چاہیے۔ بہر حال ایسے کام جو عبادت میں شامل نہیں۔ وہ اگر لوگوں میں مقبول ہونے یا کسی مرتبہ کو حاصل کرنے کیلئے کرتا ہے تو روا اور صحیح ہے۔ مثال کے طور پر اگر گھر سے نکلتے وقت اپنے آپ کو اچھے لباس سے مزین کرے۔ تو یہ مباح ہے۔ اس سے پارسائی کو کوئی واسطہ نہیں۔ ایسے ہی اگر کوئی آدمی لغت دانی' نحو' حساب اور طب میں جس کا عبادت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اگر اپنی فضیلت کا اظہار کرتا ہے۔ تو اس طرح کی ریا کاری مباح ہے' کیونکہ ریا کاری کرنا طلب جاہ کو کہتے ہیں۔ اور جب یہ حد سے آگے نہ بڑھے' تو یہ مباح ہے' لیکن اطاعت و عبادت میں یہ بالکل منع ہے' اور صحیح نہیں ہے۔

نقل

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بعض اصحاب سے ملاقات کی خاطر کاشانہ نبوت سے باہر تشریف لے جانا چاہتے تھے۔ آپ نے پانی سے بھرے ہوئے گھڑے میں اپنے چہرہ انور کو دیکھا۔ اپنا عمامہ مقدس اور موہائے مبارک کو صحیح و درست فرمایا۔ حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی۔ یا رسول اللہ علیک الصلوٰۃ والسلام کیا آپ خود کو آراستہ فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں' اللہ عزوجل اس آدمی کو دوست رکھتا ہے' جو بھائیوں کی ملاقات کو جاتے وقت اچھے کپڑے زیب تن کرے اور اپنے آپ کو آراستہ کرے۔ اگرچہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خود کو آراستہ و پیراستہ کرنا عین دینداری کی علامت ہے۔ اس وجہ سے آپ کو بارگاہ ایزد تعالیٰ سے یہ حکم ملا کہ آپ اپنے آپ کو لوگوں کی آنکھوں اور دلوں میں سنواریں' تا کہ وہ آپ کی جانب راغب ہوں۔ اور آپ کی پیروی و اقتداء کریں۔ بایں ہمہ اگر کوئی آدمی اس طرح کی شان اور خوبصورتی کیلئے بھی کرے' تو یہ جائز ہے' بلکہ سنت قرار پائے گا۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اگر بندہ اپنے آپ کو پریشان صورت اور انسانیت و آدمیت کے جامہ (لباس) سے باہر رکھے گا تو لوگ اس کی غیبت کریں گے' اور اس سے نفرت کا اظہار کریں گے۔ یوں وہ اس نفرت اور غیبت کا موجب اور باعث آپ ہی ٹھہرے گا' لیکن جس طرح کہ اس سے قبل بیان کر دیا گیا ہے۔ عبادت میں ریا کاری حرام ہے' اور اس کی دو وجہیں ہیں۔ یہاں تو یہ وجہ ہے کہ اس میں دغا بازی اور دھوکہ بازی ہے' کیونکہ وہ لوگوں پر تو یہ عیاں کرتا ہے۔ کہ وہ اخلاص کے ساتھ عبادت کرتا ہے۔ جب کہ اس کے دل کی نظر اس معاملہ میں لوگوں کی جانب ہے۔ تو وہ اخلاص نہ رہا' اور لوگوں نے خود جان لیا کہ اس کی عبادت ریا کاری ہے۔ تو اس کے دشمن بن جائیں گے' اور اسے قبول نہ کریں گے' اور اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ نماز اور روزہ وغیرہ اللہ عزوجل کی بندگی ہے۔ تو اگر وہ

marfat.com

اسے بندوں کی خاطر کرے گا' تو گویا (نعوذ باللہ) وہ اللہ تعالیٰ سے ٹھٹھول کرنے چلا ہے۔ ایک ایسے امر میں جو فی الواقع اللہ عزوجل کیلئے ہی ہوتا ہے۔ اس نے اپنے سامنے ایک عاجز اور کمزور انسان کو رکھا۔ اس کی مثال تو یہ ہے کہ ایک آدمی بادشاہ کے حضور اس کے تخت کے سامنے ظاہر طور پر تو اس کی خدمت گزاری کیلئے کھڑا رہا لیکن اس کا اصل مقصد اور مراد یہ تھی کہ بادشاہ کی لونڈی اسے دیکھے۔ بادشاہ پر تو وہی ظاہر کرتا ہے کہ خدمت میں کھڑا ہوں۔ حالانکہ اس کا مقصد اور ہی ہے۔ یوں وہ بادشاہ کا مذاق اڑا رہا ہو' کیونکہ اس کی دوسری غرض (کہ بادشاہ کی لونڈی اس کی جانب دیکھے) پہلی غرض (بادشاہ کی خدمت) سے اہم ہے۔ یونہی اگر کوئی آدمی جتلانے اور دکھلانے کیلئے نماز پڑھتا ہے تو اصل میں اس کا رکوع وسجود لوگوں کیلئے ہوگا۔ (اللہ عزوجل کیلئے نہ ہوگا) اور واضح ہے اگر کوئی فقط تعظیماً ہی سجدہ کیا جائے تو یہ ظاہر شرک ہے اور اگر آدمی کی غرض کے ساتھ ساتھ ہی وہ اپنی قبولیت کا بھی طالب ہو اور چاہتا ہو کہ اس کا سجدہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہو' اور ساتھ ہی ساتھ لوگوں کی بھی قبولی حاصل ہو تو اس ریا کو خفی شرک کہتے ہیں۔

درجات ریاء

اے پیارے یہ علم رکھنا ضروری ہے کہ ریا کے مختلف درجات ہیں۔ کوئی چھوٹا' کوئی بڑا' کوئی سب سے بڑا ہوتا ہے۔ یہ اختلاف درجات تین اصولوں' وجہوں سے پایا جاتا ہے۔ پہلی اصل اس کی یہ ہے کہ ریا میں ثواب کی بالکل غرض نہ ہو۔ جیسے ایک آدمی نے نماز پڑھی اور روزہ رکھا۔ اگر وہ تنہا ہوتا تو بالکل یہ کام نہ کرتا۔ یہ سب سے بڑا ریا ہے۔ اس پر عذاب بھی بہت بڑا اور بہت سخت ہوگا۔ کبھی یوں ہوتا ہے کہ ریا کار اکیلا ہوتا تو نہ نماز پڑھتا اور نہ روزہ رکھتا۔ ریا کار کا یہ درجہ بھی پہلے درجے سے بہت زیادہ قریب ہے۔ اور ثواب یہ کمزور سا ارادہ اسے اللہ عزوجل کے غیظ وغضب سے بچا نہ پائے گا۔ (اس پر غضب الٰہی نازل ہوگا) ایک قسم یہ ہے کہ عبادت سے غرض ثواب کا غلبہ ہو' جیسے اگر وہ تنہا ہوتا پھر بھی یہ عبادت بجالاتا' لیکن دیگر لوگوں کے سامنے بہت خوشی سے نماز گزارتا ہے' اور اللہ عزوجل کی بندگی وفرمانبرداری کو مشکل نہیں جانتا۔ اس صورت میں امید ہے کہ ایسے ریا سے اس کی عبادت رائیگاں نہ جائے' اور ثواب ضائع نہ ہو' لیکن جس حد تک ریا کا غلبہ ہوگا۔ اسی کے مطابق اسے عذاب دیا جائے گا۔ اور اس کے مطابق ہی اس کا ثواب کم کرلیا جائے گا۔ اگر دونوں غرضیں (فرضی ریا اور غرضی ثواب) ایک جیسی ہوں اور ایک دوسرے پر غالب نہ ہوں تو یہ شرک کی صورت ہے اور احادیث شریف سے واضح ہے کہ ایسی ریا کاری سے بھی عذاب میں گرفتار ہوگا۔

اختلاف کی دوسری اصل اس شے سے متعلق ہے' جس میں ریا کیا جاتا ہے۔ اور وہ اللہ عزوجل کی فرمانبرداری اور بندگی ہے۔ اس کی تین اقسام ہیں۔ پہلی قسم کا وہ ریا ہے جو اصل ایمان میں کیا جائے۔ اور اب ایمان منافق کا ہے۔ اور اس کا انجام کافر سے بھی زیادہ برا ہے' کیونکہ اس طرح کا آدمی باطن میں بھی کافر ہے' اور ظاہر میں بھی دغابازی کرتا ہے۔ ایسے لوگ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں بہت زیادہ تھے۔ اور اب شاذ ونادر ہیں۔ بہرحال اباحتی اور ملحد جو شرع شریف اور آخرت کے منکر ہیں' اور علی الاعلان شریعت کے برعکس عمل کرتے ہیں۔ یہ حضرات بھی منافقوں میں شامل ہیں' اور یہ سدا دوزخ میں رہیں گے۔

دوسری قسم وہ یہ ریا ہے۔ جو اصل عبادت میں وقوع پذیر ہو۔ مثلاً کوئی آدمی لوگوں کے سامنے طہارت حاصل کیے بغیر نماز پڑھتا ہو' یا روزے رکھے اگر وہ تنہا ہوتا تو ایسا نہ کرتا۔ یہ بھی بہت بڑا ریا ہے' لیکن اس کی معصیت ایمان کے ریا سے کم ہے۔ یعنی ایسا بندہ اللہ

marfat.com

عزوجل کی بارگاہ میں مقبول ہونے کی نسبت مخلوق میں مقبول عام ہونے کو زیادہ صحیح سمجھتا ہے' تو اس کا ایمان کمزور ہے۔ اگرچہ وہ اس وجہ سے کفر تک نہیں جاتا۔ بہرحال اگر موت کے وقت بھی توبہ نہ کرے تو اس صورت میں کفر کا خطرہ ہے۔

تیسری قسم کا وہ ریا ہے' جو نہ حقیقت ایمان میں کیا جائے اور نہ فرائض میں' لیکن وہ ریا سنن اور نوافل میں کیا جائے۔ مثال کے طور پر تہجد کی نماز پڑھتا ہے۔ صدقہ وخیرات کرتا ہے۔ نماز باجماعت ادا کرتا ہے۔ عرفہ' عاشورہ' دوشنبہ (سوموار) اور جمعہ کے روزے بھی رکھتا ہے' تاکہ لوگ اسے شک کی نگاہ سے نہ دیکھیں' یا اس کی ان اعمال کے سبب ثناء کریں' لیکن کبھی وہ انہیں چھوڑ کر کہتا ہے۔ کہ ان کا کرنا اور نہ کرنا برابر ہے' کیونکہ یہ مجھ پر واجب نہیں اور میں ثواب کا امیدوار ہوں اور ہوسکتا ہے۔ مجھے اس سے پکڑ بھی نہ ہو' تو اس طرح کا عقیدہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سب عبادات اللہ عزوجل کیلئے ہیں۔ مخلوق کا اس میں کچھ دخل نہیں۔ جب کوئی آدمی ایسی شے کو جو اللہ عزوجل کا حق ہے۔ لوگوں کیلئے کرے گا' اور اپنا مقصد لوگوں کو بتائے گا' تو یہ صرف مذاق اور ٹھٹھہ ہوگا' اور ایسا کرنے والا مستوجب عذاب ہے۔ اگرچہ فرائض میں ریاکاری کرنے سے اس کا عذاب کم ہے۔ اور سنتیں جو عبادت ہی کی صفات ہیں۔ ریا کرنا اسی قبیلہ سے ہے۔ مثال کے طور پر جب وہ دیکھے کہ کوئی اس کی عبادت دیکھ رہا ہے۔ تو رکوع وسجود کو نہایت آرام اور سکون سے بجالائے۔ ادھر ادھر نظر نہ کرے۔ قرأت بھی کرے۔ جماعت میں شریک ہو تنہا نماز ادا نہ کرے۔ اور جماعت میں اول صف میں بیٹھے اور زکوٰۃ میں بھی اپنے بہترین مال کو خرچ کرتا ہو' اور روزہ دار ہونے کی صورت میں اپنی زبان کنٹرول میں رکھتا ہو۔ (فحش گوئی سے اجتناب کرتا ہو) ان تمام کاموں کو صرف لوگوں کو دکھانے کی خاطر سرانجام دیتا ہو۔ تو یہ سب باتیں ریا ہی میں شامل وداخل ہیں۔

اصل نمبر ۳

تیسری اصل کا ریا میں اختلاف سے تعلق ہے' کیونکہ ریا کسی غرض کے بغیر نہیں ہوتا۔ کچھ نہ کچھ مقصد اور مطلب ضرور ہوتا ہے۔ اس کے بھی تین درجے ہیں۔ پہلا مطلب تو یہ ہے کہ ریا کے ذریعے ایسے مرتبہ ورعب ودبدبہ کا حاصل کرنا ہے۔ جو اسے ایک فق اور معصیت تک پہنچانے کا سبب اور باعث بن جائے۔ مثلاً اپنی ایمانداری اور پارسائی ثابت کرے' اور شک کی اشیاء سے بھی بچتے رہنے کا اظہار کرے اور اس سے غرض یہ ہو کہ اسے ایک عظیم امانت دار خیال کر کے مال وقف کا انتظام جج کا عہدہ اجرائے وصیت اور مال یتیم کے تحفظ کا ذمہ اسے سونپ دیا جائے' تاکہ ان امور میں خیانت کا مشائب تک نہ رہے' یا حکام کی جانب سے یا نجی سطح پر زکوٰۃ اور صدقات خیرات کا مال اسے سونپ دیا جائے' تاکہ وہ اس مال کو اپنی حفاظت وزیر نگرانی اس کے حق دار تک پہنچا دے' یا سفر حج میں زادراہ کے طور پر درویشوں اور حاجت مند لوگوں کو عطا کر دے' یا فقیروں اور درویشوں کی خدمت میں خانقاہ پر لگاتا ہے۔ یا اس مال سے سرائے اور مسجد بنواتا ہے۔ اس کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ریاکار ایک محفل ومجلس کا انعقاد کرتا ہے' اور اس میں خود کو پارسا اور متقی ظاہر کرتا ہے اور کسی عورت کو تاڑتا ہو اور پسند کرتا ہو کہ وہ عورت اس کی پارسائی سے مرعوب ہو کر اس کی طرف رغبت کرے' اور تاکہ وہ اس کے پاس آنا جانا شروع کر دے۔ اگر وہ خود مجلس یا محفل کا انعقاد نہیں کرتا ہے تو از خود اس محفل ومجلس میں چلا جاتا ہے اور اس ارادے سے جاتا ہے کہ عورت کو تاڑے یا کسی خوبصورت لونڈے کو دیکھے۔ یہ سب ارادے معصیت ہیں' کیونکہ اس سے اللہ عزوجل کی عبادت کا بہانہ بنا کر معصیت کے پہلو کی جستجو کی۔ اور یہی حال اس آدمی کا ہے جس پر مال میں خیانت کرنے یا عورت کی طرف رغبت کرنے کی تہمت ہو' اور وہ اس

marfat.com

تہمت اور بہتان سے بچنے کیلئے اپنا صدقہ وخیرات دیدے اور اپنے زہد کا اظہار کرے تا کہ لوگ کہیں کہ صاحب جو عادل آدمی ہے۔ اپنے مال کو یوں صدقہ وخیرات کرتا ہو۔ وہ دوسروں کے مال پر کیا نظر ڈالے گا۔

دوسرا درجہ

دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس کی غرض کوئی مباح فعل ہو۔ جیسے ایک واعظ اپنے آپ کو پارسا ظاہر کرتا ہو اور غرض اسکی یہ ہے کہ لوگ اسے مال پیش کریں یا کوئی عورت اس سے نکاح کا میلان کرے۔ لیکن اس قسم کا آدمی بھی اللہ عزوجل کے عتاب سے محفوظ نہ رہے گا۔ اگرچہ اس کی معصیت پہلے درجے سے کم ہے لیکن عذاب بہرحال ہوگا۔ اس نے بھی اللہ عزوجل کی فرمانبرداری کے بہانے سے دنیاوی ساز وسامان کی تمنا کی۔ حالانکہ فرمانبرداری و بندگی تو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے ہوا کرتی ہے۔ لیکن اس آدمی نے آخرت کی نیک بختی کو دنیا طلبی کا وسیلہ بنالیا۔ پس اس طرح کرنے سے اس نے فرمانبرداری و بندگی میں بہت بڑی خیانت کی۔

تیسرا درجہ

تیسرا درجہ یہ ہے کہ کسی شے کی تمنا نہ ہو (فرمانبرداری و بندگی کوئی دنیاوی غرض متعلق نہ ہو) لیکن اس بات سے بچتا ہو کہ اس سے کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہو جس سے اس کی عزت وتکریم وجاہ وحشمت پر کوئی حرف نہ آئے۔ (عزت واحترام کا تحفظ ملحوظ خاطر ہو) جیسے ہم زیاد وصلحاء حضرات کو دیکھتے ہیں کہ وہ ہمہ وقت اس کا خیال رکھتے ہیں۔ مثلاً اثنائے راہ میں کوئی نظر آئے تو اس کا سر جھکا ہوا دیکھے اور آہستہ آہستہ چل رہا ہو تا کہ لوگ اسے دیکھ کر یہ نہ کہہ سکیں کہ یہ آدمی غفلت شعار ہے۔ بلکہ یہ سمجھیں کہ یہ آدمی راستہ چلنے میں بھی دین کے کاموں سے فارغ نہیں یا اگر اسے ہنسی آجائے تو اپنی ہنسی روک لے تا کہ لوگ اسے مسخرہ اور ٹھٹھے باز خیال نہ کریں۔ وہ صرف اس خیال سے خوش طبعی سے الگ رہتا ہو تا کہ لوگ اسے خوش طبع اور ظرافت پسند نہ خیال کرنے لگیں یا ہر لحہ سرد آہیں بھرتا رہے۔ اور توبہ استغفار کرتا رہے اور یوں کہتا ہو۔

''اللہ اللہ انسان کس طرح بے خبری وغفلت میں مبتلا ہے ایک ہم (مشکل کام) ہمارے سامنے ہے اس کو دیکھتے ہوئے اس کی بے خبری پر تعجب ہے؟''

اللہ تعالیٰ اس کے دل کے راز سے خبردار ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے یوں بیان کرتا ہے لیکن اگر وہ اکیلا ہوتا تو اس طرح توبہ استغفار نہ کرتا اور نہ ہی یوں دل سوزی کی باتیں کرتا۔ جب اس کے سامنے کسی کی غیبت کی جائے تو وہ کہے کہ آدمی کو لازم ہے اپنا ضروری کام کرے اور اپنے عیب دیکھے اور اس کا یہ قول صرف اس سبب سے ہوتا ہے تا کہ لوگ اسے غیبت سے بیزار سمجھیں یا اس کے سامنے کچھ لوگ تراویح یا تہجد کی نماز ادا کر رہے ہیں یا کچھ حضرات سوموار یا جمعرات کا روزہ رکھتے ہیں۔ اب اگر وہ اس طرح نہ کرے تو لوگ اس کی اس بات کو سستی اور عبادت کی کمزوری پر محمول کریں گے۔ اس وجہ سے وہ بھی نماز اور روزے میں شامل ہو جاتا ہے یا وہ عرفہ یا عاشورہ کے دن روزہ تو نہیں رکھتا لیکن پیاس ہونے کے باوجود پانی نہیں پیتا تا کہ لوگ اسے بھی روزہ دار ہی خیال کریں۔ یا اس کے روزہ دار نہ ہونے پر آگاہ وخبردار نہ ہو سکیں یا جب اسے کہا جائے کہ کھانا کھاؤ تو کہے کہ مجھے ایک عذر ہے پر ابلم ہے یعنی میں روزہ دار ہوں جبکہ فی الواقع اس طرح نہ ہو۔ ایسا کرنے سے اس نے دو برائیوں کو اکٹھا کیا۔ ایک تو منافقت کیونکہ وہ خود روزے سے نہیں

marfat.com

ور دوسرا وہ سچ سچ بتانے سے بھی اجتناب کر رہا ہے۔ صاف صاف یہ بتا نہیں دیتا کہ میں روزہ دار ہوں۔ اور اپنی عبادت کو میں ظاہر نہیں کرنا چاہتا' کیونکہ اس نے یہ کہا کہ مجھے ایک رکاوٹ ہے۔ یہ نہیں بتایا کہ میں روزہ دار ہوں' اور غرض یہ ہے کہ اپنے آپ کو مخلص ظاہر کرے۔ کبھی کبھی اس طرح بھی ہوتا ہے کہ اس نے پیاس سے بے چین ہو کر پانی پی لیا' لیکن اپنی بزرگی اور مشیخت کو بچانے کی خاطر لوگوں سے کہہ دیا کہ کل تو میں بیمار تھا۔ اس لیے آج روزہ نہیں رکھا۔ فلاں آدمی نے میرا روزہ افطار کرا دیا' اور لفظ فی الحال کو استعمال میں نہ لایا۔ صرف اس خطرے کی بنا پر کہ لوگ اسے ریاکار خیال کریں گے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ گفتگو کے دوران ہی وہ کچھ دیر کے بعد کہہ دیتا ہے کہ ماں کا دل بہت رقیق ہے۔ وہ خیال کرتی ہیں کہ اگر بیٹے نے نفلی روزہ رکھ لیا تو فوت ہو جائے گا۔ یعنی میں نے فقط ماں کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا' یا یوں کہے کہ جب لوگ روزہ رکھتے ہیں تو رات کو جلد سو جاتے ہیں اور ان سے رات کو جاگا نہیں جا سکتا۔ (یعنی میں یہ دونوں کام کرتا ہوں) غرض یہ کہ اس ریاکاری کی نجاست کے سبب جو اس کے دل میں موجود ہے۔ شیطان اس سے ایسی باتیں کرواتا ہے۔ افسوس ہے کہ ایسا جاہل قاری اس بات سے غافل ہے کہ یوں وہ خود اپنی جڑ کو اکھیڑ رہا ہے' اور اپنی عبادت ضائع کر رہا ہے۔ اور یہ بات کچھ زیادہ دشوار نہیں' کیونکہ کچھ ریاکار تو چیونٹی کی چال کی آواز سے بھی زیادہ پوشیدہ اور چھپے رہتے ہیں۔ بڑے بڑے ہوشیار اور دانشور علماء ریاکاری کے اس دبل کو پہچان نہیں سکتے تو پھر بے عقل اور بے وقوف عابدوں کا کیا مقدور ہے کہ اسے پہچان سکیں۔

ریا جو چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی ہے

اے پیارے یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ کچھ ریا تو ظاہری طور پر ہے مثال کے طور پر ایک آدمی تہجد کی نماز لوگوں کے سامنے ادا کرتا ہے' لیکن اکیلا ہو تو نہیں پڑھتا۔ یہ ریا ظاہر ہے۔ پوشیدہ نہیں۔ بہر حال اس سے پوشیدہ وہ ریا ہے کہ ایک آدمی تہجد کی نماز ادا کرنے کا عادی ہو۔ اکیلا بھی ادا کرتا ہو' لیکن جب کوئی اس کے سامنے حاضر ہو تو پھر وہ اس کو بڑے جذبے اور عاجزی و انکساری کے ساتھ بجا لائے' اور ادائیگی میں سستی بالکل سرزد نہ ہونے دے۔ یہ ریا بھی ظاہری طور پر ہے۔ چیونٹی کی چال سے پوشیدہ و مخفی ریا نہیں' کیونکہ اسے ہر ایک جان سکتا ہے۔ وہ والا ریا تو اس سے بھی بڑھ کر پوشیدہ اور مخفی ہوتا ہے۔ اس کی ایک مثال پیش کی جا سکتی ہے۔ آدمی کی نماز کا ذوق و شوق زیادہ ہو اور نہ اس میں کسی طرح کی قلت واقع ہوئی۔ ہر رات نماز ادا کرتا ہے' اور فی الحال ابھی اس میں ریاکاری کی کوئی نشانی ظاہر نہیں ہوتی' لیکن اس کے دل میں یہ بالکل ایسے موجود ہے جیسے لوہے میں آگ پوشیدہ ہوتی ہے اس کی اثر انگیزی تب ظاہر ہوتی ہے جب لوگوں پر اسکی تہجد گزاری واضح ہو اور وہ لوگ کہیں کہ یہ آدمی تہجد گزار ہے۔ تب دل کو خوشی و انبساط حاصل ہو۔ تو یہی خوشی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کے دل میں ریا پوشیدہ ہے۔ اگر وہ اپنی طبع سے فرط و انبساط کو دفع نہ کرے گا' تو اس بات کا خطرہ ہے کہ یہ ریا کی آتش بھڑک اٹھے اور وہ در پردہ بھی یہ پسند کرنے لگے کہ کوئی ایسا عمل کرے کہ لوگ اس کے اس نیک عمل سے خبردار ہو جائیں۔ اگر واضح طور پر اظہار بھی نہ کرے تو اشارے کے طور پر اس کا اظہار کرے اور اگر اس طرح بھی اظہار نہ کرے تو اس کا اظہار اپنی سج دھج سے کرے اور اسے بہت ہی پرگندہ حال دکھائے' تا کہ لوگ خیال کریں کہ یہ آدمی رات بھر جاگتا رہا اور کبھی ریا اس سے بھی بڑھ کر پوشیدہ ہوتا ہے۔ اور اس کی نشانی یہ ہے کہ جب کوئی اس کے پاس آیا' اور اس نے سلام میں پہل نہیں کی اس نے اپنے دل میں حیرانگی کا اظہار کیا۔ (آنے والے نے سلام میں پہل کیوں نہ کی) یا کوئی اسے عزت و احترام نہ دے یا اسکی خدمت بخوشی نہ بجا

marfat.com

لائے' یا خرید و فروخت میں اسکی خاطر پیش نظر نہ رکھے' یا بیٹھنے کو اپنی جگہ پیش نہ کرے تو وہ اپنے دل میں حیران ہو۔ یہ تعجب اس کے دل میں ہی پوشیدہ عبادت کے سبب ظاہر ہو' کہ اسے گمان ہو کہ مجھ جیسے عابد شب بیدار کی عزت و تکریم ہونی چاہیے تھی۔ بخوشی میری خدمت ہونی ضروری تھی' اور خرید و فروخت میں میرے زہد اور میری بزرگی کو ملحوظ رکھنا چاہیے تھا۔ اس سے پتہ چلا کہ اس کا نفس اس پوشیدہ عبادت کے سبب عزت و تکریم کو چاہنے والا ہے' تو جب تک اس آدمی کے نزدیک مخفی عبادت کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہو گا۔ تب تک اس کو سمجھنا ضروری ہے کہ اس کا باطن مخفی ریا سے پاک نہیں' کیونکہ دنیاوی معاملات میں اگر لاکھ دینار کی شے کے بدلے اگر کسی کو ہزار دینار دیدے تو کبھی اس پر احسان نہ جتائے گا۔ (کہ تیری ایک لاکھ دینار کی شے میں نے ایک دینار میں خریدی یہ میرا احسان ہے) اور نہ سے وہ کسی عزت اور احترام کی خواہش کرے گا' اور عزت کرنا اور نہ کرنا اس کے نزدیک برابر ہو گا' کیونکہ جب اس نے ابدی سعادت کے حاصل کرنے کیلئے اللہ عزوجل کی عبادت و فرمانبرداری کی ہے تو پھر وہ اپنی عزت و تکریم کا کسی مخلوق سے کیوں خواہاں ہے۔ امیدوار ہے۔ اگر وہ امید رکھتا ہے تو یہی وہ پوشیدہ ریا ہے' جس کا ہم نے شروع میں ذکر کیا۔

ارشاد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے قیامت کے دن علماء سے پوچھا جائے گا' کیا تم نے اپنا مال ارزاں نہ کیا لوگوں نے تمہارا عزت و احترام نہ کیا' اور تمہیں سلام کرنے میں پہل نہیں کی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ جو فرمایا! اس کا مطلب و مراد یہ ہے' کہ اشیاء تمہارے عمل کا بدلہ تھیں۔ جو تم نے پالیں اور اپنے اعمال کو کھرا خالص نہ چھوڑا۔ ایک بزرگ جو لوگوں سے بھاگ کر عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ انہوں نے فرمایا! ہم فتنے سے بھاگے تو ہیں لیکن اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں ہمارے دل (عبادت) میں ثواب واقع نہ ہو جائے۔ وہ یوں کہ جب ہم کسی کو دیکھتے ہیں' تو ہمارے دل میں یہ تمنا ظاہر ہوتی ہے کہ وہ آدمی ہمارا عزت کرے اور ہمارا حق پورا کرے۔ یہی سبب ہے کہ یہ ریا عبادت کرنے والا اپنی عبادت کو اس طرح پوشیدہ رکھتے تھے' جیسے اپنی کوتاہی اور معصیت کو چھپایا جاتا ہے۔ چونکہ یہ لوگ اس بات سے اچھی طرح خبردار تھے اور جانتے تھے کہ قیامت کے روز وہی عبادت قبول کی جائے گی جو ریا اور مقصد کے دخل سے پاک ہو گی' اور ان لوگوں کی مثال اس آدمی کی سی ہے کہ وہ حج کا ارادہ باندھے اور علم رکھتا ہو کہ جنگل میں خالص سونے کے علاوہ نہیں لیتے (زر خالص ہو تب گزرنے دیتے ہیں) اور اگر زر خالص نہ دیا جائے تو جان کا خوف ہے اور زر خالص مغرب میں ملتا ہے' اور سونا کھوٹا نا خالص ہوتا ہے۔ اسے پھینک دیا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ ضرورت کیلئے خالص سونا بچا بچا کر رکھتا ہے۔ واضح ہے کہ قیامت کے دن سے زیادہ عاجزی و بے بسی اور بے کسی کا کوئی اور دن نہیں ہے۔ آج جو آدمی خالص عمل نہ کما گا۔ اس روز اس کیلئے بہت بڑی خرابی ہو گی۔ اور کوئی آدمی اس کی مدد کرنے والا نہ ہو گا۔ جب ایک آدمی اس بات میں تمیز کرے گا اس کی عبادت کو جانور نے دیکھا یا آدمی نے تو یہ سمجھنا ضروری ہے کہ وہ ریا سے پاک نہیں۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔ تھوڑا اور پوشیدہ ریا بھی شرک ہے۔ یعنی اللہ عزوجل کی عبادت میں دوسرے کو شریک ٹھہرانا جب اس نے اللہ عزوجل کے جاننے کو (کہ وہ اس کی عبادت کو جانتا اور دیکھتا ہے) کافی خیال نہیں کیا۔ جبھی تو اس کی عبادت

marfat.com

میں دوسرے کا علم اثر انداز ہوا۔

فصل

یہ علم ہونا ضروری ہے کہ جو آدمی اس بات سے مسرور ہوتا ہے کہ لوگ اس کی عبادت سے خبردار رہیں تو یہ ریا سے پاک نہیں۔ ہاں عبادت کی وہ خوشی جو اللہ عزوجل کی خاطر ہو وہ ضرر رساں نہیں۔ اس خوشی کے چار درجے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ اس لحاظ سے مسرور ہو کہ وہ اپنی عبادت کو پوشیدہ رکھنے کا ارادہ رکھتا تھا' لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے ارادے کے بغیر ہی اسے واضح فرمادیا' یا اس کی معصیت و کوتاہی بہت زیادہ تھی' اور اللہ عزوجل نے اسے واضح وظاہر فرمایا تو اس بات سے مسرت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے عیب کو چھپایا' اور نیکی کو ظاہر کیا۔ اس خوشی کا اصل سبب اللہ عزوجل کی مہربانی ہے۔ لوگوں کی تعریف سے اسے کوئی تعلق نہیں' چنانچہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا (پ ۱۱ سورہ یونس آیت ۵۸)

ترجمہ: تم فرماؤ اللہ ہی سے فضل اور اس کی رحمت اس پر چاہیے کہ خوشی کریں۔

اور دوسرا درجہ خوشی کا یہ ہے کہ وہ خوش ہو کر بول اٹھتا ہے' کہ اللہ عزوجل نے دنیا میں میرا عیب ڈھانپا ہے' اور یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ آخرت میں بھی پردہ پوشی فرمائے گا۔ اس لیے کہ حدیث مبارکہ میں آیا کہ اللہ عزوجل اتنا اور ایسا کرم فرما ہے جو دنیا میں بندے کے گناہ پوشیدہ فرماتا ہے۔ اور وہاں آخرت میں بھی اسے ذلیل نہ فرمائے گا۔

تیسرا درجہ خوشی کا یہ ہے کہ وہ اس وجہ سے خوش ہوتا ہے کہ لوگوں نے جب اسے عبادت میں مشغول دیکھا تو وہ اس کی پیروی کرتے ہوئے عبادت کریں گے' اور سعادت و نیک بختی پائیں گے۔ اس صورت میں اسی کے نام سے پوشیدہ اجر وثواب بھی لکھا جائے گا' کیونکہ اس نے عبادت کو پوشیدہ رکھنے کا بھی ارادہ کیا' اور علی الاعلان ثواب بھی عطا کیا جائے گا' کیونکہ ارادے کے بغیر اس نے ایک اور عبادت (دوسروں کو عبادت پر متوجہ کرنا) کی۔

چوتھا درجہ یہ ہے کہ وہ اس لیے خوش ہوا جو اسے دیکھتا ہے۔ اس کی ثناء کرتا ہے اور اس کا معتقد ہو جاتا ہے' اور خود دوسرے کی تعریف پر عقیدت کے سبب اللہ عزوجل کا فرمانبردار ہوتا ہے' اور اس کی بندگی کرنے پر مسرور اور خوش ہوتا ہے۔ اس کی یہ خوشی اس واسطے نہیں ہوتی' تاکہ دیکھنے والے کے دل میں اسے قبولیت ملے۔ اس اخلاص کی پہچان یہ ہے کہ اگر وہ کسی اور کی فرمانبرداری و بندگی سے واقف ہو تو اسے خوشی وانبساط ہو۔

marfat.com

ریا، جو عمل کو باطل کرے

واضح ہو کہ ریا کا ظہور عبادت کے ابتدا، درمیان یا بعد میں ہوتا ہے، پس اگر عبادت کرنے سے پہلے ہی وقوع ہو تو اس سے عبادت اکارت جائے گی۔ اس لئے کہ عبادت میں اخلاص نیت شرط ہے تو جب آغاز ہی خلوص نیت پر نہ ہو تو عبادت کیسی؟ مثال کے طور پر ایک شخص اول وقت میں نماز کے لئے تیزی دکھاتا ہے اور اس کا یہ عمل محض جلدی دکھانا مقصود ہے تو یہی ریا ہے۔ اگر اکیلا ہوتا تو بنیادی طور پر اسے اس صورت میں ثواب ملتا کہ اس کی نیت نماز کی ادائیگی تھی یوں کہ کوئی نمازی مغضوبہ زمین پر نماز ادا کرتا ہے تو اس سے فرض ادا ہو جائے گا تاہم عاصی ہوگا۔ جبکہ نوافل کی ادائیگی میں عاصی نہیں ٹھہرے گا کیونکہ نفل نماز میں اس پر ریا کاری کا حکم نافذ نہیں ہوتا۔ البتہ دوسرے کے مغضوبہ مکان کی جگہ پر بدنیتی سے نماز ادا کرے گا تو وہ گنہگار ٹھہرے گا۔

اگر کسی نمازی نے خلوص نیت سے نماز ادا کی پھر اس کے دل میں ریا کاری کے جراثیم دوڑنے لگیں تو ادا شدہ نماز باطل نہیں ہوگی۔ مگر ریا کاری کے باعث وہ مستحق سزا ہوگا۔ چنانچہ بیان کرتے ہیں کہ آدمی نے کہا کل میں نے سورہ بقرہ کی تلاوت کی تھی، یہ سنتے ہی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اس کا عبادت سے مقصود یہی تھا جو اس نے ظاہر کر دیا۔ یوں ہی ایک صحابی نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کیا! میں ہمیشہ روزہ رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا تجھے نہ روزہ دار کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی بے روزہ! چنانچہ اکابر سے اس ارشادِ گرامی کے بارے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس نے اپنی عبادت کو ظاہر کر کے اسے ضائع کر دیا۔ البتہ ہمارے نزدیک تو اس کے ظاہری معنی یہی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول میں یہ راز ہے کہ وہ سمجھ چکے تھے کہ عبادت کے وقت ان کا دل ریا سے خالی نہ تھا اگر خالی ہو تو ان کی عبادت باطل قرار نہیں پائے گی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان میں اصل مقصود یہ تھا کہ مسلسل روزے نہ رکھا کریں۔

دوران عبادت ریا کاری کی بابت جو کہا گیا ہے اس میں قابل فہم بات یہ ہے کہ اصل نیت عبادت پر غالب ہو جائے تو نماز خود بخود باطل قرار پائے گی جیسے کھیل وغیرہ کے وقت وہ نماز میں مصروف ہو مگر اس کا دل کھیل تماشہ دیکھنے کے لئے بیتاب ہو رہا ہو مگر لوگوں کی موجودگی کے خوف سے ادھر نہ دیکھے بلکہ مجبوراً نماز مکمل کر ہی لے۔ جبکہ اکیلا ہوتا تو نماز ادا کئے بغیر تماشہ دیکھنے میں مصروف ہو جاتا تو یہ صورتاً نماز میں ہونے کے باوجود ایسے ہی جیسے اس نے نماز پڑھی ہی نہیں پس ایسی نماز باطل ٹھہرے گی۔

یوں ہی نماز پڑھتے ہوئے اس پر گم شدہ چیز کا خیال غالب آ گیا ایسے کہ اگر اکیلا ہوتا تو لازماً نماز چھوڑ کر اس چیز کو تلاش کرنے لگتا مگر لوگوں سے شرم کھاتے ہوئے مجبوراً نماز مکمل کر لے۔ یہ تکمیل بھی محض باطل قرار پائے گی۔ لہٰذا یہ نماز نماز نہیں کہلائے گی۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں نماز کی نیت ہی کہاں رہی؟ قیام وغیرہ تو محض لوگوں کے لئے تھا۔

اس کے برعکس اگر نیت قائم ہے۔ لوگ بھی متوجہ ہیں اور وہ سکون و راحت بھی محسوس کرتا ہے تو بلاشبہ ہمارے نزدیک اس کی نماز درست قرار پائے گی۔ اسے باطل نہیں کہا جائے گا۔ گو ریا کی موجودگی سے قدرے گنہگار ہوگا۔ اگر وہ عبادت کے وقت لوگوں کو اپنی طرف متوجہ پا کر خوش ہوگا تو حضرت حارث محاسبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس بات میں علماء کرام مختلف فیہ ہیں کہ اس کی عبادت کو

marfat.com

باطل کہیں یا درست قرار دیں؟ مگر وہ از خود فرماتے ہیں پہلے تو مجھے اس سلسلہ میں تامل و توقف تھا لیکن بعد میں غالب گمان نے فیصلہ دیا کہ اس کی نماز باطل ہوگی۔ نیز فرماتے ہیں اگر کوئی اس حدیث کو بیان کرتا ہے کہ سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میں اپنے عمل پوشیدہ رکھتا ہوں تاہم اگر لوگ آگاہ ہوں تو مجھے بے حد خوشی حاصل ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا۔ تجھے اس طرح ڈبل (دوگنا) ثواب عطا ہوگا۔ پوشیدگی کا بھی اور لوگوں پر ظاہر ہونے کا بھی۔

چنانچہ اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ اس کی سند متصل نہیں۔ تاہم ممکن ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے مراد عبادت کا اظہار بعد عبادت ہو۔ اور عبادت گزار شاداں و فرمان ہو کہ اس لئے کہ اس نے بفضلہ و کرمہ تعالیٰ عبادت کا شرف حاصل کیا ہے۔ کمامرہ نیز یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ شخص لوگوں کے اطلاع پانے پر اس وجہ سے خوش ہو کہ اس کے اجر میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ گو گناہ کا باعث ہو یا نہ حضرت حارث محاسبی رضی اللہ کا اس جگہ لازماً یہی مقصد ہوگا۔ تاہم ہمارے نزدیک اس کی خوشی عمل میں اضافہ کا سبب بھی نہ ہو اور اس کی نیت بھی درست قرار پائے نیز عمل بھی نیت کے مطابق ہو تو اس کی نماز کو باطل نہیں ٹھہرایا جائے گا۔

علاج قلب:

اور اس امر کو نہایت پختگی سے یاد رکھنے کی اشد ضرورت ہے کہ یہ بیماری بے حد خطرناک ہے اور اس کا علاج فرائض دینیہ میں شامل ہے۔ خیال رہے کہ اس میں معمولی سی کاوش قطعاً مفید ثابت نہیں ہوگی بلکہ سعی بلیغ اور بے حد محنت کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ ریا ایک ایسی ظالم اور پیچیدہ بیماری ہے جو دل کی تمام بیماریوں کو رچ بس چکی ہے اور اتنی مضبوط اور گہری ہو جاتی ہے کہ علاج اور دفاع دشوار گزار ہوتا ہے۔ نیز اس کی سختی، شدت اور دشواری کا باعث یہ ہے کہ آدمی کو آغاز سے ہی اپنے اطراف کے تمام لوگوں کو ایسے ہی کرتا پاتا ہے۔ ان کا باہمی ریاکارانہ میل جول یومیہ مشاہدہ ہوتا ہے۔ اور یہ ہی اس کے پیش نظر ہوتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے سامنے خوب آراستہ پیراستہ ہو کر ملتے جلتے ہیں اور ان کا یہ عمل انہیں ایسے محبوب ہوتا ہے کہ اسے تسلسل سے جاری رکھنا ضروری تصور کرتے ہیں۔

بچہ جب اس انداز ریاکاری کو دیکھتا رہتا ہے تو اس کے اندر بھی یہ روش جگہ پکڑنے لگتی ہے اور پھر یومیہ اضافے پر اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے یوں اس کے دل میں بھی ریاکاری کے جراثیم اپنا ٹھکانہ بنانا شروع کر دیتے ہیں یہاں تک کہ عقل کی پختگی کا وقت پہنچ جاتا ہے۔ پھر وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کا یہ عمل تو سراسر غلط تھا۔ یہ عمل تو بالکل ناجائز تھا اور اگر اس پر ریاکاری غالب آگئی تو اس سے جان چھڑانا مشکل ہوگا۔ پس جب کوئی بھی شخص اس بیماری سے محفوظ نہیں ہے تو ہر ایک انسان پر لازم ہے کہ وہ ریاکاری کی بیماری سے مکمل طور پر صحت یابی کے لئے مجاہدہ و ریاضت اور مشکلات کو بروئے عمل لائے چنانچہ اس کے علاج میں دو مقام ہیں۔ طلب مسہل یعنی طبیعت سنجیدگی سے مطالبہ کرے کہ ریا کے مادہ کو جڑ سے ہی اکھاڑ دیا جائے۔ اس کا مسہل صرف علم و عمل ہے۔ علمی طور پر اس کا علاج کچھ اس طرح سے کیا جائے گا کہ انسان یہ سمجھے کہ آدمی کا ہر فعل لذت کے لئے ہے۔ مگر جب وہ یہ سوچے کہ دنیوی لذت تو اس سے حاصل ہو جائے گی لیکن عاقبت میں اس کی تلافی ممکن نہیں ہوگی مگر عذاب شدید ترین ہوگا جس کے برداشت کی طاقت تک نہیں ہوگی۔ یوں ترک لذت کے لئے آمادہ ہونا اس کے لئے آسان تر ہو جائے گا۔ مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ ایک شخص شہد کا انتہائی مشتاق ہو بلکہ

marfat.com

اس کی حرص و رغبت بے حد ہو۔ لیکن شہد دیتے ہوئے اسے واضح کر دیا جائے کہ اس میں زہر ملا دیا گیا ہے۔ تو اس کا سارا شوق ہرن ہو جائے گا اور وہ اسے قطعاً استعمال نہیں کرے گا۔ ریا کی جڑ عموماً جاہ و حشم کے لالچ سے پیدا ہوتی ہے تاہم یہ تین جڑوں پر مشتمل ہے۔ تعریف، تحسین و آفریں کی خواہش، مذمت کا خطرہ، مخلوق سے لالچ۔

اسی بنا پر سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک اعرابی (دیہاتی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دریافت کیا! یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کونسا جہاد (افضل ہے؟ حفاظت اسلام کے لئے اپنی مردانگی کے جوہر دکھانے والا؟ تا کہ لوگ اس کی شجاعت و بہادری کے معترف ہوں؟ اور وہ اسے بہت بڑا مجاہد تصور کریں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو انسان کلمۂ اسلام کی سربلندی کے لئے جہاد کرتا ہے وہی حقیقت میں جہاد ہے جو صرف اپنی بہادری اور شہرت و ناموری کے لئے جہاد کرے وہ محض تکلف کرتا ہے۔ نیز فرمایا جو شخص محض اونٹ کی رسی لینے کی خاطر جہاد کرتا ہے اسے کوئی اجر و ثواب حاصل نہیں ہوگا۔ پس اس نے جو چاہا اسے مل گیا۔ لہٰذا یہ تین چیزیں جو ریا کاری کا باعث ہیں ان سے جتنی جلد ممکن ہو نجات حاصل کی جائے۔ تحسین و آفرین کا خیال دل سے نکال دے اور یوں تصور کرے کہ محشر میں برسر عام جب اسے یہ کہہ کر پکارا جائے گا۔ اے ریا کار! اے فاجر و فاسق گمراہ! تجھے شرم نہ آئی؟

تو نے لوگوں کی باتوں پر حق کا سودا کر لیا۔ تجھے ان کے دل کا تو بہت لحاظ تھا۔ لیکن رضائے حق کو کوئی وقعت نہ دی۔ لوگوں کا قرب تجھے بہت محبوب لگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے دوری اور مہجوری کا کچھ بھی پاس نہ کیا۔ مقبول خلق ہونا تجھے مقبول بارگاہ خالق سے زیادہ مرغوب تھا۔ لوگوں سے اپنی ستائش کی حرص میں حق کی مذمت کو قبول کیا۔ پس تجھے سمجھ لینا چاہیے اب اللہ تعالیٰ کے نزدیک تجھ سے زیادہ کوئی اور ذلیل و خوار نہیں ہے۔

جب کوئی صاحب عقل و دانش ایسی باتوں کو سامنے رکھ کر سوچ و بچار کرتا ہے تو وہ دل ہی دل میں فیصلہ کر لیتا ہے مخلوق کی چند روزہ مدح و ستائش اور تحسین و آفرین کی کوئی اہمیت و حیثیت ہی نہیں۔ خاص طور پر جب اس کے دماغ میں یہ بات راسخ ہونا شروع ہو جاتی ہے کہ ریا کاری تو عبادت کی بربادی کا باعث ہے۔ بجائے نیکیوں کے میزان کا پلڑا برائیوں سے بھرا ہوگا تو وہ یقیناً ریا کاری سے ہر ممکن دور رہنے کی کوشش کرے گا۔ اور اسے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی معیت و رفاقت نصیب ہوگی جو لائق صد افتخار ہے۔ بصورت دیگر ریا کاری تو دوزخ کے فرشتوں کے ہاتھ قید کرا دے گی نیز بدبختوں کا ساتھی ہونے کی ذلت سے دوچار ہونا پڑے گا۔

ریا کاری کیوں کی جاتی ہے؟ محض اس لئے کہ لوگوں کی خوشنودی حاصل ہو؟ اور یہ بات تو واضح ہے کہ تمام لوگوں کی رضا و خوشنودی کا حصول ناممکن ہے۔ اگر ایک راضی تو دوسرا ناراض! ایک اچھا سمجھتا ہے تو دوسرا برا جانتا ہے۔ اگر بالفرض یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ تمام لوگ خوش ہو جائیں گے اور تعریف کرنے لگیں گے تو بتایئے تو سہی نتیجہ کیا نکلے گا؟ اس لئے کہ نہ تو اس کا رزق ان کے ہاتھ اور نہ ہی اس کی عمر پر انہیں اختیار نہ ہی دینی و دنیوی اور اخروی سعادتیں ان کے قبضہ میں، جب چاہے خالق مطلق ان پر غربت مسلط کر دے اور جب چاہے موت کی وادی میں دھکیل دے۔ یا پھر انہیں لوگوں کے سامنے ذلیل و خوار کر ڈالے۔

بتایئے پھر ریا کاری سے کیا فائدہ؟ کیا یہ بیوقوفی اور جہالت نہیں؟ کہ وقتی اور عارضی خوشی کے باعث دل کو پریشانی اور مصیبت میں ڈال دیا جائے اور انتہائی کمینی اور رذیل چیز کی خاطر آخرت کا عذاب لیا جائے۔ پس ایسی مختلف باتوں کو ہمیشہ سامنے رکھا جائے۔ کبھی بھی ان کے خیال سے دل پر غفلت کے پردے نہ پڑنے دے تو ریا کاری برے انجام سے بچا جا سکتا ہے۔

marfat.com

حرص، لالچ اور طمع کے علاج کے سلسلہ میں مال سے محبت اور دوستی کے باب میں قدرے تفصیلاً لکھا جا چکا ہے (تاہم چند اشارے ...اں مزید درج کئے جا رہے ہیں جن کی روشنی میں یقیناً فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے) یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ لالچ نے ...یشہ ساتھ نہیں دینا اگر بالفرض وفا کرے بھی تو بے حد ذلت وخواری کی طرز اختیار کرے گی جس کے باعث رضائے حق کا حاصل ہونا ...بعد از قیاس ہے۔ نیز یہ بھی تصور کرے کہ دلوں کی تسخیر کا مالک کون ہے؟ ماننا پڑے گا کہ بے شک دلوں کو مسخر کرنا حق تعالیٰ ہی کا کام ...ہے۔ اس کے ارادے کے بغیر تسخیر قلوب ممکن ہی نہیں۔ تو پھر کیوں نہ صرف اور صرف اسی کی رضا کے حاصل کرنے کی سعی کی جائے۔ ...ب اس کی رضا حاصل ہو جائے گی تو وہ لوگوں کے دلوں کو بھی اس کے لئے مسخر فرما دے گا۔ لیکن جب اس کی رضا ہی حاصل نہ ہو گی تو ...ں کی جہالت و بے وقوفی عیاں ہو جائے گی جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ لوگوں کے دل اس کی نفرت سے بھر جائیں گے اور پھر ہر ایک اسے ...رت کی نگاہ سے دیکھے گا۔

یوں ہی لوگوں کی مذمت کا جو خوف اس پر مسلط ہے اس کا علاج اس طریقہ سے کرے اور اپنے آپ سے مخاطب ہو کہ اگر تو اللہ ...الیٰ کے ہاں قابل تعریف ہے تو دنیا کی مذمت و برائی تیرا کیا بگاڑے گی؟ اور اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں تو مذموم و مردود ہے تو لوگوں کی ...سین و آفرین تجھے کیا فائدہ پہنچائے گی؟ پس جب تو خلوص نیت سے اس راہ پر چلتا رہے گا اور مخلوق کے تصور سے اپنے دل کو پریشان ...ں ہونے دے گا تو یقین رکھ، اللہ تعالیٰ مخلوق کے دلوں میں تیری محبت و دوستی راسخ فرمائے گا۔ اور اگر وہ ہی کرم نہ فرمائے تو تیری ...یا کاری کا پول از خود ہی لوگوں کے سامنے کھل جائے گا۔ اور تیری منافقت طشت از بام ہو جائے گی۔ جس ذلت وخواری کا خطرہ ہر ...ت تجھ پر مسلط تھا اسی سے تجھ کو سامنا کرنا پڑے گا۔ جبکہ رضائے خداوندی تو پہلے ہی ہاتھوں سے گرا چکا تھا تو پھر سیدھی سی بات ہے کہ ...د تعالیٰ کی رضا و خوشنودی ہی حاصل کرنے کی جدوجہد کی جائے۔ پس اسی ایک نکتے پر اپنا عزم، ارادہ، نیت، تصور اور خیال پختہ کیا ...ئے۔ تمام تر ہمت و کاوش اسی پر مرکوز کر دی جائے تا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا شرف نصیب ہو۔ اگر یہ سعادت حاصل ہو جائے تو لوگوں ...کے دلوں کی رعایت سے نجات میسر آئے گی۔ اور تجلیات و انوار الٰہیہ سے دل منور و معمور ہو گا۔ نیز الطاف ربانی تائید الٰہی، اور عنایات ...داوندی کا ہمیشہ ہمیشہ نزول ہوتا رہے گا پھر اخلاص و لذات کی راہیں اس کے لئے وسیع و عریض اور کشادہ ہوتی جائیں گی۔

ریا کاری سے عملاً بچنے کا علاج کچھ اس طرح سے ہے کہ اپنی عبادات و اطاعات کو ویسے ہی نہاں رکھے جیسے اپنے گناہوں اور ...بوں کو پوشیدہ رکھتا ہے۔ تا کہ قناعت کی عادت پختہ ہو اور اطاعت میں علم الٰہی پر صابر رہے۔ گو ابتداً یہ کام دشوار محسوس ہو گا لیکن کوشش ...ر ریاضت سے اس پر ثابت قدم رہنا آسان ہو گا۔ اس لئے کہ مناجات اور اخلاص کی بھی ایک خاص اپنی لذت ہوتی ہے۔ جب وہ ...اصل ہوتی ہے تو پھر کسی اور لذت کی خواہش ہی نہیں رہتی پھر اسے وہ مقام حاصل ہو جاتا ہے کہ لوگ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ اسے ان کی ...کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ اس کا دل لوگوں کی طرف ملتفت ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وہ تو ایک وقت سے بے نیاز ہو چکا ہوتا ہے۔

یوں ہی تسکین ریا کا ایک مقام ہے۔ یعنی ریا جب دل میں جگہ پکڑنے لگے تو اسے فوراً دفع کر دے۔ اس لئے کہ گو مجاہدہ و ریاضت ...سے دل عوام کی مدح و ستائش سے کتنا ہی الگ الگ کیوں نہ کر چکا ہو۔ اور ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے سوا اس کی نگاہوں میں ...بے وقار ہی کیوں نہ ہو۔ تب بھی شیطان اپنی کارروائی سے باز نہیں آتا۔ وہ تو دوران عبادت بھی طرح طرح کے وسوسے دل میں ڈالتا ...ہتا ہے۔ جن میں پہلا تصور تو دل میں یہ پیدا ہوتا ہے کہ میری عبادت کی کیفیت سے لوگ مطلع ہو جائیں گے اور دوسرا خیال یہ ابھرتا

marfat.com

ہے کہ جو پہلے کی ہی تحریک ہوتی ہے۔ کہ لوگ اسے قدر و منزلت سے دیکھیں پھر تیسرا خیال اس رغبت کی قبولیت سے متعلق ہے کہ دل یہ اس کی تحقیق کرنے لگتا ہے کہ کیا اسے مقبولیت حاصل ہو چکی ہے یا نہیں؟

اب ان سے بچاؤ کی کوشش یہی ہے کہ پہلا خیال ہی دل میں پیدا نہ ہونے پائے انسان اپنے آپ سے کہے کہ مجھے اس چیز کی کیا پرواہ کہ لوگ میری عبادت و ریاضت سے آگاہ ہوں۔ جب خالق کریم ہر بات کا علم رکھتا ہے تو اس کا جاننا ہی میرے لئے کافی ہے۔ کیونکہ میرے کام میں مخلوق کو کیا دخل انہیں کیا اختیار ہے۔ دوسرا خیال جو قبولیت کی رغبت سے متعلق ہے اس کے آتے ہی یہی کلمات زبان پر لائے اور تصور کرے کہ اگر عوامی قبولیت حاصل بھی ہو مگر اللہ تعالیٰ ناراض ہے تو وہ قبولیت کس کام کی؟ اس طریقے سے موارنہ رغبت کرے تو پھر کراہت پیدا ہوگی یعنی قبولیت عامہ تو رغبت کو ہمیشہ دے مگر کراہت آڑے آئے دونوں میں جو زیادہ قوی ہوگی لازماً اسی کا نفس پر غلبہ ہوگا۔ لہٰذا ان تینوں خیالات کے مقابل تین کام اور بھی کرنے پڑیں گے۔

ایک یہ کہ اچھی طرح جان لے کہ ان کے باعث اللہ تعالیٰ کی لعنت و گرفت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ دوسرا یہ کہ اس معرفت سے کراہت پیدا ہوگی اور تیسرا کام یہ ہے کہ ریا کو قریب نہ پھٹکنے دے۔ پھر ایک اور چیز کا بھی امکان ہے وہ ہے ریا کی خواہش کا غلبہ ایسے کہ کسی اور چیز کی اہمیت ہی نہ رہے۔ معرفت و کراہت اس کے قریب نہ ہو۔ باوجود خاصی سوچ کے اس پر قابو نہ پایا جا سکے تو ایسی صورت میں اسے شیطان کا یار کہنا زیادہ مناسب ہے۔

ایسے شخص کی مثال تو یوں ہی ہے کہ کسی کو حلم اور بردباری کی صفت کا احساس ہو اور اس پر عمل پیرا بھی ہو، غیض و غصہ کی بربادی خرابی بھی اچھی لیکن عملاً وقت آنے پر غصے کا شکار ہو جائے اور مذکورہ بالا سبھی امور کو بھول جائے پھر یوں بھی ہونا ممکن ہے کہ اسے معرفت حاصل ہو اور جانتا ہو کہ ریا کس بلا کا نام ہے۔ لیکن بری خواہش پر اسے کراہت تک پیدا نہ ہو۔ بسا اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ خواہش کے سامنے کراہت دم توڑ جاتی ہے۔ اور لوگوں کی قبولیت کی طرف دل خوب مائل رہتا ہے۔ ان گنت علماء کو دیکھا گیا کہ وہ ریا کاری کی باتیں کرتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ سبھی باتیں ریا کاری پر مبنی ہیں۔ یہ تباہی و ہلاکت اور نقصان و خسران کا باعث ہیں لیکن باز آنے کا نام تک نہیں لیتے۔ مسلسل کئے جاتے ہیں نیز توبہ میں بھی تاخیر کرتے جاتے ہیں پس ثابت ہوا کہ ریا کا خاتمہ قوت کراہت پر منحصر ہے اور قوت کراہت کا دارومدار قوت معرفت کی مقدار پر ہے اور مقدار معرفت کا انحصار قوت ایمان پر ہے جبکہ ایمان فرشتوں کی معاونت کا احسان مند ہے۔

پھر ریا کا انحصار دنیوی خواہشات کی مقدار پر ہے جس کا معاون شیطان ہے۔ پس انسان کا دل رحمانی و شیطانی لشکروں کے درمیان پھنسا رہتا ہے اور انہیں دو لشکروں کی نسبت اس کی طرف کی جاتی ہے۔ پھر مناسبت جس پر مضبوط ہوگی اسی کے اثرات کو زیادہ قبول کرے گا۔ یہ نسبت اور مناسب اولاً ہی اسے حاصل ہوتی ہے (اچانک پیدا نہیں ہوتی) اس لئے کہ نماز کی ادائیگی سے پہلے ہی آدمی اپنے آپ کو ایسا بنا لیتا ہے کہ یا اس پر ملائکہ کے اخلاق غالب آتے ہیں یا پھر شیطانی اخلاق۔ عبادت کے دوران ان کا خیال ہی دامنگیر ہوتا ہے۔ تقدیر ازلی اسے اس مقام پر پہنچا دیتی ہے جو ازل سے اس کے مقدر ہو چکی ہوتی ہے۔ اب اسے اختیار ہے چاہے فرشتوں کے اخلاق سے مرصع ہو یا شیطان کا ساتھی!

marfat.com

فصل: اظہار عبادت کے فوائد

بیشک یہ بات صحیح ہے کہ پوشیدہ طور پر عبادت کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ ریا سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔ مگر اظہار عبادت بھی فوائد سے خالی نہیں سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ لوگوں کا دیکھا دیکھی عبادت کی طرف میلان بڑھتا ہے۔ ان کے دل رغبت کرنے لگتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہراً اور باطناً دونوں صورتوں کو قابل تعریف ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

اگر تو صدقات ظاہراً دو گے تب بھی اچھا ہے اور اگر تم پوشیدہ طور پر غرباء کو دو گے پھر بھی اچھی بات ہے (البقرۃ آیت ۱۷۱)

بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل پیرا ہو۔ نے ہوئے مال کی تھیلی اٹھائے ہوئے حاضر خدمت ہوا۔ اس کی اقتداء میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی مال لانے لگے اس پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اظہار مسرت کرتے ہوئے فرمایا

جو شخص عمدہ عمل پیش کرے اور لوگ اس کی اقتداء کرتے ہوئے ویسے ہی اچھے عمل کرنے لگیں تو اسے اپنے نیک عمل کا ثواب بھی ہوگا اور جو لوگ اس کو دیکھ کر نیک اعمال بجالائیں گے ان تمام کے مطابق بھی اسے ثواب عطا کیا جائے گا۔

یوں ہی اگر کوئی شخص حج و زیارت یا جہاد کے ارادہ سے باہر نکلتا ہے تو اسے چاہیے کہ اعلانیہ نکلے تاکہ لوگوں میں بھی تحریک و ترغیب پیدا ہو۔ ایسے ہی اگر رات کے وقت نوافل کی ادائیگی میں بلند آواز سے قرأت کرتا ہے کہ لوگ بیدار ہو کر وہ بھی عبادت کی طرف آئیں اس کا یہ عمل ریا کاری میں شامل نہیں ہوگا۔ بلکہ اسے بے حد ثواب ہوگا پس ثابت ہوا جب دل ریا کاری سے محفوظ ہے مگر اظہار عبادت ان لوگوں کو ترغیب دلانا مقصود ہے تو اس صورت میں اسے بہت زیادہ ثواب ہوگا۔

مگر جب ریا کی خواہش پائی جائے گی تو دوسروں کا راغب ہونا اس کے لئے مفید نہیں ہوگا۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ نفلی عبادت خلوت گزینی میں ہی کی جائے۔ نیز اگر اظہار عبادت اچھی نیت سے مقصود ہو تو اظہار عبادت کا ایک عجیب و غریب طریقہ یہ بھی ہے کہ کوئی شخص عبادت کی فراغت کے بعد اس کی تفصیلی رپورٹ پیش کرنے لگے کہ اس نے آج ساری رات عبادت میں گزار دی دو صد 20 نوافل ادا کئے' اتنے پارے قرآن کریم کی تلاوت کی' اتنی بار تسبیحات پڑھنے کا موقع ملا وغیرہ۔ اس سے نفس لذات پکڑتا ہے۔ اسے بے حد حلاوت حاصل ہوتی ہے۔ اور پھر یہ سٹوری طویل ترین ہوتی جاتی ہے لہٰذا زبان پر کنٹرول رکھے۔ تاکہ اس قسم کے اظہار کی نوبت نہ آنے پائے جب زبان اس کے حکم میں ہوگی تو اظہار کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوگا۔ لہٰذا اسے فرض سمجھے کہ کسی بھی نیک عمل کو ظاہر نہیں ہونے دوں گا۔ البتہ مدح و مذمت اس کے نزدیک یکساں اور رد و قبول برابر ہو۔ نیز پختہ یقین رکھتا ہو کہ اظہار فقط تحریک و ترغیب کے لئے ہے تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔ اس لئے کہ صاحبان تصرف نے عموماً ایسے کیا ہے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں جب سے اسلام میں داخل ہوا تو میری ایک بھی نماز ایسی ادا نہیں ہوئی جس میں یہ خیال دامنگیر نہ رہا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مجھ سے اس کے بارے سوال کیا جائے گا تو پھر مجھے کیا جواب دینا ہوگا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی سنا اور میں بالکل اسے درست تسلیم کرتا ہوں کہ جس عمل میں ریا کاری کا خطرہ نہ ہو اس کا اظہار مفید ہے)

marfat.com

حضرت سیدنا عمر ابن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جب بوقت صبح بیدار ہوتا ہوں تو تمام آسان اور مشکل کاموں پر نظر رکھتا ہوں کہ ان میں کون کون سا کام خیر و ثواب کا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں جس حالت میں صبح بیدار ہوتا ہوں اسی پر قائم رہتا ہوں۔ مجھے اپنی اچھی نیت میں تبدیلی کی چنداں ضرورت پیش نہیں آتی۔

حضرت امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب سے مجھے بیعت کی نعمت سے نوازا ہے میں نے کبھی اپنے دائیں ہاتھ سے شرم گاہ کو نہیں چھوا۔ مجھے گانے اور جھوٹ سے نفرت ہے۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے جب سے اسلام قبول کیا ہے کبھی گناہ نہیں کیا۔ لہٰذا میں وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنے پر رویا نہ جائے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں تقدیر الٰہی پر ہمیشہ رضامند رہا۔ مجھے کبھی یہ خواہش پیدا نہ ہوئی کہ کہنا پڑتا کاش یوں ہوتا اور یوں نہ ہوتا میری تو خوشی و مسرت اسی میں رہی کہ جو کچھ میرے مقدر میں ہے اس پر سر تسلیم خم کرتا رہوں اور صبر و استقامت سے زندگی بسر کروں۔

یہ تمام باتیں ایسے اکابر کی ہیں جو صاحب عزیمت و اہل قوت تھے ہر ایک کے بس کی بات نہیں یہ مصنوعی طور پر باتیں بناتا پھرے اور اترانے لگے۔ نیز یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے بے شمار کام ایسے ہیں جن کی گہرائی تک پہنچنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ اور نہ ہی کوئی انسان ہر شر کی تہ تک پہنچ سکتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے اندر بھی کوئی نہ کوئی مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے جس تک ہمارا ذہن نہیں پہنچ سکتا۔ یہاں تک کہ بعض اوقات ریاکاری میں بھی لوگوں کی بہتری اور خیر خواہی کے اسباب پائے جاتے ہیں گو ریاکار از خود تو ہلاکت و بربادی کا شکار ہو جاتے ہیں مگر عام لوگ انہیں مخلص سمجھ کر ان کی پیروی کرتے ہوئے اچھے اعمال اختیار کر لیتے ہیں جو ان کی نجات کا باعث ہوتے ہیں۔

حکایت: ہر طرف سے ذکر و اذکار کی آوازیں

بیان کرتے ہیں کہ بصرہ میں ایک وقت ایسی حالت ظہور پذیر ہوئی کہ شہر کے ہر گلی کوچے میں جس طرف بھی جانا ہوتا ہر گھر سے ذکر و اذکار اور تلاوت قرآن کریم کی آوازیں گونجتی سنائی دیتی تھیں۔ ایک دوسرے کو دیکھتے دیکھتے لوگوں کا اس طرح انتہائی میلان ہو چکا تھا۔ اسی دوران ایک صاحب قلم نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "دقائق ریا" رکھا جب لوگوں نے اسے پڑھنا شروع کیا تو رفتہ رفتہ ذکر و تسبیح اور تلاوت قرآن کا سلسلہ ترک ہوتا چلا گیا۔ اس کتاب نے ان کی رغبت و محبت میں خرابی پیدا کر دی تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کاش یہ کتاب نہ لکھی جاتی۔ لہٰذا پتہ چلا کہ بعض اوقات ریاکار فدائی خلق بھی ہو جاتا ہے یعنی خود تو ہلاک ہو جاتا ہے مگر لوگوں کو راہ نجات پر گامزن کر جاتا ہے۔

marfat.com

ل: گناہوں کو چھپانا

واضح ہو کہ جہاں اظہار عبادت ریا کاری میں شامل ہے وہاں گناہ کو ہر حال میں پوشیدہ رکھنا نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے۔ جس لئے سات عذر قابل عمل قرار دیئے گئے ہیں۔

عذر: پہلا عذر تو یہ ہے کہ فسق و فجور کو پوشیدہ رکھنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا نیز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہ کا مرتکب ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ستاری کے پردہ میں چھپانے کی کوشش کرے۔

عذر: دوسرا عذر یہ ہے کہ اگر اس کا گناہ پوشیدہ رہے تو اس امر میں یہ بشارت بھی موجود ہے کہ عاقبت میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے ذمہ م پر پوشیدہ رکھے۔

عذر: تیسرا عذر یہ کہ اگر اس کا گناہ اوپن ہو گیا تو لوگوں کی ملامت کا نشانہ بنے گا۔ پھر پریشانی کے باعث اس کی عبادت میں خلل ہونے کا خدشہ ہے۔ دل میں انتشار اور بے اطمینانی کی کیفیت پیدا ہو گی (اس طرح اس کا گناہ دوسرے گناہ کا باعث ہو گا یعنی ت میں کاہلی و سستی ہوتی جائے گی)

عذر: چوتھا عذر لوگوں کی ملامت و مذمت از خود دل کی رنجیدگی اور بے آسودگی کا سبب ہے۔ یعنی انسان کا یہ جبلی خاصہ ہے کہ ت سے وہ بے حد غمگین، رنجیدہ و شکستہ خاطر ہو جاتا ہے لہٰذا رنج و ملال سے اجتناب حرام نہیں۔ رہا یہ معاملہ کہ انسان مدح و مذمت کو اں تصور کرے۔ دراصل یہ مقام توحید پرستی کی انتہائی اعلیٰ منزل تک پہنچنے والوں کو نصیب ہوتا ہے۔ ہر شخص کی وہاں تک رسائی ممکن ں۔ البتہ مذمت کے ڈر سے عبادت کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ یہی تو ریا کاری ہے جبکہ عبادت میں خلوص کو بنیادی طور پر مشروط کیا گیا ہے یہ بھی تسلیم کہ مدح و ستائش کے نہ ہونے پر صبر سے گزرنا آسان تر ہے مگر مذمت و ملامت پر صبر کرنا بے حد دشوار گزار ہے۔

عذر: پانچواں عذر یہ ہے کہ اگر گناہ ظاہر ہو گئے تو لوگ اسے تکلیف پہنچانے پر کمر بستہ ہو جائیں گے، اسی لئے شریعت نے حکم دیا کہ گناہ کو چھپایا جائے۔ خواہ وہ کتنا سنگین ہی کیوں نہ ہو جس کے باعث اس پر شرعاً حد نافذ ہو سکتی ہو۔ لہٰذا دوسروں کے شر سے پرہیز ا ضروری ہے البتہ اس میں توبہ کرنا شرط اولین ہے۔

عذر: چھٹا عذر یہ ہے کہ لوگوں سے شرم اختیار کرے کیونکہ شرم و حیا محمود اور لائق تعریف ہے۔ بلکہ حیاء کو عین ایمان قرار دیا گیا ۔ واضح رہے کہ شرم و حیا اور ریا کے مابین زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے۔

عذر: ساتواں عذر یہ ہے کہ گناہ پوشیدہ رکھنے میں یہ جذبہ کارفرما ہو کہ اسے دیکھ کر کہیں دوسرے لوگ بھی گناہ کی طرف میلان نہ نے لگیں ایسی صورت میں ان کی بے باکی بڑھنے کا خدشہ ہے لہٰذا وہ اس حالت میں گناہ چھپائے گا تو معذور ہو گا۔ ہاں اگر گناہ یدہ رکھنے سے اس کا ارادہ اپنی پارسائی کا یقین دلانا ہے تو یہ ریا کاری ہے۔ جو سراسر حرام ہے اگر انسان کا ظاہر و باطن یکساں ہو تو ے صدیقین کا مقام حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ صدیقین باطنی طور پر بھی گناہ کا تصور نہیں کرتے۔

البتہ اگر کوئی شخص اسی عالم میں گناہ کا مرتکب ہو جائے اور یہ کہنے لگے کہ جب ایسی باتوں کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے تو مخلوق سے کیا پانا، تو یہ اس کی کلی طور پر جہالت ہے۔ اور ایسی بات کہنا کسی بھی صورت مناسب نہیں۔ یہ محض غلط ترین ہے۔ ایسے کہنا ممنوع ہے بلکہ

marfat.com

واجب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ستاری وغفاری کے پردہ میں اپنے گناہوں کو پوشیدہ کرے بلکہ اپنی غلطیوں کے علاوہ لوگوں کے گناہوں کو بھی چھپائے۔

فصل: خوف ریا سے نیکی کا ترک کب جائز ہے؟

واضح ہو کہ اطاعت کے تین درجے ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی اطاعت سے لوگوں کا کوئی واسطہ نہ ہو۔ جیسے نماز، حج، روزہ وغیرہ۔ دوسرا یہ کہ اس کا تعلق جملہ مخلوقات سے ہو۔ جیسے خلافت، قضا، حکومت وسلطنت وغیرہ۔ تیسرا یہ کہ جس کے اثرات صرف مخلوق پر نہ ہوں بلکہ از خود صاحب عمل پر بھی نمایاں ہوں۔ جیسے پند ونصائح، بیانات وخطابات، مواعظ حسنہ اور ذکر واذکار وغیرہ۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

پہلا درجہ: نماز، روزہ، حج وغیرہ کے متعلق تو یہ حکم ہے کہ ریا کے خوف سے ہرگز ہرگز ان امور کو ترک نہ کیا جائے۔ اگر بالفرض عبادت سے قبل یا عبادت کے دوران ریا کا خیال ابھرنے لگے تو آدمی کو عبادت کرنے سے گریز نہیں کرنا چاہیے بلکہ ریا کے تصور کو مٹانے کی کوشش کرے اور نیت عبادت کو نئے سرے سے پھر تازہ کرے۔ لوگوں کے دیکھنے کے باعث عبادت میں نہ کمی کی جائے اور نہ ہی اضافہ مگر جہاں عبادت کی نیت کا ہی فقدان ہو وہ تو سراسر ریا اور محض نمائش ہے۔ ایسی عبادت کو تو عبادت کا نام بھی دینا مناسب نہیں۔

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ریا کاری یہ بھی ہے کہ لوگوں کے دیکھنے سے گھبرا کر عبادت کو ترک کر دیا جائے۔ نیز جن کا مقصود ہی محض دکھاوا ہے تو یہ عبادت نہیں بلکہ یہ عمل شرک کے مترادف ہے۔ یاد رکھئے شیطان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ تو عبادت کے قریب تک نہ آئے اور جب وہ اس سلسلہ میں ناکام ہوتا ہے تو دل پر حملہ آور ہوتا ہے اور وسواس پیدا کرتا ہے کہ یہ بھی کوئی عبادت ہے جسے لوگ دیکھیں۔ یہ تو محض ریا کاری ہے۔ عبادت تو نہ ہوئی۔ اے انسان یہ وسواس اس لئے پیدا کرتا ہے کہ تو باز عبادت کرنے سے ہی رک جائے۔ اگر تو اس کی گرفت میں آگیا اور لوگوں سے بھاگا تو پھر تجھے سمجھ لینا چاہیے کہ تو اس کے جال میں پھنس گیا۔ اگر چہ تو تر مین کے اندر جا گھسے وہ دل میں یہ بات ڈالے گا کہ اب تجھے لوگ نہیں دیکھ پائیں گے۔ اب تیرے کیا کہنے صرف عابد ہی نہیں بلکہ زاہد کے مرتبے پر فائز ہو چکا ہے۔ تو تجھے اچھی طرح علم ہے کہ یہ زاہد بننا نہیں بلکہ ریا ہے پس تو قبل از وقت دل کو سمجھا لے کہ یہ لوگوں کے میل جول سے عبادت کا ترک کر دینا از خود ریا کاری ہے۔ اس لئے کہ خلوص نیت سے جو عبادت ہوگی اس میں لوگوں کے دیکھنے نہ دیکھنے سے کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ میں تو اپنی عادت کے مطابق وہی کرتا رہوں گا جو میرا معمول ہے۔ لوگ دیکھتے بھی ہوں تو میرے نزدیک یہی ہے کہ وہ نہیں دیکھ رہے۔

مخلوق کے دیکھنے سے خوف سے عبادت کا ترک کر دینا ایسے ہی ہے کہ جیسے کسی نے اپنے غلام کو گندم کی صفائی کا حکم دیا مگر وہ تھوڑی دیر بعد اسی طرح مالک کے سامنے لے آیا اور عذر کرنے لگا میں نے اس غلہ کے پیش نظر گندم کو صاف نہیں کیا کہ میں اسے اچھی طرح صاف نہیں کر پاؤں گا۔ مگر مالک دیکھتے ہی ڈانٹے گا ارے بیوقوف یہ کیا ہوا۔ تو نے تو سرے سے اسے ہاتھ ہی نہیں لگایا، کیا تیرے صرف کہنے سے گندم صاف ہوگئی؟

یوں ہی اللہ تعالیٰ نے عبادت میں اخلاص کی تاکید فرمائی ہے مگر بندے اگر عملاً کرنے سے ہی گریز کرنے لگیں تو یہ از خود ہی

marfat.com

لاص کے تارک ہوئے۔ اس لئے کہ اخلاص کا تعلق تو عمل سے ہے نہ کہ زبانی جمع خرچ سے۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا معمول تھا کہ تلاوت قرآن کریم میں مشغول رہتے جب کوئی انہیں ملنے آتا تو تلاوت سے رک تے اور آنے والے سے فرماتے کہ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ جو میری ملاقات کے لئے آئے اور میں اسے نظر انداز کر کے محو تلاوت وں۔

حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایک شخص تھا جب اس پر رونے کی کیفیت طاری ہوتی تو وہ اپنا منہ ڈھانپ لیتا کہ لوگ آگاہ نہ ہو پائیں اس لئے کہ خلوت میں رونا ظاہری رونے اور گریہ زاری کرنے سے بدرجہا افضل ہے۔

یوں ہی بیان کرتے ہیں کہ کوئی صاحب سر راہ چل رہے تھے کہ راستے میں کوئی چیز پڑی ہوئی تھی جسے ہٹا دینا مناسب تھا مگر اس اسی طرح رہنے دی اس خیال کے پیش نظر کہ لوگ اسے پارسا نہ کہنے لگیں جس کے باعث اس کی دوسری عبادات بھی بے لذت ہو کر جائیں۔

دوسرا درجے کا تعلق مخلوق سے ہے۔ جسے ولایت' حکومت' قضا' خلافت اور حاکمیت کا نام دیا جاتا ہے۔ اس کا مرتبہ عبادت سے برتر ہے۔ بشرطیکہ عدل و انصاف سے آراستہ پیراستہ ہوں۔ ورنہ گناہ کے سوا کچھ نہیں۔ جسے اپنی ذات پر بھروسہ ہی نہ ہو اور وہ عدل کا کام ہی نہ لے سکے۔ تو اسے عہدہ قبول کرنا حرام ہے۔ اس میں بے حد آفتیں ہیں۔ یہ نماز روزہ تو ہے نہیں جن کے عین عمل میں ت نہیں پائی جاتی بلکہ وہ تو ایک ہیئت و کیفیت یا حالت کا نام ہے۔ مگر حکومت و ولایت میں تو بے حد لذت پوشیدہ ہے اور نفس کی رش کے جملہ لوازمات پائے جاتے ہیں اور یہ ایسے لوگوں کو ہی زیب ہے جنہیں اپنی ذات پر کلی طور پر اعتماد اور بھروسہ ہو۔ اگر کوئی اس تجربہ سے گزر چکا ہو اور عہدہ و منصب پر فائز ہونے سے قبل امین ہونے کے فرائض ادا کر چکا ہو۔ نیز ساتھ ہی ساتھ دیگر امور پر بھی ہو۔ لیکن پھر بھی خوف کھائے کہ اگر حکمرانی تفویض کی گئی تو کہیں اس کے اندر تغیر و تبدل واقع نہ ہو جائے۔ یا معزول ہونے کا باعث کہیں خوشامد پر مجبور نہ ہونا پڑے۔ تو اس سلسلہ میں علماء کرام مختلف فیہ ہیں۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ اسے منصب سنبھال لینا چاہیے اس لئے کہ محض گمان سے ذمہ داری سے گریز کوئی بات نہیں جبکہ وہ قبل ازیں تجربہ کر چکا ہے۔ لہٰذا کامیابی کی امید کی جا سکتی ہے (امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں) ہمارے نزدیک یہی بہتر ہے کہ وہ حکومت میں کوئی عہدہ قبول نہ کرے۔ اس لئے کہ نفس کا اس سے دھوکہ کرنا کہ وہ عدل و انصاف پر قائم رہے گا محض فریب نفس ہے۔ اس لئے کہ جب حکومت حاصل ہو گی تو اپنے عہد سے روگردانی بعید از قیاس نہیں؟ خصوصاً جبکہ وہ پہلے وہم و تردد کا شکار ہو رہا ہے اس لئے غالب گمان یہی ہے کہ وہ وعدہ خلافی کا مرتکب ہو جائے گا۔ اس لئے ذمہ داری سے بچنا ہی بہتر ہے۔ صحیح بات ہے اہل قوت و ہمت کے علاوہ حکمرانی کی صلاحیت کوئی نہیں رکھتا۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا خلافت ہرگز ہرگز قبول نہ کرنا۔ چاہے دمیوں پر ہی کیوں نہ ہو۔ اور جب منصب جلیل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے از خود قبول کر لیا تو حضرت رافع رضی تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ آپ تو مجھے روک رہے تھے؟ آپ نے اس منصب کو کیوں قبول فرما لیا؟ آپ نے فرمایا باوجود اس کے پھر بھی تجھے روکتا ہوں۔ منع کرتا ہوں۔ اس لئے کہ اس حکمران پر اللہ کی لعنت ہے جو عدل و انصاف کو بروئے کار نہیں لاتا مثلاً کوئی شخص بیٹے کو دریا کے کنارے پر تو جانے نہیں دیتا اور خود اس میں کود جاتا ہے کیونکہ خود تو تیرنا جانتا ہے مگر لڑکا تیرنے سے عاری ہے تاہم

marfat.com

تیرنا جاننے کے باوجود بھی ہلاکت کا خدشہ تو برقرار رہتا ہے۔ (اس لئے کہ بڑے بڑے تیراک ہی طوفانی لہروں کی نذر ہو جاتے ہیں)

جب بادشاہ ظالم ہو اور قاضی کے لئے عدل و انصاف سے کام لینا سوائے خوشامد کے ممکن نہ ہو تو قضا کا عہدہ قبول ہی نہ کرے چاہیے ورنہ معزولی و برطرفی کے خطرہ کے پیش نظر خوشامدانہ عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔ ایسی صورت میں بہتر یہی ہے کہ عدل و انصاف مضبوطی سے عمل پیرا ہو اور معزولی کی پرواہ نہ کرے کیونکہ جب اس کی قضا و حاکمیت اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے ہوگی تو معزولی پر اسے بجائے غم کے خوشی ہوگی۔

تیسرا درجہ پند و نصائح، فتویٰ نویسی، درس و تدریس، تعلیم و تعلم، روایات حدیث سے متعلق ہے۔ یہ بھی لذات سے بھرپور ہے۔ روزے کی نسبت اس میں ریا کی خاصی مقدار پائی جاتی ہے۔ بلکہ یہ قریب از حکومت ہے۔ البتہ اس میں فرق صرف اتنا سا ہے کہ یہ اور سامع دونوں کے لئے یکساں مفید ہے۔ دین کی دعوت از خود ریا کاری سے بچانے والی ہے۔ جبکہ حکمرانی اس خاصیت سے محروم اگر واعظ و ناصح ریا کاری کو پیش نظر بھی رکھے تو اس کے ترک میں علماء کرام مختلف فیہ ہیں۔ بعض نے اجتناب کی بات کی ہے جبکہ بعض نے اظہار کا تصور پیش کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کسی قسم کا کوئی فتویٰ دریافت کیا جاتا تو وہ دوسرے کی طرف جانے کا اشارہ کرتے۔

بیان کرتے ہیں کہ حضرت بشر حافی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعدد کتب حدیث دفن کرادی تھیں تاکہ ان کے دل و دماغ میں محدث کہلوانے کا شوق جڑ نہ پکڑے اور کہتے اگر یہ بات مجھے اپنی ذات میں نظر نہ آتی تو لازماً میں احادیث روایت کرتا۔ نیز محدثین فرماتے ہیں دنیوی امور میں سے حدثنا بھی ایک امر ہے۔ یعنی جو عالم حدثنا (ہم حدیث بیان کرتے ہیں) کہنا اس کی خواہش ہے کہ مدرنشیں مجلس بناؤ اور مسند حدیث کا شرف بخشو اور مہر محفل کہو۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض گزار ہوئے اگر اجازت ہو تو بوقت صبح لوگوں وعظ و تبلیغ کیا کروں آپ نے فرمایا مجھے خطرہ ہے کہ کہیں تیرے اندر ہوا نہ بھر جائے اور تجھے ثریا تک نہ لے جائے۔ (یعنی تکبر وغیرہ کرنے لگو) حضرت ابراہیم تیمی علیہ الرحمۃ کا قول ہے۔ اے انسان اگر تم اپنے اندر بات کرنے کی خواہش ابھری دیکھو تو خاموشی اس کا علاج کرو۔ اور اگر خاموش رہنے کے جذبات انگڑائی لیں تو گفتگو کیا کرو (یعنی پند و نصائح اختیار کرو) کیونکہ وعظ و نصیحت سنت و نوافل کی مانند ہے۔ جب تک اپنے دل میں اصل نیت پائی جاتی ہے اس وقت تک ریا کے خدشہ سے وعظ و نصیحت کو چھوڑنے جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔

البتہ حکومت کا معاملہ اس کے برعکس ہے اگر اس میں معمولی سا بھی ریا کا شائبہ ہو تو اس سے جان چھڑانا ہی بہتر ہے اس سلسلہ میں نیت میں ذرا سی خرابی بھی غالب آسکتی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جسٹس کے عہدے کو ٹھکرا دیا تھا۔ جب ان سے انکار کا سبب دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا میں اس قابل نہیں۔ کہا گیا کیوں؟ جب کہہ دیا تو مجبور کیوں کرتے ہو۔ اگر میں اپنی بات میں سچا ہوں تو واقعی میں قابل نہیں اور اگر سچا نہیں تو جھوٹا اس منصب کے نہیں۔

marfat.com

مگر آپ نے سلسلہ تعلیم وتعلم بدستور جاری رکھا اور زندگی بھر اس سے کنارہ کشی نہ کی۔ اس کے برعکس اگر کسی کے دل وعظ ونصیحت اپنی نمود ونمائش اور ناموری ومشہوری کے لئے ہو تو اسے اس فریضہ سے علیحدگی اختیار کر لینی چاہیے کہ اس کی نیت میں ریاکاری کے ذرا شیم پائے جاتے ہیں تاہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد ایسے لوگوں سے کرائے گا جن کا دین سے کچھ بھی تعلق نہیں ہوگا۔ (بظاہر وہ فاسق وفاجر ہونگے لیکن ان کے باعث دین کا نام بلند ہوگا) ظاہر ہے کہ اس سے ایسے ہی کمزور قسم کے لوگ مراد ہیں۔ اس لئے ان کے متعلق اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے تاہم کار خیر کی طرف قدم بڑھائے جائیں اور کوشش کی جائے کہ ریاکاری سے نجات حاصل ہو۔ یہ تب ہی ہے کہ نیت کو درست کرنے کی کوشش میں لگا رہے۔ اور اپنے پند ونصائح اور وعظ کے اثرات اپنی ذات پر زیادہ مرتب ہو پہلے خود اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ڈرے پھر دوسروں کو ڈرانے کی طرف متوجہ ہو۔

سوال: مبلغ وواعظ کی صحیح نیت کی پہچان کیا ہے؟

جواب: واعظ کی درست نیت کا ایسے پتہ چلے گا جب اس کا مقصود خلق خدا کی صحیح رہنمائی اور دنیوی حب جاہ سے اجتناب نمایاں ہو اور یہ فریضہ اس انداز سے ادا کرے کہ لوگ اس کی شفقت ومحبت کو محسوس کریں جو ایمانداروں کا خاصہ ہے۔

نیز جب کوئی دوسرا واعظ ومبلغ آئے اور اس کے پند ونصائح سے لوگ زیادہ مستفید ہوں تو پہلے واعظ کو خوش ہونا چاہیے اس لئے کہ اگر کوئی شخص کنویں میں گر پڑے اور پھر اس کنویں کے منہ کو پتھر سے بند کر دیا جائے مگر گرے پڑے شخص کی تمنا ہے کہ کوئی شفیق ومہربان آئے جو اس کنویں سے نجات دلائے تو اسے اس رہائی پر خوش ہونا چاہیے۔ مگر اس واعظ پر اس کا ردعمل اس کے برخلاف ہو اور وہ حسد کرنے لگے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کا مقصد لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا اس کا مقصود نہیں تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ دوران وعظ اگر کوئی حاکم، افسر یا کوئی دنیادار مجلس وعظ میں آجائے تو اس کی خاطر وعظ کا رخ نہ بدلے بلکہ تسلسل کے ساتھ اپنے موضوع کو بیان کرتا چلا جائے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس کی تقریر سے لوگوں میں جوش وجذبہ پیدا ہو اور وہ نعرہ بازی کرنے لگیں۔ رونے پر آجائیں حالانکہ ایسی بات ظاہر نہ ہو تو مقرر پر واجب ہے کہ ایسی گفتگو کو ترک کر کے کوئی کام کی بات کرے (محض ہنسانا، رلانا، خوش کرنا، واہ واہ کی آوازیں سننا فضول ہے) مگر اس کے فضول ہونے کا احساس تو تب ہی ممکن ہے جب ایسی بات کو مکروہ سمجھے۔ اگر اسے کراہت سے واسطہ نہیں پڑتا تو وہ بڑا ریاکار ہے۔ اگر تھوڑی سی کراہت محسوس کرے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس میں قدرے خلوص نیت کا بھی مادہ پایا جاتا ہے۔ پھر اسے کوشش کرنی چاہیے کہ بری نیت پر اچھی نیت غالب آئے۔

فصل: واضح ہو کہ جس کام کو عبادت سے موسوم کرتے ہیں جیسے نماز، روزہ، حج وغیرہ تو ان عبادات کا دارومدار خلوص نیت پر ہے۔ یہ فرض اور لازم قرار دیا گیا ہے اور ان امور میں ریاکاری قطعاً حرام ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی مسلمان کی ضروریات پوری کرنے کی خواہش رکھتا ہے تو نیت کو ایسے شفاف بنا لیا جائے کہ اس ضرورت مند کی حاجت برآری پر اس کے شکریہ کا روادار بھی نہ ہو اور نہ ہی اس سے عوضانہ کا تصور ذہن میں لائے۔

یہاں تک کہ استاد کو اپنے شاگردوں سے یہ امید نہیں باندھنی چاہیے کہ وہ ان کے پیچھے پیچھے مؤدبانہ انداز میں چلتے رہیں۔ یہ تو پڑھائی کا عوضانہ طلب کرنا ہے تو پھر عاقبت میں کسی اجر وثواب کی کیسے امید باندھی جا سکتی ہے۔ بلکہ شاگرد اگر اپنی خوشی ورضا سے خدمت کے لئے آمادہ ہوں تو استاد کو چاہیے کہ انکار کر دے۔ گو ایسی صورت میں اجر وثواب ساقط نہیں ہوگا۔ تاہم انہیں اس پر تعجب و

marfat.com

حیرت کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ گو اہل احتیاط از خود محتاط رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک استاد کنویں میں گر پڑے لوگوں نے نکالنے کے لئے رسی لٹکائی تو انہوں نے قسم ڈالی کہ مجھ سے قرآن وحدیث کا درس لینے والا ہاتھ نہ لگائے۔ اس لئے کہ وہ استاد صاحب اس بات سے ڈرے کہیں تدریسی خدمات پر جو اللہ تعالیٰ نے ثواب عطا فرمانا ہے کہیں ان کا یہ عمل ثواب تدریس کو ختم نہ کردے۔

حکایت: تمہارے بھائی نے تو حدیث سنی ہوگی؟

بیان کرتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں کوئی شخص حد بہ لئے حاضر ہوا تو انہوں نے لینے سے انکار کردیا اس پر وہ آدمی بولا میں نے آپ سے کوئی حدیث نہیں سنی تو انہوں نے فرمایا تمہارے بھائی نے تو سنی ہوگی۔ مجھے خدشہ ہے کہ اس بنا پر میرا دل دوسروں کی نسبت اس پر زیادہ شفیق نہ ہو جائے۔

حکایت: آپ سے میرے والد ماجد کی دوستی تھی؟

بیان کرتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص اشرفیوں کی دو تھیلیاں لئے حاضر ہوا اور کہا آپ کو اچھی طرح علم ہے میرے والد ماجد کی آپ سے دوستی تھی وہ انہوں نے ہمیشہ رزق حلال کمایا اور کھایا۔ اب وہ فوت ہوگئے ہیں ان کا یہ ترکہ بالکل حلال ہے۔ بہ کرم آپ انہیں قبول فرمایئے۔ آپ نے دونوں تھیلیاں اس سے لے لیں مگر جیسے ہی وہ باہر نکلا تو آپ نے اپنے بیٹے کو اس کے پیچھے دوڑایا کہ اپنی تھیلیاں واپس لے جاؤ۔ کیونکہ مجھے یاد آیا ہے کہ اس کے باپ سے میری دوستی تو محض اللہ تعالیٰ کے لئے تھی۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹا کہتا ہے جب میں اشرفیوں کی دونوں تھیلیاں واپس کرے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے ہاتھ سے صبر کا دامن چھوٹ چکا تھا۔ میں نے اپنے باپ سے کہا مجھے محسوس ہوتا ہے کہ تمہارے سینے میں پتھر کا دل ہے آپ کو تو اپنی عیالداری کی بھی پرواہ نہیں۔ خاص طور پر میری حالت یہ ہے کہ میرے پاس ایک کوڑی تک نہیں آپ کو ہم پر ترس بھی نہ آیا۔

اس پر والد ماجد نے فرمایا تمہاری خواہش ہے کہ تم یہاں مزے اڑاؤ اور روز قیامت باز پرس کا سارا بوجھ میری گردن پر پڑے۔ سنیے! میرے بس کی یہ بات نہیں ہے۔

یوں کی شاگرد پر لازم ہے کہ وہ رضائے الٰہی کا طالب ہو اور استاد سے زیادہ امیدیں وابستہ نہ کرے اور استاد کی خدمت کرنے میں یہ نیت ہو کہ درس وتدریس کی طرف اس طرح وہ زیادہ توجہ دے گا تو یہ محض ریاکاری ہے۔ نیز عین خطاہاں استاد صاحب کی خدمت میں حق تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا جذبہ کارفرما ہونا چاہیے نہ اس لئے کہ خدمت کے بدلے استاد صاحب ادب واحترام کرنے لگے۔

یوں ہی والدین کی رضا وخوشنودی میں بھی رضائے حق ہی پیش نظر ہو۔ اولاد کو جائز نہیں کہ والدین کے سامنے اپنی پارسائی بڑائی کا اظہار کرے۔ اس لئے کہ ان کی رضا وخوشنودی کے حصول کے لئے پارسائی کا ڈرامہ رچانا گناہ ہے۔ القصہ جس کام میں طلب ثواب اور اجر وجزا مقصود ہو اسے نہایت خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے ہی سرانجام دینا چاہیے۔ اسی سے قبولیت امید رکھنی چاہیے اس لئے کہ وہی ظاہر وباطن کو جاننے والا ہے وہی اس کی ہر حالت پر علیم وخبیر ہے۔

marfat.com

اصل ۹ نخوت وتکبر کا علاج

واضح ہو کہ تکبر ایک انتہائی مذموم اور قابل مذمت خصلت ہے' دراصل تکبر کرنا اللہ رب العزت کے ساتھ دشمنی رکھنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ کبریائی' عظمت اور بڑائی تو اسی ذات وحدت' یکتا ہی کی شان ہے۔ قرآن کریم میں جبار اور متکبر کی خصوصی طور پر مذمت کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ کذالک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار (سورہ المؤمن آیت:۳۵) اللہ تعالیٰ ہر جابر اور متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

نیز فرمایا: خاب کل جبار عنید (سورہ ابراہیم آیت:۱۵) تمام باغی اور سرکش ذلیل وخوار اور بے مراد ہیں۔

مزید فرمایا: انی عذت بربی وربکم من کل متکبر لایومن بیوم الحساب میں اس ذات کریم سے جو میرا اور تمہارا رب ہے ہر مغرور اور متکبر کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔ (سورہ ابراہیم آیت:۲۷)

☆ سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کے دل میں رائی کے دانے جتنا بھی تکبر پایا جائے گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

☆ نیز فرمایا بعض تکبر کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں ان کا نام جبارین متکبرین میں درج کر دیا جاتا ہے۔ اور ان کا عذاب ان پر مقدر کر دیا جاتا ہے۔

☆ حدیث شریف میں ہے جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم تمام جن' پریاں' درندے' پرندے اور انسان باہر نکلے تو دو لاکھ انسان' دو لاکھ جن پریاں خصوصی طور پر آپ کی خدمت پر مامور ہوئے' پھر آپ کا تخت آسمان کی سطح تک بلند کیا گیا یہاں تک کہ آپ نے فرشتوں کی تسبیحات از خود سماعت فرمائیں پھر آپ کو تمام زمینوں کی ہر طرف سیر کرائی گئی اور آفاق کی پنہائیوں تک لے جایا گیا پھر سمندروں کی گہرائیوں کے نظارے کرائے گئے۔ تب آپ کو ندا کی گئی کہ اگر تمہارے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر پایا جاتا تو آسمانوں کی بلندیوں تک لے جانے کی بجائے زمین کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈال دیا جاتا۔

☆ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن متکبرین کا حشر دیکھنے کے قابل ہوگا جب انہیں چیونٹی کی شکل میں لایا جائے گا اور ذلت وخواری سے لوگوں کے پاؤں تلے روندے جائیں گے۔

☆ سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم میں ہب ہب نامی غار ہے جو صرف متکبرین کے لئے مخصوص ہے۔

☆ حضرت سلیمان علیہ السلام فرماتے ہیں وہ چیز جس کے لئے عبادت بھی فائدہ مند نہیں تکبر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے غرور' تکبر اور نخوت سے کپڑا لٹکائے اور اکڑ کر چلے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا۔

حکایت: اور اسے زمین میں دھنسا دیا گیا

بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نہایت ناز' نخرے اور نشہ کبر میں مدہوش ٹہل ٹہل کر جا رہا تھا۔ زرق برق کا لباس پہنے اپنے آپ میں مست ایسے کہ زمین پر نزاکت سے ایڑی بھی نہیں لگ رہی تھی۔ اس کا یہ انداز کبر اللہ تعالیٰ کو ناگوار گزرا' تو اسی وقت زمین کے اندر

marfat.com

دھنسا دیا جو مسلسل دھنسا جا رہا ہے اور یہ سلسلہ بدستور تا قیام قیامت جاری رہے گا۔

☆ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو نخوت و تکبر کی چال اپنائے اور اپنے آپ کو بڑا تصور کرے تو اسے اللہ تعالیٰ کی نگاہ قہر و غضب کا نشانہ بننا پڑے گا۔

☆ حضرت محمد بن واسع علیہ الرحمۃ نے اپنے بیٹے کو نہایت کبر و غرور سے چلتے دیکھا تو آواز دی اور فرمایا! کیا جانتا ہے تو کون ہے؟ تیری ماں کو تیرے باپ نے دو سو درہم میں خرید کیا اور تیرے باپ کی یہ حالت ہے کہ اس کی طرح بہت کم لوگ ہیں جو ایسے گھٹیا درجے کے ہوں گے۔

☆ حضرت مطرف علیہ الرحمۃ نے حضرت مہلب کو ایک بار فخریہ انداز میں چلتے دیکھا تو فرمایا! اے بندۂ خدا! یہ چال اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ ایسے چلنے والوں کو وہ دشمن سمجھتا ہے۔ مہلب بولے! آپ تو مجھے جانتے ہیں میں کیا ہوں؟ فرمایا بیشک جانتا ہوں خوب جانتا ہوں کہ تیری ابتدا گندے اور ناپاک قطرہ سے ہوئی اور آخر تیرا انجام مردار اور رسوائی ہے اور درمیانی عرصہ جو تو گزار رہا ہے اس میں صرف نجاست اور پلیدی کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہو؟

فصل: عاجزی، تواضع اور انکساری کی فضیلت

سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جس نے عاجزی اختیار کی ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسے سرفرازی سے نہ نوازا ہو۔ نیز فرمایا کوئی بھی ایسا شخص نہیں جسے دو فرشتوں نے لگام نہ تھام نہ رکھا ہو جب وہ عاجزی کرتا ہے تو فرشتے عرض گزار ہوتے ہیں الٰہی اس نے تواضع اور انکساری کو اپنا لیا ہے اسے سربلندی مرحمت فرما تو اس کی لگام کو اوپر کی طرف اٹھا جاتا ہے یعنی اسے سربلندی عطا کی جاتی ہے۔ اور اگر وہ تکبر و غرور سے کام لیتا ہے تو اسے سرنگوں اور ذلیل کر دیا جاتا ہے۔

خوش بخت ہے وہ انسان جو عاجزی کرتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جاہ و مال کی دولت سے نواز رکھا ہوتا ہے۔ وہ اپنے مال و دولت سے لوگوں پر خرچ کرتا رہتا ہے جو اس نے حلال کمایا ہوتا ہے۔ حرام اور گناہ سے کنارہ کش رہتا ہے۔ بے سہاروں پر ترس کھاتا ہے۔ علماء کرام اور صاحبان علم و دانش سے روابط رکھتا ہے۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دادا جان سے مروی ہیں کہ ایک بار سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے ہاں مہمان ہوئے آپ روزے سے تھے۔ آپ کی افطاری کے لئے ہم نے دودھ کا پیالہ پیش کیا جس میں شہد ملا ہوا تھا۔ آپ نے چکھا میٹھاس محسوس کی۔ فرمایا یہ کیا ہے؟ ہم عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم نے دودھ میں شہد ملا کر پیش کیا ہے۔ آپ نے پیالہ رکھ دیا اور نہ پیا۔ فرمایا میں اسے حرام نہیں کہتا۔ البتہ بات یہ ہے کہ جو شخص حق تعالیٰ کی رضا کے لئے عاجزی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سرفرازی عطا فرماتا ہے اور اسے رفعت و بلندی سے نوازتا ہے اور جو تکبر اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔ اور جو بقدر ضرورت خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہے۔ جو اسراف سے کام لیتا ہے اسے مفلسی سے دوچار کر دیتا ہے۔ اور جو اس کثرت سے ذکر کرے اسے محبوب بنا لیتا ہے۔

حکایت و روایت: بیان کرتے ہیں کہ ایک درماندہ فقیر بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت

marfat.com

کھانا تناول فرما رہے تھے اسے اپنے پاس بلایا۔ دیگر لوگوں نے اس کی مفلوک الحالی کے باعث اپنے قریب نہ آنے دیا مگر رحمت عالم نے اپنے ساتھ بٹھایا اور فرمایا کھانا کھایئے' کسی قریشی سردار نے اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھا' تو مرنے کے وقت اس کی حالت نہ گفتہ بہ ہوگئی یعنی فقر و فاقہ میں مبتلا ہو کر مرا۔

حکایت: رسول یا بادشاہ؟

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار عطا کیا اور فرمایا کیا آپ رسول اور عبد خاص بننا پسند کریں گے بادشاہ؟ میں نے تھوڑا سا توقف کیا تو میرے رفیق خاص حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے دیکھا اور عرض کیا عاجزی' انکساری اختیار فرمایئے تو میں نے فوراً کہا الٰہی میں رسول اور تیرا عبد خاص بننا پسند کرتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا اے میرے کلیم! میں اس شخص کی عبادت قبول فرماتا ہوں جو عاجزی اور تواضع اختیار کرتا ہے۔ اور میری مخلوق کے سامنے اپنی بڑائی کی نمائش نہیں کرتا۔ اور میرے خوف سے اپنے دل کو خالی نہیں رکھتا۔ شب و روز مجھے یاد کرتا ہے اور میری رضا و خوشنودی کی خاطر خواہشات و شہوات نفسانیہ سے اجتناب کرتا ہے۔

سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کرم' تقویٰ میں اور شرف و بزرگی عاجزی میں اور تونگری یقین کامل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں سعادت و نیک بختی اس شخص کے لئے ہے جو اس جہاں میں عاجزی و انکساری کرتے ہیں' قیامت کے دن وہی مسند نشین ہوں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں پرسکون رکھے گا۔ جو لوگوں کے درمیان صلح کراتے ہیں۔ ان کا ٹھکانہ جنت ہے۔ نیز سعادت مند ہیں وہ لوگ جن کا دل دنیوی علاقات سے پاک ہے۔ روز قیامت انہیں اس کی جزا میں زیارت الٰہی عطا ہوگی۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی دولت سے نوازا' عاجزی کی نعمت عطا کی' صورت و سیرت کو عمدہ بنایا ظاہراً بھی اچھا رکھا تو وہ بے ننگ و نام نہیں رہے گا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے خاص بندوں میں داخل فرمالے گا۔

فصل: آثار و اقوال اکابر بر تواضع

حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں' لوگ عبادات میں سے افضل ترین عبادت کا تو خیال ہی نہیں رکھتے جسے عاجزی یا تواضع کہا جاتا ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کما حقہ عاجزی کا حق تب ادا ہوگا جب تم صحیح بات سنو تو اسے تسلیم کرلو اور یہ نہ دیکھو کہ اسے بچے نے کہا ہے یا بیوقوف نے!! (یعنی قول دیکھو فائل نہ دیکھو)

حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں عاجزی و انکساری کا تو یہ تقاضا ہے جسے تم اپنے سے حقیر تر سمجھتے ہو تو اپنے آپ کو اس سے بھی کم تر سمجھو۔ تاکہ اسے یہ احساس ہو کہ تمہیں دنیوی مراتب کی پرواہ تک نہیں اور جو مرتبے میں تم سے بڑھ کر ہو تو تم اس سے بھی اپنے آپ کو بالاتر سمجھو تاکہ اسے پتہ چلے کہ دنیوی جاہ و حشمت کی تمہاری نگاہوں میں کوئی قدر و قیمت نہیں۔

marfat.com

☆ سبحان اللہ: کیا عمدہ بات ہے؟

حضرت ابن سماک رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہارون الرشید سے کہا یا امیر المؤمنین! آپ کے شرف وسلطنت کے باوجود آپ کی عاجزی' انکساری اور تواضع اس سے کہیں بڑھ کر محسوس ہوتی ہے۔ خلیفہ نے کہا! آپ نے کیسی عمدہ بات فرمائی ہے۔ حضرت ابن سماک پھر فرمانے لگے۔ یا امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے جسے مال' جمال اور کمال عطا فرمایا ہو وہ شخص اگر اپنے مال سے دوسروں کی غمخواری اور حاجت برآری کرے۔ جمال میں پارسائی کا رنگ ڈالے' کمال میں عاجزی وانکساری کا مظاہرہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ خواص میں لکھا جاتا ہے۔ خلیفہ نے قلم دوات منگوائی اور اس ارشاد کو لکھ کر اپنے پاس محفوظ کرلیا۔

☆ حضرت سلیمان علیہ السلام ہر روز بوقت صبح امرا کے پاس چند لمحات گزار کر مساکین کی جماعت میں بیٹھ جاتے اور فرمائے ایک مسکین' مسکینوں کے ساتھ بیٹھا ہے۔

☆ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ عاجزی یہ ہے کہ تم جسے دیکھو اپنے آپ سے افضل سمجھو!

☆ حضرت مالک بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کوئی شخص مسجد کے دروازے میں کھڑا ہو کر اعلان کرے جو شخص سب سے کمتر ہے۔ وہ نکل جائے تو میں سب سے پہلے نکلوں گا۔ یہ بات جب حضرت عبداللہ بن مبارک نے سنی تو فرمانے لگے یہی وجہ ہے کہ مالک بزرگ اور قابل احترام ہیں۔

☆ حضرت شیخ شبلی علیہ الرحمۃ کے پاس کوئی شخص آیا تو آپ نے حسب معمول دریافت کیا تو کیا ہے؟ وہ شخص بولا میں وہ نقطہ ہوں جو گیارہ کے حرف کے نیچے ہوتا ہے۔ یعنی جس کے نیچے کچھ ہوتا ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے آگے بڑھائے کہ تو نے تو اپنے آپ کو سب سے آخیر رکھ لیا ہے۔ (یعنی تو نے اپنے آپ کو قابل احترام بنالیا ہے)

کسی بزرگ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا مجھے کچھ نصیحت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا آخرت کے ثواب کی خاطر امرا کا درویشوں کے ساتھ عاجزانہ پیش آنا اور امراء کے سامنے درویشوں کا اترانا اس لئے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی ذات والا برکات پر بھروسہ ہوتا ہے۔

☆ حضرت یحییٰ بن خالد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کریم جب پارسائی کا جامہ پہن لیتے ہیں تو متواضع بن جاتے ہیں مگر اس کے برعکس کمینہ جب پارسائی اختیار کرتا ہے تو تکبر اور غرور کرنے لگتا ہے۔

☆ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے۔ جب تو کسی بھی شخص کو اپنے آپ سے کمتر تصور کرتا ہے تو متکبر ہے۔

☆ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعۃ المبارک کے ایک خطبہ میں فرمایا حدیث شریف میں اگر یہ بات نہ آئی ہوتی کہ آخیر زمانے میں قوم کا سردار وہ ہوگا جو ان میں کمترین شمار ہوتا رہا' تو میں تمہارے سامنے پند ونصائح کے لئے قطعاً کھڑا نہ ہوتا۔

☆ حضرت عطاء سلمی علیہ الرحمۃ کا معمول تھا کہ جب آندھی یا طوفان بادوباراں میں بجلی چمکتی تو حاملہ عورت کی طرح اپنے پیٹ پر ہاتھ مارتے اور پکارے یہ سب میری ہی خطاؤں اور بداعمالیوں کا نتیجہ ہے کہ مخلوق خدا گرفتار قہر وعذاب ہو رہی ہے۔

marfat.com

فصل خقیقت تکبر اور اس کی خرابی؟

واضح ہو کہ تکبر بداخلاقی کا نام ہے گو جملہ اخلاق بلحاظ وصفی دل کی اندرونی کیفیت ہوتی ہے۔ مگر اس کے اثرات ظاہر اپوری قوت سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ تکبر ایسی صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ متکبر اپنے آپ کو دوسروں سے بالاتر مخلوق متصور کرنے لگتا ہے۔ اس کے دل و دماغ میں بڑائی کی عجیب سی ہوا بھر جاتی ہے اور وہ اس کی مستی کے باعث پھولے نہیں سماتا۔ اسی کیفیت کو جنم دینے والی چیز کو تکبر سے تعبیر کرتے ہیں۔

سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں تکبر و غرور کی خواہش سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ یہ ایسی باد مسموم ہے جسے لگ جائے وہ جہاں بھر کو اپنے سامنے پیر کاہ کی بھی حیثیت نہیں دیتا' اسے اپنے سے کم تر اور حقیر تصور کرنے لگتا ہے۔ اور ہر ایک کو اپنی نگاہ میں اپنا نوکر چاکر خیال کرتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات تو وہ انہیں اس قابل بھی خیال نہیں کرتا کہ لوگ اس کے خادم ہونے کا بھی دم بھرنے لگیں۔ بڑی حقارت سے کہتا ہے جاؤ جاؤ تمہاری کیا بساط ہے کہ میرے خادم بھی کہلا سکو! جیسے امراء اور حکمرانوں کی عادت ہوتی ہے کہ ہر ایک کو ان کے پاس جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی کوئی اپنے آپ کو ان کے خدام میں شمار کر سکتا ہے۔ بڑے لوگ ہی ان کی مصاحبت و خدمت کا دم بھرتے ہیں۔ یہ بدخلقی اور تکبر و غرور کی انتہا ہے کہ انسان کبریائی میں اللہ تعالیٰ سے بھی آگے بڑھنے کی کاوش کرتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے بارگاہ میں حاضری کی کوئی شرط عائد نہیں فرماتا اس کے سامنے ہر کہ ومہ سجدہ کے لئے حاضر ہو سکتا ہے اور وہ ہر ایک کی عبادت و بندگی کو قبول فرماتا ہے۔ مگر متکبرین جب ایسے درجے پر پہنچتے ہیں تو ان کا ہر وقت یہی تصور ہوتا ہے کہ ہمیں لوگ سب سے اوپر بٹھائیں لوگ انہیں جھک کر ملیں۔ ان کا بلا سبب ادب و احترام بجالائیں' دیکھتے ہی ان کی تعظیم کا مظاہرہ کریں' کوئی انہیں نصیحت تک نہ کرے' اپنی بات دھونس دھاندلی سے منوائیں۔ اگر انہیں تہذیب و تعلیم کی راہ دکھائیں تو آپے سے باہر ہو جائیں۔ غیض و غضب سے ان کا پارہ چڑھ جائے۔ لوگوں کو انسان ہی نہ سمجھیں بلکہ جانور جانیں' اور لوگ ان کی خدمت میں غلاموں کی طرح جمع رہیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم' تکبر کیا ہے؟ فرمایا تکبر یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی گردن خم نہ کرے' لوگوں کو نگاہ حقارت سے دیکھے۔ جب کہ یہ دونوں عادتیں انسان اور رحمان کے مابین حجاب ہیں اور انہی سے ہی تمام تر برائیاں اور برے اخلاق جنم لیتے ہیں اور آدمی حسن اخلاق سے عاری ہو جاتا ہے۔ جو آدمی اپنی سرداری' نمائش' خودنمائی و خودبینی سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ وہ صرف اور صرف اپنی ہی پسند میں مگن رہتا ہے۔ دیگر مسلمان بھائیوں کو اس چیز کی پسند میں شامل ہی نہیں سمجھتا۔ اور یہ بات ایمان کی اولین شرط کے برعکس ہے۔ ایسا آدمی کسی سے بھی عاجزانہ طور پر پیش نہیں آتا۔ یہ عادات متقین کے خلاف ہیں۔ ایسے شخص کو حسد' کینہ' بغض' قہر و غضب پر قابو پانا محال ہو جاتا ہے۔ اس کی زبان غیبت سے ملوث رہتی ہے اور اس کا دل کدورت' میل کچیل اور آلودگی سے بھرپور رہتا ہے اگر اس کی تعظیم میں معمولی سا فرق آجائے تو اس کا دل کبھی صاف نہیں ہوتا اور اس کے دل پر میل کی تہ جمی رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ جسے چشم بصیرت عطا فرمائی ہوتی ہے تو وہ تکبر کے دو عیبوں کو جب یکجا دیکھتا ہے تو اسے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس کا

marfat.com

دل نجاست اور تعفن سے بھر چکا ہے جو کسی کمینے سے کمینے آدمی کو دکھائی نہیں دیتا کیونکہ متکبرین کا باطن کتوں کی طرح ہوتا ہے۔ یہ لوگ ظاہراً اپنے آپ کو عورتوں کی طرح آراستہ پیراستہ کرتے ہیں مگر اس محبت وانس سے خالی ہوتے ہیں جو ایماندار کا طرۂ امتیاز ہوتا ہے۔ وہ متکبرین میں سرے سے پائی ہی نہیں جاتیں جب کہ انس کیا مسلمانی کی اصل راحت تو انس سے بھی بہت آگے کی چیز ہے جو رفقاء کو ملاقات کے وقت حاصل ہوتی ہے۔ یعنی آدمی کو تو چاہیے کہ آنے والے کی تعظیم وتکریم میں محو ہو جائے تاکہ یکجان دو قالب کا محاورہ درست ہو ان میں مکمل یگانگت پائی جائے۔ کمال یگانگت تو یہ ہے کہ وہ رہے اور تو نہ رہے۔ یا پھر وہ تجھ میں سما جائے اور تو ہی تو نظر آئے۔ القصہ

مٹادے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے کہ دانہ خاک میں ملکر گل گلزار ہوتا ہے

جب تک روٹی کا خیال رہے گا' راحت ممکن نہیں' کیونکہ راحت کا وجود تو وحدت ویگانگت سے متعلق ہے۔ بہرحال تکبر کی حقیقت اور اس کی آفت نیز بچاؤ کی تدابیر اختصاراً رقم کردی ہیں۔ (واللہ تعالیٰ وحبیبہ الاعلیٰ اعلم)

فصل: درجات تکبر

واضح ہو کہ تکبر تو بنفسہ نہایت بری چیز ہے لیکن اس کی بعض صورتیں تو نہایت سے مذموم ومکروہ اور فاحش ہیں۔ انہیں درجہ بدرجہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ روئے تکبر کس جانب ہے۔ تکبر یا تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے یا اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات والا برکات سے تکبر کا پہلا درجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے خلاف ہو۔ جیسے نمرود' فرعون کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ نیز ان بہت پہلے شیطان کا تکبر پایا جاتا ہے۔ یوں ہی وہ آدمی جنہوں نے عبادت کو اپنے لئے باعث ننگ وعار جانا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لن یستنکف المسیح ان یکون عبداً للہِ ولا الملائکۃ المقربون

عیسےٰ (علیہ السلام) ہرگز اللہ کا بندہ بننے سے انکار نہیں کرے گا اور نہ ہی مقرب فرشتے (سورہ النساء آیت: ۱۷۲)

☆ تکبر کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ نبی کریم رسول عظیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے کیا جائے۔ جیسے قریشی کفار نے کیا۔ جن کا کہنا تھا کہ جو ہماری مثل بشر ہے اسے تسلیم نہیں کرسکتے۔ اگر فرشتے نے وحی لے کر آنا ہی تھا تو کسی صاحب مال ودولت کے پاس آتا۔ ایک یتیم کے پاس ہی کیوں آیا کرتا ہے؟

قرآن کریم کے متعلق کہنے لگے اگر یہ کتاب الٰہی ہے تو مکہ یا طائف والوں میں سے کسی امیر آدمی پر کیوں نہ اتارا جاتا اور ان کے دو گروہ ایک کے لئے تکبر انتہائی بھیانک پردہ بن گیا اور انہوں نے بلا تامل آپ کی نبوت ورسالت کا انکار کیا۔ اسے سمجھنے تک کی زحمت ہی نہ اٹھائی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے انکار کرنے والا ہی رکھوں گا۔ جو متکبر ہیں انہیں اس کا کوئی حق حاصل نہیں۔ یعنی یہ وہ بدنصیب ہیں جو نشانیاں دیکھ کر بھی اسلام قبول کرنے سے عاری رہے۔ تکبر کی وجہ سے انہیں اس انکار پر اصرار بھی تھا بالفاظ دیگر تکبر نے انہیں لاچار اور بے بس کردیا تھا۔ اس لئے انہیں اقرار کی طاقت ہی نہ رہی۔ ظلم اور تکبر کے باعث وہ معجزات سے ہی انکار کر بیٹھے جب کہ دل سے وہ معترف بھی تھے۔

تکبر کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ از خود بندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے دوسروں بندوں پر تکبر کرتا ہے انہیں نفرت اور حقارت سے دیکھتا ہے اور

marfat.com

ان کی سچی باتوں کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے اور اپنے آپ کو ان لوگوں سے بلند تر تصور کرتا ہے۔ اس گمان میں ہے کہ ہم چوں ما دیگر نے نیست؟ میرے جیسا اور کوئی نہیں گو یہ درجہ پہلے دو سے کم تر ہے مگر ہے بہت ہی ذلیل اور رسوا کن۔

اس لئے کہ ذلت و خواری کے دو سبب ہیں ایک یہ کہ بڑائی اور کبریائی کے لائق صرف اور صرف ذات الٰہی ہے۔ یہ وصف اسی ذات کی زینت ہے جبکہ بندہ تو نہایت لاچار' ضعیف' ناتواں' عاجز محض ہے۔ اسے کسی بھی چیز پر ذرہ بھر اختیار و تصرف حاصل نہیں۔ بایں ہمہ اپنے آپ کو بڑا تصور کئے ہوئے ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ سے لڑائی اور اعلان جنگ ہے۔ اسے یوں سمجھئے کہ غلام بادشاہ کا تاج پہن کر تخت پر جا بیٹھے۔ پھر از خود غور کر بادشاہ کے ہاتھوں اس کی کیسے مرمت ہوگی اسے کیسی کیسی سزاؤں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ عظمت و کبریائی تو خاص کر اللہ کے لئے ہے یہ میری صفات ہیں۔ پس ان دونوں صفتوں میں سے میرے ساتھ مزاحم ہوا تو میں اسے تباہ و برباد کر دوں گا۔ یہ تو ایسے ہی ہے کہ غلامان شاہ میں سے کوئی ایسا کام کرنے لگے جو بادشاہ کے علاوہ کسی اور کو زیب ہی نہ ہو تو وہ مستحق سزا ہوتا ہے تو اس سے اندازہ لگائے جو بادشاہ حقیقی ہے اس کی شان اقدس میں گستاخی کے مرتکب کا کیا انجام ہوگا؟

ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ قبول حق میں لیت و لعل سے کام لے دوسروں کی حق بات متکبر کو قبول ہی نہ ہو' ایسے لوگ دینی امور میں لغو جھگڑتے رہتے ہیں جب کسی دوسرے آدمی کی زبان سے حق بات سنتے ہیں تو ان کے درمیان تکبر دیوار بن کر حائل ہو جاتا ہے اور وہ حق کو قبول کرنے سے محروم رہتے ہیں اور یہ عادت کفار و مشرکین سے مختص ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (کافر کا کہنا ہے کہ) قرآن کو مت سنو اور جب نبی تلاوت فرمائے تو تم شور شرابا شروع کر دیا کرو۔ ممکن ہے تدبیر کے باعث تم غالب رہو۔ مزید فرمایا جب اسے کوئی کہتا ہے تم خدا کا خوف کرو تو تکبر اسے انکار پر ابھار دیتا ہے اور تکبر کے باعث حقانیت قبول کرنے سے عاری ہو جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں کہ کسی کو کہیں! اللہ سے ڈرو اور وہ کہنے لگے جاؤ تم اپنے کام سے کام رکھو۔

سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی آدمی سے فرمایا دائیں ہاتھ سے کھاؤ تو وہ بدنصیب بولا۔ میں تو نہیں کھا سکتا چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آ گیا اور اس کے بعد اس کے دائیں ہاتھ نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ یاد رہے کہ شیطان کی کہانی جو بیان کی گئی وہ محض شوری کے طور پر نہیں تھی بلکہ اسے درج کرنے کا مقصد اس امر کی وضاحت تھی کہ اے انسان تجھے اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ تکبر نہایت بری بلا ہے۔ وہ تباہی و بربادی تک پہنچا دیتی ہے۔ یہاں تک کہ اسی تکبر نے ابلیس کو اللہ تعالیٰ کے حضور گستاخی پر آمادہ کیا وہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکاری ہوا اور بکنے لگا۔ میں آگ سے اور وہ خاک سے بنایا گیا ہے اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لعنتی ہوا۔

تکبر عزازیل را خوار کرد بزندان لعنت گرفتار کرد (سعدی)

فصل: اسباب تکبر اور ان کا علاج

واضح ہو کہ جو شخص تکبر کا مرتکب ہوتا ہے وہ اپنے اندر ایسی صفت محسوس کرتا ہے جو دوسروں سے اسے ممتاز نظر آتی ہے۔ جو صفت کمال ہوتی ہے۔ جو آدمی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تکبر میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اس کے سات اسباب ہیں:

marfat.com

☆ پہلا سبب: علمی تکبر: جب کوئی شخص علم سے اپنے آپ کو مرصع سمجھتا ہے تو دوسرے لوگ اسے جانوروں کی طرح معلوم ہونے لگتے ہیں اور علمی تکبر اس پر غالب اور خود مغلوب تر ہوتا جاتا ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ وہ لوگوں سے اپنی تعظیم و تکریم کا انتہائی حریص ہوتا ہے۔ اگر وہ اس کی تعظیم و توقیر بجانہ لائیں تو اسے تعجب ہوتا ہے اور حیرانگی کے عالم میں ان کا منہ دیکھتا رہ جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اسے اپنے ہاں بلائے تو بڑا احسان جتاتا ہے کہ اس نے دعوت قبول کر کے بڑا تیر مارا ہے۔ بلکہ وہ اپنے تصور میں عالم ہونے کا احسان بھی دنیا پر رکھتا ہے اور اپنے آپ کو وہ لوگوں کے سامنے ایسے پیش کرتا ہے کہ عالم آخرت میں جو قرب الٰہی اسے حاصل ہوگا اسے دوسرے نہ پاسکیں گے۔ اور اس کی نجات میں تو کوئی شک ہی نہیں۔ جب کہ دوسرے ایماندار خطرات میں گھرے ہوں گے نیز اس کا تکبر اس حد تک گزر جاتا ہے کہ تمام لوگ اس کی ہدایت و دعا کے محتاج ہیں ان کا از خود دوزخ سے نجات پانا ممکن نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ آفة العلم الخیلاء علم کی آفت تکبر ہے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ ایسے عالم کو جاہل کہنا بہت ہی مناسب اور موزون ہے۔ اس لئے کہ حقیقی عالم تو وہی ہے جو آخرت کے خطرات سے آگاہ ہو پل صراط کی باریکی' ہولناکی کی معرفت رکھتا ہو جسے اس کا علم ہوگا وہ اپنے آپ کو تکبر و غرور اور نخوت سے ہمیشہ دور رکھے گا۔ اسے عاقبت کے خوف سے باتوں کی فرصت ہی کب ہوتی ہے۔ اس عالم کا علم انہی خطرات کے باعث اس کے لئے حجت ہوگا۔ ایسا عالم تو غرور اور تکبر کا شکار ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اسے جوابدہی کا زیادہ احساس ہوتا ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جیسے جیسے علم بڑھتا جاتا ہے ویسے ویسے مصائب میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اس کے باوجود تکبر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ علم دین جو حقیقی علم ہے اسے حاصل ہی نہیں کر پاتے اور انسان کو اپنی پہچان کے لئے اس علم کے علاوہ اور کوئی علم نہیں ہے۔ اسی حقیقی علم کی بدولت صراط مستقیم اور دینی گھاٹیوں کی معرفت نصیب ہوتی ہے۔ رحمان اور انسان کے مابین جو حجاب ہوتے ہیں علم دین کی بدولت ان کی شناخت ہو جاتی ہے جس کے باعث ہمدردی' انکساری اور تواضع میں ترقی ہوتی ہے۔ جبکہ تکبر اور غرور سے نجات کی راہ ہموار ہو جاتی ہے۔

تاہم حصول علم کو محض طب' حساب' نجوم' لغت' جدل وغیرہ تک محدود نہ کیا جائے ورنہ تکبر و نخوت میں اضافہ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگا۔ ایسی صورت میں قریب تر علم' فتویٰ نویسی کا علم ہے اس میں دین و دنیا کی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور اس سے خوف کا پیدا ہونا بھی مشکل ہے۔ اس لئے صرف اسی پر اکتفاء مناسب نہیں۔ ورنہ دل کے تاریک ہونے کا خدشہ ہے۔ ذاکرین' واعظین' خطباء اور مقررین کے علم کا بھی یہی حال ہے مسجع' مقفع اور بے تکی واہیات باتیں ان کی کل کائنات ہوتی ہے۔ یا پھر وہ ایسا انداز اختیار کرتے ہیں کہ لوگ نعرہ بازی شروع کریں۔ خوب شور و غوغا ہو یا پھر وہ ایسے انداز اختیار کریں گے کہ لوگ تعصب کا شکار ہو جائیں اور ان کی باتوں کو ہی دین حق تسلیم کریں۔ جبکہ یہ انداز دلوں میں حسد' بغض' کینہ دشمنی کا بیج بوتا ہے۔ پھر خیال کریں ایسے واعظین کے دلوں میں دردمندی و دلگدازی کیسے پیدا ہو سکتی؟

(تنبیہ) آج کل تو بعض واعظین نے نعرہ باز اپنے ساتھ رکھے ہوتے ہیں۔ انہیں اپنی گرہ سے رقم دیتے ہیں جو بڑے جوش انداز میں نعرہ بازی کرتے ہوئے نوٹوں کی بارش مقرر و مبلغ اور واعظ نکتہ داں' خطیب خوش بیان پر کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر عوام نعروں کی آواز میں قدرے پستی دکھائی تو از خود نعرہ بازی کراتے ہیں مزید ذوق پیدا کرنے کے لئے اس شعر کو ماٹو بنا رکھا ہے۔

marfat.com

مسلمانا تیرا نعرہ تو خیبر توڑ دیتا تھا حکم کرتا سمند کو تو رستہ چھوڑ دیتا تھا

بس پھر نعروں کا شور برپا ہو جاتا ہے۔ خطیب خوش بیان کی اس ہوشیاری و فنکاری پر داد کا انداز بڑا سحر انگیز ہوتا ہے۔ یوں پھر اس کی گردن میں سریا پھنس جاتا ہے۔ اسے عاقبت تو یاد ہی نہیں رہتی۔ تکبر و نخوت کی شراب میں اس کی بدمستی قابل دید ہوتی ہے۔ (العیاذ باللہ) (تابش قصوری)

دوسرا پہلو یہ ہے کہ کوئی صاحب بخش علم حاصل کرے جیسے علم قرآن، علم تفسیر و حدیث، علم تواریخ و سیر وغیرہ جن کا تذکرہ اسی کتاب میں گزر چکا ہے نیز احیاء العلوم میں بھی تفصیلاً بیان کر چکے ہیں۔ باوجود ان نفع رساں علوم کے پھر بھی وہ تکبر و غرور اور نخوت کا شکار ہو جاتے ہیں اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان کا باطن خبیث ہوتا ہے۔ اور بداخلاقی کو وہ اخلاق قرار دیتا ہے۔ حصول علم سے ان کا مقصد جبلت زر اور عوام کی علمی تھمن سے مرعوب کرنا اور اپنی عظمت و برتری کی دھاک بٹھانا۔ علم پر عمل کرنا ان کے مقاصد میں شامل ہی نہیں ہوتا۔ ایسے بدباطن آدمی کے دل میں جب علم داخل ہوتا ہے تو وہ اسی کے باطن کی شکل میں منتقل ہو جاتا ہے۔ جیسے دوائی جب معدہ میں داخل ہوتی ہے تو وہ انہی غلاظتوں کی صورت اختیار کر لیتی ہے جو معدہ میں پائی جاتی ہیں۔ یا بارش کا پانی جو اوپر سے صاف و شفاف برستا ہے مگر جس چیز پر گرتا ہے اسی کی صفت کو اور بڑھا دیتا ہے یعنی اگر ترش ہے تو مزید ترش اگر شرین ہے تو مزید شرین بنا دیتا ہے۔

☆ ہم چو ما دیگرے نیست؟

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ بعض لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے حلق سے نہیں اترے گا جبکہ ان کا دعویٰ یہ ہوگا کہ جیسے تلاوت ہم کرتے ہیں کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ جو کچھ ہم جانتے ہیں اور کوئی نہیں جانتا۔ یہ ارشاد فرماتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ یہ لوگ میرے امتی کہلائیں گے۔ لیکن وہ اسی تکبر و نخوت کے باعث دوزخی ہوں گے۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لوگو! متکبر اور مغرور علماء میں ہونے کی کوشش نہ کرو۔ ورنہ تمہارا علم تمہاری جہالت کا ساتھ نہ دے سکے گا۔ یہی وہ ہدایات تھیں جن کے پیش نظر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے دلوں پر ہمیشہ خوف طاری رہتا یہی وجہ تھی کہ ایک بار حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مقتدیوں سے کہا کہ اب تم کسی دوسرے کو امام بنا لو کیونکہ میرے دل میں یہ بات جگہ پکڑ رہی ہے کہ میں تم سے بلند مرتبہ ہوں۔

☆ دوسرا سبب: زہد و عبادت میں تکبر کرنا۔ اس لئے کہ عابد، زاہد، صوفی پارسا کوئی بھی ہو وہ تکبر سے خالی نہیں ہو سکتا۔ ان میں بعض تو ایسا گمان راسخ کئے ہوتے ہیں کہ ان کی زیارت و ملاقات ہی عوام کی مغفرت و بخشش کا باعث ہے گویا کہ ان کا عابد و زاہد ہونا بھی لوگوں پر بہت بڑا احسان ہے۔ دوسروں کو تو وہ تباہی و بربادی اور ہلاکت میں پڑے ہوئے کہتے ہیں مگر اپنے لئے برملا بخشا ہوا اور نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔ اگر بالفرض ان کے مخالف کو کسی تکلیف سے دوچار ہونا پڑ جائے تو فوراً اسے اپنی کرامت پر محمول کرتے ہوئے فخریہ اعلان کرتے ہیں۔ ہماری گستاخی کا آخر اس نے انجام دیکھ لیا۔ جبکہ محسن اعظم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو آدمی کسی دوسرے شخص کے لئے ہلاکت و بربادی کے کلمات بولے وہ از خود ہلاکت سے دوچار ہوگا اس نے مخلوق خدا کو حقیر جانا!

نیز فرمایا یہ بہت عظیم گناہ ہے کہ کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو حقیر تصور کرے اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے برکت کا طالب

marfat.com

ہو۔ اسے اپنے سے بہتر سمجھتا ہو اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے اس سے محبت کرتا ہو تو ممکن ہے اللہ تعالیٰ زاہد متکبر سے مرتبہ لے کر اسے زاہدین کے مقام سے نواز دے اور متکبر زاہد کو زہد و عبادت کی برکات سے محروم فرما دے۔

☆ اسرائیلی عابد اور بدترین فاسق:

بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص اپنے زمانے کا نہایت مشہور عابد تھا اور اسی زمانے میں دوسرا آدمی فسق و فجور میں بڑا مشہور تھا۔ ایک دن اس فاسق و فاجر نے دیکھا عابد دھوپ میں مصروف عبادت ہے اور اس پر بادل سایہ کناں ہے۔ فاسق کے دل میں توبہ و استغفار کا تصور غالب ہوا تو دل ہی دل میں کہنے لگا کیوں نہ ہو کہ اس عابد کی قربت حاصل کی جائے ممکن ہے اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے۔ چنانچہ فاسق' عابد کے پاس آ کر ابھی بیٹھا ہی تھا کہ عابد پکار اٹھا! تم کون ہو جو میرے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ تجھ جیسا تو نابکار' ناہنجار' فاسق و فاجر زمانے بھر میں نہیں ہے۔ یہاں سے فوراً نکل جاؤ میں تجھے اپنے پاس بیٹھنا قطعاً پسند نہیں کرتا۔

جیسے ہی اس نے عابد کا طعنہ سنا وہ اٹھا اور چل دیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بادل کا ٹکڑا بھی اسی کے ساتھ چل دیا۔ اور فاسق کے سر پر سایہ کرنے لگا۔ اس زمانے کے نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ ان دونوں کو حکم دو کہ اپنے اپنے اعمال کو از سر نو شروع کریں۔ اس لئے کہ فاسق سے جو کچھ ظہور ہوا تھا اسے ہم نے اس کے ایمان کی نیکی قرار دیتے ہوئے بخش دیا ہے اور اس عابد کی عبادت کو تکبر کے باعث ضائع کر دیا ہے۔

☆ تیسرا سبب: متکبر: مغرور ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ آدمی اپنے حسب و نسب اور خاندانی برتری پر نزاکت کرتا ہے۔ جو علوی یا شہزادے ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ دوسروں کو مقابلۃً حقیر تصور کرتے ہیں بلکہ اپنا غلام گمان کرتے ہیں اگر دوسرے ان سے پارسائی' شرافت اور علم و فن میں بڑھ کر ہی کیوں نہ ہوں۔ گو وہ اپنے تکبر کا اظہار نہیں کرتے لیکن ان کے باطن میں تکبر کے جراثیم سرایت کئے ہوتے ہیں اور اس کا ظہور اس وقت ہوتا ہے جب غیض و غضب اور غصے کی حالت میں ہوتے ہیں۔ خفگی کے باعث فوراً آپے سے باہر نکل پڑتے ہیں اور پھر ہاتھ اور زبان سے تکبر کا سیلاب آ جاتا ہے۔ مخاطب کو ایسی واہی تباہی سناتے ہیں کہ الامان والحفیظ تمہاری کیا حیثیت ہے؟ تم اپنی اصلیت کو بھول بیٹھے؟ ہمارے منہ لگتے ہو؟ تمہاری کیا اوقات ہے؟ اپنی حقیقت کو تو یاد کرو؟ غرض جب ان کا منہ پھٹ پڑتا ہے تو انہیں ہوش ہی نہیں ہوتا ہے کیا کیا غلیظ بک رہے ہیں۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن کسی کو باتوں باتوں میں کہہ دیا او ئے حبشی کے بچے! تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! ابوذر' ہوش کرو کیا کہہ رہے ہو؟ گورے کو کالے پر آخر کونسی بات پر فوقیت حاصل ہے؟

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ الفاظ سنتے ہی میں زمین پر لیٹ گیا اور اس آدمی سے کہا تم اپنے پاؤں میرے منہ پر رکھ دو۔ (جس سے یہ الفاظ برآمد ہوئے) تصور کیجئے جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ایک کلمہ میں تکبر کی بو آئی تو اسے توڑنے کے لئے کیسی عاجزی اور انکساری سے کام لیا۔

☆ نو پشتیں دوزخ میں:

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں نے اپنی اپنی خاندانی وجاہت و عظمت کا اظہار کیا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ

marfat.com

لیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے ایسے دو آدمیوں نے جھگڑتے ہوئے اپنی نو پشتوں کی عظمت و برتری کا اظہار کیا
حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ آپ اس متکبر سے فرمایئے جن نو پشتوں کا تو نے فخریہ انداز میں اظہار کیا ہے وہ تو سبھی
وزخ میں پڑی سڑ رہی ہیں اب تو دسواں ہے جو وہاں جانے کا منتظر ہے۔ یہ بیان کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
رمایا۔ جو لوگ دوزخ میں جل رہے ہوں ان پر فخر و ناز کیسا؟ لہٰذا ان پر فخر نہ کرو ورنہ تم ''کوزو'' نامی جانور سے بھی بدتر ہوں گے۔ جو
دی کی نجاست سے پلتا ہے۔

☆ تکبر کا چوتھا سبب: حسن و جمال ہے اور اس کا شکار عموماً عورتیں ہیں۔ حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
نے ایک عورت کو پستہ قد کہہ دیا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا ایسے کہنا مناسب نہیں!!! اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ام
مؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قد مبارک مناسب تھا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے الفاظ تمہارے منہ سے نکلنے ہی نہیں چاہیے
تھے کیونکہ ان سے تکبر کی بو آتی ہے۔

☆ تکبر کا پانچواں سبب: مال و دولت ہے۔ جب کوئی شخص دوسرے سے کہتا ہے میرے پاس تو مال و دولت بے حساب ہے اور مجھے
ی ایسی نعمتیں میسر ہیں اور تم کیا ہو؟ بھوکے کہیں کے؟ میں تجھے گداگروں اور بھوکوں میں شمار کرتا ہوں تجھ جیسے کتنے ہی قلاشوں کو آن
ی آن میں خرید سکتا ہوں۔ اس قسم کے کلمات عموماً متکبرین اپنی زبان پر لاتے رہتے ہیں۔ سورۂ کہف شریف میں دو بھائیوں کی
کایت اسی قبیل سے ہی ہے۔ جس میں ایک دوسرے بھائی کو کہتا ہے۔ میں تجھ سے مال و دولت میں بڑھ کر ہوں۔

☆ تکبر کا چھٹا سبب: جسمانی قوت و طاقت ہے۔ جو طاقتور اور زور آور انسان کمزور اور ضعیف و ناتواں لوگوں سے روا رکھتے ہیں۔

☆ تکبر کا ساتواں سبب: تلامذہ: مریدین اور غلاموں کی کثرت بھی تکبر میں مبتلا کر دیتی ہے۔ استاد اپنے تلامذہ' پیر اپنے مریدوں
آقا اپنے غلاموں پر اپنی برتری اور سرداری و سروری جتاتا ہے۔ (اپنے آپ کو گویا کہ مافوق الفطرت ہستی تصور کرتا ہے) القصہ انسان
کے نزدیک جو چیز بھی نعمت کا درجہ رکھتی ہے وہی اس کے تکبر کا سبب بن جاتی ہے۔ گو اس چیز کو حقیقی معنوں میں نعمت کہنا بھی درست نہ
و۔ یہاں تک کہ مخنث (ہیجڑا) اپنی وصفوں کے ذکر سے دوسرے مخنثوں پر بڑائی کا اظہار کرتا ہے۔ یہ وہ اسباب ہیں جو تکبر و غرور اور
وت کا باعث بنتے ہیں لہٰذا ان اسباب کے معلوم ہو جانے کے بعد چاہیے کہ ان کے علاج سے بھی آگاہی حاصل ہو اور ہر بیماری کا
لاج یہی ہوتا ہے کہ اس کے اسباب کا قلع قمع کیا جائے۔

☆ فصل: تکبر کا علاج؟

واضح ہو کہ راہ سعادت اور فیروز بختی میں حائل ہونے والی ہر وہ چیز خواہ ذرہ برابر ہی کیوں نہ ہو نیز جنت سے محروم کر دینے والی ہر
ہ شے خواہ کتنی ہی حقیر سی ہو اس کا علاج فرض عین ہے اور تکبر ایک ایسا ناہنجار مرض ہے جس سے کوئی بھی شخص محفوظ نظر نہیں آتا اور اس کا
علاج دو طرح سے کیا گیا ہے۔ علاج مجمل اور علاج مفصل۔

☆ علاج مجمل

اسے ایسی معجون سے موسوم کیا جا سکتا ہے جس کے اجزائے ترکیبی علم اور عمل سے عبارت ہیں۔ علمی تو یہ ہے کہ انسان اپنے خالق

marfat.com

حقیقی کی معرفت حاصل کرے تاکہ اس پر حقیقت منکشف ہو کہ کبریائی اور بڑائی صرف اسی ذات وحدہٗ لاشریک کو ہی زیب دیتی ہے۔ بعدہٗ اپنی حقیقت از خود واضح ہو جائے گی۔ کہ اس سے زیادہ ذلیل حقیر' خوار اور ناکس کوئی اور نہیں ہے۔ پس یہی مسہل ہے جو باطن سے تکبر کی جڑ باہر نکال سکتا ہے اور اس کے مواد کا ستیاناس کر سکتا ہے۔ لہٰذا معلوم کرنا چاہیے وہ مادہ کیا ہے؟ اس کی حقیقت سے آگاہی کے لئے قرآن کریم کی اس ایک آیت پر اکتفا کیا جا سکتا ہے۔ **قتل الانسان ما کفرہ من ای شیٔ خلقہ من نطفۃ فقدرہ ثم السبیل یسرہ ثم اماتہ فاقبرہ** (سورہ عبس آیت: ۱۷ تا ۲۲) مارا گیا انسان' وہ کتنا ناشکرا ہے۔ اسے کیسی حقیر چیز سے پیدا کیا! نطفہ سے! اس کی صورت بنائی' پھر اسے ایک انداز سے بنایا اور اس کا راستہ آسان کیا۔ پھر اسے موت دی اور پھر اسے قبر کے سپرد کیا۔

اس آیت کریمہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی قدرت وطاقت سے آگاہ فرمایا اور اس کے آغاز' درمیان اور انجام کی دی۔ اس آیت میں آغاز کی طرف اشارہ یہ ہے کہ اس نے انسان کو کیسی حقیر سی چیز سے تخلیق فرمایا۔ لہٰذا انسان کو اسی سے سمجھ لینا چاہیے کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر اور کوئی ذلیل چیز نہیں ہے۔ جو نیست سے ہست کے لبادہ میں لائی گئی اور پھر فنا کے گھاٹ اتار دی جائے جس کا پہلے نام ونشان تک نہ تھا ازل سے پیدائش تک پردۂ عدم میں رہا۔ جیسے فرمایا گیا۔ **ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئاً مذکوراً** بیشک انسان پر ایک ایسا وقت بھی آیا جس میں وہ کوئی قابل ذکر شی نہ تھا (سورہ دہر آیت: ۱)

پھر اللہ تعالیٰ نے مٹی پیدا کی جس سے ذلیل تر کوئی چیز نہ تھی پھر نطفۂ خون اور پانی سے نطفہ پھر علقہ بنایا جس سے زیادہ پلید اور کوئی نہیں۔ تب اسے نیست سے ہست کا لباس پہنایا۔ اور اس کی اصل ناچیز مٹی اور گندے پانی نیز پلید خون سے بنائی۔ پھر وہ گوشت کے ٹکڑے کی حالت میں رہا۔ جس میں سماعت' بصارت' گویائی وغیرہ کا نام ونشان تک نہ تھا۔ حرکت وجنبش کا وجود مفقود تھا۔ گویا جمادات میں سے کوئی چیز تھی۔ چیز کا کیا تذکرہ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے گوشت کے اسی بے جان ٹکڑے کو سمع وبصر' نطق' قوت' توانائی وقدرت' ہاتھ' پاؤں اور دیگر اعضاء جسمانیہ عطا فرمائے جنہیں انسان از خود اپنی ذات میں دیکھ رہا ہے۔ اور ان میں خود فکر کر سکتا ہے۔ کہ ان میں کونسی چیز ہے جو گندے پانی' پلید خون' اور نطفے میں تھی؟ اب جبکہ بے شمار عجیب وغریب اشیاء جو حضرت انسان کے پاس ہیں بتایئے تو سہی کہ کون کون سی اس کے پاس تھی؟ یقیناً نہیں تھیں تو کیا اللہ تعالیٰ کی عظمت بزرگی کا راز اس سے نہیں جا سکتا؟ اور کیا اسے تکبر کرنے کی کوئی صورت نظر آتی ہے؟ کیا یہ سبھی اشیاء اس کی ذاتی کاوش کا نتیجہ ہیں؟ اگر نہیں تو تکبر کس بات کا ارشاد ہوتا ہے۔ **ومن آیاتہ ان خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشراً تنتشرون** (سورہ عبس آیت: ۱۸) اور اسی کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے بنایا پھر چند دنوں بعد تم انسان بن کر (پوری دنیا میں) پھیل رہے ہو۔

پس جس انسان نے اپنی ہستی کی حقیقت پہچان لی اس کے لئے یہی پہچان مسہل ہے۔ جو اس کے باطن سے تکبر کے جراثیم نکال باہر کرے گی پھر اسے اپنی ذات سے بڑھ کر کوئی چیز حقیر وذلیل دکھائی نہیں دے گی تو کوئی بھی انسان اسے اپنے آپ سے کمتر نہیں آئے گا۔ اور پھر ایسے عالم میں اگر کوئی اس کی خواہش انگڑائی لے گی تو یہی کاش کہ میں پتھر ہوتا! چڑیا' یا کوئی اور پرندہ' تو مجھے تکبر غرور اور نخوت وغیرہ کے خطرات سے نجات حاصل ہو جاتی۔

عملی علاج: یہ ہے کہ جس حالت یا کیفیت میں رہے' قول وفعل میں عاجز' مسکین' گداگر محتاج اور فقیر کا سا انداز نمایاں ہو اور فقط اللہ پر گامزن ہو جو اہل تواضع کا شیوہ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کھانا تناول فرماتے تو تکیہ نہ لگاتے۔ ہمیشہ یہی فرماتے

marfat.com

میں اللہ کا بندہ ہوں' اور کھانا بھی انہی کی طرح کھانا چاہیے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سے کسی نے عرض کیا۔ آپ نیا لباس زیب تن کیوں نہیں فرماتے؟ آپ نے فرمایا! میں تو غلام ہوں! جب دنیوی آزادی کے بعد آخرت میں جانا ہوگا تو نیا لباس پہن لوں گا۔

☆ نماز مقام نیاز:

واضح ہو کہ نماز کے اسرار و رموز میں تواضع نمایاں چیز ہے جس کا اظہار سجدہ میں ہوتا ہے انسان کا چہرہ جو تمام اعضاء کا بادشاہ اور معزز ترین ہے۔ اسے خاک پر رکھ دیا جاتا ہے جو دنیا کی تمام اشیاء میں سے ذلیل و حقیر ہے عربوں میں یہ چیز خصوصیت سے پائی جاتی تھی کہ وہ کسی کے سامنے کمر جھکانا اپنی تحقیر تصور کرتے تھے۔ سجدہ تو ان کے لئے وبال جان تھا (مگر حکمت الٰہیہ کہ ان کے اس تصور کو ختم کر کے رکھ دیا گیا) لہٰذا انسان کو چاہیے کہ جو تکبر حکم دے اس کی نہایت سختی سے مخالفت کرے کبر کا اظہار کسی صورت میں نہ ہونے پائے نہ صرف صورت بلکہ لباس' زبان' آنکھ' نشست و برخاست' گفتار و رفتار' میل جول میں کسی طرح سے بھی تکبر کا شائبہ تک محسوس نہ ہونے دے۔ لہٰذا انتہائی کوشش اور تکلف سے بھی اسے دور کرنا چاہیے۔ طوالت کے پیش نظر چند مثالوں پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

☆ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کوئی شخص چلنے لگتا تو آپ اسے اپنے ساتھ چلنے سے منع کر دیتے اور فرماتے ایسے تو دل اپنی جگہ قائم نہیں رہتا۔

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جتنے آدمی تیرے ساتھ تھے گھیرے ہوئے ہیں اتنا ہی فاصلہ تیرے اور حق تعالیٰ کے مابین بڑھ جاتا ہے۔

☆ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اگر کسی نے دوزخی کو دیکھنا ہو تو اسے دیکھ لے جو خود بیٹھ رہا ہو اور لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں۔

☆ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو حضرت ابراہیم ادھم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اپنے پاس بلایا کہ مجھے حدیث سنایئے جب وہ ان کے پاس گئے تو حضرت ابراہیم ادھم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تمہاری عاجزی' انکساری اور تواضع کو دیکھنا چاہتا تھا۔

☆ حکایت: میں وہی عمر بن عبدالعزیز ہوں:

بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو وقت کے حکمران تھے) ان کے ہاں ایک رات مہمان ٹھہرا' چراغ بجھ رہا تھا۔ مہمان نے کہا! حضرت میں تیل لے آتا ہوں آپ نے فرمایا مہمان سے خدمت نہیں لی جاتی۔ کیونکہ یہ خلاف مروت ہے۔ مہمان بولا! چلیئے میں غلام کو بلا لاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا وہ تو ابھی سویا ہے۔ اسے جگانا مناسب نہیں' پھر خود اٹھے اور تیل کا ڈبہ لائے۔ چراغ میں ڈال کر فرمایا۔ اے میرے مہمان جب میں تیل لانے گیا تھا تب بھی عمر بن عبدالعزیز تھا اور جب میں واپس آیا ہوں تو وہی عمر بن عبدالعزیز ہوں۔

☆ انہیں کے متعلق ہے کہ خلافت سے قبل آپ نے نیا لباس سلوایا جس پر ایک ہزار دینار خرچ ہوئے تھے۔ لیکن زیادہ پسند نہ آیا اور کہا اس سے بھی نرم اور ملائم ہوتا تو کیا اچھا ہوتا۔

marfat.com

مگر جب وہی عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المؤمنین کے منصب پر فائز ہوئے تو آپ کے مجموعی لباس کی قیمت صرف پانچ درہم ہوا کرتی۔ اور فرماتے خیر اچھا ہے اگر اس سے زیادہ کھردرا ہوتا تو بہت اچھا تھا۔ لوگوں نے پوچھا آپ ایسے کیوں کہا کرتے ہیں۔ فرمایا! اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک ایسا نفس دیا ہے جسے نئی نئی اور پر لطف چیزیں استعمال کرنے کا بڑا چسکا ہے۔ یہاں تک کہ جو چیز ایک بار استعمال میں لاتا ہے دوبارہ نہیں کھاتا۔ اب مجھے خلافت حاصل ہے جس سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی درجہ نہیں۔ اس کا مزہ چکھ لینے کے بعد نفس ابدی بادشاہی کی طرف دوڑتا ہے۔

☆ حضرت سیدنا عمر ابن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ملک شام پہنچے تو آپ نے معمولی سا لباس پہن رکھا تھا رفقاء نے عرض کیا یا امیر المؤمنین! یہاں اس قسم کا لباس سخت ناپسند ہے۔ آپ عمدہ لباس پہن لیں۔ آخر اس میں کونسا حرج ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام باعث جو برکت عطا فرمائی ہے مجھے کیا ہے کہ اسے دوسرے اسباب سے زیادہ کردوں؟

فصل: آفات عجب

☆ واضح ہو کہ عجب یعنی خود پسندی، خودنمائی اخلاق بد سے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین چیزیں باعث ہلاکت ہیں۔ بخل، حرص اور عجب نیز فرمایا اگر تم گناہ سے بچے بھی ہو تب بھی ایک ایسی چیز ہے جس میں تم مبتلا ہو سکتے ہو۔ جو گناہ سے بدتر ہے۔ اسے خود پسندی و خودنمائی کہتے ہیں۔

☆ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا گیا آدمی کو بدکردار کس وجہ سے کہا جاتا ہے؟ فرمایا! جب وہ سمجھنا شروع کردے کہ میں نیکوکار ہوں! حالانکہ یہ تصور تو محض اس کی خود پسندی و خودنمائی کا شاخسانہ ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ہلاکت دو چیزوں سے ہے۔ خود پسندی اور ناامیدی! اسی لئے کہا گیا کہ مایوس انسان سستی و کاہلی کا شکار ہو جاتا ہے اور خود پسند آدمی اسی زعم میں پھنسا رہتا ہے کہ مجھے تو طلب کی ضرورت ہی نہیں۔

☆ حضرت مطرف رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، میں رات بھر سویا رہوں اور صبح کے وقت خستہ و شکستہ حالت میں اٹھوں تو بھی یہ اس سے اچھا ہے کہ رات بھر محو نماز رہے اور اٹھتے ہی خود پسندی میں مبتلا ہو۔

☆ بشیر بن منصور رحمہ اللہ تعالیٰ ایک دن نماز میں مشغول طویل ترین سجدے کر رہے تھے ایک شخص ان کی عبادت و ریاضت کو دیکھ کر حیرت زدہ تھا۔ آپ نے سلام پھیرتے ہی پوچھا اے جوانمرد تم حیران کس بات پر ہو؟ مجھے بتایئے ابلیس ہزاروں سال عبادت میں محو نہ رہا؟ اور تجھے اچھی طرح معلوم ہے جو اس کا انجام ہوا۔

☆ حقیقت عجب اور فخر و ناز:

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے کوئی بھی نعمت عطا فرمائی ہو علم و عمل اور عبادت کی نعمت اور وہ شخص ہمیشہ اس بات سے خطرہ محسوس کرے کہ کسی بھی لمحے وہ نعمت اس کے ہاتھ کسی لغزش کے باعث واپس لی جا سکتی ہے تو ایسے انسان کو خود پسند نہیں کہا جائے گا۔

اگر چھن جانے کا خطرہ محسوس نہ کرے بلکہ خوش ہو اور اس کی خوشی کا سبب محض عطیہ ربانی ہے اور یہ سمجھے یہ اس میں میرے کسی فن

marfat.com

کمال کا تعلق نہیں ہے تو ایسے شخص کو بھی خود پسند نہیں کہنا چاہیے مگر اس تصور سے خوش ہو کر یہ میری ذاتی کاوش کا نتیجہ ہے اور اس حقیقت سے غافل ہو کہ یہ نعمت صرف عنایات خداوندی کا ثمرہ ہے۔ اس بنا پر خوش ہو اور اس کے دل سے خوف و ہراس ختم ہو جائے تو اس بری سوچ کے باعث یہ خوشی خود پسندی کے مترادف ہوگی۔

اور پھر اسے اپنا حق سمجھنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی عبادت کا صلہ دینا چاہیے اور اس نعمت کو عبادت کا معاوضہ شمار کرنے لگے بصورت دیگر وہ اپنی عبادت اور نعمت پر ناز کرنے لگے تو ایسے لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مدنظر رکھنا چاہیے کہ جو شخص اپنی نماز پر ناز کرتا ہے اس کی نماز ہوتی ہی نہیں۔ نیز فرمایا اگر کوئی ہنسی خوشی بھی اپنی کوتاہی' کمی اور تقصیر کا اقرار کر لے تو یہ اس کی نسبت اچھا ہے کہ آنسو بہائے' زاری کرے اور پھر اپنی غلطی کو کارنامہ بھی قرار دے۔

☆ علاج:

معلوم ہونا چاہیے کہ خود پسندی ایسی بیماری ہے جس کا سبب جہالت ہے لہٰذا اس کا علاج صرف معرفت کو ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی آدمی شب و روز حصول علم اور عبادت و اطاعت میں مشغول رہے تو ہمارا اس سے سوال ہے کیا تیرا اس عبادت و اطاعت پر نازاں ہونے کا باعث یہ ہے کہ جو کچھ تجھ پر گزر رہی ہے اس میں تیرا کوئی عمل دخل نہیں۔ تیری حیثیت تو فقط رہگزر کی سی ہے۔ یا جو کچھ تیرے ہاتھ ہو رہا ہے اس کو وجود میں لانے کا باعث تو خود ہی ہے اور وہ ساری طاقت تجھ سے حاصل کر رہا ہے؟ اگر تو کہے کہ میں خود ہی کر رہا ہوں اور یہ بھی میری قدرت و طاقت سے ہے تو کیا تجھے یہ بھی علم ہے کہ یہ قدرت' قوت' اعضاء' ارادہ اور عزم جو اس عمل کے معاون ہیں وہ کہاں سے آئے؟ ان کا لانے والا کون ہے؟ اگر تیرا یہ جواب ہو کہ یہ میری خواہش و چاہت سے ہے جس نے عمل کی آرزو کی تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس پر کسی موکل کو ضرور مقرر کیا جاتا ہے۔ جس کی مخالفت ہو ہی نہیں سکتی۔ پس ظاہر ہے کہ داعیہ کا منبع تیری ذات نہیں بلکہ تجھے تو زبردستی اس کام میں لگا دیا گیا ہے؟

لہٰذا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے۔ تیری پسند تو محض جہالت کے باعث ہے۔ تیرے پاس رکھا ہی کیا ہے؟ تجھے تعجب کرنا ہی ہے تو اس ذات کریم کے فضل و کرم پر کر جس نے بے شمار مخلوق کو غافل چھوڑا اور وہ بری خواہشات میں مبتلا رہے جبکہ تجھ پر اس نے عنایات خاصہ اور فضل خصوصی سے نیک امور کے داعیہ کو تجھ پر مسلط کر دیا اور زبردستی کی زنجیروں میں جکڑ کر اپنی بارگاہ میں حضوری کے شرف سے ممتاز فرمایا۔

پس جب سب کچھ اس کی طرف سے ہے تو خود پسندی یا عجب اسی کی طرف منسوب ہوگا۔ اور ہر شے کو اسی کے بھروسہ' عنایت اور کرم پر محمول کیا جائے گا۔ اسی نے تجھے پیدا کیا۔ ترے اندر یہ صفات بھی اسی نے تخلیق فرمائیں۔ قدرت و ارادہ سے تجھے نوازا ورنہ تو اور تیری اوقات ہی کیا؟ تو کچھ بھی نہیں اور نہ ہی کسی شئی کا ذریعہ یا سبب ہے۔ تو سوائے اس کے کچھ بھی نہیں' محض قدرت الٰہی کی تو ایک راہ گزر کی مثال ہے۔

فصل: بعض لوگ جہالت کی تمام حدود پھلانگ جاتے ہیں اور اتنے مغرور اور نازاں ہوتے ہیں کہ جو چیزیں ان کے باعث وجود میں نہیں آتیں اور نہ ہی ان پر ان کا کوئی قبضہ و اختیار اور قدرت ہوتی ہے جیسے قوت' طاقت' حسن و جمال' حسب و نسب وغیرہ پر وہ خود پسندی کا مظاہرہ کرتا ہے یہی اس کی جہالت و بیوقوفی ہے۔ اگر عالم کہے کہ میں نے علم حاصل کیا' عابد کہے میں نے عبادت کی' تو یہ محض

marfat.com

ان کا خیال خام ہے یہ بھی ان خود پسندوں میں سے ہوں گے جو اپنے ظالم و جابر حکمرانوں اور صاحب سلطنت خاندانوں پر فخر کرتے رہتے ہیں اگر کبھی ان لوگوں کو ان کا حشر معلوم ہو جائے کہ دوزخ میں ان پر کیا بیت رہی ہے اور پھر قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا تو ان کا نام تک لینا اپنے لئے باعث ننگ و عار محسوس کریں۔

نسب ہی کی بات کریں تو رسول اعظم و اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اشرف و عظیم نسب کس کا ہو سکتا ہے۔ لیکن فخر و ناز کی بات آپ نے بھی نہیں فرمائی کہ آپ نے ایسی باتوں کو باطل ٹھہرایا ہے اس کے باوجود بعض لوگ فخر و غرور کی تمام حدود کو سر کر لیتے ہیں۔ گویا کہ ان کے سامنے گناہ و طغیاں کوئی چیز ہی نہیں اور اسی زعم باطل کی وجہ سے جو دل میں آئے کر گزرتے ہیں اور انہیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ جب وہ اپنے اباء و اجداد کی روش کے خلاف ہیں تو ان سے کیا رشتہ رہا؟ اس لئے کہ ان کا مجد و شرف، بزرگی تو تقویٰ، تواضع، انکساری اور عاجزی کے باعث تھی نہ کہ حسب و نسل اور خاندانی وجاہت پر۔

اسی باعظمت خاندان سے تعلق و نسبت رکھنے والے کتنے ہی لوگ ہیں جو دوزخ میں پڑے عذاب سے دوچار ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو دوٹوک الفاظ میں خاندان پر فخر کرنے سے منع فرمایا ہے ارشاد ہوا۔

سب کبھی آزاد ہیں، سب آدمی ہیں، سبھی خاک کے پتلے ہیں۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مؤذن بننے پر بعض قریشی سرداروں نے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہہ دیا یہ سیاہ فام کالا غلام ہے۔ اسے کیا حق حاصل ہے کہ اس عظیم منصب پر فائز ہو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ بیشک اللہ کے نزدیک سب سے بڑھ کر صاحب تکریم وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار اور متقی ہے (الحجرات آیت: ۱۳) اور پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اپنے گھر والوں کو ڈر سنایئے تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹی! احکام خداوندی پر خوب عمل کرو پھر میں تمہارے لئے مفید رہوں گا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا پھوپھی جان! اپنے آپ کو اعمال صالحہ سے مرصع کر لو تا کہ میں تمہارا ہاتھ پکڑ سکوں۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعزہ و رفقاء سے آپ کی قرابت و رشتہ داری مفید ثابت ہو سکتی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بیٹی کو زہد و عبادت مشقت و ریاضت کی تاکید نہ فرماتے اور وہ سکون و اطمینان سے اپنا وقت بستر پر گزارتیں بلکہ انہیں دونوں جہانوں سے نواز دیا جاتا (چنانچہ نواز دیا گیا ہے کہ آپ جنتی عورتوں کی سردار ہوں گی) تاہم خیال رہے کہ مجموعی طور پر اچھے قرابت دار شفاعت کرائیں گے تا ایسے گناہ ہوں جو قابل شفاعت ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انسان جب شفاعت کے بھروسے پر من مانی پر اتر آتا ہے وہ ایسے ہی ہے کوئی بیمار یہ کہتے ہوئے بد پرہیزی کرنے لگے کہ مجھے پرہیز کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ میرا باپ طبیب حاذق ہے تو اس بیمار کو یہ سمجھ دینا چاہیے کہ بعض ایسی بیماریاں بھی ہیں جو لاعلاج ہوتی ہیں کہ اس بیماری کے ماہر ڈاکٹر بھی ناکام ہو جاتے ہیں لہٰذا دیکھنا یہ ہے کہ بیمار کا مزاج ایسا ہے جسے طبیب کی مدد مفید ہو اور یہی مثال ان لوگوں کے لئے بھی مناسب ہے جو بادشاہوں کے بہت قریب اور خواص ہوتے ہیں وہ ہر معاملہ اور ہر حال میں سفارش کر سکتے ہیں لیکن جسے بادشاہ اپنا دشمن قرار دے چکا ہو اس کے متعلق وہ مصاحب خاص بھی لاکھ جتن کیجئے سفارش نہیں کرے گا اور نہ ہی بادشاہ کو اس کا یہ فعل پسند آئے گا۔

یوں ہی گناہوں میں سے کوئی ایسا گناہ نہیں جو اللہ رب العزت کی ناراضگی کا باعث نہ ہو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی گناہوں میں ہی پوشیدہ ہے ہو سکتا ہے تیرے نزدیک کوئی گناہ بالکل معمولی سا ہو لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ نہایت برا اور کبیرہ ہو

marfat.com

س کی ناراضگی کا سبب ٹھہرے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اگر وہی کبیرہ اور شدید تر ہو تو پھر تم کیا کرو گے؟ شفاعت کے و سبھی امیدوار ہیں لیکن باوجود امید کے عقلمند خوف سے اپنے دل کو خالی نہیں رہنے دیتے اور جہاں خوف کا ٹھکانہ ہوگا وہاں فخر و مباہات ور کبر و نخوت و ناز کی جگہ نہیں ہوگی (واللہ تعالیٰ حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

فصل ۱۰: غفلت، گمراہی اور غرور سے آگاہی

واضح ہو کہ جو بھی شخص سعادتِ اُخروی سے محروم رہا اس کا سبب یہ ہے کہ وہ راہ حق پر نہ چل سکا اور نہ چلنے کا سبب یہ ہے کہ اس نے راہ حق کی معرفت حاصل نہ کی یا پھر اس کو جہالت و نادانی کے باعث راہ حق پر چلنے کی طاقت و قدرت نہ پائی۔ بلکہ خواہشات و شہوات کا یدی بن گیا اور شہوات نے اس پر غلبہ پالیا۔ نیز نہ جاننے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ غفلت کے باعث گمراہ ہو گیا یا پھر اس نے راہ حق پر چلنے کے لئے قدم ہی باہر نہ رکھا یا پھر راستہ پالینے کے بعد تکبر اور غرور میں مبتلا ہو کر بھٹک گیا، وہ شقاوت اور بدبختی جو قدرت نہ ونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اس کا بیان ہو چکا یہاں ایسی شقاوت و بدبختی کا ذکر کیا جائے گا جو نادانی و جہل کی وجہ سے مسلط ہو جاتی ہے۔

ایسے لوگ جو قدرت نہ پانے کے سبب گمراہ ہوئے ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جسے راستہ طے کرنا لازمی تھا مگر وہ راستہ کے نشیب و فراز کو اپنی کمزوری اور ناتوانی کے باعث طے نہیں کر سکتا۔ راہ حق کے نشیب و فراز، جاہ و مال اور خواہشات نفسانیہ ہیں۔ جن گھاٹیوں کو ذکر کیا گیا ان میں سے کسی ایک کو عبور کرنے کی تو وہ طاقت رکھتا ہو مگر ہو سکتا ہے کہ دوسری گھاٹی طے کرنے سے عاجز اور بے س ہو جائے۔ اور کوئی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ وہ دوسری گھاٹی کو تو عبور کر سکے مگر تیسری گھاٹی عبور نہ کر پائے، ظاہر ہے جب تک راستہ میں نے والی تمام گھاٹیوں کو عبور نہیں کر پائے گا۔ منزل مراد تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔

☆ اقسام بدبختی و شقاوت:

اس کی تین قسمیں ہیں

(۱) غفلت و نادانی، یہ ایسے شخص کی مثال ہے کہ جو سر راہ سو جائے اور قافلہ اسے چھوڑ کر کوچ کر جائے اگر اسے جگایا نہ جائے تو ہلاک ہوگا۔

(۲) ضلالت یا گمراہی یہ ایسے شخص کی مثال ہے جسے مشرق کی طرف جانا ہے مگر وہ مغرب کی سمت چل پڑے اور پھر چلتا ہی رہے تو ظاہر ہے وہ منزل سے دور ہی ہوتا چلا جائے گا۔ اسی کا نام ضلال بعید ہے۔ اگر راستے میں کبھی ادھر کبھی ادھر چلنے لگے گو گمراہ ہے مگر اسے ضلال بعید سے موسوم نہیں کیا جائے گا۔

(۳) بدبختی و شقاوت کی تیسری قسم تکبر اور غرور ہے جسے فریفتگی اور نیدار کہا گیا ہے اس میں مبتلا ہونے والے کی مثال ایسے دی جا سکتی ہے کہ وہ حج پر جانا چاہتا ہے اور اسے جنگل میں خالص سونے کی ضرورت ہے۔ وہ بازار جائے اور تمام پونجی پتی دے کر سونا حاصل کر لے۔ مگر جو سونا اسے دیا گیا تھا وہ کھوٹا ہے مگر اس نے قبول کر لیا ہے اس لئے کہ وہ کھوٹے، کھرے کی پہچان ہی نہیں رکھتا۔ اور اسی مستی میں سفر کر رہا ہے کہ میرے پاس سونا ہے اس سے میں جو چاہے خرید لوں گا۔ لیکن دیہات میں پہنچے اور پھر

marfat.com

بوقت ضرورت سونا دے کر اشیاء خریدنے لگے تو کھوٹا ہونے کی وجہ سے کوئی اسے لینا کیا دیکھنے کا بھی روادار نہیں ہوا تو وہ حسرت سے ہاتھ ملتے ہوئے ان کا منہ دیکھتا رہ جائے گا۔

ایسے ہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قیامت کے دن یہی خسارے میں ہوں گے جو بزعم خویش مجاہدہ ریاضت کے چمپئن کہلاتے تھے۔ اور اس خوش فہمی میں تھے کہ ان کے اعمال نیک اور پاکیزہ ہیں لیکن جب حساب کا وقت آئے گا تو اپنے ہر عمل کو خلاف امر الٰہی پائیں گے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کی بنیادی غلطی یہ ہوتی ہے کہ انہوں نے صرافی کا علم ہی حاصل نہیں کیا ہوتا چاہیے تو یہ کہ سونا خریدنے سے قبل کھوٹے کھرے کی معرفت حاصل کرے تاکہ کوئی اسے دھوکہ نہ دے سکے۔ اگر از خود نہ پہچان کر پائے تو کسی دوسرے سے ہی شناخت کرائے یہ بھی نہ ہو تو کسوٹی ہاتھ میں ہو تو اس سے پرکھ لے جب ان امور میں اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو سوائے دھوکہ کھانے کے اور کیا پائے گا۔

صراف تو راہ دین کی مانند ہے۔ اسے مرشد سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا انسان کے لئے ضروری ہے کہ پہلے بذات خود پیر و مرشد کے مقام تک پہنچنے کی کوشش کرے۔ ورنہ کسی مرشد کی صحبت اختیار کرے اور اپنا مدعا و مقصد اسے بتائے اور اس سے جس طرح ممکن ہو فیض حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو کسوٹی حاصل کرنے میں قطعاً سستی سے کام نہ لے حقیقت میں کسوٹی اس کی اپنی شہوت ہی ہے کہ جس طرف شہوت چلانے کی کوشش کرے فوراً چابکدستی سے سمجھے کہ یہ باطل ہے گو اس میں بھی غلطی کا امکان ہے لیکن اکثر و بیشتر یہ ترکیب مؤثر اور مفید ثابت ہوتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ بنیادی طور پر تو اس میں نادانی و غفلت کا ہی عمل دخل ہے تین قسموں پر مشتمل ہے جن کی تفصیل سے آگاہ ہونا نیز اس کا تیزی اور مستعدی سے علاج کرنا فرض عین ہے ان میں پہلی بات تو یہ کہ راہ حق کی پہچان ہو۔ دوسری یہ کہ راہ حق پر قدم بڑھائے' اگر ان دونوں کو پالیا جائے تو پھر کوئی کمی رہتی ہی نہیں۔

حضرت امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا کرتے ہیں "اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ الٰہی حق دکھا اور پھر اس پر چلنے کی توفیق مرحمت فرما۔ قبل ازیں ہم عدم طاقت کے علاج سے آگاہ کر چکے ہیں۔ اب غفلت و نادانی سے بچنے کی تدابیر اور علاج بتایا جاتا ہے۔

☆ علاج غفلت و نادانی:

واضح ہو کہ دنیا میں اکثر لوگ گمراہی کے حجابات میں پھنسے ہوئے ہیں اس کا سبب محض غفلت ہے۔ ان میں ننانوے پرسنٹ اسی تغافل کا شکار ہیں غفلت سے مراد یہ ہے کہ وہ اخروی امور سے بے خبر ہیں۔ اگر خبردار ہوتے تو ایسی غفلت تقصیر و عصیاں میں مبتلا نہ ہوتے۔ اس لئے کہ انسان کی تخلیق ہی ایسے کی گئی ہے کہ جہاں کہیں اور جیسے ہی خطرہ درپیش ہوتا ہے یہ اس سے بچاؤ پر آمادہ نظر آتا ہے۔ خواہ کتنے ہی مصائب و محنت سے دوچار ہی کیوں نہ ہونا پڑے اور یہ خطرات انوار نبوت سے ہی دیکھے جاسکتے ہیں۔ یا پھر نبوت کے منادی کے ذریعے یا علمائے حق جو وارث و جانشین انبیاء ہیں ان کی تبلیغ و اشاعت کے وسیلہ سے پہچانے جاسکتے ہیں۔

جو آدمی سر راہ سو گیا اس کا علاج اس کے سوا اور کیا ہے کہ اسے کوئی مشفق و مہربان جگائے اور ان مشفقین میں سب سے پہلے مہربان و مشفق انبیاء و رسل علیہم السلام ہیں اور ہمارے اولین مہربان اور کرم فرما سید عالم نبی مکرم رحمۃ للعالمین جناب احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات والا برکات ہیں پھر آپ کے خلفاء و نائبین جو صحابہ کرام اور علمائے امت ہیں حضرات انبیاء کرام علیہم

marfat.com

السلام کو دنیا میں بھیجا ہی صرف اسی غرض سے گیا وہ لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کرتے رہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ میرے حبیب آپ کو صرف اسی غرض سے بھیجا گیا ہے کہ ہماری مخلوق کو خواب غفلت سے جگائیں۔ اور ان لوگوں کو فرما دیجئے کہ تم میں ہر ایک دوزخ کے کنارے پر پہنچ چکا ہے (جس سے بچ جایئے) نیز یہ بھی فرما دیجئے کہ جس نے دنیوی امور میں حرص و آز سے کام لیا تو وہ سمجھ لے اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنایا۔ حرص و طمع کو اس سائبان کی طرح سمجھیں جو دوزخ کے اوپر تان دیا گیا ہے اور جو بھی اس کے اوپر سے گزرے گا وہ دوزخ میں گر پڑے گا۔ اور جس شخص نے اپنی خواہشات و شہوات کی مخالفت کی وہ یقیناً جنتی ہے۔

شہوت اس گھاٹی کی مثل ہے جو راہ جنت میں واقع ہے جس نے اسے عبور کر لیا وہ جنتی ہے۔ اس لئے کہ مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ تو خواہشات میں گھر چکی ہے اور جنت مکروہات میں لہٰذا صحراؤں اور جنگلوں میں رہنے والے' اعرابی یا بدو جن کے پاس علماء و مبلغ حضرات کا پہنچنا مشکل ترین ہے وہ خواب غفلت میں پڑے رہتے ہیں انہیں کوئی جگانے والا نہیں ہوتا اور از خود وہ دوزخ کے خطرات سے آگاہ بھی نہیں ہوتے جس کے باعث وہ راہ حق پر نہیں چل پاتے گویا کہ ان کی حالت قبرستان والوں کی سی ہے۔ (کیونکہ مردہ' مردوں کو نہیں جگا سکتا اور نہ ہی زندہ مردے کو زندہ کر سکتا ہے (الا ماشاء اللہ)

حدیث شریف میں ہے گاؤں میں بسنے والے گویا قبروں کے باشندے ہیں بلکہ شہروں میں اگر علماء کرام وعظ و تبلیغ سے کام نہ لیں اور از خود دنیوی امور میں مشغول ہو جائیں اور مصائب و آلام دینیہ کا انہیں احساس تک نہ ہو تو شہروں کے رہنے والے تغافل کا شکار ہو جاتے ہیں نیز علمائے شہر بھی پند و نصائح کی بجائے بازاری واعظین و مقررین کا انداز اختیار کر لیں۔ لغویات و واہیات' بیہودہ گوئی اور بیکار باتوں سے دل بہلانا شروع کر دیں جو عموماً دیکھا گیا ہے تو لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں گے کہ کوئی بات نہیں ہم جو کچھ بھی کرتے رہیں رحمت خداوندی ہمارے شامل حال رہے گی تو قوم کا حال غافلین سے بدتر ہو جائے گا۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ کوئی آدمی سر راہ سو رہا ہے۔ پھر کسی نے اسے بیدار کر دیا مگر بیدار کرتے ہی نشہ آور چیز کھلا دی جس سے وہ پہلے سے بھی زیادہ مست و مدہوش ہو گیا۔ یوں اس کی حالت پہلے سے بھی بدتر ہو گئی۔ پہلے سے آواز دینے سے جاگنے کی امید تھی مگر اب تو مدہوشی اور غفلت کا یہ عالم ہے کہ اسے پچاس بار پاؤں کی ٹھوکروں سے بھی جگائیں تب بھی اسے خبر تک نہ ہونے پائے گی اس لئے کہ وہ اب اپنے آپ میں ہی نہیں رہا۔

ظاہر ہے جب عام آدمی ایسی مجلس وعظ میں خرافات سنے گا تو لازماً ویسی ہی اس میں صفات پیدا ہوں گی۔ آخرت کے خطرات سے تو درکنار اس کے دل سے تو آخرت کا خیال بھی نکل جائے گا۔ پھر اسے جو کچھ بھی کہا جائے وہ یہی کہتا رہے گا! اللہ بڑا رحیم و کریم ہے۔ میرے گناہوں سے اس کا کیا بگڑتا ہے؟ اور اس کی جنت کوئی تنگ و تاریک معمولی سی کوٹھڑی تھوڑی ہے بلکہ وہ تو زمین و آسمانوں سے بھی وسیع و کشادہ ہے۔ وہاں تو کروڑوں انسان بآسانی سما جائیں گے مجھ جیسے گنہگاروں سے اللہ تعالیٰ کا تنگ آ جانا بعید از رحمت خداوندی ہے۔ ایسی ایسی لغویات ان کے دل و دماغ پر مسلط ہو جاتی ہیں۔ ان کی مثال ایسے طبیب سے ہے جو بیمار کو شہد پلانے پر اصرار کرتا ہے جو پہلے ہی گرمی کا شکار ہو چکا ہے اور گرمی کی شدت سے قریب الموت ہے۔ حالانکہ شہد تو شفا ہے۔ مگر ایسی صورت میں جب سردی کے باعث کوئی بخار میں مبتلا ہوا ہو۔

بیشک آیات قرآنی اور احادیث حبیب ربانی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور امید رحمت الٰہی شفا دیتی ہیں لیکن جو دو قسم کے بیمار ہوں

marfat.com

ایک جن کے گناہ اس قدر ہوں کہ وہ رحمت الٰہی سے ناامیدی اور مایوسی کی آخری حد تک پہنچ چکا ہو اور ناامیدی کی زیادتی کے باعث توبہ کی طرف بھی نہ آتا ہو یہ سمجھتے ہوئے کہ میری توبہ قبول ہی کب ہوگی۔ پس ایسے عصیاں شعار مریض کے لئے آیات واحادیث شفا کا درجہ رکھتی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے لاتقنطوا من رحمة الله ! میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے بندوں کو آگاہ فرمادیجئے کہ ناامیدی کو اپنے دل میں جگہ نہ دو حق تعالیٰ تمہارے تمام گناہ معاف کردے گا۔ بشرطیکہ توبہ اختیار کرو' اس کی طرف لوٹ آؤ اور اس کے احکامات پر عمل پیرا ہو جاؤ۔

دوسرا وہ بیمار جس پر اللہ تعالیٰ کی گرفت کا خوف اتنا مسلط ہو چکا ہو کہ عبادات واطاعت سے بھی اس کا دل غیر مطمئن رہے اور مزید کہ سوچنے لگے کہ وہ بے حد مجاہدات وریاضیات کے باعث کہیں ہلاک ہی نہ ہو جائے۔ ایسا آدمی نہ راتوں کو سوتا ہے اور نہ ہی کچھ کھاتا پیتا ہے۔ تو ایسے مریض کے لئے آیات شریفہ اور احادیث مقدسہ جن میں رحمت وشفا کا ذکر ہے۔ اس کے زخموں پر مرہم کا کام دیتی ہیں مگر یہی آیات اور احادیث مبارکہ غافلین کو سنائی جائیں تو ان پر نمک پاشی کا کام کرتی ہیں۔ ظاہر ہے جب زخموں پر نمک پاشی ہوگی تو مرض ترقی کرے گا۔ بیماری بڑھے گی پھر افاقہ کی امید کہاں! اس طبیب کی طرح جو گرمی میں شہد سے علاج کرتا ہے۔ وہ بیمار کی جان کو ہلاکت میں ڈالے گا۔ ایسا عالم بھی لوگوں کے دین کو تباہ وبرباد کرتا ہے۔ اور وہ دجال کا ساتھی نیز شیطان کا دوست ہے۔ بلکہ جہاں ایسا عالم ہو وہاں شیطان کو جانے کی ضرورت نہیں پڑتی کیونکہ اس کا مستقل نائب وہاں پہلے ہی موجود ہے۔

اگر ایسا خطیب وواعظ گفتگو عین شریعت اور دین اسلام کے مطابق کرتا ہو۔ لیکن اس کا کریکٹر' کردار اور سیرت اپنی گفتار کے بالکل برعکس ہو اور دنیا کی حرص اس پر سوار ہو تو محض اس کی عمدہ باتوں سے دوسروں کے دل پر جو غفلت کے پردے پڑ چکے ہیں کیسے دور ہوں گے؟ اس کی مثال ایسے شخص سے دی جاسکتی ہے کہ جس نے مٹھائی کی پلیٹ اپنے آگے رکھی ہوئی ہے اور دونوں ہاتھوں سے خوب مزے سے کھا رہا ہے مگر دوسروں کو ساتھ ساتھ کہے جا رہا ہے اس میں زہر ہے تم اس کے قریب مت آنا۔ دیکھنے والے اچھی طرح سمجھ لیں گے کہ یہ صرف ہمیں دور رکھنے کے لئے کہہ رہا ہے تاکہ اکیلا ہی ہڑپ کر جائے اور دوسرا چکھ بھی نہ سکے۔

تاہم اگر خطیب وواعظ کے گفتار اور کردار میں ہم آہنگی پائی جاتی ہو اور سچائی کے باعث اسے مقبول عام حاصل ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ازخود ان کے پاس پہنچ کر وعظ ونصیحت کرے خواہ کوئی عمل پیرا ہو یا نہ' سنے یا نہ سنے اپنا تبلیغی فرض ادا کرنے میں سستی سے کام نہ لے۔

پس اس طویل گفتگو سے واضح ہوا کہ جب لوگ ننانوے پرسنٹ غفلت وحجاب کے باعث آخرت سے بے خبر ہیں اور غفلت ایسی بیماری ہے کہ اس کا علاج بیمار کے اپنے ہاتھ میں ہوتا ہی نہیں۔ نیز غافل کو اپنی غفلت کا پتہ ہی نہیں چلتا تو وہ علاج ہی کب کرائے گا؟ لہٰذا ایسے غافلین کے لئے علمائے حق ہی صحیح معالج ہیں جیسے بچوں کو ہوش سنبھالتے ہی ماں باپ معلم کی کوشش سے غافل نہیں ہونے دیتے اسی طرح صحیح مبلغین وواعظین کا فرض ہے کہ وہ عوام مسلمین کو غفلت سے بچانے کی کوشش کریں اور انہیں بیدار کریں مگر اب دنیا میں ایسے خوش بخت واعظین نہایت کمیاب ہیں جن کی عدم موجودگی کے باعث غفلت کی بیماری پھیلتی ہی جا رہی ہے اور لوگ حجابات میں گرفتار ہوتے جا رہے ہیں۔ آج کے خطباء ومقررین' واعظین اور ناصحین اگر لوگوں کو کچھ باتیں بتاتے بھی ہیں تو محض زبانی جمع خرچ کے سوا کچھ نہیں کرتے اس لئے کہ وہ ازخود حجابات میں پھنسے ہوئے ہیں۔ زبان سے کہہ رہے ہوتے ہیں مگر ان کا اپنا دل غیر مطمئن ہوتا

marfat.com

ہے جس کے باعث ان کے مواعظ تاثیر سے یکسر خالی ہوتے ہیں۔ پھر استفادہ کی امید کہاں (حالانکہ مشہور ہے)

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

فصل: حقیقت ضلالت اور علاج گمراہی

واضح ہو کہ ایک ان لوگوں کی جماعت بھی ہے جو آخرت سے باخبر تو ہیں لیکن ان کا اعتقاد سچائی کے راستے سے اتنا دور لے جاتا ہے کہ وہ غلط راہوں پر ٹامک ٹوئیاں مارے پھرتے ہیں' وہی گمراہی ان کے لئے حجاب ثابت ہوتی ہے۔ اس موضوع کی وضاحت کے لئے ہم پانچ مثالیں پیش کرتے ہیں تا کہ حقیقت عیاں ہو جائے۔

☆ پہلی مثال ایسے لوگوں کی ہے جو وجود آخرت کے منکر ہیں اور وہ یہ تصور کئے ہوئے ہیں کہ آدمی جب مرجاتا ہے تو نیست و نابود ہو جاتا ہے جیسے خشک گھاس ہوا میں بکھر جاتی ہے یا چراغ بجھ جاتا ہے۔ پس وہ اسی خام خیالی کے باعث تقویٰ چھوڑ دیتے ہیں اور آخرت سے منہ موڑ کر دنیوی عیش و عشرت میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کا نظریہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے جو کچھ فرمایا ہے بس محض دنیوی زندگی کی اصلاح و فلاح کے لئے ہی فرمایا ہے اور بس! بلکہ ان لوگوں کی بدگمانی و غفلت یہاں تک پہنچ چکی ہوتی ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے کہہ دیتے ہیں کہ انہوں نے حصول جاہ و مراتب کے لئے لوگوں کو اپنا تابع فرمان بنایا تھا (گویا کہ وہ سیاسی رہنما تھے العیاذ باللہ) بعض بدبخت تو برملا کہہ دیتے ہیں کہ یہ دوزخ وغیرہ تو محض ایک کہانی ہے جیسے بچے کو سکول نہ جانے پر کہہ دیتے ہیں کہ اگر تو سکول نہیں جائے گا تو تجھے چوہوں کے بل میں ڈال دیا جائے گا مگر یہ مفکر حضرات اگر اپنی اسی مثال سے سبق حاصل کریں تو انہیں اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ اگر سکول نہ جائے اور جاہل رہ جائے تو بچے کو اس کی بدنیتی کے باعث جس نحوست اور بدبختی کا زندگی بھر سامنا کرنا پڑے گا وہ چوہوں کے بل میں ڈالنے سے بھی بدتر ہوگا۔ جیسے اہل بصیرت کہتے ہیں اللہ تعالیٰ سے حجاب میں رہنا دوزخ کے عذاب سے بھی بدتر ہے۔ ایسے لوگوں کی غلط سوچ کا سبب محض حرص و ہوا کی غلامی ہے۔ تاہم یہ انکار انہیں بھلا لگتا ہے۔ اس لئے کہ ان کی شہوت کے عین مطابق ہے جس سے وہ مغلوب ہیں اور آخری زمانے میں اس بداعتقادی کا غلبہ اکثر لوگوں کے باطن میں ہوگا۔ گو وہ زبانی طور پر اظہار کریں یا نہ' بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس بداعتقادی کے نظریہ کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کریں مگر ان کے اعمال و افعال از خود دلیل ہوں گے ورنہ جہاں تک متفکر اور خوف زدہ ہونے کا معاملہ ہے یہ لوگ دنیا کا رنج شب و روز اٹھائے پھرتے ہیں۔ لیکن عاقبت کا ڈر اس لئے نہیں ہوتا کہ ان کا اس پر اعتقاد ہی نہیں اگر اس کے معتقد ہوتے تو مذاق نہ اڑاتے اور اس کا علاج ہے کہ آخرت کی حقیقت کو سمجھیں اور اس کے تین طریقے ہیں پہلا طریقہ یہ ہے کہ جنت اور جہنم کے ان احوال سے آگاہی حاصل کریں جو انبیاء کرام علیہم السلام جو معلوم تھے۔ جو ان کے مشاہدات تھے۔ قوت مشاہدہ ایک نہایت ہی نادر اور عجیب چیز ہے۔ اور اس پر وہی ایمان لائے گا جس کا عقیدہ درست اور باطن صحیح ہو۔ اور جو شخص آخرت کا قائل ہی نہ ہو وہ اس پر ایمان کیسے لائے گا اور پھر اس میں طلب کی تڑپ کیسے پیدا ہوگی؟ اور اگر بالفرض تڑپ پیدا ہو بھی جائے تو اسے اس حد تک رسائی کیسے ہوگی؟

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دلائل و براہین سے پہنچانے کی کوشش کرے کہ انسان ہے کیا؟ اور اس کی روح کی حقیقت کیا ہے؟ تا کہ اس پر واضح ہو جائے کہ دراصل وہ ایک جوہر ہے جو بنفسہ قائم ہے اور قالب سے بے نیاز! یعنی روح جسم کی محتاج نہیں اس جسم کی حیثیت اگر

marfat.com

کچھ ہے بھی تو محض روح کے لئے سوہدی یا آلہ کی سی ہے نہ کہ "توام" جسم کے مٹ جانے سے روح اور انسانی حقیقت کو فنا نہیں ہے اور اس حقیقت سے آگاہی کا ایک نہایت ہی دشوار گزار اور نادر ترین طریقہ ہے جس سے ہمارا اشارہ علمائے راسخ کی جانب ہے اور یہ انہی کے ساتھ مختص ہے۔

تیسرا طریقہ جو عوام کے لئے ہے۔ وہ یہ کہ معرفت کا نور دوسروں میں سرایت کرتا ہے انبیاء کرام سے یا اولیاء کرام و علمائے راسخین سے یعنی عوام ان بزرگوں کی صحبت سے معرفت کے فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔ ان کی زیارت سے ان کی صحبت سے

یک زمانہ صحبت با اولیا بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اور یہی بات ایمان کی معرفت کہلاتی ہے۔ جسے پیر کامل اور عالم ربانی کی صحبت میسر نہ آئے وہ بد بخت اور شقی ہے۔ مرشد برحق اور عالم صالح جس قدر بزرگ و عظیم ہوگا اسی قدر نور ایمان بھی اس کی ذات سے زیادہ تر سرایت کرے گا اور یہی وجہ ہے کہ اس ایمان کا نور سب سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم میں پایا جاتا تھا کیونکہ انہوں نے براہ راست حضور پرنور سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا انہوں نے بذات خود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی اور مشاہدہ سے استفادہ کیا تھا۔ ان کے بعد تابعین کا درجہ ہے جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے نور ایمان سے استفاضہ کیا چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم سب سے بہتر میرا زمانہ پھر میرے زمانے کے ساتھ والا پھر اس کے ساتھ والا۔ یعنی سب سے اچھے لوگ میرے زمانے میں میرے صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین و تبع تابعین ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ ایک بچہ اپنے باپ کو دیکھ رہا ہے مگر جب اسے سانپ نظر آتا ہے تو وہ بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ سانپ کے ڈر سے باپ اپنا گھر بار چھوڑ دیتا ہے۔ بچے کے مشاہدہ میں یہ واقعہ متعدد بار پیش آتا ہے تو لامحالہ بچے کے ذہن میں یہ بات پختہ ہو جائے گی کہ سانپ ایک بری بلا ہے۔ وہ اس سے ضرور بھاگنے کی کوشش کرے گا۔ حالانکہ اسے یہ معلوم نہیں کہ اس سے نقصان اور ضرر کی حقیقت کیسی ہے؟ ممکن ہے اس نے سن رکھا ہو کہ اس میں زہر ہوتی ہے مگر زہر کا بھی وہ نام ہی جانتا ہے اس کے اثر اور حقیقت سے بے خبر ہے۔ لیکن اس پر خوف اس قدر غالب آچکا ہے کہ وہ اس سے بے حد ڈرتا ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام کے مشاہدے کی نوعیت بعینہ ایسی ہی ہے گویا کہ کوئی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ سانپ نے کسی کو کاٹا ہے اور وہ مر گیا ہے پھر کسی اور کو کاٹا تو وہ بھی مر گیا۔ یوں ہی متعدد لوگوں کو کاٹا اور وہ چل بسے تو اس شخص نے سانپ کے زہر کی حقیقت کو اس طرح اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اور یقین ہو گیا کہ یہ لازماً ضرر رساں ہے۔ یہی مدعائے یقین ہے اور علمائے راسخین کے دلائل و براہین کی مثال اس طرح سے ہے کہ انہوں نے سانپ دیکھا تو نہ ہو لیکن آدمی اور سانپ کے مزاج میں جو تضاد پایا جاتا ہے ان سے ایسی چیز کو پالیا جو ایک دوسرے کی ضد ہے۔ اس طرح بھی یقین پختہ ہو جاتا ہے گو مشاہدے کی مانند نہیں مگر عوام کا علمائے حق اور بزرگان دین کی ہی صحبت کا نتیجہ ہے اور یہ ایسے معالج ہیں جو عوام کو بآسانی میسر آسکتے ہیں (اور ہر قسم کے لوگوں کو علمائے حق کی صحبت میں رہ کر اپنا روحانی علاج کرانا چاہیے)

☆ دوسری مثال: ان لوگوں کی ہے جو آخرت کے منکر نہیں اور نہ ہی فنا سے انکاری ہیں مگر حیرت و تحیر کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اور وہ یہی کہیں گے کہ آخرت کی حقیقت کو نہیں پہچانا جاسکتا۔ ساتھ ہی ساتھ شیطان بھی ان کا معاون بن جاتا ہے۔ اور کہتا ہے دنیا تو یقیناً ہے لیکن آخرت مشتبہ چیز ہے۔ تو ایک یقینی شئی کو مشتبہ قرار دینا ان لوگوں کا یہی نظریہ باطل ہے۔ جبکہ اہل یقین کے نزدیک آخرت

marfat.com

ایک یقینی امر ہے۔ حیرانیوں کا بس پھر یہی علاج ہے کہ ان سے کوئی دریافت کرے کہ دوا کی تلخی تو یقینی ہے لیکن شفا تو مشکوک ہوتی ہے۔ پھر اسے کیوں پی لیتے ہو؟

دریا میں کشتی کا سفر یقیناً خطرناک ہے جبکہ تجارت میں نفع مشتبہ ہے۔ پھر مشتبہ نفع کے لئے سفر پر سفر چہ معنی دارد؟ یوں ہی اگر تمہیں پیاس نے نڈھال کر رکھا ہے جب پانی پینے لگے تو کسی نے کہہ دیا اس میں سانپ نے منہ مارا ہے۔ اب پانی کی لذت اور سانپ کا اس میں کا منہ ڈالنا مشتبہ ہے لیکن باوجود شدید پیاس کے اس سے ہاتھ روک لیتے ہو؟ کیوں؟ اگر جواباً یہ کہو کہ یقین کر لیا جائے اور اس سے جو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے وہ قابل برداشت ہے۔ یعنی پیاس ہی تو ہے کچھ دیر تک اس کی تلخی کو برداشت کر لیتے ہیں۔ مگر یقین نہ کریں اور سانپ کے منہ ڈالنے کی بات درست ثابت ہو تو اس میں جان کا خطرہ ہے پس پانی کے لئے صبر ہو سکتا ہے مگر جان گنوانے پر صبر کیسے ممکن ہو؟ تو ہم کہتے ہیں دنیوی لذات کی بھی یہی حقیقت ہے زیادہ سے زیادہ سو سال تک رہے گی اور جب یہ زندگی تمام ہوئی سب لذات جہان فانی خواب و خیال سے آگے نہ بڑھ سکیں۔ جبکہ عالم آخرت دائمی ہے۔ وہاں موت کا تصور نہیں تو محض زیادہ سے زیادہ ایک سو سال کے بدلے دائمی مصائب و آلام کو برداشت نہیں کیا جا سکتا؟ اگر یہ بات جھوٹ ہے تو پھر یوں کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ہم نہ دنیا میں آئے نہ رہے، نہ ازل میں تھے اور نہ ہی ابد میں ہوں گے اور اگر یہ سچ ہے اور یقیناً سچ ہے تو پھر عالم آخرت پر ایمان لا کر دائمی عذاب سے رہائی پانے میں کونسا نقصان ہے؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک بے دین نے کہا اگر تو ایسا ہی ہے جیسا تو کہتا ہے تو پھر سبھی کے لئے رہائی ہی رہائی ہے۔ جس میں ہم بھی شامل ہیں لیکن اگر ایسے نہ ہوا تو پھر ہم رہائی پائیں گے اور تو پکڑا جائے گا۔

☆ تیسری مثال: ان لوگوں کی ہے جو آخرت پر ایمان تو رکھتے ہیں مگر عملاً انکاری ہیں کہ دیکھتے ہوئے کہ آخرت تو ادھار کا سودا ہے جبکہ دنیا نقد سودا ہے۔ نقد ادھار سے بہتر ہے۔ لیکن انہیں اتنی بھی خبر نہیں کہ نقد کو ادھار پر ترجیح اسی وقت دی جا سکتی ہے جبکہ مقدار میں دونوں یکساں ہوں لیکن ادھار ایک ہزار روپے کا اور نقد صرف ایک پیسہ ہو تو بتایئے ادھار اچھا ہے یا نقد؟ اور یہ تو دنیوی معاملات میں روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ کاروبار دنیا میں ادھار میں بہت زیادہ نفع مل رہا ہو تو نقد پر ترجیح دیتے ہیں اس سے تو انکار کی کسی عقلمند کو مجال نہیں۔ لہٰذا یہ سوچ انتہائی غلط اور گمراہ کن ہے کہ اتنی سی بھی معرفت نصیب نہ ہو!!

☆ چوتھی مثال: ان لوگوں کی ہے جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن دنیا میں تمام امور ان کی حسب مراد اور طلب کے مطابق ہو رہے ہوتے ہیں اور نوع بہ نوع نعمتیں بکثرت میسر ہوتی رہتی ہیں تو بڑے لطف سے کہہ دیتے ہیں کہ یہاں ہی نعمتوں کی کوئی کمی نہیں ہے تو وہاں کیسے ہوگی؟ اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہاں نعمتوں سے نواز رکھا ہے تو وہاں بھی عطا فرمائے گا کیونکہ وہ ہمیں دوست رکھتا ہے لہٰذا وہاں بھی دوستی برقرار رہے گی۔ جیسے سورۂ کہف میں دو بھائیوں کا قصہ ہے جو مالدار تھا وہ کہنے لگا۔ اگر میں اپنے رب کے ہاں پہنچا تو ضرور اس باغ سے اعلیٰ پاؤں گا اور وہاں مجھے عمدہ جگہ ملے گی جب کہ دوسرے نے کہا اگر میں اپنے رب کے ہاں پہنچا تو میرے لئے اس کے پاس اس سے بھی اچھی جگہ ہے اس کا علاج یہ ہے کہ اگر اس سے کوئی دریافت کرے کہ فرض کریں ایک شخص کا ایک بیٹا ہے ایک غلام ہے بیٹا بے حد پیارا ہے اور غلام کو بے حد ذلیل و خوار رکھتا ہے۔ چنانچہ بیٹے کا مستقبل روشن اور تابناک بنانے کے لئے سارا دن سکول میں بند رکھتا ہے۔ جہاں وہ ماسٹر صاحب کی مار کٹائی کا بھی سامنا کرتا

marfat.com

ہے جبکہ غلام سارا دن مٹر گشت کرتا پھرتا ہے جہاں دل چاہتا ہے جاتا ہے۔اس لئے کہ اسے ذلت وخواری کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اب غلام یہ سوچنے لگے کہ میرے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے مالک کی محبت و دوستی اور شفقت کا نتیجہ ہے اور یہ کہتا پھرے کہ مالک کو جتنی محبت مجھ سے ہے اتنی تو اسے اپنے لخت جگر سے بھی نہیں تو بتایئے کیا یہ اس کی سراسر حماقت اور بے وقوفی نہیں ہے؟ یوں ہی اللہ رب العزت کی بھی یہی سنت ہے وہ اپنے پیاروں کو دنیا سے دور رکھتا ہے اور اپنے دشمنوں کو دنیا بھر کی نعمتوں سے مالا مال کر دیتا ہے۔لیکن ایسے آدمی کی حالت جو دنیوی مال و دولت کی مستی میں آخرت کے بارے سستی سے کام لے ایسے شخص کی سی ہے جو تخم ریزی کے موسم میں زمین کو خالی پڑا رہنے دے تو کاٹنے کے وقت سوچے کیا کاٹے گا؟ (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الدنیا مزرعة الآخرہ دنیا تو آخرت کی کھیتی ہے۔لہٰذا وقت پر کام ہی کام ہے۔بصورت دیگر حسرت ناکام؟

وقت پر کافی ہے قطرہ ابر خوش ہنگام کا جل کیا جب کھیت مینہ برسا تو پھر کس کام کا

☆ پانچویں مثال: یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو ہمیشہ یہی وظیفہ کرتے رہتے ہیں کہ اللہ رب العزت رحیم و کریم ہے۔وہ کسی کو جنت میں جانے سے نہیں روکے گا (ورنہ اس کی رحیمی و کریمی چہ معنی دارد؟) مگر یہ بے وقوف اور احمق یہ نہیں سوچتا کہ اس سے بڑھ کر اس کا کرم اور کیا ہوگا کہ اس نے اپنی بے پایاں رحمت کے باعث اپنے رحم و کرم سے مستفید ہونے کے بے شمار وسائل اور ان گنت ذرائع مہیا کر رکھے ہیں جیسے ایک دانہ کاشت کریں تو سات سو دانے عطا فرما دیتا ہے۔یوں ہی تھوڑی سی عبادت کے بدلے ابدی دائمی بادشاہت کی بشارتوں سے نوازتا ہے۔اگر اس کے رحم و کرم سے یہی مراد ہے تو' تو زراعت میں پسینہ پسینہ کیوں ہوتا ہے؟ تجارت کے لئے کیوں مارا مارا پھرتا ہے؟ کسب معاش کے لئے کیوں ٹھوکریں کھاتا ہے؟ کیوں نہیں صبر سے بیٹھ رہتا؟ آخر اللہ کریم ہے وہ قادر ہے ہر چاہت کا مالک ہے تجھے بغیر بیج بوئے فصل عطا کر دے جیسے سبزہ اور دوسرے نباتات بلا کسی آدمی کے تخم ریزی کئے اگا دیتا ہے جب تجھے اس قسم کے رحم و کرم پر یقین نہیں کہ جب تک بوئے گا نہیں گائے گا بھی نہیں تو پھر آخرت کی کھیتی کے بارے تو بے نیاز اور فکر کیوں ہے؟ تو وہاں کے لئے اس پر کیوں یقین نہیں رکھتا کہ بلا اعمال صالحہ خدا کی رضا و خوشنودی کا حصول مشکل ہے جبکہ یہاں کے لئے بھی تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وما من دآبة الارض الاعلی الله رزقها (سورہ ہود آیت:۶) روئے زمین پر چلنے والا ایسا کوئی نہیں جس کا رزق اللہ کا ذمہ کرم پر نہ ہو! اور تو صرف وہاں کے لئے ہی بے فکر ہے۔حالانکہ واضح ارشاد ہے کہ انسان کو تو صرف اپنے اعمال ہی کی جزا ملے گی (سورہ النجم آیت:۴) لہٰذا یہی گمراہی کی آخری منزل ہے۔نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں احمق وہی ہے جو خواہشات نفسانیہ کا پرچاری ہو! اور اللہ تعالیٰ سے نیکی کی امید رکھے۔

یہ تو وہی ہوا کہ کوئی آدمی بلا نکاح اولاد کا خواہش مند ہو یا نکاح کرے اور بلا صحبت اولاد کی امید رکھے یا صحبت کرے مگر مانع باندھ پھینک دے (جیسے آج کل فیملی پلاننگ کی وبا نے گھیر رکھا ہے) ظاہر ہے بلا فعل ایسی امید حماقت کے مترادف ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ قادر قیوم' خالق اکبر جل مجدہ الکریم ان باتوں کے بغیر بھی اولاد عطا فرما سکتا ہے۔مگر عاقل وہی ہے جو نکاح کرے' صحبت کرے تخم ڈالے اور پھر اس ذات کریم سے دعا مانگے کہ وہ آفتوں سے بچائے اولاد کا منہ دکھائے۔جو شخص ایسے ایمان نہیں لاتا یا ایمان لاتا ہے مگر نیک اعمال نہیں کرتا اور امید رکھتا ہے کہ اسے بخش دیا جائے گا تو وہ احمق اور بے وقوف ہے۔اور جو کوئی ایمان کے ساتھ ساتھ نیک اعمال بھی بجالاتا ہے۔پھر فضل خداوندی پر امید رکھتا ہے کہ وہی ذات آفات و بلیات سے بچائے گی اور بوقت موت ایمان

marfat.com

سلامت رکھے گا تو ایسا انسان عقلمند ہے۔

فصل: اہل پندار اور ان کا علاج

واضح ہو کہ اہل پندار یعنی مغرور حضرات اس دھوکے میں پڑ چکے ہیں کہ ہمارے اعمال صالحہ ہمیں مقبول بارگاہ بنا چکے ہیں۔ حالانکہ وہ نیک گمان رکھنے کے باوجود خسارے سے غافل ہیں انہیں کھوٹے کھرے کی تمیز نہیں اس لئے کہ انہوں نے پرکھنے کا ہنر سیکھا ہی نہیں انہوں نے تو ظاہری شکل وصورت اور رنگ پر دھوکہ کھایا ہے۔ حالانکہ جو صاحبان علم اپنے علم کے مطابق عمل پیرا ہوتے ہوئے غفلت و ضلالت سے نکل بھی آئیں تب بھی ان میں ننانوے فیصد فریب نفس میں مبتلا ہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

روز قیامت حضرت آدم علیہ السلام سے کہا جائے گا اپنی دوزخی اولاد کو علیحدہ کر دیں تو حضرت آدم علیہ السلام عرض کریں گے الٰہی! ان لوگوں میں کتنے نکالوں! ارشاد ہوگا ہزار میں سے نو صد ننانوے الگ کر دو! گو یہ ہمیشہ کے لئے دوزخی نہیں ہیں لیکن کچھ مدت تک انہیں وہاں رہنا پڑے گا۔ ان میں بعض غافل اور بعض اہل ضلالت کچھ فریب خوردہ اور بعض ہوا و ہوس کے پتلے تھے اور وہ از خود جانتے ہیں کہ ہم قصوروار تھے۔

☆ ارباب پندار یا اہل غرور کے گروہ:

ارباب پندار بکثرت ہیں ان کا شمار دشوار ہے مگر ان تمام طبقات کو چار پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا علماء، دوسرا عابدین، تیسرا اصفیا اور چوتھا طبقہ اہل مال و دولت کا ہے!

(۱) طبقہ علماء:

اہل پندار میں پہلا طبقہ علماء کا ہے۔ ان میں بعض نے تو اپنی تمام عمر علم کے حصول میں صرف کی تا کہ بکثرت علوم وفنون حاصل کر سکیں۔ لیکن ان کا عملی کردار کوتاہی کی نذر ہوتا رہا۔ اپنے ہاتھ، کان، آنکھ، زبان یہاں تک کہ شرمگاہ کو بھی معصیت سے محفوظ نہ رکھ سکے۔ یہ تصور کرتے ہوئے کہ وہ علوم وفنون کی اس منزل پر فائز ہو چکے ہیں جہاں پر پہنچ جائیں تو عذاب ختم ہو جاتا ہے اور ان کے اعمال وافعال کے بارے سوال نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کی سفارش سے ہزار ہا گنہگار مغفرت و بخشش سے نوازے جائیں گے ایسے علماء کی مثال اس مریض کی سی ہے جسے بیماری لاحق ہوئی اور اس نے کتاب سے مطالعہ کیا تمام رات نسخہ جات نوٹ کرتا رہا دوا اور پرہیز سے خوب آگاہی حاصل کی لیکن دوائی کو منہ نہیں لگاتا کہ دوا کڑوی ہے۔ ایسے حال میں دوا کے مفید ترین ہونے کے الفاظ دہرانے سے اسے کیا نفع حاصل ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "قد افلح من تزکی" "اسی نے فلاح پائی جس نے پاکیزگی حاصل کی"۔ نیز فرمایا: ونھی النفس عن الھویٰ اور (وہی جنتی ہے) جس نے خواہشات سے نفس کو باز رکھا۔

اس ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ محض تزکیۂ نفس کا علم کافی نہیں بلکہ علم کے حصول کے ساتھ ساتھ عملاً خواہشات نفسانیہ سے اپنے آپ کو صاف وشفاف رکھنے کی کوشش کی تو فلاح وکامرانی اسی کے لئے ہے وہی داخل جنت ہوگا۔ اگر کوئی سادہ لوح انسان وہ احادیث مبارکہ جو فضائل علم میں آئی ہیں یہ ناپختہ شخص کیوں پڑھتا ہے؟ اور وہ ایسی احادیث کو کیوں نہیں پڑھتا جو علمائے سو کے متعلق وارد ہوئی

marfat.com

ہیں قرآن کریم میں ایسے بے عمل عالم کی مثال تو گدھے سے دی گئی ہے جس کی پشت کتابوں سے بھری ہوئی ہے۔ نیز اسے کتے کے مشابہ ٹھہرایا گیا ہے۔

☆ احادیث مبارکہ:

سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علماء سو کے سلسلہ میں فرماتے ہیں انہیں دوزخ میں ایسے پھینکا جائے گا کہ اس کی گردن اور کمر ٹوٹ جائے گی اور دوزخ میں اسے ایسے گھمایا جائے گا جیسے چکی کا گدھا (یا بیل) پھیرے لگاتا ہے۔ تمام دوزخی اس سے پوچھیں گے تو کون ہے؟ اور یہ عذاب کیسے؟ وہ کہے گا میں نیکی کے کام کا حکم دیتا رہا مگر از خود عمل نہ کر سکا۔

☆ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں روز قیامت سخت ترین عذاب میں وہ عالم مبتلا ہوگا جس نے علم پر عمل نہ کیا۔

☆ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' جاہل پر ایک بار افسوس اور عالم پر سات مرتبہ کیونکہ وہ اپنے علم پر عمل نہ کرنے کے باعث بے علم بے عمل کے مقابلہ میں زیادہ سخت عذاب میں گرفتار ہوگا۔ بعض علماء ایسے ہوتے ہیں جنہوں نے علم و عمل میں کوتاہی نہیں کی ہوتی وہ تمام تر ظاہری اعمال بجالاتے ہیں لیکن اپنے دل کی تطہیر سے غافل رہتے ہیں' نیز برے اخلاق' حسد' بغض' ریا' تکبر کا لبادہ ہوتا ہے طلب جاہ اور لوگوں کی بڑائی اور ان کی پرخوش ہوتے ہیں اور ان کی راحت پر بے آرام اور ان احادیث سے غافل رہتے ہیں کہ معمولی سا ریا بھی شرک ہے' وہ شخص داخل بہشت نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر پایا جائے گا۔ حسد تو ایمان کو ایسے راکھ کر دیتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں سیرتوں کو دیکھتا ہے۔

☆ علمائے سو گھاس کی مثال:

ایسے علماء اس شخص کی طرح ہیں جو زمین میں بیج ڈالے' جب گھاس اور جڑی بوٹیاں پیدا ہوں تو انہیں اوپر سے کاٹ ڈالے مگر جڑوں سے اکھاڑ کر باہر پھینکنے کی زحمت گوارا نہ کرے جس کے باعث وہ مزید نشو و نما پائیں یہی حال برے اعمال کا ہے اور اعمال کی جڑ برے اخلاق ہیں پہلے انہیں نکال باہر کریں تو اچھے اعمال کا ظہور ممکن ہے۔ وہ شخص جس کا دل ناپاک مگر ظاہر آراستہ ہے اس کی مثال اس پائخانہ کی سی ہے جس پر باہر تو چونا کیا گیا ہے اور اندر نجاست سے پر ہے۔ یا ایسی قبر کی مانند ہے جس کا ظاہر تو خوب سنورا گیا ہے اور اندر فقط مردہ لاش پڑی ہو۔ یا اس کی مثال اس اندھیرے مکان کی ہے جس کے پیچھے چراغ روشن ہو!

☆ علمائے سو چھلنی کی مثال:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں علماء سو چھلنی کی مثل ہیں کہ اس سے آٹا باہر نکلتا ہے اور چھان (بھوسا) اندر ہی رہتا ہے۔ یہی حال علمائے سو کا کہ لوگوں کو حکمت و دانائی کی باتیں بتاتے ہیں اور از خود ان کے اندر بری عادتیں جگہ پکڑ لیتی ہیں۔

☆ ایک ایسی بھی جماعت ہے کہ جس نے بزعم خود یہ گمان رکھا ہے کہ وہ برے اخلاق سے آگاہ ہیں اور ان سے محفوظ بھی رہنا چاہتے ہیں' نیز اپنے دل کو ان سے صاف و شفاف رکھنے کی خواہش رکھتے ہیں لیکن پھر خود ہی گمان کر لیتے ہیں کہ ہم نے اپنے آپ کو اخلاق رذیلہ سے پاک کر رکھا ہے اور ان کا مقام اتنا بلند ہے کہ برے کام ان سے سرزد ہی نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ وہ تمام لوگوں

marfat.com

سے زیادہ ان برے کاموں کا علم رکھتے ہیں۔لیکن جب ان کے دل میں تکبر جگہ بنالیتا ہے تو شیطان انہیں کہتا ہے یہ تکبر نہیں ہے۔یہ تو عالم کا حق ہے یہ اس کی بزرگی کے شایان شان ہے۔اس لئے تمہاری عزت' دین کی عزت ہے اگر تم باعزت نہ رہو گے تو اسلام کی عزت کیسے ہوگی یوں ہی جب لوگ فخریہ لباس زیب تن کرتے ہیں کاریں' گاڑیاں اور دیگر سامان شان وشوکت پاتے ہیں تو یہ خیال کرتے ہیں یہ افعال باعث رعونت وتکبر نہیں ہیں بلکہ دشمنان دین کی ہزیمت کا سامان ہیں اس لئے کہ جب اہل دول علماء کی شان وشوکت دیکھتے ہیں تو مرعوب ہوتے ہیں اس وقت علمائے سو' رحمۃ للعلمین نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین حضرات ابوبکر صدیق' فاروق اعظم' عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لباس دریدہ و پارینہ کو بھول جاتے ہیں اور یہ تصور کرتے ہیں کہ جو کچھ اب ہم کر رہے ہیں کہ ہمارے تجمل' اور شان ورفعت ومنزلت کے عین مطابق ہے اس سے اسلام عزیز ہوگا۔کیا ان اکابر کے لباس پارینہ سے اسلام کی عزت نہیں تھی؟

اگر ان علمائے سو کا دل حسد کا ٹھکانہ بنتا ہے تو خیال کرتے ہیں اسی میں دین کی مضبوطی ہے۔اگر ریاکاری اختیار کرتے ہیں اس میں مخلوق خدا کی بھلائی وبہتری نہاں ہوتی ہے۔کہتے ہیں کہ لوگ دیکھ کر طاعت وعبادت کے راز سے آگاہ ہوں گے اور ہماری اتباع و پیروی کی طرف گامزن ہوں گے اور جب بادشاہ وقت کا طواف کرتے ہیں تو کہتے ہیں وہاں جانا اس کی تواضع وانکساری کے لئے نہیں بلکہ عوام کی کاربرآری کے لئے ہے۔اور سربراہ وقت کو سلام کرنے میں بہت سی عوامی مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔

اور جب یہی علماء سربراہوں سے حرام مال قبول کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں یہ حلال ہے۔دراصل ہم اس مال کے مالک نہیں یہ تو عوام کی ضروریات پر صرف کریں گے اور دین کے مصالح ہم سے وابستہ ہیں ان پر خرچ کردیں گے۔اگر ایسا عالم ذرا غور وفکر اور تدبر سے کام لے تو اسے محسوس ہوگا کہ اس میں کوئی مصلحت اور خوبی نہیں ہے بلکہ دین کی خوبی تو اسی میں ہے کہ لوگ طلب دنیا سے اعراض کریں جو لوگ اس عالم سو کے کردار کے باعث دنیا کی طرف راغب ہوئے ان کی تعداد ان لوگوں سے کہیں زیادہ ہوگی جنہوں نے دنیا میں رغبت کرنے سے اجتناب کیا۔پس حقیقت میں اسلام کی عزت وعظمت اس عالم سو کے نہ ہونے سے وابستہ ہوئی نہ کہ ہونے سے کہ اسلام کی عزت ورفعت' بہتری اور بھلائی اسی میں ہے کہ یہ اور اس قماش کے لوگ نہ ہوں تو اچھا ہے۔

نفع بخش علم:

ایسے گمان اور خیال باطل ہیں اس پر ہم تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں ان کا ذکر طوالت کا باعث ہے۔بعض لوگ نفس علم کے سمجھنے میں غلط فہمی کا شکار ہوئے جو علم نفع بخش' نفع رساں ہے وہ تو حاصل ہی نہیں کرتے۔علم تفسیر علم حدیث' علم تصوف' علم اخلاق وریاضت وغیرہ جن کا تذکرہ اسی کتاب میں آپ پڑھ چکے ہیں۔علم راہ آخرت' توفیق ایزدی براہ دین' نگہداشت قلب' مراقبہ کا طریقہ وغیرہ علوم ہر انسان پر فرض عین ہیں' لوگ ان نفع بخش اور کارآمد علوم کو مفید شمار ہی نہیں کرتے۔بلکہ جنگ وجدل' مذہبی تعصب' دنیاداروں سے مشابہت کے علوم حاصل کرنے میں لگے رہتے ہیں' اور وہ علوم جو انہیں دنیا سے آخرت کی طرف دعوت دیتے ہیں یعنی حرص سے قناعت' ریا سے اخلاص' غفلت سے تقویٰ پیدا کرنے والے نہ ہوں تو انہیں حاصل کرنے میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں اور ادھار کھائے بیٹھے ہیں کہ علم تو بس یہی ہے جو ہم نے حاصل کیا۔

اور انسان علم دین واخلاق کی طرف متوجہ ہو یہ بے خبر اسے جاہل تصور کرتے ہیں غرضیکہ ایسے غلط خیالات کی فہرست بڑی

marfat.com

طویل ہے جسے ہم نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں کتاب الغرور کے عنوان میں درج کیا ہے۔ پیش نظر کتاب میں تفصیلی کی چنداں ضرورت نہیں۔

☆ نادان واعظ بے وقوف مبلغ:

کچھ ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جنہوں نے علم وعظ و بیان کو پکڑ لیا۔ ان کی تقاریر نہایت مسجع و مقفیٰ ہوتی ہیں (آج کل تو واعظین وخطباء اور عام مقررین کا دارومدار کیسٹوں کا مرہون منت ہے بعض تو ایسے نقال ہیں کہ ہو بہو کسی مشہور خطیب کی کاپی محسوس ہوتے ہیں عوام کی نگاہ میں کوئی مقام نہیں رکھتے۔ خواص انہیں کیسے پلے باندھیں۔ وہ اہل علم میں بیٹھنا گوارا نہیں کرتے بلکہ ان کی نہ میں صحیح علماء کی کچھ قدر ومنزلت اور عزت نہیں کیونکہ حقیقت میں وہ خود عزت سے محروم ہوتے ہیں' جس کی بنا پر حسد انہیں علماء کرام سے قریب نہیں آنے دیتا (تابش قصوری) انہیں جہاں کہیں بھی موقع ملتا ہے لطائف وظرائف اور نکات کا انتخاب کرتے ہیں۔ پھر ان کو حفظ کیا جاتا ہے۔ ان کی غرض صرف یہی ہوتی ہے کہ لوگ ان کی تقریریں سن کر خوب داد دیں۔ حالانکہ وہ وعظ وتبلیغ کے اغراض ومقاصد سے دور نکل جاتے ہیں جبلہ پند ونصائح اور وعظ وتقریر سے تو یہ خواہش ہونی چاہیے کہ لوگوں کے دلوں میں دین کا درد پیدا ہو آخرت کی سختی معلوم کر کے غم سے روئیں' مگر محض دل خوش کرنے کے لئے رولانا اور مصائب بیان کر کے ماتم کرانا جبکہ خود ذاکر کے دل میں آخرت کا نہ غم ہو نہ خوف بلکہ جو بات کہے عاریۃً ہو تو اس کا دلوں پر کیا اثر ہوگا۔ ایسے بڑے بڑے مغرور ومتکبر واعظ ذاکر پائے جاتے ہیں جن کا مقصد صرف دنیا کمانا ہے اور بس جن کا تفصیلی تذکرہ طوالت کا متقاضی ہے۔

بعض لوگ ایسے بھی ہیں حصول علم فقہ میں اپنی عمر صرف کر دیتے ہیں اور وہ اس امر سے بے بہرہ ہوتے ہیں اور جانتے نہیں کہ فقہ ایسا قانون ہے جس سے بادشاہ رعایا کے امور کا انتظام وانصرام کرتا ہے۔ اور وہ علم جو آخرت سے متعلق ہے وہ کچھ اور ہی ہے۔ فقیہ عالم یہی تصور کئے بیٹھے ہے کہ جو بات فقہ میں ظاہراً درست ہے وہی آخرت میں مفید ہے۔ مثال کے طور پر سال کے آخر میں کوئی شخص اپنا مال زکوٰۃ اپنی بیوی کو دے دے اور پھر اس سے وہی مال خرید لے تو ظاہراً فتویٰ یہی ہے کہ اس کی زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ پھر بادشاہ عامل کو اس مال سے ٹیکس اور زکوٰۃ طلب کرنے کا کوئی حق نہیں کہ اس کی نگاہ میں ظاہری ملک سال کے مکمل ہونے پر باقی ہے۔ اور فقیہ اسی ظاہری صورت پر ہی فتویٰ صادر کرے گا لیکن ایسا شخص اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ اس آدمی کی مانند ہے جس نے زکوٰۃ ادا نہیں کی لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہوگا۔ اس لئے کہ بخل مہلک ہے اور زکوٰۃ سے بخل کی نجاست ختم ہو جاتی ہے۔ اور مال بعد از زکوٰۃ پاک ہو جاتا ہے جبکہ بخل ایسے آدمی کو ہلاک کر ڈالتا ہے جو اس کی بات تسلیم کرتا ہے اور خاوند کا سال کے آخر میں بیوی کو زکوٰۃ دینا اور بخل پر عمل کرنا ہے اور جب نیک کام پر بخل غالب آجاتا ہے تو ایسے آدمی کو ہلاک کر ڈالتا ہے پھر نجات کیونکر۔

اور وہ شوہر جو بداخلاقی سے اپنی بیوی پر جبر کرتا ہے کہ وہ طلاق خلع طلب کرے یا مہر دے دے تو ظاہری فتویٰ کے مطابق یہ فعل درست قرار پائے گا اس لئے کہ دنیوی جسٹس تو ظاہری کیفیت پر ہی حکم نافذ کرے گا۔ کیونکہ اس کا تعلق ظاہر سے ہے۔ دلوں کا حال تو نہیں جانتا' مگر آخرت میں وہ شخص پکڑا جائے گا۔ کیونکہ اس نے جبر کیا۔ یوں ہی کوئی آدمی کسی شخص سے کچھ مانگتا ہے اور وہ شرم کے مارے اسے وہ چیز دے دیتا ہے تو فتویٰ کے مطابق وہ چیز اس کے لئے مباح ہے۔ مگر حقیقت میں یہ جبر واکراہ سے لینا ہے کہ اس نے شرم کا تاریانہ مار کر مال حاصل کیا۔ یا پھر زبردستی ہاتھا پائی سے مال چھین لیا جائے ان دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں۔ یوں

marfat.com

بکثرت مثالیں دی جاسکتی ہیں وہ شخص جو ظاہری علوم کے علاوہ کچھ جانتا ہی نہ ہو وہی اس تصور میں مبتلا رہے گا جس کا ہم نے تذکرہ کیا سچی بات ہے کہ وہ دینی حقائق سے ہی نابلد ہے۔

☆ دوسرا طبقہ:

زاہدین و عابدین کا ہے' ان میں بھی اہل پندار کی کثرت ہے۔ ان میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو اپنے فضائل و مناقب میں بدست فرائض کی بجا آوری سے محروم رہتا ہے۔ جیسے ایک صوفی طہارت کے وسوسہ میں ایسے گھر چکا ہے کہ نماز ہی وقت پر ادا نہیں کر پاتا یا والدین اور رفقاء سے سختی و بدکلامی سے پیش آتا ہے۔ یا پانی کے نجس ہونے کا محض گمان بعید اسے گمان قریب میں بدل دیتا ہے۔ جب وہ دستر خوان پر بیٹھتا ہے تو یہ خیال کرتا ہے یہ اس پر بھی حلال ہے اسی گمان کے تحت کبھی حرام محض کو بھی استعمال کر سکتا ہے۔ جوتے پہنے بغیر پاؤں تو زمین پر لگانا مناسب نہیں سمجھتا مگر حرام مال خوب استعمال کرتا ہے۔

ایسے آدمی نے سیرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بالکل فراموش کر رکھا ہے۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم نے حرام کے خوف سے ستر حلال اشیاء کو بھی ترک کر دیا ہے۔ اتنی احتیاط کے باوجود ایک مرتبہ ایک نصرانی خاتون کے بدن سے وضو فرمایا۔ ان نادانوں نے احتیاط لقمہ پر احتیاط طہارت کو مقدم کر رکھا ہے۔ اگر کوئی دھوبی کے دھلے ہوئے کپڑے پہنتا ہے تو سمجھتے ہیں تو یہ کہتے ہیں اس نے گناہ کبیرہ کر ڈالا۔ حالانکہ نبی کریم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لباس کو از خود استعمال فرمایا جو کسی غیر مسلم نے آپ کو ھدیۃً دیا تھا۔ یوں ہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم غیر مسلم کے کپڑے پہن لیا کرتے تھے۔ جو مال غنیمت میں حاصل ہوتے اور کوئی ایسی روایت نہیں پائی گئی جس سے ان کپڑوں کو دھونے کا ثبوت مہیا ہو۔ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم تو مال غنیمت سے حاصل شدہ ہتھیار پہن کر نمازیں ادا فرمالیا کرتے تھے۔ اور کوئی بھی نہیں کہتا تھا کہ ان ہتھیار کو پانی سے دھو ڈالا جائے۔ جس پانی سے انہیں تیار کیا گیا ہے یا جو چمڑا بطور حفاظت ان پر چڑھایا گیا ہے وہ رنگا ہوا نہیں لہٰذا ناپاک ہے۔

پس جو انسان پیٹ' زبان اور دیگر اعضاء کے سلسلہ میں احتیاط سے کام نہ لے اور صرف ظاہری طہارت و پاکیزگی میں مبالغہ رائی کرے تو شیطان اس کا مذاق اڑائے گا۔ اگر کوئی صوفی شرائط کی بجا آوری میں پانی کا اسراف کرے یا نماز اول وقت گزار کر ادا کرے تو اسے مغرور ہی کہا جائے گا ہم ایسی تمام شرائط تفصیلاً باب طہارت میں درج کر چکے ہیں۔ لہٰذا یہاں پر اعادہ کی ضرورت نہیں۔ بعض ایسے زاہد ہیں کہ نماز کی نیت میں محض وسوسہ کے باعث بلند آواز سے نیت کرتے ہیں اور پھر ہاتھ جھٹکتے ہیں عین ممکن ہے کہ ایسے وسواس کے باعث اس کی ایک رکعت ہی نکل جائے۔ حالانکہ انہیں معلوم تک نہیں کہ نماز کی نیت ایسے ہی ہے جیسے قرض یا زکوٰۃ کی نیت اور یہ بات مسلمہ ہے کہ کوئی شخص محض وسوسہ کے باعث قرض یا زکوٰۃ دوبارہ ادا نہیں کرتا۔

☆ قرأت قرآن:

بعض نمازی ایسے ہیں کہ سورۂ فاتحہ کے سلسلہ میں انہیں وسواس پیدا ہوتے ہیں کہ نہایت عمدہ اور صحیح مخارج سے ادا کریں اور نماز میں ان کا خیال حروف کی طرف ہی رہتا ہے۔ جبکہ قرأت قرآن میں معانی و مطالب کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ ایسے کہ الحمد کہنے کے وقت سراپا شکر ہو۔ ایاک نعبد کے وقت ذات وحدت اور اس کی بندگی میں مستغرق ہو۔ جب اھدنا کہے تو عاجزی و انکساری کا

marfat.com

پتلا بن جائے لیکن اس کے برعکس عابد چاہتا ہے ایاک مخارج سے ادا ہو۔ ایسے عابد کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو بادشاہ سے کوئی چیز طلب کرتے وقت بڑے انداز سے پکارتا ہے ایھا الامیر اور پھر تکرار کئے جاتا ہے تاکہ یہ الفاظ عمدہ طریقہ سے ادا ہوں، خصوصاً امر کا میم اچھی طرح سمجھا جائے۔

بعض لوگ ایسے ہیں کہ یومیہ قرآن کریم ختم کرتے ہیں اور نہایت تیز رفتاری سے پڑھتے ہیں تاکہ لازماً ختم کرلیں وہ صرف زبان سے پڑھ رہے ہوتے ہیں مگر دل غافل رہتا ہے اور پھر مجالس میں کہتے پھرتے ہیں ہم نے اتنی بار قرآن پاک ختم کیا۔ آج اتنی منزلیں پڑھیں مگر افسوس اس پر کہ وہ نہیں جانتے قرآن پاک کی ہر آیت ایک مقدس خط ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی طرف بھیجا ہے۔ اس میں امر و نواہی، وعد، وعید، پند و نصائح، امثال و تخویف و انداز و بشارات سبھی کچھ موجود ہے۔ لہٰذا تلاوت کے وقت جہاں وعید ہے وہاں اس کی گرفت کے خوف سے پسینہ پسینہ ہو جائے اور جہاں بشارت و خوشخبری ہے وہاں مسرور ہو۔ امثال و قصص سے عبرت حاصل کرے۔ اور اس کے نصائح کو دل میں جگہ دے۔ آیات انداز پر سراپا ہراس ہو۔ یہ تمام باتیں دل سے متعلق ہیں قاری تو صرف زبان سے تعلق رکھتا۔ بتایئے پھر کیا فائدہ حاصل کر پائے گا؟ اس کی مثال تو اس شخص کی ہے جسے بادشاہ خط لکھے اور وہ اس خط کو بار بار پڑھ کر حفظ کرے مگر اس میں جو احکام و ہدایات تحریر ہیں ان پر عمل پیرا نہ ہو۔

بعض اصفیا اور زاہد حج پر جاتے ہیں مگر مکہ مکرمہ میں قیام پذیر ہوتے ہیں وہاں روزے رکھتے ہیں لیکن دل و نگاہ اور زبان کو خطرات اور بے ہودہ باتوں سے نہیں روکتے۔ وہاں کے آداب کو بجا نہیں لاتے۔ زاد حلال تلاش اور حق سفر ادا نہیں کرتے ہر وقت دل مخلوق سے وابستہ رکھتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ہمیں حرمین شریفین کا مجاور و خادم کہیں۔ اور پھر وہ از خود بھی بیان کرتے رہتے ہیں کہ ہم نے اتنے حج کئے اتنے سال حرم پاک کی مجاوری کی۔ وہ اتنا بھی نہیں سمجھ پاتے کہ انسان اپنے گھر میں رہتے ہوئے دل میں بیت اللہ کا شوق رکھے مگر جب بیت اللہ شریف حاضری کی سعادت پائے تو دل کو اپنے گھر کی محبت سے لبریز کرلے کیا اس سے بہتر نہیں تھا کہ وہ اپنے ہی گھر رہتا اور دل کعبہ مشرفہ سے وابستہ رکھتا۔ نیز وہ اس کی تمنا بھی رکھے کہ لوگ مجھے خادم کعبہ سمجھتے ہوئے نذرانے، ہدیے اور تحفے دیں اور جب کچھ حاصل کرلیتا ہے تو خود بخیلی و کنجوسی کے باعث کسی دوسرے کی شراکت کو گوارا نہیں کرتا کہ اسے بھی کچھ دینا پڑ جائے۔

☆ تیسرا طبقہ:

صوفیوں کا ہے ان کا غرور اور پندار اس حد تک پہنچ چکا ہوتا ہے جس کی مثال دینا مشکل ترین امر ہے۔ راستہ جتنا تنگ و تاریک اور باریک ہو، مقاصد جتنے عزیز و عظیم ہوں، شبہات بھی اس مقدار میں شدید ہوتے چلے جاتے ہیں۔ راہ تصوف کی اولین منزل میں تین درجوں پر قادر ہونا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ نفس اس کا غلام ہو ایسے کہ اس میں غصہ کی جڑ ہی اکھیڑ دی گئی ہو۔ بلکہ ایسے مغلوب ہو کہ سوائے حکم کی تعمیل کے اسے کوئی چارہ ہی نہ رہے۔ نفس کا تصرف بالکل ختم ہو۔ جیسے کسی قلعہ کو فتح کرلیا جائے تو اہل قلعہ کو جان سے ختم نہیں کیا کرتے۔ بلکہ صرف مطیع، محکوم بناتے ہیں اسی طرح صوفی کا سینہ نفس کا قلعہ ہے۔ اسے سلطان شریعت کے ہاتھوں فتح کرنا چاہیے نیز اس کے سامنے عالم دنیا و عقبیٰ گم ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ صوفی عالم محسوسات اور عالم تصورات سے آگے نکل چکا ہو۔ اس لئے کہ جو چیز حسی طور پر خیال میں آسکے اس میں تو وحوش و طیور بھی شریک ہوتے ہیں کیونکہ وہ شئی آنکھ پیٹ یا فرج کی شہوت کا حصہ بن سکتی

marfat.com

ہے۔ جبکہ بہشت عالم محسوسات وتصورات سے خارج نہیں۔ اس لئے کہ جو چیز جہت پذیر ہو اور اس کا تعلق خیال سے بھی ہو تو وہ ایسی ہو جاتی ہے جیسے کچھ بھی نہ ہو۔ پھر اسے گھاس' پات' دال یا روسٹ مرغ کے درمیان کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ اس لئے جو چیز خیال میں سمائے وہ خسیس بے قدر و قیمت اور احمقوں کا حصہ بخرہ بنتی ہے اور جنتی زیادہ تر شریف اور بھولے بھالے سے ہوتے ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ صوفی جلال و جمال الٰہی کے مابین گھرا ہو یعنی جہت' مکان' حس اور خیال سے اسے کوئی واسطہ نہ ہو۔ بلکہ خیال اور حس کا علم جوان دونوں سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کا تعلق صوفی کے ساتھ ایسے ہونا چاہیے جیسے آنکھ کا آواز سے کان کا رنگ سے ہوتا ہے۔ یعنی لازماً اسے ان سے بے خبر ہونا چاہیے اور جب صوفی اس درجے میں پہنچ جائے تو پھر کہا جا سکتا ہے کہ وہ تصوف کی گلی کے کونے پر آ گیا ہے۔ پھر اس کے آگے ان گنت احوال و مقامات سے گزرنا پڑتا ہے۔ جو بارگاہ الٰہی میں حضوری کے لئے درکار ہیں۔ لیکن اسے تو ان کے بیان کا بھی یارا نہیں ہوتا یہاں تک کہ بعض نے ان کا نام یگانگت رکھا ہے۔ اور اسی پر اتحاد کا کلمہ منضبط کر دیتے ہیں بلکہ اسے دو قدم آگے بڑھ کر حلول کا نام دیتے ہیں۔ ظاہر ہے جو پختہ عالم نہ ہوتے ہوئے اس کیفیت سے دوچار ہو جائے گا اسے تو بیان کرنا بھی ممکن نہیں ہوگا۔ لہٰذا وہ جو کچھ کہے گا کفر ہوگا جبکہ حقیقت میں وہ حق ہوتا ہے۔ بس کمی تو صرف اس کے اظہار و بیان کی ہوتی ہے۔ یہ تو راہ تصوف کی پہلی سیڑھی اور محض نمود ہے۔ اب اسی سے قیاس فرمایئے کہ ان لوگوں کا غرور اور پندار انہیں کہاں مارے مارے لئے پھرتا ہے۔ یہ بچارے تو صرف مصلی' تسبیح اور گودڑی میں پھنس چکے ہیں اور بے معنی کلمات اور مصنوعی سخن طرازی کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں کر پاتے اور ظاہریت پر ہی اکتفا کر بیٹھتے ہیں۔ صوفیوں کا لباس' وضع قطع اور ظاہری سیرت وصورت بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور ان کی طرح مصلے پر بیٹھ کر خوب سر ہلانے اور جھومنے کا ڈرامہ رچا لیتے ہیں۔ حالانکہ ان کا جھومنا' وجد کرنا' سر ہلانا حقیقت میں وسواس اور خیالات باطلہ کا باعث ہوتا ہے۔ جو ہر وقت ان کے قلب اور دماغ پر چھائے رہتے ہیں۔ اور وہ اسی میں سرمست و نازاں دکھائی دیتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں یہی تصوف ہے نیز راہ سلوک اسی کا نام ہے۔

پس ایسے لوگوں کی حالت تو اس بڑھیا جیسی ہے جو بالکل ضعیف ونزار اور عاجز ہو' سر پر ٹوپی' بدن پر قبا اور اسلحہ' ہتھیار سے کمر بستہ ہو کر یہ بھی سیکھ لے کہ میدان جنگ میں رجز خوانی کیوں کرتے ہیں اور پھر دشمن کو کیسے للکارا جاتا ہے۔ پھر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا نام بھی مجاہدین کی لسٹ میں شامل کرلیا جائے۔ مگر بادشاہ صورت ولباس کا قائل ہی نہ ہو۔ بلکہ دلیل وثبوت کا طالب ہو اس لئے اسے برہنہ کرے یا کسی دشمن کے مقابلے کا حکم دے تو ایسی صورت میں اس بڑھیا کی قلعی کھل جائے گی اور اس کے مجاہد ہونے کا پردہ تار تار ہو جائے گا۔ پھر بادشاہ ارشاد فرمائے گا اس کمینی کو ہاتھی کے پاؤں تلے روند دیا جائے تاکہ پھر سے کسی اور کو ایسی جسارت کا حوصلہ نہ پڑے اور بادشاہ کے سامنے ایسی حرکت کرنے کی جرأت تک نہ ہو۔

صوفیوں کا ایک گروہ ایسا ہے جو اپنے آپ کو خادم کہتا ہے اور حق خدمت کے لئے اپنا تن من دھن سبھی فدا کرنے پر آمادہ رہتا ہے۔ گویا کہ وہ صوفیوں کے عشق میں سراپا مستغرق ہو کر اپنی ذات کو فراموش کر چکا ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات ایسا طریقہ اختیار کرتا ہے کہ صوفیوں کی خدمت کے پردے میں مال جمع کر کے خود ان کو ہی اپنے تابع بنانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ صوفیوں کے خادم ہونے کی حیثیت سے شہرت پائے اور عوام کا خوب احترام کریں' تاکہ ہر طرف سے حلال وحرام مال ہاتھ لگے وہ ان کے ہاں سٹاک کرتے جاتے ہیں تاکہ ان کی گرم بازاری میں سرمو فرق نہ آنے پائے' پس ان کے اس عمل سے واضح ہو جاتا ہے کہ وہ مغرور' مکار' فریبی ہونے کے

marfat.com

ساتھ ساتھ فریب زدہ بھی ہیں۔

تصوف تو یہ ہے کہ تیری ہستی اور تیری خواہشات گم ہو کر رہ جائیں۔ اور جو باقی رہے وہ صرف اور صرف اتباع شریعت ہو۔ پھر تو شیر پر سوار نہ ہو سکے تو کوئی بات نہیں۔ کیونکہ غصہ و غضب کا کتا جو تیرے سینے میں موجود ہے اسے مسخر و مغلوب کر لینا بہت سے شیروں پر سواری کرنے سے کئی درجے بہتر ہے۔ غیب کی خبریں حاصل نہ بھی ہوں تو پریشان نہیں ہونا چاہیے نفس کے مکر و فریب سے آگاہی سب سے بڑی غیب دانی ہے۔ پانی پر نہ چل سکے تو کیا ہوا۔ ہوا میں پرواز نہ کر پائے تو غم نہ کر۔ حس و خیال کے دائرے سے باہر نکلنا پانی پر چلنے اور ہوا میں پرواز کرنے سے کچھ کم نہیں۔ جنگلوں اور صحراؤں میں راتیں نہ گزریں۔ شب بھر میں کوہ و بیابان کو سر نہ کر سکے تو کوئی بات ہے کہ دنیائے حرص و آز کے صحراؤں اور خطرناک بیابانوں کو کراس کر نا نجات پانے کے مترادف ہے۔ دنیوی مشاغل سے بے نیاز ہو کر آگے نکل جانا بڑے بڑے میدانوں اور جنگلوں کو پار کر جانے سے کم نہیں۔ پہاڑوں کی چوٹیوں تک رسائی نہ کر سکے تو کوئی مصیبت نازل نہیں ہوگی کہ تیرا ایک مشتبہ پیسے کو ٹھکرا دینا دشوار گزار گھاٹی عبور کرنے کے مطابق ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سخت ترین رکاوٹوں اور گھاٹیوں سے تعبیر فرمایا ہے یہاں صوفیوں کے اسی قدر احوال پر اکتفاء کیا جاتا ہے طوالت کی یہاں کوئی جگہ نہیں۔

☆ چوتھا طبقہ:

امراء کا ہے جن میں بکثرت مالدار اور دولتمند ایسے بھی ہیں جو پندار اور غرور میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ان میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو اپنے مال کو مسجدوں، پلوں، سراؤں، (ہسپتالوں سکولوں) اور دیگر رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کرتا ہے۔ جبکہ ان کا وہ تمام روپیہ پیسہ حرام ذرائع سے کمایا ہوتا ہے ایسی صورت میں تو ان پر فرض تھا کہ وہ تمام روپیہ پیسہ اصل مالکوں کو پہنچایا جاتا لیکن وہ تعمیرات میں خرچ کئے دیتے ہیں تاکہ معصیت میں کوئی کسر نہ رہ جائے اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔ ہاں ان میں بعض حلال مال بھی صرف کرتے ہیں لیکن ان کا مقصود اصلی ریاکاری و نمائش کے سوا کچھ نہیں ہوتا اگر ایک سو روپیہ بھی خرچ کریں تو ان کی خواہش ہوتی کہ ان کا نام پتھر پر کندہ کر کے اور نمایاں جگہ پر نصب کیا جائے اگر انہیں مشورہ دیا جائے کہ نام نہ لکھوائے اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ یا کسی اور کا نام نقش کرا لیں تو اس پر کبھی آمادہ نہیں ہوتے۔ اور ان کی ریاکاری کی یہ بھی دلیل ہے کہ ان کے گرد و نواح میں بیوہ ہمسائیوں میں اکثر روٹی، کپڑے کے محتاج ہوتے ہیں مگر یہ مالدار اور دولتمند، تو مگر قریب تک نہیں پھٹکنے دیتے۔ ان کو غربت اور بھوک سے بچانے کی بجائے پتھر، اینٹ پر اپنا نام نقش کرانا محبوب ترین خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ غرباء کی حاجت روائی پر تو کوئی اینٹ پتھر کندہ نہیں کرا سکیں گے۔

بعض دولتمند ایسے بھی ہیں کہ ان کی رقم جو خرچ کی گئی تھی وہ بالکل حلال کمائی سے تھی۔ اور ان کی نیت بھی خالص تھی لیکن ان کی خواہش ہوتی ہے کہ مساجد کے نقش و نگار اور ظاہری حسن و جمال کے لئے صرف کی جائے تاکہ ہر آنے والا اسے دیکھ کر خوب داد دے اور اسے ان کی بہت بڑی نیکی قرار دے۔ جبکہ اس میں دو طرح کا فساد ہے۔ ایک تو نمازی حالت نماز میں نقش و نگار دیکھنے میں محو ہو سکتے ہیں جس کے باعث خشوع و خضوع سے محرومی ہوگی۔ جو نماز کی روح و جان ہے۔ دوسرے یہ کہ ویسے ہی نقش و نگار اپنے گھر بنانے کی خواہش نمازیوں کے دلوں میں پیدا ہوگی اس طرح دنیوی رعنائی اور زیبائش ان کے دلوں میں قبضہ جما لیتی ہے اور پھر وہ اسی کو اپنا بہت بڑا کارنامہ تصور کرتے ہیں حالانکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ افسوس ہے ان لوگوں پر جو مساجد کو نقش و نگار سے

marfat.com

سجائیں گے' قرآن کریم پر سونا چڑھائیں گے جب کہ مسجد کی آبادی اور رونق کا تعلق نقش و نگار پر منحصر نہیں ہے۔

☆ بعض امیروں' دولتمندوں کو یہ شوق چرایا ہوتا ہے کہ ان کے دروازوں پر فقراء اور محتاجوں کا جمگھٹا رہے تا کہ شہر میں ان کا نام خوب روشن ہو اور پھر کچھ دیتے بھی ہیں تو ایسے گداگروں کو جو بڑے باتونی ہوتے ہیں اور وہ از خود بھی خوب شہرت یافتہ ہوتے ہیں یا پھر ان قافلوں کو دیتے ہیں جو حج پر جا رہے ہوں تا کہ ان کا نام دور دور تک پہنچے یا پھر مزارات کے منتظمین کو دیتے ہیں تا کہ وہاں ان کا خوب شہرہ ہو اور تشکر و امتنان کے ڈونگرے برستے رہیں اور اگر انہیں مشورہ دیا جائے کہ یہ مال مساکین' یتیموں' بیواؤں' بیماروں اور دیگر مستحقین کو دیا کرو تو یہ حجاج کو دینے سے زیادہ مفید اور باعث فضیلت ہے۔ تو انہیں اس کی توفیق نہیں ہوتی اور اس مشورہ سے اعراض کر جاتے ہیں اس لئے کہ انہیں تو لوگوں کی تحسین و آفرین کا نشہ چڑھ چکا ہوتا ہے۔ پھر وہ اس پر کیوں عمل پیرا ہوں اور وہ لوگ اسی ریاکاری کو کارِ ثواب تصور کئے ہوتے ہیں۔

جبکہ اول الذکر متکبر و مغرور ہے اور وہ لوگ جو یہ ادھار کھائے بیٹھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیوی زندگی عمدہ عطا فرما رکھی ہے تو وہاں بھی عیش و عشرت سے نوازے گا کیونکہ وہ رحیم و کریم ہے۔ تو یہ لوگ گویا کہ اللہ تعالیٰ پر غرہ کرتے ہیں اور وہ اس بات پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں کہ دنیا تو نقد اور یقین کا سودا ہے۔ جبکہ آخرت ادھار اور غیر یقینی سے عبارت ہے وہ دنیا پر غرہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں صورتوں سے منع فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ اے لوگو! جو وعدہ میں نے دیا وہ حق ہے۔ اس لئے جو اچھے عمل کر لے گا اچھا صلہ پائے گا اور جو برائی میں مشغول ہوا وہ اپنا برا انجام پائے گا یہ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے۔ کان کھول کر سن لو تا کہ تم اس دنیا پر دل لگا کر بھول نہ جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کو پس پشت نہ ڈالو!

حکایت: حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دو ہزار درہم؟

بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا میرے پاس دو ہزار درہم ہیں جو میں نے حلال کی کمائی سے جمع کئے ہیں میرا ارادہ ہے کہ میں ان سے حج و زیارت کی سعادت حاصل کروں۔ آپ نے فرمایا تیرا مقصد سیر و تفریح ہے یا رضائے الٰہی کا حصول؟ وہ بولا مجھے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی مطلوب ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تم سچ کہتے ہو تو جایئے اور دس مقروض محتاجوں کا قرض اس رقم سے ادا کر دو! یا دس یتیموں میں تقسیم کر دیں یا کسی عیالدار کو دے دو! اس لئے کہ کسی ایک مسلمان کا دل خوش کرنا سینکڑوں حج کرنے سے افضل و اعلیٰ ہے۔

وہ شخص کہنے لگا میرے دل میں تو حج کرنے کی رغبت پیدا ہو چکی ہے۔ آپ نے فرمایا پھر تو تیرا یہ مال حلال طریقہ سے تیرے پاس نہیں آیا۔ غلط طور پر تجھے میسر ہوا ہے۔ اور جب تک تو اسے غلط اور ناجائز پر خرچ نہیں کرے گا تیرا دل مطمئن نہیں ہوگا۔

مالداروں میں کچھ لوگ ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو زکوٰۃ کے علاوہ ایک ٹیڈی پیسہ بھی خرچ کرنے سے کنی کتراتے ہیں وہ زکوٰۃ یا عشر بھی دیتے ہیں تو ایسے لوگوں کو جو ان کے اپنے نوکر چاکر اور گماشتے وغیرہ ہوتے ہیں۔ یا کسی نہ کسی طرح ان سے تعلق' واسطہ ہوتا ہے۔ معلم و استاد وغیرہ تا کہ ان کی رونق اور عزت میں اضافہ ہو اور ان کی شان و شوکت برقرار رہے۔ جب ان سے ظاہری تعلق ختم ہوتا ہے تو زکوٰۃ و عشر کا سلسلہ بھی منقطع کر دیتے ہیں گویا زکوٰۃ کیا ہوئی ایک قسم کی تنخواہ ہوئی۔ حالانکہ انہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ یہ تو سراسر گردی کا معاملہ حالانکہ وہ یہی کہتے رہتے ہیں کہ ہم نے زکوٰۃ ادا کی ہے۔ بعض اوقات امراء زکوٰۃ ایسے لوگوں کو دیتے ہیں جو ہمیشہ

marfat.com

حکمرانوں، افسروں کی خدمت میں رہتے ہیں پھر ان ملازموں اور خدام سے سفارش کراتے ہیں نیز کچھ اور لوگوں کو بھی دیتے ہیں تاکہ وہ لوگ ان کے ممنون احسان رہیں اور لوگوں کی طرف سے شکریہ کی امید رکھتے ہیں ان کے دل میں اپنی مدح وثنا سننے ہیں خواہش ہر وقت مچلتی رہتی ہے۔ اور ان تمام حماقتوں کے باوجود یہ سمجھتے ہیں کہ ہم زکوٰۃ کی ادائیگی سے سبکدوش ہو گئے۔

بعض مالدار بخیلی کی آخری حد تک پہنچ چکے ہوتے ہیں کہ انہیں زکوٰۃ دینا بھی مصیبت دکھائی دیتی ہے۔ اور وہ مال و دولت کو جمع ہی کرتے چلے جاتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ پارسائی کے مدعی بھی ہوتے ہیں روزے نہایت اہتمام سے رکھتے ہیں، تہجد اور شب بیداری ان کا وظیفہ ہوتا ہے۔ کئی قسم کی چالیں چلتے ہیں تاکہ ہماری پارسائی کا بھرم برقرار رہے۔ ایسے لوگوں کی مثال اس مریض سے دی جا سکتی ہے کہ جسے درد تو سر میں ہو اور دوائی اس کے پاؤں میں لگائی جائے۔ ان شوموں اور بخیلوں کو یہ تک معلوم نہیں ان کی بیماری کا تو اصل سبب ان کی بخیلی ہی ہے نہ کہ زیادہ کھانا!! جس کا علاج خرچ کرنے میں ہے سٹاک کرنے میں نہیں۔ ورنہ ہی بھوک ان کے لئے باعث شفا ہے۔ ایسے ہی غرور کے پندار میں مبتلا رہنا ان مالداروں اور دولتمندوں کی عادت ہوتی ہے۔ اور کوئی شخص بھی ان سے محفوظ نہیں ہو ان لوگوں کے جو علم حاصل کریں تاکہ آفات و بلیات اور خواہشات نفسانیہ کے غرور و پندار اور شیطانی مکاریوں سے آگاہی حاصل کر کے ان سے بچنے کی تدابیر کی جائیں اور پھر ایسے ہی انسان پر محبت الٰہی غالب آسکتی ہے۔ پھر اس کی نگاہ میں دنیا کو اللہ تعالیٰ اوجھل کر دیتا ہے۔ اور اسے بقدر ضرورت استعمال کا طریقہ آجاتا ہے۔ ہر وقت موت اس کے سامنے ہوتی ہے۔ سوا تصور خالق کے کوئی چیز اس کی راہ میں حائل نہیں ہوتی۔

یہ تمام مشکل ترین امور اس خوش بخت انسان پر آسان ہو جاتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ اپنا کرم فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی ہے تمام احوال کو جاننے والا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی کرمنوازیوں سے بہرہ مند نیز ان احکام پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائے جن سے ہمیں اس کی رضا و خوشنودی نصیب ہو۔ (امین ثم امین)

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رکن چہارم منجیات مشتمل بر دس اصل

اصل اوّل	بیان توبہ
اصل دوم	بیان صبر و شکر
اصل سوم	بیان خوف و رجا (امید)
اصل چہارم	بیان فقر و زہد
اصل پنجم	بیان نیت، اخلاص و صدق
اصل ششم	بیان محاسبہ و مراقبہ
اصل ہفتم	بیان تفکر
اصل ہشتم	بیان توحید و توکل
اصل نہم	بیان محبت و شوق
اصل دہم	بیان موت و احوال آخرت

marfat.com

بیان توبہ

اصل اوّل

اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ کی طرف بندگان الٰہی اور مریدان حق پناہی کا رجوع کرنا اور توبہ بجالانا سب سے پہلا قدم ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں سے سالکان راہ طریقت اپنی منزل کا آغاز کرتے ہیں تاہم کوئی بھی انسان اس سے بے نیاز نہیں' کیونکہ ازل تا ابد ملائکہ اور انبیاء ورسل علیہم السلام کے علاوہ کوئی بھی معصیت سے پاک نہیں۔ البتہ تمام عمر گناہ میں غرق رہنا اور حق کے خلاف ڈٹے رہنا شیطان کا پیشہ ہے۔

تاہم گناہوں کا چھوڑنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ وانابت کے لئے رجوع کرنا بنی آدم کا شیوہ ہے بلکہ سچی بات تو یہی ہے کہ جس آدمی نے اپنے گناہوں کی تلافی کے لئے توبہ کو اپنا لیا گویا کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے اپنی نسبت کو صحیح کر دکھایا اور جو شخص تمام عمر ارتکاب معصیت میں لگا رہا کبھی بھی اسے گناہ سے بچنے کا احساس تک پیدا نہ ہوا۔ گویا کہ اس نے اپنی نسبت شیطان سے مستحکم بنالی اور پھر اسے مضبوط کرنے میں پیہم مصروف رہا۔

لیکن یہ بھی یاد رہے کہ ہر وقت کوئی بھی شخص عبادت میں مگن نہیں رہ سکتا کیونکہ اس کی تخلیق میں سہو ونسیان اور نقص اور بے شعوری کو ابتدائے آفرینش میں ہی شامل کر دیا گیا ہے چنانچہ اوّلین تو سہولت وخواہشات نفسانیہ کو ہی لیجئے خالصتاً شیطانی جال ہے جو انسان پر ڈال دیا گیا ہے اور عقل جو شہوات وخواہشات کی دشمن ہے وہ تو خاص طور پر فرشتوں کا جوہر ہے انسان کو پیدا ہی ان کے بعد کیا جب کہ شہوت اس پر اپنا تسلط جما کر انسانی قلعہ پر قابض ہو چکی تھی۔ نفس کو بھی اس سے خاصا لگاؤ ہو چکا تھا بلکہ اس کی عادتیں خراب ہو چکی تھیں کیونکہ من وجہ وہ آپس میں گرویدۂ محبت ہو چکے تھے پس جب عقل کا ظہور ہوا تو اس پر لازم ہوا کہ وہ توبہ وانابت' مجاہدہ وریاضت کی قوت سے اس قلعہ کو از سر نو فتح کرے تاکہ اسے شیطان کی غلامی اور نفس کی گرفت سے نجات دلائے لہٰذا یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ عام آدمیوں کی حاجت اور صاحبان طریقت کی اوّلین ضرورت ہے بعدۂ جب نور عقل اور شریعت کی روشنی سے بیداری نصیب ہوگی تو دل کو غلط راہ سے راہ راست پر لایا جا سکے گا پس معلوم ہوا کہ توبہ ایک نہایت اہم فرض ہے بلکہ تمام فرائض کی سربراہ ہے کیونکہ اس کی ذمہ داری ہی یہی ہے کہ بے راہ روی کو ترک کر کے صراط مستقیم پر گامزن کیا جا سکے۔

فضیلت توبہ وثواب

واضح ہو کہ توبہ کا حکم ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے از خود دیا ہے۔

توبوا الی اللہ جمیعا ایھا المؤمنون لعلکم تفلحون.

marfat.com

''ترجمہ: اے ایمان والو! تم سبھی اللہ کی طرف توبہ کرو تا کہ فلاح پاؤ۔''

یعنی جو نجات کی امید رکھتے ہیں انہیں توبہ کے ذریعے ہی نجات نصیب ہو سکتی ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو آدمی توبہ کرے گا اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔ اس سے پہلے کہ سورج مغرب سے طلوع ہو (یعنی جب تک توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوگا اس سے پہلے پہلے جو بھی توبہ کرے گا اس کی توبہ قبول کی جائے گی)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں نادم ہونا ہی توبہ ہے نیز فرمایا: لوگوں کی راہ گزر پر کھڑے نہ ہوں تا کہ وہ گزرنے والوں کو حقارت اور استھزاء کا نشانہ نہ بنایا جائے اور سر راہ گزرنے والی عورتوں کو بری نظر سے نہ دیکھیں اور نہ ہی ان سے کوئی بات چیت کریں اور جو اس ارادے سے سر راہ کھڑا ہوتا ہے وہ اس وقت تک وہاں سے حرکت نہیں کرتا یہاں تک کہ اس پر جہنم میں جانا واجب ہو جاتا ہے ہاں اس سے بچاؤ کا صرف ایک ہی حل ہے کہ توبہ کرے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (امت کو رغبت دلانے کے لئے فرمایا) میں از خود ستر بار توبہ کو زینت بخشتا ہوں۔ (یعنی باوجود معصوم ہونے کے مجھے توبہ و استغفار سے محبت ہے جس کا یومیہ وظیفہ ستر بار استغفار کرنا ہے)

سید عالم مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب کوئی شخص گناہ سے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو اس کے وہ گنا بھلا دیتا ہے یہاں تک کہ جن اعضاء سے گناہ کا مرتکب ہوا یا جس مقام و مکان میں اس سے گناہ سرزد ہوا وہ سبھی کچھ فرشتوں کو بھلا دیا جاتا ہے۔ پھر جب وہ تائب بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوگا تو اس کے گناہ پر کوئی گواہ نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ آدمی کی توبہ سکرات موت سے پہلے پہلے قبول فرمالیتا ہے۔

اس کے کرم کی بات نہ پوچھو

مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے لئے اپنا دست کرم فراخ فرما دیتا ہے جو دن کے وقت گناہ کرتا ہے اور رات کو توبہ و استغفار کی طرف مائل ہو جاتا نیز جو رات کو گناہ کا مرتکب ہوتا ہے مگر دن کے وقت توبہ کر لیتا ہے تو اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے واضح رہے کہ قیامت کے قائم ہونے تک توبہ کا دروازہ کھلا ہے جب بھی کوئی شخص توبہ کرتا ہے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک اس کی توبہ قبول ہوگی۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! توبہ کرتے رہا کرو میں از خود یومیہ ایک سو بار توبہ کو زینت بخشتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں جس سے گناہ سرزد نہ ہو مگر اچھا آدمی وہی ہے جو گناہوں سے توبہ کرے۔

گناہ سے توبہ کرنے سے یہ مراد ہے کہ پھر وہ کبھی اس گناہ کا نام تک نہ لے جب کوئی گنہگار توبہ کر لیتا ہے تو وہ ایسے ہو جاتا ہے گویا کہ اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت سیدہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں ان لوگوں سے بیزار ہوں جنہوں نے فرقے بنا لیئے اور اپنی خواہشات کے تحت چلے اللہ تعالیٰ ہر قسم کے گنہگار کی توبہ قبول فرمالیتا ہے مگر امت کو فرقوں میں تقسیم

marfat.com

کرنے والوں کی توبہ قبول نہیں فرماتا میں ان سے بیزار وہ مجھ سے دور۔

حکایت: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا؟

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زمین و آسمان کے تمام احوال دکھائے گئے تو آپ نے ایک مرد و زن کو زنا کا مرتکب پایا۔ آپ نے انہیں اس قبیح حالت میں دیکھا تو ان کے لئے ہلاکت کی دعا فرمائی وہ فوراً ہلاک کر دیئے گئے۔ پھر ایک اور آدمی کو مصروف زنا دیکھا اس کے لئے بھی ہلاکت کی دعا مانگی تو ارشاد ہوا۔

ابراہیم! میرے بندوں سے درگزر کریں کیونکہ تین امور کا امکان ایسے حال میں بھی موجود ہے۔ (۱) یہ کہ وہ توبہ اختیار کریں۔ (۲) یہ کہ استغفار کی راہ اپنائیں اور میں انہیں بخشش سے نواز دوں۔ (۳) یہ کہ ان کے ہاں ایسا بچہ پیدا ہو جو میرا اطاعت گزار ہو میں اس کی نیکی کے بدلے انہیں معاف فرمادوں کیونکہ یہ تو تمہیں معلوم ہی ہے کہ میں صبور ہوں۔

ندامت باعث بخشش

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نے فرمایا: جو شخص اپنے گناہوں پر نادم و پشیمان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بخشش دیتا ہے اس سے قبل کہ وہ زبان سے بخشش طلب کرے۔

باب توبہ؟

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مغرب کی جانب ایک ایسا دروازہ ہے جس کی چوڑائی ستر سالہ راہ۔ یہ دروازہ زمین و آسمان کی تخلیق کے وقت سے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے توبہ کے لئے کھول رکھا ہے اور یہ اس دن تک کھلا رہے گا جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں کرتا یعنی قیامت کے قائم ہونے تک باب توبہ کھلا رہے گا۔

پیر اور جمعرات کی عظمت

مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر شخص کے اعمال پیر اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں نیز تائب کی توبہ بھی قبول کی جاتی ہے بخشش کے طلب کرنے والے کو بخشش سے نوازا جاتا ہے اور جن کے دل کینے سے بھرے ہوتے ہیں انہیں نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

حکایت: تو میرا میں تیرا؟

مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں توبہ کرنے والے سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے۔ اس اعرابی سے بھی زیادہ جس کا گزر نہایت خوفناک جنگل سے ہوتے اسے ستاتے ہوئے نیند آ جائے اور جب وہ بیدار ہو تو اس کا اونٹ گم ہو چکا ہو۔ جس پر توشہ اور دوسرا تمام ساز و سامان لدا ہوا تھا وہ پریشانی کے عالم میں اونٹ کو تلاش کرتے کرتے بھوک اور پیاس سے نڈھال ہو کر گر پڑے اور اسے اپنی ہلاکت کا یقین ہو چکا ہو مایوسی کے عالم میں وہ اپنی جگہ واپس پلٹے اور مرنے کے انتظار میں اپنا بازو سر پر رکھ کر لیٹ

marfat.com

ئے۔

مگر جب آنکھ کھلے تو اونٹ کو اپنے پاس کھڑا پائے تو مسرت کے عالم میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہو یوں کہنے کی بجائے کہ یا اللہ تو میرا مالک میں تیرا بندہ جلدی سے یہ کہہ اٹھے میں تیرا مالک تو میرا بندہ!

پس ایسے ہی اللہ رب العزت اس وقت خوش ہوتا ہے جب کوئی بندہ اس کی بارگاہ میں توبہ کے لئے حاضر ہو کر معافی طلب کرتا ہے جیسے وہ اعرابی گم شدہ اونٹ کو بمعہ ساز و سامان اپنے سامنے پا کر انتہائی خوش ہوا تھا۔

بہ کی حقیقت

واضح ہو کہ توبہ کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ اوّل تائب کے دل میں نور معرفت پیدا ہوتا ہے اور وہ نور معرفت سے گناہ کو زہر قاتل وس کرنے لگتا ہے۔ جب گنہگار محسوس کرتا ہے کہ اس نے گناہوں کا زہر اتنی زیادہ مقدار میں کھا لیا ہے کہ اب ہلاکت کے سوا کوئی رہ نہیں رہا تو اس پر ندامت اور خوف مسلط ہو جاتا ہے۔ جیسے زہر کھانے والا آدمی پریشانی کی حالت مین زہر کے اثرات سے بچنے لئے ازخود حلق میں انگلی ڈال کر قے کرنے کی کوشش کرتا ہے تا کہ قے سے زہر اگل دے اور اس کا یہ عمل پریشانی' خوف و ہراس ے تخت ظاہر ہونے لگتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح موت سے بچا جا سکے یوں ہی خاطی جب اپنی خواہشات وشہوات سے کنارہ کشی اختیار نے لگتا تو محسوس کرتا ہے یہ سبھی شہوات تو دراصل اس شہد کی مانند تھیں پس میں زہر ملا ہوا تھا گو کھاتے وقت بڑا مزے دار' پر لطف اور یذ تھا لیکن یہ تو زہریلے سانپ کے ڈنک سے بھی زیادہ زہریلا نکلا۔ بس یہ محسوس ہوتے ہی گنہگار پریشانی و پشیمانی میں مبتلا ہو کر رابی و اضطراری طور پر اپنے آپ کو آگ میں جلتا ہوا پاتا ہے تو گناہ کی خواہش توبہ کی حسرت میں بدلنی شروع ہو جاتی ہے۔ پھر وہ افعال و اعمال بد سے نجات پانے کے لئے معافی کی طرف پورے عزم سے چل پڑتا ہے اور بڑی حسرت و ندامت سے پکارنے ہے۔

یا اللہ! مجھے معاف فرما دے' الٰہی آئندہ میں گناہ کے قریب سے بھی نہیں گزروں گا یہ کہتے ہوئے وہ ردزیادتی اور جفا کے لبادے کو پھینکتا ہے اور خلوص و وفا کی چادر بچھا لیتا ہے پھر اس کی جملہ حرکات وسکنات میں انقلاب آنا شروع ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اس سے قبل فر و نخوت' غفلت' کاہلی کا مجسمہ بن چکا تھا۔ اب اشک ندامت' حسرت و ارمان' حزن و غم کی تصویر بن جاتا ہے۔ پہلے اسے غافلین کی ت مرغوب تھی اب عارفین کی مجالس اس کیلئے سرمایہ فرحت و انبساط ہے۔ بس یہی پشیمانی ندامت و بے قراری' توبہ کی اصل حقیقت ے۔ جسے نور ایمان و معرفت سے موسوم کرتے ہیں اور اس کی شاخیں وہ حالات ہیں جو منقلب ہوئے۔ اس کے ثمرات وہ مخالفتیں ۔ جو گناہ کے راستے میں سد راہ ثابت ہوئی نیز وہ جذبات صادقہ ہیں جو برائی و بے حیائی اور گناہوں سے باز رکھنے میں معاون و گار ہیں اور عبادت و طاعت گزاری پر انسان کو مجبور کر دیتے ہیں۔

بہ کرنا ہر ایک پر لازم ہے

جاننا چاہئے کہ توبہ کرنا ہر ایک شخص پر ہر وقت واجب ہے۔ وہ یوں کہ ہر بالغ کافر' اپنے کفر سے تائب ہو' ہر مسلمان' محض نام کا

marfat.com

مسلمان نہ جو کچھ والدین سے سنا اسے ہی اپنی مسلمانی کے لئے کافی سمجھنے لگے۔ مگر دل پر غفلت و نادانی کی چھاپ لگ چکی ہو تو وہ اسی پر اکتفانہ کرے بلکہ غفلت و نادانی سے تائب ہو۔ ایسے کہ اس کا دل حقیقت ایمان کی معرفت سے آراستہ ہونے لگے اور تسلیم کرے کہ میں بھولا ہوا تھا اب راہ ہدایت پر آیا ہوں۔

حضرت امام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میری اس تحریر سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ میں ہر ایک شخص کے لئے علم کلام کا سیکھنا فرض قرار دے رہا ہوں کہ وہ دلائل سے مرصع ہو۔ اس لئے کہ علم کلام سے آگاہی ہر فرد بشر پر لازم نہیں بلکہ یہ بات ضروری ہے کہ ایمان کا بادشاہ اس کے دل پر حاکم ہو جائے اور اس کے دل کی دنیا اس کے سامنے محکوم ہو۔ نیز حکومت کا اسی وقت مسلم ہونا صحیح سمجھا جائے جب تن کی مملکت کا کونہ کونہ اس کے زیر نگین اور تابع فرمان ہوگا۔ شیطانی تسلط و بالادستی کا کلی طور پر خاتمہ ہو۔

جب گناہ کا صدور ہوتا ہے تو ایسی حالت میں ایمان سلامت نہیں رہتا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب آدمی زنا چوری کا ارتکاب کرتا ہے تو اس وقت اس کا دل ایمان دار نہیں رہتا۔ گو وہ کافر بھی نہیں ہوتا کیونکہ ایمان شاخ در شاخ ہے۔ اس کی ایک شاخ یہ بھی ہے کہ وہ سمجھ لے زہر قاتل و مہلک ہے۔ انسان کو ہوش سنبھالتے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ زہر کا استعمال جان لیوا ہے۔ ایسے ہی یہ بھی سمجھے کہ جب شہوت کا بادشاہ ایمان و ایقان کو شکست سے دوچار رکھے گا یا اس کی غفلت ایمان کو تباہ کر دی گی یا اس کے ایمان کا نور شہوات کے اندھیروں میں گم ہو جائے گا تو توبہ کا آغاز ایسی ہی ترتیب سے مرتب ہوگا۔

کافر ہے تو کفر سے تائب ہو۔ اگر محض نام کا مسلمان ہے تو بدعملی سے توبہ کر کے صحیح مسلمان بنے تاکہ ایمان خام نہ رہے بلکہ خوب پختہ ہو ظاہر ہے کہ ان دونوں حالتوں میں جب ابتداً توبہ کرے گا تو گناہ سے بالکل یہ خالی نہیں ہوگا۔ اس کے باطن میں گناہ کے بیج ہوں گے مثلاً عمدہ کھانوں کا لالچ، شہرت کی حرص، مال و دولت کی طمع، حسد و غصہ کا جذبہ، تکبر و غرور کا ظہور یوں ہی دیگر مہلکات جب یکا یک چھوڑ دی جائیں، یہی وہ عادات ہیں جو خباثت کی بنیاد اور اصل ہیں انہی سے تمام گناہوں کا پودا جڑ پکڑتا ہے۔ انہی سے ہی توبہ کرنا لازم ہوتی ہے تاکہ ہر چیز حد اعتدال میں رہے اور جملہ شہوات عقل مندی سے دور کر دی جائیں اور پروردگار عالم کی اطاعت کو بجالانے دل اختیار کر لیا جائے۔ ان امور سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے شدید مجاہدات و ریاضت کی ضرورت ہے تب کہیں عقل کو ان پر غلبہ حاصل ہوتا ہے تاہم ان امور سے پاک، صاف ہونے کے باوجود وسواس بدستور باقی رہتے ہیں۔ نفس کے بے جا مطالبات اور ناجائز تصورات سے نجات کا پھر بھی ملنا دشوار گزار ہے۔ لہٰذا ان سے ہمہ وقت توبہ کرتے رہنا ضروری ہے بلکہ فرض ہے نیز جملہ نقائص کی بنیاد وہ تغافل و فراموشی ہے جو انسان کو رحمان سے دور کر دیتی ہے۔ وہ بجائے خود گناہ عظیم ہے گویہ فراموشی لحہ بھر کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا اس فراموشی سے توبہ کرنا بھی واجب ٹھہرا اور اگر کسی کو یہ مقام بھی حاصل ہو جائے اور اس سے لحہ بھر کے لئے غافل بھی نہ ہونے پائے تو بھی اس سلسلہ میں کئی مقام باقی ہیں۔

جب انسان پے در پے درجات کو پاتا جاتا ہے اور اس کی نظر جب آگے جاتی ہے تو اسے اس سے اعلیٰ مقام نظر پڑتا ہے گویا کہ ایک درجے کا پانا دوسرے درجے سے محروم ہونا دکھائی دیتا ہے۔ یا یوں سمجھئے جب ایک درجہ طے کر لیتا ہے تو اسے دوسرا درجہ اس سے اعلیٰ نظر آتا ہے باوجودیکہ وہ اپنے آپ کو بلند درجے کے مقابلے میں کم پاتا ہے۔ لہٰذا بلند درجہ چھوڑ کر اس سے کمتر پر کفایت کرنا

marfat.com

خسارے کا حاصل کرنا ہے پس اعلیٰ درجے کے حصول کی خاطر کمتر درجے سے توبہ کرنا لازم ٹھہرا۔

چنانچہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان میں یومیہ ستر بار استغفار کرتا ہوں غالباً ایسے ہی معنی پر دال ہے کہ آپ کا تو ہر عمل ترقی پر ہوتا ہے یعنی ہر قدم کے بعد جو قدم اٹھتا ہے تو اس میں عروج و کمال دکھائی دیتا ہے جس کے مقابل پہلا قدم پر کمی معلوم ہونے لگتی ہے۔ لہٰذا اس کو قدم کو توبہ سے زینت بخشنا ضروری سمجھ

اسے مزید سمجھنے کے لئے اس مثال کو مدنظر رکھیں کہ یہ معاملہ عین اس شخص سے مطابقت رکھتا ہے جس نے ایک کام کے بدلے ایک رم پر قناعت اختیار کی۔ پھر وہ پریشان اور مغموم رہنے لگتا ہے یہاں تک کہ وہ دنیا حاصل کر لیتا ہے تو ایک روپے کے مقابلے میں ایک ینار کے حصول پر وہ بہت زیادہ خوش ہوتا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ اس سے زیادہ کی گنجائش ہی نہ تھی۔

اور پھر وہ ایک موتی حاصل کر لیتا ہے جس کی قیمت ہزاروں دینار ہوتی ہے تب وہ سخت ترین غم میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اپنی کوتاہی کا احساس اسے پشیمان کر دیتا ہے تو وہ توبہ کی راہ پر چل پڑتا ہے چنانچہ ایسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے ''حسنات الابرار سیات مقربین'' ابرار کی نیکیاں مقربین کے ہاں بدیاں ہیں پس جب مقربین کی نیکیاں بدیوں کی مانند ہیں اسی سبب سے وہ ان سے توبہ ختیار کرتے ہیں۔

سوال: جب کفر و معصیت سے توبہ کر لی جاتی ہے جو فرض عین ہے تو درجات کمالیہ کا حصول جو فرائض میں شامل نہیں تقصیر و غفلت توبہ ان فضائل سے متعلق ہے پھر آپ اسے فرض و واجب میں کیوں شمار کرتے ہیں؟

جواب: دراصل واجب دو قسم پر مشتمل ہے ایک تو عام لوگوں کی عقل و سمجھ کے مطابق ظاہری اعمال و اطوار پر فتویٰ صادر ہوگا وہ اگر ی باتوں میں مشغول ہوں تو انہیں عذاب الٰہی سے آگاہ کرنا مقصود ہوگا تاکہ ایسے امور کو ترک کر دیں جو ناپسندیدہ ہیں اور وہ مستحق ت ٹھہریں تو ان کے لئے معاصی کا ترک کرنا واجب ہوگا۔ دوسری قسم وہ ہے جو عام لوگوں کے بس کی بات نہیں کیونکہ وہ اس کی طاعت ہی نہیں رکھتے جب ان میں اس کی طاقت ہی نہیں تو اس کا اسی پر قائم رہنا ہی واجب ہے جس کے باعث جہنم سے نجات پا ۔ تاہم اس کے دل میں بھی یہ حسرت باقی رہے گی کہ وہ عظیم تر درجہ کیوں نہ حاصل کر پایا قیامت کے دن جب مقربین کو بلند مرتبہ جات پر فائز دیکھے گا تو حسرت بھری نظروں سے ایسے ہی دیکھے گا جیسے اس جہاں میں لوگ ستاروں کی بلندی کو دیکھ کر تعجب کرتے ۔ لہٰذا یہ توبہ جو ہم پر واجب ہے فقط عذاب حسرت سے رہائی کے لئے ہے۔

چنانچہ اس جہاں میں ہمارا مشاہدہ ہے اگر کسی کو اپنے ہم مرتبہ لوگوں سے شان و شوکت اور جاہ و منزلت زیادہ میسر ہوتی ہے تو وہ حسرت کی آگ میں جلنے لگتے ہیں جب کہ وہ ظاہری مار پیٹ اور تکلیف سے محفوظ ہوتے ہیں ایسے ہی روز قیامت جسے روز تغابن کہتے ہیں اس لئے کہ وہاں غبن یعنی حسرت سے کوئی بھی محفوظ نہیں ہوگا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جس نے طاعت نہ کی ہوگی حسرت ہوگی اور جس نے طاعت کی ہوگی اسے اس سے بڑھ کر حسرت ہوگی کیوں نہ زیادہ سے زیادہ طاعت و فرمانبرداری سے ں کا شاک بنایا یہی وجہ ہے کہ انبیائے و اولیائے کرام کا معمول رہا ہے کہ وہ ہر ایک عبادت بجالاتے اور جب ایک دوسرے کی دت میں اضافہ دیکھیں گے تو ان کے دل میں بھی حسرت ہوگی کہ اس سے زیادہ کیوں نہ کر سکے۔

marfat.com

یہی سبب ہے کہ سید عالم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عموماً بھوک و پیاس کو برداشت کرتے جب کہ آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ ضرورت کے مطابق کھانا کھانا قطعاً منع نہیں ہے۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے جب رحمت عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شکم اطہر پر ہاتھ رکھے دیکھا تو از راہ ترحم بے اختیار رونے لگی اور عرض کیا میری جان آپ پر قربان! آپ پیٹ بھر کھانا کھالیا کریں تو کیا حرج ہے؟ سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! مجھ سے قبل بڑے بڑے جلیل القدر انبیاء رسول گزرے ہیں انہوں نے آخرت کی نعمتوں اور فضیلتوں کو حاصل کرلیا اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ میں دینوی معمولات سے فارغ رہوں تاکہ ان کے مراتب و درجات سے تو کم نہ رہوں لہٰذا ان سے کم درجہ پر رہنے کی بجائے مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ روزہ دنیا میں صبر و استقامت اور قناعت سے کام لیا جائے۔

حکایت: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور پتھر

بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پتھر کو تکیہ بنائے آرام کر رہے تھے کہ شیطان آیا اور کہنے لگا آپ تو تارک الدنیا ہیں پھر اس سے باز نہیں آئے۔ آپ نے فرمایا: بتاؤ تو سہی میں کونسا دنیا سے فائدہ اٹھا رہا ہوں؟ وہ بولا! سر کے نیچے پتھر رکھ کر آپ کا استراحت کرنا بھی تو اسی زمرہ میں شمار ہوتا ہے یہ سنتے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس پتھر کو سر کے نیچے سے نکالا اور دور پھینکتے ہوئے فرمایا لیجئے مجھے اتنی سی دنیاداری سے بھی کوئی تعلق نہیں۔

نعلین مبارک

سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنی نعلین مبارک میں نئے تسمے ڈالے وہ بھلے محسوس ہوئے تو آپ نے فرمایا: نئے تسمے نکال کر وہی پرانے ہی ڈال دیں۔ (ہمیں وہی کفایت کریں گے)۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دودھ

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز دودھ نوش فرمایا: بعدہٗ محسوس کرنے لگے کہ وہ دودھ مشتبہ تھا۔ آپ نے فوراً حلق میں انگلی ڈالی اور قے کر ڈالا اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ قے کرتے ہوئے آپ کی جان نکل جائے گی حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ عام لوگوں کے نزدیک یہ کوئی نادر کی بات نہیں ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ عوام کی بات اور ہے اور خواص کا معاملہ اور ہے صدیقین کے معمولات عمومی تو نہیں ہوا کرتے انہیں عوام کے فتویٰ سے کوئی سروکار نہیں ہوتا ان کی خدا شناسی کا معیار بہت بلند ہے اور خطرات سے حقیقتاً آگاہی بھی انہی کو حاصل ہے یہ مت سمجھو کہ وہ اس قسم کے رنج اور دکھ کو بلاوجہ بغیر کسی مفید مطلب سے فضول ہی اختیار کر لیتے تھے۔ اچھی بات تو یہی ہے کہ ان مقربین بارگاہ کی متابعت و پیروی اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہئے عمومی فتوؤں میں الجھنا عقل مندوں کو زیب نہیں دیتا۔

بہر حال اس سے بڑی حد تک تجھ پر یہ واضح ہو گیا کہ کسی بھی مقام و مرتبہ پر پہنچ جانے کے باوجود انسان توبہ و استغفار سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

marfat.com

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں انسان کی نگاہ اگر کسی اور پر نہ بھی پڑے تو اسے رونے کے لئے یہی کافی ہے کہ نے اپنی عمر غفلت میں کیوں گزاری اگر وہ انہی ایام گذشتہ پر ہی آنسو بہانے لگے تو مرتے وقت تک نہ رک سکے۔ ساری عمر رونے زار دے پھر بھی اس کی حسرت نہ مٹ سکے ہاں اگر اسے قیامت تک زندہ رہنے کی مہلت میسر آ جائے تو وہ حشر تک ندامت سے بہاتا رہے اور ایسے شخص کے بارے تمہارا کیا خیال ہے جس نے ماضی کی طرح مستقبل بھی تباہ کر ڈالا ہو یاد رکھئے اگر کسی کے قیمتی ضائع ہو جائیں تو وہ ان کے لئے رونے لگے اور اگر ان کے ساتھ ساتھ اسے سزا بھی دی جائے پھر تو اس کے لئے اور زیادہ رونے ام ہے۔

پس یوں ہی سمجھ لیجئے زندگی کا ایک ایک سانس قیمتی موتی ہے اور ایسا قیمتی جس کی صحیح قدر و قیمت کی جائے تو سعادت ابدی کا ں کرنا قطعاً دشوار نہیں۔ اگر اسے گناہوں کی نذر کر دیا جائے تو کیا ہلاکت و بربادی نہیں ہے؟ کیا ایسے شخص کی حالت قابل عبرت نہ ؟ ہاں ہاں کیوں نہیں مگر احساس تو تب اجاگر ہوگا جب اسے اس کی پہچان کی خبر ہوگی لیکن مصیبت تو یہ ہے اس کی خبر ہوتی ہی تب ب حسرت میں بھی ناکام ہو جاتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وانفقوا مما رزقنکم من قبل ان یأتی احد کم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین (سورہ المنفقون آیت ۱۰)

"ترجمہ: اور ہم نے جو کچھ تمہیں عطا فرمایا: اس میں سے تم ہماری راہ میں بھی خرچ کرو اس سے پہلے کہ موت تمہارے پاس آ جائے اور پھر تم کہنے لگو! اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی سی مدت کے لئے مہلت کیوں نہ دی تا کہ میں صدقہ دے کر صالحین میں جگہ پاتا۔"

مفسرین اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں بندہ بوقت نزع ملک الموت کو دیکھتا ہے تو بڑی حسرت سے پکارتا ہے۔ بس اے ملک مجھے صرف ایک دن کی مہلت دے دو تا کہ میں توبہ کر لوں کچھ استغفار اور عذر و معذرت سے کام لوں۔

ملک الموت ارشاد فرماتا تھے اب تجھے ایک دن کی پڑی ہے تجھے تو سینکڑوں دن دیئے گئے ہزاروں راتیں عطا کی گئیں مگر تو نے تو ت کی انتہا کر دی۔ کوچ کا نقارہ بج چکا اب تجھے ایک لمحہ تک نہیں دیا جائے گا تب وہ حسرت بھری گزارش پیش کرتا ہے۔ چلیں ایک ں کی مہلت ہی دے دو! لیکن فرشتہ اجل پھر وہی کلمات دہراتا ہے پھر اسے ناامیدی اور حسرت و یاس کے تلخ گھونٹ پینے پڑتے اس کے ایمان و ایقان میں بھی بے چینی کی لہر دوڑ پڑتی ہے پھر اگر اس کا نام ازلی طور پر اشقیاء میں درج ہوتا ہے تو شک و اضطراب ی ساعتوں میں اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے اور بدبختی و بدنصیبی اس کا استقبال کرتی ہے اور اگر وہ مقدر سے ت ازلی حاصل کر چکا ہوتا ہے تو کم از کم اس کا ایمان محفوظ رہتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ولیست التوبة للذین یعلمون السیات حتی اذا حضر احدهم الموت قال انی تبت الئن ولا الذین یموتون وهم کفاره.

"ترجمہ: اور ان کی توبہ نہیں جو برائیاں کرتے ہیں جب ان میں کسی پر موت آ جاتی ہے تو کہتا ہے اب میں توبہ کرتا ہوں

marfat.com

اور نہ ہی کافروں کی توبہ قبول ہوگی جو کفر پر مریں۔

علمائے کرام فرماتے ہیں ہر انسان کے دو دراز ہیں۔ ایک تو جب انسان پیدا ہوتا ہے شکم مادر سے باہر آتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرما ہے اے میرے بندے میں نے تجھے صاف پاک پیدا فرمایا ہے اور تجھے تیری عمر بطور امانت تیرے سپرد کر رہا ہوں دیکھنا کہیں امانت میں خیانت نہ ہونے پائے' میں دیکھوں گا تو مجھے واپس کس حالت میں کرتا ہے اور پھر دوبارہ بڑے راز دارانہ انداز میں بوقت نزع دریافت فرماتا ہے اے میرے بندے میں نے جو امانت تیرے حوالے کی تھی کیا تو نے اسے سنبھالنے کی کوشش کی؟ اگر تو نے اسے میری ہدایت کے مطابق سنبھالے رکھا ہے تو تیرے لئے جنت تیار ہے اور اگر ضائع کر چکا ہے تو جا جہنم تیری انتظار میں ہے۔

قبولیت توبہ کا رنگ

واضح ہو کہ توبہ اگر شرائط کے مطابق کی ہوگی تو یقیناً اسے قبولیت سے نوازا گیا ہوگا۔ پھر تجھے اس کی قبولیت میں شک و تردد نہیں چاہئے تاہم فکر تو اس بات پر کرنا چاہئے کہ کیا توبہ شرائط کی مطابق کی گئی ہے یا نہیں؟

محرومیت کا سبب

جس شخص کی ''معرفت قلب'' کو حاصل کر لیا کہ دل کیا ہے؟ بدن سے اس کا تعلق کس نوعیت کا ہے اور اللہ رب العزت کی ذات والا برکات سے اسے کس قسم کی نسبت ہے؟ وہ کون سی شئی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے مابین حجاب اور دوری کا سبب بن سکتی ہے؟ تو کسی قسم کے شک و شبہ میں پڑنے کی چنداں ضرورت نہیں اس لئے کہ گناہ اگر حجاب کا باعث ہے تو توبہ اس حجاب کو اٹھا دینے والی اور اس بات پھر اس کا کامل یقین ہی قبولیت کا ضامن ہے۔

آدمی کا دل تو اس جنس پاکیزہ سے ہے جسے فرشتوں کا جوہر کہا جاتا ہے وہ ایک ایسا آئینہ ہے اگر اسے صاف و شفاف رکھا جائے اس میں جمال الٰہی دکھائی دینے لگتا ہے۔ انسان کا ہر گناہ آئینہ دل پر ظلمت بن کر چھا جاتا ہے اور اس کی ہر عبادت و نیکی نور بن کر ظلمت کو مٹاتی رہتی ہے۔ اس طرح طاعت و عبادت کے انوار اور معصیت کی ظلمت آئینہ دل پر مسلسل وارد ہوتی رہتی ہے جب بندہ توبہ کرتا ہے تو طاعت کا نور دل کی سیاہی کو مٹا دیتا ہے پھر دل پہلے کی طرح صاف و شفاف ہو جاتا ہے۔

اگر آدمی گناہوں کا حریص بن جاتا ہے تو اس کے دل کا جوہر زنگ آلود ہونے لگتا ہے پھر آہستہ آہستہ قلب کی گہرائی میں انداز ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں اس کا تدارک اس آئینہ کی طرح نہیں ہو سکتا جس پر زنگ کے اثرات مرتب ہوئے ہوں۔ ایسا آلودہ دلی توبہ سے محروم ہو جاتا ہے گو زبانی طور پر کہتا رہتا ہے میں نے توبہ کی البتہ اس کی اطلاع دل کو نہیں ہوتی اور نہ ہی اس پر کچھ اثر ہوتا ہے۔ لہٰذا جاننا چاہئے کہ جیسے میلا کچیلا کپڑا صابن اور پانی سے دھونے پر صاف ستھرا ہو جاتا ہے اسی طرح دل سے سیاہی اور گناہوں کی آلودگی کو طاعت و بندگی کے نوری صابن سے پاک و صاف کرتے رہنا چاہئے۔ ارشادات مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء۔

- سید عالم مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر بدی کے بعد نیکی کریں کیونکہ نیکی بدی کو مٹا دیتی ہے۔
- فرمایا اگر تمہارے گناہوں کا ڈھیر آسمان تک بھی جا پہنچے تب بھی توبہ کی طرف آؤ اگر توبہ کرو گے تو وہ قبول کی جائے گی۔

marfat.com

فرمایا کوئی شخص ایسا بھی ہوگا جو محض اپنے گناہوں کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عرض گزار ہوئے۔

یارسول اللہ وہ کیسے؟ فرمایا جب اس بندے سے گناہ سرزد ہوتے ہیں اور وہ نادم و پشیمان ہوتا ہے تو یہی ندامت و پشیمانی اس کی ن جاتی ہے جس کے باعث وہ جنت کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

علمائے کرام فرماتے ہیں اس تائب کے متعلق ابلیس پکار اٹھتا ہے کاش کہ میں اسے گناہ میں مبتلا ہی نہ کرتا۔

مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نیکیاں گناہ کو ایسے ختم کر ڈالتی ہیں جیسے پانی کپڑوں سے میل نکال باہر پھینکتا ہے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب شیطان لعین نے بارگاہ ربوبیت میں کہا مجھے تیری عزت و جلالیت کی قسم میں آدمی کے دل سے اس وقت تک نہیں نکلوں گا تک اس کے جسم میں جان رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنی عزت کی قسم! جب تک میرا بندہ زندہ رہے گا میں اس کے سامنے دروازہ کھلا رکھوں گا۔

ت: اور یہ سنتے ہی اس نے جان دے دی

یان کرتے ہیں کہ ایک حبشی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ پیارے نبی! میرے گناہ ہیں میں توبہ کروں تو کیا میری توبہ قبول ہو جائے گی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ضرور قبول ہوگی یہ سنتے ہی واپس پھر آ کر کہنے لگا! حضور! جب میں گناہ کرتا ہوں تو اس وقت میرا پروردگار مجھے دیکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں وہ تجھے دیکھ رہا ہوتا یہ سنتے ہی اس نے ایک نعرہ بلند کیا' زمین پر گرا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی نبی پر وحی نازل کی گنہگاروں کو خوشخبری سنا دو اگر تم گناہوں سے توبہ کر لو گے تو میں تجھے معاف فرما دوں گا اور میرے مقبول بندوں سے فرمایئے اگر میں عدل کروں تو معاملہ سزا تک بھی پہنچ سکتا ہے۔

حضرت شیخ طلق بن حبیب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں بندوں پر اللہ تعالیٰ کے حقوق اس کثرت سے ہیں کہ ان کا ادا کرنا ان کے بس کی بات نہیں لہٰذا انہیں صبح اٹھتے اور رات کو سوتے وقت توبہ و استغفار کرتے رہنا چاہئے۔

حضرت حبیب بن ابی ثابت رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے جب قیامت کے دن آدمی کے سامنے اس کے گناہ کئے جائیں گے تو وہ ایک گناہ کو دیکھتے ہی کہے گا۔ افسوس میں تجھ سے ہمیشہ ڈرتا رہا اور ہر ممکن کنارہ کشی کی کوشش کی بس اتنا کہتے ہی اسے مغفرت سے از دیا جائے گا۔

یار تے ہیں کہ ایک اسرائیلی بہت گنہگار تھا اس نے توبہ کی راہ اپنائی مگر شک میں مبتلا ہو گیا۔ یہ کہ میری توبہ قبول ہوگی یا نہیں لوگوں سے اس وقت ایک عابد کی نشاندہی کی وہ اس کے پاس حاضر ہوا اور جا کر اپنی تمام سرگذشت سنائی اور کہا میں اس وقت تک ننانوے قتل کر چکا ہوں علاوہ ازیں میں بہت گنہگار ہوں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟

marfat.com

عابد نے جواباً کہا نہیں! اسے نہایت غصہ آیا نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً اس عابد کو بھی قتل کر ڈالا یوں ایک سو انسانوں کا قاتل بن
بعدہٗ اپنے وقت کے ایک عالم کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا کہہ سنایا کہ میں نہایت گنہگار ہوں حتی کہ ایک سو آدمیوں کا
ہوں بتایئے کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔

عالم دین نے کہا ہاں البتہ یہاں سے کہیں اور جگہ چلے جاؤ اس لئے کہ یہ جگہ تمہارے لئے باعث برکت نہیں رہی بلکہ تیرے
مقام ہے۔

وہ مقام صلاح کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں نیک لوگ رہا کرتے تھے مگر راستے ہی میں فرشتہ اجل نے اسے آلیا۔ اس کے مر
رحمت و عذاب کے فرشتے آ گئے اور ان کے درمیان اختلاف پھوٹ پڑا۔ یعنی ہر ایک دعویٰ کرنے لگا کہ اس کی موت ان کے
میں ہوئی ہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا: تم زمین کی پیائش کیوں نہیں کر لیتے چنانچہ زمین کی پیائش کی گئی تو وہ صالحین کی ولایت کے
تر نکلا گو فاصلہ میں صرف ایک بالشت ہی فرق تھا۔ پس رحمتوں کے فرشتے اس کی روح کو لے گئے۔ اس سے واضح ہوا کہ نجات
یہ کوئی شرط نہیں کہ بندے کا پلڑا گناہوں سے بالکل ہی پاک وصاف ہو البتہ یہ شرط ہے کہ نیکیوں کا پلہ بھاری ہو خواہ مقدار میں
فرق ہی کیوں نہ ہو تو نجات یقینی ہے (نتیجہ یہ نکلا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں اولیاء کرام صالحین کا معمولی سا قرب بھی نصیب
جائے تو اس کا یہاں تک فائدہ ہوتا ہے کہ انسان جنت کا مستحق بن جاتا ہے اگرچہ کتنا ہی گنہگار ہو بشرطیکہ توبہ اختیار کرے پھر اولیا
کا وسیلہ کام آتا ہے کما مر)

صغیرہ و کبیرہ گناہوں کی نوعیت

واضح ہو کہ توبہ گناہ سے متعلق ہے گناہ جتنا چھوٹا ہوگا اس پر توبہ بھی اتنی ہی آسان ہوگی تاہم کسی گناہ کو چھوٹا کبھی بھی نہیں
چاہئے اگر صغیرہ پر بضد کرے گا تو وہی کبیرہ کی صورت اختیار کرے گا۔

حدیث شریف ہے کہ فرض نمازیں گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں مگر کبیرہ کا نہیں نیز نماز جمعہ کبیرہ گناہوں کے علاوہ تمام
گناہوں کے محو کرنے کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنه نکفر و عنکم سیائکم.

"ترجمہ: اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے تو ہم تمہاری عمومی برائیاں معاف فرما دیں گے۔"

اس سے مراد ہے جب تم کبائر سے پرہیز کرو گے تو صغائر معاف کر دیئے جائیں گے۔ لہٰذا کبیرہ گناہوں کا جاننا نہایت ضر
ہے تاکہ ان سے بچاؤ کی صورت اختیار کی جائے گو تعداد کے تعین میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی رائے مختلف ہے بعض فرما
کبیرہ گناہوں کی تعداد سات ہے جب کہ کئی حضرات اس سے زائد کہتے ہیں کچھ فرماتے ہیں سات سے بھی کم ہیں حضرت عبداللہ
عباس نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سنا کہ کبیرہ گناہ سات ہیں تو انہوں نے کہا بلکہ ستر ہیں چنانچہ حضرت ابو
توکلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "میں نے اپنی تصنیف قوت القلوب میں احادیث صحیح اور آثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ستر

marfat.com

گناہوں کی فہرست مرتب کی ہے۔'' مثلاً جب کوئی آدمی برائی کرے اور اسے توبہ کا خیال تک پیدا نہ ہو تو یہی کبیرہ گناہ بن جائے گا نیز اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا بھی کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بے نیاز ہونا یہ کہ مجھے اس کی گرفت کا کوئی خطرہ نہیں میں بہر حال محفوظ رہوں گا ان چاروں کبیرہ گناہوں کا تعلق دل سے ہے۔

اسی طرح زبان کے کبائر بھی چار ہیں۔

(۱) جھوٹی شہادت (۲) زنا کی تہمت (۳) جھوٹی قسم (۴) جادو کرنا۔

یوں ہی تین کبیرہ گناہوں کا تعلق پیٹ سے ہے۔ (۱) نشہ آور اشیاء کا استعمال (۲) یتیم کا مال کھانا (۳) سود لینا۔

دو کبیرہ گناہ ایسے ہیں جن کا تعلق شرمگاہ سے ہے۔ (۱) زنا یا طوالت کا ارتکاب دو ہی کبیرہ کا تعلق ہاتھوں سے ہے۔ (۱) کسی کا ناحق قتل۔ (۲) مال وغیرہ کی چوری اور ایک کبیرہ گناہ پاؤں سے تعلق رکھتا ہے یعنی جہاد سے منہ پھیرنا۔ جب کہ کفار سے مسلمان برسر پیکار ہوں نیز جب کفار کی تعداد ڈبل سے بڑھ جائے تو دفاعی پوزیشن اختیار کرنے کے لئے بھاگ کھڑے ہونا جائز ہے اور ایک کبیرہ گناہ ایسا بھی ہے جو پورے بدن سے تعلق رکھتا ہے اور وہ ہے والدین کی نافرمانی کرنا اور انہیں رنج والم سے دوچار کرنا۔

یہ ایسی تفصیل ہے جن کا تذکرہ حدود شرعیہ میں مل جاتا ہے بعض تو وہ ہیں جن کے بارے قرآن کریم میں نہایت سخت ترین وعید تہدید آئی ہے جسے تفصیل مطلوب ہو وہ ہماری ''کتاب احیاء العلوم'' کا مطالعہ کرے یہ کتاب طوالت کی متحمل نہیں۔ ان گناہوں کی بیان کرانے کا مقصد یہ ہے کہ انسان ایسے کبیرہ گناہوں کا علم رکھے تاکہ ان کے ارتکاب سے اپنے آپ کو بچا سکے تاہم یہ بھی خیال رہے کہ گناہوں کی تکرار صغیرہ کو بھی کبیرہ میں تبدیل کر دیتی ہے گو یہ کہا جاتا ہے کہ نماز صغیرہ گناہوں کے لئے کفارہ بن جاتی ہے لیکن اس پر بھی متفق ہیں کہ قصداً اگر ایک معمولی سی غلطی بھی ہو تو فرائض اس کے لئے کفارہ نہیں بن سکتے۔ جب تک اس سے توبہ نہ کی جائے جو گناہ حقوق اللہ سے متعلق ہیں وہ بخشش سے قریب تر ہیں بہ نسبت حقوق العباد کے حدیث شریف میں ہے کہ ہر انسان کے اعمال نامے تین قسم پر ہوں گے۔

- ایک رجسٹر میں وہ اعمال درج ہوں گے جو ناقابل معافی ہیں وہ شرک سے متعلق ہیں۔
- دوسرے رجسٹر میں وہ اعمال نامے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے مابین ہیں وہ بآسانی بخشش دیئے جائیں گے۔
- تیسرے رجسٹر میں وہ اعمال ہوں گے جن کی نجات ومغفرت کی امید نظر نہیں آتی ان کا تعلق مخلوق خدا سے ہے وہ ظلم وجور جو آدمی نے مخلوق خدا پر روا رکھے خیال رہے کہ وہ امور جو مسلمانوں کی آزادی اور تکلیف کا باعث ہوں وہ اسی شق میں شمار ہوں گے خواہ ان کا تعلق کسی مسلمان کی ذات سے ہو یا مال اور عزت وآبرو نیز اس کے دین اور عقیدے سے بھی ہو تو اسی زمرہ میں داخل ہیں۔ مثلاً مسلمانوں کو بدعقیدگی کی دعوت دینا اور اس کے سچے اور سچے عقیدے سے برگشتہ کرنا یا لوگوں کو دعوت دے کر ایسی باتیں بیان کرنا جنہیں سن کر وہ بے راہ روی کی طرف کھلم کھلا گامزن ہوں۔

گناہ صغیرہ، کبیرہ کی صورت کیسے اختیار کرتے ہیں؟

marfat.com

اس بات کو خوب ذہن نشین کرلیں کہ گناہ صغیرہ کا ارتکاب کرنے والا معافی اور مغفرت کا امیدوار ہوسکتا ہے مگر بعض وجوہ سے وہی گناہ صغیرہ' کبیرہ کی صورت اختیار کر جاتا ہے پھر اس کی آفت بہت بڑھ جاتی ہے اس کی چھ وجوہ ہیں۔

۱- آدمی کا گناہ صغیرہ کا بار بار مرتکب ہونا۔ جیسے غیبت اور چغلی کھانے کو اپنا ماٹو بنالے یا ریشمی لباس مستقل زیر استعمال لانے لگے نیز سماع لہو ولعب اور تسکین نفس کی خاطر اپنائے' ایسا جو بھی گناہ تواتر سے کرے گا۔ اس کا دل تاریکی میں ڈوبتا جائے گا چنانچہ مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اچھا اور عمدہ عمل وہی ہے جو نیک ہو اور ہمیشہ کیا جائے چاہے معمولی سا ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً پانی جب مسلسل قطرہ قطرہ کی صورت میں سخت پتھر پر گرتا رہتا ہے تو اس میں سوراخ کر دیتا ہے جب کہ بہت سا پانی بیک وقت اس پتھر پر انڈیل دیا جائے تو اس پر کسی قسم کا اثر نہیں پڑے گا۔ لہٰذا جو بھی آدمی گناہ صغیرہ میں مبتلا ہوا سے چاہیے جلد از جلد اس سے کنارہ کشی کے لئے استغفار کو اپنا وظیفہ بنالے اس گناہ پر پریشان اور غم والم کا اظہار کرے اور دل میں پختہ ارادہ کرلے کہ آئندہ وہ اس کے قریب سے بھی نہیں گزرے گا اولیاء کرام اور علماء عظام فرماتے ہیں جب انسان صغیرہ گناہوں سے توبہ کرنے لگتا ہے تو وہی صغیرہ بن جاتے ہیں جب کہ اصرار کی صورت میں وہ کبیرہ کی شکل اختیار کرتے جاتے ہیں۔

۲- دوسری وجہ یہ ہے کہ آدمی گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھے اور بنظر حقارت دیکھے اس طرح وہی چھوٹا سا گناہ کبیرہ بن جاتا ہے جب ہر ایک گناہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اسے بڑا ہی تصور کیا جائے تو وہ واقعۃً صغیرہ میں بدل جاتا ہے کیونکہ جو چھوٹے سے گناہ کو بڑا خیال کرتا ہے تو اس کے دل میں خوف خدا اور ایمان کی حرارت پائی جاتی ہے یہی جذبہ اس کے دل کو گناہ کی تاریکی سے محفوظ رکھنے میں معاون ہوتا ہے پھر گناہ کا اثر دیر تک قائم نہیں رہتا۔

مگر اس کے برعکس جس گناہ کو معمولی اور حقیر تصور کیا جاتا ہے اس کا سبب یہی ہے کہ اسے گناہ سے لگاؤ اور محبت پیدا ہو چکی ہے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ گناہ کا دل سے خصوصی رشتہ پیدا ہو چکا ہے کیونکہ ہر امر کا تعلق تو دل کے ساتھ ہے اور جس کی تاثیر کو دل قبول کرتا ہے اس کا رزلٹ بھی اسی کے مطابق ظہور پذیر ہوتا ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مسلمان کو گناہ تو پہاڑ سے زیادہ بھاری معلوم ہوتا اور اس پر ہر دم یہ خوف طاری رہتا ہے کہیں پہاڑ اس کے سر پر نہ آ پڑے جب کہ منافق کے نزدیک گناہ محض ایک مکھی کی حیثیت رکھتا ہے جو اس کے ناک پر بیٹھے اور اڑ جائے بزرگان دین فرماتے ہیں جو گناہ بخشا نہیں جائے گا وہ یہی ہے کہ انسان معمولی سا جانے اور کہتا پھرے کیا ہی اچھا ہوتا کہ سبھی گناہ ایسے ہی خفیف وحقیر ہوتے' بیان کرتے ہیں کہ کسی نبی علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ قوم سے فرما دیجئے کسی بھی گناہ کو معمولی اور چھوٹا سا نہ سمجھو بلکہ اللہ رب العزت کی کبریائی وبڑائی پر نگاہ رکھو تاکہ اس کے کسی بھی حکم کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے جس قدر کوئی جلال خداوندی کی معرفت رکھتا ہے اسی قدر وہ صغیرہ گناہوں کو بھی کبیرہ سمجھنے لگتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صحابی لوگوں سے مخاطب تھے کہ تم بہت بڑے بڑے کام کر گزرتے ہو مگر انہیں پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں دیتے حالانکہ ہمارے نزدیک ان میں ہر کام پہاڑ سے کم نہیں اس لئے کہ کوئی گناہ ایسا نہیں جس میں غضب الٰہی پوشیدہ نہیں۔ ممکن ہے جسے تم معمولی تصور کرتے ہو۔ وہی گناہ اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب کا سبب بن جائے چنانچہ فرمایا گیا۔

marfat.com

وتحسبونہٗ ھینا وھو عند اللہ عظیم O (سورہ النور آیت ۱۵)

''ترجمہ: اور وہ اس کو معمولی اور ناچیز سمجھتے ہیں جب کہ اللہ کے نزدیک وہ عظیم ہے۔

۳- تیسری وجہ یہ ہے کہ انسان گناہ میں خوشی و شادمانی محسوس کرے اس کو غنیمت جانے' کامیابی سمجھے اور اس پر اظہار فخر کرے کہ میں نے فلاں فلاں آدمی کو دھوکہ دیا اس کی خوب بے عزتی کی فلاں کا میں نے مال ہڑپ کر لیا فلاں کو خوب سنائیں اور بہت ذلیل و شرمندہ کیا میں نے فلاں آدمی سے ایسے مباحثہ کیا کہ وہ بات نہ کر سکا وغیرہ خرافات پر ڈینگیں مارے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا دل سیاہ ہو چکا ہے ورنہ وہ اپنی برائیوں پر فخر نہ کرتا پس اس کی ہلاکت و بربادی کے لئے یہی باتیں کافی نہیں۔

۴- چوتھی وجہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت جو ستار ہے اپنی ستاری کے باعث آدمی کے گناہوں کی پردہ پوشی فرمائے مگر یہ بے وقوف کہے مجھ پر تو اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت اور مہربانی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ جلد گرفت نہیں فرماتا مگر جب اس کی گرفت ہوتی ہے تو وہ فرماتا:

اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْد''O

''ترجمہ: بیشک تیرے رب کی گرفت بڑی سخت ہے۔''

۵- پانچویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس کے گناہوں کی پردہ پوشی کرے مگر یہ نادان شکر کرنے کی بجائے اپنے ہی ہاتھوں اس پردے کو تار تار کر ڈالے اور اسے دیکھ کر دوسرے لوگ بھی گناہ کی طرف راغب ہونے لگیں ایسی صورت میں دوسرے لوگوں کے گناہ اور ان کا گناہوں کی طرف مائل ہونے کا وبال اس نافرمان کی گردن پر ہوگا۔ اگر رغبت دلانے کا کام برسر عام کھلم کھلا دینے لگے اور گناہ کے اسباب و آلات بھی مہیا کرے یہاں تک کہ دوسرے بھی اس سے اثر پکڑیں اور اسی کی عادات اپنانے لگیں تو وبال دوچند بڑھ جائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ بزرگان دین فرماتے ہیں اس سے بڑھ کر غضب کی اور کیا بات ہوگی کہ ایک مسلمان دوسرے کو گناہ کا دلدادہ بنا دے جس کے باعث وہ گناہ کو آسانی اختیار کرنے لگے۔

''حکمرانوں کی سرپرستی میں اب تو تمام اسلامی ممالک میں بھی گناہوں خوب خوب تشہیر کی جارہی ہے ریڈیو' ٹی وی' مووی' ویڈیو' یوٹیپ ریکارڈ' فون' موبائل فون نیز جدید ترین آلات لہو ولعب' نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا مخلوط اور بے حجابانہ ڈانس وغیرہ خرافات ملیہ شنیعہ کا وجود دعوت گناہ نہیں تو اور کیا ہے قوم اسی تباہی میں اپنی نجات تصور کر رہی۔ (العیاذ باللہ)

۶- چھٹی وجہ یہ ہے کہ بدعمل ائمہ سو اور بدعقیدہ مقتدی بھی گناہوں کا باعث ہیں ان کی بدعملی کو دیکھ کر لوگ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ اگر یہ گناہ کا کام ہوتا تو وہ حضرات اس کے کیوں مرتکب ہوتے مثال کے طور پر جب کوئی عالم یا امام مسجد ریشمی کپڑے استعمال کر کے حکمرانوں سے میل جول رکھنا شروع کر دیتا ہے اور ان کے عطیات کو قبول کرنا اور علمائے حق کو مناظرے کا چیلنج کرتا پھرتا ہے اور اپنی حماقت سے علمائے کرام پر لعن طعن وطیرہ بنا لیتا ہے اور اپنے مال و دولت کے باعث کبر و تمرد کی راہ اپنا لیتا ہے تو اس کے مقتدی اور شاگرد اسی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بے راہ روی اختیار کر لیتے ہیں پھر رفتہ رفتہ جہاں وہ قیام پذیر ہوتا ہے دیکھا دیکھی وہاں کے رہائشی تمام لوگ گمراہی اور بگاڑ کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اس لئے کہ ہر مقام کے لوگ کسی نہ کسی عالم سے

marfat.com

اعتقاد رکھتے ہیں پس ان تمام لوگوں کا گناہ کی طرف مائل ہونے کا بوجھ اس کے سر ہوگا۔

بزرگان دین فرماتے ہیں وہ شخص نہایت خوش نصیب ہے جس کے مرتے ہی اس کے گناہ ختم ہو جاتے ہیں مگر وہ شخص جس کی اقتداء میں لوگ گمراہی کی راہ پر گامزن ہوئے ان کے گناہوں کا بوجھ اس کی گردن پر ہزاروں سال تک مسلسل سے جاری رہے گا کیونکہ جیسے جیسے لوگ آتے جائیں گے وہ دیکھا دیکھی گناہ کے مرتکب ہوتے رہیں گے اور ان تمام کے مشترکہ گناہ اس کے نامہ اعمال میں درج ہوتے جائیں گے جو ان کا اس سلسلہ میں امام و پیشوا تھا۔

حکایت: گنہگار عالم

بیان کرتے ہیں کہ ایک اسرائیلی عالم نے گناہوں سے از خود توبہ کر لی مگر اس کی بدعملی کو دیکھتے ہوئے ہزاروں جو غلط روش چل پڑے تھے ان کے متعلق اس دور کے نبی علیہ السلام کی طرف وحی آئی کہ اس سے پوچھیئے تو نے توبہ کر لی مگر ان گناہوں سے کیسے بچ سکے گا جو تیری بدعملی کو دیکھتے ہوئے دوسروں نے بھی ان کا ارتکاب شروع کر دیا ہے؟

علمائے کرام کو اس پر خوب غور و فکر سے کام لینا چاہیئے کیونکہ ان کی ایک غلطی ہزاروں غلطیوں کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔ یوں ان کی ایک نیکی ہزاروں نیکیوں کا وجود دھار لیتی ہے اس لئے کہ عبادت گزار لوگوں کی عبادت کا ثواب اسے بھی حاصل ہوتا رہتا ہے لہٰذا علمائے کرام پر واجب ہے کہ معصیت میں قطعاً مبتلا نہ ہو اگر خدانخواستہ کوئی گناہ سرزد ہو بھی جاتا ہے تو اس کا اظہار نہ کرے یہی نہیں بلکہ مباحات سے بھی بچنے کی کوشش کرے تاکہ لوگ دلیری نہ پکڑیں۔

حضرت امام زہری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اب تک تو ہم ہنستے کھیلتے تھے اور جب قوم کے امام بنے تو مسکراہٹ سے بھی تعلق ٹوٹ گیا۔ اگر کوئی عالم کسی دوسرے عالم کی تقصیر کا اعلانیہ اظہار کرے تو وہ خود بہت بڑا خطاوار ہے اس لئے کہ اس کے اظہار سے ہزاروں لوگوں کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہے لہٰذا لوگوں کے گناہ پوشیدہ کرنا اگر واجب ہے تو عالم کی عملی کوتاہی و کمی کا چھپانا بے حد واجب اور لازم ہے۔

صحیح اور سچی توبہ کی شرائط و علامات

گذشتہ مضمون سے آپ اچھی طرح سمجھ چکے ہیں کہ سچی اور سچی توبہ کا دارومدار ندامت و پشیمانی پر ہے توبہ کا ثمرہ وہی ہے جو تائب کے عزم و ارادے سے ظاہر ہوتا ہے ندامت کی علامت یہ ہے کہ تائب غم واندوہ اور حسرت و حزن میں نظر آتا ہے اور اس کا کام اپنی روش پر رونا دھونا اور آہ و فغان کرنا بن جاتا ہے اس لئے کہ وہ آدمی اپنے آپ کو تباہی و بربادی کے طوفان میں گھرا دیکھے گا۔

مثلاً اگر کسی کا بیٹا بیمار پڑ جائے ڈاکٹر صاحب یہ کہہ دیں کہ اس کی بیماری خطرناک ہے اور جان جانے کا اندیشہ ہے پس از خود توبہ کیجئے اس کے ماں باپ پر کیا گزرے گی اور اس کے لئے یہ تکلیف دہ خبر کیوں نہ سوہان روح بنے گی۔ یہ کوئی بات بتانے کی ہے والدین کو اولاد اپنی جان سے بھی زیادہ پیاری اور عزیز تر ہوتی ہے تاہم از میں بھی انکار کی گنجائش نہیں کہ والدین کو اپنی جان بھی بہت پیاری ہوتی ہے جب کہ اس کے طبیب و حکیم اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دینوی ڈاکٹروں اور حکما اور اطباء سے زیادہ

marfat.com

صادق اور مہربان ہیں۔ جب وہ خبر دیں کہ آخرت کی ہلاکت موت خطرات سے بھی زیادہ عظیم اور زبردست ہے اور گناہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عذاب کا پیش خیمہ ہیں یہاں تک کہ اتنا خطرہ بیماری سے مرنے کا نہیں ہوتا جتنا گناہ سے ہلاکت کا ہوتا ہے اگر یہ حقائق بھی اس کے دل میں خوف وحسرت نہ پیدا کر پائیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ گناہ کی آفت و ہلاکت پھر وہ دل سے یقین ہی نہیں رکھتا۔

آگ جتنی تیز ہوتی ہے اتنی ہی تیزی سے چیزوں کو خاکستر کرتی جاتی ہے اسی طرح حسرت وندامت کی آگ جتنی تیز ہوتی جائے گی اتنی ہی تیزی سے گناہوں کو خاکستر کرتی جائے گی گناہ سے انسان کا دل زنگ آلود ہو جاتا ہے اسے حسرت وندامت کی آگ کے علاوہ اور کوئی بھی چیز ختم نہیں کر سکتی نیز اس کے علاوہ اور کوئی حرارت وگرمی نہیں جو اس کے دل کو رقیق اور نرم کر سکے۔

حدیث شریف میں ہے توبہ کرنے والوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم اسی بنا پر دیا گیا ہے کہ ان کے دل رقت ونرمی سے بھرے ہوتے ہیں اور آئینہ کی طرح مصفیٰ اور دل کا آئینہ جتنا زیادہ صاف وشفاف ہوگا اتنا ہی وہ شخص گناہوں سے پاک ہوگا ایسے دل کو گناہ کی لذت نہیں تلخی اور کڑواہٹ محسوس ہوتی ہے۔

گناہ کی حلاوت ولذت

ایک نبی علیہ السلام نے کسی اسرائیلی کی سفارش کی الٰہی! اس کو معاف فرما دے ارشاد ہوا۔ میرے نبی! مجھے اپنی عزت کی قسم اگر آسمانوں کے تمام فرشتے بھی اس کی سفارش کریں میں تب بھی اس کی توبہ قبول نہیں کروں گا اس لئے کہ اس کے دل میں گناہوں کی حلاوت وشرینی اور لذت موجود ہے اور یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ گناہ سرزد ہی اس وقت ہوتا ہے جب آدمی کے دل میں اس کی لذت وحلاوت محسوس ہونے لگتی ہے مگر تائب کے لئے تو گناہ زہر آلود شہد ہے جسے ایک مرتبہ چکھا دوبارہ نام تک نہ لیا اس کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہونے لگتے ہیں اور گناہ سے محفوظ اور لذت اندوز ہونے کا تصور اس کے خوف کے نیچے دب کر رہ جاتا ہے جو اس کے نقصان کے خیال سے دامنگیر ہوتا ہے۔ تلخی کسی ایک گناہ سے متعلق نہیں بلکہ ہر گناہ میں یہی تلخی کارفرما رہے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ تو کسی بھی قسم کے گناہ پر راضی نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ تو اس پشیمانی پر راضی ہوتا ہے جو گناہ کے سرزد ہونے پر توبہ کے لئے سے لاحق ہوتی ہے۔ ندامت پشیمانی کے باعث جو ارادہ عیاں ہوتا ہے اس کا تعلق ماضی، حال اور مستقبل سے ہوتا ہے۔

جہاں زمانہ حال سے تعلق کا معاملہ ہے تو اس سے یوں عہدہ برآ ہو سکتا ہے کہ جملہ گناہوں سے کنارہ کشی اختیار کر لے اور فرائض کی بجا آوری میں جان ودل سے مشغول ہو جائے یوں ہی مستقبل کے ساتھ یہ صورت سامنے آئے گی وہ عزم بالجزم کرے کہ وہ ہر ایک گناہ پہ ضبط وصبر سے کام لے گا کہ وہ قطعاً نہ ہونے پائے اور اللہ رب العزت کے حضور پختہ عہد کرے کہ وہ کسی بھی صورت گناہ کا تصور پیدا نہ ہونے دے گا اور فرائض کی بجا آوری میں کسی قسم کی تقصیر وکوتاہی آڑے نہیں آنے دوں گا۔

جیسے بیمار یہ نہ جاننے کے باعث آیا کہ یہ پھیل فروٹ اس کے لئے مفید بھی ہوگا یا نہیں اس بات کا پکا ارادہ کرے کہ میں ان پھلوں کو کھاؤں گا ہی نہیں تا کہ ممکنہ نقصان سے بچا جا سکے نیز ارادہ کرتے وقت تذبذب، تردد، کاہلی وسستی سے بھی کام نہ لے گو اس کی خواہش بار بار اسے برانگیختہ ہی کیوں نہ کر رہی ہو۔

یاد رہے توبہ کرنا آسان اور سہل ہے مگر توبہ کا نبھانا بڑا دشوار گزار امر ہے یہ تب ہی ممکن ہے کہ عزلت وخاموشی کو اپنایا جائے اور

marfat.com

رزق حلال ہی استعمال میں لایا جائے۔ مشتبہ اور مشکوک چیزوں سے کلی طور پر اجتناب برتا جائے تب ہی انسان کی توبہ باریابی کا شرف پا سکتی ہے یوں ہی شہوات وخواہشات سے کنارہ کشی، مشتبہ اشیاء سے پرہیز نیز غلط اشتہا سے گریز نہایت لازمی ہے صالحین فرماتے ہیں جس چیز کی خواہش آدمی پر غالب ومسلط ہو جائے اسے چاہئے تکلف کے ساتھ سات بار اس سے رکنے کی کوشش کرے یوں وہ اس سے بچنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

رہا زمانہ ماضی میں کئے ہوئے گناہوں کا معاملہ یہ بہت کٹھن بھی ہے اور سہل تر بھی وہ یوں کہ جو گناہ کر چکا ہے ان سے توبہ کرے اور اس توبہ کا طریقہ دو طرح کا ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے وہ کون کون سے حقوق ہیں جن میں کوتاہی کا مرتکب ہو رہا ہے اور دوسرا یہ کہ حقوق العباد کی ادائیگی میں کہاں کہاں مجھ سے خطا سرزد ہوتی رہی ہے اس سوچ وبچار کے بعد ان کے تدارک کی صورت پیدا کرے۔

حقوق اللہ دو قسم پر مشتمل ہیں (۱) فرائض کی ادائیگی (۲) گناہ سے کنارہ کشی چنانچہ فرائض کے سلسلہ میں تو یہ سوچے کہ میں کب بالغ ہوا اور پھر اس وقت سے تادم ندامت سوچے کہ میری آج تک کتنی نمازیں قضا ہوئیں کتنے مواقع پر کپڑے پلید ہوئے کتنی بار نیت میں خرابی در آئی ادائیگی سے بے علم تھا یا عقیدے میں فساد برپا ہوا پھر نمازوں کی قضا کرے۔ جب سے صاحب نصاب ہوا گوٹر کپڑ زمانہ ہی کیونہ ہو اس وقت سے حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کرے اور ایک پیسہ تک نہ رہنے پائے نیز غور وفکر سے کام لے کہ زکوٰۃ مستحقین پہنچی ہے یا نہیں سونے، چاندی اور دیگر گھریلو اشیاء جن کو استعمال میں نہیں لایا جاتا رہا ہر ایک کا حساب لگا کر خلوص نیت سے پوری زکوٰ ادا کرے۔

یوں ہی ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھنے میں کمی وکوتاہی سرزد ہوتی رہی ہے تو ان کی گنتی کرے اور پھر روزوں کی قضا پور کرے۔ خلوص نیت سے کام لے اگر شک وتردد میں ہو تو ظن غالب سے کام لے اور کامل احتیاط سے ان کی قضا کرے یہی توجہ اصل بنیاد ہے۔

علاوہ ازیں بلوغت سے لے کر ہر معاملے میں یادداشت سے کام لے اور جو جو گناہ کان، آنکھوں، ہاتھ، پاؤں، زبان ومعدہ سرزد ہو چکے ہیں ان میں نگاہ کرے کبیرہ اور صغیرہ کا تخمینہ لگائے مثلاً زنا، لواطت چوری، قتل، شراب نوشی یا کوئی ایسا گناہ جس کے باعث شرعاً حد واجب ہوتی ہو ان تمام کا تصور کرے سچی توبہ اختیار کرے تاہم اس پر یہ قطعاً واجب نہیں کہ حد شرعی کے نفاذ کے لئے حاکم وقت کے سامنے جا کر اظہار کرے بلکہ اس کا پوشیدہ رکھنا ہی درست ہے۔ البتہ ان کی تلافی اور معافی کے لئے کثرت عبادت کا نسخہ استعمال کرے بار بار خضوع وخشوع سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کرے۔ یوں ہی صغیرہ گناہوں کی تلافی کا معاملہ ہے مثلاً کسی نامحرم کو دیکھ یا بلا طہارت وضو قرآن کریم کو مس کیا پلیدی کی حالت میں مسجد میں چلا گیا۔ محافل سماع میں لذات نفسانیہ کی خاطر جاتا رہا ایسے دیگر امور جو ان کی ضد ہیں ان کا کفارہ ادا کرے یعنی مقابلۃً نیکی اختیار کرے تو اس کی نیکیاں برائیوں کو مٹا دیں گی ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (سورہ ھود آیت ۱۱۴)

"ترجمہ: بیشک نیکیاں گناہوں کو ختم کر ڈالتی ہیں۔"

مگر جو کام اس کے ضد ہو اس کا اثر تو اور زیادہ ہونا چاہئے یعنی سرود وسماع کا کفارہ زیادہ سے زیادہ قرآن کریم کی تلاوت اور صلو

marfat.com

وسلام اور پند ونصائح کی محافل میں شریک ہو کر کیا جائے۔ جو بلا طہارت داخل مسجد ہوتا رہا اس کا کفارہ عبادت واعتکاف سے کرے شراب خوری کا کفارہ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ حلال مشروبات کا استعمال ہے اور آئندہ کے لئے شراب اور ممنوعہ اشیاء کا بالکل ہی کھانا پینا چھوڑ دے نیز صدقات وخیرات سے بھی تلافیٔ مافات کرتا رہے یوں گذشتہ گناہوں کی وجہ سے جو ظلمت دل پر چھا چکی تھی وہ نیک اعمال کے انوار سے دل سے اتر جائے گی پھر دل نور علیٰ نور ہو جائے گا بلکہ از راہ تکلف خوشی ومسرت کے حصول کے بدلے رنج وکلفت کو برداشت کرے نیز اسی خوشی کا کفارہ بھی ادا کرتا رہے کیونکہ آرام وآسائش اور خوشیاں دل میں گھر کر لیتی ہیں اور رنج اٹھانے سے دل دنیا سے متنفر ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں۔

''مسلمان کو جو بھی تکلیف لاحق ہوتی ہے وہ اس کے گناہ کا کفارہ بن جاتی ہے گو کانٹے کا چبھنا ہی کیوں نہ ہو نیز نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جن کا کفارہ رنج وتکلیف کے برداشت کرنے سے ہو جاتا ہے۔''

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں اگر کسی کی برائیاں زیادہ اور نیکیاں قلیل' عبادت نہ ہونے کے برابر تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر غم وآلام مسلط فرما دیتا ہے جو اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں اگر اس پر کوئی اعتراض کرے کہ رنج وغم اس کے اپنے اختیار میں تو نہیں وہ تو اللہ تعالیٰ دل میں ڈال دیتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے کسی دنیوی وجہ سے پریشانی وغم لاحق ہوئے ہوں تو یہ از خود گناہ ہے اور گناہ کا گناہ یا خطا کا خطا سے کفارہ چہ معنی دارد؟ مگر اسے سمجھنا حقیقتاً ایک اور غلطی ہو گی لیکن یہ گمان کرنا درست نہیں ہے کیونکہ بات تو صرف اتنی سی ہے کہ جو بھی عمل تجھے دنیا سے متنفر کرے وہ تیری نیکی اور بھلائی میں شمار ہو گا خواہ تیرے اختیار میں ہو نہ ہو۔ اس لئے کہ اس اندوہ وغم کا بدلہ اگر وہ خوشی ومسرت ہوتی جو مقصد کے پورا ہونے پر ہوا کرتی ہے تو پھر دنیا کو ہی بہشت سمجھ لیتا۔

حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا: اس غمگین پریشان اور افسردہ دل کو کس حال میں چھوڑ آئے ہو؟ یعنی میرے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام کو کس کیفیت میں چھوڑا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: ایسے غم واندوہ اور پریشانی میں مبتلا دیکھا ہے جیسے کسی ماں کے ایک سو فرزند مارے جائیں جتنا غم اسے ہوتا ہے ویسے ہی غم میں حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے پھر پوچھا اس کا ثواب کتنا ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا ایک سو شہیدوں اور ایک سو علمائے حق کے ثواب کی مقدار ثواب مرحمت ہوتا ہے۔

نیز ان مظالم اور جرائم کو یاد کرے جو وہ بندگان خدا پر کرتا رہا ہے اور جملہ باتوں کا حساب لگائے سوچے کہاں کہاں بیٹھا کس کس کے ساتھ مراسم پیدا کئے اور ان سے کیا کیا باتیں ہوئیں اگر کسی کے مالی حقوق کا معاملہ ہو یا تکلیف پہنچانے کی بات یاد آئے تو ان تمام کو شمار کرے اور ان کی تلافی کے لئے ہر ممکن کوشش کرتا رہے۔

نیز جس جس کا حق غصب کیا ہو اس کی تلافی کے ساتھ ساتھ معافی ومعذرت سے بھی کام لے سر پر قرضہ ہو تو قرض ادا کرے اور

marfat.com

جن کی تلافی کا کوئی بھی طریقہ کار سمجھ نہ آئے ایسے تمام امور کے لئے عبادت کا بجالانا ہی کافی ہوگا۔

فصل: دوران توبہ لغزش؟

واضح ہو کہ اگر کسی شخص سے توبہ کے دوران پھر گناہ سرزد ہو جائے تو اس پر لازمی ہے کہ بلا توقف فوراً اس کے تدارک کا بندوبست کرے نیز اس کا کفارہ بھی ادا کرے جب آثار سے دلیل حاصل کی جائے تو اکابر نے ان کی آٹھ قسمیں بنا رکھی ہیں کہ جیسے ہی کوئی گناہ کا مرتکب ہو تو ان پر عمل پیرا ہو جائے تو وہ عمل گناہ کا کفارہ بن جاتے ہیں جن میں چار کا دل سے تعلق رکھتی ہیں۔

۱- توبہ یا توبہ کا نیا عزم۔

۲- نیز عہد کرنا کہ آئندہ اس کا ارتکاب نہیں کیا جائے گا۔

۳- گناہ کے عذاب سے خوفزدہ رہنا۔

۴- رحمت باری تعالیٰ کی ہر دم امید رکھنا۔

چار کا تعلق بدن سے ہے

۱- نماز توبہ' دو رکعت ادا کرنا۔

۲- ستر مرتبہ استغفار' سو بار سبحان اللہ العظیم وبحمدہ کا ورد کرنا۔

۳- استطاعت کے مطابق صدقہ دینا۔

۴- ایک دن کے لئے روزہ رکھنا۔

بزرگان دین فرماتے ہیں عمدہ طہارت سے مسجد میں دو رکعت نماز توبہ پڑھی جائے تاہم حدیث شریف میں ہے پوشیدہ گناہوں کی توبہ پوشیدہ ہے اور اعلانیہ کی توبہ بھی اعلانیہ طور پر ہونی چاہئے یہی عمل ان کا کفارہ بن جاتا ہے یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ محض زبان سے توبہ کافی نہیں بلکہ دل سے تائب ہونا چاہئے اس لئے کہ زبان و دل سے ہی توبہ فائدہ مند ہے دل سے توبہ کا مطلب یہ ہے کہ نہایت عاجزی' انکساری' تواضع اور فروتنی کا ظہور ہو' دل اللہ تعالیٰ کی گرفت کے خوف سے کانپ رہا ہو۔ مغفرت و بخشش اور معافی کی طلب بیقرار کر رہی ہو۔ ندامت' خجالت اور شرمساری کا دل پر غلبہ ہو جب مذکورہ اوصاف دل و جان پر طاری ہوں گی تو ارادہ میں کمی و کمزوری کے باوجود معافی کی امید ہے دل غافل کے باوجود زبانی توبہ و استغفار بھی خالی از فائدہ نہیں کیونکہ اس سے اور کچھ حاصل ہو نہ ہو یہ فائدہ تو ضرور میسر ہوگا کہ زبان بے ہودگی سے اس وقت محفوظ رہے جب کہ خاموشی از خود مفید ترین ہے یہ اچھی اور عمدہ خصلت ہے کہ زبان بے ہودہ گوئی کی بجائے استغفار کی جانب متوجہ ہوتی ہے۔

حضرت ابو عثمان مغربی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید نے ان کی خدمت میں ایک بار عرض کیا! مجھ پر بعض اوقات ایسی حالت بھی طاری ہوتی ہے کہ میری زبان تو ذکر کرتی ہے مگر دل متوجہ نہیں ہوتا۔ حضرت نے جواباً فرمایا: شکر کرو! کہ تمہارے جسم کا کوئی حصہ تو خدمت حق پر مامور ہے۔

marfat.com

ایسی صورت میں یہ جاننا ضروری ہے کہ شیطان اپنے تمام تر مکروفریب کے جال بندے پر پھینک دیتا ہے اور ہر طرح مکاری و ی سے وہ چاہتا ہے کہ جیسے اس کا دل کاہلی وسستی کی طرف مائل کر چکا ہوں ویسے ہی اس کی زبان کو بھی شکار کرلوں تا کہ اس کی زبان سے بند ہو جائے وہ وسوسے ڈالتا ہے جب دل ہی غیر حاضر ہے تو زبانی جمع خرچ محض بے ادبی و گستاخی پر محمول ہوگا۔ شیطان کے مکروفریب کے جواب میں عارفین وذاکرین کے تین طبقے ہیں۔

ایک طبقہ سابق کہلاتا ہے ایسا آدمی شیطان سے استہزاً کہتا ہے ہاں تمہارا کہنا درست ہے تو یہ لے میں تجھے جلانے کی خاطر زبردستی دل کو حاضر کرتا ہوں گویا کہ یہ طبقہ شیطان کے زخموں پر نمک چھڑکتا ہے۔

دوسرا طبقہ ظالم کہلاتا ہے ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ تو صحیح اور بجا کہتا ہے واقعی زبان کی حرکت بے فائدہ ہے اور وہ زبان کو بند رکھنا شروع کر دیتا ہے یوں سمجھتا ہے میں نے بڑا تیر مارا حالانکہ وہ اس صورت میں شیطان کی موافقت کر رہا ہوتا ہے۔

تیسرا طبقہ مقتصد سے موسوم ہے۔ ان کا شیطان کو یہ جواب ہوتا ہے مانا کہ ہمارا دل حاضر نہیں مگر ہم زبان کو ذکر سے کیوں روکیں۔ خاموشی سے تو ذکر الٰہی بہر صورت بہتر ہے کیونکہ بادشاہی کو صرافی اور صرافی کو خاکروبی پر فضیلت حاصل ہے مگر بادشاہی میسر نہ ہو تو کیا صرافی کو بھی خیر باد کہہ کر خاکروبی کو اپنا لینا چاہئے (آخر یہ کہاں کی دانشمندی ہے)

نہ کرنے کے اسباب

واضح ہو کہ جو لوگ توبہ کی طرف مائل نہیں ہوتے انہیں یہ سوچنا چاہئے اور اس حقیقت کو پہچاننا چاہئے کہ آخر وہ کون سے اسباب و میں جو گناہ کی طرف مشیر ہیں کہ توبہ کی طرف آنے ہی نہیں دیتے آیئے ان سے ہم آگاہ کرتے ہیں نیز ہر ایک کا علاج بھی بتاتے پانچ اسباب ہیں جن کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

پہلا سبب تو یہ ہو سکتا ہے کہ ان کا آخرت پر ایمان ہی نہ ہو یا اس سلسلہ میں وہ شک وریب میں مبتلا ہو چکے ہوں۔ اس کا علاج مہلکات کے رکن کے آخری باب میں تحریر کر چکے ہیں (ایک نظر پھر اس سے استفادہ کریں)

دوسرا سبب یہ ہے کہ شہوت نے انہیں غلام بنا رکھا ہے اور خواہشات نے اسے اتنا دبا دیا ہو کہ خواہشات کے بوجھ سے نکلنے کی ہمت وطاقت ہی نہ رہی ہو لذات دنیا کا اس کے نفس پر اتنا غلبہ ہو چکا ہو کہ آخرت کی گرفت سے اس کا دل بے خوف ہو چکا ہو۔ یعنی غفلت کی قید کو اس نے پسند کر لیا ہو سچی بات تو یہ ہے کہ بکثرت لوگوں کا حجاب یہی خواہشات ہی ہیں۔ چنانچہ سید عالم مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جب دوزخ کو تخلیق فرمایا: تو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا: ذرا اسے دیکھو تو سہی!

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جب نگاہ ڈالی تو پکار اٹھے الٰہی مجھے تیری عزت کی قسم، وہ کون سا شخص ہوگا جو اس کے اوصاف سے ہونے کے باوجود اس سے نہ بھاگے۔ وہ تو اس کی کیفیت سنتے ہی وحشت زدہ ہو جائے گا بعدہٗ اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ خواہشات و ات کو دوزخ کے چاروں طرف پیدا فرمایا: اور جبرائیل علیہ السلام سے کہا انہیں دیکھو۔ جب ان پر نگاہ ڈالی تو جبرائیل کہنے لگے شاید ئی شخص ہوگا جو دوزخ میں جانے کی رغبت نہ کرے۔

marfat.com

جب جنت کو تخلیق فرمایا: تو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے کہا اسے بھی ملاحظہ کریں جب دیکھا تو عرض کیا الٰہی! وہ کون سا آدمی ہوگا جو اس کے اوصاف سنتے ہی اسے پانے کے لئے پوری قوت سے نہ دوڑے۔ تب اللہ تعالیٰ نے مکروہات' دشواریوں' تلخیوں اور سخت ترین گھاٹیوں کو پیدا فرمایا: کہ راہ جنت میں آڑ بن جاتی ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا: تیری عزت کی قسم ان دشواریوں کے ہوتے ہوئے تو کوئی شخص جنت تک پہنچ نہ سکے گا۔

۳- تیسرا سبب یہ ہے کہ آخرت کو محض مفروضہ تصور کرلیا جائے کہ آخرت تو محض وعدہ فردا ہے جب کہ دنیا کا سودا تو نقد و نقدی ہے اور آدمی کا رجحان فطرتاً نقد کی طرف ہی ہوتا ہے کیونکہ جو ادھار ہے وہ تو آنکھوں سے اوجھل ہے کہتے ہیں جو چیز آنکھ سے دور وہ دل سے بھی دور ہوتی ہے۔

۴- چوتھا سبب یہ ہے کہ ایمان دار توبہ کرنے کی خواہش تو رکھتا ہے لیکن تاخیر محض سستی و کاہلی کے باعث ہو رہی ہوتی ہے اور دل دل میں کہہ جاتا ہے کل توبہ کرلی جائے گی یہ خواہش تو پوری کرلوں بعد میں اس کا نام تک نہ لوں گا۔

۵- پانچواں سبب اس کا وہ تصور ہوتا ہے کہ ضروری تو نہیں کہ دوزخ ہی میں جاؤں گا اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف بھی تو فرما دیتا ہے اپنے آپ کو اڈمی بڑا پارسا اور نیک گمان کر رہا ہوتا ہے اس بناء پر جب بھی کوئی خواہش اس کے سامنے آتی ہے تو اسے ٹھکرانے بجائے بروئے عمل لے آتا ہے اور کہتا ہے اللہ معاف فرمانے والا۔ یوں رحمت خداوندی کی امیدوں پر خواہشات کا دلدادہ جاتا ہے۔

توبہ کرنے کا علاج

جہاں تک پہلے سبب کا معاملہ ہے یعنی آخرت پر ایمان ہی نہ رکھنا اس کا تفصیلی تذکرہ اور علاج پہلے بیان ہو چکا لیکن وہ آدمی آخرت کو ادھار اور دنیا کو نقد جاننے لگتا ہے اور اس سے چمٹ جاتا ہے اور آخرت کو دل سے اس لئے دور سمجھتا ہے کہ وہ نگاہوں سے ہے اسے ہم کہتے ہیں اور علاج بتاتے ہیں کہ وہ یوں گمان کرے جو چیز آنے والی ہے وہ اب نہیں آئے گی بلکہ وہ تو آچکی ہے بس اتنا کسر ہے کہ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ دنیا سے اوجھل یوں وہ ادھار کو نقد کی صورت میں دیکھنا شروع کردے کیونکہ موت تو یقینی ممکن ہے آج ہی طاری ہو جائے اور ادھار آج ہی نقد ہو جائے اور جسے وہ نقد سمجھ رہا ہے وہ قصہ ماضی بن جائے بلکہ محض خواب و خیال ہو جائے۔

نیز جو آدمی ترک لذت کی تاب برداشت نہیں کرسکتا اسے سوچنا چاہئے کہ اگر ذرا سی بات اس کی برداشت سے باہر ہے تو کیسے دوزخ کی آگ کو کیسے برداشت کرے گا اور جنت کی لذتوں کو وہ کیسے ہاتھوں سے نکلتے ہوئے پسند کرے گا جب وہ جنت کی لذتوں کو للچائی نظروں سے دیکھے گا تو اس پر ان سے محرومی کے باعث کیا گزرے گی۔

بیماری کے عالم میں ٹھنڈا پانی بہت بڑی نعمت معلوم ہوتا ہے۔ وہ اچھا لگتا ہے مگر ایک یہودی ڈاکٹر یہ کہہ دے کہ نقصان دہ ہے بیمار طلب کی خواہش کے باوجود اسے نہیں پئے گا اس لئے کہ اس کے استعمال نہ کرنے میں شفا کی امید رکھتا ہے تو پھر خود ہی سوچئے اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق شہوات کا ترک تو اس سے بھی زیادہ ضروری ہے جب کہ ان کے ترک

marfat.com

سے ہمیشہ ہمیشہ کی بادشاہی کی امید کی جاسکتی ہے۔

کل کا انتظار کیوں؟

جو آدمی توبہ کرنے میں تاخیر سے کام لے رہا ہے اس سے پوچھئے تو لیت ولعل میں کیوں مبتلا ہے؟ تو کس خوش فہمی کا شکار ہے؟ توبہ کے لئے آج کی بجائے کل کا تو کیوں منتظر ہے؟ کیا خبر کل کا دن تجھے نصیب ہی نہ ہو۔ موت آج ہی تجھے آ لے۔ حدیث شریف میں دوزخ میں زیادہ تر وہی دہائیاں دے رہے ہوں گے جو توبہ کرنے میں ٹال مٹول کرتے رہے لہٰذا ایسے آدمیوں پر یہ بات آشکار کر دینی چاہئے کہ وہ خواہ مخواہ توبہ کو لٹکاتے نہ جائیں۔

اگر تم گمان رکھتے تھے کہ آج کی بجائے توبہ کل آسان ہوگی تو اس خام خیالی کو دل و دماغ سے نکال دے کیونکہ یہ محال ہے یہ غلط بات جتنی جلدی تیرے دل سے نکل جائے اتنا ہی اچھا ہے۔ اس لئے کہ جو مشکل آج درپیش ہے وہی کل بھی ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ نے تمام دن ایک جیسے بنائے ہیں ان میں کوئی دن خاص نہیں کیا جس میں شہوت کا ترک کرآسان ہو۔ ایسے شخص کی مثال یوں سمجھئے کہ جب اسے کہا جائے فلاں درخت کو جڑوں سے نکال اکھیڑ دو تو وہ کہے یہ بہت مضبوط ہے اور میں کمزور تر ہوں اب تو اس کا اکھیڑنا میرے بس کی بات نہیں البتہ آئندہ سال اکھیڑ دوں گا ذرا اس احمق سے پوچھئے اگلے سال وہ درخت اور مضبوط نہیں ہو چکا ہوگا اور تجھ پر کمزوری بڑھ نہ چکی ہوگی؟ پس یہی صورت خواہشات کے درخت کی ہے جو روز بروز مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ تو خواہشات و لذات کا محکوم بن چکا ہے جس کے باعث ان کے احکام پر تسلسل سے عمل پیرا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی غلامی کی بندش کے باعث ان کے خلاف چلنا اس کے بس کا روگ نہیں رہتا پس اے انسان جتنی جلدی تو خواہشات و شہوات کے درخت کو اکھیڑ سکتا ہے اکھیڑ دے کیونکہ اس میں تیرا ہی فائدہ ہے۔

مجھے کیا ڈر ہے؟

جو شخص محض اپنی مسلمانی پر ہی تکیہ کئے ہوئے ہے کہ وہ ایماندار ہے۔ لہٰذا اسے کیا خوف وخطرہ اور ڈر ہے؟ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا ہے۔ اسے معاف کر دے گا ایسے شخص سے ہماری گزارش ہے کہ شاید اس سوچ کے باعث ممکن ہے تجھے معافی ہی نہ مل سکے اور اگر واقعتہً معافی نہ ملے تو اس بے ہودہ بھروسے پر عبادت ترک کئے رکھے اور ایمان کے درخت کو کمزور کرتا جائے۔ یہاں تک کہ موت کی آندھی کا ایک معمولی سا جھٹکا اسے جڑ سے نکال باہر کرے کیونکہ ایمان کا درخت تو عبادت کے پانی سے غذا حاصل کر کے اپنی نشوونما کرتا ہے اور اسی سے وہ مضبوط و مستحکم ہوتا ہے جب اسے پانی سے ہی محروم رکھا جائے گا تو اس کا کمزور ہونا قدرتی امر بلکہ جس آدمی کے گناہ زیادہ عبادت کم ہو تو اس کا ایمان ایسے بیمار کی طرح ہے جس کی بیماری خطرناک حد تک پہنچ چکی ہو اور ہر لحظہ ہلاکت کا امکان بڑھ رہا ہو ظاہر ہے ایسا شخص اگر ایمان ساتھ لے بھی جائے تو کیا ہوگا؟ گو اس بات کا بھی امکان ہے کہ رب العلمین اپنی رحمت کاملہ سے اسے بخش دے لیکن یہ بھی تو عین ممکن ہے وہ معاف ہی نہ کرے اور عذاب میں مبتلا کر دے لہٰذا فقط کرم کی امید پر بیٹھے رہنا اور عبادت کو ترک رکھنا حماقت اور بے وقوفی کی بات نہیں تو اور کیا ہے؟

marfat.com

اس کی مثال تو یوں دی جاسکتی ہے کہ اس کے پاس جو مال و دولت ہے اسے لٹا دے ضائع و برباد کر ڈالے بیوی بچوں کو بھوکا ان کی حالت پر چھوڑ دے اور یہ صرف اس امید پر کرتا چلا جائے کہ اس کے اہل و عیال کو جنگل سے کوئی خزانہ ہاتھ لگ جائے۔ یہ پھر ایسے شخص سے مثال دی جائے کہ جو رہتا تو شہر میں ہے مگر ڈاکو آئے اور اپنے مال و اسباب کو ان سے چھپانے یا بچانے کی بجائے جوں کا توں چھوڑ کر رفو چکر ہو جائے اس امید پر کہ ممکن ہے ان ظالموں پر ایسا غضب نازل ہو کہ وہ غفلت میں مارے جائیں یا اندھے ہو جائیں اور انہیں گھر تک پہنچنے کا راستہ ہی دکھائی نہ دے یا راستے میں مارے جائیں نیز وہ گھر کو دیکھ ہی نہ پائیں گو یہ سبھی کچھ ممکن ہے لیکن کیا ان باتوں کا ظہور لازمی طور پر تسلیم کرنا ضروری ہے؟

یوں اس کی مغفرت و بخشش الٰہیہ کی امید تو رکھی جاسکتی ہے اور رکھنی بھی چاہئے لیکن اعتماد و بھروسہ اس امید پر نہیں بلکہ طاعت عبادت پر ہی کیا جاسکتا ہے محض آس پر عبادت سے کنارہ کشی اور عمل خیر سے اعراض کہاں کی عقل مندی ہے۔؟

فصل: تھوڑی سی پیتا ہوں

توبہ کے سلسلہ میں علمائے کرام میں بعض مقام پر اختلاف نظر آتا ہے وہ یہ کہ کوئی شخص تمام گناہوں سے تائب ہونے کی بجائے ایک گناہ سے توبہ کرتا ہے تو کیا اسے تائب تسلیم کیا جائے گا بعض کے نزدیک توبہ امر محال ہے کہ جب وہ شخص زنا سے توبہ اختیار کرتا ہے مگر شراب بدستور پیتا ہے اگر ترک زنا سے مراد گناہ کا ترک کرنا ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ شراب نوشی گناہ نہیں؟ یوں ہی اگر وہ شراب کے مٹکے پینے سے تو تائب ہوتا ہے مگر جام چڑھانے سے باز نہیں آتا اور کہتا ہے تھوڑی سی پیتا ہوں! (جیسے پاکستان کے سابق وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ناصر باغ لاہور کے ایک بہت بڑے اجتماع میں علمائے کرام کا استہزاء اڑاتے ہوئے کہا یہ تو حلوے کی دیگیں چٹ کر جاتے ہیں جب کہ میں تو تھوڑی سی شراب پیتا ہوں اس پر جو کہانیاں مرتب ہوئیں وہ پاکستانی تاریخ کا ایک اہم باب ہیں) بہر حال شراب پینا تو حرام ہے تھوڑی ہو یا زیادہ ہر دو صورتوں میں حرام ہی رہے گی جو سراسر گناہ ہے اس لئے صحیح بات یہی ہے کہ اس طبقہ کا خیال درست نہیں ہے اس لئے کہ ممکن ہے ایک شخص زنا سے توبہ کرتا ہے شراب یوں ہی پیتا رہتا ہے اور ایک شخص شراب سے تائب ہوتا ہے مگر زنا کو برقرار رکھتا ہے نیز یہ بھی ممکن ہے کہ زنا کو شراب سے زیادہ بڑا گناہ تصور کرتا ہو کیونکہ زنا کی تمام تر ذمہ داری شراب پر ڈال دے اس لئے کہ شراب نہ صرف زنا بلکہ دیگر گناہوں کی طرف بھی لے جاتی ہے۔

یوں ہی کوئی شخص غیبت سے توبہ کرے مگر شراب سے نہ کرے اور کہے غیب کا تعلق لوگوں سے ہے اور شراب کا تعلق صرف میری ذات سے ہے ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ شراب پینے میں کمی کر دے لیکن بالکل ترک نہ کرے اور کہے زیادہ پیتا تو گناہ کا سبب ہے۔ اس لئے میں زیادہ نہیں پیتا کیونکہ لازمی طور پر میں زنا سے بچنا چاہتا ہوں لیکن کامل طور پر ترک شراب میرے بس کی بات نہیں لہٰذا کثرت سے قلت کی طرف تو آسکتا ہوں اور یہ لازمی نہیں کہ شیطان ایک کام میں مجھ پر غالب آجائے تو ہر کام پر مجھے مغلوب کرتا جائے گا پس جس کام میں میں عاجز نہیں اس میں شیطان کی موافقت کیوں کروں اور یہ سبھی باتیں عین ممکن ہیں۔

حدیث شریف میں ہے۔

التائب حبیب اللہ "ترجمہ: تائب حبیب خدا ہے۔"

marfat.com

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ان اللہ یحب التوابین O ''ترجمہ: بیشک توبہ کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔''

لیکن محبت اور دوستی کی نعمت اسے ہی عطا ہوگی جو ہر قسم کے گناہوں سے تائب ہوگا۔ علمائے کرام فرماتے ہیں بعض گناہوں سے ائب ہونا درست نہیں کیونکہ ان کا رزلٹ بھی تو معصیت کا شکار ہونا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا اکرم ہے جب انسان صغیرہ گناہوں سے بہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے کبیرہ گناہوں کو بھی معاف فرما دیتا ہے۔ بیک وقت تمام گناہوں سے توبہ کرنا دشوار گزار ہے۔ اس لئے علماء کرام فرماتے ہیں بتدریج توبہ کرنا بھی جائز ہے جیسے جیسے توبہ کرتا جائے گا ویسے ویسے اسی قدر ثواب کا مستحق بنتا جائے گا (اور ل حال کا محرم تو وہی ہے جسے ''علیم بذات الصدور'' سے قرآن کریم نے متعارف کرایا۔)

marfat.com

اصل دوم

صبر وشکر

صبر اور توبہ

واضح ہو کہ بلا صبر توبہ صحیح نہیں ہوتی یہ بات صرف توبہ سے متعلق ہی نہیں بلکہ کوئی بھی فرض صحیح طریقے سے ادا نہیں کیا جا سکتا تک صبر کا دامن نہ تھاما جا سکے پھر ترک گناہ تو سراسر صبر سے متعلق ہے یہی سبب ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا ایمان کیا ہے تو فرمایا: ''ایمان صبر ہے'' ایک اور حدیث میں ایمان کو نصف صبر سے موسوم کیا گیا ہے صبر کی شان وشوکت اور عظمت و رفعت کا انداز تو اسی بات سے کیا جا سکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ستر سے زائد آیات میں صبر کا ذکر فرمایا: اور ہر فضیلت اور ہر درجے کو صبر سے منحصر ٹھہرایا چنانچہ ارشاد ہوا۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا (السجدہ آیت ۲۴)

''اور ہم نے انہیں امام بنا دیا جب انہوں نے ہمارے حکم کی تبلیغ پر صبر اختیار کیا۔

نیز فرمایا:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ بِغَيْرِ حِسَابٍ (الزمر آیت ۱۰)

''ترجمہ: بیشک صبر کرنے والوں کو بے حساب نعمتوں سے نوازا جائے گا۔''

پھر صابرین کو اپنی معیت سے بہرہ مند کرنے کی نوید سنائی۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ.

''ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہیں۔''

صلوٰۃ، رحمت اور ہدایت ایسی خاص نعمتوں کو بیک عطا فرمانے کا کسی اور مقام پر ارشاد نہ ہوا بس بشارت صرف صبر کرنے والوں کو سنائی گئی۔

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ (البقرہ آیت ۱۵۷)

''ترجمہ: یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے صلوٰت ورحمت نازل کی جاتی ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

- صبر کی عظمت وفضیلت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ صبر اللہ تعالیٰ کو عزیز ہے اور اپنے دوستوں کے علاوہ کسی کو عطا نہیں فرماتا۔

marfat.com

- مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تمہیں کم عنایت فرمائی ہیں وہ صبر اور یقین ہیں اگر کسی کو یہ دونوں نعمتیں میسر ہوں اس خوش نصیب کو کہہ دیں کہ اب کسی قسم کا غم اور خوف نہ رکھے اگرچہ نماز اور روزے میں قدرے کمی ہی کیوں نہ رہ گئی ہو۔
- نیز فرمایا: میرے صحابہ! مجھے تمہاری بڑی سے بڑی عبادتوں کی نسبت تمہاری صبر پر ثابت قدمی زیادہ محبوب ہے پس تم صبر پر مزید استقامت اختیار کرو اور کبھی روگردانی نہ ہونے پائے۔
- آپ نے فرمایا: صبر جنتی خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔
- آپ نے فرمایا: صبر بشکل انسان ہوتا تو مرد کریم ہوتا۔
- نیز فرمایا: اللہ تعالیٰ صابر سے محبت فرماتا ہے۔
- اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا: اخلاق میں میری اقتداء کرو اور یاد رکھو میرے وصفی ناموں میں ایک نام صبور بھی ہے۔
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: جو تمہارا مطلوب ہے اسے صبر سے ہی حاصل کر سکو گے اگر واقعتہً تم مومن ہو!
- سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن انصاری صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: کیا تم مومن ہو؟ عرض کیا جی ہاں ہم مومن ہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر اس کی علامت کیا ہے۔ عرض گزار ہوئے ہم نعمت پر صابر اور محنت پر شاکر رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر پر خوش! آپ نے فرمایا: مجھے رب العزت کی قسم آپ واقعتہً مومن ہیں۔
- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ایمان کا سر صبر ہے۔ جیسے بدن کا سر ہے جس کا سر نہیں گویا کہ اس کا بدن نہیں یوں ہی جس میں صبر نہیں اس میں ایمان نہیں۔
- حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے۔

الصبر بالایمان کالراس بالجسد اذا ذھب الصبر ذھب الایمان کما ذھب الراس ذھب الجسد

"ترجمہ: صبر کا تعلق ایمان سے اس طرح ہے جیسے سر کا تعلق جسم سے جب انسان سے صبر نکل جاتا ہے تو ایمان بھی نکل جاتا ہے جیسے سر کٹ جائے تو جسم بیکار رہ جاتا ہے (فروع کافی باب الصبر) (تابش قصوری)

حقیقت صبر

واضح ہو کہ صبر کی خاصیت اور معرفت صرف آدمی کو ہی ودیعت کی گئی ہے جانوروں اور حیوانات میں یہ وصف نہیں پائی جاتی کیونکہ وہ ناقص ولاشعور ہیں جب کہ فرشتے صبر کے محتاج ہی نہیں وہ ابتدائے آفرینش سے ہی کامل ہیں نیز خواہشات وشہوات سے ان کا کوئی تعلق نہیں وہ اس سے بے نیاز ہیں جب کہ وحوش وطیور اور بہائم شہوت سے مغلوب ومسخر ہیں بلکہ ان میں خواہشات وشہوات کے علاوہ اور کچھ ہوتا ہی نہیں اس کے لئے ان کے نفس کا تقاضا ہی شہوت وخواہش تک محدود ہے جب کہ ملائکہ محبت الٰہی میں غرق رہتے ہیں جس کی بنا پر وہ ہر قسم کی ممنوعات ورکاوٹ سے محفوظ ہیں پس نہ انہیں مدافعت کی فکر اور نہ ہی انہیں صبر کی حاجت۔

marfat.com

مگر انسان کا معاملہ ان پر دو وجہ سے جداگانہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے اسے تخلیق فرمایا: تو آغاز بہائم کی صفت پر ہوا یعنی کھانے پینے، پہننے، زیب و زینت لہو ولعب کی خواہشات اس پر مسلط رہیں۔ جب بالغ ہوا تو اس کی دنیا ہی کچھ اور بننے لگی انوار ملائکہ سے ایک نور اس کے اندر ظاہر ہونے لگا جس کی روشنی میں کاموں کے انجام کا مشاہدہ اور عاقبت کار کی جلوہ نمائی مشاہدہ میں آنے لگی پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو فرشتے مقرر کر دیئے گئے اور یہ خاص چیز بہائم کے حصہ میں نہیں آئی تھی ان فرشتوں میں سے ایک اس کی ہدایت و رہنمائی پر مامور ہوا اور اس کی صحبت کا نور انسان کو انجام کار کی اچھائی، برائی سے مطلع کرنے لگا یہاں تک کہ اسی نور سے پھر ایسی معرفت حاصل ہوتی ہے جس کے وسیلے سے نہ صرف وہ اپنی ذات کی معرفت حاصل کرتا ہے بلکہ اپنے خالق کریم کی معرفت و شناسائی کی دولت کے قابل ہو جاتا ہے۔

پھر اس پر منکشف ہونے لگتا ہے کہ خواہشات و شہوات کا انجام ہلاکت و بربادی کے سوا اور کچھ نہیں البتہ ان کا اچھا لگنا، دلکش دکھائی دینا محض سراب اور وقتی ہے عاضی ہے اور پھر یہ حقیقت اس کے سامنے روز بروز عیاں ہوتی چلی جاتی ہے کہ خواہشات و شہوات کی لذات کو لمحاتی و فانی ہونے کے باوجود اپنے پیچھے مصائب و آرام کی ایک دنیا چھوڑ جاتی ہیں جو مدتوں انسان کو رنج و محن کے عذاب میں گرفتار رکھتی ہیں یہی وہ منفرد ہدایت ہے جس سے بہائم یکسر محروم ہیں۔

البتہ انسان کے لئے یہ ہدایت کفایت نہیں کرتی اس لئے کہ محض نام سے آگاہ ہونا ہی تو کافی نہیں کہ خواہشات و شہوات باعث نقصان اور وجہ غم و آلام نہیں یہ حقیقت اس وقت تک مفید نہیں ہو سکتی جب یہ معلوم نہ ہو کہ ان کی تکالیف اور نقصانات کا ازالہ کیسے ممکن ہے کیونکہ بیمار جب سمجھ لے کہ یہ بیماری اس کے لئے خطرہ اور نقصان کا باعث ہے۔

تو اسے اس کے معلوم ہو جانے سے کیا فائدہ جب تک خطرہ کو دور کرنے اور نقصان کے بچنے کی تدابیر و تدارک نہیں جانتا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ اس پر مقرر فرما دیا تا کہ وہ اس بات کی ہمت و طاقت بھی دے کہ وہ نقصان سے بچ سکے اور اس کی معاونت بھی کرتا رہے اور وہ شہوات و خواہشات کو عملاً چھوڑ دے جو اس کے تصور و گمان میں نقصان کا باعث ہو سکتی ہیں۔

جب انسان میں شہوت و خواہش کی قوت پنہاں کر دی گئی تو اس کے تدارک کے لئے اتنی قوت و طاقت بھی عنایت کر دی جو اس شہوت کے لئے سد راہ بن سکے اور انسان اس کے نقصانات سے محفوظ رہ سکے اور مخالفت کی یہ قوت ملائکہ کے لشکر کی طرف سے ہے یہی وجہ ہے کہ اسے دین کی قوت اور شہوات کو ہوا و ہوس کا موجب ٹھہرایا گیا ہے۔

یہ دونوں لشکر قوت دینیہ اور قوت شہوانیہ آپس میں برسر پیکار رہتے ہیں اور ان کی یہ باہمی لڑائی ہمہ وقت جاری رہتی ہے۔ افواج ملائکہ کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ آدمی شہوات و خواہشات کی لذات کا شکار نہ ہونے پائے جب کہ شیطانی لشکر پوری قوت سے نبرد آزما رہتا ہے کہ انسان کسی بھی وقت خواہشات و شہوات کے جال سے نکلنے نہ پائے اور یہ بیچارہ ان دو طاقتوں لشکروں کے درمیان حیران و پریشان اس سوچ میں پڑا رہتا ہے کہ کرے تو کیا کرے۔ جائے تو جائے کہاں۔

بہر حال انسان باوجود خواہشات کی مخاصمت و دراندازی کے دین پر ثابت قدم رہنے کا پختہ عزم کر لے اور اس سے کبھی بھی کنارہ کش ہونے کا تصور نہ کرے تو اسے صابر کہیں گے اور پھر صبر پر ثابت قدمی کے باعث خواہشات و شہوات کے لشکر کو مغلوب کرنے میں

marfat.com

کامیابی حاصل کر لے تو اسے ظفر کہتے ہیں اور پھر جب تک ہوا و حرص کے ساتھ مصروف جہاد رہے تو اسے جہاد نفس کا نام دیا جاتا ہے۔

القصہ صبر کا معنی یہ ہوا کہ ہوا و حرص کے مقابلہ میں وجہ دین پر استقامت اختیار کی جائے اور جب یہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہی نہ ہوں تو وہاں صبر کا وجود ہی مفقود ہوگا یہی سبب ہے کہ فرشتوں کو صبر کی ضرورت ہی نہیں۔ (گویا کہ فرشتے اس وصف سے محروم ہیں) بچوں اور جانوروں میں صبر کی قوت ہی نہیں۔

خیال رہے ان دو فرشتوں کو "کراماً کاتبین" کہا جاتا ہے ہر وہ انسان جسے اللہ رب العزت نے فکر و شعور، غور و تامل، دلیل و استدلال کی نعمت سے نوازا ہے اسے معلوم ہے کہ ہر جدید شئی کا وجود میں آنا کسی نہ کسی سبب سے ہے اور جب دو چیزیں مختلف نوعیت کی ہوں گی تو ان دونوں کے وجود میں آنے کے اسباب بھی مختلف ہوں گے۔ عموماً مشاہدہ انسانی ہے کہ بہائم کو ابتداً بچوں کی طرح ہدایت و معرفت میں کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ انہیں کام کے انجام پر غور و فکر کا شعور بھی نہیں ہوتا اور جب یہی چیز موجود نہ ہو تو صبر کی قوت کہاں سے آئے گی؟ البتہ جوانی کے ظہور پذیر ہونے پر ان اشیاء کا ظہور بھی ہونا شروع ہو جاتا ہے پھر انہیں دو اسباب کی ضرورت پڑتی ہے اور ان دونوں فرشتوں سے یہی دونوں اسباب مراد ہیں ہاں آدمی کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اصلی اور بنیادی چیز تو ہدایت ہی ہے جب کہ اس پر عمل کا ظہور بعد میں ہے اور ساتھ ہی ساتھ قدرت و ارادہ کا ظہور بھی ہوتا ہے بس وہ فرشتہ نہایت معزز و معظم ہے جو باعث ہدایت ہے اور اس کا مقام صدر کے دائیں جانب ہے اور صدر سے مراد خود تیری ذات ہے اس لئے کہ فرشتے تجھ پر موکل ہیں۔

دائیں جانب فرشتہ ہدایت ہے اگر وہ معرفت و ہدایت دینے کی کوشش کرے اور تو ان باتوں کے حاصل کرنے کی طرف خوب متوجہ رہے تو تیرا اس کی باتوں پر کان دھرنا تیرے احسان کے مترادف ہوگا کہ تو نے انہیں بے فائدہ نہیں سمجھا اور یہی تیرا عمل نیکی سے موسوم ہو کر تیرے نامہ اعمال میں درج کر دیا جائے گا اور اگر تو نے اس کی باتوں پر توجہ نہ دی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تو نے انہیں بے کار جانا اور خود بچوں اور جانوروں کی طرح ہدایت و معرفت سے محروم رہا اس طرح گویا کہ تجھ سے غلطی سرزد ہوئی اور یہی تقصیر بدی کے نام سے تیرے اعمال نامے میں نوٹ کر دی جائے گی۔

یوں ہی اس فرشتے کی معرفت جو قوت تجھے حاصل ہوئی اس سے عملاً کام بھی لینا ہوگا وہ اس طرح کی عطا فرمودہ قوت کو خواہشات و شہوات کی مخالفت میں صرف کرنا ہوگا اور پھر یہ مخالفت دائمی ہوتی رہے گی تو اسے نیکی سے موسوم کیا جائے گا اور اگر عمل اس کے برعکس ہوگا تو یہی خطا، بدی کہلائے گی اور یہ دونوں صورتیں تیرے دل کے صفحات پر نقش ہوں گی گو وہ تیری نگاہوں سے پنہاں رہیں گی نیز یہ بھی خیال رہے کہ وہ دونوں فرشتے اور اعمال نامے عالم شہادت سے تعلق نہیں رکھتے کہ انہیں عالم دنیا میں ظاہری آنکھوں سے دیکھا جا سکے ہاں جب موت کے باعث آنکھوں کا دور ختم ہو جائے گا تو پھر وہ آنکھیں کھلیں گی جن سے عالم ملکوت کا مشاہدہ وابستہ ہے تب ان اعمال ناموں کو اپنے سامنے موجود پائیں گے پھر اے انسان تجھے وہ فرشتے اور وہ سب کچھ نظر آئے گا جو یہاں نہیں آتا تھا پھر تجھ پر قیامت صغریٰ کی حقیقت منکشف ہوگی گو ان کی تفصیل قیامت کبریٰ سے متعلق ہے یعنی ان اعمال ناموں کا حال بتمامہ میدان حشر میں کھلے گا البتہ قیامت صغریٰ تو موت کے ساتھ ہی واقع ہو جاتی ہے چنانچہ مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

marfat.com

من مات فقد قامت قیامتہ○

''ترجمہ: جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی۔''

قیامت کبریٰ کی حقیقت قیامت صغریٰ میں بھی عیاں ہو جاتی ہے جس کی تفصیل ہمارے کتاب ''احیاء العلوم'' میں ملاحظہ فرمایئے کیونکہ کیمائے سعادت اس کی متحمل نہیں کہ تفصیلاً درج کیا جائے تاہم یہاں پر ہمارا مقصد اس بات سے آگاہ کرنا ہے کہ صبر وہاں ہوتا ہے جہاں جہاد برپا ہو اور جہاد کے لئے دو لشکروں میں سے ایک لشکر ملائکہ اور دوسرے لشکر شیطان کا ہونا ضروری ہے جو بیک وقت ہر آدمی کے سینے میں نبرد آزما رہتے ہیں چنانچہ اس جنگ و جدل میں انسان کی شمولیت دین کی حفاظت کے لئے پہلا قدم ہے۔ اس — کہ انسان کا سینہ جوان لشکرون کے لئے میدان جنگ کا کام دیتا ہے بچپن سے ہی شیطان کے قبضہ کا ہوتا ہے جب کہ فرشتوں کی نوبت بعد میں اس پر حملہ آور ہوتی ہے جب اس کی جوانی کا آغاز ہوتا ہے لہٰذا جب تک شہوات کے لشکر (شیطانوں) کو شکست فاش نہیں ہو گی صاحب سینہ کو سعادت ابدی کا منہ دیکھنا نصیب نہیں ہو گا اور شیطانی لشکر کو شکست دینا اور زیر کرنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اس جنگ میں از خود شرکت نہ کی جائے لہٰذا شمولیت کے لئے صبر و استقامت کی بین ضرورت ہے اور جو شخص اس جنگ میں شریک ہی نہیں اس نے بلاشبہ اپنے سینے کی مملکت کو شیطان کے سپرد کر دیا (یعنی وہ شکست کو تسلیم کر چکا) اور جس شخص نے اپنی خواہشات کو شکست دے کر شریعت کی اطاعت پر سر خم کر دیا وہی اس میدان کا فاتح کہلائے گا چنانچہ مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اللہ اعانني علی شیطانی فاسلم.

''ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے شیطان کے مقابلہ میں میری اعانت فرمائی میرے تو شیطان نے بھی اسلام قبول کر لیا۔''

جہاد بالنفس کے دوران بعض اوقات انسان اپنے نفس پر بھی غالب آ جاتا ہے اور کبھی نفس اسے زیر کر لیتا ہے اور اس کی فتح محض اس وجہ سے ہوتی ہے کہ انسان حرص و ہوا کا خوگر بن جاتا ہے اور جب دین کی خواہش پوری طرح مسلط ہو جاتی ہے تو فاتح بن کر نفس کو مغلوب کر دیتا ہے۔ (حق و باطل کی یہ جنگ جاری رہتی ہے) البتہ ثابت قدمی' الوالعزمی' استقلال' صبر اور استقامت کے اسلحہ کے بغیر خواہشات و شہوات کے قلعہ کو فتح کرنا ممکن نہیں۔

صبر نصف ایمان' روزہ نصف صبر؟

ایمان کی اقسام اور باب الایمان

واضح ہو کہ ایمان کسی ایک چیز کا نام نہیں بلکہ اس کی متعدد شاخیں ہیں پھر ان کی بھی بے شمار قسمیں ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایمان کے بہتر باب ہیں اور ان میں سب سے عظیم تر باب "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہے اور سب سے چھوٹا درجہ یہ ہے کہ راستے سے کانٹا یا تکلیف دہ تنکے کو ہٹا دیا جائے۔ مانا کہ ایمان کی قسمیں بے حساب ہیں مگر اصولی طور پر تین جنسوں سے زیادہ نہیں ان میں سے ایک معارف' دوسری احوال اور تیسری جنس اعمال سے موسوم ہے۔

ایمان کے متعدد مقامات میں کوئی ایسا مقام نہیں جسے ان تینوں سے الگ قرار دیا جا سکے۔ مثلاً توبہ جس کی حقیقت پسمانی و ندامت

marfat.com

ہے جو دل کی ایک حالت یا کیفیت کا نام ہے اور اس حالت کا منبع اس بات کی معرفت ہے کہ گناہ ایمان کے لئے زہر قاتل ہے جب کہ اس کا تدارک انسان کا عملاً گناہ سے کنارہ کش ہو کر مصروف عبادت ہونا ہے پس یہ حالت اور اس کی معرفت اور پھر عمل ایمان کے مختلف اجزاء ہیں انہی تین کے مجموعہ کا نام ایمان ہے۔

کبھی اسے معرفت سے مختص کیا جاتا ہے کیونکہ اصل بنیاد تو معرفت ہی ہے جب کہ حالت کا ظہور معرفت کے باعث ہی ہوتا ہے پھر حالت اسی سے جنم لیتی ہے جسے عمل کا نام دیا جاتا ہے پس معارف کو درخت کہیں تو احوال کو شجر معرفت کی شاخیں قرار دیا جائے گا اور احوال کے تفسیر سے جو افعال و اعمال ظاہر ہوں گے وہ پھل کا ثمرہ کہلائے گا یوں ایمان دو چیزوں کا مرکب ٹھہرے گا یعنی دیدار اور کردار' پس کردار کو صبر سے جدا نہیں کیا جا سکتا' دیدار اور کردار میں ایک صبر ہے اس بناء پر ایمان کو نصف کہا گیا ہے۔

اور صبر دو چیزوں پر مرتب ہوتا ہے یعنی شہوت اور خواہش سے اور روزہ شہوات و خواہشات نفسانیہ پر صبر کرنے کو کہتے ہیں لہٰذا روزے کو نصف صبر قرار دیا گیا۔

صبر کو نصف ایمان قرار دینے کا ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زیادہ تر لوگوں کی نظر انسان کے کردار پر ہوتی ہے اور ایمان کو کردار سے منسلک کیا جائے تو رنج و محنت کے اعتبار سے مسلمان کا کردار سراسر صبر بن جاتا ہے اور اگر ناز و نعمت کا موقع میسر ہو تو صبر کی جگہ شکر لے لیتا بہر حال اس سے ثابت ہوا کہ صبر نصف ایمان ہے بلکہ ایک اور حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ صبر اور شکر میں مشکل ترین اور دشوار گزار چیز ہے تو صبر ہے۔

پس ایمان کی جان اور بنیاد اگر کسی کو قرار دیا جا سکتا ہے تو وہ صبر ہے کیونکہ اس سے تکلیف دہ اور دشوار گزار کوئی اور عمل نہیں ہے لہٰذا صبر محض نصف ایمان ہی نہیں بلکہ ایمان تام ہی صبر کا ہے بالفاظ دیگر صبر ہی ایمان ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایمان کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: صبر اس فرمان سے یہی پتہ چلتا ہے کہ صبر کرنا انتہائی مشکل کام ہے آپ کا یہ ارشاد ویسے ہی ہے جیسے فرمایا: حج عرفہ ہے یعنی حج کے ارکان میں مشکل ترین رکن قیام عرفہ ہے اگر عرفات کا قیام فوت ہو جائے تو حج ہی نہیں ہوتا جب کہ کسی اور کے رہ جانے سے حج ہو جاتا ہے۔

فصل: صبر ہر حالت میں کیوں؟

واضح ہو کہ صبر انسان کیلئے ہر حالت اور ہر آں ضروری ہے اس لئے کہ انسان کبھی بھی دو حالتوں سے خالی نہیں ہوگا یہ کہ جو اس کی خواہش ہوگی وہ اس کی طبع کے موافق ہوگی یا مخالف اور پھر وہ ان ہر دو صورتوں میں صبر کا محتاج رہے گا خواہش کی موافقت سے مراد یہ ہے کہ مال و دولت' جاہ و حشمت' نعمت و صحت' اہل و عیال اس کے ہاں موجود ہوں گے تو ان کی موجودگی میں صبر کرنا بہ نسبت دوسری اشیاء کے اہم ہوگا کیونکہ اس صورت میں اگر وہ صبر سے کام نہ لے اور عیش و عشرت میں پڑ جائے اور دل کو انہیں میں الجھا دے تو اس کا لازماً نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ تکبر و غرور اور سرکشی و بغاوت ایسے قبیح اخلاق کا پتلا بن جائے گا۔

بزرگان دین فرماتے ہیں مصائب و آلام پر تو ہر کوئی صبر اختیار کر لیتا ہے لیکن امارت و عافیت کے وقت صبر کرنا صرف صدیقین کا خاصا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس جب زائد از ضرورت مال جمع ہو جاتا نعمت کی کثرت شروع ہو جاتی تو پکار اٹھتے

marfat.com

جب تک رنج ومحنت سے واسطہ تھا صبر کی دولت سے مالا مال تھے یہ دولت ونعمت کیا ملی کہ صبر کرنا دشوار ہوا جارہا ہے ارشادی باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ. "ترجمہ: بیشک تمہارے اموال اور تمہاری اولاد (باعث) فتنہ ہے۔"

القصہ صاحب قدرت کے لئے صبر دشوار گزار امر ہے جب تک آدمی ثروت ودولت نہیں پاتا عموماً گناہ سے محفوظ رہتا ہے مال و دولت میں صبر سے مراد یہ ہے کہ دل مال ودولت سے نہ لگائے اور ان پر بہت زیادہ فریفتہ نہ ہو بلکہ یوں تصور کرے کہ یہ مال تو میرے پاس عاریۃً ہے اور بہت جلد مجھ سے لے لیا جائے گا بہتر یہی ہے کہ اسے نعمت ہی نہ سمجھے اس لئے کہ ممکن ہے یہی تصور روز قیامت درجات میں خسارے کا باعث بن جائے بلکہ اگر کچھ کرنا چاہے تو شکر پر شکر میں مصروف رہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت وکرامت کا حق ادا ہو سکے پس یہ تمام امور ایسے ہیں جن میں لازماً صبر کی حاجت ہے اور جو احوال طبیعت سے لگاؤ نہیں کھاتے ان کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ وہ امور جو انسان کے بس اور اختیار میں ہیں جیسے عبادت کرنا اور گناہ نہ کرنا۔

۲۔ وہ امور جو انسان کے بس اور اختیار میں نہیں، مثلاً مصائب وآلام اور رنج وکلفت میں مبتلا ہونا۔

۳۔ جن کی اصل وبنیاد میں تو اسے کوئی اختیار نہ ہو مگر ان کا بدلہ انتقام یا مدافعت کی قوت وطاقت رکھتا ہو، مثلاً لوگ اسے تکلیف سے دوچار کریں۔

پہلی قسم جو عبادت اور ترک گناہ سے تعلق رکھتی ہے نیز اس پر وہ اختیار بھی رکھتا ہے تو یہی اختیار صبر کا متقاضی ہے کیونکہ بعض عبادتیں کاہلی وسستی کے باعث دشوار ہوتی ہیں جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔ بعض عبادتیں بخیلی کے باعث دشوار لگتی ہیں۔ جیسے زکوٰۃ دینا صدقہ وخیرات وغیرہ۔

نیز بعض تو ان دونوں وجوہ کے باعث دشوار ہوتی ہیں جیسے حج۔ ان عبادات میں کسی کی بھی ادائیگی صبر کے سوا ممکن نہیں پھر ہر عبادت کے لئے صبر کی حاجت وضرورت ہے میں خلوص نیت ہو اور دل ریاکاری کے جراثیم سے پاک ہو صبر کا یہ مرحلہ نہایت دشوار گزار ہے تاہم عبادت کے درمیان صبر کی حاجت اس وجہ سے بھی ہے کہ عبادات کو شرائط کے ساتھ ادا کرنا بہت ضروری ہے ان کی ادائیگی میں کسی بھی قسم کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے کیونکہ یہ تو کسی بھی طرح جائز نہیں۔

نماز کو ہی سامنے رکھئے جس کی ادائیگی میں ادھر ادھر دیکھنا تو کیا کسی چیز کا دل میں خیال تک پیدا نہیں کرنا چاہئے پھر آخر میں صبر کی یوں بھی ضرورت پڑتی ہے کہ عبادت کرنے کے بعد اس کی مشہوری نہ کی جائے اور نہ ہی اس پر اترایا جائے۔ ترک گناہ کا تو صبر کے بغیر تصور ہی محال ہے نیز یہ بھی ہے کہ خواہش جس قدر شدید ہوگی گناہ اس قدر آسان تر ہوگا اور اس کا لازمی نتیجہ صبر کرنا ہے جو بہت ہی دشوار گزار ہے۔

چنانچہ زبان کے گناہوں سے صبر کرنا اسی وجہ سے مشکل تر ہے کہ زبان کھولنے میں آخر دشواری ہی کون سی ہے بڑے آرام سے ہر بات کہی جاسکتی ہے۔ (غیبت، گلہ، شکوہ وشکایت، گالی گلوچ، بے ہودہ گوئی لاف زنی وغیرہ یہ گناہ زبان سے ہی تو تعلق رکھتے ہیں جو

marfat.com

بآسانی زبان کی حرکت سے سرزد ہو سکتے ہیں) آدمی میں جب زبان چلانے کی خواہش بڑھ جاتی ہے تو وہ اسے ہر وقت چلانے پر تیا
رہتا ہے پھر اس کی عادت سی بن جاتی ہے بلکہ اس کی طبیعت ثانیہ کا روپ دھار لیتی ہے یہی عادت ہے جو شیطانی لشکر میں سے ایک
لشکری ہے۔ زبان ہی تو ہے جس پر جھوٹ جاری ہوتا ہے اپنے منہ میاں مٹھو اسی سے بنا جاتا ہے دوسروں کو طعن و تضحیک کا نشانہ بنایا جا
ہے زبان کو ہی کہتے ہیں کہ یہ قینچی کی طرح چلتی ہے اگر کوئی اس سے ایسا کلمہ نکل پڑے جو لوگوں کے لئے پسندیدہ یا باعث تعجب ہو تو پھر
اس صاحب کو اپنی زبان پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے جب تک ضبط کی تکلیف نہ اٹھائے اور صبر سے کام نہ لے اس وقت تک اسے سکون
میسر نہیں ہوتا پھر لوگوں کی مجلس میں صبر کرنا تو اور مشکل ہو جاتا ہے بلکہ ناممکن پس اسے کنٹرول میں رکھنے کا واحد فارمولا صرف اور صرف
گوشہ نشینی ہے۔

دوسری قسم جس میں آدمی بے اختیار ہوتا ہے بلکہ لوگوں کے ہاتھوں اس کا رنج والم میں مبتلا ہونا یا ان کی باتوں سے مصائب میں
پھنس جانا ہے یہ وہ باتیں ہیں جو بنیادی طور پر اس کے اختیار میں نہیں ہیں تاہم بدلہ لینے کا وہ اختیار ضرور رکھتا ہے پس صبر کی ضرورت تو
یہاں بھی آ پڑی بدلہ لیتا ہے تو صبر جاتا ہے نہیں لیتا تو صبر کرنا پڑتا ہے لہٰذا یہ بہت دشوار گزار امر ہے یعنی اگر بدلہ چکائے تو اس بات کا
خیال رکھنا از حد ضروری ہے کہ حد سے نہ بڑھنے پائے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم ایسے ایمان کو ایمان ہی تصور نہیں
کرتے جس میں لوگوں کی تکالیف پر صبر کرنے کا حوصلہ نہ ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

دَعْ اَذَاهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ O

"ترجمہ: لوگوں کی تکالیف پر صبر کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔"

نیز فرمایا:

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا (سورہ المزمل آیت ۱۰)

"ترجمہ: لوگوں کی باتوں پر صبر کرو اور عمدہ طریقہ سے الگ تھلگ ہو جاؤ۔"

مزید فرمایا:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ O (سورہ الحجر آیت ۹۷)

"ترجمہ: ہم جانتے ہیں کہ آپ ان لوگوں کی باتوں پر تکلیف برداشت کرتے ہیں۔ پس آپ اپنے رب کی تسبیح و تحمید میں
لگے رہیں۔

اور پھر صبر غالب آیا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بار مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک منافق کہنے لگا یہ تقسیم عدل و انصاف پر مبنی نہیں اس
بات پر آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا مگر فوراً صبر غالب آیا اور فرمانے لگے میرے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں
ہوں لوگ انہیں اس سے بھی زیادہ باتیں کہہ کر پریشان رکھتے تھے لیکن انہوں نے ہمیشہ صبر سے کام لیا۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ O (النحل: آیت ۱۲۶)

marfat.com

''ترجمہ: اگر بدلہ لینا چاہو تو اتنا ہی لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ ہوا اور اگر صبر اختیار کرو تو صابرین کے لئے یہ بہت ہی اچھا ہے۔''

برائی کا برائی سے مقابلہ نہ کرو

(حضرت امام غزالی فرماتے ہیں) انجیل میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: پہلے انبیاء کرام علیہم السلام فرمایا کرتے تھے کہ ہاتھ کے بدلے ہاتھ' آنکھ کے بدلے آنکھ دانت کے بدلے دانت توڑ کر بدلہ لیا جا سکتا ہے میں ان کے احکام کو باطل نہیں ٹھہراتا البتہ میری نصیحت یہ ہے کہ برائی کا مقابلہ برائی سے نہ لیا جائے بلکہ اگر کوئی تمہارے رخسار پر طمانچہ رسید کرتا ہے تو تم اس کے آگے دوسرا رخسار بھی کر دو اور اگر کوئی تمہاری دستار چھین لے تو اسے اپنا لباس بھی پیش کر دو۔ اگر کوئی بطور خدمت ایک میل تک لے جانا چاہتا ہے تو تم دو میل تک اس کی معاونت کرو۔

رحمت عالم محسن اعظم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص تمہیں محروم رکھنا چاہے تم اسے تحائف دو اور جو تمہارے ساتھ برائی سے پیش آئے تم اس کا جواب اچھائی سے دو صبر بلند تر درجہ صدیقین کو ہی حاصل ہوتا ہے۔

تیسری بات جو تا آخر انسان کے دائرہ اختیار سے باہر ہے وہ اچانک مصائب کا ٹوٹ پڑنا ہے مثلاً بچوں کا مر جانا' مال کا برباد ہونا' فالج گرنا' آنکھ کی بینائی کا چلے جانا' کان کی سماعت کا ختم ہونا' یوں ہی کسی آسمانی بلا کا نازل ہونا وغیرہ مصائب و آلام کا مقابلہ صبر کے سوا ممکن نہیں اور ان پر صبر کرنے کا ثواب اور فضیلت و مرتبہ ہے وہ کسی اور بات پر صبر کرنے سے زیادہ نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں قرآن مجید میں صبر کا ذکر تین طرح سے ہے۔

۱۔ عبادت پر صبر اس کے تین سو درجات ہیں اور یہی وہ صبر ہے جن کے اہل صدیق ہیں اسے ہی صدیقین کا صبر کہتے ہیں۔

اسی بناء پر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا کی تھی کہ الٰہی ہمیں یقین کا وہ مقام عطا فرما جس سے دنیا کی تمام بلائیں اور مصیبتیں آسان ہوں یعنی مصائب و آلام سے آزمائش ہو تو صبر و استقامت کا اختیار بھی عطا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جس بندے کو میں کسی بیماری سے دوچار کرتا ہوں وہ اگر اس پر صبر کرتا ہے اور دوسروں سے گلہ شکوہ نہیں کرتا تو میں اسے صبر کے بدلے صحت و تندرستی عطا فرماؤں تو پہلے کی نسبت اسے زیادہ گوشت و پوست عطا کرتا ہوں اور اگر صحت نہ دوں تو اس دنیا سے میں اسے جب لے جاتا ہوں تو اپنی رحمت کے دامن میں چھپا لیتا ہوں۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا الٰہی جو آدمی مصائب میں صرف تیری رضا کے لئے صبر اختیار کرے اس کی کیا جزا ہے؟ ارشاد ہوا میں اسے ایمان کی ایسی خلعت عنایت کروں گا جو واپس نہیں لی جائے گی۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جب میں کسی پر بلا نازل کرتا ہوں اس کے تن پر' مال پر یا اولاد پر اور وہ پورے صبر و ضبط سے کام لیتا ہے تو اس کا حساب لینے سے مجھے شرم آتی ہے اس کے اعمال کی پرسش میں اور میزان میں تولنے سے نیز فرمایا: صبر کے ساتھ ساتھ خوشی و مسرت اور خوشحالی کا انتظار کرنا عبادت ہے نیز جو آدمی مصائب و آلام میں مبتلا ہوتے ہوئے بھی یہ کہتا ہے کہ

marfat.com

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ' اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَ عَقِبْنِیْ خَیْرًا مِنْھَاO

''ترجمہ: بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف رجوع لانے والے ہیں الٰہی تو میری مصیبت میں اجر عطا فرما اور مجھے بہتر بدلہ عنایت کر۔''

تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمالیتا ہے۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے میں جس آدمی کو نابینا کر دیتا ہوں اسے کیا جزا دیتا ہوں۔ جبرائیل سنو! اس کی جزا یہ ہے کہ میں اسے اپنے دیدار سے نواز دوں گا۔

اسلاف میں سے کسی بزرگ کاغذ پر یہ آیت کریمہ تحریر کر کے اپنے پاس رکھ لی۔

وَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَاO

''ترجمہ: اور تو اپنے رب کے فیصلے پر صبر کر بیشک وہ خود ہمارا محافظ ہے۔''

پھر جب کبھی کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا تو اس آیت کریمہ کو دیکھ لیتا اور صبر کرتا۔

حکایت: اور وہ خوب ہنسنے لگیں

بیان کرتے ہیں کہ حضرت فتح موصلی رحمتہ اللہ علہ کی اہلیہ محترمہ (مرحومہ) اچانک بڑے زور سے گر پڑیں ناخن ٹوٹ گئے لیکن شدت درد کے اظہار کی بجائے خوب ہنسنے لگیں۔ کسی نے کہا کیا ناخن میں درد نہیں ہو رہا؟ کیوں ہنس رہی ہو فرمانے لگیں ثواب کی خوشی میں مجھے درد تو محسوس ہی نہیں ہوا۔

نیز فرمایا: اے انسان اگر تم اللہ رب العزت کی بڑائی کا معترف ہو تو اس کی علامت یہ ہے کہ بیماری و تکلیف پر حرف شکایت زبان پر نہ لایا جائے مصیبت آ پڑے تو دوسروں پر ظاہر نہ ہونے پائے (کیونکہ اظہار بے صبری پر دال ہے)

بیان کرتے ہیں کہ حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میدان جنگ میں شدید زخمی ہوئے کسی نے دریافت کیا کیا آپ پیاس محسوس کر رہے ہیں؟ فرمایا: میری خواہش ہے کہ مجھے جس طرح ممکن ہو دشمن کے قریب تر لے چلو اور میری اس ڈھال میں پانی ڈال دو کیونکہ میں روزے سے ہوں اگر شام تک جام شہادت نوش نہ کر سکا تو اس پانی سے روزہ افطار کر لوں گا (سبحان اللہ صبر کا کیسا عظیم مظاہرہ ہے)۔

روزے سے ثواب صبر زائل نہیں ہوتا

قارئین کرام! یاد رہے کہ غم والم کے باعث جو لوگ مغموم' افسردہ اور پریشان ہو جاتے ہیں یا رونے لگتے ہیں تو ایسے رونے سے صبر کا ثواب ضائع نہیں ہوتا بلکہ ثواب تو زائل تب ہوتا ہے جب جزع فزع کرنے لگے' بال نوچنا' رخسار پیٹنا' کپڑے پھاڑنا' دھاڑیں مار مار کر رونا' آہ وفغاں اور واہی تباہی بکنا (ایسے افعال شنعیہ سے ثواب' باطل ہو جاتا ہے اور گناہ سے اس کا نامہ اعمال سیاہ ہو جاتا ہے)

سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہزادے حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وصال فرما ہوئے تو سرکار دو عالم

marfat.com

سید الصابرین رحمۃ للعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رو پڑے لوگ عرض گزار ہوئے سرکار آپ نے تو ممانعت فرمائی ہے؟ ارشاد فرمایا: یہ وہ رونا نہیں ہے یہ تو سراسر رحمت ہے اللہ تعالیٰ بھی اسی پر رحم فرماتا ہے جو خود اپنے پر رحم کرتا ہے۔

صبر جمیل کیا ہے؟

علمائے کرام فرماتے ہیں صبر جمیل یہ ہے کہ مصیبت زدہ اور غیر مصیبت زدہ میں امتیاز و فرق کرنا مشکل ہو یعنی جو شخص مصیبت میں مبتلا ہے دیکھنے والوں پر اس کی تکلیف و مصیبت کے کوئی آثار دکھائی نہ دیں۔ لہٰذا کپڑے پھاڑنا' سر پیٹنا' چیخ و پکار اور شور شرابا کرنا حرام ہے بلکہ چاہئے کہ اپنی عمومی حالت میں کوئی تبدیلی ظاہر نہ کرنے پائے یعنی غم والم کے مارے منہ نہ چھپائے کلاہ و دستار پہننا نہ چھوڑے بلکہ یہ سوچنا چاہئے جس نے تیرے بغیر اسے پیدا کیا (یعنی وہ تیرے ساتھ تو نہیں پیدا ہوا تھا) اسے تیرے بغیر ہی وہ واپس لے رہا ہے تو پھر یہ ہائے وائے کیوں؟

حکایت: حضرت رمیصہ اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت رمیصہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میرے خاوند حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر تشریف لے گئے تھے۔ ان کی عدم موجودگی میں ہمارا بیٹا وصال کر گیا میں نے اس کے چہرے پر کپڑا ڈال دیا میرے شوہر نے واپسی پر بیٹے کے متعلق پوچھا اب کیسے ہے؟ میں نے کہا جتنی اچھی حالت اس شب رہی اتنی کبھی نہ ہوئی یہ کہا اور اپنے خاوند کی خدمت میں کھانا پیش کر دیا انہوں نے اطمینان سے کھانا کھایا اسی اثناء میں میں نے معمول سے قدرے زیادہ بناؤ سنگھار کیا یہاں تک کہ میرے شوہر نے اپنی خواہش کی تکمیل کی پھر میں نے کہا آج جس نے ہم سے چیز مستعار لی تھی وہ میں نے طلب کی تو اس نے بہت شور مچایا اور خوب رونا شروع کر دیا۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سنتے ہی کہنے لگے وہ عجیب انسان ہے جو چیز اس کی تھی ہی نہیں واپس مانگنے پر شور مچاتا ہے اور روتا ہے تب میں نے کہا تمہارا چھوٹا فرزند جو بیمار تھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے ہاں بطور ہدیہ تھا اور وہ ہمیں مستعار دیا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے آج اسے واپس لے لیا ہے۔ میرے شوہر نے نہایت صبر و ضبط سے اس خبر کو سنا اور فوراً پڑھا۔ "انا اللہ وانا الیہ راجعون" بیشک ہم اللہ کے لئے ہیں اور ہم نے اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔

بوقت صبح جب یہ ماجرا رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے کل رات مبارک کرے کیا عمدہ رات تھی اور فرمایا: میں نے ابھی ابھی جنت میں رمیصہ اور ابو طلحہ کو موجود پایا ہے۔

مگر بے خبر' بے خبر دیکھتے ہیں

پس جو امور اوپر مذکور ہوئے ان سے تم پر واضح ہو گیا کہ صبر وہ چیز ہے جس سے انسان کسی بھی لمحے بے نیاز نہیں ہو سکتا اگر بالفرض خواہشات و شہوات سے رہائی حاصل کر کے خلوت نشینی بھی اختیار کر لے تب بھی ہزاروں وسوسے اور اندیشے اس کے قلب و ذہن پر ابھرتے رہیں گے گو وہ خیالات مباح کے متعلق ہی کیوں نہ ہوں پھر بھی باعث خسارہ ہیں اس لئے کہ زندگی جو قیمتی متاع اور گرانقدر سرمایہ ہے بے صبری سے وہ تو تباہ و برباد ہو ہی جاتا ہے۔ لہٰذا اسے محفوظ رکھنے کا بہترین یہی راستہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو ذکر و فکر'

marfat.com

تسبیح وتحمید اوراوراد وظائف میں مصروف رکھے اگر نماز میں یہ کیفیت ظہور پذیر ہونے لگے تو اس میں بھی انتہائی کوشش کرنی چاہئے تاکہ نجات حاصل ہو سکے اگر نماز میں نہ بھی ہوتو وسواس سے اس وقت تک رہائی ممکن نہیں جب تک کسی ایسے کام میں مصروف نہ ہو جو دلی توجہ کو پوری طرف اپنی جانب مبذول کرا سکے۔

حدیث شریف میں ہے فارغ اور بے کار نوجوان کو اللہ تعالیٰ دشمن رکھتا ہے یہ اس لئے کہ نوجوان کا فارغ اور بے کار بیٹھنا لازماً اس کے دل میں وسوسوں کو ڈالتا ہے اور شیطان اس کی خلوتوں کا راستہ الگ کرنے کے لئے اس کے پیچھے پڑا رہتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ اس کا دل شیطان کی آماجگاہ بن جاتا ہے وسوسوں کا جھرمٹ اسے گھیرے میں لئے رکھتا ہے اور اس کا دل وسوسوں کا آشیانہ بن جاتا ہے ایسے وقت میں ذکر واذکار کے ذریعے بھی ان سے رہائی پانا دشوار گزار ہوتا ہے پس اس کے لئے لازمی ہے کہ پھر کسی ایسے پیشے یا خدمت میں مصروف ہو جائے تاکہ اس کی توجہ غلط تفکرات سے محفوظ رہے ایسے آدمی کو گوشہ نشینی قطعاً اختیار نہیں کرنی چاہئے بلکہ اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ دل کی بجائے جسم کو کسی اچھے کام میں مشغول رکھے یہی ایک طریقہ ہے جس سے غلط وسواس اور اندیشوں سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔

marfat.com

حصول صبر کا نسخہ

واضح رہے کہ صبر کا کوئی ایک شعبہ تو ہے نہیں کہ اسے بآسانی حاصل کیا جا سکے اس کے بے شمار باب اور ہر باب کی کئی کئی شاخیں اور ہر شاخ مشکلات سے پر اور پھر ان کا علاج بھی علیحدہ علیحدہ ہے گو اس کا مؤثر ترین علاج علم و عمل کی معجون ہے۔ جملہ مہلکات میں جو کچھ ہم نے رقم کیا وہ صبر کی ہی ادوایات تھیں پھر بھی سبیل تمثیل بطور نمونہ کچھ مزید پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے تا کہ تمام ابواب کو اسی پر قیاس کر کے علاج کی راہ ہموار کی جا سکے۔

یہ تو ہم تحریر کر چکے ہیں شہوت پر کنٹرول اور دین پر ثابت قدمی صبر ہے اور ان دونوں کے درمیان جنگ کا سلسلہ بدستور قائم ہے ظاہر ہے کہ کوئی شخص دو آدمیوں کو لڑا کر ان میں سے ایک کے غالب آنے کی تمنا رکھتا ہے تو اس مسئلہ میں دستور یہی ہے کہ وہ جسے فاتح دیکھنا پسند کرتا ہے اس کی معاونت بھی کرتا جاتا ہے اور جس کی شکست مطلوب ہو اسے ہر ممکن کمزور کرنے کی سعی میں مصروف ہو جاتا ہے اور ہر طرح کی امداد و اعانت سے اسے دور رکھتا ہے۔

اب اگر شہوت جماع کسی آدمی پر اس قدر مسلط ہو جائے کہ شرمگاہ کا بچانا دشوار گزار اور محال تر ہو تو ایسے شخص کو چاہئے کہ آنکھ کو نظر بازی اور دل کو حسن و جمال کے تصورات سے محفوظ رکھے اگر یہ ممکن نہ ہو اور صبر برداشت سے باہر ہونے لگے تو پھر اسے یہ کرنا چاہئے کہ اسباب شہوت کو کمزور کر دے اور ان کے کمزور کرنے کے تین ذریعے ہیں۔

۱۔ جب یہ معلوم ہو کہ شہوت کی وجہ مرغن اور مقوی غذائیں ہیں جس کا وہ عادی بن چکا ہے تو خواہش کو اس طریقے سے ختم کر دے اور مرغن غذاؤں کی رعایت اس سے بالکل چھین لی جائے وہ ایسے کہ روزے رکھنے کا اہتمام کرے اور رات کو صرف خشک روٹی پر اکتفاء کرے گوشت اور دیگر مقوی غذاؤں کو بالکل چھوڑ دے نیز ان اسباب کو بھی ترک کر دیا جائے جو شہوت کو مہمیز دیتے ہیں۔

۲۔ اگر حسین و جمیل صورت کا نظارہ شہوت تیز کرتا ہے تو اسے گوشہ نشینی اختیار کر لینی چاہئے آنکھ کو جمالیات کے مناظر سے بچائے اور ایسی راہوں پر نہ چلے جہاں سے خواتین اور مرد گزرتے ہیں۔

۳۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ مباح شہوت کو ذریعہ تسکین و تلذذ بنائے تا کہ حرام کاری کی خواہش سے نجات مل سکے کمینے نفس کا کیا ہے یہ تو سرکش اور وحشی جانور کی طرح ہے۔ جس کا گرفت میں لانا اسی صورت ہی ممکن ہے کہ اس کا چارہ دانہ بند کر دیا جائے یا پھر کھیت سے دور رکھا جائے تا کہ اس پر ٹوٹ نہ پڑے یا پھر اسے اتنا سا کھانا دیا جائے جو صرف اشتہا و بھوک کو مٹائے پس اس کے علاوہ شہوت کا اور کوئی موثر علاج نہیں ہے صرف اور صرف اسباب شہوت کے ذریعہ اسے کمزور سے کمزور تر کرنا بھی علاج ہے۔

marfat.com

فضیلت وحقیقت شکر

یادرکھنا چاہئے کہ شکر ایک عزیز ترین مقام ہے اس کے مدارج نہایت افضل واعلیٰ اور ارفع ہیں جس تک رسائی ہر کسی کا کام نہیں اسی لئے رب العزت کا ارشاد ہے۔

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ○ (السباء آیت: ۱۳)

''ترجمہ: اور میرے بندوں میں بہت کم ہیں جو شکر گزار ہیں۔''

شیطان لعین نے اسی لئے طنزاً کہا تھا۔

وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ. (الاعراف آیت: ۱۷)

''ترجمہ: تو ان میں اکثر کو ناشکر پائے گا۔''

واضح رہے کہ جن صفات کو ہم نے منجیات سے موسوم کیا ہے وہ دو قسم پر ہیں۔ ایک وہ جو دین کے لئے مقدمۃ الجیش کی حیثیت رکھتے ہیں اور وہ مقصود بالذات نہیں جیسے توبہ' صبر' خوف' زہد' فقر اور محاسبہ نفس وغیرہ یہ جملہ اوصاف وسیلہ ہیں۔ اس عظیم کام کے لئے جو ان اوصاف سے الگ ہے۔

دوسری قسم مقاصد ونہایات پر مشتمل ہے اور وہ مقصود بالذات ہے وہی آخرت میں باقی رہنے والی ہے اور اپنے سوا کسی اور کام کے لئے ذریعہ ووسیلہ کی حیثیت نہیں رکھتی یعنی محبت' شوق' رضا' توحید' توکل وغیرہ انہی میں سے ہی ایک کو شکر سے موسوم کرتے ہیں اور جو چیز مقصود بالذات ہے وہی آخرت میں باقی رہنے والی ہے اور باقی رہنے والی اشیاء میں شکر بھی ہے چنانچہ رب العلمین فرماتا ہے ان کی آخری دعا یہی ہوگی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (سورہ یونس: ۱۰۲)

''ترجمہ: اور ان کی آخری پکار یہی ہوگی تمام تعریفیں اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے)

واضح رہے کہ شکر کے درجات نہایت بلند ہیں سب سے بڑی دلیل تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ذکر سے قریب تر رکھا اور ارشاد فرمایا:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ ○ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ○ (البقرہ آیت ۱۵۲)

''ترجمہ: پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرے لئے شکر کرو اور نافرمانی نہ کرو۔''

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص کھانا کھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اس کا درجہ روزہ دار اور صبر کرنے والے کے مجموعی درجے کے برابر ہے۔

مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں روز قیامت منادی ندا کرے گا۔

لیقیم الحمادون.

''ترجمہ: حمادون کھڑے ہو جائیں۔''

marfat.com

تو شکر گزاروں کے علاوہ کوئی بھی کھڑا نہیں ہوگا جو ہر حالت میں شکر کیا کرتے تھے اور مال کے جمع کرنے کی ممانعت میں یہ آیت اتری۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ ○ (التوبہ آیت ۳۴)

'ترجمہ: اور جو لوگ سونا چاندی جمع رکھتے ہیں اسے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خبر سنایئے)

اس پر حضرت سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض گزار ہوئے پھر مال میں کون سی چیز کو جمع کیا جا سکتا ہے؟ نبی کریم رؤف اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دل شاکر زبان ذاکر بیوی مومنہ یعنی ان تین نعمتوں پر قناعت کریں کیونکہ مومنہ بیوی ذکر و شکر میں معاون ہوتی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ شکر نصف ایمان ہے حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے ایک بار حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر تھا کہ عرض کیا آپ سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی عجیب واقعہ سنایئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: حضور کا کون سا واقعہ ہے جو عجیب نہ ہو۔ پھر فرمایا: ایک رات آپ شب خوابی کے لباس میں ملبوس میرے ہاں تشریف لائے اور آپ کا جسم اقدس میرے ساتھ تھا کہ اچانک آپ نے فرمایا: عائشہ میں ابھی اپنے رب کے حضور عبادت میں مشغول ہونا چاہتا ہوں۔ میں نے عرض کیا میری تو یہی خواہش ہے کہ آپ کی قربت نصیب رہے مگر آپ ارشاد فرماتے ہی کھڑے ہوئے پانی لیا طہارت فرمائی اور نماز کی نیت باندھ لی اور بارگاہ الٰہی میں مصروف عبادت ہو گئے یہاں تک کہ ساری رات یوں کی یوں گزری صبح ہوئی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور آپ ان کے ساتھ (مسجد) میں تشریف لے گئے۔

بعدہٗ میں نے عرض کیا آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے بخش رکھا ہے پھر ساری رات رونے کا باعث کیا چیز ہے؟ فرمایا: عائشہ کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں! میں اس کی بارگاہ میں آنسوؤں کا نذرانہ کیوں نہ پیش کروں! جس نے یہ آیت مجھ پر نازل فرمائی۔

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ ○ (آل عمران آیت: ۱۹۱)

''ترجمہ: بیشک آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق میں رات اور دن کی تبدیلی میں اہل عقل کے لئے دلائل ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے کھڑے بیٹھے اور لیٹے۔''

جنہیں یہ سعادت نصیب ہے وہ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری میں مسرت کے آنسو بہاتے رہتے ہیں ان کا رونا خدائی گرفت کے باعث نہیں ہوتا چنانچہ بیان کرتے ہیں کہ۔

روایت و حکایت

کسی نبی علیہ السلام کی ایک چھوٹے سے پتھر پر نظر پڑی جس سے پانی بہہ رہا تھا انہیں یہ دیکھ کر تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس پتھر کو

marfat.com

ت گویائی عطا فرمائی اور کہنے لگا یا نبی اللہ! آپ جو مجھ سے بہتا ہوا پانی دیکھ رہے ہیں یہ تو میرے آنسو ہیں اور یہ اس وقت سے بہہ ہے ہیں جب سے یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (البقرہ آیت: ۲۴)

''ترجمہ: دوزخ سے بچیں جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں پس یہ رونا اسی بناء پر ہے۔''

نبی علیہ السلام نے اس پتھر کے حق میں دعا فرمائی الٰہی اس پتھر کو اپنی گرفت کے خوف سے نجات عطا فرما دعا قبول ہوئی مگر جب وبارہ نبی علیہ السلام کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو اسی طرح پتھر سے پانی بہتے دیکھا انہوں نے دریافت کیا اب رونا کس وجہ سے؟

پتھر بولا پہلے گرفت سے روتا تھا اب شکر کے باعث خوشی سے آنسو بہا رہا ہوں۔ یہ مثال تو انسان کے دل کے لئے رقم کی گئی ہے پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے لہٰذا انسان کو بھی رونا چاہئے کبھی غم سے کبھی خوشی سے تا کہ اس کا دل نرم اور رقت انگیز ہو جائے۔

تنبیہ: خیال رہے یہ آیت قرآن کریم میں نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نزول ہوئی ممکن ہے کسی پہلے نبی علیہ السلام پر بھی اتری ہو اور مذکورہ بالا حکایت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔'' واللہ تعالیٰ وحبیبہ الاعلیٰ اعلم (تابش قصوری)

حقیقت شکر

یہ تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ دین کے جملہ مقامات کا تعلق تین اصول سے ہے۔ علم، حال اور عمل۔

ان میں علم کی حیثیت بنیاد کی ہے جس سے حال پیدا ہوتا ہے اور حال سے عمل یوں ہی منعم حقیقی کی نعمت کی معرفت بھی علم ہے اور ی علم شکر کہلاتا ہے جب نعمت ملتی ہے دل خوش ہوتا اور دل کی خوشی ہی حال ہے اور نعمت کو منعم کی خواہش ومنشا کے مطابق استعمال میں عمل ہے اور عمل، دل، زبان اور تن سے تعلق رکھتا ہے جب تک ان تمام امور سے آگاہی حاصل نہیں ہوگی شکر کی حقیقت تک رسائی ن نہیں ہوگی۔

جہاں تک اس کے علم ہونے کی بات ہے وہ یہ ہے کہ تجھے پہچان ہونی چاہئے کہ جو بھی نعمت حاصل ہوتی ہے صرف اور صرف اللہ الی کی طرف سے ہی ہوتی ہے کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں جب تک تیری نظر کے درمیان وسیلہ رہے گا اس وقت تک ریا شکر ناقص ہے گا کامل نہیں ہوگا۔

تمثیل شگفتہ، وزیر اور قلم برابر

اگر کوئی بادشاہ تجھے خلعت عطا کرتا ہے اور تو یہ سمجھ رہا ہے کہ یہ تو وزیر کی وساطت ومہربانی کا کرشمہ ہے پھر تو اظہار مسرت وتشکر ں بادشاہ کے ساتھ ساتھ وزیر کو بھی شامل کر لیتا ہے تو تیرا یہ شکر یہ خالصۃً بادشاہ کے لئے تو نہ ہوا ہاں البتہ اگر تو کہے خلعت کا حکم بادشاہ ی طرف سے ہے لیکن یہ حکم تو کاغذ اور قلم کے ذریعے ہوا ہے ایسا سمجھنے پر تیرا شکر ناتمام وناقص کہلائے گا۔ اس لئے کہ تجھے اچھی طرح لم ہے قلم اور کاغذ تو مسخر ہیں ان کو تو خلعت کی عطا کا شعور اور اختیار تک نہیں یوں ہی اگر تو یہ کہنے لگے کہ خلعت کے پہنچانے کا سبب کو ازن ہے تو اس سوچ سے بھی تیرا شکر ناقص قرار پائے گا کیونکہ تو جانتا ہے۔

marfat.com

قوت وجہ دینیہ کے دو طریقے

وجہ دین کو قوی اور توانا بنانے کے دو طریقے ممکن ہیں ایک یہ کہ اسے شہوت کے ساتھ جہاد کے فضائل و مناقب اور فوائد و برکات اور ثمرات کا لالچ دیا جائے نیز ان احادیث کریمہ کو پیش نظر رکھا جائے ان پر خوب غور و حوض سے کام لے جن میں شہوت سے صبر کرنے والوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس عظیم ترین ثواب کا ذکر ہے جو صبر کرنے والوں کو عطا ہوگا۔

جب اس بات پر ایمان پختہ ہو کر شہوت کی لذت اور مزہ تو محض لحہ بھر کے لئے ہے جب کہ صبر کا اجر دائمی اور سلطنت ابد کی صورت میں ملے گا جس کا لطف، مزہ اور لذت کبھی زوال پذیر نہیں ہوگی تو وجہ دین کو شہوت کی دشمنی اور سرکوبی کرنے کا خوگر بنایا جائے تو آہستہ رفتہ رفتہ درجہ بدرجہ وہ توانا و مضبوط ہوتا جائے گا اس لئے کہ جب کوئی آدمی تنومند اور طاقتور بننا چاہتا ہے تو وہ یہی فارمولہ کرتا ہے قوت آزمائی کرتا ہے تکلیف دہ کام کرنے لگتا ہے اور پھر لحہ بہ لحہ اس کی قوت میں اضافہ ہونا شروع ہو جاتا ہے جو بھی کوئی شخص شہ زور آدمی سے نبرد آزما ہونے کی نیت کرتا ہے تو وہ کمزور لوگوں سے پنجہ آزمائی کی پریکٹس کرتا ہے یوں وہ اپنی طاقت اور فن کا اندازہ لگاتا رہتا ہے تو قوت و طاقت کے اضافے کے لئے یہی تدبیر کامیاب ثابت ہو سکتی ہے۔ چنانچہ جو لوگ سخت ترین اور محنت طلب کام کرتے ہیں ان کی قوت و طاقت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور اس سلسلہ میں سب سے عمدہ اور اعلیٰ تدبیر صبر اور اس پر ثابت قدمی ہے۔ انسان کو کامیابی و کامرانی کی نعمت سے شاد کام کر سکتی ہے۔

خازن بھی قلم و کاغذ کی طرح مسخر ہے اور خلعت کے عطا کرنے کا اسے کوئی اختیار ہی نہیں وہ تو محض شاہی فرمان بجالانے کا پابند ہے اسے خلاف ورزی کی مجال ہی نہیں اور پھر بلا حکم کچھ دینے کا جواز بھی نہیں رکھتا الغرض اس کی حیثیت محض قلم و کاغذ سے قطعاً مختلف نہیں (فافہم و تدبر دا)

لہٰذا ایسے ہی اگر تم دنیوی نعمتوں کو دیکھ کر یہ تصور کرنے لگو کہ یہ سبھی کچھ بارش کی وجہ سے ہے پھر بارش کے بعد ذرا اوپر نگاہ اٹھاؤ گے تو بادل نظر آئیں گے پھر کہنے لگو کہ یہ تو بادلوں کا کرشمہ ہے یوں ہی کشتی میں سوار ہونے پر اپنی نجات ہوا کے موافق ہونے پر سمجھنے لگو اور بالکل فراموش ہی کرتے جاؤ کہ ہوا کو مخالف و موافق سمت چلانے والا تو اللہ رب العزت ہے یاد رکھئے ایسے کردار سے اللہ تعالیٰ کے شکر گزاری کا حق کما حقہ ادا نہیں ہوگا اس لئے تجھے سمجھنا چاہئے کہ بادل، بارش، ہوا، سورج، چاند، ستارے، زمین، کھیتیاں، آسمان الغرض کچھ بھی ہے۔ سب پر اللہ تعالیٰ حاکم و مختار ہے یہ سبھی اسی کے قبضہ قدرت میں مسخر ہیں جیسے کاتب کے ہاتھ قلم مسخر ہوتا ہے کیونکہ قلم خود تو کچھ بھی نہ لکھ پائے گا لہٰذا ایسے سمجھنا تیرے شکر کو کمزور اور ناقص ٹھہراتا ہے۔

یوں ہی اگر کوئی نعمت کسی آدمی کے ہاتھ سے مجھے حاصل ہوتی ہے تو اسی کو خدائے نعمت تصور کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں بلکہ حماقت کے ساتھ ساتھ جہالت و بے وقوفی بھی ہے نیز مقام شکر سے بہت بعید ہے بلکہ یہی تصور حجاب کی علامت ہے۔

کیونکہ اس بناء پر تو تجھے یہ سمجھنا چاہئے کہ اس شخص پر اللہ تعالیٰ نے ایک مؤکل مقرر کر رکھا ہے اور مؤکل نے جبراً اس شخص سے نعمت تجھے دلوائی ہے ورنہ تو اس کے خلاف کے تھا مؤکل کے سامنے تیرا بس نہ چلا اگر اس کے بس میں ہوتا تو تجھے ایک پیسہ تک تیرے پاس نہ پہنچتا۔

marfat.com

وہ مؤکل کون تھا؟ وہ اس کا ارادہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں پیدا فرمایا: اور یہ بات اس کے دل میں ڈالی کہ تیری خوش بختی اسی میں ہے اس جہان میں بھی اور اس جہان میں بھی کہ یہ نعمت اس کے حوالے کر دو! یہاں تک کہ اس نے محض اس امید پر کہ اسے دنیا و عقبیٰ میں سعادت و کامیابی نصیب ہوگی۔

تیسرا باب تحمید سے عبارت ہے اور اس سے یہ جاننا مقصود ہے کہ جو کچھ بھی ہے سبھی اس کی طرف سے ہے اور اس کی عطا فرمودہ نعمت ہے اور اس کے اظہار کے لئے نیز عبادت میں یہ کلمہ مستعمل ہے۔ ''الحمد للہ'' اس کا مقام تقدیس، تسبیح دونوں سے بلند تر ہے کیونکہ اس کی معرفت اسی کلمہ کے تحت ہے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ سبحان اللہ کہنے سے دس نیکیاں، لا الہ الا اللہ کہنے سے بیس نیکیاں اور الحمد للہ کہنے میں تیس نیکیاں ہیں اور نیکیوں سے مراد یہ کلمات نہیں جنہیں زبان سے پڑھا گیا ہے بلکہ ان سے مراد وہ معارف ہیں جن سے یہ کلمات موسوم ہیں اور یہی علم شکر کے معانی ہیں۔

معانی حال شکر

اب یہاں حال شکر کے معانی رقم کئے جاتے ہیں اور وہ راحت و مسرت اور شادمانی ہے جو معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور وہ دل میں پیدا ہوتی ہے اس لئے جو بھی کوئی شخص کسی سے نعمت پاتا ہے تو اس سے یقیناً اسے خوشی میسر آتی ہے جو تین اقسام پر مشتمل ہے۔

یہ کہ اسے نعمت کی ضرورت تھی پس جب اسے نعمت دستیاب ہوئی اس کی حالت نہ رہی مگر یہ خوشی میں شامل نہیں اسے سمجھنے کے لئے فرض کریں جب بادشاہ سفر کے لئے نکلنے لگا تو اس نے اپنے خادم کو ایک گھوڑا عطا کر دیا اب نوکر محض اس بات پر خوش ہوا کہ اسے پہلے سے گھوڑے کی ضرورت تھی۔ سو وہ ضرورت پوری ہونے پر خوشی کا اظہار کرتا ہے تو یہ خوشی بادشاہ کے شکریہ کے طور پر تو نہ ہوئی اس لئے کہ گھوڑا بادشاہ سے ملنے کی بجائے جنگل سے ہاتھ لگ جاتا تو اسے اتنی ہی خوشی ہوتی جتنی بادشاہ سے گھوڑا ملنے پر ہوئی تھی۔

دوسری قسم یہ ہے کہ وہ خادم اس تصور سے خوشی کا اظہار کر رہا ہے کہ جیسے اب بادشاہ نے مہربانی کی ہے امید ہے کہ ایسے ہی آئندہ بھی مہربانی فرمائے گا۔ جب ایسے آدمی کو جنگل سے گھوڑا ہاتھ لگے تو اتنی خوشی نہ ہوتی (اس لئے کہ جنگل سے ہر بار تو یہ چیز دستیاب نہیں ہو سکتی) پس یہ خوشی منعم کے باعث ہے لیکن یہ انعام دینے والے کے لئے نہیں بلکہ انعام لینے والے کے لئے ہے اور یہ عمل شکر میں داخل تو ہے مگر شکر کامل نہیں نا تمام ہے۔

تیسری قسم یہ ہے کہ وہ گھوڑے پر سواری کرے آقائے نعمت کی خدمت میں حاضری دیا کرے گا اور اس کی زیارت سے بہرہ مند ہوگا اس خیال کے علاوہ اور کسی بھی غرض کا تصور اس کے حاشیہ دماغ میں نہیں تو یہ خوشی یقیناً بادشاہ کے لئے ہوگی اور اسے کامل شکر سے موسوم کیا جائے گا۔

یوں ہی جسے اللہ رب العزت کی طرف سے نعمت عطا ہو اور وہ محض نعمت کے میسر آنے پر اظہار مسرت و شادمانی کرے تو اسے آقائے نعمت کا شکر ادا کرنے والا نہیں کہا جا سکتا گویا کہ یہ شکر ہے ہی نہیں۔

اور اگر منعم کی خوشی کے لئے ہو مگر یہ تصور باندھے کہ عطائے نعمت، خدائے نعمت کی رضامندی پر دال ہے تو اسے شکر تو کہہ سکتے ہیں

marfat.com

مگر یہ بھی شکر ناقص سے عبارت ہوگا۔

اور اگر اس بات پر خوش ہو کہ اس سے فراغت دین حاصل ہوگی حصول علم اور اطاعت وعبادت کا موقعہ مزید میسر آئے گا اور واقعتہً حصول علم اور عبادت میں مشغول ہو جائے اور منعم حقیقی کے قرب کا متلاشی ہو تو یہ شکر کامل کہلائے گا اور اس کی علامت یہ ہے کہ دنیا کی جملہ نعمتوں سے پریشان اور اندوہ ناک ہو جو اس کی عبادت وریاضت میں سدراہ ہیں نیز وہ ان نعمتوں کو نعمت ہی نہ جانے بلکہ ان سے محرومی کو اعلیٰ نعمت تصور کرے اور اگر ہاتھ سے نکل جائیں تو اللہ تعالیٰ کا مزید شکر کرے تو صحیح ترین شکر یہی ہے کہ وہ کسی ایسی چیز سے قطعاً خوش نہ ہو جو راہ دین میں معاون نہ بن سکے۔

چنانچہ حضرت شیخ شبلی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ شکر کا مطلب یہ ہے کہ تو نعمت کو نہ دیکھے بلکہ منعم کو دیکھے اور جو اس محسوسات تک خوشی کو محدود رکھتا ہے۔ یعنی آنکھ، فرج، پیٹ، شہوت کے علاوہ لذت ہی نہیں پاتا تو ایسے شخص کی طرف سے شکر کی ادا ممکن ہی نہیں لہٰذا اس سلسلے میں کم از کم دوسری قسم پر تو ضرور پورا اترنا چاہئے اس لئے کہ پہلی قسم تو شکر میں شامل ہی نہیں ہے رہا معاملہ کے عمل کا تو اس کا تعلق دل، زبان اور بدن سے مجموعی طور پر ہے۔

۱ - دل سے یہ کہ ہر ایک کا خیر خواہ ہو کسی اور کی نعمت کو دیکھ کر حسد نہ کرنے لگے بلکہ اس کا تصور تک بھی دل میں نہ لائے۔

۲ - زبان سے یوں کہ ہر لحہ حالت شکر میں رہے اور کہتا رہے "الحمدللہ" اور خوشی ومسرت کا اظہار محض منعم حقیقی کی نسبت سے کرے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی صحابی سے اس کا حال دریافت فرمایا: تو اس نے کہا "الحمدللہ" بعد ہوں یہ سنتے ہی آپ اس پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: میں تو اسی بات کا متلاشی تھا۔

گذشتہ زمانے میں بزرگوں کا مقصد ہی یہی تھا کہ جب کسی سے حال احوال دریافت کریں گے تو وہ جواباً کہے گا "الحمدللہ" شکر ہے تاکہ کہنے اور سننے والے کو کلمہ شکر کی ادائیگی سے ڈبل ثواب عطا ہو۔ اگر جواباً شکوہ وشکایت کا اظہار کرے تو وہ خطاوار ہوگا اس لئے کہ اس سے بری اور ذلیل حرکت کیا سرزد ہو سکتی ہے کہ ایک عاجز وناتواں بندے کے سامنے شکایت کرتا ہے اس منعم کریم کی جو ایک کو نعمتوں سے مالا مال کرنے والا ہے۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ شکوہ تو مصائب وآلام پر بھی نہیں کرنا چاہئے بلکہ ان پر بھی شکر ہی شان بندگی ہے عین ممکن ہے یہ عاجزی وتواضع اس کی سعادت عظمیٰ کا سبب بن جائے ہاں، اگر شکر کی طاقت نہیں تو صبر کا دامن نہ چھوڑے۔

۳- بدن سے عمل کا مظاہرہ اس طرح سے ہے تمام اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھتے ہوئے ان کو اسی کام میں مصروف رکھے جس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں بنایا ہے سچی بات تو یہ ہے کہ تمام اعضائے بدن کو اللہ تعالیٰ نے آخرت کے لئے ہی تخلیق فرمایا اور وہ یہی چاہتا ہے کہ تو انہیں امور آخرت میں مشغول رکھے اگر تو نے ایسا کر لیا تو سمجھ لے تو نے شکر گزاری کا حق ادا کیا حالانکہ اسے تیرے اس عمل کا کوئی حظ اور لطف محسوس نہیں ہوتا کیونکہ وہ کریم تو ہر قسم کی لذات سے منزہ ومبرہ ہے۔

اسے مثال کے طور پر یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ کسی بادشاہ کی نگاہ لطف وکرم اپنے غلام پر جا پڑی اور وہ بھی جب کہ غلام حاضر نہیں بلکہ بہت دوری پر تھا اب بادشاہ اسے اپنی بارگاہ میں باریابی کا شرف بخشنے کے لئے نہ صرف عمومی طور پر بلائے بلکہ خصوصیت کے

marfat.com

گھوڑا اور زادراہ بھیج کر حضوری کا شرف عطا کرے تا کہ وہ حاضر ہوتے ہی بارگاہ جہاں پناہ کا مقرب و مصاحب بنے۔ نیز جاہ و حشمت، عزت و منزلت اور مال و دولت کی نعمت سے بھی شاد کا کام ہو جائے جب کہ بادشاہ کے لئے غلام کی دوری و حضوری یکساں طور پر ہو یا پھر دوری و حضوری کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا ہو۔ نیز اس کی شمولیت سے امور سلطنت میں بہتری و کمی کا بھی کوئی احتمال نہ ہو نیز نہ اس کے آنے سے خرابی اور نہ جانے سے کچھ سنورتا ہو بس مقصود تو صرف غلام کو نوازنا تھا۔ بات صرف اس کی بھلائی کی تھی اور فائدہ بھی فقط اسی کا پیش نظر تھا اس لئے کہ بادشاہ اہل سخا و جود اور سخی و کریم ہو تو اس کے پیش نظر مخلوق خدا کی بھلائی ہی ہوتی ہے اور اس کا مطلوب صرف مخلوق کی بہبودی و ترقی کے علاوہ کوئی بھی ذاتی غرض اس سے وابستہ نہیں ہوتی۔

۱- وہ غلام اگر گھوڑے پر سوار خدمت سلطان میں حاضر ہو زادِ راہ کو مناسب طور پر صرف کرے تو یقیناً اس نے گھوڑے اور زادراہ کا حق ادا کرتے ہوئے کامل طور پر شکر ادا کیا۔

۲- اور اگر غلام گھوڑے پر سوار زادراہ لئے کسی اور ہی سمت چل نکلے اور دربار شاہی میں آنے کی بجائے کہیں دور چلا جائے تو اس کا یہ فعل صریحاً کفران نعمت ہے (شکر گزاری تو بڑی بات تھی وہ تو اس کے قریب سے بھی نہیں گزرا)

۳- اگر اس غلام نے گھوڑے اور زادراہ دونوں کو یوں ہی پڑا رہنے دیا نہ حاضری دے اور نہ ہی پہلے کی نسبت دور جائے تب بھی کفران نعمت کا مرتکب ہوگا گو وہ اتنا جانتا ہی نہیں جو دوسری صورت میں مذکور ہوا۔

یوں اگر آدمی اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ نعمتوں کو اس کی عبادت کے لئے صرف کرے تا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربت کا بلند درجہ نصیب ہو تو اس صورت میں وہ شاکر کہلائے گا نیز انہیں گناہ و عصیاں میں برباد نہ کرے اور نہ ہی حضوری سے دوری کی راہ اختیار کرے اگر ایسا کرے گا تو یہی کفران نعمت ہے ہاں اگر جائز و مباح قسم کی عیش و عشرت میں خرچ کرے یا بالکل نہ کرے اور یوں ہی معطل چھوڑ دے تو یہ بھی کفران نعمت ہے بلحاظ شدت کمتر ہے۔

جب حقیقت آشکار ہو جائے کہ ہر نعمت پر شکر کی ادائیگی کا صرف یہی طریقہ ہے کہ بندہ نعمت کو اسی مصرف میں لائے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے پھر اس پر وہی شخص عمل پیرا ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی پسند و ناپسند کی تمیز کر سکتا ہے اور یہ علم نہایت دقیق، پیچیدہ اور نازک ترین ہے کیونکہ جب تک تخلیق و آفرینش کی پنہاں حکمتوں سے آگاہی حاصل نہیں کر پائے گا اس وقت تک وہ اس کے علم سے بھی بے بہرہ رہے گا یہاں پر تو ہم نے اشارۃً چند باتیں تمثیل کے طور پر رقم کر دی ہیں اگر کسی صاحب ذوق کو اس کی تفصیل مطلوب ہو تو وہ ہماری کتاب ''احیاء العلوم'' دیکھے کیونکہ اس میں تو اس سے مزید کی گنجائش نہیں اور نہ ہی یہ تفصیل کی متحمل ہے۔

کفرانِ نعمت کیا ہے؟

معلوم ہونا چاہئے کہ ہر نعمت کا کفران یعنی ناشکری کیا ہے؟ کفران و ناشکری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کو جس حکمت و مقصد کے لئے تخلیق فرمایا ہے اس کے علاوہ کسی اور غرض کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔ مختصر اور جامع تعریف یہی ہو سکتی ہے کہ نعمت الٰہیہ کو اس کے محبوب و پسندیدہ امور پر صرف کیا جائے تو یہی شکر کی ادائیگی ہوگی اور مکروہات میں ضائع کرنا کفران نعمت اور ناشکری کہلائے گی۔

وہ کون سی محبوب و پسندیدہ باتیں ہیں ان کی وضاحت و تفصیل شریعت کے علاوہ کسی بھی طرح معلوم نہیں کی جا سکتی گویا کہ واضح ہوا

marfat.com

کہ یہ شرط یہی ہے کہ نعمت کو اس کی طاعت وعبادت میں صرف کیا جائے جیسے کہ عبارت وطاعت کا حکم ہے مگر اہل بصیرت کے پیش نظر ایک اور ہی راستہ ہے جس میں کاموں کی حکمت ونوعیت بکمال نظر واستدلال انہیں بذریعہ الہام معلوم ہو مقصد یہ ہے کہ یہ تو ممکن ہے انسان یہ سمجھ لے کہ بادل کی تخلیق میں حکمت خداوندی یہ ہے کہ بارش برسے پھر بارش میں حکمت یہ ہے کہ نباتات (زمین سے پیدا ہونے والی ہر چیز باغات' کھیتیاں' جڑی بوٹیاں' انگوریاں وغیرہ) پیدا کرنے میں حکمت یہ ہے کہ جانداروں کی خوراک بنے۔

یوں ہی آفتاب کے پیدا کرنے میں یہ حکمت ہے کہ شب وروز کا ظہور ہو اور رات کے بنانے میں یہ حکمت ہے کہ آرام وآسائش حاصل ہو نیز دن کی پیدائش میں یہ حکمت ہے کہ کسب وکار معاش کا نظام قائم ہو یہ اور دیگر باتیں جس حکمت کی امین ہیں وہ ظاہر ہیں اور ہر شخص انہیں جانتا ہے مگر اتنا جانتے ہوئے یہ کہا جائے کہ بس یہی حکمت ہے یہ قطعاً درست نہیں مثلاً سورج کی تخلیق میں اس کے علاوہ بھی ان گنت حکمتیں پائی جاتی ہیں جن سے ہر شخص آگاہ نہیں اور نہ ہی کما حقہ آگاہی ہو سکتی ہے۔

نیز آسمان پر لاتعداد ستارے اور تارے دکھائی دیتے ہیں ان کی تخلیق میں کیا حکمت پنہاں ہے؟ اور کتنے لوگ جانتے ہیں عام آدمی اپنے اعضا کے سلسلہ میں تو یہی سمجھتا ہے کہ ہاتھ اس لئے ہیں کہ ان سے اشیاء پکڑی جاتی ہیں پاؤں چلنے کا سبب' آنکھیں دیکھنے کا ذریعہ ہیں لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنے دل وجگر اور تلی کے متعلق کچھ بھی نہ جانتا ہو کہ ان کی تخلیق میں کیا حکمت ہے نیز آنکھ دس پردوں پر مشتمل کیوں ہے؟ پس یہ حکمتیں دقیق سے دقیق اور پیچیدہ سے پیچیدہ ہیں جنہیں خواص کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا اس کی تفصیل طویل ہے تاہم اتنا جاننا تو ہر ایک کے لئے ضروری ہے کہ انسان کی آفرینش عالم آخرت کے لئے ہے دنیا کے لئے ہرگز نہیں اور اس کے لئے دنیا میں جو حصہ نظر آتا ہے تو یہ بھی آخرت کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے کہ وہ اسے توشۂ آخرت بنائے اور یہ بات تو کبھی بھی حاشیۂ خیال میں نہیں لانی چاہیے کہ ہر چیز کو بس آدمی کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے اور یہ اس لئے کہا جا رہا ہے کہ اگر آدمی کسی چیز سے فائدہ نہ اٹھا سکے تو یہ کہنے لگے کہ اسے کیوں پیدا کر دیا گیا۔ مثلاً مکھی اور چیونٹی کے متعلق کہنے لگے اس کی پیدائش میں کیا حکمت تھی یا یہ بکنے لگے آخر سانپ کی تخلیق میں کیا فائدہ؟

مگر یاد رکھئے تعجب چیونٹی وغیرہ کو بھی ہو سکتا ہے کہ اس انسان کو بلا مقصد کیوں پیدا کر دیا گیا؟ جو بلاوجہ اسے پاؤں تلے روندتا چلا جاتا ہے۔ خالق اکبر نے نہ صرف ہر مخلوق کو تخلیق فرمایا: بلکہ پیدائش کے ساتھ ساتھ اپنے بے پایاں فیضان سے جس شئے کو وجود بخشا اس کے مطابق اسے شکل وصورت بھی عمدہ ترین عطا فرمائی جو اس کی حکمت تخلیق کی متقاضی تھی کیا اجناس کیا حیوانات ونباتات اور معدنیات الغرض ہر چیز اپنے اپنے درجہ کے عین مطابق حسن ورعنائی' زیب وزینت سے مرصع ہے اس لئے کہ فیاض عالم کے ہاں منع اور بخل کا تصور ہی نہیں ہے۔

اگر حسن وجمال یا زیب وزینت ایسی صفت کسی چیز میں دکھائی نہ دے تو اس کا سبب یہی ہے کہ وہ محل ہی اس قابل نہیں تھا کیونکہ وہ اپنی ضد پر مشغول ہوتا ہے اور ضد کسی اور کام کی بجائے خود مقصود ہوتی ہے جیسے آگ کے لئے ممکن نہیں کہ وہ پانی جیسی ٹھنڈک اور لطافت قبول کرے کیونکہ گرم کا سرد کو قبول کرنا ممکن ہی نہیں اس لئے کہ گرمی' سردی کی ضد اور سردی گرمی کی ضد ہے (تعرف الاشیاء باضدادھا اشیاء اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں ضرب المثل ہے) پس اگر گرمیوں میں سردیوں کی یا سردیوں میں گرمیوں کی کیفیت نہیں

marfat.com

پائی جاتی تو اس کا سبب یہی ہے کہ وہ محل ہی اس قابل نہیں تھا کہ وہ اپنی ضد میں مصروف ہوتا اگر گرم چیز کے لئے گرمی ہی مقصود ہے تو اس کا زائل کرنا نقصان دہ ہے۔

مکھی کو ایک خاص رطوبت سے تخلیق کیا گیا ہے اس کی تکمیل بھی اسی رطوبت سے ہی مناسب طور پر ہو سکتی تھی یعنی اسے رطوبت سے اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ اس سے کامل تر ہے اور جو رطوبت اس کمال کے لائق تھی اسے اس کمال سے محروم نہیں کیا گیا کیونکہ اس سے محروم کرنا یا روکے رکھنا بخل میں شمار ہوتا ہے (جو فیاض عالم کی شان کے لائق نہیں)

مکھی کو اس کی رطوبت سے کامل تر اس بناء پر کہا گیا کہ اس میں زندگی' جان' قدرت' حسن و حرکت' عجیب اشکال' غریب اعضاء پائے جاتے ہیں حالانکہ رطوبت میں تو یہ چیزیں موجود ہی نہیں ہیں کہ رطوبت تو ان صفات و خصوصایت کا مجموعہ اور مرکب تھی جو ان صفات و خصوصیات کی ضد ہیں جو انسان کی تخلیق کے لئے مخصوص ہیں تاہم مکھی کو جن اشیاء کی ضرورت تھی ان سے اسے محروم نہیں کیا گیا بال و پر' ہاتھ' پاؤں' آنکھ' منہ' سر یا پیٹ مقام غذا و ہضم اور مقام اخراج وغیرہ پھر اس کے لئے جیسی لطافت' پھرتی' ہلکا پن اس کے وجود کے لئے مناسب تھا اسے عطا ہوا اسے دیکھنے کی حاجت تھی مگر سر چھوٹا سا تھا اس لئے آنکھوں پہ پلکوں کا ہونا بھلا معلوم نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی اتنے چھوٹے سے سر پر پلکوں کی گنجائش تھی۔ لہٰذا دیکھنے کے لئے پلکوں کے بغیر ہی دو نگینے سیٹ کر دیئے اور پھر پلک کا کام آنکھ کو گرد و غبار اور آلودگی سے بچانا بلکہ صاف و شفاف رکھنا ہوتا ہے تاکہ جسم کے آئینے پر صیقل کا کام دے سکے مگر مکھی کی تو پلک سرے سے بنائی ہی نہ گئی اس لئے اسے پلکوں کی بجائے دو ہاتھ مزید عطا کر دیئے تاکہ ان کی عدم موجودگی کے باعث ان ہاتھوں سے ہمہ وقت خدمت لی جا سکے اور آنکھوں کے دونوں نگینے صاف رکھے جا سکیں پھر جب ہاتھ صفائی کے عمل سے آلودہ ہو جائیں تو ان کو ایک دوسرے سے رگڑ کر گرد و غبار کو جھاڑ دیا جائے۔

اس تفصیلی بیان سے ہمارا مقصد یہ بتانا ہے کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی بخشش عام کے بارے اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ اس کا فیض عام ہر ایک کے واسطے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے صرف حضرت انسان کے لئے ہی مختص نہیں اس خالق کریم نے تو حقیر سے کیڑے اور کمزور و ناتواں مکوڑے کو بھی ہر وہ چیز عنایت فرما دی ہے جس کی اسے ہر وقت حاجت و ضرورت تھی یہاں تک کہ اس نے بھونگے کو ہاتھی کا ہم شکل بنا دیا اور ان کیڑوں مکوڑوں کو آدمی کیلئے پیدا نہیں فرمایا: بلکہ ہر ایک کو خود اسی کے لئے ہی تخلیق فرمایا عین اسی طرح جیسے تم کو' تمہیں کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے تمہاری پیدائش سے قبل تمہارے لئے کوئی ایسا وسیلہ و نمونہ نہیں تھا جس کی بنا پر تمہیں پیدا کرنے کا مستحق ٹھہرایا جائے یوں ہی دوسری اشیاء کے لئے بھی ایسا کوئی وسیلہ نہیں تھا۔

یہ تو خالق کریم کی عام بخشش اور فیضان دوام کا ایک بحر ناپیدا کنارہ ہے جس میں تمام اشیاء کا وجود اپنی اپنی جگہ سیٹ ہے انہی میں سے ایک تم ہو تو ایک چیونٹی بھی ہے۔ مکھی' مچھر' ہاتھی اور پرندہ بھی ہے اور نہ جانے کیا کیا ہے البتہ ایک چیز اور بھی ہے کہ ان جملہ تخلیقات میں ناقص بر کامل کو خدا کر دیا گیا ہے لیکن روئے زمین کی تمام تخلیقات میں حضرت انسان کو کامل ترین کیا ہے اس لئے کثیر اشیاء اسی پر فدا ہیں۔

لیکن زیر زمین اور سمندروں کی گہرائیوں میں کتنی ہی اشیاء ہیں کہ انسان کا ان سے کوئی تعلق ہی نہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی

marfat.com

تخلیق میں بھی ظاہراً و باطناً اسی عنایت و کرم نوازی سے کام لیا ہے جو زمین کے اوپر رہنے والی مخلوق سے روا رکھا بلکہ اس میں کیا تعجب کہ ان کے ظاہری و باطنی نقوش کو کچھ ایسے جمالیات سے مرصع کیا ہو کہ انسان انہیں دیکھ کر حیرانی کے سوا کچھ نہ کر سکے اب ان سے گاہی کے لئے تو علم کے دریا ہی کفایت کر سکتے ہیں جن سے علماء عقلاً حیران و ششدر ہیں اور ان کا بیان نہایت طوالت طلب ہے جب کہ ہمارا مقصد فقط یہ ہے کہ تمہیں اپنے آپ کو برگزیدہ اور باعظمت خیال نہیں کرنا چاہئے کہ یہ سبھی کچھ تمہارا ہے اور تمہارے ہی لئے ہے اور جس سے تمہیں نقصان پہنچے اس کے متعلق بڑی آسانی سے کہہ دیا کہ اس کی تخلیق کی چنداں ضرورت نہیں تھی اس میں تو کوئی بھلائی یا حکمت نظر ہی نہیں آتی (العیاذ باللہ)

اور یہ بھی سمجھ لیجئے کہ چیونٹی تمہارے لئے پیدا نہیں کی گئی اگر کبھی اس کے وجود سے قدرے فائدہ میسر بھی کیوں نہ آئے نیز مکھی تمہارے لئے پیدا نہیں کی گئی تاہم تمہیں فائدہ ضرور پہنچاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذمہ یہ ڈیوٹی لگائی ہے کہ وہ بدبودار اور گلی سڑی اشیاء کو چٹ کر جائے تاکہ فضا متعفن نہ ہو اور یوں ہی قصائی کو مکھیوں کے لئے تخلیق نہیں فرمایا گیا گو قصائی سے مکھی استفادہ کرتی ہے اور آفتاب کے متعلق تم یہ کہنے لگو کہ بس اسے تو ہمارے لئے ہی بنایا گیا ہے اور اس کا روزانہ طلوع و غروب ہمارے لئے ہی ظہور پذیر ہوتا ہے یہ بعینہٖ ایسے ہی ہے جیسے مکھی قصائی کے متعلق یہ گمان کرے کہ یہ یومیہ دکان میرے ہی لئے کھولتا ہے کیونکہ وہ اس کی دکان سے خون، گندگی اچھی طرح حاصل کر لیتی ہے لہٰذا جیسے قصائی کو اپنے کام سے کام ہے مکھی سے اسے کوئی غرض نہیں بلکہ اس کا تو گمان تک بھی اس کے ذہن میں نہیں ہوتا باوجود یہ کہ دکان کے فضلات مکھی کی خوراک اور زندگی ہیں۔

سورج کی گردش بھی حقیقت میں ایک طواف ہے جو وہ بارگاہ الوہیت کے گرد کرتا رہتا ہے اور اس کی تمام تر توجہ اسی کی طرف مبذول رہتی ہے۔ جب کہ تمہارے تصور تک کو اس کی خبر نہیں تاہم اس کے باوجود تمہارے بیشتر فوائد آفتاب سے متعلق ہیں اس کے نورانی فضلات سے تمہاری آنکھیں روشن، اس کی گرمی کے فضلات سے مزاج ارض معتدل، جس کے ثمرات میں سے نباتات نشوونما پاتے ہیں جو آخر کار تمہاری ہی خوراک بن جاتے ہیں۔

شکر کے مفہوم و مطالب اور معانی کے سلسلہ میں ایسی اشیاء کی تخلیق کی حکمت کا بیان جن کا تمہارے ساتھ بظاہر کوئی تعلق نہیں ہے کچھ بھی سودمند نہیں اس لئے کہ جو اشیاء تیری ذات سے متعلق ہیں ان کی تعداد کوئی کم تو نہیں؟ اور وہ متعلقہ اشیاء اس کثرت سے ہیں کہ ان کا بیان کارے دارد البتہ چند ایک کو بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔

آنکھیں، معرفت کے دو راستے!

مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں آنکھوں کی نعمت سے سرفراز کیا جو دو باتوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ (۱) ان کے ذریعے تم اپنی ضروریات تک رسائی حاصل کر سکو جو عالم دنیا سے متعلق ہیں۔ (۲) یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب صنعت کو دیکھ ان کی عظمت سے ان کے صانع کی عظمت پہچان سکو اب اگر تم ان آنکھوں سے یہ کام نہ لو اور کسی غیر محرم کو گھورنا شروع کر دو تو سمجھ لیجئے کہ یہی کفران نعمت اور ناشکری ہے۔ یعنی کفران نعمت چشم اور آنکھوں کی یہ نعمت اس لئے کہ نور آفتاب کے بغیر دیکھنا کیسا اور کس کا؟ اور وجود آفتاب زمین و آسمان کے بغیر ناممکن اس لئے کہ ظہور شب و روز آسمان و زمین سے ہی ہوتا ہے گویا ایک نظر کی بدولت تو نعمت چشم، نعمت آفتاب اور

marfat.com

نعمت زمین و آسمان کے کفران کا مرتکب ٹھہرا یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو آدمی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اس پر زمین و آسمان لعنت بھیجتے ہیں۔

ہاتھ عطیہ ربانی

یوں تو ہاتھ بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت ہے جو تجھے عطا کی گئی اس لئے کہ تم ان سے سچائی اور درستی کے کام لو یعنی کھانا کھائے' نہائے دھوئے' پاکیزہ رہے اور ان کو پاک وصاف رکھے لیکن اگر تم ان سے گناہ کے کام لینا شروع کر دو تو یہ اس نعمت کا کفران کہلائے گا یہاں تک کہ اگر دائیں ہاتھ سے استنجا کرو اور بائیں ہاتھ سے قرآن مجید اٹھاؤ تو یہ بھی ہاتھوں کی نعمت کا کفران ہوگا اس لئے کہ تم اس کام سے باہر نکل گئے جو اللہ رب العزت کو محبوب و پسندیدہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ عدل کو پسند کرتا ہے اور عدل کا تقاضا ہے کہ طیب کے لئے طیب اور خبیث کے لئے خبیث کا استعمال ہو نیز دونوں ہاتھوں میں ایک مضبوط تر ہے وہی طیب ہے۔

خیال رہے کہ تمہارے کام عموماً دو قسم پر ہوتے ہیں بعض حقیر اور بعض شریف پس جو کام شریف ان کے لئے داہنا ہاتھ اور جو حقیر انہیں بائیں ہاتھ سے سرانجام دیا جانا چاہئے تا کہ عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہوں بصورت دیگر حکمت و دانائی اور عدل و انصاف سے ایسے ہی دور رہو گے جیسے چار پائے حیوانات وغیرہ۔

قبلہ شریف کی طرف تھوکنا گویا کہ قبلہ اور اس کی چار طرفوں کی نعمت کا کفران ہے اس لئے کہ چاروں اطراف برابر نہیں بلکہ ان میں سے ایک سمت کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت و اصلاح کے لئے عظیم بنایا ہے تا کہ بوقت عبادت تم اسی سمت چہرہ کر سکو اور یہ چیز تمہارے سکون و راحت اور تسلی کا ذریعہ ہے اور اس عظیم سمت پر اپنا گھر بنا کر اسے خاص طور پر اپنے نام منسوب فرمایا:

کاموں میں کچھ حقیر ہیں اور بعض شریف مثلاً رفع حاجت کا کام' نیز تھوکنا وغیرہ حقیر' طہارت' وضو اور نماز کی ادائیگی شریف کام ہیں اگر تم سبھی کو برابر سمجھ کر ایک ہی طرح کرنے لگو تو یہ کوئی انسانی زندگی نہیں بلکہ حیوانی زندگی ہے' بہائم کی مثل ہے۔

اور پھر نعمت عقل کا حق جس سے عدل و حکمت کا ظہور ہوتا ہے نیز قبلہ کی نعمت کا حق یہ دونوں حقوق تمہارے ہاتھوں تباہ ہو جائیں گے۔ مثلاً بلا ضرورت کسی درخت سے شاخ کاٹ لیں یا اس سے پھول توڑ لیں تو گویا ہاتھوں کی نعمت اور درخت کی نعمت دونوں کو باطل کر دیا۔ کیونکہ شاخ کو تو اللہ تعالیٰ نے کمال تک پہنچنے اور اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لئے پیدا فرمایا ہے اس میں رگیں اور ریشے تخلیق فرمائے تا کہ اپنی نشوونما کے لئے باقاعدہ خوراک حاصل کرے نیز غذا کھانے کی قوت علاوہ ازیں مزید قوتیں عطا کیں تا کہ وہ شاخ کمال تک پہنچے اور اس سے مکمل فائدہ اٹھایا جائے تو تم نے تو اس کا وہ راستہ ہی کاٹ دیا یہی کفران نعمت ہے۔

البتہ اگر کمال کے حصول کی تمہیں ضرورت ہوتی تو اس کا کمال تمہارے کمال پر نثار ہو جاتا اس لئے کہ ناقص کا کامل پر نثار ہونا از خود عدل ہے لیکن دوسرے کی ملکیت سے ہرگز نہ لے۔ چاہے ضرورت ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ یہی کفران نعمت ہے کیونکہ مالک کی حاجت کو تمہاری حاجت پر تقدیم و یت حاصل ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ کسی چیز کو بندے کی ملکیت قرار نہیں دیا جا سکتا لیکن دنیا کی مثال تو ایک سجائے گئے دسترخوان کی سی ہے جس پر دنیا بھر کی تمام نعمتیں چنی گئی ہیں اور انسان تو رحمان کے مہمان ہیں جو اس دستر ان پر جمع ہیں بس ظاہر ہے کہ ان میں کوئی بھی کسی چیز کا مالک نہیں مگر ہر ایک کے ہاتھ جو لقمہ ہے وہ ہر ایک کو اپنی اشتہاء کے لئے کافی ہے پس ہر ایک

marfat.com

مہمان جولقمہ اپنے ہاتھ لے چکا ہے یا اس نے منہ میں ڈال لیا ہے تو وہ اسی کے ہاتھ اور اسی کے منہ میں ہی رہنا چاہئے دوسرے مہمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ اس سے چھینے معلوم ہوا کہ انسان کی ملکیت کا یہی حدود اربعہ ہے جیسے مہمانوں کو یہ نہیں کرنا چاہئے کہ کھانا اٹھا کر کسی اور جگہ رکھنا شروع کر دے۔

غلہ و کپڑا بیچنے بھی لگیں تو مرضی ہے کوئی خریدے یا نہ خریدے مگر اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے سونا چاندی (دائمی کرنسی پیدا فرمادی جس کے چلانے کے لئے کسی ملک وحکومت کی مہر لگانے کی ضرورت ہی نہ رکھی) تخلیق فرمایا: اور ہر دلعزیز بنایا تا کہ اس کے سبب پوری دنیا میں دنیوی کاروبار جاری وساری رہے جب کہ سونا چاندی از خود کام نہیں آتا مگر ہر حاجت وضرورت اسی کے باعث پوری ہوتی ہے تو پھر سونا چاندی ایک دوسرے کے بدلے فروخت کریں اور اسی کی خاطر پاپڑ بھیلنے پڑیں رنج والم سے دوچار ہوں اور ایک دوسرے کے قیدی بن جائیں تو انہیں دوسرے کاروبار کا ذریعہ کیسے بنایا جاسکے گا؟

یاد رکھئے اس وہم میں تمہیں کبھی بھی مبتلا نہیں ہونا چاہئے کیونکہ شریعت مصطفیٰ میں کوئی چیز حکمت وعدل سے باہر نہیں ہے اس لئے کہ شریعت میں وہی کچھ ہے جسے ویسے ہی ہونا چاہئے تھا جیسے ہے مگر بعض حقائق ایسے دقیق، گہرے اور پیچیدہ ہیں ان سے کما حقہ آگاہی صرف انبیاء ومرسلین کرام علیہم السلام ہی تھے لیکن بعض حکمتیں ایسی بھی ہیں جنہیں انبیاء کرام علیہم السلام کے وسیلے سے علمائے ربانیین اور عرفائے حق کے علاوہ اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

ہر ایسا عالم جو مقلد اور دوسروں کے پیچھے پیچھے چلنے والا ہو وہ ناقص العلم ہے اور وہ عوام کے قریب تر ہے اور جب وہ ان حقیقتوں سے آگاہ ہو تو جو اشیاء فقہاء کے نزدیک مکروہ ہیں یہ تو انہیں حرام جانے چنانچہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بزرگ نے اپنا بایاں پاؤں جوتے میں دائیں سے پہلے ڈال لیا تو انہوں نے اس سہو کا کفارہ کئی من (گندم) صدقہ کر ڈالی۔

عوام میں سے کوئی آدمی درخت کی ٹہنی کاٹ لے یا قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے تھوکے یا بائیں ہاتھ میں قرآن کریم پکڑ لے تو وہ اس قدر قابل گرفت نہیں ہوگا جتنا کہ صاحب علم وعمل! کیونکہ عوام سے ایسی حرکات کا ہونا تعجب کی بات نہیں ان کے متعلق کو مشہور ہے ''عوام کالانعام'' ان میں اور بہائم میں چنداں فرق نہیں وہ جانوروں کے قریب تر ہیں وہ تو ان باتوں سے بچنے کا شعور ہی نہیں رکھتے نہ حکمت ان سے کوسوں دور ہوتی ہے تو وہ حکمت کی حقیقت کو خاک سمجھیں۔

چنانچہ مسئلہ ہے اگر کوئی آدمی اذان جمعہ سن کر کسی آزاد کی فروختگی میں مصروف رہا تو اسے عتاب مت کریں کیونکہ عین جمعے کے وقت ہر قسم کا کاروبار کرنا مکروہ ہے۔

آزاد کی فروختگی کا گناہ اس کراہت پر محیط ہوگا اسے چھپالے گا اگر کوئی آدمی مسجد کے محراب میں رفع حاجت کے لئے قبلہ شریف کی طرف پشت کر کے بیٹھ گیا تو اس صورت میں قبلہ شریف کی طرف پشت کرنے کا عتاب ضروری نہ رہا اس لئے کہ اس نے جو گناہ کیا ہے اتنا عظیم ہے کہ قبلہ شریف کی طرف پشت کرنا مقابلۃً بہت حقیر ہے۔ پس یہ حقیر گناہ اس کے مابین ضم ہو کر رہ جائے گا پھر اس کی کوئی حیثیت ہی نہ رہی؟ اور عوام کے ساتھ جس نرمی اور سہل کا برتاؤ کیا جاتا ہے اسی لئے ہے کہ وہ جاہل ہوتے ہیں۔

لیکن سالک جو راہ آخرت پر گامزن ہے تو اسے ظاہری فتاویٰ پر التفات نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس کے سامنے تو اس کے دقائق

marfat.com

حقائق اور خصوصی اسرار و رموز ہونے چاہئے تا کہ عدل و حکمت میں ملائکہ سے قریب تر ہیں ورنہ سہو و نسیان اور فروگذاشت کے باعث وہ عوام کی طرح جانوروں اور حیوانات کے قریب تر ہوں گے۔

نعمت کی حقیقت اصلی؟

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے جو بھی تخلیق فرمایا ہے وہ چار اقسام پر مشتمل ہے۔

۱- بعض اشیاء ایسی ہیں جو اس کے لئے دنیا و آخرت کے لئے مفید ہی مفید ہیں وہ علم اور اخلاق حسنہ ہیں اور عالم دنیا میں انسان کے لئے جو حقیقی نعمتیں ہیں وہ یہی ہیں۔

۲- بعض اشیاء ایسی ہیں جو انسانوں کے لئے ہر دو جہان میں نقصان دہ ہی ہیں وہ جہالت و بداخلاقی ہے اور عالم دنیا میں انسان کے لئے جو حقیقی مصائب ہیں وہ یہی صفتیں ہیں۔

۳- وہ اشیاء جو عالم دنیا میں باعث آرام و راحت ہیں مگر عالم آخرت میں دکھ اور عذاب کا موجب ہیں اور وہ ہے دنیوی نعمتوں کی کثرت و زیادتی اور ان سے لطف اٹھانا بے وقوفوں اور احمقوں کے نزدیک یہی حقیقی نعمت ہے جب کہ عقلاء و عرفاء کے نزدیک یہ رنج و بلا اور مصیبت و آفت کے سوا کچھ نہیں انہیں سمجھنے کے لئے یہ مثال کافی ہے کہ کسی بھوکے کو شہد مل جائے مگر اس میں زہر ملا ہوا اگر وہ شخص احمق و بیوقوف ہے تو جان ہی نہ سکے گا کہ اس میں زہر ہے اور وہ اسے نعمت سمجھے ہوئے ہے جب کہ عقل مند اسے مصیبت و آفت جانے گا نعمت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

4- وہ اشیاء جو عالم دنیا میں رنج و محنت کا باعث ہیں مگر عالم عقبیٰ میں وہ فرحت و سکون کا سبب ہوں گی وہ ریاضت و مجاہدہ نفس کی مخالفت اور شہوات کا کنٹرول۔

یہ نعمتیں عارفوں کو ایسے ہی محبوب ہیں جیسے دانش مند مریض کے نزدیک تلخ قسم کی ادویات نعمت ہیں جب کہ احمق انہیں بلاؤں سے تعبیر کریں گے۔

فصل: خیر و شر، نیکی و بدی کا باہمی ارتباط

اکثر دنیوی اسباب و ذرائع آپس میں ملے جلے اور مخلوط ہیں یعنی ایک ہی چیز میں اگر نیکی و خیر کو دیکھا جائے گا تو اسی میں بدی اور تکلیف کی آمیزش بھی پائی جائے گی مگر اصولی طور پر ایک بات یاد رکھئے ہر وہ چیز جس میں اچھائی و بھلائی، خیر اور نیکی کا پہلو غالب اور نمایاں ہوگا بہ نسبت نقصان اور تکلیف کے تو اسے نعمت کہیں گے اور اس میں لوگوں کی طبائع اور حال کے مطابق تبدیلی ہوتی رہے گی اس لئے کہ مال بقدر کفایت ہو تو اس کا فائدہ اس کے نقصان سے زیادہ ہوگا مال اگر ضرورت سے زائد ہے تو زیادہ تر لوگوں کے حق میں اس کا نقصان، نفع سے زیادہ ہوگا۔

مگر بعض آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں تھوڑا سا مال بھی نقصان دہ ہوتا ہے کیونکہ وہ حریص بن چکے ہوتے ہیں جب کہ ان کے پاس کوئی بھی چیز نہ ہوتی تو وہ نافع ہوتے اور حرص و آز سے بچے رہتے علاوہ ازیں بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ مال کی کثرت و

marfat.com

فراوانی انہیں سوا فائدے کے قطعاً نقصان دہ نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ محتاجوں اور مستحقین کے معاونت و امداد میں ہاتھ بٹاتا ہے جو اس کے لئے بالکل جائز اور مباح ہے پس ثابت ہوا کہ ایک ہی چیز اگر کسی شخص کے حق میں نفع مند ہے تو وہی چیز دوسرے کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔

فصل: خیر کیا ہے؟

واضح ہو کہ جسے لوگ خیر سے موسوم کرتے ہیں اس کی تین حالتیں ہیں۔

۱- زمانہ حال میں فائدہ بہم پہچانے والی۔

۲- زمانہ مستقبل کے لئے مفید ہوگی۔

۳- بذات خود نفع رساں ہوگی۔ (حال و مستقبل کی قید نہیں)

یوں ہی جسے شر سے موسوم کرتے ہیں اس کی بھی تین حالتیں ہیں۔

۱- زمانہ حال کے لئے غیر مفید ہو۔

۲- مستقبل میں نقصان دہ ہو۔

۳- فی نفسہٖ ہر حالت میں باعث نقصان ہو۔

لہٰذا تمام تر خیر وہی چیز ہوگی جس میں مکمل خیر ہوگا یعنی حال، مستقبل ہر تین حالتوں میں مفید تر ہو یعنی حال میں بھی نفع رساں ہو مستقبل میں بھی سازگار ہے اور ہر حالت میں بھی سودمند ثابت ہو اور یہ نعمت علم و حکمت کو ہی نصیب ہے کیونکہ ان کے علاوہ بیک وقت یہ تین صفات کسی اور چیز میں پائی ہی نہیں جاتے یوں شر تمام تر وہی چیز ہوئی جس میں کامل طور پر شر اور برائی پائی جائے گی یعنی وہ نقصان رساں بھی ہو نا سازگار اور غیر سودمند بھی ثابت ہو وہ صرف اور صرف جہالت ہے۔

یاد رکھئے مسلم سے مفید ترین اور نفع رساں کوئی چیز نہیں ہے لیکن یہ اسی کے لئے ہے جس کا دل بیمار نہ ہو اور جہالت سے بڑھ کر کوئی بدتر، ناخوش اور تکلیف دہ کوئی چیز نہیں ہے اس لئے کہ جو جاہل و بے علم ہے لوگ اس سے کسی معاملہ میں واقف ہونا چاہیں تو ایسے موقعہ پر اس کی حالت قابل دید ہوتی ہے اس لئے کہ اسے اپنی جہالت و بے علمی و ناواقفیت کا دکھ اسے انتہائی بے چین اور بے قرار کر دیتا ہے جہالت ایسی بیماری ہے جو دکھائی دیتی ہی نہیں لیکن دل کو برائیوں میں پھنسا کر اس کی صورت مسخ اور نازیبا بنا دیتی ہے یہ کھلی برائی سے بھی بدتر ہے۔

بعض اشیاء مفید ترین ہوتی نہیں مگر بظاہر مکروہ سی محسوس ہوتی ہیں یعنی پورا ہاتھ ضائع کروانے کی بجائے انگلی کٹوانا یوں ہی بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جزوی طور پر فائدہ مند ہوتی ہیں اور ایک لحاظ سے نقصان دہ بھی جیسے کوئی شخص کشتی کو ڈوبتے دیکھے اور تصور کرے یہ کشتی تب بچے گی جب اپنا سامان دریا میں پھینک دوں گا اور پھر کشتی کو غرق ہوتے ہوئے دیکھ کر اپنا تمام مال اس میں پھینک دے (مگر تب بھی نہ بچ سکے)

marfat.com

بدترین لذت؟

لوگ سمجھتے ہیں کہ جو چیز بھی اچھی اور بھلی معلوم ہو بس وہی نعمت ہے یاد رہے خوشی، راحت اور لذت کی تین قسمیں ہیں۔

۱- وہ لذت جو نہایت بدترین اور ہر چیز سے کم تر درجہ رکھتی ہے وہ لذت شکم وفرج ہے زیادہ تر لوگ اسی سے ہی غرض وآشنائی رکھتے ہیں اور اسی میں مشغول ومصروف رہتے ہیں ان کی تاربس اس کی طلب وجستجو صرف اور صرف اسی لذت وشہوت کے لئے ہی ہوتی ہے اور اس لذت کے گھٹیا پن اور بدترین ہونے کا ثبوت ظاہر ہے یعنی تمام چارپائے وحوش وطیور اور حشرات الارض وغیرہا اس لذت وشہوات میں برابر کے شریک ہیں بلکہ انسان سے بھی بڑھ کر اس لئے کہ وہ آدمی سے زیادہ کھاتے پیتے ہیں اور اس سے زیادہ مباشرت وجفتی میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ مکھی اور چیونٹی، کیڑے مکوڑے اس لذت شکم وفرج میں آدمی کے ساتھ مساوی درجہ رکھتے ہیں بس جس آدمی نے بالکل اپنے آپ کو اس لذت وشہوت میں مبتلا کرلیا گویا کہ اس نے کیڑے مکوڑوں کا درجہ حاصل کرلیا۔

۲- دوسری لذت غلبہ وحکومت کی ہے جس میں اس بات کا لطف آتا ہے کہ اسے دوسرے لوگوں پر سرداری وبرتری حاصل رہے گی اسی کو قوت غضب وقوت خشم سے موسوم کرتے ہیں البتہ یہ لذت شکم اور لذت فرج سے شریف تر ہے تاہم اس کے گھٹیا پن اور خسیس ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اس لئے کہ اس لذت میں بھی بعض حیوانات شریک ہیں جیسے شیر اور چیتا وغیرہ کیونکہ برتری اور غالب آنے کی حس ان میں بھی پائی جاتی ہے۔

۳- تیسری لذت علم وحکمت سے تعلق رکھتی ہے جس میں تمام تر لطف اسی بات میں ہے کہ معرفت خداوندی حاصل ہو اور اسکی عجیب وغریب صنعت گری کے راز منکشف ہوں یہی وہ لذت ہے جسے شریف ترین کہا جاتا ہے اس لئے کہ اس میں جانوروں وغیرہ کا کوئی حصہ نہیں اور پھر ہو بھی کیسے کیونکہ یہ تو ملائکہ کی صفت ہے نہیں، نہیں بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں سے ہے جس انسان کی لذت اسی میں ہو اور اس کے علاوہ سے بالکل تعلق نہ ہو تو یہی لذت کامل ہے اور جس آدمی کو ان میں سے بھی لذت نہ آئے وہ ناقص ہے بلکہ یہاں تک علیل ہے کہ وہ ہلاکت وتباہی کے کنارے تک پہنچ چکا ہے۔

عموماً مسلمان انہیں دو قسموں سے متعلق ہوتے ہیں بلکہ وہ ان دونوں لذتوں کے عاشق بھی یعنی حکومت کرنے کی لذت اور خواہشات وشہوات سے رغبت مگر جب کسی خوش نصیب پر معرفت کی لذت غالب آجاتی ہے اور دوسری لذات اپنا منہ چھپائے پھرتی ہیں۔ پھر شکست سے دوچار ہو جاتی ہیں اور علم وحکمت کی لذات کا حامل شخص ہی درجہ کمال کے نزدیک تر ہوتا ہے اور جس آدمی پر لذت شکم وفرج اور حکمرانی کی لذت قبضہ جما لیتی ہے پھر کوئی اسے علم وحکمت کی طرف بلائے تو اسے نہایت تکلیف دہ صورت سے گزرنا پڑے گا تاہم علم وحکمت کی لذت کو ہی اپنی ذات پر غالب کرنا چاہئے ورنہ سخت ترین خسارے کا سامنا کرنا پڑے گا اور علم وحکمت ہی ایسی چیز ہے جسے میزان کے پلڑے میں بھاری ہونا بھی کہا ہے۔

marfat.com

اقسام نعمت و درجات

حقیقی نعمت وہ سعادت ہے جو عالم آخرت میں حاصل ہونی نفسہٖ یہی نعمت مقصود و مطلوب ہے اس سے بلند تر کوئی نعمت نہیں جو کے حاصل کرنے کا ذریعہ سعادت اخروی کو بنایا جا سکے اور اس کے چار حصے ہیں۔

۱۔ ایسی بقا جس میں فنا داخل نہیں۔

۲۔ ایسی مسرت و راحت جس میں رنج و غم کا دخل نہیں۔

۳۔ ایسا علم و کشف جو جہالت کی آلودگی اور ظلمت سے پاک ہو۔

۴۔ ایسا استغناء اور بے نیازی، جس کا درویشی و نیاز و مندی سے کوئی تعلق نہ ہو۔

ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ذات خداوندی کا مشاہدہ کچھ ایسی لذت سے حاصل ہو کہ دائمی بن جائے ہمیشہ رہے۔ حزن و ملال کا اس میں گزر تک نہ ہو اور نہ ہی زوال کا اندیشہ پس حقیقی نعمت تو یہی ہے اور جس چیز کو دنیا میں نعمت سمجھا جاتا ہے وہ اسی حقیقی نعمت کے لئے ہی ہوتی ہے اور آخرت کی سعادت کا باعث بھی وہی اور راہ آخرت کی مشیر بھی وہی ہے مگر یہ فی نفسہٖ مقصود و مطلوب نہیں اس لئے کہ نعمت تامہ وہی ہے جو بذات خود مقصود اخروی ہو نہ یہ کہ کسی اور نعمت کے حاصل کرنے کا ذریعہ۔

چنانچہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں عیش تو پھر آخرت کی ہی عیش ہے یہ کلمات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متعدد بار فرمائے بلکہ ایک بار تو رفو رحزن و ملال کے عالم میں فرمایا: تا کہ دنیوی رنج اور دکھ سے قدرے تسکین حاصل ہو اور ایک بار یہی کلمہ نہایت خوشی و مسرت سے کہا جب حج وداع کا موقعہ تھا اور دین اسلام کی تکمیل کا اعلان ہو چکا تھا اور دنیا بھر کی نظریں آپ پر لگی ہوئیں تھی۔

جب کہ آپ اونٹنی پر سوار تھے اور لوگ آپ سے حج و عمرہ سے مسائل دریافت کر رہے تھے چنانچہ فرط مسرت سے یہ جملہ آپ کی زبان پر جاری ہو گیا۔ ''لاعیش الاعیش الآخرہ ''عیش تو حقیقی طور پر آخرت کی ہی عیش ہے۔ تا کہ آپ کا دل دنیوی لذت کی آلائش سے محفوظ رہے۔

یہی موقعہ تھا جب کوئی یوں کہہ رہا تھا۔

اللھم اسئلک تمام النعمۃ O

''ترجمہ: الٰہی مجھے تمام تر نعمتیں عطا فرما آپ نے یہ کلمات کہتے ہوئے سنا تو فرمایا:

marfat.com

اے انسان کیا تجھے علم ہے؟ پوری نعمت کسے کہا جاتا ہے وہ بولا نہیں آپ نے فرمایا: سنیئے! کامل نعمت یہ ہے کہ تو جنت پائے اس لئے کہ دنیا کی وہ نعمت جو وسیلہ آخرت نہ بن سکے حقیقتاً وہ نعمت نہیں ہاں جو نعمتیں وسیلہ آخرت ہیں وہ سولہ ہیں جن کی تقسیم اس طرح کی گئی ہے۔

۱- چار دل میں۔
۲- چار جسم میں۔
۳- چار جسم سے باہر۔
۴- چار ان بارہ کا مجموعہ

وہ چار نعمتیں جو دل میں پائی جاتی ہیں وہ یہ ہیں۔

۱- علم مکاشفہ۔
۲- علم معاملہ۔
۳- عفت۔
۴- عدل

- علم مکاشفہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی جملہ صفات ملائکہ اور اس کے رسولوں کی معرفت اور ان پر ایمان لانا۔
- علم معاملہ سے متعلق جن امور سے آگاہی حاصل کرنا ضروری ہے وہ گذشتہ اوراق میں ہم تحریر کر چکے ہیں یعنی دین کے عقبات جو مہلکات کے رکن میں مذکور ہیں اور وہ توشۂ آخرت ہے جن کا بیان عبادات میں ہو چکا ہے نیز وہ منازل راہ ہیں جو کہ منجیات میں رقم کیا جا رہا ہے ان کی اچھی طرح جان پہچان لازمی ہے۔
- عفت یہ کہ انسان اپنے آپ کو ایسے اخلاق حسنہ اعمال و افعال جمیلہ سے آراستہ کرے کہ شہوت و غضب کی قوتیں دم توڑ جائیں۔
- عدل یہ کہ شہوت و غضب کی قوتوں کو بالکل ہی نہ مار دے کیونکہ پھر بھی نقصان سے دوچار ہونے کا خطرہ ہے البتہ اتنا بھی اپنی ذات پر انہیں مسلط نہ ہونے دے کہ وہ طوفان و سیلاب کی صورت میں تباہی پھیلا دیں بلکہ انہیں صداقت و عدالت کے ترازو میں تولے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الا تطغوا فی المیزان واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان (سورہ الرحمٰن آیت 978)

''ترجمہ: اور تول میں کمی نہ کرو اور انصاف کے ساتھ وزن درست رکھو اور تول کم نہ کرو۔''

ان چاروں کی تکمیل تب ہوگی جب جسم کے اندر چار اور نعمتیں ان کے ساتھ شامل ہوں گی اور وہ یہ ہیں صحت، قوت، حسن و جمال اور طویل عمر سعادت آخرت کے لئے صحت و قوت کی ضرورت ہے کیونکہ علم و عمل، خلق احسن نیز وہ خصائل و شمائل جن کا تعلق انسان کے دل سے ہے بلا صحت و تندرستی حاصل نہیں ہو سکتے یوں ہی تو حسن و جمال کی ضرورت نہیں تاہم حسین و خوبصورت کا مطلب ہر جگہ پورا ہو سکتا ہے اس لئے جمال، جاہ و مال کی مثل ہے اور جو بھی چیز مقاصد دینوی کیلئے مفید ہو اسے عاقبت سے بھی وابستگی ہوتی ہے اس لئے کہ

marfat.com

کار دنیا آخرت کی دل جمعی کا وسیلہ ہے اور دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

الدنیا مزرعة الآخرة .

''ترجمہ: دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔''

نیز یہ بھی مسئلہ ہے کہ ظاہری حسن و جمال باطنی خوبصورتی کی تمہید ہے جو عطائے ربانی کا نور ہے جو بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی چمکنا شروع ہو جاتا ہے۔

انسان جب اپنے ظاہری تن بدن کو سنوارتا ہے تو اپنے باطن کو بھی آراستہ کرنے کا خیال کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ بزرگ فرمائے ہیں ظاہری خوبیاں باطن کی خوبیوں کا پیش خیمہ ہیں نیز برا آدمی ایسا نہیں ہوتا جو اپنی سیرت کی بہ نسبت حسین ہو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اپنی ضروریات کو حسن و جمالیات والوں سے طلب کرو۔

حضرت سیدنا عمر ابن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جہاں کہیں سفیر بھیجنا ہو تو ایسے شخص کو بھیجو جس کا نام بھی عمدہ ہو جس کی صورت بھی خوب ہو۔

فقہاء کرام فرماتے ہیں جب نماز کی امامت کے لئے متعدد علماء موجود ہوں اور سبھی امامت کے لائق ہوں یعنی علم و فضل تقوی و طہارت' قرأت قرآن کریم' صفات فاضلہ کے مالک زہد و تقویٰ میں برابر ہوں تو ان میں ترجیح اسے دی جائے جو زیادہ خوبصورت شکیل و جمیل ہو۔ ہاں واضح رہے کہ اس خوبصورتی سے وہ خوبصورتی مراد نہیں جس سے شہوت بھڑکے اس لئے کہ وہ حسن و جمال تو عورتوں کا ہوتا ہے مگر اس مقام پر مراد نہ حسن کی بات ہو رہی ہے یہ انسان عمدہ قد و قامت رکھتا ہو وجیہ و باوقار ہو متناسب اعضاء ڈیل ڈول پرکشش جسے دیکھ کر دل راحت حاصل کرے نہ کرے نفرت اور حقارت محسوس ہو۔

وہ چار نعمتیں جو بدن سے باہر تعلق رکھتی ہیں لیکن بدن کو ان کی ضرورت ہوتی ہے وہ یہ ہیں۔

مال و جاء۔ زن و اولاد۔ شرافت نسب۔

- مال' عالم آخرت کے لئے عالم دنیا میں مال کی ضرورت اس لئے ہے کہ جس کے پاس مال و دولت نہ ہو وہ سارا دن تلاش معاش مارا مارا پھرتا ہے اور اسے علم و عمل کا موقع بہت کم میسر آئے گا (تو وہ امور آخرت سرانجام دینے میں کیسے مستعدی دکھائے گا) لہٰذا بقدر کفایت مال و دولت کا ہونا دین کی تقویت کے لئے نہایت بڑی نعمت ہے۔
- جاہ و منزلت' جسے دنیوی جاہ و منزلت حاصل نہ ہو تو لوگوں کی نگاہ میں اس کی کوئی وقعت' قدر و منزلت نہیں ہوتی بلکہ ان کی نگاہ میں وہ ذلیل و حقیر رہتا ہے اس لئے جاہ و منزلت کا ہونا لازمی ہے۔

بلکہ اس کے وسیلے سے انسان اپنے دشمنوں سے بچا رہتا ہے ہاں جاہ و مال کی کثرت ان گنت آفات کا باعث بھی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو آدمی صبح صحت و تندرستی کے ساتھ بیدار ہو دشمن سے بچا رہے روزی کی قوت اسے نصیب ہو تو وہ سمجھ لے سارا جہاں اس کا ہے اور یہ چیزیں بلا مال و دولت' جاہ و منزلت حاصل نہیں ہو سکتی۔ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

marfat.com

نعم العون علی التقوی اللہ مال.

''ترجمہ: مال اللہ پر تقویٰ رکھنے کے لئے کتنا اچھا معاون ہے۔''

فرزند وزن

بیوی' بچوں کو نعمت اس بناء پر کہا گیا ہے کہ بیوی بہت سے کاموں سے فراغت دلاتی ہے اور شہوت کی بدترین بیماری سے محفوظ و مامون رکھنے کا وسیلہ ہے۔ اس کی موجودگی میں انسان برائی و بے حیائی کے خوف سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ چنانچہ رحمت عالم' مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بیوی دینی معاملات میں آدمی کی بہت اچھی معاون ہے۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کونسی متاع دنیا اچھی ہے تو آپ نے فرمایا: زبان ذاکر' دل شاکر' مومنہ صالحہ بیوی۔

یوں ہی نیک اولاد نعمت خداوندی ہے کہ وہ والدین کی وفات کے بعد دعائے خیر و مغفرت کا ذریعہ ہے زندگی میں بھی وہ والدین کی خدمت سرانجام دیتی رہتی ہے۔ صالح اولاد والدین کے دست و بازو بال و پر ہیں ان سے بکثرت کام پورے ہوتے ہیں بیشک بیٹے' بیٹیاں عظیم ترین نعمت ہیں مگر بات یہ ہے کہ انسان ان کی آفات سے بھی بچا رہے یہ نہ ہو کہ انہیں کی محبت میں قید ہو کر رہ جائے اور ان کی خاطر اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کر دے (اور منعم حقیقی کے ارشادات پر عمل پیرا ہونے کی بجائے ان کا ہی ہو کر آخرت سے غافل ہونے لگے)

نسبی شرافت

شرافت نسبت بھی نعمت ہے یہی وجہ ہے کہ امامت قریش سے مختص ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بیج اچھی جگہ ڈالو جو سبزہ گندگی پر جما ہو اس سے پرہیز کرو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گندگی پر سبزہ اگنے سے کیا مراد ہے؟

فرمایا: گندگی پر سبزہ خوبصورت عورت ہے جو بداصل و بدکردار ہو۔ واضح ہو کہ یہاں عالی نسب ہونے سے یہ مراد نہیں کہ اس کے آباؤ اجداد سروری و حکمرانی کے مناصب جلیلہ پر ہی فائز ہوں بلکہ دینی طہارت و پاکیزگی مراد ہے جو علماء و صلحاء کو حاصل ہوتی ہے پس شرافت نسبی بھی ایک نعمت ہے اس لئے کہ انسان کے اخلاق و عادات عموماً والدین ہی سے نشو و نما پاتے ہیں وہی اس کی اصل و بنیاد ہیں جڑ کی صلاحیت شاخوں کی صلاحیت کی دلیل ہے پھل' پھول' شاخیں' پتے ڈالوں کی عمدگی جڑ کی مضبوطی پر دلالت کرتی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وکان ابوھما صالحاً ○ (سورہ الکہف آیت ۸۲)

''ترجمہ: اور ان کا باپ صالح تھا۔''

اب ان چار نعمتوں کو درج کیا جاتا ہے جو مذکورہ بالا بارہ نعمتوں کا مجموعہ ہیں۔ (۱) ہدایت۔ (۲) رشد۔ (۳) تائید

marfat.com

(۴) تسدیدہ

یہ چار مجموعی طور پر توفیق سے عبادت ہیں اس لئے کہ کوئی بھی نعمت بلا توفیق الٰہی نہیں ہوسکتی توفیق کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا اور ارادت بندہ کے مابین موافقت کا پایا جانا اور یہ معاملہ جیسے خیر میں ممکن ہے ویسے ہی شر سے بھی وابستہ ہے یعنی انسان کا ارادہ اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر کے ساتھ کا خیر میں جمع ہو یعنی ان دونوں کے درمیان موافقت ہو جیسے کہ مذکور ہوا توفیق کے چار جزو ہیں اور ان کی تکمیل انہی چاروں سے ممکن ہے۔

ہدایت

ان میں پہلا جزو ہدایت ہے جس سے کوئی بھی آدمی بے نیاز نہیں ہوسکتا اس لئے کہ سعادت اخروی کا طالب اگر راستے سے ہی ناواقف ہوگا تو وہ بے راہ روی کو ہی راستہ تصور کرے گا تو اسے سعادت کیسے حاصل ہوگی؟ لہٰذا بلا ہدایت اگر بالفرض اسباب پیدا کر بھی لئے جائیں تب بھی ان سے کام لینا ممکن نہیں کیونکہ ان دونوں کا احسان تو از خود کاق کریم جل مجدہ العظیم نے فرمایا ہے:

ربنا الذی اعطی کل شئی خلقه ثم هدی. (سورہ طٰہٰ آیت ۵)

''ترجمہ: ہمارا وہی رب ہے جس نے ہر چیز کو مناسب صورت سے تخلیق فرمایا پھر ہدایت سے نوازا۔''

واضح ہو کہ ہدایت کے تین درجے ہیں۔ (۱) خیر وشر میں امتیاز کرنا اور اسے اللہ تعالیٰ نے تمام عقلمندوں کو مرحمت فرمایا ہے بعض کو ذریعہ عقل اور بعض کو بوسیلہ انبیاء ومرسلین علیہم السلام چنانچہ ارشاد فرمایا:

وهدینه النجدین (سورہ الاعلیٰ آیت ۳)

''ترجمہ: اور ہم نے دونوں راستے واضح فرمادیئے۔

اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ عقل کے وسیلہ سے خیر وشر کو تلاش کیا جاسکتا ہے مگر یہ فرمایا گیا۔

واما ثمود فهدینٰهم فاستحبوا العمٰی علی الهدٰی (سورہ البلا آیت ۱۰)

''ترجمہ: اور ہم نے (قوم) ثمود کو راہ دکھائی تو انہوں نے ہدایت کے مقابل (اندھے پن) گمراہی کو پسند کیا۔

یہاں یہ واضح کیا جارہا ہے کہ انسان کو عقل کے علاوہ رسول کے ذریعہ بھی ہدایت کی طرف رہنمائی کرائی مگر جو پھر بھی محروم ہوئے تو ان کی محرومی کا باعث ان کا تکبر، غرور، نخوت، حسد وغیرہ قبیح اوصاف ہیں یا پھر وہ دینوی دھندوں میں ایسے مشغول ہوئے کہ وہ انہیں میں پھنس کر رہ گئے انبیاء ومرسلین اور ان کے نائبین کی بات پر کان نہ دھرا۔

ورنہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ عقیل وفہیم سننے سے انکار کرے اور ہدایت سے محروم رہے۔

ہدایت کا دوسرا جزو یہ ہے کہ جسے ہدایت خاص سے موسوم کرتے ہیں یہ دینی معاملات کے درمیان مجاہدہ وریاضت سے رفتہ رفتہ آہستہ آہستہ بتدریج حاصل ہوتی ہے جیسے جیسے وہ مجاہدہ وریاضت کو آگے بڑھاتے جائیں گے ویسے ویسے ان کے لئے ہدایت کی راہیں فراخ اور کشادہ ہوتی جائیں گی جسے حقیقت میں مجاہدہ کا ثمرہ ونتیجہ قرار دیتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا (سورہ عنکبوت آیت ۶۹)

marfat.com

''ترجمہ: وہ لوگ جو ہماری راہ میں مجاہدات سے کام لیتے ہیں یقیناً ہم انہیں اپنی راہ دکھاتے ہیں۔

یہاں واضح کیا جارہا ہے کہ جو لوگ مجاہدہ و ریاضت کی مشقتیں برداشت کرتے ہیں تو ہم انہیں اپنی طرف آنے کی راہ بتاتے ہیں یہ نہیں فرمایا: کہ بلا مجاہدہ و ریاضت ہم ہدایت عطا کرتے ہیں حالانکہ وہ ذات کریم بلا مجاہدہ و ریاضت بھی ہدایت عطا فرمائے تو کوئی مضائقہ نہیں اور یہ بھی واضح ہی ہے کہ مجاہدہ و ریاضت کی ہدایت و رہنمائی بھی اسی کی طرف سے ہے۔

چنانچہ فرمایا:

والذین اھتدوا زادھم ھدی O (سورہ محمد آیت: ۱۷)

''ترجمہ: اور جو لوگ راہ ہدایت پر ہیں اللہ انہیں اور زیادہ ہدایت عطا فرماتا ہے اس سے بھی مجاہدہ و ریاضت کی طرف اشارہ ہو رہا ہے۔''

ہدایت کا تیسرا جزو ہے خاص الخاص ہدایت یہ وہ نور ہے جو عالم نبوت و ولایت سے ہی ظاہر ہوتا ہے اور یہ ہدایت اللہ رب العزت کی طرف ہوتی ہے صرف اس کی راہ تک محدود نہیں اور اس شاندار طریقے سے ہوتی ہے کہ عقل و خرد کی وہاں تک رسائی ممکن نہیں اور نہ ہی اسے اتنی ہمت و طاقت ہے کہ رسائی پا سکے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

قل ان ھدی اللہ ھو الھدی (سورہ البقرہ آیت: ۱۲)

''ترجمہ: میرے محبوب آپ فرما دیجئے بیشک ہدایت تو حقیقۃً وہی ہے جو اللہ عطا فرمائے۔''

یہی ہدایت مطلق ہے جسے حیات کہتے ہیں اور فرمایا:

اومن کان میتا فاحییٰنہ و جعلنا لہ نورًا یمشی بہ فی الناس (سورہ الانعام آیت ۱۲۲)

''ترجمہ: ایسا شخص جو مردہ تھا جسے ہم نے زندہ کیا اور پھر اسے ایسا نور عطا کیا جسے لئے وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے۔''

رشد

دوسری نعمت رشد ہے یعنی انسان جب ہدایت سے شاد کام ہوا تو اس کا اس ہدایت پر چلنا رشد کہلاتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ولقد اتینا ابراھیم رشدہ من قبل .

''ترجمہ: اور ضرور بے شک ہم نے ابراہیم کو اس سے پہلے رشد سے نوازا۔

بچہ جب بالغ ہو اور یہ سمجھنے لگے کہ مال کی حفاظت کیسے کرنی ہے لیکن عملاً حفاظت کے لئے تیار نہ ہو تو اسے رشید کہا جاتا ہے مگر رشد نہیں کہیں گے گو وہ ہدایت پا چکا ہے۔

تسدید

یہ ہے کہ آدمی کی حرکات و سکنات اور اعضائے جسمانی بھلائی اور نیک کاموں کی طرف اسے بآسانی آگے لے جا سکیں تا کہ

marfat.com

بہت جلد مقاصد حسنہ کو پایا جا سکے پس ثمرہ ہدایت معرفت میں ہے تو رشد کا ثمرہ نیک مقصد کی طرف دل کی رغبت اور ارادہ ہے جب کہ تسدید کا نتیجہ وثمرہ آلات حرکت میں ہے۔

تائید

تائید کا مطلب ایسی امداد ہے جو غائبانہ طور پر تیرے باطن میں تیری بصیرت اور ظاہر میں قوت وحرکت بہم پہنچاتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وایدنا بروح القدس.

''ترجمہ: اور ہم نے روح قدس سے اس کی تائید فرمائی''

اور عصمت تو اس کے قریب ترین ہے۔ جو یہ ہے کہ باطن میں ایک چیز مانع پیدا ہوتی ہے جو انسان کو گناہ اور شرک سے روکے اور پھر انسان کو بھی اس کا خوب احساس پیدا ہو کہ وہ طاقت کہاں سے آ گئی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولقد همت به وهم بها لولا ان را برهان ربه (سورہ سنت آیت ۲۴)

''ترجمہ: اور اس عورت نے اس کا ارادہ کیا وہ بھی اس کا ارادہ کر لیتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتا۔''

پس یہ دینوی نعمتیں ہیں جو توشۂ آخرت ہیں اور یہ دیگر اسباب کی محتاج ہیں اور وہ اسباب جو دوسرے اسباب کے محتاج ہیں عارف جو اس نعمت کو اس سے حاصل کرے گا جو حقیقی محرک وراہنما' رب الارباب اور مسبب الاسباب ہے' بات دراصل یہ ہے کہ ان بے شمار اور لاتعداد اسباب کی تفصیل نہایت طویل ہے اور یہاں اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

marfat.com

انسان کی شکر گزاری میں کوتاہی

واضح ہو کہ انسان کا شکر گزاری میں' کوتاہی و تقصیر کے مرتکب ہونے کے دو سبب ہیں۔

۱- ایک تو یہ ہے کہ انسان کو نعمتوں کی کثرت و بہتات کا علم نہیں اس وجہ سے ادائیگی شکر میں کمی و تقصیر واقع ہوتی رہتی ہے اس لئے کہ رب العالمین کی نعمتوں کا شمار کیا اندازہ لگانا بھی ممکن نہیں چنانچہ اس حقیقت کا از خود اللہ تعالیٰ اعلان فرما رہا ہے۔

وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها (سورہ ابراہیم آیت ۳۴)

''ترجمہ: اگر تم میری نعمتوں کا شمار کرنے لگو تو بالکل نہیں کر سکو گے۔''

مجملاً ہم اللہ تعالیٰ کی لاتعداد نعمتوں میں سے چند کا ذکر احیاء العلوم میں کر چکے ہیں جو صرف کھانے پینے سے تعلق رکھتی ہیں ممکن ہے انہی پر قیاس کر کے باقی نعمتوں کا قدرے اندازہ لگا سکیں مگر یہ کتاب (سنہری عبادت ترجمہ) کیمیائے سعادت تفصیل کی متحمل نہیں ہے۔

۲- دوسرا سبب یہ ہے کہ جو بھی عام نعمت ہے انسان اسے نعمت خیال ہی نہیں کرتا۔ بناء علیہ وہ اس کا شکر بھی ادا نہیں کرتا' ہوا کو لیجئے جس سے ہر سانس چلتا ہے اور روح حیوانی کی معاون و مددگار ہے جن کا مرکز دل ہے اور دل کو اعتدال پر رکھنے کے لئے یہ ہوائے لطیف ہی ہے جو لمحہ بھر کے لئے بھی نہیں رکتی اگر ایک لمحہ کے لئے بند ہو جائے تو تار حیات ٹوٹ جائے مگر انسان کے نزدیک اس عظیم تر نعمت کی کوئی بات ہی نہیں اسی ایک پر ہی کیا ایسی ہزار ہا نعمتوں کا تصور بھی نہیں کرتا اگر لمحہ بھر کے لئے کسی کو کنویں میں بند کر دیا جائے۔ تو اسے آٹے' دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے کہ کنویں کی آلودہ ہوا اس کا کیا حشر کرتی ہے۔ یا لمحہ بھر کے لئے اس کی سانس بند کریں یا اسے گرم حمام میں بند کر دیں تو گرم ہوا کو لحظہ بھر برداشت کرنے نہ پائے اور دم گھٹنے لگے پھر اسے ہوائے لطیف کی قدر و منزلت کا پتہ چلے یوں جب آنکھیں دکھنے یا بہنے لگیں یا پھوٹ جائیں ایسے وقت صحیح و تندرست آنکھوں کی نعمت کا قدر معلوم ہو جب کہ اس نعمت پر وہ اللہ تعالیٰ کے لشکر سے بے نیاز رہتا ہے۔

مارنا یا سزا دینا بھی نعمت ہے

ایسے ناشکرے آدمی کی مثال اس غلام کی سی ہے جب تک اسے ماریں یا سزا نہ دیں اسے مار سے محفوظ رہنے کی قدر و قیمت معلوم ہی نہیں ہوتی مار نہ پڑنے پر شکر ادا کرنے کی بجائے الٹا بغاوت پر اتر آتا ہے اور اپنی اصلیت و حقیقت سے بھی غافل لہٰذا شکر گزاری کا نہایت عمدہ طریقہ یہ ہے کہ دل ہی دل میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار کرتا رہے اس طرح بھی شکر حق ہوتا رہے گا۔ تفصیلاً تو ہم

marfat.com

احیاء العلوم میں درج کر چکے ہیں لیکن یہ مختصر تحریر مردِ حق آگاہ کے لئے مفید تر ہو سکتی ہے۔

ناقص کم فہم، کم عقل کوتاہ نظر کو اس سلسلہ میں یہ طریقہ اختیار کرنا چاہئے کہ وہ یومیہ ہسپتالوں، جیلوں اور قبرستانوں میں جانا معمول بنا لے تاکہ اسے معلوم ہو کہ مصیبت اور بلا کسے کہتے ہیں ممکن ہے اس کی سوچ بیدار ہونے لگے کہ تندرستی اور صحت کتنی عظیم نعمت ہے اور غفلت کتنی بڑی بدبختی ہے اس بناء پر وہ شکر گزاری کی طرف مشغول ہونے لگے۔

قبرستان میں جا کر چاروں طرف دیکھے کیسے مردے حسرت و یاس کا سامان بنے ہوئے ہیں ہزاروں من مٹی کی تہ میں نہ جانے کس عالم میں ہوں اور پھر دل ہی دل میں پکار اٹھے کہ ان میں سے اب تو ہر ایک مردہ کہہ رہا ہوگا اے کاش ایک دن کے لئے مجھے زندگی میسر آئے اور اپنے تمام گناہوں کی کسی نہ کسی طرح تلافی کر سکوں۔ لیکن یہ تمنا ہرگز ہرگز پوری نہیں ہوگی۔

(اور پھر از خود مردوں کے درمیان اپنی زندگی کو غنیمت جانتے ہوئے سوچے) اور ایک میں ہوں کہ تا حال زندہ ہوں اور نہ جانے زندگی کتنے روز باقی ہے اور میں اس کی قدر و منزلت پہنچاننے کی کیوں کوشش نہیں کر رہا (اور ایک ایک لمحہ برباد کرتا جا رہا ہوں)

گویا کہ یہ کوئی نعمت ہی نہیں

عمومی طور پر آدمی نعمت کو نعمت مانتا ہی نہیں اس لئے اس کا شکر کی طرف دھیان ہی نہیں جاتا ہوا، پانی، آتش، مٹی سورج، چاند گویا کہ یہ کوئی نعمتیں ہی نہیں اور اگر وہ کسی چیز کو نعمت تسلیم کرتا ہے تو فقط مال و زر یا وہ اشیاء جن پر وہ قابض ہوتا ہے ایسے آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنی جہالت کو دور کرنے کی کوشش کرے اور اس حقیقت کو تسلیم کرے کہ نعمت کا عموم زمرۂ نعمت سے خارج نہیں کرتا جب یہ سوچے گا تو بے شمار نعمتیں اسے اپنے اندر دکھائی دیں گی۔

کوئی بھی ایسا شخص نہیں جو یہ خیال نہ کرتا ہو کہ جس عقل و فکر اور سوچ و بچار کا میں مالک ہوں اور کوئی دوسرا ویسا نہیں ہے جیسا اس کا اخلاق ہے۔ کسی اور کا ویسا نہیں اس کی اسی غلط سوچ کے باعث دوسرے لوگ اسے احمق بے وقوف اور بد اخلاق تصور کرتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو ان کی مثل نہیں جانتا تو اسے چاہئے کہ اپنی اس عقلمندی، خوش اخلاقی کا ہی شکر ادا کرتا رہے اور دوسروں کے کیڑے نکالنے میں نہ لگا رہے بلکہ اس بات کو سمجھے کہ عیب سے تو کوئی شخص بر انہیں اور ان میں بہت سے ایسے عیب بھی ہوتے ہیں جو صرف اسی شخص کو ہی معلوم ہوتے ہیں دوسروں کو ان کا قطعاً علم نہیں ہوتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ستاری کا ان پر پردہ ڈال رکھا ہوتا ہے بلکہ ہر وہ خیال اور اندیشہ جو اس کے دل میں گزرتا ہے صرف ان کو ہی لوگ جان لیں تو وہ شرم و ندامت کے باعث ڈوب مرے اور یہ امر ہر شخص کے حق میں از خود ایک نعمت ہے جو اسی کے لئے ہی مختص کی گئی ہے تو کیا لازم نہیں آتا کہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے ہمیشہ ایسی نعمت کا تصور کیوں نہ سامنے رکھیں جو حاصل نہ ہوں اس لئے کہ نعمت سے محرومی کا تصور شکر گزاری سے ہی محروم کر سکتا ہے لہٰذا کیوں ان نعمتوں کو مدنظر رکھا جائے جو بغیر مانگے اور بلا استحقاق نصیب ہیں۔

حکایت: پچاس ہزار روپے پھر مفلس؟

بیان کرتے ہیں کوئی آدمی کسی عالم کی خدمت میں گیا اور اپنی غربت و بے روزی کا رونا رویا۔ عالم نے دریافت کیا کیوں روتے

marfat.com

ہو چلیں ایک بات مان لیں تجھے دس ہزار روپے مل جائیں گے وہ یہ کہ اپنی ایک آنکھ نکال باہر کرو! وہ کہنے لگا یہ تو نہیں ہو سکتا عالم نے فرمایا: اگر تیرے ہاتھ اور پاؤں میں سے ایک ایک کاٹ لیا جائے تو تجھے بیس ہزار روپے مل سکتے ہیں وہ بولا مجھے یہ بھی منظور نہیں عالم نے کہا اچھا تم اپنی عقل کے بدلے دس ہزار روپے لے لو وہ کہنے لگا یہ کیسے ممکن ہے۔

تب اس عالم فرمایا: پچاس ہزار روپے سرمایہ تو تیرے پاس یہ ہی موجود ہے پھر غربت کی شکایت کیوں؟ بات صرف یہ ہی نہیں اگر تم لوگوں کو کہو کہ اپنے احوال تبدیل کر لو تو وہ اس پر قطعاً راضی نہیں ہوتے اس لئے کہ جو نعمت اسے میسر ہے وہ دوسرے کو نہیں دی گئی لہذا یہی مقام ہے شکر ادا کرنے کا۔

فصل: مصائب و آلام میں بھی شکر کریں

واضح ہو کہ مصائب و آلام میں بھی شکر کرنا لازم ہے اس لئے کہ کفر و شر اور گناہ کے علاوہ ایسی کوئی بھی مصیبت نہیں جس میں کوئی مصلحت و حکمت پوشیدہ نہ ہو (یعنی کفر و شرک اور گناہ میں کسی بھی قسم کی بھلائی، بہتری یا حکمت و مصلحت پوشیدہ نہیں) البتہ مصیبت کے وقت اسے سمجھنا بہت مشکل ہے مگر عالم الغیب والشھادہ کو تو پورا پورا علم ہے نیز تیری بھلائی اور خیر خواہی سے وہ لاعلم نہیں ہوتا پس ہر بلا پر پانچ وجوہ میں سے کسی ایک پر شکر کرنا لازمی ہے۔

۱- یہ کہ اگر مصیبت جسم تک محدود ہے یا کاروبار دینوی سے تعلق رکھتی ہے مگر امور دین محفوظ ہیں (تو یہ شکر کا مقام ہے کہ دین نقصان سے بچ گیا)

حکایت: چور گھس آیا؟

حضرت سہل تستری رحمتہ اللہ علیہ سے کسی آدمی نے عرض کیا میرے گھر چور گھس آئے اور تمام مال و متاع لوٹ کر لے گئے آپ نے فرمایا: اگر شیطان تیرے دل کے مکان میں ڈاکہ زنی کر کے ایمان لوٹ کر لے جاتا تو تم کیا کرتے؟ (یعنی شکر کرو کہ تمہارا صرف مال گیا لیکن ایمان کی دولت تو محفوظ رہی)

۲- یہ کہ کوئی بھی بلا ایسی نہیں کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی بلا ہے نہیں اور کوئی مرض ایسا نہیں کہ اس سے کئی گنا بڑھ کر متعدد امراض نہ ہوں لہٰذا اسے سمجھتے ہوئے ہی شکر بجا لانا چاہئے کہ اس مرض سے بھی جو بدترین بیماری تھی اس سے محفوظ رہا۔

کوئی سزا یافتہ اگر ہزار کوڑوں کا مستحق ہو اس کی ایک سو کوڑوں سے مرمت کر کے رہا کر دیا جائے تو کیا اس کے لئے یہ عمل باعث شکر نہیں؟

راکھ کی ٹوکری

بیان کرتے ہیں کہ کسی اللہ تعالیٰ کے ولی پر راکھ سے بھری ہوئی ٹوکری سر پر ڈال دی انہوں نے شکر ادا کرتے ہوئے کہا میں تو آگ کے قابل تھا مجھ پر صرف راکھ ہی ڈالی گئی یہ نعمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے؟

۳- یہ کہ کوئی بھی ایسی تکلیف یا مصیبت نہیں اگر اسے آخرت میں ڈال دیا جاتا تو ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس سے بدتر اور خوفناک نہ

marfat.com

ہوتی لہٰذا شکر کا مقام ہے کہ اس بلا نے دنیا میں ہی معاملہ صاف کر دیا گیا اور آخرت کے عذاب سے بچاؤ کی صورت پیدا ہو گئی
اس لئے کہ مصیبت اور بلا تو دراصل کفارہ معصیت ہے پس جب اس کا یہی پر کفارہ ہوا جب حیات دینوی میں ہی گناہ سے
صاف و پاک ہو گیا تو عالم عقبیٰ میں پھر عذاب کیسا؟ تمثیلی طور پر یوں سمجھئے طبیب اگر تجھے کڑوی دوا پلائے یا نشتر لگائے سنگیار
لگوائے تو لازماً اس میں تکلیف برداشت کرنی پڑی ہے لیکن یہ مقام شکر ہے کہ تھوڑی سی تکلیف وسیلہ سے بڑی تکلیف سے رہائی
مل جائے جو تیرے لئے نہایت تکلیف اور شرمساری کا سبب ہوتی ہے۔

۴- یہ کہ جو بھی مصیبت یا تکلیف تجھے پہنچتی ہے یہ تیرے لئے لوح محفوظ میں مقدر تھی اور شاہراہ حیات میں اس کا آنا ضروری تھا
جب کہ آ پہنچی ہے تو تیرا راستہ صاف اور ہموار ہو گیا اور یہ ختم ہو کر رہ گئی اس بات پر تو تجھے شکر گزار ہونا چاہئے۔

مثال حضرت ابو سعید رحمتہ اللہ علیہ گدھے سے گر پڑے فوراً پڑھنے لگے الحمد للہ! حاضرین نے دریافت کیا یہ کون سا مقام حمد تھا فرمایا
گدھے سے گرنے کی جو مصیبت میرے لئے لوح محفوظ میں مرقوم تھی وہ ہو چکی آئی اور گزر گئی اچھا ہوا کیونکہ اس نے تو بہ
صورت آنا ہی آنا تھا سو وہ آئی اور گئی اس لئے مجھ پر لازم تھا کہ میں اس مصیبت کے گزر جانے پر اپنے رب کا شکر ادا کروں۔

ثواب آخرت کا وسیلہ

۱- یاد رہے کہ دینوی ابتلاء و آزمائش ثواب آخرت کا وسیلہ ہے کیونکہ صاحب مصیبت کے لئے بکثرت ثواب اس کے نامہ اعمال
لکھا جاتا ہے حدیث شریف میں یوں ہی مذکور ہوا۔

۲- یہ کہ گناہوں میں سب سے پہلا گناہ وہ الفت ہے جسے الفت دنیا کہتے ہیں جس میں گرفتار ہو جانے والا الفت دنیوی کو ہی جنت
سمجھ لیتا ہے اور بارگاہ خداوندی میں حاضری کو اپنے لئے جیل خانہ تصور کرتا ہے جب ایسا آدمی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے
دینوی الفت و محبت سے اس کا دل اچاٹ ہونے لگتا ہے۔ پھر وہ دنیا کو جیل خانہ خیال کرتا ہے اور یہی تصور اس کے لئے
راست میں آنے کا باعث ہوتا ہے جس سے عظیم تر ثواب کا حق دار بن جاتا ہے۔
کوئی بھی مصیبت ایسی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ و تادیب کے طور پر نازل نہ ہوتی ہو بچوں میں اگر ذرا بھی ادب
احترام پایا جاتا ہو تو وہ والدین کی سزا کو برا محسوس نہیں کرتے بلکہ اپنے لئے نعمت خیال کرتے ہیں اور دل ہی دل میں شکر کرتے ہیں
والدین کی تھوڑی سی گرفت ان کے مستقبل کے لئے بے حد مفید ترین ہے۔
حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں پر مصیبت نازل کرے اس کی عبادت و تیمارداری کرتا ہے جیسے تم کھانے پینے کی چیز
سے اپنے احباء و رفقاء کی حوصلہ افزائی کرتے ہو۔
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا مال چوری ہو گیا آپ نے فرمایا: جس آدمی کا مال چ
نہ ہو بدن میں کبھی بیماری نہ آئے وہ خیر سے خالی ہوتا ہے کیونکہ اللہ رب العزت جسے بھی دوست رکھتا ہے اسے مصائب و آلام سے
چار کر دیتا ہے۔
نیز فرمایا: جنت کے کتنے ہی ایسے درجات ہیں جنہیں انسان اپنے اعمال و افعال اور سعی و کاوش سے حاصل نہیں کر سکتا مگر اللہ تعالیٰ

maktabah.org

اسے کسی ابتلاء و آزمائش میں ڈال کر وہ درجات عطا فرما دیتا ہے۔

ایک بار سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آسمان پر نگاہ ڈال رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ مسکراتے اور فرماتے جا رہے تھے کہ مجھے قضا و قدر خداوندی پر تعجب ہے جو ایماندار کے لئے مقدر ہو چکی ہے نعمت بھی اسی کے حکم اور رضا سے مصیبت بھی اسی کی رضا اور حکم سے آتی ہے اس کے مومن کی اسی میں بہتری و بھلائی و پوشیدہ ہے بہر حال انسانوں کو مصیبت اور راحت و انعام میں صبر و شکر ہی سے کام لینا چاہئے کیونکہ دونوں میں ہی اس ک پلئے خیر و بھلائی پائی جاتی ہے۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں دنیا میں مصائب و آلام سے دوچار ہونے والوں کو بہشت میں ایسے بلند ترین مراتب عطا کئے جائیں گے کہ عافیت میں رہنے والے اس وقت آرزو کریں گے کاش کہ ہمارا بدن بھی مصیبت میں پڑتا گوشت نوچا جاتا ٹکڑے ٹکڑے ہوتا تا کہ آج یہ مدارج ہمیں بھی حاصل ہو جاتے۔

کسی نبی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا مولیٰ تعالیٰ اس میں کیا حکمت ہے نعمتیں کفار و مشرکین بے دینوی کو زیادہ دیتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو تو مصائب و آلام سے دوچار رکھتا ہے اس میں کیا حکمت ہے۔

جواب عطا ہوا اے میرے نبی! بلائیں اور نعمتیں سبھی میری ہی ہیں ایماندار سے جب کوئی گناہ ہوتا ہے تو میں چاہتا ہوں یہ میرے پاس گناہ سے پاک صاف آئے گناہ میں آلودہ نہ آئے (یعنی ایمان و اسلام پر اس کی موت آئے) تا کہ جب اس کی نظر مجھ پر پڑے تو وہ پاکیزہ ہو چنانچہ اسے پاک و صاف رکھنے کے لئے دنیوی میں اس پر بلائیں بھیج دیتا ہوں تا کہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جائیں۔

کافر سے اگر نیکی ہو جائے تو میں چاہتا ہوں اسے نعمت عطا کر کے دنیا میں ہی اس کا حساب پورا کر دیا جائے تا کہ عالم آخرت میں آئے تو کسی نیکی کا بدلہ دنیا باقی نہ ہو اور میں اس کو اچھی طرح عذاب دے سکوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور دو فرشتے

بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بیٹا فوت ہوا تو آپ نے غم و الم کی بناء پر بہت دکھ کا اظہار کیا اتنے میں دو فرشتے بشکل انسان ایک دوسرے کے مخالف بن کر حاضر ہوئے ایک بولا میں نے زمین میں بیج بویا تھا تو اس نے اسے مسل دیا ہے دوسرا بولا حضرت اس نے بیج راستے میں ڈال دیا تھا جب مجھے دائیں بائیں راستہ دکھائی نہ دیا تو مجبوراً اس بیج سے گزرنا پڑا۔

تب حضرت سلیمان علیہ السلام نے مدعی سے فرمایا تو نے راستے میں بیج کیوں ڈالا کیا تجھے خبر نہ تھی کہ راستہ تو لوگوں کے لئے ہے وہ تو کبھی خالی ہوتا ہی نہیں تب وہ فرشتہ بولا انسان تو شاہراہ مرگ پر ہے پھر بیٹے کی موت پر یہ حالت کیوں؟ یہ سنتے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام حزن و ملال بھول گئے۔

حکایت

حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنے بیٹے کو حالت نزع میں دیکھا تو کہا۔

اے بیٹے! اگر تو پہلے اس لئے جا رہا ہے کہ تو میری میزان میں ہو تو مجھے اس کی بہ نسبت یہ پسند ہے کہ میں تیری

marfat.com

میزان میں پڑوں بیٹا عرض کرنے لگا اے میرے پیارے ابا! مجھے بھی یہی پسند ہے جو آپ پسند فرما رہے ہیں۔

حکایت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی کہ آپ کی بیٹی وصال فرما گئی ہے یہ سنتے ہی آپ نے فرمایا:
"انا للہ و انا الیہ راجعون" اللہ تعالیٰ نے پردہ رکھا خرچ سے نجات آور مفت کا ثواب میسر آیا پھر دو رکعت نماز ادا کی اور کہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: واستعینوا بالصبر و الصلوٰۃ نماز اور صبر سے مدد لو اور میں نے ان دونوں سے مدد حاصل کی۔

حکایت

حضرت حاتم اصم علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ روز قیامت چار اشخاص کو چار گروہوں پر حجت ٹھہرائے گا

- حضرت سلیمان علیہ السلام کو امراء پر۔
- حضرت یوسف علیہ السلام کو غلاموں پر۔
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فقراء پر۔
- حضرت ایوب علیہ السلام کو صاحبان ابتلاء و آلام پر۔

الحمد للہ باب شکر اختتام پذیر ہوا جتنا ممکن ہوا لکھا اور اب انہیں کلمات پر اکتفاء کیا جاتا ہے (واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال)

marfat.com

اصل نمبر ۳

خوف اور امید

واضح ہو کہ خوف اور امید سالک کے لیے دو بازو ہیں، جن کی قوت سے وہ اعلیٰ و ارفع مقامات تک پہنچتا ہے۔ جمالِ الٰہی عظیم ترین حجابات میں مستور ہے جب تک امید صادق اور جمالِ الٰہی کے دیکھنے کی انتہائی لذت معاون نہ ہو تو ان بلندیوں کا طے کرنا ممکن نہیں جبکہ ان کے برعکس خواہشات و شہوات نفسانیہ جو جہنم کے راستے پر پڑتی ہیں، ان سے بچ کر نکل جانا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انسان کے دل میں خوفِ خدا اچھی طرح غالب نہ ہو۔ بناءً علیہ خوف اور امید بڑی فضیلت رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ امید ڈور کی مانند ہے جو بندے کو پکڑتی ہے اور خوف کوڑے کی مثل ہے جو اسے چلاتا ہے۔ لہٰذا اس مقام پر ہم پہلے امید کی بابت رقم کرتے ہیں بعدہ خوف کی اہمیت سے آگاہ کریں گے۔

امید یا رجا کی فضیلت:

☆ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت جو اس کے کرم کی امید پر کی جاتی ہے، وہ اس عبادت سے برتر فضیلت کی حامل ہے جو اس کے خوف اور ڈر سے کی جائے۔ اس لیے کہ امید کا نتیجہ محبت ہے اور یہ بات مسلمہ ہے کہ محبت سے بڑھ کر اور کوئی مقام نہیں ہے جبکہ ڈر اور خوف سے نفرت ٹپکتی ہے۔ چنانچہ سید دو عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں **"لاتموتن احدکم الاوھو یحسن الظن باللہ"** جب بھی تم میں سے کوئی فوت ہونے لگے تو اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ کے ساتھ حسنِ ظن رکھے۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے "میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں۔ پس اسے کہہ دیجئے، اس کی مرضی ہے جیسے چاہے میرے ساتھ گمان رکھے۔"

☆ ..... سید عالم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بوقت نزع دریافت فرمایا "اس حال میں تو اپنے رب سے کیسا گمان رکھتا ہے؟" وہ عرض گزار ہوا "میں اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوں اور اس کی رحمت کا امیدوار ہوں۔" سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنتے ہی فرمایا "بوقتِ نزع جس شخص کے دل میں یہ دونوں باتیں جمع ہوں، اللہ تعالیٰ اسے خوف سے نجات دلاتا ہے اور اس کی امیدیں پوری فرما دیتا ہے۔"

☆ ..... اللہ رب العزت نے حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام کی طرف وحی نازل کی، یہ کہ:

"کیا تمہیں پتہ ہے میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو تجھ سے کیوں جدا کیا؟ سنئے! میں نے اسے تجھ سے اس لیے جدا کیا کہ تم نے کہا تھا: **واخاف ان یاکلہ الذئب** اور میں ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھا لے گا۔ تم نے بھیڑیئے سے خوف کھایا مگر میرے کرم کی طرف توجہ نہ کی۔ میری حفاظت کا خیال نہ رکھا اس کے بھائیوں کی غفلت و بے پروائی کی طرف دھیان کیا؟"

☆ ..... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو اپنی خطاؤں کے باعث انتہائی خوفزدہ تھا۔ آپ نے فرمایا

marfat.com

''اللہ کے بندے! مایوسی اچھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر امید رکھ جو تیرے گناہوں سے کہیں بڑھ کر ہے۔''

☆.....سید عالم مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ روزِ محشر کسی بندے سے فرمائے گا جب تو نے دوسرے آدمی کو غلط کاری میں دیکھا تو اس کا احتساب کیوں نہ کیا؟'' اگر اس وقت اللہ تعالیٰ اس کی زبان کو طاقتِ گویائی بخشے تو کہہ اُٹھے گا ''میں تیرے بندوں سے ڈرا مگر تیری رحمت کا امیدوار رہا۔'' اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''جا میں نے تجھ پر رحم فرمایا۔''

☆.....سید عالم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرما رہے تھے ''جو کچھ میں جانتا ہوں اگر وہ تم جان لو تو زیادہ روتے رہو اور بہت کم ہنسو یہاں تک کہ جنگل کی راہ لو اور گریہ زاری میں مصروف رہو۔'' اسی اثناء میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور اللہ رب العزت کا پیغام پہنچایا ''میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! میرے بندوں کو میری رحمت کی امید دلاؤ۔'' چنانچہ آپ اسی وقت کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کرم پر امید رکھنے کی تاکید فرمائی۔

☆.....حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی! ''اے داؤد! (علیہ السلام) تم مجھے دوست رکھو اور لوگوں کے دلوں میں میری محبت اور دوستی کا بیج ڈالو۔'' وہ عرض گزار ہوئے ''الٰہی! میں انہیں تیرا دوست کیسے بناؤں؟'' فرمایا ''انہیں میرے فضل وکرم اور رحمت کی امید دلاؤ پھر وہ میری طرف سے نیکی اور بھلائی ہی دیکھیں گے۔''

حضرت یحییٰ بن اکثم (رحمۃ اللہ علیہ) کی بخشش:

اللہ تعالیٰ کے کسی خاص بندے نے حضرت یحییٰ ابن اکثم رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تو دریافت کیا ''اللہ تعالیٰ نے بعد از وفات تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟'' وہ کہنے لگے ''ابتداً مجھ سے متعدد سوال کیے گئے جن کے باعث میں سخت خوفزدہ ہوا۔ تاہم قدرے حوصلہ کر کے عرض گزار ہوا ''الٰہی! مجھے تیری ذات والا برکات کے متعلق یہ خبر دی گئی تھی۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''کون سی خبر اور کس سے سنی؟'' میں عرض گزار ہوا ''مجھے عبدالرزاق نے معمر سے اور انہوں نے زہری سے اور اس نے انس سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''میں اپنے بندے کے ساتھ ویسے ہی سلوک کرتا ہوں جیسے میرے ساتھ وہ گمان رکھتا ہے اور جس کا وہ امیدوار ہوتا ہے۔'' چنانچہ میں نے عرض کیا ''الٰہی! میں تیرے ساتھ عمدہ گمان رکھتا ہوں اور تیری رحمت کا امیدوار ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''ہاں! یہ بالکل صحیح ہے۔ میں سچا، جبرائیل (علیہ السلام) سچے، میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سچے اور ان سے روایت کرنے والے حضرت انس، زہری، معمر اور عبدالرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہم سبھی سچے ہیں۔ پس سن لے! جا میں نے تجھ پر رحمت فرمائی۔''

حضرت یحییٰ فرماتے ہیں ''بعدہ مجھے خلعت فاخرہ سے نوازا گیا اور جنت کے خادم وغلمان آئے اور مجھے بشکل جلوس جنت میں لے گئے اب یہاں مجھے ہر قسم کی آسائش وآرام میسر ہے۔ اس وقت مجھے جو فرحت وانبساط اور خوشی ومسرت نصیب ہوئی ہے وہ تو میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھی۔''

☆.....حدیث شریف میں ہے کہ ایک اسرائیلی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس اور ناامید رکھنے میں مشغول رہتا تھا۔ روزِ محشر

marfat.com

اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا ''جا تجھے آج ہم اپنی رحمت سے ناامید کرتے ہیں جیسے تو نے میرے بندوں کو میری رحمت سے مایوس رکھنے کی تبلیغ کی۔''

حکایت: ہزار سالہ دوزخی؟

حدیث شریف میں ہے کہ ایک آدمی کو ایک ہزار سال تک دوزخ میں رکھا جائے گا اور وہ دوزخ میں ہی پکارے گا: ''یاحنان و یامنان'' تو اس کی پکار پر اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمائے گا ''اسے باہر نکال لاؤ۔'' چنانچہ اسے دوزخ سے نکال کر بارگاہِ رب العزت میں پیش کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا ''تو نے دوزخ کو کیسے پایا؟'' وہ عرض گزار ہوگا ''اس سے تو بدترین کوئی جگہ ہی نہیں۔'' اللہ تعالیٰ حکم فرمائے گا ''اسے پھر دوزخ میں ڈال دو۔'' جب فرشتے اسے دوزخ کی طرف لے جا رہے ہوں گے تو وہ بار بار پیچھے دیکھے گا۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا ''اب پیچھے بار بار دیکھنا کس غرض سے ہے؟'' وہ عرض کرے گا ''الٰہی! میں نے تو یہ گمان کیا تھا جب مجھے دوزخ سے نکالا جا رہا ہے تو مجھے دوبارہ یہاں نہیں لایا جائے گا۔'' اس پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا ''فرشتو! اسے جنت میں لے جاؤ۔'' چنانچہ ایسے ہی امید اور گمان نجات اور بخشش کا باعث ہوگی۔

حقیقت امید و رجا

واضح ہو کہ جو انسان مستقبل میں اچھائی، نیکی، بھلائی اور خیر کا امیدوار ہے تو اس قسم کی امید ہی رجا کہلاتی ہے۔ ایسی صورت میں رجا کی بجائے تمنا سے موسوم کیا جائے تو زیادہ مناسب ہے اور اگر تمنا کی بجائے کبر و غرور کا شکار ہو تو اسے حماقت کا نام دیا جائے لیکن احمق اس میں فرق نہیں کر پاتے۔ اسے ہر حالت میں امید و رجا سے تعبیر کرتے ہیں۔ رجا بلاشبہ محمود ہے لیکن ہر وقت اسے صورتِ محمودہ ہی نہیں سمجھا جائے گا۔ مثلاً اگر کوئی آدمی اچھے بیج کو تلاش کرے اور اسے نرم زمین میں ڈالے پھر وہاں سے جڑی بوٹیاں، خس و خاشاک، کانٹے اور جھاڑیاں وغیرہ کاٹ کر اسے صاف، شفاف رکھے، وقت پر سیراب کرے اور پھر اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھے کہ وہ اس کھیت کو آفات و بلیات سے محفوظ رکھے گا پھر وقت پر کاٹ کر فائدہ اُٹھائے گا تو یہ تمنا بلاشبہ امید یا رجا کہلائے گی۔

اس کے برعکس بیج خراب اور پرانا ہو، صاف ستھرا ہونے کی بجائے جراثیم زدہ اور ٹوٹا پھوٹا ہو پھر زمین میں ڈال دینے کے بعد اس کھیتی کو جڑی بوٹیوں سے صاف بھی نہ رکھے، وقت پر پانی نہ دے مگر نفع کی پوری پوری امید رکھے تو اسے غرور اور حماقت کا نام دیا جائے گا۔ نیز یہ بھی حماقت کی ایک صورت ہو سکتی ہے کہ بیج عمدہ ہو، زمین نرم اور صاف ہو۔ فصل اُگنے پر اسے صاف رکھنے کی کوشش بھی کرے مگر کھیتی سیراب نہ کرے۔ فقط اس امید پر کہ بارش سے سیراب ہو جائے گی حالانکہ بارش کا ہونا یقینی تو نہیں گو یہ ممکن ہے۔ پس ایسی امید رجا کہلائے گی۔ اسے تمنا نہیں کہا جائے گا۔

یوں ہی وہ شخص جو اپنے سینے میں صحیح ایمان کے عمدہ بیج کو اپنے سینے کے کھیت میں ڈالتا ہے اور دل کو اخلاق ذمیمہ سے پاک رکھتا ہے۔ مسلسل عبادات و ریاضات سے ایمان کے پودے کی آبیاری کرتا اور پھر امید بھری نظریں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر رکھتا ہے کہ وہ ذاتِ

marfat.com

کریم میرے ایمان کی کھیتی کو آفاتِ شیطانی سے محفوظ رکھے گی اور وہ وصال کے وقت تک اس پر ثابت قدم رہتا ہے اور جب دنیا سے جاتا ہے تو ایمان کی سلامتی کے ساتھ جاتا ہے تو اس امید کو رجا کا نام دینا مناسب ہے۔ اس کی ظاہری علامت یہ ہے کہ مستقبل میں اس سے کوئی کوتاہی اور تقصیر رونما نہیں ہوتی اور وہ اپنی ایسی حالت کو برقرار رکھنے میں کاہلی و کوتاہی سے کام نہیں لیتا۔ اس لیے کہ کھیتی سے غافل ہونا ناامیدی کی علامت ہے نہ کہ رجا و امید کی۔

اور اگر بیج عمدہ نہیں' ٹوٹا پھوٹا ہے' صحیح و سالم نہیں یا پھر بیج تو درست ہے مگر سینہ اخلاق بد سے پاک نہیں' عبادت و ریاضت سے قلبی زمین کو سیراب بھی نہیں کیا جاتا تو ایسی صورت میں محض رحمتِ خداوندی پر نظر لگائے رکھنا حماقت ہے' امید و رجا نہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''وہ شخص احمق ہے جو خواہشاتِ نفسانیہ کو پورا کرتا ہے اور امید رکھتا ہے رحمتِ الٰہی پر'' نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فخلف من بعدهم خلف ورثوا الكتاب ياخذون عرض هذا الادنى و يقولون سيغفرلنا (الاعراف:۱۶۸)

''پھر ان کے بعد ایسے لوگ وارث بنے' انہوں نے کتاب کو حاصل کیا اور انہوں نے مال دنیا لپیٹا اور کہتے ہیں ہم بخشیں جائیں گے۔''

اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جنہیں انبیاء کرام کی طرف سے علم پہنچا مگر وہ ان ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی بجائے دنیوی معاملات میں محو ہو گئے اور پھر کہنے لگے کہ ''ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ لہٰذا جاننا چاہیے کہ ایسے اسباب جو بندے کے اختیار میں ہیں' ان کی تکمیل پر ہی رحمتِ خداوندی کی امید رکھنی چاہیے۔ اسی امید کو رجا سے تعبیر کیا جائے گا لیکن ان اسباب کو ہی ختم کر ڈالا جائے اور پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت پر امید رکھنا محض حماقت اور غرور کے علاوہ کچھ نہیں۔ کہا جائے گا اگر ایمان کی کھیتی کو ویران اور برباد نہ بھی کیا جائے مگر اسے بنانے' سنوارنے کی بھی کوشش نہ کی جائے تو ایمانی ثمرات کی امید رکھنا محض آرزو ہے۔

نبی کریم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: **ليس الدين بالتمنى**

محض تمنا و خواہش دین کا نام نہیں ہے ایں خیال است و محال است و جنوں

ہاں جو آدمی توبہ کرے اسے چاہیے کہ قبولیت کی امید رکھے اگر توبہ کی طرف نہیں آتا محض پریشان اور غمگین رہتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ امید رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے توفیق توبہ مرحمت فرما دے گا تو یہ رجا ہے۔ اس لیے کہ اس کا ملول رہنا ہی توبہ کی توفیق کا پیش خیمہ ہے اگر گناہوں سے پریشان نہ ہو اور معافی کی امید رکھے تو یہ حماقت و نادانی ہے۔ اس لیے کہ وہ بلا توبہ طالب مغفرت ہے۔ یہ حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ احمق ایسے ہی توبہ کی امید لیے پھرتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **ان الذين امنوا والذين هاجروا وجاهدوا فى سبيل الله اولئك يرجعون رحمت الله والله غفور رحيم** ''بے شک جنہوں نے ایمان قبول کیا اور انہوں نے ہجرت اختیار کی اور کفار سے جہاد کیا انہیں حق حاصل ہے کہ وہ اللہ کی رحمت پر امید رکھیں۔ بے شک اللہ بہت مغفرت فرمانے والا اور نہایت مہربان ہے۔''

☆..... حضرت یحییٰ معاذ رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ''اس سے بڑھ کر اور کوئی حماقت و بے وقوفی نہیں کہ سامان دوزخ کا تیار کرے اور امید جنت کی رکھے۔ مراتب نیکوں کے طلب کرے جبکہ اعمال بدعملوں کے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت اعراض کرے اور ثواب کی تمنا کرے۔

marfat.com

☆.....زید الخیل نامی ایک شخص نے سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا ''ایسے شخص کی نشانی کیا ہے جس سے اللہ تعالیٰ بھلائی فرماتا ہے اور جس کی بھلائی اسے نامنظور ہو اس کی علامت سے بھی آگاہ فرمایئے؟''

سید عالم مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ایسے شخص کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھلائی اور نیکی کے کاموں میں مشغول فرما دیتا ہے اگر اسے یہ بات پسند نہ ہوتی تو اسے برائیوں میں ہی مصروف رہنے دیتا اور وہ اس سے بالکل بے نیاز ہوتا کہ وہ دوزخ کے کونسے گڑھے میں پڑتا ہے۔''

امید ورجا کے حصول کا طریقۂ کار

واضح ہو کہ یہ علاج یا طریقۂ کار دو مریضوں کے لیے ہے۔ ان کے علاوہ کسی دوسرے کو اس نسخے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ ایک تو وہ مریض جو گناہوں کی زیادتی کے باعث اس بناء پر توبہ اختیار نہیں کرتا کہ اس کی توبہ تو قبول ہی نہیں ہوگی۔ دوسرا بیمار وہ ہے جو عبادت کی زیادتی میں اپنے آپ کو ڈال ہلاکت کی راہ پر چل رہا ہے۔ وہ اپنی استطاعت سے زیادہ مجاہدہ ومحنت کرتا ہے۔ پس ان دونوں بیماروں کا علاج ضروری ہے۔ ان کے علاوہ جو غافل ہیں انہیں یہ نسخہ فائدہ کی بجائے زہر قاتل ثابت ہوگا۔

امید کے غلبہ کا امکان دو طرح سے ممکن ہے۔ ایک یہ کہ انسان عبرت حاصل کرے۔ وہ یوں کہ عجائب دنیوی پر نگاہ رکھے' نباتات' جمادات اور قدرت کی تخلیق کے رنگ برنگے شاہکاروں اور نعمتوں کی پیدائش وآفرینش پر غور وفکر کرے جس کا تذکرہ قبل ازیں ہم ''شکر'' کے عنوان سے کر چکے ہیں تاکہ اسے اللہ تعالیٰ کی وہ رحمتیں' نعمتیں اور عنایتیں دکھائی دیں کہ ان سے بہتر کا تصور بھی ممکن نہ ہو پھر اپنی ذات میں فکر کرے' اپنے ایک ایک عضو پر غور کرے اور سوچے کہ انہیں کس عمدہ طریقے سے سیٹ کیا گیا ہے۔ جیسے سر' دل اور وہ اعضاء جن کی حاجت وضرورت لازمی ہے۔ ہاتھ' پاؤں یا وہ اشیاء جن کی چنداں ضرورت نہیں ہے جیسے لبوں کی سرخی' ابرو کی کجی' آنکھ کی سیاہی' پلکوں کا سیدھا پن وغیرہ نیز یاد رکھیے کہ ان اعضاء کو محض انسان کے ہاتھ ہی مختص نہیں فرمایا گیا بلکہ حیوانات میں بھی یہ خوبیاں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں یہاں تک کہ زنبور (بھڑ) کو فہم وفراست صیانت اور نظم ونسق کا طریقہ ودیعت فرمایا گیا۔ شہد کی مکھی کی صورت بہت اچھی اور بڑی لطیف سی تخلیق فرمائی پھر اسے بذریعہ الہام بڑی مہارت سے اپنا گھر بنانے کا سلیقہ سکھایا اور پھر شہد سٹاک کرنے کا طریقہ بھی۔ نیز وہ اپنے بادشاہ کی طاعت وفرمانبرداری اور ہر حکم کو بجالانے کے آداب سکھائے۔

انسان جب اپنی ظاہری وباطنی کیفیت پر غور وفکر کے ساتھ ساتھ دوسری مخلوق کے عجائب وغرائب میں تامل کرے گا تو اس وقت اسے سمجھ آئے گی پھر وہ رحمتِ خداوندی سے مایوس اور ناامید نہیں ہوگا اور پھر نہ ہی اس پر خوف مسلط ہوگا۔ انسان کے لیے بہتر تو یہی ہے کہ وہ رجا اور خوف کو برابری کی سطح پر رکھے۔ البتہ امید ورجا کا غلبہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ الغرض اللہ رب العزت جو اپنی رحمتیں اور مہربانیاں اپنے بندوں پر فرماتا ہے' ان کی انتہا نہیں۔

قرآن پاک میں مدانیات سے بڑھ کر امید انگیز اور رجا خیز کوئی اور آیت نہیں۔ یہ طویل تر آیت جسے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں نازل کیا اس کے معانی ومطالب اور مفہوم یہی ہے کہ جب ہم کسی سے کوئی چیز مستعار لیں تو ہمارا فرض ہے کہ اس چیز کی پوری پوری حفاظت

marfat.com

کریں اور خراب ہونے سے بچائیں۔ یوں ہی اللہ تعالیٰ نے جو اعضاء عطا فرمائے ہیں' ان کی اچھی طرح اس کے حکم کے مطابق نگہداشت کریں' انہیں خرابیوں سے بچائیں تو پھر کیسے ناممکن ہے جب وہ ایسی عنایت اور مہربانی فرماتے ہوئے ہماری مغفرت و بخشش میں کوئی کمی کرے اور دوزخ میں ڈال دے۔ یہ ایک نہایت مؤثر ترین علاج ہے جو رجا کے حاصل کرنے کے لیے مفید ہے۔ جس کا بے حد فائدہ ہے لیکن اس مقام پر رسائی ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔

دوسرا سبب امید اور رجا کا یہ ہے کہ ایسی آیات و احادیث پر غور و فکر کرنا جو اس معاملہ میں بکثرت پائی جاتی ہیں' جن کا شمار ممکن نہیں۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں فرمایا: **لاتقنطوا من رحمة الله** اللہ کی رحمت سے مایوسی اختیار نہ کرو۔ نیز فرمایا:

ویستغفرون لمن فی الارض ذلک یخوف الله به عباده فرشتے بندوں کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں جو زمین میں ہیں اور فرمایا:

''دوزخ کو اس لیے تخلیق فرمایا گیا تا کہ کفار کو اس میں ڈالیں اور میرے بندے اس سے خوف پکڑیں۔''

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم امت کی مغرفت کے لیے ہمیشہ دعائیں مانگتے رہے یہاں تک کہ اس آیۂ کریمہ سے آپ کو سکون بہم پہنچایا گیا: **ولسوف یعطیک ربک فترضی** میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم عنقریب ہم آپ کو شفاعت کی ایسی نعمت عطا فرمائیں گے کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ اس پر رحمتِ عالم' محسن کائنات نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میری تو رضا یہی ہے کہ میرا ایک بھی اُمتی دوزخ میں نہ رہے۔''

احادیث بخشش و مغفرت

مخبر صادق رسولِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میری اُمت کا عذاب دنیا میں فتنہ اور زلزلہ ہے جب قیامت برپا ہوگی' ہر مسلمان کے سپرد ایک کافر کر دیا جائے گا اور فرمایا جائے گا ''یہ تیری طرف سے دوزخ کے لیے فدیہ ہے۔'' (اپنی جگہ تو اسے جہنم رسید کر دے)

☆..... نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ''بخار جو آدمی کو ہو جاتا ہے' یہ دوزخ کی آگ کے اثرات ہیں اور خطا کار مومن کے لیے دوزخ کا یہی حصہ ہے۔'' (جو دنیا ہی میں بخار کی صورت میں دے دیا جاتا ہے)

☆..... حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی ''الٰہی! میری اُمت کا حساب و کتاب میری شان و عظمت کے مطابق فرمانا کہ ہر نبی کے اُمتیوں سے بخشش فزوں تر ہو۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''میرے حبیب! تیرے اُمتی میرے خاص بندے ہیں' میں ان پر سب سے زیادہ مہربان ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ بھلائی اور نیکی میں کوئی ان سے بڑھ کر ہو۔''

☆..... سید عالم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **حیاتی خیر لکم و مماتی خیر لکم**

marfat.com

میری حیاتی بھی تمہارے لیے نفع بخش ہے اور میرا وصال بھی تمہاری ہی بھلائی کے لیے ہے۔ اس لیے کہ زندگی میں احکام شرعیہ کی تعلیم دیتا رہوں گا اور وصال کے بعد تمہارے اعمال میرے حضور پیش کیے جائیں گے۔ جس کے اعمال عمدہ ہوں گے انہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر اور حمد بجالاؤں گا اور جس کے اعمال اچھے نہیں ہوں گے اس کے لیے مغفرت و بخشش طلب کروں گا۔''

☆.....ایک دن سید عالم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہِ رب العالمین میں یوں دعا کی:

''**یا کریم العفو' یا کریم العفو!**'' حضرت جبرائیل علیہ السلام عرض گزار ہوئے ''اس کا مفہوم تو پھر یہ ہوا ''الٰہی! تقصیر معاف فرما اور اسے نیکی میں تبدیل فرمادے۔''

☆..... نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ''جب بندہ گناہ کے بعد توبہ و استغفار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے مخاطب ہوتا ہے ''میرے فرشتو! دیکھو میرے بندے سے گناہ سرزد ہوا اب وہ سمجھ رہا ہے کہ میرا ایک ہی مالک ہے جو میری اس غلطی پر گرفت فرمائے گا۔ لہٰذا وہ مغفرت و بخشش کا طالب ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میرا رب مجھے معاف فرمادے گا۔ لہٰذا تم گواہ رہو میں نے اپنے بندے کو مغفرت بخشش سے نواز دیا۔''

☆..... نبی کریم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اگر میرا بندہ اس کثرت سے گناہ کا ارتکاب کرے کہ آسمان بھی بھر جائیں پھر وہ توبہ و استغفار کرے اور مجھ سے بخشش کی امید رکھے تو میں اسے بخش دوں گا اور اگر روئے زمین اس کے گناہوں سے پُر ہو جائے پھر مجھ سے معافی طلب کرے تو میں اسے روئے زمین کے برابر رحمت سے نواز دیتا ہوں۔''

☆.....مزید ارشاد فرمایا ''جب تک گناہ کیے آدمی پر چھ گھنٹے نہیں گزر جاتے اس وقت تک فرشتہ اس کے گناہ نہیں لکھتا تاکہ اس دوران وہ توبہ و استغفار کرلے تاکہ لکھنے کی نوبت ہی نہ آئے اگر بالفرض توبہ نہیں کرتا مگر اس دوران کسی بھی قسم کی عبادت کر لیتا ہے تو دائیں جانب کا فرشتہ بائیں جانب کے فرشتے سے کہتا ہے ''اس کے گناہ کو گناہوں کے دفتر مت لکھو اور اگر لکھ چکے ہو تو محو کر دو۔ البتہ میں اس کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی کو درج نہیں کروں گا۔'' (یعنی ہر نیک عمل پر دس نیکیاں عطا ہوتی ہیں تو اس کی اس عبادت پر اسے دس نیکیاں عطا کی گئیں تو میں نو نیکیاں درج کر لیتا ہوں' ایک نیکی اس کے گناہ کا فدیہ بن گئی)

☆.....سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ''جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے کھاتے میں لکھا جاتا ہے۔'' ایک اعرابی عرض گزار ہوا ''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اگر وہ شخص اپنے گناہ سے توبہ کر لے تو؟'' فرمایا ''مٹا دیا جاتا ہے۔'' وہ بولا ''اگر پھر گناہ کرے تو؟'' فرمایا ''پھر توبہ کرے تو اس کا گناہ محو کر دیا جاتا ہے۔'' وہ بار بار یہی سوال کرتا رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے رہے ''جیسے جیسے توبہ استغفار کرتا جائے گا' اس کے گناہ مٹتے جائیں گے۔ اس لیے کہ جب بندہ استغفار سے دل تنگ نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت و بخشش سے بھی ملول نہیں ہوتا۔''

☆.....سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ''بندہ کی نیکی اس کے ارادہ سے ہی لکھ دی جاتی ہے حالانکہ ابھی اس نے نیکی کی نہیں ہوتی اور جب وہ نیکی کر لیتا ہے تو دس نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں درج کی جاتی ہیں۔ اس کے برعکس اگر گناہ کا ارادہ کر

marfat.com

لے تو اس وقت تک نہیں لکھا جاتا جب تک اس کا مرتکب نہ ہو اور پھر بھی وہی ایک ہی لکھا جاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی بخشش بدستور باقی رہتی ہے۔

☆ ..... بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں ایک صحابی عرض گزار ہوا "یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میں ماہِ رمضان کے روزے رکھتا ہوں، پنجگانہ نماز ادا کرتا ہوں لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں کر پاتا۔ زکوٰۃ مجھ پر فرض نہیں اور حج کی استطاعت نہیں رکھتا۔ خدارا مجھے بتلایئے کل میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟" رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور فرمایا "کل تو میرا رفیق ہوگا بشرطیکہ دو باتوں کو دل سے نکال دو۔ ایک کینہ وحسد اور دوسری زبان کو غیبت اور جھوٹ سے محفوظ رکھو۔ نیز دو باتوں سے آنکھ کو محفوظ رکھیں ایک غیر محرم پر نظر نہ پڑنے دیں اور دوسری بات یہ ہے کہ کسی شخص کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھیں۔ پس جو شخص ان باتوں پر عمل پیرا ہوگا بہشت میں میرے ساتھ داخل ہوگا اور میں اسے عزیز تر رکھوں گا۔"

☆ ..... یوں ہی ایک اعرابی بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا "یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) روزِ قیامت مخلوق خدا کا حساب کون لے گا؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خود خالقِ کریم" اعرابی نے سوالیہ انداز میں یہی کلمات دہرائے "کیا خالقِ کریم از خود حساب لے گا؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں! بذاتِ خود" اعرابی مسکرانے لگا۔ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تو کیوں ہنس رہا ہے؟" وہ کہنے لگا "اس لیے کہ کریم جب کسی پر قابو پاتا ہے تو وہ معمول کے مطابق ڈھیل دیتا ہے۔ یعنی اس کے قصور معاف فرما دیتا ہے۔ حساب میں بھی نرمی اختیار کر لیتا ہے اس لیے میں خوشی سے مسکرا رہا ہوں۔" اس پر محسنِ اعظم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اعرابی نے سچ کہا' اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی بھی کریم نہیں ہو سکتا۔" نیز فرمایا "یہ اعرابی (دیہاتی صحابی) تو اچھا خاصا فقیہ ہے۔"

بعدہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ شریف کو عظمت وشرف سے نوازا ہے اگر کوئی شخص اسے برباد کر دے' اس کی اینٹ اینٹ جدا کر دے یا جلا دے تو یہ گناہ اتنا بڑا نہیں ہوگا جتنا اللہ تعالیٰ کے کسی مقبول بندے (ولی اللہ) کو نگاہِ حقارت سے دیکھنے کا گناہ ہے۔" اعرابی عرض گزار ہوا "اللہ تعالیٰ کے ولی یا مقبول بندے کون ہیں؟" فرمایا "ہر ایک ایماندار!" اور فرمایا "کیا تو نے اس آیت کو نہیں سنا؟ اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمات الی النور. (البقرہ:۲۵۷) "اللہ ایمان والوں کا ولی ہے' انہیں اندھیروں سے نور کی طرف لاتا ہے۔"

نیز فرمایا "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو اس لیے تخلیق فرمایا ہے کہ وہ مجھ سے نفع حاصل کریں اس لیے نہیں کہ میں ان سے کسی قسم کا نفع پاؤں۔" اور فرمایا "جس شخص نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سچے دل سے کہا' وہ جنتی ہے اور جس کی زبان پر بوقتِ آخر یہ کلمہ ہوگا' دوزخ کی آگ اسے دیکھ نہ پائے گی اور وہ یقین کر لے کہ جب اس دنیا سے آخرت کی طرف جائے گا تو جنت میں ہی جائے گا' دوزخ سے اسے کوئی سروکار نہیں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "رب کریم کی رحمت کا کیا کہنا' وہ تو ایسا رحیم وکریم ہے کہ اگر لوگ گناہ کو چھوڑ دیں تو وہ ایسی مخلوق پیدا

marfat.com

کرے گا جو گناہ کر کے بخشش و مغفرت کی طالب ہوگی۔ تو اسے بخشش و مغفرت سے نواز دے گا۔''

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ ماں سے بھی زیادہ اپنے بندوں پر شفیق ہے۔'' اور فرمایا ''اللہ تعالیٰ روزِ قیامت ایسی رحمت فرمائے گا کہ کوئی شخص تصور بھی نہیں کر سکتا یہاں تک کہ شیطان بھی گردن اُٹھا اُٹھا کر رحمت کی بلندیوں کو دیکھتا ہوگا۔''

☆.....سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں جن میں سے ننانوے روزِ قیامت کے لیے محفوظ ہیں۔ دنیا کو صرف ایک ہی رحمت نے گھیر رکھا ہے۔ ہر ایک رحیم کا دل اسی رحمت کے باعث نرم ہے یہاں تک کہ ماں کی بچے پر شفقت و رحمت اور جانوروں کا اپنے بچوں سے پیار اور محبت بھی اسی رحمت کے کرشمے ہیں۔ قیامت یہ رحمت ان میں شامل ہوگی اور ہر رحمت کا دائرۂ کار آسمانوں اور زمینوں کی وسعت سے بھی کشادہ ہوگا۔ سو ابد بخت اور بدنصیب کے اس دن کوئی پریشان نہیں ہوگا۔ اس کی ہلاکت و بربادی ازل سے ہی مقدر ہو چکی ہوگی۔''

☆.....رحمتِ عالم محسنِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ''میں نے تو اپنی رحمت اہلِ کبائر کے لیے مختص کر رکھی ہے اگر تمہارا خیال ہے کہ میری بخشش و شفاعت متقین اور نیک لوگوں کے لیے ہے تو یہ تمہاری کم فہمی ہے بلکہ میری شفاعت تو ان لوگوں کے لیے ہے جو گناہوں سے آلودہ ہو چکے ہیں

ان کے دربارِ اقدس میں جب بھی کوئی غمزدہ آ گیا تشنہ کام آ گیا
غم غلط ہو گئے معصیت دُھل گئی مغفرت عافیت کا پیام آیا

دوزخ میں جانے کی جلدی؟

حضرت سعید بن ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ''روزِ قیامت دوزخ کے دو سزا یافتہ آدمیوں کو جہنم سے باہر لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا ''یہ سزا تمہیں تمہاری بداعمالی کی بدولت دی گئی ہے اس لیے کہ میں اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔'' یہ کہتے ہی انہیں دوبارہ دوزخ میں جانے کا حکم دیا جائے گا۔ ان میں سے ایک باوجود بیڑیوں اور زنجیروں کے دوزخ میں جانے کی جلدی کرے گا اور دوسرا کھڑا رہے گا۔ انہیں پھر حاضر دربار ہونے کا ارشاد ہوگا اور پوچھا جائے گا ''یہ کیا معاملہ ہے؟''

دوزخ میں جلدی جلدی جانے والا عرض گزار ہوگا ''میں نے حکم کی تعمیل میں جلدی اس لیے کی کیونکہ پہلے ہی حکم عدولی کے باعث بالِ گناہ ہوں۔ اب ذرہ بھر کوتاہی ہوئی تو نہ جانے کیسی سزا دی جائے۔'' دوسرا عرض گزار ہوگا ''میرے مولیٰ! میں یہ تصور کر رہا تھا اب جبکہ دوزخ سے باہر لایا گیا ہے تو پھر شاید نہ جانا پڑے۔ پس رحمت کی امید پر کھڑا ہوں۔'' ارشاد ہوگا ''دونوں کو بہشت میں پہنچا دیا جائے۔''

میں نے اپنا حق تجھے عطا فرمایا:

سید عالم مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا ''میرے پیارے حبیب! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میں نے اپنا حق تجھے عطا فرمایا اور اگر کوئی حقوق باقی ہیں تو وہ تمہارے آپس کے ہیں۔ لہٰذا آپس کے حقوق

marfat.com

ایک دوسرے کو بخش دیں اور جنت کے مزے لوٹیں۔"

☆..... نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "روزِ محشر میرے ایک ایسے اُمتی کو سب کے سامنے پیش کیا جائے گا پھر اس کے ننانوے اعمال نامے کھولے جائیں گے جن میں ابتدا سے انتہا تک گناہ ہی گناہ درج نظر آئیں گے اور پھر اس سے پوچھا جائے گا "کیا ان گناہوں میں سے کسی کا تو انکار کر سکتا ہے؟" وہ عرض گزار ہوگا "الٰہی! یہ سبھی میرے گناہ ہیں ان میں ذرہ برابر زیادتی نہیں ہوئی۔ فرشتوں نے بالکل صحیح ڈائری لکھی۔ میں ان سے قطعاً انکاری نہیں۔ بے شک میں نے از خود اپنے آپ پر ظلم روا رکھا' میں سزا کے لیے دوزخ میں جانے کے لیے تیار ہوں۔" اللہ تعالیٰ فرمائے گا "اے میرے بندے! میرے پاس تیری ایک نیکی ایسی بھی ہے جس کے باعث تجھ پر ظلم نہیں کیا جا رہا ہے پھر ایک کاغذ لایا جائے گا جس پر مرقوم ہوگا: **اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد الرسول الله** وہ گناہ گار عرض گزار ہوگا "الٰہی! یہ ایک مختصر سی تحریر کثیر ترین گناہوں کے دفاتر کے سامنے کیا حیثیت رکھتی ہے؟" ارشاد ہوگا "تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔" پھر میزان کے ایک پلڑے میں یہ کلمہ شہادت اور دوسرے پلڑے میں اس کے گناہوں کے دفاتر رکھ دیئے جائیں گے پھر کیا منظر ہوگا۔ اچانک گناہوں کا پلڑا اوپر اُٹھ جائے گا اور کلمۂ شہادت کا پلڑا بھاری رہے گا کیونکہ کلمہ توحید کے سامنے کوئی چیز غالب نہیں آ سکتی۔

میری رضا و خوشنودی:

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "محشر میں فرشتوں کو حکم ہوگا "ہر اس شخص کو دوزخ سے آزاد کر دو جس کے دل میں ایک مثقال ایمان ہے۔" فرشتے فوراً حکم کی تعمیل کریں گے اور ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لائیں گے' انہیں پھر حکم دیا جائے گا "اب ان لوگوں کو جہنم سے نکال لاؤ جن کے دل میں نصف مثقال ایمان ہے۔" فرشتے انہیں بھی نکالائیں گے پھر ارشاد ہوگا "اب ان لوگوں کو نکالو جن کے دل میں ذرہ بھر ایمان پایا جاتا ہے۔" فرشتے حکم کی تعمیل کریں گے اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے دستِ کرم کو بڑھائے گا اور ایسے لوگوں کو آزاد فرمائے گا جن کے پاس ایک ذرہ برابر بھی نیکی نہیں ہوگی اور ان کے جسم دوزخ کی گرمی اور شدت سے کوئلے کی طرح سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ انہیں جنت کی نہر میں ڈال دیا جائے گا جسے "نہر حیات" کہتے ہیں' جب وہ اس نہر سے باہر آئیں گے تو بالکل ایسے صاف ستھرے ہوں گے جیسے بارش سے فصلیں دُھل جاتی ہیں اور ان میں نکھار آ جاتا ہے۔ ان لوگوں کے گلے چمک دار موتیوں کے ہار سے ہوں گے' جنتی انہیں پہچان لیں گے اور ایک دوسرے کو کہیں گے "لو وہ فلاں کا بھائی آ گیا' فلاں کا فلاں آ گیا۔" ان کے دامن خیر و برکت سے بھرپور ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی عنایت خاص سے بخشش و مغفرت سے نوازے گا اور ارشاد فرمائے گا "جایئے بہشت میں جہاں چاہے' جایئے۔ جہاں تک تمہاری نگاہ جاتی ہے' وہاں تک سبھی کچھ تمہیں عطا کیا۔"

وہ عرض گزار ہوں گے "الٰہی! تو نے تو وہ کچھ عطا کیا جسے دیکھا نہ تھا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا چیز ہو سکتی ہے؟" اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا "اس سے بڑھ کر میری رضا و خوشنودی ہے کہ تم لوگوں سے ایسا راضی رہوں گا کہ ناراضگی کا شائبہ تک نہیں ہوگا۔" (بخاری و مسلم)

تین دن تک غائب؟

حضرت عمر بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "ایک بار ایسا موقع بھی آیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تین دن

marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایسے دیکھا کہ نماز کے وقت چہرۂ اقدس دکھائی دیتا ورنہ آپ کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف نہ لاتے۔ چوتھے روز جب جلوہ نما ہوئے تو فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ تمہیں اپنی اُمت کے ستر ہزار بندوں کو بلاحساب و کتاب جنت میں لے جانے کی اجازت ہوگی۔ میں نے مزید پر اصرار کیا اور ان تین دنوں میں ایسی ہی رعایت کا خواہش مند رہا۔ لوگو! میں نے اپنے رب کو ہمیشہ کی طرح بے حد کریم پایا ہے اور مجھے ارشاد فرمایا ''ان ستر ہزار میں ہر ایک کے ساتھ ستر ستر ہزار لوگوں کو بلاحساب و کتاب جنت میں لے جانے کی اجازت عطا فرمائی گئی۔ میں عرض گزار ہوا ''الٰہی! میری اُمت اتنی کثیر ہوگی؟'' فرمایا ''ہاں! اس میں اعرابیوں کو بھی شامل کیا جائے گا۔''

گویا کہ وہ سائبان بن گئی:

بیان کرتے ہیں کہ جنگ میں ایک لڑکے کو قید کر دیا گیا' شدت کی گرمی تھی جب اس کی ماں نے اسے مصیبت میں دیکھا تو دیوانہ وار دوڑی ہوئی خیمے میں جا گھسی۔ لوگ اس کے پیچھے پیچھے دوڑے۔ اس نے جاتے ہی اپنے بیٹے کو سینے سے لگایا' دھوپ سے بچے کو بچانے کے لیے اپنے آپ کو اس پر یوں ڈال دیا جیسے سائبان۔ اور بولی ''لوگو! یہ میرا لختِ جگر' نورِ نظر ہے۔'' وہ روتی جاتی تھی اور بار بار پکارتی جاتی تھی ''یہ میرا لختِ جگر ہے۔'' لوگ اس کی درد بھری فریاد پر رقت سے آبدیدہ ہوگئے اور اس خاتون کی بے پایاں محبت و شفقت سے انتہائی متاثر ہوئے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ تمام کہانی کہہ سنائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس خاتون کی اپنے بیٹے سے بے پناہ محبت و شفقت کی داد دی۔ نیز فرمایا ''لوگو! یہ عورت جیسے اپنے لختِ جگر' نورِ نظر پر رحم دل ہے' تمہارا رب اس سے کہیں زیادہ تم پر رحم فرمانے والا ہے۔'' یہ بشارت تمام لوگوں کے لیے انتہائی مسرت کا سامان تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسے سنتے ہی بے حد خوش ہوئے' اتنے کہ اس سے قبل انہیں ایسی خوشی و مسرت نصیب نہیں ہوئی تھی۔

رحم و کرم کس کے لیے؟

حضرت ابراہیم ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شب میں بیت اللہ شریف میں بالکل تنہا تھا کہ بارش ہونے لگی۔ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں عرض گزار ہوا ''الٰہی! مجھے گناہوں سے محفوظ رکھنا یہاں تک کہ مجھ سے کوئی بھی گناہ سرزد نہ ہو پائے۔'' آواز آئی ''تم چاہتے ہو کہ معصوم بن جاؤ تو یاد رکھئے یہ خواہش تو میرا ہر بندہ رکھتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ اگر میں اپنے تمام بندوں کو گناہ سے بالکل محفوظ کر دوں تو اپنے رحم و کرم سے میں کس کو نوازوں گا؟''

واضح رہے کہ اس قسم کی احادیث بکثرت آتی ہیں اور جس شخص پر اللہ تعالیٰ کا خوف غالب ہو' اس کے لیے یہ احادیث سکون قلب کے لیے اکسیر ہیں اور جو غافل ہوا' اسے بھی ان احادیث سے معلوم ہو رہا ہوگا کہ مسلمان بدعمل بھی مستحق عذاب نار ہوگا اور جو مسلمان دوزخ میں سب سے آخر میں رہائی پائے گا' اس کی رہائی سات ہزار سال بعد عمل میں آئے گی۔

marfat.com

فرض کیجئے کہ دوزخ میں صرف ایک مسلمان کو ڈالا جائے گا تو کون جانتا ہے کہ وہ کون ہوگا؟ بے شک ہر ایک کے بارے گمان ہوسکتا ہے کہ وہی ہوگا۔ گمان کرنے والا خود بھی تو ہوسکتا ہے۔ پس اس قاعدہ کلیہ کے تحت لازمی ہے کہ ہر ایک احتیاط کرے اور ہر ایک نیکی کی راہ پر گامزن رہے تاکہ ہر ایک کا دامن پاک ہو اور دوزخ سے بچ سکے۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ اگر تمام دنیوی نعمتوں کو دوزخ میں صرف ایک رات رہنے کے خوف سے ترک کردے تو یہ قطعاً گھاٹے کا سودا نہیں ہے۔ سات ہزار سال کہنے کو تو آسان ہیں مگر وہاں (تو سات سیکنڈ کے لیے رہنا بھی محال ہے)

فضیلت وحقیقت خوف:

واضح ہو کہ خوف عالی مرتبت اور بلند مقام رکھتا ہے۔ اس کی فضیلت اس کے نتائج وثمرات اور اسباب کے شایانِ شان ظہور پذیر ہونی ہے۔ اس کے اسباب میں علم ومعرفت کا وجود ہے۔ انشاء اللہ العزیز آئندہ سطور میں تفصیل ذکر کی جائے گی۔ تاہم پہلی صورت یہ ہے کہ ازخود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء. (الفاطر:۲۸) بے شک اللہ کے بندوں میں علماء ہی ڈرتے ہیں اور سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: راس الحکمۃ مخافۃ اللہ علم وحکمت کا سرچشمہ خوفِ خدا ہے۔

خوفِ خداوندی کے ثمرات میں عفت اور زہد وتقویٰ ہیں اور یہ تمام چیزیں سعادت ابدی کے لیے بیج ہیں اس لیے کہ انسان جب تک خواہشاتِ نفسانیہ کو نہیں چھوڑے گا' اسے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں ہوگی۔ اس شہوات کو ختم کرنے کے لیے خوف سے بڑھ کر کوئی تریاق نہیں ہے۔ چنانچہ خوفِ خداوندی رکھنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے تین آیات میں ہدایت' رحمت' علم اور رضا کو جمع فرمادیا ہے۔ ھدی و رحمۃ للذین ھم لربھم یرھبون. (الفاطر:۲۸) ''ہدایت اور رحمت انہی لوگوں کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ سے خوب ڈرتے ہیں۔''

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء. (الفاطر:۲۸) ''اللہ کے بندوں میں علماء ہی ڈرتے ہیں۔''

رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ. (الحج:۳۷) ''اللہ ان پر راضی اور وہ اللہ پر اس لیے کہ وہ اللہ سے ڈرے۔''

☆.....جس ثمر کا نام تقویٰ ہے' اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی نسبت سے نوازا اور ارشاد ہوا:

ولکن ینالہ التقویٰ منکم. (الاعراف:۱۵۴) ''اور لیکن اللہ کے پاس تو تمہارا تقویٰ ہی پہنچتا ہے۔''

☆.....سید عالم مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ''جس دن مخلوق کو میدانِ قیامت میں جمع کیا جائے گا تو ایک منادی اس زور سے ندا کرے گا کہ ہر ایک دُور اور قریب سے سنے گا۔ کہ ''لوگو! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس دن سے میں نے تمہیں پیدا فرمایا ہے' اس دن سے تمہاری باتیں سنتا آرہا ہوں۔ آج تم میری بات سنو اور اچھی طرح کان دھر کر سنو! آج میں تمہارے اعمال نامے تمہارے سامنے کھولتا ہوں۔ لوگو! ایک نسب تو میں نے تمہارے لیے بنایا تھا مگر ایک تم نے اپنے لیے بنالیا۔ نیز اپنے نسب کو میرے نسب پر مقدم رکھا مگر تم میں میرے نزدیک مکرم ومعزز وہی ہے جس نے تقویٰ وپرہیزگاری اختیار کی۔'' ان اکرمکم عنداللہ اتقکم. (الحجرات:۱۳۲) اللہ کے

marfat.com

نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہی ہے جس نے تقویٰ اختیار کیے رکھا مگر تم لوگوں نے تقویٰ کو پس پشت ڈالتے ہوئے کہا ''ہم میں صاحب عزو جاہ تو فلاں ابن فلاں ہے تو اواب میں اپنے قائم کردہ نسب کو رفعت دیتا ہوں اور تمہارے متعین کردہ معیار کو پستی میں ڈالتا ہوں۔'' پھر ندا آتی ہے: این المتقون ''کہاں ہیں متقین'' پھر ایک پرچم لہرایا جائے گا جسے ملائکہ لیے آگے آگے چلیں گے اور تمام متقین ان کے جلو میں ہوں گے اور اس طرح بلا حساب متقین فرشتوں کے جلوس میں داخل جنت ہوں گے۔ یہی سبب ہے کہ خوفِ خداوندی رکھنے والوں کے لیے ڈبل ثواب ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے. ولمن خاف مقام ربه جنتان. (الرحمن ۳۶) ''اس شخص کے لیے دو جنتیں ہیں جو اپنے رب کے حضور پیش ہونے سے ڈر گیا۔''

نیز سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں' کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' میں دو خوف یا دو تحفظ کسی شخص میں جمع نہیں کروں گا۔ یعنی جس کا دل میرے خوف سے لبریز ہوگا' روزِ قیامت اسے حشر کی ہولناکی سے محفوظ رکھوں گا اور جو کوئی عالم دنیا میں میری گرفت کا خوف نہیں رکھتا تو اسے قیامت کے دن خوف میں مبتلا کر دیا جائے گا۔''

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں'' جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے' اس سے ساری مخلوق ڈرتی ہے اور سالم عالم خوف کھاتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا' وہ ہر چیز سے خائف رہتا ہے۔'' نیز فرمایا'' تم میں زیادہ ڈرنے والا وہی ہے جو زیادہ عقل مند ہے۔'' مزید فرمایا'' وہ کون ایماندار ہے جس کی آنکھ سے خشیتِ الٰہی سے ایک قطرہ ٹپکے خواہ مکھی کے سر کے برابر ہی ہو۔ اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام قرار دیتا ہے۔''

سید عالم مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں'' جس شخص کے خوفِ خداوندی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو اس کے جسم سے اس کے گناہ ایسے الگ ہو جاتے ہیں جیسے پت جھڑ میں درختوں سے پتے۔''

نیز فرمایا'' جو شخص اللہ تعالیٰ کی گرفت کے خوف سے روتا ہے' نارِ جہنم اس کے قریب بھی نہیں آئے گی ایسے جیسے پستان سے نکلا ہوا دودھ دوبارہ واپس نہیں جا سکتا۔''

حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں'' صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک دن مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خوش قسمت اُمتی کون ہوگا جسے بلا حساب و کتاب جنت میں لے جایا جائے گا؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' جو اپنے گناہوں کو یاد کرتے ہوئے [illegible] وہ بلا حساب و کتاب جنت میں جائیں گے۔'' نیز فرمایا'' آنسوؤں کا وہ قطرہ یا خون جو زمین پر گرتا ہے' اس سے بڑھ کر کوئی قطرہ بھی اللہ تعالیٰ کو محبوب و عزیز نہیں ہے۔'' نیز فرمایا'' سات اوصاف کے آدمی روزِ محشر اللہ تعالیٰ کے سایۂ رحمت میں ہوں گے۔ ان میں ایک تو وہ آدمی ہے جو اللہ تعالیٰ کو خلوت میں یاد کرتا ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔''

جب ان کی یاد آئی تو آتی چلی گئی:

حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں'' میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھا' آپ صلی اللہ علیہ

marfat.com

وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پند و نصائح سے نواز رہے تھے' ان کے دل خوفِ خدا سے سہمے جا رہے تھے یہاں تک کہ ان لوگوں کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ جب محفلِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے فراغت کے بعد گھر پہنچا تو اہلِ خانہ سے دنیوی باتوں میں مشغول ہو گیا پھر اچانک مجھے حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پند و نصائح یاد آنے لگے اور تصور ہی تصور میں کہنے لگا ''آہ! ابھی تو محفلِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں ہماری حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔'' یہ سوچتے ہی اونچی اونچی رونے لگا اور دل ہی دل میں اپنے آپ کو کہتے جا رہا تھا ''حنظلہ! تو تو تذبذب کا شکار ہو چکا ہے۔'' بے تابی کی کیفیت طاری تھی کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آتے ہوئے دیکھا جب انہوں نے میری بات سنی تو فرمانے لگے ''حنظلہ! یہ قطعاً منافقت نہیں'' مگر میں مطمئن نہ ہوا۔ بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا' تمام ماجرا کہہ سنایا۔

محسنِ اعظم حبیبِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''حنظلہ! تمہاری حالت جو میرے پاس ہوتی ہے اگر وہ ہر وقت برقرار رہے تو فرشتے برسرِ عام تمہارے ساتھ مصافحہ کریں اور جب گھر پہنچو تو وہاں استقبال کریں بلکہ ہمیشہ ساتھ ساتھ رہیں۔''

معمولات و اقوالِ اسلاف:

حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''مجھ پر ایسا کوئی دن نہیں گزرتا جس میں اللہ تعالیٰ کا خوف میرے دل پر غالب نہ رہا ہو اور اس کی برکت سے میرے سامنے علم و حکمت اور عبرت کے دروازے نہ کھلے ہوں۔''

☆..... حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ''عذاب کے خوف اور رحمت کی امید کے درمیان مسلمان کے گناہ کی وہی حالت ہوتی ہے جیسے دو شیروں کے مابین لومڑی۔'' نیز فرماتے ہیں ''غریب جیسے غربت سے ڈرتا ہے اگر دوزخ سے اتنا ہی ڈرے تو جنتی بن جائے۔'' لوگوں نے ان سے دریافت کیا ''کل قیامت میں کون سے لوگ محفوظ ترین ہوں گے؟'' فرمایا ''جو آج اللہ تعالیٰ کی گرفت سے زیادہ ڈرتے ہیں۔''

☆..... حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگ پوچھنے لگے ''ایسے واعظین کا کیا حال ہے جو لوگوں کو ہر وقت خوفِ خدا دلاتے رہتے ہیں جس کے باعث ہمارے دل کے ٹکڑے ہوئے جاتے ہیں؟'' فرمایا ''تم ایسے واعظین کی محفل میں بیٹھا کرو جو آج خوفِ خدا کی بابت پند و نصائح بیان کرتے ہیں تاکہ کل دوزخ کے خوف سے نجات دلائیں اور ان کی مجلس بدرجہا افضل ہے جو آج تمہارے دلوں کو سکون دلاتے ہیں جبکہ قیامت کے دن دردناک عذاب سے دوچار کرائیں گے۔''

☆..... حضرت ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ''جس دل میں خوفِ خدا نہیں' وہ ویرانی و بے کار جگہ ہے۔

☆..... حضرت اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ''میں نے ایک بار نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا ''یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اس آیت میں والذین یاتون ما اتوا و قلوبھم وجلة (المؤمنون:۶۰) وہ لوگ جو اس کی راہ میں دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں مگر ان کے دل خوف زدہ رہتے ہیں' کیا اس مقام پر ''کرنے'' سے مراد ''چوری چکاری یا زنا'' وغیرہ ہے؟'' آپ نے فرمایا ''نہیں! یہاں کرنے سے مراد نماز' روزہ' زکوٰۃ و صدقات وغیرہ کی ادائیگی ہے۔ یعنی یہ سبھی نیک عمل کرتے ہیں

marfat.com

پھر بھی ڈرتے ہیں مبادا کہ قبولیت حاصل نہ کر سکیں۔''

☆.....حضرت محمد بن منکدر رعلیہ الرحمۃ روتے جاتے اور اپنے آنسو چہرے پر ملتے جاتے اور فرماتے ''میں نے سنا ہے جہاں جہاں آنسو لگیں گے' وہ جگہ دوزخ سے محفوظ رہے گی۔''

☆.....حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''رویا کرو اگر رونا نہ بھی آئے تو صورت ہی ایسی بناؤ کہ جیسے روتے رہے ہو۔''

☆.....حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''ایک ہزار روپے خیرات کرنے سے خوفِ خدا میں میرے چہرے پر بہنے والے آنسو زیادہ قدر و قیمت رکھتے ہیں۔''

حقیقت خوف

واضح ہو کہ خوف دل کی ایک ایسی حالت کا نام ہے جس سے درد کی آگ بھڑک اُٹھتی ہے اور وہ دل کے اندر ہی اندر سلگتی رہتی ہے۔ اس کا خاص سبب اور خاص نتیجہ بھی برآمد ہوتا ہے جسے ثمرہ سے موسوم کرتے ہیں۔ سبب علم و معرفت سے متعلق ہے یعنی ایسی چیزوں سے آگاہ کرنا جو آخرت میں خطرہ بن سکتی ہیں۔ انسان جب ایسے احوال و اسباب کی طرف غور کرتا ہے جو تباہی و بربادی کی طرف لے جا رہے ہوں تو اس کے دل میں خوف کے باعث آگ سی بھڑک اُٹھتی ہے اور اسے تیز تر کرنے میں دو معرفتوں کا عمل دخل ہوتا ہے۔

ایک یہ کہ اس کے اپنے تمام عیوب و نقائص خطائیں اور خباثتیں جو عبادت کے لبادے میں تھیں' ان کی ریاکاری کا پردہ اس کی اپنی نگاہ میں ہی چاک ہو جاتا ہے پھر دوسری طرف یہ بھی دیکھ رہا ہوتا ہے کہ تمام کوتاہیوں اور تقصیروں کے باوجود اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اسے میسر ہوتی رہتی ہیں تو اس بناء پر بھی اس کے دل میں آگ سی پیدا ہو جاتی ہے کہ آخر پھر بھی میں گرفت سے نہ بچ سکا تو پھر کیا ہوگا؟ اس کی مثال ایسے آدمی کی سی ہے جسے بادشاہ ہمیشہ انعام و اکرام سے نوازتا رہے اور وہ اس کا شکر ادا کرنے کی بجائے اس کے اہلِ خانہ اور خزانہ میں خیانت روا رکھے اور پھر اسے اچانک پتہ چلے کہ اس کی کوئی بھی خباثت و برائی بادشاہ سے پوشیدہ نہیں رہی اس لیے کہ بادشاہ اسے ہر بار از خود دیکھ لیا کرتا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ اس بدنصیب کو یہ بھی معلوم ہے کہ بادشاہ بے حد باغیرت' صاحبِ حمیت' نڈر اور بے نیاز ہے۔ وہ انتقام لیے بغیر نہیں رہے گا نہ اسے یہ بھی معلوم ہو کہ بادشاہ کے ساتھ اس کی کوئی ذاتی قرابت یا کوئی اہم وسیلہ بھی نہیں اور نہ ہی بادشاہ کے حضور اس کا کوئی سفارشی ہوگا۔ ایسی صورت میں تصور کیجئے جو اپنے آپ کو خطرات میں گھرا ہوا پائے گا تو خوف و درد کی آگ پوری شدت سے اس کے دل کو لپیٹ لے گی۔

دوسری معرفت یہ ہے کہ وہ شخص خیانت کا مرتکب بھی نہ ہو بلکہ بادشاہ کے انعام و اکرام پر شکریہ بھی ادا کرتا رہتا ہو مگر بادشاہ کی قدرت' طاقت' بے باکی اور انتقام کا خوف اس پر مسلط ہو جیسے جنگل میں کوئی شخص شیر کی گرفت میں آ جائے تو وہ اس سے اس لیے تو نہیں ڈر رہا کہ شیر کا اس نے کچھ بھی بگاڑا نہیں بلکہ وہ تو اس کے خوف سے اس لیے کانپ رہا ہے کہ شیر کی جبلت میں ہلاکت ہے اور وہ شیر سے کمزور ہونے کے باعث بچاؤ کر ہی نہیں سکتا۔ اس خوف کو کامل ترین اور افضل تر کہا جائے گا۔

marfat.com

یوں ہی جو انسان اللہ تعالیٰ کے اوصاف سے آگاہ ہو اور اس کے جلال' عظمت' توانائی' قدرت اور بے باکی و بے نیازی کی پہچان رکھتا ہو' اسے معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اگر تمام جہان کو ایک لمحہ میں ہلاک کرنا چاہے تو اور دائمی طور پر جسے چاہے جہنم رسید کرے' اس کی سلطنت میں ذرہ برابر فرق نہیں آئے گا۔ نیز اسے یہ بھی معلوم ہو جسے رقت اور شفقت سے موسوم کرتے ہیں' اس کی حقیقت سے اس کی ذاتِ اقدس منزہ و مبرہ ہے تو لازماً اس شخص کے دل میں خوف پیدا ہوگا بلکہ خوف تو انبیاء کرام علیہم السلام پر بھی طاری رہا حالانکہ وہ معصوم اور ہر عیب و نقص سے پاک ہیں بلکہ یہ امر مسلمہ ہے کہ جتنا بڑا کوئی عارف ہوتا ہے' اتنا ہی زیادہ اس پر خوف طاری رہتا ہے۔ حالانکہ اسے اپنے معصوم اور لغزشوں سے پاک ہونے کا بھی یقینی علم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں سب سے زیادہ صاحبِ معرفت ہوں' واللہ! خشیتِ الٰہی میں بھی میں سب سے فائق ہوں۔'' اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف اشارہ فرمایا: انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء جبکہ جاہل زیادہ تر بے خوف ہوتے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے میرے نبی! (علیہ السلام) تم مجھ سے ایسے ہی خوفزدہ رہو جیسے کوئی خونخوار اور غضب ناک شیر سے ڈرتا ہے۔'' یہ تھا خوف کا سبب جہاں تک اس کے ثمر یا نتیجہ کا تعلق ہے تو وہ دل' بدن اور اعضاء میں پایا جاتا ہے۔

دل میں ایسے کہ وہ خواہشاتِ دنیوی سے بیزار ہو جاتا ہے اور اس کی قطعاً پرواہ نہیں کرتا۔ نکاح و طعام کی شہوت و خواہش کی اسے خبر تک نہیں رہتی۔ بعینہ اس آدمی کی طرح جو شیر کے پنجے میں پھنس جائے تو اسے جماع اور خورد و نوش سبھی کچھ بھول جاتا ہے یا اس قیدی کی مانند جو قید میں پڑنے کے باعث جابر حکمران کے خوف سے کھانا پینا بھول جاتا ہے اور اگر اس کے دل میں کچھ ہوتا ہے تو صرف اور صرف ڈر جس کے باعث اس کا بہت ہی برا حال ہوتا ہے۔ اس کے دل میں عاجزی' مسکینی اور تواضع جگہ پکڑ لیتی ہے۔ رسوائی اور ذلت کا احساس شدید ترین ہو جاتا ہے۔ پس ایسے ہی خوفِ خدا سے اس کے دل میں خشوع و خضوع پیدا ہو جاتا ہے۔ مراقبہ و محاسبہ کا غلبہ اور تکبر و بڑائی کا نام و نشان مٹ جاتا ہے' کینہ و حسد کا خاتمہ' حرص و طمع سے نفرت' کاہلی و غفلت سے نجات مل جاتی ہے۔

جس میں خستگی اور شکستگی نمایاں ہوتی جاتی ہے' ضعف اور کمزوری کا غلبہ معلوم ہوتا ہے' چہرے پر زردی سی چھا جاتی ہے' اعضاء و جوارح کو دل میں صاف و پاک رکھنے کا احساس اُجاگر ہوتا جاتا ہے' گناہ سے ہر عضو کو محفوظ رکھنے اور ادب و احترام کو ملحوظ رکھنے کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور ہر ایک عضو کی چاہت ہوتی ہے کہ طاعت و عبادت میں لگا رہے۔

درجاتِ خوف

خوف کے مختلف درجات ہیں:

(۱) عفت: شہوت سے باز رہنا

(۲) ورع: حرام سے بچنا

(۳) تقویٰ: شبہات سے رُکنا

marfat.com

(۴) صدق: زادِراہ کے علاوہ کچھ بھی نہ رکھنا

صاحبِ صدق ہی صدیق ہوتا ہے:

☆..... عفت و ورع تقویٰ کے ماتحت ہیں جبکہ یہ تینوں عفت' ورع' تقویٰ صدق کے تحت ہیں۔ یہی خوف کی اصل حقیقت ہے۔ البتہ آنسوؤں کا بہہ نکلنا اور انہیں صاف کرتے ہوئے **لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** کا ورد کرنے کے بعد پھر غفلت و معصیت میں پھنس جانا خوف نہیں ہے بلکہ یہ تو عورتوں کا ٹھسوے بہانا ہے۔ (اسی لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''عورت کے رونے دھونے کو دیکھ کر سمجھ لینا یہ حق پر ہے' مناسب نہیں۔'') (تابش قصوری)

اس لیے کہ جب کوئی شخص کسی چیز کا خوف کرے گا تو اس سے ہر ممکن بچنے کی کوشش کرے گا جیسے کسی آدمی کی آستین میں سانپ گھس جائے تو وہ محض **لاحول و لا قوۃ** پر تو اکتفا نہیں کرے گا بلکہ وہ آستین کو فوراً جھٹک کر سانپ کو نکال باہر پھینکے گا۔

☆..... حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لوگوں نے عرض کیا ''خائف (ڈرنے والا) کسے کہتے ہیں؟'' وہ فرمانے لگے ''خائف وہ ہے جو اپنے آپ کو ایسے بیمار کر لے جیسے کوئی موت کے خوف سے کھانے کی اشیاء کو چھوڑ دیتا ہے۔''

درجاتِ خوف:

واضح ہو کہ خوف کے تین درجے ہیں:

(۱) ضعیف (۲) متعدل (۳) قوی

ان میں معتدل سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔ خوف کا ضعیف درجہ یہ ہے کہ اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو جیسے عورت کی رقت۔ قوی درجہ یہ ہے کہ اس میں غشی' بیماری' ناامیدی اور موت کا خطرہ ہو۔ یہ دونوں درجے بڑے ہیں اس لیے کہ خوف میں فی نفسہ کوئی کمال نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے وصیغہ میں خوف کی صفت شامل نہیں ہے اور نہ ہی خوف کو وہ کمال حاصل ہے جو توحید' معرفت اور محبت کو نصیب ہے اور یہ مقام اسے اس لیے حاصل نہیں ہوتا کہ خوف صفاتِ الٰہیہ میں شامل نہیں ہے بلکہ خوف تو ہمیشہ اپنی جہالت' عاجزی' بے بسی کی بناء پر ہوتا ہے اس لیے کہ جب تک چیز کے انجام کا پتہ نہ ہو تو اس کی آفت اور نقصان سے بچنا مشکل ہوتا ہے اور جب تک آفت سے بچنے کا مقصد نہیں ہوگا تو اس کا خوف بھی دل میں پیدا نہیں ہوگا۔

خوف تو عقل مندوں اور دانش وروں کے حق میں کمال کا سبب ہے ایسے ہی اہلِ غفلت کے لیے بھی خوف نہایت مفید ہے جیسے بچے کے لیے تازیانہ۔ جو بچے کو پڑھنے پر آمادہ کرتا ہے اور جانوروں کو راستے پر چلانے کے کام آتا ہے۔ پس جب تازیانہ کمزور ہوگا تو اس سے تو چوٹ ہی نہیں لگے گی' جسم میں درد کا احساس ہی نہیں اُبھرے گا تو بچے کا کیسا پڑھنا؟ اور جانور کا کیسے راہ پر لانا ہو سکتا ہے؟

اور اگر کوڑا یا لاٹھی یعنی تازیانہ اتنا ٹھوس اور مضبوط ہو کہ جہاں لگے کھال اُدھیڑ کر رکھ دے یا ہڈی پسلی ایک کر دے تو یہ بھی غیر مناسب ہے۔ القصہ یہ دونوں صورتیں ناقص ہیں۔ پس اعتدال ہی مناسب ہے تاکہ گناہ سے بھی روکے اور بندگی کی تحریک بھی پیدا کرے۔ یہی وجہ

marfat.com

ہے کہ جو زیادہ صاحبِ علم ہوتا ہے' اس کا خوف زیادہ معتدل ہوتا ہے اور افراط وتفریط کا یہ مقام سامنے آتا ہے کہ اگر زیادہ ہو تو رجا اور امید کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور اگر کم ہونے لگے تو کام کے انجام کا خطرہ اس کے دل میں غور وفکر پیدا کرتا ہے جو آدمی خوف سے خالی' وہ علم کا مدعی ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ تو عالم کہلانے کا مستحق ہی نہیں اور جو کچھ اس نے حاصل کیا' سبھی بے کار اور فضول۔ اسے تو عالم کا نام دینا ہی حماقت ہے۔

اس کی مثال اس عطائی حکیم یا فال نکالنے والے کی سمجھئے جو از خود حکیم بنتا ہے حالانکہ حکمت نام کی کوئی چیز اس نے دیکھی تک نہیں ہوتی۔

معرفت کا اوّلین مقتضیٰ خود شناسی و خدا شناسی ہے۔ خود شناسی کے لیے اسے اپنے آپ کو سراپا قصور وار' خطا کا پتلا اور اللہ تعالیٰ صاحبِ جلال اور پُرعظمت سمجھنا ضروری ہے اور اس کی جلالیت وعظمت ایسی کہ لمحہ بھر میں سارے جہانوں کو برباد کر کے رکھ دے اور یہ دونوں معرفتیں خوف کی طالب ہیں اور لازماً ان سے خوف پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ سید عالم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: **اول العلم معرفة الجبار واخر العلم تفويض الامر اليه** علم کی ابتدا معرفت جباری اور اس کی انتہا اپنے آپ کو ہر معاملہ میں اس کے حکم کے سپرد کر دینا ہے۔ یوں سمجھئے کہ وہ انسان از خود کچھ بھی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی چیز اس کی ہے۔ پس پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان ان حقائق سے آشنا ہونے کے باوجود اپنے قلب وسینہ کو خوفِ خداوندی گنجینہ نہ بنائے۔

اقسامِ خوف:

واضح ہو کہ جب خطرہ محسوس ہوتا ہے تو خوف لاحق ہوتا ہے اور ہر ایک کے لیے خطرہ کی نوعیت الگ الگ ہے۔ کوئی ایسا ہوگا کہ دوزخ کا خوف اس کے دل میں جگہ پکڑے گا اور کوئی ایسا کہ جسے ان چیزوں سے ڈر ہوگا جو دوزخ میں لے جانے والی ہیں۔ نیز کوئی یہ خوف کھا رہا ہوگا کہ قبل از توبہ مر نہ جاؤں یا بعد از توبہ پھر گناہ کا مرتکب نہ ہو جاؤں پھر کسی کو مخلوقِ خدا کی دادرسی میں پڑنے کا ڈر لگا ہوگا اور کوئی اپنے عیوب ونقائص کے تصور سے خوفزدہ ہوگا۔

امیری کے سبب تکبر وبڑائی سے خوف یا دل کے غلط خیالات کا ڈر کہ میرے وہم وگمان اور دل میں پیدا ہونے والے وسواس تک کو اللہ تعالیٰ جانتا اور دیکھ رہا ہے۔ اس قسم کے خطرات سے پیدا ہوں تو مناسب یہی ہے کہ جس فعل سے دل میں خوف پیدا ہوا اس سے بچے۔

مثال کے طور پر اپنی جس عادت سے ڈرتا ہے کہ بعد از توبہ طبیعت کا میلان معصیت کی طرف پھر ہو سکتا ہے تو اس عادت کو دل سے نکال دے اور جب برے خیالات سے دل خوف زدہ رہتا ہے تو اسے ایسے خیالات سے محفوظ رکھے۔ یوں ہی دیگر امور کو اس قاعدہ کلیہ پر اطلاق کرے۔

عموماً لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہوتے ہیں۔ ان کے دل پر عاقبت اور خاتمے کا خوف مسلط رہتا ہے' وہ ڈر رہے ہوتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ ایمان کی سلامتی سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ ایسی حالت میں کامل ترین خوف یہ ہے کہ ایسی بات سے ڈر کہ نامعلوم ازل میں اس کے لیے شقاوت تھی یا سعادت؟ اس لیے کہ انسان کی موت اللہ تعالیٰ کے اسی حکم کی فرع ہے جو مقدر ہو چکا تھا۔

marfat.com

اس مسئلہ کی اصل اور بنیادی وجہ یہی ہے کہ ایک دن مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ بلند فرماتے ہوئے دکھایا کہ یہ ایک کتاب ہے جس میں تمام جنتیوں کے نام درج ہیں اور پھر دوسرا ہاتھ بلند کر کے فرمایا ''یہ ایک دوسری کتاب ہے جس میں جہنمیوں کے نام درج ہیں۔ ان کے تمام نسب مرقوم ہیں' اس میں تبدیلی کا احتمال تک نہیں نہ ہی اس میں کوئی چیز بڑھائی جائے گی اور نہ ہی نکالی جائے گی۔ اس میں سے کسی بھی چیز کی کمی بیشی نہیں ہوگی۔''

ممکن ہے سعید سے شقاوت کا ایسا فعل سرزد ہو کہ لوگ اسے شقی کہنے لگیں مگر یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا کرم فرماتے ہوئے موت سے قبل گرچہ ایک لمحہ ہی کیوں نہ ہو' اسے شقاوت سے سعادت کی طرف منتقل فرما دے۔ لہٰذا سعید وہی ہے جو ازل سے سعادت کے لیے مختص ہے اور شقی وہ ہے جو ازل سے شقاوت کے لیے خاص ہے۔ لہٰذا اس معاملہ میں خاتمے پر ہے۔

یہی وجہ ہے عارفانِ خدا ایسے ہی گناہوں سے ڈرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے۔ خوفِ خداوندی کا تسلسل ہمیشہ قائم رہتا ہے مگر گناہ کے خوف میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ اس میں غرور پیدا ہو جس کی بناء پر کہنے لگے'' مجھے کیا! میں تو گناہوں سے تائب ہو چکا ہوں۔ لہٰذا خوف سے بے نیاز ہوں۔''

القصہ سید المرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اعلیٰ علیین کے مراتب سے فائز ہوں گے جبکہ ابوجہل کا ٹھکانہ جہنم میں اسفل السافلین میں ہوگا جبکہ یہ دونوں قبل از پیدائش نیکی' بدی سے مبرا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی معرفت و طاعت کی رہنمائی فرمائی حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تو اس امر کا کوئی جواب نہیں تھا کہ اس راستے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجبوراً چلایا گیا؟ نیز اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قدرت حاصل تھی؟ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم عطا فرمایا گیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو عیاں ہو چکا ہے' اسے چھوڑ دیں اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حوصلہ تھا؟ اس لیے کہ جو چیز زہر قاتل کی مانند ہے تو اس سے فوری بچنے کی تدبیر کریں۔

اللہ تعالیٰ نے ابوجہل پر بصیرت کا راستہ بند کر دیا؟ اور وہ حقیقت تک نہ پہنچ پایا جس کے باعث وہ شہوتوں اور آفتوں سے بے علم رہا۔ لہٰذا دونوں اضطرابی حالت میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادہ کے تحت بغیر کسی سبب کے ایک شقاوت کو امر فرمایا اور اسے دوزخ کی راہ دکھائی اور دوسری ہستی خاص کے لیے سعادت کو حکم فرمایا اور اس نے از خود خوشی و مسرت سے انہیں اعلیٰ علیین تک پہنچا دیا۔

پس جس نے اپنے ارادے سے کام چلایا' اس کی اللہ تعالیٰ کو قطعاً پرواہ نہیں ہے۔ لہٰذا اس کیفیت سے ڈرنا چاہیے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو حکم ہوا'' اے داؤد! (علیہ السلام) مجھ سے ایسے ڈرو جیسے شیر خونخوار سے ڈر لگتا ہو اگر بالفرض شیر ہلاک بھی کر ڈالے تو شیر کو تو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔ حالانکہ شیر کسی غلطی کی سزا میں تو ہلاک نہیں کرتا بلکہ یہ تو اس کے شیر ہونے کی ہی بناء پر ہی ہلاکت ہوگی اگر شیر کچھ نہ کہے تو اس کا یہ بھی سبب نہیں ہے کہ اس کی تمہارے ساتھ کوئی قرابت و تعلق ہے جس کے سبب اس نے تجھے شفقت کرتے ہوئے چھوڑ دیا۔ حالانکہ اس نے تو تجھے اس لیے چھوڑا ہے کہ تم کچھ بھی نہیں ہو۔ پس جس شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ کے یہ اوصاف جاگزیں ہو گئے تو بلاشبہ اس نے اپنے دل کو خوفِ خداوندی کا ٹھکانہ بنا لیا۔

marfat.com

خاتمہ بالخیر.....؟

واضح ہو کہ بزرگان دین ہمیشہ خاتمہ سے ڈرتے رہے اس لیے کہ انسان کا دل بدلتا رہتا ہے جبکہ موت کا وقت بے حد نازک اور مشکل ترین ہے۔ کسی کو خبر نہیں کہ نزع کے وقت اس کے دل کی کیا حالت ہوگی؟ کسی عارف کا بیان ہے کہ ''اگر میں پچاس سال تک کسی کو توحید پرست گمان کرتا رہا اور پھر وہ میرے سامنے ہی کسی دیوار کے پیچھے چلا جائے تو میں اس کے موحد ہونے کی شہادت نہیں دے سکتا کیونکہ دل تو ہر لمحہ بدلتا رہتا ہے اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ اسے کس نے بدل دیا؟''

کسی بزرگ کا فرمان ہے کہ ''اگر کوئی مجھ سے معلوم کرے کہ فلاں آدمی کے اسلام پر فوت ہونے کی گواہی گھر کے گیٹ پر دوگے۔ یا اندر کمرے میں؟ تو میں اس کی گواہی اندر کے کمرے کی بجائے باہر کے گیٹ پر دوں گا اس لیے کہ مجھے نہیں معلوم کہ گھر کے دروازے سے اس کا اسلام قائم تھا یا نہیں؟''

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قسمیہ فرماتے ہیں کہ ''کوئی بھی آدمی اس بات پر مطمئن نہیں ہے کہ بوقت موت اس کا اسلام قائم رہے گا یا نہیں؟'' حضرت سہل عبداللہ تستری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ''صدیقین ہر لمحے برے خاتمہ کے خوف میں مبتلا رہتے ہیں۔''

حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ موت کے وقت بے حد بے قرار اور مضطرب زار و قطار رو رہے تھے۔ لوگوں نے کہا ''حضرت ایسی گریہ زاری چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ کی مغفرت و بخشش تمہارے گناہوں سے بہت زیادہ ہے۔'' انہوں نے جواباً فرمایا ''مجھے یقین نہیں کہ میرا خاتمہ بالخیر ہوگا؟ اگر یہ پتہ چل جائے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہوگا تو مجھے پہاڑوں گناہ کی بھی پرواہ نہیں ہوگی۔''

بادام اور شکر:

بیان کرتے ہیں کہ کسی بزرگ نے بوقت وصال اپنے مال و متاع کو ایک شخص کے سپرد کرتے ہوئے کہا ''میرے ایمان بالخیر خاتمہ کی یہ نشانی ہوگی اگر تم وہ پاؤ تو اس رقم سے بادام اور شکر خرید کر شہر کے بچوں میں بانٹ دینا اور اعلان کرنا کہ یہ فلاں شخص کے عرس شریف کا تبرک ہے جو اس جہانِ فانی سے بے ایمان گیا اور اگر وہ نشانی نہ پاؤ تو اعلان کرا دینا کہ کوئی شخص میری نمازِ جنازہ نہ پڑھے اور وہ لوگ مغالطے میں نہ رہیں تاکہ بعد از مرگ میرا نام ریاکاروں کی صف میں نہ آئے۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ''مرید ڈرتا ہے کہ کہیں گناہ کا ارتکاب نہ ہو اور پیر خوفزدہ ہوتا ہے کہ کہیں کفر میں نہ گر جاؤں۔''

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ''جب میں مسجد میں جانے کا ارادہ کرتا ہوں تو گلے میں زنار پڑی ہوئی محسوس کرتا ہوں اس لیے کہ میں اس فکر میں مبتلا ہو جاتا ہوں کہ کہیں مجھے راستے میں ہی دل کہیں بت خانے نہ لے جائے' یومیہ پنجگانہ نماز میں میری یہی کیفیت ہوتی ہے۔'' حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا ''تم معصیت اور گناہوں سے ڈرتے ہو جبکہ ہم کفر و شرک سے خوفزدہ رہتے ہیں۔''

marfat.com

بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر نبی علیہ السلام کو معاشی ضروریات لاحق ہوئیں' کئی سال اس سلسلہ میں مضطرب رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا اور اپنی ضروریات کی گزارش کی۔ ارشاد ہوا ''اے میرے نبی! (علیہ السلام) ہم نے تمہارے دل سے کفر و شرک کو محفوظ رکھا۔ کیا میری شکر گزاری کے لیے یہ کافی نہیں کہ دنیوی ضروریات کی درخواست کرتے ہو؟'' یہ سنتے ہی عرض کیا ''الٰہی! میں اس سے بھی استغفار کرتا ہوں اور مجھے ندامت ہے کہ میں نے تیری بارگاہ میں دنیوی ضروریات کا سوال کیوں کیا؟'' اور اپنے سر اقدس کو خاک پر رکھ دیا۔

برے خاتمہ کی ایک علامت نفاق ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حضور نفاق سے پناہ طلب کی۔ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''اگر مجھے یقین ہو کہ مجھ میں نفاق کے جراثیم نہیں ہیں تو یہ نعمت تمام جہانوں کی دولت سے فزوں تر اور عزیز ترین ہے۔'' نیز فرماتے ہیں ''آدمی کے ظاہری اعمال و افعال دل اور زبان سے مختلف ہوں تو منافقت کی یہ بہت بڑی علامت ہے۔''

فصل: انجام بد کا خوف:

واضح ہو کہ برے خاتمہ سے ہمیشہ بزرگ خوفزدہ رہے کہ بوقتِ وصال کہیں ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔ اس کے بکثرت اسباب ہیں جن سے کوئی آگاہ نہیں۔ تاہم زیادہ تر دو وجوہ سے ایمان اکارت جاتا ہے ایک یہ کہ آدمی بدعقیدگی اختیار کرے' اسی پر عمر بھر عمل پیرا رہتے ہوئے اپنا ایمان خراب کر ڈالے۔ اسے کبھی خیال بھی پیدا نہ ہو کہ اس کی بدعقیدگی نقصان دہ اور غیر مفید ہے۔ گو ممکن ہے بوقتِ مرگ اس پر عقیدگی ظاہر کر دی جائے مگر وہ دیگر معتقدات میں شک کرنے لگے اور وہ ان پر پختہ نہ رہے۔ یہ خوف مبتدع اور بدعتی کو لگا رہتا ہے اور وہ شخص بھی خطرات میں پڑا رہتا ہے جو معتقدات پر بحث و مناظرہ سے کام لیتا ہے۔ اگرچہ وہ زاہد ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ وہ سادہ فطرت لوگ جن کا اعتقاد قرآن و سنت پر ہوتا ہے' وہ اس فتنے سے محفوظ رہتے ہیں۔ چنانچہ سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

علیکم بدین العجائز و اکثر اهل الجنة بله

دین کے معاملہ میں بوڑھی عورتوں کا عقیدہ اختیار کرو اور سنو زیادہ تر جنتی سادہ لوح لوگ ہوں گے۔

بناءً علیہ اسلاف علم الکلام اور عقائد کے سلسلہ میں بحث و مناظرہ سے اکثر منع فرمایا کرتے تھے اس لیے ہر ایک کی ہمت نہیں کہ اس کی گرفت میں آ کر بدعقیدگی اختیار کر لے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اصلاً ایمان ہی میں کمزور ہو اور دنیوی امور میں اس کی محبت غالب آئے اور حق تعالیٰ سے کمزور سی محبت رکھے۔ بوقتِ مرگ اس سے تمام دنیوی آرزوئیں اور خواہشات چھن جائیں گی اور دنیا سے زبردستی اس کو وہاں لے جایا جائے گا جہاں وہ جانے پر رضامند نہیں ہوگا۔ لہٰذا وہ خوش نہیں ہوتا اور جو معمولی سی محبت اس کے دل میں باقی تھی' وہ بھی مٹ جاتی ہے۔ مثال کے طور پر باپ بچے سے پیار کرتا ہے مگر جب بچہ باپ سے اس کی کوئی پیاری چیز طلب کرتا ہے تو باپ انکار کر دیتا ہے اور اس کے دل میں معمولی سی بھی محبت برقرار نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ مجاہدین کا درجہ بے حد بلند ہے جسے ''شہادت'' کہتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ دنیوی محبت کو پسِ پشت ڈال کر اللہ تعالیٰ

marfat.com

کی محبت میں شہادت کا طالب ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں موت عظیم ترین دولت ہے اس لیے کہ یہ لمحات نہایت سرعت سے گزر جاتے ہیں جبکہ دل اس پر ہمیشہ تو قائم نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیشتر ہوگی وہی محبت اسے دنیوی محبت سے روک رکھے گی کہ اب تو محبّ کے دیدار کا وقت آیا ہی چاہتا ہے۔ بے شک ایسے انسان کا ایمان ہی خطرات سے محفوظ ہوگا پھر جب موت سر پر آئے گی تو خوش ہو گا کہ ملاقات یار کا لمحہ نصیب ہو رہا ہے۔ ایسی صورت میں دنیوی محبت پر خدا کی محبت غالب ہوگی اور یہی حسن خاتمہ کی علامت ہے جو شخص ایمان کے ضائع ہونے کے خطرات سے امان کا طالب ہے اسے چاہیے کہ بدعقیدگی سے توبہ کرے اور جو باتیں قرآن وسنت میں ہیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کرے جو سمجھ آئے اسے تسلیم کرے اور جو اس کی عقل وفکر سے ماورئ ہو وہ سپردِ خدا کر دے لیکن اس پر بھی ایمان یقین رکھے تاکہ حبِ خداوندی دنیوی محبت پر غالب آئے۔ احکامِ شرعیہ پر مضبوطی سے عمل کرتا رہے۔ شرعی حدود و قیود سے آزاد ہونے کی کوشش نہ کرے تو دنیوی محبت رفتہ رفتہ ختم ہو جائے گی پھر دنیا حقیر دکھائی دے گی اور اس سے دل بیزار ہوگا۔

نیز محبتِ خداوندی کا غلبہ حاصل کرنے کے لیے ہمیشہ ہمیشہ ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنا از حد ضروری ہے۔ نیز اولیائے کرام اور علمائے حق کی صحبت اختیار کی جائے دنیاداروں کی مجلس سے گریز کرے تاکہ دنیا کی محبت غالب نہ آنے پائے ورنہ ایمان جانے کا بے حد خطرہ ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''ماں باپ اولاد مال مکان تجارت الغرض جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے نعمتیں عطا فرمائی ہیں یہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی محبت سے زیادہ پیاری ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ نازل فرمائے۔'' (التوبہ:۲۴) یعنی عذابِ الٰہی کے لیے تیار رہو۔

خوف کیسے پیدا ہو؟

واضح ہو کہ مقامات دینیہ میں اوّلین مقام ایقان وعرفان کا ہے پھر معرفت سے خوف پیدا ہوتا ہے۔ خوف زہد اور صدق واخلاق صبر اور توبہ کا ظہور ہے۔ زہد وتوبہ سے صدق واخلاص اور صدق واخلاق سے دائمی ذکر وفکر کی نعمت میسر ہو جاتی ہے پھر ذکر وفکر کے باعث انس اور محبت کا مقام نصیب ہوتا ہے جو سب سے اہم اور انتہائی افضل مقام ہے اس لیے کہ رضا شوق اور محبت خود سپردگی ہی مقامِ محبت ہے جبکہ شوق از خود محبت ہی کے تابع ہے۔

لہٰذا یقین وایمان کی معرفت کے بعد خوف ہی وہ نعمت ہے جسے ''کیمیائے سعادت'' کہا جا سکتا ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہوگا بغیر راہِ راست کے حاصل نہیں ہو سکتا اور خوف کی آمد تین طرح سے ہوگی:

(۱) علم ومعرفت کے باعث جب انسان اپنے آپ اور اللہ تعالیٰ کو پہچان لے تو لازماً خوفزدہ رہے گا اس لیے جو شیر کے پنجے میں پھنس جائے اور پھر وہ جانتا بھی ہو کہ یہ شیر ہے تو وہ از خود خائف ہوگا اسے یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں ہوگی کہ یہ شیر ہے اور نہ ہی اسے بچاؤ کی صورت سمجھ آئے گی اس لیے کہ اس پر حقیقی خوف مسلط ہو چکا ہوتا ہے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ اس کے دل میں خوف پیدا نہ ہو۔ یوں ہی جو انسان اللہ تعالیٰ کی تمام اوصاف کی معرفت رکھتا ہے اس کے کمال وجلال قدرت اور خلق کی بے نیازی کو پہچانتا ہے اور اس حقیقت کو سمجھ چکا ہو کہ قیامت تک ویسے ہی ہوتا رہے گا جیسے اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ نیز ازل سے ہی کسی کے لیے سعادت اور کسی کے لیے شقاوت مقدر ہو چکی ہے اور وہ بھی کسی کی خطاؤں کی بناء پر یا نیکی کے باعث نہیں بلکہ جیسے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا۔ اس نے مقدر فرمایا (یعنی جو کچھ مخلوق سے اچھے برے

marfat.com

اعمال کا ظہور ہونا تھا' اللہ تعالیٰ کو ان کا پہلے سے ہی علم ہے کیونکہ اس کا علیم ہونا بھی ازلی ہے جبکہ انسان کو اس وقت علم ہوتا ہے جس اس سے کوئی فعل سرزد ہوتا مگر ذاتِ خداوندی اس چیز کی محتاج نہیں کہ جب کسی سے کوئی فعل سرزد ہوگا تو اسے علم ہوگا۔ اس طرح خالق اور مخلوق میں اس وصف میں فرق ہی نہیں رہے گا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ازل سے ہی انسانی اعمال و افعال کا علم رکھتا ہے۔ لہٰذا اسی کے مطابق اس نے مقدر بنا دیا۔ یہی عدل و انصاف کا تقاضا تھا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم روا نہیں رکھتا۔ وہ عادل ہے' ظالم نہیں جو اسے ظالم تصور کرے' وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔) (تابش قصوری)

اس کی تقدیر مرقومہ میں ہرگز کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا تو لازم ہے کہ اس کے دل میں خوف پیدا ہو۔ چنانچہ مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک مکالمہ کا ذکر فرمایا ہے جس میں انہوں نے ایک دوسرے پر حجت قائم کرنے کے لیے گفتگو کی اس دلچسپ گفتگو کو ملاحظہ فرمائیے گا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام دریافت کرتے ہیں ''حضرت جی (آدم علیہ السلام) اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت پُرتکلف مقام' جنت عطا فرمایا تھا اور آپ سے نہایت اعلیٰ اور عمدہ سلوک روا رکھا پھر آپ نے یہ کیا کیا؟ اور پھر اپنے ساتھ ہمیں بھی ابتداء و آزمائش میں ڈالا؟''

حضرت آدم علیہ السلام: ''کلیم اللہ (علیہ السلام) مجھے یہ بتائیے کیا وہ عمل ازل سے میرے مقدر میں نہیں تھا؟''

حضرت موسیٰ علیہ السلام: ''کیوں نہیں! لازماً مقدر ہو چکا تھا۔''

حضرت آدم علیہ السلام: ''بھلا یہ تو بتائیے کیا میں اس کی خلاف ورزی کرسکتا تھا؟''

حضرت موسیٰ علیہ السلام: ''ہرگز ہرگز نہیں۔''

حضرت آدم علیہ السلام کا یہ جواب سنتے ہی خاموش ہو گئے۔ (سبحان اللہ)

نکتہ: بتائیے یہ مقالہ کب ہوا' کہاں ہوا؟ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کب سنا؟

ظاہر ہے یہ ارواحِ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی تخلیق کے وقت تو ہوا نہیں تھا کیونکہ اس وقت تو کوئی جسم بنایا نہیں گیا تھا۔ نیز ہر نبی کا زمانہ الگ الگ ہے۔ تاہم اتنی سی بات ذہن نشین کر لیجئے کہ انبیاء زندہ ہیں' جہاں چاہیں وہ آپس میں ملاقاتیں کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ عالمِ برزخ کی کسی محفل میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی ہوگی جہاں سید المرسلین ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی جلوہ افروز ہوں گے اور یہ مقالہ سن کر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اپنی ظاہری زندگی میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بیان فرمایا جسے حضرت امام غزالی یہاں رقم فرما رہے ہیں۔ یہ چند اشارے ہیں جتنا غور کرتے جاؤ گے' نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علوم و اوصاف کا اتنا ہی دائرہ وسیع ہوتا چلا جائے گا۔ (تابش قصوری)

جتنا عارف اتنا خائف:

اب ذرا ان اسباب کے بارے میں ملاحظہ فرمائیے جو خوف پیدا کرنے کے محرک ہیں۔ گزشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ جتنا

marfat.com

کوئی بڑا عارف ہوگا اتنا ہی وہ زیادہ خائف رہے گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السلام اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دونوں ہی رو رہے تھے کہ آپ پر وحی نازل ہوئی کہ ''کیوں رو رہے ہو؟ جبکہ ہم آپ کو امان دے چکے ہیں۔'' عرض کیا ''الٰہی! بے شک ہم امن میں ہیں مگر تیری خفیہ تدبیر سے تو نابلد ہی ہیں۔'' فرمایا ''یہ تو واقعی درست ہے۔'' حکم ہوا ''پھر یوں ہی رہو۔'' یہ تو ان کی معرفت کا کمال تھا کہ وعدۂ امن کے باوجود بے خوف رہنا غیر مناسب سمجھا اور یہ تصور کرتے ہوئے کہ رب العزت کا ارشاد ہے: **لاخوف علیھم ولاھم یحزنون** کہیں کسی آزمائش سے ہی دوچار نہ ہو جائیں اور اس فرمان والا شان میں کوئی راز نہ ہوں جس سے ہم آشنا نہیں ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ غزوۂ بدر میں ابتدا لشکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پلہ ذرا ہلکا نظر آیا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خوفزدہ ہو کر فرمایا ''خدایا ؎

اگر کفار نے ان کو جہاں سے محو کر ڈالا قیامت تک نہ ہوگا کوئی تجھ کو پوجنے والا

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض گزار ہوئے ''یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ اتنے زیادہ کیوں مضطرب ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور کوئی سبب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو ایفا نہ کرے۔'' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس وقت یہی مقام تھا کہ وہ مقام وعدہ میں تھے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے وعدۂ کرم پر پورا پورا اعتماد تھا جبکہ سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مقام خوف کو شرف فرما رہے تھے اس لیے کہ ''واللہ خیر الماکرین'' اور اللہ خفیہ تدبیر کو خوب جانتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے اچھی طرح آگاہ تھے جو کامل ترین مقام ہے۔ اس ارشاد سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس حقیقت کو عیاں کرنا تھا کہ اسرار و رموز خداوندی، رازہائے پنہاں اور تدابیر الٰہیہ مصلحت و قضائے ربانی سے بندہ آخر کیسے واقف ہو سکتا ہے؟

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ صاحبانِ معرفت میں سے نہ ہو تو اہلِ معرفت کی مجلس اختیار کرے ممکن ہے اس طرح ان کا خوف اس میں بھی سرایت کرنے لگے لیکن یہ صحبت غافلین کی نہیں ہونی چاہیے۔ گو صحبت کے اثر سے جو خوف پیدا ہوتا ہے اگرچہ خوف ہی کہلاتا ہے مگر وہ تقلیدی ہوتا ہے۔ اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ وہ لڑکا جو سانپ سے خوف زدہ رہتا ہے، وہ محض اس بناء پر خوف کھاتا ہے کہ کسی وقت اس نے اپنے باپ کو سانپ کے خوف سے بھاگتے ہوئے دیکھا تھا حالانکہ از خود اس نے کسی سانپ کو دیکھا تک نہیں تھا۔ جب اس نے دیکھا ہوتا تو وہ بھی خوفزدہ رہتا حالانکہ وہ تو سانپ کے موذی ہونے کی حقیقت سے بالاتر تھا۔ اس لیے اس کا یہ خوف ایسے آدمی کے خوف سے بے حد کمزور ہوتا ہے جسے سانپ کے موذی ہونے کا علم ہے کیونکہ وہی لڑکا اگر سپیرے کو متعدد بار دیکھ چکا ہو کہ اس نے بڑے لطف اور مزے سے سانپ پکڑ رکھا ہے تو جیسے باپ کو سانپ سے خوفزدہ دیکھ کر اس پر خوف مسلط ہو گیا تھا اسی طرح سپیرے کے ہاتھوں میں سانپ دیکھ کر وہ بے خوف بھی ہو جائے گا اور وہ ہاتھ میں سانپ پکڑنے کی دلیری دکھائے گا حالانکہ جسے سانپ کے زہریلے ہونے کا علم ہے، وہ سپیرے کو ہاتھ میں سانپ لیے دیکھ کر بھی اس کی تقلید میں سانپ نہیں پکڑے گا۔ اس کی تقلید سے بچے گا اور وہ سانپ سے بدستور خوف کھائے گا۔

پس عقل مندوں پر واجب ہے کہ وہ بے خوف اور بے عقل لوگوں کی صحبت سے بچیں۔ خصوصاً ایسے غافلین کے تو قریب تک نہ جائیں جو عالم ہونے کے دعویدار ہیں۔

marfat.com

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ عاقلین کی صحبت نہ مل سکے اور فی زمانہ تو اس کا میسر آنا نہایت مشکل ہے اس لیے کہ یہ زمانہ قحط الرجالی کا ہے۔ لہٰذا وہ بزرگوں کے احوال و آثار اور واقعات سنتا سناتا رہے اور کتب سے ان کی تلاش جاری رکھے اسی بات کے پیشِ نظر ہم آئندہ سطور میں اس کتاب کو انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے چند واقعات قلم بند کر رہے ہیں۔ پس جس شخص میں تھوڑی سی بھی عقل ہوگی وہ سمجھ لے گا کہ یہ عظیم الشان انسان جو تمام مخلوق میں عارف اور عاقل ترین ہوئے ہیں جب وہ اس قدر خوفزدہ رہتے تھے تو ہم کس کھیتی کی مولی ہیں؟ ہمیں تو اور ڈرنا اور خوفزدہ رہنا چاہیے اور کسی بھی لمحے اس نعمت خوف سے محروم نہیں رہنا چاہیے۔

واقعات و حکایات انبیاء و ملائکہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام کا رونا:

بیان کرتے ہیں کہ جب شیطان لعنت میں گرفتار ہوا تو حضرت جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام ہمیشہ روتے رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم کیوں روتے رہتے ہو؟'' عرض گزار ہوئے ''الٰہی! ہم اپنے آپ کو تیری خفیہ تدبیر سے بے نیاز نہیں پاتے۔'' ارشاد ہوا ''تمہیں ایسے ہی خیال کرنا چاہیے اور خوف سے کبھی بے نیاز ہونے کا تصور نہ کریں۔''

اور تمام فرشتے بے حال ہو گئے:

حضرت محمد بن مسکدر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ''جب اللہ تعالیٰ نے دوزخ بنائی تو تمام فرشتے رو رو کر بے حال ہو گئے اور اس وقت تک روتے ہی رہے جب تک آدمی کو نہ بنایا گیا جب انسان کی تخلیق کو انہوں نے دیکھا تو سکون پکڑا کہ ہم اس کے لیے نہیں بنائے گئے بلکہ دوزخ کو حضرت انسان کے لیے بنایا گیا ہے۔''

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ''کوئی بھی ایسا موقع نہیں آیا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے ہوں اور کانپ نہ رہے ہوں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کے خوف کا ہمیشہ غلبہ مسلط رہا۔''

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا حضرت میکائیل علیہ السلام کو کبھی ہنستے نہیں دیکھا۔'' تو حضرت جبرائیل علیہ السلام عرض گزار ہوئے ''جب سے اللہ تعالیٰ نے جہنم تخلیق فرمایا ہے اس روز سے ان کی ہنسی ختم ہو کر رہ گئی ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ بات بہت مشہور ہے کہ جب آپ نماز ادا کرتے تو خوفِ خداوندی کے باعث آپ کے دل کی دھڑکن چاروں طرف ایک ایک میل تک سنائی دیتی۔

چالیس روز کا سجدہ:

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام چالیس دن تک سجدہ کی حالت میں آنسو بہاتے رہے یہاں تک کہ ان کے آنسوؤں

marfat.com

کے پانی سے گھاس پیدا ہوگئی۔ ندا آئی ''اے داؤد! (علیہ السلام) رو رو کر اپنے آپ کو کیوں ہلکان کر رہے ہو اگر بھوک' لباس یا پیاس کا مسئلہ ہے تو ہم روٹی' کپڑے اور پانی کا انتظام کر دیتے ہیں۔''

اس پر حضرت داؤد علیہ السلام نے ایسی آہ ماری کہ سامنے پڑی لکڑیوں میں آگ بھڑک اُٹھی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبولیت کا شرف عطا فرمایا اور ان کی مناجات قبول کی۔ حضرت داؤد علیہ السلام بڑی انکساری اور تواضع سے عرض کر رہے تھے:

''خدایا! میری استغفار کو قبول فرما اور میری لغزشوں کو میرے ہاتھ پر رکھ دے تاکہ میں انہیں دیکھتا رہوں اور پھر فراموشی کا تصور تک نہ رہے۔'' اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور پھر آپ نے زندگی بھر کھانے' پینے کی چیزوں کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے' اپنی ہتھیلی خصوصی تحریر کو دیکھ کر بے اختیار رو دیتے اور آنکھوں سے آنسو بہانے لگتے' کبھی کبھی تو آپ کے آنسوؤں سے پیالہ بھر جاتا۔

بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام کی توانائی جواب دینے لگی تو عرض کیا ''الٰہی! کیا میرے آنسوؤں پر تمہیں رحم نہیں آتا؟'' آواز آئی ''تجھے اپنا رونا تو بہت یاد آتا ہے لیکن میری نعمتوں کی یاد کیوں نہیں آتی؟'' عرض کیا ''الٰہی! میں تیری نعمتوں کو کیونکر فراموش کر سکتا ہوں؟ کیونکہ اس سے قبل تو میری کیفیت ہی کچھ اور تھی اور بعدہ بے حد تبدیلی آ چکی ہے۔ لہٰذا یہ تبدیلی از خود یا ایامِ گزشتہ کے لیے کافی ہے۔''

''الٰہی! جب میں زبور شریف کی تلاوت کرتا تھا تو دریاؤں کا پانی رُک جاتا' ہوا ٹھہر جاتی' جانور پروانہ وار میرے در و دیوار پر گرتے پرندے مستی کے عالم میں میرے سر پر جمع ہو جاتے اور اب یہ کیا ہو گیا ہے؟ ان میں کوئی بھی میرے قریب نہیں آتا۔ میرے معبود! یہ کیا وحشت و ویرانی ہے؟ مجھ سے کیا عمل سرزد ہوا؟'' ندا آئی ''ہاں! داؤد! وہ تیری عبادت خاص کے اثرات سے اُنس پکڑتے تھے اور یہ وحشت و ویرانی امتحان ہے۔ (راقم السطور نے جہاں جہاں لفظ گناہ آیا ہے' مناسب الفاظ میں بدل دیا ہے کیونکہ انبیاء مرسلین علیہم السلام ہر قسم کے کبیرہ و صغیرہ گناہوں سے معصوم ہیں ان کے متعلق ایسا نظریہ قابلِ التفات نہیں۔ حضرت امام غزالی علیہ السلام اس فارسی عبارت کا کیا مقصد تھا' وہ جانیں جہاں تک ہمارا عقیدہ ہے اس کو نہایت احتیاط سے ضبط کر دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ وحبیبہ الاعلیٰ اعلم) (تابش قصوری

''اے داؤد علیہ السلام سنئے! آدم علیہ السلام بھی تیری طرح میرا بندہ تھا۔ میں نے اسے اپنے یدِ قدرت سے خود بنایا یہاں تک کہ اس میں اپنی روح ڈالی' ملائکہ سے سجدہ کرایا' عزت و عظمت کی خلعت فاخرہ سے نوازا' تاج وقار سے زینت عطا کی' تنہائی سے گھبرائے تو ان کے لیے حضرت حوا کو بنایا' رہنے کے لیے جنت کے باغات مرحمت فرمائے۔ باوجود اس کے ان سے ایک لغزش واقع ہوئی تو انہیں برہنہ کر زمین پر اُتار دیا۔

اے داؤد علیہ السلام سنئے! جب تو میری عبادت و اطاعت میں سرمست تھا تو تمہاری ہر فرمائش کو پورا کیا جاتا تھا یہاں تک کہ تم لغزش کا اظہار ہوا تو ہم نے معاف فرمایا۔ اب بھی اسی کیفیت کی طرف لوٹ جاؤ گے تو سبھی نعمتیں ویسے ہی جاری ہو جائیں گی۔ استغفار کو وظیفہ بنا لو پھر ہمارے انعامات کو دیکھئے کیسے اُترتے ہیں۔''

marfat.com

یحییٰ بن کثیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام محبتِ الٰہی میں اتنا زیادہ روتے جس کی مثال نہیں ملتی۔ جب ان پر یہ کیفیت طاری ہونا ہوتی' سات روز قبل کھانا پینا چھوڑ دیتے' اپنی ازواج کے قریب نہ جاتے' جنگل کی راہ لیتے اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرماتے ''لوگوں میں اعلان کرادیں جس نے داؤد علیہ السلام کی گریہ زاری سے مستفید ہونا ہے' وہ جنگل کی طرف نکل جائے۔''

چنانچہ ہزار ہا لوگ اپنے گھروں سے اور لاکھوں پرندے اپنے گھونسلوں سے اور لاتعداد وحشی درندے چرندے اپنے اپنے ٹھکانوں سے نکل کر وہاں جمع ہو جاتے جہاں حضرت داؤد علیہ السلام گریہ کناں ہوتے۔

جب آپ حمدِ الٰہی سے آغاز کرتے تو تمام حاضر مخلوق میں آہ و فغاں کا شور بلند ہو جاتا پھر جنت اور جہنم کا تذکرہ کرتے تو ہر قسم کے جانور خوب روتے اور پھر آپ محبتِ الٰہی اور آتش شوق میں اس طرح گریہ زاری کرتے کہ خوف و ہراس سے چاروں طرف موت کا پہرہ لگ جاتا۔ بکثرت تڑپ تڑپ کر جان دے دیتے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام عرض کرتے ''یا حضرت! گریہ زاری سے رُک جایئے بہت سی خلقت تو مر چکی ہے اور اکثریت جان بلب ہے۔'' پھر اعلان کراتے ''لوگو! اپنے اپنے فوت شدہ آدمیوں کو لے جاؤ۔'' یہاں تک کہ ایک مجلس میں تیس سے چالیس ہزار تک لوگ انتقال کر جاتے۔ ایسے موقع پر حضرت کی کنیزیں آپ کو تھامے رکھتی تھیں۔ مبادا کہ خوفِ الٰہی سے آپ کے اعضاء الگ الگ نہ ہو جائیں۔

☆.....حضرت یحییٰ علیہ السلام جو حضرت زکریا علیہ السلام کے فرزند ارجمند ہیں' لڑکپن ہی میں عبادت و ریاضت سے مانوس ہو چکے تھے یہاں تک کہ آپ بیت المقدس جا پہنچے' ان کے ہم عمر ساتھی کھیل کود کے لیے اپنی طرف بلاتے تو آپ جواباً فرماتے ''میں کھیل کود کے لیے پیدا نہیں ہوا۔''

جب پندرہ سال کی عمر میں لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے جنگل کی راہ لی' ایک دن آپ کے والد ماجد حضرت زکریا علیہ السلام آپ کی تلاش میں جنگل کی طرف گئے تو دیکھا ان کے فرزند دلبند تو پانی میں کھڑے ہیں' پیاس کے باعث جان ہلکان ہو رہی ہے' رو رو کر عرض گزار ہیں کہ ''یا الہ العالمین! تجھے اپنے عزت و جلال کی قسم! جب تک مجھے یہ نہ پتہ چلے کہ میرا تیری بارگاہ میں کیا مقام ہے' اس وقت تک پانی نہیں پیوں گا مگر آنسو ایسے ہی بہتے رہیں گے' یوں ہی انبیاء کرام علیہم السلام کے احوال و آثار میں ایسی بہت سی حکایات پائی جاتی ہیں۔

marfat.com

حکایاتِ صحابہ کرام' اولیائے عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

☆.....حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر طرح کی عظمت وشان کے باوجود جب کسی پرندے کو دیکھتے تو بڑی حسرت سے کہتے ''کاش کہ میں تیری مثل پرندہ ہوتا۔''

☆.....حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے ''کیا ہی اچھا ہوتا کہ مجھے درخت بنایا ہوتا۔''

☆.....حضرت اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتیں ''کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں بے نام ونشان ہوتی۔''

☆.....حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کریم پڑھتے تو غشی طاری ہو جاتی کئی کئی دن لوگ آپ کی عیادت کے لیے آتے رہتے۔ گریہ زاری کی کثرت کے باعث آپ کے رخسار پر بہنے والے آنسوؤں سے دھاریاں پڑ چکی تھیں اور زبان سے پکارتے ''کاش کہ میں پیدا ہی نہ ہوتا۔'' ایک دن گلی سے گزر رہے تھے کہ:

ان عذاب ربک لواقع. (الطور:۵) ''بے شک تیرے رب کا عذاب لازماً ہوگا۔''

فوراً اونٹ سے نیچے اُترے دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے مگر مارے خوف کے کمزوری کا غلبہ ہوا اور وہیں گر پڑے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جلدی سے آئے اور اُٹھا کر گھر پہنچایا۔ ایک ماہ بیمار رہے مگر کسی کو پتہ نہ چل سکا' بیماری کیا تھی اور کیوں؟

☆.....حضرت علی بن حسین امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وضو کرتے تو چہرے پر زردی چھا جاتی جب کوئی اس خوف کا سبب دریافت کرتا تو فرماتے ''تجھے معلوم نہیں کہ میں کس صاحبِ جلال کی بارگاہ میں کھڑے ہونے والا ہوں؟''

☆.....حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کریم سننے کی تاب نہ لاتے۔ ایک دن جسے ان کی اس کیفیت کا علم نہ تھا' اس نے آپ کے پاس یہ آیت تلاوت کردی:

یحشر المتقین الیٰ الرحمٰن وفدا ونسوق المجرمین الیٰ جھنم وردا. (المریم:۸۵) ''جس دن متقین کو رحمٰن کی بارگاہ میں جمع کریں گے اور مجرمین کو دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا تو پکارنے لگے میں کہاں کا متقی ہوں' میں کہاں کا متقی۔ میں تو مجرمین سے ہوں۔''

کہنے لگے ''ایک بار پھر اس آیت کو سنایئے۔'' اس شخص نے جیسے ہی دوبارہ پڑھا تو آپ نے ایک نعرہ مارا اور وصال فرما گئے۔

marfat.com

☆.....حضرت حاتم اصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''خوبصورت مکان پر نہ اتراؤ کیونکہ جنت سے بڑھ کر تو خوبصورت اور کوئی جگہ نہیں ہوسکتی مگر حضرت آدم علیہ السلام نے وہاں سے کیا پایا؟ عبادت کی کثرت پر بھی نہ پھولو کیونکہ شیطان کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ ہزاروں برس کی عبادت ایک لمحہ میں برباد گئی۔''

عالم وفاضل ہونے پر بھی غرور نہ کرو کیونکہ بلعم باعور کا علم کوئی کم نہ تھا۔ اس نے تو اسم اعظم تک کو پالیا تھا اور پھر اس کا جو حشر ہوا' قرآن کریم میں اس طرح آیا ہے: **فمثله كمثل الكلب ان تحمل عليه يلهث او تتركه يلهث.** (الاعراف:۱۷۶) ''پس اس کی مثال تو کتے کی سی ہے' اس پر بوجھ رکھو یا نہ رکھو وہ ہانپتا ہی رہتا ہے۔''

اولیائے کرام اور اللہ کے نیک بندوں کی صحبت وزیارت پر بھی نہیں پھولنا چاہیے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی بار دیکھا مگر ایمان کی دولت نہ پاسکے۔

☆.....حضرت عطا سلمیٰ علیہ الرحمۃ پر بھی خوف طاری رہتا۔ یہاں تک کہ چالیس سال تک قہقہہ لگانا تو کجا مسکراہٹ تک کی خبر نہیں۔ آسمان کی طرف کبھی نہ دیکھا ایک بار نگاہ پڑی تو ہوش قائم نہ رکھ سکے اور گر پڑے اور آپ کی یہ عادت بن چکی تھی کہ اپنے آپ کو رات کے وقت ٹٹولتے رہتے' کہیں کوئی عضو مفلوج نہیں ہوگیا اگر لوگ کسی ابتلاء وآزمائش سے دوچار ہوتے تو پکارتے یہ سبھی کچھ میری ہی نحوست کے باعث ہے۔ میرے اعمال کی شامت اور بدبختی کا وبال زمانے پر ٹوٹ پڑا اگر میں مرجاؤں تو لوگ اس عذاب سے تو نجات پائیں۔''

☆.....حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے ''میں یومیہ اپنی ناک کو دیکھتا ہوں۔ کیا میں اپنے اعمال کے باعث روسیاہ تو نہیں ہوگیا۔''

☆.....حضرت احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ''میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ''الٰہی! خوف کا ایک دروازہ مجھ پر بھی کھول دے۔'' چنانچہ میری دعا قبول ہوگئی مگر اب مجھ پر خوف طاری رہتا ہے کہ کہیں میں دیوانہ ہی نہ بن جاؤں۔ میری عقل ماؤف نہ ہوجائے۔ پس میں نے پھر دعا کی ''الٰہی! اس دروازے کو میری استطاعت کے مطابق کھلا فرما۔'' تب مجھے سکونِ قلب نصیب ہوا۔''

☆.....کوئی عابد زاروزار رورہا تھا۔ لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا۔ وہ بولا ''میں میدانِ حشر کی اس آواز کے تصور سے رورہا ہوں کہ ''لوگو! چلو ہر ایک کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جانے والا ہے۔''

☆.....حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا ''تمہارا کیا حال ہے؟'' جواباً کہنے لگے ''اس شخص جیسا جس کی کشتی دریا کے درمیان جاکر ٹوٹ جائے' تختے بکھر جائیں اور ہر شخص بچکولے کھاتے تختوں پر نظر آئے تو اس کا کیا حال ہوگا؟'' وہ بولا ''بے حد پریشان کن'' فرمایا ''میرا بھی یہی حال ہے۔''

نیز ایک حدیث بیان کرتے ہوئے کہنے لگے ''ہزار سال بعد دوزخ سے ایک شخص کو نکال کر بہشت میں لے جایا جائے گا۔ کیا ہی اچھا ہو کہ وہ میں ہی نکلوں۔'' یہ آرزو انہوں نے اس بنا پر کہی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بے حد خوفزدہ رہتے تھے۔

☆.....حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیز صبح بیدار ہوتے ہی کہنے لگی ''امیر المومنین! آج رات میں نے ایک عجیب سا

marfat.com

خواب دیکھا ہے۔'' فرمایا ''جلدی بیان کرو۔'' وہ بولی ''میں دیکھ رہی ہوں کہ جہنم کو بھڑکایا جا رہا ہے پھر پل صراط کو اس پر رکھ دیا گیا ہے۔ اتنے میں فرشتے خلفاء کو لیے وہاں پہنچے سب سے پہلے خلیفہ عبدالملک بن مروان کو لائے اور حکم دیا ''پل صراط پر چلو۔'' وہ چلا اور تھوڑی سی دُور ہی گیا تھا کہ دوزخ میں جا گرا۔''

آپ نے فرمایا ''جلدی بولو! بعد میں کیا ہوا؟'' وہ کہنے لگی ''پھر ولید بن عبداللہ کو لایا گیا' اسے بھی پل صراط پر چلنے کا حکم ہوا' وہ تھوڑی دُور ہی گیا تھا کہ دوزخ میں گر رہا۔'' فرمانے لگے ''پھر کیا ہوا؟ جلدی بتایئے۔'' وہ کہنے لگی ''پھر سلمان بن عبدالملک کو حاضر کیا گیا اور اس کا بھی وہی حشر ہوا جو ان دونوں کا ہو چکا تھا۔'' آپ کہنے لگے ''ذرا جلدی خواب ختم کرو!'' وہ کہنے لگی ''پھر آپ کو لایا گیا'' ابھی وہ یہ بات پوری بھی نہ کر پائی تھی کہ آپ نے زور سے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

کنیز نے شور مچا دیا۔ وہ پکار رہی تھی ''واللہ! آپ محفوظ رہے اور سلامتی کے ساتھ پل صراط کو پار کر گئے۔'' وہ شور مچا رہی تھی مگر آپ ماہی بے آب یا مرغ بسمل کی طرح تڑپتے رہے اور ہاتھ پاؤں بے تابی کے عالم میں زمین پر مارتے رہے۔

☆.....حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار ایسے دل گرفتہ ہوئے کہ کئی سال تک انہیں ہنسی تک نہ آئی۔ لوگ انہیں ایسے دیکھتے جیسے کوئی قید تنہائی میں ہے اور اسے سزائے موت سنائی جانے والی ہے۔ جب ان سے اس غم و حزن کا سبب دریافت کیا گیا کہ ''آپ اتنی عبادت' ریاضت' مجاہدہ کے اس قدر کیوں متفکر رہتے ہو؟'' فرمایا ''مجھے ہر وقت یہ خدشہ لاحق رہتا ہے کہیں مجھ سے ایسا کام ظہور پذیر نہ ہو جائے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو۔'' اور فرماتے ''جو چاہو کرو مگر میری رحمت تیرے شامل حال نہیں ہوگی۔ یہی سبب ہے کہ میں اپنی جان کو پگھلا رہا ہوں۔''

ایسی بکثرت حکایات پیش کی جا سکتی تھیں مگر عبرت اور سبق کے لیے تو یہی کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔

(آمین)

فصل

ممکن ہے یہاں کوئی سوال کر دے کہ جب خوف و رجا کے فضائل میں بکثرت احادیث پائی جاتی تھیں تو پھر ان میں سے افضل کون؟ پس یاد رکھنا چاہیے کہ خوف اور رجا دوائیں' ایک دوا کو دوسری پر فوقیت نہیں دی جا سکتی البتہ دیکھنا یہ چاہیے کہ ان دونوں میں سے بیماری کے لیے زیادہ مفید کون ہے؟

نیز خوف و رجا کا تعلق صفات ناقصہ سے ہے۔ صفاتِ کاملہ سے نہیں یہاں تک کہ اپنے آغاز و انجام کا بھی خیال نہ رکھا جائے۔ وقت کی بجائے اللہ رب العزت پر نظر رکھے' اس لیے کہ تمام تر توجہ خوف و رجا پر ہی مرتکز ہو جائے گی تو یہی چیزیں اس کے لیے باعثِ حجاب ہوں گی۔ گویہ حالت کم ہی پیدا ہوتی ہے۔

پس جس کی موت قریب ہو' اسے رجا کو بھی غالب رکھنا چاہیے۔ رجا سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے جو بھی شخص اس دارِ فانی سے دارِ بقاء

marfat.com

کی طرف جا رہا ہے تو اسے چاہیے اپنے دل میں حبِ خدا اور رسول کے ساتھ جائے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شرف پائے۔ اس لیے کہ اصل لطف تو محبوب سے ملاقات ہی ہے اور جو غافلین میں سے ہو اسے اپنی ذات پر خوف کو غالب کرے اس لیے اسے رجا کا غلبہ زہر قاتل ہے اور اگر وہ اہلِ تقویٰ میں سے ہے تو وہ مہذب و شائستہ ہوگا۔ اس وقت خوف اور رجا و اعتدال پر رہنا چاہیے۔

البتہ جب اطاعت و عبادت میں مصروف ہو تو رجا کا غلبہ لازم ہے۔ مباح امور میں بھی خوف غالب ہونا چاہیے ورنہ مباح ہونے کے باوجود اس کا فعل گناہ میں بدل سکتا ہے۔ پس خوف و رجا کی حیثیت دواؤں جیسی ہے کیونکہ ادویات کی خاصیت اشخاص کے احوال پر منحصر ہے۔ ان کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ ادویات میں بھی تبدیلی رونما ہوتی رہتی ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اس سوال کا کوئی ٹھوس اور حتمی جواب نہیں ہے۔ اس لیے کہ اصل تو اسی کو معلوم ہے۔ (واللہ تعالیٰ وحبیبہ الاعلیٰ اعلم)

اصل نمبر ۴

فقر و زہد

واضح ہو کہ ہم قبل ازیں عنوان مسلمانی کے تحت رقم کر چکے ہیں کہ دینداری کا دارومدار چار چیزوں پر موقوف ہے:

(۱) معرفتِ نفس

(۲) معرفتِ حق

(۳) معرفتِ دنیا

(۴) معرفتِ آخرت

ان میں دو تو ترک کے قابل ہیں اور دو مطلوب ہیں۔ طلب حق کے لیے نفس کو چھوڑنا اور حصولِ آخرت کے لیے دنیائے فانی سے کنارہ کشی کرنا جس کے لیے توبہ، خوف اور صبر کی حاجت ہے، حبِ دنیا مہلکات میں داخل ہے۔ جس کا علاج بتا چکے ہیں۔ دنیا سے بیزاری اور دست برداری منجیات میں سے ہے۔ اسی کو فقر و زہد سے موسوم کرتے ہیں یہاں پر اسی کی تشریح کی جا رہی ہے۔ لہٰذا اوّلین سطح پر فقر و زہد کی حقیقت اور اس کی فضیلت کو معلوم کرنا لازمی ہے۔

حقیقت فقر و زہد:

واضح ہو کہ فقیر اسے کہتے ہیں جو ذاتی ضروریات کا محتاج ہو اور انسان کو سب سے پہلے اپنی ذات کی حاجت ہوتی ہے، بعد میں اپنی بقاء اور ثبات کے لیے غذا، مال و دولت اور بہت ہی اشیا کی ضرورت جبکہ ان تمام اشیاء میں اس کے اپنے پاس کچھ بھی موجود نہیں تو وہ محتاج ہے۔ محتاج کی ضد، غنی ہے۔ جو اپنے علاوہ دوسروں سے بے نیاز ہوتا ہے اور وہ صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک ہی کی ذات ستودہ صفات ہے۔ دوسری جملہ مخلوق جن، فرشتے، انسان، شیطان سب کی ہستی کا قیام ان کی ذات سے نہیں۔ پس درحقیقت تمام مخلوق فقیر اور محتاج ہے جیسے ارشادِ

marfat.com

باری تعالیٰ ہے: **اللہ غنی و انتم الفقراء.** (المحمد: ۳۸) ''اللہ غنی ہے اور تم سبھی فقیر ہو۔''

☆.....حضرت عیسیٰ علیہ السلام فقیر کا معنی کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں: **اصحبت مرتهنا بعلمی والامر بید غیری فلا فقیراً.** افقر منی میں اپنے عمل کے ہاتھ رہن ہوں اور میرا کام دوسرے کے اختیار میں ہے اور پھر ایسا کون فقیر ہے جو مجھ سے بڑھ کر ہو۔

وربک الغنی ذو الرحمة ان یشاء یذهبکم و یستخلف من بعدکم مالیشاء ''تیرا رب غنی ہے' رحمت کرنے والا اگر وہ چاہے تو سبھی کو ہلاک کر ڈالے چاہے کسی اور قوم کو پیدا فرما دے۔''

پس واضح ہوا کہ سبھی لوگ فقیر اور محتاج ہیں لیکن علمائے تصوف کی اصطلاح میں فقیر کا اطلاق اس پر ہوگا جو از خود محتاجی اور بے چارگی کی صفت سے موصوف ہو اور یہ سمجھے کہ وہ سراسر محتاج ہے۔ دنیا اور آخرت میں اس کے وجود کا بھی اسے اختیار نہیں کہ وہ اپنے آپ کو باقی رکھ سکے مگر بہت بے وقوف اور احمق کہتے ہیں کہ فقیر تو بس اسے ہی سمجھنا چاہیے جو طاعت و عبادت سے بے نیاز ہو جائے اس لیے کہ جب اطاعت کرے گا تو ثواب کی امید رکھے گا جب ثواب عطا ہوگا تو پھر ایک چیز تو پاس ہوگی۔ لہٰذا جب ثواب ایسی چیز پاس ہوگی تو فقیر نہیں کہا جا سکتا۔ ایسا تصور محض بکواس ہے' بے دینی اور الحاد و زندیقی کی جڑ ہے۔ یہ بیج ان کے دلوں میں شیطان بوتا ہے۔ شیطان ان احمقوں کو جو عقل مندی کا دعویٰ رکھتے ہیں' دھوکے اور فریب دہی سے برے کو اچھا اور اچھے کو برا دکھاتا ہے اور پھر وسواس میں ڈالتا ہے تو احمق اس کے قرب میں اسے فراست و دانائی تصور کرتا ہے اسے یوں سمجھئے جو کہتا ہے جسے خدا مل گیا' اسے سب کچھ حاصل ہو گیا۔ اب اسے دنیا سے کنارہ کش رہنا چاہیے تاکہ اسے فقیر کہا جا سکے۔ حالانکہ فقیر تو ہے ہی وہی جو عبادت و اطاعتِ الٰہی بجا لائے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں ''طاعت و بندگی میرا مال نہیں اور نہ ہی ان پر میرا اختیار ہے۔ بس میں تو اپنا کام سرانجام دے رہا ہوں۔''

القصہ اس مقام پر فقر کے دو معنی ہیں جو اصطلاح صوفیہ میں معروف ہیں۔ اس مقام پر ہمارا مقصود جملہ اشیاء میں انسان کی محتاجی کا بیان نہیں بلکہ یہاں تو مال کی فقیری اور محتاجی کا بیان کریں گے کیونکہ انسان کو اپنی ہزاروں ضروریات کے لیے مال کی محتاجی رہتی ہے اور مال پاس نہ ہونے کا باعث یا تو یہ ہوگا کہ آدمی نے قصداً اس سے دست برداری اختیار کر رکھی ہے یا اسے حاصل ہی نہیں ہوتا اگر کوئی مال کو عمداً ترک کر دے تو اسے زہد سے موسوم کرتے ہیں اور اگر اسے مال میسر ہی نہ ہو تو فقیر کہلاتا ہے۔

فضیلت درویشی:

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **للفقراء المهاجرین** ''اس میں فقر کو ہجرت سے مقدم رکھا۔''

رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ محتاج تنگ دست کو دوست رکھتا ہے۔'' نیز فرمایا ''بلال ہمت کر و اس بات کی کہ جب تم اس دنیا سے جاؤ تو درویشی کی حالت میں جانا نہ کہ امیری میں۔'' مزید ارشاد ہوا ''میری اُمت کے درویش' امیروں سے پانچ سو سال قبل جنت میں جائیں گے۔ (ظاہر ہے امیروں' وزیروں کے گوشوارے کھلے ہوں گے احتساب اتنا طویل ہوگا کہ وہ اسی میں اُلجھے رہیں گے جبکہ درویش خالی ہاتھ خراماں خراماں عازم جنت ہوں گے جیسے دنیوی حکمران احتساب کرتے کرتے سالہا سال گزار دیتے ہیں۔ پہلے لوگوں کا احتساب کر نہیں پاتے کہ انقلاب ظہور پذیر ہو جاتا ہے اور پھر وہ بھی احتساب کے زمرے میں شامل ہو جاتے ہیں جبکہ

marfat.com

غرباء اور محتاج ان کی اس حالت زار پر خوش ہوتے ہیں۔ (تابش قصوری)

بعض روایات میں چالیس سال کا ذکر ہے۔ ممکن ہے جہاں چالیس سال کا بیان ہے وہاں حریص درویش مراد ہو اور جہاں پانچ صد سال کا ذکر ہے وہاں قانع درویش ہو۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "میری اُمت کے بہترین لوگ فقیر ہیں اور جو نہایت تیزی اور خوشی سے جنت کی سیر کرتے ہوں گے۔ میرے وہ اُمتی ہوں گے جو کمزور اور ضعیف ہیں۔"

☆.....سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میرے سامنے دو پیشے ہیں جس نے ان دونوں کو اپنایا اس نے مجھے دوست رکھا۔ ایک درویشی اور دوسرا جہاد ہے۔

☆.....ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا "اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے "میرے محبوب! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اگر آپ پسند کریں تو ہم روئے زمین کے تمام پہاڑوں کو سونا بنا دیں جہاں کہیں آپ کی مرضی ہوگی تمہارے ساتھ چلا کریں گے۔"

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جبرائیل! (علیہ السلام) دنیا تو مسافر خانہ ہے اور مال بے مال کا ہے دنیا میں مال و دولت اکٹھی کرنا تو احمقوں کا شیوا ہے۔" تب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

یثبتک اللہ بالقول الثابت

"اللہ تعالیٰ آپ کو اس بات پر ثابت قدمی عطا فرمائے۔"

☆.....حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک سوئے ہوئے شخص سے ہوا۔ آپ نے فرمایا "اللہ کے بندے! جاگ اور اللہ تعالیٰ کی یاد قائم کر۔" وہ بولا "اب مجھے کس بات کی تکلیف دی جا رہی ہے جبکہ میں دنیا کو دنیا والوں کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔" یہ سنتے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "اچھا پھر سکون سے آرام کر۔"

☆.....حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک شخص پر گزر ہوا جو ایک اینٹ پر سر رکھے سو رہا تھا۔ آپ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا "یا اللہ! یہ تیرا بندہ پائمال ہو رہا ہے اس کے پاس کوئی مال وغیرہ نہیں۔" آواز آئی "اے موسیٰ! (علیہ السلام) کیا تم نہیں جانتے کہ میں جس پر زیادہ مہربان ہوتا ہوں اس کو دنیا سے بالکل الگ کر دیتا ہوں۔"

☆.....حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں کوئی مہمان آیا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مہمان نوازی کے لیے کوئی چیز نہیں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا "خیبر کے فلاں یہودی کے پاس جاؤ اور میرے لیے تھوڑا سا آٹا بطورِ قرض لاؤ۔" میں گیا۔ یہودی نے قسم کھائی کہ "میں نہیں دوں گا تا آنکہ اس کے بدلے کوئی چیز گروی نہ رکھیں۔" میں نے آ کر صورتحال گوش گزار کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں آسمان و زمین میں امین ترین ہوں۔ میں اس کا قرضہ ضرور ادا کروں گا تاہم میری یہ زرہ بکتر لے جاؤ اور اسے گروی رکھ دو۔"

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ بکتر لے کر آٹا لے آیا۔ تب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی:

marfat.com

ولاتمدن عینیک الی مامتعنابه ازواجا منهم زهرة الحیوة الدنیا. (طہ:۱۳۱)

''آپ ان چیزوں کی طرف ہرگز آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھو کہ یہ تمام اشیاء ان کے حق میں تو بھلا دا ہیں۔''

☆..... حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ اے موسیٰ! (علیہ السلام) جب تمہارے پاس درویش آئے تو اس کا خیر مقدم کریں کیونکہ صالحین کا یہی شعار ہے۔''

☆..... نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ''مجھے جنت دکھائی گئی جہاں اکثریت غرباء ومساکین اور درویشوں کی تھی جبکہ جہنم دکھایا گیا تو وہ کثیر تعداد میں اغنیاء وامراء تھے۔'' نیز فرمایا ''میں نے جنت میں عورتوں کی کم تعداد دیکھی تو دریافت کیا ''ان کی اکثریت کہاں ہے؟'' بتایا گیا ''انہیں زیورات اور رنگین لباس نے گرفتار کر رکھا ہے۔'' **(شغلهن الاحمران الذهب والمزغفران)**

☆..... بیان کرتے ہیں کہ کسی نبی علیہ السلام کا دریا کے کنارے گزر ہوا' وہاں مچھیرے نے اللہ کا نام لے کر دریا میں جال پھینکا لیکن اس کے جال میں کوئی بھی مچھلی نہیں پھنستی پھر دوسرے مچھیرے کو دیکھا' اس نے شیطان کا نام لے کر جال دریا میں پھینک دیا جب باہر نکالا تو مچھلیوں سے بھرا ہوا تھا۔

یہ منظر دیکھ کر اللہ کے نبی نے عرض کیا ''الٰہی! یہ بھی تیری ہی قدرت کے کرشمے ہیں لیکن مجھے اس کی حکمت سے تو آگاہ فرمایئے۔'' تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا ''میرے اس نبی کو ان دونوں مچھیروں کی جگہ جنت اور جہنم دکھا دو۔'' چنانچہ جب دکھائی گئی تو اللہ کے نبی نے کہا ''اب مجھ پر حکمت واضح ہوگئی۔''

☆..... نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تم لوگ درویشوں سے محبت ودوستی اختیار کرو۔ ان پر احسان کرو اس لیے کہ ان کے راستے میں دولت رکھی گئی ہے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عرض گزار ہوئے ''کونسی دولت؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''قیامت میں درویشوں سے کہا جائے گا جس جس نے تمہیں کھانا کھلایا یا ایک گھونٹ پانی پلایا تھا' ان کے ہاتھ تھام لو اور جنت میں اپنے ساتھ لے جاؤ۔''

☆..... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جب لوگ مال جمع کرنے اور دنیا بنانے کی طرف کلی طور پر مگن ہو جائیں گے' اللہ تعالیٰ ان پر چار بلائیں نازل فرمائے گا:

(۱) قحط

(۲) بادشاہ کا ظلم

(۳) وکلاء کی خیانت

(۴) کفار کو قوت وطاقت اور شان وشوکت

(آج کل یہ چاروں بلائیں پوری طرح مسلط ہیں)

marfat.com

☆.....حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی ''میرے بیٹے! جسے تم پھٹے پرانے لباس میں دیکھو اسے حقیر مت جانو اس لیے کہ تیرا اور اس کا خدا ایک ہے۔''

☆.....حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''اگر تو دوزخ سے ایسے ڈرتا ہے جیسے درویشی سے تو دونوں سے بے فکر ہو جاؤ اور اگر تو بہشت کا ایسے ہی طالب ہے جیسے دنیا کا تو دونوں ہی تجھے نصیب ہوں گے اور باطنی طور پر تو اللہ تعالیٰ سے ایسے خوفزدہ رہتا ہے جیسے ظاہراً لوگوں کے ڈر سے تو پھر تیرے لیے دونوں جہانوں میں نیک اور سعید ہے۔''

☆.....کوئی آدمی حضرت ابراہیم بن ادھم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک ہزار درہم لیے حاضر ہوا اور نہایت منت وسماجت سے قبول کرنے کی خواہش کی لیکن حضرت نے وہ رقم نہ لی اور فرمایا ''میں نہیں چاہتا کہ یہ رقم لے کر اپنا نام درویشوں کی فہرست سے خارج کراؤں۔''

☆..... نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ''اگر تم چاہتی ہو کہ کل قیامت میں میری معیت حاصل رہے تو غرباء و درویشوں کی طرح زندگی بسر کرو اور مالداروں کی زندگی سے بچو۔ پیوند شدہ لباس پہننے میں خوشی محسوس کرو۔''

☆.....سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جسے اسلام کی دولت حاصل ہوئی اور بقدر ضرورت اسے روزی میسر آئے اور اسی پر وہ قناعت کرے تو وہ خوش نصیب ہے۔'' نیز فرمایا ''اے درویشو! درویشی پر خوش رہو تا کہ تمہیں فقر کا ثواب و مرتبہ حاصل ہو۔''

☆..... نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ہر چیز کی کنجی ہے اور بہشت کی کنجی صابر درویشوں کی محبت و دوستی ہے۔ اس لیے کہ وہ روزِ قیامت قربِ خداوندی کی نعمت سے سرفراز ہوں گے۔'' نیز فرمایا ''اللہ تعالیٰ کے ہاں امیر اور نیک ترین بندوں میں وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی عطا پر قناعت اختیار کرے۔ اسے جو ملا اسی پر راضی رہے۔'' نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''قیامت میں درویش اور امیر دونوں اس بات کی آرزو کریں گے'' کاش کہ ہم دنیا میں اپنی خوراک سے زیادہ کچھ بھی استعمال نہ کرتے۔''

marfat.com

فضیلتِ قناعت

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ''خوش نصیب ہے وہ شخص جسے اللہ رب العزت نے شاہراہ اسلام پر گامزن کیا اور پھر بقدر ضرورت اس کو مال عنایت کیا تو اس نے اس پہ قناعت اختیار کی'' اور فرمایا' اے درویشو! صداقت قلبی اور صبر و رضا کے ساتھ درویشی پہ قناعت اختیار کرو تا کہ تمہیں اس کا ثواب مل سکے ورنہ اس سے محروم رہو گے۔

☆ اشارہ

فقیر کو طمع اور لالچ سے پرہیز کرنا چاہئے۔ ورنہ یہ ضیاع اجر و ثواب سے محرومی کا باعث بنتا ہے۔ ویسے بعض دوسری احادیث میں ہے کہ اسے بھی ثواب ملتا ضرور ہے۔ (لیکن اوّل الذکر اولیٰ تر ہے)۔ یعنی حرص کی عدم موجودگی اجر و ثواب میں اضافے کا باعث بنتی ہے)

☆ جنت کی کنجی

☆ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ ''ہر چیز کی ایک کنجی ہے اور جنت کی کنجی صابر فقراء کی مصاحبت و دوستی ہے کیونکہ یہی لوگ روز حشر اللہ جل و شانہ کے قرب میں ہم نشین ہونگے''۔

اور فرمایا روز قیامت مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے دوست وہ درویش ہوتے ہیں جو حق تعالیٰ کی عطا پہ قناعت کرتے ہیں اور اس کی دی روزی پر صبر کرتے ہیں۔ مزید فرمایا کہ روز قیامت امیر غریب سب اسی حسرت ناتمام میں مبتلا ہونگے کہ کاش !! ارض دنیا پہ انہیں زائد از ضرورت کچھ ملا ہی نہ ہوتا۔

☆ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

☆ حضرت اسماعیل علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ مجھے تلاش کرنا چاہتے ہو تو شکستہ دلوں کے پاس تلاش کیا کرو۔ عرض کیا الہ العالمین وہ کون ہیں؟ ارشاد ہوا وہ درویش صاحب صبر و قناعت ہیں۔

فرمایا روز قیامت اعلان حق ہوگا کہ ''کدھر ہیں میرے وہ بندے جو ساری مخلوق میں سے خاص اور برگزیدہ ہیں؟ فرشتے عرض گزاریں گے الٰہی وہ کون ہیں؟ تو ارشاد ہوگا کہ وہ درویشان مسلم جو میری عطا پر ہمیشہ راضی رہے۔ سو ان سب کو جنت میں چھوڑ آؤ اور

marfat.com

وہ اسی وقت بہشت میں پہنچا دیئے جائیں گے جبکہ باقی مخلوق ابھی عمل حساب سے ہی گزر رہی ہوگی۔

☆ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خرابی ہے اس شخص کی عقل میں جو دنیا کے زیادہ ہونے پہ تو خوش ہوتا ہے لیکن سانسوں کی کمی پہ آزردہ نہیں ہوتا۔ سبحان اللہ یہ بھی کوئی بھلائی والی بات ہے کہ دنیا بڑھتی جائے اور عمر گھٹتی جائے۔

حکایت: ساگ اور روٹی؟

ایک شخص کا گزر عامر بن قیس کے قریب سے ہوا وہ ساگ روٹی تناول فرما رہے تھے اس آدمی نے پوچھا اے عامر جہان زندگانی میں کیا تم نے بس اسی پر اکتفا کر لیا؟ فرمایا۔ یہ کیا ہے میں نے تو ایسے لوگ بھی مشاہدہ کئے ہیں جو اس حقیر اور بدتر پر مجھ سے بھی زیادہ قناعت کئے ہوئے ہیں۔ اس نے پوچھا وہ کون لوگ تھے؟ فرمایا۔ وہ جو دنیا کو آخرت کے بدلے میں خرید لیتے ہیں اور اس سے بھی گھٹیا پر قانع ہو جاتے ہیں۔

☆ دشوار گزار گھاٹی؟

☆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایک دن مجلس میں لوگوں سے گفت وشنید میں مشغول تھے۔ دریں اثناء آپ کی زوجہ محترمہ تشریف لائیں اور فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو یہاں بیٹھے ہیں جبکہ گھر میں واللہ (بطور نان ونفقہ) کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اے عورت! میرے پیش نظر تو ایک انتہائی دشوار گزار گھاٹی ہے اور وہاں سے صرف وہی گزر سکتا ہے جو سبکبار و سبک رفتار ہو (دنیاوی مال و دولت کے حساب سے آزاد ہو) یہ سن کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ محترمہ شاداں وفرحاں گھر لوٹ گئیں۔

☆ فصل: یہ بات بھی مختلف فیہ ہے کہ فقیر صابر کا رتبہ افضل ہے یا تونگر شکر گزار کا؟ تو درست یہی ہے کہ درویش صابر ہی اعلیٰ ہے۔ روایات جو ہم پیش کر چکے ہیں اس حقیقت پہ دلالت کرتی ہیں۔ لیکن اگر تو اس کے راز سے آگاہی چاہتا ہے تو یاد رکھ کہ درحقیقت قابل مذمت وہی شے ہو جو رب تعالیٰ کے ذکر وفکر سے غافل کر دے اور اس کی یاد میں آڑے آئے۔ اب بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ درویشی و مفلسی ہی انہیں مانع آتی ہے اور بعض ایسے کہ تونگری ان کی راہ میں حائل ہو جاتی ہے۔ توضیحاً یوں کہا جا سکتا ہے کہ بقدر کفایت کا ہونا کچھ نہ ہونے سے بہتر ہے اس لئے کہ اتنی سی مقدار دنیا میں نہیں بلکہ توشہ آخرت میں شمار ہوتی ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی کہ یا الٰہی آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بقدر کفایت ہی قوت عطا فرما۔ بنابریں جو چیز اس سے اضافی ہو اس کا نہ ہونا بہتر ہے کیونکہ لالچی امیر وفقیر دونوں گرداب زر میں پھنسے ہوئے ہیں اور وہی ان کا من پسند مشغلہ ہوتا ہے البتہ فقیر کی صفات بشریہ شکستہ ہو جاتی ہیں کیونکہ غم (تشنگی) جو اسے دامن گیر ہوتا ہے۔ اور یوں اک نفرت سی دل میں جنم لیتی ہے۔ اور بندہ مومن کی یہ علامت خاص ہے کہ جس قدر دنیا سے محبت کم ہوگی حق تعالیٰ سے الفت بڑھے گی۔ جب دنیا اس کے لئے ایک قید خانہ ہی بن جائے تو بوقت مرگ بوجہ تشنگی اس کا دل دنیا کی طرف راغب نہ ہوگا۔

نشان مرد مومن با تو گویم چوں مرگ آید تبسم برلب اوست (اقبال)

امیر چونکہ اسے دنیا سے منعفت (عارضی) حاصل ہوتی ہے اس لئے جب دنیا کے باعث دنیا سے داغ مفارقت اور اس کے لئے

marfat.com

سوہان روح بن جاتی ہے۔ اور یہ ایک بڑا فرق بوقت مرگ امیر وفقیر میں پایا جاتا ہے یہی فرق عبادات مناجات کی بابت دونوں میں پایا جاتا ہے۔ کیونکہ (عبادات ہیں) جو لذت درویش کو حاصل ہوتی ہے وہ امیر وتونگر کو کہاں نصیب!!! تونگر تو زبانی ذاکر ہوتا اور اس کا ذکر جنبش ہونٹ کا شاخشانہ ہوتا ہے باطن سے اسے کیا تعلق؟

دل جب تک زخم خوردہ وشکستہ نہ ہو تب تک ذکر کی چاشنی باطن میں کہاں پیدا!

اسی طرح اگر درویش وامیر قانع رہیں تب بھی فضیلت میں درویش مقدم ہے۔ اگر صورت یہ ہو کہ درویش لالچی اور امیر قناعت پسند ہے یہاں تک کہ مال کے چھن جانے پر اسے افسوس نہ ہو اور وہ بدستور شکر گزار ہو تو یہی شکر وقناعت اس کی تزکیہ قلب کا باعث جائے تو بھی اس کا یہ تزکیہ فقیر کے تزکیہ کے قریب قریب ہی پہنچتی ہے۔ کیونکہ فقیر کا دل اگرچہ واپس ہی کیوں نہ ہو لیکن اس کا پانا درد دل کا باعث ہے۔

☆ دراصل خدا سے دوری اور نزدیکی کا انحصار اس چیز پر ہے۔ کہ وہ دنیا سے کس قدر محبت یا نفرت رکھتا ہے۔ اور اگر تو انگر ایسا ہو کہ مال کا ہونا نہ ہونا اس کے لئے برابر ہو اور خیال زر سے اس کا دل آزاد ہو۔ اور جو کچھ رکھے بھی تو حاجت خلق کیلئے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک ہی دن میں ایک لاکھ درم فی سبیل اللہ دے دیئے اور اپنے لئے کچھ نہ رکھا۔ حتیٰ کہ ایک درھم بھی جس سے کہ واسطے افطار گوشت ہی خریدتیں۔ تو یہ درجہ اولیٰ ہے کیونکہ امیروں کا بہتر سے بہتر کام یہی ہو سکتا ہے کہ صدقہ وخیرات دیتے رہیں۔

☆ شکوۂ درویشاں!

حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ درویشوں نے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عرضی بھیجی جس میں شکوہ کیا گیا کہ دین ودنیا کی نیکیاں تو امیروں کیلئے مقدر ہو گئیں کہ وہ (روپے پیسے کی بدولت) صدقہ دیں، زکوٰۃ دیں، حج کریں جبکہ باعث مفلسی ہم ان سے محروم ہوتا ہے۔ قاصد درویشاں کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سرکار دو عالم نے ان کی تو قیر وپذیرائی یہ فرماتے ہوئے کی کہ آ آ کہ تو ان کا پیامبر ہے جو مجھے بے حد محبوب ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے قاصد عزیزم کہہ دینا ان سے کہ جو بندہ رضائے الٰہی کو فقر ودرویشی پہ قانع ہو جائے اس کیلئے تین ایسے مراتب خاص ہیں کہ شاہوں کو بھی نصیب نہیں۔

۱۔ فقراء امراء سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

۲۔ ان (فقراء) کیلئے جنت میں ایسے کوکل ہیں کہ جنہیں خود اہل جنت اسے دیکھا کریں گے جیسے کہ اہل زمین آسمان کے ستاروں کو اور وہ مقام صرف انہی کا مقدر ہے جو پیغمبر درویش مومن درویش یا شہید درویش ہونگے۔

۳۔ جب کہ فقیر ایک مرتبہ سبحان اللہ والحمد اللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہتا اور ایک امیر بھی یہی کہتا ہے اور اس کے ساتھ دس ہزار دینار صدقہ بھی دے تو بھی وہ فقیر کے درجہ ثواب کو نہیں پہنچ سکتا۔

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات جب فقراء تک پہنچے تو سب بولے ہم خوش ہوئے بانصیب ہوئے۔

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے خدا کا ذکر وہ تخم خیز ہے جو اس قلب عظیم پہ اثر دکھاتا ہے جو غم جہاں سے بیگانہ ہو اور از زردگی کی دولت سے بہرہ مند ہو ورنہ کسی امیر کے پر مسرت دل سے تو یہ چکنے پتھر سے پانی کی مانند پھسلتا ہے۔ پس جب ہر نیکی

marfat.com

درجے کا انحصار قربت حق ذکر و فکر اور اس محبت پر ہے جو کہ اس دل میں پیدا ہوتی ہے جو تمام اشیاء کی محبت سے آزاد ہو اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ امیر کا دل دنیا سے فارغ ہو ہی نہیں سکتا تو پھر امراء اور فقراء کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ ممکن ہے کسی امیر کے دل میں یہ خیال جاگزیں ہو جائے کہ میں تو مال کے درمیان ہوتے ہوئے بھی مال کی فکر و محبت سے آزاد ہوں۔ (تو میرا اجر و ثواب کیا کہنے) تو یہ غرور و گمان کے سوا کچھ نہیں ایسا تبھی ممکن ہے جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال کو زندہ کیا جائے کہ انہوں نے ایک لاکھ درھم کو دانے برابر بھی نہ جانا اور اسی وقت راہ حق میں خرچ کر دیئے اور پھر قابل تفکر ہے یہ نکتہ کہ اگر کثرت مال اور فراغت دل کو اکٹھا کیا جا سکتا تو پیغمبروں کو اس سے گریز کی کیا پڑی تھی؟ اور وہ کیوں دوسروں کو اس سے (مال و دنیا) دوری کی نصیحت کرتے رہے۔

☆ دنیا سے دوری

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب دنیا نے اپنے آپ کو پیش کیا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مجھ سے دور رہ! مجھ سے دور رہ!

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے کہ دنیا والوں کے مال و زر کو (آرزو سے) مت دیکھا کرو کہیں اس کی جھلک حلاوت ایمان ہی نہ چھین لے کیونکہ اس کی چمک دمک سے دل میں ایک حلاوت پیدا ہوتی ہے جو کہ دل میں موجود ذکر کی حلاوت کو نقصان دیتی ہے۔ کیونکہ دو محبتیں ایک دل میں یکجا نہیں ہو پاتیں اور اس عالم ظاہری میں بھی دو ہی چیزیں پائی جاتی ہیں یعنی حق اور غیر حق۔ چنانچہ اگر دل حق سے وابستہ ہوگا تو غیر حق سے جدا ہوگا اور اگر غیر حق کی چاہت اور وابستگی اس میں پائی جائے گی تو حق سے دوری ہوتی جائے گی۔

☆ آہِ آرزوئے ناتمام!

حضرت ابو سلمان درانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کسی غریب کا کسی ایسی شے کی آرزو میں ٹھنڈی آہ بھرنا جس کے حصول سے وہ عاجز ہو ایک امیر کی ہزار سالہ عبادت سے افضل ہے۔

دعائے مفلس؟ ☆ حکایت

☆ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی آدمی نے درخواست کی کہ "میرے حق میں دعا فرمایئے۔ کیونکہ میں عیالدار ہوں اور مفلس و نادار ہوں" فرمایا اے بندہ خدا جب تیرے بیوی بچے کہیں کہ روٹی نہیں ہے اور گھر میں آٹا بھی نہیں اور تو یہ سب انہیں مہیا نہ کر سکے اور کرب کی شدت سے بے بسی کے بادل تیرے دل پر چھا جائیں تو اس وقت میرے حق میں تو دعا کرنا کہ اس وقت تیری دعا میری دعا سے بدرجہا افضل ہوگی"

☆ آداب درویشی

☆ یہ جاننا ضروری ہے کہ آداب درویشی میں سے افضل ترین ادب یہ ہے کہ باطن میں راضی برضائے الٰہی رہے اور زباں شکوہ کناں نہ ہو رہی۔ بات باطن کی تو اس میں درویش کی تین حالتیں ہیں۔

marfat.com

۱- درویشی پہ شاکر اور شاداں وفرحاں ہو اور جانتا ہو کہ درویشی حق تعالیٰ کی وہ عنایت وبخشش خاص ہے جو اس کے دوستوں کی لئے مخصوص ہے۔

۲- اگر درویشی سے خوش نہ ہو تو آزردہ وناراض بھی نہ ہو کہ درویشی کو پسند نہ کرتا ہو اور اس سے کراہت کرتا ہو۔ (پھر بھی افسردگی ظاہر نہ کرے) جسے کہ کوئی بندہ غصہ کھلوائے اور اسے پیچھے بھی تکلیف دہ محسوس ہوں لیکن حجام سے نفرت نہ کرے تو یہ بھی بڑی بات ہے۔

۳- بوجہ درویشی حق تعالیٰ سے رنجیدگی حرام اور ثواب فقر کے ضیاع کا باعث بنتی ہے کیونکہ یہ عقیدہ واجب ہے کہ اللہ رب العزت کرتا ہے اسے وہی کرنا چاہئے اور اس کے کاموں سے کراہت یا انکار کی جرأت کسی کا حق نہیں۔

☆ اور اسی طرح بردباری اور تحمل کے ساتھ حرف شکایت زباں پہ آنے نہ پائے۔

☆ درویشی سعادت بھی شقاوت بھی!

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ درویشی کبھی موجب عتاب الٰہی بھی بنتی ہے ایسے درویش کی نشانی یہ ہے کہ وہ قضائے الٰہی پہ جھنجھلاتا ہے، خفگی وناراضگی کا اظہار کرتا ہے اور کبھی یہی درویشی سعادت کا سبب بنتی ہے اور ایسے درویش کی پہچان یہ ہے کہ وہ نیک خوئی اور شکر گزاری سے وابستہ ہوتا ہے۔

☆ حدیث شریف میں ہے اپنی درویشی محتاجی پوشیدہ رکھنا بھی ایک خزانہ ہے اور ایسی درویشی کے آداب یہ ہیں کہ۔

۱- درویش امراء سے پرہیز کرتا ہے۔

۲- امراء کے سامنے عاجز نہیں ہوتا۔

۳- ان کی خوشامد سے باز رہتا ہے۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ کسی امیر کے ہاں بار بار چکر کاٹتا فقیر ریاکار ہے اور اگر بادشاہ کے پیچھے آگے رہے تو چور ہے۔ ادب تو یہ کہ اکثر وبیشتر جہاں تک ممکن ہو کچھ نہ کچھ اپنے سے بچا کر صدقہ کر دیا کرے۔

ایک درہم سے ایک لاکھ درھم

حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی درہم ایک لاکھ کے برابر ہو جاتا ہے بلکہ اس سے بھی افضل تر ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض حضور وہ کب؟ فرمایا۔ اگر کسی کے پاس دو درھم سے زیادہ کچھ نہ ہو اور وہ ان میں سے ایک راہ حق میں دے دے تو یہ لاکھوں کروڑوں سے افضل تر ہے۔

☆ آداب عطیہ، ہدیہ اور نذرانہ

۱- مشتبہ ومشکوک مال سے پرہیز کرے۔

۲- زائد از ضرورت قبول نہ کرے۔ البتہ خدمات درویشاں کے واسطے ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

marfat.com

۳- اگر کوئی درویش ظاہری طور پر لے اور بالا ہی بالا راہ حق میں دے ڈالے تو یہ صدیقین کا درجہ ہے اگر ایسی توفیق نصیب نہ ہو تو قبول نہ کرے تا کہ مالک خود ہی حقداروں کو تقسیم کر دے۔

۴- دینے والے کی نیت کو بھی معلوم کر لے کیونکہ دینے والا مندرجہ ذیل احوال سے خالی نہیں۔

۱-ہدیہ کی نیت سے۔

۲-صدقہ کی نیت سے۔

۳-ریاکاری کی نیت سے ان میں سے جو چیز بطور ہدیہ ہو وہ قبول کر لینا سنت ہے۔ بشرطیکہ احسان سے مبرا ہو۔

اگر یہ معلوم ہو کہ وہ چیز جزوی طور پر بطور سنت ہے اور جزوی طور پر بغیر احسان کے ہے تو جس میں احسان نہ ہو اسے قبول کر لینا چاہئے۔

☆ مثال: ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گھی، پنیر اور بکرا لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے بکرا واپس کر دیا اور باقی چیزیں قبول فرمالیں۔

☆ حضرت فتح موصلی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک شخص پچاس ہزار درہم لیکر حاضر ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ از روئے حدیث جس شخص کو بلا سوال کچھ دیا جائے اور وہ رد کر دے تو گویا اس نے خدا کے دین کو رد کیا یہ فرما کر ایک درھم اٹھالیا اور باقی واپس کر دیئے۔

☆ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اسی حدیث کا حوالہ دیا کرتے تھے لیکن ایک دن ایک شخص سونے چاندی سے بھری ہوئی ایک تھیلی اور بہت سے نفیس اور رنگین کپڑے لیکر حاضر ہوا انہوں نے قبول نہ کئے اور فرمایا جو شخص مجلس رکھتا ہے اور لوگوں سے چیزیں بھی قبول کرتا ہے وہ قیامت کے دن حق تعالیٰ کو دیکھے گا لیکن حق تعالیٰ کے پاس اس کا کچھ حصہ نہ ہوگا اور یہ جو انہوں نے قبول نہ کیا اس لئے نہ کیا ہوگا کہ مجلس سے ان کی نیت ثواب آخرت حاصل کرنے کی ہوگی اور یہ بھی سمجھ لیا ہوگا کہ دینے والا درحقیقت وہ عطیہ دے ہی مجلس کیلئے دیا ہے۔ لہٰذا اپنے اخلاص کو بچانا چاہا ہوگا۔

☆ حکایت: ایک شخص اپنے دوست کیلئے کوئی چیز (بطور تحفہ) لایا۔ دوست نے کہا یہاں رکھ دو اور پہلے یہ بتاؤ کہ کیا اس کے قبول کرنے سے میری قدر تمہارے دل میں زیادہ ہو جائے گی؟ کیونکہ صرف یہی صورت اس کے قبول کرنے کی میرے نزدیک ہو سکتی ہے۔

☆ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی سے کوئی چیز نہیں لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ دینے والا کسی سے کہے گا نہیں تو میں لے بھی لیتا! مطلب یہ کہ دینے کے بعد یہ شیخیاں بگھارتا پھرے گا اور احسان میرے سر پہ دھرے گا۔

☆ ایک بزرگ کا معمول تھا کہ اپنے خاص دوستوں کی چیز رد نہ کرے اور دوسروں کی قبول نہ کرے۔

☆ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے سوائے حضرت سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کبھی اور کسی سے سوال نہ کیا۔ کیونکہ ان کے زہد کا مجھے علم تھا کہ انہیں سب سے زیادہ خوشی اس بات پر ہوتی تھی کہ جو کچھ ان کے پاس ہے وہ ہاتھ سے نکل جائے۔

4- اگر کوئی شخص بہ نیت ریاکاری کچھ دے تو قبول نہ کرنا چاہئے۔

چنانچہ ایک بزرگ نے کسی شخص کی کوئی شے رد کر دی لوگوں کو بہت ناگوار محسوس ہوا۔ انہوں نے فرمایا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ اس کی چیز نہ لیکر اس پر احسان کیا کیونکہ اس کا منشاء یہ تھا کہ اس کا ڈھنڈورا پیٹتا پھرے اور اس طرح اُسے ثواب بھی نہیں ملتا اور مال کا ضیاع بھی

marfat.com

ہوتا ہے۔

۵- کوئی صدقہ دے لینے والا اگر مستحق ہے تو لے ورنہ نہ لے۔

۶- حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص کو لوگ بغیر سوال کچھ دیں تو وہ گویا خدا کی طرف سے بھیجا ہوا رزق ہے اور اسی سے بزرگوں نے یہ مقولہ وضع کیا ہے کہ جس شخص کو لوگ کچھ دیں اور وہ نہ لے تو اس کا مبتلائے بلائے ہونا لازم ہے کیونکہ پھر اگر وہ چاہے بھی کہ لوگ کچھ دیں، تو کوئی اسے نہ دے گا۔

☆ حضرت سری سقطی ہمیشہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کو کچھ نہ کچھ بھیجتے رہتے تھے اور وہ ہر مرتبہ قبول کرنے سے انکار کر دیتے۔ ایک مرتبہ ایسا ہی ہوا تو سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے احمد رد کرنے کی بلا سے بچو یہ سن کر احمد حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ پھر فرمائیے! آپ نے دھرایا تو احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا چھا تم اسے سنبھال رکھو میرے پاس فی الحال ایک ماہ کا خرچ موجود ہے۔ یہ ختم ہو جائے تو میں قبول کر لوں گا۔

☆ بلاضرورت سوال کرنا حرام ہے

☆ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ سوال فواحش میں سے ہے اور فحش بلاضرورت حلال نہیں اور فواحش میں شمار ہونے کا سبب یہ ہے کہ اس میں کئی قبیح پہلو اور برائیاں ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں۔

۱- درویشی ظاہر ہوتی ہے اور یہ خلاف حق تعالیٰ شکوہ کا باعث ہے۔ مثلاً اگر کوئی غلام کسی دوسرے سے کچھ مانگتا پھرے تو یہ بات مالک کو مطعون و بدنام کرنے کے برابر ہے۔ اس کا کفارہ یوں بنتا ہے کہ اوّل تو بلاضرورت سوال ہی نہ کرے اور اگر کرے تو بطور شکایت نہ کرے۔

۲- سائل ہونا گویا ذلیل ہونا ہے اور یہ مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ خدا کے سوا کسی اور کے سامنے ذلیل و رسوا ہو اور ذلت سے بچاؤ کی تدبیر صرف یہی ہے کہ حتی المقدور سوال صرف کسی ایسے دوست یا رشتہ دار کے سامنے کرے جو اسے حقارت و نفرت سے نہ دیکھے اور اسے ذلت کا سامنا نہ کرنا پڑے یہ ممکن نہ ہو تو حتی المقدور سوال بے ضرورت سے پرہیز کرے۔

۳- بے ضرورت سوال دوسروں کو بھی خواہ مخواہ تنگ کرنے والی بات ہے کیونکہ دینے والا عین ممکن ہے ملامت کے ڈر سے یا ریاکارانہ طور پر ہی مجبوراً دے اور جب اس طرح دے گا تو یقیناً رنجیدہ دل کے ساتھ دے گا اور خود بھی اندرونی طور پر خفت محسوس کرے گا اس سے بچنے اور بچانے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر سوال میں صراحت نہیں بلکہ اشارۃً دے اگر دینے والا انجان بننا چاہے۔ قصداً تو بن لے اور اگر صراحت ناگزیر ہو تو بھی کسی انسان کا مخصوص تعین نہ کرے بلکہ خطاب مجموعی سے کام چلائے۔ اگر وہاں ماسوائے ایک امیر کے باقی سب غریب ہو تو سب کو یہی توقع ہوگی کہ یہی سائل کی حاجت روائی کے لائق ہے اور اس کا نہ دینا اسے ملامت کا نشانہ بنا سکتا ہے تو یہ بات خصوصی تعین کے مترادف ہے۔

☆ اگر کوئی سائل کسی دوسرے کیلئے زکوٰۃ طلب کرتا ہے جو مستحق زکوٰۃ ہے تو یہ درست ہے بشرطیکہ جس سے مانگے اس پر زکوٰۃ واجب ہو اور اس میں اگر دینے والے کو رنجیدگی کا سامنا بھی ہو تو مضائقہ نہیں اور اگر سائل بذات خود مستحق زکوٰۃ ہے تو سوال کر سکتا ہے۔

marfat.com

☆ اگر کوئی شخص سائل کو ملامت کے ڈر سے کچھ دے تو اس کا لینا حرام ہے کیونکہ یہ جبراً چھیننے کے مترادف ہے بلاشبہ ظاہری فتویٰ میں صرف زبانی الفاظ زیر مشاہدہ ہوتے ہیں لیکن یہ فتویٰ حیات ظاہریہ تک کام دے سکتا ہے۔ کیونکہ دنیادار بادشاہوں کا یہ اصول ہے لیکن حیات اخروی میں فتویٰ قلب کام دے گا۔

خلاصۃ الکلام یہ کہ اگر سائل کا دل شاہد ہو کہ دینے والا کراہتاً یا مجبوراً دے رہا ہے تو نہ لے اور حرام سمجھے اور سوال حرام ہے ماسوائے سخت ضرورت و حاجت کے اور صرف ظاہری عیش و عشرت اور کھانے پینے اور رنگا رنگ پوشاک کو دست طلب دراز کرنا معیوب ہے کیونکہ سوال متی دامن اور نا قابل روزگار (جو کسی معذوری کی بناء پر کام وغیرہ نہ کر سکے) کو زیبا ہے طلباء جو طالب علم میں مشغول ہوں یا عابد عبادت گزار سب کیلئے سوال کرنا غلط ہے اور کوشش معاش لازم ہے۔ اور نان نفقہ کی محتاجی کی صورت میں گھر میں جو بھی کتاب، مصلیٰ گدڑی یا کمر بند وغیرہ موجود ہو اور زائد از ضرورت ہو تو بھی سوال کرنا معیوب ہے کہ ان کو بیچ کر انتظام کرے لیکن صرف اپنی اور اہل خانہ کی صرف جاہ و حشمت ظاہریہ کیلئے بھی سوال جائز نہیں۔

گداگری کی ممانعت

☆ حضور پرنور شافع یوم النشور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد باری برکات ہے کہ ''جو بندہ کسی بھی ذاتی چیز کی ملکیت کے باوجود دست طلب دراز کرتا ہے تو وہ یوم حشر بارگاہ ایزدی میں اس صورت میں کھڑا ہوگا کہ اس کے چہرے پہ صرف ہڈیاں ہی ہوں گی گوشت کا ریشہ نام کو بھی نہ ہوگا''

مزید ارشاد ہے کہ جو بندہ اپنے پاس کچھ رکھتا بھی ہو اور پھر بھی مانگے تو وہ جو کچھ بھی لیتا ہے بس دوزخ کے انگارے ہوتے ہیں خواہ تھوڑا ہو یا بہت۔

نکتہ

لوگوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنے مال کی موجودگی میں مانگنا حرام ہے؟ جواب یہ دو احادیث دلالتی کرتی ہیں۔

۱- صبح و شام کا کھانا موجود ہو تو مانگنا یا سوال کرنا حرام ہے۔

۲- پچاس درھم کی موجودگی میں بھی۔ تفصیلاً یوں کہا جا سکتا ہے کہ جہاں درھم مذکور میں وہاں چاندی کے درہم جو کہ اکیلے آدمی کو سال بھر کفایت کرتے ہیں۔ اور اگر اتنا بھی موجود نہ ہوں اور اس جگہ سال میں ایک ہی مرتبہ صدقات و خیرات رائج ہوں کہ اگر اسی وقت نہ مانگا تو سال بھر محتاج رہے گا تو اسی حساب سے سوال کرے۔

مذکورہ بالا حکم مدت کے حساب سے ہے جبکہ اشیائے ضرورت کے لحاظ سے تین صورتیں ہیں۔

۱- روٹی، ۲- کپڑا، ۳- مکان

اور بیان ہے کہ انسان روئے زمین پہ ان تین چیزوں کے علاوہ کسی چیز کا حقدار نہیں۔ کھانا جس سے آدمی عبادت و کارہائے دنیا کیلئے کمربستہ رہے۔ کپڑا جس سے ستر اچھی طرح مستور رہے اور موسم کے اثرات سے بچت ہو اور رہائش اور دیگر ضروری اشیائے

marfat.com

صرف تو ضیح اور اگر کسی کے پاس نمدہ اور رضائی ہے تو کمبل وغیرہ کیلئے سوال نہ کرے۔ اور اگر مٹی کی صحنک ہے تو پلیٹ اور پیالے وغیرہ کی مانگ نہ ڈالے۔

پس مجبوری جداگانہ نوعیت کی ہوتی ہیں جن کا اندازہ دشوار ہے لیکن بہترین اندازہ یہی ہے کہ سوال صرف شدید ضرورت کے پیش نظر ہی ہونا چاہئے کیونکہ آخر کو سوال ایک ناپسندیدہ چیز ہے۔

فصل

درجات درویشان

درویشوں کے مختلف مدارج ہیں۔ مثلاً حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے تین درجے ہیں۔

۱- نہ مانگتے ہیں اور نہ دیا ہوا قبول کرتے ہیں ان مسلمین کا مقام فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔

۲- دوسرے وہ جو خود سوال نہیں کرتے لیکن اگر کوئی دے تو قبول بھی کر لیتے ہیں ان کا مقام فردوس میں مقربین کے ساتھ ہوگا۔

۳- تیسرے وہ جو سوال کریں تو صرف بقدر ضرورت ان کو اصحاب کے ساتھ جگہ ملے گی۔

کس حال میں چھوڑ آئے ہو؟

☆ حضرت ابراہیم ادھم نے شفیق بلخی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ بتاؤ فقراء سے شہر کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟ انہوں نے فرمایا بہت ہی اچھے حال میں یعنی ملے تو شکر گزاری نہ ملے تو صبر کرتے ہیں۔ فرمایا اس حال میں تو میں بلخ کے کتوں کو بھی چھوڑ آیا تھا! حضرت شفیق رحمہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا پھر آپ ہی بتایئے کہ فقراء کو کس حال میں ہونا چاہئے؟ فرمایا۔

''نہ ملے تو شکر کریں اور اگر ملے تو ایثار کر ڈالیں'' حضرت نے یہ جواب سنا تو آپ کے سر کو چومتے ہوئے فرمایا۔ یہی حقیقت ہے۔

☆ حکایت: فقیرانہ آئے صدا کر چلے!

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالحسن نوری رحمہ اللہ تعالیٰ کو ہاتھ پھیلاتے دیکھا جیسے کہ مانگ رہے ہوں۔ یہ دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی تو میں نے یہ بات حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی۔ آپ نے فرمایا۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ انہوں نے مخلوق کے سامنے اپنی کسی حاجت کیلئے ہاتھ پھیلائے تھے (قطعاً نہیں بلکہ) انہوں نے تو حق خلق میں دعائے خیر کے لئے ہاتھ اٹھائے ہونگے تاکہ ان کا بھلا ہو اور وہ ہر آفت وزیاں سے محفوظ رہیں۔

بعد ازاں حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جاؤ ایک ترازو لے کر آؤ۔ میں جا کر ترازو لے آیا آپ نے سو درھم تول کر ایک کوزے میں بند کر دیئے اور فرمایا پھر اس میں کچھ اور درھم بلا حساب ڈال دیئے اور فرمایا جاؤ یہ ابوالحسن نوری رحمہ اللہ تعالیٰ کو دے آؤ۔ مجھے یہ بھی حیرانگی تھی کہ آپ نے ذل کر حساب مقررہ کے باوجود (اس میں بلا حساب کے سکے کیوں ڈالے) بہر حال میں حضرت ابوالحسن نوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچا اور سکوں والا کوزہ پیش کیا۔ آپ نے بھی ترازو سے سو درھم تول کر نکال اور پھر انہیں

marfat.com

میرے حوالے کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ جنید رحمہ اللہ تعالیٰ کو واپس دے دینا اور باقی آپ نے رکھ لئے اور فرمایا۔ جنید بڑا سیانا ہے چاہتا ہے کہ دونوں طرف سے سلامت رہے! (وہ آدمی کہتا ہے کہ) یہ سن کر میری حیرت عروج کو پہنچ گئی۔ میں واپس حضرت جنید رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پہنچا اور سب ماجرا جا سنایا۔ آپ نے فرمایا واللہ المستعان جوان کے لئے تھا انہوں نے رکھ لیا اور جو میرا تھا وہ مجھے لوٹا دیا اب تو میرے سے رہا نہ گیا میں نے عرض کیا! یا حضرت وضاحت فرمائیے۔ ارشاد ہوا۔ "یہ سو درہم میں نے ثواب آخرت کیلئے اور جو زائد تھے وہ راہ حق تھے۔ انہوں نے وہی قبول کئے جو راہ حق تھے اور میرے مجھی کو لوٹا دیئے۔

تو ایسے ولی کامل بھی گزرے ہیں جن کے تزکیہ قلب کا یہ عالم تھا کہ زباں کو وسیلہ کئے بغیر حال دل بخوبی جان لیتے - فی زمانہ ایسا تو خیر کوئی کیا ہوگا مگر کاش کوئی ان صفات کا چاہنے والا ہی ہو۔ اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو ان پر ایمان تو رکھے۔

☆ حقیقتِ زہد اور اس کی فضیلت

فرض کریں اگر کسی آدمی کے پاس موسم گرما میں برف پیاس مٹانے کو موجود ہو اور کوئی ایسا شخص آ جائے جو اس برف کو سونے کے عوض خریدنے کا متمنی ہو اور جو برف والا ہے وہ یہ قیاس کرے کہ آج گرم پانی پہ ہی کیوں نہ اکتفا کر لیا جائے۔ کیونکہ سونا برف سے قیمتی ہے جبکہ برف تو آخر پگھل کر ختم ہو جائے گی۔ زیادہ سے زیادہ رات تک محفوظ رہ سکتی ہے جبکہ سونا عمر بھر (ضائع نہیں ہو سکتا) بنا بریں اگر وہ سونے کے عوض برف ترک کرتا ہے تو اس کا یہ ترک حرص زہد کہلائے۔

☆ پس یہی کیفیت ایک عارف کی ہے دنیا کی بابت۔ جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ دنیا آخر کو ختم ہو جانے والی چیز ہے۔ ہمیشہ برف کی طرح پگھل پگھل کر گھٹتی رہتی ہے اور بوقت مرگ بالکل فنا ہو جاتی ہے (فرداً فرداً ہر شخص کی دنیا موت تک محدود ہے) اس کے برعکس اس کی نظر میں آخرت کو دوام ہے اور وہ (ہر خدشہ فنا سے) مبرا و منزہ ہے اس کی فنا کا سوال نہیں تو یہ فانی دنیا پھر اس کی نگاہوں میں بے وقعت ہو جاتی ہے۔ تب وہ اسے آخرت کے مقابلے میں ترک کر دیتا ہے اور یہ ترک دنیا کے بعد آخرت کا ہو جاتا ہے۔ آخر کو عاقبت دنیا سے اولیٰ تر ہے اور یہی ترک دنیا زہد کہلاتا ہے۔

☆ شرط یہ ہے کہ یہ ترک دنیا مباح اشیاء کے سلسلے میں ہو کیونکہ ممنوعات شرعیہ سے تو پرہیز کرنا ضروری ہے ہی!

نیز شرط یہ ہے کہ دنیا پہ قادر ہو سکتا ہے تو بھی نہ ہو بلکہ پھر بھی ترک ہی کرے اس لئے کہ جس کو قدرت حاصل نہیں اس کا زہد تو مجبوراً ہے کیفیت یہ ہونی چاہئے کہ دنیا ملے بھی تو گریز کرے۔ ویسے اس شرط کا امتحان لئے بغیر کسی تارک کے زہد کا یقین ممکن نہیں۔

☆ آدمی کو اگر دنیا پہ قدرت حاصل ہو جائے تو اس کی دنیا ہی بدل جاتی ہے اور کیفیت نفس بدل جاتی ہے اور فریب زہد کی قلعی کھل جاتی ہے اور پھر (زہد کیلئے) یہ بھی ضروری ہے کہ مال کو خرچ کر دے اس کی حفاظت میں سرگرداں نہ رہے جاہ و حشمت سے بے نیازی اختیار کرے کہ زہد مطلق کا ہی تقاضا ہے کہ دنیا کی ہر لذت سے کنارہ کش ہو۔ اور ان لذتوں کا آخرت سے سودا کر لے۔ یہ ایک قابل تجارت گر ہے جو بے حد نافع ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ۔ ان اللہ اشتری من المومنین (الایۃ)

ترجمہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جان کو اور مال کو جنت کے بدلے خرید لیا۔ اور تم لوگ اس سودے پر جو تم نے خدا سے کیا ہے خوشی مناؤ کہ یہ ایک بڑی کامیابی ہے۔

marfat.com

گویا اس نافع سودے پر حق تعالیٰ خود مبارک فرماتا ہے۔

تنبیہ: اگر کوئی شخص فیاضی کے اظہار کو ترک دنیا کرنے یا طلب آخرت کے علاوہ کوئی غرض پوشیدہ ہو تو یہ نہ زہد ہے اور نہ ایسا تارک زاہد۔ بلکہ اہل معرفت کے نزدیک دنیا کو آخرت کے بدلے بیچنا ایک ادنیٰ درجے کا زہد ہے کیونکہ زہد حقیقی تو دنیا کی طرح درمیان سے آخرت کا نقشہ بھی ہٹا دیتا ہے کہ جنت بھی تو آخر کو شہوت چشم وفرج اور شکم ہی کا حصہ ہے اور زاہد ان تمام اشیاء سے دور رہتا ہے۔ کیونکہ جس چیز پر از روئے شہوت حیوانات بھی اس کے شریک ہوں اس پر وہ کیوں راضی ہو۔ کیونکہ وہ تو دنیا اور آخرت دونوں میں حق تعالیٰ کا طلبگار ہے اور اس کے جلووں کے سوا اسے کسی چیز پہ قرار نہیں۔ اس کی نظر میں سوائے حق تعالیٰ کے ہر چیز بے وقعت اور کم تر ہے۔ یہ زاہد کی وہ قسم ہے جو عارفان صادق کا ہی خاصہ ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر عارف کیلئے مال سے گریز روا ہے بلکہ اسے چاہئے کہ مال مناسب جگہ صرف کر دے اور محتاجوں تک پہنچا دے اور مثال سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قائم کرے' کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدموں میں روئے زمین کا تمام مال بھی ان کی بے نیازی پہ اثر نہ کر سکا بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ایک لاکھ درھم ایک ہی دن میں راہ حق میں خرچ کر دیئے اور اپنے لئے بغرض افطار ایک درھم بھی نہ رکھا۔

☆ عارف کے پاس اگر لاکھ درھم بھی ہوں تو بھی وہ عارف ہی رہتا ہے۔ (کیونکہ وہ ان سے بے نیاز جو ہوتا ہے) جبکہ دوسرے کے پاس ایک درھم بھی نہ ہو تو وہ زاہد نہیں ہوتا اور کمال کی بات تو یہ ہے کہ دل کا دنیا سے رشتہ اس انداز میں توڑے کہ نہ اس کی تمنا اور نہ گریز' نہ اس سے صلح ہو نہ لڑائی نہ دوستی نہ دشمنی کیونکہ کسی چیز سے دشمنی رکھنا بھی بذات خود اس میں الجھنا ہے جیسے آدمی اپنے حبیب یا دوست میں مشغول ہو جاتا ہے۔ کمال تو اسی میں ہے کہ غیر اللہ سے یکسر بے نیاز ہو جائے اور مال و دنیا کو مانند آب دریا جانے اور ذوالعرش کے خزانوں کی مانند ہاتھ رکھے آئے یا جائے کم ہو یا زیادہ اس سے مکمل مکمل کنارہ کشی اختیار کرے تو کمال ہے۔

☆ بے وقوفوں کیلئے جائے فریب بھی یہی ہے کہ ترک دنیا کی ہمت نہیں پڑتی اور اپنے تئیں اس سے بے رغبتی جتاتے ہیں۔ حالانکہ ان کی قلعی تو اس چیز سے ہی کھل جاتی ہے جب وہ یہ تفریق کرنے لگتے ہیں کہ فلاں کو جو حقدار تھا ہم نے دیا اور فلاں نے دریا سے پانی پیا فلاں نے دوسرے کا مال لیا تو یہ فرق و امتیاز بذات خود ان کے غرور کا مظہر ہوتا ہے۔ اور یہ بات یہ پتہ دیتی ہے کہ ان کے دل میں دولت دنیا کی آرزو موجزن ہے۔

جبکہ حقیقت میں قادر و قابض ہونے کے باوجود مال سے دستبرداری اور دوری اختیار کی جائے تاکہ اس کے طلسم سے بچا جا سکے۔

☆ کسی شخص نے حضرت عبداللہ بن مالک سے "یا زاہد" کے لفظوں سے خطاب کیا۔ آپ نے فرمایا! میرے بھائی زاہد تو حضرت عمر بن عبدالعزیز کو کہو کہ دولت دنیا پہ قابض و قادر ہونے کے باوجود زاہد ہیں۔ جبکہ میرے پاس تو کچھ ہے ہی نہیں تو زہد کیسے اختیار کروں گا۔

☆ علم اور جولاہے کا بیٹا!

☆ ابن ابی لیلیٰ نے ابن شبرمہ سے کہا کہ دیکھو تو سہی وہ عالم ایک جولاہے کا بیٹا ہے اور ہمارے ہر فتویٰ کے خلاف دلائل رکھتا ہے۔ ابن شبرمہ نے فرمایا مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں کہ وہ عالم جولاہے کا بیٹا ہے یا کوئی اور ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ زمانے کی نظر ان کی طرف ہے اور زمانہ بڑھ بڑھ کر ان کی طرف رجوع کر رہا ہے۔ (حل مسائل کیلئے) جبکہ وہ زمانے سے مستغنی ہے اور ایک ہم ہیں کہ دنیا

marfat.com

ہم سے روگردان و بیزار ہے جبکہ ہم اس کے متلاشی اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیۂ مبارکہ نازل ہوئی کہ۔

ترجمہ۔تم میں سے بعض آخرت کے طلب گار ہیں اور بعض دنیا کے طلب گار ہیں۔

اس وقت تک یہ بات کبھی میرے ذہن میں نہیں آئی تھی کہ ہم میں سے کوئی شخص دنیا کو بھی عزیز رکھ سکتا ہے۔تو پھر جب مسلمانوں نے کہا کہ اگر ہم جان لیں کہ اللہ کی دوستی کس چیز میں ہے تو ہم وہی اختیار کریں گے۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ترجمہ۔اگر ہم ان کو کہتے کہ اپنے تئیں مار ڈالو اور گھروں سے باہر نکل جانے کا حکم دیتے تو چند ایک کے سوا کوئی بھی اس پر عمل نہ کرتا"۔

سو معلوم ہونا چاہئے کہ برف کو سونے کے عوض دے ڈالنا کوئی خاص بات نہیں کہ ہر عقلمند ایسا کر سکتا ہے۔پھر اسے دنیا و آخرت کی باہمی نسبت کے ساتھ ملانا یوں بھی خاصا دشوار ہے۔اور اس کی نسبت اس کے مقابلے میں بھی کم ہیں اور لوگ تین اسباب کی بنا پر اس حقیقت سے غافل رہتے ہیں۔

اسباب غفلت

۱-کمزور ایمان کی بدولت۔

۲-غلبہ شہوت کی بناء پر۔

۳-غفلت و تاخیر کے سبب یعنی اپنے آپ کو یوں کہہ کر ٹالنے جانے کی وجہ سے کہ چلو پھر کر لیں گے بعد میں دیکھا جائے گا۔وغیرہ وغیرہ اور اس کا سبب اکثر غلبہ شہوت ہی ہوتا ہے۔کیونکہ حال میں آدمی اس سے باہر نہیں آنے پاتا یعنی فقط نقد ہی کو دیکھتا ہے اور ادھار کو (یعنی اگلے جہان کو) فراموش کر دیتا ہے اور اسی کیفیت کو کسی نے یوں الفاظ کا جامہ پہنا دیا۔

زہد کی فضیلت

☆ اب تک دوستی دنیا کی خدمت میں جو کچھ کہا گیا وہ سب زہد کی فضیلت کا ثبوت ہے جبکہ دنیا کی دوستی کا شمار مہلکات اور دشمنی نجیات کے زمرے میں آتی ہے۔چنانچہ آپ ان آیت و احادیث کا مطالعہ کریں جو کہ عداوت دنیا پہ دلالت کرتی ہیں۔زہد کا سب سے زیادہ قابل تحسین پہلو یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو اہل علم کے ساتھ مناسبت دی ہے۔ارشاد ہے۔

۱-جب قارون اپنے اشتر بے مہار کو خوب سجا کر اپنی پوری سج دھج کے ساتھ باہر نکلتا تھا تو (کم فہم) حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ کر پکار اٹھتے۔اے کاش یہ جاہ حشمت ہمیں بھی نصیب ہوتی لیکن جن لوگوں کو فہم کی دولت سے مالا مال کیا گیا وہ کہتے تھے کہ ہائے افسوس (کاش تم جانو کہ) بارگاہ الٰہی سے ملنے والا ثواب ہزار درجہ بہتر ہے۔جو مومنین باعمل کو ملتا ہے اور کہا گیا ہے کہ زہد اگر چالیس دن کو بھی اختیار کر لیا جائے تو صاحب زہد کے دل میں حکمت و معرفت کی وہ آنکھ روشن ہوتی ہے جو کبھی دھوکا نہیں کھاتی۔

marfat.com

ارشاد نبوی ہے کہ اگر حق تعالیٰ کی دوستی چاہتا ہے تو دنیا میں زاہد بن جا۔ حضرت حارثہ رضی اللہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں تو حقیقت میں مومن ہو چکا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اچھا بتایئے اس کی دلیل کیا ہے؟ عرض کیا کہ میرا نفس دنیا سے یوں بھاگتا ہے کہ سونا اور پتھر اس کے لئے دونوں برابر ہیں اور گویا جنت دوزخ ہمہ وقت نظروں کے سامنے رہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے جو تیرا مقدور تھا وہ تو نے پالیا اب کوشش کر اسے قائم رکھ سکے۔ پھر فرمایا یہ (حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہ بندہ ہے جس کا دل رب العزت نے منور کر دیا۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ راہ پہ ڈالنا چاہتے ہیں تو اس کے سینے کو اسلام کیلئے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو گمراہ تو اس کے سینے کو بہت تنگ گویا آسمان میں چڑھا ہوا اسی طرح خدا کی طرف سے ایمان نہ لانے والوں پر بدبختی ڈالی جاتی ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی توضیح فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک نور ہے جو سینے میں پیدا ہوتا ہے اور اس سے دل کو فراخی و کشادگی نصیب ہوتی ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کوئی خاص ظاہری علامت؟ آپ نے فرمایا ہے کہ دل اس سرائے فنا سے بیزار ہو کر دار ابدیت کے تصور میں لگا رہتا ہے۔ اور سامان موت موت سے قبل تیار لینے کی فکر دامن گیر ہوتی ہے۔

☆ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا سے حیا کرو جیسا کہ حق ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ کیا ہم شرم و حیا نہیں رکھتے؟ فرمایا کہ اگر رکھتے ہو تو پھر جمع مال کی اتنی فکر کیوں ہے۔ جس کا استعمال میں لانا بھی یقینی نہیں اور ایسی عمارتوں کا شوق کیوں ہے جن میں رہائش کی نوبت ہی نہ آئے۔

☆ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کے دوران فرمایا۔ جو لا الہ الا اللہ کو خلوص اور سلامتی کے ساتھ لے جائے وہ جنتی ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ وضاحت فرمایئے کہ کس چیز کی ملاوٹ سے بچانا ضروری ہے فرمایا۔ حب دنیا اور طلب دنیا سے کیونکہ تم اکثر لوگوں کو ایسا پاؤ گے کہ باتیں پیغمبرانہ کرتے ہونگے جبکہ دلوں میں مکاری پنہاں ہوگی۔ پس جو شخص اس کلمہ کو زبان پر لاتے وقت دنیاوی باتوں سے خلط ملط نہ کرے وہی جنتی ہے۔ نیز فرمایا کہ جو شخص دنیا میں زہد اختیار کرتا ہے۔ تو اللہ رب العزت اس کے دل پر دانائی کے وارد کر دیتا ہے۔ تب اس کی زبان سے جو بھی نکلتا پردہ حکمت میں ملفوف ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کو دنیاوی علتوں اور بیماریوں کے اسباب و جوہات کے ساتھ تدارک بھی بتا دیئے جاتے ہیں اور وہ دنیا سے امن و سلامتی کے ساتھ دار البقا تک پہنچ جاتا ہے۔

☆ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اونٹوں کے گلے کے قریب سے گزرے تو وہاں چاروں طرف عمدہ عمدہ اونٹ اونٹنیاں نظر آئیں جن میں اکثر اونٹنیاں تازہ تازہ شیر دار تھیں۔ عرب میں اس مال کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے کیونکہ مال کے ساتھ یہ دودھ گوشت اور پشم بھی فراہم کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخ مبارک دوسری جانب پھیر لیا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ اتنے پیارے مال کی طرف آپ دیکھنے سے کیوں گریزاں ہیں؟ فرمایا مجھے ادھر دیکھنے کی ممانعت ہے اور صریحاً بتا دیا گیا ہے کہ ہرگز ان چیزوں کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیے جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کیلئے دے رکھا ہے کہ وہ محض دنیاوی رونق ہے اور آپ کے رب کا انعام بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔

دنیا! پانی پر بلبلا؟

marfat.com

بعض لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت عطا فرمائیں تو آپ کیلئے ایک بہترین سا مکان بنا دیا جائے جس میں آپ عبادت کیا کریں۔ آپ نے فرمایا جاؤ پانی کے اوپر ایک ایسا مکان بنا دو۔ لوگوں نے عرض کیا یا حضرت پانی پہ گھر کیسے تعمیر ہوگا؟ فرمایا تو پھر دنیا کی محبت کے ساتھ عبادت کیسے ممکن ہے۔

☆ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اگر تو خدا سے دوستی چاہتا ہے تو دنیا کو چھوڑ دے اور اگر تو لوگوں کی نظر میں عزیز ہونا چاہتا ہے تو جو کچھ ان کے پاس ہے اس سے اپنا ہاتھ کھینچ رکھ۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آرزو اور تاجدارِ حرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ

ایک دن حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے والد محترم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔ ابا جان جب مختلف شہروں سے مال غنیمت میسر ہو تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے نرم و ملائم لباس چن کر زیب تن فرمایا کریں اور عمدہ عمدہ پکوان تیار کروا کر خود بھی تناول فرمائیں اور دوستوں کو بھی کھلایا کریں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ اے حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! بیوی سے زیادہ تو شوہر کے مال و متاع کی کسی اور کو خبر نہیں ہوتی اور تم احوال نبوی کی چشم دید ہو۔ واللہ ذرا بتاؤ تو سہی اتنے سارے سال جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاشانہ نبوت میں گزارے کیا۔ یہ حقیقت (تم پر عیاں ہے) نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل، صبح کو سیر ہو کر کھاتے تو شام کو فاقہ کرتے اور اگر شام کو کھاتے تو صبح کو فاقہ اور واللہ فتح خیبر کے دن تک آپ نے سیر ہو کر کھجوریں نہ کھائیں اور واللہ کیا تمہیں یاد نہیں پڑتا کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دسترخوان پر کھانا چنا گیا تو رخ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا یہاں تک کہ آپ کی ہدایت کے مطابق زمین پر کھانا رکھا گیا اور فرمایا واللہ کیا تمہیں اس بات سے آگاہی نہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جب سوتے تو کملی مبارک کی دو تہیں کر کے اسی پر لیٹ جاتے اور جس دن اس کی چار تہیں کر کے بچھا دیا گیا تو اسی دن آپ نے فرمایا کہ اس نے مجھے صلوٰۃ شب سے محروم رکھا اور پھر ہمیشہ دوھری ہی بچھاتے اور خدا کی قسم کیا تم نہیں جانتیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کپڑے دھوتے اور ادھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان دے دیتے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کپڑے خشک ہونے تک باہر نہ نکل سکتے تھے کیونکہ آپ کے پاس وہی گیلے کپڑے تھے جنہیں خشک کرنے کی غرض سے ڈال رکھا تھا۔ اور خدا کی قسم تمہیں یاد نہیں کہ قبیلہ بنی ظفر کی ایک عورت آپ کیلئے چادر اور تہبند بن رہی تھی اور قبل ازیں کہ دونوں مکمل ہوتے ایک ہی کو مکمل کر کے بھیج دیا گیا اور حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی کو پشت پر ڈال کر باہر تشریف لے آئے اور آگے گرہ لگا رکھی تھی اور اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی (کپڑا) نہ تھا۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگیں مجھے ان میں سے ہر بات اچھی طرح یاد ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زار و قطار رونے لگے اور ساتھ ہی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی رونے لگیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔ ہوش آنے پر فرمایا۔

میرے دو محبوب رفیق آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے پہلے جا چکے اگر میں انہی کی راہ پر چلوں تو ہی ان تک پہنچ پاؤں گا۔ ورنہ مجھے کوئی اور ہی راہ دکھا دی جائے گی۔ پس مجھے بھی ان کی ہی طرح مشقت بھری اور جفاکش

marfat.com

زندگی اختیار کرنا ہوگی تا کہ ان کے ساتھ راحت جاوداں حاصل کر سکوں۔

☆ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تابعین کے طبقہ اوّل سے کہا کہ تم عبادت (ظاہریہ) میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر ہو لیکن ان کا درجہ پھر بھی تم سے بلند تھا کیونکہ ان میں زہد تم سے زیادہ تھا۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ زہد دنیا میں قلبی ہی نہیں بلکہ بدنی راحت بھی ہے۔

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے حیات دنیا میں زہد اختیار کیا اس کی دو رکعت نماز سارے مجتہدوں سے بہتر ہے۔

☆ حضرت سہل تستری کا فرمان ہے تمہارے عمل میں خلوص اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے کہ تمہیں چار چیزوں کا ڈر نہ رہے۔

۱- بھوک' ۲- برہنگی' ۳- درویشی' ۴- رسوائی۔

زہد کے درجات

زاہد کے تین درجے ہیں۔

۱- اوّل یہ کہ کوئی آدمی دنیا سے ہاتھ کھینچ لے۔ لیکن دل اسی کی طرف مائل ہوتا ہم اس سے چھٹکارا پانے کیلئے وہ ریاضت و مجاہدے کام لے اور صابر و قانع رہے۔ ایسے شخص کو زاہد کی بجائے متزہد کہا جائے گا کہ زاہد کی منزل اوّل یہی ہے۔

۲- دوم دل تو دنیا سے بے نیاز ہو۔ لیکن زہد کا بڑا خیال ہے' یعنی زہد کو کارہائے نمایاں تصور کرے۔ ایسا شخص زاہد تو ہے لیکن نقصان سے یکسر خالی نہیں۔

۳- سوم یہ کہ زہد کا کوئی احساس و زعم نہ رہے۔

مثال: ایسے زاہد کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جو متمنی وزارت ہو لیکن جب وہ بادشاہ کے دروازے تک پہنچے تو ایک کتا اسے محل میں داخل ہونے میں مانع ہو اور وہ شخص اس کتے کو روٹی کا ایک ٹکڑا ڈال دیے تا کہ اس کی راہ میں حائل نہ ہو۔ اور وہ بادشاہ (کے پاس پہنچ کر) عہدہ وزارت پہ فائز ہو جائے تو ایسے شخص کے نزدیک روٹی کے ٹکڑے کی کیا وقعت ہے جو اس نے کتے کو ڈال دیا تھا۔ مثال بالا میں نکتہ یہ ہے کہ تمام جہان ایک لقمہ اور شیطان کی حیثیت اس کتے کی سی ہے جو مالک حقیقی کے دربار میں حاضر ہونے والوں کو اندر جانے سے روکے۔ لیکن اگر تو لقمہ (آرزو دنیا ترک کر دے) شیطان کے آگے ڈال دے تو پھر وہ تیری راہ میں مزاحم نہ ہوگا اور اس دنیا کی قیمت تو آخرت کے مقابل روٹی کے ٹکڑے سے بھی کم تر ہے جو عہدہ وزارت کیلئے شیطان کے آگے ڈالی جائے کیونکہ یہ تو محدود ہے جبکہ آخرت محدود اور اس کی نہایت نہیں اور لامحدود کے آگے محدود کی کیا وقعت ہوگی۔

☆ حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص زہد کی گفتگو کرتا ہے تو آپ نے فرمایا کس چیز میں زہد کی گفتگو کرتا ہے لوگوں نے کہا کہ دنیا میں زہد کی! فرمایا کہ دنیا بھی کوئی قابل زہد چیز ہے؟ پہلے کسی چیز کی وقعت تو ہو کہ اس میں زہد کیا جا سکے۔ زہد کیوں اور کس چیز کیلئے اختیار کیا جاتا ہے؟ اس بناء پر زاہدوں کی تین اقسام ہیں اوّل یہ کہ آدمی اس غرض سے زاہد ہو کہ عذاب آخرت سے رہائی مل جائے اور موت پہ راضی ہو جائے یہ اہل خوف کا زہد ہے۔

marfat.com

☆ ایک دن حضرت مالک دینار نے رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ کل رات میں نے رب تعالیٰ کے روبرو بڑی جرأت کا مظاہرہ کیا یعنی اس سے جنت کی طلب کی۔

دوسری یہ کہ اخروی ثواب کی تمنا میں زہد اختیار کیا جائے اور یہ پورا زہد ہے کیونکہ زہد کا سبب رجا و محبت ہوتے ہیں اس لئے اس کو اہل رجا یعنی امیدواروں کا زہد تیسرا یہ کہ دل دوزخ کے خوف اور آرزوئے بہشت سے مبرا ہو اور حب حق تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں کی فراموشی کا سبب بنی ہو اور غیر اللہ کی طرف نگاہ کرنا اس کے لئے باعث عار اور موجب رسوائی ہو یہ درجہ کمال ہے۔

گھر اولیٰ کہ گھر والا؟

حضرت رابعہ بصری رضی اللہ عنہا سے لوگوں نے بہشت کی گفتگو چھیڑ دی تو انہوں نے فرمایا کہ گھر سے بڑھ کر گھر والا ہوتا ہے۔

جس دل میں محبت الٰہی موجزن ہو اس کے لئے لذت بہشت کوئی کشش نہیں رکھتی جس طرح حکومت کی لذت کے مقابل چڑیا کا کھیل کوئی معنی نہیں رکھتا لیکن ایک بچے کیلئے چڑیا کا کھیل بادشاہی سے زیادہ لذت کا حامل ہے اس کی وجہ یہ نہیں کہ واقعی اس کا خیال درست ہے بلکہ اس لئے کہ وہ بادشاہی کی لذت سے بے خبر ہے اور اس کی وجہ اس کی عقل کا ناقص ہونا ہے اسی طرح دیدار حق سے بڑھ کر اگر کوئی خواہش کسی کو زہد پر راغب کرے تو درحقیقت وہ اس بچے کی طرح ناقص العقل ہے جو لذت شاہی سے بے خبر ہے۔

جس شے کو ترک کر کے زہد اختیار کیا جائے اس کے اعتبار سے بھی زہد کے مختلف درجات ہیں۔ اس لئے کہ بعض کے نزدیک ترک تو صرف چند چیزوں تک محدود ہوتا ہے۔ لیکن اس میں کمال یہ ہے کہ ہر اس چیز کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ جو نفس کو راحت پہنچائے جبکہ راہ دین کیلئے اس کی کوئی بھی ضرورت نہیں۔ کیونکہ دنیا عبارت ہے مال و دولت سے' کھانے پینے' پہننے' سونے اور مجلس آرائی کی لذت صحبت سے' درس دیں' حدیثیں سنائیں اور نفس کی دل لگی کیا کریں اور جو شے بھی نفس کی خاطر ہو وہ دنیا میں شمار ہوگی۔

البتہ درس و تدریس روایت حدیث اور مجلس منعقدہ کرنے سے مقصود اگر خلق خدا کی ہدایت اور دعوت الی اللہ تعالیٰ ہے تو یہ دنیا میں شمار نہ ہوں گے۔

☆ حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زہد کی تعریف میں بہت سے اقوال سنے لیکن ہمارے ہاں اس کی جامع تعریف یہ ہے کہ ہر وہ شے ترک کر دینا زہد ہے جو حق تعالیٰ سے دوری کا سبب بنے اور فرمایا جو شخص نکاح کرنے' سیر و سیاحت کرنے اور احادیث قلمبند کرنے میں مشغول ہے وہ بھی دنیا کی طرف راغب ہے ان سے جب قلب سلیم کی بابت عرض کیا گیا تو فرمایا کہ قلب سلیم وہ ہے جس میں حق تعالیٰ کے سوا کچھ نہ ہو۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام اور ٹاٹ کا لباس

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام ٹاٹ کا لباس پہنتے تھے کیونکہ کپڑے کی نرمی بھی تو باعث آرام ہے چنانچہ ٹاٹ پہننے سے آپ کے جسم میں کئی جگہ پہ زخم بن گئے۔ ماں نے ممتا کے ہاتھوں مجبور ہو کر فرمایا۔ بیٹا پشمینے کا لباس ہی پہن لیا کرو۔ آپ نے (بغرض اطاعت) پشم کا لباس پہن لیا اسی وقت وحی نازل ہوئی۔

marfat.com

اے یحییٰ! تو نے ہمیں فراموش کر دیا ہے نا جبھی تو دنیا کے ہو گئے یہ سن کر آپ بے حد روے اور پھر سے ٹاٹ پہن لیا۔ یہ انتہائی درجے کا زہد ہے ہر کسی کا نصیب نہیں۔

زہد میں ہر شخص کے درجے کا تعین اس کے ترک لذت کی مقدار سے کیا جاتا ہے۔ جس طرح گناہوں سے توبہ کرنا اسی طرح نفس کی لذتوں کو ترک کرنا درست ہے۔ اور یہ ترک راحت ہی زہد ہے اس کے درست ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ترک لذت کبھی بھی اجر و ثواب سے خالی نہیں' لیکن آخرت میں جن زاہدوں اور تائبوں کو بلند درجات عطا کرنے کا وعدہ ہے اس سے صرف وہی مراد ہیں جو مکمل طور پر ترک لذت کر چکے ہوں اور تمام گناہوں سے تائب ہو چکے ہوں۔

زاہدوں کیلئے کن چیزوں پر قناعت ضروری ہے

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ تمام لوگ دوزخ دنیا میں پڑے ہیں اور دنیا ایک ایسا دوزخ ہے جس کی وادیاں بے حد اور بے شمار ہیں مگر چھ چیزیں اس میں نہایت اہم ہیں۔

۱-خوراک' ۲-لباس' ۳-رہائش' ۴-گھریلو سامان' ۵-عورت' ۶-جاہ حشمت

خوراک

طعام اس میں تین چیزوں کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔

۱-جنس۔ ۲-مقدار۔ ۳-سالن۔

ان میں سے جہاں تک جنس کا تعلق ہے تو اس کی کم ترین قسم وہ ہے جس سے صرف پیٹ بھر سکے۔ مثلاً سیوں درمیانہ جو اور باجرے کی روٹی کا ہے اور اعلیٰ درجہ اس گیہوں کی روٹی کا ہے جو بے چھانے آٹے سے تیار ہو۔

اور جہاں تک مقدار کا تعلق ہے وہ ادنیٰ درجہ دس سیر کی مقدار کا ہے اور نصف من کو ایک درمیانہ درجہ اور انتہائی ایک مٹھی بھر کا ہوگا۔

درویش کی غذا کا تعین خود شریعت نے بھی کیا ہے اور جو اس سے آگے بڑھے اس کا معدہ زاہد نہیں' اس سلسلے میں جہاں تک خوراک ذخیرہ کرنے کا تعلق ہے تو وہ کچھ اس طرح ہے کہ اعلیٰ درجہ تو ہے کہ جو مقدار ایک وقت کی بھوک مٹانے کو کافی ہو اس سے زیادہ نہ رکھے۔ کیونکہ امید کو کم کرنا زہد کی اصل ہے جبکہ طول امل یعنی لمبی چوڑی امیدیں باندھنا حرص و طمع ہے۔ اور درمیانہ درجہ اس میں یہ ہے کہ ایک ماہ یا چالیس دن کی غذا رکھ چھوڑے اور سب سے نچلا درجہ یہ ہے کہ ایک سال کی خوراک جمع رکھی جائے اور اگر سال سے بڑھ کر ہو تو پھر زہد کی کیفیت باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ جو شخص سال سے بھی آگے کی امید لگائے رکھے وہ زہد پر کیونکر پورا اترے گا۔

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ اپنے اہل خانہ کیلئے سال بھر کی خوراک جمع کر لیتے ہیں۔ کیونکہ صبر میں آپ ان سے اعلیٰ درجہ پہ تھے لیکن خود رات کے کھانے کیلئے کچھ نہ رکھتے۔

☆ رہا سالن وغیرہ کا معاملہ تو اس میں ادنیٰ درجہ ساگ پات اور سرکہ کا ہے۔ درمیانہ درجے میں روغن کو شمار کر سکتے ہیں اور اس میں تمام روغنی (روغن سے تیار کردہ) اشیاء شامل ہیں اور اعلیٰ درجہ گوشت کا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی اسے ہر روز ہی کھاتا رہے۔ تو زہد سے

marfat.com

خارج ہوگا ہاں اگر ہفتہ میں ایک دو بار سے زیادہ نہ کھائے تو کلی طور پر خارج از نہ زہد ہوگا۔

اور اگر اس چیز کا تعلق دیکھا جائے کہ کتنی مرتبہ کھایا جائے تو اس میں یہ امر ملحوظ رکھا جائے کہ دن بھر میں ایک سے زیادہ مرتبہ نہ کھائے بلکہ پورا زہد تو یہ ہے کہ دو دن میں ایک بار کھائے اور ایک ہی دن میں دو مرتبہ کھائے تو پورا زہد نہ ہوگا۔ دراصل خوراک کے سلسلے میں زہد سے مکمل واقفیت درکار ہو تو چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں چالیس چالیس دن تک چراغ نہیں جلتا تھا اور سوائے خرما اور پانی کے کوئی چیز گھر میں موجود ہی نہ ہوتی تھی۔

☆ جنت کی طلب ہو تو!؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جنت کی طلب ہو تو نان جویں کھایا کرو اور کتوں کے ساتھ سرگیں داں میں سو رہا کرو کہ طالب جنت کو تو بس یہی ہے اور اپنے حواریوں کو ہمیشہ جو کی روٹی کھانے کی تلقین فرماتے اور فرمایا کرتے کہ گندم کی روٹی کیلئے تمہیں رب تعالیٰ کا شکر ادا کرنا بہت مشکل ہوگا۔

لباس

زاہد کو چاہئے کہ ایک کپڑے سے زیادہ نہ ہو حتیٰ کہ جب دھلائی کی ضرورت پڑے تو خود برہنہ ہو (یعنی پہننے کیلئے دوسرا کپڑا موجود نہ ہو) جس آدمی کے پاس دو کپڑے ہوں وہ زاہد ہرگز نہیں ہے۔ اس ضمن میں جہاں تک لباس کی نوعیت کا تعلق ہے۔ کم ترین درجہ یہ ہے کہ ایک کرتہ، جوتی اور ٹوپی کافی ہے۔ ویسے اس میں عموماً ایک پگڑی اور چادر کا اضافہ بھی کر لیتے ہیں۔

جنس لباس میں ادنیٰ ٹاٹ ہے۔ متوسط درجے میں پشمینہ آتا ہے اور زیادہ سے زیادہ عمدہ جو پہن سکتا ہے تو روئی کا موٹا سا کپڑا۔ اگر روئی کا باریک یا نرم لباس پہنے کا تو زاہد نہ ہوگا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک کملی اور تہبند دکھاتے ہوئے فرمایا کہ بس یہی وہ لباس ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص ایسا لباس پہنے جو دنیا میں شہرت و نمائش کا باعث ہو تو جب تک وہ لباس اس کے جسم پر رہتا ہے حق تعالیٰ اس سے ناراض رہتا ہے۔ چاہے وہ شخص ولی ہی کیوں نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مجموعی لباس یعنی کملی اور تہبند کی مجموعی قیمت دس درہم سے زیادہ نہ ہوتی۔ ہدیہ میں ایک کپڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا جس پر بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ آپ نے پہنا اور فوراً اتار دیا اور فرمایا۔ یہ ابوجہیم کو دے کر اس کی کملی میرے لئے لے آؤ کیونکہ ان بوٹوں نے میری توجہ اپنی طرف لگا لی ہے ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلین میں نیا پٹہ لگایا گیا تو اسے بھی نکلوا دیا اور فرمایا وہی پرانا لگا دو یہ مجھے ناپسند ہے کیونکہ دوران نماز میری نظر اس پر جا پڑی تھی۔

☆ ایک دفعہ منبر شریف پر کھڑے تھے کہ نظر انگشتری پر جا پڑی۔ فوراً ہی اتار دی اور فرمایا یہ مناسب نہیں لگتا کہ ایک نظر اس پر ہو اور دوسری انگشتری پر۔

☆ ایک مرتبہ نئی نعلین آپ کے لئے لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور باہر تشریف لے گئے اور جس فقیر پر سب سے پہلے

marfat.com

نظر پڑا اسی کو دے دی اور فرمایا کہ یہ مجھے کچھ بھلی معلوم ہو رہی تھی اور میں ڈر گیا۔ چنانچہ میں نے اپنے رب کی خوشنودی کیلئے سجدہ کیا۔

☆ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا۔ اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر تو روز حشر میرے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو دنیا میں زاد آخرت کی مقدار پر قانع رہ اور کپڑا اس وقت تک نہ اتارا کرو جب تک اس میں پیوند نہ لگ جائیں۔

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کپڑوں میں لوگوں نے ایک دفعہ پیوند شمار کئے تو ان کی تعداد چودہ تھی۔

☆ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عہد خلافت کے دوران تین درہم کا ایک پیراھن خریدا اور اس کی آستین ہاتھ سے جس قدر طویل تھی پھاڑ ڈالی اور کہا شکر ہے اس ذات اقدس کا جس نے یہ لباس عطا کیا۔ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کپڑوں اور جوتوں کی مجموعی قیمت لگوائی گئی تو ڈیڑھ درہم سے زیادہ نہ نکلی۔

حدیث نبوی ہے کہ جو آدمی اچھے کپڑے کی استطاعت کے باوجود اس سے بطور عجز گریزاں ہو تو حق تعالیٰ کا اس پر حق ہو جاتا ہے اور خدا کی طرف سے اسے جنت کی پوشاک یاقوت کی طشت میں رکھ کر عنایت کی جائے گی۔

☆ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے آئمہ ھدیٰ سے عہد لیا ہے کہ وہ کم ترین لوگوں کا سا لباس پہنیں گے تا کہ امیر ان کی تقلید کریں اور غریبوں کی دل شکنی نہ ہو۔

☆ فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ مصر کے امیر تھے۔ انہیں لوگوں نے دیکھا کہ مختصر سا لباس پہنے برہنہ پا چلے جاتے تھے۔ اور جب انہیں فرمایا گیا کہ آپ امیر شہر ہیں ایسا نہ کریں تو فرمایا! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تعیش سے منع فرمایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ کبھی کبھی ننگے پاؤں بھی پھرنا چاہئے۔

☆ محمد بن واسع رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ قتیبہ بن مسلم کے پاس گئے تو صوف کا لباس زیب تن تھے۔ قتیبہ نے پوچھا آپ نے یہ لباس کیوں پہنا ہوا ہے۔ آپ نے سکوت روا رکھا جواب نہ دیا۔ حضرت قتیبہ نے پوچھا کہ آپ نے جواب کیوں نہیں دیا؟ فرمایا ڈرتا ہوں اس لئے کہ اگر کہوں کہ زہد کے سبب تو تعریف ہے اور اگر کہوں کہ مفلسی کے سبب تو یہ شکایت ہے۔

☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمدہ لباس کیوں نہیں استعمال کرتے؟ تو جواب دیا بندے کو اچھے لباس سے واسطہ ہی کیا ہے۔ کل کو آزاد ہو جاؤں تو اچھے لباس کی کیا کمی؟

☆ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ٹاٹ کا ٹکڑا تھا کہ رات کو بوقت نماز پہن لیتے اور دن کو اتار دیتے تا کہ لوگوں کو پتہ نہ چلے۔

☆ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرقہ سنجی سے کہا کہ ''یہ جو گلیمر تم اوڑھ رکھی ہے تو شاید تمہارا خیال ہوگا کہ اس سے تمہیں دوسروں پر کوئی فضیلت حاصل ہو گئی ہے لیکن میں نے تو سنا ہے کہ اکثر گلیمر پوشوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

مسکن

اس کا ادنیٰ ترین درجہ یہ ہے کہ کوئی خاص جگہ موجود ہی نہ ہو بلکہ کسی مسجد یا سرائے وغیرہ کے کونے ہی میں قانع ہو۔ اور زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی حجرہ وغیرہ ہو ذاتی یا کرائے پہ لیکن زائد از ضرورت نہ ہو اور نہ ہی بہت اونچا ہو۔ دیواروں پہ نقش و نگار نہ ہو۔

marfat.com

بقدر ضرورت کھلا ہو۔ اگر زیادہ کشادہ اور چھ گز سے بلند ہوگا تو یہ کسی زاہد کا مسکن نہ کہلائے گا کیونکہ مسکن سے مراد وہ پناہ گاہ ہے جو موسمی اثرات سے محفوظ رکھ سکے بچا سکے اس کے سوا زاہد کو کسی چیز کی جستجو نہیں ہونی چاہئے۔

☆ بزرگوں کا کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلا فتنہ ہی اینٹ پتھر کے پختہ مکانات ہے۔ اور کپڑوں میں چاک رکھ پلیٹیں (چنٹس، سلوٹیں) ڈالنے کا رواج نکلا۔ حالانکہ عہد نبوی میں ایک چاک سے زائد کا تصور نہ تھا۔

☆ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بلند عمارت تعمیر کر لی تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سے مسمار کروا دیا۔

☆ ایک دن حضور نبی کریم رؤف صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک بلند مکان کا گنبد سا نظر بڑا فرمایا! یہ کس کا گھر ہے؟ بتایا گیا کہ فلاں آدمی کا اس کے بعد وہ آدمی خود حاضر خدمت ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کلام نہ کیا۔ اس نے رنجیدگی کا سبب دریافت کیا تو لوگوں نے سبب بتایا اور اس آدمی فوراً وہ گنبد گرا دیا۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے راضی ہوئے اور اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

☆ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اینٹ پہ اینٹ نہ رکھی اور نہ لکڑی پہ لکڑی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ جس کو برائی میں مبتلا کرنا چاہتا ہے اس کا مال مٹی اور پانی میں غرق کر دیتا ہے (یعنی وہ تعمیر عمارات پہ حریص ہو جاتا ہے)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارے قریب سے گزرتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نرسل کا بنا ہوا گھر خراب ہو گیا تھا۔ اسے ٹھیک کر رہے ہیں۔

فرمایا ایک کام اس سے بھی نزدیک تر ہے اور وہ یہ کہ تم کو مہلت (یعنی موت) مرگ ہی مل جائے نیز فرمایا کہ جو شخص زائد از ضرورت تعمیر کرے گا قیامت کے دن اُسے اپنی تعمیر کو سر پر اٹھانے کا حکم دیا جائے گا۔

☆ ارشاد ہے آدمی جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے اس کا اجر پاتا ہے لیکن خاک اور پانی پر خرچ کرنے کا کوئی اجر نہیں ملے گا۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام نے نرسل (گھاس وغیرہ) کا مکان بنایا تو لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اگر اینٹ کا مکان بنا لیتے تو کیا مضائقہ تھا۔ فرمایا جسے موت سے فرار ممکن نہ ہو اس کے لئے تو یہ بھی بہت ہے۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی عمارت بنواتا ہے اسے قیامت میں اس کے وبال سے دوچار ہونا ہوگا۔ البتہ اگر موسمی اثرات مثلاً گرمی سردی سے بچاؤ کیلئے بقدر ضرورت ہو تو وہ الگ بات ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سفر شام کے دوران رستے میں ایک بلند و بالا عمارت دیکھی جو پکی اینٹوں سے بنی ہوئی تھی۔ تو فرمایا مجھے معلوم نہ تھا کہ اس امت کے لوگ بھی اس قسم کی عمارتیں بنانے لگیں گے جیسی ہامان نے بنائی تھی۔

پختہ اینٹ کس کی تمنا تھی؟

فرعون کیلئے بنائی گئی تھی۔ کیونکہ پختہ اینٹ کی خواہش فرعون ہی نے کی تھی اور کہا تھا کہ اے ہامان تم ہمارے لئے مٹی کی اینٹیں بنوا کر آگ میں پکواؤ پھر ان پختہ اینٹوں سے میرے لئے ایک عمارت بناؤ۔

marfat.com

☆ حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی بندہ چھ گز سے بلند مکان بناتا ہے تو فرشتے آسمان سے ندا کرتے ہیں کہ او فاسقوں کے فاسق! تو کدھر چلا آ رہا ہے؟ کہ تجھے تو زمین کے نیچے جانا تھا اور تو آسمان کی طرف منہ اٹھائے چلا آ رہا ہے۔

☆ جناب حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی چھتوں تک ہاتھ پہنچتا تھا۔

☆ حضرت فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تعجب اس بات پہ نہیں کہ آدمی مکان بناتا ہے اور پھر چھوڑ کر چلا جاتا ہے بلکہ تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ دیکھتا ہے مگر عبرت نہیں پکڑتا۔

اشیائے صرف (گھریلو ساز و سامان)

اس سلسلے میں اعلیٰ مثال تو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی پیش کردہ ہے کہ ان کے پاس ماسوائے کنگھی اور پیالے کے کچھ تھا ہی نہیں اور وہ بھی جب ایک آدمی کو انگلیوں سے بال سلجھاتے دیکھا تو پھینک دی اور پیالہ بھی پھینک دیا جب کسی کو روک سے پانی پیتے دیکھا۔

متوسط درجہ یہ ہے کہ تمام اشیائے ضرورت صرف ایک ایک ہوں لیکن مٹی یا لکڑی کی بنی ہوئی ہوں۔ تانبے پیتل وغیرہ کی ہونگی تو دائرہ زہد سے باہر ہونگی۔

بزرگان دین کی یہ کوشش ہوتی کہ ایک چیز کو کئی اشیاء کا نعم البدل بنا لیتے۔

دنیا قیصر و کسریٰ کیلئے اور عقبیٰ ہمارے لئے!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجور کے چھال سے بھرا ہوا تکیہ تھا اور بچھونا وہی اوڑھنے کا کمبل تھا۔ جسے دوھرا کر کے بچھا لیا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ کھجور کی چٹائی سے پڑنے والے نشان بدن نبوت پر دیکھے تو رونے لگ پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کا سبب دریافت کیا تو عرض کیا۔

قیصر و کسریٰ دشمنان خدا ہو کر پر تعیش زندگی گزاریں اور رسول اللہ خدا کے حبیب ہو کر یوں مشقت میں پڑیں۔ تو اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا تو اس بات پہ خوش نہیں کہ فانی نعمتیں ان کے لئے ہوں اور عقبیٰ کی لازوال و بے مثال نعمتیں ہمارے لئے ہوں۔ تو اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ میں خوش ہوں۔

فرمایا تو پھر یہ سمجھو یہ واقعتاً اسی طرح ہے جیسے میں کر رہا ہوں۔

☆ ایک شخص نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کو ساز و سامان سے بالکل خالی دیکھا تو کہا اے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہارے پاس کچھ بھی نہیں! جواب دیا جو کچھ میرے ہاتھ آتا ہے اسے میں اپنے دوسرے گھر کیلئے بھیج دیتا ہوں یعنی اخروی گھر کیلئے اس آدمی نے کہا کہ لیکن جب تک یہاں اس گھر میں (دنیا میں) وقت گزارنا ہے تب تک تو ساز و سامان درکار ہوگا ہی؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا گھر کا مالک مجھے یہاں کب رہنے دے گا؟

☆ امیر حمص حضرت عمرو بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے ان کے دنیاوی مال و متاع کی بابت پوچھا؟ عرض کیا ایک تو عصا ہے جس سے سہارا لیتا ہوں اور سانپ وغیرہ مارتا ہوں ایک پٹاری کھانے رکھنے کو ایک پیالہ پانی پینے اور نہانے دھونے کو اور ایک لوٹا طہارت کیلئے ان کے علاوہ جو بھی ہوتا ہے انکی

marfat.com

سے متعلق ہوتا ہے۔

☆ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کنگن!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سفر سے واپس گھر لوٹے تو سب سے پہلے سیدہ طیبہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر ملاقات کو تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر دیکھا کہ دروازے پر پردہ لٹک رہا ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن پہنے ہوئے تھے یہ بات آپ کو بیحد گراں گزریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس خفگی کا علم ہوا تو وہ کنگن ڈیڑھ درھم میں فروخت کر کے اس پردے سمیت راہ خدا میں دے دیئے۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا یہ تم نے بہت ہی اچھا کام کیا ہے۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں ایک پردہ لٹکتا رہتا تھا۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پردے کو دیکھ کر دنیا یاد آنے لگتی ہے۔ اسے اتار کر فلاں شخص کو پہنچا دو۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اپنا کمبل دوھرا کر کے اسی کو بچھونا بنا لیتے تھے۔ ایک دن میں نے نیا بچھونا بچھا دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساری رات مخمل سے کروٹیں بدلتے رہے اور صبح ہوتے ہی فرمایا کہ اس بستر نے تو رات بھر نیند ویران کی! آخر میں نے وہی کمبل دوھرا کر کے بچھانا شروع کر دیا۔

☆ ایک مرتبہ کہیں سے کچھ مال آیا تو شام سے پہلے سب تقسیم کر دیا لیکن چھ دینار بچ رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری رات نیند نہ آئی۔ حتیٰ کہ صبح ہوتے ہی ان کو بھی تقسیم کر دیا۔ تب چین پایا اور فرمایا اگر یہ چھ دینار میرے پاس ہوتے اور مجھے عقبیٰ سے بلاوا آتا تو کیا بنتا؟

☆ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کیفیت میں دیکھا کہ جس کپڑے سے جسم ڈھانپا ہوتا اس کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ وہ بدن کو خاک آلودہ ہونے سے کبھی نہ بچانے کی بلکہ بلا تکلف ننگی زمین پر سو جاتے اور ہی ایک کپڑا جو ستر ڈھانپنے کو ہوتا اوپر لے لیتے۔

نکاح

حضرت سہیل تستری رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت سفیان بن عینیہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر بزرگان دین کا خیال ہے کہ ترک نکاح زہد سے نہیں کیونکہ دنیا کے زاہد اکبر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور آپ کی نو بیویاں تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو بہت محبوب رکھتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چار بیویاں اور دس بارہ کنیزیں تھیں۔ حالانکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زاہد تھے اور یاد رہے کہ ان سے ان کی مراد یہ ہوگی کہ وضاحت ہو جائے کہ طریق زہد میں لذت مباشرت کو ترک کرنے کی غرض سے نکاح سے دستبرداری لازم نہیں کیونکہ نکاح کے بہت سے فائدے ہیں۔ حصول اولاد جو کہ بقائے نسل کیلئے ضروری ہے اس لحاظ سے نکاح نہ کرنا ایسا ہی ہے کوئی شخص لذت سے یکسر کنارہ کش ہونے کے خیال سے کھانا پینا ہی ترک کر دے جو ظاہر ہے کہ باعث ہلاکت ہوگا۔

اسی طرح ترک نکاح سے نسل کا منقطع ہونا لازم ہے۔ ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ اگر نکاح سے کسی کی توجہ اللہ تعالیٰ سے ہٹ جانے کا

marfat.com

خدشہ ہو تو پھر ترک نکاح اولیٰ تر ہے اور اگر شہوت غالب ہونے ہی لگے تو زاہد وہی ہے جو نکاح کیلئے ایسی عورت تلاش کرے جو حسین و جمیل نہ ہو کہ جسے دیکھتے ہی شہوت پیدا ہو مطلب یہ کہ کسی ایسی عورت سے نکاح کر لے جو کہ شہوت بجھائے نہ کہ بھڑکائے۔

☆ حضرت احمد حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا نکاح ایک حسین وخوبرو عورت سے قرار پایا۔ لیکن یونہی ذکر چل نکلا کہ اس حسینہ کی ایک اور بہن بھی ہے جو عقل و دانش میں اس سے زیادہ ہے لیکن اس کی ایک آنکھ نہیں ہے۔ آپ نے کہا کہ وہی بہتر ہے۔ چنانچہ اسی سے نکاح کر لیا اور اس حسین عورت سے نہ کیا۔ جنید رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات بے حد محبوب ہے کہ مرید ابتدائے حال میں تین چیزوں سے خود کو محفوظ رکھے۔

۱-کسب (معاش)' ۲-نکاح' ۳-حکایات نویسی

فرمایا کہ مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ صوفی لکھنے پڑھنے میں لگا رہے اس لئے کہ لکھنے پڑھنے سے بھی توجہ ہٹ جاتی ہے اور خیالات میں یکسوئی کی بجائے انتشار پیدا ہوتا ہے۔

جاہ وحشمت

مہلکات میں بتایا گیا ہے کہ یہ دونوں زہر کے قائم مقام ہیں۔ البتہ بقدر ضرورت تھوڑے تریاق بھی ہیں اور اس صورت میں ان کا شمار دنیا میں ہوگا کیونکہ جو چیز لوازمہ دین ہو وہ خود شامل دین ہے۔

☆ حضرت خلیل علیہ السلام نے اپنے ایک دوست سے قرض مانگا تو وحی نازل ہوئی کہ کچھ مانگنا ہی تھا تو اپنے رب سے کیوں نہ مانگا؟ عرض کیا بار خدایا میں جانتا ہوں کہ تو دنیا کو دشمن رکھتا ہے۔ لہٰذا تجھی سے دنیا کو مانگتے ہوئے خوف محسوس ہوا۔ اس پر باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اے خلیل! جو چیز حاجات ضروریہ میں شامل ہو اسے دنیا میں شامل نہیں کیا جاتا۔

الغرض بقدر ضرورت رکھ کر زائد اور غیر ضروری کو آخرت کیلئے چھوڑ دیا جائے اور جاہ و مال میں سے بقدر ضرورت پر اکتفا کر لیا جائے تو یہ دلیل اس امر کی ہے کہ دنیا کو پھر پھر کر وہی دیکھتا ہے جو اسے اپنی آرام گاہ اور دارالامان جانے لیکن جس کے نزدیک اس کی قیمت ایک بیت الخلاء سے زیادہ نہ ہو۔ اس کے نزدیک تو مرنا بیت الخلاء سے نجات پانے کے مترادف ہے تو پھر وہ دنیا کو مڑ مڑ کر کیوں دیکھے گا؟ اور جو اس دنیا سے دل لگا لیتا ہے اس کی مثال تو اس آدمی کی سی ہے کہ ایک ایسی جگہ کی خاطر رہنا جہاں اسے نصیب نہ ہوگا اپنی گردن زنجیروں سے کس کر باندھ لے یا اپنے سر کے بالوں کو مضبوطی سے گرہ لگا لے۔ لیکن آخر کار اسے لے جانے کیلئے آجائیں اور وہ اس وقت تک لٹکتا رہے جب تک کہ کھینچتے کھینچتے اس کے تمام بال اکھڑ نہ جائیں اور اسی کشمکش سے رہائی پائی تو ہر بال کی جڑ پہ زخم آچکے ہوں اور وہ انہی زخموں کو ساتھ لئے رخصت ہو جائے۔

☆ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کی ایک جماعت ایسی دیکھی کہ وہ لوگ آفت و بلا پر اس قدر خوش تھے کہ جس طرح تم نعمت پا کر خوش ہوتے ہو۔ اگر وہ تمہیں دیکھ لیں تو یقیناً شیطان تصور کریں اور اگر تم انہیں دیکھو تو دیوانے سمجھو اور وہ لوگ بلاء و مصیبت پہ راغب محض اس لئے تھے کہ دنیا سے دل منقطع ہو جائے تاکہ موت کے وقت وہ کسی دنیوی چیز کی محبت میں اٹکا نہ رہے۔

چست دنیا ؟ از خدا غافل بدن دنیا تو یاد الٰہی سے غافل ہونے کا نام ہے

marfat.com

اصل پنجم

نیت' صدق' اخلاص

صدق واخلاص کے بارے

اہل نظر پہ یہ چیز واضح ہے کہ تمام خلق مبتلائے ہلاکت ہے۔ سوائے عابدوں کے اور تمام عابد بھی ہلاکت میں ہیں۔ سوائے علماء کے اور تمام علماء ہلاکت میں سوائے اہل خلوص کے اور اہل خلوص خود بڑے خطرے میں ہیں۔ پس اخلاص کے بغیر برداشت کیا ہوا رنج و محنت صرف ضیاع ہے اور صدق واخلاص کا وجود نیت پر منحصر ہے اور جس آدمی کو نیت ہی کا علم نہ ہو وہ اس میں خلوص کہاں سے لائے گا؟

پس باب ہذا میں مطالب نیت پہ روشنی ڈالی جائے گی اور پھر دوسرے باب میں اخلاص کی حقیقت اور تیسرے باب میں صدق کی حقیقت بیان کریں گے۔

باب اوّل

نیت

☆ فضیلت نیت

سب سے پہلے تو نیت کی فضیلت سے آگاہ ہونا ضروری ہے کہ تمام اعمال کی روح نیت ہی تو ہے اور اسی حکم کا اطلاق ہوتا ہے۔

☆ انسان کے اعمال میں جو چیز اللہ رب العزت کے پیش نظر ہوتی ہے وہ نیت ہے۔

☆ ارشاد نبوی ہے حق تعالیٰ کی نگاہ تمہارے اعمال اور صورتوں پہ نہیں بلکہ وہ تمہارے دل اور کردار کو دیکھتا ہے اور دل کا دیکھنا اس لئے کہ یہ نیت کا مسکن ہے۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کام کا تعلق نیت سے ہے اور ہر انسان کو اس کی اطاعت وعبادت میں سے ثواب صرف بقدر نیت ہی ملتا ہے۔ مثلاً جو شخص راہ حق میں ہجرت یا جہاد کرتا ہے یا حج پر روانہ ہوتا ہے تو اس کی ہجرت' جہاد اور حج خدا کیلئے ہے لیکن اس ہجرت یا سفر میں اگر یہ نیت ہو جائے کہ مال تجارت ہاتھ آ جائے یا کوئی عورت حاصل ہو جائے تو یہ خدا کیلئے ہجرت نہ ہوگی اور اس کا ثواب بھی اسی نیت پر ہوگا جس کی خاطر وہ کی گئی۔

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت کے بہت سے شہید وہ بھی ہیں جن کی موت بستر پہ واقع ہوئی اور بہت سے وہ جو میدان جنگ میں جاں بحق ہوئے اور ان کی نیت کو حق تعالیٰ (بخوبی) جانتا ہے۔ اور فرمایا بندہ کے بہت سے کام ایسے ہیں جنہیں فرشتے اعلیٰ وارفع جانتے اور انہیں خدا کے نزدیک بزرگی وعظمت کا مقام دلانا چاہتے ہیں کہ حکم خداوندی ہوتا ہے کہ ان کے ان کاموں کو اعمال ناموں سے خارج کر دو کیونکہ یہ میرے لئے نہیں کئے گئے اور ان کی جگہ فلاں فلاں اعمال درج کر دو فرشتے عرض کرتے

marfat.com

ہیں یا الٰہی وہ تو انہوں نے کیے ہی نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ انہوں نے ان کی نیت تو کی تھی۔ فرمایا

لوگوں کی چار اقسام ہیں

۱- ایک وہ مالدار جو مال کو ایسے خرچ کریں جیسے عمل متقضی ہو۔

۲- دوسرے وہ جو مالدار نہیں ہوتے لیکن کہتے ہیں کہ اگر وہ صاحب مال ہوتے تو وہ بھی اسے ویسے ہی خرچ کرتے اب رہی بات صرف مال سے اجر پانے کی تو وہ ان لوگوں کو بھی اتنا ہی ملتا ہے جتنا پہلے گروہ کو۔

۳- تیسرے وہ جو مالدار ہوتے ہیں لیکن مال کا ناجائز طریقوں پہ خرچ کرتے ہیں۔

۴- چوتھے وہ جو مالدار نہیں ہوتے لیکن تمنا ہی رکھتے ہیں کہ اگر ہوتا تو اسی طرح (ناجائز) خرچ کرتے تو اب اگر مال غلط طور پر خرچ کرنے کا گناہ ہے تو وہ ان لوگوں کو بھی اتنا ہی ملے گا جتنا گروہ سوم کو۔

الغرض جو ثواب اور گناہ کسی عمل کے کرنے سے ہوتا ہے وہی صرف نیت سے بھی ہے۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنگ تبوک کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر تشریف لائے تو فرمایا بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں کہ سفر کی اور بھوک پیاس کی تکلیف میں برابر کے شریک ہیں تو لوگوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہمارے ساتھ (گھر بیٹھنے کے باوجود) کیسے شریک ہو سکتے ہیں۔ فرمایا اس لئے کہ وہ کسی مجبوری یا معقول عذر کی بنا پر ہمارے ساتھ نہ آ سکے ورنہ ان کی نیت یہی تھی کہ ہمارا ساتھ دیتے۔

اچھی نیت پر اجر و ثواب

بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا گزر ریت کے ایک بہت بڑے ٹیلے سے ہوا اس وقت قحط سالی زوروں پہ تھی اس نے اپنے دل میں کہا۔ اے کاش! اس ٹیلے جتنا اناج اگر میرے پاس ہوتا تو میں اسے خلق خدا میں بطور خیرات محتاجوں میں بانٹ دیتا! (ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ) فوراً پیغمبر وقت پہ وحی نازل ہوئی میرے اس بندے سے کہ دیں کہ تیرا صدقہ ہم نے قبول فرمایا۔ یعنی اگر واقعی تیرے پاس اتنا اناج ہوتا اور تو واقعی اسے خیرات دیتا تو بھی تجھے اتنا ہی ثواب ملتا۔ (جتنا کہ اب محض خوش نیتی پہ)

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

''جس آدمی کی نیت اور ہمت پر دنیا غالب آ گئی وہ ہمیشہ خود کو مفلسی و درویشی کے گرداب میں پھنسا ہوا پائے گا اور اس کا دل دنیا کے عشق میں گرفتار رہے گا اور جس کی نیت و ہمت آخرت کیلئے وقف رہے گی اس کے دل کو حق تعالیٰ ان تمام جھمیلوں سے بے فکر و بے نیاز رکھے گا اور زاہد دنیا کا شرف اسے حاصل رہے گا'' نیز فرمایا کہ جب مسلمان میدان جنگ میں کفار سے جہاد کیلئے صف آرا ہوتے ہیں تو فرشتے ان کے نام لکھتے جاتے ہیں کہ ان میں فلاں کی جنگ آزمائی کے پیچھے جذبہ تعصب کارفرما ہے اور فلاں کے پیش نظر (رحمت خداوندی) حمیت دین ہے اور اسی کی خاطر وہ نبرد آزما ہے۔ اور پھر آخر میں یہ حساب بھی لگا لیتے ہیں کہ فلاں فلاں مسلمان نے راہ خدا میں جام شہادت نوش کیا اور اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ فلاں فلاں نے کلمہ توحید کی سربلندی کیلئے راہ خدا میں جان قربان کی۔

marfat.com

فرمایا کہ

جو آدمی اس نیت کے ساتھ نکاح کرے کہ حق مہر ادا نہیں کرے گا تو وہ زانی ہے۔ اور جو کسی سے قرض لے اور نیت کرے کہ ادا نہیں کرے گا وہ چور ہے۔

☆ علماء کا قول ہے کہ عمل سے پہلے نیت عمل کا جاننا اور سیکھنا نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ جب ایک آدمی نے آ کر کہا کہ مجھے چند اعمال ایسے سکھا دیجئے کہ انہی میں لگا رہوں اور خیر و نیکی سے کبھی خالی نہ رہوں اسے کہا گیا کہ اگر کار خیر نہیں کر سکتے تو نیت خیر سے دل کو آباد رکھا کرو۔ یہ بذات خود نیکی اور باعث اجر ہے۔ (اور باعث تسکین بھی کیونکہ دل میں بغض و عناد اور منفی جذبات موجود سائنسی تحقیق کے مطابق ٹینشن کا باعث بنتے ہیں۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز ہر آدمی کا حشر اس کی نیت کے مطابق ہوگا۔

☆ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے بہشت دائمی اور جاوداں ہے اس کے حصول میں چند روزہ عمل کیا کام آ سکتے ہیں۔ البتہ نیت کی بدولت اسے حاصل کیا جا سکتا ہے کیونکہ نیت ایک لامحدود اور لامتناہی شے ہے۔

حقیقت نیت

یہ جاننا ضروری ہے کہ آدمی سے حرکت اس وقت تک سرزد نہیں ہوتی جب تک کہ تین حاجتیں اسے درپیش نہ ہوں وہ درج ذیل ہیں۔

۱- علم ۲- ارادہ ۳- قدرت

انہیں بالفاظ دیگر دانش، جاہ اور توانائی بھی کہا جا سکتا ہے۔ مثلاً

۱- جب تک کسی کو کھانا نظر نہ آئے تو اس کے کھانے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

۲- کھانا نظر آ بھی جائے تو اس کی چاہ نہ ہو تو نہیں کھایا جا سکتا۔ یعنی (علم کا ہونا ضروری ہے)

۳- اور اگر کھانا نظر آ بھی جائے اور طلب بھی ہو لیکن ہاتھ شل ہوں تو کھانا ناممکن ہے یعنی کھانے کی طاقت ہی نہیں۔

الغرض یہ تین حالتیں ہر حرکت اور عمل کے پیچھے کارفرما ہوتی ہیں۔ لیکن

حرکت تابع ہے قدرت اور قدرت تابع ہے ارادہ کے کہ یہ ارادہ ہی ہے جو قدرت سے کام لے سکتا ہے۔ اور ارادہ علم کے تابع نہیں کیونکہ دیکھنے کو آدمی بے شمار چیزیں دیکھتا ہے لیکن ہر چیز کی خواہش یا ارادہ تو نہیں کر لیا کرتا۔ اگرچہ علم کے بغیر ارادہ باندھنے کی بھی کوئی صورت نہیں ہوتی۔ یعنی جس شے کا علم ہی نہ ہو اس کی خواہش کیونکر ہوگی اور ارادہ بھی۔ پس ان تین حالتوں سے نیت عبارت ہے ارادہ چاہ سے نہ علم و قدرت سے کیونکہ کسی شخص کو کسی کام پر قائم رکھنا ارادہ ہی کا کام ہے اسی کا نام غرض اور مقصد بھی ہے اور اسی کو نیت سے بھی موسوم کیا جا سکتا ہے گویا یہ تینوں الفاظ (غرض، نیت، قصد) ہم معنی ہیں۔

غرض جو کسی کو کسی کام کیلئے آمادہ کرتی ہے کبھی ایک ہوتی ہے اور کبھی ایک ہی کام میں دو اغراض جمع ہو جاتی ہیں لیکن خالص وہی ہے جو ایک ہو مثلاً کوئی یہ دیکھے کہ شیر اس پر عنقریب حملہ کرنے والا ہے تو وہ فوراً بھاگ جاتا ہے اب اس اقدام میں اس کی صرف ایک ہی غرض ''بھاگنا'' پوشیدہ ہے۔ اسی طرح اگر کوئی کسی بڑی عظیم شخصیت کی آمد پر تعظیم سے کھڑا ہوتا ہے تو اس میں بھی ایک ہی غرض کارفرما

marfat.com

ہے یعنی ''احترام'' تو ان دو صورتوں میں اس کی غرض کو خالص قرار دیا جائے گا اور وہ جو ہم نے بیان کیا ہے کہ ایک کام میں دو اغراض بھی جمع ہو سکتی ہیں اس کی تین اقسام ہیں۔

۱- ایک یہ کہ غرض اگر ایک بھی ہوتی تو مشغولیت کو کافی تھی۔ مثلاً کسی آدمی کا کوئی قریبی رشتہ دار اس سے ایک درھم مانگے اور وہ بندہ اسے اپنا عزیز اور ضرورت مند سمجھ کر دے دے اور دل میں سوچے کہ اگر ضرورت مند نہ بھی ہوتا تو میں اسے دے دیتا۔ بلکہ اگر عزیز نہ ہوتا اور صرف محتاج ہوتا تو بھی میں اس کی مدد کرتا۔ پس یہ دو اغراض یکجا ہو گئیں اور نیت مشترک۔

۲- دوسری یہ کہ دینے والا اپنے دل میں کہے کہ اگر یہ مانگنے والا عزیز ہونے کے علاوہ محتاج نہ ہوتا تو میں نہ دیتا لیکن اب چونکہ دونوں باتیں جمع ہو گئیں تو (ناچاہتے ہوئے) یہ درھم مجھے دینا پڑ رہا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں سے پہلی کی مثال یہ ہے کہ دو آدمی مل کر ایک پتھر اٹھائیں۔ حالانکہ دونوں میں سے ہر کوئی علیحدہ علیحدہ بھی اسے اٹھا سکتا ہے اور دوسری مثال یہ ہے کہ دو کمزور آدمی ایک دوسرے کی مدد کیلئے پتھر کو اٹھائیں کیونکہ اکیلے سے یہ اٹھتا نہیں۔

۳- تیسری یہ کہ دو اغراض میں سے ایک ضعیف ہو اور تنہا اس شخص کو مصروف کار نہ کر سکے اور دوسری غرض اتنی قوی ہو کہ اکیلی اسے مصروف کار تو کر سکے مگر غرض ضعیف کے شامل ہو جانے سے کام کا انجام دینا آسان تر ہو جائے۔ مثلاً کوئی شخص تنہا صلوۃ شب ادا کرتا ہو اور کر سکتا ہو لیکن لوگوں کے جمع ہو جانے سے وہ اس پر اس لئے آسان ہو جائے کہ اس سے زیادہ مسرت حاصل ہو۔ تا ثواب کی امید نہ ہو تو محض لوگوں کو دکھانے کیلئے نماز تہجد ادا نہ کرنا۔ مثلاً جیسے کوئی مضبوط و توانا آدمی پتھر اٹھا سکتا ہو لیکن کوئی کمزور ذرا ہاتھ ڈلوا دے تو اس کے اٹھانے میں آسانی ہو جائے گی۔

پس ہر ایک کی بابت الگ الگ حکم ہے جو کہ عنوان اخلاص میں مذکور ہوگا۔ یہاں یہی بتانا مطلوب تھا کہ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ جائے کہ نیت کے سلسلے میں اس کے اسباب و محرکات کبھی خالص اور کبھی مخلوط ہوتے ہیں۔

فصل : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ''مومن کی نیت اس کے عمل سے بالاتر ہے''

اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ نہیں۔ نیت بے عمل کو عمل بے نیت پر فوقیت ہے۔ کیونکہ یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں کہ عمل بغیر نیت عبادت نہیں جبکہ نیت بلا عمل بھی عبادت ہے اور اس کی توضیح یہ ہے کہ عبادت جسم سے اور نیت دل سے ہوتی ہے گو یہ دونوں اجزا ہیں لیکن ان میں سے بہتر و افضل وہی ہے جس کا تعلق دل سے ہے (یعنی نیت) وہ اس لئے کہ اور جسمانی عبادت سے مطلوب دل کی صفات میں تبدیلی ہے۔ جبکہ نیت اور دل سے یہ کبھی مقصود نہیں ہوتا کہ جسم بدل جائے چنانچہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نیت عمل کیلئے کی جاتی ہے وہ غلط ہے کیونکہ صحیح شکل یہ ہے کہ عمل نیت کیلئے ہونا چاہئے کہ اصل مقصد ان تمام اشیاء سے یہ ہے کہ دل کی حالت بدلی جائے۔ اس لئے کہ اس جہان کی مسافری دل کو درپیش ہے نیکی بدی سب کچھ اس مسافر کیلئے ہے۔ اگرچہ بدن درمیان میں ضرور آتا ہے لیکن اس کی حیثیت محض دل کے تابع ہے۔ مثلاً اونٹ کے بغیر حج نہیں کر سکتے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اونٹ بھی حاجی ہوگا۔ (کیونکہ وہ) محض ایک سواری ہوگی اب موجودہ زمانے میں اس کی کیفیت اور ہے اور دل کا بدلنا صرف ایک غرض کی خاطر ہو اور وہ یہ ہے کہ دنیا سے بدل کر آخرت کی طرف منہ کرتا بلکہ دنیا و آخرت دونوں سے منہ پھیر کر اللہ وحدہ کی طرف یکسو ہونا۔ اور دل کی چاہت اس کے ارادے

marfat.com

کے بغیر نہیں ہوتی۔ چنانچہ اگر دل ہی دنیاوی خواہشات سے مغلوب ہو جائے تو اس کی توجہ بھی لازماً دنیا ہی کی طرف رہے گی اور دنیا سے وابستگی دل کی وہ خواہش ہے کہ ابتدائے آفرینش سے اس کی یہی حالت رہی ہے اور جب اخروی اور دیدار حق کی خواہش غالب ہوئی تو دل کی صفت بدل گئی اور دوسری جانب متوجہ ہو گیا گویا ہر حال میں دل کی تبدیلی درکار ہے۔

پس! سجدہ کرنے سے مطلوب پیشانی کا بدلنا نہیں بلکہ دل کا پھرنا ہے تا کہ اس سے تکبر دور ہو جائے اور عاجزی اس کی جگہ عجز و انکسار ہیں۔

اللہ اکبر سے صرف زبان کی ورزش مقصود نہیں۔ بلکہ دل کی دھرتی پہ انقلاب مقصود ہے کہ اپنی انا پرستی کو چھوڑ کر اللہ وحدہ کی عظمت کو اپنے پر غالب کر لے۔

حج میں کنکریاں پھینکنا' دل کی جانب آنے والے ہر شیطان کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ کہ دل تمام سرکش جذبوں کو چھوڑ کر بارگاہ حق میں جھکتا چلا جائے اور اپنے اختیار کی بات ہی نہ کرے۔ بلکہ دست قدرت کو مانے جیسا کہ ارشاد ہے۔

لبیک بالحجة حقا تعمل او فاته.

قربانی سے محض بکرا گوشت کی نذر کرنا نہیں۔ بلکہ سینہ کو ہر نجاست بخل سے مصفا کرنا ہے اور یہ سبق مقصود ہے کہ جانوروں پہ رحم تیرے طبعی تقاضے کے ماتحت نہیں بلکہ ان پر شفقت بھی حکمرانی کے تحت چاہئے اور ان کا ذبح کرنا اسی کے احکام کی تعمیل میں ہو اور اس وقت تیرے دل میں یہ تصور بھی نہ ہو کہ اس غریب نے کیا جرم کیا ہے جو اسے موت کی تکلیف سے آشنا کروں۔ بلکہ مقصد حقیقی یہ ہے تو اپنے اختیار سے دستبردار ہو جائے اور صحیح معنوں میں نیست ہو جائے کیونکہ تو نیست ہی ہے یعنی بندہ اپنے حق میں نیست ہے اور ہست صرف اسی کی ذات واحد ہے اور یہی عبادت کل کا ماحاصل ہے اور تخلیق قلب رب تعالیٰ نے اس طرح فرمائی کہ جب کوئی خواہش یا ارادہ اس میں جنم لیتا ہے اور بدن اس کی مطابقت میں سرگرم عمل ہو جائے تو وہ صفت دل میں اور بھی زیادہ پائیدار ہوتی ہے۔ مثلاً دل میں یتیموں کیلئے جذبہ رحم بیدار ہوتا ہے تو اس وقت اگر اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں تو جذبہ رحم اور بھی مضبوط اور قوی ہو جاتا ہے اور دل کی آگاہی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

پس جب تواضع کے معنی دل میں نزول کرتے ہیں اور آدمی سر تسلیم خم کر دے تو صفت عجز دل میں اور بھی زیادہ پائیدار ہو جاتی ہے اور تمام عبادات کی نیت میں نیک خواہش درکار ہوتی ہے کہ منہ دنیا سے موڑ کر آخرت کی طرف پھیر لیا جائے۔ چنانچہ جب اس پر عمل شروع کر دیا جائے تو یہ خواہش مضبوط تر ہو جاتی ہے۔ پس عمل تاکید ہے خواہش اور نیت کی یعنی عمل نیت ہی کی پیداوار ہے اور جب صورتحال یہ ہو تو صاف ظاہر ہے کہ نیت کا عمل پہ درجہ ہے۔ کیونکہ از خود پیدا ہوتی ہے اور عمل کا دل میں جاگزیں ہونا اور ہے اور پھر اگر سرایت کر لے جبھی کام بھی آتا ہے ورنہ سرایت نہ کرنے کی صورت میں غفلت کے ہتھے چڑھ جائے گا تو مرد اور ضائع ہو جائے گا اور نیت بلا تحمل بھی ہو تو ضائع نہیں ہوتی کیونکہ اس کا مقام نفس دل کے اندر ہے اور غفلت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ معدہ میں درد کی شکایت ہو تو پینے کی دوا تو اس کے اندر جا کر اثر کرتی ہے اور اگر پینے پہ لیپ کریں اور اس کا اثر معدہ میں سرایت کر جائے تو بھی افاقہ ہو سکتا ہے لیکن جو دوا پینے کے اندر جائے وہ لیپ سے زیادہ اثر کرتی ہے اور زیادہ فائدہ دیتی ہے اور لیپ سے بھی اس صورت میں

marfat.com

مقصود چونکہ سینہ نہیں بلکہ معدہ ہی ہوتا ہے اس لئے اگر معدہ میں سرایت ہی نہ کر سکے تو بالکل ضائع و اکارت ہو کر رہے گی۔ حالانکہ معدہ میں پہنچی ہوئی دوا سینے میں نہ بھی جائے تو ضائع نہیں جاتی۔

نفسیاتی وسواس وخیالات جو معاف ہیں اور وہ جو معاف نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ نے میری امت کو وسواس نفس اور حدیث نفس سے معاف فرمایا ہے اور یہ حدیث صحیحین میں موجود ہے کہ جو شخص گناہ کا ارادہ کرے لیکن عمل نہ کرے تو فرشتوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ گناہ اس کے نامہ اعمال میں نہ لکھیں۔ اور اگر وہ گناہ کر بھی ڈالے تو صرف ایک گناہ اس کے خلاف شمار کیا جائے لیکن نیکی کے ارادے پہ ہی ایک نیکی کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور اگر عمل نیک کر لے تو ایک نیک عمل کی جگہ دس نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھ دی جائیں اور بعض احادیث کی رو سے فرشتے ان دس نیکیوں کو بڑھا کر سات سو تک لے جاتے ہیں۔ بعض لوگوں نے یہ فرض کیا کہ ارادہ وخیال کی بنا پر آدمی سے مواخذہ کیا ہی نہیں جائے گا۔ لیکن یہ ان کی غلط فہمی ہے کیونکہ پہلے بتایا گیا ہے کہ اصل چیز آدمی کا دل ہے اور تن اس کا تابع ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے جو باتیں تمہارے نفسوں میں ہیں ان کو اگر تم ظاہر کرو تو اور پوشیدہ رکھو تو حق تعالیٰ ان کا حساب تم سے لے گا۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ نہیں فرماتا تمہاری قسموں میں لغو قسم پر لیکن مواخذہ اس پر فرماتا ہے کہ تم قسموں کو مستحکم کر دو۔

اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں کہ کبر و نخوت منافقت ریاکاری غرور اور حسد کے سبب سے آدمی ضرور ماخوذ ہوگا اور یہ سب کی سب باتیں جو ہیں دل سے تعلق رکھتی ہیں۔ پس اگر غور کیا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دل کی چار کیفیتیں ہیں جن میں سے دو آدمی کے اختیار میں ہیں اور دو اختیار سے باہر ہیں۔ لہٰذا جو قابل اختیار ہیں وہ قابل مواخذہ بھی اور جو نہیں وہ ان پر مواخذہ بھی نہ ہوگا۔ اس کی توضیح مثال ذیل سے یوں ظاہر ہوئی ہے۔

فرض کریں آپ کہیں جا رہے ہیں۔ ایک عورت تمہارے پیچھے پیچھے آ رہی ہے اب تمہارے دل میں اسے دیکھنے کا خیال پیدا ہوتا ہے تو یہ خیال حدیث نفس ہے۔ دوسرے یہ کہ تمہیں مڑ کر دیکھنے کی رغبت پیدا ہو کہ کیوں نہ بار بار دیکھا جائے۔ دل کا یہ راغب ہونا ''میلان طبع'' کہلائے گا اور یہ شہوت کے زیر اثر ہے تیسری کیفیت یہ کہ دل اس بات کا حکم دے کہ اسے ضرور دیکھو اور یہ حکم کسی ایسی جگہ دے کہ کوئی خوف وخطرہ یا رکاوٹ درپیش نہ ہو۔ اسی میں ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ دل کا حکم ضروری نہیں کہ شہوت کے حق میں ہو بلکہ دل کا حکم شہوت کے منافی بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی وہ آڑ لگائے کہ نہیں ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔ بہرحال حکم جو کچھ ہوا سے ''حکم دل'' سے موسوم کیا جائے گا۔ چوتھی حالت یہ ہو سکتی ہے کہ اسے دیکھنے کا قصداً ارادہ ہی کر لے اور نہ صرف خلق خدا بلکہ خوف خدا بھی نہ ہو اور دل کی بات (حکم لوامہ) کو بھی خاطر میں نہ لائے تو اس کا وہ عزم بہت جلد پختہ ارادہ بن جائے گا۔

اب ان میں سے پہلی دو صورتیں انہیں تو حدیث نفس اور ''میلان طبع'' سے یاد کیا جاتا ہے وہ قابل مواخذہ نہیں کیونکہ یہ بات اس کے بس کی نہیں اور ارشاد باری تعالیٰ

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ○

اور یہ حدیث نفس تو وہ چیز ہے کہ ایک بار حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس

marfat.com

میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا نفس مجھ سے کہتا ہے کہ اپنے تئیں خصی کر دوں تا کہ شوق تزوج نہ رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کرنے کی ضرورت نہیں۔ میری امت کیلئے روزہ ہی خصی کرنے کے برابر ہے۔ پھر عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا نفس یہ کہتا ہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دوں۔ فرمایا ٹھنڈے دل سے کام لو کیونکہ نکاح تمہارے پیغمبر کی سنت ہے۔ پھر کہا میرا جی چاہتا ہے کہ رہبانیت اختیار کرلوں۔ فرمایا ایسا ہرگز نہ کرنا کیونکہ میری امت کیلئے جہاد اور حج رہبانیت کا درجہ رکھتے ہیں۔ پھر عرض کیا میرے نفس کا مشورہ ہے کہ گوشت خوری چھوڑ دوں۔ فرمایا اس کی بھی گنجائش نہیں کیونکہ مجھے گوشت بہت مرغوب اور جب بھی میسر آئے ضرور کھاتا ہوں اور خدا سے مانگوں تو وہ ضرور مجھے عنایت فرمائے تو گویا یہ تمام باتیں جوان کے دل میں پیدا ہوئیں۔ حدیث نفس کے زمرے میں آتی ہیں اور قابل معافی ہیں کیونکہ یہ ان کے ارادے نہیں۔ بلکہ دل سے صلاح ومشورہ تھے۔ البتہ وہ دو حالتیں جو آدمی کے دل میں اپنے اختیار سے جنم لیتی ہیں۔ یعنی حکم دل اور میلان طبع جبکہ وہ یہ کہے کہ یہ کام کرنے کے لائق ہیں اور دل اس کو تسلیم کرلے اور وہ اس کا ارادہ باندھ لے تو یہ دونوں حالتیں قابل مواخذہ ہیں۔ خواہ بعد میں کسی خوف یا رکاوٹ کے باعث ان پہ عمل نہ کیا جا سکے اور ترک کرنے کا ارادہ خدا کیلئے نہ ہو (بلکہ عبث مجبور ہو) تو بندے کا ماخوذ ہونا لازمی ہے۔ اس ماخوذ کے مطالب پر نہیں کہ کسی کو اس پر غصہ آئے اور انتقام کی خاطر اس پر تشدد کیا جائے کہ ذات باری تعالیٰ غصہ اور انتقام سے بالاتر ہے بلکہ مطلب یہ ہوگا کہ اس شخص نے جو وہ ارادہ کرلیا تھا تو اس کے سبب سے اس کے دل میں ایک صفت ظہور پذیر ہوگئی تھی جو اسے خدا سے دور لے گئی تھی اور یہی چیز آدمی کی شقاوت کہلائے گی۔ یہ بات بتائی جا چکی ہے کہ تقاضا سعادت یہ ہے کہ اپنی ذات اور تمام دنیا کا انکار کر کے صرف ذات حق کے جلوؤں میں محو نظارہ ہو جائے۔

اگر انسان کی دوزخی اور طلب دنیا اسے دنیا سے تعلق پہ مجبور کرے تو پھر اس کا رشتہ دنیا سے مضبوط اور رب تعالیٰ سے دور ہوتا چلا جائے گا اور اس بات کے معنی کے وہ ماخوذ ہوا اور وہ ملعون ہوا یہ ہیں کہ دنیا میں پھنستا چلا گیا اور خدا سے دور اور یہ عمل اسی سے ہے اسی کے ساتھ اور اسی میں ہے نہ اس کی عبادت کسی کے لئے باعث مسرت نہ اس کے گناہ پر کسی خوف کا اندیشہ کہ وہ اس سے انتقام کی ٹھانے لیکن لوگوں نے اپنے فہم کی بدولت اسے یہ معنی پہنا ڈالے اور جس نے اسرار ولطائف کو سمجھ لیا بلا کسی الجھن اور وہم وگمان کے کہ آدمی کا ماخوذ انہی حالتوں کی بناء پر ہوتا ہے اس پر حدیث مبارکہ دلالت کرتی ہے۔

ارشاد ہے! جب دو اشخاص ایک دوسرے کے خلاف تلوار کھینچ لیتے ہیں تو پھر جو مارا جائے وہ بھی اور جو قاتل ہے وہ جہنم میں جاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقتول کا دوزخی ہونا کیسے ہوا؟ فرمایا کہ ارادہ تو (نیت تو) اس کا بھی قتل کرنے کا ہی تھا اگر اس کا زور چلتا تو وہ بھی قتل کر دیتا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ ایک مالدار شخص بلحاظ شرع مال کا جائز استعمال نہیں کرتا اور غلط طریقوں سے یہ استعمال کرتا ہے۔ اور ایک دوسرا جس کے پاس مال نہیں ہے لیکن دل میں وہ بھی یہی سوچتا ہے کہ میرے پاس ہوتا تو میں بھی اسی طرح (ناجائز طور) استعمال کرتا تو یوں یہ بھی اس کے گناہ میں برابر کا شریک بن جاتا ہے۔ یہ سب دل ہی کے ارادے تو ہیں۔ مثلاً ایک شخص اپنے بستر پہ کسی (غیر) عورت کو پاتا ہے اور جانتا ہے کہ نامحرم عورت ہے اور اس سے محبت اختیار کرتا ہے اور بعد میں پتہ چلتا ہے کہ یہ عورت تو اس کی اپنی ہی بیوی تھی لیکن وہ گناہگار ہی ٹھہرے گا اور ارادے کے لحاظ سے اس کا یہ جماع زنا ٹھہرے

marfat.com

گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص غلطی سے یہ سمجھے کہ وہ باوضو ہے حالانکہ بے وضو ہو اور نماز پڑھ لے تو وہ ثواب کا مستحق ہے۔ لیکن اگر درحقیقت باوضو ہو اور یہ سمجھے کہ بے وضو ہے اور نماز پڑھ لے تو وہ گنہگار ٹھہرے گا چاہے بعد میں اسے یاد ہی کیوں نہ آ جائے کہ اس کا وضو تھا۔ یہ تمام کیفیتیں دل کی ہیں اور اگر گناہ کا ارادہ کر کے اسے حق تعالیٰ کے خوف سے ترک کر دے تو اس کا نامہ اعمال نیکی سے مزین کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے آدمی کا ارادہ اس کی طبیعت کے ماتحت ہوتا ہے اور خلاف طبیعت کی خواہش کا ترک کرنا مجاہدہ ہے کیونکہ قصد و ارادہ جس قدر دل کو تاریکی کی طرف لے جاتا ہے۔ مجاہدہ اس تاریکی کو دور کر کے دل کو منور کرتا ہے چنانچہ لکھنے میں بھی یہی رمز پوشیدہ ہے اور مذکورہ حدیث کا یہی مطلب ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص گناہ کا ارادہ کر کے مجبوری یا عدم قدرت کی بناء پر گناہ سے محروم رہ جائے۔ تو یہ محرومی اس کے برے ارادے کا کفارہ نہیں ہو سکتا اور نہ دل کو تاریکی سے پاک کر سکتا ہے۔ جیسے وہ مقتول مواخذہ سے نہیں بچ سکتا۔ جو اپنی کمزوری کی وجہ سے اپنے قاتل کو قتل نہ کر سکے اور خود قتل ہو جائے۔

بنائے نیت پر بدلنے والے اعمال

اقسام اعمال

اعمال کی تین اقسام ہیں۔

۱- طاعت ۲- عصیاں ۳- مباحات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ انما الاعمال بالنیات بعض لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ شاید گناہ بھی (حسن) نیت کے باعث نیکی بن جاتا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر خطا اور غلط فہمی ہے اس قسم کی نیت کا گناہ پر تو کیا اثر ہوگا۔ البتہ یہ ضرور ہوگا بد نیتی خود اس کو غلیظ بنا دے گی۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کوئی کسی کو راضی کرنے کیلئے غیبت کرے۔ یا پھر مال حرام سے مسجد پل یا مدرسہ تعمیر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ دیکھو میرا حسن نیت کیسا اچھا ہے اور اس چیز سے بے خبر ہوتا ہے کہ برائی سے بھلائی کا ارادہ ایک اور برائی کا پیشہ خیمہ ہے اور اگر جانتے بوجھتے ایسا کرے تو فاسق ہوگا۔

☆ جہالت گناہ عظیم!

حضرت سہل تستری رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جہالت سے بڑھ کر کسی گناہ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور پھر جہالت سے جہالت میں رہنا یعنی اپنی جہالت سے بے خبر ہونا اس سے بھی بڑی جہالت ہے۔ جس کو یہ پتہ ہی نہ ہو کہ وہ جاہل مطلق ہے کبھی کچھ سیکھ سکتا ہی نہیں اور اس کی وہ جہالت ہی اس کا سب سے بڑا حجاب اور زبردست رکاوٹ بن جاتی ہے۔ بلکہ کسی ایسے شاگرد کو تعلیم دینا بھی حرام ہے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ اس کا مقصد تعلیم فقط یہ ہے کہ محکمہ قضا میں یا اوقاف میں یا یتیموں کے مال میں یا شاہی خزانہ میں بذریعہ ملازمت یا کسی طرح سے بھی رسائی حاصل کر کے دنیاوی مال و دولت جمع کرنا ہے۔ تاکہ مناقشت اور مباہات کا موقع ہاتھ آ جائے۔ اگر معلم یہ کہے کہ میری نیت علم شریعت کی تدریس و اشاعت ہے پس اس فریضہ کو ادا کر کے اپنی نیت کے مطابق اجر حاصل کر رہا

marfat.com

ہوں مرا اس میں کیا قصور اگر شاگرد اس علم کو برے طریقے سے کام لائے؟ تو اسے یاد رکھنا چاہئے کہ اس کا یہ کہنا بذات خود نادانی ہے۔ کیونکہ یہ تو خود وہی بات ہوئی کہ کوئی شخص کسی ڈاکو کو تلوار فراہم کر دے اور یا پھر کسی شراب بنانے والے کو انگور بہم پہنچائے اور کہے کہ میں نے تو خیرات دی راہ حق میں کیونکہ اللہ تعالیٰ سخاوت کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ یہ سراسر حماقت ہے بلکہ چاہئے تو یہ تھا کہ ڈاکو کے ہاتھ سے وہ تلوار بھی لے لی جائے جو پہلے سے تھی نہ کہ ایک اور دے دی جائے پرانے بزرگ تو معمولی فاجر سے بھی اللہ کی پناہ مانگتے تھے اور اگر کسی شاگرد میں اس کا شائبہ بھی نظر پڑتا تو اسے اپنی شاگردی سے الگ کر دیتے۔

☆ حضرت احمد حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک پرانے شاگرد کو محض اس وجہ سے حلقہ درس سے خارج کر دیا کہ اس نے اپنے گھر سے باہر کی دیوار پر کھگل کر لی تھی۔ آپ کا کہنا یہ تھا کہ اس سے تو نے مسلمانوں کی گزرگاہ سے ناخن بھر زمین پر قبضہ کر لیا۔ بنابریں تو قابل شاگردی نہیں۔

☆ بس یہ کہنا غلط فہمی ہے کہ اچھی نیت گناہوں کو بھی نیکیوں میں تبدیل کر دیتی ہے کہ نیکی تو بحکم حق ہے جو شریعت کی طرف سے دیا گیا۔

☆ اعمال کی دوسری قسم اطاعت وعبادت سے متعلق ہے اور اس میں نیت دو طرح سے اثر انداز ہوتی ہے۔ یعنی۔

۱- اصل عمل کی صحت کا دارومدار ہی نیت پر ہے۔

۲- جتنی نیت ہوگی اتنا ہی ثواب ہوگا اور جو شخص علم نیت سیکھ لیتا ہے وہ ایک ہی طاعت میں دس نیک نیتیں کر سکتا ہے اور یوں ایک سے دس طاعتوں کا ثواب حاصل کر سکتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص مسجد میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھتا ہے۔ تو (حسب ذیل نیتیں کرتا ہے)

پہلی نیت تو یہ ہو کہ وہ مسجد میں حق تعالیٰ کی زیارت کو جا رہا ہے کیونکہ مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اور جو بھی وہاں جاتا ہے اس کی زیارت کو جاتا ہے۔ (ارشاد نبوی ہے)

جو مسجد میں گیا اللہ تعالیٰ کی زیارت کو گیا ظاہر ہے جس کی زیارت کو جاتے ہیں اس کی انتہائی تعظیم وتکریم لازمی ہوتی ہے۔

۱- دوسری نیت یہ کرتا ہے کہ ہر نماز کے بعد نماز دوسری نماز کا بے چینی سے انتظار کرے گا۔ (ارشاد نبوی ہے)

جو نماز کا منتظر رہا وہ گویا محو نماز رہا۔

۳- تیسری نیت یہ ہو کہ آنکھ' کان' زبان اور ہاتھ پاؤں کو ناجائز' بے جا اور ناشائستہ افعال وحرکات سے باز رکھے گا اور یہ روزے کی طرح۔

ارشاد نبوی ہے۔

مسجد نشینی ہی میری امت کی رہبانیت ہے۔

۴- چوتھی نیت تمام دنیاوی مشاغل سے اعراض ہے تا کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے مناجات کو بطور مشغلہ اپنائے۔

۵- پانچویں نیت یہ ہو کہ لوگوں کے فتنہ وشر سے بچتا رہے گا۔ اور ان سے میل ملاپ نہ رکھے۔

۶- چھٹی نیت یہ ہو کہ مسجد میں اگر کوئی خلاف شریعت بات دیکھے تو اسے روکے گا اور اگر کسی کو نیکی کرتے پائے تو اسے مزید تاکید کرے

marfat.com

اور اگر ادائے نماز میں کسی سے کوئی غلطی دیکھے تو اسے سکھائے اور سمجھائے۔

۷- ساتویں نیت یہ ہو کہ اگر مسجد میں کسی سچے اہل دین سے ملاقات ہو جائے تو اس سے برادرانہ تعلقات قائم کرے گا کیونکہ آخر مسجد اہل دین کی آرام گاہ ہے۔

۸- آٹھویں نیت حق تعالیٰ سے شرم ہے کہ اس سے کوئی گناہ اور لغزش نہ ہو پائے۔

۹- الغرض اس پر خیال کیجئے کہ ہر ہر اطاعت میں بندہ کتنی نیک نیتیں اور خیر کی دعا کر سکتا ہے تا کہ ثواب پائے۔

☆ اعمال کی تیسری قسم مباحات کہلاتی ہے۔ چنانچہ کسی بھی شخص کو مباحات کی بابت جانوروں کی طرح غافل و بے خبر نہ رہنا چاہئے اور نیکی سے غفلت نہ برتنا چاہئے کیونکہ یہ بات باعث زیاں ہے۔ لہٰذا مباحات کے بارے بھی تمام حرکات وسکنات کی پرسش ہو گی اور اگر نیت بد ہو گی تو باعث عذاب ہو گی اور ثواب تو اسی صورت ملے گا جب نیت حسن ہو گی اور اگر نیت کی عدم موجودگی ہو تو یہ دوہرے نقصان کا باعث ہے۔ اور وقت کا ضیاع بھی یعنی نیک نیتی پہ مبنی کام نہ ہو تو یہ تضیع اوقات ہے اور اس سے حقیقی فائدہ اٹھانے کی کوشش ہی نہ کی گئی اور اس طرح اس آیت کی صریح خلاف ورزی ہو گی کہ۔

ترجمہ۔ دنیا سے اپنا حصہ مت بھول کیونکہ دنیا تو میسر ہونے والی شے ہے۔ اس سے اپنا حصہ ضرور لینا چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ۔

انسان کا ہر کام پرسش کے عمل سے گزرے گا اور اپنے لئے جوابدہی کرنا ہو گی۔ یہاں تک کہ آنکھ میں کبھی جو سرمہ لگایا ہو گا یا مٹی کا ڈھیلا ہاتھ میں پکڑا ہو گا یا کسی بھائی کے کپڑوں پہ ہاتھ پھیرا ہو گا اور علم مباحات کی نیت بھی بڑی لمبی تفصیلات کی حامل ہے جس سے آگاہی ضروری ہے۔ مثلاً استعمال خوشبو ایک مباح عمل ہے لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ کوئی خوشبو لگا کر صلوۃ جمعہ کو جائے تو ارادہ یہ ہو کہ لوگوں پہ رعب تعیش پڑے گا یا فخر یہ بتا سکے کہ بھئی ہم تو خوشبو کے چاہنے والے ہیں اور نفاست پسند ہیں یا اصل مقصد کسی عورت کو پھانسنا ہو اور خیال فاسد کے تحت اپنی جانب مائل کرنا ہو۔ حالانکہ خوشبو کے استعمال کی نیت یہ ہے۔

۱- خانہ خدا کی تعظیم میرے پیش نظر ہے۔

۲- میرا مقصد یہ ہے کہ قریب بیٹھنے والے راحت وانبساط محسوس کریں۔

۳- میں چاہتا ہوں کہ بوئے بدن دور ہوتا کہ لوگ تنگی محسوس نہ کریں اور بعد میں میری غیبت کے جرم میں مبتلا نہ ہوں۔

۴- میں چاہتا ہوں کہ ذہن قوت پکڑے تا کہ شگفتہ اور مصفا ہو کر ذکر وفکر کیلئے زیادہ توانا اور تر وتازہ ہو۔ اور یہ نیتیں انہی کی ہو سکتی ہیں جن پر نیک ارادے غالب ہوں اور ان میں سے ہر نیت قربت خداوندی کا باعث ہوتی ہے اور یہی وہ کیفیت ہے جو سلف صالحین کے کردار میں نمایاں تھی۔ یہاں تک کہ بوقت طعام، رفع حاجت اور ہم بستری کے وقت بھی نیک نیتی کو پیش نگاہ رکھتے۔ کیونکہ آدمی کو چاہئے کہ ہر کام ایک خاص نیت کے تحت کرے تا کہ کسی بھی کام کا ثواب زائل نہ ہو۔ مثلاً بوقت ہم بستری یہ نیت بھی ہو کہ۔

۱- اس سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اضافہ ہو گا۔

۲- اہلیہ کو آسودگی ہو گی۔

marfat.com

۳- ہم دونوں گناہ سے محفوظ رہیں گے۔

☆ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ الٹا لباس پہن لیا۔ لوگوں نے عرض کیا اگر آپ بازو پھیلائیں تو ہم اسے سیدھا کر دیں۔ آپ نے بازو سمیٹ لئے اور فرمایا میں نے اسے خدا کیلئے کیا ہے۔

☆ حضرت زکریا علیہ السلام کہیں مزدوری کر رہے تھے۔ دوران وقفہ کھانا کھانے لگے تو کچھ لوگ حاضر خدمت ہوئے آپ کھانا کھاتے رہے اور ان میں سے کسی کو بھی دعوت نہ دی کہ کھانے میں شرکت کرے جب کھانے سے فارغ ہوئے تو فرمایا اگر میں یہ سب کھانا (جس کی مقدار بہت کم تھی) نہ کھاتا تو پوری محنت اور لگن سے کام نہ کر سکتا بلکہ تھک جاتا اور یہ مروت و سخاوت مجھے ادائے فرض سے محروم کر دیتی جو کہ دیانت داری کے خلاف ہے۔

خشک صلح!

☆ ایک دفعہ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھانا کھا رہے تھے۔ ایک آدمی قریب سے گزرا۔ (اور رک گیا) آپ ہنوز تناوّل فرماتے رہے اور بعد فراغت طعام فرمایا۔ اگر میں نے یہ کھانا ادھار نہ لیا ہوتا تو تمہیں کھانے کیلئے کہتا پھر (توضیحاً) فرمایا اگر کوئی کسی شخص کو کھانے کی صلح کرے اور دل میں اچھا نہ جانے تو دوسرا شخص اگر نہ بھی کھائے تو پوچھنے والے کے خلاف ایک گناہ ''منافقت'' کا تو لکھا ہی جائے گا اور اگر وہ کھالے تو دو گناہ پوچھنے والے کے خلاف لکھے جائیں گے۔ ایک تو وہی منافقت کا اور دوسرا خیانت کا کیونکہ اس نے اسے ایک ایسی چیز کی دعوت دی ہوگی کہ اگر وہ اس کی حقیقت سے واقف ہوتا تو نہ کھاتا۔ اس لئے صلح خلوص دل سے کریں خشک صلح سے گریز کریں۔

اختیار نیت!

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے ہوسکتا ہے کہ صاحب قلب سلیم یہ سن کر کہ ہر مباح کام میں نیت کو عمل دخل ہے۔ اور یوں کہے کہ ''یہ نکاح میں خدا کیلئے کر رہا ہوں یا مثلاً روٹی کھائے تو کہے کہ خدا کیلئے کھا رہا ہوں۔ درس و تدریس کی مجلس میں مشغول ہو تو کہے خدا کیلئے کر رہا ہوں اور اس کے ذہن میں یہ تصور کارفرما ہو کہ دل میں یا زبان سے یہ اعلان تو میری نیت کا ثبوت ہے۔ حالانکہ اگر زبان سے کہہ رہا ہو تو زبانی جمع خرچ ہے اور دل میں کہہ رہا ہو تو محض حدیث نفس ہے کیونکہ نیت تو دل میں پیدا ہونیوالی کوشش و رغبت کا نام ہے اور اس کا عمل اس کا فوری نتیجہ ہے۔ یعنی نیت جب پیدا ہوتی ہے تو کام میں مصروف بھی کر لیتی ہے۔ مثلاً آہ و زاری کی نیت پر بدن تعمیل حکم میں محو فغان ہو جائے۔ اور یہ اسی صورت ممکن ہے جب غرض پیدا ہو اور غالب آ جائے اور جب تک یہ نیت و تقاضا رونما نہ ہو اس وقت تک زبانی نیت کی مثال اس آدمی کی سی ہے۔ جو پیٹ بھر لینے کے بعد یہ کہتا پھرے کہ بھئی ہماری نیت تو بھوکا رہنے کی ہے! اسی طرح اگر کوئی کہے کہ میں نے فلاں شخص سے دوستی کی نیت کر لی ہے۔ حالانکہ اس کی پرواہ تک بھی نہ کرے تو اس کیفیت کو نیت سے منسوب کرنا محال ہے۔

اسی طرح اگر کوئی آدمی شہوت سے مغلوب ہو اور کہے کہ میں نے تو حصول اولاد کی نیت سے صحبت کی ہے۔ تو یہ بالکل لغو ہوگی اور اسی میں یہ بے ہودہ بات بھی شامل ہے کہ اصل مقصد شہوت پرستی ہے اور زبان سے کہے کہ ادائے سنت کی نیت سے نکاح کیا ہے۔

marfat.com

☆ پس حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلے تو شریعت پہ کاربند و پختہ ایمان درکار ہے پھر یہ لازم ہے کہ ان تمام احادیث کا بغور مطالعہ کرے جن میں احکام نکاح واملاء مذکور ہیں۔ تب آدمی کے دل میں نکاح سے حاصل ہونے والے ثواب کے حصول کا لالچ پیدا ہوگا۔ پھر اسے زبانی ڈھنڈورا پیٹنے کی ضرورت نہ رہے گی بلکہ خاموشی کے باوجود اس کا نکاح کرنا خود بخود ادائے سنت قرار پائے گا اور اس کی نیت میں کوئی شبہ نہ ہوگا۔

اسی طرح جس کو اطاعت الٰہی کے تقاضے نے ازخود نماز پر آمادہ کر دیا ہو اسے زبان سے وضاحت کی ضرورت نہیں کہ میں تو حکم الٰہی کو بجالایا ہوں! کیونکہ یہ بات بے سود اور فضول ہے اور اسی طرح ہے جیسے کوئی بھوکا شخص یہ کہے کہ میں نے تو روٹی کھانے کی نیت ہی اس لئے کی ہے کہ میں بھوکا ہوں اس کا یہ کہنا بے سود و بیکار ہے کیونکہ بھوکا آدمی روٹی کھانے کا ارادہ نہ کرے گا تو اور کیا کرے گا اور جہاں حظ نفس ڈیرہ ڈال لے وہاں نیت آخرت کا گذر مشکل ہی سے ہوتا ہے۔ کہ اس کا امکان تو جبھی ہوتا ہے کہ کار آخرت نے غلبہ حاصل کر لیا ہو۔

☆ مقصد اس حقیقت پر روشنی ڈالنا ہے کہ نیت وہ چیز ہے جو تیرے اختیار میں نہیں کیونکہ نیت وہ خواہش ہے جو تجھے مشغول کار کرے اور وہ کام جس پہ تو قدرت رکھے یعنی چاہے تو کرے اور نہ چاہے تو نہ کرے لیکن خواہش تیرے اختیار و قدرت میں نہیں کہ تو چاہے تو خواہش پیدا ہو جائے اور تو چاہے تو نہ ہو کیونکہ یہ کبھی ہوتی ہے اور کبھی نہیں۔

☆ اب جہاں تک اس خواہش کے وجود میں آنے کا تعلق ہے تو یہ ضروری ہے کہ تیرے اندر یہ عقیدہ پختہ ہو کہ تیری غرض اس دنیا کیلئے یا دوسرے جہان کیلئے کسی کام سے وابستہ ہے اور پھر اسی کا متلاشی رہے پس جس پہ آگاہی کا یہ در وا ہو جائے وہ کئی عبادات کو وقتی طور پر ترک بھی کر دیتا ہے۔ (نوافل سے) کیونکہ یہ اس کی نیت میں نہیں ہے۔

مثالیں!

☆ علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ نے جناب حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کی نماز جنازہ فقط اسی بناء پہ ادا نہ کی کہ ''میں اس کی نیت نہیں پاتا''۔

☆ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے کوفہ کے مشہور عالم حماد بن ابی سلیمان کی نماز جنازہ میں شرکت کیوں نہ فرمائی؟ تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر نیت حاضر ہوتی تو شرکت کرتا۔

☆ حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے دعا کی اپیل کی۔ فرمایا تمہیں میری نیت کی شمولیت تک منتظر رہنا پڑے گا۔ یہی حالت آپ کی روایت حدیث کی بابت تھی جب آپ سے حدیث روایت کرنے کی اپیل کی جاتی تو کبھی کر دیتے اور کبھی خاموش رہتے اور فرماتے کہ میں انتظار نیت میں ہوں۔

☆ ایک بزرگ کا فرمان ہے کہ ''ایک مہینہ ہونے کو آیا روزانہ فلاں مریض کی عیادت کو جانے کا سوچتا ہوں مگر ابھی تک حضور نیت نہیں پاتا۔

الغرض حرص دنیا کے غلبے میں نیت درست نہیں ہوتی بلکہ ادائے فرض میں بھی بڑی مشکل سے درست ہوتی ہے اور بسا اوقات جب

marfat.com

تک آدمی خود کو عذاب نار سے خوف نہ دلائے تو اس وقت تک عبادات کیلئے بھی نیت درست ہونے میں نہیں آتی۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص ان حقائق سے واقف ہو جائے وہ بعض فضائل کو چھوڑ کر صرف مباحات پہ اکتفا کر لینا زیادہ موزوں جانتا ہے کیونکہ بعض اوقات نیت کی درستگی محض مباحات تک محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی آدمی نیت قصاص کو حاضر پائے اور عفو و درگزر سے کام نہ لے تو اسے چاہئے کہ قصاص لینے سے گریز نہ کرے کہ بہتر یہی ہے۔

☆ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نماز تہجد کی نیت نہ ہو اور یہ نیت ہو کہ نیند پوری کر کے صلوۃ فجر کیلئے جلدی بیدار ہو جاؤں تو اس صورت میں سو رہنا افضل ہے (کہ بادل نخواستہ نماز ادا کرنے سے) بلکہ اگر عبادت سے دل گرفتگی پریشانی یا ملال کی کیفیت ظاہر ہو اور وہ محسوس کرے کہ اگر گھڑی بھر کو اپنی اہلیہ سے ہنسی مذاق کر لوں تا کہ دل کی طبیعت اعتدال پہ آ جائے بلکہ عبادت کی طرف بھی سکون سے دل لگ جائے تو اس نیت سے یہ تفریح اس بے دلی اور زبردستی کی عبادت سے افضل ہے۔

☆ حضرت ابولدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ میں کبھی کبھی خود کو کھیل تفریح سے آسودہ خاطر کر لیتا ہوں تا کہ یہ راحت و نشاط کی کیفیت عبادت کو سرور سے لبریز کر دے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ اگر تو زبردستی دل کو ایک ہی کام میں مشغول رکھے گا تو دل اندھا ہو جائے گا۔

☆ یہ بات ایسے ہی ہے جیسے کوئی ڈاکٹر کسی مریض کو گوشت کھلا دے کیونکہ وہ تو پہلے ہی حرارت میں مبتلا ہو۔ لیکن ڈاکٹر کا مقصد گوشت کھانے سے مریض میں توانائی برقرار رکھنا ہے تا کہ دوا اپنا اثر صحیح کر سکے۔ یا پھر اگر کوئی آدمی میدان جنگ سے اچانک بھاگ جائے اور مقصد یہ ہو کہ اچانک دشمن پہ پیچھے سے حملہ کر کے مار بھگائے اور وہ یہ حیلے ہیں جن سے ماہرین نے اکثر کام لیا ہے اور راہ دین کی اصل میں ایک جنگ و مناظرہ ہی تو ہے جو نفس اور شیطان کے درمیان جاری رہتا ہے اور اس میں بھی تلطف اور حیلہ کی ضرورت ہے اور یہ بزرگان دین کو پسند بھی ہے اگرچہ علمائے ناقص کو اس تک رسائی حاصل نہیں۔

اصل

یہ جاننے کے بعد کہ وہ سبب یا وجوہ جو کسی عمل کا باعث بنتے ہیں نیت کہلاتے ہیں۔ یہ جاننا بھی ضروری ہے کسی عبادت کی آتش جہنم کے ڈر سے کسی کی لالچ بہشت سے اب ان میں سے جس کی عبادت بہشت کے لالچ کے تحت ہے وہ تو بندہ ہے پیٹ و فرج کا کیونکہ اس کی ساری کوشش اسی پہ صرف ہوتی ہے کہ اس مقام تک رسائی حاصل کرے جہاں وہ پیٹ و فرج کی شہوت کو تسکین پہنچا سکے اور جس کی عبادت خوف جہنم کی بناء پر ہے وہ بدنیت غلام کی طرح ہے جو ڈنڈے اور زجر و توبیخ کے بغیر نہ کام دے۔ ان دونوں کو (فی الحقیقت) اللہ تعالیٰ سے لگاؤ نہیں کیونکہ بندہ حق تو فقط وہی ہے جس کا ہر عمل حق کی خاطر ہو۔ دوزخ کا خوف یا جنت کے لالچ کی خاطر نہیں۔ ایسے بندہ خاص کی مثال اس سچے عاشق کی طرح ہے جو معشوق کو معشوق کی خاطر چاہے اور اس کے سونے چاندی پہ نظر نہ رکھے کہ مہربان ہو کر اسے سونا کو دے ڈالے۔ جس عاشق کی نظر معشوق کے سونے چاندی پہ ہو اس کا عشق بھی سونے چاندی سے ہی ہوتا ہے معشوق سے نہیں۔ پس جو شخص جلال و جمال حق کا طلب گار نہیں اسے یہ نیت نصیب نہیں ہو سکتی اور جس کو حاصل ہو جائے اس کی عبادت میں ذکر و فکر کا رنگ نمایاں ہوتا ہے وہ ہمہ تن اس کی مناجات میں معروف ہو جاتا ہے تب اس کا بدن کو معروف عبادت رکھنا اس لئے ہوتا ہے کہ محبوب کی

marfat.com

فرمانبرداری بھی مطلوب ہے وہ بدن کو بھی اس کی راہ میں ریاضت سے محروم نہیں رکھنا چاہتا بلکہ چاہتا ہے کہ وہ بھی حتی الامکان بارگاہ حق میں غلامی و چاکری سے سرفراز ہوتا کہ دل اس کے جمال بینظیر سے دیدہ ور ہو اور اگر وہ لذت عصیاں کا تارک ہو جاتا ہے تو اس کی وجہ سے کہ شہوت اس کے لطف مشاہدہ اور لذت مناجات میں بدمزگی پیدا کر دیتی ہے اور عارف حق کہلانے کا مستحق ایسا بندہ ہی ہو سکتا ہے۔

☆ علامہ احمد بن خضرویہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں حق تعالیٰ کو یہ فرماتے دیکھا کہ لوگ تو مجھ سے کوئی نہ کوئی چیز مانگتے ہیں لیکن ابو یزید مجھ سے مجھی کو مانگتا ہے کسی نے حضرت شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ حق تعالیٰ نے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کیا سلوک کیا؟ جواب دیا کہ مجھ پر بڑا عتاب ہوا کہ کیونکہ میں ایک مرتبہ یہ کہہ بیٹھا کہ اس سے بڑا نقصان کیا ہو سکتا ہے کہ آدمی محروم جنت ہو جائے جبکہ حق تعالیٰ کے نزدیک یوں کہنا چاہئے تھا کہ اس سے بڑا نقصان کیا ہو سکتا ہے کہ آدمی میرے دیدار سے محروم ہو جائے''۔ اس کی دوستی کی لذت اور حقیقت کی تفصیل اصل محبت کے باب میں بیان ہوگی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

باب دوم - اصل نمبر ۵

فضیلت اخلاص نیت اور مدارج حقیقت

مدارج کی فضیلت

ارشاد باری تعالیٰ ہے ان لوگوں کو (کتب سابقہ) میں یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت خاص کر اسی کیلئے رکھیں۔ نیز ارشاد ہوا کہ۔ جو عبادت خالص اللہ کیلئے ہو خدا ہی کیلئے سزاوار ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔ ''اخلاص حق تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے اور اللہ رب العزت کا فرمان ہے میں اسے اسی شخص کے دل میں رکھتا ہوں جسے میں دوست رکھتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اے معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمل اخلاص سے کر کہ وہ تھوڑا بھی کافی ہے۔ اور ہر وہ چیز جس کا تذکرہ باب مذمت ریا میں کیا ہے۔ وہ اخلاص کی تعریف میں شمار ہے کہ نظر خلق بھی انہی اسباب میں شامل ہے جو اخلاص کا صفایا کر دیتی ہے اور اس کے علاوہ بھی بہت سے اسباب ہیں۔ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے گھوڑے کو چابک لگاتے تو فرماتے خلاصی پاتا ہے تو اخلاص پیدا کر۔

☆ حضرت ابو سلیمان فرماتے۔ خدا ٹھنڈا رکھے اس خوش بخت کو جس نے اپنی عمر میں ایک قدم اخلاص سے اٹھایا یعنی اس میں سوائے حق تعالیٰ کے اور کسی چیز کو نہ چاہا۔

☆ کرم کریں تے....!

حضرت ابو ایوب سجستانی فرماتے ہیں کہ اخلاص نیت اصل نیت سے بھی دشوار تر ہے۔

☆ ایک بزرگ کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ بزرگ نے فرمایا جو کچھ خالص خدا کی راہ میں عمل کیا وہ نیکیاں بن گئیں اور اسی طرح وہ انار کا دانہ جو میں نے ایک دفعہ سر راہ پڑا دیکھ کر اٹھایا تھا۔ نیکیوں میں پایا اور ایک مکھی جو میرے گھر میں مر گئی تھی وہ بھی اسی پلڑے میں دھری تھی اور ایک ریشمی دھاگہ جو میں نے اپنی ٹوپی میں ٹانک لیا تھا گناہوں کے

marfat.com

پلڑے میں پایا لیکن قابل حیرت ہے یہ بات کہ میرا گدھا جس کی قیمت سو دینار تھی اور وہ بھی (بلی کی طرح) میرے گھر میں مرا تھا وہ نیکیوں کے پلڑے میں دکھائی نہ دیا آخر میں نے خدا سے عرض کیا سبحان' یا اللہ بلی تو نیکیوں میں پائی گئی تو گدھا کیوں نہ ہوا؟ ارشاد ہوا جہاں تو نے بھیجا تھا وہیں چلا گیا۔ کیا تو نے اس کی موت پر یہ نہ کہا تھا کہ الی لعنت اللہ اگر تو فی سبیل اللہ کہہ دیتا تو آج نیکیوں میں پاتا۔ اسی طرح ایک دفعہ میں نے صدقہ دیا لیکن معلوم ہوا کہ وہ ضائع ہی گیا۔ تب مجھے یاد آیا کہ صدقہ دیتے وقت لوگ دیکھ رہے تھے تو مجھے برا اچھا لگا (یہی خوشی ریا باعث ضیاع ہوئی) یہ باتیں جب حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے سنیں تو فرمایا یہ تو دولت گرانما ہے جس نے پائی اسے نقصان زیادہ نہ ہوا۔

حکایت: ٹپ کی خریداری!

ایک آدمی کا بیان ہے کہ وہ جہاد پر جا رہا تھا راستے میں ایک ساتھی نے جو ہماری کشتی میں سوار تھا کہا کہ میں یہ ٹپ فروخت کرنا چاہتا ہوں اگر کوئی خریدنا چاہتا ہے' تو میں نے کہا لاؤ میں خرید لیتا ہوں۔ فلاں شہر میں بیچ کر نفع کماؤں گا۔ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے دو مرد نیچے اترے ایک نے دوسرے سے کہا ان میں سے تمام لوگوں کے نام لکھ کون کس نیت سے آیا ہے' فلاں کے لکھو کہ غازی ہے فلاں صرف تماشائی ہے' فلاں تجارت کیلئے آیا ہے اور فلاں ریاکاری کے طور آیا ہے مجھے دیکھ کر کہنے لگے اس کا بھی لکھ لو یہ تجارت کیلئے آیا ہے میں کہا اللہ اللہ کریں میرے کام کو دیکھیں اور پھر یہ بھی دیکھئے کہ میرے پاس کون سا مال تجارت ہے۔ جو ہے سوداگر بنا ڈالا جواب ملا اے شیخ! وہ جو ٹپ خریدا تھا کیا نیت نفع سے نہیں تھا۔ یہ سن کر میں رونے لگا اور کہا خدا کی قسم میں سوداگر نہیں ہیں میں سے دوسرے نے کہا چلو اس کے نامہ اعمال میں یوں لکھ دو کہ یہ جہاد کیلئے آیا تھا اور راستے میں نیت منافع ٹپ خرید لیا پھر جو حکم ہوگا وہ دیکھا جائے گا اسی لئے تو کہا ہے کہ گھڑی بھر کا اخلاص بھی باعث نجات بن جاتا ہے لیکن اخلاص ہے نادر و نایاب شے اور کسی بزرگ کا فرمان ہے علم بیج ہے عمل فصل' اور خلوص اس کا پانی ہے۔

حکایت: قوت اخلاص

کہتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں ایک عبادت گزار رہتا تھا لوگوں نے اسے بتایا کہ فلاں جگہ پر ایک درخت ہے اور لوگ اس کی پوجا کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے اسے خدا تصور کر لیا ہے عابد کو اس پہ بڑا غصہ آیا۔ فوراً کلہاڑا اٹھایا اور کہا کہ میں اس کو کاٹ کر دم لوں گا۔ راستے میں شیطان ایک بوڑھے کے روپ میں اُسے ملا اور پوچھا اے۔ مرد عابد کدھر چلے؟

عابد نے جواب دیا اس درخت کو اکھاڑنے جا رہا ہوں۔ شیطان نے کہا۔ اے عابد جا اپنا کام (عبادت) کر عابد آدمی کو عبادت ہی کرنی چاہیے اس میں تیری بہتری ہے۔ عابد بولا اس وقت تو درخت کا کاٹنا ہی مری عبادت ہے۔ شیطان بولا اچھا میں دیکھتا ہوں تو کیسے کاٹتا ہے۔ اتنا کہہ کر اس سے ہاتھا پائی پہ کمربستہ ہو گیا۔ عابد نے اسے زمین پہ دے مارا اور اس کی چھاتی پہ چڑھ بیٹھا۔ ابلیس نے کہا مجھے چھوڑ دے میں تجھے ایک بہترین بات بتاتا ہوں۔ عابد نے چھوڑ دیا اور کہا بتاؤ۔ شیطان کہنے لگا اے مرد عابد اگر اس درخت کو کاٹنا اتنا ضروری ہوتا تو کیا پیغمبر وقت نہیں حق تعالیٰ انہیں حکم دے سکتا تھا۔ اگر یہ حکم ہوتا تو وہ ضرور اسے اکھاڑ چکے ہوئے تجھے اس بات

marfat.com

کا کب حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا تو باز آ جا عابد نے کہا نہیں میں ضرور کاٹوں گا۔ ابلیس بولا میں تجھے ہرگز جانے نہ دوں گا اور پھر لڑائی میں الجھ گیا۔ عابد نے اس پھر نیچا کر دیا اور پکڑ لیا۔ شیطان بولا اب اگر چھوڑ دے تو تجھے وہ بات بتاؤں۔ تجھے پسند نہ آئے تو جو چاہے کرنا۔ عابد نے چھوڑ دیا۔ اے عابد تو تو ایک درویش منش ہے لوگ تیری خدمت کرتے ہیں۔ تیرے پاس اگر کچھ ہے تو دوسرے عابدوں کے حوالے کر دے ان کے کام آئے۔ اس درخت کے کاٹنے میں کیا لکھا؟ ان لوگوں کو تو درخت کی پرستش کرنی ہے تو کاٹ دے گا تو وہ اور لگا لیں گے۔ بس رہنے دے میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہر روز تیرے سرہانے دو دینار رکھ جایا کروں گا یہ سن عابد نے دل میں کہا کہتا تو ٹھیک ہے میں ایک دینار راہ خدا میں صدقہ اور دوسرے کو استعمال میں لایا کروں گا۔ یہ درخت کاٹنے سے بہتر ہے اور پھر واقعی مجھے کوئی منجانب اللہ اس کام پہ مامور تو نہیں کیا گیا اور میں پیغمبر تھوڑا ہوں جو یہ میرا فرض ہے کہ اسے کاٹوں بعد ازاں عابد گھر چلا گیا اگلے روز صبح سرہانے تلے سے دو دینار مل گئے۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ عابد بہت خوش ہوا کہ درخت کاٹنے سے باز رہا لیکن چوتھے روز نہ ملے اس پر اسے بہت غصہ آیا وہ کلہاڑا لیکر چل پڑا۔ ابلیس پھر راستے میں ملا اور پوچھا کدھر ابلیس کے سوال پہ عابد نے درخت کاٹنے۔ شیطان بولا تو جھوٹا ہے۔ خدا کی قسم اس درخت کو اکھاڑنا تیری طاقت سے باہر ہے پھر دونوں میں لڑائی ہوئی لیکن اس مرتبہ شیطان نے فوراً عابد کو گرا دیا اور اسے ایسے مغلوب کیا گویا وہ ایک چڑیا ہو تب ابلیس بولا کہو اب واپس جاتے ہو یا کاٹوں تمہارا بکری کی مانند۔

عابد بولا مجھے چھوڑ دے۔ پھر واپس چلا جاتا ہوں۔ مگر یہ تو بتا پہلی دو مرتبہ میں نے تجھے اتنی جلدی کیونکر مغلوب کیا اور اس مرتبہ تو آسانی سے کیسے غالب آیا۔ شیطان بولا بات یہ ہے کہ پہلے دونوں مرتبہ تیرا غصہ حق کی خاطر تھا۔ اس لئے حق تعالیٰ مجھے تیرے ہاتھ مغلوب کر دیتا کیونکہ مجھے ایسے کسی شخص پہ قابو نہیں جو خدا کی خاطر کوئی کام کرے اور وہ بندہ جو خواہش کے پیش نظر عمل کرے وہ مقابلہ کیا کرے گا۔ چنانچہ اس مرتبہ تیرا غصہ تری ذات کی خاطر تھا تجھے دینار پیش نظر تھا۔ لہٰذا حق تعالیٰ نے تجھے میرے قابو میں دے دیا۔ (کیونکہ تو دینار کی طرف دیکھ رہا تھا حق تعالیٰ کی طرف نہیں)۔

اخلاص کی حقیقت

یہ بات تو قابل فہم ہو گئی کہ نیت ہی موجب عمل ہے اور عمل نیت ہی کے پیش نظر منصۂ ظہور پہ آتا ہے اور یہ تقاضا نیت اگر فقط ایک تو خالص کہلائے گا مثال ذیل میں وضاحت دیکھئے۔

۱- روزہ رکھے تو کہے خدا کیلئے رکھتا ہوں لیکن (یہ بھی نیتیں کر لے کہ)

i- کھانے سے پرہیز کروں گا تو صحت اچھی رہے گی۔

ii- گھر کا خرچ کم ہوگا۔

iii- کھانا پکانے کی زحمت سے بچوں گا۔

iv- فلاں کام کیلئے وقت کی بچت ہوگی۔

v- جاگتا رہوں گا تو کوئی دوسرا کام بھی کر سکوں گا۔

marfat.com

۲- غلام آزاد کرلے اور (نیتیں بھی کرلے کہ)

i- اس کے خرچ اور بدخوئی سے جان چھوٹے گی۔

۳- حج پہ روانہ ہو۔

۱- تبدیلی آب وہوا سے صحت بہتر ہوگی۔

۲- نئے نئے شہروں کی سیاحت کا موقع ملے گا۔

۳- اہل خانہ کے جھمیلوں سے چند روز سکون ملے گا۔

۴- دشمن سے بچنے کا بہانہ ملے گا۔

۴- رات کو نماز تہجد پڑھے اور وجہ یہ سوچ لے کہ نیند تو آ نہیں رہی (نماز ہی سہی)

ii- مال واسباب کی حفاظت منظور ہے۔

۵- علم حاصل کرے اور مقصد یہ ہو کہ۔

۱- روزگار پہ لگ جاؤں گا۔

۲- لوگوں میں عزت ہوگی۔

۶- درس وتدریس کا اہتمام کرے اور یہ نیت رکھے کہ خاموشی کے رنج سے نجات ملے۔

۷- قرآن شریف کی کتابت کرے اور مقصد خط کی صفائی اور پختگی ہو۔

۸- پیدل سفر حج کرے اور مقصد بچت کرایہ ہو۔

۹- وضو کرے اور مقصد

ٹھنڈک حاصل کرنا صفائی ستھرائی ہو۔

۱۰- غسل کرے اور مقصد بدبو دور کرنا ہو۔

۱۱- اعتکاف مسجد ہو اور نیت یہ ہو۔

اتنے دن کے کرائے سے بچے گا۔

۱۱- سائل کو خیرات دے اور کہے۔

۱- شور وفریاد نہ کرے۔

۲- لوگوں میں شرمندگی نہ ہو۔

۱۳- کسی بیمار کی عبادت کو جائے اس لئے کہ۔

۱- اگر وہ بیمار ہوگا تو کون آئے گا۔

۲- نہ گیا تو لوگ شرمندہ کریں گے۔

marfat.com

امور خیر صرف لوگوں میں صالح اور نیک بننے کی خاطر کرے اور انہی خوبیوں سے شہرت چاہئے۔ تو ایسے امور ریاکاری سے ہیں جس کے بارے پہلے مفصل بیان گزر چکا ہے۔

ایسے خیالات کم ہوں یا زیادہ خلوص کو باطل کر دیتے ہیں۔ کیونکہ خالص عمل تو وہی ہے جس میں نفس کا کوئی عمل دخل نہ ہو اور وہ صرف اور صرف حق تعالیٰ کیلئے ہو۔

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے اخلاص کی تعریف پوچھی تو فرمایا۔ اخلاص تو یہ ہے کہ تو کہے جو کچھ میرے لئے میرا خدا ہی کافی ہے اور بس۔

اور اس عقیدہ کے ساتھ راہ راست پہ لگا رہے جیسے کہ حکم خداوندی ہے اور یہ شے انسان کیلئے مشکل ہے تاوقتیکہ وہ بشری اوصاف سے منزہ نہ ہو پائے اسی لئے کہا گیا ہے کہ اخلاص سے مشکل اور پر صعوب کوئی شے نہیں اور ساری عمر میں اگر ایک مرتبہ بھی اخلاص نصیب ہو جائے تو نجات کی امید کی جا سکتی ہے اور فی الحقیقت بشری اغراض و اوصاف میں سے کسی پر خلوص بات کا لانا ایسا ہے جیسے کہ خون اور گوبر کے درمیان سے دودھ نکالنا ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

تمہارے لئے مویشی (لانا ایسا ہی ہے کہ ان) میں غور و فکر ضروری ہے ان کے پیٹ میں جو گوبر اور خون ہے اس کے درمیان سے صاف اور گلے میں آسانی سے اترنے والا دودھ تمہیں پینے کو دیا۔ تو اس کا علاج یہی ہے کہ دل کا ناتا دنیا سے کٹا رہے تاکہ صرف خدا کی محبت اس پہ غالب رہے اور وہ اس عاشق کی طرح ہو جائے کہ جس کا سب کچھ معشوق کیلئے ہوتا ہے اور اس کی تمنا صرف معشوق کی خاطر ہوتی ہے اور ایسا انسان تو طعام اور رفع حاجت میں خلوص نیت کا حامل ہوتا ہے لیکن دنیا سے مغلوب شخص لاکھ نمازیں پڑھے روزے رکھے اخلاص اس کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتا کیونکہ اعمال کا دارومدار صفت دل پہ ہے اور ان کا میلان ادھر ہی ہوگا جدھر دل کا ہوگا چنانچہ جس پہ جاہ دنیا کی ہوس سوار ہو اس کے تمام کام دنیا دکھاوے کے ہونگے حتیٰ کہ وہ صبح اُٹھ کر جو منہ دھوئے لباس تبدیل کرے تو وہ بھی دکھاوے پہ مبنی ہوتے ہیں اور کسی بھی کام میں اخلاص اتنا مشکل نہیں جتنا کہ مجلس درس و تدریس یا روایت حدیث کے مجمع میں یا ایسے کسی بھی کام میں۔

جس کے قرب و جوار میں لوگوں کی کثرت ہوں کیونکہ ایسے کاموں میں دلچسپی کا باعث ہی مقبول عام ہونے کا نشہ ہوتا ہے اور اس شدت سے کہ قرب خداوندی اور قبول عام کی خواہش کم و بیش برابر ہوتی ہے۔ اور نہ بھی یکساں ہو تو ملاوٹ سے مبرا نہیں ہوتی اور مقبول خلائق ہونے کی تمنا سے چھٹکارا تو بڑے بڑے علماء کی لئے محال ہوتا ہے۔ سوائے ان احمقوں کے جو محض حماقت کی بناء پر صاحب اخلاص ہونے کا اطلاق اپنی ذات پہ کر بیٹھتے ہیں عجب پسندی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اپنے عیب و کوتاہیاں بھی بھلی لگتی ہیں بلکہ بہت سے اچھے خاصے ذی ہوش دانا لوگ بھی اس سلسلے میں عاجز و بے بس نظر آتے ہیں۔

خوش فہمی اور اخلاص!

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

"مجھے تو یوں لگتا ہے کہ میری لگاتار تیس (۳۰) سالہ باجماعت نمازیں سب کی سب قضا ہوئیں۔ میری یہ عادت تھی کہ میں ہمیشہ

marfat.com

ں صف میں کھڑا ہوتا اور آج لیٹ ہو گیا تو آخری صف میں جگہ ملی جو کہ باعث ندامت ہوئی کہ لوگ کیا کہیں گے کہ یہ آج دیر سے آیا
اب میں سمجھا کہ میں تو اسی چیز پہ خوش ہوتا رہا کہ لوگ مجھے صف اوّل میں دیکھا کریں (اور میری تعریف کریں)
پس صفت اخلاص کی پرکھ کافی کٹھن ہے اور عمل درآمد ہونا دشوار تر اور وہ عمل جس میں شرک وغیرہ کی ملاوٹ ہو یا اخلاص سے خالی ہو
ابل قبول نہیں۔

ل

اقوال بزرگاں ہے کہ عالم کی دو رکعت نماز جاہل کی سال بھر نمازوں سے افضل ہے کیونکہ جاہل اپنی عمال سے بے خبر ہوتا ہے اور
زش اعمال سے بھی اس کے لئے ہر عمل خالص ہوتا ہے۔ حالانکہ عبادت میں ملاوٹ سونے کی مامند ہو سکتی ہے کہ سونے کو پرکھنا
ان کام نہیں۔ صراف بھی دھوکا کھا سکتا ہے اور جاہل کے نزدیک سونے کا زرد ہونا ہی اس کے خالص سمجھنے کیلئے کافی ہے پس وہ
ب جن کی بناء پر عبادت میں کھوٹ پیدا ہوتا ہے وہ اخلاص سے خالی ہے وہ چار اسباب ہیں ان میں سے بعض بہت پوشیدہ ہیں۔ ہم
فرق توضیحاً مدارج ریا پر رکھ کر بیان کرتے ہیں۔

ہ اوّل

کسی شخص کے دوران نماز لوگ وہاں آ جائیں تو شیطان اسے کہے کہ محتاط ہو کر پڑھ کہیں لوگ ملامت نہ کریں کہ (کیسے پڑھ رہا
) یہ تو بالکل ظاہر ہے (کہ ریاکاری ہے)

دوم

غازی شیطان کے وسواس کو جان لے اور بچے تو شیطان اسے یوں گھیرنا چاہئے کہ نماز پڑھنا ہے تو یوں پڑھ کر تیری مثال بن جائے
ک تیری تقلید کریں اور مجھے ثواب بھی ملے اور ممکن ہے کہ نمازی اس نئے داؤ میں آ ہی جائے اور یہ بات سامنے نہ رہے کہ اقتدار کا
۔ تو جبھی مل پائے گا جب ان میں خشوع وخضوع بھی آئے۔ اور اگر وہ خود ان صفات سے محروم ہو اور لوگ محض اس کی ظاہری ریا
اس کو صاحب اخلاص جانیں اور اس کی اقتدار کریں تو ثواب تو مل گا لیکن اس میں منافقت ہوتی۔

ہ سوم

نمازی یہ سمجھے کہ تنہائی میں برملا نماز پڑھنے کے خلاف نماز پڑھنا منافقت ہے اور خلوت میں نماز حسن انداز سے ادا کرے تا کہ
ت میں ادائے حسن کے قابل ہو یہ درجہ بڑا پیچیدہ ہے لیکن شامل رہا ہے تاہم یہ ریا اپنی ذات تک محدود ہے کہ اسے یہ حیا اپنی ذات
ہوئی کہ تنہائی میں اس کا اس خیال کے تحت نماز پڑھنا اور یوں سمجھنا کہ وہ ریا سے پیچھا چھڑانے میں کامیاب ہو گیا ہے یہ درست
، کیونکہ اس کے ذہن میں جو تصور ہے وہ بذات خود ریا ہے۔

چہارم

marfat.com

یہ انتہائی پوشیدہ درجہ ہے اور وہ اس طرح کہ وہ اس بات سے آگاہ ہو کہ خلوت ہو یا جلوت خشوع وخضوع محض دکھاوے کیلئے ہو تو وہ بے کار ہے اور اس کی اس آگاہی کے باوجود شیطان اس کے کان میں یہ پھونک دے کر عظمت الٰہی کا تصور کر اور یہ دیکھ کہ تو کس کی بارگاہ میں کھڑا ہے کہ تو اس مقام کی عظمت کو بھول رہا ہے۔ (تو ممکن ہے) نمازی اس کے دام میں آ ہی جائے اور خاشع ہونے کی کوشش میں لگ جائے اور لوگوں کی نگاہوں میں آراستہ ہو جائے اب اگر اس کے دل میں خلوت وتنہائی میں یہ خطرہ پیدا نہیں ہوتا تو صرف لوگوں کے سامنے ہی یہ احساس کیوں؟ اس کی وجہ صرف ریاکاری ہی ہو سکتی ہے اور اگر لوگوں کے سامنے اس خطرہ کو رفع کرنے کی صورت ہے تو یہی ہے کہ آدمی اس وقت کی ہولناکیوں کو تصور میں لائے جب میدان حشر قائم ہوگا جہاں کوئی ملجاء وماویٰ نہ ہو۔

پس چاہئے کہ اسے یہ خیال ہی نہ گزرے تاکہ دیکھنے والے انسان ہیں یا حیوان اور اگر اس (کیفیت) میں ذرہ برابر فرق دیکھے سمجھ لے کہ ابھی ریا سے پیچھا نہیں چھوٹا ریا کے باب میں مذکورہ یہ امثال اکثر دھوکے فریب ان اغراض میں بھی پوشیدہ ہوتے ہیں۔ جن کا سطور بالا میں ذکر کیا گیا ہے اور جب تک کوئی شخص ان گہرائیوں کو نہ پائے تب تک ثواب عبادت سے محرومی ہی محرومی ہے یہ تو فضول اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالنے والی بات ہے اور لاحاصل ہے اور کیا کرایا باعث ضیاع اور ایسا شخص ہی اس آیت کی مثال ہے کہ

خدا کی طرف سے ان کو وہ معاملہ پیش آئے گا جس کا ان کو وہم وگمان بھی نہ تھا۔

فصل

یہ بات قابل فہم ہے کہ جب نیت میں کسی قسم کی ملاوٹ ہو گئی یعنی ریاکاری یا کوئی اور غرض عبادت میں شامل ہو گئی تو یہ باعث عذاب ہے۔ اگر دونوں (نیت عبادت اور ریا) برابر ہیں تو نہ ثواب ہے نہ عذاب لیکن اگر دکھاوا کم ہے تو ثواب سے بالکل خالی نہیں ویسے احادیث سے سامنے آنے والی حقیقت ہی ہے کہ جب نیت میں آمیزش ہوگی اور اخلاص نہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اپنے بندے سے یہ ہوگا کہ ''جس کی خاطر تو نے یہ عمل کیا تھا اس سے اجر بھی مانگو''

لیکن ہمارے نزدیک اس سے مراد وہ عمل ہے جس میں دونوں ارادے برابر ہوں اور یہی وہ عمل ہوگا جس کے ثواب سے بندہ نصیب رہے گا اور محکم ہوگا۔

''ہم سے کیا اجر مانگتے ہو جس کے لئے کام کیا اسی سے مانگو''

اور جہاں حدیث کو دلیل عذاب بنایا گیا ہے وہ یہ امر ہے کہ عمل میں سوائے ریا کے کچھ بھی نہ ہو یا ریا کی مقدار زیادہ ہو لیکن اگر ارادے کے باعث خواہش قرب ہو اور ریا موجود نہ ہو لیکن بہت معمولی اور ناتواں ہو تو پھر ثواب ہوگا تو سہی لیکن اتنا نہیں جتنا اخلاص نیت سے ملتا ہے۔

☆ ہمارا یہ موقف اختیار کرنا دونوں دلیلوں کی بنا پر ہے اوّل تو اس لئے کہ دلیل وبرہان سے یہ حقیقت واضح ہو جائے عقوبت کے معنی یہی ہیں کہ دوری حجاب ہے اور یہی حجاب آگ بن کر اسے جلا دیتا ہے اور اگر آدمی دونوں ارادوں کا ساتھ دے تو گویا دونوں قبول کئے ہوئے تھا تو ظاہر ہے جہاں ایک حصہ خدا سے دوری کا باعث ہوگا تو قربت کا موجب ہوگا یعنی دونوں برابر تو ایک ارادہ اسے دور کر دے تو دوسرا فریب اور اگر ایک جتنا قریب کرتا ہے دوسرا اتنا ہی دور کر دیتا ہے۔ اور نتیجہ یہ کہ نہ آگے نہ پیچھے جہاں سے چلا تھا

marfat.com

وہیں پہ رہا۔ البتہ اگر دوری آدھ بالشت ہو تو نزدیکی باقی رہے گی۔ جیسے کوئی بیمار اگر گرم دوا کھانے کے بعد اتنی ہی مقدار میں سرد دوا بھی کھالے تو دونوں مل کر برابر ہو جائیں گی لیکن اگر سرد دوا کی مقدار قدر کم ہو گی تو حرارت ایک نہ ایک حد تک باقی رہے گی۔ یعنی سردی کے مقابلے میں زیادہ رہے گی اور اگر سرد دوا کی مقدار گرم سے زیادہ ہو گی تو حرارت سردی کے مقابلے میں کم ہو گی۔ اسی مثال پہ دل کی تاریکی اور روشنی کم و بیش ہوتی ہے جیسا کہ دواؤں کا اثر جسم پہ نمایاں ہوتا ہے۔ چنانچہ گناہ ہو یا طاعت ضائع نہ ہونگے اور نامہ اعمال میں کمی بیشی کا صحیح اندازہ (روز حشر) ہو ہی جائے گا جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

''جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اسے پالے گا اور جو شخص ذرہ برابر برائی کرے گا وہ بھی اسے پالے گا''۔

لیکن عقل و فہم کا تقاضا مکمل احتیاط ہے ممکن ہے کہ نیت غرض قوی اور بندہ یہی سوچتا رہ جائے کہ وہ کمزور نہیں ہے۔ حالانکہ عمل کی سلامتی اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ غرض نفسانی کا اس میں شائبہ نہ ہو۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اجماع امت ہے کہ اگر کوئی سفر حج کے دوران تجارت کرلے گا تو اس کا حج باطل نہ ہو گا لیکن مخلص حاجی کی طرح ثواب بھی نہ پائے گا پھر بھی چونکہ اصل ارادہ تو حج کا ہے باقی سارا کچھ اس کے تابع ہے اس لئے اس کا ثواب بالکل زائل نہیں ہو گا۔ البتہ ناقص ضرور ہو گا۔ یہی حال کسی کے راہ خدا میں جہاد پہ جانے کا ہے۔ یعنی وہ دو جانب سے جہاد پر روانہ ہو سکتا ہے وہ یوں کہ ایک جانب تو جہاد تو نگروں کے خلاف ہو سکتا ہے اور جہاں سے مال غنیمت بڑی فراوانی سے ہاتھ آئے اور دوسری صورت یہ ہے مقابلہ غرباء سے ہو (مال غنیمت کا سوال ہی پیدا نہ ہو) تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ امیروں سے جہاد کی صورت میں اس کا ثواب ہی ضائع ہو جائے گا۔ کیونکہ مال غنیمت کے بارے خیال کرنا اور اس کے ملنے پہ نہ ملنے کی صورت میں فرق کرنا تو کوئی ایسی بات نہیں اور کسی بھی انسان کیلئے بڑا دشوار ہے کہ اپنے باطن کو اس سے منزہ پالے۔

لیکن اگر معاذ اللہ کسی کا جہاد ہو ہی اس نیت سے کہ مال غنیمت ضرور ملے تو اس صورت میں حصول ثواب اندیشہ سے خالی نہیں کیونکہ شرطیں عاید کرنے سے عمل میں درستی ہی کہاں باقی رہے گی۔

مجلس اور درس و تصنیف اور دیگر تمام وہ کام جو مخلوق سے متعلق ہیں ان کے سلسلے میں اس کا اور بھی زیادہ خیال رکھنا لازمی ہے کیونکہ ان امور میں آدمی جب تک اپنے آپ کو بیکبار باہر نہیں نکالے گا اس وقت تک ان خیالات سے چھٹکارا ممکن نہیں۔ مثلاً اس کی تصنیف کو کسی دوسرے سے منسوب کریں یا اس کے کلام کو کسی دوسرے کا کلام بتائیں اور وہ اس سے آگاہ ہو کر اس پر اظہار نفرت کرے۔

باب سوم

صدق و اخلاق

یہ جاننا چاہئے کہ صدق و اخلاق ایک دوسرے سے قریب تر ہیں اور صدق کا درجہ بہت ہی بلند ہے' یہی وہ درجہ ہے جس پر سرفراز ہونے والے صدیق کہلاتے ہیں اور جن کی تعریف حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس طرح فرمائی ہے۔

''ان مومنوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ جس بات کا انہوں نے اس سے عہد کیا اس میں سچ ثابت ہوئے۔''

marfat.com

مزید فرمایا ''پس ان سچوں سے ان کے صدق کی تحقیق کرے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے لوگوں نے دریافت کیا کہ کمال کس شے میں ہے فرمایا۔

گفتار میں حق گوئی اور صدق کردار

پس صدیق کے معنی کو پہچاننا بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے صدق کے معنی سچائی یا راستی کے ہیں۔ یہ راستی وسچائی چھ امور میں پوشیدہ ہے۔

صدق اوّل:

زبان کا صدق ہے یعنی جھوٹ سے حتی المقدور پرہیز

ماضی کی خبر اور حال اور مستقبل کے کسی بھی قسم کے وعدوں کی بابت کیونکہ یہ بتایا جاچکا ہے کہ دل زبان سے صفت حاصل کرتا ہے۔ بات ٹیڑھی سو دل بھی ٹیڑھا سچی بات دل کو سیدھا رکھتی ہے اور صدق زبان کا کمال دو چیزوں سے حاصل ہوتا ہے اوّل یہ کہ گفتگو میں تعریفیں وکنایہ استعمال نہ کرے کہ کہیں سچی بات سے بھی غلط معنی اخذ نہ کر لئے جائیں اور سننے والا کچھ اور ہی نہ سمجھ بیٹھے بلکہ مصلحتاً جھوٹ بولنے والے (جائز) مقامات پر بھی جھوٹ سے بچے مثلاً میاں بیوی میں صلح کراتے وقت یا دو مسلمانوں میں بوقت صلح کمال صدق ہی ہے کہ ایسے مواقع پہ بھی جھوٹ سے پرہیز کرے اور نہ ایسی بات کرے جس سے غلط مطلب نکلنے کا اندیشہ ہو چاہے وہ بات سچ ہی کیوں نہ ہو تاہم اگر وہ صدق دل کا مالک ہے اور راہ حق میں مصلحت خلق کے پیش نظر جھوٹ بولنے پہ مجبور ہے۔ تو یہ چیز اسے درجہ صدیق سے نہیں گرائے گی۔

کمال دوم:

دوران مناجات حق میں اپنی ذات سے صدق کا طلبگار ہو مثلاً زبان سے اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ کہے اور دل دنیا میں مشغول ہو یہ صدق زبان نہ ہوگا بلکہ صریح جھوٹ ہوگا کیونکہ وہ حق کی طرف مشغول ہی نہیں اسی طرح جب ایاک نعبد کہتا ہے تو زبان سے اعلان بندگی ہے جبکہ دل دنیاوی خواہشوں میں لگا ہوا ہے۔ تو وہ مطیع تمنا ہے کہ مطیع حق؟ یوں یہ بھی جھوٹ بنا کہ میں تیرا بندہ ہوں کیونکہ وہ اس کا بندہ ہے جس کی قید میں ہوگا۔

بندۂ درہم و دینار نہ بن

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ اگر تو بندہ حق ہے تو درہم و دینار کی بندگی سے نکل آ کیونکہ درہم و دینار ہی نہیں بلکہ جب تک آدمی ہر شے دنیا سے فارغ نہ ہو بندگی حق کا دعویٰ برحق نہیں اور دنیا سے آزاد ہونے کا کمال اسی میں ہے کہ اپنی ذات سے بھی آزاد ہو اور خودی کے نام پہ ہر شے ختم ہو جائے حتی کہ اپنا کوئی ارادہ نہ ہو بلکہ حق تعالیٰ ہی کی ذات ہو جہاں تک ہو۔ بس اسی کو چاہے اور اسی کی رضا پہ راضی ہو کیونکہ اسی میں کمال صدق ہے اور جو اس سے محروم ہو وہ صدیق کیا صادق بھی نہیں ہو سکتا۔

صدق دوم:

marfat.com

یہ نیت میں پنہاں ہے جس کی وجہ سے آدمی خدا کا قرب حاصل کرتا ہے اور اس میں خدا کے سوا اور کچھ مقصد نہ ہو اور نہ کسی کو شریک ٹھہرائے اسی کا نام اخلاص اور صدق ہے اور اگر قرب الٰہی کے سوا کسی چیز کا تصور رکھ کر عبادت کی جائے تو وہ باطل ہے۔

صدق سوم:

عزم وارادہ اگر کوئی کہے کہ اگر مجھے حکومت مل جائے تو عدل وانصاف کروں گا یا مال ملے تو سب خیرات کر دوں گا یا یہ کہ مجلس و درس اور حکومت کی بابت اپنے سے بہتر نظر آ جائے کوئی بندہ تو یہ عہدے فوراً اسی کو سونپ دوں گا۔ یہ اس قسم کے ارادے کبھی مضبوط ہوتے ہیں تو کبھی کمزور اور صدق عزم تو مضبوطی ہی میں ہے تردد یا تذبذب میں نہ پڑے مثلاً جب کوئی کہے کہ یہ تمنا راست ہے۔ (سچی ہے) تو مطلب یہ ہے کہ مضبوط اور پختہ ہے اور صدیق کا دل ہی خیر و بھلائی سچا پکا عزم رکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا اگر لوگ میرا گلا کاٹ دیں تو یہ اس قوم کا امیر بننے سے مجھے زیادہ محبوب ہے کہ جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی ہستی موجود ہو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کی بنیاد اس عزم مصبوط پر تھی جو اپنے قتل پر صبر کیلئے آپ کے دل میں واقعی موجود تھا اس سے اس فرق کا اندازہ خود ہی کر لیجئے جو اپنے مقابلے میں صدیقوں کے قتل کا اختیار دینے پر لوگوں میں پایا جا سکتا ہے کہ ان میں سے کچھ تو وہ ہوں جو اپنی زندگی کو عزیز و مقدم رکھیں گے اور کوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مانند اپنے قتل کو زندگی پر ترجیح دینے پہ حضور قلب سے آمادہ ہو۔

صدق چہارم:

یہ تکمیل عزم میں ہے کیونکہ ممکن ہے عزم پختہ ہو کہ جہاد میں جان قربان کروں گا۔ یا یہ کہ بہتر رہنما نظر پڑا تو حکومت اس کے حوالے کر دوں گا اور جب واقعی ایسا احوال درپیش ہو جائے تو نفس اس عزم کی تکمیل میں رکاوٹ بن جائے اسی لئے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں نے اپنے عزم کو پورا کیا اور اپنی جان کو قربان کر دیا اور جو مال خرچ کرنے کا عزم کر کے اسے پورا نہیں کرتے ان کے بارے ارشاد ہے

اور بعض ان سے وہ ہیں جو خدا سے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر اللہ اپنے فضل و کرم سے (مال) عطا فرمائے تو ہم خوب خیرات کریں اور اس کی بدولت خوب کار خیر کریں۔ تو پھر جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے (مال) عطا کیا تو وہ کنجوسی کرنے لگے اور روگردانی کرنے لگے ارشاد ہے:

"اس وعدہ میں وہ شروع ہی سے جھوٹ بولتے تھے۔" اور یہ ایسے سارے لوگوں پہ دلالت کرتی ہے جو کہ جھوٹے ارادے باندھتے ہیں۔

صدق پنجم:

باطنی صفات کے عمل سے ظہور ہو اور ایسا نہ ہو کہ بظاہر تو بڑی نرم چال چلے یعنی آہستہ روی سے چلے جبکہ باطن میں وہ وقار نہ ہو تو ایسے شخص کو صادق نہیں کہہ سکتے اور یہ صدق جبھی حاصل ہوگا جب ظاہر باطن دونوں درست ہوں اور یہ سعادت اسے ہی نصیب ہے جس کا باطن ظاہر سے زیادہ پاکیزہ ہو یا اس کے برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی تھی کہ یا الٰہی میرے باطن کو ظاہر

marfat.com

سے بہتر بنا اور باطن کو نیک بنا دے۔"

جس میں یہ خوبی موجود نہ ہو لیکن دعویٰ یہ ہو کہ میرا ظاہر باطن کا آئینہ دار ہے۔ تو یہ غلط اور جھوٹ اور وہ درجہ صدق سے گرا ہوا ہے۔ چاہے اس کا اصل مقصد ریاکاری نہ بھی ہو۔

صدق ششم:

آدمی مقامات دین کی حقیقتوں کو اپنے دل سے طلب کرے اور اسی میں تلاش کرے یہ کہ بس ابتدائی' سرسری اور معمولی سی واقفیت صرف ظاہری طور پر حاصل کرے اور اسی پہ قناعت کرے مثلاً زہد' توکل' خوف رجا اور رضا کے ساتھ شوق وغیرہ وہ احوال ہیں کہ ان سے تھوڑی سی واقفیت تو ہر مسلمان کو ہوتی ہے لیکن ان کی حیثیت بڑی ضعیف و ناتواں ہوتی ہے حالانکہ صادق تو وہ ہے جس پہ یہ کیفیت مضبوطی سے غالب اور مسلط ہو جیسا کہ ارشاد ہے۔ "پورے مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور پھر شک نہیں کیا اور اپنے مال و جان سے خدا کے راستے محنت اٹھائی یہی صادق ہیں۔

الغرض ایمان صاحب کمال یعنی کامل ایمان والے یہی حضور حق میں صادق کہلاتے ہیں اور اس کی مثال یوں دے سکتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی چیز سے ڈرتا ہے تو نشانی یہ ہوتی ہے کہ وہ اس سے لرزیدہ لرزیدہ رہتا ہے اور چہرے پہ زردیاں ہوتی ہیں کھانا پینا ندارد اور بے چینی و اضطراب نمایاں ہوتا ہے چنانچہ جو شخص حق تعالیٰ سے اسی طرح خائف رہے تو اسے صادق کہیں گے لیکن اگر کوئی شخص زبان سے کہے کہ گناہ سے ڈرتا ہوں اور ساتھ ارتکاب بھی کرے تو یہ خوف جھوٹا ہے اسی طرح درجہ بدرجہ تمام مقامات میں فرق ہوتا ہے پس جو شخص ان چھ معنی میں سے ہر ایک میں صادق ہو تو گویا اسے پورا کمال حاصل ہے اور وہی صدیق ہے لیکن اگر ان میں سے صرف چند میں کامل ہے تو اسے صدیق نہیں کہا جائے گا البتہ اس کے صدق کے مطابق اسے ایک درجہ ضرور ملتا ہے۔ واللہ اعلم

اصل ششم

محاسبہ و مراقبہ

جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے بڑے واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ ہم قیامت کے روز ترازو سیدھے رکھیں گے اور ظلم نہ کیا جائے گا اور ہر خیر و شر سب کی جا ہے مثقال برابر ہی کیوں نہ ہو ترازو سے گزرے گی اور ہم اکیلے ہی حساب خلقت کو کافی ہوں گے۔

ارشاد ہے۔

"روز حشر ہم میزان عدل قائم کریں گے سو کسی پہ ظلم نہ ہوگا اور اگر رائی جتنا بھی عمل ہوگا تو اس کو ضرور حاضر کریں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔" پس جب مخلوق کو یہ وعدہ خود دیا تو یہ حکم بھی دیا کہ اس جہان میں اپنے اعمال پہ نگاہ رکھنا۔

ارشاد فرمایا۔

"ہر شخص دیکھ بھال لے کہ اس نے آگے کیا ذخیرہ بھیجا ہے" اور حدیث شریف ہے کہ عقل کی چار ساعتیں ہیں۔

marfat.com

۱ - ایک ساعت میں اپنا محاسبہ کرے
۲ - دوسری ساعت میں حق تعالیٰ کی مناجات کرے۔
۳- تیسری ساعت میں روزی کی تدبیر کرے۔
۴- چوتھی میں ان چیزوں میں سے آسودگی حاصل کرے۔
جو دنیا میں اس پر حلال کر دی گئی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے تم خود اپنا محاسبہ کرلو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

اے ایمان والو! خود صبر کرو اور مقابلہ کیلئے کمر بستہ رہو یعنی تم صبر کے ساتھ اپنی خواہشات اور شہوت نفسانی کے ساتھ خوب جہاد کرو کہ تم بہتر ہو جاؤ اور رابطو سے مراد یہ ہے کہ اس جہاد میں مستقل مزاجی اور ثابت قدمی سے رہو۔

پس اہل نظر اور زبرگان دین نے یہی تصور کیا کہ ہمارا اس جہاں میں ایک طرح کی سوداگری کی طرح سے آنا ہوا جہاں معاملہ نفس کے ساتھ رہے گا اور اس کا نفع بہشت کی صورت میں اور نقصان دوزخ کی صورت ملے گا بلکہ یوں کہے کہ ہاتھ ابدی سعادت نصیب ہو جائے گی یا پھر ہمیشہ کی شقاوت ہوگی اور ہم ہوں گے چنانچہ انہوں نے نفس کو اس تجارت میں شریک کا درجہ دیا اور جس طرح شریک سے تمام شرائط کاروبار پہلے سے ہی طے کر لی جائیں پھر ان پر خوب نگاہ رکھی۔ پھر ٹھونک بجا کر حساب کتاب کیا جاتا ہے اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے کسی قسم کی بددیانتی اور خیانت سے کام لیا ہے تو اس پر عتاب کرتے ہیں اور سزا و عقوبت سے کام لیتے ہیں۔ اسی طرح ان دین نے بھی نفس کے ساتھ چھ مقامات لازم قرار دیئے ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں۔

۱- مشارطہ ۲ - مراقبہ ۳ - محاسبہ ۴ - معاقبہ ۵ - مجاہدہ ۶ - معاتبہ

شارطہ:

ان میں سے مشارطہ کی بابت یہ معلوم ہونا چاہئے کہ جس شریک کو جتنا مال دیا جاتا ہے وہ حصول نفع میں ممد و معاون ہوتا ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ وہ خیانت اور بے ایمانی کی طرف راغب ہو جائے اور پھر الٹا دشمنی پر اتر آئے اور جس طرح شریک سے پہلے شرطیں طے کر لینا لازم ہے اور پھر ان سے ہمیشہ ہوشیار اور چوکنا رہنا ضروری ہے اور جب وقت حساب آئے تو اس میں پوری سختی سے کام لینا واجب ہے۔ اسی طرح منافع کے بارے میں بھی پورا پورا معاملہ طے کر لینا بے حد اہم ہے کیونکہ یہی وہ معاملہ ہے جس کا منافع ابد تک باقی رہے گا جبکہ دنیاوی معاملات کا نفع تو چند روزہ ہے اور صاحب عقل تو اسے بے بنیاد بے حقیقت جانتے ہیں۔ جیسے بقا حاصل نہ ہو۔ اسی سے یہ مقولہ اخذ ہے کہ

"فانی خیر سے دائمی شر بہتر ہے"

عمر عزیز کا ایک ایک سانس گوہر بے بہا ہے اور ان جواہرات کی قدر سے ایک خزانہ جمع کیا جا سکتا ہے یعنی بجت کے خیال کی مدد سے

marfat.com

ایک ایک کر کے پورا خزانہ ہاتھ لگ سکتا ہے بشرطیکہ ہر گوہر میں مکمل حساب اور جانچ رکھی جائے پس عقلمند ہر روز نماز صبح کے بعد لمحہ بھر کو یہ شغل دل کو مہیا کرے اور اپنے نفس سے یوں خطاب کرے۔

''لمحات عمر کے علاوہ تیرے پاس کیا رکھا ہے؟ اور ان بیتتے سانسوں کا نعم البدل کوئی شے ہو سکتی ہے؟ جن کی تعداد بھی کوئی خاص نہیں اور جو باقی ہیں سانس ان کا بھی شمار معلوم نہیں اور بعد عمر تو خرید و فروخت (کچھ لینے دینے) کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بنا بریں جو کچھ کر سکتے ہو ابھی (اسی حیات میں) کر لو۔ میدان حیات کا داماں تنگ اور دامان عقبیٰ کی وسعتیں لامحدود ہیں جہاں عمل ناپید ہے تو پھر اے میری جاں ہر دن کو ایک نئی زندگی ہی جانو کہ اگر شب کو تیری نیند ہی ممات بن جاتی تو یہ حسرت ناتمام ہی دامن گیر ہوتی کہ کاش ایک دن اور جیا ہوتا تو کچھ کر لیتا۔

تو سنو اب جو اگر عرصہ حیات مہلت بنا ہے تو اے میری جان زندگی مرا کہا مان اور سرمایہ حیات کو غنیمت جانو مبادا یہ بھی ضائع نہ ہو جائے اور صبح فردا کا چہرہ دیکھنا نصیب نہ ہو اور دور تک حسرتوں کے سوا کچھ دکھائی نہ دے۔

آج ہی یہ کیفیت پیدا کر لے اور یہی تصور کرے کہ یہ ایک دن کے بعد بھی تجھے بعد موت نصیب ہو جائے اور یہ مہلت طلب ہی تجھے ملی ہے اور اس کے ضیاع کا خسارہ لامحدود ہے جو تجھے خوش بختیوں سے محروم کر دے گا۔

حدیث نبوی ہے کہ روز حشر لیل و نہار کے یہ چوبیس گھنٹے جو ہیں ان کے بدلے چوبیس خزانے بندے کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور پھر ایک خزانے کا منہ کھول دیں گے اور جو جو نیک اعمال اس نے زندگی کی اس مخصوص گھڑیوں میں عمر بھر کیے ہوں گے ان کے نور سے وہ خزانہ اسے منور دکھائی دے گا جسے دیکھ کر وہ اتنا خوش ہوگا کہ اگر یہ خوشی جہنمیوں میں تقسیم کی جائے تو وہ نار جہنم کو بھول جائیں اور اس بے پناہ خوشی کا سبب یہ ہوگا کہ بندہ اس نور کو خدا کے نزدیک اپنی قبولیت کا وسیلہ جانے گا۔

پھر اس کے سامنے دوسرے خزانے کا دروازہ کھولا جائے گا جو ظلمت و معصیت سے سیاہ ہوگا اور ایسی بدبو اس سے باہر آئے گی کہ فقط ایک ساعت کے جھونکے سے ہر کوئی وحشت زدہ ہو کر اپنی ناک بند کر لے گا یہ خزانہ وہ گناہ ہوں گے جو اس نے دن کو دوسرے لیے کیے ہوں گے۔ جسے دیکھتے ہی دل پر ایسی وحشت و ہیبت اور خوف طاری ہوگا کہ اگر وہ جنتیوں میں تقسیم کیا جائے تو جنت ان کیلئے ایک تلخ و ناگوار مقام بن جائے۔ اس کے بعد ایک اور خزانہ کھلے گا وہ خالی ہوگا نہ روشنی نہ تاریکی یہ وہ ساعت ہوگی نہ کوئی نیکی ہوگی اور نہ کوئی گناہ کیا ہوگا تب دل ہی دل میں حسرت و پشیمانی ایسے ابھرے گی کہ گویا اتنا افسوس کسی خزانے یا مملکت کے کھونے پہ بھی نہ ہوگا (جتنا زندگی کی بے کار ساعت گزرنے پہ ہوگا) الغرض عمر بھر کی ایک ایک ساعت پیش کی جائے گی۔ سو انسان کو چاہئے کہ اپنے نفس کو خبردار اور مطلع رکھے کہ حق تعالیٰ نے جو چوبیس خزانے تیرے لئے رکھے ہیں کوشش کرو کہ ان سے کوئی خزانہ خالی نہ رہے کیونکہ یہ حسرت ناقابل برداشت ہوگی۔ اقوال بزرگاں ہے کہ اگر حضور حق سے تجھے بخشش مل بھی جائے تو درجہ صالحین تو نصیب نہ ہوگا اور یہی وہ حسرت ہوگی جو تجھے مضطرب رکھے گی جو اعضاء تجھے تفویض کیے گئے ہیں سبھی کو خبردار رکھ زباں کے ساتھ ساتھ آنکھ پہ بھی نظر رکھ اور ساتوں اندام کو محاسبہ میں رکھ اور نصیحت و ہدایت کرتا رہے اور یاد رکھ کہ دوزخ کے مذکورہ ساتوں ابواب دراصل یہی ساتوں اندام ہیں جن میں سے ہر ایک کے گناہوں کے سبب تو دوزخ میں جا سکتا ہے۔

marfat.com

پس سوچ کر ان اعضاء سے ہر عضو تجھے کون کون سے گناہوں میں مبتلا کر سکتا ہے۔ پھر اس عضو کو ان گناہوں کا مرتکب ہونے سے اور متعلقہ اوراد و وظائف یاد کر کے ہر روز ہر عضو کو ادھر ہی راغب رکھے اور انہی کے مطابق عزم و ارادہ کرے اور نفس کو ڈرائے اور ف دلائے کہ اگر خلاف ورزی کی تو سزا دوں گا یعنی تکلیف کیونکہ تجھے تیری سرکشی کے باوجود نصیحت کی جاتی ہے۔

اور ریاضت و مجاہدہ سے اثر ضرور قبول کرتا ہے اور یہ تمام امور محاسبہ میں شامل ہیں جو عمل سے قبل ہونا چاہئے۔

ارشاد تعالیٰ ہے۔

''بے شک اللہ تمہارے دلوں میں اس کی خبر رکھتا ہے سو تم اس سے ڈرتے رہو''

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

داناو صاحب عقل وہی ہے جو اپنا محاسبہ کرتا رہے اور ایسے کام کرتا رہے جو موت کے بعد فائدہ دے سکیں نیز فرمایا جو کام بھی درپیش س میں خوب غور کر لیا کرو اور پھر اگر مناسب و موزوں سمجھو تو کرو ورنہ مت کرو اور اس سے بچنے کی کوشش کرو۔

☆ ضروری ہے کہ علی الصبح بیدار ہوتے ہی نفس پہ یہ شرائط عائد کر دی جائیں اور جو اس میں مستقل و ثابت قدم رہے گا وہ محسوس گا کہ ہر روز اسے کوئی نہ کوئی ایسا ضرر درپیش رہے گا جس میں اسے نفس کے ساتھ معاہدے کی ضرورت ہوگی۔

قبہ:

مراقبہ کے معنی نگرانی و پاسبانی کے ہیں جس طرح شریک تجارت کے حوالے کر کے سرمایہ کے بارے شرط لیتے ہیں بلکہ (ہوشیار) نہیں رہتے اور ہر حرکت پہ نگاہ رکھی جاتی ہے۔ اسی طرح نفس سے بھی خبردار رہنا ضروری ہے اور اس کی نگرانی سے تغافل نہ برتنا ئے کیونکہ اس سے نفس ہر کاہلی اور شہوت پرستی کے سبب اپنی اصل پہ لوٹ کر سرکش ہو جائے گا۔

☆ حق مراقبہ اسی صورت ادا ہو سکتا ہے کہ آدمی اس بات پہ کامل یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہر فعل اور ہر خیال ہے اور اس سی بات کا کوئی بھی پہلو پوشیدہ نہیں۔ لوگ اگر اس کے ظاہر ہی کو جانتے ہیں تو خدا ظاہر باطن دونوں کا واقف حال ہے۔

☆ جس نے اس حقیقت کو پالیا اور یہ عقیدہ اس پہ غالب آ گیا اس کا ظاہر و باطن دونوں مزین ہو جاتے ہیں اور اس پہ ایمان نہ ے والا کافر ہے اور اگر ایمان کے باوجود خلاف ورزی کرے تو یہ جرأت ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''کیا اسے خبر نہیں کہ خدا سے دیکھ رہا ہے''

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ ایک حبشی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گناہ بے شمار ہیں کیا میری توبہ ایزدی میں مقام قبولیت سے مشرف ہو سکتی ہے؟ فرمایا کیوں نہیں گناہ کرتے وقت دیکھتا بھی رہا ہے فرمایا بالکل وہ سب کچھ دیکھتا رہا یہ سن کر حبشی نے ایک نعرہ مارا اور گرتے ہی جاں بحق ہو گیا۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

''عبادت اس طرح کرو گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو یہ ممکن نہیں تو کم از کم یہ تو سوچو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے''

marfat.com

جب تک یہ یقین پختہ نہ ہوگا کہ خدا تمہاری ہر بات کو جانتا اور دیکھتا اور ہر حرکت اور فعل سے واقف ہے اس وقت تک تمہارا کوئی کام صحیح انجام نہیں پا سکتا۔

ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ " خَبِیْرٌ " ○ بے شک اللہ تعالیٰ علم والے اور خبر رکھنے والے ہیں (سورہ النساء 25)

بلکہ ہر وقت مشاہدہ حق ہی کمال اصل ہے۔ یعنی سمجھے کہ ذات باری تعالیٰ ہر لحہ اس کے پیش نظر ہے۔

حکایت: جہاں خدا نہ ہو؟

ایک پیر صاحب اپنے ایک مرید پر نظر خاص رکھتے تھے جو دوسرے مریدوں کو بہت گراں گزرتا پیر صاحب نے ایک دن ہر مرید کو بلا کر ایک ایک پرندہ دیا اور کہا اسے کسی ایسی جگہ پر ذبح کر کے لاؤ جہاں تمہیں کوئی نہ دیکھ رہا ہو۔ ہر مرید کسی تنہائی کے مقام پر (چھپ چھپا کر) پرندہ ذبح کر لایا لیکن وہ مرید پرندہ ویسے ہی زندہ واپس لے کر آ گیا۔ پیر صاحب نے دریافت کیا تو نے کیوں نہ ذبح کیا؟ مرید بولا۔

مجھے ایسی کوئی جگہ نہ ملی جہاں مجھے کوئی دیکھ نہ رہا ہو کیونکہ میں جہاں بھی گیا وہ اللہ تعالیٰ کی ذات مجھے دیکھ رہی تھی تب پیر صاحب نے فرمایا تم (یعنی مریدو) خود اس کے مقام و مرتبہ کا اندازہ کر لو یہ تو ہمیشہ مشاہد حق میں رہتا ہے اور خدا کے سوا کسی اور کی طرح نگاہ نہیں کرتا

روایت: زلیخا کا خدا!

جب حضرت زلیخا نے خلوت خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی جانب ملتفت کرنا چاہئے تو پہلے اس بت کو جس کی وہ عبادت کرتی تھی ایک کپڑے سے ڈھانپ دیا (تا کہ وہ اسے دیکھ نہ پائے) حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا واہ اے زلیخا تو اگر پتھر کے اس بت سے حیا کرتی ہے تو کیا میں اس پروردگار عالم سے شرم نہیں رکھ سکتا جو ساتوں ارض و سماء کا خالق ہے اور ہر آن (ہر ذرہ کو) نگاہ میں رکھتا ہے۔

☆ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے پوچھا کہ میں نظر کو برائی سے نہیں بچا پاتا کوئی علاج بتا ہے۔

فرمایا یہ چیز ذہن میں رکھ کہ جس قدر تو کسی کو دیکھ سکتا ہے اس سے زیادہ خدا تجھے دیکھتا ہے۔

☆ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بہشت میں ایک مقام عدن ہے وہ صرف ان لوگوں کیلئے ہے جو گناہ کا ارادہ کریں لیکن میری شرم کے باعث اس کا ارتکاب نہ کریں۔

چرواہا اور خوف خدا

حضرت عبداللہ بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ کی طرف جا رہا تھا کہ ایک جگہ تھوڑی دیر کیلئے ہم بیٹھ گئے اتنے میں ایک چرواہا ادھر سے بکریاں لئے ہوئے گزرا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا کہ ایک بکری میرے ہاتھ فروخت کر دو اس نے کہا یہ بکریاں میری ذاتی ملکیت نہیں

marfat.com

ں کیونکہ میں تو غلام ہوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (بطور آزمائش) فرمایا مالک سے کہہ دینا کہ ایک بکری کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا تھا۔ اسے کیا ہ چلے گا؟ چرواہے نے عرض کیا کہ اگر اسے نہ بھی پتہ چلے تو کیا خدا کو بھی پتہ نہیں چلے گا؟ یہ سن کر حضرت عمر زار و قطار رونے لگے۔ ں کے مالک کو بلوا کر قیمت ادا کی اور آزاد کرتے ہوئے فرمایا اس بات سے جس طرح تجھے دنیا میں آزادی ملی ہے آخرت میں بھی ات پائے گا۔

ل: یاد رہے کہ مراقبے کے دو درجے ہیں ایک تو صدیقوں کا مراقبہ ہے جن کا دل عظمت الٰہی میں مستغرق رہتا ہے اور ہیبت خداوندی ے چور چور رہتا ہے اس دل میں یہ گنجائش ہی نہیں ہوتی کہ غیر اللہ سے ملتفت ہونا تو دور کی بات اس کا تصور بھی ممکن نہیں اس لئے اس مراقبہ کو تاہ کہا گیا ہے یعنی چھوٹا مراقبہ اور یہ اس لئے کہا گیا ہے کہ جب دل اپنے مقام پر قرار پکڑ لے تو اعضاء از خود اس کے تابع ہو تے ہیں اور مباحات میں بھی باز رہتے ہیں۔ تو پھر وہ بھلا (جو مباحات کو نہیں دیکھتے) گناہ کی طرف کیسے جائیں۔ ایسے مراقب کو ضاء کی نگرانی کیلئے کسی قسم کے تدبیر و حیلہ کی ضرورت نہیں اور ان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد صادق آتا ہے۔

''جو شخص صبح دم ہی یک ہمت ہو کر بیدار ہوتا ہے اس کے کاموں کی حق تعالیٰ خود کفایت کرتا ہے چاہے وہ دنیاوی ہی ہوں اور چاہے رت کے کام البتہ کوئی مراقب ایسا مستغرق بھی ہوتا ہے کہ اس سے بات بھی کریں تو نہیں سنتا اور سامنے بھی جائیں تو کھلی آنکھوں باوجود نہیں دیکھ سکتا۔ حضرت عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کسی ایسے شخص سے واقف ہیں جو خلق سے درجہ غافل ہو کہ صرف اپنے ہی حال میں مشغول ہو؟

فرمایا ہاں ایسے ایک شخص سے واقف ہوں اور یہ لو وہ سامنے آ ہی رہا ہے لوگوں نے دیکھا تو حضرت عتبہ الفلاح رحمہ اللہ تعالیٰ یف لا رہے تھے جب وہ قریب آئے تو حضرت عبدالواحد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا کہ آپ نے راستے میں کون کون سے ص دیکھے؟

انہوں نے جواب دیا! کسی کو بھی نہیں حالانکہ وہ جس رستے میں تشریف لائے تھے وہ خاص آمد و رفت کی رہ نہ تھی بلکہ رستے میں ر بھی پڑتا تھا۔

ار یا عورت!

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کا ایک عورت کے قریب سے گزر ہوا تو اس پر اپنا ہاتھ دے مارا اور اس پر گر پڑے لوگوں نے عرض حضرت یہ کیا؟

فرمایا میں سمجھا تھا کہ شاید دیوار کھڑی ہے۔

☆ ایک بزرگ فرماتے ہیں میرا گزر ایک گروہ کے قریب سے ہوا وہ لوگ تیر اندازی میں مشغول تھے لیکن ایک شخص ان سے کافی لے پر تنہا بیٹھا تھا میں اس کے پاس چلا گیا تا کہ اس سے کچھ بات چیت کر سکو تو وہ بولا باتوں میں کیا رکھا ہے اس سے بہتر ذکر الٰہی ہے۔

marfat.com

میں نے کہا اے بندہ خدا تو تنہا کیوں بیٹھا ہے؟ وہ بولا یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ میں تنہا ہوں میرا اللہ میرے ساتھ ہے اور دو فرشتے بھی میں پوچھا اس قوم پر کسی نے سبقت بھی حاصل کی؟

کیا کیوں نہیں! (وہ جیت گیا) جسے خدا نے انعام بخشش سے نوازا۔ پھر میں نے پوچھا راستہ کدھر ہے؟ وہ آسمان کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا اور جاتے جاتے کہہ گیا یا الٰہی تری مخلوق میں بہت سے لوگ تجھی سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مراقبہ اور بلی!

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ جناب حضرت ابوالحسن نوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں گئے تو آپ اس انداز سے مراقبہ کر رہے تھے کہ بدن کا ایک ایک بال بے حس و حرکت تھا۔ حضرت شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا۔ یہ اتنا پرسکون مراقبہ کہاں سے سیکھا ہے؟ فرمایا بلی سے کیونکہ اسے چوہے کی بل پر اسی طرح منتظر پایا تھا۔

مقام مراقب

☆ حضرت عبداللہ بن خفیف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے لوگوں نے بتایا کہ فلاں جگہ مقام صور پر ایک بوڑھا اور ایک جوان ہمیشہ مراقبہ کی حالت میں رہتے ہیں۔ میں وہاں گیا تو دو آدمی کو قبلہ رو بیٹھے پایا میں نے تین بار سلام کیا لیکن جواب ندارد آخر میں تمہیں خدا کا واسطہ سلام کا جواب تو دو۔

نوجوان نے سر اٹھایا اور کہا اے ابن خفیف رحمہ اللہ تعالیٰ یہ دنیا بہت قلیل ہے اور اس مدت قلیل میں بہت سا حصہ ساتھ لینا ہے کہ نے یہ کام مکمل کر لیا جو سلام کرنے چلا آیا یہ کہہ کر پھر مراقبے میں چلا گیا مجھے بھوک اور پیاس لگی ہوئی تھی لیکن (اس بات پہ) ساری بھوک پیاس اڑ گئی اور میں انہی میں محو ہو کر رہ گیا اور وہی رک گیا۔ ظہر اور عصر کی نماز ان کے ساتھ ہی ادا کی اور پھر کہا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں انہوں نے جواب دیا! اے ابن خفیف رحمہ اللہ تعالیٰ ہم اہل مصیبت ہیں کسی کو کیا نصیحت کریں گے۔ میں تین دن تک وہیں رہا اور دوران میں ہم میں سے کسی نے کچھ نہ کھایا پیا اور نہ ہی کوئی لمحہ بھر کیلئے سویا آخر میں نے دل میں سوچا کیوں نہ ان کو خدا کی قسم دوں کہ نصیحت کریں (اس پر گویا ان لوگوں نے میری یہ تحریر دل پڑھ لی ہو) نوجوان نے ایک بار پھر سر اٹھایا اور کہا کہ صحبت کے متلاشی ہو تو ایسے بزرگ کی صحبت تلاش کرو جس کا دیدار تمہیں حق تعالیٰ کی یاد دلائے اور اس کی ہیبت و جلال کا نقش تیرے دل پر پختہ ہو جائے۔

؎ یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

اور وہ بزرگ تمہیں نصیحت کرے تو زبان کردار سے نہ کہ زبان گفتار سے۔

تو یہ ہے مقام اہل مراقب صدق و وفا یعنی یہ لوگ مشاہدہ حق میں مستغرق ہوتے ہیں

دوسرا درجہ پارساؤں اور صدیقین کے مراقبے کا ہوتا یہ پختہ یقین کے حامل لوگ ہوتے ہیں رب تعالیٰ ان کے حال سے بخوبی واقف ہوتا ہے اور وہ اس سے بے حد حیا فرماتے ہیں لیکن وہ عظمت اور جلال خداوندی میں اس طرح مستغرق نہیں ہوتے کہ اپنی ذات احوال عالم سے ہی بے خبر ہو جائیں ان کی مثال اس برہنہ شخص کی ہے جو تنہا کسی کام میں مشغول ہو کر خود سے اور گرد و پیش سے بے خبر

marfat.com

ین اگر کوئی بچہ بھی آ جائے اسی حالت میں تو اس سے شرما کر اپنے آپ کو قصداً چھپا لے اور اوّل الذکر کی مثال اس شخص کی سی ہوتی ہے ں کے سامنے اچانک بادشاہ آ جائے اور وہ اس کی ہیبت و دبدبہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑے پس جو شخص اس درجہ پر ہو اسے اپنے ال وخطرات اور حرکات وسکنات کا مراقبہ اور خیال رکھنا ضروری ہے جس کام کی بھی ابتداء کرے پہلے اسے دو نظروں سے دیکھے اور میں سے پہلی نظر تو کام کی ابتداء کرنے سے بھی پہلے ہوتی ہے یعنی جونہی اس کام کا خیال آئے اسی وقت اس پر غور کر لے اور دل قبہ میں ڈال دے کہ اس میں کیا خیال ظاہر ہو رہا ہے پھر اس خیال پر غور کرے کہ آیا اس کا ظہور پذیر ہونا بجائے خود حق تعالیٰ کیلئے ہیں ں اور پھر اسے اگر قابل حق مخلص پائے تو کرے بصورت دیگر خواہش نفس کی موجودگی میں پرہیز کرے اور حق تعالیٰ سے حیاء فرمائے ذات کو ملامت کرے کہ ابھی تک دل ایسے کاموں کی طرف راغب ہونے پر دلیر ہے الغرض اس کے مآل اور ذلت وخواری کے م پہلوؤں پر نگاہ ڈالے سوچے اور پھر آخری فیصلہ کرے پس دل میں گزرنے والے ہر اندیشے کی ابتداء ہی میں یہ مراقبہ فریضے کی یت رکھتا ہے۔

یث نبوی ہے۔ کیوں۔ کیسے۔ کس لئے؟

ندہ جن حرکات وسکنات پہ اختیار رکھتا ہے ان کی بابت تین قسم کے سوال کئے جائیں گے

۱۔ کیوں ۲۔ کیسے ۳۔ کس لئے

وں؟:

یعنی (وہ بات یا کام) کیوں کیا: فرض تو رضائے الٰہی کے لئے تھا بتا تو نے کیوں کیا تھا خدا کے لئے شیطان کیلئے یا تسکین نفس کیلئے؟ ل میں پکڑ سے بچ گیا تو پھر باری آئے گی ''کیسے کی''

ے؟:

یعنی فلاں کام کس طرح انجام دیا کیونکہ ہر کار خیر کیلئے کچھ آداب وشرائط مقرر ہیں جن کا علم ضروری ہے (وہ علم شرع ہے) اب تو یہ ہ مذکورہ کام علم کے مطابق کیا یا جہالت کی آسانی کا سہارا لیا اور جاہلوں کی طرح سے کیا اگر میں مواخذہ سے بھی بچ گیا تو پھر باری ئے گی ''کس لئے'' کی۔

س لئے؟:

یعنی یہ واجب تھا کہ ہر کام کو پورے خلوص سے صرف خدا کیلئے کریگا اب بتا تو نے کس لئے کیا تھا؟ خدا کیلئے تا کہ اس کا اجر وثواب ے گا یا محض ریاکاری سے کیا تھا۔ اگر ریا سے کیا تھا تو اجر بھی اسی سے مانگو جس کو دکھانے کے لئے کام کیا تھا۔ اگر دنیا کیلئے کیا تھا تو اجر و ب کو ضائع سمجھ کہ اس صورت میں تو اس کا حقدار ہی نہیں اور اگر کسی دوسرے کے لئے کیا تھا تو تجھے خدا کی طرف سے عذاب وعقوبت ں گرفتار ہونا ہوگا کیونکہ ہمارا حکم واضح اور صریح تھا کہ

marfat.com

''عبادت خالص کا اجر خدا ہی کی طرف سے ہے'' (سورہ الزمر 3)

مزید ارشاد ہے: خدا کے علاوہ تم جن کی عبادت کرے

''وہ وہ بھی تخلیق کیے گئے ہیں تمہاری مثل'' (سورہ اعراف 193)

الغرض اس حقیقت کو پانے والا ہی صاحب حکمت ہے تو اس کا دل مراقبے سے کبھی غافل نہ ہوگا اور اس حقیقت کی اصلیت یہی ہے کہ خاطر اوّل پہ ہی سخت نگاہ رکھے کیونکہ اگر اس کو اسی وقت دفع نہ کریگا تو دل اس کی طرف راغب ہوتا چلا جائے گا اور یہ رغبت ہمت بندھائے گی اور یہ ہمت مقصد وارادہ کی شکل اختیار کرے گی اور آخر کار اعضاء تعمیل حکم ارادہ میں الگ جائیں گے اور وہ کام ہو جائے گا اسی لئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بابرکات ہے۔

''جب تو دیکھے کہ کسی کام کی ہمت تیرے دل میں پیدا ہوتی جارہی ہے اسی وقت خدا سے ڈر اور اس سے پرہیز کر''

یاد رہے کہ اس بات کی پہچان حاصل کرنا کہ کون سا خیال ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اور کون سا شیطان کی طرف سے یہ ایک پیچیدہ علم ہے لیکن اس کا حصول انتہائی ضروری ہے اور جو خود یہ طاقت عرفان نہ رکھے اسے چاہئے کہ کسی عالم پرہیز گار کی صحبت میں رہے تاکہ نور صحبت سے اسے یہ رہنمائی نصیب ہو اور دنیا دار علماء سے خدا کی پناہ مانگے کہ شیطان کی نیابت انہی کے پاس ہے۔

علمائے سو

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پہ وحی نازل فرمائی کہ ''اے داؤد حب دنیا میں مست و مدہوش علماء سے دور رہو اور ان سے کبھی کوئی بات پوچھو کہ وہ تمہیں میری محبت سے بھی تہی داماں (محروم) کر دیں گے کیونکہ یہ دنیا دار عالم ایسے راہزن جو میرے بندوں کے دین کو لوٹتے ہیں''

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اللہ تعالیٰ اس بندے کو محبوب رکھتا ہے جو مشتبہ چیزوں میں تیز بین اور دور اندیش ہو اور جس کی عقل کو شہوت کا غلبہ مار نہ سکے۔

کمال آدمیت اسی میں ہے کہ ان ہر دو میں آدمی کو مکمل دسترس حاصل ہو یعنی بصیرت ناقد کے نور سے حقیقت حال کو پہچان لے اور پھر عقل کامل کی مدد سے شہوت کو دفع کرے اور یہ دونوں باتیں ساتھ ساتھ چلتی ہیں کہ جس کے پاس دافع شہوت عقل نہ ہو اس کے پاس بصیرت ناقد بھی نہیں ہوتی جس سے شبہات کا اندازہ کر سکے اور اسی لئے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے

''جس نے گناہ کیا اس کی عقل جدا ہو گئی کہ پھر واپس نہ آئی۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے۔

عمل تین طرح کے ہوتے ہیں۔

۱۔ حق روشن یعنی جس کا حق ہونا صاف ظاہر ہو اور ایسا عمل بجالانا چاہئے۔

marfat.com

۲- باطل روشن یعنی جس کا باطل ہونا صاف ظاہر ہو اور ایسا عمل نہ کرنا چاہئے۔

۳- مشکل یا مشتبہ یعنی جس میں کوئی اشکال پیچدگی یا شبہ پایا جائے اور ایسا عمل کسی عامل سے پوچھ کر کرنا چاہئے۔

دوسری نظر وہ مراقبہ ہے؟

جو عمل کرتے وقت کیا جاتا ہے اور ہر عمل تین حالتوں میں سے ایک کا ضرور حامل ہوتا ہے۔

یعنی عمل یا تو طاعت ہوگا یا گناہ یا مباح ہوگا

طاعت میں مراقبہ یہ ہے اسے اخلاص کے ساتھ کرے حضور قلب سے اور اس سے متعلق تمام آداب کو ملحوظ رکھے اور ایسی کوئی چیز ہاتھ سے جانے نہ دے جو اس طاعت کی فضیلت میں باعث اضافہ ہو۔ گناہ یا معصیت کی صورت میں مراقبہ یہ ہے کہ شرم کرے توبہ کرے اور ادائے کفارہ کی فکر کرے اور یہی جانے کہ ہمہ وقت بارگاہ منعم حقیقی کے حضور حاضر ہوں چنانچہ بیٹھے تو ادب سے سوئے تو دائیں پہلو پر اور قبلہ رو ہو کر بوقت طعام بھی دل تفکر سے خالی نہ ہو کر تمام اعمال میں تفکر کو فضیلت حاصل ہے کیونکہ ہر کھانے میں کتنی ہی صعوبتیں اس کے صانع کی نظر آتی ہیں۔ اس کی شکل وصورت ساخت' رنگ وبو' ذائقہ' لذت غرض کتنے ہی پہلو دعوت فکر دیتے ہیں اور پھر وہ اعضا جو اس کھانے کو استعمال میں لاتے ہیں وہ بھی دعوت فکر دیتے ہیں مثلاً انگلیاں' منہ' حلق' معدہ' جگر اور مثانہ وغیرہ اور دیگر اعضاء وغیرہ کہ ان سے کوئی اس کھانے کو قبول کر رہا ہے اور کوئی اس کی حفاظت پہ مامور ہے کہ وہ اچھی طرح ہضم ہو جائے اور کوئی اس کی ثقالت وغلاظت کو دور کرنے کے لئے ہیں یہ سب کے سب اس کی صنعت گری کے کرشمے ہیں اور ان میں تفکر کرنا ایک بہت بڑی عبادت کا درجہ رکھتا ہے یہ مراقبہ علماء کا ہے۔

اور بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جب ان صنعتوں کو دیکھتے ہیں تو ان میں صانع کی عظمت اس طرح جلوہ گر پاتے ہیں کہ ان کے دلوں اس کی عظمت وجلال کے نقوش اور بھی گہرے ہو جاتے ہیں اور اس کے جلال و جمال اور کمال میں مستغرق ہو کر رہ جاتے ہیں یہ مراقبہ موحدوں اور صدیقوں کا ہے اور بعض وہ ہوتے ہیں کہ جب خواہش نہ ہو تو کھانے کو غصہ اور کراہت کی نظر سے دیکھتے اور بوقت ضرورت بھی بقدر ضرورت لیتے ہیں ہیں اور اس میں بھی دل یہ کہتا ہے کہ اے کاش کھانے کے محتاج بھی نہ ہوتے اور انہیں یہی فکر دامن گیر ہوتی ہے کہ کہیں بلاضرورت کوئی ذرہ ان کے منہ میں نہ چلا جائے یہ زاہدوں کا درجہ ہے۔

☆ بعض وہ ہوتے ہیں کہ نظر طمع سے کھانے کی اشیاء کو دیکھتے رہتے ہیں اور اگر کوئی فکر ہے تو صرف یہ کہ اسے تیار کرنے کا کونسا طریقہ ہے جو اسے لذیذ وخوش ذائقہ بنا دے اور پھر بے تکلف کھاتے ہیں' نیز پھر کھانے کے عیب نکال رہے ہوتے ہیں تو پکانے والے کے بھی ساتھ ہی عیب نکالتے ہیں۔

بلکہ سبزیوں ترکاریوں اور میووں کے بھی اور اتنا بھی انہیں سمجھتے کہ یہ سب نعمتیں تو صنائع مطلق کی پیدا کردہ ہیں اور صنعت کی برائی گویا صنعت گر کی ہے اور یہ درجہ غافلوں کا ہے الغرض مباحات کے یہ مدارج تھے۔

marfat.com

۳-محاسبہ

تیسرا مقام محاسبہ کا ہے جو عمل کے بعد کیا جاتا ہے۔

محاسبے کا طریقہ:

آدمی کو چاہئے کہ جب رات کو سونے لگے تو دن بھر کے اعمال کا اپنے نفس سے حساب لے اور نفع و نقصان کا اندازہ کرے اور مکمل آگاہی حاصل کرنے میں یہ مدنظر رکھے کہ۔

فرائض: اصل سرمایہ ہیں

نوافل: اس کا نفع ہیں

معاصی: اس کا نقصان

جس طرح کاروبار کے ساجھی سے حساب کتاب تندہی سے لیا جاتا ہے کہ اسے غبن یا خیانت کا موقع نہ ملے اور وہ باعث ضیاع نہ ہو اسی طرح اپنے نفس سے پوری شدت سے اور مبالغہ سے حساب طلب کرے کیونکہ یہ نفس بڑا ہی بہانے باز قریبی اور مکار ایسا کہ اپنی غرض کو تیرے سامنے عبادت بنا کر پیش کر دے گا تا کہ تو اسے بھی نفع ہی جانے حالانکہ ہوتا وہ سراسر خسارہ ہی ہے بلکہ یہ طرز محاسبہ تمام مباحات کے بارے اختیار کرنا چاہئے اور نفس سے پوچھنا چاہئے کہ تو نے فلاں عمل کیوں کیا اور کس لئے کیا؟ اور پھر اس میں اگر کوئی نقص یا خامی نظر آئے تو اس میں نفس کو قصوروار جانے اور اس سے تاوان طلب کرے۔

حساب عمر!

حضرت ابن العمر رحمہ اللہ تعالیٰ ایک بزرگ تھے ایک دفعہ انہوں نے اپنی عمر کا حساب کیا تو ساٹھ برس بنے پھر دنوں کا حساب کیا تو اکیس ہزار چھ سو دن نکلے (60×3600) اور پھر کہا آہ اگر ہر روز ایک گناہ بھی سرزد ہوتا رہا تو اکیس ہزار چھ سو گناہ بن جاتے ہیں ان سے نجات کیوں کر ہوگی؟ اور اگر یہ بھی ملحوظ رکھوں کہ بعض دن ایسے بھی گزرے کہ جب ایک ہی دن میں شاید ہزار گناہ بھی سرزد ہوئے ہوں یہ کہہ کر ایک نعرہ مارا اور گر پڑے لوگوں نے دیکھا تو ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔

لیکن بندہ اپنے نفس سے غفلت برتتا ہے اسے آزاد و بے مہار بے حساب چھوڑ دیتا ہے حالانکہ اگر وہ اپنے ہر گناہ کے بدلے ایک پتھر کسی وسیع کمرے میں ڈالنا شروع کرے تو تھوڑے عرصہ میں وہ کمرہ پوری طرح بھر جائے گا یا مثلاً اگر کاتبین ملائک کو ان کو لکھوائی ادا کرنے لگے تو اس کا سارا مال اسی اجرت کی نذر ہو جائے گا اور پھر یہ انداز ملاحظہ ہو کہ اگر چند مرتبہ سبحان اللہ کا ورد کرے تو تسبیح ہاتھ میں ہوتی ہے اور بتاتا پھرے کہ میں نے سو مرتبہ سبحان اللہ کہا لیکن اسی زبان سے جو فضول ہانکتا رہا ہے لغو و فحش گفتگو کرتا رہا دن بھر تو کیا انہیں شمار کرنے کیلئے کوئی پیمانہ میسر نہیں حالانکہ اگر لکھے تو اسے پتہ چلے کہ ایک سو تو کیا ہزار لغو و فحش کلام زبان سے نکال چکا ہے اب اگر انکے باوجود وہ یہ خیال کرے کہ نیکی کا پلہ بھاری ہے تو یہ نری حماقت ہے۔

marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا محاسبہ نفس

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! اس سے پہلے کہ تمہارے اعمال ترازوئے عدل میں جائیں تم خود ہی ان کا وزن کرلو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو جب گھر تشریف لائے تو ایک درہ زور سے اپنے پاؤں پہ مارتے اور (اپنی ذات سے) کہتے بتا تو نے آج کیا کچھ کیا ہے؟

حالت نزع میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کا محتاط کلام

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میرے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی وفات کے وقت فرمارہے تھے "میں عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ کسی کو محبوب نہیں رکھتا" پھر فوراً ہی کہا اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں نے ابھی ابھی کیا کہا تھا؟

میں نے ان کے الفاظ ہو بہو دھرا دیئے فرمایا

میرا مطلب یہ تھا کہ زندہ (لوگوں سے) مجھے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ کوئی شخص عزیز نہیں"

تو اندازہ کیجئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے (احتیاط کلام کا کہ) زبان کی اس چھوٹی سی لغزش کا محاسبہ کرلیا اور جب دیکھا کہ کلام بظاہر راست نہیں تو اس میں اصلاح کردی۔

☆ حضرت ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھایا ہوا تھا بازار سے گزر ہوا تو لوگ کہنے لگے یہ کام تو آپ کا غلام بھی کرسکتا تھا فرمایا!

میں نے نفس کو غلام بنالیا اور یہ گٹھا اسی کی آزمائش کیلئے اٹھا رکھا ہے کہ دیکھوں وہ کیسے محسوس کرتا ہے۔

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت کو باغ میں تنہا کھڑے دیکھا میں دیوار کی اوٹ میں کھڑے ہوکر سنا تو اپنا محاسبہ کرتے ہوئے فرمارہے تھے کہ واہ لوگ تمہیں امیر المومنین کہتے ہیں تو تمہیں خدا کی قسم ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہو ورنہ اپنے آپ کو عذاب وسزا کیلئے تیار رکھو۔

☆ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نفس عوامہ کے مطلب یہ ہیں کہ اپنے آپ کو ملامت کرتے رہو کہ فلاں کام کیوں کیا ہے؟ اور فلاں چیز کیوں کھائی الغرض اپنے امور کا محاسبہ اہم ترین ذمہ داری ہے۔

۴- معاقبہ

معاقبہ کے بارے جاننا چاہئے کہ نفس سے حساب لے چکو اور یہ جان لو کہ اس سے خطا و تقصیر سرزد ہوچکی ہے لیکن اس کے باوجود اگر اسے چھوٹ دیکر اسے اس کے حال پر چھوڑ دو گے تو وہ دلیر اور بے باک ہوجائے گا اور پھر شاید ہی تجھ سے ڈرے گا ضروری ہے کہ پہلے سے ہی نفس کو ہر غلطی پہ سزا دیتے رہنا چاہئے۔ اگر کوئی مشتبہ چیز کھائے تو سزا یہ ہے کہ اسے بھوکا رکھا جائے اور اگر کسی نامحرم کو دیکھے تو اس کا ادھر ادھر دیکھنا بند کردو بلکہ آنکھیں بند رکھنے پہ مجبور کرکے اسے راہ راست پہ ڈالو۔

یہی طریقہ دیگر اعضاء کی بابت رکھوں

marfat.com

حکایت: ہاتھ کی سزا

☆ ایک عابد شخص کا ہاتھ کسی عورت پر پڑ گیا تھا اس نے وہ ہاتھ آگ پر رکھ کر جلا دیا۔

حکایت: پاؤں کی سزا

بنی اسرائیل میں ایک عابد انسان ایک مدت سے عبادت خانے میں رہا کرتا تھا ایک دن ایک عورت نے خود کو اس پہ پیش کیا عابد نے اس کے قریب جانے کیلئے اپنا پاؤں صومعہ سے باہر نکالا لیکن غلبہ خوف خدا کے باعث واپس اپنی جگہ جانا چاہا تو دل میں سوچا یہ پاؤں جو نیت عصیاں سے اس مقدس جگہ سے باہر نکلا ہے اس کو واپس صومعہ میں جانے کا کیا حق؟ پس اس پاؤں کو باہر ہی رہنے دیا یہاں تک کہ سردی گرمی کی شدت سے وہ پاؤں بالکل گل سڑ گیا اور بالآخر بدن سے جدا ہو گیا۔

سستی جان:

☆ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت بن الکوینی رحمہ اللہ تعالیٰ کو ایک رات احتلام ہو گیا سردیوں کے دن تھے تاہم انہوں نے چاہا کہ اس وقت غسل سے فارغ ہو جائیں لیکن سستی نفس نے غسل سے باز رکھنا چاہا اور کہا اس سخت سردی میں خواہ مخواہ ہلاکت میں کیوں پڑوں صبح ہو گی تو حمام میں جا کر آرام سے غسل کر لوں گا حضرت ابن الکوینی نے قسم کھائی کہ اب کپڑوں سمیت ہی غسل کروں گا اور گیلے کپڑے ہی پہنے رکھوں گا اور ایک قطرہ بھی پانی کا نہیں نچوڑوں گا اور بدن پہ خشک کروں گا (چاہے جب تک مرضی سردی سے ٹھٹھروں) اور پھر یہی کیا اور کہا کہ ایسے نفس کو اس طرح سیدھا کرنا چاہئے تا کہ امور حق میں پھر کبھی تساہل پسندی سے کام نہ لے۔

سزائے چشم بے باک:

ایک زاہد نے ایک عورت کو نظر بھر کر دیکھ لیا پھر کہا کہ ان کی سزا یہ ہے کہ اب کبھی ٹھنڈا پانی نہ پیوں گا لہٰذا کبھی (سخت گرمی میں بھی) ٹھنڈا پانی نہ پیا۔

نظارے ہم کیا دیکھیں!:

حضرت حسان بن ابی حنان رحمہ اللہ تعالیٰ کہیں جا رہے تھے کہ ایک جگہ ایک بڑا خوبصورت منظر دکھائی دیا۔
رک کر (دیکھنے لگے اور) فرمایا یہ کس نے تیار کیا ہے؟ لیکن فوراً ہی اپنے تئیں کہا کہ تجھے اس سے کیا واسطہ جو یہ فضول سوال کر ڈالا؟ تجھے کیا ضرورت تھی پوچھنے کی لے اب اپنی سزا سن اور اسے بھگتنے کیلئے تیار ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ ایک سال تک روزے رکھنے ہوں گے اور واقعی انہوں نے ایسا ہی کیا۔

marfat.com

نخلستان کی رعنائی اور نماز

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ اپنے نخلستان میں نماز ادا کر رہے تھے کہ ایک پرندہ اڑتا ہوا سامنے سے گزر گیا اس کے بصورت مزین نقوش آپ کو بہت بھائے (اور ایک لحظ آپ اس کی رعنائی میں محو ہو گئے) اور نماز میں ایک حد تک غفلت کی ہو گی اور بھول گئے کہ کتنی رکعت پڑھ چکے ہیں اس غفلت کے بدلے سارا چمن صدقہ دے دیا۔

آزادی زباں کی سزا

حضرت مالک بن ضینم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت رباح القیسی رحمہ اللہ تعالیٰ نماز عصر کے بعد ہمارے ہاں تشریف لائے اور کہا کہ اپنے والد کو ذرا باہر بھیجو۔ میں نے کہا کہ اس وقت سو رہے ہیں وہ یہ کہہ کر واپس تشریف لے گئے کہ "یہ بھلا سونے کا کونسا وقت ہے"

میں ان کے پیچھے پیچھے چلتا گیا میں نے دیکھا کہ آپ چلے جا رہے ہیں اور اپنے نفس سے یوں مخاطب ہیں۔

"اے لغو اور بیہودہ بکنے والے نفس! یہ کیوں کہہ دیا کہ یہ سونے کا کونسا ٹائم ہے؟ تجھے کیا ضرورت پڑی تھی ایسا کہنے کی بس اب تجھے سزا دینے کیلئے میرا یہ وعدہ ہے کہ ایک سال تک تجھے تکیہ پہ سر رکھ کر سونے نہ دوں گا یہ کہتے جاتے اور روتے جاتے اور آخر میں ان کی زبان پہ یہ الفاظ تھے۔

اے نفس کیا تجھے خوف خدا بھی نہ رہا۔

☆ حضرت تمیم داری ایک رات ایسے سوئے کہ نماز تہجد قضا ہو گئی۔ عہد کیا کہ ایک سال تک رات کو نہیں سویا کروں گا۔

دعا کرانا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص برہنہ گرم ریت اور پتھروں پہ پھر رہا تھا اور ان پر لوٹ پوٹ ہوتا اور یہ کہتا جا رہا تھا۔

اے مردار نفس! تو کب تک یوں رات دن سرکشی پہ آمادہ رہے گا؟ وہاں کوئی بزرگ تشریف لے آئے اور اس سے پوچھا اے بندۂ خدا کیوں اپنے آپ کو ہلکان کرتا ہے اس نے عرض کیا! یہ نفس مجھ پہ غالب آنا چاہتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! "ابھی ابھی آسمان کے دروازے تیرے لئے کھولے گئے ہیں اور حق تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تیری تعریف فرما رہا ہے"

پھر صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا چاہئے زاد آخرت اس آدمی سے طلب کیجئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے پاس گئے اور کہا اے بندہ خدا ہمارے لئے دعا فرمائیں اس نے ایک ایک کیلئے فرداً فرداً دعا کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب کیلئے مجموعی دعا کر" اس نے کہا!

اے پروردگار تقویٰ ان سب کا زاد راہ کر دے اور ہر کسی کو راہ حق پہ رکھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا بار خدا اس کو شدید کر دے یعنی جو

marfat.com

دعا بہتر ہو۔ اس کی زبان پر جاری فرما تب اس کی زبان سے یہ دعا نکلی کہ اے خدایا

''ان سب کو بہشت میں بسا دے''

☆ ایک بزرگ حضرت مجمع چھت کی طرف دیکھنے لگے تو نظر ایک عورت پر جا نکی اسی وقت عہد کر لیا کہ آئندہ کبھی آسماں کی طرف نہیں دیکھوں گا۔

☆ حضرت احنف بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ کا معمول تھا کہ روزانہ رات کو جلتے ہوئے چراغ پر ایک ایک لمحہ کے بعد ایک ایک انگلی رکھتے اور فرماتے! اے نفس بتاؤ فلاں دن وہ فلاں کام کیوں کیا تھا؟ اور فلاں وقت فلاں چیز کیوں کھائی تھی؟

الغرض صاحبان احتیاط کا ازل سے ہی معمول رہا ہے کیونکہ ان پہ آگاہی کا یہ باب وا تھا کہ نفس بڑا گستاخ اور سرکش ہے اور اگر اسے باقاعدہ (مشق) عذاب وصعوب میں نہ ڈالا جائے تو یہ غلبہ حاصل کر لے گا اور ہلاکت وتباہی میں مبتلا کر کے چھوڑے گا اس لئے وہ ہمیشہ اس کی باز پرس محاسبہ اور معاقبہ سے ڈرتا رہے۔

۵- مجاہدہ

جاننا چاہئے کہ بزرگان دین جب کبھی اپنے نفس کو سستی اور غفلت کی طرف مائل پاتے تو کہ کاہلی کے تدارک زیادہ عبادت شروع کر دیتے ہیں۔

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اگر ایک نماز فوت ہو جاتی تو اس رات کو نہ سوتے یہاں تک کہ ایک مرتبہ تو نماز باجماعت فوت ہونے پہ اتنا مال صدقے میں دیا کہ اس کی کل مالیت دو لاکھ درہم بنتی تھی۔

☆ آپ کے فرزند ارجمند ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مرتبہ نماز مغرب میں کچھ لیٹ ہو گئی اور دو ستارے آسمان پر دکھائی دے آپ نے دو غلام بطور کفارہ آزاد کر دیئے۔

ایسی بے شمار مثالیں ہیں پس ضروری ہے کہ جب بھی نفس سستی کا مظاہرہ کرے اس کا علاج فی الفور کرنا چاہئے اس کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ کسی بزرگ صاحب مجاہدہ وریاضت کی صحبت اختیار کی جائے تا کہ اس کی ریاضت کا دیکھنا دل میں شوق اور رغبت پیدا کرے۔

☆ ایک بزرگ فرماتے ہیں میں جب کبھی ریاضت میں کچھ کمی محسوس کرتا ہوں تو حضرت محمد واسع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تھوڑی دیر کیلئے چلا جاتا ہوں۔ ان کی ایک گھڑی کی زیارت مجھے ہفتہ بھر کیلئے ایسا راغب ومشتاق کئے دیتی کہ سستی وغفلت قریب بھی نہیں آتی۔

اگر کسی صاحب ریاضت کی صحبت یا دیدار میسر نہ ہو تو اہل ریاضت کے حالات وحکایات پڑھنا سننا بھی بہت مفید ہے۔ ذیل میں چند اہل مجاہد کے حالات بیان کئے جاتے ہیں۔

marfat.com

۱- پچاس آیت

حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ تعالیٰ روٹی پکا کر کھانے کی بجائے آٹا گھول کر پی جایا کرتے استفسار پہ فرمایا اس طرح وقت کی بچت ہے روٹی پکانے میں دیر لگ جاتی ہے۔ اتنی دیر میں پچاس آیات تلاوت کر لیتا ہوں پھر اتنا وقت روٹی پکانے میں کیوں ضائع کروں۔ پیٹ یوں بھی بھر سکتا ہے۔

۲- مکروہ نظر

☆ حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کا واقعہ ہے کہ کسی نے سوال کیا یا حضرت! یہ جو آپ کی چھت کی کڑی ہے یہ کب سے ٹوٹی ہوئی ہے فرمایا معلوم نہیں ویسے اس مکان میں رہتے ہوئے مجھے تیس برس گزر چلے لیکن میں نے کبھی چھت کی طرف دیکھا ہی نہیں (پتہ چلتا ہے کہ) بزرگوں کے نزدیک بے فائدہ نظر مکروہ ہوتی ہے۔

۳ - فاعتبروا یا اولی الالباب!

احمد بن زرین رحمہ اللہ تعالیٰ کا معمول تھا کہ روزانہ نماز صبح سے لے کر عصر تک مسجد میں بیٹھے رہتے اور کسی جانب نگاہ اٹھا کر نہ دیکھتے۔ ایک دفعہ لوگوں نے پوچھا کہ یہ آپ اس طرح کیوں بیٹھے رہتے ہیں؟ فرمایا! یہ بہتر ہے کہ حق تعالیٰ نے آدمی کو جو آنکھیں بخشی ہیں تو وہ اس لئے کہ اس کی عجیب غریب صنعتوں کو بغور دیکھیں لیکن شرط یہ بھی ہے کہ جو کچھ دیکھے نگاہ عبرت سے دیکھے ورنہ اس کے نام پہ ایک خطا لکھ دی جائے گی۔

۴- حسن زندگی

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزوں کے باعث مجھے زندگی حسین نظر آتی ہے اور وہ یہ ہیں۔

۱ - لمبی راتوں میں سجدے کرنا

۲ - لمبے لمبے دنوں میں (حق کی خاطر) پیاس برداشت کرنا۔

۳ - ایسے بزرگوں کی صحبت جن کی ہر بات حکمت و دانش کا نچوڑ اور پاکیزگی کی آئینہ دار ہے۔

۵- نفس کی بھلائی

حضرت علقمہ بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا کہ آپ اپنے نفس کو اس بری طرح تکلیف کیوں دیتے ہیں؟ فرمایا مجھے اس کی بھلائی منظور ہے اور میں اسے دوزخ سے بچانا چاہتا ہوں لوگوں نے کہا لیکن اس کو اتنا تکلیف میں رکھنا آپ پہ فرض تو نہیں کیا گیا فرمایا تاہم جو مجھ سے ممکن ہے اس میں کوتاہی زیبا نہیں کہ روز حشر یہ حسرت دامن گیر ہو کہ اے کاش! وہ فلاں کام کر ہی لیتے تو کتنا اچھا ہوتا؟

marfat.com

۶- عجب انداز بزرگاں

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ایک عجب بات سوائے حضرت سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اور کسی میں دکھائی نہ دی کہ آپ نے اٹھانوے سال زندگی پائی لیکن موت سے پہلے کسی نے آپ کا پہلو زمین پر لگتے نہیں دیکھا (یعنی کبھی تن آسانی کیلئے لیٹے نہ پائے گئے)

۷- حکایت

☆ حضرت ابو محمد جریری رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ پورا سال مکہ معظمہ میں قیام پذیر ہوئے لیکن اس دوران نہ کسی سے کلام فرمائی سوئے نہ استراحت فرمائی نہ کبھی پاؤں پھیلائے۔ حضرت ابوبکر کتانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا ریاضت کا یہ مقام آپ نے کیسے پایا؟ جواب دیا کہ اس صدق باطن کی بدولت جس نے اس کی حقیقت کو سمجھ لیا اور میرے ظاہر کو اس کی قوت عطا کی جس کو اس نے برداشت کیا۔

۸- اشکوں کا معاملہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضرت فتح موصلی رحمہ اللہ تعالیٰ کو زار و قطار روتے دیکھے اور آنسو خون آلودہ تھے۔ عرض کیا حضرت یہ کیا؟ اور آنکھوں کی کیا حالت بنا رکھی ہے؟ فرمایا ایک مدت تک گناہوں پہ اشکبار رہا اب ان اشکوں پہ خون کے آنسو روتا ہوں جو اخلاص سے عاری تھے چنانچہ بعد وفات کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا؟ فرمایا ہمیں نگاہ عزت سے مشرف کیا گیا اور یہ مقام و مرتبہ انہی آنسوؤں کی بدولت نصیب ہوا اور ارشاد ہوا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم چالیس برس تک تمہارا جو اعمال نامہ فرشتوں نے میرے سامنے پیش کیا میں نے اسے خطا سے مبرا پایا۔

☆ حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک مرتبہ لوگوں نے کہا کہ آپ کیا حرج ہے کہ داڑھی میں کنگھی کر لیا کریں؟ فرمایا کیا کنگھی کر کے یہ ثابت کروں کہ مرد فارغ ہوں۔

حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم شب

☆ حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے راتوں کو اس انداز میں تقسیم کر رکھا تھا کہ آج رکوع کی رات ہے اور اس کو رکوع ہی میں گزار دیتے پھر فرماتے کہ آج سجدہ کی رات ہے تو اس کی سجدہ ہی میں گزارتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔

☆ حضرت عتبہ الغلام رحمہ اللہ تعالیٰ مجاہدہ کی کثرت کی بنا پر لذیذ غذاؤں سے پرہیز کرتے ایک دن ان کی والدہ نے فرمایا! بیٹا اپنی ذات پہ کچھ تو رحم کر۔ آپ نے فرمایا اے ماں رحم ہی تو اس رحیم سے مانگتا ہوں یہ تو چند دن کی بات ہے یہ اگر رنج برداشت کرنے میں گزر جائیں تو ہمیشہ کی راحت نصیب ہو جائے گی۔

marfat.com

زیارت اویس قرنی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ میرا دل حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کو چاہا میں حاضر خدمت ہوا تو وہ صبح کی نماز ادا فرما رہے تھے چنانچہ فارغ ہوئے تو میں نے سوچا ابھی بلانا ٹھیک نہیں کہ ان کی تسبیح میں خلل پڑے گا سو میں انکے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا لیکن آپ جسے بیٹھے تھے ویسے ہی بیٹھے حتیٰ کہ اسی جگہ ظہر اور عصر ادا کی بلکہ اگلے روز فجر بھی وہیں ادا کر لی اس وقت اتفاقاً نیند کا جھونکا آ گیا لیکن جلد ہی چونک اٹھے اور فرمایا اے پروردگار اس بہت سونے والی آنکھ سے اور زیادہ کھانے والے پیٹ سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں میں نے (حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے آپ سے کہا کیا تمہارے لئے اتنی زیارت کافی نہیں اور پھر گھر واپس آ گیا۔

☆ حضرت ابوبکر عباس رحمہ اللہ تعالیٰ نے چالیس سال تک کبھی زمین پہ (بغرض آرام) نہ لیٹے اور آخر آنکھوں میں سیاہ موتیا اتر آیا تو اس کی بھی گھر والوں کو بیس سال تک خبر نہ ہونے دی' آپ ہر روز پانچ سو رکعت نماز ادا کرتے اور عین عالم شباب میں بھی ہر روز تیس ہزار مرتبہ قل ھو اللہ کا ورد فرمایا کرتے۔

سات کی خاطر پچاس کا زیاں

کرز بن وبرہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے وقت کے ابدال تھے اور آپ کے مجاہدے کا یہ عالم تھا کہ روزانہ تین مرتبہ قرآن پاک مکمل کرتے لوگوں نے کہا آپ نے خود کو کتنی صعوبتوں میں ڈال رکھا ہے آپ نے فرمایا دنیا کی عمر کتنی ہے؟ لوگوں نے کہا سات ہزار برس فرمایا! قیامت کے ایک دن کی مدت کیا ہے؟ لوگوں نے کہا پچاس ہزار برس' اس پر آپ نے فرمایا تو پھر وہ کونسا احمق ہوگا جو سات دن کی تکلیف کے بدلے پچاس دن کے سکون و راحت کو نہ پسند کرے گا؟ اور قیامت کے پچاس ہزار برس کیلئے تو سات ہزار برس بھی جیتے رہے اور مسلسل مجاہدہ کرتے رہے تو کم ہے کہ اس ابدی راحت تک رسائی حاصل کر سکیں جس کی کوئی انتہا نہیں کجا یہ عمر مختصر۔

عبادت کا شکرانہ

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حضرت رابعہ بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ ایک محراب میں تشریف لے گئیں اور تمام رات مشغول عبادت رہیں میں بھی ایک گوشے میں پڑا رات بھر عبادت کرتا رہا۔

صبح دم میں نے کہا ہم اللہ کا شکر کس طرح ادا کریں جس نے ہمیں رات بھر مصروف عبادت رکھا۔

حضرت رابعہ بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس شکرانے کے طور پر آج روزہ رکھتے ہیں

المختصر اہل ریاضت و مجاہد کا حال ایسا ہی ہے جیسا کہ مذکور ہوا ویسے اور بھی بہت سی حکایات ہیں جو کہ باعث طوالت ہیں البتہ "احیائے علوم" میں ان کی خاصی تعداد جمع کی گئی ہے اور مقصد یہی ہے کہ بندہ اگر اس قسم کی ریاضت کر نہ سکے تو کم از کم سن لے تا کہ اپنی خطاؤں کا اسے کچھ تو اندازہ ہو اور پہچاننے کے بعد اس کا دل کچھ تو نیکی کی جانب مائل ہو اور اپنے نفس سے مقابلہ کر سکے۔

marfat.com

مقام ششم

معاتبہ (توبیخ نفس)

یہ جاننا ضروری ہے کہ اس نفس کو کچھ اس طرح سے تخلیق کیا گیا ہے کہ خیر و نیکی سے تو دوری چاہتا ہے اور برائی کی طرف مائل ہوتا ہے اس کی سرشت میں کاہلی اور شہوت پرستی بھری ہوئی ہے لیکن تجھے اس کی اس صفت کو ختم کرنا ہے اور اسے غلط راہ سے ہٹا کر سیدھی پہ لانا ہے اور اس کے لئے سختی سے کام لینا ہوگا اور کبھی نرمی اور ملائمت سے، کبھی قول و فعل سے اس کی رہنمائی اور نگرانی کا فریضہ انجام دینا ہوگا۔ کیونکہ یہ اس کا طبعی رجحان کہ اپنے فائدہ کا کام کر لیتا ہے خواہ اس میں مصیبت ہی کیوں نہ برداشت کرنا پڑے اور تکمیل ارادہ کیلئے ہر سختی سہہ لیتا ہے لیکن اس میں اکثر جہالت غفلت اور نادانی برت جاتا ہے اور یہی چیز باعث حجاب ہے۔

لیکن اگر اسے خواب غفلت سے بیدار ہو کر شفاف آئینہ اس کے سامنے رکھا جائے تو یہ اسے قبول بھی کر لیتا ہے۔ اسی لئے ارشاد ربانی ہے۔

"نصیحت کیجئے کہ یہ ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے۔ (سورہ الذرایت آپ ۵۵)

تیسرا نفس بھی کوئی ایسا نرالا نہیں یعنی ویسا ہی پند و نصائح قبول کرنے والا ہے۔ لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کو مسلسل عتاب و نصیحت سے گزارے اور یہ سلسلہ کبھی بند نہ ہو اور اسے برابر کہتے رہنا چاہئے کہ اے نفس!

دانائی و ہوشیاری کے دعوے تو بہت کرتا ہے اور اگر کوئی احمق بھی کہے تو چراغ پا ہو جاتا ہے جبکہ فی الحقیقت تو بہت بڑا احمق ہے اور بیوقوف ہے تو خود سوچ کہ کسی آدمی کو گرفتار کرنے اور گرفتاری کے بعد سزائے موت دینے کیلئے اگر لشکر کا لشکر شہر کے باہر کھڑا ہو لیکن وہ مزے سے لعو و لہب میں مشغول ہو تو اس سے زیادہ کوئی احمق ہے؟ اور کیا اس سے بھی زیادہ احمق وہ شخص نہیں کہ مردوں کا لشکر جس کے باب زندگی کے سر پہ ڈیرہ ڈالے ہو اور کوچ کیلئے صرف اس کا منتظر ہو اور اعلان کر دے کہ اس وقت نہ چلے گا جب تک اس کو ساتھ نہ لے لے گا۔

☆ جنت دوزخ تیرے لئے بنائے گئے ہیں کیا معلوم وہ لشکر آج ہی تجھے لیکر چلتا بنے اور آج نہیں تو کل کل نہیں تو پرسوں جانا تو بہر حال ہے ہی اور اٹل اور طے شدہ بات تو ایسے ہی جاننا چاہئے کہ ہو چکی ہے اور یہ تو موت کا معاملہ ہے جس نے اپنی آمد کا وقت مقرر نہیں کیا کہ رات یا دن جلد یا بدیر گرمی سردی کوئی موسم نہیں بتایا کہ اسے ان امور سے کوئی سروکار نہیں اور یہ عموماً اس وقت آتی ہے جب آدمی بالکل مطمئن و بے فکر ہوتا ہے۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں ساماں سو برس کا اور پل کی خبر نہیں

اتنا سب ہونے کے باوجود تو موت کیلئے تیار نہیں تو تجھ سے بڑا احمق اور کون ہے۔ افسوس ہے کہ سارا دن گناہوں میں گزر جاتا ہے اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ خدا تیرے گناہوں کو دیکھتا نہیں تو یہ کفر ہے اور اگر یہ جاننے کے باوجود کہ وہ دیکھتا ہے پھر بھی مشغول گناہ ہے تو یہ تیری ڈھٹائی، بے حیائی اور گستاخی ہے کہ حکم الٰہی سے بھی ڈرتا نہیں۔ تیرا غلام اگر ذرا تیری حکم عدولی کرے تو تو کس طرح طیش میں آتا

marfat.com

ہے اور ناراض ہوتا ہے۔ پھر یہ بات کیوں نہیں سمجھ آتی کہ تو خدا کے قہر و غضب سے کیونکر بچے گا جو اس قدر مطمئن ہے۔

اگر یہ غلط فہمی ہے کہ حق تعالیٰ کا عذاب برداشت کر لے گا تو ذرا اپنا امتحان تو کر جلتے ہوئے چراغ پہ انگلی رکھ کر یا شدت دھوپ میں کچھ دیر ٹھہر کر اور نہیں تو کچھ دیر حمام میں ہی ٹھہر کر اپنی بے چارگی کا اندازہ کر۔

اگر یہ خوش فہمی ہے کہ تیرے لئے یہ کوئی مواخذہ نہ ہوگا اور نہ پکڑ تو اس کا مطلب یہ ہے وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر۔ سب جھوٹے تھے۔ تیرے نزدیک جن کی گواہی قرآن پاک نے دی۔ گویا تم ان کے وجود سے انکار کر رہے ہو۔ اور واضح ارشاد خداوندی ہے کہ۔

''جو برائی کرے گا وہ اس کی سزا پائے گا'' (سورہ النساء ۱۲۳)

یعنی برا کرے گا تو برا ہی پائے گا۔

اے نفس! شاید تو نے یہ فرض کیا ہوا ہے کہ حق تعالیٰ باوجود صفت رحیم و کریم تجھے عذاب نہ دے گا تو اتنا سوچ کہ اس دنیا میں ہزاروں لاکھوں لوگوں کو بھوک و پیاس اور بیماری میں کون مبتلا کرتا ہے؟ اور کیا وجہ ہے کہ جو بوتا۔ پس وہ کاٹتا بھی نہیں۔ اے ناداں نفس تجھے جب حصول زر اور مال و دولت کی خواہش ہوئی تو اس کو حاصل کرنے کیلئے دنیا بھر کی کوششیں کیوں کر ڈالتا ہے اور کیوں مختلف النوع تدابیر اختیار کرتا ہے۔ اس وقت پر تیرا تصور کیا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے اور وہ تیرے کام خود انجام دے گا۔ کیوں مال و دولت کے لئے اتنی مصیبت اٹھاتا ہے۔

اے نفس ممکن ہے تو یہ کہے کہ احکام الٰہی برحق لیکن یہ باعث رنج و تکلیف ہیں۔ لیکن کیا نہیں جانتا کہ جسے رنج اٹھانے کی طاقت نہ ہو۔ اسے بڑی تکلیف سے بچنے کیلئے چھوٹی تکلیف اٹھا لینی چاہئے کہ دوسروں پر یہ فرض ہے تو اس پر فرض ہوتا کہ کل دوزخ کے عذاب عظیم سے نجات ممکن ہو کہ جو رنج اٹھاتا نہیں وہ رنج سے بچتا بھی نہیں۔ اگر آج معمولی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا تو کل عذاب جہنم کی تکلیف و ذلت کیسے برداشت کرے گا۔

مال و زر کیلئے بڑی بڑی صعوبتیں اٹھانا منظور ہیں۔ آخر کیوں اور کیسے؟ صحت و تندرستی کیلئے ایک یہودی ڈاکٹر کی ہدایات اس حد تک قبول ہوتی ہیں کہ اپنی خواہشات سے بھی پرہیز کر لیتا ہے۔ لیکن یہ نہیں سمجھتا کہ دوزخ کی سختی اس جہاں کے آزار و بیماری سے کہیں بڑھ کر ہے اور پھر اس مدت کا بھی خیال کر کہ دنیا کی مدت سے مدت آخرت دراز تر ہے۔

اے نفس افسوس ہے تجھ پر کہ تو ہمیشہ یہی سوچتا رہا کہ۔ بس اب توبہ کرنا ہی چاہتا ہوں اور توبہ کر کے نیک اور بہتر کاموں میں مشغول ہو جاؤں لیکن یہ حقیقت نہیں جانتا کہ کیا پتہ تیرے سوچتے سوچتے موت آ جائے اور اچانک یہاں سے لے جائے اور تب حسرت و ارمان ہی رہ جائیں۔

اگر یہ کہتا ہے کہ آج نہیں کل تو یہ آسان ہوگی تو یہ غلط فہمی ہے اور نادانی کیونکہ جتنی تاخیر ہوگی توبہ اتنی ہی مشکل ہوگی اور بوقت مرگ توبہ ایسے ہی ہے جیسے کسی جانور کو پہاڑ کے پاس لا کر جو کھلائیں کہ اس میں پہاڑ پر چڑھنے کی طاقت پیدا ہو۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ کوئی آدمی حصول علم کیلئے گھر سے نکلے اور پھر سستی و کاہلی کی بناء پر یہ کہے کہ میں اپنے شہر میں ہی پوری کوشش کروں گا کہ علم حاصل کر سکوں اور یہ نہ سوچے کہ حصول علم کی منزل تو بہت دراز ہے اور اس کے لئے بڑا طویل عرصہ درکار ہے۔ اسی طرح ایک نفس آلودہ کو تائب کرانے کیلئے

marfat.com

بڑا طویل مجاہدہ وریاضت چاہیے تب کہیں جا کر اس میں پاکیزگی آتی ہے اور محبت وعرفان کا مقام نصیب ہوتا ہے۔

کتنی گھاٹیوں کی عبوری کے بعد ہموار اور صراط مستقیم نصیب ہوتی ہے اور اگر عمر یونہی تمام ہو جائے اور یہ موقع ضائع ہو جائے تو مزید مہلت کہاں ملے گی؟

آخر تو بڑھاپے سے قبل جوانی بیماری سے پہلے تندرستی مصروفیت سے پہلے فراغت اور موت سے پہلے زندگی کو غنیمت کیوں نہیں جانتا۔

یہاں تو گرمیوں میں پہلے سردی کی تیاری بلا تاخیر مکمل کر لیتا ہے تو اس وقت خدا پہ اعتماد کیوں نہیں کرتا؟ آخر دوزخ کا طبقہ زمہریر دنیا کے موسم سے کم سرد تو نہیں اور گرمی دوزخ دنیا کی گرمی سے کچھ کم نہیں۔ لیکن تو بڑی بے پرواہی سے تقصیر کئے جاتا ہے کار آخرت کے زیاں کو پورا کرنے کی فکر کیوں نہیں؟ کیا یہ سستی وتقصیر کسی سبب خاص کی بنا پر ہے؟

کیا وہ سبب یہی نہیں کہ آخرت وقیامت پہ ایمان میں نہیں اور باطن میں اس کفر کی موجودگی کے باوجود تو اسے اپنے آپ سے بھی پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ یاد رکھ یہ دائمی ہلاکت کے سامان میں جو اپنے ہی ہاتھوں کر رہا ہے! افسوس اس بندہ پہ جو جانے کہ نور عرفان کی حمایت کے بغیر آتش شہوت کی اگ اسے بعد ممات نار جہنم میں نہ لے جائے گی یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی سردیوں کا لباس نہ بنوائے کہ سردی اس پہ اثر نہ کرے گی کہ خدا کا فضل جو شامل حال ہوگا اور یہ نہ سوچے کہ جس نے سردی بنائی۔ اس نے اس سے بچنے کی تدبر بھی سکھائی کہ لباس تیار کرو اور پھر لباس کی تیاری کے ذرائع بھی مہیا کر دیے یہ تو نہیں کہا کہ بغیر لباس بھی اس سے محفوظ رہو گے۔

اے نفس کاش تو یہ سمجھ جائے اور یہ خیال چھوڑ دے کہ تیرے گناہوں پر تجھے عقوبت اور عذاب میں اس لئے ڈالا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ کو تیری نافرمانی پر غصہ آتا ہے کیونکہ ممکن ہے تو یہ کہہ دے کہ حق تعالیٰ کا میرے گناہوں سے کیا بگڑتا ہے۔

یہ ایسے نہیں بلکہ نار جہنم خود شہوت کی بناء پر تجھ میں پیدا ہوتی ہے اسی طرح جیسے کہ بیماری تیرے جسم میں زہریلی یا خراب اشیاء کے استعمال سے خود بخود پیدا ہو جایا کرتی ہے۔ نہ اس لئے کہ طبیب تجھ سے ناراض ہو اور تو بیمار پڑ جائے۔

اے نفس، حقیقت یہی ہے کہ تیری غفلت کا باعث تیرا دنیاوی لذتوں میں کھونا ہی ہے۔ اور شہوت ہی تیرے دل کا قرار بن گئی تو نے دل کو اسی دنیا میں لگا کر اس کا دیوانہ کر لیا اگر جنت دوزخ پر ایمان نہیں رکھتا تو کم از کم موت سے تو انکار ممکن نہ ہوگا اور یہ یقین نہ ہوگا کہ تو جب یہاں سے جائے گا تو جو کچھ تیرے پاس ہے سب کا سب چھن جائے گا اور تو اس کے فراق میں جلتا رہے گا۔ پس حسب دنیا کو جتنا چاہے بڑھا لو اس کی دوستی جتنی مرضی مضبوط کر لو اس کی جدائی کا صدمہ بھی اتنا ہی بڑھے گا۔

اے نادان کیوں دنیا میں اس قدر مگن ہوتا ہے اگر ساری مشرق ومغرب تک تیرے ماتحت کر دی جائے اور تمام جہان تجھے سجدہ کرے۔ لیکن آخر کو تجھے اور اس سب جہان کو خاک ہونا ہے اور بے نام ونشاں بھی ایسے ہی ہونا ہے جیسے گزشتہ زمانے کے بادشاہ و فرمانروا اور پھر تجھے تو یہ سب کچھ حاصل بھی نہیں کہ بس ایک واجبی سا حصہ نصیب ہے۔ اور وہ بھی پریشان خستہ حالت میں تو کیا اس کے عوض دائمی جنت کو بیچ ڈالے گا۔ کیا یہ نادانی اور جگ ہنسائی کا باعث نہیں کہ کوئی آدمی ہیرا دے کہ مٹی کا پیالہ لے؟

کون ہے جو ایسے انسان کی حماقت نہ بیان کرے گا تو اسے ہم نوا پر دنیا بھی مٹی کے پیالے کی مانند ہے کہ جسے اچانک ہاتھ سے گر کر ٹوٹنا بھی ہے۔ اور اس کے بدلے جس دائمی جوہر کو تو بھلائے بیٹھا ہے وہ پھر ہاتھ نہیں آئے گا اور دائمی حسرت دامن گیر ہوگی۔

marfat.com

قصہ مختصر اس طرح کی عتاب آمیز باتوں سے نفس کو ہمیشہ خبردار کرتے رہنا چاہئے تا کہ اپنا حق تو ادا ہو اور اگر وعظ و نصیحت کا شوق ہو تو اپنے سے ہی آغاز کرنا چاہئے۔

اصل ہفتم

تفکر کے بیان میں

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

''ایک گھڑی کا تفکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے''

اور قرآن شریف میں اللہ رب العزت نے بہت جگہ پر تفکر' تدبر' نظر پر زور دیا ہے اور ان تمام سے مراد تفکر ہی ہے کہ یہ سب اسی کے مختلف پہلو ہیں۔ تفکر کی فضیلت اس وقت تک عیاں نہیں ہو سکتی جب تک کہ پہلے یہ پہچان نہ ہو جائے کہ تفکر

۱ - کس شے میں ہے۔

۲ - کس شے کیلئے ہے۔

۳ - اس کا ثمر اور حقیقت کیا ہے اور کون سی کیفیت و حالت تفکر کہلاتی ہے۔

ان سب کی تشریح بہت حامل اہمیت ہے اور ذیل میں اس کو ترتیب سے بیان کیا جاتا ہے کہ پہلے اس کی فضیلت بیان کرتے ہیں پھر حقیقت اور پھر اس بات پر روشنی ڈالی جائے گی کہ تفکر کس لئے ہوتا ہے اور کس چیز میں ہوتا ہے۔

فضیلت تفکر

یہ بات تو بہت آسان ہے کہ وہ کام ہے جس میں مشغولیت کی ایک گھڑی سال بھر کی عبادت سے افضل ہے اس کا درجہ کتنا بلند ہو گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے تفکر کے نام پر ذات باری تعالیٰ میں تفکر کرنا شروع کر دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ اس کی مخلوق میں غور و فکر کرو اس کی اپنی ذات میں نہیں۔

اس کی ذات میں تم کیا تفکر کرو گے۔ اس کی طاقت تم میں کہاں اور اس کی قدر پہنچاننا تمہارے لئے ممکن نہیں۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے اور رو بھی رہے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ سرکار آپ کیوں روتے ہیں جبکہ آپ کو گناہوں سے تو پاک ہیں۔ اللہ جل شانہ کی طرف سے آیت مجھ پر نازل ہو اور میں روؤں نہ۔

''بے شک ارض و سما کی تخلیق میں اور شب و روز کے پھیر میں اہل عقل کیلئے نشانیاں ہیں'' (سورۂ آل عمران: ۱۹۰)

اور پھر فرمایا' افسوس اس بندہ پر کہ اسے پڑھے اور پھر تفکر نہ کرے۔

marfat.com

مثل عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے عرض کیا کہ کیا روئے زمین پر ایسا بھی کوئی ہے جسے آپ کی مثل کر سکیں؟ فرمایا بالکل وہ انسان (مومن) میری ہی مثل ہے جس کی ہر بات ذکر، خامشی فکر اور نگاہ جس کی عبرت ہو۔

عبادت میں نظر کا حصہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عبادت سے اپنی آنکھوں کو بھی حصہ دیتے رہا کرو۔ عرض کی یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیسے؟ فرمایا وہ یوں کہ زبان سے تلاوت قرآن کرو۔ ذہن سے اس پہ تفکر کرو اور آنکھوں سے عجائبات قدرت سے عبرت حاصل کرو۔

تفکر میں حیات دل ہے

☆ حضرت ابوسلمان دارانی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تفکر کرنا تو باعث حجاب ہے یعنی حجاب آخرت البتہ آخرت میں تفکر کرنے سے وہ دانائی حاصل ہوتی ہے جو دلوں کو زندگی بخشتی ہے۔

حضرت داود طائی رحمہ اللہ علیہ کا تفکر

☆ ایک دفعہ حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ تعالیٰ رات کو چھت پہ بیٹھے۔ ملکوت آسماں پہ تفکر کر رہے تھے اور آنسو آنکھوں سے رواں تھے۔ آخر (اسی کیفیت میں اتنے مگن ہوئے کہ) چھت سے لڑکھڑا کر ہمسائے کے گھر میں گر پڑے۔ ہمسایہ فوراً اچھل کر اٹھ بیٹھا اور تلوار نکال لی اور وہ سمجھا شاید کوئی چور آ گھسا ہے لیکن جب اس نے آپ کو دیکھا تو پوچھا کہ آپ کو کس نے گرایا؟ فرمایا میں تو حواس میں نہ تھا مجھے نہیں معلوم کس نے گرایا ہے؟

حقیقت تفکر

مفہوم تفکر

تفکر کے معنی طلب علم کے ہیں اور وہ علم جو فی البدیہہ حاصل نہ ہو یعنی جو ایسا ممکن نہ ہو کہ سامنے کی چیزوں سے حاصل ہو جائے۔ اس کی طلب و جستجو کرنا ہوتی ہے اور کرنا چاہئے اور یہ طلب اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ جاننے اور پانے کی دو معرفتیں یکجا نہ ہوں کیونکہ ان دونوں کو آپس میں یوں ملا دینا ہوگا کہ جسے وہ جفت ہو گئے ہوں تب ان سے ایک تیسری معرفت جنم لے گی۔ ایسے ہی جیسے نر و مادہ کے جفت سے ایک بچہ جنم لیتا ہے اور یہ دونوں معرفتیں گویا تیسری معرفت کی جڑ ہیں۔

پھر اس تیسری کو ان میں ملا دیں تو چوتھی جنم لے سکتی ہے اور اسی طرح علوم کے تناسل سے تعدد علوم میں اضافہ ہوتا ہے جس کی کوئی انتہا نہیں اور جس شخص میں اس انداز سے علم حاصل کرنے کی توفیق نہ ہو گویا وہ اس راہ پہ گامزن ہی نہیں ہو پاتا جسے ہم نے اس کی اصل قرار دیا ہے۔

marfat.com

اس کی مثال اس آدمی جیسی ہے کہ جس کے پاس سرمایہ ہی نہیں جس سے تجارت کر سکے۔ اور اگر ان علوم سے آگاہی کے باوجود ان کو ملانا نہیں جانتا تو وہ ایسے شخص کی طرح ہے کہ سرمایہ تو ہے لیکن ہنر تجارت نہیں جانتا۔ اس حقیقت کی تفصیل کافی لمبی ہے اس لئے اسے ہم ایک مثال کی صورت بیان کرتے ہیں۔ یعنی اگر کوئی آدمی یہ جانتا ہو کہ آخرت اس دنیا سے بہتر ہے تو اس کی یہ آگاہی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک پہلے سے دو چیزوں کا علم نہ ہو۔

۱ - بقا فنا سے بہتر ہے اور آخرت باقی ہے دنیا فانی۔ انہی دو اصولوں سے واقفیت کا نتیجہ یہ تھا کہ اسے تیسرا علم حاصل ہوا کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے کیونکہ دو اصلوں کی جفتی سے تیسرے علم کو جنم لینا ہی تھا۔ لیکن مذکورہ پیدائش علم اس طرح ہرگز نہیں ہے جیسے معتزلہ چاہتے ہیں اور یہ مسئلہ بڑی لمبی تشریح کا حامل ہے لیکن یہی کہا جائے گا کہ۔

تمام تفکرات کی بنیاد و حقیقت صرف طلب علم ہے

جو دو علوم کے حاصل ہونے پر اور پھر ان کے باہم ملاپ پر دل میں پیدا ہوتی ہے لیکن جیسے یہ ممکن نہیں کہ دو گھوڑوں کی جفتی سے بکری پیدا ہو اسی طرح جو دو علوم تو ملائے گا انہی کا ہم جنس جنم لے گا جو تیسرا علم ہو گا یہ نہیں کہ دو علوم کو ملا کر جیسا چاہے علم حاصل کر لے کیونکہ علم کی ہر قسم دو علیحدہ علیحدہ اصلوں پر مشتمل ہے اس لئے جب تک ان دونوں اصلوں کو دل میں حاضر نہ کرے گا اس وقت تک وہ شاخ کیسے نکلے گی۔

تفکر کس لئے کرنا چاہئے

یہ جاننا ضروری ہے کہ انسان کو تاریکی اور جہالت میں پیدا کیا گیا ہے۔ لہٰذا اسے ایک روشنی کی ضرورت ہے جو اسے تاریکی سے نکال سکے۔ اور وہ اس سے باہر آ کر اس راستے پر چل سکے جو اس کے کام کا ہو اور اس تاریکی سے نکل کر ہی وہ اس بات سے آگاہ ہو سکتا ہے کہ اسے کیا کرنا ہے اور کون سی راہ پر گامزن ہونا ہے اور اس راہ سے بھی اسے کون سی سمت کو چلنا ہے! دنیا سے دنیا کی طرف یا آخرت کی طرف یا پھر اپنی ذات ہی میں مشغول رہنا ہے یا حق تعالیٰ کے ساتھ۔ اور یہ کیفیت اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی۔ جب تک نور عرفان حاصل نہ ہو اور یہ نور تفکر کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جب کوئی شخص تاریکی اور اندھیرے سے تنگ آ جائے تلاش راہ میں عاجز ہو جائے تو وہ پتھر کو لوہے پہ دے مارتا ہے تاکہ اس سے آگ کی روشنی پیدا ہو اور وہ اس سے چراغ جلا سکے اور جب یہ چراغ روشن ہو جائے تو اس کی کیفیت بدل جاتی ہے اور اسے سب کچھ نظر آنے لگتا ہے رستہ بھی صاف دکھائی دیتا ہے جس پر چلنا آسان ہو جاتا ہے۔ یہی حال ان (مذکورہ بالا) دو علوم کا ہے جنہیں دو اصلیں کہا گیا ہے کہ جب ان دونوں کو آپس میں ملاؤ تو تیسری معرفت پیدا ہو جائی گی۔ ایسے ہی جیسے لوہے اور پتھر کے ٹکرانے سے آگ پیدا ہوتی ہے چنانچہ ٹھکر کی مثال یوں ہی ہے جیسے لوہے اور پتھر کی اور اس سے پیدا ہونے والی روشنی وہ معرفت ہے جو اس سے حاصل ہوئی ہے اور اس کے حصول سے حالت دل بدل جاتی ہے اور جب حالت میں تبدیلی ہوتی ہے تو عمل میں بھی تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ مثلاً جب یہ دیکھ لیا کہ آخرت بہتر ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پشت دنیا کی طرف کر لی۔ یعنی دنیا سے منہ موڑ لیا اور ساری توجہ آخرت ہی کی طرف مبذول ہو گئی۔

marfat.com

پس تفکر تین چیزوں کیلئے ہو

۱ - معرفت ۲ - حالت ۳ - عمل

اب ان میں سے عمل تابع ہے۔ حالت کا اور حالت تابع ہے۔ معرفت کی اور معرفت تابع ہے تفکر کی' تو اس سے از خود واضح ہو گیا کہ تمام نیکیوں کی جڑ اور کنجی تفکر ہی ہے۔ اور اسی سے اس کی فضیلت بھی پوری طرح روشن ہو جاتی ہے۔

میدانِ فکر

فکر کس میں ہوتی ہے اور پھر کہاں چلی جاتی ہے

فکر کی جولانیاں لامحدود ہیں اور اس کے میدان کی وسعت بے انتہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ علم کی بھی کوئی حد آج تک مقرر نہ ہو سکی۔ فکر ہر چیز میں جاری و ساری ہے۔ لیکن وہ چیزیں جن کا تعلق دین سے نہیں' ان کی تشریح و تفصیل بیان کرنا ہمارے مقصد میں نہیں ہمارا تعلق صرف ان چیزوں سے ہے جو دین سے متعلق ہیں اور اگرچہ اس کی تفصیل بہت طویل ہے لیکن پھر بھی اس میں اتنی گنجائش ضرور ہے کہ انتہائی اختصار سے اس کی اجناس و اقسام کا شمار کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں پہلے تو یہ بات جاننی چاہئے کہ دین سے مراد وہ تعلق اور معاملہ ہے کہ یہی وہ ذریعہ ہے جس سے اس کی رسائی حق تعالیٰ تک ہو سکتی ہے۔ بندے کا تفکر یا تو۔

(۱) اپنی ذات کیلئے ہوتا یا۔

(۲) حق تعالیٰ کی ذات کے بارے اور جب حق تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی صفات یا افعال یا عجائب و مظاہر یا اس کی صنعت گری کے بارے میں ہے اور اپنی ذات کے بارے میں ہو تو بندے کا تفکر دو طرح پر ہوتا ہے یا تو ان صفات کے بارے میں ہوگا جو حق تعالیٰ کو پسند نہیں اور بندے کو اس سے دور لے جاتی ہیں اور یہ وہی صفات ہیں جنہیں معاصی و مہلکات سے موسوم کیا گیا ہے۔ یا پھر ان صفات میں ہوگا جو حق تعالیٰ کو پسندیدہ ہیں بلکہ محبوب ہیں اور بندے کو اس سے قریب لے جاتی ہیں یہ وہی صفات نیک ہیں جن کا ذکر ہم طاعت اور عبادت کے عنوان سے کر چکے ہیں تو یہ چار میدان ہوئے۔ بندے کی مثال ایک عاشق کی سی ہے کہ اس کا معشوق ہو لحہ اس کے اندیشہ و خیال میں بستا ہے اور اگر باہر ہو تو یہ علامت اس کے عشق کے ناقص ہونے کی ہے کیونکہ عشق کامل تو وہی ہے کہ تصور معشوق کے سوا اور کسی شے کی گنجائش ہی نہیں باقی رکھنا اور عاشق کے خیالات پر یا تو معشوق کا حسن و جمال چھایا رہتا ہے اور اس کی شکل و صورت ہر دم دل پہ نقش رہتی ہے یا پھر اس کے افعال و اخلاق کا نقشہ پیش نگاہ رہتا ہے اور جہاں تک عاشق کے اپنی ذات میں تفکر کا تعلق ہے تو وہ فکر ان امور سے متعلق ہوتی ہے جو اسے معشوق کیلئے زیادہ سے زیادہ قابل قبول بنا دیں تا کہ وہ انہی کو اپنائے اور انہی کا متلاشی رہے۔ یا پھر ایسے امور میں تفکر کرتا ہے جو محبوب کے نزدیک مکروہ اور قابل نفرت ہوں تا کہ وہ اسے دور رہے۔ الغرض حکم عشق کا ہر خیال ان اموال اربع سے یا وہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح عشق دین اور حق تعالیٰ کی دوستی کے بارے میں بھی کوئی خیال مذکورہ چار میدانوں سے باہر نہیں ہو سکتا۔

marfat.com

پہلا میدان

اس کا تعلق اندیشہ یا خیال سے ہے جس میں بندہ اپنی ذات کے بارے سوچتا ہے کہ اس کی صفات و اعمال میں وہ کون کون سی باتیں ہیں جو مکروہ اور قابل نفرت ہیں تا کہ ان سے خود کو دور رکھے اور ان مکروہ چیزوں سے مراد یا تو اس کے ظاہری گناہ ہیں یا وہ اخلاق خبیثہ جو اس کے باطن میں پائے جاتے ہیں اور ان ظاہری گناہوں کا تعلق زیادہ تر اس کے سات ظاہری اندام یعنی اعضا سے ہوتا ہے جیسے کہ زبان' آنکھ پاؤں اور ہاتھ وغیرہ اور کچھ گناہ ایسے ہیں کہ جن کا تعلق سارے جسم سے ہے اور یہی کیفیت باطنی خباثتوں کی بھی ہے ان میں سے ہر ایک تفکر کی تین صورتیں ہیں۔

۱- اوّل یہ متعین کرنا کہ فلاں عمل یا صفت مکروہ ہے یا نہیں کیونکہ یہ چیزیں بالکل واضح اور روشن نہیں ہوتیں۔ بلکہ ان کیلئے تفکر درکار ہے۔

۲- جب یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں بات مکروہ ہے تو پھر یہ سوچے کہ کیا میں بھی کہیں اسی پر تو کاربند نہیں ہوں؟ اور صفات نفس کی شناخت کچھ آسان نہیں ہے اس کے لئے بھی تفکر درکار ہے۔

۳- تیسرے اگر معلوم ہو جائے کہ میں خود اسی صفت میں مبتلا ہوں تو پھر اس سے رہائی حاصل کرنے کی صورت کیا ہو سکتی ہے یعنی اس سے دور رہنے کیلئے کیا اقدام مناسب رہے گا۔

ہر روز صبح کی ایک گھڑی تو اسی تفکر کے نام کرنی چاہئے جس میں پہلے تو ظاہری گناہوں کی طرف دھیان کرے۔ مثلاً زبان کے بارے میں کہ آج کے دن فلاں فلاں معاملے میں گفتگو ناگزیر ہوگی لہٰذا دیکھے وہ کون سے معاملے ہیں جو اسے جھوٹ یا غیبت کی آفت میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ ان کا علاج سوچ رکھے کہ ان سے کیسے بچا جائے گا اور اگر خطرہ ہو کہ ممکن ہے آج لقمہ حرام کھانا پڑ جائے تو اس سے بچنے کی تدبیر سوچ رکھے۔ اسی طرح ہر عضو کے بارے میں پوری طرح سوچ سوچ کے ممکن پہلو نکال لے اور تمام عبادات کے بارے میں بھی خوب سوچ لے اور جب اس سے فارغ ہو چکے تو پھر ہر عمل کی فضیلت پر غور و خوض کرے تا کہ سب کو بخیر و خوبی سرانجام دے سکے۔ مثلاً اپنے آپ سے کہے کہ دیکھ یہ زبان جو حق تعالیٰ نے پیدا کی ہے تو اس سے خدا کا ذکر کیا جائے اور مسلمانوں کو راحت پہنچائی جائے اور تو یقیناً اس چیز پر قادر ہے کہ فلاں ذکر کیا جائے اور فلاں عمدہ بات کہے جس سے کسی کا دل خوش ہو اور پھر تصور کو اس طرف لے جائے کہ آنکھ جو عطا کی گئی ہے تو اس لئے کہ اسے دام دین بنا کر سعادت کا شکار کیا جائے اور وہ یوں کہ ان آنکھوں سے جب فلاں عالم دین کو دیکھوں تو اس طرح دیکھوں کہ ان میں تعظیم و احترام نمایاں ہو اور فلاں فاسق پر جو نگاہ پڑے تو اس سے نفرت و حقارت کا اظہار ہوتا کہ آنکھ اور نظر کا حق ادا کر سکوں اور مال کے بارے میں خیال کرلے کہ اسے مسلمانوں کی راحت و آسائش کیلئے پیدا کیا گیا ہے تا کہ فلاں شخص کو صدقہ دوں اور اگر اپنی حاجت بہ دوسروں کی حاجت کو ترجیح دینا پڑے تو صبر کر سکوں۔ پس اس قسم کی متفرق باتیں خیال میں لائے اور عین ممکن ہے کہ ساعت بھر کے اس تفکر کی بدولت کوئی ایسی چیز اس کے تصورات میں پیدا ہو جائے کہ ساری عمر کے لئے گناہوں سے کنارہ کش ہو جائے۔ یہی وہ نکتہ ہے جس کی بناء پر ارشاد ہوا کہ ایک گھڑی کا تفکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے کیونکہ اس کا فائدہ عمر بھر کیلئے ہوتا ہے۔

جب ان ظاہری گناہوں اور عبادات میں تفکر کر لے تو پھر باطن پہ نظر کرے اور اخلاق بد کے بارے اندیشہ کرے کہ ان سے کون

marfat.com

کونسے اخلاق بد اس کے اندر ہیں اور منجیات میں سے کون کونسے اس کے باطن میں نہیں پائے جاتے تا کہ اوّل الذکر کو دور کرنے اور دوسرے (اچھے اخلاق) کو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اس کی تفصیل بڑی طویل ہے لیکن اصل مہلکات دس ہیں یعنی۔

۱۔ بخل ۲۔ تکبر ۳۔ ریا ۴۔ حسد ۵۔ غصہ ۶۔ حرص طعام ۷۔ حرص کلام۔ ۸۔ محبت مال ۹۔ حب جاہ اور اصل منجیات بھی دس ہیں۔

(۱) گناہ پہ پشیمانی (۲) مصیبت پر صبر (۳) قضا پہ رضا (۴) نعمت پر شکر (۵) خوف و رجا میں اعتدال (۶) دنیا سے نفرت (۷) خلوص عبادت (۸) حسن اخلاق (۹) حق سے دوستی

ان میں سے ایک ایک صفت میں تفکر کی بہت بڑی گنجائش موجود ہے اور یہ انہی لوگوں پہ کھلتی ہے۔ جو ان میں سے ہر صفت کے علم کو بالکل اسی طرح پہچانتا ہو جیسا کہ اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ مرید ایک فہرست مرتب کر لے اور پھر ان میں سے جو صفت وہ حاصل کر لے اس پر خط کھینچ کر اگلی (صفت) کے حصول میں لگ جائے۔ (وہ بھی حاصل کر لے تو اس پر بھی خط کھینچ دے اور یوں پوری فہرست مکمل کرے۔ اس سلسلے میں ایک امکان یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض تفکرات پہ اسے نسبتاً زیادہ زور دینا پڑے جو اسے اپنے اوپر زیادہ حاوی اور مسلط دکھائی دیں۔ یعنی ان میں وہ مبتلا تر ہو۔ مثلاً کوئی پرہیز گار عالم ان تمام صفات بد سے رہائی پانے کے باوجود ممکن ہے اس چیز سے خالی نہ ہو کہ اسے اپنے علم و فضل پر ناز ہو اور شہرت و جاہ کی تمنا رکھتا ہو اور اسی خیال کے پیش نظر اپنی عبادات کے ساتھ ساتھ ظاہری حلیہ سے بھی لوگوں کی آنکھوں میں سمانے کیلئے مضطرب ہو اور اپنے آپ کو خوب آراستہ رکھتا ہو اور اپنی مقبولیت پر بڑا خوش ہو۔ اور اگر کوئی شخص لعن کرے تو اس کے خلاف دل میں کینہ رکھے اور انتقام کی ٹھانے یہ سب جنتیں ہیں لیکن ہوتی پوشیدہ ہیں دین کی دشمن اور راہ دین میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ ایسے عالم کیلئے ضروری ہے کہ وہ ان امور بد میں تفکر سے کام لے اور سوچے کہ ان سے نجات کیسے ممکن ہے؟ تا کہ خلق کا عدم اور وجود (ہونا نہ ہونا) برابر ہو جائے اور وہ ہمہ تن ذات باری تعالیٰ میں مشغول ہو سکے۔ تفکر کا یہ میدان بڑا وسیع ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ بندہ اگر ان ہلاک کرنے والی اور نجات دلانے والی صفات میں تفکر کرنا چاہے تو اس کا سلسلہ لامتناہی و بے انتہا ہے اور اگر اس کی تفصیلات بیان کرنا چاہیں تو یہ ممکن ہی نہیں کہ احاطہ تحریر میں لایا جا سکے۔ (والسلام)

دوسرا میدان

اس تفکر کے بارے ہے جو حق تعالیٰ سے متعلق ہے اور یہ تفکر خدا کی ذات، صفات، افعال اور صفت میں ہو سکتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس میں بزرگ ترین مقام تو صفات و ذات حق میں تفکر کا ہے۔ لیکن دراصل (اس) تفکر کی لوگوں میں طاقت نہیں۔ نہ وہ اس کے متحمل ہیں ان کی عقل کو وہاں تک رسائی نہیں اس لئے شریعت نے اس تفکر کی نہی کر دی ہے اور خلق کو اس سے منع کر دیا اور تنبیہ کر دی کہ ذات و صفات خالق میں تفکر مت کرو اب اس میں جو دشواری ہے تو وہ یہ سنیں کہ جلال حق پوشیدہ ہے بلکہ اس لئے کہ روشن ہے لیکن اتنا کہ آدمی کی کمزور ناتواں آنکھیں اور ضعیف بصیرت اس کی تاب نہیں لا سکتی اور تاب تو درکنار خیرہ اور مدہوشی کا شکار ہونا جزو لاینفک ہے۔ جس طرح چمگادڑ دن کی روشنی میں (پروں کے باوجود) اڑنے سے معذور ہے۔ اس لئے کہ اس کی کمزور آنکھیں سورج کی روشنی کو برداشت نہیں کر سکتیں۔ لہٰذا دن کو اسے کچھ نظر نہیں آتا اور سر شام جونہی آفتاب ذرا مدھم ہونے لگے تو اسے بھی دکھائی دینے لگتا ہے۔ یہی

marfat.com

...رجہ عوام کا ہوتا ہے لیکن صدیقوں اور بزرگوں کو اس نظر کی طاقت ہوتی ہے یعنی وہ نظارے کی تاب رکھتے ہیں اگر چہ ہمیشہ وہ بھی نہیں لا ...سکتے۔ یعنی مسلسل اس نظارے کی ہمت ان میں بھی نہیں ہوتی اور اگر وہ کوشش کریں تو بھی اپنے آپ کو بے طاقت پائے جس طرح آدمی اگر چہ آفتاب کو دیکھ سکتا ہے لیکن ہمیشہ نہیں دیکھتا رہ سکتا کیونکہ اس طرح بینائی کے ضیاع کا ڈر ہے پس حق تعالیٰ کی ذات کے بارے میں بزرگوں کو اگر کچھ حقائق کا علم ہو بھی جائے تو انہیں عوام سے ان کا اظہار کرنے کی اجازت نہیں اور اگر کرنا بھی پڑے تو ان الفاظ میں جو کہ بشری مقامات سے قریب تر ہوں مثلاً حق کیلئے عالم مرید اور متکلم کے الفاظ کا استعمال کیونکہ آدمی اپنی صفات کی جس سے ان باتوں کو سمجھ سکتا ہے لیکن یہ محض تشبیہ ہوتی ہیں۔ لہٰذا ساتھ ہی یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ کلام حق بندوں کے کلام سا ہیں کہ وہ حاجب الفاظ یا گفتگو ہو یا دل بستگی و کستگی کا حامل ہو۔ لیکن جب تم اس طرح کہو گے تو بات پھر لوگوں کی سمجھ میں نہ آسکے گی اور وہ یہ کہتے ہوئے اس ماننے سے انکار کر دیں گے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ حق تعالیٰ کا کلام الفاظ و حروف اور صوت سے خالی ہو۔ یہ وہی صورت ہے جو اس وقت پیش آتی ہے جب لوگوں سے کہا جائے کہ خدا کی ذات تمہارے جیسی نہیں کیونکہ نہ وہ جوہر ہے نہ عرض نہ کسی جگہ میں ہے نہ کسی مقام پر نہ کسی جہت میں۔ وہ دنیا سے دور بھی نہیں اور قریب بھی نہیں وہ دنیا کے اندر نہیں لیکن اس سے باہر بھی نہیں اور ان باتوں کو بھی لوگ ماننے سے انکار کر دیتے ہیں اور اسے ناممکن بناتے ہیں اور ناممکن تصور کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ حق تعالیٰ کو اپنی ذات پہ قیاس کرنے لگتے ہیں اور مذکورہ صفات کو الٹا حق تعالیٰ کی عظمت کے منافی قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک عظمت کا تصور وہی ہے جو انہوں نے بادشاہ کے دربار و محلات دیکھنے پر قائم کیا ہوا ہے کہ مثلاً بادشاہ تخت پہ جلوہ افروز ہوتا ہے۔ غلام سامنے مودب کھڑے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ چنانچہ اس تصور عظمت کا قیاس وہ حق تعالیٰ کے بارے میں روا رکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یقیناً خدا کے بھی ہاتھ پاؤں آنکھیں زبان وغیرہ ہماری طرح کے ہونگے یہ اعضاء چونکہ لوگوں کو اپنے جسم میں دکھائی دیتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتی ہے کہ ان کی عدم موجودگی میں تو بہت بڑا نقصان ہے تو حق کی ذات ان کے بغیر کیسے ہوسکتی ہے؟ (یہ تو انسانی تفکر ہے) اگر مکھی میں بھی عام لوگوں کا سا عقل شعور ہوتا تو وہ بھی یہی کہتی کہ مجھے بنانے والے کے بھی میرے جیسے ہی بال و پر ہونگے کیونکہ یہ تو ناممکن ہے کہ میرا خالق اس قوت و رتوانائی سے محروم ہو جو مجھ میں پائی جاتی ہے۔ پس اسی طرح ہمیشہ اپنے ہی کاموں پہ قیاس کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ شریعت نے ذات حق میں تفکر کی اجازت نہیں دی اور منع کر دیا ہے اسی لئے بزرگانِ دین نے بھی اس کی بابت کلام سے روکا ہے اور کہا ہے کہ عوام کے سامنے اس طرح کی باتیں نہیں کرنی چاہیے۔

نہ عالم کے اندر ہے اور نہ باہر

دور ہے نہ نزدیک۔ اور اس بات کو بھی صرف اجمالی طور پر کیا اس کی تشریح و وضاحت نہیں کی بلکہ اس کی تفصیل میں جانے کو بدعت قرار دیا گیا۔ کیونکہ اس کی تفصیل بھی عوام کی سمجھ سے بالاتر ہے۔

☆ اسی لئے بعض پیغمبروں پہ وحی نازل کی کہ میرے بندوں کے سامنے میری صفات نہ چھیڑیے وہ انکار کر دیں گے ان سے صرف وہی امور بیان کریں جو ان کی عقل کے مطابق ہوں اور جن کو وہ سمجھ سکیں بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ اس مسئلے کو چھیڑا ہی نہ جائے اور نہ اس میں تفکر کیا جائے۔ یا جو شخص کامل ہوا سے اس کی اجازت ہے لیکن اس کا بھی متحیر اور دہشت زدہ ہو جانا ناگزیر ہے۔

marfat.com

پس بہتر ہے کہ اس کی عظمت کی شناخت اس کی عجیب وغریب صنعتوں اور مظاہر سے کی جائے کہ آخر اس عالم موجودات کی ہر چیز اسی کی عظمت وقدرت کے انوار میں سے ایک نور ہی تو ہے آفتاب کو دیکھنے کی طاقت اگر کسی میں نہیں ہے تو نہ سہی لیکن اس کی روشنی کا مشاہدہ تو دشوار نہیں جس سے دنیا کی ہر شے منور ہے۔

تیسرا میدان

اس تفکر کا ہے جو حق تعالیٰ کی عجیب وغریب مخلوق کے بارے میں کیا جانا چاہئے اور اس سلسلے میں یہ جاننا ضروری ہے کہ اس عالم موجودات میں جو کچھ بھی ہے وہ سب خدا کی صنعت گری اور تخلیق کا مرہون منت ہے اور ہر چیز اپنی اپنی جگہ عجیب وغریب ہے اور آسمان وزمین میں سے ایک ذرہ بھی ایسا نہیں ہے جو زبان حال ہے۔ اپنے خالق کی تسبیح وتقدیس میں مشغول نہ ہو اور پکار پکار کر یہ نہ کہہ دیا ہو کہ یہ ہے کمال قدرت اور اس کا نام ہے علم بے نہایت اور حق تعالیٰ کے ان عجائب وغرائب کی تعداد اس قدر بے حد اور بے حساب ہے کہ انہیں بیان کرنا بھی ممکن نہیں بلکہ یوں کہئے کہ اگر سب کے سب دریا سیاہی بن جائیں اور تمام درخت قلم بن جائیں اور پوری خلقت اس موضوع پر لکھنے بیٹھے اور ہر ایک کی عمر دراز اسی تحریر میں صرف ہو جائے تو بھی جو کچھ وہ بیان کریں وہ اصل حقیقت کا ایک حقیر سا حصہ بھی نہ کہلائے ارشاد ربانی ہے۔

''آپ ان سے فرما دیجئے کہ اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کیلئے سمندر روشنائی ہو تو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے قبل سمندر ختم ہو جائیں گے اگر چہ اسی سمندر کی طرح ایک دوسرا سمندر ان کی مدد کو لے آؤ۔ (سورہ کہف ۱۰۹)

اقسام خلق

پس مجمل طور پر یوں کہا جا سکتا ہے کہ مخلوق دو قسم کی ہے اس میں سے بھی ایک قسم ایسی ہے کہ جس سے ہم بالکل بے خبر ہیں۔ لہٰذا اس میں تفکر کیسا؟ ارشاد ہے۔

ترجمہ۔ ''وہ ذات پاک ہے جس نے تمام مقابل اقسام کو پیدا کیا نباتات زمین کے قبیل سے ہیں اور ان آدمیوں سے بھی اور ان چیزوں سے بھی جن کو نہیں جانتے۔ (سورہ یٰسین ۳۶)

اور جس قسم سے ہم واقف ہیں اس کی بھی دو قسم ہیں۔ ان میں سے پھر ایک قسم وہ ہے جسے ہم اپنی آنکھوں سے ملاحظہ نہیں کر سکتے۔ مثلاً عرش یا کرسی' فرشتے' دیو پری اور انہی کی ہم جنس دیگر مخلوق کو ان میں تفکر کا طریق بھی اس مختصری تصنیف میں بیان کرنا سخت دشوار ہے۔

سو ہم صرف انہی چیزوں پر اکتفا کرتے ہیں جنہیں ہم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں یعنی آسمان' آفتاب ماہتاب' ستارے اور زمین پھر جو کچھ زمین پر نظر آتا ہے۔ مثلاً پہاڑ بیاباں' دریا شہر وغیرہ اور پھر جو کچھ ان سے ہر ایک میں دکھائی دے سکتا ہے مثلاً پہاڑوں میں جواہرات اور معدنیات وغیرہ اور روئے زمین پر پھیلے ہوئے مختلف نباتات وغیرہ اور آدمی کے علاوہ جو حیوانات اور جاندار مخلوق ہے یہاں تک کہ آدمی تک پہنچ جائیں جو تمام مخلوق سے عجب تر ہے اور پھر وہ جو کچھ زمین وآسماں کے درمیان موجود ہے۔ مثلاً بادل' بارش' برف' ژالہ' رعد' برق' قوس قزح اور وہ تمام علامات جو ہوا اور فضا میں صورت پذیر ہوتی ہیں۔ پس یہ گویا ایک مختصر سا

marfat.com

خلاصہ ہے ان اشیاء کا جن میں مجال تفکر انسان کو حاصل ہے اور یہ سب خالق کی صنعت گری کے نمونے ہیں اب انہی سے چند کا ذکر بہت مختصر بلکہ اشارۃً کرتے ہیں۔

اوّلین چیز تو اس حقیقت کا ذہن نشین کرنا ہے کہ یہ سب اللہ کی وہ نشانیاں ہیں جن میں تفکر کا فرمان ان لفظوں میں بیان ہوا۔

۱- اور بہت سی نشانیاں ہیں ارض وسما میں جن پر سے ان کا گزر ہوتا ہے اور وہ ان کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے۔ (سورہ یوسف ۱۰۵)

۲- بلاشبہ ارض وسما کی تخلیق اور لیل ونہار کے بدل میں اہل عقل کیلئے نشانیاں (عبرتیں) ہیں (آل عمران ۱۹۰)

اور اس قسم کی نشانیاں بے شمار ہیں اور وہ جو نشانی تیرے نزدیک ترین ہے تیری اپنی ذات ہے۔

اجزائے تخلیق بشر

انسان سے عجیب تر شے روئے زمین پر ہے ہی نہیں اور اس کے باوجود تیری یہ حالت ہے کہ تو اپنے آپ ہی سے غافل و بے خبر ہے۔ حالانکہ ہر دم یہ ندا بلند ہوتی ہے کہ اے انسان تو اپنے اندر جھانک کر دیکھ تا کہ ہمارے جلال وعظمت کا مشاہدہ کر سکے۔ ارشاد ہے۔

''اور خود تمہاری ذات میں کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا۔ (سورہ الذرایت ۲۱)

سو پہلے تو اپنی ابتدا پر ہی تفکر کر کہ تو آیا کہاں سے اور کیسے۔ آخر تیری تخلیق' پانی کے ایک قطرے سے بھی تو ہے جس کی پہلی قرارگاہ تیرے والد کی پشت تھی۔ سو اس قطرے کو تیری پیدائش کا تخم بنا دیا اور وہ یوں کہ شہوت ترے والدین پہ غالب کر دی گئی۔ رحم مادر گویا زمین بن گئی اور آدمی کی پشت میں پایا جانے والا پانی بیج اور موکل شہوت نے اس بیج کو اس زمین پر ڈال دیا اس کے بعد خون حیض سے اس کی (بیج) کی آبیاری شروع کی اور یوں نطفہ اور حیض تیری ذات کا آغاز ہے اور پھر شروع شروع میں تو محض ایک پارہ خون تھا۔ پھر اسے خوب جما دیا گیا اور وہ علقہ بنا اس علقہ نے صورت گوشت اختیار کر لی تو وہ مضغہ بنا پھر اس میں روح پھونک دی۔ جسے جان کہتے ہیں پھر اسی قطرہ آب وخوں سے کتنی ہی مختلف چیزیں پیدا ہوئیں۔ مثلاً گوشت و پوست' رگیں' پٹھے اور ہڈیاں وغیرہ پھر تیرے اعضاء کی ترتیب انہی چیزوں سے عمل میں لائی گئی۔

۱- سر کو گول شکل دے دی گئی۔

۲- ہاتھ پاؤں لمبے رکھے گئے اور ہر ایک کے آگے پانچ پانچ انگلیاں لگائیں۔

۳- اور باہر کی طرف آنکھ' ناک' کان' منہ' زبان اور دیگر اعضاء پیدا کر دیئے۔

۴- اندرونی حصے میں معدہ' جگر' گردے' تلی' پتہ' رحم' مثانہ اور انتڑیاں وغیرہ بنائیں اور یوں ہر ایک کی ساخت اور شکل دوسرے سے بالکل جدا ہے اور صفات بھی جدا ہیں اور مقدار بھی۔

۵- ہر عضو کو کئی کئی حصوں میں تقسیم کیا۔ مثلاً انگلیوں کی تین تین پوریں بنا دیں۔

۶- ہر عضا کی ترکیب میں گوشت پوست رگ وپے اور ہڈیوں کو شامل رکھا۔

۷- آنکھیں دیکھئے مقدار میں اخروٹ سے زیادہ نہیں لیکن سات طبقات پہ مشتمل ہیں اور ہر طبقہ جدا جدا صفات وخصوصیات کا حامل ہے کہ اگر ایک بھی خراب ہو جائے تو دنیا تیرے لئے تاریک ہو جائے۔ حق تو یہ کہ اگر صرف آنکھ ہی کے عجائبات کی تفصیل لکھنے

marfat.com

بیٹھیں تو دفتر درکار ہیں۔

ہڈیوں کی ساخت

۸- ہڈیاں کس طرح ایک ذرا سے رقیق پانی سے ایسا سخت اور مستحکم و مضبوط جسم بنا ڈالا۔ ہر ہڈی کا ہر جوڑ اور ہر حصہ کیا شکل و ساخت کے لحاظ سے اور کیا مقدار کے اعتبار سے جداگانہ ہے کوئی ہڈی گول ہے تو کوئی چوڑی کچھ ایسی کہ اندر سے کھوکھلی اور بعض بھری ہوئی ہیں پھر سب کو ملا کر ایک خاص ترکیب دی اور ہر مقدار میں ''صورت' ساخت میں ایک خاص حکمت پوشیدہ ہے بلکہ ایک ہی کیا کئی کئی حکمتیں ایک ایک میں ہیں۔ پھر یہ ہڈیاں گویا تیرے جسم کے ستون ہیں کہ جن پر تمام اعضاء کی بنیادیں استوار کی گئیں ہیں۔ اگر سر سے پاؤں تک ہڈی ایک ہی بنا دی جاتی تو تیرے لئے پیٹھ کو جھکانا ممکن نہ ہوتا اور اگر بالکل جدا ہوتیں ایک دوسرے سے تو پھر بیٹھ کر سیدھا رکھنا ممکن نہ تھا۔ پاؤں کے اندر مہرے مہرے سے جوڑ کر ان کی تخلیق کی گئی۔ ورنہ پاؤں پر زور دیکر کھڑا ہونا دشوار ہو جاتا۔

یہی چیز بدن کو ادھر ادھر کھانے کیلئے ملحوظ رکھی گئی پھر جہاں جہاں ایک ہڈی کو دوسری سے ملایا گیا وہاں یوں کہا کہ انہیں باہم ملانے کیلئے رگ و پے میں لپیٹ دیا گیا ہے اور خوب مضبوط طریقے سے لپٹا گیا تا کہ آدمی سیدھا کھڑا رہ سکے اور ہر ایک مہر میں چار عدد زائدے گولیوں کی طرح پیدا کر دے اور ان کے نیچے چار سوراخ سے گڑھوں کے مشابہ بنا دیئے تا کہ زائدے ان گڑھوں میں مضبوطی سے جم جائیں اور مہرے ان کے کنارے یوں باہر نکال رکھے گویا ان کے بازو ہیں تا کہ پٹھے جوان کے گرد لپٹے ہوئے ہیں وہ صرف اڑے ہی نہ رہیں بلکہ اچھی طرح مضبوط ہو جائیں اور ان کو مستحکم بھی رکھیں۔

تیرے سر کی ترکیب

اس میں پچپن ہڈیاں شامل ہیں جو درزوں کے ذریعے باہم جڑی ہوئی ہیں۔ تا کہ اگر کسی ایک کونے میں ضرب پہنچے تو دوسرا صحیح سلامت رہے اور سب چکنا چور نہ ہوں۔

دانتوں کی ترکیب

دانتوں کو لیجئے ان میں سے بعض چوڑے بنائے گئے ہیں۔ تا کہ نوالے کو چبا سکیں۔ بعض کے سرے باریک ہیں اور تیز بھی کہ کھانے کی چیز کو کاٹ کر اور اس کے چھوٹے چھوٹے پیس بنا کر چکی میں ڈالتے جائیں۔

گردن کی ساخت

گردن کی ساخت کچھ اس طرح سے ہے کہ سات سروں سے مرکب ہے جن کے گرد رگیں اور پٹھے لپیٹ کر اسے مضبوط کر دیا گیا ہے اسی کے ساتھ سر کو مرکب کر دیا گیا۔

marfat.com

کمر کی شیپ

پیٹھ کے چوبیس مہرے بنائے جس پر گردن رکھی ہوئی ہے پھر ان مہروں کی چوڑان میں بسنے کی ہڈیاں پیدا کیں اور اسی طرح دوسری بہت سی ہڈیاں پیدا کیں کہ جن کی شرح اور تفصیل بہت طویل ہے۔

انسانی جسم کی کل ہڈیاں

مجموعی طور پر جسم میں دوسو سینتالیس ہڈیاں پیدا کیں اور ہر ایک کو الگ حکمت کے تحت کیا گیا۔ تا کہ تیرا کام بنا رہے اور غور کریں تو یہ سب کچھ جو بنایا گیا صرف پانی کے اسی ایک حقیر قطرے سے ہے۔ اور ان ہڈیوں کی تعداد میں اگر ایک بھی کم یا بیکار ہو جائے اور یا ایک بھی زائد ہو جائے تو بھی کام میں خلل پیدا ہو جائے۔ پھر چونکہ تجھے ان تمام ہڈیوں کو حرکت و جنبش کی ضرورت تھی اس لئے تیرے اعضاء میں پانچ سو ستائیس عضلات پھیلائے۔

ہر عضلہ کی شکل مچھلی کی سی ہے۔ یعنی اس کا درمیانی حصہ موٹا ہے اور سرے باریک ہیں ویسے تمام عضلات یکساں نہیں بلکہ ان سے کوئی چھوٹا ہے اور کوئی بڑا ہے اور ہر عضلے کی ترکیب گوشت پٹھے اور پردے سے بنی ہوئی ہے یعنی ہر عضلہ کے گوشت اور پٹھوں پر پردہ ایک غلاف کی طرح چڑھا ہوا ہے چوبیس عضلات تو صرف آنکھوں اور پلکوں کو حرکت و گردش دینے کیلئے بنائے گئے ہیں اسی سے دوسرے عضلات کا بھی اندازہ کرلیں کہ جدا جدا تفصیل بیان کرنا بہت لمبی بات ہے۔

اعضاء اور تین حوض

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے جسم کے اندر تین حوض پیدا کئے۔ جن میں سے کئی کئی نہریں مختلف سمتوں میں جاتی ہیں۔ ان میں سے۔

۱- ایک حوض تو دماغ ہے جس سے پٹھوں کی نہریں سارے جسم میں جاتی ہیں تا کہ ان میں حرکت و گردش کی سکت برقرار رہے انہی میں سے ایک نہر پشت کے مہروں میں جاری کر دی گئی تا کہ پٹھے مغز سے دور نہ رہیں ورنہ یہ دوری انہیں خشک کر دے گی۔

۲- دوسرا حوض جگر ہے جس میں ہفت اندام کی تمام رگیں پھیلی ہوئی ہیں اور ان کو اسی حوض سے غذا ملتی ہے۔

۳- تیسرا حوض دل ہے جس میں سے رگیں نکلتی ہیں اور سارے جسم میں پہنچائی گئی ہیں تا کہ روح ان میں سے ہر ایک میں رواں دواں رہے اور وہاں سے ہوتی ہوئی ہفت اندام میں جاری و ساری رہے۔

پس یہ تفکر تو تجھے ایک ایک عضو میں کرنا چاہئے کہ آخر اس کی تخلیق میں اس خالق نے کیا طریقہ اختیار کیا؟

آنکھوں کی ساخت

آنکھ کے ساتوں طبقوں میں سے ہر ایک کی ساخت اور رنگت اس انداز سے کی ہے کہ اس سے تبر کا تصور ہی ممکن نہیں۔ آنکھوں پہ پلکیں اس لئے بنائی گئیں کہ خوبصورتی بھی ہو اور آنکھیں ان سے قوت بصارت بھی حاصل کریں یعنی جب گرد و غبار اڑے تو انہیں بند کر کے تا کہ مٹی وغیرہ آنکھ کے اندر نہ جانے پائے اور اس کے باوجود تو ان میں سے دیکھ بھی سکے اور اوپر سے گرنے والے گرد و غبار اور خس

marfat.com

وخاشاک سے بھی پلکیں ہی آنکھوں کو محفوظ رکھتی ہیں۔

☆ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ آنکھ کی سیاہی جو کہ دانہ مسور کے برابر ہے۔اس میں ارض وسما اپنی ساری وسعتوں سمیت نظر آتے ہیں۔یعنی ایک لمحہ اگر تیری آنکھ کھلے تو آسمان ساری دوریوں کے باوجود فوراً نظر آنے لگتا ہے سو اگر نظارہ و دیدار کے سلسلے میں آنکھ کے عجائب یا بلکہ آئینہ دیکھنے کے عجائب اور اس میں دکھائی دینے والی غلط یعنی غیر حقیقی اشیا بیان کرنے لگیں تو کئی ضخیم جلدیں تیار ہو جائے۔

کان کی ساخت

پھر کان تیرے لئے بنائے گئے اور ان کے اندر تلخ اور کڑوا میل بھی پیدا کر دیا تا کہ کوئی جانور یعنی کیڑا مکوڑا اس میں نہ جانے پائے پھر کان کی ساخت ایک صدف کی طرح رکھی تا کہ آواز جمع کر سکے اور کان کے سوراخ تک پہنچائے اور اس کی ساخت میں پیچ وخم اور الٹ پھر بہت سے رکھ دیئے تا کہ اگر سوتے میں کوئی چیونٹی وغیرہ کان میں گھسنے کی کوشش کرے تو اس کا راستہ دراز ہو جائے اور اسے خاصے بل پھیر کھانے پڑیں حتیٰ کہ تو چونک پڑے (اور اسے نکالنے کی کوشش کرے)

اگر ہم منہ اور ناک اور دیگر اعضا کی تفصیل بیان کرنے لگیں تو ذکر بہت طویل ہو جائے۔جبکہ مقصد تحریر صرف تجھے اس سخن میں تفکر کی راہ بتانا ہے تا کہ ہر عضو کے بارے تجھے تفکر کی عادت پڑے اور تو سوچے کہ انہیں کس لئے پیدا کیا ہے اور یہی تفکر تجھے ان کے خالق کی عظمت وحکمت' لطف وکرم اور علم وقدرت کی شان سے بھی آگاہ کر دے کہ کس طرح تیرے سراپا کو اس نے ایک عجائب خانہ سا بنایا ہے اور پھر یہ باطنی اور اندرونی عجائب اور دماغی خزانے اور حس کی قوتیں جو تیرے بدن میں رکھ دی گئی ہیں اور بھی زیادہ عجیب اس میں جو کچھ سینہ اور شکم میں ہے وہ بھی بہت عجیب ہے۔اس لئے کہ معدہ کو حق تعالیٰ نے دیگ کی مانند بنایا ہے جو ہمیشہ جوش زن رہتی ہے اور جس میں سب کھایا پیا دوبارہ اچھی طرح پک جاتا ہے پھر جگر اس کھانے کو خون میں تحویل کر دیتا ہے جسے رگیں مفت اندام تک پہنچاتی ہیں اور اس خون کی جھاگ کو پتہ قبول کر لیتا ہے اور یہی وہ جھاگ ہے جسے صفرا کہتے ہیں۔

پھر اس خون کی تلچھٹ جو سودا کہلاتی ہے۔تلی قبول کرتی ہے ادھر گردے اس خون سے اپنی الگ کر کے مثانہ تک پہنچاتے ہیں۔غرض بچہ دانی اور دوسرے آلات ولادت کے عجائبات بھی اسی طرح حیرت انگیز ہیں۔ظاہری و باطنی قوتیں اور حواس مثلاً بصارت' سماعت' عقل' علم اور ایسی دوسری چیزیں جو آدمی کیلئے پیدا کیں ہیں کچھ کم حیران کن نہیں ہیں۔

خدا کی شان! اگر کوئی مصور دیوار پر ایک خوبصورت تصویر بنا دے تو تجھے اس کی استادی محو حیرت کر دیتی ہے اور تو اس کی تعریفوں کے پل باندھنے شروع کر دیتا ہے لیکن دوسری طرف اس کے حقیقت کے باوجود ایک قطرہ پانی سے کیسے کیسے ظاہری باطنی نقش ونگار پیدا کئے گئے ہیں اور لطف یہ کہ نہ اس کا قلم دکھائی دیتا ہے اور نہ وہ نقاش خود کہیں دکھائی دے۔تجھے کسی قسم کا تعجب یا حیرانی ہرگز نہیں ہوتی اور اس نقاش کی عظمت تجھے محو تعجب نہیں کرتی اور اس کا کمال بے پناہ اور علم لامتناہی تجھے متعجب وششدر نہیں کرتا۔اس کی صنعت گری ہوش وحواس کو متاثر نہیں کرتی' اس کی شفقت کاملہ اور رحمت تمام پر تجھے تعجب نہیں ہوتا کہ کس طرح رحم مادر میں تجھے غذا پہنچائی۔حالانکہ اس وقت ترے کھلے ہوئے منہ میں اگر خون حیض ایک خاص مقررہ اندازے سے ذرا بھی زیادہ تیرے معدہ میں داخل ہو جاتا تو تیرا خاتمہ وہیں رحم مادر ہی میں ہو جاتا۔پس تیری ناف کے ذریعے غذا سیدھی تیرے معدہ تک پہنچاتا رہا اور پھر جب تو اس مقام سے باہر آ گیا تو

marfat.com

ناف کو بند کر کے تیرے منہ کو کھول دیا گیا کہ تیری ماں تجھے بقدر ضرورت غذا بہم پہنچائے اور اس وقت تیرا جسم چونکہ بے حد نحیف ونزار اور کمزور و ناتواں تھا اور ثقیل غذاؤں کا متحمل نہ تھا اس لئے ماں کے دودھ کو تیری غذا بنا دیا جو کہ نسانیت لطیف اور ہلکی پھلکی غذا ہے۔ ماں کے سینے میں پستان میں دودھ پیدا کر دے اور ان کے آگے میل لگا دیئے گئے تا کہ انہیں منہ میں لے کر دودھ پی سکے اور ایسا نہ ہو کہ وہ دودھ یک بار تیرے منہ میں زور سے پھرتا چلا جائے جس کی تو تاب نہ لا سکے۔ پھر گویا ایک دھوبی کو اس کے سینے میں بٹھا دیا۔ جس کی یہ ڈیوٹی لگائی کہ وہ چھاتیوں تک پہنچنے والے سرخ خون کو صاف کر کے سفید دودھ میں تبدیل کر دے۔ جو انتہائی لطیف اور پاکیزہ شکل میں تجھے ملے اور تیری محبت ماں پہ یوں مسلط کر دی کہ اگر تجھے لمحہ بھر کے لئے بھی بھوک رہ جائے تو اس پہ ضرور قرار گویا حرام ہو جائے اور وہ بے چین ہو جائے۔ چونکہ دودھ پینے کیلئے دانتوں کی ضرورت نہ تھی۔ اس لئے ایک خاص مدت تیرے دانت نہ پیدا کئے تا کہ تو ماں کے سینے کو زخمی نہ کرے۔ اور پھر تجھ میں کھانے کی قوت پیدا ہوئی تو تیرے دانت بھی پیدا کر دیئے تا کہ سخت طعام بھی تیرے لئے آسان ہو جائے تو پھر اس شخص کو اندھا نہ کہو گے تو اور کیا کہو گے جو یہ سب کچھ دیکھتا ہے اور ان کے خالق کی عظمت سے مدہوش نہیں ہو جاتا۔ اور اس کے لطف بے پایاں اور شفقت کاملہ پر محو حیرت نہیں ہوتا اور اس کے جلال کا عاشق نہیں۔

زہے بخت وہ بد بخت حیوان صفت اور غافل انسان جو ان عجائبات میں تفکر نہیں کرتا! الف ہے اس پر جسے اپنے بدن کی ساخت پر حیرت نہیں ہوتی۔ افسوس ہے اس پر جو اس عقل کو فضول گنوا رہا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی اور جو دنیا بھر کی تمام اشیاء سے قیمتی ہے۔ افسوس ہے اس پر جسے اس کے سوا کچھ بہتر نہ ہو کہ بھوک لگی تو پیٹ بھر لیا۔ غصہ چڑھا تو کسی سے گتھم گتھا ہو لیا اور حیوانوں کی طرح گلشن عرفان کے رنگا رنگ نظاروں سے بے خبر اور محروم رہے جو حق تعالیٰ نے اس کے لئے بنائے۔

بطور انبیاء یہ بتا دینا کافی ہے حالانکہ جہاں تک اس کی پیدائش کے عجائبات وغرائب کا تعلق ہے یہ بیان کا لاکھوں حصہ بھی نہیں اور ان میں سے بیشتر عجائبات مچھر سے لے کر ہاتھی تک تمام حیوانات میں بھی جلوہ گر ہیں جن کی تفصیل بھی بہت طویل ہے۔

عبرت دوم: زمین

زمین اور اس پہ پائی جانے والی اور اس کے اندر والی سب اشیاء بھی ایک نشانی ہیں اگر تو چاہے کہ اپنی ذات سے فارغ ہو کر آگے قدم بڑھائے تو زمین کو دیکھ کس طرح اسے تیرا فرش بنایا اور چاروں طرف سے کس قدر فراخ وسیع اور کشادہ بنا دیا ہے کہ تو جہاں تک نگاہ کرے اور جس طرف بھی نظر دوڑائے اس کے کناروں تک رسائی دشوار ہے پھر پہاڑوں کو اس کے اوپر گڑی ہوئی میخیں بنا دیا تا کہ تو قدم جما سکے اور زمین اپنی جگہ سے ہلے نہ اور سخت پتھروں کے نیچے سے دریا اور ندیاں بہا دیں کہ جن سے آب رواں جاری اور روئے زمین پہ بنا رہتا ہے اور اس کا باقاعدہ اور بتدریج بھاؤ اس لئے ہے کہ سخت پتھروں نے اسے قابو کر رکھا ہے ورنہ ایک ہی بار اُمڈ کر دنیا غرق کر دے۔ کھیلانوں کو آہستہ آہستہ سیراب کے بجائے یکبارگی گھس جانا (اور نقصان دہ ہوتا) موسم بہار بھی غور طلب ہے کہ وہ گندی مندی مٹی بارش سے کیسے زندہ ہوتی ہے اور وہ اس مخمل کی طرح ہو جاتی ہے جو صرف نہیں بلکہ ہزار رنگ ہو اور نباتات کو دیکھو جو بارش سے اگتی ہیں کہیں سبزہ ہے کہیں پھول ہیں، کہیں کلیاں اور سب جداگانہ ہیں۔ بقول شاعر

گلہائے رنگا رنگ سے ہے رونق چمن اے ذوق اس جہان کو ہے زیب اختلاف سے

marfat.com

اور وہ بھی اس انداز میں کہ ایک سے ایک خوشنما اور خوش رنگ پھر درختوں پودوں اور اشجار کو دیکھو ان کے شگوفے یعنی پھول اور پھل میں کتنا حسن و جمال ہے ان پہ ہر پھل کا ذائقہ جدا اور خوشبو بھی جدا۔ ہر کسی کے فوائد جداگانہ اور ان جڑی بوٹیوں ہی کو لے لو جنہیں تم فضول جانتے ہو ان میں بعض ایسی ہیں کہ تمہیں علم بھی نہیں ان میں عجیب وغریب فوائد ہیں۔ اور ان کے ذائقہ و تاثیر کا یہ حال ہے کہ کڑوی بھی ہیں اور میٹھی بھی تو کوئی ترش اور کسیلی ہے بعض ایسی کہ جن کے کھانے سے آدمی بیمار ہو جائے تو بعض شفا بخش ہیں۔ ایک محافظ زندگی دوسری زہریلی اور تباہ کن کوئی صفرا کی تحریک کا باعث تو کوئی اس کو دور کرنے والی' کوئی سودائی اثرات کو رگ پٹھوں سے چن چن کر نکال دے اور کوئی ایسی جنون انگیز کہ اچھے بھلے کو سودائی کر دے۔ کسی کی تاثیر گرم تو کسی کی سرد' کسی کی خشک تو کسی کی تر کوئی خواب آور اور کوئی دشمن نیند کسی کے کھانے سے دل کی کلی شگفتہ ہو جائے اور کسی سے پژمردگی اور غم طاری ہو جائے کوئی انسانوں کی تو کوئی حیوانوں کی غذا ہے کوئی چوپاؤں کا چارہ تو کوئی پرندوں کا دانہ۔

الغرض ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے اور ہر ایک میں بے شمار عجائب پوشیدہ ہیں۔ تاکہ تمہیں قدرت خداوندی کا کچھ تو اندازہ ہو۔ حق تو یہ ہے کہ اگر ان میں تفکر کریں تو لوگوں کی عقلیں حیران رہ جائیں اور دور نہیں کہ مدہوشی کا شکار ہو جائیں ان نہایت کی اور انتہا کا اندازہ مشکل ہے۔

عبرت سوم: (امانت الٰہی ومعدنیات)

یہ امانتیں حق تعالیٰ نے پہاڑوں کے اندر اور نیچے پوشیدہ کر رکھی ہیں جن کو معدنیات کہا جاتا ہے ان سے بعض آرائش و زیبائش کو ہیں جیسے سونا چاندی ہیرے جواہرات فیروزہ' یاقوت' زمرد اور ایسی دیگر ہم جنس قیمتی معدنیات اور بعض وہ ہیں کہ برتن وغیرہ بنانے کے کام آتی ہیں مثلاً لوہا' تانبا' پیتل' کانسی' قلعی اور سکہ وغیرہ اور بعض دیگر کاموں میں استعمال ہوتی ہیں مثلاً نمک گندھک اور شورہ وغیرہ یہ نمک جو سب سے ارزاں ہے کھائے پیئے کو ہضم کرتی ہے اور جس کی عدم موجودگی کھانے کا سارا ذائقہ بے مزہ کر دیتی ہے۔

بلکہ لوگ (نمک استعمال نہ کریں تو) بیمار ہو جائیں اور وہ بھی تباہ کن حالت تک۔

سو خدا کی مہربانی دیکھئے کہ کھانے کو غذا بنایا اپنی عنایت سے لیکن چونکہ اسے مزیدار اور لذیذ بنانے کی بھی ضرورت تھی سو اس ضرورت کو پورا کرنے والی شے (نمک) وافر پیدا کیا اور بنایا بھی ایسی شے سے جو خود پیداوار میں بہت تھی یعنی اس صاف پانی سے جو بارش کی صورت برستا ہے اس سے نمک بنایا (اور وہ پیداواری طریقہ یہ ہے۔

نمک کیسے بنتا ہے؟

بارش کا پانی جب زمین کے نیچے جمع ہو جاتا ہے تو نمک میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

یہ عجائبات بھی اپنی تعداد اور رنگا رنگی کے اعتبار سے ان گنت ہیں۔

عبرت چہارم: (لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ عِبْرَةً")

جانور حیوانات جو کہ روئے زمین پہ ہر سو دکھائی دیتے ہیں جو کہ بعض چلتے ہیں بعض اڑتے ہیں اور چلنے والوں میں بعض دریاؤں

marfat.com

...ں چلتے ہیں۔

...چیونٹی کا طریقہ کار

تو بعض چار پاؤں سے اور بعض پیٹ کے بل رینگتے ہیں اور بعض بہت سی ٹانگیں ہیں۔

فضا میں اڑنے والے پرندے اور زیر زمین بلوں میں رہنے والے کیڑے مکوڑے دیکھئے کہ لاتعداد ہیں پھر بھی ایک دوسرے سے مختلف اور ایک سے بڑھ کر ایک حسین اور جاذب نظر ہر جانور کو اس کی ضرورت کے مطابق خدوخال عطا ہوئے ہر ایک کو اس کی حکمت اور طریق سے آگاہ فرمایا کہ اپنی غذا کا اہتمام کیسے کرنا ہے۔ بچوں کی دیکھ بھال کیسے کرنی ہے کہ وہ بالغ ہو کر خود کو سنبھال سکیں یعنی خود کو آباد کر سکیں۔ چیونٹی کو لیجئے کیسے وقت پہ باقاعدگی سے خوراک جمع کر لیتی ہے اور پھر ان میں گندم یا ایسی ہی دوسری اجناس جو ثابت رکھنے کی صورت میں خراب ہو جاتی ہے ان کو دو دو ٹکڑے کر لیتی ہے تاکہ انہیں کیڑا نہ لگے۔

دھنیا چونکہ ثابت حالت ہی میں ٹھیک رہتا ہے اور ٹوٹنے سے خراب ہو جاتا ہے اس لئے اس کے ٹکڑے نہیں کرتی بلکہ ثابت رکھتی ہے۔

مکڑی اور اس کا طریقہ گھر داری

مکڑی کیسے انداز سے اپنا گھر تیار کرتی ہے اور تعمیر میں جس اندازے و تخمینے کی ضرورت ہوتی ہے اسے کیسے اچھے طریقہ سے مدنظر رکھتی ہے اپنے لعاب سے ڈوری سی تیار کر لیتی ہے اور دیوار کے دو ملحقہ کونے تلاش کر کے ایک سائیڈ کو بنیاد بنا لیتی ہے اور وہاں سے دوسری سمت لے جاتی ہے جب تانا بن جاتا ہے تو بانا بننے لگ جاتی ہے اور تاروں کے نخ کیسے سیدھے رکھتی ہے کہ نخ بہ نخ اور تار بہ تار بن ٹھیک برابر اور سیدھا بنتا ہے درمیان میں اتنا متوازن فاصلہ کہ کیا مجال کوئی دور و نزدیک دکھائی دے تاکہ خوبصورتی بھی پیدا ہو۔ پھر دیوار کے ایک کونے میں لنک کرتا رپہ ہی مکھی کا انتظار کرتی ہے کہ وہ اس کی غذا ہے اور پھر آخر جب مکھی آ جاتی ہے تو کیسے لپک کر اس پر حملہ کرتی ہے اور شکار بنا لیتی ہے اور تار اس کے دست و پا میں لپٹ دیتی ہے تاکہ اس کے نکل بھاگنے کا ڈر نہ رہے پھر اسے (ذخیرہ کر لیتی ہے گو) رکھ کر اس سے اگلے شکار کا انتظار کرتی ہے۔

شہد کی مکھی کی کرشمہ سازی

شہد کی مکھی کو لیجئے اپنا گھر کیسے مسدس شکل کا بناتی ہے اگر مربع شکل کا بناتی تو چونکہ خود گول ہوتی ہے اس لئے گھر کے کونے خالی رہ جاتے اور بیکار ہوتے اور اگر گول بناتی تو دائروں کو باہم ملانے سے بھی درمیان میں خلا رہتا اور تمام اشکال میں کوئی شکل اگر مدور کے قریب ترین ہے تو وہ مسدس ہی ہے اور یہ بات از روئے مہندس بھی ثابت ہے تو سوچئے کہ رب تعالیٰ نے اپنی رحمت و عنایت سے کس طرح اس ننھے سے جانور کو نوازا کہ اسے بذریعہ الہام یہ ترکیب سکھائی۔

مچھر

مچھر کو بھی گویا الہام ہوتا ہے کہ تیری غذا خون ہے اور اس غرض سے اسے سونڈی عطا کر دی کہ تیز اور باریک ہونے کے علاوہ اندر

marfat.com

سے نالی بھی ہے تا کہ آدمی کے بدن میں چبھتے ہی (سرنج کی طرح) خون کھینچ لے۔

اور پھر اسے ایسا چالاک اور سمجھ دار بنا دیا کہ جونہی آدمی اسے پکڑنے کیلئے ہاتھ ہلائے وہ فوراً اڑ جائے اور اس خاطر ہلکے ہلکے پر عطا کئے کہ بلا تاخیر اڑ جائے اور پھر اسی لمحے واپس آ جائے اس کو اگر اللہ تعالیٰ عقل اور زبان کی نعمت عطا فرماتا تو اللہ تعالیٰ کا اتنا شکر ادا کرتا کہ بندہ حیران رہ جاتا۔ بہر حال ابھی اپنی بے زبانی سے وہ حمد سرار ہتا ہے مگر ہم ہی اس کی تسبیح نہیں سمجھ پاتے۔ ارشاد ہے۔

"لیکن تم لوگ ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں۔" (بنی اسرائیل: ۴۴)

اس طرح اور بھی بے شمار و بے حد عجائب ہیں اور کس کی مجال ہے کہ ان لاکھوں میں سے ایک کی شناخت کا دعویٰ کر سکے اور پھر اسے بیان بھی کر سکے اور ان حیوانات کی تخلیق و آفرینش کے بارے میں کیا کہو گے جو اتنی عجیب و غریب شکلوں میں طرفہ و بے مثال رنگوں میں گوناگوں پیاری صورتوں، سڈول اور پھر پتلے اجسام کے ساتھ مناسب اعضا لئے ہوئے خود بخود وجود میں آ گئے یا تو نے انہیں زندگی بخشی؟ اللہ اللہ یہ شان اسی مالک حقیقی کی ہے کہ آنکھوں کی روشنی کو برقرار رکھتے ہوئے بھی انہیں بینائی سے محروم کر سکتا ہے تا کہ صحیح سلامت ہونے کے باوجود بھی وہ نہ دیکھ سکیں اور یہ قدرت بھی اسی قادر مطلق کو حاصل ہے کہ دلوں کو غفلت کا شکار کر دے اور انہیں سوچ فکر سے عاری کر دے چنانچہ کتنے ہی بد بخت ہیں کہ ظاہری آنکھیں ہیں اور ان سے دیکھتے بھی ہیں لیکن باطن کی آنکھوں سے دیکھنا اور دل کی آنکھ سے عبرت پکڑنے کی توفیق انہیں کبھی نہیں ہوتی۔

اقبال فرماتے ہیں۔

دل بینا بھی کر خدا سے طلب آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

اور سماعت کا یہ حال ہے کہ جو بات سننے کی ہے وہ سنتے نہیں۔ دراصل جانوروں کی طرح انہیں سوائے آوازوں کو آوازیں کہنے کے اور کچھ پتہ ہی نہیں ہوتا انہیں پتہ ہی نہیں کہ آواز کے کیا معنی ہیں وہ چڑیوں کے نغمے سنتے ہیں لیکن چونکہ وہ حروف و الفاظ پر مشتمل نہیں ہوتے اس لئے انہیں صرف آواز تصور کرتے ہیں۔ اسی طرح قابل نظارہ اشیا کی دید انہیں نصیب نہیں کہ وہ ان کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتے۔ انہیں تو حروف و رقوم کی صورت سیاہ سفید تحریر دکھائی دینی چاہئے کہ اسے پڑھ سکیں اور الفاظ کی شکلوں کو دیکھتے رہیں اور یہ خط الٰہی اور تحریر ربانی جو کائنات کے ذرے ذرے پر ثبت ہے چونکہ یہ اس خط اور حروف ہیں رقوم نہیں ہے اس لئے انہیں دکھائی نہیں دیتی۔ حالانکہ قلم ایزدی کے یہ نقوش ہر سمت آویزاں ہیں۔

اگر غور کیا جائے تو چیونٹی کا ایک انڈہ جو ذرہ کے ایک سرے سے زیادہ نہیں ہے وہ بھی بڑی صریح فریاد کرتا ہے کہ اے سادہ لوح اور قلب سلیم کے مالک تو اس بندہ کی مصوری پر تو بڑی حیرت کا اظہار کرتا ہے جو دیوار پہ کوئی نقش یا تصویر بنا دے۔ بڑا سر دھنتا ہے اس پہ اس کی کاریگری کا اعتراف دل سے ہوتا ہے چیونٹی ادھر بھی نظر کر مجھے دیکھ تا کہ تجھے کسی کی کرشمہ ساز قدرت کی کاریگری و صورت گری کا انتہائی عجب نمونہ دکھائی دے اور دیکھ کہ میرا وجود ایک ذرہ سے زیادہ نہیں لیکن نقاش ازل نے ابتدائے آفرینش ہی سے مجھے چیونٹی بنانا چاہا اور چیونٹی ہی بنا دیا لیکن دیکھ کہ کس طرح چھوٹے سے جسم کو بھی مختلف اعضاء میں تقسیم کر دیا۔

کیا مجھے دل نہ ملا؟ کیا میں سر پاؤں اور ہاتھوں سے عاری ہوں کیا میرے دوسرے اعضاء نہیں؟ بلکہ مجھے تو وہ سر اور ذہن عنایت ہوا

marfat.com

کہ جس کے کسی خانے اور فہم وادراک کے دروار ہتے ہیں جن میں عقل وشعور کی کوئی کمی نہیں ان خانوں میں کسی میں قوت ذائقہ رکھی
ں میں سونگھنے کی حس اور کسی میں قوت سماعت رکھی تو کسی میں کچھ! کتنے ہی منظر تو میرے سر سے باہر دکھائی دے سکتے ہیں آنکھوں
نگینے اس میں جڑ دیئے ناک اور منہ کو کھانا اس میں اتر سکے کہ کھانے کا راستہ ہے اس میں۔ ہاتھ پاؤں میرے باہر نکلے ہوئے دیکھ
ہیں اور پیٹ میرا بھی ہے اور اس میں (معدہ) وہ جگہ بھی ہے کہ جہاں کھانا جاتا اور ہضم ہوتا ہے اور راہ خروج بھی الغرض کون سے
ت ہیں جو اس میں نہ ہوں۔ پھر میری شکل دیکھو کیسی تیزی اور پھرتی اس سے ٹپکتی ہے۔ جسم کو ملاحظہ کرو تین حصوں پر مشتمل ہے۔
یں ایک دوسرے کے ساتھ نہایت چابکدستی سے جوڑ دیا گیا ہے حاجیوں کی کمر میں سیاہ پٹکا سا بندھا ہوا ہے اور یہ سیاہ قبا کس عمدگی
میرے جسم کو پہنائی گی اور یہ دنیا جسے تو سمجھتا ہے

کہ بس تیرے لئے بنائی گئی ہے اس میں یہ دیکھ کہ مجھے کس حیثیت سے لایا گیا ہے کہ تیری نعمتوں کے درمیان تیری طرح ہی
دانہ پھرتی ہوں بلکہ تو میرا غلام ہے کہ رات دن کھیتی تیار کرتا بیج اور پانی ڈالتا ہے زمین صاف کر کے بالآخر گندم' جوٗ اناج اور دیگر
ریات وغیرہ جو تجھے حاصل ہوتے ہیں تو تو انہیں جہاں مرضی چھپالے یا ذخیرہ کر لے مجھے بفضل حق ان تک پہنچنے کا راستہ مل جاتا
ور مجھے زمین کے نیچے ان چیزوں کی بو آ جاتی ہے تو میں وہاں پہنچ جاتی ہوں اور تجھے اتنی مشقت اور جفاکشی کے باوجود سال بھر کا غلہ
کھنا نصیب نہیں ہوتا اور میں سال سے زیادہ مدت کیلئے ذخیرہ کر لیتی ہوں اور پھر اسے کتنی عمدگی اور حفاظت سے رکھتی ہوں۔

جب کبھی میں اپنی خوراک کو خشک کرنے کیلئے صحرا میں جاتی ہوں تو اس سے پہلے کہ بارش آئے مجھے الہام ہو جاتا ہے اور میں اپنا
محفوظ جگہ پہ لے جاتی ہوں جہاں بارش سے اسے کوئی نقصان نہ ہو حالانکہ تیرا خرمن اگر میدان میں ہو تو تجھے بارش کا کوئی یقین نہیں
تک کہ وہ اچانک طوفان و باراں کی شکل میں نازل ہو جاتی ہے اور سارا خرمن ستیاناس ہو جاتا ہے سو میں کیوں نہ (چیونٹی ہو کر)
خالق حقیقی کا شکر ادا کرو کہ جس نے مجھے ذرہ ناچیز کو ایسی پھرتی اور چستی عطا کی اور تجھ کو تیری تمام بزرگی کے باوصف میرا خادم بنا دیا
یہ خدمت گزاری نہیں کہ تو ہل جوئے بیج بوئے فصل کاٹے اور رنج ومحنت برداشت کرے اور میں مزے سے کھاؤں عیش کروں۔

الغرض چھوٹا بڑا ہر جانور زبان حال سے اپنے خالق کی حمد وثناء میں مشغول ہے بلکہ نباتات میں سے کوئی بھی شے ایسی نہیں کہ جو اپنے
کی یاد سے غافل ہو اور نباتات کیا جمادات کی قسم کا کوئی ذرہ بے نام ایسا نہ ہوگا جو اپنے پروردگار کا حمد سرا نہ ہو لیکن آدمی کی بدبختی
کہ وہ ان میں سے کسی کی آواز سننے پر آمادہ نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اور وہ شیطان سننے سے روک دیئے گئے۔ (سورۃ الشعراء :۲۱۲)

اور پھر واضح الفاظ میں فرمایا کہ

اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی تسبیح حمد کے ساتھ نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں۔ (سورہ بنی اسرائیل :۴۴)

یہ ایک عالم لامحدود ناممکن جس کی تشریح ہے۔

marfat.com

عبرت پنجم (دریا)

دریا سمندر کا ایک حصہ ہوتے ہیں جس نے تمام دنیا کو گھیر رکھا ہے بلکہ یوں کہئے کہ ساری دنیا دراصل چند جزیروں کا مجموعہ ہے مختلف دریاؤں کے درمیان ہے۔

حدیث نبوی ہے۔

زمین دریاؤں میں اسی طرح ہے جیسے کہ زمیں پر چند اصطبل ہوں۔ سوضروری ہے کہ جب عجائبات زمین سے فارغ ہوتو دریا پھر سمندر کے عجائبات کی طرف متوجہ ہو جا کیونکہ سمندر زمین سے جتنا بڑا ہے اتنی ہی اس میں عجائبات کی کثرت ہے کیونکہ جو جانور زمین پر دکھائی دیتے ہیں ان کی مثال سمندر میں مل جاتی ہے جبکہ سمندر میں بہت سے جانور ایسے ہیں کہ ان مثال زمین پر نہیں اور پھر ہر ایک کی شکل جدا ہے اور بعض اتنے چھوٹے کہ آنکھ بھی انہیں بمشکل دیکھ پاتی ہے اور کوئی اتنا بڑا کہ جب کشتی اس کی پیٹھ پر آجائے تو لوگ سمجھتے ہیں شاید زمین کے کسی ٹکڑے یعنی جزیرے وغیرہ میں پہنچ گئے ہوں لیکن جب آگ جلائیں تو ممکن ہے وہ آگ جائے اور اگر اس کے بعد وہ جنبش کرے تو پھر لوگوں کو پتہ چلے کہ یہ تو کوئی حیوان ہے عجائبات بحریہ پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں یہاں ان کی شرح کیونکہ ممکن ہو۔

موتی کیسے بنتا ہے؟

ذرا غور کیجئے کہ سمندر کی اتھاہ گہراہوں میں اللہ رب العزت نے ایک جانور پیدا کیا جس کا صرف خول ہے اسے جیسے خدا کی طرف سے الہام ہوتا ہے کہ جیسے ہی بارش برسنے لگے وہ پانی کے اوپر آ کر اپنا منہ کھول دیتا ہے اور بارش کے قطرے جو میٹھے پانی کے ہوتے ہیں اور سمندر کی طرح کڑوے اور کھاری نہیں ہوتے اس کے اندر چلے جاتے ہیں پھر صدف کا منہ بند ہو جاتا ہے اور واپس سمندر کی گہرائیوں میں چلا جاتا ہے اور باقی پانی کے ان قطروں کو اپنے اندر رکھتا ہے جیسے کہ نطفہ رحم میں پرورش پاتا ہے یہی جوہر آب اس کے اندر پرورش پا کر مروارید بن جاتا ہے یہ شکل اسے بڑی طویل مدت کے بعد ملتی ہے تب اس کے اندر بارش کا ہر قطرہ مروارید (موتی) بن جاتا ہے جن میں سے بعض بڑے بعض چھوٹے ہوتے ہیں یہ زیورات اور آرائش کے کام آتے ہیں۔

مرجان یا مونگا کی اصل

سمندر کے اندر پتھر میں سے ایک سرخ سی چیز درخت کی طرح کی اگتی ہے ویسے جوہر اس کا جوہر سنگ ہی ہوتا ہے اسے مرجان مونگا کہتے ہیں۔

عنبر

مذکورہ درخت سے جھاگ اٹھ کر ساحل پہ آ جاتا ہے جسے عنبر کہتے ہیں۔

ان جواہرات کے عجائب بیرون دریا بھی دکھائی دیتے ہیں اور پھر سطح آب پر کشتی رانی یا کشتی کی وضع اس طرح بنانا کہ غرق اب

marfat.com

تی ہاتوں کو قدرت کی یہ نصیحت کہ مخالف ہوا کہ پہچانیں ستارے بنا ڈالے کہ جہاں ہر سو پانی کے سوا کچھ دکھائی نہ دے ملاح
ں سے راہ پکڑیں پھر پانی کی صورت کو دیکھئے اس کی ترکیب میں کیسی لاطفت و پاکیزگی ہے غور کیجئے کہ اس کے اجزا کس طرح
دوسرے سے منتقل ہیں پھر اس کو تمام حیوانات و نباتات کیلئے باعث زندگی (بلکہ اساس حیات) ٹھہریا اور کتنی عجب بات کہ تو پانی کا
ر محتاج ہے کہ اسے پانی کیلئے دنیا بھر کی دولت اس کے عوض لٹانے کو تیار ہے اور پھر یہی پانی اگر باہر واپس نہ نکلے اور اندر ہی رہ
ئے تو اس سے نجات پانے کیلئے پھر اپنا سارا مال و متاع خرچ کرنے پہ آمادہ ہے کہ جیسے بھی ہو وہ نکل جائے الغرض پانی بحر و دریا کے
ب سے شمار ہیں۔

ت ششم: (ہوا)

ہ تمام اشیاء جو ہوا سے متعلق وہ بھی اسی میں شامل ہیں ہوا بھی ایک دریا ہی ہے جس میں لہریں اٹھتی ہیں ہوا کا ہر جھونکا گویا ایک
ہے جو اس دریائے ہوا میں پیدا ہوتی ہے جسم ایسا لطیف پایا کہ نظر بھی نہیں آتا لیکن ایسا بھی نہیں کہ راہ بنیائی میں حائل ہو جائے یا
نظروں کا حجاب بن جائے تیری جان کی یہ غذا بھی ہے ایسی کہ جس کی ہر وقت تجھے ضرورت رہتی ہے کھانے پینے کی حاجت تو دن
یا دو بار ہی ہوتی ہے لیکن ہر لحہ ہوا کی ضرورت رہتی ہے جس سے بغیر سانس لینا دشوار ہے اور سانس نہ لے سکے تو فی الفور ہلاک
ئے لیکن تو باعث غفلت اس (نعمت) سے غافل ہے۔

وا کی خصوصیت ہے کہ یہ کشتیوں کو تیراتی ہے اور توازن قائم رکھنے میں مدد دیتی ہے اور غرق ہونے سے بچاتی ہے ہوا کی شرح و
بھی طویل ہے۔

سمان میں غور کرنے سے قبل لازم ہے کہ تو ہوا میں غور و خوض کرے اور دیکھے کہ خدا نے اس میں کیا گیا چیزیں پیدا کر دی ہیں۔
رش' بادل' گرد' چمک اور برف سب اسی کے کرشمے ہیں اور اس ابر کثیف کو دیکھو جو دیکھتے ہی دیکھتے فضائے لطیف پر چھا جاتا ہے
ہے کہ سمندروں سے پانی کا ذخیرہ لے کر اٹھتا ہو یا بخارات بن کر پہاڑوں سے بلند ہوتا ہو یا شاہد نفس ہوا ہی سے پیدا ہو جاتا ہو
ہ مقامات جو پہاڑوں' دریاؤں اور چشموں سے دور ہیں وہاں پر قطرہ قطرہ ہو کر تبدریج برسے۔ اس کا ہر قطرہ خواہ سمندر سے آئے
پہاڑ سے سیدھا اس مقام پر آتا ہے اور ٹھیک وہیں گرتا ہو تقدیر الٰہی نے اس کے لئے مقرر کر رکھا اور اسے یہ حکم ہوتا ہے کہ تجھے اس
ے کی پیاس بجھانا ہے جو فلاں جگہ پر پیاسا ہے یا اس سبزے کو تر و تازہ کرنا ہے جو فلاں مقام پر خشک ہوا جاتا ہے یا فلاں بیج کو
ب کرنا ہے جو فلاں کھیت میں تیرا محتاج ہے یا فلاں میوے کی طرف جانا ہے جو فلاں درخت پر لگ رہا ہے لیکن سوکھا جا رہا ہے اور
ب ہے یہ مردہ ہو جائے۔ چنانچہ وہ قطرہ وہی پہنچ جاتا ہے اور اس درخت کی جڑ میں پہنچ جاتا ہے اور اس کے اندر سرایت کر کے اسے
ہ کر دیتا ہے تیرے کھانے کو۔

ارش کے ایک ایک قطرے پہ لکھا ہوتا ہے کہ اسے کہاں گرنا ہے اور کس بندے کی روزی بننا ہے۔
اب سوچو کہ اگر تمام مل کر ان قطروں کو شمار کرنا چاہے تو کیا یہ ممکن ہے؟

marfat.com

برف کیسے بنتی ہے؟

اور پھر دیکھئے کہ اگر بادل دفعتاً ہی برس جائیں تو نباتات کو بتدریج پانی نہ ملتا چنانچہ خدا نے موسم سرما کو اس پر مسلط کر دیا کہ وہ اس برف بنا دے جو روئی کے گالوں کی طرح ذرہ ذرہ ہو کر گرتی رہتی ہے اور پہاڑ گویا اس برف کو انبار خانے میں جمع کرتی رہتی ہے چونکہ وہاں ہوا میں خاصی سردی اور خنکی سی رہتی ہے اس لئے یہ برف آسانی سے پگھلنے نہیں پاتی بلکہ بہار میں آغاز گرمی میں آہستہ آہستہ پگھلنے کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور پھر اس سے دریا اور ندی نالے جاری ہو جاتے ہیں تاکہ گرمیوں میں تھوڑا تھوڑا پانی زراعت میں مستعمل ہو سکے اگر بارش ہمیشہ ہوتی رہتی تو لوگوں کو کس قدر تکلیف ہوتی اور اگر سال میں ایک آدھ بار برستی تو پھر بھی دنیا قحط سالی کا شکار ہو جاتی اور سبزے کا کہیں نام و نشان نہ ملتا پس برف بھی پوشیدہ رحمت الٰہی ہے برف ہی کیا بلکہ ہر شے میں رحمت پنہاں ہے آشکار بھی اور زمین و آسمان کے تمام اجزاء میں عدل و حکمت کی کارفرما ہے اور اپنی اسی حکمت کے بارے میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

''ہم نے ارض و سما اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بیکار نہیں بنایا بلکہ ہم نے ان دونوں کو کسی حکمت سے بنایا ہے لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔ (سورہ دخان: ۲۷، ۲۸)

عبرت ہفتم: اجسام فلکی (ستارے)

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

''ہم نے اپنی قدرت سے آسمان کو چھت کو بنایا جو محفوظ ہے اور یہ لوگ اس کی موجودہ نشانیوں سے چشم پوشی کرتے ہیں'' (سورۃ الانبیا: ۳۲)

مزید ارشاد ہوا۔

''یقیناً ارض و سما کی تخلیق انسانوں کی تخلیق کی نسبت بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے'' (سورہ مومن: ۵۷)

سو حق تعالیٰ نے ارض و سما میں تفکر کا صریح حکم دیا ہے اور تاکید فرمائی ہے کہ ایسے تو تمام حیوان بھی (دیکھنے کو) دیکھ ہی لیتے ہیں تیرے لئے (ایسا دیکھنا نہیں ہونا چاہئے کہ) نیلے آسمان اور ستاروں کی سفیدی دیکھنا مقصود نہیں بلکہ سوچے کہ ان میں تفکر کیسے کریگا جو اپنی ذات کے عجائبات سے واقف نہ ہو سکا جو تجھ سے زیادہ نزدیک ہیں اور نہ عجائبات ارض میں سے کسی ذرے کو پہچاننے کی کوشش تو پھر ملکوت آسمانی تو بہت دور کی بات ہے انہیں کیا پہچانے گا؟

لازم یہ ہے کہ ترقی (تیرے ذہن کی) بتدریج ہونی چاہئے یعنی پہلے اپنی ذات کو پہچان پھر زمینی حیوانات نباتات جمادات معدنیات پر غور کر پھر عجائبات ہوا پہ تفکر بادل کی حالتوں کو جان تب کہیں آسمانی عجائب کی باری آئے گی اس کے بعد ستاروں، کرسی عرش تیرے تفکر کی زینت بن سکتے ہیں اس کے بعد تیرا عالم اجسام سے نکل کر آگے جانا ہوگا اور عالم ارواح کو میدان تفکر بنانا ہوگا ملائکہ، شیاطین، جنات کے درجات و مدارج اور مقامات جداگانہ سے آگاہی حاصل کرے پھر آسمان اور اس پر چمکنے والے ستاروں حقیقت کو پہچان اور دیکھ کہ یہ کیسے محرک اور گردش میں رہتے ہیں ان کی مشارق و مغارب ہیں غور کر اور سوچ کہ یہ کیا ہیں اور ان کی

marfat.com

ں کیا راز اور حکمت پوشیدہ ہے ان کی تعداد کو دیکھ کہ جس کے شمار کا کسی کو علم نہیں۔

ستاروں کی حقیقت!

اور بغور دیکھو تو معلوم ہو کہ انکے رنگ بھی جدا جدا ہیں کوئی بالکل سفید ہے تو کوئی سرخی مائل اور بعض سیمابی رنگت کا ہے اور اسی طرح ئی چھوٹا ہے اور کوئی بڑا ان کے مختلف گروہ ہیں ہر گروہ کی شکل ایک دوسرے سے علیحدہ ہے۔

کوئی بکری کی شکل پہ ہے (حمل)

کوئی بیل سے مشابہ ہے (ثور)

کوئی بچھو کی مانند ہے (عقرب)

اسی طرح دوسری مختلف اشکال ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ روے زمین پہ جتنی اور جس قسم کی صورتیں نظر آتی ہیں آسمان پہ اسی صورت ستارے پائے جاتے ہیں۔

ردش بنجوم یا ستاروں کی گردش

ستاروں کی گردش کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ کوئی ستارہ ایک ماہ میں پورے آسمان کا چکر کاٹ لیتا ہے۔ کوئی اس گردش کو پورے ایک میں ختم کر پاتا ہے جبکہ بعض ایسے کہ بارہ سے لے کر تیس برس تک کی مدت میں یہ گردش مکمل کر سکتے ہیں اور بیشتر ستارے ایسے کہ اگر ی قائم رہے اور قیامت نہ آئے تو چھتیس ہزار برس میں اس گردش کو مکمل کرتے ہیں۔

ی عجائبات سے متعلق علوم کی بھی انتہا نہیں۔ جب زمینی عجائبات سے صرف چند ایک منصۂ ظہور پہ ہیں تو سماوی تو پھر سماوی ہیں۔

ں وسما کی مسافتیں

عجائب کا فرق ان میں سے ہر ایک کی شکل کے باہمی فرق کے مطابق ہوتا ہے اس لئے زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجود سورج ب سو ساٹھویں حصہ کے برابر ہے۔

ں سے غور و فکر کا یہ پہلو سامنے آتا ہے کہ ایک سو ساٹھ گنا بڑا ہونے کے باوجود چھوٹا سا دکھائی دیتا ہے اسی تفکر سے یہ حقیقت سمجھ ئے گی کہ آفتاب کی حرکت میں کتنی تیزی اور سرعت پائی جاتی ہے کہ نصف ساعت میں سورج کا پورا دائرہ زمین کے گرد گھوم جاتا یا زمین کی مسافت جیسی ایک سو ساٹھ مسافتیں اسی ساعت میں طے کر کے حرکت کر جاتا ہے۔

☆ ایک بار حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ! آفتاب کو زوال ہو گیا؟ تو جبرائیل علیہ السلام نے دید "نہیں ہاں"

سور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا بات ہوئی (نفی اثبات دونوں)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا بات یہ ہے کہ نہیں کہتے کہتے آفتاب پانچ سو برس کی مسافت طے کر گیا لہٰذا ساتھ ہی مجھے ہاں ہ اور آسمان پر ایسے ستارے بھی ہیں جو زمین سے سو گنا بڑے ہیں لیکن بلندی کی وجہ سے ذرا ذرا سے دکھائی دیتے ہیں۔

marfat.com

☆ سو اندازہ کیجئے کہ اگر ایک ایک ستارے کی یہ حالت ہے تو پورے آسمان کا کیا حال ہوگا وہ کتنا بڑا ہوگا' لیکن اتنے بڑے آسمان تو تیری چھوٹی سی آنکھ میں بند کر دینا کس کا کمال ہے اسی کا جو چاہتا ہے کہ تو اس کی قدرت و بزرگی کو پہچانے ہر ستارہ جو اس نے پیدا کیا اس کی ایک ایک چیز حکمت سے پر ہے اس کا ثبات قیام سیر گردش واپسی استقامت طلوع اور غروب غرض کوئی بھی حرکت یا سکون حکمت سے خالی نہیں اور ان میں سے روشن ترین اور سب سے زیادہ صاف اور واضح حکمت آفتاب کی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے فلک عظیم سے ملا دیا حتیٰ کہ ایک سال کے دوران کبھی تیرے سر کے قریب ہوتا ہے اور کبھی دور اور اسی کے سبب ہوا کی کیفیت متغیر ہوتی ہے اور سردی گرمی ہوتی ہے اور کبھی یہ کیفیت اعتدال پہ آ جاتی ہے رات اور دن کا فرق بھی اسی کے باعث دن رات چھوٹے بڑے ہوتے ہیں اس کی اگر پوری تفصیل بیان کرنے لگیں تو بات بہت لمبی ہو جائے اور حق تعالیٰ نے جو مختصر سی عمر عطا کی ہے اسی میں جو علوم سکھا دیئے ہیں وہ اسی قدر وسیع وطویل ہیں کہ انہی کا بیان مدت دراز کا تقاضا کرتا ہے ہمارا علم علماء کے مقابلے میں علماء کا اولیاء کے مقابلے میں اور اولیاء کا انبیاء کے مقابلے میں اور انبیاء کا فرشتوں اور مقربین کے مقابلے میں بہت کم ہے اور ان کے مجموعی علم کو ملا کر بھی اگر علم ربانی سے نسبت دینا چاہئیں تو نسبت تو دور کی بات ہے بلکہ یہ سوچ وعلم ہی سرے سے غلط ہے اللہ اللہ اس کی شان کیا کہئے کہ مخلوق کو اس نے ہزار ہا علوم عطا فرمائے اور پھر بھی فرمایا تم نادان و جاہل ہو۔

ارشاد ہے۔ ''تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے (سورہ بنی اسرائیل 85)

باب تفکر میں جو کچھ بیان ہوا محض ایک نمونہ تھے اور اس لئے پیش کیا گیا ہے کہ تجھے اپنی غفلت سے کچھ تو آگاہی ہو کیونکہ تیرا حال یہ ہے کہ اگر کسی امیر کے گھر جانا ہو تو اس کے گھر کے نقش ونگار اور مینا کاری کو دیکھ کر تیری زبان اس کی تعریف میں رہتی ہے اور جانے کب تک تو اس کی تعریف کرتا رہتا ہے اور ہر شے پہ متعجب رہتا ہے لیکن بہت خدا جس میں ہمیشہ (تاحیات) رہنا ہے اس پر تجھے حیرت نہیں ہوتی اس کی کسی شے پہ تو متعجب نہیں ہوتا۔

☆ یہ عالم اجسام بیت خدا ہی تو ہے کہ زمین جس کا فرش آسمان چھت اور چھت بھی کیسی بلا ستون قائم ہے اس سے بڑھ کر تعجب انگیز کیا شے ہوگی پہاڑ جس کے خزانے دریا اس کے گنجینے حیوانات' نباتات جمادات اس کا گھریلو سامان ہیں۔

چاند اس شمع سورج مشعل اور ستارے قندیلیں فرشتے اس کے مشعل بردار لیکن تو اس گھر کے عجائبات سے غافل و بے خبر ہے کیا اس لئے کہ بہت بڑا گھر ہے اور تیری نظر چھوٹی ہے جو اس کی وسعتوں کو سما نہیں سکتی اور ایسے میں تیری مثال بالکل ایک چیونٹی کی طرح سے لگتی ہے جس سے شاہی محل کے کسی کونے میں سوراخ کر رکھا ہو اور وہاں بھی اسے سوائے اپنے سوراخ کھانے پینے اور چند ہم حیثیوں کے اور کسی شے کا پتہ ہی نہ ہو شاہی محل کی زیب وزینت رونق چہل پہل عیش وعشرت کنیزوں غلاموں' تخت شاہی اور خود صاحب تخت وتاج کے بارے کوئی خبر نہ ہو اب اگر تو چیونٹی کی مانند ہونے پر قائل ہے یہی سہی ورنہ راہ تو موجود جو تجھے گلستان معرفت حق میں پہنچائے۔

اب بھی وقت ہے باہر نکل' آنکھ کھول اور عجائبات خداوندی کو دیکھ پھر تو نہ صرف حیران بلکہ سرمست ہو جائے گا۔ واللہ اعلم بالثواب

marfat.com

اصل ہشتم

توکل، مقربین کا مقام

توکل بارگاہ رب العزت کے مقربین کے مقامات میں سے ایک عظیم الشان مقام ہے جس کا درجہ بہت بزرگ اور اعلیٰ وارفع ہے لیکن اس کا علم فی الحقیقت انتہائی نازک اور مشکل ہے اس پر عمل کرنا اور بھی زیادہ مشکل اور یہ مشکل اس لئے ہے کہ اگر کوئی شخص یہ سمجھ بیٹھے کہ کاموں میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور شے کا بھی عمل دخل ہے تو اس کی توحید میں خرابی ہے اور اگر تمام اسباب کو درمیان سے اٹھا دے تو یہ بھی شریعت پر طعن ہے اور اگر اسباب کو اسباب تصور ہی نہ کرے تو یہ خلاف عقل ہے اور اگر سب کو سبب جانے لیکن بھروسہ حق کے سوا کسی اور پہ ہو تو اس کی توحید ناقص ہوگی! پس توکل کی کوئی ایسی شرح جو عقل شریعت اور توحید کو جمع کر دے یا ان سب کی جامع ہو بڑی دقت طلب شے ہے اور گہرے علم کا تقاضا کرتی ہے اور کسی کے لئے اس کا جاننا پہچاننا کوئی مذاق نہیں بلکہ دشوار ترین ہے چنانچہ اس موضع پہ پہلے توکل کو فضیلت کی بابت کچھ کہیں گے۔ پھر اس کی حقیقت کی پہچان اور احوال و اعمال توکل کا بیان ہوگا۔

فضیلت توکل

اللہ رب العزت نے ہر کسی کو توکل کی نصیحت فرمائی ہے اور اسے شرط ایمان قرار دیا ہے فرمایا۔

''اللہ پہ بھروسہ کرو اگر تم مومن ہو''

بے شک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ (سورہ آل عمران: ۱۵۹)

جو بندہ اللہ پہ بھروسہ کرے اللہ اسے کافی ہے (سورہ طلاق :۳)

کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں ہے؟ (سورہ الزمر :۳۵)

اس ضمن میں بہت سی آیات کلام اللہ میں موجود ہیں۔

کثرت امت اور متوکلین کا بلاحساب جنت جانا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب ساری امتیں مجھے دکھائی گئیں تو میں نے جب اپنی امت پہ نگاہ ڈالی تو کوہ و بیاباں تک کو اس سے بھرا ہوا پایا امت کی اس کثرت و فروانی پہ میں خوش اور متعجب ہوا حق تعالیٰ نے فرمایا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے میں عرض کیا ہاں اے میرے پروردگار میں بہت ہی خوش ہوا فرمایا!

تو سنو ان میں سے ستر ہزار کو بلاحساب جنت بھیج دونگا۔ اس پر صحابہ اکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مشتاقانہ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون خوش نصیب ہیں جو بلاحساب جنت میں جائیں گے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ جو جادو ٹونے منتر داغ اور خال پر بھروسہ نہیں کرتے بلکہ انہیں صرف اور صرف حق تعالیٰ پہ بھروسہ ہوتا ہے حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے بھی دعا فرمائیں کہ اللہ

marfat.com

تعالیٰ مجھے بھی ان ستر ہزار میں سے اٹھائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ الٰہی اپنے اس بندے کو انہی میں سے کر دے۔"

تب ایک اور صحابی اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے بھی یہی دعا فرمایئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب تو عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں سبقت لے گیا اور فرمایا اگر تم حق تعالیٰ پر توکل کرو جیسا کہ توکل کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسی طرح روزی پہنچاتا رہے جس طرح کہ پرندوں کو روزی پہنچاتا ہے کہ صبح کو بھوکے آشیانوں سے جاتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر واپس آ جاتے ہیں۔

مزید فرمایا۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے تمام امور کی پایا تکمیل تک پہنچاتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں سے پہنچنے کا اسے گمان بھی نہ تھا اور جو شخص دنیا کی پناہ طلب کرتا ہے اسے حق تعالیٰ بھی پھر دنیا کے حوالے کر دیتا ہے۔

روایات توکل

۱- حضرت ابراہیم علیہ السلام اور توکل!

جب کفار نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق میں بٹھا دیا کہ انہیں آگ میں ڈالا جائے تو آپ نے فرمایا۔

حسبی اللہ و نعم الوکیل

پھر جب ہوا میں بلند ہوئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا کوئی حاجت ہو تو بتایئے آپ نے فرمایا نہیں تم سے کوئی حاجت نہیں اور آپ کا یہ کہنا اس لئے تھا کہ حسب اللہ کا جو وعدہ فرما لیا تھا اسے نباہ سکیں یہی وجہ تھی کہ حق تعالیٰ نے انہیں صفت وفا سے موصوف کرتے ہوئے فرمایا۔

"اور ابراہیم علیہ السلام ہی تھے جنہوں نے احکام کی پوری طرح بجا آوری کی" (سورۂ نجم: ۲۷)

۲- دامان بندہ پرور

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ

اے داؤد علیہ السلام! جو بندہ تمام دنیا کا دامن چھوڑ کر میرا دامن تھامتا ہے اسے اگر ارض وسما مل کر بھی فریب دینا چاہیں تو نہیں دے سکتے کیونکہ ان سب کے مکر وفریب سے بچانے والا میں جو ہوتا ہوں اور اس کی ہر مشکل آسان کر دیتا ہوں۔

ماں کی قسم اور انداز توکل

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میرے ہاتھ پر ایک دفعہ بچھو نے ڈنک مار لیا میری ماں نے مجھے قسم دی کہ ہاتھ میرے سامنے کرتا کہ میں افسوں پڑھ سکوں میں نے دوسرا ٹھیک والا ہاتھ آگے بڑھا دیا (کہ ماں کی قسم پوری ہو جائے کیونکہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد تھا کہ

marfat.com

''جو شخص افسوں پر بھروسہ کرے متوکل نہ ہوگا''

کھاتے کہاں سے ہو؟ (راہب کا توکل)

حضرت ابراہیم ادھم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں نے ایک راہب سے پوچھا کہ کھاتے کہاں سے ہو؟ اس نے کہا یہ اس سے پوچھو جو کھانے کو دیتا ہے کہ وہ کہاں سے بھیجتا ہے؟ میں کیا جانوں؟

روٹی کہاں سے آتی ہے؟

ایک شخص سے لوگوں نے پوچھا کہ تو جو ہمیشہ عبادت میں لگا رہتا ہے تیری روٹی آخر کون بھیجتا ہے کہاں سے آتی ہے؟ اس نے اپنے دانتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ جس نے یہ چکی لگائی ہے وہ اس میں پیسنے کیلئے اناج بھیجتا رہتا ہے۔

جس دل میں شک کا گزر ہو اس پہ نصیحت کارگر نہیں ہوتی

حضرت حرم بن حبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ مجھے کہاں مقام کرنا چاہئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ملک شام میں میں نے پوچھا وہاں میری روزی کا کیا انتظام ہوگا؟

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا افسوس ہے ایسے دلوں پر جن پر شک غالب ہوا ان پہ نصیحت کیا اثر کرے گی؟

حقیقت توحید بنیاد توکل ہے

توکل دل کی حالتوں میں سے ایک ہے اور وہ حالت ایمان کی ثمرہ ہے۔ ایمان کے بہت سے ابواب ہیں جن میں سے موضوع کے اعتبار سے صرف دو کا ذکر کرتے ہیں جن پر ایمان لانا توکل کہلاتا ہے۔ (وہ حسب ذیل ہیں)

۱ - توحید پر ایمان

۲ - ایمان کمال لطف و رحمت

توحید کی شرح و تفصیل بہت طویل ہے کیونکہ یہی وہ علم ہے جو تمام علوم کی نہایت ہے سو اس میں سے صرف اسی قدر بیان کریں گے جس پر توکل کی بنیاد استوار ہے چنانچہ سب سے پہلے تو یہ جاننا چاہئے کہ توحید کے چار مدارج ہیں۔

۱ - ایک اس کا مغز

۲ - پھر اس مغز کا مغز

۳ - ایک اس کا خول (چھلکا)

۴ - پھر چھلکے کا بھی چھلکا

گویا توحید کے دو مغز اور دو چھلکے ہوتے ہیں۔

اس کی مثال کچے اخروٹ سے دی جاسکتی ہے کہ جس کا دو چھلکے ہوتے ہیں ایک مغز ہوتا ہے اور پھر اس مغز سے جو روغن نکلتا ہے وہ

marfat.com

اس مغز کا مغز ہوتا ہے۔

پہلا درجہ:

زبان سے کہے لا الہ الا اللہ لیکن دل سے اس پر اعتقاد نہ رکھے یہ منافق کی توحید ہے بقول اقبال

زباں سے کہہ بھی دیا لا الہ الا اللہ تو کیا حاصل دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

دوسرا درجہ:

یہ ہے کہ اس کلمہ کے معنی دل سے بھی اعتقاد رکھے لیکن بطور تقلید جیسا کہ عوام کرتے ہیں یا متکلم کی طرح ایک طرح کی دلیل سے اعتقاد رکھے۔

تیسرا درجہ:

یہ ہے کہ اپنے مشاہدہ سے معلوم کر لے کہ ہر چیز کی اصل ایک ہی ہے اور فاعل بھی ایک سے زیادہ نہیں اور کسی بھی دوسرے کا فعل ہرگز نہیں اور یہ ایک نور ہوتا ہے جو دل میں پیدا ہوتا ہے اور اس نور سے مشاہدہ بھی حاصل ہوتا ہے۔ یہ کسی عامی یا متکلم کا اعتقاد نہیں ہوتا کیونکہ ان کا اعتقاد تو بس ایک گرہ ہے جو تقلید کے باعث یا دلیل کے سبب سے ان کے دلوں پہ لگ جاتی ہے لیکن یہ مشاہدہ تو دل کے کھل جانے کی ایک حالت ہے کہ تمام گرہیں بھی ساتھ ہی کھل جاتی ہیں اور سارے بند ٹوٹ جاتے ہیں اور بڑا فرق ہوتا ہے ان اشخاص کے درمیان کہ جن سے ایک کہے کہ فلاں صاحب خانہ گھر میں موجود ہے لیکن محض اس لئے کہ فلاں شخص نے یہی کہا کہ مالک گھر میں ہے یہ عوام کے تقلیدی اعتقاد کی صورت ہے کہ جنہوں نے فقط ماں باپ سے جو کچھ سن رکھا ہے وہی ان کا عقیدہ بن جاتا ہے اور دوسرا کہے کہ مالک گھر میں موجود ہے اور اپنے دعوے یا اعتقاد کی بنیاد اس کو دلیل کو ٹھہرائے کہ گھوڑا اور غلام چونکہ گھر کے دروازے پر موجود ہیں اس لئے ظاہر ہے کہ گھر کا مالک گھر ہی میں ہے یہ ایک متکلم کا اعتقاد ہے اور ایک تیسرا شخص گھر کے اندر جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اپنے مشاہدہ کی بنا پر کہتا ہے کہ مالک گھر میں موجود ہے یہ مثال عارفوں کی توحید پر صادق آتی ہے اس توحید کا درجہ اگرچہ بہت بڑا ہے لیکن اس میں بھی یہ خامی یا کمی ہے کہ اس مقام پر پہنچ کر بھی عارف خالق کے ساتھ ساتھ مخلوق کو بھی دیکھ رہا ہوتا ہے اور یہ تصور کرتا ہے کہ تمام مخلوق اپنے خالق ہی سے ظہور پذیر ہوئی ہے گویا اس درجہ کی توحید میں بھی کثرت کا دخل ہوتا ہے اور جب تک دوئی کی یہ کیفیت باقی رہے اور عارف دو کے مشاہدہ سے باہر نہ نکل سکے اس وقت تک وہ تفرقہ میں رہتا ہے اور جمع کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا اور یہ مقام کمال توحید کا نہیں ہے۔

چوتھا درجہ:

سوائے ایک کے کسی کو نہیں دیکھتا اور سب اسے ایک ہی دکھائی دیں اور سب کچھ جو بھی ہے اس کو ایک ہی سمجھے تب اس مشاہدہ میں کثرت اور تفرقہ کا گزر ممکن نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی دخل رہتا ہے۔ اسی وجہ سے اس درجہ کو صوفیا نے "فنا فی التوحید" کے نام سے موسوم کیا ہے۔

marfat.com

☆ حضرت حسین حلاج رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خواص رحمہ اللہ تعالیٰ کو جنگل میں زار و قطار روتے دیکھا تو پوچھا کیا کر رہے ہو؟ حضرت خواص رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنے قدم توکل میں درست کر رہا ہوں۔ حضرت حلاج رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنی عمر تو تم نے باطن کے آباد کرنے میں گزار دی پھر نسبت سے مقام توحید تک کیسے رسائی؟

مقام توحید:

توحید کے چار مقام ہیں۔

توحید اوّل:

منافق کی توحید جو چھلکے کا چھلکا ہی ہے جیسا اخروٹ کے چھلکے کا ہوتا ہے کھانے میں بد ذائقہ اور اندر سے بدصورت حالانکہ باہر سے (چمکتا) سبز ہوتا ہے اور اگر جلاؤ تو دھواں دیتا ہے آگ کو ختم کرتا ہے اور اگر گھر میں رکھو تو چاہئے جب تک مرضی رکھو بے کار مفت میں جگہ روکے رکھتا ہے اس کا اگر لے دے کر کوئی مصرف ہے تو یہی کہ چند روز اسے اخروٹ کے اوپر رہنے دیں تا کہ اندر والے چھلکے کو تازہ رکھ سکے اور اسے خراب نہ ہونے دے یہی حال منافق کی توحید کا ہے اس کے اور تو کسی کام نہیں آ سکتی البتہ اس کے پوست کو (مجاہد کی) تلوار سے بچائے رکھتی ہے پوست سے مراد اس کا بدن منافق ہے جو محض اس لئے تلوار سے بچا رہتا ہے کہ اس کی زبان توحید کا اقرار کرتی ہے لیکن بدن کو آخر ایک دن ویسے ہی ختم ہو جاتا ہے چنانچہ جب بدن جاتا رہا تو صرف جان باقی رہ گئی تو اس کی یہ توحید اس کے کسی کام نہیں آتی جس طرح کہ اخروٹ کا اندرونی چھلکا جلانے تک کے کام بھی نہیں آتا اور اسے صرف اسی لئے اخروٹ پر لگا رہنے دیتے ہیں کہ مغز کی حفاظت ہو جاتی ہے اور وہ خراب نہیں ہوتا ورنہ یہ چھلکا مغز کے مقابلے میں سخت حقیر و بے وقعت ہے۔

توحید دوم:

عامی اور متکلم کی توحید ہے کہ اس کے مغز کو یعنی اس کی جان کو دوزخ کی آگ سے بچاتی ہے اگرچہ وہ اس کے کام آتی ہے لیکن پھر بھی اس میں وہ لطافت کہاں جو مغز اور بالخصوص مغز کے روغن میں پائی جاتی ہے جیسے مغز اخروٹ اگرچہ مقصد بھی ہوتا ہے اور قیمتی بھی لیکن بالمقابل روغن اس کی حیثیت ثقل سے زیادہ کچھ بھی نہیں یعنی مقصود اور قیمتی ہونے کے باوجود مغز بذات خود کمال صفائی تک پہنچا ہوا نہیں۔ اسی طرح توحید کا یہ تیسرا درجہ بھی کثرت، تفرقہ اور زیادتی سے خالی نہیں۔ پس اس درجہ کمال صفائی و پاکیزگی تو توحید ہی میں ہے۔

درجہ چہارم:

ایسے ہے کہ اس میں حق ہی حق ہے اور ایک کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا یہاں تک کہ اپنی ذات بھی نہیں اور جس طرح دیگر اشیاء اس کی نظر میں نیست و نابود ہو جاتی ہیں اسی طرح وہ خود اپنے آپ کو بھی نیست کر لیتا ہے اور اپنی ذات بھی دکھائی نہیں دیتی۔

فصل: ممکن ہے تو یہ کہے کہ یہ درجات توحید تو مجھے بہت مشکل لگے ہیں ان کی کچھ مزید تشریح و توضیح کریں تا کہ بات میری سمجھ میں آ سکے آخر یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں اتنی ساری چیزوں کو ایک میں سے دیکھوں یا ایک میں دیکھوں؟ میری نظر کے سامنے تو بہت کچھ ہے

marfat.com

ارض وسما اور لاتعداد مخلوق کو میں کیسے کہہ دوں سب ایک ہی ہیں جبکہ ایک نہیں ہیں تو اے عزیز تو یہ جان لے کہ منافق کی توحید زبانی ہے اور عوام کی اعتقادی۔

متکلم کی توحید استدلالی ہے تو حید کی ان تینوں اقسام کو سمجھنا دشوار نہیں اور تجھے بھی دشوار نہیں محسوس ہوا ہوگا اور انہیں تو نے آسانی سے سمجھ لیا ہوگا رہی چوتھی توحید تو اس درجہ کی توحید بے شک دشوار فہم اور تجھے الجھن میں ڈالے ہے تو وہ بھی اس کے بارے میں ہوگی تو یاد رکھو کہ جہاں تک توکل کا تعلق ہے اس کے لئے چوتھے درجے کی توحید کی ضرورت بھی نہیں' توکل کیلئے تیسرے درجے کی توحید ہی کافی ہے اور جس کی رسائی یہی درجہ سوم تک ممکن ہو وہ آگے جا ہی نہ سکے۔ اس سے چوتھے درجہ کی توحید کیسے بیان کی جاسکتی ہے۔ اس کے لئے تو یقیناً اس کا فہم دشوار ترین ہے تاہم کچھ نہ کچھ اشارہ ہم دیتے ہیں کہ ممکن ہیں اشیاء بہت سی ہوں لیکن اس کے باوجود ان میں کچھ ایسا رابطہ وارتباط پایا جائے کہ وہ مل کر ایک چیز بن جائیں۔ عارف چونکہ اسی نظر سے دیکھتا ہے اس لئے وہ ایک ہی کا مشاہدہ کرتا ہوگا اور بہت کچھ کو نہیں دیکھ سکتا۔

آدمی کی مثال سامنے ہے اس میں اشیاء تو بہت سی ہیں مثلاً گوشت پوست سر پاؤں معدہ جگر وغیرہ وغیرہ غرض کتنی ہی اشیاء ہیں لیکن آدمی کی حقیقت ایک ہی چیز ہے۔ چنانچہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کو جانتا ہے تو وہ اسے ایک شے کی مانند یا بطور ایک شے کے جانتا ہے اس کے تمام اعضاء کی تعداد کیفیت اور تفصیل اس کے سامنے نہیں ہوتی اور اگر پوچھا جائے کہ تو نے کیا دیکھا؟ تو اس کا جواب یہی ہوگا کہ میں نے فلاں آدمی کو دیکھا اور کبھی یہ حالت بھی ہوسکتی ہے کہ اگر اس سے پوچھیں کہ تو کیا سوچتا رہتا ہے تو وہ ہی کہے گا کہ فلاں ایک شے کے بارے میں سوچتا ہوں یعنی اپنے معشوق کے بارے میں۔

یعنی وہ کہتا ہے کہ میں تو ایک کے خیال میں ہوں تو وہاں وہ بالکل معشوق ہی ہو رہا ہوتا ہے اور معشوق ایک ہی ہوتا ہے یاد رہے کہ معرفت میں ایک مقام ایسا بھی ہے کہ جو کوئی اس مقام تک پہنچ جائے اسے یوں لگتا ہے گویا عالم موجودات کی ہر شے ایک دوسرے سے مربوط و پیوستہ ہے اور سب کچھ گویا ایک حیوان کی طرح ہے اور زمین آسمان اور ستارے اور دیگر تمام اجزائے عالم کو ایک دوسرے سے وہی نسبت ہے جو ایک حیوان کے مختلف اعضاء کو ایک دوسرے سے ہے اور تمام عالم کو اپنے مدبر سے ایک مجہ سے نسبت ہے (جو ایک حیوان کے مختلف اعضاء کو ایک دوسرے کے ساتھ ہوتی ہے) جیسے حیوان کی جسمانی مملکت کو عقل اور روح سے کہ بدن مدیر ہی ہوتے ہیں اور سارے عالم میں یعنی پورے عالم تدبیر میں تمام وجوہات سے ایسی نسبت نہیں جیسی نسبت کہ بدن عقل اور روح میں ہوتی ہے اور آدمی جب تک اس حقیقت سے آگاہ نہ ہو جائے کہ حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا' اس وقت تک یہ باریک نازک اور دقیق معنی اس کی سمجھ میں نہیں آسکتے' ابتدائے کتاب میں ہم اشارۃً اس ضمن میں بیان کر چکے ہیں اور یہاں اسے طول نہ ہی دیا جائے تو مناسب ہے کیونکہ یہ باتیں تو دیوانوں کی زنجیر ہلانے کی ہیں ہر کسی کے فہم میں نہیں آسکتیں' البتہ تیسرے درجے کی توحید جسے توحید فعلی کہا جاتا ہے ہم نے بڑی تفصیل سے اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں بیان کی ہے شوق ہو تو وہاں سے پڑھ لیجئے۔

یہاں اس ضمن میں بھی وہی باتیں جاننا اور یاد رکھنا کافی ہیں جو بات شکر میں بیان کی ہیں قصہ مختصر آفتاب و ماہتاب ابر ستارے ہوا وغیرہ جنہیں تو مختلف اسباب تصور کرتے ہیں۔ یہ تمام کہ تمام اسی طرح مسخر ہیں جس طرح کاتب کے ہاتھوں قلم مسخر ہوتا ہے۔

marfat.com

یعنی مذکورہ چیزوں میں سے کوئی شے بھی خود بخود جنبش نہیں کرتی بلکہ جنبش دینے والا انہیں بوقت ضرورت بقدر ضرورت جنبش دے دیتا ہے پس کسی بھی کام کو اس کام کے حوالے تو نہیں کیا جا سکتا کہ یہ خطا ہے ایسے ہی جیسے کہ خلعت کو فرازی وعزت افزائی کو قلم و کاغذ کے حوالے کر دینا خطا ہے یعنی جو چیز محل نظر ہے وہ اختیار نظر ہے وہ اختیار حیوان ہے کیونکہ تو یہ خیال کئے بیٹھا ہے کہ آدمی کے ہاتھ میں کوئی شے یعنی کوئی اختیار ہے حالانکہ ایسا خیال کرنا غلطی ہے کیونکہ آدمی تو فی نفسیہ مضطر و محبوب ہے جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے اس کا فعل اس کی قدرت سے وابستہ ہوتا ہے اور قدرت تابع ہوتی ہے ارادہ کی یعنی وہ وہی کچھ کرتا ہے جس کا وہ ارادہ کا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار ہے اور وہ جب بھی انسان میں کوئی ارادہ پیدا کرتا ہے تو اس سے لازمی طور پر کچھ نہ کچھ چاہتا ہے تو جب قدرت ارادہ کی مسخر ٹھہری اور ارادہ اس کے اپنے اختیار میں نہیں تو اس سے ظاہر ہے کہ اس کے اختیار میں بھی کچھ نہیں اس بات کو اچھی طرح سمجھنا اس صورت ممکن ہوگا جبکہ تجھے یہ معلوم ہو جائے کہ آدمی کے افعال تین صورتوں سے باہر نہیں۔

-اوّل یہ کہ آدمی پانی میں پاؤں رکھے تو ظاہر ہے کہ اپنے وزن کی بنا پر نیچے جلا جائے گا اس وقت یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے پانی کو چیر کر اس کے ایک حصہ کو دوسرے سے جدا کر دیا یہ فعل اس کا ''طبعی فعل'' کہلاتا ہے۔

- دوسرے کوئی انسان سانس لے تو یہ اس کا ارادی فعل کہلائے گا۔

-یوں کہا جائے کہ اس نے بات کی اور چل رہا یہ اس کا ''اختیاری فعل'' کہلائے گا۔

اب یہ بات صاف ظاہر ہے کہ طبعی فعل آدمی کے اختیار سے نہیں ہوتا کیونکہ وہ خود اسے چاہئے یا نہ چاہئے لیکن ہوگا وہی جو ہوتا ہے مثلاً پانی پہ جب بھی پاؤں رکھے گا تو وہ لامی طور پر اس کے بوجھ سے اس طرح الگ الگ ہو جائے گا کہ وہ اس کے اندر چلا جائے گا اور ظاہر ہے کہ اس میں اس کے اختیار کو کچھ دخل نہیں ہے کیونکہ پانی میں تو بے جان پتھر بھی پھینکیں تو وہ نیچے ہی جائے گا کیونکہ اس کا بوجھ ڈالنے سے بھی پانی ویسے ہی جدا ہو جائے گا اور یوں پانی میں پتھر کا ڈوبنا اپنا فعل نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر غور کریں تو آدمی کے ارادی فعل مثلاً سانس لینے کا بھی یہی حال ہے کیونکہ آدمی نہ سانس لینے پہ قادر ہے اور نہ اسے روکنے پہ اسے پیدا ہی اس طرح کیا گیا ہے کہ سانس لینے کا ارادہ اس میں خوامخواہ پیدا ہو کر سی اشیاء ہے اسی طرح اگر کوئی شخص دور سے کسی کی آنکھ میں سوئی دے مارنا چاہئے تو دوسرا آدمی خوامخواہ پلک ضرور جھپک لیتا ہے اگر وہ چاہے کہ پلک نہ جھپکے تو بھی ناکام رہتا ہے کیونکہ وہ اعتبار تخلیق سے مجبور ہے جو کی ہی اس طرح سے ہے کہ پلک جھپکنے کا ارادہ اس میں لازماً پیدا ہو کر رہتا ہے بالملک ویسے ہی جیسے کہ اس کی تخلیق اس امر کی مقتضی ہے کہ جب بھی پانی کے اوپر کھڑا ہو تو اس کے اندر چلا جائے یعنی ڈوب جائے پس یہ دونوں افعال آدمی کی مجبوری کے مظہر ہیں۔

تاہم اشکال اور دشواری اگر کچھ واقع ہوئی تو فعل اختیاری کے سمجھنے میں ہوئی ہے کیونکہ یہ وہ فعل ہے کہ آدمی چاہئے تو کرے اور چاہے تو نہ کرے لیکن اس سلسلے میں بھی ایک بات تو بالکل واضح ہے کہ آدمی کسی فعل کے کرنے کا ارادہ اس وقت کرتا ہے جب اس کی عقل اسے حکم دیتی ہے کہ یہ کام کرو کیونکہ اس کے کرنے میں ہی تمہارا فائدہ ہے اور اسی میں تیری بھلائی کبھی کبھار اس میں غور و فکر کرنا پڑتا ہے جب عقل یہ حکم دے کہ تیری بھلائی اسی میں ہے تو ارادہ خود بخود پیدا ہو جاتا ہے اور آدمی اپنے اعضاء کو حرکت میں لے آتا ہے مثلاً کسی کو اپنی طرف سوئی پھینکتے دیکھ کر فوراً آنکھ جھپکے گا تو اس لئے کہ یہ علم ہمہ وقت حاضر اپنے والا علم (جبلت) ہے کیونکہ یہ بالکل

marfat.com

سامنے کی بات ہوتی ہے اور ہر کوئی جانتا ہے کہ سوئی کا آنکھ میں چبھنا نقصان دہ ہے اور ایسے میں آنکھ جھپکنے سے ہی بچت ہے گویا اس بہتری سے آگاہی اس کے ارادے کا موجب ہوتی ہے اور جہاں ارادہ ہو وہاں قدرت یعنی طاقت کا مصروف عمل ہو جانا قدرتی امر ہے لیکن یہ ہوتا اسی لئے ہے کہ وہاں غور و فکر کی ضرورت ہی نہیں ہوتی یعنی اندیشہ سے فارغ ہوتا ہے لیکن اگر سوچ کی ضرورت ہو ہی تو پھر اس ضرورت کے مطابق فعل ظہور میں آئے گا۔ مثلاً اگر کوئی شخص لکڑی اٹھائے اور دوسرے کو مارنے کا ارادہ کرے تو دوسرا فطرتاً وہاں سے بھاگ جائے گا یہاں تک کہ اگر کسی چھت کے کنارے جا کر دیکھے کہ لاٹھی کھانے سے کودنا بہتر ہے تو وہ چھلانگ بھی لگا دیتا ہے لیکن اگر کودنے کی نسبت لاٹھی کھانا آسان ہو تو اس کے قدم رک جائیں گے اور ارادہ کی عدم موجودگی میں پاؤں میں چھلانگ لگانے کی طاقت بھی نہیں ہوئی۔ کیونکہ چھلانگ لگانے کی ہمت و حرکت ارادہ کی پابند ہے اور ارادہ حکم عقل کے ماتحت ہوتا ہے تو پھر جب تک عقل یہ گواہی نہ دے کہ چھلانگ لگانا سودمند ہے تو اس وقت تک وہ کیسے کود سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو قتل کرنا چاہے تو باوجود اس کے ہاتھ بھی ہوتے ہیں اور چھری بھی لیکن وہ اپنے آپ کو قتل نہیں کر سکتا کیونکہ ہاتھ کی طاقت ارادہ کی پابند ہے اور ارادہ عقل کا قیدی جب تک عقل یہ حکم نہ دے کہ واقعی یہ کام کرنے کے لائق ہے اور تیری بھلائی اس میں ہے اس وقت تک ارادہ کی یہ مجال نہیں ہوتی کہ طاقت کو کیسے استعمال میں لائیں اور عقل بجائے خود مضطر و مجبور ہوتی ہے اس کی مثال اس شفاف آئینہ کی سی ہے جس میں ہر شے کا عکس بڑا واضح دکھائی دیتا اور جو چیز بہتر ہو اس کی صورت بھی آئینہ عقل میں بہتر دکھائی دیتی ہے اور چونکہ اپنا قتل بہتری کے خلاف ہوتا ہے اس لئے اس کا عکس بھی آئینہ عقل میں صاف نہیں ہوتا البتہ یہ صورت بھی ایک حالت میں صاف نظر آنے لگتی ہے جبکہ آدمی کسی ایسی ناقابل برداشت بلا میں گرفتار ہو جاتا ہے کہ اس کی تاب لانا اس کے لئے قطعی ناممکن ہو تو عقل کا حکم بھی یہی ہوتا ہے کہ ہاں اس مصیبت سے نجات پانے کیلئے اپنا قتل کرنا ہی بہتر ہے تو اس فعل کو اختیاری جو کہتا گیا ہے تو اسی بنا پر کہ اس میں بہتری و بھلائی کا شعور اور تمیز ہوتی ہے اور یہ فعل بھی جب چارو ناچار ہو جائے تو اس کی حیثیت بھی وہی ہوگی جو سانس لینے یا جھپکنے کی ضرورت کی تھی اور ان دونوں افعال کے بارے میں ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ انکی ضروت پانی میں ڈوبنے کی ضرورت سے مختلف نہیں گویا یہ تمام اسباب باہم وابستہ اور مربوط ٹھہرے اور اس سلسلے اسباب کے دائرے بہت وسیع ہیں جنکی تفصیل ''احیاالعلوم'' میں بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر قدرت ودیعت کی ہے وہ بھی اسی زنجیر کی کڑیوں سے ایک کڑی ہے اور یہی وہ چیز ہے جس سے آدمی اس گمان میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اس کی بھی ذات کوئی شے ہے اور یہ کہ وہ بھی صاحب اختیار ہے حالانکہ یہ گمان اس کی غلط فہمی ہے اس لئے کہ اپنی قدرت سے آدمی کا تعلق صرف اتنا ہی ہے جتنا گزرگاہوں راہ گیروں سے ہوتا ہے یعنی آدمی اس کی محض ایک گزرگاہ ہے اور اسے راہ گزر اختیار کیا جا سکتا ہے سو آدمی کے اختیار اور قدرت کا جو محل اللہ تعالیٰ نے اس میں بنایا ہے۔

درخت کا ہوا سے ہلنا اس لئے نہیں کہ حق تعالیٰ نے اسے قدرت کا اور ارادہ جو عطا کیا ہے بلکہ اس میں تو سرے سے یہ چیزیں ہے ہی نہیں اور یہی وجہ ہے کہ خود انسان نے درخت کے ہلنے کو اس کے ارادہ و قدرت کا محل تک نہیں سمجھا اور اس کی حرکت کو اضطرار محض قرار دیا اور حق تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے اپنی اسی قدرت سے کرتا ہے جو کسی بھی شے کی پابند نہیں اس لئے اس کو ''اختراع'' کہا جاتا ہے لیکن آدمی نہ درخت کی طرح مضطر محض ہے اور خدا کی طرح اختراع پر قادر کہ اس کی قدرت اور ارادے کا تعلق اور یہ اسباب سے ہے جو اس کے

marfat.com

دائرہ اسباب واختیار سے باہر ہے اس لئے اس کا فعل حق تعالیٰ کے فعل کی مانند نہیں دوسری طرف چونکہ آدمی اللہ تعالیٰ کی قدرت وارادہ کا محل ہے جس میں خدا کی طرف سے قدرت وارادہ کا ظہور سیر حال ہو ہی جاتا ہے اس لئے وہ درخت کی مانند بھی نہیں کہ جس کی حرکت کو اضطرار محض کہہ سکیں بلکہ یہ اور ہی قسم ہے اور چونکہ مختلف ہے لہٰذا اس کے نام بھی الگ ہیں اور وہ ہے لفظ ''کسب'' یعنی اسے کسب کے نام سے موسوم کیا کرتے ہیں اس کی تشریح سے ظاہر ہے کہ آدمی اپنے کام پہ قادر اگرچہ ہے لیکن نفس اختیار کے اعتبار سے مضطر بھی ہے یعنی اس کا چاہنا یا نہ چاہنا اس کے اختیار میں نہیں ہے اور اس سے بات پھر وہی بنتی ہے کہ دراصل اس کے اپنے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔

فصل: ممکن ہے یہاں تو یہ اعتراض کر بیٹھے کہ جب آدمی کا یہ حال ہے تو ثواب وعذاب کیا ہوئے؟ اور جب اس کے اختیار ہی میں کچھ نہیں تو پھر شریعت اس سے کیا چاہتی ہے اس سلسلے میں یہ جاننا ضروری ہے کہ اس مقام کو توحید در شریعت اور شریعت در توحید کہتے ہیں اور وہ یہ بحر ناپید کنار ہے کہ جس میں بے شمار ضعیف الاعتقاد اور کمزور ایماں غرق ہو گئے اس ہلاکت سے تحفظ تو انہیں ہی ملتا ہے جو پانی پر چل پھر سکیں اور اگر یہ نہیں تو کم از کم پڑنا تو جانتے ہوں بعض لوگوں نے اپنی حفاظت کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ وہ پانی میں قدم ہی نہیں رکھتے کہ غرق آب نہ ہوں اور عوام اس سے ویسے ہی ناواقف ہیں اور ان کے حال پر تو اہل نظر کی ہی بڑی شفقت ہوگی کہ انہیں اس دریائے پرخطر کے کنارے پر آنے ہی نہ دیں کہ اچانک غرق نہ ہو جائیں۔ جن لوگوں نے دریائے توحید میں قدم رکھا ان میں سے بعض تیرنا جانتے ہی نہ تھے اور ممکن ہے انہیں پہلے پتہ ہو ہی نہ کہ پہلے تیرنا بھی سیکھنا چاہئے یا شیخی میں آ کر تیرنا سیکھنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی یا تمام خطروں کے باوجود دریا میں آ بیٹھے کہ ہمارے اختیار میں ہے ہی کیا جو کچھ کرنا ہے اسی کو کرنا ہے اور اس نے بھی پہلے سے سب کچھ مقدار کر رکھا ہے جسے شقاوت کا حکم مل چکا ہے وہ اگر کوشش بھی کرے تو نہ بچ سکے گا اور جس کے نصیب میں سعادت لکھی جا چکی ہے اسے ہاتھ پاؤں ہلانے کی بھی ضرورت نہیں کہ وہ محفوظ ہی محفوظ ہے۔ لیکن یہ سب کچھ تیری جہالت اور بالکل گمراہی ہے اور یہی چیز ان کی ہلاکت کا باعث ہے۔

ان حقائق کے بارے اگرچہ مناسب تو نہیں کہ کتب میں ان کو ذکر کیا جائے اور عنوان تحریر بنایا جائے لیکن جب بات یہاں تک آ ہی پہنچی تو کچھ حال سپرد قلم کرتے ہیں۔ سوائے عزیز تیری یہ بات کہ عذاب وثواب اور جزا وسزا آخر کس لئے ہے تو یاد رکھو۔ عذاب وسزا اس لئے ہے کہ تیرے برے کاموں اور اعمال بد پر حق تعالیٰ کو غصہ آ گیا اور اس نے انتقام کے طور پر تجھے مبتلائے عذاب کر دیا اور نہ ہی ثواب وجزا کا یہ مطلب کہ وہ تیری نیکی سے خوش ہوا اور بطور انعام تجھے جنت دے دی کیونکہ یہ چیزیں صفات الٰہی سے بعید ہیں۔ تجھے تو اس بارے یہ ہی سمجھنا چاہئے کہ مثلاً خلط خون یا خلط صفرا یا کوئی بھی دیگر خلط جب تیرے اندر غالب ہو جاتی ہے تو کیا اس غلبے کا لازمی نتیجہ بیماری کی صورت بد اور نہیں ہوتا اور پھر جب دوا اس غلبے کو توڑتی ہے اور خود اس پہ غالب آ جاتی ہے تو کیا وہ حالت بدل نہیں جاتی اور کیا اس کو صحت نہیں کہتے۔ سو اسی طرح جب شہوت اور غصہ تجھے مغلوب کر لیتے ہیں اور تو ان کا اسیر ہو جاتا ہے تو اس سے ایک آگ پیدا ہو کر تیرے جسم وجان میں بھڑکنے لگتی ہے اور وہی تیری بربادی کا باعث بنتی ہے۔ اسی لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بابرکات ہے۔

''تو نے غصہ نہیں بلکہ آگ کے شعلے اپنے پہ مسلط کئے ہیں''۔

اس کے برعکس جب نور عقل قوت وغلبہ حاصل کر لیتا ہے تو وہ غصہ اور شہوت کو بجھا دیتا ہے اسی طرح نور ایمان آتش دوزخ کو سرد کر

marfat.com

دیتا ہے۔

دوزخ کی پکار!

دوزخ پکار پکار کر کہنے لگتی ہے۔

''اے مومن جا یہاں سے چلا جا تیرا نور ایماں میری آگ کو ٹھنڈا کئے دیتا ہے''

گو دوزخ بھی اس کے سامنے فریاد کرتی ہے یہ کہنا بجا ہوگا کہ دوزخ کو اتنی سکت ہی نہیں کہ نور ایمان کی تاب لا سکے اور وہ مومن کے سامنے سے اس طرح بھاگتی ہے جس طرح مچھر ہوا کے سامنے بھاگنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی خواہش و شہوت کی آگ نور عقل کے سامنے راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہے۔ پس تیرے لئے عذاب کا سامان کسی دوسری شے اور جگہ سے حاصل نہیں کیا جائے گا بلکہ تیری اپنی ہی شے تجھے پیش کر دی جائے گی۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

''تمہارے اعمال ہی دوزخ ہیں جو تمہاری طرف رخ کئے ہوئے ہیں''۔

سو آتش جہنم کی اصل تیرا غصہ اور شہوت ہے جو تیرے باطن میں موجود ہے تجھے دکھائی نہ دے تو یہ تیرا ہی قصور ہے۔ یعنی تجھے علم الیقین بھی نہیں ہے ورنہ اگر ہوتا تو خود اپنی نگاہ سے اس کا مشاہدہ کر سکتا تھا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''ہرگز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لیتے۔ واللہ تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے۔ (سورہ تکاثر ۶،۵)

سو یاد رکھو کہ جیسے زہر آدمی کو بیمار کر دیتا ہے اور یہی بیماری اسے قبرستان تک پہنچا دیتی ہے۔ حالانکہ اس میں نہ تو کسی غصے کو عمل دخل ہے اور نہ انتقام کو اسی طرح گناہ اور شہوت کے باعث آدمی کا دل بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے اور یہی بیماری تیرے لئے آگ بن جاتی ہے اور یہ آگ آتش جہنم کی ہم جنس ہے اور اس آگ سے نہیں ہے جو تم دنیا میں دیکھتے ہو اور جس طرح ہم جنی تقاضے کے تحت مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اسی طرح دوزخ دوزخیوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اس میں کسی کے غصے کو دخل نہیں ہوتا۔ اسی طریق پر حالت ثواب کو بھی سوچا جا سکتا ہے کیونکہ اگر اسے بھی بیان کرنے لگیں تو بات لمبی ہو جائے گی تو یہ جواب تھا اس اعتراض کا کہ عذاب و ثواب کیوں ہے؟ اب رہا تیرا یہ اعتراض کہ شریعت کس غرض سے ہے اور بعثت پیغمبران کیا معنی رکھتی ہے تو جاننا چاہئے کہ یہ بھی ایک جبر نبی ہے اور جبر بھی کیسا؟ کہ لوگوں کو زبردستی زنجیروں سے باندھ کر جنت میں پہنچا دیا جائے۔

جنت کے قیدی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ ''اس قوم پر کیا تعجب کرتے ہو۔ جسے زنجیریں پہنا کر جنت میں کھینچ لے جاتے ہیں اور پھر کمند قہر سے ان کی نگرانی کرتے ہیں کہ کہیں دوزخ میں نہ جا نکلیں''۔ چنانچہ مزید ارشاد ہوا کہ۔

''تم تو پروانوں کی طرح دوزخ کی آگ پر گرے پڑتے ہو اور یہ تو میں ہی ہوں کہ تمہیں کمر سے پکڑے ہوئے ہوں اور اس میں گرنے سے بچائے رہتا ہوں''۔

سو جاننا چاہئے کہ پیغمبروں کے ارشادات اور ہدایات حق تعالیٰ کی سلاسل جباری ہی کی کڑی ہیں کہ جس سے تیرا فہم لیتا ہے اور یہی

marfat.com

شعور و ادراک تجھے راہ و بے راہ کی تمیز سکھاتا ہے پیغمبروں کے ڈرانے سے جو خوف پیدا ہوتا ہے اس سے بھی ایسی ہی معرفت پیدا ہوتی ہے جو عقل کے آئینے سے گرد و غبار کو صاف کرتی ہے اور تو اس حقیقت کو سمجھنے کے قابل ہوتا ہے کہ اخروی راستہ دینا سے بہتر ہے اور جب تو اس حقیقت کا عقل کے آئینے میں خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیتا ہے تو آخرت کی راہ پر گامزن ہونے کا ارادہ تجھ میں پیدا ہو جاتا ہے اور ارادہ پیدا ہو جائے تو تیرے تمام اعضاء چاہیں یا نہ چاہیں حرکت میں ضرور آ کر رہتے ہیں کیونکہ وہ ارادہ کے تابع ہیں اور اس زنجیر میں باندھ کر تجھ کو جبراً دوزخ سے بچاتے ہیں اور بہشت میں لے جاتے ہیں۔

پیغمبروں کی مثال اس گڈریئے کی سی ہوتی ہے جس کے پاس بکریوں کا ایک ریوڑ ہو اور ایک سرسبز و شاداب چراگاہ ہو لیکن اس چراگاہ کے ایک جانب ایک خوفناک غار بھی واقع ہو جس میں بھیڑیئے رہتے ہوں اور گڈریا ہاتھ میں لاٹھی لئے اس غار کے سامنے کھڑا لاٹھی لہرائے۔ کہ کوئی بکری یا بھیڑ اس لاٹھی کے ڈر سے غار کے قریب جانے نہ پائے اور اگر اس طرف آ بھی جائے تو واپس چراگاہ میں چلی جائے۔ تو اب شاید تیری سمجھ میں پیغمبروں کو دنیا میں بھیجنے کا مقصد آ گیا ہوگا۔ کہ پیغمبروں کو دنیا میں بھیجنا اہل دنیا کے فائدے کے لئے ہے۔

اب یہ اعتراض رہ گیا کہ اگر شقاوت کا حکم پہلے ہی سے ہو چکا ہے تو سعی و کوشش سے کیا حاصل؟ یہ بات ایک طرح سے صحیح اور ایک طرح سے غلط ہے اور درست اس لئے کہ وہی تیری ہلاکت کا باعث ہے کیونکہ اس چیز کی نشانی کہ فلاں کیلئے حکم شقاوت ہو گیا ہے یہ ہوتی ہے کہ یہ بات اس کے دل میں پڑ جاتی ہے۔ کہ بس کوشش کی کیا ضرورت ہے؟ تب وہ نہ بوتا ہے اور نہ کاٹتا ہے اور اس بات کی نشاندہی کی کہ فلاں شخص کیلئے بھوکوں مرنا مقدر ہو چکا ہے یہ ہوتی ہے کہ یہ بات اس کے دل میں گھر کر لیتی ہے کہ اگر ازل میں میرے لئے ہی حکم ہو گیا ہے کہ میں بھوکا مروں تو مجھے روٹی کھانے سے کیا فائدہ اور یہ سوچ کر وہ روٹی کھانا ہی چھوڑ دے اور پھر ظاہر ہے کہ وہ ضرور مر کر ہی رہے گا اور اگر کوئی یہ سوچے کہ میرے لئے اگر مفلسی اور غربت مقدر میں لکھی گئی ہے تو بیج بونے سے مجھے کیا حاصل ہوگا او رپھر واقعی اگر وہ بیج نہ بوئے گا تو کاٹے گا بھی نہیں اور جس کی سعادت کا حکم مل چکا ہے کہ اس کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ اس کے دل میں یہ بات ڈال دی جاتی ہے کہ مثلاً وہ تونگر اور دولتمند ہوگا یا اس کو اسباب زیست فروانی سے میسر ہوں گے پس اسے چاہئے کہ زراعت کرے تجارت کرے اور کھائے پیئے وغیرہ تو اس حکم کو تو فضول اور بیہودہ کیوں تصور کرتا ہے۔ اس لئے کہ بلا اسباب تو نہیں بلکہ اسباب سے متعلق اور وابستہ ہیں یعنی خدا نے جس انسان کو جس کام کے لئے پیدا کیا ہے اس کے اسباب بھی اسے پہنچائے ہیں یہ تو نہیں ہے کہ اسباب کے بغیر ہی اسے کسی کام تک پہنچا دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی اس کی وضاحت میں ہے کہ "عمل کرو کیونکہ ہر شخص پر وہ چیز آسان کر دی گئی ہے جس کیلئے اس کی تخلیق عمل میں لائی گئی ہے یعنی جس کیلئے اسے پیدا کیا گیا ہے اور وہ بعض اعمال و احوال تجھ سے حق تعالیٰ جبراً سرزد کرواتا ہے وہ دراصل ایک بشارت ہوتی ہے کہ تو اپنی عاقبت کو پہچان لے مثلاً حصول علم کے دوران اگر تو دیکھے کہ تکرار اور جدوجہد کا جذبہ تجھ پر غالب ہے تو جان لے کہ یہ بشارت ہے تیرے لئے اس امر کی کہ سعادت امامت کا حکم تیرے لئے ہو چکا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ تو اس کے لئے پوری پوری کوشش کرے اور کاہلی و سستی کو اپنے پہ غالب نہ آنے دے اور اگر تو پوری کوشش نہ کرے اور غفلت و سستی کو غالب آ جانے دے تو گویا یہ غلط بات تیرے دل میں پڑ گئی کہ ازل میں میری جہالت کا حکم ہو چکا

marfat.com

ہے پھر مجھے تکرار اور جد و جہد سے آخر ملے گا بھی کیا؟ تو یہ خواہ مخواہ علامت اس بات کی ہے کہ تو امامت کے درجے پر نہ پہنچ سکے گا۔

الغرض امور آخرت کو تو امور دنیا پر ہی قیاس کر سکتا ہے جیسے کہ ارشاد باری ہے کہ

تم سب کا پیدا کرنا اور زندہ کرنا بس ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک شخص کا (سورہ لقمان ۲۸)۔

مزید ارشاد ہے۔

ان سب کا جینا مرنا برابر ہو جائے (سورہ الجاثیہ ۲۱)

پس ان حقائق کو جاننے کی ضرورت ہے اگر ان کو سمجھ لے تو ان تینوں میں سے کوئی بھی اشکال باقی نہ رہے اور توحید قائم ہو جائے اور یہ حقیقت آشکار ہو جائے کہ شرح، عقل اور توحید میں کوئی نقص و تضاد نہیں اب اس سے زیادہ اس مضمون کو طویل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ کتاب اس سے زیادہ کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

دوسرا ایمان جس پہ بنیاد توکل قائم ہے

یاد ہو گا کہ ہم نے زیر بحث موضوع کی ابتدا ہی یوں کی تھی کہ توکل دو ایمانوں کا ماحصل ہے ان میں سے ایک تو یہ ہے ایمان توحید جس کا ذکر ابھی ابھی ہم کافی تفصیل سے کر چکے ہیں دوسرا ایمان اس بات کا ہے کہ تو یہ جان جائے کہ پیدا کرنے والا ایک ہی ہے جو کچھ ہے سب اسی کی وجہ سے ہے اور اسی کی طرف سے ہے اور اس کے باوجود وہ رحیم ہے۔ حکمت والا ہے اور لطف و کرم والا ہے اس کی عنایت و شفقت چیونٹی، مچھر سے لیکر آدم زاد تک ہر چیز پر محیط ہے اور شفقت بھی ایسی کہ ماں کو اپنے بیٹے سے بھی ایسی شفقت نہ ہو گی جیسی خالق کو اپنی مخلوق سے ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا جہان میں جو کچھ بھی ہے کمال و جمال اور لطف و حکمت سے خالی نہیں اور ہر چیز کی تخلیق اس انداز سے کی گئی ہے کہ اس سے بہتر کا تصور ممکن نہیں اور یہ بھی یقین رکھنا ضروری ہے کہ اس کے لطف و کرم سے کوئی شے بھی محروم نہیں اور ہر شے اس کی رحمت سے مستفید ہے جو چیز بھی بنائی اس طور بنائی کہ حق تخلیق ادا ہو گیا اس سے آگے وہم و گمان بھی ممکن نہیں بلکہ اگر تمام دنیا کے عقلمند اور دانشور جمع ہو کر اپنے کمال عقل اور دانائی اور علم کا پورا زور لگا کر سوچیں اور غور کریں کہ فلاں چیز کا فلاں بال یا مچھر کا پر موجودہ انداز سے ہٹ کر یوں ہوتا یا ایسے ہوتا چھوٹا ہوتا یا پھر کچھ بڑا ہوتا یا فلاں چیز بدصورت کے بجائے خوبصورت ہوتی تو زیادہ اچھی لگتی یا اگر یوں ہوتی تو بدتر یا خوب تر نظر آتی تو ایڑیاں رگڑ رگڑ کر بھی انہیں کسی شے میں کوئی نقص و خامی نظر نہ آتی اور وہ اس اعتراف پر مجبور ہو جائے کہ جو جیسے بنا ہے وہ ویسے ہی بننا چاہئے تھا جیسے ہم کہتے ہیں کہ فلاں شے بری ہے اور اس میں خالق کا کمال یہی ہے کہ وہ بری ہے وہ نقص ہی اس کی خوبی اور عیب ہی اس کا حسن ہے اگر وہ برائی اس میں نہ ہوتی تو وہ ہی اس کا نقص ہوتا اور اس سے متعلق وہ حکمت ہی فوت ہو جاتی۔ جس کے لئے اسے بنایا گیا ہے اس لئے اگر کوئی شے بھی ناقص نہ ہوتی تو کامل کا اطلاق کسی شے پر نہ ہوتا اور کامل کو اپنے کمال پر لذت اور مسرت کیونکر حاصل ہو سکتی تھی۔ کیونکہ کامل کو اس وقت ہی کامل کہیں گے جب مقابلے میں ناقص ہو اچھی چیز کی قدر و قیمت بری سے مقابلہ کر کے ہی معلوم ہوتی ہے۔ بری شے نہ ہو گی تو اچھی کو اچھی کہنے کا جواز کہاں سے آئے گا اور اس سے وہ لذت و راحت کیسے ملے گی جو اسے اچھی سمجھ کر حاصل کی جاتی ہے۔ ناقص اور کامل کا اندازہ تو ان کا مقابلہ کر کے ہی ہوتا ہے۔ باپ نہ ہو گا تو بیٹا کس کو کہیں گے؟ جب تک بیٹا نہ ہو باپ کس کو

marfat.com

کہیں گے۔ ان سب کا پتہ تو باہمی تقابل سے لگتا ہے اور مقابلہ ہمیشہ دو یا دو سے زیادہ اشیاء میں ہوتا ہے۔ دوئی اور امتیاز نہ رہے تو پھر یگانگت ہی رہ جاتی ہے اور ایسے میں مقابلہ ممکن ہے نہ کوئی بنیاد رہتی ہے اس کے علاوہ یہ بھی ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ اللہ نے اپنے کاموں کو اپنی حکمت کی وجہ سے اگر بندوں سے پوشیدہ رکھا ہے اور ظاہر نہیں ہونے دیا تو بالکل روا ہے کیونکہ تیرا ایمان تو اس بات پر ہونا چاہئے کہ وہ جو بھی کرتا ہے اچھا کرتا ہے اور تیری بھلائی کیلئے کرتا ہے اور یہ ایسے ہی ہونا چاہئے تھا۔ سو دنیا میں جو کچھ بھی ہے بیماری' بیچارگی' گناہ' عصیاں' کفر و ہلاکت' نقصان و زیاں اور درد و غم ہی کیوں نہ ہو حکمت الٰہی سے ہرگز خالی نہیں اور جیسا کچھ ہے اسے ویسا ہی ہونا چاہئے تھا مثلاً اس نے کسی کو مفلس بنایا ہے تو اس کیلئے مفلسی ہی بہتر ہے اور اگر کسی کو توانگر تو اس کے لئے بھی اس میں کوئی مصلحت تھی۔ وسعت و گہرائی کے اعتبار سے یہ مضمون بھی توحید کی طرح ایک بحر بیکراں سے کم نہیں اور بہت سے لوگ اس میں غرق ہو چکے ہیں کہ قضا اور تقدیر کے راز اس میں بھی اسی طرح وابستہ ہیں اور پنہاں ہیں جن کے ظہور کی اجازت نہیں۔ اور میں اگر اس سمندر میں غوطہ زن ہو جاؤں۔ تو بات ایسی طویل ہو کہ تکمیل ناممکن ہو جائے۔ سو آدمی کا سارا راز اسی ایقاں میں پنہاں ہے اور اسی بنا پر توکل کی ضرورت ہے۔

حقیقت توکل

توکل احوال دل سے ایک حالت کا نام ہے اور اس ایمان کا جو توحید اور لطف الٰہی کے کمال پر لایا جاتا ہے ثمرہ ہے اور اس کے مطالب یہ ہیں کہ کارساز حقیقی پر صدق دل سے اعتماد کیا جائے۔ اور پھر اس اعتماد کو ہمیشہ مضبوط و برقرار رکھا جائے تا کہ دل ہمیشہ آرام و سکون سے رہے اور روزی کے خیال میں نہ پھنسا رہے اگر ظاہری اسباب و ذرائع میں کوئی کمی یا خرابی رہ جائے تو اس سے ہمت نہ ہار بیٹھے بلکہ خدا پر یقین رکھے اور خاطر جمع رکھے کہ روزی تو اسی نے دینی ہے وہ ضرور دے گا اور اس کی مثال ایسے دی جا سکتی ہے کہ کسی آدمی پر لوگ ایک جھوٹا دعویٰ مکر و فریب سے دائر کر دیتے ہیں اور وہ اس فریب سے بچنے کے لئے اپنا وکیل مقرر کر لیتا ہے جو مکر و فریب کے اس جال کی دھجیاں بکھیر دیتا ہے اب اس شخص کو اپنے وکیل پر دل سے اعتماد اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ اس وکیل کی تین خوبیوں پہ ایمان رکھتا ہو۔

۱- یہ تسلی ہو کہ وکیل دغا فریب کی تمام ممکنہ صورتوں سے واقف ہو۔

۲- اس کے اظہار پہ قادر ہو یعنی دونوں طرح کی قوت اسے حاصل ہو۔

(الف) دلیر اور بے باک ہو۔

(ب) فصیح زبان اور فن خطابت سے آشنا ہو۔ کیونکہ کبھی کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ وکیل کے عالم ہونے میں تو کوئی شک نہیں ہوتا لیکن بزدلی یا فصاحت اور خطابت کی عدم موجودگی کے باعث اظہار خیال پر قادر نہیں ہوتا۔

۳- تیسری یہ کہ وکیل اپنے مؤکل پہ حد درجہ مہربان ہے اور اس کے حقوق کے تحفظ کیلئے خود اسی طرح بیقرار و حریص ہے جب موکل کو ان تینوں صفات پہ یقین ہو گا تو وکیل پہ اس کا اعتماد بھی مکمل ہو گا اور اس کا دل اسی قدر مطمئن رہے گا کہ اپنی طرف سے مزید چارہ جوئی اور حیلہ و تدبر کی ضرورت محسوس نہ کرے۔

marfat.com

اسی طرح بالکل جو شخص نعم المولیٰ ونعم الوکیل کی رمز سے آگاہ ہو جائے اور اس کے معنی سمجھ جائے تو اس کا ایمان اسباب پر پختہ ہو جاتا ہے کہ جو کچھ ہے خدا ہے اس کے سوا کوئی دوسرا فاعل سرے سے نہیں ہے اور اس کے باوجود اس کے علم وقدرت میں کبھی نقص واقع نہیں ہوسکتا۔ اس کی رحمت کا یہ عالم ہے کہ اس سے زیادہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ سو متوکل کو چاہئے کہ فضل وکرم مولیٰ پہ یہ دل سے اعتماد کرے اس کا ثبوت یہی ہے کہ اپنی طرف سے حیلے اور تدبر نہ کرے یہی سمجھے کہ اس کی روزی مقدر ومقرر ہے جو اسے وقت مقررہ پہ بہر حال پہنچے گی۔ اور ہر کام جو ہوگا تو اس کے فضل وکرم سے بخوبی ہوگا۔

ممکن ہے کسی شخص کو ان صفات پہ تو یقین ہو مگر طبیعت بد دلی کا شکار ہو جس کی بنا پر وہ خائف و پریشان ہی رہے کیونکہ یہ امر ہمیشہ لازمی نہیں ہوتا کہ آدمی کو جس شے پر یقین ہو اس کی طبیعت بھی اس یقین پر کاربند رہے اور تابع رہے بلکہ ممکن ہے طبیعت وہم کی متابعت کرنے والی ہو۔ خواہ اسے پتہ ہی نہ ہو کہ وہم بذات خود جرم ہے مثلاً ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص حلوا کھا رہا ہو اور دوسرا اس سے کہہ دے کہ یہ تو گندگی کھا رہا ہے اور وہ اسے کھانا ہی چھوڑ دے۔ حالانکہ اسے صاف نظر آ رہا ہے کہ کہنے والے نے جھوٹ کہا ہے اور اسی طرح مثال کے طور پر اگر کوئی شخص چاہے کہ اس گھر میں اکیلا سو رہے جس میں کسی مردے کی میت پڑی ہوئی ہے تو وہ سو نہیں سکے گا۔ حالانکہ اسے یقین ہے کہ مردہ ایک بے جان چیز ہے جو اٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

الغرض توکل کیلئے جہاں یقین کی قوت چاہئے۔ وہاں قوت دل بھی لازم ہے تاکہ اس کے دل میں کسی قسم کا اضطراب باقی نہ رہے کیونکہ جب تک دل میں اعتماد اور طبیعت میں آرام وسکون اور اطمینان نمایاں نہ ہو اس وقت تک آدمی کو صاحب توکل نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ توکل کا مطلب ہی اعتماد دل ہے جو آدمی کو خدا کے ہر کام میں ہونا چاہئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حق تعالیٰ پر مکمل یقین بھی تھا اور ایمان کامل بھی لیکن اس کے باوجود فرمایا اے میرے پروردگار مجھے دکھلا کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ فرمائے گا؟ اللہ رب العزت نے فرمایا کہ کیا تو یقین نہیں رکھتا؟ عرض کیا کیوں نہیں بلکہ میں تو اطمینان قلب چاہتا ہوں (سورہ البقرہ ۲۶۰)

ابتدا میں دل تخیل واحساس کا تابع ہوتا ہے لیکن ابتدا سے انتہا تک آتے آتے دل بھی یقین ہی کا تابع ہو جاتا ہے اور پھر اسے ظاہری مشاہدہ کی حاجت نہیں ہوتی۔

درجات توکل

توکل کے تین درجے ہیں۔

۱- ایک درجہ جو مذکور ہے کہ متوکل کا حال اس آدمی کا سا ہو جس نے مقدمے میں کسی ذہین فصیح اور زیرک اور دلیر وبے باک وکیل کو مقرر کر کے اس پر اعتماد کیا ہو۔

۲- دوسرے اس بچے کا سا جو اپنی ماں کے علاوہ کسی کو جانتا ہی نہ ہو بلکہ کسی شخص کا تو کیا کسی بھی شے کو نہ جانتا ہو۔ بھوک میں پکارتا ہے تو فقط ماں کو اور اگر ڈر یا خوف کے مارے لپٹتا ہے تو صرف ماں سے اور یہ شے بچے کی سرشت میں ہوتی ہے اس میں کسی قسم کا تکلف اور ریا نہیں ہوتی بلکہ اس کی تمام حرکات بے اختیارانہ اور بے ساختہ ہوتی ہیں۔ اس قسم کے موکل کے بارے اگر یہ کہا جائے کہ وہ اپنے توکل سے بے خبر ہے تو درست ہوگا کیونکہ یہ تو اپنے وکیل میں مستغرق ہو چکا ہوتا ہے۔ جبکہ پہلے درجے کا متوکل اپنے توکل

marfat.com

سے آگاہ اور باخبر ہوتا ہے۔

۳- تیسرے درجے میں موکل کا حال اس مرد کی طرح ہوتا ہے جو غسال کے ہاتھ میں ہوتا ہے یعنی وہ اپنے آپ کو مردہ ہی تصور کرتا ہے اور اپنی حرکت و جنبش کو بھی قدرت کی طرف منسوب کرتا ہے نہ کہ اپنی طرف سے ایسے ہے کہ جس طرح مردہ خود حرکت نہیں کرتا اور اس کا ہلنا جلنا سب غسال کی طرف سے ہوتا ہے کہ جدھر چاہے حرکت دے یہاں تک کہ کوئی کام درپیش ہو تو وہ دعا تک بھی نہیں مانگتا۔

گویا اس کی حالت اس بچے کی طرح بھی نہیں ہوتی جو کام کے لئے اپنی ماں کو پکارتا ہے بلکہ اس بچے کی سی ہے جسے یہ یقین ہوتا ہے کہ پکاروں یا نہ پکاروں ماں خود ہی واقف حال ہے۔ ضروریات سے واقف اور ان کی فکر کرنے والی ہے اور میرے کام کی تدبیر بھی کرنے والی ہے اور اسے سرانجام دینے میں مشغول ہے پس اس تیسرے درجے میں پہنچ کر موکل کو کچھ بھی اختیار نہیں ہوتا۔ دوسرے درجے میں بھی اختیار تو نہیں ہوتا مگر عاجزی اور دعا اور وکیل پر اعتماد و اطمینان کا سلسلہ بہرحال باقی ہوتا ہے اور پہلے درجے میں تو خیر اختیار بھی ہوتا ہے لیکن صرف انہی اسباب کی تدبیر کے بارے میں جو وکیل کی عادت وضع اور اصول سے معلوم ہوتے ہوں مثلاً جب اسے پتہ چل جاتا ہے کہ وکیل کا اصول ہے کہ جب تک وہ اس کے ساتھ موجود اور حاضر نہ رہے گا اور متعلقہ دستاویز اور کاغذات بہم نہ پہنچائے گا وہ مقدمے کی پیروی نہیں کرے گا اور نہ کسی قسم کی جرح اور بحث میں الجھے گا تو اس صورت میں یہ موکل اور ان اسباب کو یعنی ان شرائط کو پورا کرتا ہے اور تب سراپا منتظر ہوتا ہے کہ اب وکیل کیا کرتا ہے اور جو بھی کارروائی ہوتی ہے اسے وکیل کی طرف منسوب کرتا ہے اور اسی کی طرف سے سمجھتا ہے پس جو شخص توکل کے اس درجے پر ہوتا ہے مثلاً تجارت' زراعت اور دیگر ظاہری اسباب جو اسے سنت حق سے معلوم ہوں وہ کنارہ کش نہیں ہوتا لیکن بھروسہ اپنی تجارت یا زراعت کی بجائے حق تعالیٰ پر ہوتا ہے اس کے فضل و کرم پر امیدوں کا دارومدار ہوتا ہے یعنی خدا اپنی رحمت سے اس کو زراعت و تجارت میں منزل مقصود تک پہنچائے گا اور جو کچھ بھی اس کے پیش نظر ہوا ہے منجانب اللہ خیال کرتا ہے اس کی شرح بھی بیان کریں گے انشاء اللہ العزیز اور یہی معنی **لا حول و لاقوۃ الا باللہ** کے ہیں۔ کیونکہ حول سے مراد حرکت اور قوۃ کے معنی طاقت کے ہیں جب اس امر سے آگاہ ہو جاتا ہے کہ نہ میری قوت اور اختیار میں ہے اور نہ میری حرکت میری وجہ سے ہے بلکہ دونوں اختیار حق میں ہیں تو وہ جو کچھ دیکھتا ہے اللہ کی طرف سے دیکھتا ہے غرض جب اپنے کسی بھی کام کو ظاہری اسباب پر منحصر سمجھے یا ان کے حوالے کرنے کا تصور ہی اس میں باقی نہ رہے اور ہر شے میں اسے حق تعالیٰ ہی متصرف و قابض اور مختار لگے اور ہر کام اسی کی طرف سے خیال کرنے لگے تو ایسا شخص بلاشبہ متوکل یا صاحب توکل کہلانے کا حقدار ہے۔ اگرچہ توکل کا اعلیٰ مقام وہ ہے جو حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے۔ یعنی حضرت ابو موسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا توکل کی تعریف کیا ہے وہ فرمانے لگے۔ پہلے تم یہ بتاؤ کہ خود تمہارے نزدیک توکل کیا معنی رکھتا ہے میں نے کہا مجھے تو صحبت مشائخ سے یہی معلوم ہوا ہے کہ اگر دائیں بائیں اژدھوں نے تجھے گھیرے میں لے رکھا ہو تو بھی تیرے دل میں ذرہ بھر گھبراہٹ نہ ہو بلکہ جنبش تک بھی پیدا نہ ہو۔ آپ نے فرمایا یہ تو کوئی مشکل نہیں میرے نزدیک تو اگر کوئی بندہ دوزخیوں کو عذاب میں تڑپتا پائے اور دوسری سمت اہلیان بہشت کو نعمتوں میں مشغول دیکھے اور اس امتیاز کو محسوس کرے تو وہ بھی متوکل نہیں لیکن حضرت ابو موسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ بھی توکل کا کوئی معمولی یا کم ترین درجہ نہیں بلکہ اعلیٰ مرتبہ ہے کیونکہ توکل

marfat.com

میں شرط نام کی کوئی چیز نہیں کہ انسان حذر بھی نہ کرے اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں تھے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایڑی سانپ کے بل پر رکھ دی تھی۔ حالانکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متوکل ہونے میں کسے شبہ ہوسکتا ہے؟ اس پر اس میں یہ رمز سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ان کا خوف سانپ سے نہیں بلکہ خالق سانپ تھا کہ وہ سانپ کو حرکت وقوت دیتا ہے۔

توکل یہ وہ مقام ہے جہاں متوکل کو ہر شے میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ کے مطالب واضح دکھائی دیتے ہیں اور حضرت ابو یزید بسطامی نے فرمایا ہے کہ وہ اپنے تئیں بلند مقام کا ذکر ہے اور اس ایمان کی طرف اشارہ ہے جو توکل کی بنیاد اور جڑ کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ وہ ایمان ہے کہ بہت ہی قیمتی اور عزیز ہے کہ اس سے مراد خدا کے فضل وکرم اور مصلحت وحکمت اور بخشش پر یقین کامل ہے اور بندے کی اس امر سے آگاہی کہ جو کچھ اللہ تبارک کرتا ہے وہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ ہونے کا حق تھا۔ سو یوں اس کے لئے عذاب اور نعمت میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا۔

اعمال توکل کی بابت

جملہ مقامات دین تین اصلوں پہ ہیں

۱۔علم ۲۔حال ۳۔عمل

علم اور حال کی بابت ذکر کیا جا چکا ہے۔ رہا عمل تو اس سلسلے میں ہوسکتا ہے کوئی شخص یہ تصور کئے بیٹھا ہو کہ توکل کا تو مطلب ہی یہ ہے کہ ہر کام اللہ پہ چھوڑ دیا جائے۔ مراد یہ کہ اپنے اختیار سے کچھ نہ کرے۔ یہاں تک کہ کسب معاش بھی نہیں۔ کل کیلئے کچھ بھی نہ اٹھا رکھے اور سانپ بچھو سے بھی نہ بھاگے بلکہ بیمار پڑ جائے تو دوا وغیرہ بھی نہ لے۔ لیکن یہ اور اسی قسم کی دیگر تمام باتیں غلط ہیں۔ کیونکہ ایسا خلاف شرع ہے اور توکل کی تو بنیاد ہی شرع پر ہے یہ مخالف شرع کیونکر ہوسکتا ہے۔ بات کچھ یوں ہے کہ آدمی کا اختیار۔

۱۔ یا تو اس مال کے حصول میں ہوگا جو اسے حاصل نہیں۔

۲۔ یا اس مال کی دیکھ بھال میں ہوگا جو اسے حاصل ہے۔

۳۔ یا اس نقصان سے بچانے کے سلسلے میں ہوگا جو اسے پہنچ چکا ہو۔

۴۔ یا اس ضرر سے بچنے کیلئے ہوگا جو اسے نہ پہنچا ہو ان تمام امور کی بابت توکل کیا جاسکتا ہے اور ہر ایک کیلئے جداگانہ حکم بھی موجود ہے۔ گویا چار مقام ٹھہرے جن میں سے ہر ایک کا بیان اہم ہے کہ حیطہ تحریر میں لایا جائے۔

مقام اوّل (حصول منفعت)

اس کے تین درجے ہیں۔

اوّل: سنت الٰہی میں سے کسی سنت کی رو سے ہم جانتے ہوں کہ اس کے بغیر چارہ نہیں اور پھر بھی اسے ترک کر دیں تو یہ دیوانگی و پاگل پن ہے توکل نہیں مثلاً کوئی شخص کھانے کو ہاتھ نہ لگائے اور منہ میں نوالہ ڈالنا تو دور کی بات نوالہ توڑے بھی نہیں اور یہ سمجھے کہ خدا خود ہی

marfat.com

پیٹ بھر دے گا یا کھانے کو ہمارے پاس بھیج دے گا کہ وہ خود بخود پیٹ میں اُتر جائے۔ یوں ہی کوئی آدمی صحبت تو کجا نکاح بھی نہ کرے اور اولاد کا امیدوار ہو اور اس بات کو توکل سے منسوب کرے تو اسے توکل تو کیا ہی کہیں گے البتہ اس کی حماقت میں کوئی شبہ نہ رہے گا کہ یہ ماسوائے اک زبردست کے اور ہے کیا؟ بلکہ ہر وہ سبب جو قطعی ناگزیر ہو اس میں توکل سے مراد ترک عمل یا ترک کردار نہیں ہے بلکہ اس میں توکل' علم اور حال سے ہوتا ہے اور علم سے مراد یہ آگاہی ہے کہ ہاتھ' طعام' قدرت' حرکت' منہ اور دانت وغیرہ سب حق تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں اور حال کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اعتماد دل فضل الٰہی پر ہو نہ کہ کھانے پر یا ہاتھ پر؟ کیونکہ ہے ہاتھ پہ اسی وقت فالج ہو جائے اور کھانا ممکن ہے کوئی آدمی چھین لے۔ پس نگاہ بندہ فضل الٰہی پہ مرکوز چاہئے اور اس کے پیدا کرنے پر اور اس کے محفوظ رہنے پر یعنی اس نے کھانا عنایت کیا اور پھر (کھانا) محفوظ رکھا۔ نگاہ بندہ قوت بازو پہ نہیں ہونی چاہئے۔

دوم: دوسرا درجہ ان اسباب کا ہے جو قطعی نہیں ہوتے۔ لیکن غالب یہی ہوتا ہے کہ ان کے بغیر حصول مقصود ممکن نہیں اور شاید یہی کچھ ان کے بغیر مقصد حاصل ہو سکا ہو۔ مثلاً زاد سفر ہے کہ اس کو ساتھ لینا یا نہ لینا توکل کی شرط نہیں ہے کیونکہ یہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور سیرت بزرگان بھی لیکن متوکل وہ ہے کہ جس کے دل کا اعتماد زاد سفر پر نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ اس سے چھن بھی سکتا ہے اس کا بھروسہ حفظ اللہ تبارک و تعالیٰ پر ہوتا ہے جو خالق زاد سفر ہے اور جو اسے پیدا کر کے محفوظ بھی رکھتا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص بلا زاد راہ جنگل و بیاباں کو چل دے تو اس کا یہ قدم کمال توکل کی رو سے جائز ہے کیونکہ اس کی مثال کھانا کھانے کی سی نہیں ہے کہ وہ توکل نہیں یہ درست صرف ایسے مسافر کو ہے جو دو صفات کا حامل ضرور ہو۔

- اوّل یہ کہ اس میں اتنی طاقت ہو کہ اگر ہفتہ عشرہ کھانے کو نہ ملے تو بھوک برداشت کر سکتا ہو۔
- دوسرے یہ کہ کم از کم اتنی ہمت رکھتا ہو کہ مدت تک گھاس بات پر گزر بسر کر سکتا ہو۔ اگر اس مسافر میں یہ صفت موجود ہو تو ہو سکتا ہے کہ جنگل میں بھی اسے ایسی جگہ سے روزی مل جائے جو کبھی اس کے وہم و گمان میں بھی نہ گزری ہو۔

حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ تعالیٰ اہل توکل سے تھے اور مذکورہ ہر دو صفات سے متصف تھے۔ لہٰذا جنگل میں تنہا بغیر کسی زاد راہ کے چل جاتے۔ لیکن پھر بھی سوئی' چھری' ڈول اور رسی وغیرہ ضرور رکھتے۔ کیونکہ یہ اسباب یقینی اور قطعی ہیں۔ یعنی رسی کے بغیر ڈول کنویں میں ڈالا نہیں جا سکتا اور نہ پانی نکالا جا سکتا اور جنگل و بیاباں میں رسی تلاش کرنا بھی شوار ہے۔ اسی طرح پھٹے ہوئے لباس کو سینے کیلئے سوئی ضروری ہے پس ترک اسباب توکل نہیں ہے کیونکہ توکل تو یہ ہے کہ دل سے فضل و رحمت الٰہی پر بھروسہ رکھے اور اسباب پہ اعتماد نہ کرے۔ چنانچہ اگر کوئی آدمی کسی ایسی غار میں جا بیٹھے۔ جہاں سے کبھی کسی کا گزر ہی نہ ہو اور نہ وہاں گھاس تک دکھائی دے اور دعویٰ یہ ہو کہ میں توکل کئے بیٹھا ہوں تو خبردار ایسا توکل حرام ہے بلکہ خودکشی ہے کیونکہ یہ تو اپنے تئیں موت کے منہ میں دینے والی بات ہے اور سنت الٰہی سے اپنی جہالت اور عدم واقفیت کا ایک واضح ثبوت ہے اس کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو وکیل کی اس عادت کو جاننے کے باوجود کہ وہ فرد اور دستاویز کے بغیر بات کرنے کا بھی روادار نہیں' اس کے پاس بغیر دستاویزات اور کاغذات کے جاتا ہے۔

حکایت: خلقت سے میل جول اور روزی

marfat.com

ایک مرتبہ ایک زاہد آبادی سے دور کسی غار میں جا بیٹھا۔ گویا اپنے خیال میں متوکل بن بیٹھا کہ رزق تو اسی رازق نے دینا ہے۔ یہ بیٹھے بٹھائے پہنچتا رہے گا لیکن ایک ہفتہ گزرنے کے باوجود جب کھانے کو کچھ نہ ملا تو موت اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی ایسے میں پیغمبر وقت پہ وحی نازل ہوئی کہ اس احمق سے کہہ دو کہ جب تک شہر میں واپس جا کر مخلوق الٰہی سے میل جول قائم نہ کرے گا۔ اس وقت تک اسے روزی نہ ملے گی۔'' چنانچہ وہ زاہد واپس چلا گیا تو ہر طرف سے اسے طرح طرح کی چیزیں ملنے لگیں تو اس کے دل میں خدشہ سا پیدا ہوا۔ تب پھر نزول وحی کے ذریعے اسے مطلع کیا گیا کہ ''تیرا خیال تھا کہ شاید تیرا زہد و توکل ہماری حکمت کو باطل کر دے لیکن نے اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش نہ کی کہ ہمیں یہ زیادہ پسند ہے کہ اپنے بندوں کو اپنے بندوں ہی کے ذریعے روزی پہنچائیں۔

پس اگر کوئی آدمی گھر کے دروازے بند کر کے اندر چھپ کر بیٹھ رہے تو ایسا توکل حرام ہے کیونکہ جو اسباب یقینی ہیں ان سے علیحدگی اختیار کرنی جائز نہیں۔ البتہ اگر دروازے کھلے رکھ کر بیٹھ جائے تو یہ توکل جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ آنکھیں دروازے پہ ہی نہ لگی رہیں اور انتظار ہی نہ کرتا رہے کہ کب کوئی آئے اور کھانے کو کچھ لائے بلکہ اس کا تو دل بھی لوگوں میں مشغول نہیں ہونا چاہئے اور اس کی مشغولیت سوائے اس کے کچھ نہ ہو کہ ذکر و اطاعت حق میں لگا رہے اور دل سے یقین رکھے کہ جب اس نے اسباب سے کنارہ کشی کی تو اسے رزق تو رازق کی طرف سے مل کر ہی رہے گا اور وہ بزرگوں کے اس مشہور مقولے کا مصداق ثابت ہوگا کہ بندہ جب روزی سے بھاگتا ہے تو روزی اس کے پیچھے پیچھے بھاگتی ہے اور خود اس کی متلاشی ہتی ہے بلکہ وہ اگر دعا بھی کر لے کہ اے خدا مجھے روزی دے تو اللہ کی طرف سے اسے جواب ملتا ہے کہ اے بے وقوف کیا تجھے اس لئے پیدا کیا گیا تھا کہ تو بھوکا مر جائے؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ الغرض توکل یہی ہے کہ آدمی اسباب سے دستبردار نہ ہو اور ان سے علیحدگی اختیار نہ کرے۔ البتہ یہ ضرور جانے کہ روزی دینے والا مسبب الاسباب ہے جس نے وہ سبب پیدا کیا اور اس حقیقت کو بھی جانے کہ کھانے بھی تو سبھی اللہ نے دیئے ہیں۔۔

لیکن ہر ایک کے کھانے میں فرق ہے یعنی کوئی تو سوال کی ذلت اٹھا کر کھاتا ہے کوئی محنت و مشقت برداشت کرتا ہے جیسا کہ پیشہ ور مزدور وغیرہ کوئی رنج و محنت کے ساتھ انتظار کی زحمت بھی گوارا کرتا ہے۔ مثلاً تاجر اور کسان وغیرہ اور بعض ہیں کہ عزت اور وقار سے کھاتے ہیں۔ مثلاً صوفی و اہل تصوف وغیرہ کہ ان کی آنکھ ہر طرف سے ہٹ کر صرف اور صرف حق تعالیٰ کی طرف لگی رہتی ہے اور کچھ میسر آئے اس کو منجانب اللہ ہی سمجھتے ہیں خلق کو درمیان میں نہیں لاتے۔ وہ سبب کو رازق نہیں سمجھتے بلکہ رازق صرف مسبب الاسباب ہی کو مانتے ہیں۔

تیسرا درجہ

ان اسباب کا ہے جو قطعی نہیں ہوتے اور نہ ہی یہ اغلب ہوتا ہے کہ ان کی حاجت لازماً درپیش ہوگی بلکہ ان کا شمار حیلہ و تجسس میں ہوتا ہے اور کسب سے انہیں وہی نسبت ہوتی ہے جو بیماری کو مال اور سحر و فسوں سے ہوتی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متوکل کی جو صفت ارشاد فرمائی ہے وہ یہی ہے کہ جادو اور ٹونے ٹوٹکے کے قریب بھی نہ جائیں اور یہ نہیں فرمایا کہ کسب ہی ترک کر دیا جائے اور شہروں سے نکل کر جنگل میں جا بسیں سو اس مقام میں توکل کے تین درجے ہیں۔

marfat.com

درجہ اوّل

خواص کا ہے جو بغیر کسی قسم کے زادراہ کے جنگلوں میں گھومتے ہیں اور یہ درجہ بلند ترین ہوتا ہے اس میں آدمی بھوکا رہنے سے بھی انہیں گھبراتا یا جنگلی جڑی بوٹیوں اور ساگ پات وغیرہ پر گزارہ کر لیتا ہے اور اگر یہ بھی نہ ملے تو نہ سہی۔ حتیٰ کہ موت سے بھی نہیں ڈرتا اور اسی میں اپنی مصلحت و بھلائی خیال کرتا ہے اس لئے کہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ زادرہ بھی تو چوری ہو سکتا ہے اور اس صورت میں بھی تو مرنا ہی ہے کیونکہ راستے میں کسی قسم کا نادر واقعہ پیش آنے کا امکان ہوتا ہے اور اس سے حذر لازم نہیں ہوتا۔

درجہ دوم

اس میں صاحب توکل نہ جنگلوں میں جاتا ہے اور نہ ذریعہ معاش اپناتا ہے بلکہ شہر کی کسی مسجد میں جا بیٹھتا ہے لیکن یوں نہیں کہ لوگوں سے امیدیں وابستہ رکھے بلکہ اس کی امیدیں خدا کے دامن رحمت سے وابستہ ہوتی ہیں۔

درجہ سوم

اس میں آدمی کسب معاش کیلئے باہر جائے مگر اس میں بھی آداب شریعت کو مدنظر رکھے اور روزی کمانے کیلئے کسی بھی طرح کے فریب حیلہ سازی، عیاری اور دھوکے سے کام نہ لے اور ان مذموم طریقوں سے دور رہے۔ کیونکہ ایسے ناجائز طریقوں میں الجھنا ایسے ہی ہے جیسے سحر و فسوں اور جادو کا سہارا لینا اور اسے توکل نہیں کہا جائے گا اور کسب سے گریز یا حذر کرنا شرط تو نہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے عظیم صاحب توکل جنہوں نے کبھی اس کا دامن نہ چھوڑا۔ جب خلیفہ بنے تو کپڑوں کی گٹھڑی پیٹھ پر اٹھا کر بازار میں فروخت کیا کرتے اور جب لوگوں نے عرض کیا کہ آپ خلیفہ المسلمین ہے آپ اس عہدہ جلیلہ پہ فائز ہوتے ہوئے بھی تجارت کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا کہ کیا اپنے اہل و عیال کو ضائع کر دوں؟ اگر انہیں ضائع کر دوں تو دوسرے لوگوں کو ضائع کرنے میں کیا مانع ہوگا؟ یوں تو سبھی لوگ میرے ہاتھوں برباد ہو جائیں گے۔ تب لوگوں نے بیت المال سے آپ کیلئے کچھ وظیفہ مقرر کیا تو آپ مزید دلجمعی اور فراغت سے اپنے فرائض منصبی بطور احسن وجوہ سرانجام دینے لگے۔ لیکن توکل کی پھر بھی یہ حالت تھی کہ مال و دولت کا طمع دل میں نہ تھا بلکہ جو کچھ میسر آتا ہے اسے کبھی اپنا سرمایہ تصور نہ فرماتے بلکہ یہی سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے ان کے نزدیک ان کا اپنا مال دوسرے مسلمان کے مال سے زیادہ عزیز نہ تھا۔

الغرض توکل زہد کے بغیر ممکن نہیں گویا زہد شرط توکل ہے اگرچہ توکل شرط زہد نہیں حضرت ابو جعفر حداد رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پیر و مرشد تھے اور انتہا درجہ کے صاحب توکل تھے آپ فرماتے تھے کہ میں نے بیس برس تک اپنے توکل کو ظاہر نہ کیا ہر روز بازار جاتا کسب معاش کو ایک دینار کماتا لیکن اتنا بھی نہ کرتا کہ اس میں سے ایک قیراط خرچ کر کے حمام ہی میں چلا جاؤں بلکہ سب کا سب راہ خدا میں خرچ کر دیتا اور ان کے مرید باصفا حضرت جنی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے توکل کا اظہار کبھی مرشد کے سامنے نہ کیا کیونکہ مجھے بڑی ندامت محسوس ہوتی تھی کہ ایک ایسے مقام کا دعویٰ ایک ایسے شخص کے سامنے کروں جو اسی کے لئے مخصوص ہے۔ بعض صوفی خانقاہ میں گوشہ نشین ہو بیٹھتے ہیں اور شاگردوں کو باہر بھیج دیتے ہیں کہ وہ کسب معاش کیا کریں تو

marfat.com

یاد رہے کہ ان کا توکل ایسے لوگوں کی طرح ضعیف اور کمزور ہوتا ہے جو خود کسب کرتے ہیں اور توکل کے ضعیف درجے پر ہوتے ہیں۔

توکل کی درستی بہت سی شرائط کے پورا کرنے ہی سے ممکن ہے۔ تاہم اگر کوئی شخص فتوح کی امید پر بیٹھ رہے تو اسے بھی توکل کے قریب ہی تسلیم کیا جائے گا لیکن اگر وہ کسی ایسے مقام کو یوں بیٹھنے کے لئے منتخب کرتا ہے جو خاصا معروف ہو تو اس میں اور کسی بازاری آدمی میں کوئی فرق نہیں اور یہ بھی ممکن ہے شہوت نفس ہی اس کی تسکین قلب کا باعث بنتی رہے البتہ اگر دل ان باتوں میں نہ الجھے تو اس توکل کو بھی اہل کسب کے توکل کا ہم مرتبہ کہا جا سکتا ہے اس سلسلے میں اصل بات یہ ہوتی ہے کہ آدمی کی نظر لوگوں پر مرکوز نہ ہو اور نہ کسی سبب پر اعتماد کرنا چاہئے بلکہ سارا بھروسہ صرف اور صرف اس ذات پاک پر ہو جو مسبب الاسباب ہے۔

خضر کی مصاحبت

حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ میری ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی تو میں نے انہیں اپنے ساتھ رہنے پر رضامند پایا لیکن میں نے اس پر رضامندی ظاہر نہ کی اور ان کی صحبت سے علیحدہ ہو گیا کیونکہ مجھے یہ خوف تھا کہ کہیں میرا دل انہی پر بھروسہ نہ کرنے لگے اور انہی پر اعتماد کرتے ہوئے ایسا آرام پسند نہ ہو جائے کہ توکل حقیقی کی نعمت سے محروم رہ جائے۔

مزدور کا توکل

امام احمد حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مزدور کسی کام کی غرض سے رکھا۔ (بعد تکمیل مزدوری) اپنے شاگرد سے کہا کہ اسے اصل مزدوری سے کچھ زائد رقم دے دو لیکن اس مزدور نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔ مزدور کے چلے جانے کے بعد انہوں نے شاگرد سے فرمایا کہ ذرا اس کا پیچھا کرو اور دوبارہ اسے دینے کی کوشش کرو شاید اب کی مرتبہ وہ لے لے۔ شاگرد نے عرض کیا! وہ کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ اس وقت ممکن ہے اس نے اپنے دل میں لالچ یعنی طمع کو موجود پایا ہو اس لئے انکار کر دیا اب اگر طمع رخصت ہو چکی ہو گی تو غالباً اسے لینے سے انکار نہ ہو گا۔

الغرض اہل کسب کا یہی توکل ہے کہ اس کا بھروسہ سرمائے پر نہ ہو اور اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ مال اگر چوری ہو جائے یا چھن جائے تو اسے ذرہ بھر ملال نہ ہو اور رزق سے ہرگز مایوس نہ ہو کیونکہ خدا کے فضل پہ توکل کرنے والے فکر رزق میں غلطاں نہیں ہوتے یہ یقین ہوتا ہے کہ رازق خود اس کی فکر میں ہے اور خود ہی اسے پہنچائے گا اور ایسی جگہ سے پہنچائے گا جو اس کے وہم گمان میں بھی نہ ہو بلکہ اس کی تو شان توکل یہی ہے کہ روزی نہ بھی ملے تو یہی سمجھتا ہے کہ اسی میں اُس کی بھلائی ہے۔

ایسے توکل کا حصول کیسے ممکن ہے؟

یہ کیفیت بہت ہی اعلیٰ و کامیاب ہے کہ کسی آدمی کے پاس اچھا خاصہ سرمایہ ہو اور وہ چوری ہو جائے یا ضائع ہو جائے تو اس پر بھی اس کا دل بے چین و بے قرار نہ ہو بلکہ بدستور مطمئن اور اپنی جگہ پر قائم و برقرار رہے۔ اب مانا کہ یہ چیز بڑی ہی نادر الوقوع ہے لیکن ایسی بھی نہیں کہ اسے محال اور ناممکن ہی سمجھ لے لیکن یہ حالت صرف اسی صورت میں خاص ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور کمال قدرت کا حد درجہ یقین ہو اور یہ اعتماد کامل ہو کہ اس کی ذات ایسے بے نیاز ہے کہ اکثریت کو بلا سرمایہ روزی فراہم کرتی ہے اور بہت

marfat.com

سے سرمایہ داروں کیلئے ان کا اپنا سرمایہ ہی باعث ہلاکت ہوتا ہے اس ضمن میں ایک حدیث شریف ہے کہ۔

''بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بندہ رات کو کسی کام کیلئے بڑی سنجیدگی و شدومد سے تدابیر سوچتا ہے۔ حالانکہ دراصل وہ اندیشہ اس کی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔ ادھر خدا تعالیٰ عرش سے بہ نظیر عنایت اس کی طرف دیکھتا ہے اور اس شخص کی سب تدابیر دھری رہ جاتی ہیں اور وہ ناکام ہو جاتا ہے۔ چنانچہ صبح دم جب وہ اٹھتا ہے تو بے حد اداس وملول ہوتا ہے اور کبھی کہتا ہے کہ آخر یہ کام کس نے خراب کیا؟ اور کیون کیا؟ کبھی سوچتا ہے کہ یہ سب ہونہ ہو پڑوسی کی شرارت ہوگی! یا کبھی کہتا ہے اب سمجھ میں آیا میرا چچا کا لڑکا اس کا ذمہ دار ہوگا کبھی کہتا ہے فلاں شخص نے یہ حرکت کی ہوگی۔ حالانکہ دراصل اس کا بگڑا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ رحمت حق نے اس کا کچھ سنوارا ہی ہوتا ہے۔ گویا وہ فی الحقیقت ایک رحمت خداوندی ہوتی ہے جو اس کے شامل ہوتی ہے اس لئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ ''مجھے اس بات کی کوئی فکر نہیں صبح کس حال میں اٹھوں گا درویشی یا تونگری کی حالت میں اٹھوں گا کیونکہ مجھے یہ علم ہی نہیں کہ میری بہتری کس چیز میں ہے؟ اور یہ بات بھی نہیں بھولنی چاہئے کہ درویشی سے خائف رہنا یا بدگمانی میں مبتلا ہونا شیطان کی خاص تعلیم ہے۔

چنانچہ ارشاد ہوا کہ

شیطان تم کو فقر فاقہ سے ڈراتا ہے۔ (سورہ بقرہ ۲۵۹) حالانکہ کہ اگر اس حال میں بھی خدا پہ توکل قائم رہے تو یہ کمال معرفت ہے خاص طور پر جب اس رمز سے آگاہی بھی ہو کہ وہ ذات بے نیاز روزی ایسے ایسے پوشیدہ اور نامعلوم ذرائع سے پہنچایا کرتی ہے کہ جن کا کبھی گمان بھی نہیں ہوا کرتا اور پھر اس کو جانتے ہوئے بھی یہ نہ کرے بلکہ ان کا پوشیدہ اسباب پر ہی اعتماد کر بیٹھے بھروسہ صرف مسبب الاسباب ہی کی ضمانت پر ہونا چاہے۔

حکایت: عابد متوکل اور امام مسجد

ایک عابد متوکل کسی مسجد میں رہتا تھا امام مسجد نے جب بار بار اس سے یہ کہا کہ جب تمہارے پاس کچھ نہیں تو بہتر یہی ہے کہ تم کوئی کام (معاش) کیا کرو عابد نے کہا بات یہ ہے کہ ایک یہودی جو کہ میرا ہمسایہ ہے اس نے مجھے یہ یقین دلایا ہے کہ ہر روز دو روٹیاں مجھے پہنچاتا رہے گا اور وہ پہنچاتا رہتا ہے۔ امام مسجد نے کہا اگر ایسا ہی ہے پھر تو تیرا توکل درست ہے عابد نے کہا تیرے لئے بہتر یہی ہے کہ امامت کے معزز پیشے کو ذلیل نہ کر اور اسے چھوڑ دے کیونکہ تیرے نزدیک تو گویا ایک یہودی کی ضمانت خدا کی ضمانت سے زیادہ قوی ہے۔

حکایت: روٹی کہاں سے لیتے ہو؟

ایک امام مسجد نے ایک شخص سے پوچھا۔ روٹی کہاں سے کھاتے ہو۔ اس آدمی نے کہا ذرا ٹھہرو مجھے اس نماز کی قضا کر لینے دو جو میں نے ابھی تیرے پیچھے ادا کی تھی کیونکہ تجھے تو خدا کی ضمانت پر اعتماد ہی نہیں۔

الغرض جن لوگوں نے ان باتوں کی آزمائش کی ہے انہیں ایسی ایسی جگہ سے فتوحات کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملا ہے جو کبھی ان کے تصور میں بھی نہ آئی تھیں دراصل ان کا ایمان خدا کے اس ارشاد پہ مستحکم ومضبوط تھا کہ ''کوئی رزق کھانے والا جاندار روئے زمین پر ایسا

marfat.com

نہیں کہ جس کی روزی اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذمہ نہ ہو (سورہ ہود ۶)

خدا کے نام ایک خط!

حضرت حذیفہ مرعشی رحمہ اللہ تعالیٰ سے جب یہ سوال کیا گیا آپ نے حضرت ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ علیہ میں کونسی خاص بات دیکھی کہ ان کی صحبت اختیار کی؟

تو انہوں نے فرمایا ایک دفعہ ہم دونوں مکہ مکرمہ کی راہ میں تھے کہ بھوک نے نڈھال کر رکھا تھا اور کوفہ پہنچنے تک تو اس کے آثار مجھ پر نمایاں طور پر ظاہر ہونے لگے۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا بھوک نے کچھ زیادہ ہی کمزوری پیدا کر دی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ایسا ہی ہے! فرمایا اچھا تو کاغذ قلم اور دوات لاؤ میں لایا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ عبارت تحریر فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا اللہ! ہر حال میں تو ہی مقصود و مطلوب ہے اور سب کائنات تیرے ہی اشارے کی منتظر ہے میں تیرا ایک ادنیٰ ثنا گو، ثنا کر اور ذاکر ہوں۔ لیکن اس وقت بھوکا پیاسا اور ننگا ہوں۔ اپنی تینوں چیزوں کا جو میرے نصیب میں ہیں۔ ضامن ہوں اور وہ تین چیزیں جو صرف تیرا ہی حصہ ہیں ان کا تو ضامن رہ"۔

اتنا لکھ کر وہ خط مجھے دے دیا اور کہا کہ اب باہر جا لیکن دل میں سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کا خیال نہ لانا اور جو آدمی تجھے سب سے پہلے نظر آئے یہ رقعہ اسے دے دینا۔ میں نے باہر آتے ہی ایک آدمی کو اونٹ پر سوار گزرتے دیکھا اور خط اسے دے دیا۔ اس نے پڑھا تو رونا شروع کر دیا اور کہا صاحب خط کدھر ہیں؟ میں نے مسجد کی طرف اشارہ کر دیا۔ اس شخص نے چھ سو طلائی دینار سے بھری ہوئی ایک تھیلی میرے حوالے کر دی۔ لوگوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ ایک یہودی ہے خیر میں حضرت ابراہیم ادھم رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس واپس چلا آیا اور تمام ماجرا کہہ سنایا۔ انہوں نے کہا کہ ابھی اس تھیلی کو ہاتھ نہ لگا کہ اس کا مالک آنے ہی والا ہے۔ معاً وہ یہودی وہاں حاضر ہوا اور آتے ہی حضرت ابراہیم ادھم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اور اسلام قبول کر لیا۔

حکایت : حضرت ابو یعقوب بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں دس دن تک حرم شریف میں بالکل بھوکا پیاسا رہا۔ غرض کہ بے طاقتی پیدا ہو گئی۔ حرم شریف سے باہر آیا تو کیا دیکھتا ہوں۔ سر راہ ایک شلغم پڑا ہوا ہے۔ جی چاہا اسے اٹھا لوں لیکن باطن سے آواز آئی۔ دس روز کی بھوک کے بعد تیری قسمت میں کیا یہ گلا سڑا شلغم ہی رہ گیا ہے؟ میں نے شلغم کو وہیں چھوڑا اور مسجد چلا آیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک شخص مسجد آیا اور روغنی روٹیوں کی ایک چنگیر شکر اور بادام سمیت میرے سامنے رکھ دی اور کہنے لگا کہ میں کشتی میں سفر کر رہا تھا کہ دریا میں طوفان آ گیا۔ اس وقت میں نے نذر مانی کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے سلامتی بخشی تو یہ چیز اس درویش کی نذر کروں گا جو سب سے پہلے ملے۔ میں نے ہر شے سے ایک ایک مٹھی لے لی اور کہا باقی میں تجھی کو بخشتا ہوں یہ کہہ کر میں نے اپنی ذات سے مخاطب ہوا اور کہا کہ دیکھا حق تعالیٰ نے تیری روزی کیلئے ہوا کو حکم دیا کہ وہ دریا میں اس کا اہتمام کرے اور تو ہے کہ ادھر ادھر مارا مارا پھرتا ہے۔

غرض اس قسم کی عجیب وغریب حکایات کا مطالعہ اور ان کی حقیقت سے آگاہی آدمی کے ایمان کو مضبوط و مستحکم کرتی ہیں۔

marfat.com

عیالدار کے توکل کی بابت

جاننا چاہئے کہ عیالدار کیلئے یہ موزوں نہیں کہ ترک معاش کر کے جنگلوں میں نکل جائے اس کا توکل لازماً وہی ہے جس کا ذکر درجہ دوم میں ہے اور جسے مکتسب یعنی اہل کسب کا توکل کہتے ہیں جس کی زندہ مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توکل کی بابت بیان ہوئی ہے۔ اس لئے کہ توکل دو صورتوں میں قابل تسلیم ہوتا ہے یعنی۔

اوّل : بھوک پہ صابر رہ سکے اور جو کچھ میسر ہو اسی پہ قناعت کرے۔ خواہ گھاس پات ہی کیوں نہ ہو۔

دوم : اس بات پہ یقین رکھتا ہو کہ ممکن ہے بھوک اور موت ہی میری روزی ہو اور اسی میں میری بھلائی ہو۔

اب یہ باتیں ایسی ہیں کہ عیال پر ان کی پابندی ضروری نہیں اور متوکل ان کو اس پر مجبور نہیں کر سکتا اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس کا اپنا نفس بھی اس کے عیال ہی میں شامل ہے اور اگر اس کے نفس میں صبر کی قوت نہیں اور بھوک پر اس کے مضطرب اور بے قرار ہونے کا ڈر ہو تو ایسے شخص کو ہرگز مناسب نہیں کہ وہ ترک معاش کر کے متوکل بنے البتہ اگر اہل خانہ میں بھی قوت صبر موجود ہو اور وہ اس کو توکل کی اجازت دے دیں تو اس صورت میں اس کے لئے ترک معاش روا ہو سکتا ہے کیونکہ اس سے زیادہ فرق کی گنجائش ہرگز نہیں ہے کہ جہاں اپنے آپ کو زبردستی بھوکا رکھنا روا ہے۔ وہاں عیال کو اس مصیبت میں ڈالنا کبھی بھی موزوں نہیں اور اگر کسی کا ایمان کامل ہو اور وہ تقویٰ میں مشغول ہو تو وہ کسب کرے یا نہ کرے اس کے رزق کے اسباب ظاہر ہوتے ہیں۔

مثال : جیسے بچہ ماں کے پیٹ میں کسب سے عاجز ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ براستہ ناف اسے روزی دیتا ہے اور بعد پیدائش ماں کے سینے سے اس کی روزی اسے ملتی ہے اور جب دودھ کے علاوہ کسی اور چیز کے کھانے کے قابل ہو جاتا ہے تو دانتوں کی نعمت اسے مل جاتی ہے اگر اس کے ماں باپ مر جائیں وہ یتیم ہو جائے تو جس طرح اس کی شفقت پہلے اس کی ماں پر مسلط تھی کہ وہ پوری تندہی سے اسکی دیکھ بھال کرے۔ پھر ویسی ہی شفقت اس کے حق میں دوسروں پر مسلط کر دی جاتی ہے۔ چنانچہ یتیم پر ترس کھانے اور رحم کا جذبہ لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیا جاتا ہے۔ گویا پہلے ایک ہی مشفق کی شفقت میسر تھی اور دوسرے اس سے دور رہتے تھے اب ماں کے مرنے پر سارے دوسرے نزدیک آ جاتے ہیں اور بکثرت لوگوں کی شفقت مل جاتی ہے پھر جب بڑا ہو جاتا ہے تو کسب کی قوت اسے عطا کر دیتے ہیں۔ اور خواہش معاش اس پر مسلط کر دی جاتی ہے تا کہ اب وہ اس شفقت کا حق ادا کرے جو اس پر مسلط کی گئی تھی اور وہ ویسی ہی تیمارداری کیا کرے جیسی کہ اس کی ماں اس کے حق میں کیا کرتی تھی۔ اس مرحلے پر اگر خدا اس سے خواہش کسب کو لے لے تا کہ وہ اپنے کسب سے یتیم ہو جائے اور تقویٰ میں مشغول ہو جائے تو پھر تمام دلوں میں اسکے لئے شفقت رکھ دی جاتی ہے اور سبھی یہی کہتے ہیں کہ یہ تو خدا کا ہو گیا ہے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ جو بھی اچھی چیز ملے وہ پہلے اسی کو دی جائے۔ گویا پہلے اگر اپنا مشفق آپ تھا۔ تو اب سارے ہی اس کے مشفق و مونس بنے۔ جیسے یتیم کے ہوتے ہیں۔ لیکن اگر وہ آدمی کسب پہ قادر بھی ہو لیکن پھر بھی لغویات و فضولیات میں مشغول ہے تو اس قسم کی شفقت کسی کے دل میں بھی اس کے لئے نہ ہو گی۔ اور ایسے شخص کیلئے یہ درست بھی نہیں کہ ترک کسب کر کے توکل کا دعویٰ کرے کیونکہ جب اپنے نفس کا غلام ہی ہے تو پھر اس کی تیمارداری بھی خود کرے۔

جو شخص خدا میں مشغول ہوتا ہے گویا وہ اپنے آپ سے یتیم ہو جاتا ہے اور یتیموں کے حق میں خدا تعالیٰ لوگوں کو مہربان کر ہی دیتا

marfat.com

ہے۔ سولوگ اس پہ مہربان ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک کبھی یہ سننے میں یا دیکھنے میں نہ آیا کہ فلاں متقی بھوک سے مر گیا۔ پس جو شخص اس معاملے میں اچھی طرح غور کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کی تدبیر کس خوبی سے کی ہے اور پھر اس کا اہتمام کس کمال اور عمدگی سے برقرار رکھا ہے وہ اس آیت کے معنی کا مشاہدہ یقیناً اپنی آنکھوں سے کر لیتا ہے کہ۔

''کوئی رزق کھانے والا جاندار روئے زمین پہ ایسا نہیں کہ جس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو۔ (سورہ ہود آیت ۶) اور یہ رمز اس سے چھپی نہیں رہتی کہ حق تعالیٰ نے مملکت کی تدبیر کچھ ایسے موزوں انداز سے کی ہے کہ کوئی بھی تباہ و برباد نہ ہو اور اگر ایسا ہوتا بھی ہے تو بہت ہی کم اور شاید ہی کبھی ہوا ہوگا اور وہ بھی کسی حکمت و مصلحت کے تحت ہوتا ہے کہ اس کی بہتری اس کی تباہی میں ہی پوشیدہ ہوتی ہے نہ اس لئے کہ اس نے ترک کسب کر دیا ہوتا ہے؟ اس لئے کہ بہت سا مال جمع کرنے والوں کو بھی بالکل تباہ ہوتے تو بہت کم ہی دیکھنے میں آیا ہے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حال کا مشاہدہ چونکہ کر رکھا تھا اس لئے فرمایا کرتے تھے کہ کاش تمام بصرہ والے میرے عیال ہوئے اور گندم کا ایک ایک دانہ دینار میں تبدیل ہو جاتا۔

غم روزگار!

حضرت وہب بن الورد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر آسمان لوہے کا اور زمین کانسی کی ہو جائے اور میں دیکھوں کہ غم روزگار میرے دل میں پیدا ہو گیا ہے تو میں سمجھوں گا کہ میں مشرک ہو گیا ہوں! حق تعالیٰ نے رزق کو آسمان کے حوالے جو کیا ہے تو اسی لئے ہر کسی کو یہ احساس رہے کہ اس پر کسی کو دسترس ہو ہی نہیں سکتی۔

چند آدمی حضرت جنید رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ! کیا ہم اپنی روزی تلاش کریں؟ فرمایا اگر تمہیں علم ہے کہ تمہاری روزی کہاں ہے تو بے شک تلاش کرو۔ ان لوگوں نے کہا کیا خدا سے طلب کریں؟ فرمایا اگر تمہارا خیال ہے کہ اس نے تمہیں فراموش کر دیا ہے تو بے شک اسے یاد دلا دو وہ کہنے لگے کہ کیا پھر توکل کر کے دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے؟ فرمایا کیا بطور آزمائش توکل کرو گے؟ یہ تو بجائے خود شک میں شمار ہے۔ عرض کیا! تو پھر کیا کیا جائے؟ فرمایا یہی کہ تدبیر سے دستبردار ہو جاؤ کیونکہ رزق کے بارے اس کی دی ہوئی ضمانت کیا کم ہے؟ پس جس کو روزی چاہئے اسے لازم ہے کہ اسی ذات واحد سے رجوع کرے۔

دوسرا مقام

یہ توکل کی نگہداشت اور ذخیرہ جمع کرنے کے بارے میں ہے۔

سو یاد رکھنا چاہئے کہ جو شخص اپنے لئے ایک سال کا ذخیرہ جمع کر لیتا ہے وہ توکل کے درجے سے گر جاتا ہے۔ کیونکہ یہ پوشیدہ اسباب سے روگردانی ہے اور ظاہری اسباب پر اعتماد کرتا ہے۔ اس لئے کہ قدرت کی طرف سے ہر سال دوبارہ ان کی عطا و بخشش کا اہتمام کیا جاتا ہے اور جس شخص نے کھانے اور پہننے کیلئے صرف اسی قدر پر قناعت کر لی کہ بس پیٹ بھر جائے اور جسم ڈھانپا رہے اس نے توکل کو ایک وفادار کی طرح نبھایا۔

marfat.com

حضرت ابراہیم خواص کے نزدیک چالیس روز کے لئے ذخیرہ کرنا توکل کے درجے سے نہیں گراتا۔ لیکن زیادہ کا انتظام (یعنی چالیس دن سے زیادہ کا) درجہ توکل سے گرا دیتا ہے۔ حضرت سہل تستری رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ ذخیرے توکل کے دشمن ہیں اور اسے باطل کر دیتے ہیں۔

حضرت ابوطالب مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ذخیرہ اگر چالیس روز کیلئے بھی ہو تو باطل نہ ہوگا۔ بشرطیکہ اس پر بھروسہ نہ کر لیا جائے۔

مہمان جاتے ہوئے

حضرت حسین مغازلی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرید تھے۔ ان کا فرمان ہے کہ ایک دن ایک ضعیف آدمی میرے مرشد کے پاس آیا۔ پیر و مرشد نے مجھے مٹھی بھر چاندی دیتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ اس کے عوض میں لذیذ اور عمدہ ترین کھانا جو مل سکے خرید لاؤ۔ میں نے اس سے پہلے آپ کو اس قسم کا کھانا منگواتے کبھی نہ دیکھا تھا۔ بہر حال میں کھانا لایا تو انہوں نے مہمان کے ساتھ بیٹھ کر کھایا اور یہ چیز بھی پہلی ہی مرتبہ میرے مشاہدہ میں آئی کیونکہ میں نے انہیں کسی کے ساتھ کبھی کھانا کھاتے نہ دیکھا تھا۔ جب وہ کھا چکے تو بہت سا کھانا بچ بھی گیا۔ ضعیف مہمان نے وہ سب کا سب باندھ لیا اور وہاں سے رخصت ہو گیا۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ اچھا مہمان ہے جو بلا اجازت سارا بچا کھچا کھانا اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ تب حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تمہیں بڑا تعجب ہو رہا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں آپ نے بجا فرمایا۔ مجھے واقعی بہت استعجاب ہو رہا ہے۔ فرمایا۔ اے مرید عزیز سنو۔ یہ حضرت فتح موصلی رحمہ اللہ تعالیٰ تھے۔ جو موصل سے خاص ہماری ملاقات کو آئے تھے۔ اور یوں بچا ہوا کھانا لے جانے سے ہمیں یہ تعلیم دینا مقصود تھی کہ توکل جب درست ہو جائے تو ذخیرہ رکھنے سے بھی کوئی حرج نہیں ہوتا۔ سو حقیقت یہی ہے کہ توکل کوتاہی تمنا کا نام ہے اور اسی لئے ذخیرہ کرنے کا حکم ہے اور اگر ذخیرہ کر بھی لے تو یہ نہ سمجھے کہ مال میرے قبضہ میں ہے بلکہ یہی سمجھے کہ خزانہ الٰہی میں ہے اور مال ہوتے ہوئے بھی اگر اس پر بھروسہ نہ کیا جائے تو توکل کو کوئی نقصان نہیں ہوتا اور وہ باطل نہیں ہو پاتا۔

لیکن مذکورہ بالا بیان کا تعلق صرف مجرد لوگوں سے ہے کیونکہ عیال دار آدمی اگر ایک سال کا ذخیرہ رکھ لے تو توکل باطل نہیں ہوتا۔ البتہ سال سے زائد رکھنے کی صورت میں بطلان توکل ثابت ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عیال کے دل کی ناتوانی کے سبب ان کیلئے سال بھر کا ذخیرہ جمع رکھتے تھے۔ حالانکہ اپنے لئے صبح سے شام تک روٹی بھی نہ چھوڑتے تھے۔ اگر رکھ بھی لیتے تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا توکل تو ضائع نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اس کا ہونا یا نہ ہونا اپنے ہاتھ میں ہونا اور کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہونا سب برابر تھا لیکن خلق کی کمزوریوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسی کی تعلیم دی جو ان کے درجے کے مطابق تھی۔

دو داغ! دو دینار

حدیث شریف میں ہے کہ اصحاب صفہ میں سے ایک صاحب کا انتقال ہوا تو ان کے کپڑوں سے دو دینار برآمد ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دو داغ ہیں اور یہ کہ اس پر دو حالتوں میں سے ایک حالت کا ہونا لازمی ہے ایک تو یہ کہ یہ شخص متوکل تھا ہی نہیں اور

marfat.com

اس نے فریب سے خود کو مجرد ظاہر کر کے توکل کا ڈھونگ رچا رکھا تھا اس صورت میں یہ وہ داغ آتش جہنم کے عذاب کے طور پر اس کے جسم کو مبتلائے آزار رکھیں گے۔ دوسرا یہ ہو سکتا ہے کہ یہ فریبی نہ ہو لیکن ذخیرہ کر کے اپنے آپ کو صحیح مقام سے گرا لینے کا مرتکب ہوا ہو۔ اس صورت میں یہ داغ ویسے ہی اس کے چہرے کے داغ بن جائیں گے اور اس جہان میں اس کے جمال کو متاثر کر دیں گے اسی طرح ایک دوسرے درویش کے انتقال پر اس کے بارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ۔

''قیامت کے روز اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکے گا اور اگر اس میں ایک خصلت نہ ہوتی تو سورج کی طرح روشن ہوتا اور یہ خصلت یہ تھی کہ وہ سردیوں کے کپڑے دوسری سردیوں تک اور گرمیوں کے کپڑے دوسری گرمیوں تک رکھ دیتا تھا''۔

فرمایا تمہیں صبر و یقین سے کمتر درجہ کی کوئی چیز نہیں دی گئی۔ چنانچہ کپڑوں کا ذخیرہ رکھنا کمزوری ایمان کی علامت ہے۔ البتہ اس پہ سب کا اتفاق ہے کہ پیالہ 'لوٹا' مجمع اور گھڑا وغیرہ وراس طرح کی دیگر اشیائے صرف اگر بطور ذخیرہ رکھ لی جائیں تو درست ہے کیونکہ سنت الٰہی یہی ہے کہ کھانا اور لباس تو ہر سال دوسری وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے لیکن ان برتنوں کی پیدائش کا کوئی مقررہ وقت نہیں اور نہ یہ ہر وقت دستیاب ہوئے ہیں اور سنت الٰہی کی خلاف ورزی جائز نہیں۔ سردیوں کے کپڑے گرمیوں میں کام نہیں آتے اس لئے انکا جمع کرنا یقین کی کمزوری کی علامت ہے لیکن اگر کسی کا دل ذخیرہ کی عدم موجودگی میں بیقرار اور مضطرب ہونے لگے اور وہ دوسرے لوگوں سے امیدیں باندھنے لگے تو ایسے شخص کیلئے ذخیرہ کر لینا ہی بہتر ہے اور اگر کوئی ایسا ہو کہ بقدر کفایت جمع رکھے سوا اس کے ذکر و فکر میں مشغول ہونا دشوار ہو تو ذخیرہ کر لینا ہی بہتر ہے۔ بقدر کفایت کیونکہ تمام باتوں سے مقصود تو فقط سکون و قلب کا حصول ہے تا کہ فراغت و اطمینان سے ذکر حق میں مشغول ہو جائے۔ بعض دل ایسے بھی ہوتے ہیں کہ مال کی موجودگی ان کی عبادت اور ذکر و فکر میں ایک رکاوٹ بن جاتی ہے جبکہ مفلسی اور بے زری سے وہ راحت و سکون محسوس کرتے ہیں اور ایسے ہی دلوں کو ''قلب شریف'' کہا جاتا ہے۔

بعض دلوں میں بقدر کفایت زمین کے ٹکڑے کا موجود ہونا ہی تسکین کا باعث ہو سکتا ہے ان کیلئے بقدر کفایت زمین کا ٹکڑا رکھنا ہی بہتر ہے لیکن اگر کوئی دل جاہ حشمت اور شان و شوکت و تجمل کے بنا پر سکون نہ ہو تو اسے ایک صاحب دین کا دل نہیں کہا جا سکتا۔ اور نہ ہی کسی قسم میں اس کا شمار ممکن ہے۔

تیسرا مقام

دفع ضرر کے احکام کو پہچاننے کا ہے۔ تو اس سلسلے میں یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ اسباب جو قطعی ہیں یا جن کا اکثر و بیشتر واقع ہونا ناگزیر ہے ان سے حذر کرنا شرائط توکل میں شامل نہیں بلکہ صاحب توکل اگر اپنے گھر کو تالا لگا دے کہ مال چوری نہ ہو جائے تو یہ چیز بھی خلاف توکل نہیں اور اگر دشمن سے بچنے کیلئے ہتھیار ساتھ لے کر چلے تو بھی توکل کو نقصان نہیں پہنچتا اور اگر اس خیال سے جبہ پہن لے کہ راستے میں سردی نہ لگے تو بھی توکل باطل نہ ہوگا لیکن اگر اس خیال سے پیٹ بھر کر کھائے کہ بدن کی حرارت بڑھے اور سردی کی شدت کم لگے تو اس طرح کے دقیق اسباب توکل کو ناقص کر دیتے ہیں اور ان کی حیثیت تو سحر و فسوں اور جادو کی سی ہے تاہم اسباب ظاہر یہ ہے کہ کنارہ کشی شرائط توکل سے نہیں ہے۔

marfat.com

بارگاہ نبوی سے تعریف توکل

ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تمہارا اونٹ کدھر ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے توکل کیا اور اس کو چھوڑ دیا! فرمایا اے اعرابی پہلے اسے باندھ اور پھر توکل کر۔ البتہ اگر کسی آدمی سے کوئی رنج پہنچے تو اسے برداشت کرتے ہوئے اسے دفع کرنے میں کوشاں نہ ہونا توکل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

''ان کی (منافقوں کی) طرف سے جو ایذا پہنچاتے ہیں اس کا خیال نہ کریں اور خدا پہ بھروسہ کیجئے۔ (سورہ احزاب آیۃ ۴۸)

''جو کچھ ہم کو تکلیف پہنچائی ہے ہم اس پر صبر کریں گے اور متوکلین کو خدا پہ ہی بھروسہ کرنا چاہئے۔ (سورۂ ابراہیم آیت ۱۲)''

لیکن اگر سانپ بچھو اور درندوں وغیرہ سے آزار پہنچے تو صبر کی ضرورت نہیں اور اسے دور کرنا چاہئے۔ سو جو شخص دشمن سے بچنے کیلئے ہتھیار اٹھائے تو اس صورت میں توکل کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا بھروسہ ان ہتھیاروں پہ نہ ہو اور ایسے ہی جب گھر کے دروازے پہ تالا لگایا ہو تو اعتماد اس تالے پہ نہیں کرنا چاہئے اور تالوں میں تو بہت سے تالے بھی ایسے ہیں کہ چور کے سامنے ان کی کوئی وقعت ہی نہیں ہوتی۔ توکل تو وہ ہے کہ اگر گھر آنے پہ دیکھے کہ مال چوری ہو گیا ہے تو راضی برضائے الٰہی ہو جائے اور کسی قسم کا غم اس کے دل میں پیدا نہ ہو ورنہ اس کا اظہار اس کے اطوار سے ہو بلکہ گھر سے نکلتے ہوئے یہ الفاظ زبان حال سے اس کے لبوں پہ جاری ہوں کہ۔

''الٰہی! یہ تالا جو لگا رہا ہوں یہ تری قضا کو دفع کرنے کی نیت سے نہیں بلکہ اس لئے کہ تیری سنت کی موافقت مقصود ہے۔ اے پروردگار! تو اگر اس مال پہ کسی اور کو قابض و متصرف کرے تو مجھے تیرا حکم دل سے قبول ہے کہ میں کیا جانوں کہ تو نے یہ مال کسی اور کی روزی کے لئے پیدا کیا ہے اور مجھے ادھار دیا ہے یا میری ہی روزی کیلئے ہے لیکن مستعار ہے یا پھر واقعی یہ میری روزی ہے''۔

ایسا کہنے کے بعد اگر وہ آدمی تالا لگا کر چلا جائے اور واپس آنے پر مال اسے گھر میں نظر نہ آئے یعنی چوری یا کسی وجہ سے ضائع ہو گیا ہو تو۔

- اسے اگر دکھ اور افسوس ہو تو جان لے کہ اس کا توکل درست نہیں اور اس کے نفس نے اسے ایک دھوکے اور فریب میں رکھا تھا۔
- اور اگر خاموش رہے اور گلے شکوے نہ کرے تو جان لے کہ صابر کا درجہ تو حاصل ہے ہی لیکن اگر واویلا بھی مچائے اور چور کو ڈھونڈتا پھرے تو صبر کے درجے سے بھی گیا گزرا تو پھر اسے سمجھ لینا چاہئے کہ نہ وہ صابروں میں سے ہے اور نہ متوکلین میں سے اس دعویٰ سے ہی دستبردار ہو جائے یہ گویا بذات خود ایک فائدہ ہے جو اسے چوروں سے حاصل ہوا۔

سوال: (اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ)

اگر وہ مال کا محتاج نہ ہوتا تو گھر کا دروازہ بند ہی کیوں کرتا اور اس کی حفاظت کی اسے کیا پڑی تھی؟ اور جب اس نے مال کی حفاظت اپنی ضرورت کیلئے کی تھی تو چوری ہونے پر اس کا آزردہ نہ ہونا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے جب تک وہ مال خدا نے اسے دے رکھا تھا وہ اسی سوچ میں رہتا کہ مال کی موجودگی میں ہی اس کی بھلائی ہے اور اس مصلحت و بہتری کی نشانی یہ تھی کہ خدا نے اسے وہ مال عطا کر رکھا تھا لیکن اب اس کی بھلائی اسی میں ہو کہ وہ مال اس کے پاس نہ رہے اور نشانی ظاہر ہے کہ وہ مال اس کے پاس نہ رہا۔ غرض دونوں صورتوں میں اسے اپنی بھلائی پر محمول کیا اور راضی رہا اور اس

marfat.com

بات پہ ایمان لایا کہ حق تعالیٰ وہی کرتا ہے جو کسی کے لئے بہتر ہو اور میرے لئے بھی وہی کیا جو میرے لئے بہتر تھا اور میں نہیں جانتا کہ میری بھلائی کس میں ہے۔ صرف خدا جانتا ہے اور اس کی مثال ایسے مریض جیسی ہے جس کا باپ خود ایک مشفق طبیب ہو۔ وہ اگر اسے گوشت کھانے کو دے تو وہ خوش ہو کر یہ کہے گا کہ اگر یہ میری صحت کیلئے نقصان دہ ہوتا تو مجھے کیوں دیتا؟ اور اگر دینے کے بعد بھی وہ گوشت اس سے واپس لے لے۔ تب بھی وہ خوش رہتا ہے اور کہتا ہے کہ اس نے ضرور میرے حق میں نقصان محسوس کیا ہوگا ورنہ واپس کیوں لیتا؟ اور جب تک اس حالت پہ پختہ یقین اور ایمان نہ ہو جائے اس وقت تک توکل درست نہیں اور ایسے نام نہاد متوکلین کی باتیں صرف کہنے کی حد تک ہوتی ہیں۔

مال چوری ہونے کی صورت میں آداب توکل

مال چوری ہو جائے تو ایسے وقت میں متوکل اسی کو کہا جائے گا جو ان چھ آداب کا خیال رکھے:

(۱)..... دروازہ بند کرنے کا خصوصی طور پر اہتمام شروع نہ کر دے۔ مبالغہ کی حد تک اس کی مضبوطی کیلئے بے تاب نہ رہے۔ ایک کی بجائے بہت سی زنجیریں' کنڈیاں اور تالے نہ لگاتا پھرے اور ہمسایوں سے بار بار نگرانی کی تاکید نہ کرے' بلکہ آسانی اختیار کرے۔

حکایت: دھاگہ بھی نہ باندھتا

حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ جب کہیں تشریف لے جاتے تو دروازے کو فقط ایک ڈوری سے باندھ دیتے اور فرمایا کرتے کہ اگر اسباب میں شک نہ ہوتا تو میں یہ دھاگہ بھی نہ باندھتا۔

(۲)..... جس مال کے بارے پتہ ہو کہ وہ عمدہ اور نفیس ہے' اسے گھر میں رکھنے سے گریز کرے کیونکہ وہ تو خوامخواہ چوروں کو راغب کرنے والی بات ہے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ کے پاس زکوٰۃ کا کچھ مال بھیجا۔ انہوں نے واپس کر دیا اور کہلا بھیجا کہ اسے واپس اس لئے کر رہا ہوں کہ شیطان نے ابھی سے مجھے اس شبہ میں مبتلا کر دیا ہے کہ اسے چور لے جائیں گے۔ گویا آپ کو یہ بات اچھی نہ لگی کہ خوامخواہ اپنے آپ کو وسوسہ میں مبتلا رکھیں اور دوسری طرف چوروں کے مفت میں گناہ کی دلدل میں گرنے کا خدشہ دامن گیر ہو' لیکن یہی بات جب حضرت سلمان درانی رحمتہ اللہ علیہ تک پہنچی تو آپ کا فرمایا کہ یہ محض صوفیانہ بزدلی ہے' ورنہ وہ دنیا کو ترک کر چکے ہیں تو انہیں اس سے کیا غرض کہ مال چور لے جاتے ہیں یا نہیں۔ یہ بات تو کسی صاحب بصیرت کاملہ ہی سے ممکن ہے۔

(۳)..... گھر سے نکلتے وقت یہ نیت کر لے کہ اگر مال چور لے جائیں تو اللہ انہیں مبارک کرے اور ان پر اسے جائز و مباح کر دے ممکن ہے چور کوئی درویش (محتاج) ہو اگر اس کی حاجت میری چوری سے پوری ہو جائے تو مجھے خوشی ہے اور اگر امیر ہو تو ہو سکتا ہے' اس کا پیٹ اسی سے بھر جائے اور وہ دوبارہ کسی مسلمان بھائی کے ہاں چوری نہ کرے اور اس طرح دوسرے مسلمان بھائیوں کا مال محفوظ رہے۔ یہ گویا چور کے ساتھ بھی ایک طرح کی شفقت ہوئی اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ بھی نیز وہ یہ تو جانتا ہی ہے کہ

marfat.com

اس کی نیت تقدیر الٰہی کو بدلنے سے عاجز ہے' جبکہ اس کو (حسن نیت کا بطور) صدقہ کا ثواب مفت میں مل جائے گا اور وہ بھی اس مقدار میں کہ ایک دام پر سات سو درم کا اجر اس کے حساب میں لکھ دیا جائے گا' کیونکہ چوری نہ بھی ہو لیکن وہ تو اس کی نیت کر ہی چکا ہوتا ہے جیسا کہ حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے:

''اگر کوئی اپنی بیوی سے بوقت صحبت عزل نہ کرے اور نطفہ اس کے اندر ڈال دے تو اولاد پیدا ہو یا نہ ہو اسے بہر حال ایک ایسے غلام کے آزاد کرنے کا ثواب ضرور مل جاتا ہے جو راہ حق میں جہاد کرتا ہوا شہید ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے تو وہ کچھ کر دیا جو اس کے ذمہ تھا اور پھر اولاد نہ بھی ہو سکے تو ولادت پر اسے کوئی اختیار تھا نہ زندگی پر اسی طرح اس کے ثواب و عذاب کا دارومدار' اس کے ذاتی افعال و اعمال پر ہے۔

(۴).....فی سبیل اللہ مال چوری ہونے پر ملول و غمگین نہ ہو اور یہی سمجھے کہ اس کی بھلائی اسی میں تھی کہ اس کا مال چوری ہو جائے اور اگر اس مال کو یہ کہہ دے کہ ''فی سبیل اللہ'' تو پھر اسے تلاش بھی نہ کرے' بلکہ واپس ملے تو قبول بھی نہ کرے۔ ویسے اگر واپس لے لے تو اس کا مال ہی تھا اور محض نیت کرنے سے وہ مال اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتا لیکن مقام توکل میں پسندیدہ نہیں۔

☆ حکایت و روایت.....حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اونٹ؟

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اونٹ گم ہو گیا۔ بہت تلاش کیا مگر نہ مل سکا حتی کہ آپ تھک کر فی سبیل اللہ کہتے ہوئے مسجد میں چلے گئے اور مشغول صلوۃ ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص نے آ کر بتایا کہ اونٹ فلاں جگہ موجود ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چلنے کے لئے پاؤں میں جوتے پہنے ہی تھے کہ استغفر اللہ کہہ کر پھر وہیں بیٹھ گئے اور فرمایا میں نے تو فی سبیل اللہ کہہ دیا تھا۔ اب اس کے نزدیک بھی نہیں جاؤں گا۔

مقاماتِ علیین!

ایک بزرگ روایت کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک شخص کو جنت میں غمگین بیٹھے دیکھا تو پوچھا: یہ غمگین ہونے کا کون سا مقام ہے؟ اس نے کہا آہ صد آہ کہ یہ غم تو انمٹ ہے کیونکہ اعلیٰ علیین میں کچھ ایسے مقامات کا مجھے مشاہدہ کرایا گیا تھا کہ پوری جنت میں ان کا جواب نہ تھا لیکن جیسے ہی میں نے خوشی خوشی ان کی طرف بڑھنا چاہا۔ حکم ہوا کہ اسے یہاں سے نکال دو کیونکہ یہ مقامات ان لوگوں کے ہیں جنہوں نے ''سبیل کو جاری رکھا''۔ میں نے کہا: مجھ بدنصیب کو اتنا تو بتا دیجئے کہ سبیل جاری رکھنے کا مطلب کیا ہے۔ ارشاد ہوا کہ تو نے فلاں شے کی بابت ''فی سبیل اللہ'' کہہ کر اسے نباہنا ضروری نہ سمجھا۔ اگر اس عہد کو پورا کرتا تو آج ان مقامات سے محروم نہ ہوتا۔

☆ حکایت: عابد کا فی سبیل اللہ رقم دینا

ایک شخص مکہ مکرمہ میں نیند سے بیدار ہوا تو دیکھا جس تھیلی میں سونا رکھا تھا وہ کسی نے اڑا لی ہے۔ ایک بزرگ عابد قریب دیکھا تو اس پر چوری کی تہمت لگا دی وہ عابد اسے اپنے گھر لے گیا اور مقدار پوچھی: اس نے بتا دی عابد نے اتنی مقدار کی رقم اس کے حوالے کر دی جیسے ہی وہ شخص عابد کے گھر سے نکلا تو اسے بتایا گیا کہ فلاں دوست نے ازراہ مذاق وہ تھیلی اٹھائی تھی۔ وہ شخص عابد کی رقم واپس

marfat.com

کرنے آیا تو اس نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا یہ رقم دیتے ہوئے میں نے فی سبیل اللہ کہہ دیا۔ اور کہا اب تم ایسا کرو کہ یہ رقم غرباء میں تقسیم کر دو۔ یہ تو تھا سلیف صالحین کا قاعدہ وہ تو یہاں تک محتاط رہتے کہ اگر فقیر کو دینے کی غرض سے روٹی گھر سے لائے ہوتے اور وہ فقیر اگر جا چکا ہوتا تو یہ ممکن نہ تھا کہ وہ روٹی دوبارہ گھر لے آتے بلکہ وہ کسی دوسرے فقیر کو ڈھونڈ کر اسے روٹی دے دیتے۔

(۵)..... چور اور ظالم کے حق میں بددعا نہ کرے کیونکہ اس سے توکل بھی باطل ہوتا ہے اور زہد بھی۔ اس لئے کہ جو بندہ گزری باتوں پر افسوس کرے وہ نہ متوکل ہے نہ زاہد۔

حکایت و روایت: نماز اور گھوڑا

حضرت ربیع خثیم رحمۃ اللہ تعالیٰ کا گھوڑا چور لے گئے جس کی مالیت کئی ہزار درہم تھی۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا گو میں نے چوروں کو اپنا گھوڑا لے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ مگر جانے دیا لوگوں نے عرض کیا تو آپ نے انہیں جانے کیوں دیا اور گھوڑا واپس کیوں نہ لیا؟ آپ نے فرمایا میں اس وقت جس کام میں مصروف تھا وہ مجھے گھوڑے سے زیادہ عزیز تھا کہ میں نماز حق میں مشغول تھا۔ لوگوں نے چور کے لئے بددعا کرنی چاہی تو فرمایا: نہیں ایسا نہ کہو میں نے اسے بخش دیا اور صدقہ کر دیا۔

☆ کسی شخص سے لوگوں نے کہا کہ اپنے اوپر ظلم کرنے والے کے حق میں بددعا کیجئے۔ فرمایا: اس نے تو اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور اسی کا شر اس کے لئے کافی ہے اس میں مزید اضافے کی کیا ضرورت اور حدیث پاک میں ہے کہ مظلوم جب ظالم کے حق میں بددعا کرتا ہے اور لعنت ملامت کرتا ہے تو گویا وہ اپنا قصاص پورا پورا وصول کر لیتا ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ ظالم پر اس کا نہیں بلکہ اس پر ظالم کا حق باقی رہ جائے گا۔

(۵)..... چور کیلئے اظہار غم کرے کہ اس سے جو جرم چوری ہوا ہے وہ اس کے باعث تو وہ مبتلائے عذاب ہوگا اور شکر ادا کرے کہ میں مظلوم ہوں ظالم نہیں اور نقصان صرف مالی ہے دینی نہیں کیونکہ جو شخص کسی ایسے گناہ گار کے لئے مغموم نہیں ہوتا جس نے فعل گناہ کو حلال سمجھتے ہوئے کیا ہو وہ گویا نہ مخلوق کو نصیحت کرنے کا اہل ہے اور نہ ہی خلق خدا سے اسے کوئی ہمدردی ہوتی ہے۔

حضرت فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ کا مال چوری ہو گیا تو وہ بیٹھے رو رہے تھے باپ نے پوچھا کہ کیا تم اس مال کے لئے رو رہے ہو عرض کیا! نہیں بلکہ میں تو اس مسکین کے حال پر رو رہا ہوں جس نے یہ چوری کی کیونکہ روز قیامت وہ کوئی عذر نہ پیش کر سکے گا۔

مقام چہارم

بیماری کے علاج اور اس سے پہنچنے والے ضرر و نقصان کو دور کرنے کے بارے میں ہے اس ضمن میں علاج کے تین مدارج ہیں۔

(۱)..... ایک درجہ تو یقینی ہوتا ہے مثلاً بھوک کا علاج روٹی سے پیاس کا علاج پانی سے اور اگر کسی جگہ آگ لگ جائے تو اس پر پانی ڈال کر بجھانا ہی اس کا علاج ہے اب ان ہ! جوں سے دستبرداری توکل نہیں بلکہ حرام ہے۔

(۲)..... دوسرا درجہ اس علاج کا ہے کہ نہ یقینی ہو اور نہ ظنی، منتر، داغ، فال وغیرہ اور یہ وہ علاج ہیں جن سے دستبرداری توکل کی اہم

marfat.com

ترین شرط ہے حدیث پاک میں بھی یہی ارشاد ہے کہ اس قسم کی چیزیں اسباب میں مبالغہ آرائی کے مترادف ہیں اور انہی پر بھروسہ اور اعتماد کرنے کے برابر ہیں ان میں قوی و مضبوط چیز داغ ہے اس کے بعد منتر یعنی سحر و فسوں کا درجہ اور کمزور ترین درجہ فال ہے اسے طیرہ بھی کہا جاتا ہے۔

(۳)..... یہ درجہ پہلے دونوں درجوں کے بین بین ہے اس سے مراد ایسا علاج ہے جو یقینی تو نہ ہو لیکن غالب گمان یہی ہو کہ مؤثر ثابت ہوگا۔ مثلاً فصد کھلوانا، حجامت، مسہل لینا سردی سے گرمی کا یا گرمی سے سردی کا علاج کرنا وغیرہ ان سے دستبرداری حرام نہیں لیکن یہ شرائط توکل سے نہیں ہیں کیونکہ بعض حالات میں نہ کرنے سے ان کا کرنا بہتر ہوتا ہے اور بعض میں نہ کرنا بہتر ہوتا ہے اور اس چیز کی دلیل کہ ان کا ترک کرنا شرط توکل نہیں خود حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اس پر شاہد ہیں۔

marfat.com

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند اقوال و افعال

اقوال: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

(۱).....اے اللہ کے بندو! دوا استعمال کیا کرو۔

(۲).....کوئی بیماری ایسی نہیں کہ لاعلاج ہو سوائے موت کے جس کا کوئی علاج نہیں لیکن (بیماریوں کے موجود علاج) ان کے بارے میں لوگوں کو کبھی پتہ چل جاتا ہے اور کبھی نہیں لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا دوا اور افسوں سے تقدیر الٰہی بدل سکتی ہے؟ فرمایا:

(۳).....یہ بھی تقدیر الٰہی سے ہیں۔

(۴).....فرشتوں کے جس گروہ سے بھی میرا گزر ہوا ہر ایک نے یہی کہا کہ اپنی امت کو حکم دیجئے کہ پچھنے ضرور لگواتے رہا کریں۔

(۵).....ہر مہینے کی سترھویں، انیسویں اور اکیسویں تاریخ کو پچھنے لگوانے چاہئیں مبادا خون کا غلبہ ہی تمہاری ہلاکت کا باعث بن جائے کیونکہ حکم الٰہی سے خون کا غلبہ بھی باعث ہلاکت بن جاتا ہے۔

(۶).....جسم سے خون نکلوانا، کیڑے سانپ وغیرہ کا کپڑوں سے جھاڑنا اور گھروں میں لگی آگ بجھانا ایک ہی درجے کی چیزیں اور ان کے خطرناک ثابت ہونے میں کوئی فرق نہیں کیونکہ یہ اسباب ہلاکت سے ہیں لہٰذا ان کا ترک کرنا شرط توکل نہیں۔

(۷).....اگر کسی ماہ کی سترھویں تاریخ کو منگل کا دن آئے تو اس روز پچھنے لگوانے سے سال بھر کی بیماری دور ہوتی ہے ویسے یہ روایت منقطع حدیث میں مذکور ہے اسی طرح منقطع حدیث کی رو سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

الف: حضرت ابن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ فصد کھلواؤ اور

ب: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کی آنکھ میں تکلیف تھی تو فرمایا کہ تازہ خرمے نہ کھاؤ بلکہ چقندر کے کچھ پتے جو کے پانی سے کھاؤ۔

ج: حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تمہاری آنکھ میں درد ہے اور پھر بھی تم تازہ خرمے کھا رہے ہو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس طرف کی آنکھ میں درد ہے اس طرف سے نہیں کھاتا بلکہ دوسری طرف کھاتا ہوں یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا:

افعال

(۱) حضور اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزانہ رات کے وقت آنکھوں میں سرمہ لگاتے۔

(۲) ہر مہینے پچھنے لگواتے۔

(۳) ہر سال دوا پیتے۔

marfat.com

(۴) نزول وحی کے وقت سر درد کی شکایت لاحق ہوتی تو مہندی لگاتے تھے۔

(۵) اکثر زخم پر صرف مٹی ہی ڈال لیتے تھے۔ اس قسم کے بہت سے اقوال وافعال ہیں' علماء اکرام نے تو پوری کتاب ''طب نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' کے نام سے جمع کر ڈالی ہے۔

روایت: مرض موسیٰ اور دوا

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک مرتبہ کسی بیماری میں مبتلا ہو گئے تو لوگوں نے مشورہ دیا کہ فلاں دوا اس بیماری میں نہایت مفید ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا میں نے علاج نہیں کرنا' آرام دینے والا خود آرام دیگا بیماری طول کھینچتی چلی گئی تو لوگوں نے پھر عرض کیا جو دوا ہم بتا رہے ہیں وہ بڑی مشہور و معروف ہے اور کئی مرتبہ کی مجرب ہے بس فوراً آرام آجاتا ہے فرمایا: نہیں مجھے نہیں چاہئے بیماری بدستور رہی آخر وحی نازل ہوئی کہ مجھے میری عزت کی قسم ہے کہ جب تک وہ دوا نہ لوگے میں تمہیں شفا نہ بخشوں گا۔ تب آپ نے وہ دوا لی اور صحت بحال ہوئی لیکن دل میں کچھ وہم جاگزیں ہوا تو پھر وحی نازل ہوئی کہ تمہاری تمنا تے توکل سے ہماری حکمت کو باطل کرنا تھا لیکن یہ خیال نہ آیا کہ ان دواؤں میں فائدہ اور صحت بخش اثرات وخصوصیات بھی، تو آخر نے ہی رکھی ہیں۔

نسخہ کمزوری

روایت ہے کہ کسی پیغمبر نے اپنی کمزوری اور ضعف کی بابت عرض کیا تو وحی نازل ہوئی کہ گوشت اور دودھ کا استعمال کرو۔

نسخہ حسن اطفال

روایت ہے کہ کسی پیغمبر سے لوگوں نے شکایت کی کہ ہمارے بچے بدصورت کیوں پیدا ہوتے ہیں؟ وحی آئی کہ اے پیغمبر ان سے فرمادیں کہ اپنی خواتین کو زمانہ حمل میں بہی دانہ کا استعمال کراؤ تو ان کے بچے خوبصورت پیدا ہوں گے دوران حمل بہی دانہ کھائیں اور اگر کھانسی کی شکایت ہو تو تازہ خرمے کھایا کریں پس ثابت ہوا کہ دوا کرنا باعث شفا ہے جیسا کہ روٹی پانی باعث سیری ہیں اگر چہ سب کچھ مسبب الاسباب کی طرف سے ہی ہوتا ہے ہماری شفاء اور طبیب' حدیث شریف میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا الٰہی بیماری اور شفا کس کی طرف سے ہیں ارشاد ہوا دونوں میری طرف سے ہیں آپ نے عرض کیا کہ پھر یہ طبیب کس کام آتے ہیں، ارشاد ہوا کہ یہ اس لئے ہوتے ہیں کہ لوگوں کا علاج کریں اور اس ذریعہ سے اپنی روزی پیدا کریں اور پیٹ پالیں اور میرے بندوں کے دل کو خوشی پہنچائیں پس علاج میں بھی توکل کرنا دراصل علم اور حال پر ہے یعنی اعتماد اور بھروسہ تو خالق دوا پر کرنا چاہئے دوا پہ نہیں کیونکہ بہت سے لوگ دوا کے باوجود لقمہ اجل بن گئے۔

فصل: دفع مرض کیلئے بعض لوگ داغ دینے کے عادی ہوتے ہیں لیکن اس سے آدمی درجہ توکل سے گر جاتا ہے بلکہ اس فعل کے نہ کرنے کا حکم ہے حالانکہ افسوس کی نہیں کی گئی اس لئے کہ آگ سے جلانا زخم کے لئے خطرناک ہے بلکہ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں جسم میں سرایت ہی نہ کر جائے یہ فعل نہ تو فصد اور پچھنے وغیرہ کی مانند ہے اور نہ ان کی طرح مفید ہے جبکہ اس کے علاوہ دوسرے کئی علاج ممکن اور موثر ہوتے ہیں۔

marfat.com

حکایت: حضرت عمران بن الحصین رحمۃ اللہ علیہ اور داغ لینا

حضرت عمران بن الحصین رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بیمار پڑ گئے۔ لوگوں نے داغ لینے کا مشورہ دیا آپ نے بہت انکار کیا لیکن لوگ مصر رہے آخر جب وہ گڑگڑا کر درخواست کرنے لگے تو آپ نے داغ لے ہی لیا لیکن اس کے فوراً بعد فرمایا کہ داغ لینے سے قبل مجھے ایک نور دکھائی دیا کرتا تھا اور اس کے ساتھ ہی ایک ندا میرے کانوں میں گونجا کرتی تھی اور فرشتے مجھے سلام کیا کرتے تھے لیکن اب وہ کیفیت باقی نہیں رہی اور جب سے داغ لیا ہے کوئی بھی بات باقی نہیں رہی آخر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے توبہ واستغفار کی اور پھر ایک دن مطرف بن عبداللہ سے فرمایا: آج ایک عرصہ کے بعد خدا نے وہی کرامت مجھے عطا فرمادی۔

بعض حالات میں دوا نہ کھانا بہتر ہے اور یہ فعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں شمار نہ ہوگا

یہ جاننا ضروری ہے کہ بعض بزرگوں نے چونکہ اپنی بیماری کا علاج نہیں کیا اس لیے ممکن ہے کوئی شخص یہ اعتراض کر بیٹھے کہ اگر کمال اسی میں ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوا کیوں کھاتے؟ یہ الجھن اس طرح دور ہوگی کہ تجھے یہ معلوم ہو جائے کہ دوا نہ کرنے کے چھ اسباب ہیں۔

۱- دوا نہ کھانے والا صاحب کشف ہو اور اسے معلوم ہو چکا ہو کہ موت اب سر پر ہے چنانچہ اس بنا پر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ اگر طبیب کو بلایا جائے تو کیا حرج ہے؟ فرمایا: طبیب مجھے دیکھ چکا ہے اور مجھے یہ بھی بتا چکا ہے کہ میں وہی کرتا ہوں جو میری مرضی ہوتی ہے۔

۲- دوسرے یہ کہ مریض خیال آخرت میں اتنا مستغرق ہو کہ اس کے دل میں دوا کا تصور ہی موجود نہ ہو جیسے کہ

طبیب نے بیمار کر رکھا ہے!

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے ان کی بیماری کی حالت میں پوچھا کہ آپ روئے کیوں ہیں؟ فرمایا: اپنے گناہوں کو روتا ہوں۔ پھر پوچھا گیا کہ کسی چیز کی آرزو ہے؟ فرمایا: رحمت الٰہی کی! پھر سوال کیا گیا کہ کیا کسی طبیب کو بلایا جائے؟ فرمایا: طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کر رکھا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو آشوب چشم نے مبتلائے آزار کر رکھا تھا۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس کا علاج کیوں نہیں کرواتے۔ فرماتے مجھے اس کے علاج سے بھی اہم مصروفیت ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اس جواب کی مثال اس طرح دی جاسکتی ہے کہ فرض کیجیے کسی شخص کو پکڑ کر بادشاہ کے حضور لے جائیں کہ اس کی سزا کا حکم صادر ہوا اس وقت اگر کوئی شخص اس سے یہ کہے کہ کیا روٹی نہیں کھاؤ گے؟ اور وہ جواباً کہے کہ مجھے بھوک کی کوئی پروا نہیں۔ تو یہ طعن ان لوگوں پر ہرگز نہیں جو مزے سے کھا پی رہے ہوں کہ انہیں کسی سزا کا خوف نہیں ہے اور یہ لوگ تو ایسے مستغرق ہوتے ہیں۔

marfat.com

ذکر حق ہے غذائے دردمنداں

حضرت سہیل رحمتہ اللہ علیہ سے حالت بیماری میں لوگوں نے ان سے پوچھا کہ کیا غذا لیتے ہیں؟ فرمایا ذکر حق و قیوم۔ وہ کہنے لگے کہ ہم تو قوام کا پوچھ رہے ہیں؟ فرمایا: قوام علم ہے اور کیا؟ انہوں نے کہا کہ ہماری مراد خوراک سے ہے۔ فرمایا: خوراک بتایا تو ہے ذکرِ الٰہی ہے۔ وہ بولے ہمارا مطلب غذائے بدن ہے فرمایا کہ بدن سے دستبردار ہو کر اس کے بنانے والے کے حوالے کیوں نہ ہو۔

۳- بیماری بڑی لمبی قسم کی ہو اور اس میں مبتلا ہونے والے کے نزدیک اس کا دوا سے علاج فسوں سے کم نہ ہو کہ جس سے شاذ و نادر ہی صحت مند ہوتے دیکھا ہے اور جس شخص کو علم طب سے واقفیت نہ ہو اس کے نزدیک بیشتر دوائیں بس ایسی ہی بے فائدہ ہوتی ہیں۔

حضرت ربیع رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے بیماری کے علاج کا خیال کیا لیکن فوراً ہی خیال آیا کہ کیا عاد و ثمود میں طبیبوں کی کمی تھی لیکن سبھی مر گئے کوئی بھی نہ بچا اور ان کا علم طب ان کے کسی کام نہ آیا۔ ان کے بیان سے ظاہر ہے کہ انہوں نے طب کو اسباب ظاہریہ میں شمار ہی نہ کیا تھا۔

۴- چہارم یہ کہ مریض کو بیماری سے شفایاب ہونے کی تمنا ہی نہ ہوتا کہ بیماری باعث ثواب بھی ہو اور صبر کی آزمائش بھی ہو جائے کیونکہ حدیث شریف ہے کہ خدا بندے کو مبتلائے آزمائش کر کے بھی آزماتا ہے۔ جیسے سونے کو آگ میں ڈال کر پرکھا جاتا ہے کیونکہ کسی کو تو بالکل خالص سونا ویسے ہی مل جاتا ہے اور کسی کو بالکل تباہ شدہ حالت میں ملتا ہے۔

بیمار کی نماز

حضرت سہیل تستری رحمتہ اللہ علیہ دوسروں کو دوا استعمال کرنے کی تاکید فرماتے تھے مگر جب خود بیمار ہوتے تو دوا کا استعمال نہ کرتے اور فرماتے بیماری پر راضی اور شاکر رہتے ہوئے بیٹھ کر نماز ادا کرنا تندرستی کی حالت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

۵- بیمار اپنی بیماری کو گناہوں کا کفارہ بنانا چاہتا ہو کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ بندہ کو بخار میں مبتلا کر کے اسے گناہوں سے پاک و صاف کر دیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے اولہ گرد و غبار سے پاک ہوتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو آدمی جسمانی بیماری خستگی اور مال کے نقصان میں اس امید پر خوش نہیں ہوتا کہ چلو گناہوں کا کفارہ ہی سہی تو اسے عالم نہیں کہا جا سکتا۔

رحمت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نگاہ ایک مریض پر پڑی تو عرض کیا: الٰہی! اس پر اپنی رحمت فرما۔ ارشاد ہوا کہ اس سے بڑھ کر رحمت اور کیا کروں کہ میں چاہتا ہوں اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے اس لیے اسے بیمار کر رکھا ہے۔

۶- بیمار جانتا ہو کہ صحت و تندرستی غفلت و سستی کا سبب ہوتی ہے اور غرور و تکبر میں مبتلا کرتی ہے لہٰذا بیماری کو باقی ہی رہنے دیا جائے تا کہ پھر غفلت کا شکار ہونے نہ پاؤں کیونکہ خدا کو جس کی بھلائی منظور ہوتی ہے اسے بطور تنبیہ کسی نہ کسی مصیبت یا بیماری میں مبتلا رکھتا ہے اسی لیے تو کہا گیا ہے کہ مومن تین چیزوں سے کبھی خالی نہیں رہ پاتا یعنی مفلسی، بیماری اور خواری سے۔

marfat.com

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بیماری میری قید اور درویشی میرا زندان ہے اور میں قید و بند میں اپنے محبوبوں کو ہی رکھتا ہوں سو جب تندرستی گناہ کی طرف لے جائے اور بیماری اس سے دور لے جائے تو پھر بیماری بہتر ہے یا تندرستی؟

یوم عید

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گزر ایک قوم کے درمیان سے ہوا تو دیکھا کہ سبھی لوگ خوب بن ٹھن کر خوشی منا رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ آج ہمارا یوم عید ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسلمان کے لیے تو ہر وہ دن عید ہے جس میں کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔

ایک بزرگ نے کسی آدمی سے اس حال دریافت کیا فرمایا: خیر و عافیت سے ہوں۔ بزرگ فرمانے لگے۔ خیر و عافیت کا دن تو وہی ہے جس دن گناہ سے محفوظ رہوں ورنہ اس سے بڑی بیماری اور کیا ہو سکتی ہے۔

فرعون کبھی بیمار نہ ہوا!

کہا جاتا ہے کہ فرعون نے دعویٰ خدائی کیا ہی اسی لیے تھا کہ وہ چار سو سال زندہ رہا لیکن کبھی بیمار نہ ہوا یہاں تک کہ سر درد تک نہ ہوا اور بخار کا تو اسے پتا ہی نہ تھا کہ کیا ہوتا ہے؟ اگر اسے کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی درد شقیقہ میں مبتلا رہنا پڑتا تو اسے ایسے فضول دعویٰ کی جرأت نہ ہوتی۔

فرشتہء اجل کی پکار

بزرگوں کا کہنا ہے کہ بندہ جب ایک دن کے لئے بیمار ہتا ہے اور توبہ نہیں کرتا تو فرشتہ موت اسے پکار پکار کر کہتا ہے کہ اے غافل! میں کتنی بار اپنا قاصد تیرے پاس بھیج چکا ہوں لیکن تجھے کچھ اثر نہیں ہوتا! اور کہا گیا کہ بندہ مومن وہی ہے کہ ہر چالیس دن کے اندر یا تو ایک مرتبہ بیمار ہو یا کسی خوف کا شکار ہو یا کوئی نہ کوئی نقصان اٹھائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک عورت سے نکاح کا ارادہ کیا۔ لوگوں نے کہا: ٹھیک ہے۔ وہ کبھی بیمار نہیں ہوئی۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ یہ اس عورت کی تعریف ہے لیکن (یہ سن کر) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نکاح کا ارادہ ترک کر دیا اور فرمایا کہ میں اسے نکاح میں لانا نہیں چاہتا۔ دوسرے روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صداع کے بارے میں گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی بھی وہاں موجود تھا۔ وہ بولا صداع کس بلا کا نام ہے میں تو آج تک کبھی بیمار نہیں ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے سامنے سے دور ہو جا اور پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا جسے کسی دوزخی کو دیکھنا ہو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔

موت کی یاد!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا (بلا شہادت) کسی آدمی کو درجہ شہادت نصیب ہو سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں اس شخص کو جو ایک دن میں ۲۰ مرتبہ موت کو یاد کرے اور بلا شبہ بیمار دن میں کئی مرتبہ موت کو

marfat.com

یاد کر لیتا ہے۔ سو ایسے ہی چند اسباب کی بنا پر بعض بزرگ علاج نہیں کیا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ان باتوں کے محتاج نہیں تھے اس لیے علاج فرما لیتے (تاکہ عوام کو پتا چل سکے) اور یوں بھی اسباب سے حذر خلاف توکل نہیں ہے۔

وبا کی طرف مت جائیں لیکن وبا سے نہ بھاگیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سفر شام پر روانہ ہونے والے تھے کہ اطلاع ملی کہ وہاں تو طاعون کی وبا پھیلی ہوئی ہے۔ بعض کا خیال تھا کہ ادھر نہیں جانا چاہیے اور بعض کی رائے کہ قضائے الٰہی سے فرار نہیں اختیار کرنا چاہیے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم قضائے الٰہی سے قضائے الٰہی کی طرف ہی تو بھاگتے ہیں اور فرمایا۔ تم میں سے اگر کسی کے پاس دو وادیاں ہوں ایک سرسبز وشاداب۔ دوسری سخت خشک تو چراوہا جس میں بھی بھیڑ بکریاں لے جائے گا تو کیا تقدیر الٰہی سے لے جائے گا؟ یہ کہہ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے آکر بتایا کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود یہ فرماتے سنا کہ جب تمہیں پتہ چل جائے کہ کسی جگہ پر وبا پھوٹ پڑی ہے تو وہاں مت جاؤ لیکن اگر وبا کے وقت وہاں ہو تو وہاں سے بھاگو مت بلکہ وہاں ہی رہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے الحمدللہ کہ مری رائے ارشاد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق نکلی اور صحابہ کا اتفاق بھی اسی پر ہے اور یہ جو وبائی مقام سے فرار کی ممانعت ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر تندرست لوگ راہ فرار اختیار کریں گے تو بے چاروں کی خبر گیری کون کرے گا؟ تیمارداری کے بغیر تو وہ سب ضائع ہو جائیں گے اور کوئی ہلاکت سے نہ بچے گا اور پھر جب وبائی اثرات باطن میں اثر کر چکے ہوں تو وہاں سے باہر جانے کا ویسے بھی فائدہ نہیں (کہ یہ وبائی جراثیم نقل مکانی کرنے والوں کے ساتھ صحت افزا مقامات پر بھی پہنچنے کا خدشہ ہے) بعض احادیث میں مذکور ہے کہ اس حالت میں فرار ہو جانا ایسے ہی ہے جیسے کوئی میدان سے جہاد سے کافروں کے مقابلے سے جی چرائے اور بھاگ نکلے اور اس تشبیہ میں وجہ مشابہت یہ ہے کہ وبا میں بیماروں کو چھوڑ دیا جائے تو یہ چیز انہیں کتنی شکستہ دلی عطا کرے گی اور پھر جب انہیں کوئی کھلانے پلانے والا نہ ہو تو ان کی ہلاکت یقینی امر ہے اور جو شخص انہیں چھوڑ کر بھاگ جائے نجات مشکوک نہ ہوگی تو کیا ہوگا؟

فصل: بیماری کا پوشیدہ رکھنا توکل کی شرط ہے بلکہ اس کا اظہار یا شکایت کرنا مکروہ ہے البتہ اگر شکایت میں عذر بھی شامل ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ مثلاً طبیب سے اپنی حالت بیان کرنا اور اپنے نفس کی رعونت اور تیزی کو نیچا دکھانے کے لئے عاجزی اور بیچارگی کا اظہار کرنا جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کی بیماری کے دوران بطور عیادت لوگوں نے کہا کہ اب تو بہتر ہیں نا؟ آپ اب تو خیریت سے ہیں نا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نہیں اس پر سبھی حیرانی سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ (اقرار کر کے) اللہ تعالیٰ کو بھی تیزی اور دلیری دکھاؤں کیا؟ اور یہ جواب ان کے حسب حال اور شایان شان تھا کہ اپنی تمام عظمت وقوت کے باوجود اپنے عجز و بیچارگی کا اظہار کیا اور فرمایا بار خدا صبر کو میری روزی بنا دے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ سے خیر مانگا کرو مصیبت و بلا کے طالب نہ بنو سو جب عذر موجود نہ ہو تو بر سبیل شکایت بیماری کا ظاہر کرنا حرام ہے' لیکن اگر شکایت کا پہلو نہ نکلتا ہو تو روا ہے اگرچہ احسن یہی ہے کہ اظہار نہ کیا جائے' کیونکہ عین ممکن ہے کہ اظہار و بیان میں کچھ مبالغہ کر بیٹھے اور سننے والوں کو اس پر شکوہ کا گمان گزرے اور کہا گیا ہے کہ بیمار کی آہ وفغاں بھی اس کے حساب میں لکھ لی جاتی ہے کیونکہ یہ بھی تو بیماری کا اظہار ہی ہے اور ابلیس کو حضرت ایوب

marfat.com

علیہ السلام سے سوائے نالہ وفغاں کیا ہاتھ آیا۔ حضرت فضیل عیاض رحمتہ اللہ علیہ' حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ اور وہب بن الورد رحمتہ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ جب بھی بیمار ہوئے گھر کا دروازہ بند کر لیتے تا کہ کسی کو معلوم نہ ہو اور فرماتے تھے کہ ہم چاہتے ہیں کہ جب بھی بیمار ہوں تو کوئی عیادت کو نہ آئے۔

اصل نہم:

محبت' شوق اور رضا

واضح رہے کہ خدا کی دوستی تمام مقامات سے ارفع واعلیٰ مقام ہے بلکہ تمام مقامات کا ماحاصل اور مقصود اصلی یہی مقام ہے کیونکہ مہلکات میں جو کچھ بیان ہوا وہ اس طہارت کے بارے میں ہے جس کی موجودگی دل کو خدا کی محبت میں مگن کر دے اسی طرح اس سے پہلے جن منجیات کا ذکر کیا گیا ہے وہ بھی سب کے سب اسی مقام کے مقدمات ہیں۔ مثلاً توبہ' صبر شکر زہد اور خوف وغیرہ نیز جو کچھ ان کے بعد میں ہے' اسے ان کا ثمرہ کہنا چاہئے کہ وہ اسی کے تابع ہیں اور انہی کو شوق و رضا کہا جاتا ہے اور کمال بندگی کی انتہا پر ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت اس کے دل پر ایسے غالب ہو کر سرتاپا اسی کا ہو کر رہ جائے اور اگر یوں نہ ہو سکے تو کم سے کم اتنا تو ممکن ہو کہ یہ محبت ہر شے کی محبت پر غالب آ جائے اور اس محبت کی حقیقت سے شناسائی اور آگاہی اتنی ہی کٹھن ہے کہ ایک گروہ نے تو اس سے انکار ہی کر دیا اور دلیل یہ رکھی کہ جو چیز اپنی ہم جنس ہی نہ ہو اس سے محبت کیونکر ممکن ہے۔ لہٰذا محبت حق میں معنی رکھتی ہے کہ اس کے احکام کی خلاف ورزی نہ کی جائے اور بس! لیکن جو شخص بھی اس گمان میں مبتلا ہے اسے دراصل دین کی کچھ خبر نہیں اور اس کی تشریح و توضیح نہایت اہم اور ضروری ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے تو وہ شرعی شواہد اور دلائل پیش کریں گے جن سے خدا کی دوستی کا اثبات ہوتا ہے اس کے بعد اس کی حقیقت اور اس سے متعلقہ احکام پر روشنی ڈالیں گے۔

خدا کی دوستی کی فضیلت

جاننا چاہئے کہ تمام علمائے اس پر اتفاق کرتے ہیں کہ خدا سے دوستی ہر مسلمان پر فرض ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "جن سے اللہ کو محبت ہو گی اور جن کو اللہ سے محبت ہو گی"۔ (سورہ المائدہ: ۵۴)

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ بندے کا ایمان اس وقت تک درست نہیں ہو سکتا جب تک وہ اللہ اور اس کے رسول کو تمام چیزوں سے محبوب تر نہ رکھے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ ایمان کا صحیح تر مفہوم کیا ہے؟ اور فرمایا بندہ اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک وہ خدا اور اس کے رسول کو اپنے مال وعیال اور تمام مخلوق سے زیادہ عزیز نہ رکھے نیز اللہ تعالیٰ نے ہی فرمایا کہ "ان سے فرما دیجئے کہ اگر تمہارے باپ' بیٹے' بھائی' بیویاں' کنبے اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جو تمہیں پسند ہیں۔ اگر تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے والوں سے زیادہ محبوب ہیں تو منتظر رہو کہ حکم الٰہی تم تک آ پہنچے اور اللہ تعالیٰ حکم عدولی کرنے والوں کو مقصود تک نہیں پہنچاتا"۔ (سورہ توبہ: آیت: ۲۴)

marfat.com

ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے آپ سے محبت ہے فرمایا تو پھر درویشی کے لئے تیار رہ اس نے کہا کہ میں خدا سے بھی محبت رکھتا ہو۔ فرمایا: تو پھر مصیبت و بلا کے لئے تیار رہ۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب ملک الموت حضرت خلیل علیہ السلام کی جان لینے کے لئے آیا تو آپ نے فرمایا کیا تم نے کبھی دوست کو دوست کی جان لیتے ہوئے دیکھا: تب وحی نازل ہوئی کہ تم نے کبھی دوست کو دوست سے کراہت کرتے دیکھا؟ تب حضرت خلیل علیہ السلام نے فرمایا! اے ملک الموت اب میری جان لینے میں تاخیر نہ کر میں بالکل راضی ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاص دعاؤں سے ایک دعا یہ بھی ہے کہ

''الٰہی! مجھے اپنی محبت عطا فرما اور ان لوگوں کی محبت عطا فرما جنہیں تجھ سے محبت ہے اور ہر اس چیز کی محبت سکھا دے جو مجھے تیری دوستی سے قریب کر دے اور اپنی محبت کو مجھ پر اس قدر غالب کر دے کہ مجھے اس میں ایسی لذت محسوس ہو کہ پیاسے کو پانی ملنے پر بھی ایسی لذت نصیب نہ ہوتی ہو''۔

توشۂ آخرت

ایک اعرابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے اس کے لئے کیا کچھ جمع کر رکھا ہے۔ عرض کیا نمازیں اور روزے تو میرے دامن میں کچھ ایسے زیادہ نہیں ہیں۔ البتہ خدا اور اس کے رسول سے دوستی ضرور رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ''یاد رکھ قیامت کے دن تو انہی کے ساتھ میں ہوگا جن سے تو دوستی رکھتا ہے''۔

○ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ جس نے خدا کی دوستی کا مزہ چکھ لیا تو وہ اسی کا ہو گیا اور جس نے دنیا کو پہچانا وہ خدا کا دشمن ہو بیٹھا اور مسلمان کو مسرت حقیقی اسی وقت نصیب ہوتی ہے جبکہ وہ غافل نہ ہو ورنہ اندیشے تو اسے تفکرات میں ڈالے رکھتے ہیں۔

حکایت: خوف و محبت حق اور آروزئے بہشت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک ایسی قوم سے ہوا جس کا ہر آدمی سوکھ کر کانٹا ہو رہا تھا۔ پوچھا تم کو کیا ہوا؟ وہ کہنے لگے کہ اے روح اللہ عذاب الٰہی کے خوف میں پگھل رہے ہیں۔ فرمایا: خدا کا تم پر حق ہے کہ تمہیں خوف عذاب سے نجات عطا فرمائے۔

آگے گئے تو ایک اور قوم کو اس سے بھی زیادہ لاغر و کمزور پایا پوچھا تم کس مصیبت میں مبتلا ہو؟ وہ کہنے لگے اے پیغمبر خدا! آروز بہشت نے یہ سوز و گداز عطا کیا ہے۔ فرمایا: خدا کا تم پر حق ہے کہ تمہیں اس آروز میں کامرانی سے ہمکنار کرے۔ پھر ایک اور قوم کو دیکھا جو اول الذکر دونوں قوموں سے زیادہ نحیف و کمزور تھی لیکن چہرے آئینے کی مانند روشن اور نورانی تھے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ وہ کہنے لگے کہ خدا کی محبت نے ہمیں گداز کر دیا ہے۔ فرمایا: بے شک تم خدا تعالیٰ کے مقرب ہو اور ان کے پاس بیٹھتے ہو فرمایا کہ مجھے حکم ہے کہ تمہارے پاس بیٹھوں۔

○ حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روز قیامت ہر آدمی اس پیغمبر کی نسبت سے پکارا جائے گا جس کا وہ امتی ہوگا۔ مثلاً اے امت موسیٰ (علیہ السلام) اور جو خدا کے دوست ہوں گے وہ یوں پکارے جائیں گے ''اے دوستان خدا! آؤ اپنے خدا کے

marfat.com

نزدیک چلے آؤ'' یہ سنتے ہی ان کے دل مسرت وخوشی سے لبریز ہو جائیں گے اور بعض رسولوں کی کتابوں میں کہا گیا ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا'' اے میرے بندوں مجھے تم سے محبت ہے اس لئے کہ تم مجھ سے محبت رکھتے ہو''۔

دوستی کی حقیقت

خدا سے دوستی اس قدر دشوار اور بالائے فہم ہے کہ ایک گروہ نے تو اس کے وجود سے ہی انکار کر دیا اور کہا کہ یہ ممکن نہیں کہ خدا کے ساتھ آدمی دوستی کا دعویٰ کرے اور بلاشبہ یہ ایک پیچیدہ موضوع ہے جو ہر شخص کی سمجھ میں آنا ممکن بھی نہیں کیونکہ ہر ذہن کو وہاں تک رسائی ممکن نہیں' لیکن اس کی تشریح اس قدر ضروری اور اہم ہے کہ ہم اس کی تفصیل بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتے' چنانچہ چند مثالوں کے ذریعے اس کی وضاحت ایسے کرتے ہیں کہ جو کوئی تھوڑی سی بھی کوشش کرے گا وہ اسے سمجھ لے گا۔

- سب سے پہلے تو یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اصلیت دوستی کیا ہے؟ محبت کیا شے ہے؟ تو جان لیجئے کہ دوستی سے مراد میلان طبع ہے اس شے سے جو اچھی لگے' یعنی کسی خوبصورت اور اچھی شے کی طرف طبیعت کا مائل اور راغب ہونا محبت کہلائے گا اور یہی میلان و رغبت اگر مضبوط اور شدید ہو جائے تو عشق کہلائے گا۔ اسی طرح دشمنی سے مراد نفرت طبع ہے' یعنی کسی چیز کا طبیعت کو ناخوش اور برا لگنا ہی اس سے دشمنی کہلائے گا۔ گویا جہاں خوشی اور ناخوشی نہ ہو وہاں دوستی اور دشمنی سے کوئی بھی شے نہیں ہوتی۔
- اب اچھائی' بھلائی اور خوشی کا مفہوم جاننے کی ضرورت ہے تو اس سلسلے میں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ طبعی پسند و ناپسند کا انحصار تین چیزوں پر ہے۔

(۱).....بعض چیزیں طبیعت کے لئے موافق ہوتی ہیں اور طبیعت کے لئے ان میں ایک کشش پائی جاتی ہے جو اسے اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہیں اور دل کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ان سے لطف اندوز ہوا جائے۔

(۲).....بعض اشیا طبیعت کے بالکل ناموافق ہوتی ہیں اور طبیعت انہیں قبول نہیں کرتی بلکہ طبعی تقاضوں کے عین برعکس ہوتی ہے انہی کے بارے میں کہا کرتے ہیں کہ ہمیں تو ناخوش اور غیر مرغوب ہیں''۔

(۳).....بعض چیزیں وہ ہوتی ہیں کہ طبیعت نہ ان سے خوش ہوتی ہے اور نہ ہی ناخوش' یعنی وہ نہ موافق طبع ہوتی ہیں اور نہ خلاف طبع۔

- اب یہ جاننا چاہئے کہ کسی بھی چیز کو اچھا یا برا اس وقت تک نہیں کہا کرتے جب تک کہ پہلے سے اس کا علم نہ ہو اور اشیاء کے بارے میں اس علم اور آگاہی کا ذریعہ دو چیزیں ہیں یعنی حواس اور عقل۔ ان میں سے جہاں تک حواس کا تعلق ہے ان کی تعداد پانچ ہے اور ہر حس ایک مخصوص لذت کی حامل ہے اور اسی لذت و حظ کی بنا پر وہ شے آدمی کو پیاری اور بھلی لگتی ہے اور طبیعت ان کی طرف راغب ہوتی ہے۔

(۱) حس چشم کی لذت یہ ہے کہ اچھی اور خوب صورت چیزیں پیش نظر رہیں اور سبزہ اور بہتے پانی کے مناظر آنکھوں کو لبھاتے رہیں۔ یہ چیزیں آدمی کو بھلی معلوم ہوتی ہیں تو وہ لامحالہ ان سے محبت کرنے لگتا ہے۔

(۲) دوسری کان کی حس۔ یہ لذت سریلی اور دلکش آواز سننے سے ملتی ہے۔

(۳) تیسری لذت حس شامہ ہے۔ خوشبو سونگھنے سے حاصل ہوتی ہے۔

marfat.com

(۴) چوتھی حس ذائقہ ہے یعنی وہ لذت عمدہ اور مزے دار چیزوں کو کھانے سے حاصل ہوتی ہے۔
(۵) چوتھی حس لمس ہے یعنی وہ لذت جو نرم و ملائم اشیاء کو چھونے سے حاصل ہوتی ہے۔

یہ تمام اشیاء آدمی کو طبعاً محبوب ہوتی ہیں۔ اس لیے وہ ان کی طرف راغب اور مائل رہتا ہے لیکن یہ تمام کی تمام تقریباً جانوروں کو بھی پسند ہوتی ہیں۔ اب یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ایک چھٹی حس بھی ہے جو آدمی کے دل میں ہوتی ہے اور وہ عقل کے نام سے جانی جاتی ہے۔ کوئی اسے بصیرت کہتا ہے اور کوئی نور اس کا نام چاہے کوئی بھی ہو کچھ بھی رکھ لو اصل مقصد علم ہے کہ صرف یہی چیز ہے جس سے انسان و حیوان میں امتیاز قائم ہوتا ہے یعنی اس کی وجہ سے آدمی اور جانور میں تمیز کی جا سکتی ہے اور وہ یہی چیز ہے جس نے انسان کو باقی ہر شے پر فضیلت و برتری عطا کی ہے اور عقل کے بعد مدرکات ہیں جن کی بناء پر بعض اشیاء اسے خوش نظر آتی ہیں اور اسے محبوب لگتی ہیں بالکل ایسے ہی جیسے کہ مذکورہ بالا لذتیں آدمی کو پانچ حواس کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی چیزوں سے مجھے تین چیزیں محبوب ہیں۔ (۱) عورت۔ (۲) خوشبوئیں۔ (۳) نماز جو کہ میرے دل کی ٹھنڈک اور آنکھ کا نور ہے۔ تو دیکھئے کہ ان میں سے جس چیز کو بلند درجے پر رکھا ہے وہ نماز ہے۔ سو جو آدمی جانوروں کے درجے سے آگے نہیں بڑھتا وہ دل سے بے خبر ہوتا ہے اور اس کی کل کائنات بس وہی پانچ حواس ہوتے ہیں اور بس! ان کے علاوہ وہ کچھ جانتا ہی نہیں۔ اب ایسے شخص کو بھلا کیونکر یقین آنے لگا کہ نماز میں بھی حسن ہے۔ وہ بھی مرغوب و دل پسند ہو سکتی ہے اور اس سے محبت بھی کی جا سکتی ہے لیکن اہل عقل جن پر نور بصیرت غالب ہوتا ہے اور جانوروں کی صفات سے بہت دور ہو چکے ہوتے ہیں۔ وہ نور عقل سے جمال حق کو بھی اپنے سامنے جلوہ گر پاتے ہیں۔ بصارت قلبی سے اس کے جلال و کمال کا مشاہدہ کرتے کر کے اس کی صنعتوں اور عجائبات کا چشم باطن سے مشاہدہ کرتے ہیں تو پھر انہیں ذات و صفات حق ہی سے محبت رہ جاتی ہے اور حواس ظاہری سے حاصل ہونے والی لذتیں مثلاً حسین صورتیں سبزہ و آب و گل کے نظارے ان کے لئے کوئی کشش نہیں رکھتے بلکہ یہ لذتیں ان کی نظر میں حقیر و بے حقیقت ہو جاتی ہیں کیونکہ جب جمال الٰہی کا کشف ہو جائے تو ان چیزوں کی بھلا کیا کشش و قیمت رہے گی؟

دوستی کے اسباب کی بابت

''دوستی کی مستحق صرف ذات خداوندی ہے۔'' اس بات کی حقیقت جاننے کے لئے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ دوستی کی پانچ وجوہات ہوتی ہیں۔

(۱) اول تو آدمی اپنی ہی ذات کو دوست رکھتا ہے اور اپنی بقا کو عزیز جانتا ہے اور اپنے کمال کو دوست رکھتا ہے اور اپنی ہلاکت کو اپنا دشمن سمجھتا ہے۔ خواہ اس کا نہ ہونا اس کے رنج و غم کے خاتمے کا باعث ہی کیوں نہ ہو۔ وہ ہلاکت کو کیوں دوست نہیں رکھتا اس لئے کہ وجہ دوستی طبعی موافقت کا نام ہے تو پھر زندگی سے زیادہ اس کے لئے موافق تر' سازگار اور کون سی چیز ہو سکتی ہے تیتر اس کے دام پستی کا تار و پود بکھیرنے اور کمال صفات کو ملیامیٹ کر دینے والی چیز نیستی (موت) ہے تو پھر اس سے بڑھ کر ناسازگار و ناموافق کون سی چیز ہوگی۔ سو اسی وجہ سے اسے اولاد بھی عزیز ہوتی ہے کیونکہ اس کی بقا سے وہ اپنے آپ کو عاجز و

marfat.com

مجبور پاتا ہے لہٰذا اس کی جو چیز بھی باقی رہ جائے یا باقی رہ سکتی ہے اسے بھی کسی نہ کسی وجہ سے عزیز رکھتا ہے اور یوں درحقیقت اس کی ہر چیز سے دوستی اپنی ہی ذات سے دوستی ہوتی ہے اس لیے وہ مال کو بھی دوست رکھتا ہے کہ یہ بھی اس کی بقا کا ایک ذریعہ یا کم از کم اس کی صفات کی بقا کا سبب ہے اور خویش و اقارب کو دوست رکھتا ہے اس لئے کہ وہ انہیں اپنے بال و پر سمجھتا ہے اور یہ محسوس کرتا ہے کہ گویا ان کے بغیر تکمیل ذات ممکن نہیں۔ یعنی اپنے مکمل ہونے میں ممد و معاون سمجھتا ہے۔

(۲) دوسرا سبب نیکوکاری یعنی نیکی ہے چنانچہ آدمی کے ساتھ اگر کوئی نیکی کرے تو وہ اسے طبعاً پسند کرتا ہے اور اسی کے پیش نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی کہ: ''الٰہی! کسی فاسق و فاجر کو میرا محسن نہ بنائیو کیونکہ اس کے احسان کی وجہ سے میرا دل اسے اپنا دوست سمجھے گا'' اور یہ بات آدمی کی طبیعت میں کچھ اس طرح رچی بسی ہوئی تھی کہ کوشش بھی کرے تو اس سے رہائی ممکن نہیں اور اس کی حقیقت پھر وہی ہے کہ وہ اپنے ہی آپ کو دوست رکھتا ہے کیونکہ احسان کا مطلب ہی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے لئے ایسا کام کر ڈالے جو موخر الذکر کی زندگی یا اس کی صفات کی تکمیل میں معاون ثابت ہو اور اس کی بقا کا باعث ہو چنانچہ اپنی تندرستی کو جو عزیز سمجھتا ہے تو اسی لیے کہ وہ اس کی زندگی کو پر کیف اور خوشگوار بنائے رکھتی ہے یہاں تک کہ وہ طبیب اور ڈاکٹر کو جو دوست سمجھتا ہے تو صرف اسی لئے کہ وہ اس کی تندرستی کو برقرار رکھنے کے لئے اس کی مدد کرتا ہے وہ دراصل اپنے سوا کسی اور دوست نہیں رکھتا ہے تو صرف اپنے سوا کسی کو دوست نہیں رکھتا اور رکھتا ہے تو صرف اس لئے کہ کوئی اس کی دوستی ذات میں اس کا مددگار ہو اور محسن ہو اور ایسے ہی لوگوں میں سے ایک ہوتا ہے' لہٰذا وہ اسے عزیز رکھتا ہے۔

(۳)..... تیسرا سبب یہ ہوتا ہے کہ آدمی کو نیک آدمی سے خوامخواہ محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ خواہ اس نے اس کے ساتھ کوئی نیکی نہ بھی کی ہو۔ مثلاً سننے میں آیا ہے کہ مغرب میں فلاں حکمران ایسا نیک دل ہے کہ ساری رعایا اور اس کے علم و عدل کے سائے میں آرام و سکون کی زندگی بسر کر رہی ہے یہ سن کر ایک رغبت سی اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے چاہے اسے پتہ ہی کیوں نہ ہو کہ اسے مغرب تک جانا نصیب کبھی نہ ہوگا۔

(۴)..... چوتھا سبب یہ ہوتا ہے کہ کسی کی پیاری پیاری صورت اس کے دل میں محبت اور دوستی کی جوت جگا دیتی ہے۔ وہ اس سے محبت کرنے لگتا ہے اور ضروری نہیں کہ اس سے کسی چیز کا طالب ہو۔ اسے اس سے کچھ حاصل کرنا نہیں ہوتا لیکن پھر بھی اسے عزیز رکھتا ہے صرف اس لئے کہ اس کی ذات میں خوبی حسن جلوہ نما ہوتی ہے اور حسن و جمال بجائے خود انسانی طبیعت کو محبوب ہے اور فی نفسہ درست بھی ہے کیونکہ ضروری نہیں کہ حسن کو محض تسکین شہوت کے لئے پسند کیا جائے۔ سبزہ و گل اور آب رواں سے کون سی شہوت کو تسکین ہوتی ہے۔ دیکھنے والا انہیں کھانے پینے کے لئے تو نہیں دیکھتا؟ بلکہ ذوق نظر کے لئے' کیونکہ آنکھوں کو ان کے نظارے سے ایک سرور حاصل ہوتا ہے' ایک ذلت محسوس ہوتی ہے کہ حسن و جمال چیز ہی ایسی کہ آدمی کو محبوب و مرغوب ہے تو پھر اگر جمال الٰہی سے آشنائی حاصل ہو جائے اور اس کی شناخت ہو جائے تو کیا اسے دوست رکھنا محال ہوگا؟ معنی جمال کی توضیح ہم بعد میں کریں گے۔ (انشاء اللہ العزیز)

marfat.com

(۵)..... پانچویں وجہ دوستی وہ مناسبت ہے جو دو طبائع کے درمیان پائی جاتی ہے۔ کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص کی طبیعت دوسرے کی طبیعت سے اس قدر موافق واقع ہوئی ہو کہ وہ اسے خوامخواہ دوست رکھنا چاہے۔ اگرچہ اس نے اس سے کوئی نیکی یا احسان بھی نہ کیا ہو۔ یہ طبعی عادت کبھی تو ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً بچے کو بچے سے ایک طرح کا انس سا ہوتا ہے اور عالم کو عالم کے ساتھ رغبت سی ہوتی ہے اور ہر جنس کو ہم جنس کی کشش اپنی سمت کھینچتی ہے اور کبھی یہ مناسبت پوشیدہ ہوتی ہے نیز اصل فطرت اور اسباب سماوی جو ان کے ولادت کے وقت غالب ہوتے ہیں۔ ان پر کچھ اس طرح اثر انداز ہوتے ہیں کہ ان میں ایک نسبت بھی ساتھ ہی جنم لے لیتی ہے اور یہ وہ مناسبت ہے کہ کوئی اس کی حقیقت تک نہ پہنچ سکا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''ایک آشنائی وہ بھی ہے جو روح کو روح سے ہوتی ہے اور اسی طرح روحوں کے درمیان اجنبیت و غیرت بھی ہوتی ہے''۔ اور جب وہ آپس میں آشنا ہوتی ہیں تو ان روحوں سے منسلک اشخاص کو ایک دوسرے سے الفت ہو جاتی ہے اور ہم کہہ چکے ہیں کہ اس آشنائی اور مناسبت کی تفصیل میں جانا کسی کے اختیار میں نہیں اور نہ ہی اس راہ تک کسی کی رسائی ممکن ہے۔

حقیقت حسن و جمال

جو شخص بہائم کے درجہ سے آگے نہ بڑھ سکا' یعنی عقلی اعتبار سے جانوروں کا سا رہا اور حسن چشم کے سوا کچھ نہ رکھتا ہو وہ عین ممکن ہے یہی کہے کہ جس کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں کہ کسی کا رنگ سرخ و سفید ہو اور اس کے اعضاء متناسب و موزوں ہوں گویا اس کے نزدیک حسن و جمال کا ماحاصل فقط شکل اور رنگت ہی ہو وہ اس بات پر مصر ہو تو یہ صریحاً غلط ہے کیونکہ اہل عقل کے نزدیک ان الفاظ سے کون واقف نہیں جو وہ کہا کرتے ہیں: ''یہ خط کتنا خوبصورت ہے؟ اس کی آواز کتنی پیاری ہے؟ وہ کپڑا بڑا خوبصورت ہے۔ فلاں گھوڑا بہت خوبصورت ہے' یہ گھر کتنا اچھا ہے! یہ باغ کیسا عمدہ ہے فلاح شہر بہت خوبصورت ہے وغیرہ سو ہر شے میں خوبصورتی سے اصل مراد یہ لی جاتی ہے کہ جو کمال اس کے لائق اور شانِ شایان ہے وہ اس میں واقعی پایا جاتا ہو اور کسی قسم کی کمی اس میں دکھائی نہ دے اور ہر شے کا کمال یقیناً اپنی ہی نوعیت اور قسم کا ہوتا ہے۔ مثلاً خط کا کمال یہ ہے کہ حروف میں ایک خاص تناسب ہو اور دوسرے یہ کہ اس کے معانی بھی اچھے ہوں اور اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اچھے خط یا خوبصورتی والے گھر کو دیکھ کر لذت ضرور حاصل ہوتی ہے اور کوئی شخص بھی اس سے لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تو پھر خوبصورتی کو محض انسانی چہرے سے مخصوص کیوں کیا جا سکتا ہے؟

بہر حال مذکورہ اشیاء جن کی خوبصورتی کا ذکر کیا گیا ہے اور ان سب کا تعلق ظاہری آنکھ ہی سے ہے اور ممکن ہے کہ کوئی آدمی اس بات کو تسلیم کر لے لیکن اس بات پر بضد ہو کہ جو چیز آنکھ سے دکھائی نہ دے اسے کیسے حسین و خوبصورت کہا جا سکتا ہے؟ اور یہ خیال بھی جہالت کے سوا کچھ نہیں' کیونکہ جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں شخص کا اخلاق بہت اچھا ہے فلاں شخص میں مروت بہت پائی جاتی ہے۔ پرہیز گاری اچھی چیز ہے۔ زیادہ امیدیں نہ باندھنے سے اور صبر و قناعت کا درجہ بہت بلند ہے۔ غرض یہ اور اس قسم کی دیگر اشیا کو اچھا کہتے ہیں تو کیا چیزیں ظاہر کی آنکھ سے نظر آتی ہیں؟ بلکہ عقل اور بصیرت سے دکھائی بھی دیتی ہیں۔ ریاضت نفس کے باب

marfat.com

میں بیان کر چکے ہیں کہ صورتیں دو ہوتی ہیں' یعنی ظاہری اور باطنی' چنانچہ اخلاق نیک وہ صورت ہے جسے باطنی کہیں گے اور ہر کسی کو موجود پسند بھی ہے۔ اس کی دلیل یوں دی جاسکتی ہے کہ اگر کوئی آدمی امام شافعی علیہ رحمتہ کو دوست رکھے بلکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت رکھے تو کیا یہ محال ہے؟ اور محال کہہ بھی کون سکتا ہے؟ کہ ایسے لوگ بھی موجود رہے ہیں اور اب بھی ہیں کہ ان کی محبت میں مال' حتیٰ کہ جان بھی نثار کر دیتے ہیں۔ اب بتایئے کہ کیا یہ دوستی ان بزرگوں کی شکل وصورت سے ہے؟ ان کے محبوبوں نے تو انہیں دیکھا تک بھی نہ تھا کہ ان کی صورتیں تو کب کی خاک کے پردے اپنے اوپر ڈال چکی ہیں۔ پھر یہ دوستی کس چیز سے ہوئی بس یہ دوستی ان کے جمال باطن سے ہے اور ان کے جمال باطن سے مراد وہ علم اور تقویٰ وسیاست ہے' جو ان کی ذات کا خاصہ تھے ایسے ہی فضائل وتقدس کی وجہ سے لوگ انبیاء سے محبت کرتے ہیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرنے والا ان کی شکل وصورت سے نا آشنا ہونے کے باوجود ان سے محبت ہی کرتا ہے کہ اس محبت کی بنیاد تو ان صفات وخصائل سے ہے جو آپ کی ذات والا صفات میں تھیں اور جن کی بدولت وہ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے حالانکہ صدق تو ذات صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک جزو کی صفت ہے جس کو لاتجزی کہتے ہیں۔ یعنی شکل ورنگ سے بالاتر حکماء کے ایک گروہ کے مطابق وہ جزو کوئی جگہ بھی نہیں گھیرتا۔ بہر حال وہ کسی بھی صفت پر ہو اس کے رنگ وشکل نہیں ہیں لیکن اس کے باوجود محبوب ہے تو وہی نہ کہ ظاہری گوشت پوست! سو جس کسی میں عقل کا شائبہ تک بھی ہوگا وہ اسے رد نہ کرے گا کہ جمال باطن بھی کوئی شے ہے بلکہ وہ حسن ظاہری سے باطنی کو زیادہ چاہنے لگے گا اور اس کی دوستی کا دم بھرے گا اس لئے دیوار پر آویزاں تصویر کی نسبت جو دوستی اور محبت کسی نبی کے لئے ہو سکتی ہے اس کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے' بلکہ آپ یہ مثال ہی لے لیں کہ اگر بچے کو کسی آدمی سے مانوس کرانا چاہتے ہیں تو اس کے سامنے اس دوسرے آدمی کے چشم وابرو اور دراز پلکوں کا تذکرہ نہیں کیا کرتے بلکہ اس کے علم وفضل اور سخاوت ومروت وغیرہ یعنی اس کی صفات نیک کا ذکر کیا جائیگا۔ اسی طرح جب اسے کسی سے نفرت دلانا مقصود ہو تو اس کی ظاہر بدصورتی اور بدشکلی کے قصے نہیں سنائیں گے بلکہ اس کی بد باطنی اور صفات بد کا ذکر کر کے اس کے دل کو اس سے پھیر دیا جاتا ہے۔ یہ صفات بد کا ذکر کر کے اس کے دل کو اس سے پھیر دیا جاتا ہے یہ صفات ہی کا تو فرق ہے کہ لوگ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت رکھتے اور ابو جہل کے نام سے بھی بیزار ہیں اور اسے اپنا دشمن تصور کرتے ہیں۔

پس یہ بات واضح اور اظہر من الشمس ہوگی کہ جمال بھی دو طرح کے ہیں۔ یعنی ظاہری جمال اور باطنی جمال اور ان میں سے جو محبوب ہے وہ باطنی جمال ہی ہے اور جس کسی میں عقل کا شائبہ ہوگا وہ جمال ظاہری کو نہیں بلکہ باطنی جمال کو پسند کرے گا:

آنکھ والا بڑا جوبن کا تماشا دیکھے　　دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

دوستی کے لائق واحد ذات صرف اللہ ہے!

اب اصل مطلوب یہ جاننا ہے کہ خدا کے سوا کوئی مستحق محبت نہیں اور جو کوئی اس کے سوا کسی دوسرے کو دوست رکھتا ہے تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس نے اپنی جہالت کی وجہ سے اللہ کو پہچانا ہی نہیں اس ضمن میں یہ بات البتہ یاد رہے کہ خدا کو دوست رکھنے والے سے دوستی بجا ہے۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت رکھنا' تاکہ آپ کی محبت بھی خدا کی محبت ہے کیونکہ جو شخص

marfat.com

سی کو دوست رکھتا ہے وہ اس کے دوست کو بھی دوست سمجھتا ہے اور جس کو وہ اپنا محبوب سمجھے اسے تو دوست ہی سمجھا بلکہ خود اپنا بھی وب ہی سمجھتا ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چونکہ خدا کے محبوب بھی ہیں اور رسول بھی اس لئے ان سے محبت اور ستی گویا خدا ہی سے دوستی و محبت رکھنا ہے۔ پس علمائے دین اور اہل تقویٰ سے دوستی خدا ہی سے دوستی ہے اور یہ بات تب سمجھ میں آ کے گی کہ اسباب دوستی پر پھر ایک مرتبہ نگاہ ڈالی جائے۔

۱)..... پہلا سبب یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے اور اپنے کمال کو دوست رکھتا ہے تو پھر اس دوستی کے لئے یہی ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ خدا کو بھی دوست رکھے کیونکہ اس کی اپنی ہستی اور اس کے کمال کی ہستی اور اس کے اوصاف کی ہستی سب اسی کے وجود کی مرہون منت ہے کیونکہ اگر اس کا فضل نہ ہوتا تو وہ پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا اور اس کے بعد بھی اگر اس کا کرم نہ ہوتا تو زندہ نہ رہ سکتا تھا اور پیدائش کے وقت اگر اس کا فضل شامل حال نہ رہتا تو اس کے اعضا اور کمال اور اوصاف میں ایسا نقصان واقع ہو سکتا تھا کہ ان میں سے کئی چیزیں ناقص رہ جاتیں۔

حیرت ہے اس آدمی پر جو دھوپ سے پناہ لینے کے لئے کسی سایہ دار درخت کے نیچے جا کھڑا ہو لیکن دوست صرف درخت کے ائے کو رکھے کہ جس کے وجود سے وہ سایہ قائم ہے اسی طرح یہ بھی جاننا چاہئے کہ جس طرح سایہ کا قیام درخت کے وجود سے ہے یسے ہی انسان کی ذات ہستی اور صفات کا قیام وجود حق سے وابستہ ہے تو پھر کیوں نہ اسے دوست رکھا جائے۔ البتہ اگر کوئی اسے نا پہچانتا ہو تو اسی لئے تو اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ جاہل آدمی حق تعالیٰ کو دوست نہیں رکھتا کیونکہ اس کے ساتھ نیکی یا حسان سوائے خدا کے نہ کوئی کر سکتا ہے اور نہ کسی نے کیا ہوتا ہے اور پھر خدا کا بندے پر کوئی ایک احسان ہے؟ اس کے احسانات کا شمار بھی نہیں کیا جا سکتا کہ جیسا شکر و تفکر کے باب میں بیان کیا گیا ہے اور وہ احسانات و تیرے خیال میں دوسروں نے تجھ پر کئے ں۔ دراصل انہوں نے نہیں کئے بلکہ تو محض جہالت کی وجہ سے ایسا سوچے ہوئے ہے اس لئے کہ جب تک خدا کسی پر ایک موکل سر نہ کرے اس وقت تک کوئی دوسرا تجھے کچھ دینے کے لئے آمادہ ہی کیونکر ہو گا؟ اس لئے کہ یہ ذات باری تعالیٰ ہی تو ہے جو کسی ے دل میں یہ بات ڈال دیتی ہے کہ وہ تجھے دے کیونکہ اس کی بہتری کیا دین میں ہے اور کیا دنیا میں اسی پر منحصر ہے اور اگر وہ اپنی راد حاصل کرنا چاہے تو اس کی یہی صورت ہے کہ تجھے دے تو پھر اس نے تجھے جو کچھ دیا وہ درحقیقت اپنے ہی آپ کو دیا اور تجھے تو ظ ثواب آخرت کے حصول یا دنیاوی شہرت و نیک نامی کا ذریعہ بنا لیا تو پھر کیا درحقیقت وہ شے تجھے خدا نے عطا نہیں کی جس نے عرض ایک موکل اس آدمی پر مقرر کر دیا جس نے اس کے دل میں یہ اعتقاد پیدا کیا کہ وہ تجھے اس بات کی دعوت دے کہ وہ تجھ سے نیکی کرے حتیٰ کہ وہ شے اس نے تجھے دے دی؟ یہ بھی بات شکر میں مذکور ہے۔

۳) تیسرا سبب یہ ہے کہ بعض اوقات انسان کسی دوسرے نیک انسان سے محبت کرنے لگتا ہے خواہ خود اس کے ساتھ اس نے کوئی نیکی یا احسان نہ کیا ہو۔ مثلاً کوئی شخص سنے کہ مغرب میں ایک ایسا عادل و منصف بادشاہ حکمرانی کر رہا ہے کہ سب لوگ اس سے خوش ہیں کیونکہ وہ اپنی مملکت میں کسی کو کسی پر ظلم یا زیادتی نہیں کرنے دیتا۔ چنانچہ اس بات سے اسے لازماً ایک عقیدت اور محبت سی ہو جاتی ہے۔ اگرچہ اسے معلوم ہو کہ اس بات سے نہ کبھی اس کی ملاقات ہو سکے گی اور نہ اس کے ہاتھوں کوئی

marfat.com

فائدہ اسے پہنچ سکے گا۔ اب اس لحاظ سے بھی اگر غور کیا جائے گا تو دوستی کا اصل مستحق اللہ تعالیٰ ہے اور اگر وہ بادشاہ کو اس کا مستحق تصور کرتا ہے تو یہ اس کی جہالت ہے اس لئے کہ اس احسان و نیکی کا اصل موجب تو اللہ تعالیٰ ہے کہ دنیا میں انسان کے ہاتھوں انسان کی بھلائی کا باعث حق تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے۔ اسی کے حکم سے کسی میں یہ جذبہ نیکی مستحکم ہوتا ہے ورنہ لوگوں کے پاس کسی کو دینے کے لئے کیا دھرا ہے؟ احسان تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے تمام مخلوق کو پیدا کیا اور ضرورت کے مطابق ہر کسی کو کچھ نہ کچھ عنایت فرمایا یہاں تک کہ جن کی خاص ضرورت بھی نہ تھی اور ان کا تعلق فقط زیب و زیبائش اور زینت اور سجاوٹ سے تھا وہ بھی عنایت کر دیں اس بات کو ذہن نشین کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی ملکوت ارض کے نباتات و حیوانات وغیرہ میں تفکر کرے تا کہ اللہ تعالیٰ کے لاتعداد اور ان گنت احسانات انعامات اور عجائبات کو اپنے سامنے بے نقاب پائے۔

(۴) چوتھا سبب کسی کا حسن و جمال جس کی بناء پر کوئی کسی کو دوست رکھتا ہے یہاں حسن و جمال سے مراد باطنی حسن و جمال ہے مثلاً یہ کہ کوئی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت رکھتا ہے تو کسی کی محبت کا مرکز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی قدر ہوئی ہے اور کوئی سبھی کو دوست رکھتا ہے بلکہ رسولوں کو اور بھی زیادہ عزیز رکھتا ہے اور اس دوستی و محبت کا سبب ان عظیم ہستیوں کی صفات ہوتی ہیں اور خوبی باطن اور اسے اگر نگاہ غور سے دیکھو تو یہی نتیجہ نکلے گا کہ ان کے حسن باطنی کا ماحصل تین صفات ہوتی ہیں۔ پہلی ان کا علم۔ علم اور صاحب علم سے محبت اس لئے ہوتی ہے کہ علم شریف اور نیک ہوتا ہے اور جس قدر علم کسی کا شریف ہوگا اسی قدر صاحب علم بھی شریف اور نیک ہوگا اور اسی نسبت سے اس کا جمال باطنی بھی مزید پرکشش ہوگا اور تمام علوم میں افضل ترین درجہ معرفت الٰہی کا ہے اور اس کی درگاہ کی معرفت عظیم ترین ہوتی ہے کہ ملائک، انبیاء الہامی کتب اور شریعت انبیاء اور دنیا و آخرت کی تدبیروں غرض ہر علم پر محیط ہوتا ہے اور انبیاء اور صدیقوں سے جو لوگوں کو محبت ہوتی ہے تو اسی لئے ہوتی ہے کہ ان کو اس علم یعنی معرفت الٰہی میں کمال حاصل ہوتا ہے۔

دوسری خوبی وہ قدرت ہے جو ان بزرگوں کو حاصل ہوتی ہے مثلاً یہ کہ اپنے نفس کی اصلاح و درستی پر بندگان خدا کی تصحیح اخلاق اور تربیت پر اور ان کی سیاست پر دنیا کی ظاہری حکومت کے نظام کی دوستی پر اور حقیقت دین کو قائم و برقرار رکھنے پر انہیں ایسی قدرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے محبوب بن جاتے ہیں۔

تیسری خوبی ان کی تنزیہ اور پاکی ہوتی ہے یعنی ان کا عیوب و نقائص سے خود کو پاک رکھنا خباثتوں سے دور رہنا باطنی برائیوں اور اخلاق بد سے علیحدہ رہنا انہیں محبوب خلائق بنا دیتا ہے۔ تو یہاں بھی دیکھیے تو معلوم ہوگا محبوب ان کے افعال نہیں بلکہ ان کی صفات ہوتی ہیں کیونکہ جو فعل ان صفات کے تابع نہ ہو وہ محمود نہیں ہوتا چنانچہ کسی سے اگر اتفاقیہ کوئی فعل سرزد ہو جائے یا بحالت غفلت یونہی نادانستہ سرزد ہو جائے تو اسے فعل محمود نہیں بنا سکتا۔ سو لوگوں کی محبت و دوستی اسی کو حاصل ہوتی ہے جسے ان صفات میں کمال حاصل ہو اور جس قدر یہ صفات کامل تر ہوں گی۔ اتنی ہی اس کی شخصیت محبوب تر ہوگی اور یہی وجہ ہے کہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ دوست رکھتے ہیں اور انبیاء کو جناب

marfat.com

صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے ہیں اب ذرا ان تینوں صفات پر نظر ڈالو اور غور کرو کہ یہ تینوں صفات اصل میں تو حق تعالیٰ کی ہیں اس لئے دوستی کی مستحق بھی اسی کی ذات پاک ہے آخر وہ کون سا قلب سلیم ہوگا جسے اتنا بھی پتہ نہ ہو کہ فرشتوں اور آدمیوں کا علم از اول تا آخر خدا کے علم کے سامنے بالکل ناچیز اور بے وقعت ہے۔ چنانچہ سبھی کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد ہے۔

''تم کو بہت تھوڑا سا علم دیا گیا ہے'' (سورہ بنی اسرائیل: ۸۵)

بلکہ حق تو یہ ہے کہ اگر دنیا جہان کے تمام عالم جمع ہو کر صرف اتنا معلوم کرنا چاہیں کہ ایک چیونٹی یا مچھر کی پیدائش میں علم و حکمت الٰہی کے کون سے عجائب ظاہر و پوشیدہ ہیں تو پوری طرح معلوم نہیں کر سکتے اور جو تھوڑا بہت انہیں معلوم ہوتا بھی ہے تو وہ بھی خدا کے عطا کردہ علم کے ذریعے سے اور ارشاد ہوا کہ ''رحمٰن نے کے آدمی کو پیدا کیا اور پھر اسے بولنا سکھایا (سورہ الرحمٰن: ۳-۴)

اور پھر تمام مخلوق کے علوم کی ایک حد اور انتہا ہے یعنی محدود ہیں اور حق تعالیٰ کے علم کی کوئی حد نہیں کوئی انتہا نہیں یعنی لامتناہی اور غیر محدود ہے اس سے خلق کے علم کو کیا نسبت؟ پس خلق کا سارا علم اس سے ہے اس کا علم خلق سے نہیں ہے۔

اسی طرح قدرت پر غور کرو تو وہ بھی محبوب خلائق ہوتی ہے چنانچہ کسی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت پسند ہے تو کسی کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیاست محبوب ہے کیونکہ ان ہر دو صفات میں ایک طرح کی قدرت نمایاں ہے لیکن یہ بھی تو دیکھو کہ تمام مخلوق کی قدرت خدا کے سامنے کوئی چیز ہی نہیں اس کے سامنے سب عاجز ہیں اور اگر ان میں کوئی قدرت ہے بھی تو اسی کی دی ہوئی ہے ایک مکھی اگر آدمی کی کوئی چیز کھا جائے تو آدمی میں اتنی قدرت بھی نہیں کہ اس سے واپس لے سکے۔ اس سے بڑھ کر عاجزی و بے چارگی اور کیا ہوگی؟ پس قدرت ہے تو صرف خدا کو حاصل ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ جس کی کوئی حد نہیں اور یہ اسی کی قدرت کاملہ کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ ہے کہ تمام ارض و سماء جن و بشر، حیوانات و نباتات عالم وجود میں آئے اور وہ قادر مطلق چاہے تو اس سے بھی زیادہ بے اشیاء کو وجود میں لے آئے پھر اگر قدرت ہی سبب دوستی ہے تو یہ کیونکر درست ہوگا کہ اس سبب کی رو سے بھی خدا کے سوا کسی اور کو دوست رکھا جائے۔ رہی عیوب و نقائص سے پاک رہنے والی بات تو یہ صفت آدمی میں بدرجہ کمال کبھی پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ چنانچہ اس کا اولین نقص تو یہی ہے کہ وہ محض بندہ ہے اپنی ہستی کا خالق خود نہیں ہے اس کی ذات اس کے سبب سے نہیں بلکہ وہ کسی کا پیدا کیا ہوا ہے اس سے بڑھ کر اس کے ناقص ہونے کا ثبوت ہو بھی کیا سکتا؟ پھر یہ کہ جب اسے اپنے باطنی احوال کی بھی خبر نہیں ہوتی تو دوسری اشیاء کے بارے میں اسے کیا خبر ہو سکتی ہے؟ اس کے دماغ میں اگر ایک رگ ٹیڑھی ہو جائے تو وہ دیوانہ اور مجنون و پاگل ہو جاتا ہے اور اسے قطعی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کیوں ہوا اور کیسے ہوا؟ اسے تو اس حالت میں یہ تک معلوم نہیں ہوتا کہ اس کی دوا اس کے سامنے پڑی ہے! آدمی کی عاجزی و بے بسی اور نادانی و لاعلمی کا اندازہ کرنے لگیں تو وہ شمہ بھر علم اور ذرہ بھر قدرت جو اسے حاصل ہے اس کے عجز و جہالت میں اس طرح غرق ہو جائے کہ کہیں نام و نشاں بھی نہ دکھائی دے۔ خواہ کوئی بھی ہو پس عیوب اور نقائص سے پاک اور مبرہ تو خالق کل ہی ہے جس کا علم بے انتہا وہ علم کہ جس میں جہالت کا گزر ممکن نہیں اور جس کی قدرت کاملہ اس قدر کامل کہ ساتوں زمین و آسمان اسی کے دست قدرت میں ہیں۔ ساری مخلوق کو تباہ بھی کر دے تو اس کی عظمت اور اس کی بادشاہت میں ذرہ بھر بھی کمی نہ آئے وہ چاہے تو لاکھوں عالم اور جہاں ایک لمحہ کے اندر پیدا کر دے اور پھر بھی

marfat.com

یہ نہ کہا جا سکے کہ اس کی عظمت بادشاہی میں کوئی اضافہ یا ترقی ہوگئی ہے۔

مبرہ عجیب تو ہے ہی کیونکہ کسی کا اسکی ذات وصفات میں گزر نہیں بلکہ نقص وخامی کا اس میں کوئی امکان ہی نہیں اس کے باوجود اگر کوئی شخص خدا کے سوا کسی دوسرے کی دوستی کا قائل ہو تو اسے اس کی حماقت اور جہالت کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے اور پھر یہ محبت اس محبت سے کہیں زیادہ کامل ہوتی ہے جو احسان ونیکی کی باعث جنم لیا کرتی ہے کیونکہ جس محبت کی بنیاد احسان پر استوار ہوئی ہو تو وہ نعمت کی کمی بیشی کے ساتھ ساتھ گھٹتی بڑھتی رہتی ہے لیکن جہاں محبت کا سبب خدا کی پاکی اور عظمت ہو وہاں وہ ہر حال کامل ہوتی ہے اسی لئے خدا نے وحی نازل فرمائی کہ ''اے داؤد مجھے وہی بندہ عزیز ومحبوب ہے جو خوف دوزخ یا طمع جنت کے باعث میری بندگی وطاعت نہیں کرتا بلکہ محض اس لئے طاعت گزاری کو اپنا شعار بنا لیتا ہے کہ میری ربوبیت کا حق ادا ہو جائے۔ مذکورنی زبور ہے کہ اس آدمی سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو آرزو بہشت اور خوف دوزخ سے میری طاعت کرتا ہے اگر دوزخ اور جنت کو نہ بناتا تو کیا میں عبادت وبندگی کا مستحق نہ تھا؟

۵- پانچواں سبب حق تعالیٰ کی دوستی میں جو بندہ کی خدا سے ہوتی ہے اس میں ایک خاص نسبت کا پایا جانا ہے کیونکہ آدمی کو اس کے ساتھ ایک مناسبت حاصل ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

''فرما دیجئے روح میرے رب کا حکم ہے (سورہ بنی اسرائیل: ۸۵)

اور حدیث شریف میں ہے کہ تحقیق اللہ نے آدمی کو اپنی صورت پر پیدا کیا تو یہ بھی دراصل اسی کی طرف اشاہ ہے اور جو فرمایا ہے کہ ''میرا بندہ تو میرے ہی قرب کا متلاشی رہتا ہے تا کہ میری دوستی اسے حاصل ہو جائے تو جب میں اسے اپنا دوست بنا لیتا ہوں تو میں ہی اس کی آنکھ، کان اور زبان بن جاتا ہوں''۔

رب کی عیادت!

اور یہ جو ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ! میں بیمار ہوا تو تو میری عیادت کو نہ آیا'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ ''مولا خداوند عالم اور خالق موجودات تو تو ہے پھر بھلا تو بیمار کیسے ہو سکتا ہے؟ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ! ہمارا فلاں بندہ بیمار تھا اگر تو اس کی عیادت کو جاتا تو گویا ہماری عیادت کو جاتا''۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ صورت آدم کی مناسبت کا ذکر بعض ابواب میں کیا جا چکا ہے اور اس قسم کی مثالیں مزید بھی فراہم کی جا سکتی ہیں لیکن شریعت کے موضوع پر کتاب لکھتے ہوئے ان چیزوں کا ذکر نہیں کیا جا سکتا۔ اذہان عوام سے یہ بالاتر ہیں بڑے بڑے ذہین، عاقل اور دانشمند بھی اس میں ٹھوکر کھا گئے ہیں اور اوندھے منہ گرے دکھائی دیتے ہیں یعنی بعض تو تشبیہ کے چکر میں پڑ گئے اور یہی تصور کرنے لگے کہ صورت سے مراد صرف ظاہری صورت ہی ممکن ہے۔ اس کے علاوہ اس کی کوئی صورت ہی نہیں۔ بعض نے حلول کا ڈھونگ رچا لیا اور بعض نے اتحاد کا عقیدہ پیش کر دیا۔ اغرض اگر اسے سمجھانے کی کوشش کی جائے تو کچھ فائدہ نہیں کیونکہ اس کا سمجھنا خاصا دشوار ہے لیکن جو ہم بتانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ جب اسباب محبت کو جان لیا تو فقط یہ جاننا باقی رہ گیا کہ ہر وہ محبت جو خدا کی محبت کے علاوہ ہو۔ محض حماقت اور نادانی اور جہالت ہے اور متکلمین یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جو ہم جنس نہ ہو اس سے دوستی کیونکر ممکن ہے؟ اور خدا چونکہ ہمارا ہم جنس نہیں لہذا اس سے دوستی محال ہے اور یہ کہ خدا کی دوستی سے اگر کچھ مراد ہے تو وہ فقط یہ کہ اس

marfat.com

کے احکام کی تعمیل کرتے رہو تو اس کا یہ تصور اسکی حماقت و کم فہمی کے سوا کچھ نہیں۔ دراصل دوستی اور محبت کے بارے میں ان لوگوں کے تخیل کی پرواز صرف اس شہوت تک محدود ہے جو خواتین کو دیکھ کر پیدا ہوتی ہے اس کے علاوہ وہ کچھ نہیں جانتے۔ بلاشبہ یہ شہوت تو ہم جنس کی طالب ہے لیکن جس محبت کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ حسن باطن اور کمال معنی کی متلاشی ہوتی ہے نہ کہ حسن صورت کی؟ یہاں مطلوب جمال باطن ہے نہ کہ ظاہری شکل وصورت اور تسکین شہوت؟ اس لئے کہ جب ہم پیغمبروں کو دوست رکھتے ہیں تو اس لئے نہیں کہ اس کے بھی ہماری طرح ہاتھ پاؤں اور اعضاء ہیں بلکہ یہ دوستی باطنی مناسبت کی وجہ سے ہوتی ہے جو ہمیں دکھائی نہیں دیتی ہے کہ اگرچہ وہ بھی ہماری طرح زندہ عالم متکلم سمیع اور بصیر ہوتا ہے۔

لیکن یہ صفات اس کی ذات اعلیٰ میں درجہ کمال پائی جاتی ہیں اور اسی مناسبت کی اصل یہاں درکار ہے لیکن کمال صفات میں فرق بے شمار ہے اور وہ دوری جو زیادتی کمال کی بناء پر جنم لے وہ محبت کو بھی بے حد بڑھا دیتی ہے لیکن دوستی کی اس جڑ کو نہیں کاٹتی۔ جو مناسبت کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہے اور اس قدر مناسبت کا اقرار ہر کسی کو ہے بلکہ اس قدر مناسبت کو ہر کوئی جانتا و پہچانتا ہے۔ اگرچہ اس مناسبت کے پوشیدہ راز اور حقیقت سے شناسائی ہر کسی کو حاصل نہیں یعنی لوگ اس رمز کو نہیں سمجھ پاتے جو ارشاد ہوا کہ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر تخلیق فرمایا کیا اسی پر دلیل ہے۔

دیدارِ الٰہی میں جو لذت ہے وہ کسی اور میں نہیں

جو لذت دیدار حق میں ہے وہ کسی شے میں نہیں ہے۔ سو یاد رہے کہ بظاہر سبھی مسلمانوں کا مذہب یہی ہے لیکن یہ کہنا زیادہ تر زبانی ہوتا ہے کیونکہ ان کی تحقیق کا عالم یہ ہوتا ہے کہ جب سوچتے ہیں تو ان کا دل ہی کہتا ہے کہ اس شے کا دیدار اور لذت کیسی جس کی کوئی صورت ہے نہ شکل اور نہ کوئی رنگ اور اسے نہ سمجھتے ہوئے بھی زبان سے اقرار کر لیتے ہیں کیونکہ انہیں یہ خوف ہوتا ہے کہ شرع میں یہی مذکور ہے سو اگر جھٹلائیں تو کیسے اور انکار کریں تو کیسے؟ دل مگر شوق سے عاری ہوتا ہے اس لئے آدمی جس شے کو جانتا ہی نہ ہو اس کا اشتیاق اور شوق اس کے دل میں کیسے پیدا ہو؟

اب اگرچہ اس راز نہاں کی توضیح وتشریح اس قسم کی کتاب میں کرنا کافی دشوار ہے لیکن پھر بھی مختصراً و اشارۃً اس ضمن میں کچھ بیان کئے دیتے ہیں تو جاننا چاہئے کہ اس بیان کو چار اصولوں پر تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱- آدمی اس بات کو جان جائے کہ دیدار الٰہی معرفت الٰہی سے خوش تر ہے۔

۲- معرفت الٰہی معرفت غیر اللہ سے بہتر ہے۔

۳- جان لے کہ دل کو علم اور معرفت سے راحت اور مسرت حاصل ہوتی ہے اس چیز کے بغیر کہ آنکھ اور تن اس میں شریک ہوں اور۔

۴- جان لے کہ وہ خوشی جو خاصیت دل سے پیدا ہوتی ہے وہ ان تمام خوشیوں سے خوش تر غالب اور قوی ہے جو آنکھ کان اور دیگر حواس سے حاصل ہو۔

تو جب ان اصلوں سے آگاہ ہو جائے تو آدمی کو خود بخود لازمی طور پر معلوم ہو جائے گا کہ دیدار حق سے بہتر اور خوش کن کسی دیدار کو نہیں کہا جا سکتا۔

marfat.com

اصل اوّل : یہ اس بارے میں ہے کہ تو یہ جان لے کہ معرفت میں دل کو جو راحت ہوتی اس کی لذت میں تن کو شرکت حاصل نہیں ہوتی۔ پس یاد رہے کہ آدمی میں بہت سی قوتیں پیدا کی گئی ہیں اور ہر قوت کسی نہ کسی کام کے لئے پیدا کی گئی ہے اور انہی قوتوں کو دراصل طبعی تقاضے کہا جاتا ہے اور اس کی لذتیں انہی طبعی تقاضوں کے تابع ہوتی ہیں۔ مثلاً قوت غضب وغصہ کو غلبہ انتقام کی خاطر بنایا گیا ہے اور اس کی لذت اسی میں مضمر ہے۔ قوت شہوت کو روزی اور غذا حاصل کرنے کیلئے بنایا گیا اور اس کو اسی میں لذت حاصل ہوتی ہے اسی طرح قوت سمع و بصر اور دیگر قوتوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی ایک لذت ہے پھر یہ کہ تمام لذتیں اک دوسری سے مختلف ہیں۔ مثلاً لذت مباشرت غصہ وانتقام کی لذت سے مختلف ہے۔ پھر یہ کہ ہر لذت کی قوت میں بھی نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ یعنی کچھ ایسی ہیں کہ قوی تر ہیں۔ مثلاً لذت چشم حسین صورتوں کے دیدار میں اس قدر قوی اور مضبوط ہے کہ لذت بینی خوشبو کے سونگھنے میں اتنی مضبوط نہیں اور اسے ہی ایک قوت آدمی کے دل میں پیدا کر دی گئی ہے جسے عقل یا نور بصیرت کہا جاتا ہے اور اس کو اس واسطے پیدا کیا گیا ہے کہ آدمی جملہ اشیا کا علم اور معرفت حاصل کر سکے جو خیال اور حس میں نہیں سما سکتیں۔ یہی اس کا طبعی تقاضا ہے اور اس کی لذت اسی میں ہے کہ وہ جان پہچان لے کہ یہ عالم جو معرض وجود میں لایا گیا ہے ایک ایسے مدبر اور صاحب حکمت کا محتاج ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہو اور یہ کہ اس کی تمام صنعتوں اور حکمتوں سے اس کو شناسائی حاصل ہو۔ جنہیں حس وخیال کے ذریعے پہچاننا ممکن نہیں۔ اس کی بدولت وہ صانع اصلی کی باریک سے باریک صنعتوں اور گہری حکمتوں کو جاننا چاہتا ہے اور مشاہدات سے مختلف نتائج اخذ کرنے کی دھن میں رہتا ہے اور حقائق کی چھان بین' تصنیف کتب' معلومات علم ہندسہ اور دقیق علوم ومضامین کی ایجاد سب اسی کے مرہون منت ہیں اور یہی کامیابیاں اس کی لذت کا باعث ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ ایک معمولی سی واقفیت یا حقیر سے علم پر بھی اسے سراہا جائے تو لذت اندوز ہوتا ہے اور اگر دبی زبان سے بھی کر دیا جائے کہ تجھے معلوم نہیں تو اسے رنج پہنچتا ہے اس لئے کہ اسی علم و واقفیت کو تو وہ اپنا کمال سمجھتا ہے۔ یہ شوق اسے اس قدر ہوتا ہے کہ اگر شطرنج کھیلنے والوں کے پاس جا بیٹھے اور وہ چاہیں کہ یہ کسی کو چال نہ سمجھائے تو جتنی شرطیں مرضی ہے عائد کرتے رہیں یہ پھر بھی خاموش نہ رہے گا۔ گویا علم چاہے خسیس ہی کیوں نہ ہو اسے ظاہر کر کے لذت اٹھائے بغیر اس سے نہیں رہا جاتا اور یہی چاہتا ہے کہ اس پہ فخر ومباہات کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ پائے اور کیوں نہ ہو علم ہے ہی قابل فخر شے اس لئے کہ علم صفات خداوندی میں سے ہے اور آدمی کیلئے اس کمال سے بڑھ کر قابل فخر کمال اور کون سا ہو سکتا ہے جو صفات الٰہی کے حصول کا باعث ہو؟

پس اس اصل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ دل کو علم ومعرفت سے لذت حاصل ہوتی ہے اور اسے اس چیز کی پرواہ نہیں ہوتی کہ آنکھ یا دیگر اعضا کا اس میں کوئی حصہ ہے یا نہیں؟

اصل دوم : تجھے یہ پہچان کرانا ہے کہ دل کو علم ومعرفت سے جو لذت ملتی ہے وہ اس لذت سے کہیں زیادہ مضبوط ہے جو محسوسات یا شہوات میں پائی جاتی ہے اس سلسلے میں جاننا چاہئے کہ جب کوئی شطرنج کھیلنے میں محو ہوتا ہے تو سارا سارا دن روٹی بھی نہیں کھاتا بلکہ اسے کہا بھی جائے کہ کھانا کھالو تو نہیں کھاتا اور بس کھیل ہی میں لگا رہتا ہے اس سے ہمیں صاف پتہ چل جاتا ہے کہ اسے شطرنج کھیلنا اور اس میں جیتنا کھانا کھانے سے بہتر معلوم ہوتا ہے گویا یہ لذت کھانے کی لذت سے بھی قوی تر ہوتی ہے۔ اسی لئے تو اس نے کھانے پر

marfat.com

اسے مقدم رکھا سو کسی لذت کی قوت کے مضبوط یا قوی تر ہونے کا اندازہ اسی وقت لگایا جا سکتا ہے جبکہ کچھ لذتیں ایک ہی وقت میں یکجا ہو جائیں یعنی ان میں سے جس کو آدمی ترجیح دے اور مقدم جانے وہی قوی تر کہلائے گی۔ جب یہ قاعدہ معلوم ہو گیا تو جاننا چاہئے جو شخص جتنا زیادہ عاقل ہو گا اس پر اتنی ہی وہ لذتیں غالب ہوں گی۔ جن کا تعلق باطنی قوتوں سے ہے چنانچہ اگر کسی شخص کو یہ اختیار دیا جائے کہ اگر چاہو تو لوزینہ اور بھنا ہوا مرغ حاضر ہے کھا لو اور اگر چاہو تو فلاں کام کر لو۔ جس سے تمہارا دشمن مغلوب ہو جائے گا اور تم ریاست کے مالک بن جاؤ گے تو اس کو یقیناً یہی پسند ہو گا کہ دشمن پر غلبہ پا کر ریاست حاصل کر لے۔ بشرطیکہ وہ عقلمند ہو۔ ورنہ اگر اس کی فطرت ہنوز نامکمل ہو جیسے کہ کسی لڑکے کی ہوتی ہے یا کسی ایسے شخص کی جو عقل و خرد اور ہوش و حواس سے محروم ہو چکا ہو یا پاگل ہو گیا ہو کیونکہ جس آدمی میں شہوت طعام بھی ہو اور اور شہوت جاہ و ریاست بھی ہو وہ تو طلب جاہ ہی کو مقدم رکھے گا۔ اور اسی سے ہم یہ جان جاتے ہیں کہ اس کی یہ لذت قوی تر ہے اسی طرح کوئی بھی عالم چاہے وہ علم ہندسہ کا عالم ہو یا علم طب کا یا علم شریعت کا اس کی لذت اسی میں ہوتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ علم ناقص نہ ہو۔ اور اگر اس میں کمال حاصل ہو جائے تو اس کی لذت ریاست و حکومت سے بھی زیادہ ہوتی ہے اور وہ اسی کو ان پر بھی مقدم گردانتا ہے۔ ہاں یہ علیحدہ بات ہے کہ کسی کا علم ہی ناقص و ناتمام ہو اور اسے وہ لذت حاصل نہ ہو جو عالم کامل کو ہوتی ہے۔ سوائے ان کے جن کا علم ناقص ہو اور شہوتیں سب کی سب ان میں موجود ہوں۔ بچے کو اگر با جا بجانے میں مباشرت یا حکومت کی نسبت زیادہ لذت محسوس ہو تو ہمیں اس میں کوئی شک نہیں رہتا کہ اس میں یہ نقص اس لئے واقع ہوا ہے کہ اس میں مباشرت یا حکومت کی شہوت ہی نہیں۔ اس لئے کہ اگر دونوں خواہشیں موجود ہوتیں تو وہ یقیناً مباشرت حکومت ہی کو ترجیح دیتا۔ اسی کو مقدم جانتا۔

اصل سوم: یہ اس بارے میں ہے کہ معرفت حق باقی تمام معرفتوں سے خوش کن ہے جب یہ بہت صاف ہو گئی کہ علم و معرفت دل کو خوش آتی ہے تو اس میں بھی شک نہ رہا کہ خود علوم اور معرفتوں میں بھی فرق پایا جاتا ہے۔ یعنی بعض علوم دوسرے علوم کی نسبت خوش تر ہوتے ہیں اور معلوم جس قدر شریف ہو گا اس کا علم بھی اسی قدر شریف تر ہو گا مثلاً شطرنج کی ایجاد کا علم شطرنج بازی سے بہتر ہے اور ملکی سیاست و وزارت اور حکمرانی کا علم زرگری اور درزی کے علم سے بہتر ہے۔ اسی طرح معنی شریعت اور اسرار و رموز شریعت کا علم، علم نجوم اور علم لغت سے خوش تر ہے اور یوں ہی وزیر کیلئے وزارت کے اسرار سے آگاہی اہل بازار کے اسرار سے آگاہی کی نسبت بہتر ہے۔

رموز مملکت سے آگاہی رموز وزارت سے آگاہی کی نسبت خوش تر ہے پس جس قدر معلوم خوش تر ہو اسی قدر اس کا علم بھی لذیذ تر ہوتا ہے سو غور کرو کہ عالم موجودات میں کون سی چیز خداوند عالم کے کمال و جلال سے شریف تر اور عظیم تر ہو سکتی ہے کہ جس نے تمام کمالات اور جمالات کو پیدا کیا ہے کون بادشاہ ہے جو اپنی مملکت میں اس طرح کی تدابیر سلطنت کر سکے ملکوت آسمان و زمین میں اور اس جہان کے نظام کار میں جو خوبی آتی ہے کیا وہ کسی دنیاوی حکمران کے ہاں کہیں پائی بھی جاتی ہے؟ کونسی درگاہ ہے جو درگاہ الٰہی سے بہتر اور کامل تر ہو؟ پس یہ کیونکر ممکن ہے کہ کسی چیز کا نظارہ نظارۂ حق سے خوش کن ہو۔ بشرطیکہ دیکھنے کے لئے آنکھ موجود ہو اور اس مملکت الٰہی کے اسرار سے آگاہ ہونے کی نسبت کون سی مملکت کے اسرار سے آگاہی بہتر ہو سکتی ہے؟ پس اس سے معلوم ہو گیا کہ معرفت الٰہی اور صفات الٰہی اور معرفت مملکت الٰہی اور جو بھی معرفت ہے باقی تمام معرفتوں سے بہتر اور خوش تر ہے کیونکہ اس معرفت کے معلومات دیگر

marfat.com

تمام معلومات سے شریف تر ہیں بلکہ شریف تر کہنا بھی گستاخی اور خطا ہے کیونکہ کسی دوسری شے کو اگر اس کے مقابلے میں لاؤ گے تو اسے شریف تر تو جبھی کہا جائیگا کہ مقابل شے کو شریف کہا جائے۔ سو عارف تو اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی جنت میں ہی ہوتے ہیں اور جنت بھی ایسی کہ جس کی وسعت ارض وسماء کی وسعت کے برابر ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ ارض وسماء کی وسعتیں بہر حال متناہی ہیں اور ان کی ایک خاص حد ہے جبکہ میدان معرفت (انتہا) اور غیر محدود ہے چنانچہ وہ باغ جو عارف کی تماشا گاہ ہے اس کا بھی کوئی کنارہ نہیں اور ارض وسماء کے کنارے بہر حال متعین ہیں اور باغ معرفت کے میوے نہ کبھی ختم ہوتے ہیں اور نہ اہل معرفت کے لئے کوئی ممانعت ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

اتنے جھکے ہوں گے کہ جس حالت میں چاہیں گے لے سکیں گے (سورہ حامہ ۱:۲۳)

کیونکہ جو شے خود اس کی ذات میں موجود ہو اس سے نزدیک تر کون سی شے ہو سکتی ہے اور کسی رکاوٹ روک ٹوک کینہ حسد کا اس میں گزر ہی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ جتنا کوئی زیادہ عارف ہوگا اس کا انس بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا اور یہ بہشت وہ ہے کہ اپنے مکینوں کی کثرت سے تنگ نہیں ہوتی بلکہ اس کی وسعتوں میں اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے۔

لذت نظارہ لذت معرفت سے بھی بیشتر ہوتی ہے۔ یاد رہے یہ دو طریقوں پر ہے۔

(۱) ایک تو وہ جو خیال میں آ سکتا ہے مثلاً رنگ اور شکل وغیرہ۔

(۲) دوسرا وہ جو خیال میں نہیں آ سکتا اور صرف عقل ہی اسے پا سکتی ہے مثلاً ذات الٰہی اور صفات الٰہی بلکہ تیری اپنی صفات میں کتنی ہی ایسی ہیں جو خیال میں سما نہیں سکتیں کیونکہ ان میں چگونگی نہیں پائی جاتی مثلاً قدرت علم ارادہ اور زندگی وغیرہ بلکہ چگونگی کی کیفیت تو غصہ عشق، شوت اور راحت وغیرہ میں بھی نہیں پائی جاتی اور خیال کی رسائی ان تک بھی نہیں ہو سکتی لیکن عقل ان سب کو دریافت کر لیتی ہے اور پھر جو کچھ خیال میں آتا ہے اس کا ادراک دو طرح پر ہوتا ہے۔

(۱) ایک تو یوں کہ کوئی شے صرف خیال میں حاضر ہو گیا یا تو اسے دیکھ رہا ہو اور یہ ناقص ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ وہ آنکھوں کے سامنے پھرنے لگے اور یہ کامل تر ہے اور لامحالہ خیال معشوق سے دیدار معشوق کی لذت بہت زیادہ ہوتی ہے اور اس کا سبب یہ نہیں ہوتا کہ دیدار میں اس کی صورت بدل جاتی ہے۔ یعنی وہ صورت جو خیال میں ہوتی ہے دیدار کے وقت وہ مختلف نہیں ہو جاتی اور نہ اس کے مخالف ہی ہوتی ہے۔ صورت تو دونوں حالتوں میں ایک ہی ہوتی ہے لیکن خیال کی نسبت روشن اور واضح تر ہوتی ہے بلکہ معشوق کو طلوع آفتاب کے بعد دیکھیں تو زیادہ لطف اندوز ہوتے ہیں بہ نسبت اس کے کہ اسے عین طلوع آفتاب کے وقت دیکھا جائے۔ حالانکہ دن چڑھے کوئی صورت تبدیل نہیں ہو جاتی بلکہ یہ کہ روز روشن میں صورت بھی روشن تر دکھائی دیتی ہے اور جو چیز خیال میں نہ آ سکے لیکن عقل اسے دریافت کر لے اس کی دو ہی صورتیں ہوتی ہیں:-

(۱) معرفت (۲) دیدار یا مشاہدہ اور کمال روشنی میں معرفت کے ساتھ اسے وہی نسبت ہے جو نظارہ کو خیال سے ہوتی ہے اور جس طرح پلکوں کا جھپکنا دیدار کا پردہ ہے نہ کہ خیال کا اور جب تک یہ سامنے سے اٹھ نہ جائے نظارہ حاصل نہیں ہو سکتا اسی طرح آدمی کا تعلق مٹی اور پانی سے مرکب اس بدن کے ساتھ جو ہوتا ہے تو اس کی خواہشات اور شوت مشاہدہ میں حائل ہو سکتی ہیں لیکن اس کی

marfat.com

معرفت کا رستہ نہیں روک سکتیں اور جب تک یہ پردہ نہ اٹھ جائے مشاہدے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جبھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ جواب ملا تھا کہ تو ہرگز ہمارے دیدار کی تاب نہ لا سکے گا (سورہ احراف: ۱۴۳)۔ سو جب مشاہدہ واضح تر اور مکمل تر ہو تو اس کی لذت بھی بیشتر ہونا لازمی ہے جیسے کہ خیال کے مقابلے میں دیدار میں لذت زیادہ پائی جاتی ہے اور یاد رہے کہ یہی معرفت ہے جو اگلے جہان میں کچھ اور ہی صفت اختیار کر لے گی اور اپنی پہلی صفت سے اس قدر دور اور مختلف ہو جائے گی کہ دونوں بالکل الگ الگ معلوم ہوں گی۔ اسی طرح جیسے کہ نطفہ آدمی کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور کھجور کی گٹھلی کھجور کا درخت بن جاتی ہے یعنی اس معرفت کو درجہ کمال تو وہیں جا کر نصیب ہوگا اور یہ گردش اسے روشن تر بنا دے گی اور یہی روشنی مشاہدہ، نظارہ یا دیدار کہلاتے گی۔ اس لئے کہ دیدار عبارت ہے کمال ادراک سے اور مشاہدہ اسی کمال ادراک کا آخری درجہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ مشاہدہ جہت کا متقاضی نہیں جیسے معرفت اس دنیا میں جہت کی متقاضی نہیں۔ معرفت تخم دیدار بھی کہلا سکتی ہے یعنی جسے معرفت حاصل نہ ہو اسے مشاہدہ بھی کبھی حاصل نہیں ہو سکتا اور وہ دیدار الٰہی سے ہمیشہ محروم رہے کیونکہ اگر کسی کے پاس کاشت کرنے کے لئے تخم ہی نہ ہو تو وہ زراعت اور کھیتی باڑی کیونکر کرے گا اور جتنا بڑا کوئی عارف ہوگا اتنا ہی اسے دیدار الٰہی بھی کامل ترین طریقے سے حاصل ہوگا۔ یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ دیدار یکساں ہوگا تو لذت دیدار بھی سب کے لئے یکساں ہی ہوگی۔ کیونکہ دیدار سے لذت اندوز ہونا ہر کسی کے اپنے اپنے درجہ معرفت کے مطابق ہوگا۔

حدیث پاک ہے کہ

''خدا کی ایک تجلی وہ ہوگی جو عوام کے لئے ہوگی اور ایک جلوہ وہ ہوگا جو خاص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے ہوگا'' تو اس سے یہ مراد نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خدا کا دیدار کسی تنہائی کے مقام پر نصیب ہوگا دیکھیں گے تو وہ بھی سب کے ساتھ بیک وقت لیکن دیکھنے میں فرق ہوگا۔ لہٰذا جو لذت دیدار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوگی وہ دوسروں کو نصیب نہ ہو سکے گی بلکہ خاص انہی کا حصہ ہوگی اور اسی خصوصیت اور لذت امتیازی کی وجہ یہی ہے کہ معرفت میں جو کمال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے وہ دوسروں کو حاصل نہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دوسرے صحابہ پر نماز روزوں کی وجہ سے فضیلت نہیں بلکہ ایک پوشیدہ راز کی وجہ سے ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں جاگزیں ہے''۔ دراصل یہ معرفت کی جانب ہی ایک اشارہ ہے اور یہی معرفت دیدار خداوندی کا سبب ہوگی جس میں جناب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک مخصوص حصہ ہوگا باوجود یہ کہ خدا تعالیٰ ایک ہی ہے مگر دیدار حق میں لوگوں کے درمیان فرق ہوگا۔ مثلاً جیسے کہ آئینے اگر بہت سے ہوں تو ایک ہی صورت کا عکس ان میں مختلف طور سے دکھائی دیتا ہے اور وہی صورت کہیں چھوٹی نظر آتی ہے اور کہیں بڑی۔ کسی آئینے میں بالکل صاف اور واضح نظر آتی ہے اور کسی میں مدھم اور تاریک سی دکھائی دیتی ہے کہیں سیدھی تو کہیں ٹیڑھی معلوم ہوتی ہے اور یہ کجی اور ٹیڑھا پن بعض میں تو اس قدر ہوتا ہے کہ صورت اچھی بھلی بھی ہو تو بری دکھائی دینے لگتی ہے۔ ایسے ہی جیسے کہ چمکدار تلوار کی چوڑان میں دکھائی دینے والی شکل ہمیشہ بگڑی ہوئی سی نظر آتی ہے یعنی خوبصورت ہوتے ہوئے بھی بدصورت دکھائی دیتی ہے۔ پس جو شخص اپنے آئینہ دل کو تاریک بنا لیتا ہے یا اس میں ٹیڑھا پن پیدا کر لیتا ہے اور اسی حالات میں دوسرے جہان میں لے جاتا ہے تو وہی چیز جو دوسروں کو اپنے اپنے آئینہ میں دکھائی دے کر انہیں راحت پہنچاتی ہے اس تاریک دل کے لئے باعث رنج اور

marfat.com

موجب آزار ثابت ہوتی ہے پس یہ گمان کرنا بالکل غلط ہوگا کہ دیدار الٰہی سے جو لذت پیغمبروں کو حاصل ہوگی وہی لذت عوام کو بھی نصیب ہوگی یا جو لذت اصحاب علم کو ہوگی ویسی ہی عوام کے حصے میں بھی آئے گی بلکہ خود علماء میں بھی جو لذت متقی پرہیزگار علماء کو نصیب ہوگی وہ ان علماء کو نصیب نہ ہوگی جو زہد و پرہیزگاری میں ان سے کم ہونگے۔ یہی فرق خود عارفوں کی لذت میں بھی نمایاں ہوگا کہ جن پر محبت الٰہی کا غلبہ زیادہ ہوگا ان کو لذت دیدار بھی ان عارفوں کی لذت دیدار سے غالب تر ملے گی جن پر محبت الٰہی کا غلبہ اس قدر نہ ہوگا اور اس فرق کا سبب دیدار نہ ہوگا کیونکہ دونوں قسم کے عارف دیدار تو بیک وقت کریں گے بعد از معرفت دیدار تو میسر ہو ہی جاتا ہے اور معرفت ان ہر دو اقسام کے عارفوں کو حاصل ہوتی ہے جن کی مثال ایسے دو آدمیوں سے دی جا سکتی ہے جن کی بینائی برابر اور یکساں ہو اور دونوں کی نگاہ کسی خوبصورت اور صاحب جمال انسان پر پڑ جائے تو ظاہر ہے کہ ان دونوں میں سے ایک عاشق ہو اور دوسرا نہ ہو تو وہ جو عاشق ہے اسے دیدار میں لذت زیادہ ملے گی اور اگر دونوں عاشق ہوں تو بھی لذت کی مقدار عشق کی مقدار کے مطابق ہوگی اور جس کا عشق زیادہ ہوگا اس کی لذت بھی زیادہ ہوگی۔ پس کمال سعادت کا حصول صرف معرفت پر موقوف نہیں بلکہ ساتھ ساتھ محبت کا غلبہ بھی لازمی ہے اور محبت کا غلبہ اسی صورت ممکن ہے جب دنیا کی محبت سے آدمی کا دل منزہ ہو اور یہ پاکی و صفائی زہد و تقوی کے سوا کبھی ہاتھ نہیں آ سکتی۔ پس لذت اسی کو حاصل ہو سکتی ہے جو زاہد اور عارف ہونے کے ساتھ ساتھ محب الٰہی بھی ہو۔

فصل: اگر لذت دیدار لذت معرفت کی جنس سے ہے تو اسے لذت کہا ہی نہیں جا سکتا پھر تیرا یوں کہنا تیری لاعلمی کی بناء پر ہوگا اس لئے کہ لذت معرفت کا مزہ تو نے چکھا ہی نہ ہوگا۔ یونہی کسی کتاب میں دو چار باتیں اس موضوع پر لکھی ہوئی دیکھ لی ہونگی اور انہیں رٹ لیا ہو یا کسی سے سیکھ لی ہوں اور اس کا نام معرفت رکھ دیا ہو اب تجھے لذت کیونکر حاصل ہو۔ اگر کوئی شخص گھاس پھوس کا نام لوزینہ رکھ دے اور بوقت طعام اس میں سے لوزینہ کا ذائقہ ہی تلاش کرتا رہے تو وہ مزا اسے حاصل ہونے سے رہا۔ سو معرفت کی لذت تو وہ ہے کہ جسے نصیب ہو جائے اگر اس دنیا میں جنت بھی اس کے بدلے میں اسے پیش کی جائے تو وہ ہرگز قبول نہ کرے جیسے لذت سلطنت کے بدلے میں لذت فرج و شکم کو قبول کرنے پر کوئی آمادہ نہیں ہو سکتا لیکن لذت معرفت ایک عظیم لذت ضرور ہے مگر دیدار الٰہی کی لذت کے سامنے اس کی بھی کوئی وقعت نہیں۔ اس بات کو ایک مثال کے بغیر سمجھنا مشکل ہوگا۔ سو فرض کیجئے کہ ایک عاشق اپنے اپنے معشوق کو صبح کے وقت دیکھتا ہے جبکہ دن کی روشنی ابھی پوری طرح پھیلی نہیں ہوتی اور اس کی حالت بھی کچھ ایسی ہو رہی ہو کہ عشق کا جذبہ ذرا کمزور سا ہو اور خواہش و شہوت بھی ناقص و نامکمل ہو بلکہ اس کے کپڑوں میں زبنور اور بچھو پڑے ہوں جو اس کو کاٹ کاٹ لیتے ہوں اور اس کے باوجود وہ دوسرے کاموں میں مشغول ہو اور ہر قدم پر ہر چیز سے وہ خوف و ہراس سے دوچار ہو تو اس میں کیا شک ہے کہ اس حالت میں دیدار معشوق سے حاصل ہونے والی لذت کمزور ہی ہوگی لیکن اگر آفتاب نکل آئے اور اس کی روشنی ہر طرف پھیل کر چکا چوند کرے اور جذبہ عشق شوق دیدار اور خواہش نظارہ انتہائی طور پر قوی ہو جائے اور تمام مشغلوں اور دھندوں سے فراغت حاصل ہو جائے اور دل خوف و ہراس سے عاری ہو جائے اور زبنور اور بچھو کے ڈنک سے پیدا درد سے بھی خلاصی ہو جائے تو دیدار معشوق سے جو لذت حاصل ہوگی وہ یقیناً ایک لذت عظیم ہوگی خواہ اسے بہت زیادہ نزدیکی حاصل نہ ہو اور یہی حال دنیا میں عارف کا ہے کہ تاریکی ضعف معرفت ہے گویا پردوں کے پیچھے سے باہر جھانک رہا ہو اور کمزوری عشق آدمی کے ناقص ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے جب تک اس دنیا میں رہتا ہے وہ

marfat.com

ناقص ہی ہوتا ہے اور اس کا وہ عشق درجہ کمال پر نہیں پہنچ سکتا اور بھوک بھڑ وغیرہ کی مثال شہوت دینا اور دنیاوی رنج و محنت اور غم واندوہ جو آدمی کو دنیا میں گھیرے رہتے ہیں اور سب کے سب لذت معرفت کو مبتلائے تشویش رکھتے ہیں اور مشغلہ کی مثال زندگی کے اندیشہ فکر معاش اور غم روزگار کی ہے وغیرہ اور یہ تمام چیزیں موت کے آتے ہی ختم ہو جاتی ہیں اور خواہش دیدار اور شوق نظارہ مکمل ترین شکل اختیار کر لیتا ہے اور احوال کی پوشیدگی کشف و مشاہدہ میں تبدیل ہو جاتی ہے اور دنیا کے تمام رنج و غم اور گورکھ دھندے اور ہر طرح کے بکھیڑے منقطع ہو جاتے ہیں۔ پس اس سبب سے وہ لذت دیدار بھی اپنے انتہائی کمال پر پہنچ جاتی ہے اگر چہ اس کی مقدار معرفت کی مقدار کے برابر ہوتی ہے اور اس سے زیادہ نہیں ہوتی جیسے بھوکے آدمی کو ایک لذت تو کھانے کی خوشبو سے ملتی ہے اور ایک لذت کھانا کھانے میں ملتی ہے اور ظاہر ہے کہ جو لذت کھانے میں ہے وہ لذت محض اس کی بو سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جو لذت دیدار الٰہی میں ہے وہ محض معرفت الٰہی سے ممکن نہیں۔

فصل: اب ممکن ہے تو یہ اعتراض کر ڈالے کہ مقام معرفت دل ہے جبکہ دیدار کا تعلق آنکھ سے ہے تو پھر یہ بات کیوں کر بنے گی؟ تو جاننا چاہئے کہ دیدار کو دیدار ہی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ کمال خیال کا آخری زینہ ہوتا ہے اور حاصل ہی تب ہوتا ہے جبکہ خیال اپنے پورے کمال پر پہنچ جائے نہ اس لئے کہ وہ آنکھ میں دھرا رہتا ہے اس لئے کہ خداوند کریم اگر اسے پیشانی سے بھی وابستہ کر دیتا تو دیدار تو بہر حال دیدار ہی رہتا ہے۔ سو دیدار کی جگہ کونسی ہے؟ اسے موضوع بحث بنا لینا اور اسی میں اٹک کر رہ جانا بالکل فضول سی بات ہے بلکہ شریعت نے جب اس ضمن میں دیدار کا لفظ استعمال کیا ہے تو سیدھی سی بات ہے کہ اس کا تعلق آنکھ سے اور دیدار آخرت کا تعلق بھی آنکھ ہی سے ہوگا لیکن یہ بھی معلوم رہے کہ آخرت کی آنکھ دنیا کی آنکھ جیسی تھوڑی ہوگی کیونکہ دنیا کی آنکھ تو جہت کے بغیر دیکھ نہیں سکتی جبکہ آخرت کی آنکھ کسی جہت و سمت کے بغیر ہی دیکھ سکے گی اور اس سے زیادہ اس بحث میں الجھنا اور تکرار و مناظرہ کی کوشش کرنا عوام کا نہ کام ہے اور نہ انہیں جائز ہے کیونکہ یہ ان کی رسائی دسترس اور طاقت سے باہر ہے۔ (کہ) بڑھئی کا کام بندر ہے تو نہ ہو سکے گا! بلکہ اس مسئلہ میں تو فقہ حدیث اور تفسیر کے علماء کی حیثیت بھی عوام سے کچھ مختلف نہیں ہے اور اس کا حل کرنا ان کے اختیار میں نہیں یہاں تک کہ علم کلام میں محنت و کاوش کرنے والے بھی یہاں عاجز دکھائی دیتے ہیں اس لئے کہ ان کا کام عوام کے عقائد و اعتقادات کی حفاظت کرنا ہے ان کا فرض ہے کہ عام آدمی کے عقیدے کی نگہبانی اپنے کلام سے کیا کرے اور اسے شر و فساد بے بجائے جو اہل بدعت نے پیدا کر رکھے ہیں تا کہ عام آدمی مفت میں جنگ و جدال میں نہ الجھا رہے۔ لیکن اس کا تو کوچہ ہی ان سب سے الگ ہے اور اس کوچے کے رہنے والے بھی اور ہی ہیں۔ یہ کتاب اس قسم کے مضامین کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ہم اتنا ہی کافی خیال کرتے ہیں۔

فصل: اگر تو یہ کہے کہ یہ بات میری سمجھ میں ہرگز نہیں آتی کہ کوئی ایسی لذت بھی ممکن ہو سکتی ہے جو لذت بہشت سے بھی بڑھ کر ہو۔ اس بارے علماء نے بہت کچھ کہا ہے کہ اگر وہ لذت حاصل نہیں ہے تو آخر اس کی تدبیر کیا ہے کہ جس بارے اس پر ایمان لانا نصیب ہو جائے تو جاننا چاہئے کہ اس کا علاج چار طرح سے کیا جا سکتا ہے۔

(۱) ایک تو یہ کہ جو کچھ اس ضمن میں بیان کیا گیا ہے اس پر بار بار غور کیا جائے تا کہ تجھے ذہن نشین ہو جائے کیونکہ اگر کوئی بات محض ایک دفعہ کان میں پڑ جائے تو یہ نہیں ہوتا کہ کان میں پڑتے ہی دل میں اتر جائے۔

marfat.com

(۲) دوسرے یہ کہ تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ آدمی کی تمام صفات لذات اور شہوات ایک ہی بار اس میں پیدا نہیں ہو جاتیں کیونکہ جب وہ بچہ ہوتا ہے تو اس کی اولین خواہش یہی ہوتی ہے کہ بس کھانے پینے کو ملتا رہے اس کے علاوہ اس کی نہ کوئی خواہش ہوتی ہے اور نہ لذت پھر جب چھ سات برس کا ہوتا تو اس میں کھیل کود کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور یہ اس قدر شدید ہوتی ہے کہ اکثر وہ اس خاطر کھانا بھی چھوڑنے کو تیار ہوتا ہے اور جب دس برس کے قریب پہنچ جاتا ہے تو اچھے کپڑے پہننے اور اپنے آپ کو بنانے سنوارنے کی خواہش اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور اس میں اسے ایسی لذت حاصل ہوتی ہے کہ کھیل کود کو بھی اس کی خاطر بھول جاتا ہے اور پھر جب آدمی پندرہ سولہ برس کا ہو جاتا ہے تو عورت کی شہوت اس کے اندر جنم لیتی ہے یہ ایسی ہے کہ اس کی خاطر باقی ہر شے کو چھوڑ دیتا ہے اور جب بیس برس کے نزدیک پہنچ جاتا ہے تو طلب جاہ فخر ناز کا اثر اور ریاست کی لذت اس میں ظاہر ہوتی ہے اور دنیاوی لذتوں کا یہ آخری درجہ ہے جیسا کہ ارشاد ہے "تم خوب جان لو آخرت کے مقابلے میں دنیاوی حیات محض لہو لعب اور زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے زیادہ بتلانا ہے"۔ (سورہ حدید آیت: ۲۰)

پس جب اس سے آگے بڑھتا ہے تو دنیا نے اس کے دل کا اگر بالکل ستیاناس اور بیمار نہ کر دیا ہو تو لذت معرفت اس میں پیدا ہو جاتی ہے یعنی دنیا، خالق دنیا اور ملک اور ملکوت کے اسرار و رموز کو سمجھنے کی خواہش اور لذت اس کے قلب و ذہن میں نمودار ہو جاتی ہے اور جس طرح ہر نئی لذت کے سامنے پرانی لذت بے وقعت اور بے قدر ہو جاتی ہے اور لذت بہشت خود لذت شکم و خرج اور چشم سے زیادہ کچھ نہیں کہ اہل بہشت باغوں میں بیٹھے محو نظارہ ہوں گے۔ اچھے اچھے کھانے کھائیں گے اور سبزہ و گل۔ آب رواں کا تماشہ خوبصورت آرام گاہوں میں سے کیا کریں گے اور یہ شہوت تو اس دنیا میں بھی شہوت ریاست اور شہوت غلبہ و حکمرانی کے مقابلے حقیر و ناچیز ہوتی ہے تو جو لوگ اس کے زیر اثر ہوں وہ لذت معرفت کو کیا جانیں؟ کیونکہ خلوت نشین زاہدوں کا کیا ہے وہ تو اپنی عبادت گاہوں کو اپنے لئے قید خانہ بنا لیتے ہیں اور روزانہ ایک اخروٹ بھر طعام سے زیادہ نہیں کھائے اور یہ سب کچھ اس لالچ میں ہے کہ جاہ و مقبولیت حاصل ہو جائے! اور جاہ و قبول کی یہ لذت انہیں لذت بہشت سے بھی محبوب تر ہوتی ہے۔ پس یہ کہ لذت بہشت لذت شکم و فرج اور چشم سے زیادہ ہوتی نہیں۔ پس لذت معرفت باقی تمام لذتوں پر غالب آ جاتی ہے اور اس کے باوجود تیرا ایمان اگر یہ ہو کہ تو اس لذت تک پہنچا ہوا ہے تو تجھے مزید غور و فکر کی ضرورت ہے۔ بچہ اگر شہوت جاہ سے ناواقف ہو تو اس پر ایمان بھی تو نہیں رکھتا اور اگر تو چاہے کہ اسے لذت ریاست سے واقف کرا دے تو نہیں کرا سکتا۔

پس یہی حال تیرے ہاتھوں ایک مرد عارف کا ہوتا ہے کہ تیرا اندھا پن اسے بھی ایسا ہی عاجز و بے بس تصور کرتا ہے جیسے کہ تو خود بچے کے ہاتھوں ہوتا ہے لیکن اگر تجھ میں ذرہ بھر بھی عقل ہو تو اس کی حقیقت سے بے خبر نہ رہے۔

(۳) تیسرا علاج یہ ہے کہ تو عارفوں کے احوال کو غور سے دیکھے اور ان کی باتوں کو دھیان سے سنے مثلاً مخنث اور ہیجڑے اگر شہوت، مباشرت اور اس کی لذت سے بے خبر ہوتے ہیں لیکن جب مردوں کو دیکھتے ہیں جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے وہ اسی لذت کی خاطر خرچ کر دیتے ہیں تو انہیں بھی کم سے کم اس کا پتہ ضرور چل جاتا ہے کہ یہ ساری کارستانی شہوت اور لذت کی ہے جس سے وہ محروم ہیں یہی حال تیرا ہے کہ لذت معرفت سے بڑھ کر کسی لذت کا قائل نہیں کیونکہ تجھے وہ لذت حاصل نہیں لیکن اس کا یہ

marfat.com

مطلب تو نہیں کہ تو اس کے وجود سے ہی منکر ہو جائے اس پر ایمان رکھنا تو کم سے کم لازمی ہے۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک عورت تھیں لیکن جب ان سے بہشت کی بات کی جاتی تو فرماتی تھیں کہ "پہلے گھر والا پھر گھر"

اقوال اور حکایتیں

۱- حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "خدا کے بعض بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ خوف دوزخ اور امید بہشت بھی انہیں یاد الٰہی سے غافل نہیں کر سکتی وہ بھلا دنیا کی خاطر یاد خدا سے کیونکر غافل ہو سکتے ہیں؟۔

۲- حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی دوست نے پوچھا کہ بتایئے آخر وہ کونسی شے ہے جس نے آپ کو دنیا سے متنفر گوشہ نشین اور محو عبادت بنا رکھا ہے؟ خوف جہنم یا آرزوئے بہشت ہے؟ فرمایا! یہ بھی کوئی چیزیں ہیں؟ ان کی کیا حقیقت ہے؟ وہ بادشاہ جس کے ہاتھ میں یہ سب کچھ ہے اگر اس کی دوستی کی لذت چکھ لو تو ان تمام باتوں کو بھول جاؤ اور اگر اس کی معرفت اور آشنائی نصیب ہو جائے تو ان میں سے ہر چیز تمہارے لئے باعث ننگ و عار ہو جائے۔

۲- حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ ابونصر غار اور عبدالوہاب وارق رحمۃ اللہ علیہ کا کیا حال ہے؟ فرمایا ابھی ابھی انہیں جنت میں چھوڑ کر آیا ہوں اور وہ جنتی کھانے کھا رہے ہیں! پھر ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ کا اپنا کیا حال ہے؟ فرمایا! خدا جانتا ہے مجھے کھانے پینے سے کوئی رغبت مجھے تو اس کا دیدار ہی کافی ہے اور وہ مجھے میسر ہے۔

۳- حضرت علی بن الحواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں بہشت کو دیکھا۔ بیشمار لوگ وہاں طرح طرح کے کھانے کھا رہے تھے اور فرشتے وہ پاکیزہ کھانے ان کے منہ میں ڈال رہے تھے لیکن ان میں سے ایک شخص ایسا بھی تھا جو آنکھیں اوپر اٹھائے مبہوت و بے خود کھڑا خداوند کریم کو دیکھنے میں محو تھا میں نے رضوان سے پوچھا یہ کون؟ اس نے کہا یہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کی عبادت نہ خوف دوزخ کے باعث تھی اور نہ امید بہشت کی بنا پر لہٰذا یوں نظریں گاڑ کر دیکھنا ان کے لئے مباح کر دیا گیا ہے۔

○ حضرت ابوسلمان دارنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی آج اپنے آپ میں مشغول ہے وہ کل قیامت کے دن بھی اپنے ہی آپ میں مشغول ہوگا اور جو آج خدا تعالیٰ میں مشغول ہے وہ قیامت میں بھی اس کے دیدار میں مشغول ہوگا۔

○ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ عشاء کی نماز سے لے کر صبح تک ایڑیاں اوپر اٹھائے کھڑے رہے اور دونوں آنکھیں کھولے مبہوت و بے خود تھے۔ ایک طویل سجدے سے اٹھ کر بڑی دیر تک کھڑے رہنے کے بعد عرض کیا بارِ خدا! بعضوں نے تجھے ڈھونڈا اور تو نے انہیں کرامات عطا فرمائیں یہاں تک کہ پانی پر چل سکتے تھے اور ہواؤں میں اڑتے پھرتے تھے لیکن میں ان باتوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ بعض کو تو نے روئے زمین کے خزانے بخشے اور کسی کو یہ طاقت بخشی کہ ایک رات کے اندر لمبی لمبی مسافتیں طے کر ڈالی اور اس سے خوشنود ہوئے اور میں ان تمام باتوں سے بھی تری پناہ مانگتا ہوں" دریں اثناء پیچھے مڑ کر دیکھا تو مجھ پر نظر پڑی اور فرمایا اے یحییٰ! تو یہاں ہے؟ میں نے عرض کیا جی مرے آقا میں یہاں ہوں۔ فرمایا کب سے ہو؟ میں نے کہا بڑی دیر سے ہوں پھر میں نے عرض کیا کہ ازرہ کرم مجھے ان احوال

marfat.com

کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایا ہے۔

فرمایا! ہاں سن جو تیرے حسب حال ہیں وہ یہ ہیں کہ مجھے ملکوت اسفل سے لیکر ملکوت اعلیٰ تک عرش، کرسی، آسمانوں اور بہشت کے تمام مقامات کی سیر کرانے کے بعد خدا نے پوچھا کہ مانگو ان سب چیزوں سے کیا مانگتے ہو؟ جو چاہو گے دیا جائیگا میں نے عرض کیا الٰہی مجھے ان سے کچھ بھی درکار نہیں''۔ تب ارشاد ہوا کہ بے شک تو میرا اور صرف میرا بندہ ہے''۔

حکایت:- مردِ حق کا دیدار

حضرت ابوتراب بخشی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید اپنے کام میں انتہائی مستغرق رہا کرتا تھا ایک دن حضرت ابوتراب رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا کہ ابو یزید کا دیدار عین روا ہے۔ مرید نے کہا'' ہوگا لیکن میں اس دیدار میں مشغول ہوں جو ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر ہے چند بار پھر اس سے یہی کہا گیا اور ہر بار اس نے یہی جواب دیا کہ میں ابو یزید کے خدا کو دیکھ رہا ہوں تو ابو یزید کو کیا کروں؟ حضرت ابوتراب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر ایک بار ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ لو تو وہ خدا کو ستر بار دیکھنے سے بہتر ہے'' مرید یہ سن کر سناٹے میں آ گیا اور ہکا بکا رہ گیا اور کہا یہ آپ نے کیسے فرما دیا۔ حضرت ابوتراب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے بیچارے مرید! تو جو خدا کو اپنے نزدیک دیکھتا ہے تو وہ تیرے سامنے تیری بساط کے مطابق جلوہ فرما ہوتا ہے اگر تم بایزید کو دیکھو تو خدا کو ان کی مقدار کے برابر جلوہ فرماپاؤ۔ بات مرید کی سمجھ میں آ گئی اور اس نے کہا آیئے ابھی چلتے ہیں چنانچہ وہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا پہنچے وہ اس وقت جنگل میں ایک اونچے ٹیلے پر بیٹھے ہوئے تھے یہ دونوں بھی وہاں چلے گئے اور وہ حجرے سے باہر نکل آئے۔ الٹی پوستین پہن رکھی تھی۔ مرید نے ان کی طرف دیکھا اور ایک نعرہ مارا اور وہیں جان دے دی! میں نے کہا حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نگاہ نے اسے مار ڈالا۔ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ مرید صادق و باصف تھا اور اس کے اندر ایک راز پنہاں تھا جو اس کی اپنی قوت سے اس پر آشکار نہیں ہو رہا تھا جب ہمیں دیکھا تو آشکار ہو گیا۔ وہ بے چارہ کمزور تھا تاب نہ لا سکا اور ہلاک ہو گیا۔

حضرت ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر خلعت ابراہیم علیہ السلام، مناجات موسیٰ علیہ السلام اور روحانیت عیسیٰ علیہ السلام تجھے عطا فرمائیں تو بھی اس (ذاتِ کریم) سے منہ نہ موڑ کر وہ اس سے بڑھ کر کام رکھتا ہے۔

حکایت:- تکبر، رکاوٹ، کشف؟

حضرت بایزید رحمۃ اللہ کے ایک دوست نے فرمایا کہ تیس سال ہونے کو آئے کہ رات رات بھر محو نماز رہتا ہوں اور سارا دن روزہ رکھتا ہوں لیکن جو کچھ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس میں سے مجھ پر کچھ بھی ظاہر ہونے میں نہیں آتا۔ حضرت ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تم اگر تیس سو سال بھی لگے رہو تو کچھ حاصل نہیں کر سکتے اس نے کہا وہ کیوں؟ فرمایا: اس لئے کہ تو اپنے آپ سے ہی حجاب میں ہے اس نے کہا تو پھر اس کا کوئی علاج بتایئے! فرمایا وہ تجھ سے نہ ہو سکے گا اس نے کہا بتایئے تو سہی میں وہی کرنے کو تیار ہوں فرمایا تم نہ کرو گے اس نے اصرار کرتے ہوئے کہا آخر بتایئے تو سہی میں ضرور کرونگا فرمایا اچھا! ابھی حجام کے پاس آ جاؤ اور اپنی داڑھی منوا کر صفایا کروا دو پھر کپڑے اتار کر برہنہ ہو جاؤ ازار بند کمر میں باندھ کر ایک تھیلا اخروٹوں سے بھرا ہوا اس میں لٹکا لو اور بازار

marfat.com

میں ڈھنڈورا پیٹتے پھرو کہ جولڑکا ایک طمانچہ میری گردن میں مارے گا اسے ایک اخروٹ انعام دوں گا اور پھر اسی طرح قاضی اور دیگر عادلوں کے سامنے جا کر یہی الفاظ دہراؤ وہ شخص بولا سبحان اللہ! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ جو سبحان اللہ تو نے کہا ہے تو گویا شرک کیا ہے کیونکہ یہ تو نے اپنی تعظیم کیلئے کیا ہے وہ کہنے لگا کچھ اور بتایئے یہ ممکن نہیں فرمایا! میں نے بھی تو یہی کہا تھا کہ تجھ سے نہ ہو سکے گا"۔ دراصل حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات اسی لئے فرمائی تھی کہ وہ شخص طلب جاہ اور تکبر میں مشغول تھا اور یہ وہ بیماری ہے کہ اس کا علاج ایسے ہی ممکن تھا۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ جب میں بندہ کے دل میں دیکھتا ہوں اور اس میں نہ طلب دنیا پاتا ہوں اور نہ طلب آخرت تو اپنی محبت کو اس میں موجود پاتا ہوں اور پھر اس کی حفاظت بھی خود ہی کرتا ہوں۔ حضرت ابراہیم ادھم نے عرض کیا یا الٰہی تو جانتا ہے کہ اپنی محبت جو تو نے مجھے مرحمت فرمائی ہے اس کے سامنے بہشت کی حیثیت میرے نزدیک مچھر کے ایک پر کے برابر بھی نہیں بس تیرے ذکر سے جو اس میں رکھتا ہوں اس کے مقابلے میں جنت بالکل ہیچ ہے۔

حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا سے لوگوں نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کیسی ہے؟ کہا بے حد مشکل لیکن محبت الٰہی نے مجھے دوستی خلق سے بے نیاز کر دیا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اعمال میں افضل ترعمل کون سا ہے؟ فرمایا خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کی رضا پر راضی رہنا۔

غرض اس قسم کی احادیث و حکایات بہت ہیں اور ان بزرگوں کے احوال پر ان کو قیاس کر سکتے ہیں اور ان سے لازمی طور پر یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ لذت معرفت اور لذت محبت الٰہی جنت کی لذت وشوق سے بڑھ کر ہے۔ بات صرف سوچنے اور غور کرنے کی ہے۔

معرفت الٰہی عام نگاہوں سے پوشیدہ کیوں؟

یاد رہے کہ جن اشیاء کے بارے جاننا آدمی کے بس میں نہیں ہوتا تو اس کے دو اسباب ہوتے ہیں۔

(۱) یا تو اس لئے کہ وہ شے اس قدر ظاہر اور روشن ہو کہ آنکھ اس پر ٹھہر ہی نہ سکے۔ مثلاً چمگادڑ کو لیجئے کہ دن کے وقت اسے کچھ دکھائی نہیں دیتا اور رات کو اسے نظر آنے لگتا ہے اب یہ اس لئے تو نہیں ہوتا کہ رات کو چیزیں زیادہ روشن و واضح ہوتی ہیں؟ بلکہ ظاہر و روشن تو وہ دن ہی کو ہوتی ہیں لیکن اس کی آنکھ دن کی روشنی سہہ نہیں پاتی اس لئے وہ رات کو دیکھتا ہے کیونکہ اس کی چشم ناتواں کی سکت ہی اتنی سی ہے، ایسی ہی مشکل آدمی کو خدا تعالیٰ کی معرفت میں پیش آتی ہے کہ گویا ان کے تاریک دل رات کی طرح ہوتے ہیں کہ جو اسی اندھیرے میں دیکھ سکتے ہیں اور دن کی روشنی میں گویا انہیں کچھ بجھائی نہیں دیتا۔ حق تعالیٰ کے نور کی مثال یوں دے سکتے ہیں کہ آدمی ایک عمدہ قطعہ لکھا ہوا یا ایک عمدہ پوشاک درزی کی سلی ہوئی دیکھتا ہے تو درزی کی قدرت علم، حیات اور ارادہ کو اپنے سامنے بالکل روشن و ظاہر پاتا ہے کیونکہ ان کا یہ فعل ان کے باطن سے اس طرح ظہور پذیر ہوتا ہے کہ بات تجھ پر بالکل واضح ہو جاتی ہے اور اس کو تو سمجھ بھی لیتا ہے۔ خدا تعالیٰ بھی اگر ساری دنیا میں صرف ایک ہی پرندے کو پیدا کرتا یا نباتات میں سے کوئی سی چیز ایک ہی اگاتا تو جو شخص بھی ان پر نظر ڈالتا ان میں ان کے بنانے والے کے کمال علم قدرت جلال اور عظمت کو پوری طرح جلوہ گر پاتا کیونکہ صانع کے وجود کی دلیل

marfat.com

ان چیزوں میں کاتب کے خط کی دلیل سے بہت زیادہ نمایاں اور ظاہر ہے لیکن عالم موجودات میں آسمان زمین حیوانات، جمادات اور جو کچھ بھی وہم وخیال میں آسکتا ہے۔ غرض تمام چیزیں ہم وصف ہیں اور صانع کے جلال کی گواہ ہیں کثرت دلیل اور حد سے زیادہ روشن وظاہر ہونے کی وجہ سے سامنے ہوتے ہوئے بھی گویا پوشیدہ ہیں۔ یہی بات اگر یوں ہوتی کہ کوئی فعل ایک صانع کا ہوتا اور کوئی فعل کسی دوسرے کا ہوتا تو ظاہر ہو جاتی ہے لیکن اب چونکہ تمام صنعتیں ہم صفت ہیں لہٰذا صانع کی معرفت پوشیدہ ہوگئی اور اس کی مثال یوں دے سکتے ہیں کہ مثلاً آفتاب ہے اور ہر کوئی جانتا ہے کہ اس کے نور سے روشن تر چیز اور کوئی نہیں ہے کیونکہ ظاہری بات ہے کہ باقی ہر چیز اسی کے نور سے روشن وظاہر دکھائی دیتی ہے لیکن یہی آفتاب اگر رات کو غروب نہ ہو جایا کرتا یا دن کو سایہ کی وجہ سے نسبتاً محجوب نہ ہو جایا کرتا تو کسی کو محسوس بھی نہ ہوتا کہ روئے زمین پر ایک ہی نور ہے کیونکہ اس صورت میں سفیدی، سیاہی اور رنگوں کے علاوہ اور کچھ دیکھ ہی نہ پاتے۔ سو یہی کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کچھ ہے ہی نہیں۔ پس ان کا اس چیز سے آگاہ ہو جانا کہ نور کا وجود رنگوں سے یکسر علیحدہ چیز ہے اسی بنا پر تھا کہ رات کو رنگ پوشیدہ ہو جاتے ہیں بلکہ سایہ میں بھی اس حد تک مبہم اور غیر واضح ہو جاتے ہیں کہ نور آفتاب کی موجودگی میں بھی پوری طرح واضح نہیں ہو پاتے۔ پس آفتاب کو جو پہچانا تو اس کی ضد سے پہچانا اب اگر اسی طرح خالق کا گاہے معدوم اور گاہے موجود ہونا ممکن ہوتا تو ارض وسماء تو خیر درہم برہم اور نیست ونابود ہو جاتے مگر لوگوں کو یہ پہچان البتہ ہو جاتی کہ خدا کیا ہے؟ اب چونکہ صورتحال یہ ہے کہ تمام موجودات اور مخلوقات بیک زبان اپنے خالق پر گواہ ہیں اور گواہی بھی ایسی کہ ہمیشہ کیلئے حاضر وموجود تو گویا روشنی ہی روشنی ہے اور معرفت الٰہی اس میں پوشیدہ ہوگئی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی تمام صنعتیں اور تخلیقات بچپن سے ہی دیکھتے چلے آتے ہیں اور وہ زمانہ ایسا ہوتا ہے کہ ان باتوں کا شعور تک بھی نہیں ہوتا کہ یہ صنعتیں کسی صانع کی گواہی بھی دے رہی ہیں اور پھر ان کے عادی ہوتے ہوئے ان سے مانوس تو ہو جاتے ہیں بلکہ ان کی محبت کے اسیر بھی ہو جاتے ہیں لیکن ان سے صانع کی گواہی نہ طلب کرتے ہیں اور نہ ان سے متعلق آگاہی حاصل کر سکتے ہیں البتہ یہ ضرور ہوتا ہے کہ کبھی کبھی کوئی نیا اور انوکھا جانور دیکھ کر یا کوئی نئی نباتات دیکھ کر منہ سے بے اختیار سبحان اللہ نکل جاتا ہے۔ گویا اس کی گواہی دل میں پہلے سے موجود ہی تو ہے پس بصارت اگر ضعیف نہ ہو تو دیکھنے والے کو ہر صنعت میں صانع ہی دکھائی دیتا ہے نہ کہ وہ صنعت؟ وہ تو ارض وسما کو بھی اسی لئے دیکھتا ہے کہ وہ صانع کی کاری گری پر شاہد ہیں ایسے ہی جیسے خط کو دیکھنے والا اس خیال سے نہ دیکھے کہ یہ سیاہی اور کاغذ ہے کہ یہ تو وہ بھی جانتا ہے جو تحریر خط سے واقف نہ ہو ورنہ وہ جو واقف ہو تو وہ یہ دیکھتا ہے کہ مثلاً یہ تحریر منظوم ہے یہاں تک کہ کاتب کو اس میں دیکھنے لگتا ہے جیسے کسی کی تصنیف میں مصنف کی شخصیت کا عکس نظر آتا ہے اور کتاب میں خط کو نہیں دیکھا کرتے اور جب یہ کیفیت ہو جاتی ہے تو پھر جس شے پر بھی نظر ڈالتا ہے اس میں جلوۂ حق ہی پاتا کہ کوئی بھی شے ایسی نہیں جو اس کی صنعت نہ ہو بلکہ پورا عالم اسی کا تخلیق کیا ہوا ہے اور کتاب دنیا اسی کی تصنیف ہے اور اگر تو کوشش کر کے بھی اسے تلاش کرنا چاہے جو اس کی یا اس کی طرف سے نہ ہو تو ایسا ممکن ہو بھی کیسے جبکہ ہر چیز ہر صنعت اور ہر مخلوق بہ زبان فصیح جسے زبان حال بھی کہتے ہیں پکار پکار کر گواہی دیتی ہے کہ کمال قدرت وجلال اور صاحب عظمت اگر کوئی ہے تو وہ صرف ہمارا خالق جو ہر شے کا خالق ہے اس سے ظاہر تر اور روشن تر چیز دنیا میں کوئی نہیں! لیکن عوام کی عاجزی ولاعلمی اس کے عرفان کی رسائی سے محروم ہے۔

اللہ سے محبت کیونکر ہو؟

یہ جاننا چاہئے کہ محبت تمام مقامات میں اعلیٰ ترین مقام ہے سو اس کو پیدا کرنے کے طریقے سے آگاہی حاصل کرنا بھی بہت اہمیت رکھتا ہے دنیا میں جو شخص کسی صاحب جمال کا چاہنے والا ہو تو اس کی اولین کوشش یہی ہوتی ہے کہ اس (اپنے محبوب) کے سوا ہر

marfat.com

شئے سے منہ موڑ لیتا ہے اور ہر دم اس کے نظاروں میں محو رہتا ہے اور پھر نہ صرف صورتِ حبیب بلکہ ہاتھ پاؤں کا نظارہ بھی چاہتا ہے کیونکہ وہ بھی حسن ہی ہوتے ہیں یوں اس کی محبت درجہ عشق کو پہنچ جاتی ہے اور رغبت و کشش میں اضافہ ہوتا ہے اور جب وہ مستقل طور پر اس پر ثابت رہتا ہے تو لازماً کچھ نہ کچھ جوابی رغبت ادھر سے ظہور پذیر ہوتی ہے بالکل ایسے ہی خدا سے محبت رکھنے کا معاملہ ہے۔

اور اس کی اولین شرط یہ ہے کہ دنیا سے روگردانی ضروری ہے تاکہ دنیا کی محبت کا نام ونشان بھی دل میں نہ رہنے دے کیونکہ غیر حق کی دوستی حق کی دوستی میں حائل ہوتی ہے غیر اللہ کی دوستی سے دل کو پاک کرنا بالکل اسی طرح ہے جیسے گھاس اور خس وخاشاک سے زمین کو (بوائی سے قبل) صاف کرلیا جاتا ہے۔ پھر اس کی معرفت کا طالب ہونا چاہئے جو شخص حق تعالیٰ سے محبت نہیں کرتا وہ اس لیے نہیں کرتا کہ اس نے اسے پہچانا ہی نہیں ہوتا ورنہ جمال وکمال تو آدمی فطرتاً ہی پسند کرتا ہے۔

جو شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہچان لے تو وہ لازماً ان سے محبت کرنے لگتا ہے اور یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایسا نہ کرے کیونکہ خوبیاں اور اعلیٰ صفات طبعی طور پر انسان کو پسند ہوتے ہیں۔ اس کے بعد معرفت کا حاصل کرنا گویا زمین میں بیج ڈالنا ہے اور پھر ذکر وفکر میں مشغول ہونا گویا اس کی آبیاری کرنا ہے اس لیے کہ جب ایک شخص کسی دوسرے شخص کو دن رات یاد کرتا رہے تو اس کا یہ فعل محبت کی لگن پیدا کر دیتا ہے۔

مومن کا دل اور اساسِ محبت

کسی بھی مسلمان کا دل ایسا نہیں جس میں محبت کی جڑیں نہ پائی جائیں اور یہ جو باہمی فرق ہے اس کی تین وجوہات ہیں۔

۱- اوّل یہ کہ دنیاوی محبت ومشغولیت میں ہر کسی کا درجہ مختلف ہوتا ہے اور ایک شے کی محبت دوسری شے کی محبت پہ یقیناً اثر انداز ہوتی ہے یعنی اس میں کمی کر دیتی ہے۔

۲- دوسرے یہ کہ خود معرفت میں فرق پایا جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھتا ہے اس لیے کہ وہ ایک بڑے اعلیٰ پائے کے عالم ہیں لیکن اس کے برعکس ایک فقیہ جو امام صاحب کے علم وفضل کی تفصیلات سے بھی آگاہ ہو وہ اس عام آدمی کی نسبت انہیں بہت زیادہ محبوب رکھتا ہے کیونکہ اس نے محض سن ہی نہیں رکھا بلکہ پڑھا بھی ہے کہ وہ کس پائے کے عالم تھے چنانچہ ان کے شاگرد مزنی جو استاد کے تمام احوال واخلاق اور علوم سے بہت باخبر ہے وہ انہیں دوست بھی بہت زیادہ رکھتے تھے اور دیگر تمام فقہا کی نسبت ان سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ اسی طرح جو شخص خدا کو جسقدر جانتا ہے وہ اسی قدر خدا سے محبت بھی رکھتا ہے۔

۳- تیسرے یہ کہ ہر کسی کے ذکر وفکر اور اطاعت وعبادت میں فرق ہوتا ہے اور انس ومحبت کی بنیاد ہوتی ہی ذکر وعبادت پر ہے اور جب اسی میں فرق ہوگا تو لامحالہ شوق ومحبت میں بھی فرق ہوگا پس کسی آدمی کا خدا سے محبت نہ کرنا صرف اسی بنا پہ ہوتا ہے کہ اسے خدا تعالیٰ کی خبر ہی نہیں ہوئی۔ ورنہ حسن وجمال تو جس طرح ظاہر میں پسندیدہ ہوتا ہے ویسے ہی باطنی حسن وجمال بھی مرغوب ومحبوب ہوتا ہے۔

حصولِ معرفت کے طریقے

محبت معرفت کا نتیجہ ہے اور معرفت دو طرح سے حاصل ہوتی ہے۔

marfat.com

☆ اصل وہ طریقہ جو صوفیوں کا ہے یعنی مجاہدہ اور ریاضت اور ذکر دوام سے باطنی صفائی تا کہ غیر اللہ سے بالکل نجات حاصل ہو جائے اس مقام پر پہنچ کر اس پر باطن میں احوال و معاملات کا کشف ہونے لگتا ہے جن کی روشنی میں عظمت الٰہی مشاہدہ کی طرح ظاہر اور صاف ہو جاتی ہے اس کی مثال شکاری کے جال کی طرح ہے کہ ممکن ہے شکار پھنس جائے یا پھر پھنسے ہی نہ اور یا پھر چوہا یا باز پھنس جائے گویا اپنا اپنا مقدر ہے اور ظاہر ہے ہر کسی کا مقدر مختلف ہے۔

☆ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ علم معرفت حاصل کیا جائے نہ کہ علم کلام۔ بلکہ اصل بات تو یہ ہے کہ معرفت کے مدمقابل کسی علم کی چنداں ضرورت نہیں اور علم معرفت کی ابتدا ہی یہی ہے کہ خدا کی کاریگری اور کارخانہ تخلیق میں تفکر کیا جائے باب تفکر میں اس ضمن میں بعض امور کی وضاحت ہم کر چکے ہیں اس سے آگے جلال و کمال میں تفکر کی منزل ہے اور اسمائے الٰہی کے رموز و حقائق منکشف ہونے لگتے ہیں اور یہ ایک عظیم الشان علم ہے جسکی تفصیل بہت لمبی ہے لیکن عقلمند اور ہوشیار لوگ اس کے حصول میں کامیاب ہو جاتے ہیں بشرطیکہ استادِ کامل اور عارف باکمال کی رہنمائی میسر ہو جائے لیکن نجی اور کند ذہن والے کیلئے اس کا حصول ممکن نہیں کیونکہ اس میں جال لگانے اور دام بچھانے والی بات تو ہوتی نہیں کہ شکار ہاتھ آئے آئے اور نہ آئے تو نہ آئے اس میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ یہ تو تجارت و زراعت اور کسب معاش کی مانند ہے یا یوں کہئے جیسے ایک نر اور مادہ پر مشتمل بکریوں کا جوڑا پال لو تو نسل کشی کے اصول کے تحت خواہ مخواہ اس میں اضافہ تعداد ہوتا جائے گا اور مال کا اچھا ذخیرہ ہو جائے گا سوائے اس کے کہ بجلی اس پہ گرے اور تباہ کر دے اور اگر کوئی اس طریق معرفت کے علاوہ کسی اور طریق سے حصولِ محبت کا متلاشی ہے تو وہ طلبِ مال میں خواہ مخواہ اپنے آپ کو ہلکان کرتا ہے اور جو کوئی حصولِ معرفت کے لیے مذکورہ دو طریقوں کے علاوہ کسی اور طریق کا متلاشی ہے اسے بھی کامیابی نہیں ہو سکتی اور اگر کوئی اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کہ سعادتِ اخروی کا حصول محبتِ حق کے بنا ممکن نہیں تو بھی سخت غلطی پر ہے

کیونکہ آخرت کی حقیقت اس سے زائد کچھ ہے ہی نہیں کہ حق تعالیٰ تک رسائی حاصل ہو جائے۔

☆ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ رسائی اگر کسی ایسی چیز تک حاصل ہو جائے جس سے پہلے بھی محبت رہی ہو لیکن بعض طوائف نے (جز وقتی) اس سے علیحدہ کر رکھا ہو یا اسے آنکھوں سے اوجھل کر دیا ہو حالانکہ اس حجاب سے پہلے ایک عرصہ اسی کی محبت و شوق میں گزر چکا ہو تو ان طوائف و رکاوٹوں اور پردوں کے دور ہونے پر پھر وہی شوق اور ولولے از سر نو تازہ ہو جاتے ہیں اور ایک مرتبہ پھر وہی کیف و سرور اور لذت و راحت میسر آ جاتی ہے اور اس کی خوشی پہلے سے بھی زیادہ ہوتی ہے اور اسی کا نام سعادت ہے لیکن اگر پہلے سے محبت موجود ہی نہ ہو تو کوئی چیز حاصل ہونے پر بھی لذیذ نہیں ہوتی اور اگر معمولی سی بھی محبت اس سے پہلے رہ چکی ہو تو تھوڑی سی لذت بھی مل سکتی ہے۔

☆ سو مقدار سعادت عشق و محبت کی مانند ہی ہوگی اور اگر نعوذ باللہ کسی نے اپنے باطن میں کسی ایسی چیز کا نقشہ جما رکھا ہو جو محبت الٰہی کے مخالف بلکہ اس کی صریح ضد ہو اور وہ اس کی محبت میں گرفتار ہو تو آخرت میں اس کا انجام اہل سعادت کے برخلاف ہوگا اور اس کی ہلاکت و تباہی غم و اندوہ اور عذاب کی صورت ظاہر ہوگا۔

آدمی علم طب سے واقف ہو تو کسی طبیب کی گفتگو سے ہی پہچان لیتا ہے کہ وہ طبیب ہے لیکن ایک دکاندار کے لیے طبیب کی

marfat.com

باتیں محض جہالت کا پلندہ ہیں۔ سو اسی طریق سے سچے جھوٹے نبی کی پہچان فوراً ہو جاتی ہے گویا جو کچھ اپنی بصیرت سے پہچانا ہوتا ہے اصل میں اس کا بیشتر حصہ پیغمبر کی وجہ سے پہچانا ہوتا ہے اور یہی علمِ لازم کہلاتا ہے کہ یہ علم یوں تو حاصل کیا نہیں ہوتا کہ اپنے سامنے لازمی طور پر عصاء کو اژدھا بنتے دیکھا بھی ہو کیونکہ اس قسم کا علم تو اس خطرے سے ہمیشہ دوچار رہتا ہے کہ جونہی گوسالہ کی آواز آئی وہیں باطل ہو گیا۔ اس لیے کہ معجزۂ پیغمبر اور سحرِ سامری میں فرق اس قدر آسان نہیں ہوتا کہ جس قدر علم لازم آسان اور عام فہم ہوتا ہے۔

محبت کی سات علامتیں

☆ جاننا چاہئے کہ محبت ایک عزیز و گرانقدر دُرِ نایاب ہے اور دعویٰ محبت کو مذاق نہیں سو انسان کو بلا سوچے سمجھے خود پہ گمانِ محبت نہ کر لینا چاہئے کہ میں بھی اہل محبت سے ہوں کیونکہ محبت کی کچھ مخصوص علامتیں ہیں سو اسے چاہئے کہ وہ یہ دیکھے کہ آیا وہ علامات اس میں ہیں بھی یا نہیں وہ نشانیاں سات ہیں۔

موت سے گریز پا نہ ہو

☆ اول موت سے کراہٹ نہ کرے کیونکہ دوست کبھی دیدارِ دوست سے کراہت نہیں کرتا۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص دیدارِ الٰہی کا چاہنے والا ہوتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ بھی اس کے دیدار سے محبت رکھتا ہے۔

حضرت بوبطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کسی زاہد سے پوچھا کہ کیا تمہیں موت سے محبت ہے؟ زاہد نے جواب میں ذرا توقف کیا تو آپ نے فرمایا اگر تو صادق ہوتا تو سوچ میں نہ پڑتا اور موت کو دوست رکھتا البتہ یہ جائز ہے کہ آدمی کو موت سے محبت تو ہو لیکن اس کے جلد آمد سے کراہت کرے اور موت سے کراہت نہ کرے اور جلد آمدِ موت سے کراہت کی وجہ یہ ہو کہ اس کا زادِ آخرت ابھی تیار نہ ہوا ہو اور وہ اسے تیار کرنے میں مصروف ہو اور اس کی اس خواہش کی خود ایک علامت ہوتی ہے اور وہ یہ کہ ایسا شخص ہمیشہ توشہ آخرت کی تیاری میں بے قرار رہتا ہے۔

رضائے حق پہ نثار ہونا

☆ خدا کی پسند پہ اپنی پسند قربان کر دے اور جو چیز بھی اسے اپنے لیے ذریعہ قربت معلوم ہو اس سے ہرگز دستبردار نہ ہو اور جو چیز اس سے دوری کا باعث ہو اس سے کنارہ کش ہو اور یہ وہ شخص ہوتا ہے جو خلوص دل سے صرف حق تعالیٰ ہی کو محبوب رکھتا ہے جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

حدیث نبوی ہے "اگر تم کسی ایسے شخص کے دیدار کے متمنی ہو جو صدقِ دل سے پوری طرح خدا کا دوست ہو تو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ لو"۔ پس اگر کسی سے گناہ سرزد ہو جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں اسے حق تعالیٰ سے محبت نہیں بلکہ یہ نشانی اس چیز کی ہے کہ اسے محبت ہے تو سہی مگر پورے طور سے نہیں اور ہمارے اس دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ نعمان کو کئی مرتبہ شراب خوری کی وجہ سے شرعی حد لگائی گئی تو ایک شخص نے اس پر لعنت کی اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر لعنت نہ کرو کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔ حضرت فضیل عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ اگر کوئی تجھ سے

marfat.com

پوچھے کہ کیا تجھے خدا سے محبت ہے؟ تو جواب میں خاموشی اختیار کرو کیونکہ اگر تیرا جواب نفی میں ہوگا تو تو کافر ہو جائے گا اور اگر کہے کہ ہاں مجھے محبت ہے تو تیرا یہ فعل دوستان الٰہی کا فعل نہ ہوگا۔

☆ تیسرے یہ کہ ذکر الٰہی کی تازگی اور شگفتگی سے اس کا دل کبھی محروم نہ رہے اور نہ صرف اس کے ذکر کو تازہ رکھے بلکہ بے تکلفی سے اس کا اشتیاق بھی رہے۔ کیونکہ دوست کو دوست کی دوستی کے ذکر میں کیا حجاب اور کیسی جھجک؟ وہ اکثر اس کے ذکر میں لگا رہتا ہے محبت کامل ہو تو محبوب کی یاد دل سے کبھی محو نہیں رہتی لیکن اگر زبردستی دل کو ذکر الٰہی میں مشغول کرنے کی کوشش کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا محبوب وہی ہوا جس کی یاد اس کے دل پر مسلط ہے نہ کہ حق تعالیٰ کی جس کی یاد اور محبت اس کے دل پر غالب ہی نہیں ہے۔

پس ہوسکتا ہے کہ حق تعالیٰ کی دوستی تو غالب نہ ہو لیکن اس کی دوستی سے دوستی کا خواہاں ہے۔ یعنی چاہتا فقط یہ ہے کہ اس کی دوستی کو دوست بنا لے حالانکہ محبت اور چیز ہے اور خیال محبت سے محبت اس سے بالکل الگ چیز ہے۔

☆ چوتھے یہ کہ قرآن شریف کو دوست رکھے کہ وہ خدا کا کلام ہے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے کہ وہ حبیب خدا ہیں اور ہر اس چیز کو دوست رکھے جسے اس کے ساتھ کسی بھی طرح کی مناسبت ہے کیونکہ اس کی نسبت بھی عزیز ہے اور یوں بالآخر اس کی دوستی مضبوط ہوتے ہوئے اس حد تک پہنچ جائے گی کہ ساری کی ساری مخلوق اسے اپنی دوست دکھائی دینے لگے گی کیونکہ یہ نسبت کیا کم ہے کہ سب اسی کے بندے ہیں بلکہ بات اس سے بھی آگے چلی جائے گی اور عالم موجودات کا ذرہ ذرہ اسے دوست معلوم ہوگا اس لیے کہ ہر ذرہ اسی کا بنایا ہوا ہے کیونکہ جب انسان کسی شخص کو دوست رکھتا ہے تو اس کی ہر چیز حتیٰ کہ اس کا خط اس کی تحریر اور تصنیف بھی پیاری لگتی ہے اور اس سے بھی محبت کرنے لگتا ہے۔

☆ پانچویں یہ کہ خلوت کے لیے بے قرار اور مناجات کے لیے بیتاب رہتا ہو بلکہ یوں کہ گویا ان کی حرص میں گرفتار رہے اور ہمیشہ انتظار میں رہے کہ کب رات آئے اور وہ دنیاوی جھمیلوں سے چھٹکارا پا کر خلوت میں حضور دوست میں پہنچ سکوں گا لیکن اگر عملی طور پر صورت حال یہ ہو کہ دن رات سونے سے فرصت نہ ہو اور اگر ہو تو دنیاوی باتیں ختم ہونے میں نہ آئیں تو پھر دوستی نیند اور باتوں سے ہوئی نہ کہ حق تعالیٰ سے؟ یوں تو حق تعالیٰ کے ساتھ اگر دوستی ہو بھی تو کمزور ہوگی۔ حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ: اے داؤد لوگوں میں سے ہر کسی کو اپنا دوست نہ بنا لیا کرو کیونکہ انہی میں دو قسم کے لوگ ایسے بھی موجود ہیں کہ میری محبت سے محروم رہتے ہیں ان میں سے ایک تو وہ ہوتے ہیں کہ ثواب حاصل کرنے کی انہیں بڑی جلدی پڑی رہتی ہے اور اگر اس میں دیر ہو جائے تو پھر کاہلی اور سستی کا شکار ہو جاتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو اول تا آخر مجھے بھلائے رکھتے ہیں ان کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ میں انہیں دنیا میں بس انہی کے حال پر چھوڑ دیتا ہوں بلکہ خاصا پریشان و آوارہ رکھتا ہوں پس جب اللہ کی محبت غالب ہو تو غیر اللہ کی محبت بالکل مغلوب ہو جاتی ہے بلکہ دب کر رہ جاتی ہے۔

حکایت: عابد اور خوش الحان پرندہ

☆ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو رات رات بھر عبادت کرتا اور ایک درخت کے نیچے نماز ادا کیا کرتا تھا کیونکہ اس پر ایک خوش الحان پرندہ رہا کرتا تھا پیغمبر وقت پر وحی نازل ہوئی کہ اس شخص سے کہہ دو کہ تیرا انس مخلوق کے ساتھ ہے اس لیے تیرا درجہ گھٹا دیا گیا ہے

marfat.com

کیونکہ کوئی بھی عمل اب تجھے اس درجے پر نہیں پہنچا سکے گا اور اہلِ انس کا ایک گروہ ایسا بھی گزرا ہے کہ اس کی مناجات میں اس درجہ تک پہنچ گئے تھے کہ گھر کے کسی کونے میں آگ لگ جائے تو انہیں خبر نہ ہوتی تھی۔ انہی اہل محبت میں سے ایک بزرگ ایسے بھی تھے کہ حالتِ نماز میں ان کا پاؤں کاٹ دیا گیا اس لیے کہ انکے پاؤں میں نقص پیدا ہو گیا تھا اور انہیں خبر تک نہ ہوئی اور داؤد علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ وہ شخص جھوٹا ہے جو ہماری دوستی کا دعویٰ کرتا ہے اور رات بھر سویا رہتا ہے ورنہ کیا دوست کے دیدار کے لیے دوست جاگ نہیں سکتا؟ نیز فرمایا جو شخص مجھے ڈھونڈتا ہے میں اس کے ساتھ ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا خدایا تو کہاں ہے کہ میں تجھے ڈھونڈ سکوں؟ ارشاد ہوا کہ جب تو نے تلاش کا ارادہ ظاہر کیا تو سمجھ لے کہ مجھے پالیا۔

☆ چھٹے یہ کہ عبادت اسے بہت آسان لگے اور ہرگز گراں نہ گزرے ایک شخص کا کہنا ہے کہ عبادت کے پہلے بیس برس کے دوران رات کی نماز مجھ پر اس قدر گراں گزرتی تھی گویا جان نکل رہی ہو لیکن پھر بیس برس تک عبادت میں مجھے ایک عیش و عشرت معلوم ہوتی تھی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب حق تعالیٰ کی دوستی مضبوط ہو جائے تو کوئی لذت عبادت کی لذت سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی تو پھر یہ دشوار اور گراں کیونکر ہو سکتی ہے؟

☆ ساتویں یہ کہ حق تعالیٰ کے تمام اطاعت گزار بندوں سے محبت رکھے اور سب پر رحم کرے اور شفقت سے پیش آئے اور تمام کافروں اور گناہ گاروں کو اپنا دشمن جانے اور ان سے دشمنی رکھے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: **اشدا علی الکفار رحماء بینھم** "کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں" (سورۃ فتح:۲۹)۔

کسی پیغمبر نے پوچھا تھا کہ خدایا! وہ کون لوگ ہیں جو تیرے محب اور دوست کہلانے کے مستحق ہیں؟ ارشاد ہوا کہ وہ جو مجھ پر اس طرح فریفتہ ہیں جس طرح بچہ اپنی ماں پر فریفتہ ہوتا ہے اور میرا ذکر جن کے لیے ایسی ہی پناہ گاہ ہوتا ہے جس طرح پرندے کے لیے آشیانہ اس کی پناہ گاہ ہو نیز جو کسی کو گناہ کرتے دیکھ کر غصہ میں ایسے بے خوف ہو جاتے ہیں جیسے چیتا غصے میں آ کر کسی سے نہیں ڈرتا۔

الغرض یہ اور ایسی بہت سی علامات محبوبانِ حق میں ہوتی ہیں اور اگر یہ سب کی سب کسی میں موجود ہوں تو بے شک حق تعالیٰ کے ساتھ اس کی دوستی بھی کامل ہوتی ہے لیکن اگر ان میں سے بعض ہوں اور بعض نہ ہوں تو حق تعالیٰ سے دوستی بھی اسی مقدار کے مطابق ہو گی۔

شوقِ حق کی بابت

جاننا چاہئے کہ جو شخص محبت کا منکر ہو وہ لامحالہ شوق کا بھی منکر ہو گا حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا کے لفظ یہ بھی ہوا کرتے تھے کہ:

بارخدا میں تیری ملاقات کے شوق کا طالب ہوں اور تیرے روئے زیبا کے دیدار کی لذت کا متمنی ہوں

اور از روئے حدیثِ قدسی حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"میرے نیک بندے میری ملاقات کے شوق میں بے قرار رہتے ہیں اور میں ان سے زیادہ ان کی ملاقات کا شوق رکھتا ہوں"۔

پس چاہئے کہ تجھے شوق کے معنی معلوم ہوں چنانچہ شوق کے بغیر محبت ہو ہی نہیں سکتی لیکن جس کے بارے میں کچھ معلوم ہی نہ ہو اس کا شوق دل میں کیونکر پیدا ہو سکتا ہے؟ اور جس کو جانتے ہوں وہ اگر سامنے موجود ہو اور اسے آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں تو بھی شوق

marfat.com

کہاں؟ پس شوق اسی شے کا ہوا کرتا ہے جو ایک لحاظ سے حاضر ہو تو دوسرے اعتبار سے غائب ہو مثلاً معشوق کو لے لیجئے کہ خیال میں تو حاضر ہوتا ہے لیکن نظروں سے غائب بھی ہو جایا کرتا ہے اور یہی مقام ہے جہاں شوق ظہور پذیر ہوتا ہے یعنی بے قراری سے یہ آرزو ہونے لگتی ہے کہ وہ آنکھوں کے سامنے آ جائے تا کہ ادراک مکمل ہو جائے گویا شوق کے معنی ''تلاش محبوب'' کے ہوئے۔

☆ پس اس سے یہ بات تو واضح ہو گئی کہ دنیا میں حق تعالیٰ تک رسائی شوق کے باعث نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ معرفت میں حاضر ہے لیکن مشاہدے میں غائب ہے اور مشاہدہ اصل میں کمال معرفت کا دوسرا نام ہے جیسے کہ کمالِ خیال یہ ہوتا ہے کہ دیدار حاصل ہو جائے اور اس شوق کا خاتمہ موت کے سوا کوئی چیز نہیں کر سکتی بلکہ شوق کی ایک قسم اور بھی ہوتی ہے کہ آخرت میں بھی باقی رہے گی اور وہاں بھی ختم ہونے کا نام نہ لے گی کیونکہ اس دنیا میں ادراک کی تکمیل دو وجوہات کی بنا پر ناقص رہ جاتی ہے ایک تو اس لیے کہ معرفت ایک ایسا ادراک ہے جیسے کہ پس پردہ کسی کا دیدار ہوتا ہے تا کہ وہ پردہ باریک ہی کیوں نہ ہو یا اس دیدار کی طرح لے لیجئے جو منہ اندھیرے سورج نکلنے سے پہلے حاصل ہو اور آخرت میں یہ پردے اٹھ جائیں اور ادراک بالکل مکمل اور روشن ہو گا یو یہ شوق تو اختتام پذیر ہو جائے گا'' اور تاریکیاں دور ہو جائیں گی اور ادراک بالکل مکمل'' دوسرے یہ کہ فرض کیجئے کوئی شخص کسی کا عاشق ہے لیکن دیدار اسے صرف معشوق کے چہرے کا حاصل ہو سکا ہے اس کی زلفوں اور دیگر خوبصورت اعضاء کی دید سے اس کی آنکھیں ناکام و نامراد ہیں حالانکہ اسے یقین ہے کہ اس کا ہر عضو حسین و دلفریب ہے سو یہاں اس کے دل میں جو تڑپ دیدار پیدا ہوتی ہے اسی کو شوق کہتے ہیں اب حق تعالیٰ تو اس کے جمال باکمال کی انتہا ہی نہیں۔ کسی نے چاہے کتنی ہی معرفت حاصل کر لی ہو پھر بھی جو کچھ باقی رہ جاتا ہے زیادہ وہی ہوتا ہے اس لیے کہ معلومات ربانی کی حد و نہایت نہیں اور سب کچھ جان لینا آرزوئے عاشق ہوتی ہے اور خداوند تعالیٰ کے جمال و کمال کی بابت سب کچھ جان لینا انسان کے لیے نہ اس دنیا میں ممکن ہوتا ہے اور نہ اگلے جہان میں کیونکہ انسان لامحدود اور ناقص علم کا مالک ہے چنانچہ آخر میں جس قدر دیدار زیادہ ہو گا اسی قدر لذت بھی زیادہ ہو گی لیکن بے انتہا ہو گی بہر حال جب دل کی نظر کسی ایسی چیز پر پڑے جو سامنے موجود ہو تو اس حاصل ہونے والی راحت فرحت اور لذت انس کہلائے گی لیکن جب نگاہِ قلب اس چیز کے دیدار کا طالب و متلاشی اور آرزومند ہو جو ہنوز باقی رہتی ہو تو دل کی اس کیفیت کو شوق کہا جاتا ہے اور یہ وہ انس اور وہ شوق ہے جس کی نہ دنیا میں کوئی حد ہوتی ہے اور نہ آخرت میں کوئی انتہا! اس لئے آخرت میں لوگوں کی زبان پر ہمیشہ یہی الفاظ جاری ہونگے کہ

''اے رب! اور دکھایئے اور دکھایئے اپنے نوا کا جلوہ''۔

اور یہ اس لیے کہ جمال الٰہی سے جو کچھ بھی آشکار ہو گا وہ بس نور ہی نور اور لوگوں پہ یہی شوق غالب رہے گا کہ جیسے بھی ہو اس نور کا مکمل جلوہ حاصل کر لیں لیکن وہ اس کی انتہا تک رسائی حاصل نہ کر پائیں گے کیونکہ خدا تعالیٰ کو مکمل طور پر جاننا تو خود خدا تعالیٰ کے لیے ہی ممکن ہے دوسرے کسی کو کیا مجال کہ اس کو پہچان لیں کامل طور پر اور پھر جب انسان اس کو مکمل طور پر جان نہیں سکتا تو مکمل دیدار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن پھر بھی (روز محشر) مشتاقان دید کے لیے راہیں بہر حال فراخ ہونگی اور اس سے جہاں کشف میں اضافہ ہوتا رہے گا وہاں دیدار میں بھی کوئی رکاوٹ نہ ہو گی اور بہشت کی وہ لذت جسے لذت بے انتہا کہتے ہیں وہ یہی دیدار و کشف تو ہے۔ ورنہ اگر یوں نہ ہوتا تو لذت سے آگاہی کے بعد اس میں کمی واقع ہو جاتی کیونکہ جو چیز ہمیشہ سامنے موجود رہے دل اس کا نہ صرف خوگر و عادی ہو

marfat.com

جاتا ہے بلکہ اس سے لذت حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ کوئی نئی چیز سامنے نہ آئے۔

سو اہل جنت کی لذت لحہ بہ لحہ تازہ اور شگفتہ تر ہوتی جائے گی۔ یہاں تک کہ ہر لذت کے سامنے پہلی لذت حقیر و بے وقعت معلوم ہوگی کیونکہ نعمتوں میں روز بروز نت نیا اضافہ ہوگا سو اب یہ تیرے لیے قابل فہم ہے کہ

۱- دل اگر حاضر کی طرف ملتفت ہو اور جو کچھ باقی ہو اس کی طرف التفات نہ کرے تو اس کی یہ حالت انس کہلائے گی لیکن

۲- اگر باقی ماندہ کی طرف مائل ہو تو یہ حالت دل شوق کہلائے گی۔

یہیں محبان الٰہی اس دنیا میں بھی اور اگلی دنیا میں بھی اسی حالتِ شوق و انس میں پھرتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ خدا تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی ہے کہ

جو میرا ہے میں اس کا ہوں

اے داؤد اہل زمین کو خبر دو کہ میں

☆ اس کا دوست ہوں جو مجھے دوست رکھتا ہے۔

☆ اس کا ہم نشین ہوں جو خلوت میں مرا ہم نشین ہے۔

☆ اس کا مونس ہوں جو مجھ سے انس رکھے۔

☆ جو مجھے یاد کرے میں اس کو یاد کرتا ہوں۔

☆ جو میرا رفیق ہے میں بھی اس کا رفیق ہوں۔

☆ جو مجھے برگزیدہ جانے میں اسے برگزیدہ رکھتا ہوں۔

☆ جو میرا فرمانبردار ہے میں اس کا کی گزارشات قبول کرنے والا ہوں۔

جس نے بھی مجھے دوست رکھا میں اسے نہیں پکڑوں گا بلکہ دوسروں پہ اسے مقدم رکھوں گا۔

☆ جو میرا متلاشی ہے وہ یقیناً مجھے پالے گا اور جسے کسی اور کی تلاش ہے وہ مجھے نہیں پا سکتا۔

☆ اے اہل زمین ذرا سوچو تو تم کن سے دل لگا بیٹھے؟ میری محبت و مجلس اور میرا انس کیوں نہیں اختیار کرتے؟ مجھ سے انس پیدا کرو کہ میں بھی تم سے انس رکھوں کیونکہ میں نے اپنے دوستوں کی فطرت فطرتِ ابراہیم علیہ السلام پہ بنائی ہے جو میرے دوست ہیں فطرتِ موسیٰ علیہ السلام پہ بنایا ہے جو میرے ہمراز تھے۔ طینت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہ بنایا ہے جو میرے برگزیدہ ہیں اور مشتاقوں کے دل تو میں نے خاص اپنے نور سے پیدا کئے ہیں اور خود ان کی پرورش اور نگہداشت بھی کرتا ہوں۔

ایسی وحی بعض دیگر پیغمبروں پہ بھی نازل ہوتی رہی کہ

☆ میرے بندوں میں ایسے بندے بھی ہیں جو مجھے دوست رکھتے ہیں اور میں اُن کو دوست رکھتا ہوں انہیں میری آرزو رہتی ہے اور مجھے ان کی وہ میری یاد میں رہتے ہیں اور میں ان کی ان کی نظریں مجھ پہ لگی رہتی ہیں اور میری ان پہ اگر تو بھی ایسی راہ اختیار کر لے تو میں تجھے دوست بنالوں گا لیکن اگر تو اس راہ پر نہ آیا یا آ کر پھر گیا تو میں تجھے اپنا دشمن سمجھوں گا اور تیرا دشمن بن جاؤں گا

marfat.com

پس یہ اور اس قسم کی دیگر بہت سی احادیث محبت، شوق اور انس کے بارے میں موجود ہیں لیکن یہاں جو کچھ بیان کر دیا گیا وہی بہت ہے۔

فضیلت وحقیقت رضا

رضائے الٰہی پہ راضی رہنا بلندترین مقامات سے ہے بلکہ اگر کہا جائے کہ یہی بلند مقام ہے تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ محبت ہی وہ مقام بلند ہے جس سے آگے اور کوئی مقام نہیں اور یہ ثمرِ محبت ہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے ہر فعل پہ راضی ہو جائے اور راضی برضا رہے لیکن ہر محبت کا یہ ثمرہ نہیں ہوتا بلکہ صرف اسی محبت کا جو درجہ کمال پہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے قضائے الٰہی پر راضی ہو جانا ہی بارگاہ الٰہی کا سب سے بڑا دروازہ ہے۔

اہل صبر ہی دراصل علماء وحکما ہیں

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم سے پوچھا کہ تمہارے ایمان کی نشانی کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم بلا و مصیبت پر صبر کرتے ہیں عطائے نعمت پر شکر ادا کرتے ہیں اور اس کی رضا پہ راضی رہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں علماء اور حکما کہنا چاہئے بلکہ ان کے مظہر فقہ کے باعث ان کو انبیا کے نزدیک کہنا چاہئے۔ نیز فرمایا کہ قیامت کے دن میری امت کے کچھ لوگوں کو بال و پر عطا کئے جائیں گے جن کے ذریعے وہ اڑتے ہوئے سوئے بہشت پہنچیں گے فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ کیا تم لوگ حساب کتاب ترازوئے عدل اور پل صراط وغیرہ کو دیکھ چکے ہو؟ وہ کہیں گے نہیں ابھی تک تو نہیں دیکھا فرشتے کہیں گے تم ہو کون؟ وہ کہیں گے امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں پھر سوال ہوگا تمہارا وہ کون سا عمل ہے جس نے تمہیں اتنا محترم و مکرم بنا دیا ہے وہ جواب دیں گے یہ مرتبہ دو فضائل کی وجہ سے عنایت ہوا ہے۔

☆ اول یہ کہ تنہائی میں بھی خدا سے حیا کرتے اور گناہ کے قریب بھی نہ پھٹکتے تھے۔

☆ دوم یہ کہ جو کچھ تھوڑا بہت رزق ہمیں خدا تعالیٰ نے دے رکھا تھا اسی پہ ہمیشہ راضی رہتے تھے۔

فرشتے کہیں گے واقعی پھر تو تمہارا حق ہے کہ یہ مرتبہ تمہیں ملا ہے۔

حصول رضا کیونکر؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے کہا کہ خدا تعالیٰ سے دریافت فرمائیں کہ اس کی رضا کیسے حاصل کی جا سکتی ہے تاکہ ہم بھی ویسے ہی کریں؟ وحی نازل ہوئی کہ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ مجھ سے راضی رہیں میں بھی ان سے راضی رہوں گا۔

☆ حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ میرے بندوں کو دنیاوی رنج والم سے کیا واسطہ؟ کیونکہ اس سے تو حلاوتِ مناجات ان کے دل سے ختم ہو جاتی ہے۔ اے داؤد علیہ السلام مجھے تو اپنے دوستوں میں وہی زیادہ محبوب ہے جو فرشتوں کی مانند کسی کا غم نہ کھائیں اور کسی بھی طرح دنیا میں دل نہ لگائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ میں وہ خدا ہوں کہ میرے سوا دوسرا کوئی خدا نہیں اس لیے جو شخص میری

marfat.com

بھیجی ہوئی مصیبت پر صبر نہیں کر سکتا اور میری بخشی ہوئی نعمت پر شکر ادا نہیں کرتا اور میری قضا پر راضی نہیں رہ سکتا اسے کہہ دو کہ کوئی اور خدا ڈھونڈ لے مزید فرمایا: حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے تقدیر بنائی تدبیر کی اور اپنے بنائے ہوئے کو محکوم کر دیا اور ہوگا وہی جسکا میں حکم کر چکا ہوں اس پر جو کوئی راضی ہے میں اس سے راضی ہوں اور جو کوئی ناراض ہے میرے غصہ کے لیے تیار رہے جبکہ مجھے دیکھے گا۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے خیر و شر کو پیدا کیا اور خوش بخت ہے وہ جس کو میں نے خیر کے لیے بنایا اور نیکی اس پر آسان کر دی اور بد بخت ہے وہ کہ جسے میں نے شر کے لیے پیدا کیا اور بدی کو اس پر آسان کر دیا اور افسوس ہے اس پر جو چون و چرا سے کام لے۔

منشائے خداوندی

ایک پیغمبر بیس برس تک بھوک پیاس اور دیگر بہت سی مصیبتوں میں مبتلا رہے۔ بڑی دعائیں مانگتے تھے لیکن قبول نہ ہوتی تھیں نزول وحی ہوا کہ ارض و سما کی تخلیق سے قبل ہی کچھ ترے نصیب میں میں نے لکھا تھا اب تو کیا چاہتا ہے کہ زمین و آسمان کی پیدائش و تدبیر مملکت بدل دوں اور نئے سرے سے مرتب کروں اور صرف تیرے لیے سارے احکام بدلوں؟ میرے کام تو میری منشا کے مطابق ہونگے نہ کہ تیرے حسب دلخواہ مجھے میری عزت کی قسم اگر دوبارہ تو نے یہی حرکت کی تو دیوانِ نبوت سے تیرا نام خارج کر دونگا۔

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بیس سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور اس تمام مدت کے دوران میں نے جو کچھ بھی کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ نہ فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا اور جو کچھ میں نے نہ کیا اس کے بارے میں کبھی نہ پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں نہ کیا؟ لیکن اگر کوئی میرے ساتھ جھگڑا کرتا تو فرماتے کہ جب تقدیر میں ایسا تھا تو یہ ہونا ہی تھا۔

وحی نازل ہوئی کہ اے داؤد! تو بھی چاہتا ہے اور میں بھی چاہتا ہوں لیکن ہوگا وہ جو میں چاہتا ہوں اگر تو تسلیم کر لے تو وہی کافی ہو گا جو ہم چاہتے ہیں اور اگر تو نہ مانے تو تجھے رنج پہنچائیں گے اور ہوگا پھر بھی وہی جو کچھ ہم چاہیں گے۔

☆ حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ میں اسی پر راضی ہوں جو میری تقدیر میں ہے خواہ وہ کچھ ہی کیوں نہ ہو لوگوں نے پوچھا کہ آخر آپ خود بھی تو کچھ چاہتے ہوں گے وہ کیا ہے؟ فرمایا ہاں میں چاہتا ہوں مگر وہی جو مقدر ہو چکا ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آگ کھانے کو بہ نسبت اس بات کے زیادہ پسند کرتا ہوں کہ جو چیز میسر نہ ہو اس کے بارے میں کہتا رہوں کہ اے کاش یہ نہ ہوتی تو اچھا تھا۔

حکایت: بے مثل قناعت

بنی اسرائیل میں ایک عابد مدت دراز تک مجاہدہ اور ریاضت اور عبادت میں مشغول رہے۔ آخر ایک رات کو خواب میں دیکھا کہ انہیں اشارہ کیا جا رہا ہے کہ بہشت میں فلاں عورت تیری رفیق و ہم نشین ہوگی عابد نے بڑی جستجو کے بعد اسے تلاش کر لیا تا کہ یہ تو دیکھے کہ اس کی عبادت و ریاضت کس درجے کی ہے لیکن اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ وہ نہ تو صلوٰۃِ شب ادا کرتی ہے اور نہ کوئی نفلی روزہ رکھتی ہے البتہ فرائض کی پابندی ضرور کرتی ہے عابد نے پوچھا کہ مجھے اپنا عمل خاص تو بتا دو اس نے جواب دیا کہ بس یہی ہے جو کچھ تم دیکھ

marfat.com

رہے ہو عابد نے بہت اصرار کیا بلکہ منت سماجت بھی کی تو اس نے کہا عمل کا تو مجھے علم نہیں لیکن ایک خصلت میری یہ ضرور ہے کہ جب بیماری میں مبتلا ہوتی ہوں تو شفاو صحت کی خواہش نہیں کرتی۔ دھوپ میں ہوں تو سایہ کی طلب نہیں کرتی اور اگر چھاؤں (تلخ) ہو تو دھوپ کی خواہش نہیں کرتی عابد نے اپنا ہاتھ سر پر رکھتے ہوئے کہا کہ تم اسے محض ایک خصلت بتا رہی ہو؟ یوں نہیں کہتی کہ ایک عظیم الشان خصلت تمہیں خدا نے عطا فرمائی ہے۔ بے شک یہ بہت بڑی چیز ہے۔

رضا کی حقیقت

بعض علماء کرام کہتے ہیں کہ آفت و بلا میں اور خلاف خواہش مصائب میں گرفتار ہو کر ان پہ راضی رہنا ممکن نہیں ہے بس زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا ہے کہ انسان صبر کر لے لیکن یہ عقیدہ ان لوگوں کی غلطی و خطا کے سوا کچھ بھی نہیں اس لیے کہ محبت اگر غالب ہو تو خلاف تمنا خواہش پہ راضی رہنا عین ممکن ہے اور یہ بات دو طرح سے ممکن ہوتی ہے۔

☆ اول یہ کہ عشق و محبت میں انسان اس طرح مستغرق اور مدہوش ہو جائے کہ درد اور تکلیف کی اسے خبر بھی نہ ہو۔ اس سلسلے میں یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ میدان جنگ اور لڑائی میں آدمی بعض اوقات اس طرح مستغرق ہو جاتا ہے کہ جسم پر لگنے والے زخموں کا درد بھی اسے محسوس نہیں ہوتا بلکہ جب تک خون نظر نہ آئے زخموں کی خبر بھی نہیں ہوتی اور لالچ دنیا کی خاطر بھاگ دوڑ کرنے والے شخص کو اکثر دیکھا گیا کہ طمع و حرص میں بھاگتے ہوئے کانٹا پاؤں میں چبھ جائے تو اسے پتہ بھی نہیں چلتا اور جب دل ہوس و ہوا سے مغلوب ہو تو بھوک پیاس تک کو بھول جاتا ہے۔ اب غور کیجئے کہ اگر یہ باتیں دنیاوی محبت اور حرص کی خاطر ممکن ہو سکتی ہیں تو عشق خدا تعالیٰ اور محبت آخرت میں کیونکر ناممکن ہوں گی؟ کیونکہ ظاہراً جب یہ بھی معلوم ہو کہ جمال باطن کا درجہ حسن ظاہری سے بہت بزرگ و برتر ہے کیونکہ ظاہری صورت تو اس کھال کی مانند ہے جو گھوڑے پر بھی منڈھ دی جاتی ہے اسی طرح باطنی آنکھ جو جمال باطن کا مشاہدہ کرتی ہے ظاہری آنکھ سے کہیں زیادہ روشن اور تیز نہیں ہوتی ہے۔ ظاہری آنکھ سے خطا اور غلطی کا امکان ہر وقت قریب رہتا ہے حتیٰ کہ چھوٹی کو بڑی اور بڑی کو چھوٹی سمجھنا اس کی معمولی غلطی ہے اور دور کو نزدیک تصور کرنا بھی اس کی عادت ہے۔

☆ دوسرے یہ کہ اگر درد و تکلیف کا احساس ہو بھی تو یہی سمجھتا ہے کہ جب دوست اسی میں راضی ہے تو یہی سہی ہم اسی پر راضی ہیں یہاں تک کہ اگر دوست کہے کہ اپنا خون نکالو یا کہے کہ کڑوی دوا کھاؤ تو وہ ان باتوں پہ بھی اس لیے راضی ہو جاتا ہے کہ ذرا سی تکلیف اٹھا کر اگر دوست کی خوشنودی حاصل ہو جائے تو اور کیا چاہئے۔ پس اسی طرح جو شخص اس حقیقت کو پالیتا ہے کہ رضائے الٰہی اسی میں ہے کہ بندہ راضی برضا رہے تو بیماری مفلسی رنج و محنت اور بلا و آفت میں راضی رہنا اسے ذرا بھی مشکل نہیں لگتا بلکہ وہ اسی میں خوش ہوتا ہے جس طرح ایک لالچی انسان دنیاوی نفع کی امید پر دریاؤں کے سفر کی تکلیف پر تیار ہو جاتا ہے۔

marfat.com

حکایات وروایات

ثواب کی خوشی

☆ حضرت فتح موصلی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اہلیہ محترمہ کو چوٹ لگی جس سے ان کا ناخن ٹوٹ گیا لیکن وہ مسکرانے لگیں لوگوں نے پوچھا کیا آپکو درد نہیں ہو رہا فرمایا ثواب کی خوشی میں مجھے احساس درد نہیں رہا۔

☆ حضرت سہیل تستری رحمہ اللہ تعالیٰ سخت بیمار تھے اور درد تھا لیکن پھر بھی علاج نہ کرواتے لوگوں نے عرض آپ علاج کیوں نہیں کراتے؟ فرمایا: تمہیں کیا پتہ جو درد دوست نے مرحمت فرمایا ہو اس میں تکلیف نہیں ہوتی۔

محبانِ حق کی بے نیازی

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ کیا خدا تعالیٰ سے محبت کرنے والا مصیبت پہ غمزدہ ہوتا ہے فرمایا ہرگز نہیں میں نے کہا اگر اس پر تلوار چلا دیں تو؟ فرمایا تب بھی نہیں چاہے ستر جگہ زخم لگا کر اسے چھلنی کر دو وہ رنجیدہ وغمناک نہ ہوگا۔

دوزخ کا دوست

☆ ایک محب الٰہی کا فرمان ہے کہ جس چیز کو خدا تعالیٰ دوست رکھے میں بھی اسی کو دوست رکھتا ہوں یہاں تک کہ اگر وہ کہے کہ دوزخ میں جاؤ تو دوزخ کو بھی دوست ہی جانوں گا۔

محبت اف ندارد!

☆ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں کہ بغداد میں ایک شخص کو ہزار لاٹھیاں ماری گئیں اس نے اف تک نہ کی میں نے پوچھا اے انسان اس قدر جور وستم کے باوجود تیرے منہ سے اف تک نہ نکلی آخر یہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا محبوب میرے سامنے تھا اور دیکھ رہا تھا؟ میں نے کہا اور اگر وہ سب سے بڑا معشوق سامنے ہوتا تو کیسی رہتی؟ یہ سنتے ہی اس نے ایک چیخ ماری اور گر پڑا دیکھا تو جان نکل چکی تھی۔

حکایت: مداخلت نہ کر

☆ اور انہی (مذکورہ راوی) سے روایت ہے کہ میں ابتدائے حال میں شہر آبادان کی طرف جا رہا تھا کہ ایک کوڑھی مجذوب کو دیکھا کہ چیونٹیاں اور کیڑے مکوڑے اس کا گوشت کھا رہے ہیں مجھے اس پر بڑا ترس آیا اور میں نے اس کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اسے گویا ہوش آ گیا اور کہنے لگا کہ یہ کون واہیات شخص ہے کہ میرے اور میرے خالق کے درمیان خواہ مخواہ مداخلت کر رہا ہے؟

marfat.com

دیدار یوسف

قرآن پاک سے معلوم ہوا کہ جو عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کے دیدار کی شائق تھیں جب ان کے جمال دلفروز سے [illegible] کے جمال عظیم کی تاب نہ لا کر مدہوش ہو گئیں اور اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں اور انہیں محسوس تک نہ ہوا۔

مصر میں جب قحط پڑا تو کتنے ہی لوگ ایسے تھے کہ جب بھوک تنگ کرتی تو جا کر حضرت یوسف کا دیدار کر لیتے تو بھوک مٹ جاتی اس سے اندازہ کیجئے کہ جب خلق خدا کے جمال میں یہ تاثیر ہو سکتی ہے تو پھر خدا تعالیٰ کا دیدار تو خدا ہی کا ہے اگر کسی پر اس کا جمال کشف ہو جائے اور وہ درد و مصیبت سے بے خبر ہو جائے تو اس میں کون سی اچنبھے کی بات ہوئی؟

حکایت ''اسی میں بھلائی ہے''

ایک شخص جنگل میں رہتا تھا وہ ہر واقعہ کو حکم الٰہی پر محمول کرتے ہوئے راضی رہتا اور ہر بات پہ یہی کہتا کہ بس اسی میں بہتری ہے اس کے پاس ایک کتا تھا جو گھر کی رکھوالی کرتا تھا۔ ایک گدھا بوجھ اٹھانے کے لیے رکھا ہوا تھا' ایک مرغ تھا جو صبح کے وقت بیدار کیا کرتا تھا ایک دن بھیڑیا جو آیا تو اس نے گدھے کو پھاڑ ڈالا اس مرد خدا نے کہا ''اسی میں بہتری ہے'' اور جلد ہی کچھ عرصہ بعد کتا بھی کسی وجہ سے مر گیا اس نے اس پر بھی وہی الفاظ دہرائے کہ ''اسی میں بہتری ہے'' یہ بات اس کے بیوی بچوں کو بہت ناگوار گزری اور انہوں نے کہا جو نقصان بھی ہوتا ہے تم یہ کہہ کر ٹال دیتے ہو کہ ''اسی میں بہتری ہے'' یہ کیا بات ہوئی اب یہ جانور جو ہلاک ہوئے ہیں تو گویا ہمارے ہاتھ پاؤں تھے اور تم وہی رٹ لگائے جاتے ہو کہ اسی میں بہتری ہے۔ اس نے کہا میں تو اب بھی یہی سمجھتا ہوں کہ اسی میں بھلائی ہے اگلے ہی روز صبح کو جو بیدار ہوئے تو پتہ چلا کہ ان کے گرد و نواح میں جتنے لوگ آباد تھے سب قتل ہوئے پڑے ہیں اور سامان ڈاکو لے گئے ہیں ان کا گھر اس لیے بچ گیا کہ چوروں کو نہ کتے کے بھونکنے کی آواز اور نہ مرغ کی بانگ سنائی دی اس مرد خدا نے کہا دیکھا تم نے اے گھر والو ہر کام میں جو بہتری اور مصلحت ہوتی ہے اسے صرف خدا ہی جانتا ہے۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں چلے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک آدمی کو دیکھا برص کا مریض بھی تھا کوڑھی بھی تھا نابینا بھی اور دونوں طرف فالج بھی گرا ہوا تھا اس شکستگی' خستگی اور بے دست و پائی کے باوجود اس کی زبان پہ یہ الفاظ جاری تھے کہ ''شکر ہے اس ذات پاک کا جس نے مجھے عافیت عطا فرمائی اور اس بلا سے محفوظ رکھا جس میں بہت سے گرفتار ہیں''۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ سن کر اس سے پوچھا کہ وہ کون سی بلا باقی رہ گئی ہے جس سے تم محفوظ رہ گئے؟ اس نے عرض کیا ہاں میں اس شخص کی نسبت عافیت میں ہوں جس کے دل میں معرفت پیدا نہیں کی گئی جس کے نور سے میرا سینہ منور ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تو بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے اور پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنا ہاتھ اس پر پھیرا تو وہ شخص اسی وقت بھلا چنگا ہو گیا اور اٹھ بیٹھا اور اس کی پیاری سی شکل نکل آئی۔

شبلی دیوانہ

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ کو جن دنوں پاگل خانے میں دیوانہ سمجھ کر رکھا ہوا تھا تو کچھ لوگ ان کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے

marfat.com

آپ نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ وہ کہنے لگے کہ ہم آپ کے دوست ہیں اور آپکی خبر گیری کے لیے آئے ہیں آپ نے جھٹ ان پر پتھر پھینکنا شروع کر دیئے وہ سب وہاں سے بھاگ گئے تب آپ نے فرمایا تم جو اپنے آپ کو میرا دوست بتا رہے ہو تو کیا صاف جھوٹ نہ بول رہے تھے؟ کیونکہ اگر تم میرے دوست ہوتے تو میری بلا پر صبر کرتے۔

فصل: ایک گروہ نے کیا کہہ دیا۔

☆ شرط رضا تو یہ ہے کہ دعا بھی نہ مانگی جائے۔

☆ جو کچھ حاصل نہیں اسے خدا سے بھی نہ مانگے

☆ جو کچھ حاصل ہے اس پر راضی رہے

☆ گناہ اور فسق و فجور کو دیکھے تو برا نہ مانے کیونکہ وہ بھی اللہ ہی کے حکم سے ہے

☆ جس شہر میں گناہ و جرم کا دور دورہ ہو یا وبا پھوٹ پڑی ہو وہاں سے فرار اختیار نہ کرے کیونکہ یہ قضائے الٰہی سے گریز کے مترادف ہے اب یہ سب کی سب باتیں (ماسوائے چند ایک کے) بالکل غلط ہیں کیونکہ

☆ جہاں تک دعا کا تعلق ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہمیشہ مانگی ہے بلکہ لوگوں کو اس کی تلقین و ترغیب بھی دی ہے یہاں تک کہ دعا کو عبادت کا مغز قرار دیا ہے اور ظاہری بات ہے کہ دعا کی وجہ سے دل میں عاجزی انکساری رقت فروتنی اور حق تعالیٰ سے التجاو فریاد کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور ان تمام صفات کے نیک اور محمود ہونے میں کسی کو شبہ ہو سکتا ہے؟ اور

☆ جس طرح پیاس بجھانے کے لیے پانی پینا اور بھوک مٹانے کے لیے روٹی کھانا اور سردی سے محفوظ رہنے کے لیے کپڑے پہننا خلاف رضا نہیں اسی طرح دفع بلا کے لیے دعا مانگنا بھی خلاف رضا نہیں البتہ

☆ جس شے کو حق تعالیٰ نے سبب قرار دیا ہو اور اس کے کرنے کا حکم دیا ہو اس کی تعمیل نہ کرنا خلاف رضا ضرور ہے لیکن

☆ گناہ اور فسق و فجور پہ راضی رہنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے کہا گیا ہے کہ گناہ پر راضی رہنا خود گناہ میں شرکت کے مترادف ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

جو شخص گناہ پر راضی رہتا ہے وہ گویا گناہ میں شریک ہوتا ہے اور فرمایا اگر کوئی شخص مغرب میں بے گناہ مارا جائے اور کوئی شخص مشرق میں اس پر رضامندی کا اظہار کرے تو گویا وہ خود اس کا قاتل ہے دراصل بات یہ ہے کہ گناہ اگرچہ قضائے الٰہی سے ہے لیکن اس کے ہمیشہ دو رُخ ہوتے ہیں ایک بندہ کی سمت اور دوسرا رخ حق تعالیٰ کی طرف ہے کہ گناہ بھی قضا و قدر الٰہی سے ہے اور اس کا حکم اس سبب سے کہا ہے کہ یہ دنیا کفر اور گناہ سے خالی نہ رہے پس اس میں رضا سے فقط یہی مراد ہے کہ حکم الٰہی پر اعتقاد رکھے لیکن اس وجہ سے کہ یہ اختیار بندہ ہے اور صفت اس کی ہے اور نشانی بھی اسی کی ہے جو یہی ہے کہ خدا گناہ کو دشمن رکھتا ہے اس لیے اس پر راضی اور مستعد تو نہ ہونا چاہئے اس میں اگر تمہیں کوئی تناقص یا تضاد نظر آئے تو یاد رکھئے کہ ایسا نہیں ہے کیونکہ مثلاً کسی شخص کا دشمن مر جائے لیکن یہ دشمن وہ ہو کہ اس شخص کے ساتھ ساتھ اس کے دشمن کا بھی دشمن ہو تو اس شخص میں شادی اور غمی کے ملے جلے جذبات ظہور پذیر ہوں گے یعنی اس بات پہ مغموم ہوں گے کہ دشمن مر گیا لیکن اس بات پر مغموم بھی ہوگا کہ دشمن کا دشمن مر گیا لہٰذا اسے تناقص نہ کہیں گے کیونکہ خوشی کا

marfat.com

سبب غمی کے سبب سے مختلف ہوگا جبکہ تناقص کا سوال اس صورت میں پیدا ہوسکتا ہے کہ غمی اور خوشی دونوں کا سبب یکساں یہی ہوتا۔

اسی طرح جس جگہ گناہ وعصیان کا دور دورہ ہو وہاں سے بھاگنا لازمی وضروری ہے کلام الٰہی میں ایک جگہ یہ الفاظ آتے ہیں کہ:

اے پروردگار! ہمیں اس شر سے باہر نکال کہ یہاں کے لوگ بڑے ظالم ہیں اور بزرگان سلف کا یہی معمول رہا ہے کہ وہ ایسے شہروں (اور بستیوں) سے بھاگتے رہے ہیں کیونکہ گناہ ومصیبت ایک سے دوسرے میں سرایت کر جاتا ہے اور اگر بالفرض سرایت نہ بھی کرے اس کی آفت اور شر اور بالآخر اس کے باعث نازل ہونے والا قہر وعذاب الٰہی سب کو تباہ وبرباد کر کے رکھ دیتا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے کہ تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے ان گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ (سورہ انفال: ۲۵) بلکہ اگر کوئی شخص کسی ایسی جگہ پر ہو جہاں کسی غیر محرم پر نظر پڑتی ہو تو وہاں سے بھاگ جانا بھی خلاف رضا نہ ہوگا۔ پس اسی طرح شہر سے بھاگ جانا بھی روا اور جائز ہوگا۔ تنگی اور قحط کی حالت میں بھی فرار روا ہے البتہ اگر کہیں طاعون کی وباء پھوٹ پڑی ہو تو وہاں سے بھاگنا منع ہے اور اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اگر تندرست وہاں سے چلے جائیں تو بیمار سسک سسک کر ضائع ہو جائیں گے مگر اس کے علاوہ جو بلائیں اور آفات نازل ہوں ان کے بارے میں یہ حکم نہیں بلکہ موقع ومحل کے اعتبار سے اور حکم کی رو سے اس کا تدارک کرنا چاہئے اور پھر جو کچھ بھی ہو اس پر راضی رہنا چاہئے اور یہی عقیدہ رکھنا چاہئے کہ مصلحت اور بہتری ہے تو اسی میں ہے۔

marfat.com

اصل دہم

موت کو یاد رکھنا

جس شخص نے اس روشن حقیقت کو سمجھ لیا کہ میرا انجام ہر صورت موت ہی ہے اور خوب جان لیا کہ میری آخری آرام گاہ قبر ہے منکر ونکیر میرے موکل ہیں میدان قیامت میں مجھے بہر حال حاضر ہونا ہے اور جنت و دوزخ میں سے ایک نہ ایک جگہ میرا ٹھکانہ ہوگا اس کے لیے تو پھر کوئی اندیشہ موت سے بڑھ کر اہم وضروری نہ ہوگا بشرطیکہ عقل کا ایک شمہ بھی اس میں موجود ہو اور تدبیر مرگ میں مصروف رہنا ہی اس کے نزدیک اصل ذمہ داری ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کتنا واضح ہے کہ ''دانا و عقلمند وہی ہے جس نے اپنے نفس کو مغلوب اور مسخر کر لیا اور ان اعمال میں مصروف ہو گیا جو بعد موت کام آئیں گے''۔

اور پھر یہ تو واضح ہے کہ جو شخص موت کو زیادہ یاد کرے گا وہ لازماً اس کے لیے زادِ سفر کی تیاری میں بھی بھرپور حصہ لے گا یہی وہ شخص ہوتا ہے جو قبر میں جاتا ہے تو وہ اس کے لیے جنت کے باغوں کی طرح ایک شگفتہ باغ کی مانند ہوتی ہے اس کے برعکس موت کو فراموش کر دینے والا جس کے لیے یہ دنیا ہی سب کچھ ہوتی ہے جب قبر میں جاتا ہے تو زادِ آخری سے تہی دست ہونے کے باعث (قبر اس کے لیے) گویا دوزخ کے مہیب غاروں میں سے ایک غار ہو جاتی ہے جس میں وہ اتر گیا ہو اس لیے یاد موت بھی بہت بڑی فضائل میں شمار ہے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ:

''اے لوگو! کہ دنیاوی لذت میں سرشار ہو جاتے ہو اس چیز کو کثرت سے یاد کرتے رہا کرو جو غاریت گر لذات ہے'' مزید فرمایا:

''اگر مویشیوں اور چوپاؤں چرندوں کو بھی موت اور اس کے حال سے اتنی ہی آگاہی ہوتی جتنی کہ تمہیں ہے تو کسی بھی انسان کو فربہ اور صحت مند جانور کا گوشت کھانا نصیب نہ ہوتا''

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا کوئی آدمی شہیدوں کے رتبے کو پا سکے گا؟ فرمایا ہاں وہ آدمی جو دن میں موت کو کم از کم بیس مرتبہ یاد کرتا ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسی قوم کے نزدیک سے ہوا جس کا ہر شخص قہقہے بلند کر رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا کہ تم پر لازم ہے کہ اپنی مجلس میں ذکر ہی اس شے کا کرو جو تمام لذتوں کو منغص کر دیتی ہے اور پھر ان لوگوں کے سوال کے جواب میں کہ وہ کون سی شے ہے فرمایا ''موت''۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت کو بہت یاد کیا کرو کیونکہ وہ تمہیں صرف تارک دنیا ہی نہیں بنا دیتی بلکہ تمہارے گناہوں کا کفارہ بھی بن جاتی ہے اور فرمایا کہ لوگوں کو پند و نصیحت کے سلسلے میں یہی کافی ہے کہ

marfat.com

انہیں موت یاد دلاتے رہو۔

صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک آدمی کی بہت زیادہ تعریف کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا دل موت کے بارے کیسا ہے؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ موت کا تذکرہ کرتے ہوئے ہم نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔ فرمایا تو پھر وہ ویسا نہیں ہے جیسا کہ تم بتا رہے ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دس آدمیوں کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا انصار میں سے کسی نے عرض کیا بزرگ ترین اور کریم ترین بندہ کون ہے؟ فرمایا دنیاوی شرف اور کرامت آخرت تو انہی لوگوں کا حصہ ہے جو موت کو بہت یاد کرتے ہوں اور اس دنیا میں اس جہان کیلئے زادِ راہ اکٹھا کرنے میں حریص و بے قرار ہوں۔

☆ حضرت ابراہیم تیمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دو چیزیں ہیں جنہوں نے راحت دنیا مجھ سے ہمیشہ کے لیے چھین لیں یعنی ذکر موت اور حضورِ حق میں پیشی۔

☆ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ ہر شب علماء اور فقہا کو جمع کر کے موت و قیامت کا تذکرہ کیا کرتے اور اس قدر رویا کرتے گویا ان کے سامنے کسی کی میت رکھی ہے۔

☆ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ جہاں بھی بیٹھتے ان کی ساری گفتگو موت، دوزخ اور آخرت کی بابت ہی میں ہوتی۔

☆ ایک عورت نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی (اور علاج دریافت کیا) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا موت کو بہت زیادہ یاد کرتی رہا کرو اس عورت نے اسی پر عمل کیا تو سختی دل ختم ہو گئی جب دوبارہ حاضر خدمت ہوئی تو اس انمول مشورے کا شکریہ ادا کیا۔

☆ حضرت ربیع خیثم رحمہ اللہ تعالیٰ نے گھر کے اندر ایک قبر کھود رکھی تھی اور دن میں کئی مرتبہ اس میں لیٹا کرتے اور فرماتے اس سے موت کی یاد ہر دم تازہ رہتی ہے کہ اگر میں ایک لمحہ کو بھی موت سے غافل رہوں تو خدا میرا دل سیاہ کر دے۔

☆ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو نصیحت کی کہ موت کو جس قدر یاد کر سکو کرتے رہا کرو کیونکہ اس کا ایک فائدہ تو یہ ہو گا کہ اگر تو واقعی رنج و محنت میں مبتلا ہو گا تو اس سے دل کو بڑی تسلی ہو گی اور اگر تو راحت و نعمت میں محو ہو گا تو لذت عیش تلخ ہو کر رہ جائیگی۔

☆ حضرت ابوسلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ میں نے ام ھارون سے پوچھا کہ کیا موت تمہیں پسند ہے انہوں نے فرمایا کہ نہیں میں نے عرض کیا وہ کیوں فرمایا کہ اگر مجھ سے کسی کے حق میں خطا واقع ہو جائے تو اس کو منہ دکھانا مشکل ہو جاتا ہے پھر کثرت گناہ کے ساتھ دیدارِ حق کی تمنا کیسے کروں؟

فصل موت کو یاد رکھنے کے طریقے

☆ ایک تو غافلوں کو یاد کرنا ہوتا ہے کہ دنیا میں سرتاپا مستغرق اور مشغول ہوتے ہیں اور موت کو یاد کر کے اس سے کراہت و نفرت کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ خوف پہ دامن گیر ہوتا ہے کہ ہائے یہ پیاری دنیا ہم سے جدا ہو جائے گی؟ اور یہ خواہشیں اور لذتیں جب

marfat.com

پیچھے رہ جائیں گی پس موت کو لعنت ملامت کرتے اور برا بھلا کہتے رہتے ہیں اور حقارت سے کہتے ہیں کہ یہ کیا فضول اور انتہائی برا سا مسئلہ ہمارے سامنے درپیش ہے۔ آہ صد آہ اس دنیا کو اس کی تمام مسرتوں سمیت چھوڑنا پڑے گا ان لوگوں کا یہ ذکر اور پھر اس انداز سے ان کو حق تعالیٰ سے اور بھی زیادہ دور لے جاتا ہے اس کے باوجود اگر کسی نہ کسی وجہ سے دنیا ان کو قابل نفرت معلوم دے اور ان کا دل اس سے بیزار ہے تو یہ بھی غنیمت ہے اور فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

☆ اور ایک انداز یاد موت کا وہ ہوتا ہے جو اہل توبہ اختیار کرتے ہیں تائب موت کو اسی لیے یاد کرتا ہے کہ خوف اس پر زیادہ سے زیادہ حد تک غالب رہے اور وہ ہمیشہ توبہ واستغفار میں مشغول رہ سکے تا کہ سابقہ گناہوں کا زیادہ کفارہ ہو سکے موت کو اس لیے اور اس طرح یاد کرنا ثواب عظیم کا حامل ہے تائب کو موت سے کراہت نہیں ہوتی بلکہ کراہت اس کے جلدی آ جانے پر ہوتی ہے کیونکہ زادِ آخرت اس کے نزدیک ابھی پوری طرح تیار نہیں ہوا ہوتا اور اس بنا پر موت سے کراہت کرنا بھی بری چیز نہیں۔

☆ عارف کو موت کا یاد کرنا کچھ اور ہی ہوتا ہے وہ موت کو اس لیے یاد کرتا ہے کہ دیدار حق کا وعدہ یہی ہے کہ موت کے بعد نصیب ہوگا پھر وہ اس وقت کو فراموش کرے تو کیونکر جبکہ دیدار دوست کی لذت اسے نصیب ہوگی؟ پس وہ ہر وقت موت کا انتظار کرتا ہے جیسے حضرت حذیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے موت کے وقت کہا تھا دوست آیا اور آیا بھی حاجت کے وقت اور پھر فرمایا

یاالٰہی اگر تو سمجھتا ہے کہ میں واقعی مفلسی کو دولت پر ترجیح دیتا ہوں اور عزیز رکھتا ہوں اور تندرستی کی نسبت بیماری کو زیادہ پسند کرتا ہوں اور زندگی سے مجھے موت زیادہ پیاری ہے تو پھر اے میرے پروردگار! موت کو مجھ پر آسان کر دے تا کہ تیرے دیدار سے مجھے راحت وآسودگی حاصل ہو۔ اور ایک درجہ ایسا بھی ہے کہ مذکورہ بالا تینوں درجوں سے بلند تر ہی نہیں بزرگ درجہ ہی وہ ہے اس میں آدمی کو موت سے نہ نفرت وکراہت ہوتی ہے اور نہ اس کی خواہش اور انتظار نہ اس کے جلدی آ جانے کی آرزو کرتا ہے اور نہ دیر سے آنے کا خواہش مند ہوتا ہے بلکہ وہ حق تعالیٰ کے حکم پر راضی رہتا ہے اور اپنے اختیار سے یکسر علیحدہ ہو جاتا ہے اور اس عظیم مقام پر پہنچ جاتا ہے جسے تسلیم ورضا کا مقام کہتے ہیں اور یہ مقام اسی کو حاصل ہوتا ہے کہ موت یاد تو ضرور آتی ہے لیکن یوں بھی نہیں کہ ہر وقت ذہن پر مسلط رہے کیونکہ اسے اس دنیا میں بھی مشاہدہ حق اکثر نصیب ہو جاتا ہے اور ذکر الٰہی اس کے دل پر اس طرح غالب رہتا ہے کہ زندگی اور موت میں اسے کوئی فرق دکھائی نہیں دیتا اور دے بھی کیسے جب دل ہمہ وقت یاد الٰہی میں مستغرق اور محبت حق میں ڈوبا رہتا ہے۔

marfat.com

ذکر مرگ سے دل صحیح طور پر اثر کیسے قبول کر سکتا ہے

یہ بات بھولنا نہ چاہئے کہ موت ایک کار عظیم ہے اور ساتھ ہی ایک خطر عظیم بھی اور لوگ ہیں کہ اس سے غافل ہیں اور کبھی بھولے سے اس کی یاد آ بھی جائے تو دل پر اس کا کچھ اثر نہیں کیونکہ ان کے دل دنیاوی مشغلوں سے اس قدر لبریز ہے کہ ان میں اور کسی چیز کی گنجائش ہی نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کو خدا کی تسبیح وتحمید سے بھی کوئی لذت یا حلاوت حاصل نہیں ہوتی اس کی تدبیر بس ایک ہی ہو سکتی ہے کہ آدمی تھوڑی دیر کے لیے خلوت میں بیٹھ کر چند لمحے کے لیے دنیاوی خیالات سے دل کو خالی کر کے یہ سوچے کہ موت کو آخر ایک دن آنا ہے اور اس میں کوئی بہت زیادہ وقت بھی باقی نہیں ہے بلکہ ہو سکتا ہے آج ہی موت آ جائے اور پھر ذرا اپنے غافل دل سے مخاطب ہو جائے اور کہے اے دل! اگر تجھے یہ کہا جائے کہ فلاں تہ خانے میں اتر جاؤ جہاں سخت اندھیرا ہے تو تیرا پتہ اس تصور سے پانی ہو جاتا ہے کہ معلوم نہیں راستے میں کوئی کنواں ہی موجود ہو اور کیا خبر کوئی پتھر ہی پڑا ہوا ہو وغیرہ وغیرہ۔ تو پھر تو یہ کیوں نہیں سوچتا کہ موت کے بعد جو کچھ ہو گا اس کا حال بھی تجھ سے اسی طرح پوشیدہ ہے اور کیا خواہ قبر کا اندھیرا تہ خانے سے کچھ کم ہے؟ پھر تو کس بنا پر موت کو بھولے بیٹھا ہے؟ کس دلیری پر یہ غفلت تو نے اختیار کر رکھی ہے پھر اس کے بعد بہترین طریقہ یہ ہے کہ تو ان لوگوں کو ایک ایک کر کے یاد کرے جن کی موت تیرے سامنے یا تیرے اپنے وقت میں واقع ہوئی اس شان وشوکت کا تصور کرے جس سے مرنے والے زندگی بسر کیا کرتے تھے اور پھر یاد کرلے کہ وہ لوگ موت سے کتنے غافل اور بے خبر رہا کرتے تھے اپنی خوشیوں میں کچھ اس طرح مست تھے کہ موت کا گویا انہیں پتہ ہی نہ تھا لیکن عین اس وقت جب وہ موت کے خیال سے بھی غافل تھے موت نے اچانک آلیا اور اس دنیا سے دور لے گئی۔ پھر یہ سوچے کہ انکی جو شکل اس دنیا میں ہوتی تھی کیا قبر میں بھی ویسی ہے؟ انکی تو ہڈی ہڈی الگ ہو چکی ہے ایک عضو کا دوسرے عضو سے کوئی رابطہ نہ رہا سب بکھر گئے الگ الگ ہو گئے نہ گوشت نہ پوست آنکھ اور زبان خوراک کرماں بنے اور پھر سوچے کہ ادھر قبر میں ان کا تو یہ حشر ہوا اور ادھر ان کے ورثاء نے ان کا مال آپس میں بانٹ لیا اور مزے اڑا رہے ہیں ان کی عورتوں نے دوسروں سے نکاح کر لیا اور ان کی یاد تک دل میں باقی نہ رہی۔ بس یونہی اپنے زمانے کے ایک ایک مرنے والے کو یاد کرلے اور چشم تصور سے دیکھے کہ کیا کیا سامان سیر وتفریح ہوتے تھے کیسے کیسے قہقہے بلند ہوا کرتے تھے۔ غفلت نے انہیں کس قدر مدہوش کر رکھا تھا یہاں تک کہ اپنے خیال میں انہوں نے ہر شے کا تدارک پہلے ہی کر رکھا تھا بیس بیس برس کا سامان ہر لحظہ جمع رہتا تھا اور اس ساز وسامان کی فراہمی میں کیسے کیسے رنج برداشت کرتے رہے لیکن یہ سوچنے کی توفیق کبھی نہ ہوئی کہ ان کا کفن بھی کسی نہ کسی بزاز کی دکان پر پڑا ہوا ہے پھر اپنے دل سے کہے کہ اے دل! سچ بتا کیا تو بھی ایسی غفلت کا شکار نہیں ہے اسی حرص میں مبتلا نہیں ہے حالانکہ تجھے قدرت نے یہ موقع بھی عطا کیا کہ ان کی موت تیرے سامنے واقع ہوئی تا کہ تو عبرت حاصل کر سکے اور اس حقیقت کو سمجھ سکے کہ نیک بخت وہی ہے جو دوسروں کے حال سے عبرت پکڑ لے۔ پھر اپنے اعضاء کا سوچ کہ یہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے اور ہاتھ، پاؤں، آنکھیں،

marfat.com

انگلیاں' زبان غرض ہر عضو الگ الگ ہو جائے گا اور چند ہی روز کے اندر حشرت الارض کی خوراک بن جائے گا پھر یہ تصور کر لے کہ قبر کے اندر اس کی صورت کس طرح ہو جائے گی؟ آہ وہ محض ایک گلا سڑا مردار ہو گا اور بس اس قسم کی باتیں تھوڑی دیر کے لیے روزانہ اپنے دل سے کر لیا کر لے کہ شاید اسی طرح سے موت سے آگاہ رہ سکے ورنہ یونہی زبانی جمع خرچ سے دل پر کیا اثر ہو سکتا ہے؟ کتنے ہی جنازے ہر روز آدمی کے سامنے سے گزرتے ہیں لیکن وہ کیا یہ سمجھتا ہے کہ یہ بھی ایک نظارہ ہے جو اسے ہمیشہ حاصل رہے گا اسے اپنی موت کیوں یاد نہیں آتی اور یہ خیال کیوں نہیں آتا کہ ایک دن اس کے اپنے جنازے کا نظارہ دوسرے لوگ دیکھیں گے؟ اس لیے کہ اس نے اپنے آپ کو مردہ دیکھا جو نہیں اور جو دیکھا نہ ہو اس کا خیال بھی اس کے دل میں نہیں آتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ ''سچ بتاؤ کیا یہ موت تمہارے لیے کبھی ہوئی نہیں ہے؟ اور یہ جنازے جو لوگ اپنے کندھوں پر لے جاتے ہیں کیا ان مسافروں کے نہیں جنہیں پھر کبھی واپس نہیں آنا ہے؟ کیا یہ لوگ ان کو مٹی میں ملا کر ان کی میراث خود نہیں کھائیں گے؟ اور اس حقیقت سے غافل نہ ہو بیٹھیں گے کہ یہی راہ خود انہیں بھی درپیش ہے'' سو موت کو یاد نہ کرنا اکثر اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ لوگ طول امل کا شکار ہوتے ہیں یعنی لمبی لمبی آرزوئیں لگا بیٹھے رہتے ہیں اور یہ آرزوے ناتمام ہی اساس فتنہ ہے۔

فضیلت کوتاہی امل

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جو کوئی بھی اپنے دل میں یہ بٹھا لے کہ اس کی عمر بہت طویل ہے اور عرصہ دراز تک اسے موت نہ آئے گی اس سے دین کا کوئی کام سرانجام نہیں پا سکتا (چاہے دنیا میں سو طرح کی مشقت کیوں جھیلتا پھرے) کیونکہ وہ اپنے تئیں ہی کہتا رہتا ہے ابھی بہت وقت پڑا ہے۔ آخری ایسی بھی کیا جلدی ہے یہ دینی کام جب چاہوں گا کر لوں گا ابھی تو راحت و آسائش اور عیش و عشرت کا وقت ہے۔ اور جو شخص اپنی موت کو ہمیشہ نزدیک تصور کرتا ہے وہ ہر حالت میں تدبیریں بھی اسی کی اصلاح میں کرتا رہتا ہے اور اس کے خیال سے غفلت نہیں برتتا اور یہی وہ شے ہے جسے حقیقی خوش بختی کہا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ''صبح کو اٹھو تو یوں نہ سمجھ کہ شام تلک ضرور زندہ ہی رہو گے؟ اور شام کو بھی یہ مت ذہن میں لاؤ کہ صبح کو زندہ ہی اٹھوں گا''

☆ فرمایا زندگی سے ہی زادِ سفر (موت) تیار کرنا ہے اور تندرستی سے زادِ بیماری حاصل کرنا ہے کیونکہ تجھے کچھ علم نہیں کہ کل کو حق تعالیٰ کے نزدیک تیرا کیا نام ہو گا۔

☆ ایک مرتبہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی چیز ایک ماہ تک کا ذخیرہ خرید لی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ بعید نہیں کیونکہ وہ لمبی چوڑی زندگی کی امیدیں باندھے ہوئے ہے اور پھر فرمایا: ''قسم ہے اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جب پلک جھپکتا ہوں تو یہی سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد شاید آنکھ نہ کھول سکوں اور مر جاؤں اسی طرح جب میں آنکھ کھولتا ہوں تو یہ سوچتا ہوں کہ شاید اب جھپکنے کی نوبت نہ آئے کہ ممکن ہے اس سے پہلے ہی موت آ جائے اور جب لقمہ منہ میں رکھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ شاید یہ آخری لقمہ ہو بلکہ شاید موت اس کو بھی میرے حلق سے نیچے نہ اترنے دے اور یہ حلق میں اٹکا رہ جائے اس ارشاد کے بعد فرمایا اے لوگو! اگر تم عقل مند ہو تو یوں جانو کہ گویا تم مردہ ہو کیونکہ مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جس کے قبضہ قدرت میں

marfat.com

میری جان ہے کہ جو وعدہ اس نے تم سے کیا وہ ضرور وفا ہوگا اور تم کسی بھی طرح اس سے فرار حاصل نہیں کر سکتے۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت سے فارغ ہوتے ہی تیمم کر لیتے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا جاتا کہ پانی بھی (زیادہ) دور نہیں تو فرماتے کیا معلوم پانی تک پہنچنے سے پہلے ہی زندگی تمام ہو جائے۔

☆ حضرت عبداللہ مسعودی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مربع خط کھینچا پھر اس کے درمیان ایک سیدھا خط کھینچا پھر اس خط کے دونوں اطراف کئی چھوٹے چھوٹے خط کھینچے اور آخر میں اس کے باہر خط کھینچا اور فرمایا یہ خط جو مربع کے اندر ہے گویا آدمی ہے اور وہ جو خط مربع ہے وہ اس کی موت ہے کہ اس کے گرد منڈلاتی پھرتی ہے اور جس سے رہائی ممکن ہو ہی نہیں سکتی اور یہ چھوٹے خط جو دونوں طرف ہیں آفتیں اور بلائیں جو اس کی راہ میں جگہ جگہ موجود ہیں کہ ایک سے چھوٹے تو دوسری میں گرفتار ہو جاتا ہے حتیٰ کہ کسی ایک میں گرنا اس کی موت ہو جاتا ہے اور یہ خط جو مربع کے باہر ہے یہ اس کی امیدیں اور آرزوئیں ہیں جو اسے ہمیشہ اندیشوں میں مبتلا رکھتی ہیں کہ جن کا علم اسے موت کے بعد حاصل ہوگا (کہ سارا کچھ فریب تھا کہ مربع یعنی موت سے فرار ممکن ہی نہیں تو پھر آرزو تک رسائی کیونکر ہو؟)

خاکہ

☆ فرمایا آدمی جیسے جیسے بڑھاپے کی منزل کو چھوتا ہے اس کی دو چیزیں جوان ہوتی چلی جاتی ہیں۔ (۱) حرص مال (2) آرزوئے حیات

حکایت: برکات امید؟

☆ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ کدال ہاتھ میں لیے کام کر رہا ہے آپ نے دعا فرمائی کہ یا الٰہی امید کو اس کے دل سے نکال دے خدا نے امید کو اس کے دل سے نکال دیا تو وہ بوڑھا کام چھوڑ کر سو گیا آپ نے پھر دعا کی اے خدا پھر امید اس کے دل میں ڈال دے (ممکن ہے کوئی واقعہ یا کوئی بات اس کی متحرک زندگی سے اس کے دل کی دنیا بدل

marfat.com

دے اور وہ کار دنیا سے کار اخروی کی طرف مائل ہو جائے) خدا نے پھر اس کے دل میں امید بیدار کر دی اور ساتھ ہی وہ بوڑھا نیند سے بیدار ہو کر کام میں مشغول ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی؟ بوڑھے نے کہا کہ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ آخر کب تک یہی دھندے کرتا رہوں گا اب تو بوڑھا ہو گیا ہوں موت آنے والی ہے لیکن پھر تھوڑی ہی دیر بعد خیال آیا کہ جب تک موت نہیں آتی پیٹ تو بھرنا ہی ہے (یہی سوچ کر) میں پھر کام میں لگ گیا۔

آرزوئے بہشت

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ صحابہ اکرام رضی اللہ عنھم سے پوچھا کہ کیا تم جنت میں جانے کی تمنا رکھتے ہو؟ سب نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ ایسی ہی آرزو رکھتے ہیں فرمایا:

"تو پھر تمناؤں کا دامن زیادہ نہ پھیلاؤ موت کو ہمیشہ اپنے سامنے موجود سمجھو اور خدا سے یوں شرم کرو جیسا کہ مردِ مومن کا حق ہے"۔

ایک بزرگ نے اپنے بھائی کو خط میں لکھا کہ دنیا ایک خواب ہے آخرت بیداری ہے ان دونوں کے درمیان موت ہے اور بحالت موجودہ جس عالم میں ہم ہیں اس کی حیثیت ان خیالات پریشان سے بڑھ کر نہیں جو خواب میں ہوتے ہیں۔

لمبی امید

طویل زندگی کی امید دل میں باندھ لینا دو وجوہات کی بنا پر ہے پہلی وجہ تو جہالت اور نادانی ہوتی ہے اور دوسری دنیا کی محبت جب اس کے دل پر غالب آ جاتی ہے تو موت چونکہ دنیا کو اس سے چھین لیتی ہے تو گویا اس کے محبوب کو اس سے چھین لیتی ہے لہٰذا موت کو وہ اپنا دشمن سمجھنا شروع کر دیتا ہے اس لیے یہ اس کے خلاف طبع ہے اور جو چیز انسان کی طبیعت کے موافق نہ ہو وہ اس سے دور رہتا ہے اور اس کو دور رکھتا ہے اور اپنے دل کو طرح طرح کے فریب دے کر ہمیشہ ان چیزوں کو سبز باغ دکھاتا رہتا ہے جو موافق طبع ہوتی ہیں وہ اپنے دل میں برابر یہ تصور کیے رہتا ہے کہ زندگی، مال و متاع، بیوی بچے ہمیشہ قائم و برقرار ہی تو رہیں گے اور موت چونکہ اس تصور کے خلاف ہے اس لیے اس کو یاد تک نہیں کرتا اور اگر اتفاقاً خیال موت آ بھی جائے تو دانستہ اسے بھلانے اور دل سے نکالنے کی کوشش کرتا ہے اور دل کو تسلی دینے کے لیے کہتا ہے (جب ہو گا دیکھا جائے گا) ابھی تو زمانے پڑے ہیں ابھی کس نے مرنا ہے اس کا بھی انتظام کر لیں گے اور جب ذرا بڑا ہوتا ہے تو کہتا ہے ذرا بوڑھے ہو جائیں (پھر دیکھیں گے) یہی تو کھانے کمانے کے دن ہیں ان کو موت کے ڈر کی بھینٹ کیوں چڑھائیں) اور جب بڑھاپا بھی آ چکتا ہے تو پھر کہتا ہے بس یہ مکان بنا لوں فلاں کھیت کی آبپاشی کا انتظام کر لوں تو پھر فراغت اور یکسوئی سے عبادت کی لذت اٹھائیں گے اور پھر اسی طرح تاخیر در تاخیر کرتا چلا جاتا ہے ایک ایک کام سے دس دس کام نکال لیتا ہے اور اس نادان کو اتنا بھی خیال نہیں آتا کہ دنیا کے کاموں سے کبھی فرصت ہوتی ہے جب تک انہیں خود چھوڑا نہ جائے اور ان سے دست برداری کا اعلان دل سے نہ کیا جائے اسی طرح کی تاخیر اور ٹال مٹول کا سلسلہ جاری رہتا ہے حتیٰ کہ موت آ جاتی ہے (تو پھر کہنا غلط نہ ہو گا کہ موت بنا فرصت ندارد) پھر سوائے حسرت کچھ نہیں بچتا اہل دوزخ میں سے بیشتر اسی تاخیر و التوا پر افسوس کرتے نظر آئیں گے۔

☆ ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے:

marfat.com

''کہ جس چیز کو جتنی چیزوں کو چاہے دوست رکھتے رہو لیکن یہ بات مت بھولو کہ ہر چیز تم سے چھین لی جائے گی۔

اور جہاں تک جہالت و نادانی کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ آدمی جوانی پر توکل کر بیٹھے اور یہ نہ سمجھے کہ بڑھاپے سے قبل مرنا کوئی ناممکن تو نہیں۔

کیا ہزاروں انسان عین جوانی میں نہ چل بسے کیا لاکھوں بچے دنیا میں جوانی سے پہلے ہی نہ عدم کو سدھارے؟ بلکہ شہروں میں تو بوڑھے آدمی کم ہی نظر آتے ہیں اور اگر ہوں تو بہت کم نظر آتے ہیں دوسری نادانی یہ ہوتی ہے کہ آدمی جب صحت مند ہوتا ہے تو ناگہانی موت کو بعد از قیاس بلکہ ناممکن جانتا ہے کیونکہ بیماری تو ہمیشہ آتی ہی ناگہانی طور پر ہے اور عین جب بیماری آ ہی جائے تو بحالت بیماری مرنا کوئی نادر چیز تو نہیں۔

موت کو دھوپ کی طرح فرض کر لینا چاہئے جو آنکھوں کے سامنے رہتی ہے اسے سایہ مت جانو کہ پیچھے ہی لگا رہے گا اور تم اس کے ہاتھ ہی نہ آ سکو گے یا یہ کہ تمہارے آگے آگے اور تم اس تک پہنچ نہ سکو گے۔

لمبی آرزوئیں کا علاج

آرزوؤں کی طوالت کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے سبب کو دور کیا جائے یعنی جب وجہ دریافت ہو جائے تو اسے دور کرنے کی انتہائی کوشش کرنی چاہئے۔ دنیا کی محبت کا علاج اس طرح کرے کہ جو حب دنیا کے باب میں بیان کیا جا چکا ہے اور وہ در جملہ یہی ہے کہ جو آدمی حقیقت دنیا سے باخبر ہو وہ اسے عزیز نہیں رکھ سکتا کیونکہ اس پر یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ دنیا کی لذت محض چند روز ہ ہے اور موت کے ہاتھوں اسے ختم ہونا ہی ہے اور عین اس وقت بھی جبکہ یہ لذت حاصل ہوتی ہے منغض اور مکدر حالت میں ہی ہوتی ہے اور رنج و محنت اور مشقت سے کبھی خالی نہیں ہوتی خالص لذت کسی کو بھلا کب نصیب ہوتی ہے؟ اور پھر جو شخص مدت آخرت کی طوالت اور درازی کا دنیاوی زندگی کے اختصار و کم مائیگی سے موزانہ کر کے حقیقت حال سے آگاہ ہو جائے اس پر یہ بات از خود واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا کی خاطر آخرت کا فروخت کر دینا ایسا ہی ہے کہ خواب میں ہاتھ آنے والے ایک دام کی خاطر بیداری کے ایک دینار کو ضائع کر دیا جائے۔ اس لیے کہ دنیا کی حیثیت ایک خواب سے زیادہ نہیں ہے اس لیے ارشاد ہوا کہ لوگ سوئے ہوئے ہیں موت ان کو جگا دے گی۔

اور جہالت کا علاج معرفتِ حقیقی اور تفکر صافی ہی سے ممکن ہو سکتا ہے اور اس ضمن میں اہم ترین نکتہ جو یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ آدمی یہ سمجھ لے کہ موت اس کے اختیار میں نہیں ہے کہ اسی وقت آئے گی جب وہ چاہے گا اسی طرح جوانی پر یا کسی اور چیز پر بھروسہ کرنا خود ہی سے ایک نادانی نظر آئے گی۔

درجات طولِ امل

جاننا چاہئے کہ اس سلسلے میں لوگوں میں فرق پایا جاتا ہے یعنی بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ہمیشہ کیلئے اس دنیا سے چمٹے رہنے کے آرزومند ہوتے ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے:

marfat.com

''ان میں سے ہر شخص کی تمنا ہے کہ وہ ہزار برس جیئے (سورہ البقرہ:۹۶)

اور کوئی ایسا ہوتا ہے کہ بڑھاپے تک پہنچنے کا خواہش مند ہوتا ہے کسی کو ایک سال سے زیادہ کی امید نہیں ہوتی اس لیے اگلے برس کے لیے کوئی اہتمام عمل میں نہیں لاتا کسی کو ایک دن سے زیادہ کی امید نہیں ہوتی اور وہ اگلے روز کے لیے بھی کوئی سامان نہیں کرتا۔

جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کل کے لیے رزق جمع کیوں کرتے ہو؟ اگر زندگی باقی ہے تو رزق بھی ختم نہیں ہوا اور اگر زندگی باقی نہیں تو دوسروں کے لیے دردسری کیوں مول لیتے ہو اور کسی کو ایک پل کا بھی بھروسہ نہیں ہوتا جیسے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں بھی فوری طور پر تیمم ہی فرما لیتے تھے جب کہ پانی کا ملنا (کچھ دور یا دیر میں) ممکن ہوتا تھا مبادا پانی تک پہنچنے سے قبل ہی موت کا پیغام آ جائے اسی طرح بعض لوگوں کے موت کا تصور ہر وقت پیشِ نظر رہتا ہے اور کسی لمحہ بھی ان کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے پاتا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ بتاؤ ایمان کی تعریف کیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے نزدیک تو ایمان کی صحیح تعریف (Definition) تو یہی ہے کہ انسان جس کام کے بارے بھی سوچے تو یہی تصور کرے کہ شاید یہی آخری کام ہو اور اس کے بعد شاید سوچنا تک بھی نصیب نہ ہو۔

مجھے موت کی انتظار لگی رہتی ہے

حضرت اسود حبشی رحمہ اللہ تعالیٰ ادائے نماز میں بھی ادھر ادھر دیکھتے رہتے تھے ایک دفعہ لوگوں نے پوچھا کہ یہ آپ ادھر ادھر کیوں دیکھتے رہتے ہیں؟ جواب دیا مجھے فرشتہ موت کا انتظار رہتا ہے۔ سو دیکھتا رہتا ہوں کہ بھلا کدھر سے آتا ہے؟ الغرض ہر شخص اس ضمن میں دوسروں سے مختلف ہے (اور افضل وہی ہے جو کوتاہ امید ہو) جس کی امید ایک مہینے سے زائد نہیں وہ چالیس دن والے امیدوار سے افضل تر ہے اس بات کی حقیقت لوگوں کے اعمال اور عملی رویوں سے کھلتی ہے۔ مثلاً ایک شخص کے دو بھائی ہوں اور دونوں غیر حاضر (Absent) ہوں ان میں وہ ایک کے بارے میں ایک ماہ تک اور دوسرے کے بارے میں ایک سال تک واپس آنے کی امید رکھتا ہو اور اسی خیال سے ایک کے لیے پہلے اہتمام کرے اور دوسرے کے لیے تاخیر سے سوزبانی کلامی تو ہر شخص ہی کہتا ہے کہ میں کم امیدیں باندھتا ہوں لیکن یہ نہیں سمجھتا کہ کوتاہ امید کی علامت یہ ہوتی ہے کہ انسان کارِ خیر میں عجلت سے کام لے اور ایک پل کی مہلت کو بھی غنیمت جانے۔

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو

☆ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے
☆ تندرستی کو بیماری سے پہلے
☆ تونگری کو مفلسی سے پہلے
☆ فراغت کو مصروفیت سے پہلے
☆ زندگی کو موت سے پہلے

marfat.com

فرشتہ اجل کیا لایا؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں غفلت کی علامت پاتے تو انہیں مخاطب کر کے فرماتے:

''موت آئی اور اپنے ہمراہ لائی کسی کیلئے سعادت اور کسی کیلئے شقاوت''۔

نیز فرمایا:

دو نعمتیں ایسی ہیں کہ لوگ ان کے ہاتھوں اکثر نقصان ہی اٹھاتے ہیں یعنی

(۱) تندرستی (۲) فرصت وفراغت

الرّحیل الرّحیل

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر روز صبح سویرے ایک فرشتہ منادی کرتا ہے الرّحیل الرّحیل یعنی کوچ ہے کوچ ہے

فصیل شہر پر منتظر لشکر!

☆ حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ تعالیٰ نماز کیلئے بھاگے چلے جا رہے تھے لوگوں نے کہا ایسی کیا جلدی پڑ گئی ہے فرمایا شہر کے دروازے پر ایک پورا لشکر میرا منتظر ہے یعنی قبرستان کے جو مردے ہیں وہ میرا انتظار کر رہے ہیں اور جب تک ساتھ نہ لے جائیں یہاں سے نہیں جائینگے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ نے آخری عمر میں حد درجہ کی ریاضت ومجاہدہ شروع کر دیا لوگوں نے عرض کیا اس تکلیف و مشقت میں کچھ تو تخفیف فرما دیجئے آخر اس میں کیا حرج ہے فرمایا:

گھوڑا دوڑنے کو تو ہر جگہ دوڑتا ہے مگر میدان جنگ میں وہ پورا زور لگا دیتا ہے (یہ بڑھاپا) میری عمر کا آخری میدان ہے اور موت بالکل سامنے دکھائی دے رہی ہے پھر اگر میں ریاضت ومجاہدہ میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھوں گا تو کونسی حیرت کی بات ہے۔

سکرات موت اور شدتِ جان کنی

جاننا چاہئے کہ سوائے جان کنی اور اس کی سختی کے اور کوئی شے بندے کے لیے کوئی بھی شے (دشوار) درپیش نہ ہوتی تو اگر ذرہ بھر عقل ہوتی تو اس کے خوف سے کسی شے کی لذت وہ محسوس نہ کر پاتا کیونکہ اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ ڈاکو اس کے گھر میں ڈاکہ ڈالنے کے لیے آنے والا ہے ممکن ہے اسے بھی کوئی گزند پہنچائے تو اس کے خوف میں کھانا پینا اس پر حرام ہو جائے اور مارے خوف کے نینداڑ جائے حالانکہ ممکن ہے ڈاکو نہ ہی آئے لیکن فرشتہ اجل کی آمد تو یقینی ہے اور جان بھی اس نے نکالنی ہے اور روح کے قبض ہونے کی تکلیف ڈاکو کے کوڑوں (وغیرہ) سے یقیناً زیادہ شدید ہے بلکہ بہت خوفناک لیکن پھر بھی لوگ ایسے غافل ہیں کہ بے خوف نظر آتے ہیں حالانکہ اس پر سب متفق ہیں کہ جان کنی کی تکلیف اس تکلیف کی نسبت کہیں زیادہ ہے جو جسم کو تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے سے ہوتی

marfat.com

ہے کیونکہ زخم سے تکلیف ہوتی ہی اس وجہ سے ہے کہ جہاں ضرب لگتی ہے تو زخم بنتا ہے جس سے روح کو صدمہ پہنچتا ہے اور اسی کو تکلیف ہوتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مقام زخم میں تلوار روح کو کس قدر دیکھتی ہے۔ آگ میں جلنا اجزائے جسم پر ہوتا ہے کیونکہ روح تمام اجزا میں پھیلی ہوئی ہے۔

جان کنی کی اذیت و تکلیف براہ راست روح کو ہوتی ہے جس نے تمام اجزائے بدن کو گھیرا ہوا ہے اور ان میں جاری و ساری ہے موت کا حملہ ہوتا ہی عین روح پر ہے۔ حالتِ سکرات میں آدمی پہ جو خاموشی مسلط ہو جاتی ہے تو اسی لیے کہ ناتوانی و بے طاقتی سے زبان گنگ ہو جاتی ہے اور گفتگو کا پارا نہیں ہوتا۔ عقل بھی مدہوشِ اذیت ہو جاتی ہے یہ سختی صرف اسی کو محسوس ہوتی ہے جو اسے چکھتا ہے یا پھر اسے کہ جس نے چکھنے سے پہلے نورِ نبوت کے طفیل اس کو دریافت کر لیا ہو جیسے۔

اذیت جاں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا کہ بس دعا کرنا ہے تو یہ کرو کہ اللہ تعالیٰ جان کنی کی شدت مجھ پر آسان فرمادے کیونکہ موت سے میں اس قدر ڈرتا ہوں کہ اسی ڈر سے مرا جاتا ہوں۔

☆ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم عین اس وقت یہ فرما رہے تھے کہ ''اے اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر سکراتِ موت کو آسان فرما دے''۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس پہ جان کنی آسان ہو مجھے اس کے بارے میں کوئی امید نہیں کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کنی کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ کس قدر دشوار تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے تھے کہ ''یا الٰہی تو رگوں اور ہڈیوں سے جان کو کھینچ کھینچ کر نکالتا ہے اس سختی کو مجھ پر آسان فرمادے''۔

اس درد کی خوبی بیان کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسان ترین موت حسک کی طرح ہے جو پشم میں الجھ گیا ہو اور آسانی سے نکالنا ممکن نہ ہو ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیمار کے پاس تشریف لے گئے جو جان کنی کی حالت میں تھا اور فرمایا میں اس کی سختی کو جانتا ہوں اس کے بدن کی کوئی رگ ایسی نہیں جس میں ایک جداگانہ درد و کرب ٹیس نہ مار رہا ہو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سکرات میں

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ کرو اور شہید ہو جاؤ کیونکہ تلوار کی ہزار ضربوں کو بستر پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے سے بہتر سمجھتا ہوں۔

حکایت:

بنی اسرائیل کا ایک گروہ قبرستان کے قریب سے گزر رہا تھا انہوں نے دعا کی اے اللہ! ان مردوں میں سے کسی کو زندہ کر دے ان میں سے ایک مردہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ اے لوگو! مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ میری موت کو پچاس سال ہو چلے مگر آج بھی میں موت اور جان کنی کی تلخی محسوس کر رہا ہوں۔

marfat.com

آثار میں لکھا ہے کہ مومن کے بعض درجات جب باقی یا ناتمام رہ جاتے ہیں یا عمل سے ان تک رسائی حاصل نہیں ہو پاتی تو وہ درجات مرحمت فرمانے کے لیے حق تعالیٰ اس کی جان کنی کو شدید تر فرما دیتا ہے اور کافر نے اگر کچھ نیکیاں کی ہوں تو ان کے بدلے جان کنی کو اس پر آسان فرما دیتا ہے تا کہ حساب برابر ہو جائے اور اس کا کوئی حق باقی نہ رہے اور حدیث شریف میں ہے کہ:

''مرگ ناگہاں مومن کی راحت اور کافر کی حسرت''

اور حدیث پاک میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موت کا وقت آیا تو خدا تعالیٰ نے پوچھا: اے موسیٰ علیہ السلام تو نے حالت نزع میں کیا محسوس کیا؟ عرض کیا مولا اس زندہ پرندے کی طرح جسے بھون رہے ہوں اور نہ اُس کی جان ہی نکلے اور نہ وہ اڑ ہی سکے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جان کنی کی شدت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ بس یوں سمجھو کہ سخت نوکیلے کانٹوں والی ایک شاخ کسی کے پیٹ کے اندر گھسا دیں اور اس کا ایک ایک کانٹا ایک ایک رگ میں پیوست ہو جائے اور بری طرح کھب جائے اور پھر ایک طاقت ور آدمی اس شاخ کو زور زور سے کھینچتا رہے۔

جان کنی کی ہولناکی

یاد رہے کہ نزع کے علاوہ تین ہولناک ہیبتیں اور بھی ہیں جن سے آدمی کو دوچار ہونا پڑتا ہے پہلی ہوشربا ہیبت تو ملک الموت کی شکل ہوگی حدیث شریف میں ہے کہ:

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الملوت سے تقاضا کیا کہ مجھے اپنی وہی صورت دکھا جس میں تو گناہ گاروں کی روح قبض کیا کرتا ہے۔ ملک الموت نے عرض کیا آپ اس کی تاب نہ لاسکیں گے لیکن آپ مصر تھے کہ میں تو ضرور دیکھوں گا آخر ملک الموت نے وہی صورت دکھائی تو آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے کیونکہ ایک کالا کلوٹا رسیوں کی طرح موٹے موٹے بالوں والا سخت خوفناک اور مہیب شکل والا آدمی ان کے سامنے کھڑا تھا جس کے بال پاؤں تک لٹکے ہوئے تھے لباس سیاہ اور منہ سے دھوئیں کے علاوہ آگ کے تیز و تند شعلے نکل رہے تھے (العیاذ باللہ) جب آپ ہوش میں آئے تو ملک الموت سے جو اپنی اصلی حالت میں آچکا تھا کہا اے ملک الموت! گناہ گاروں کے لیے تیری صورت ہی بس ہے۔ لیکن خدا کے فرمانبرداروں کو اس ہیبت کا سامنا کرنا نہیں پڑے گا کیونکہ ملک الموت انہیں بڑی اچھی صورت میں دکھائی دے گا بلکہ اتنی پیاری اور دلفریب شکل ہوگی کہ اس کا جمال باعث سکون و راحت ہوگا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملک الموت سے کہا کہ تم عدل و مساوات کو کیوں ملحوظ نہیں رکھتے یعنی ایسا کیوں ہے کہ کسی کی جان پلک جھپکتے میں قبض کر لیتے ہو اور کسی کو دیر دیر تک تڑپاتے ہو؟ ملک الموت نے عرض کیا یہ بات میرے بس میں نہیں کیونکہ مجھے تو ہر کسی کے نام کا پروانہ دیدیا جاتا ہے اور اس میں جس قسم کا حکم ہوگا اس کے مطابق میں جان قبض کرتا ہوں۔

حکایت: منکر اور مومن کا وقتِ آخر

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

marfat.com

ایک دن ایک بادشاہ سواری کے لیے نکلا روانگی سے پہلے اس نے لباس فاخرہ طلب کیا بہت سے لباس پیش کیے گئے لیکن اسے کوئی بھی پسند نہ آیا آخر بڑی مشکل سے اسے ایک لباس پسند آیا پہننے کے بعد گھوڑا طلب کیا کئی گھوڑے باری باری پیش کیے گئے تو ایک عمدہ سا گھوڑا پسند کیا اس پر سوار ہوا اور بڑی شان وشوکت سے سواری باہر نکلی۔

اس کی گردن غرور وتکبر سے اکڑی ہوئی تھی اور کسی کی طرف دیکھتا بھی نہ تھا۔ ملک الموت میلا کچیلا لباس پہنے ایک درویش کے بہروپ میں سامنے آیا اور سلام کیا اس مغرور شخص نے جواب بھی نہ دیا تو ملک الموت نے لگام پکڑ لی تو اس نے نہایت حقارت سے کہا کہ لگام سے ہاتھ اٹھاؤ دیکھتے نہیں میں کون ہوں اور تو کیا کر رہا ہے۔ فرشتے نے کہا کہ مجھے تجھ سے کچھ کام ہے بادشاہ نے کہا ٹھہرو صبر کرو اور ہماری واپسی کا انتظار کرو ملک الموت نے کہا کہ مجھے تو ابھی بلا تاخیر اپنا کام کرنا ہے بادشاہ نے کہا اچھا ٹھہرو، میں گھوڑے سے نیچے اترنے دو۔ فرشتے نے کہا نہیں ایک لمحہ بھی نہیں مجھے ابھی ابھی کام ہے بادشاہ نے کہا کہو کیا کام ہے؟

فرشتے نے اپنا سر اس کے کانوں کے قریب کرتے ہوئے کہا میں ملک الموت ہوں اور تیری جان نکالنے آیا ہوں بادشاہ کا رنگ فق ہو گیا اور زبان گنگ ہو گئی اشارے سے کہا کہ اتنی مہلت دے کہ گھر جا کر بیوی بچوں کو الوداع تو کہہ دوں کہا نہیں ہرگز نہیں ابھی اور اسی وقت تیری جان نکالوں گا یہ کہہ کر اس کی روح قبض کی اور بادشاہ دھڑام سے گھوڑے سے نیچے آ گرا اور ملک الموت نے اپنی راہ لی۔

اس کے بعد ایک پارسا مومن کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے تم سے راز میں کچھ کہنا ہے بندہ مومن نے فرمایا کہیے کیا ارشاد ہے فرشتے نے کہا میں ملک الموت ہوں پارسا مومن نے کہا خوش آمدید میں تو ایک مدت سے تمہاری راہ دیکھ رہا ہوں مجھے تم سے زیادہ کسی کی تشریف آوری کی خوشی نہیں ہو سکتی۔ بس اب دیر نہ کیجئے فوراً میری جان نکالیے تاکہ میں اپنی مراد کو پہنچوں۔ فرشتے نے کہا تمہیں کوئی ضروری کام ہے تو کر لو متقی نے جواب دیا مجھے اس سے زیادہ ضروری اور کوئی کام نہیں کہ اپنے پروردگار کے دیدار سے اس بے قرار روح کو تسکین دے لوں فرشتے نے کہا جیسے تمہاری مرضی لیکن جب کہو گے تبھی تمہاری روح قبض کرونگا۔ کہا اچھی بات ہے مجھے باوضو ہو کر نماز اور سجدہ شکر ادا کر لینے دو پھر میری جان لے لینا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حکایت: سبحان اللہ لطیف لما یشاء

اور حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ کسی ملک میں ایک بادشاہ حکمران تھا جس کی سلطنت نہایت شاندار اور عظیم الشان تھی ملک الموت جب اس کی جان نکال کر آسمان پر پہنچا تو فرشتوں نے اس سے کہا کہ اے فرشتہ موت! کیا تجھے کبھی کسی کی جان نکالتے وقت کبھی ترس بھی آیا ہے؟ کہا ہاں ایک مرتبہ ایک حاملہ عورت بیابان میں دردِزہ میں مبتلا تھی جب بچہ پیدا ہو چکا تو مجھے حکم الٰہی ہوا کہ اس عورت کی جان قبض کر لو میں نے تعمیل حکم کی اور بچے کو وہیں چھوڑ کر چلا آیا۔ اس وقت مجھے اس عورت کی غریبی اور بے بسی کے ساتھ ساتھ اس بچے کی تنہائی اور ضیاع پر بڑا ترس آیا تھا کہ بے چارہ بیاباں میں اکیلا پڑا ہوا تھا فرشتوں نے کہا کیا تم نے اس بادشاہ کو بھی دیکھا کہ روئے زمین پر اس جیسا کوئی بادشاہ نہ تھا عزرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں اسی کی جان نکال کر تو چلا آ رہا ہوں فرشتوں نے کہا یہ وہی بچہ تھا جسے تم بیاباں میں (اس کی مردہ ماں کے پاس) چھوڑ آئے تھے کہا سبحان اللہ لطیف لما یشاء

اور آثار میں مذکور ہے کہ ہر سال شعبان کی پندرہویں تاریخ کو ایک فہرست ملک الموت کے حوالے کر دی جاتی ہے جس میں یہ

marfat.com

درج ہوتا ہے کہ آئندہ برس کے دوران فلاں فلاں شخص کی روح تجھے قبض کرنا ہے۔ ان میں سے کوئی شخص تعمیر مکان میں لگا ہوا ہوتا ہے کوئی شادی کروا رہا ہوتا ہے کوئی لڑائی جھگڑے میں مشغول ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ غرض ہر کسی کا نام اس میں درج ہوتا ہے۔

حکایت:

حضرت اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ملک الموت حضرت سلمان علیہ السلام کے پاس گیا وہاں ان کے ندیموں میں سے ایک ندیم بھی بیٹھے ہوئے تھے جب ملک الموت وہاں سے باہر نکلا تو اس ندیم نے عرض کیا اے پیغمبر زماں یہ شخص کون تھا کہ یوں انتہائی غور سے میری طرف دیکھ رہا تھا؟ فرمایا یہ فرشتہ موت تھا۔ ندیم نے کہا شاید میری جان لینے آیا ہو اس سے فرما دیجئے کہ میں سرزمین ہند جا رہا ہوں تا کہ جب دوبارہ یہاں آئے تو مجھے یہاں نہ ڈھونڈتا پھرے جب ملک الموت واپس آیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے اس ندیم کی طرف تم اتنی شدت سے اور تجسس سے کیوں دیکھ رہے تھے؟

عزرائیل علیہ السلام نے کہا مجھے حکم ہوا تھا کہ اسی وقت ہندوستان جا کر اس کی روح قبض کر لوں لیکن میں نے دیکھا کہ وہ یہاں بیٹھا ہوا تھا میں نے سوچا کہ وہ اس ایک گھڑی کے اندر کیسے پہنچ جائے گا لیکن یہاں سے نکلتے ہی میں جونہی ہندوستان پہنچا تو اس کو وہاں موجود پایا اس پر میں خود حیران ہوں ان حکایات سے یہ وضاحت مطلوب ہے کہ عزرائیل کا سامنا ہر صورت کرنا پڑے گا۔

☆ دوسری ہیبت ان دو فرشتوں کو دیکھنے سے طاری ہوگی جو ہر کسی پر موکل کئے گئے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ موت کے وقت یہ دونوں فرشتے بھی آدمی کے سامنے دکھائی دیتے ہیں اگر وہ شخص اطاعت گزار ہو تو کہتے ہیں جزاک اللہ خیراً تمہاری اطاعت گزاری نے ہمیں بہت آرام دیا اور اگر گناہ گار ہو تو کہتے ہیں لا جزاک اللہ خیراً تو بہت گناہ گار تھا بے شمار گناہ اور برائیاں تو ہمارے سامنے کرتا رہا اور یہ وہ وقت ہوتا ہے جب اس غریب کی آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں بند نہیں ہوتیں۔

تیسری ہیبت موت کے وقت ہوتی ہے کہ جنت یا دوزخ بھی ساتھ ہی دکھا دیئے جاتے ہیں اور جو شخص اطاعت گزار ہوا سے عزرائیل کہتا ہے کہ اے خدا کے دوست! تجھے مبارک ہو کہ جنت تیرا مقام ہے اور جو بداعمال سیاہ کار ہوگا اسے کہا جاتا ہے کہ او دشمنِ خدا! تجھے دوزخ کی بشارت ہو۔

پس جان کنی کا کرب تو ان تمام ہولناکیوں سے بھی سخت تر ہوتا ہے (نعوذ باللہ) یہ ہول تو وہ ہیں جو آدمی کو اسی دنیا میں دیکھنے پڑتے ہیں اور اپنی تمام دہشت اور ہیبت کے باوجود ان ہولناکیوں کے سامنے کچھ بھی نہیں ہیں جو قبر میں جا کر اور پھر بعد میں دائمی سہنے پڑیں گے۔

قبر کی گفتگو.....؟

مخبر صادق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب فوت شدہ آدمی کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو فوری طور پر اس سے قبر گفتگو شروع کر دیتی ہے اور یوں سوال کرتی ہے۔

اے ابن آدم! تو نے کس حوصلے اور مان پر مجھے فراموش کئے رکھا؟ کیا تو اتنا بھی نہیں جانتا تھا کہ میں دکھوں کا ٹھکانہ ہوں' میرے

marfat.com

اندر تو مصائب و آلام کا ذخیرہ ہے' میں مجسمہ تکلیف ہوں' اندھیری کوٹھری جس میں تاریکی ہی تاریکی ہے اور تنہائی کا پیکر ہوں' پھر تم خود ہی بتاؤ' تکبر اور رعونت کس بھروسے پر کئے پھرتا تھا۔ یہاں تک کہ جب کبھی تیرا گزر میرے پاس سے ہوتا تو تیرے پاؤں سیدھے ہی نہیں ہوتے تھے' تیری چال ڈھال میں ذرا برابر نرمی نہ آتی' تجھے احساس تک نہ ہوتا کہ ایک دن قبر میں آنا ہی آنا ہے حیرت ہے تو نے کبھی میرا خیال ہی نہ کیا؟

قبر کی یہ گفتگو سنتے ہی مردے پر حیرانگی و پریشانگی کے دورے پڑنے شروع ہو جاتے ہیں ہاں البتہ وہ جو نیک کردار و نیک اعمال ہوتا ہے اسے کسی طرف سے غائبانہ ندا قبر میں سنائی دیتی ہے جو کہ کچھ اس طرح سے ہوتی ہے اے قبر ٹھہر جا! زیادہ باتیں نہ بنا' یہ اللہ کا نیک اور صالح بندہ ہے اس نے ہمیشہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کام لیا تب قبر اسے کہتی ہے:

جب یہی معاملہ ہے تو میں اس کے لئے باغ و بہار بن جاتی ہوں اور پھر اس فوت شدہ نیک بندے پر انوار و تجلیات کی اتنی بارش ہوتی کہ اس کا جسد خاکی منور ہو جاتا ہے اور اس کی روح اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر جاتی ہے۔ مزید فرمایا:

مردے کو جب قبر میں دفنایا جاتا ہے اور لوگ واپس چلے آتے ہیں تو بدعمل پر قبر کا عذاب مسلط کر دیا جاتا ہے اور قبر کے ساتھ والی قبروں میں دفن شدہ مردے اسے پکارتے ہیں اے ہمارے بعد آنے والے تو یوں ہی بدعمل چلے آیا؟ تجھے تو ہم پیچھے اس لیے چھوڑ آئے تھے کہ ہم سے تو عبرت حاصل کرے گا مگر تو نے ایسا کیوں نہ کیا؟ ہمارا تو یہاں آنے کے بعد نیک اعمال بجالانے کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا لیکن تجھے تو مہلت میسر تھی جو نیک کام ہم نہ کر سکے تو نے انہیں کیوں نہ کیا؟

الغرض زمین کے چپے چپے سے صدائیں بلند ہوتی رہتی ہیں اے ظاہری دنیا کے عاشق! تو نے ان سے سبق کیوں نہ پکڑا؟ عبرت کیوں نہ حاصل کی؟ تجھ سے پہلے جو یہاں میرے ہاں آ چکے تھے۔

نیز فرمایا: جب کسی نیک اور صالح انسان کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے نیک اعمال اس کے گرد گھیرا ڈال لیتے ہیں اور اپنے جلو میں لے لیتے ہیں تا کہ اس کے لیے عذات کے سامنے ڈھال بن جائیں۔

چنانچہ جب عذاب کے فرشتے اس کے پاؤں کی طرف جانا چاہتے ہیں تو نمازیں اس کا راستہ روک لیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ان پاؤں سے تو یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قیام کرتا رہا ہے اور جب وہ سر کی طرف جانے کا قصد کرتے ہیں تو روزے اس کے سامنے آ جاتے ہیں اور کہتے ہیں ادھر مت آنا کہ اس منہ نے تو دنیا میں بھوک اور پیاس کی شدت برداشت کی۔ پھر جب اس کے جسم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو حج اور جہاد آڑ بن جاتے ہیں اور کہتے ہیں ادھر مت دیکھو یہ تو وہ جسم ہے جس نے بڑے بڑے دکھ اور رنج برداشت کئے ہیں فرشتے جب ہاتھوں کا قصد کرتے ہیں تو صدقہ و زکوٰۃ پکارتی ہے ان ہاتھوں کے قریب مت آنا کیونکہ یہ تو بہت صدقہ و خیرات تقسیم کرتے رہے ہیں تب وہ فرشتے مبارک اور تحسین پیش کرتے ہوئے واپس چلے جاتے ہیں پھر رحمت کے فرشتوں کی تشریف آوری ہوتی ہے اور بہشتی قالین اس کے نیچے بچھاتے ہیں اور پھر اس کی قبر کو حد نگاہ تک فراخ و کشادہ بنا دیتے ہیں پھر جنتی فانوس روشن کر دیئے جاتے ہیں تا کہ تا قیام قیامت قبر نور بار رہے۔

حضرت عبداللہ ابن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مردے کو دفن کر کے

marfat.com

لوگ جا رہے ہوتے ہیں تو ان کے قدموں کی آواز وہ قبر میں سن رہا ہوتا ہے حالانکہ نہ وہ ان لوگوں سے بات کر سکتا ہے اور یہی یہ لوگ اس سے بات چیت کر سکتے ہیں البتہ قبر اسے پکارتی ہوئی اپنی طرف متوجہ کرتی ہے اور کہتی ہے کیا تجھے بار بار میرے ہول' ہیبت' تنگی اور اندھیری سے آگاہ نہیں کیا جاتا رہا؟ ضرور ضرور تجھے توجہ دلائی جاتی رہی مگر تو دنیوی محبت کی سرشاری سے مست اور بے خود رہا ذرا بول تو سہی تو نے میرے لیے کیا تیاری کی تھی؟

قبر میں منکر نکیر یا خدائی پولیس کے دو سپاہی؟

مخبر صادق نبی مکرم رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب آدمی فوت ہو جاتا ہے جیسے ہی اسے قبر میں بند کر کے اس پر مٹی ڈال کر واپس آتے ہیں تو نہایت ہیبت ناک' سیاہ رو' نیلی آنکھوں والے دو فرشتے جنہیں منکر اور نکیر کہا جاتا ہے قبر میں آ دھمکتے ہیں اور آتے ہی سوالات پوچھنا شروع کر دیتے ہیں۔

رسول دو جہاں جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بتاؤ ان کے متعلق تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ صاحب قبر اگر ایماندار ہوتا ہے تو کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے عبد خاص نبی آخر الزمان ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) پس اس کے منہ سے یہ کلمات ابھی پورے ادا ہو نہیں پاتے کہ چاروں طرف سے اس کی قبر فراخ اور کشادہ ہو جاتی پھر اسے انوار و تجلیات سے منور و روشن کر دیا جاتا ہے پھر وہ اسے پیار سے کہتے ہیں بس اب تم سکون و اطمینان سے ایسے سو جاؤ جیسے ''عروسِ نو'' آرام کرتی ہے۔ اب تیرے آرام میں کوئی خلل نہیں ڈالے گا ہاں تجھے تیرا دوست ہی جگائے گا۔

(نکتہ) حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں صرف ایک سوال کا ذکر فرمایا جب کہ دیگر روایات میں کم از کم تین سوال مذکور ہیں تیرا رب کون ہے' تیرا دین کیا ہے اور تو اس رجل شریف کے متعلق کیا کہتا رہا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس ایک ہی سوال میں باقی دو سوال پنہاں ہیں کیونکہ جب صاحب قبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کے جواب میں کہہ رہا ہو گا کہ وہ میرے رسول ہیں وہ اللہ کے آخری نبی ہیں تو بلاشبہ باقی دو سوالوں کے جواب اسی جواب نے مکمل کر دیئے۔

اگر صاحب قبر منافق ہو تو وہ منکر نکیر کے سوال پر جواباً کہتا ہے مجھے کیا معلوم ''محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کون ہیں'' میں نہیں جانتا میں نے تو دنیوی زندگی میں لوگوں کے کہنے سننے پر کہہ دیا تھا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں ابھی یہ کلمات وہ منافق مردہ اچھی طرح ادا بھی کرنے نہیں پائے گا کہ قبر سکڑنا شروع ہو جائے گی یہاں تک کہ انتہائی تنگ و تاریک ہو جائے گی اور اسے اتنا دبائے گی کہ اس کی ہڈیاں آپس میں مل جائیں گی اور تا قیامت اسی شدید ترین عذاب میں پھنسا رہے گا۔

حکایت: تو پھر میں ان سے نہیں ڈرتا

سید عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز حضرت سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تصور کرو کہ تجھے مرنے کے بعد چار گز زمین کھود کر اس میں ڈال دیا گیا ہے اور پھر اس کے دھانے کو مٹی سے بھر دیا گیا ہے دفنانے والے آخر کو واپس چلے آتے ہیں اور پھر تیرے پاس دو فرشتے جنہیں منکر اور نکیر کہا جاتا ہے وہ پوری دہشتناکی اور بجلی کی سی کڑک کے

marfat.com

ساتھ وہ یوں تیرے پاس آ جاتے ہیں کہ ان کی آنکھیں برق سوز' پاؤں تک بکھرے ہوئے لمبے لمبے بال اور بے ڈھبے سے منہ کے باہر نکلتے ہوئے خوفناک دانت نکالے تیرے پاس ڈراؤنی سی شکل میں آتے ہی تجھے اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں اور خوب جھنجھوڑتے ہوئے تجھ سے سوال پر سوال کرنا شروع کر دیتے ہیں عمر بتایئے تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا؟

عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ذرا اتنا تو بتا دیجئے کیا میری عقل اسوقت میرا ساتھ دے گی فرمایا: ہاں ضرور ساتھ دے گی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا حضور پھر میں ان سے نہیں ڈرتا میں ان سے نپٹ لوں گا انشاء اللہ العزیز۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر

چلتے چلتے یہاں ایک نہایت ایمان افروز واقعہ اس امید پر درج کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں کہ صاحب کتاب حضرت امام غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح مقدس یقیناً خوش ہوگی کہ میرے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے ''تابش قصوری نے خوبصورت کاوش کی ہے''۔

حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم بزرخ سے بھی نوازا گیا تھا چنانچہ اس کا مظاہرہ اس وقت ہوا جب امیر المومنین حضرت سیدنا عمر ابن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصال فرمایا اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں دفن کیا گیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی قبر انور پر بیٹھ کر فرشتوں سے ان کی باتیں سننے لگے۔

منکر نکیر کے سوال و جواب کے بعد فرشتوں نے کہا لیجئے اب آرام فرمائیں آپ نے فرمایا میں آرام کیسے کروں؟ جب تمہارا میرے پاس آنا ہوا تو تمہاری ہیبت ناک شکلیں دیکھ کر مجھے خوف سا محسوس ہوا اور تا حال ویسے ہی کیفیت ہے باوجودیکہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مونس و ہمدم ہوں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت و رفاقت میں زندگی بسر کرنے کی سعادت حاصل رہی اب میری آپ سے درخواست ہے اور میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ کو گواہ بنا کر تاکید کرتا ہوں کہ جب تمہارا میرے حبیب رحمتِ عالم' مونس بے چارگان صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی امتی کے پاس قبر میں جانا ہو تو ذرا اچھی سی صورت میں جایا کریں۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان پر فرشتوں نے لبیک کہا اور وعدہ کیا کہ ہم آئندہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے امتی کے پاس اچھی صورت میں جایا کریں گے یہ سنتے ہی حضرت علی مسکرائے اور فرمایا: اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اب آرام فرمایئے اللہ تعالیٰ تجھے مسلمانوں کی طرف سے بہترین صلہ عطا فرمائے آپ نے اپنی زندگی اور وصال دونوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کو نفع پہنچایا۔ (زینت المحافل (۶۲۳) ترجمہ نزہۃ المجالس از تابش قصوری)

اندھے اور بہرے فرشتے

حدیثِ شریف میں ہے کفار کی قبروں پر درندے نما دو فرشتے مسلط کر دیئے جاتے ہیں جن کی نہ آنکھیں اور نہ ہی کان ہوتے ہیں گویا کہ وہ اندھے اور بہرے ہیں ہر ایک کے پاس لوہے کی بھاری بھرکم گرز ہوتی ہے جسکے اگلے حصے کی موٹائی اونٹ کو پانی پلانے والے

marfat.com

ڑول کی طرح ہوتی ہے اور وہ دونوں فرشتوں کفار کو ان خوفناک گرزوں سے مارتے رہتے ہیں چونکہ وہ بلا آنکھ اور کان کے ہوتے ہیں اس لیے نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں اس کفار و مشرکین اور گستاخانِ انبیاء و رسل کو خوب خوب مرمت کرتے ہیں اور ان کی آہ و فغان ان فرشتوں پر کچھ اثر نہیں کرتی کہ رحم اور ترس کھائیں۔

☆ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر اس طرح دباتی ہیں کہ مردہ بھنچ کر رہ جاتا ہے قبر کے عذاب سے اگر کوئی محفوظ رہ سکتا ہے تو وہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو جب انہیں قبر میں رکھا جا رہا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رنگ میں تغیر پیدا ہو رہا تھا جب باہر تشریف لائے تو پہلے کی طرح تھا آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا بات تھی کہ آپ کی رنگت میں کچھ فرق سا محسوس ہو رہا تھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے قبر کی تنگی اور دباؤ یاد آ رہا تھا اور جب مجھے بشارت دی گئی کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو قبر کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچائے گی میری صاحبزادی پر قبر کا عذاب نہیں ہوگا لیکن پھر بھی مجھے قبر کے سکڑنے اور دبانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں (ممکن ہے کسی ساتھ والی قبر کے احوال منکشف ہو رہے ہوں) واللہ اعلم۔

۹۹ ہیبت ناک سانپ

مخبرِ صادق سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کفار و مشرکین اور منافقین کے لیے قبر میں ننانوے اژدھا ظاہر کر دیے جاتے ہیں ان میں ہر ایک اژدھے کے نو نو سر تھے جن سے وہ مرے کو لگاتار کاٹتے رہتے ہیں اور زہریلی پھنکار سے اسے تکلیف پہنچاتے رہتے ہیں اور یہ سلسلہ بدستور قیامت جاری رہے گا (**فافھموا وتدبروا**)

آخرت کی پہلی منزل

قبر آخرت کی پہلی منزل ہے اگر یہ آسان اور عافیت سے طے ہو جائے تو بعد کی تمام منازل آسان اور سہل تر ہو جائیں گی اور یہ ہی دشوار گزار ہو تو بعد میں آنے والی منزلیں تو نہایت ہولناک اور مصائب و آلام سے پر ہونگی۔ بعد میں آنے والی ہولناکیوں میں اولین نفخ صور ہے پھر قیامت کا خوفناک مرحلہ اور اس کی طویل ترین درازی پھر سخت تر گرمی اور پسینے شرابوری' اعمالنامے کا کھلنا' گناہوں کی پڑتال' ہاتھوں میں اعمالنامے ان کے باعث رسوائی و ذلت کا شرمناک منظر' میزان عدل میں نیکی و بدی کے ہول اور خوف کا سامنا' اور ساتھ ہی ساتھ مظلمات سے عہدہ برآ ہونے کا خطرہ۔

مظلوموں' ستم رسیدوں' دعویداروں کا دامن گیر ہونا' جو بجائے خود ایک زبردست ندامت و نامرادی کا منظر ہوگا اور ان مرحلوں کے گزرنے کے بعد پل صراط کی انتہائی لرزہ خیز ساعتیں' اگر بالفرض دوزخ میں بھیک دیا گیا تو اسے دیکھتے ہی ہوش اڑ جائیں گے نیز دوزخ کے فرشتوں کی ہیبت ناک شکلوں اور خوفناک صورتوں کو دیکھتے ہی رہی سہی کسر نکل جائے گی۔

طوق و سلاسل' بیڑیاں اور زنجیریں اور ان کی لرزہ خیز' مکروہ آواز و جھنکار' زقوم' اژدھا' سانپ' بچھوؤں کی بھرمار اور اس کے علاوہ

marfat.com

ہزار ہا طرح کا جسمانی و روحانی عذاب اور نہ جانے کیسے کیسے ہول' اذیتیں' تکلیفیں جن کا قدم قدم پر سامنا کرنا پڑے گا قسم قسم کے جسمانی عذاب کی تفصیل کے لیے دیکھئے ہماری کتاب ''احیاء العلوم'' جس میں ہم نے بڑی وضاحت سے حقیقت مرگ' حقیقت روح اور موت کی جملہ کیفیات کو رقم کیا ہے یوں ہی روحانی عذاب کی تفصیلات بھی اسی میں پائیں گے۔ یہاں دوبارہ درج کرنا محض طول ہے جو کچھ بیان ہوا اسی پر اکتفا کرتے ہوئے آخر میں سبق آموز حکایات درج کرتے ہوئے اس کتاب ''سنہری عبادت'' ترجمہ کیمیائے سعادت کو تمت بالخیر کی نعمت حاصل کی جاتی ہے۔ یہ حکایات مردوں کے احوال و آثار پر دلالت کرتی ہیں مگر یہ سمجھ لینا چاہئے کہ مردوں کے حالت و کیفیات کو خواب کے سوا معلوم نہیں کیا جا سکتا اس لیے اولیائے کرام' مشائخ اسلام کے ان انکشافات کو بنیاد بنایا جائے گا جو ان پر خواب کی حالات میں پیش آئے کیونکہ اس دنیا میں رہتے ہوئے حواس انسانی عالم برزخ کی طرف راہ نہیں پا سکتے کیونکہ ان پر ہوش و خرد اور عقل و شعور کا گزر تک نہیں اس لیے کہ مردے تو ایسی جگہ پہنچ چکے ہیں جہاں یہ حواس سب کے سب معطل ہو کر رہ جاتے ہیں۔

کان معزول' سماعت ناممکن' آنکھ معزول' دکھائی ناممکن' احساس ناممکن' رنگ کی پہچان باطل' الغرض حواس خمسہ کے معزول ہو جانے کے باعث ایک دوسرے سے رابطہ ختم' البتہ ایک ایسی خاصیت باقی رہتی ہے جو مردے کے اندر پوشیدہ ہوتی ہے جس سے وہ عالم دنیا کے رہنے والوں کے احوال کو دیکھتا رہتا ہے مگر یہ خاصیت بھی دنیوی مشاغل' مصروفیات اور حواس کی کارفرمائی میں دب کر رہ جاتی ہے۔

خواب میں انسان ان مشاغل اور شور و غوغہ سے بے نیاز ہوتا ہے بناء علیہ ان کے احوال بذریعہ خواب منکشف ہونے شروع ہو جاتے ہیں یوں ہی مردوں کو ہمارے حالات اور ان کی کیفیات ہم پر آئینہ آگاہی پر سامنے آتی رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ ہمارے نیک اعمال دعائیں اور صدقات و خیرات جو انہیں ایصال ثواب کی جاتی ہیں ان کی راحت و مسرت' خوشی اور بخشش کا سبب بنتے ہیں یوں ہی ہماری خطائیں' گناہ اور برائیاں ان کے لیے باعث تکلیف ناگواری اور ناراضگی کا باعث ہوتی ہیں جیسے کہ احادیث میں مذکور ہے اور حقیقت یہ ہے کہ زندوں اور مردوں کے درمیان یہ سلسلہ خبر و اطلاع لوح محفوظ کے وسیلہ سے ہی ممکن ہوتا ہے کیونکہ ہمارے اور ان کے احوال لوح محفوظ میں مرقوم ہیں اور جب کبھی ان کے ساتھ کوئی مناسب پیدا ہو جاتی ہے تو ہم خواب میں ان کے حالات سے باخبر ہو جاتے ہیں اس لیے کہ لوح محفوظ آئینہ کی مانند ہے جس میں ہر ایک کی صورت اور عکس برقرار ہے اور آدمی کی روح بھی آئینہ ہے خواہ زندہ ہو یا مردہ (کیونکہ روح کو فنا نہیں) پس جس طرح آئینے میں چیزوں کا عکس دوسرے آئینے میں ظاہر ہو جاتا ہے مگر یہ بھی قطعاً نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ لوح محفوظ عناصر اربعہ سے مرکب ہے (ہوا' پانی' آتش اور مٹی) یا اس کا ایسا جسم ہے جو لکڑی یا پتھر وغیرہ سے بنایا گیا ہے جسے ظاہری آنکھ سے دیکھا جا سکے اور اس میں جو کچھ مرقوم ہے اسے پڑھا جا سکے اگر تجھے اس کی مثال دیکھنے کی طلب ہے تو پھر کہیں اور دیکھنے کے چنداں ضرورت نہیں صرف اور صرف اپنے اندر ہی تلاش کر کیونکہ ابتدائے آفرینش سے ہر ایک کی نمود کو تیرے اندر ودیعت کر دیا گیا ہے (وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ) تاکہ تو معرفت کے راستے سے اس تک رسائی حاصل کر سکے لیکن اے انسان! تو تو اپنے آپ سے غافل ہے تاہم ان میں سے نمود کی ایک مثال تو تیرا دماغ ہے جس میں پورا قرآن کریم محفوظ ہو جاتا ہے گویا کہ ایک

marfat.com

ایک حرف' کلمہ ایک ایک آیت کتابت ہو چکی ہے آئینہ دماغ میں ایک ایک سطر صاف صاف دکھائی دیتی ہے۔

مگر اسی دماغ کو جس میں مکمل قرآن کریم محفوظ ہے اس کا ایک ایک ذرہ دیکھا جائے تو ظاہری آنکھ سے نہ تو قرآن کریم نظر آئے گا اور نہ ہی کوئی حرف و آیت پس لوحِ محفوظ میں جو کچھ مرقوم ہے اسے بھی اسی جنس سے تصور کیجئے جو بے انتہا اور لامحدود نقوش میں ثبت ہے جب کہ آنکھ متناہی اور محدود ہے محدود کیلئے لامحدود کے نقوش کا دیکھ لینا ناممکن ہے اور نہ ہی اس کی کسی معین شکل وصورت کا تصور قائم کیا جا سکتا ہے لہٰذا اس کا چہرہ' اس کی لوح' اس کا قلم' اس کے ہاتھ' الغرض اس کی کوئی بھی چیز تیرے پاس نہیں رہتی جیسے کہ مرنے والا ہی تیرے پاس نہیں رہتا۔

اس تفصیلی وضاحت سے مقصود یہ ہے کہ اے انسان تو اس چیز کو محال نہ جانے کہ ہمارے حال کی مردوں اور ہمیں ان کے احوال کی خبر ہوتی ہے جیسے کہ خواب میں تم انہیں دیکھتے ہو اور خواب میں مردوں کو اچھے یا برے حالات سے قدرے آگاہ ہو جانا اس بات کا بہت ہی بڑا ثبوت ہے کہ وہ زندہ ہیں خواہ انعام و راحت کی حالت میں یا عذاب و عتاب سے دوچار (بہر حال ضرور ضرور زندہ ہیں) نیست و نابود قطعاً نہیں۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتًا "o بَلْ اَحْيَاءٌ" عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَo (سورہ آل عمران:۱۶۹)

ترجمہ: جو انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے انہیں مردہ تصور بھی نہ کرو بلکہ وہ تو ایسے زندہ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کھاتے پیتے ہیں وہ تو نہایت خوش و خرم ہیں اس نعمت سے جو انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مرحمت فرمائی۔

انکشافِ احوال مردگان بذریعہ خواب

مخبرِ صادق رسول معظم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس شخص نے میری خواب میں زیارت کی یقیناً اس نے میری ہی زیارت کی کیونکہ شیطان میری صورت اختیار کر ہی نہیں سکتا اور نہ ہی میری شکل وصورت میں کسی کے سامنے آ سکتا ہے۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور میں نے محسوس کیا آپ پر شکر رنجی کے آثار دیکھے تو میں عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے کونسی لغزش ہوئی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا آپ سے یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ بحالت روزہ اپنی زوجہ کا بوسہ نہ لیتے؟ بعد ازاں پھر ایسا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی نہ کیا حالانکہ شرعاً بحالت روزہ بیوی کا بوسہ لینے میں کوئی گرفت نہیں اور نہ ہی روزہ ٹوٹتا ہے البتہ احسن یہی ہے کہ تقویٰ اختیار کیا جائے۔ اس لیے کہ صدیقین اور محبوبان الٰہی کی معمولی سی لغزش بھی نظر انداز نہیں کی جاتی گو دوسروں کے لیے اتنی سی بات نا قابل گرفت ہے اس لیے ان سے درگزر کر دیا جاتا ہے۔

حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کا تصور باندھا کیونکہ میں انہیں دل سے پیارا جانتا تھا' اسی بنا پر میری تمنا تھی کہ کبھی خواب میں ان سے ملاقات ہو جائے چنانچہ ایک دن یہ تصور حقیقت بن گیا' وصال کے ایک سال بعد میں نے خواب میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی۔ میں نے انہیں اس کیفیت سے دیکھا کہ وہ آنکھیں ملتے ملتے اٹھ رہے ہیں اور فرماتے جا رہے ہیں اب کہیں جا کر فراغت ملی ہے اور وہ بھی یوں کہ اللہ تعالیٰ اگر

marfat.com

کرم نہ فرماتا تو نہ جانے کیا ہوتا.....؟

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے ہی مروی ہے کہ میں نے ابولہب کو دوزخ میں جلتے ہوئے دیکھا تو میں نے پھر بھی پوچھ ہی لیا تیرا کیا حال ہے؟

اس نے کہا دائمی عذاب کا شکار ہوں لیکن پیر کے دن جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے نسبت حاصل ہے مجھے عذاب سے رہائی میسر آتی ہے کیونکہ اس رات میں نے بھی ایک کنیز کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں آزاد کیا تھا۔ جس کنیز کو آپ نے آزاد کیا اس خوش قسمت خاتون کا نام نامی حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا ہیں انہیں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زیارت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے بہرہ مند ہوا ساتھ ہی حضرت سیدنا صدیق اکبر اور حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف فرما ہیں مجھے بھی اُن کی معیت میں بیٹھنے کی سعادت نصیب ہے معاً میں دیکھتا ہوں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلائے گئے اور پھر ان دونوں کو ایک مکان میں لے جایا گیا اور باہر سے دروازہ بند کر دیا گیا پھر کیا دیکھتا ہوں کہ تھوڑی سی دیر بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر نکل آئے اور کہہ رہے ہیں قَضٰی لِیْ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ ترجمہ: رب کعبہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان صلح کرادی ہے۔ ابھی آپ یہ کلمات ادا بھی نہیں کر پائے تھے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فوراً مکان سے باہر آئے اور کہہ رہے ہیں غَفَرَلِیْ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ ترجمہ: رب کعبہ کی قسم مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیا ہے۔

شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے قبل حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواب سے بیدار ہوتے ہی پڑھنے لگے انا للہ وانا الیہ راجعون صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے پوچھا: خیر تو ہے؟ کیا ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے ابھی ابھی میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ کی خواب میں اس کیفیت میں زیارت کی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس میں خون سے پر ایک کٹورا دیکھا ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوں فرما رہے ہیں کہ میری امت نے میرے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے کہ میرے فرزند عزیز کو شہید کر ڈالا۔ یہ ان کا اور ان کے رفقاء کا خون ہے جو بطور ثبوت بارگاہِ رب العزت میں پیش کروں گا۔ چنانچہ اس خواب کے چوبیس دن بعد خبر پہنچی کہ ظالموں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا ہے۔

جنت میرے آگے

کسی خوش نصیب نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواب میں زیارت کی اور دریافت کیا آپ نے ہمیشہ زبان سے اشارہ کا معمول بنا رکھا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ میرا تو بس اسی سے کام ہے۔

marfat.com

آپ نے کہا ہاں اب بھی وہی معمول ہے کیونکہ اسی زبان سے ہی تو لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا کہ آج جنت میرے سامنے رکھ دی گئی ہے۔

صحیح و سچی بات کی برکت

حضرت یوسف بن حسین علیہ الرحمۃ کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک فرمایا جواباً کہا: مجھ پر اللہ تعالیٰ نے رحمت فرمادی پوچھا کس عمل کے سبب تو انہوں نے فرمایا میں نے ہمیشہ صحیح اور سچی بات کو خرافات، بے ہودگی اور لغو بات سے محفوظ رکھا۔

اقرارِ خطا بخشش کا ذریعہ

حضرت منصور بن اسماعیل علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بزاز علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک فرمایا انہوں نے جواباً فرمایا: مجھ سے اللہ تعالیٰ نے جس گناہ کی بابت پوچھا میں نے اقرار کیا چنانچہ جیسے جیسے میں اقرار کرتا چلا گیا اللہ تعالیٰ مجھے بخشتا گیا لیکن ایک گناہ پر پہنچا تو مجھے نہایت شرم آئی میں ذرا سا رک گیا اس پر مجھے ندامت کے باعث سخت پسینہ آنا شروع ہو گیا یہاں تک کہ میرے چہرے سے گوشت جھڑنے لگا یہاں تک کہ سارا گوشت تھوڑا تھوڑا کر کے گر پڑا حضرت منصور فرماتے ہیں کہ میں نے کہا بتایئے تو سہی وہ کونسا گناہ تھا جو تجھ سے سرزد ہوا کہا ایک دن ایک حسین و جمیل بچے پر میری نگاہ پڑ گئی وہ مجھے بہت ہی بھلا محسوس ہوا بس یہی وہ گناہ تھا جس کے اعتراف کرنے سے میں شرما رہا تھا یہاں تک کہ زبان گونگی ہو گئی۔

اسے رہنے دو

حضرت ابوجعفر صیدلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طلباء اور اصفیا کی ایک جماعت کے درمیان جلوہ افروز ہیں پھر میں نے یہ بھی دیکھا کہ آسمان سے دو فرشتے اترے جن میں ایک کے ہاتھ آفتابہ (لوٹا) اور دوسرے کے ہاتھ پلیٹ ہے۔ آتے ہی انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ دھلائے اور پھر تمام طلباء اور اصفیا کے ہاتھ دھلانے لگے جب میری باری آئی تو کوئی کہہ رہا ہے چھوڑو اسے رہنے دو اس کے ہاتھ نہ دھلاؤ کہ یہ اس جماعت میں سے نہیں۔

میں عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہی کا ارشاد ہے جو شخص جس قوم کی رفاقت رکھتا ہے وہ اسی میں شمار ہو گا چنانچہ میری گزارش کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتوں سے فرمایا: اس کے بھی ہاتھ دھلاؤ چنانچہ انہوں نے فوراً میرے ہاتھ بھی دھلائے۔

دنیا کی بھلائی

حضرت مجمع رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے خواب میں دریافت کیا آپ کا عالم برزخ میں کیا معاملہ رہا؟ فرمایا دنیوی اور اخروی بھلائی

marfat.com

تو بس زاہدوں کے حصے میں ہے۔

قضاورضا پر راضی رہنا

حضرت زارہ بن ابن اوفیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ کوخواب میں دیکھ کر کسی نے دریافت کیا آپ کا کونسا عمل افضل تر ہے فرمایا: زیادہ امیدیں نہ باندھنا اور اللہ تعالیٰ کی قضاورضا پر راضی رہنا۔

توبہ واستغفار

حضرت ابن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے بھائی کوخواب میں دیکھا تو پوچھا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ وہ کہنے لگے جس جس گناہ سے میں توبہ واستغفار کرتا گیا وہ معاف ہوتا رہا اور جس سے توبہ نہ کر سکا وہ نہ بخشے گئے۔

نیت کا پھل

حضرت زبیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ (زوجہ ہارون الرشید) کوکسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کیا وہ مال و دولت تیرے لیے رحمت کا سبب بنا جو تو نے مکہ مکرمہ کے سفر میں خرچ کیا؟ زبیدہ نے جواباً کہا نہیں مال کا اجر تو مال والے کو ملا میری بخشش تو نیت کا خلوص بنا۔

ایک قدم پل صراط پر

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خواب میں کسی نے ملاقات کی تو پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا فرمایا: جیسے ہی میں نے ایک قدم پل صراط پر رکھا تو دوسرا قدم بہشت میں تھا (یعنی فوراً جنت پہنچا دیا)

حضرت کتانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوخواب میں دیکھا تو پوچھا تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک کیا۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے نوازا البتہ میری عبادت وریاضت کام نہ آئی صرف کام آئیں تو وہ دو رکعتیں جو نماز تہجد میں پڑھتا رہا۔

چار کلمے وسیلہ بخشش

حضرت زبیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کسی کے خواب میں دریافت کرنے پر کہا میری بخشش کا سبب تو یہ چار کلمے ہیں۔

لا الـه الا الله افنـى بهـا عمـرى — لا الـه الا الله ادخـل بهـا قبـرى

لا الـه الا الله اخـلـوا بهـا وحـدى — لا الـه الا الله الـقـى بهـا ربـى

مجھ سے تجھے شرم نہ آئی

حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ کوکسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک فرمایا: کہا مجھ پر رحم ہوا اور ارشاد ہوا تو اتنی شدت کے ساتھ مجھ سے خوف کھاتا تھا کیا مجھ سے تجھے شرم نہ آئی۔ (کیا تو نے ہمیں ظالم سمجھ رکھا تھا)۔

marfat.com

حضرت سلمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ کو کسی نے خواب میں سوال کیا: تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا: آپ نے فرمایا اس نے مجھ پر رحم فرمایا مجھے کسی عمل نے تکلیف نہ ہونے دی بلکہ دینداروں کی نکتہ چینی نے بہت فائدہ پہنچایا۔

یہ لاٹھیوں اور ڈنڈوں سے نہیں

حضرت ابوسعید خواز رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں شیطان کو دیکھا تو اسے مارنے کے لیے ڈنڈا اٹھایا لیکن وہ اپنی جگہ بڑی دلجمعی کے ساتھ کھڑا رہا بھاگنے کا نام تک نہیں لیتا گویا کہ وہ مقابلہ کے لیے ڈٹ گیا تو غیب سے ندا سنائی دی۔

اے ابوسعید! یہ لاٹھیوں اور ڈنڈوں سے بھاگنے والا نہیں ہاں البتہ اسے وہ نور ہی بھگا سکتا ہے جو مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت سے چمک رہا ہے۔

مگر یہ آدمی کہاں ہیں

حضرت مسوجی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خواب میں شیطان لعین کو دیکھا تو اسے فرمایا تو آدمیوں سے کیوں نہیں شرماتا تو بڑا بے حیا ہے ابلیس بولا! مگر یہ آدمی ہیں کہاں؟ اگر یہ انسان ہوتے تو میں ان سے ایسے نہ کھیل پاتا جیسے بچے گیند سے کھیلتے ہیں ہاں آدمی تو وہ ہیں جنہیں صوفی کہا جاتا ہے ان کے ہاتھوں سے تو میں کمزور اور بیمار پڑ رہا ہوں۔

تیرے اس فعل سے فائدہ کم نقصان زیادہ ہے

حضرت ابوسعید حراز رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جن دنوں میں میں ملک شام کے مشہور شہر دمشق میں تھا ایک شب رسول دو جہاں کی زیارت کا شرف اس شان سے حاصل ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں حضرت سیدنا صدیق اکبر اور حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔ میں وجد کے عالم میں شعر گنگنا رہا ہوں اور جھوم جھوم کر اپنی انگلیاں مار رہا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے انگلیاں چلاتے دیکھ کر فرمایا: تیرے اس عمل میں فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہے۔

مایوسی پر کرم

حضرت شیخ شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے تیسرے دن کسی بزرگ نے انہیں خواب میں دیکھا تو پوچھا تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک فرمایا انہوں نے جواباً فرمایا: حساب تو شدید ترین انداز میں شروع کیا گیا یہاں تک کہ میں مایوس سا ہونے لگا تو اللہ رب العزت نے کرم فرماتے ہوئے میری مایوسی کو دیکھ کر رحمت فرمادی (سچ ہے لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ)

یومیہ دوبار دیدار حق تعالیٰ

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی نے خواب میں دیکھا تو یہی سوال کر دیا "اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے نوازا ہے پھر میں نے ان سے حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق پوچھا تو حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرمانے لگے ان کا کیا کہنا انہیں تو یومیہ دوبار اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوتا ہے۔

marfat.com

حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھ کر ان کے احوال برزخی معلوم کئے تو فرمانے لگے مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے رحمت اس کلمہ کی برکت سے سرشار کر دیا ہے جو میں نے حضرت سیدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سن رکھا تھا جسے آپ جنازہ دیکھ کر پڑھا کرتے تھے اور وہ کلمہ یہ ہے:

سبحان اللہ الذی لا یموت "پاک ہے وہ ذات جسے موت نہیں جو ہمیشہ سے زندہ ہے"۔

دیدارِ خداوندی سے بہرہ مند ہو گئے

جس رات حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال ہوا اسی شب ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ ان کے لیے جنت کے دروازے کھل گئے ہیں اور جنت کی فضا سے آوازیں سنائی دے رہی ہیں کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ دیدارِ خداوندی سے بہرہ ور ہو چکے ہیں اور وہ نہایت خوش وخرم ہیں۔

فریب میں نہ آنے پائیں

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خواب میں شیطان لعین کو دیکھا تو فرمایا تو کتنا بے حیا ہے تو آدمیوں کو گمراہ کرنے سے شرماتا ہی نہیں ابلیس کہنے لگا یہ آدمی ہیں ہی کب؟

آدمی دیکھنے ہوں تو جاؤ مسجد شونیز میں جن کی بے ریا عبادت سے میرا نہایت ہی برا حال ہے چنانچہ دوسرے ہی دن حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ سویرے سویرے شونیز کی مسجد میں پہنچے وہاں جسے دیکھا وہ اپنے سر کو زانو پر جھکائے نہاں غم واندوہ میں مبتلا ہے حضرت جنید رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھتے ہی پکارنے لگے اے جنید رحمہ اللہ تعالیٰ! اس لعنتی کے قریب مت جانا ورنہ اس کے فریب میں پھنس جاؤ گے۔

عتبہ ابن الغلام رحمہ اللہ تعالیٰ اور جنتی حور

عتبہ ابن الغلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے خواب میں جنتی حور کو دیکھا جو انہیں کہہ رہی تھیں اے عتبہ! دیکھئے ایسا کام ہرگز نہ کریں جو تمہیں مجھ جیسی حور سے محروم کر دے حضرت عتبہ فرماتے ہیں میں نے سنتے ہی دنیا کو تین طلاقیں دیدیں اور اب میں ہرگز اس بوڑھی دنیا کے پاس بھی نہیں پھٹکنے پاؤنگا تا کہ اس جنتی حور کو حاصل کر سکوں۔

رحمت کے خزانے

حضرت ابوایوب بجستانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ لوگ ایک فاسق و فاجر کا جنازہ لیے جا رہے ہیں یہ دیکھتے ہی وہ مکان کی دوسری چھت پر چلے گئے تا کہ جنازے میں شرکت نہ کریں دفنانے کے بعد کسی بزرگ نے اس مفسد کو خواب میں دیکھا اور اس کے احوال پوچھنے پر جواب ملا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے نوازا اور خوب رحم فرمایا اور ساتھ ہی اس نے کہا ابوایوب سے کہہ دینا:

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّیْ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ ۝ (سورہ بنی اسرائیل آیت: ۱۰۰)

ترجمہ: "اگر تم میرے رب کی رحمتوں کے خزانوں کے مالک ہوتے تو تم اس کے خرچ کرنے سے ہاتھ روک لیتے (یعنی بخل سے

marfat.com

کام لیتے)۔

جنت کو سجایا جا رہا ہے

حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس رات وصال فرمایا اسی شب کسی بزرگ نے خواب میں دیکھا فرشتے آسمانوں پر ادھر ادھر دوڑ دھوپ کر رہے ہیں گویا کہ کسی اہم پروگرام کی تیاری میں مصروف ہیں۔ میں نے فرشتوں سے دریافت کیا تو فرمانے لگے آج حضرت داؤد طائی کے لیے جنت کو سجایا جا رہا ہے۔ (سبحان اللہ)

عورتوں کے سوالات کے جوابات

وسیلہ بخشش ثابت ہوئے

حضرت ابوسعید شحام رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سہل صعلوکی رحمہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو میں نے اسے یوں مخاطب کیا اے خواجہ! آپ نے فرمایا کون خواجہ اور کیسی خواجگی؟ اب ان القابات کو بھول جاؤ اب ان کا اطلاق مجھ پر نہیں ہوتا نیز اب پہلی سی بات نہ رہی۔

حضرت ابوسعید رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں عرض گزار ہوا حضرت آپ کے تو تمام کام نہایت عمدہ اور عظیم الشان تھے آپ کے اعمال و افعال تو مثالی تھے آپ کا کریکٹر اور کردار بہت اچھا تھا کیا ان کا کچھ صلہ ملا؟ حضرت سہل صعلوکی نے فرمایا: آہ! وہ تو سبھی اکارت گئے البتہ ایک عمل نے مجھے بخشش سے ہمکنار کر دیا وہ یہ کہ جو بوڑھی عورتیں مجھ سے شرعی مسائل دریافت کرنے آیا کرتی تھیں ان کے جوابات جو دیتا رہا وہ میری بخشش و مغفرت کا وسیلہ ثابت ہوئے۔

مجھے تخت عنایت ہوا اور موتی نچھاور کیے گئے

حضرت سیدنا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کو کسی خوش قسمت نے خواب میں دیکھا تو پوچھا حضرت آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک فرمایا آپ نے کہا! کیا بتاؤں!

مجھے نہایت خوبصورت تخت عنایت ہوا اور میرے اعزاز کے لیے موتیوں کی بارش کی گئی نیز آپ فرماتے ہیں مجھے ایک مرتبہ ایک مشکل درپیش تھی میں حیرانگی اور پریشانی کے عالم میں تھا کہ یہ مشکل کیسے آسان ہو یہاں تک کہ ایک بزرگ خواب میں تشریف لائے اور فرمانے لگے اے ادریس! (یہ آپکا ذاتی نام ہے) کیوں حیران اور پریشان ہو لو یہ دعا اور اسے پڑھیے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَلَا مَوْتًا وَلَا حَیٰوۃً وَّلَا نُشُوْرًا وَّلَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ اٰخُذَ اِلَّا مَا اَعْطَیْتَنِیْ وَلَا اَتَّقِیْ اِلَّا مَا وَقَیْتَنِیْ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنِیْ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ فِی عَافِیَۃٍ.

جب بیدار ہوا تو میں نے فوراً اس دعا کو پڑھا ابھی چاشت کا وقت بھی نہ ہو پایا تھا کہ میری الجھن اور مشکل دور ہو گئی اور وہ کام مجھ پر آسان تر ہو گیا۔ لہٰذا ہر ایک کو یہ دعا یاد کر لینی چاہیے اور کبھی نہ بھولنے پائے۔

marfat.com

اس دعا کی برکت سے

حضرت عتبہ بن غلام رحمہ اللہ تعالیٰ کو کسی بزرگ نے خواب میں دیکھا تو پوچھا تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک فرمایا آپ نے جواباً فرمایا: میری بخشش اس دعا کی برکت سے ہوگئی جو تمہارے گھر کی دیوار پر لکھی ہوئی ہے۔

جب وہ بزرگ بیدار ہوئے تو اپنی دیوار پر نظر ڈالی تو حضرت عتبہ الغلام کے خط میں وہ دعا لکھی ہوئی پائی جو یہ ہے:

یاھادی المضلین و یاراحم المذنبین ویامقبل عشرات العاثرین ارحم عبدک ذالحظر والمسلمین کلھم اجمعین واجعلنا مع الاحیاء المدزوقین الذین انعمت علیھم من الصدیقین والشھداء والصالحین امین یارب العلمین

تمت بالخیر

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ آخری کلمات تحریر کرتے ہوئے یوں اظہار خیال فرماتے ہیں:

ہمارے خیال میں موت کے سلسلہ میں اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے اور اپنی اس تصنیف لطیف (سنہری عبادت) ترجمہ کیمیائے سعادت کو اسی پر اختتام کرتا ہوں اس امید پر کہ اس کا مطالعہ کرنے والے خوش نصیب حضرات ہمارے حق میں دعائے خیر کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت و بخشش کے جب طلب گار ہوں گے تو ہمیں بھی ان نعمتوں کے حصول میں شامل فرمائیں گے۔

اس تصنیف لطیف (اور ترجمہ) میں کوئی لغزش، غلطی، کمی، کوتاہی یا تقصیر دیکھیں یا محسوس کریں کہ تکلف، تصنع، ریاکاری یا نام ونمود کی صورت محسوس ہو رہی ہے تو ہم اللہ تعالیٰ کے حضور ان دعاؤں کا وسیلہ پیش کرتے ہیں کہ ان کے صدقے ہم پر اپنا فضل وکرم فرماتے ہوئے اس سعی وکاوش کو قبول فرمائے اور اپنے انعام واکرام اور اجر وثواب سے محروم نہ کرے کیونکہ اس سے بڑھ کر اور کوئی بدنصیبی اور بدبختی نہیں کہ کوئی شخص دوسروں کو تو حق وصداقت کی راہ پر گامزن رہنے کی تبلیغ کرے اور خود اس کے لیے ریاکاری اور بناوٹ سدراہ بن جائے ہمارے نیز اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت وکرم کے درمیان حجاب بن جائے۔

نعوذ باللہ منہ و نقول فی حاتمۃ الکتاب

اللھم انا نعوذ بعفوک من عقابک و نعوذ برضاک من سخطک ونعوذ بک منک لااحصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک والحمد للہ وحدہ

الحمدللہ علی منہ وکرمہ تعالیٰ کتاب ''سنہری عبادت'' ''ترجمہ کیمیائے سعادت'' شب قدر کی ہزار مہینوں سے بہترین ساعتوں میں بوقت سحر نماز تہجد کی ادائیگی کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچی دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ وصحبہ وبارک وسلم اس کاوش کو اپنی بارگاہ اقدس قبولیت کا ثمرہ مرحمت فرمائے اور میرے ساتھ جن رفقاء نے ترجمہ، تصحیح میں معاونت فرمائی انہیں دین ودنیا اور آخرت کی کامرانیوں سے بہرہ مند فرمائے۔ خصوصاً حضرت مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب چشتی گولڑوی مدظلہ، عزیز القدر مولانا مبشر احمد چشتی سیالوی، حافظ محمد مسعود اشرف قصوری، مولانا حافظ قاری محمد نعیم قادری کشمیری، محترم جناب ملک ظفر اقبال، محترم جناب چودھری محمد امین

marfat.com

چٹھہ' مولانا الحاج قاری غلام عباس نقشبندی' عزیزہ قاریہ عشرت فاطمہ معلمہ جامعہ رضائے مصطفےٰ نوشہرہ ورکاں نیز محترم ملک شبیر حسین صاحب' مالک شبیر برادرز اردو بازار لاہور

جنکی پرخلوص تمناؤں نے قلم کا بھرم رکھا پھر اس کتاب کو نہایت عمدہ اور حسین وجمیل طباعت سے آراستہ کر کے اپنی اشاعتی روایت برقرار رکھی۔ دعا ہے مولیٰ تعالیٰ ان تمام رفقاء اور کرمفرما حضرات کو ہمیشہ ایسے کارِ خیر میں معاونت کی توفیق مرحمت فرمائے اور دارین میں انہیں شادکامی کی دولت عظمیٰ عطا فرمائے۔ امین ثم امین بجاہ طٰہٰ ویٰسین صلی اللہ علیہ وعلی الہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم۔

طالب دعا

محمد منشا تابش قصوری چشتی سیالوی اشرفی غفرلہٗ

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور' خطیب جامع مسجد ظفریہ مرید کے

ناظم اعلیٰ انجمن حزب الرحمٰن شعبہ تبلیغ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور (اوکاڑہ)

۲۷ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ / ۱۳ دسمبر ۲۰۰۱ء جمعرات (شب قدر) بوقت سحر

لیلۃ القدر میں مطلع فجرِ حق مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

(امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد مختار فرید بی-اے
مدینۃ الفرید پاک پتن شریف

ہوگا چرچا تاثریا ایک دن تابش ترا

استاذ گرامی حضرت مولانا علامہ الحاج محمد منشا تابش قصوری دامت برکاتہم العالیہ (فاضل دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور، مدرس و صدر شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، خطیب مرکزی جامع مسجد ظفریہ مرید کے) پاکستان کے ان نامور علماء کرام سے ہیں جنہیں رب العزت نے شہرت وعزت سے حظ وافر عطا فرمایا ہے۔ اگر یوں کہا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا کہ آپ علمائے عصر میں آسمان علم پر ماہ وانجم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ گوناگون علمی وعملی خوبیوں سے مرصع ہیں اگر میں یہ بھی کہہ دوں تو اس میں قطعاً مبالغہ نہیں ہوگا کہ آپ بیک وقت محقق بھی ہیں اور مدقق بھی، مدرس ومعلم بھی، اور مصنف ومترجم بھی، ادیب شہیر بھی، خطیب دلپذیر بھی، ترجمان حقیقت بھی، مبلغ سنیت بھی، مفکر عصر بھی، عاشق خیرالبشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی، شاعر بے نظیر بھی، سنت مطہرہ کی حسین تصویر بھی۔ میری نگاہ میں آپ کئی حیثیتوں سے علمائے عصر میں ممتاز ومنفرد ہیں آپ کی پاکیزہ زندگی کا ہر پہلو قابل رشک ہے۔

بناء علیہ اہل علم وقلم اور صاحبان محبت والفت نے حضرت تابش مدظلہ کی شخصیت پر اپنی اپنی بساط کے مطابق لکھا اور ہر چاہنے والے نے اپنی کیفیت کے مطابق پایا جس کی نگاہ میں آپ کا جو وصف نمایاں نظر آیا اسے صفحہ قرطاس پر لانے میں فراخ دلی سے کام لیا آپ کی پرکشش ذات پر نہایت عمدہ لکھا گیا اور یوں ہی یہ سلسلہ انشاء اللہ جاری رہے گا۔

استاذ گرامی کی بلند مرتبت شخصیت پر کچھ لکھنا میرے بس کی بات تو نہیں تاہم اپنی نیک تمناؤں کے پیش نظر بعض خصائل حمیدہ وشمائل جمیلہ کو زینت قرطاس بنانے کی معمولی سی سعی کر رہا ہوں۔

☆ صاحب قلم کی حیثیت سے آپ ان تمام قواعد وضوابط کو سامنے رکھتے ہوئے راہوار قلم چلاتے ہیں جو قلمی قوت وطاقت کا لازمہ ہیں۔ جملہ ادبی، فنی، تحقیقی، تالیفی، تصنیفی خوبیوں سے مرصع ہر علم وفن پر آپ کی چالیس سے زائد تصانیف وتالیفات اور تراجم از خود شاہد وعادل ہیں۔ آپ قلم کی آبیاری کر رہے ہیں تحقیق مسائل کو غامض اور ناقابل فہم بنا کر پیش کرنے سے آپ گریز کرتے ہیں۔ سہل، آسان اور بروقت محاورات وضرب الامثال سے عبارت کو حسن وجمال بخشنے کا ملکہ رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تصانیف کے علاوہ آپ کے سینکڑوں مقالات ومضامین بین الاقوامی سطح پر خصوصاً پاک وہند کے سنی وادبی رسائل کی زینت بنتے آرہے ہیں اور یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔

رسائل وجرائد میں خصوصیت سے درج ذیل قابل ذکر ہیں۔

marfat.com

ماہنامہ نور الحبیب' ماہنامہ سالک' ماہنامہ ماہ طیبہ' ماہنامہ نور وظہور' ماہنامہ الحبیب ہفت روزہ سواد اعظم' ماہنامہ السعید' ماہنامہ انوار الصوفیہ' ماہنامہ ترجمان اہل سنت' ماہنامہ ضیائے حرم' ماہنامہ پاسبان' ماہنامہ نوری کرن' ماہنامہ فیض الرسول' ماہنامہ اشرفیہ' سہ ماہی الکوثر' ماہنامہ اعلیٰ حضرت ہفت روزہ و ماہنامہ استقامت ماہنامہ آستانہ' ماہنامہ سیدھا راستہ وغیرہ۔

علاوہ ازیں ''عالی مرتبت علمائے اہل سنت کی کتابوں پر ''نشان منزل'' کے عنوان سے ان گنت مقدمات قلم بند کئے اگر ان تمام تقدیمات کو یکجا کیا جائے تو متعدد کتابیں وجود میں آئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے حروف والفاظ' کلمات اور جملوں سے ایسے ایسے خوبصورت ایوان تیار کئے ہیں کہ بس انہیں دیکھا کیجئے۔ محبت' مودت' الفت' عقیدت' شگفتگی' شیرین' روانی' پختگی' بے ساختگی' قادر الکلامی' زور بیاں' استعارات وتشبیہات' فصاحت و بلاغت ایسی صفات آئینہ جمال وکمال کی صورت نمایاں ہیں۔

حضرت تابش مدظلہ کی نگارشات گرانمایہ' سوز وگداز سے معمور ہیں قلم میں بلا کا سوز ہے۔ انداز تحریر انتہائی روح پرور' جس میں جذبات کی جولانی' فکر کی روانی پائی جاتی ہے۔ شاعری آپ کے علم کا ایک حصہ ہے۔ غزلیات کی بجائے آپ نے نعت ومناقب اور قصائد کو اپنا وظیفہ بنایا اس لئے آپ کا کلام کو لب ورخسار کی شوخی اور بانکپن سے خاصی حد تک محفوظ ہے۔ مگر مضمون کی آفرینی کو ایسے حسین پیرائے میں سجاتے ہیں کہ بار بار پڑھنے کو دل چاہتا ہے۔ ہر شعر اثر انگیزی میں مثالی ہے۔ اس لئے کہ ہر شعر میں ولائے نبی اور محبت حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو مہکتی ہے نمونۃً یہ اشعار پڑھنے کی سعادت حاصل کریں۔

خدایا کر عطا عشق دوامی — حضوری میں رہوں ہر دم سلامی
محمد مصطفےٰ پر جان فدا ہو — یہی ہے آرزو میری مدامی
مرے ہاتھوں میں ہے دامن نبی کا — خوشا قسمت ملی ان کی غلامی
یقیناً ہو چکا ہے نقش دل پر — خدا و مصطفیٰ کا نام نامی
ہو تابش خاتمہ عشق نبی پر — میسر ہو مجھے یوں شاد کامی

☆ نبی مکرم' محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن رحمت' مصائب وآلام' حزن وملال' رنج وبال' اندوہ وغم اور ابتلاء وآزمائش کی گھٹاٹوپ اندھیروں میں یقین وایمان کی ایسی شمع روشن کرتا ہے عشاق ایسے ناگفتہ بہ حالات میں آپ کے دامن کرم کو تھام کر اپنے دکھوں کا مداوا ڈھونڈتے ہیں۔ چنانچہ موصوف کی نظریں بھی ایسے مواقع پر پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اٹھتی ہیں تو یوں استغاثہ پیش کرتے ہیں۔

پریشان ہوں للہ نگاہ لطف ہو جائے — سنو! آہ و فغاں غم کو مٹا دو یا رسول اللہ
یہ نظریں آپ کے دیدار کی طالب ہیں مدت سے — رخ پر نور سے پردہ اٹھا دو یا رسول اللہ

☆ بارگاہ رسالت مآب میں حاضری کے لئے یوں تڑپتے دکھائی دیتے ہیں۔

میرا مسکن مدینہ ہو مرا مدفن مدینہ ہو — میرا سینہ مدینہ ہی بنا دو یا رسول اللہ

marfat.com

اور پھر درد و سوز کا یہ عالم:

یہی ہے آرزوئے زندگی تابش قصوری کی دم آخر رخ زیبا دکھا دو یا رسول اللہ ﷺ

ایک استغاثے میں مدینہ طیبہ کی حاضری کے لئے اس طرح وسیلے اور واسطے پاتے ہیں:

وسیلہ فاطمہ کا واسطہ حسنین اطہر کا مدینہ میں بلا اے سونے والے سبز گنبد

اور "پھر آیا ہے بلاوا مجھے دربار نبی سے" یہ سنتے ہی جھوم اٹھے۔ دل کی مراد بر آئیں پیارے محبوب' حبیب رب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں باریابی کی نعمت عظمیٰ نصیب ہوئی تو عالم وجد میں پکارنے لگے۔

کبھی ہے طواف حرم مجھ کو حاصل کبھی دیکھتا ہوں مزار مدینہ

☆ عاشق کی متاع زندگی تو در محبوب کی جبہ سائی ہے۔ اللہ رب العزت نے آپ کی آرزوؤں کا بھرم رکھا عقیدت و محبت اور والہانہ عشق کو قبولیت کا تمغہ عطا فرمایا پاکستان سے آپ کو تین بار حج کعبہ اور زیارت محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی سعادت نصیب ہوئی۔ رہا وہاں کا معاملہ تو نہ پوچھئے ہر لحہ ہر ساعت' ہر گھڑی' ہر پہر' ہر دن' ہر رات' ہر نظر اور ہر تصور حاضری سے بہرہ مند ہوتا رہا جس کا شمار ممکن نہیں۔ تاہم پاکستان سے تین مرتبہ حاضری کے شرف نے عشق و محبت کی لو کو مدہم نہیں ہونے دیا۔ اس لئے پکارتے رہتے ہیں ۔

مشرف گرچہ شد سہ بار تابش ہے حسرت حاضری کی مثل جامی

☆ ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی حسرت کو جلد پورا فرماتے ہوئے بکثرت حاضریوں سے بدل دے۔ (آمین)

ہاں! عالی ظرف انسان تکبر' غرور' تصنع' بناوٹ ایسی روحانی بیماریوں کو قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتے۔ وہ جس قدر بلند مرتبت ہوتے ہیں اسی قدر تواضع و انکساری تحمل' بردباری' حلم' عجز کو بروئے کار لاتے ہیں۔ کبریائی کے لائق صرف ذات الٰہیہ ہے اور تمام تر رفعت و منزلت سید عالم جناب احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مختص ہے۔ نیز اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ تحمل سنت خداوندی بھی ہے اور سنت نبوی بھی ہے چنانچہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ آپ بھی اسی سنت پر عمل پیرا رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے غرور' تکبر' بغض' کینہ' حسد' حرص و آز وغیرہ سے آپ آزاد ہیں۔ آپ کی طبیعت میں فطرۃً جمال' تبسم اور مسکراہٹ نمایاں رہتی ہے۔ سچی بات ہے آپ ایک باعمل عالم کی حیثیت سے معلم کتاب و حکمت' نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدیہ" کی زندہ تصویر ہیں آپ کے ہاتھ اور زبان سے شاید ہی کسی کو ایذا پہنچی ہو۔

☆ امیر' غریب' اعلیٰ و ادنیٰ' رنگ و نسل' گورے اور کالے کے امتیاز سے بالاتر سوچ کے مالک ہیں۔

علماء و طلبائے کرام ہی نہیں بلکہ ہر کسی سے محبت و شفقت' ادب و احترام سے پیش آنا آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہے۔ تصنع' بناوٹ اور خوشامد سے کوسوں دور ہیں ہر کام میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے طالب رہتے ہیں۔

استاذ گرامی! حضرت علامہ تابش قصوری مدظلہ جہان علم میں روشن ستارے ہیں پورے پاکستان سے جو متلاشیان علم و فن جب جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور آتے ہیں تو انہیں آپ سے محبت و شفقت کی دولت کچھ اس مقدار سے حاصل ہوتی ہے کہ پھر وہ کسی اور مقام پر

marfat.com

جانے کا نام تک نہیں لیتے۔ یوں تو جامعہ کے جملہ اساتذہ کرام محبت وشفقت کے خزائن لٹاتے رہتے ہیں مگر ان تک پہنچانے میں سب سے مضبوط ہاتھ آپ کا ہے۔

☆ حیرانگی کا عالم یہ ہے کہ آپ یومیہ ستر اسی کلومیٹر کا لوکل گاڑیوں پر تکلیف دہ سفر کر کے مرید کے سے لاہور آتے ہیں۔ سردی، گرمی، بارش وغیرہ آپ کے عزم صمیم کے سامنے پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ ان صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے آرہے ہیں۔ علم وادب اور فن سے وابستگی کا یہ مظاہرہ قابل دید اور سبق آموز بھی ہے۔ کلاس میں پڑھاتے وقت تھکاوٹ یا اکتاہٹ نام کی کوئی چیز دکھائی نہیں دیکھی۔ طلباء کرام بڑی بے تابی سے محو انتظار رہتے ہیں استاذ جی کو جیسے ہی دیکھ پاتے ہیں خوشی سے مچلنے لگے ہیں۔ خوف نام کا کوئی تازیانہ انہیں پریشان نہیں کرتا تاہم کبھی کبھی طلباء کی کاہلی وسستی کے جراثیم کو ختم کرنے کے لئے محبت کے سپرے سے ہی کام لیتے ہیں۔ گویا کہ آپ کی سزا بھی مٹھاس سے لبریز ہوتی ہے پڑھانے کا انداز خوب اور محبوب ہے۔

☆ استاذی المکرم علامہ تابش قصوری صاحب مدظلہ اتباع شریعت واخلاق فاضلہ سے متصف ہیں لحن داؤدی کے باعث مقررین و خطباء اور واعظین میں بھی اپنا ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ آپ کی ریڈیو پاکستان لاہور سے کئی تقریر نشر ہوئیں۔ پاکستان کے ہر صوبہ میں آپ کے تبلیغی پروگرام منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ شیریں اور میٹھی زبان نیز دلکش آواز اور دلنشین الفاظ روح میں اترتے جاتے ہیں۔

الحمد للہ آپ کی متاع زیست قابل قدر لائق رشک آپ کی زندگی کا ہر پہلو تابندہ، آپ کی حیات کا ہر ورق تازہ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات دینیہ کو قبولیت کی نعمت سے ممتاز فرمائے اور آپ کے علم وعمل کو فیضان کی وسعتوں سے مالا مال کرے۔ آپ کا سایہ تا دیر سلامت رہے۔ امین ثم امین راقم السطور نے جو کچھ رقم کیا اب اس کی تائید وتوثیق کے لئے چند شعرائے اسلام کا کلام ملاحظہ فرمائیے جو آپ کی وسیع تر خدمات دینیہ کو سراہتے ہوئے انہوں نے منظوم ہدیہ عقیدت والفت پیش کیا۔

استاذ الشعراء، لسان الحسان حضرت علامہ مولانا ضیاء القادری بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ شاعر آستانہ دہلی آپ کی علوم دینیہ سے فراغت پر ایک طویل نظم قلمبند فرماتے ہیں۔

محمد منشا

طالب علم تھے کل مانا محمد منشا
آج ہیں عالم و مولانا محمد منشا

شغل تھا آپ کا تعلیم فقہ، درس حدیث
ہو گئے فاضل و فرزانہ محمد منشا

دھن ہے یہ ختم ہوں تعلیم کے سارے اسباق
وادی دیں کے ہیں دیوانہ محمد منشا

ادبستان شریعت کی ہے تابش ان میں
شمع و حدت کے ہیں پروانہ محمد منشا

شامل درس ہے تفسیر جلالین مدام
پڑھتے قرآن ہیں روزانہ محمد منشا

کل نے خلد و جناں کا تھا زباں پر نغمہ
خود ہیں اب ساقی میخانہ محمد منشا

marfat.com

شکر للہ کہ اب فارغ تحصیل ہوئے — امتحاں دے چکے سالانہ محمد منشا
حنفی مدرسے کے ہیں متعلم بے شک — مدرسہ ہے حنفی خانہ محمد منشا
فیضیاب بحر نور یقیناً یہ ہیں — تابش گوہر یک دانہ محمد منشا
مظہر خلق عظیم شہ لولاک لما — کبر و نخوت سے ہیں بیگانہ محمد منشا
فتح اسلام کا ہے ایک مبارک مژدہ — یہ تیرا نعرۂ مستانہ محمد منشا
گنج بخش شہ' ذیجاہ کا ہر حالت میں — تجھ پہ ہے لطف کریمانہ محمد منشا
مصطفےٰ آل عبا' صحابہ کے مدام — تجھ پہ اکرام ہیں شاہانہ محمد منشا
سخت سے سخت کئے مسئلے توحید حل — یہ تیری ہمت مردانہ محمد منشا
مجلس وعظ میں ہر آن نمایاں دیکھا — تیرا انداز خطیبانہ محمد منشا
''نوراللہ'' کی تابش سے ہیں تابش سربزم — ہیں ضیا جلوۂ جانانہ محمد منشا

سند فراغت و دستار فضیلت پر حضرت علامہ ضیاء القادری بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ نے متعدد قطعات لکھے جن میں سے ایک شعر ملاحظہ ہو:

منشائے محمد کو منشائے خدا سمجھا — تاریخ ضیاء کہیے ابرارِ شریعت آ

☆ ایک تازہ نعت شریف لکھ کر ارسال فرماتے ہیں یہ خاص طور پر تمہارے پڑھنے کے لئے لکھی ہے۔ اس کا مقطع دیکھئے کتنا روح پرور' ایمان آفرین ہے۔

منشائے محمد ہے شفاعت کا وسیلہ — ضیاء رہے تابع منشائے محمد ﷺ

☆ شاعر اسلام الشاہ صوفی عبدالوہاب زاہد چشتی زید مجدہ کراچی سے سند فراغت پر یوں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔

جزاک اللہ کیا کہنا ترا کیا خوب محنت کی — کہ آخر لاج رکھ لی تو نے آبائی شرافت کی
ہزاروں سختیاں جھیلیں' سہی تکلیف غربت کی — مگر پہلی ہی صفت میں تو رہا ارباب ہمت کی
ملی ڈگری امامت کی بندھی پگڑی فضیلت کی — وہ حاصل تیری محنت کا' یہ خوبی تیری قسمت کی
منور کر دیا جلووں نے تیرے' ساری دنیا کو — کہ تو آیا ہے بن کر شمع ایوان شرافت کی
رضائے خالق اکبر جو تابش تو نے حاصل کی — رضا جوئی یہ تیری بن گئی مفتاح جنت کی
تیرے سر پر ہے بیشک حضرت نوراللہ کا سایہ — یہ سب برکت ہے ان کی ہی دعائے باکرامت کی
محامد اور محاسن کیا بیاں ہوں تیرے زاہد سے — زبانِ خامہ میں طاقت کہاں ہے تیری مدحت کی

☆ حضرت زاہد چشتی ایک اور نظم میں ایسے مبارکباد پیش کرتے ہیں:

تیرے سر پر سدا سایہ فگن دامانِ رحمت ہو — تجھے تابش قصوری سعد دستار فضیلت ہو

marfat.com

رہے دنیا میں جاری فیض نوراللہ نعیمی کا — عطا اس عاشق شاہ دو عالم کو ولایت ہو
رہے سینہ منور جلوہ محبوب یزداں سے — شعاع ماہ بطحا مشعل رشد و ہدایت ہو
وہ فیض عشق احمد ہو وہ اکرام خداوندی — کہ تابش کو عطا بوبکر و عثماں کی وجاہت ہو
سراپا دہر میں اسلاف کی تمثیل بن جائیں — مجسم عظمت فاروق و حیدر کی بسالت ہو
''بصیرت چشم کو عقدہ کشائے راز پنہاں دے'' — ''الٰہی قلب زاہد عارفی کو نور عرفاں دے''

رئیس الشعرا جناب رئیس احمد صدیقی ضیائی نبیرہ علامہ ضیاء القادری کراچی یوں اظہار محبت فرماتے ہیں:

صدف علم کے گوہر ہو محمد منشا — صاحب فضل سراسر ہو محمد منشا
تم میں ہے انوار ضیا سرتا پا — تم میرے جان برادر ہو محمد منشا

حضرت علامہ مولانا الحاج شبیر احمد ہاشمی مدظلہ خطیب اعظم پتوکی یوں منقبت خوان ہیں۔

تابش خوش تر بیاں کی ہر جگہ تشہیر ہے — بزم فن شعر میں وہ صاحب تنویر ہے
واعظ شیریں بیاں' ہے شاعر شعلہ نوا — اس کے ہر اک لفظ میں اک کیف ہے تاثیر ہے
بھولئے نہ اپنے بھائی کو دعائے خاص میں — مبتلائے معصیت یہ ہاشمی شبیر ہے

آپ کی ایک اور نظم میں انداز تکلم ملاحظہ ہو۔

خدا نے گردن کفار پر تلوار کر ڈالا — محمد مصطفےٰ نے دین کا معمار کر ڈالا
جناب بوبکر نے صادق گفتار کر ڈالا — جناب عمر نے اک عادل و دیندار کر ڈالا
حیاء حلم سے عثمان نے سرشار کر ڈالا — علی نے قلم اس کا تیغ جوہر وار کر ڈالا
فقیہ پاک نے ہے صاحب دستار کر ڈالا — کہ چشم دشمنان مصطفےٰ میں خار کر ڈالا
رخ تابش کو بھی خورشید کا چمکار کر ڈالا — محبت مصطفےٰ سے منبع انوار کر ڈالا
کہ مرض عشق احمد کا اسے بیمار کر ڈالا — محبت کے جنوں سے کاشف اسرار کر ڈالا
نگاہوں سے کیا عالم' خدا کا یار کر ڈالا — ثناخوان حبیب ایزد غفار کر ڈالا
ضیا کی ضوفشانی سے قلم کا بانکپن پایا — ضیاء القادری نے صاحب اشعار کر ڈالا
قمر ہو یا کہ تابش ہو وہ عارف ہو یا زاہد ہو — سبھی کے قلم کو حق نے برق رفتار کر ڈالا
فقیہ پاک کی نظر مقدس کا یہ صدقہ ہے — خدا نے قلم دے کر واصف ابرار کر ڈالا
مبارک باد کہتا ہوں تجھے دستار بندی کی — خدا نے آج تجھ کو دین کا معمار کر ڈالا
بہر سو آج بھی منڈلا رہے طوفان باطل کے — تعالیٰ اللہ تجھے ان کے لئے حصار کر ڈالا

marfat.com

خدا نے شرف بخشا ہے مجھے ان کی معیت کا — کہ مجھ کو آپ کا اک ساتھی و غمخوار کر ڈالا
ببیں اے چشم شاعر چہرۂ ابیض وجوہ را — تعالیٰ اللہ خدا نے مخزن انوار کر ڈالا
فقیہ وقت کے الطاف اور اکرام کیا کہنا — نظر کا تیر قلب ہاشمی سے پار کر ڈالا

☆ آپ نے بنام ''اغثنی یارسول اللہ صلی اللہ علیک'' عربی' فارسی' اردو' پنجابی' سرائیکی' ہندی اور سندھی شعراء کے ایسے استغاثوں کا ایمان افروز انتخاب شائع کیا' تمام تر استغاثے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ردیف سے مرصع ہے۔ پاک و ہند کے کثیر مشائخ عظام و علمائے کرام نے اسے بے حد پسند فرمایا' اور تحسین وتبریک کے مکتوبات گرانمایہ سے نوازا' اس مختصر مقالے میں ان جملہ منظوم ومنثور کلمات تحسین وتبریک سے صرف نظر کرتے ہوئے بطور تبرک چند شخصیات کے رشحات قلم ملاحظہ فرمایئے:

☆ حضرت پیر سید رضی شیرازی علی پوری رحمہ اللہ تعالیٰ نبیرہ پیر طریقت حضرت سید جماعت علی شاہ ثانی لاثانی رحمہ اللہ تعالیٰ طبع چہارم پر قطعہ تاریخ طباعت عنایت فرماتے ہیں:

کتاب نعت از تابش قصوری — پس از تالیف شد آخر مہیا
ردلفش یا رسول اللہ باشد — مقام مصطفےٰ زین شد ہویدا
رضی گو سال طبع ایں کتابے — اغثنی یا رسول اللہ ھمہ جا

۴+۵۰+۶۶+۲۹۶+۱۱+۱۵۶۱

۱۹۸۸ء

مکرم جناب راجا رشید محمود صاحب ایم۔اے مدیر ماہنامہ نعت لاہور تقریظ منظوم میں رقمطراز ہیں۔

حبیبی یا رسول اللہ' اغثنی یا رسول اللہ — تمہارے در کی حاصل ہو' گدائی یارسول اللہ
ہمیں درکار ہے رحمت' تمہاری یا رسول اللہ — عقیدت فکر تابش کی' ''اغثنی یا رسول اللہ''
ملے شرف قبولیت' کریمی یا رسول اللہ — نظر محمود و تابش پر' کرم کی یا رسول اللہ

صلی اللہ علیک وسلم

مکرم جناب راجا رشید محمود صاحب آپ کی دلچسپ تصنیف ''جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کا تاریخی جائزہ'' پڑھ کر اتنے متاثر ہوئے کہ چھتیس اشعار پر مشتمل ''تقریظ منظوم'' رقم کی چند شعر ملاحظہ فرمایئے: لکھتے ہیں ۔

آ گیا ہے آج مجھ کو فکر تابش کا خیال
رم کرے ہے اس طرف میرے تصور کا غزال
ان کی اس تصنیف سے واضح ہے اب تغیر حال
جامعہ کی ہے عمارت مظہر شانِ جمال

marfat.com

مصطفیٰ کے لطف و رحمت سے بفیض ذوالجلال
ہمت و ایثار قربانی کو کیا خوف زوال

☆

دشمنانِ دیں کے رستے میں اک کوہ گراں
ہیں طبیعت کے اگرچہ منکسر، شیریں مقال
پائے استقلال میں لغزش نہ آئی آپ کے
مصطفیٰ کا تھا تصرف، ان کا تھا جودونوال
سنت محبوب رب العالمین میں سب سہا
گالیاں، تضحیک، پتھر، غنڈہ گردی کا کمال

☆

ایک دو شخصیتیں ان کی معاون بھی رہیں
جن کے قلب و جاں میں روشن ہو گئی شمع خیال
اب لوہاری گیٹ کے اندر عزیمت کا نشان
اک عمارت جامعہ کی ہے بہ فضل ذوالجلال
عہد قیوم آج بھی ہیں یاں بہ سرگرم عمل
کارنامہ ان کا تنظیم المدارس بے مثال

☆

جامعہ کا ہیں شرف عبدالحکیم قادری
صاحب علم و یقیں ہیں، صدر ارباب کمال
حضرت مولانا تابش کی کتاب مستطاب
پڑھ کے دیکھو عزم و استقلال کا یہ سارا حال
اب جہاں کی ظلمتوں کی فکر کیا محمود کو
جامعہ کے ذکر سے روشن ہوئی بزم خیال

☆ مسئلہ نورانیت پر آپ کی محققانہ اور نہایت جامع تصنیف ''محمد نور'' کو جب راجا صاحب نے دیکھا تو بے ساختہ، ارتجالاً سات اشعار پر مشتمل تقریظ نور منظوم فرمائی دو شعر ملاحظہ ہو:

marfat.com

دل حزیں کی ہیں ڈھارس محمد نور ﷺ
ہے ورد ہر کس و ناکس، محمد نور ﷺ
نبی کے نور پر ہے مختصر بھی جامع بھی
کتاب دیکھی ہے بس محمد نور ﷺ

☆

☆ پاسبان فکر رضا مکرم جناب طارق سلطانپوری (از حسن ابدال) نے حضرت علامہ تابش قصوری مدظلہ کے نعتیہ دیوان ''حسن عبادت'' پر یہ قطعہ تاریخ عنایت فرمایا ۔

ضیائے ثنائے خواجہ

۱۹۹۷ء

خوشا فکر تابش کے انوار سے — منور ہیں آفاق نعت رسول
صحیفہ ''حسن عبادت'' لکھا — سجائے ہیں اوراق نعت رسول
سرشاخ مدحت کا ہے یہ گلاب — یہ ہے مشعل طاق نعت رسول

طباعت کا سال اس کا طارق کہا
بحمد اللہ اشراق نعت رسول

۱۴۱۸ھ

☆ استاذ گرامی کے ایمان افروز، عشق پرور، نعتیہ دیوان ''حسن عبادت'' پر حضرت نقش ہاشمی مرحوم کی ''والہانہ منظوم تقریظ''

مرقع ہے جو یہ پیش نظر حسن عبادت کا — وثیقہ ہے یہ پاکیزہ ارادت کا عقیدت کا
یہ آئینہ شہ بطحا کی صورت کا ہے سیرت کا — سر روز جزا شاید وسیلہ ہو شفاعت کا
سند ہے سرور کونین کی سچی غلامی کی — نوشتہ ہے رہ دیں کے لئے رشد و ہدایت کا
یہ دریائے رواں ہے رحمت وافت لطافت کا — سفینہ ہے غم دوراں میں تمکین و سکینت کا
جو ہیں جویائے حق ان کے لئے قندیل ایمانی — کہ ہے یہ نور مینارہ رہ حق و صداقت کا
عرب کے چاند کی باتیں محبت کے ترانے ہیں — جو طغریٰ ہے ہمارے واسطے یمن و سعادت کا
بجا حسن عبادت زندگی بھر کی ریاضت ہے — یہ گلدستہ ہے فردوسی بریں کا باغ جنت کا
پذیرائی حضور خواجہ گیہاں ملے یا رب — یہ نذرانہ ہے کیف و سوز و سرمستی کا الفت کا
اسی کے واسطے اسوۂ احسن کی باتیں ہیں جو امی ہیں — سبق جس نے دیا انسانیت کا آدمیت کا

marfat.com

بہائے ریگزاروں میں بھی جس نے نور کے چشمے
زمانے بھر پہ برسا ہے جو بادل بن کے رحمت کا

یتیموں بیکسوں کی جس نے آ کر غمگساری کی
وہی غاروں میں جو روتا رہا غم خوار امت کا

وہ جس نے عدل کی میزاں قائم کی زمانے میں
کہ سکہ ہے رواں جس کی امانت کا دیانت کا

وہ کیا واللیل زلفیں والضحیٰ چہرے کی تشبیہ
مہ و خورشید کسب نور کرتے تھے صباحت کا

بشکل رحمتہ للعالمین بھیجا گیا جس کو
بیاں کیا اس کے ہو جودو کرم کا اور سخاوت کا

بڑا اکسیر ہے نسخہ بنا لیں حرز جاں اسکو
کہ رشتہ جن کا ہے مکہ مدینہ سے محبت کا

درود ان پر کہ جن کو سربراہ مرسلاں کہیے
سلام اس پر کہ سر پر تاج ہے جس کے رسالت کا

درود اس ذات پر جو باعث تخلیق عالم ہے
سلام اس پر کہ توڑا زعم جس نے کبروتخوت کا

ادب پارہ ہے یہ ''حسن عبادت'' نعت کی صورت
ہے جام حوض کوثر آئینہ افکار و حدت کا

جناب حضرت منشا کی ہے تخلیق کا جوہر
یہ اک سیل رواں کہیے فصاحت کا بلاغت کا

وہ درویش خدا عشق محمد ﷺ جس کا سرمایہ
بتاؤں مرتبہ کیا ان کی عظمت کا فضیلت کا

جو کوئی پوچھنا چاہے تو نقش آ کر مجھے پوچھے
مقام اس مرد حق اہل نظر اہل بصیرت کا

صدائے دل ہے یا ''حسن عبادت'' منشائے جاں ہے
جریدہ نقش ہے دنیائے دیں میں نور و نکہت کا

۲۴ شعبان المعظم ۱۴۱۴ھ/ ۶ فروری ۱۹۹۴ء

☆ شاعر فطرت مکرم جناب غلام محمد صاحب نقش ہاشمی مرحوم مرید کے استاذ گرامی کے ساتھ اپنے جذبات قلبی کو نظم میں یوں نقش کرتے ہیں:

صاحب فیضان حضرت تابش قصوری کی نذر

رہا قلم کا تقاضا صداقتوں کا بیان
زبان و دل کا بھی قائم رہے اگر میلان

نہیں کسی کی خوشامد سے کچھ لگاؤ مجھے
جو بات کرتا ہوں وہ علی الاعلان

ہمارے حضرت منشا جو رہبر دیں ہیں
جو ایک عالم صادق ہیں صاحب ایمان

وہ جنکی ذات سے میں بھی ہوا ہوں متاثر
شعور و فہم و تدبر میں حکمتوں کی کان

یہ کوئی بات نہیں گر نہ میں کروں توصیف
مگر یہ بات کہ شاید مری بھی ہو پہچان

وہ دیندار صفا کیش اور بلند اخلاق
ہر ایک کہتر و مہتر کی کہہ رہی ہے زباں

خوشا کہ مجھ پہ بھی رہتے ہیں کرم گستر
وہ علم دوست کرم جو وہ اک خلیق انسان

marfat.com

وہ اک مبلغ دیں اک خطیب عالی نظر
وہ اک مفکر ملت، مفسر قرآن
وہ ایک متقی پرہیزگار اہل دل
وہ جس کو حکمت دین متیں کا ہے عرفان
وہ ایک عالم جید فقیہ عصر رواں
دل و نگاہ میں نور بصیرت فرقان
وہ اک معلم دیں اک معلم اخلاق
کہ ان کا جاری وساری جہاں پہ ہے فیضان
وہ اک مصنف و شاعر وہ صاحب تالیف
کہ جس کا شہرہ ہے پہنائے ہندوعربستان
انہیں امامت دیں کا بھی ہے شرف حاصل
یہ اس علاقہ پہ ان کا ہے بڑا احسان
وہ جن کے واعظ و ارشاد سنت و توحید
وہ ذکر و فکر میں تالیف قلب کا سامان
وہ گفتگو کہ دلوں میں اتری جاتی ہے
وہ ان کا حسن بیاں اور زباں خوش الحان
وہ جن کے دل میں بھی عشق رسول کا سودا
پھر ان کی باتوں میں کیونکر نہ ہو بھلا وجدان
وہ دید روضہ اقدس سے بھی ہیں بہرہ یاب
خدا کے گھر کے بھی تین بار ہوئے مہمان
فروغ دین ہے بس ان کا منشا و مطلب
حضور پاک کا پہنچے ہر اک جگہ فرمان
وہ عالمانہ دلائل، محققانہ خیال
وہ ساحرانہ زبان و بیاں ادب کی جان
فصاحت اور بلاغت کا آبشار جمیل
وہ ایک چشمہ کوثر کہ منبع برہان
کہ جیسے واہوئے جاتے ہوئے سرمدی اسرار
وہ جب بھی کرتے ہیں تفسیر آیہ قرآن
نہ مال و زر سے لگاؤ نہ جاہ وعزت سے
کشادہ دیکھا ہے ان کا ہمیشہ دسترخوان
عجیب صبر توکل کا نقش عالم ہے
نظر نظر سے ٹپکتا ہے فقر کا وجدان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نذرانہ وفا

بخدمت مکرم برادر محترم حضرت علامہ تابش قصوری مدظلہ العالی

وقار دوستاں تابش قصوری
انیس قلب و جاں تابش قصوری
وفا کے ترجماں تابش قصوری
اخوت کے نشاں تابش قصوری
محقق، شاعر و نثار و نقاد
ادیب نکتہ داں تابش قصوری
حق آگاہ، حق ادا و حق نگر ہیں
خطیب حق بیاں تابش قصوری
سناتے ہیں باخلاص و محبت
حدیث دلبراں تابش قصوری

marfat.com

علوم دین حق کے بالیقیں وہ ہیں گنج شائگاں تابش قصوری
حریم فکر ہے جس سے درخشاں وہ مہر ضو فشاں تابش قصوری
وہ پابند فرامین الٰہی نبی کے نعت خواں تابش قصوری
جہانِ اہل سنت کے یقیناً وہ ہیں روح رواں تابش قصوری
مسلم ان کا ہر حرف محبت وفا کے رازداں تابش قصوری
بوقت گفتگو ہیں پھول جھڑتے کہ ہیں شیریں دہاں تابش قصوری
جہاں سے آتی ہے بوئے محبت مثالِ گلستاں تابش قصوری
بلاشک ہیں وہ ارباب نظر کے امیر کارواں تابش قصوری

قمر! بے مہری دوراں کا کیا غم
ہیں مجھ پر مہرباں تابش قصوری

اسیر خلوص! قمر یزدانی
پنوانہ ضلع سیالکوٹ

(جمعۃ المبارک ۱۸ ذی القعدہ ۱۴۲۰ھ ۲۵ فروری ۲۰۰۰ء)

☆ حضرت تابش قصوری مدظلہ کے پاس ملت اسلامیہ کے اکابر علماء ومشائخ کرام شعراء ادبا اور ان گنت اہل قلم کے گرانمایہ مکتوبات طیبات محفوظ ہیں اگر ان کے صرف اسمائے گرامی ہی درج کئے جائیں تو ضخیم فہرست تیار ہوتا ہم حضرت الحاج حکیم محمد موسیٰ صاحب چشتی امرتسری علیہ الرحمتہ کے یہاں دعائیہ کلمات درج کئے جاتے ہیں۔ جو مرحوم نے مجلس رضا لاہور کی بے لوث خدمت سرانجام دینے پر دیگر صاحبان علم وقلم کے ساتھ تحریر فرمائے۔

☆ تقریباً عرصہ چار سال سے فاضل جلیل مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری اور مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری چشتی سیالوی مخلصانہ تعاون فرما رہے ہیں' پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب ایم۔اے' پی ایچ ڈی پرنسپل گورنمنٹ کالج (سندھ) کی کرم فرمائیوں کا تو شکریہ ادا کرنا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر سے نوازے۔ (آمین)

(ماہنامہ جہاں رضا جلد ۱۹ اکتوبر' نومبر ۲۰۰۰ء 'شعبان' رمضان ۱۴۲۱ھ شمارہ ۹ صفحہ ۲۶۲ خصوصی نمبر)

☆ مجلس رضا کے ارتقاء وعروج کی تاریخ جتنی حسین ہے زوال کی داستان اتنی ہی روح فرسا ہے۔ عارفان راز اسے خوب جانتے ہیں کہ اس کا ظہور کیسے ہوا۔ تاہم حکیم صاحب مرحوم کی دعا آج بھی استاذی المکرم کے قلم کی زینت اور معاون ہے۔ سچی بات ہے حضرت تابش قصوری مدظلہ کو اپنی ستائش سے قطعاً لگاؤ نہیں' مگر آپ لوگ میری اس تحریر کو میرے دعوے کے برعکس محسوس کریں گے اس ذہنی خلجان کو دور کرنے کے لئے تحدیث نعمت کے کلمات پیش نظر رکھیں گے تو سب کچھ آئینہ کی طرح عیاں ہو جائے گا۔ آپ کی پاکیزہ

marfat.com

زندگی کے تفصیلی حالات سے بہرہ مند ہونے کے لئے اہل علم وقلم کی ان تصانیف کو ملاحظہ فرمایئے جنہوں نے اپنی اپنی تاریخی کتاب کو حضرت تابش قصوری مدظلہم کے نورانی احوال سے منور فرمایا ہے:-

شریف التواریخ جلد نمبر ۱۲	حضرت علامہ پیر سید شریف احمد شرافت نوشاہی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ
تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور	علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب مدیر جہانِ رضا لاہور
تعارف علمائے اہل سنت	علامہ محمد صدیق ہزاروی مدظلہ لاہور
عظمتوں کے پاسبان	علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ
مترجم موطا امام محمد (علیہ الرحمہ)	علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ
نزہت الحافل ترجمہ نزہۃ المجالس	علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ
منازل حیات:	استاذ گرامی کی خودنوشت سوانح عمری (غیر مطبوعہ)
سہ ماہی گنجینہء دانش	اسلام آباد

دعا ہے اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے آپ کو بیش از بیش خدمات دینیہ علمیہ سرانجام دینے کی توفیق رفیق عطا فرمائے اور تشنگان علوم وفنون کے لئے آپ کی ذات منبع فیوض وبرکات بنی رہے۔ آمین ثم امین

محمد مختار فرید

مدینۃ الفرید پاک پتن شریف

۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ

marfat.com

نامور ایرانی محقق، شہرۂ آفاق مفکر و ادیب، صاحب تصانیف کثیرہ مکرم و معظم جناب ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی رھا، بانی کتابخانہ گنج بخش ''سفارت خانہ ایران، اسلام آباد پاکستان کا علامہ تابش قصوری کی خدمت میں یادگار منظوم و منثور خراجِ تحسین و تبریک (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب آقای مولانا محمد منشا تابش قصوری دامت مجدہ العالی

سلام و دعا و احترام، تقدیم می دارم،

ہمواره از درگاه خدای بزرگ برای سرکار عالی، پیروزی و موفقیت و کامیابی آرزو دارم، نامہ جناب عالی به همراه ۲ جلد کتاب زنده ''نفیس الواعظین ترجمہ انیس الواعظین'' به دستم رسید، بسیار سپاسگوارم خاصه این که مطالب عرفانی و روحانی و معنوی در این کتاب گنجانیده شده است، دیگر اینکه اشعار زیبا و دلآویز دوباره کتاب و شمادر آن چاپ شده است، قطعه شعر این بنده حقیر را در باره خودتان چاپ کرده اید، بسیار متشکرم، خدایار و نگهدار شما باشد

توای منشا ، توای تابش قصوری — محمد منشا ہستی در حضوری
ہمیشہ سالک راہ خدائی — بہ علم و معرفت صدر الصدوری
نہال عشق حق در قلب پاکت — بہ تعلیم علوم شیخ الاموری
سراسر کوشش تو حق شناسی — برای نوجواناں خیر نوری
نوشتی جلوہ وعظ و خطابت — نفیس الواعظین شرق پوری
تو از زندہ دلان شہر عشقی — بہ قرآن خدا کشف السروری
شب و روز شدہ تحقیق اسلام — حدیث و فقہ تفسیر و نشوری
تلامیذ تو گویای محبت — بہ سیر ارض حق کامل عبوری
شناسای جہان عشق و عرفان — بہ خط خوش کتابت را مروری
یگانہ کار تو تعلیم و تحقیق — خطابت را امیر و شاہ پوری
محمد مصطفیٰ ﷺ را نعت خوانی — سر کشف و کرامت را فکوری
صلوٰۃ و صوم تو پیوستہ دل — بہ جنات عدن، غلمان و حوری
طریق من بود عرفان اللہ — محمد منشای تابش قصوری

دعا گوی تو شد هر شام و هر روز ''رہا'' نزدیک و همواره تو دوری

استاد من، حضرت آقای مولانا محمد منشا تابش قصوری زید عزہ العالی، بسیار متشکرم که مرا یاد کردید، و با دو (۲) جلد کتاب ارزنده بنده را مورد عنایت قرار دادید انشاء اللہ کشف المحجوب تحلیل کشف المحجوب را برای شما ارسال می دارم،

جناب عالی واقعاً در امور ادبی و عرفانی و روحانی و معنوی، گوی سبقت را از همگان ربوده ای، خدایار و نگاه دارت باشد فعلاً، تا نامه دیگر خدا حافظ

با تقدیم احترام بسیار، مخلص شما، خادم العلم والعلماء

دکتر محمد حسین تسبیحی رھا

۲۱ جنوری ۲۰۰۱ء / ۳ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ

marfat.com

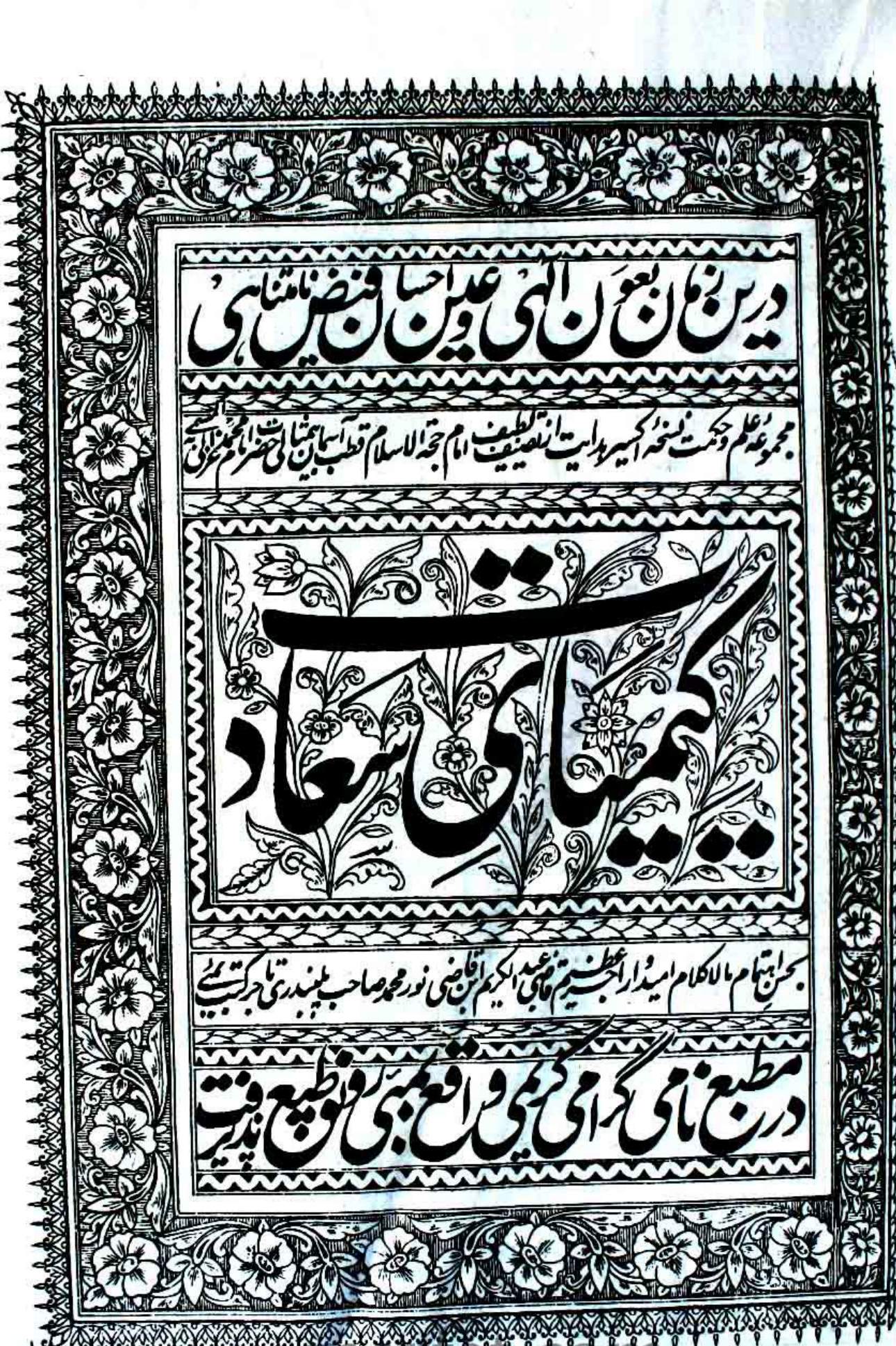

marfat.com

بار اوّل

تعداد (۳۵۰۰)

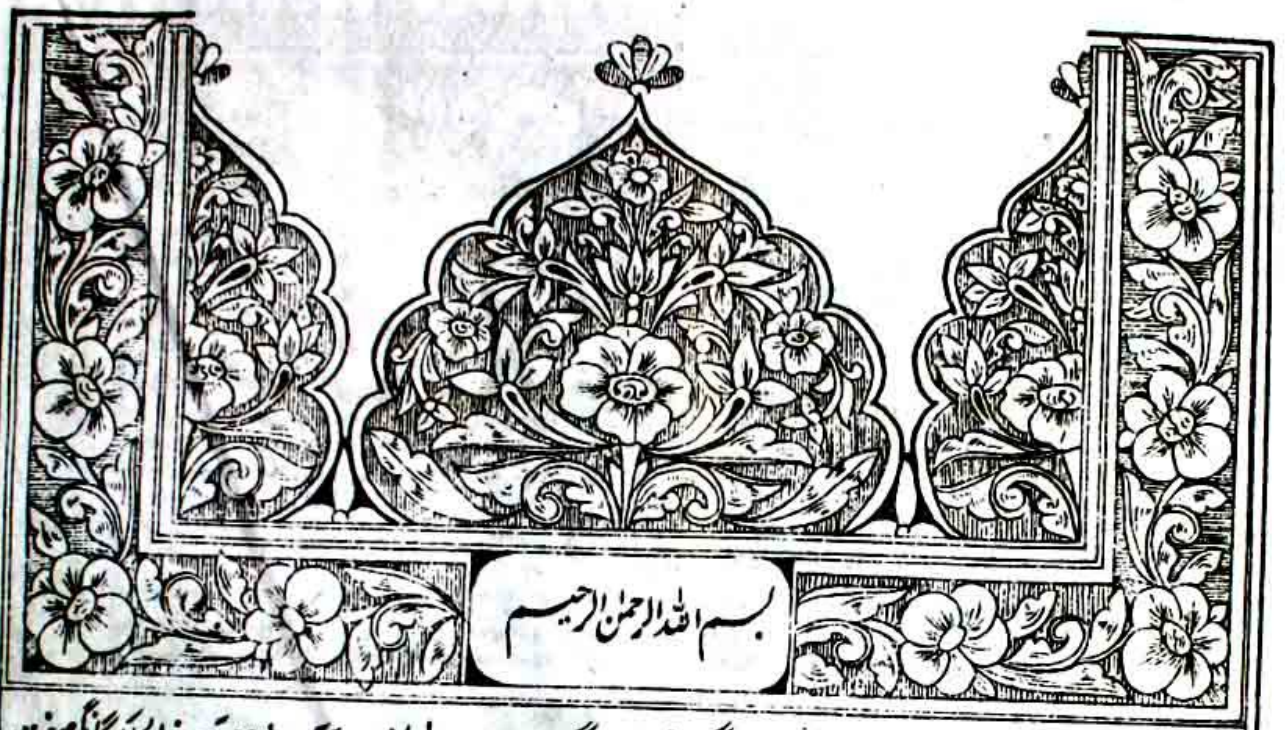

بسم الله الرحمن الرحیم

شکر و سپاس فراوان بعدد ستارهٔ آسمان و قطرهٔ باران و برگ درختان و ریگ بیابان و ذرّهای زمین و آسمان مر آن خدائرا که یگانگی صفت اوست و جلال و کبریاء و عظمت و علاء و مجد و بهاء خاصیت اوست و از کمال جلال وی هیچ آفریده آگاه نیست و جزوی هیچکس را بحقیقت معرفت وی راه نیست بلکه اقرار دادن بعجز از حقیقت معرفت وی منتهای معرفت صدّیقانست و اعتراف آوردن بتقصیر در حمد و ثنای وی نهایت ثنای فرشتگان و پیغمبرانست و غایت عقل عقلاء و مبادی اشراق جلال وی حیرانست و منتهای سالکان و مریدان در طلب قرب بحضرت جمال وی دهشت است گسستن امید از حصول معرفت وی تعطیل است و دعوی کمال معرفت وی از خیال تشبیه و تمثیل است نصیب همه چیزها از ملاحظهٔ جمال ذات وی خیرگی است و ثمرهٔ همه عقلها از نظر بعجائب صنع وی معرفت صنع وی است که در عظمت ذات وی اندیشه کند تا چگونه است و چیست و هیچ دل مباد که یک لحظه از عجائب صنع وی غافل ماند تا هستی وی چیست و چکیست تا بصفت بشناسد که همه آثار قدرت اوست و همه انوار عظمت اوست و همه بدایع و غرائب حکمت اوست و پرتو جمال حضرت او و هر چه هست از اوست و همه بدوست بلکه خود همه اوست که هیچ چیز را جز وی هستی بحقیقت نیست بلکه هستی همه چیزها پرتو نور هستی ویست و درود بر محمد مصطفی صلی الله علیه و آله و صحابه و سلم که سید پیغمبران است و راه نمای و راهبر مومنان و امین اسرار ربوبیت است و گزیده و برداشته حضرت آلیست است و بر جملهٔ یاران و اهلبیت وی که هر یکی از ایشان قدوهٔ امّت و پیدا کنندهٔ راه شریعت است **اما بعد** بدانکه آدمی را بایزی و هرزه نیافریده اند بلکه کاری عظیم است و خطری بزرگ چه اگر وی را لی نیست ابدیست و اگر چه کالبد وی خاکی و سفلی است حقیقت روح وی علوی و ربانی است و گوهری اگر چه در ابتدا آمیخته و آویخته بصفات بهیمی و سبعی و شیطانی است و چون در بوتهٔ مجاهده نهی از بن آمیزش و آلایش پاک گردد و شایسته جوار حضرت ربوبیت شود و از اسفل السافلین تا باعلی علیین همه نشیب و بالا کار اوست و اسفل السافلین وی آنست که در مقام بهائم و سباع و شیاطین فرود آید که اسیر شهوت و غضب شود و اعلی علیین وی آنست که بدرجهٔ ملائکه رسد چنانکه از دست شهوت و غضب خلاص یابد و بر همه دو بر وی گردند و وی پادشاه ایشان گردد چون بدین

بالاترین بلندیها

صلی الله علیه و آله و صحابه و سلم

یکی از دو حاشیه خود را بگفتار خود راست کند

بسیاری بطول و دراز یاد کنم صلی الله علیه و آله

یکی از دو حاشیه خود را بگفتار خود راست کند

یکی از دو حاشیه خود را بگفتار خود راست کند

یکی از دو حاشیه خود را بگفتار خود راست کند

یکی از دو حاشیه خود را بگفتار خود راست کند

یکی از دو حاشیه خود را بگفتار خود راست کند

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نفیس الواعظین

ترجمہ و تلخیص

انیس الواعظین

باضافات جدیدہ

مصنف

حضرت علامہ ابوبکر بن محمد بن علی بدر القریشی رحمہ اللہ تعالیٰ

مترجم

مولانا محمد منشا تابش قصوری مدظلہ

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ● خطیب جامع مسجد ظفریہ مرسیکے

شبیر برادرز ۴۰، اردو بازار، لاہور

marfat.com

زینت المحافل

ترجمہ

نزہت المجالس

تصنیف

امام عبد الرحمٰن بن عبد السلام

الصفوری الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ (۹۰۰ھ)

ترجمہ

علامہ محمد منشا تابش القصوری الحنفی

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

آحوالخ

ناشر:۔ شبیر برادرز اردو بازار لاہور (پاکستان)

marfat.com

ابوالعلا محمد محی الدین جہانگیر کی تصانیف، ترجمہ، شرح و تخریج کی ہوئی کتب

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ

جہانگیری
20 کتب سے تخریج
صحیح بخاری شریف
5 جلدیں مکمل

احادیث نبویہ کی سب سے مستند کتاب کا عام فہم، آسان، سلیس، بامحاورہ ترجمہ
امام احمد رضا خان کی تعلیقات علی البخاری

جہانگیری
فتوحات باطنیہ فی شرح بخاری
جمال السنہ
ترجمہ 8 جلدیں مکمل

جہانگیری
صحیح مسلم شریف
3 جلدیں

جہانگیری
معارفِ درود و سلام
ابن قیم الجوزیہ

جہانگیری
سنن دارمی

جہانگیری
تفسیر جلالین
انتخاب

جہانگیری
نحو میر

جہانگیری
اربعین نووی

فتوحات جہانگیری علی سنن دارمی

جہانگیری
المؤطا
امام مالک

جہانگیری
تحفہ باقیہ
المعروف بہ

جہانگیری
انتخاب احادیث
صحیح بخاری و صحیح مسلم

جہانگیری
شرح القدوری
امام ابوالحسن احمد محمد جعفر بغدادی

جہانگیری
ریاض الصالحین

جہانگیری
انتخاب
مشکوۃ المصابیح

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر
۴۰ اردو بازار لاہور
فون:
042 7246006